نامِ نیکو رفتگاں ضائع مکن تا بماند نامِ نیکت پائیدار

یادگارِ سہروردیہ

مجددِ سلسلۂ سہروردیہ، غوثِ زماں، قلندر رسول نما

حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ

کے سلسلۂ طریقت کے مشائخ سہروردیہ کا بالخصوص

اور دیگر مشاہیر بزرگانِ سہروردیہ کا بالعموم اجمالی تذکرہ

خاور سہروردی

A

۲

سہروردی

۶/۲/۲۰۰۶ء

لاہور

ص ۶۷۶ مناقب موسوی کے مؤلف شیخ جمال اللہ

ص ۶۸۶ میاں محمد اسمعیل المعروف میاں وڈا، [illegible] موضع ٹرکاں علاقہ دیکھو بالا

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام نیکو رفتگاں ضائع مکن   تا بماند نام نیکت پائیدار

(شیخ سعدی)

یادگار سہروردیہ

مجدد سلسلہء عالیہ سہروردیہ، غوث زمان، قلندر رسول نما
حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ
کے سلسلہء طریقت کے مشائخ سہروردیہ کا بالخصوص
اور دیگر مشاہیر اولیائے سہروردیہ کا بالعموم اجمالی تذکرہ

خاور سہروردی

marfat.com

منازل با سلاسل گر نوردی
ازاں دور است منزل سہروردی

جملہ حقوق بحق فرزندان حسیب خاور سہروردی و رمیز خاور سہروردی محفوظ

کمپوزنگ	:	انکشاف کمپوزر ریواز گارڈن لاہور۔
طبع	:	اول
تعداد	:	پانچ سو
ماہ و سال اشاعت	:	ستمبر ۱۹۹۹ء
قیمت	:	۳۷۵/-
ناشران	:	حسیب خاور سہروردی، رمیز خاور سہروردی ۶۱ یثرب کالونی ملتان روڈ لاہور۔
کتاب ملنے کا پتہ	:	(۱) زین حسیب خاور۔ حسن حسیب خاور۔ معز رمیز خاور ۶۱ - یثرب کالونی لاہور۔ (فون : 7599887) (۲) میسرز نذیر سنز پبلشرز ۴۰ - A اردو بازار لاہور۔ (فون : 7123219)

marfat.com

ترتیب

عنوان	صفحہ نمبر
ترتیب	۳
انتساب	۱۰
شنیدہ کے بود مانند دیدہ	۱۱
تنق گردید رائے بوعلی با رائے من	۲۰
حصہ اول	
باب اول (مقدمہ)	
فضیلت علم	۲۲
اقسام علم تصوف	۲۴
رسم بیعت	۲۷
نسبت یا رجوع الی اللہ	۲۸
تصوف کی ترویج	۲۹
باقاعدہ خانقاہی نظام	۳۰
علم تصوف بہ شکل تحریر	۳۱
اصطلاحات صوفیہ	۳۷
توحید، موحد، مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود	۴۲
احدیت - وحدت - وحدیت	۴۵
معرفت الٰہی	۴۷
وسائل عرفان	۴۸
خرقہ خلافت	۵۱
سلاسل فقراء	۵۳
سلسلہ سہروردیہ - طوسیہ - کبرویہ -	۵۶
چہار سلاسل کا نمایاں فرق	۵۷
خصوصیات سلسلہ عالیہ سہروردیہ	۵۹
قوالی اور سہروردی حضرات	۶۱
طبیعتوں کے مطابق باطنی تقسیم	۶۳
اولیائے سہروردی کی مساعی و خدمات	۶۴
سہروردیوں میں اہل قلم کی کمی	۶۷
اولیائے کرام و بزرگان عظام کی تبلیغی سرگرمیاں	۶۸
مجدد سلسلہ عالیہ سہروردیہ	۷۳
باب دوم (متقدمین بزرگان عظام)	
شجرۂ نسب و طریقت تا حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ	۷۴
(سلسلۃ الذہب)	
حضرت امام زین العابدینؒ حضرت امام باقرؒ	
حضرت امام جعفرؒ امام موسیٰ کاظمؒ	۷۵

عنوان	صفحہ نمبر
امام سید علی موسیٰ رضاؒ	۷۶
(سلسلۃ المشائخ)	
حضرت خواجہ حسن بصریؒ	۷۷
حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ	۷۹
حضرت خواجہ معروف کرخیؒ	۸۲
حضرت خواجہ ابو سلیمان داؤد بن نصر طائیؒ	۸۰
حضرت خواجہ سری سقطیؒ	۸۴
سید الطائفہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ	۸۵
حضرت خواجہ ابوبکر شبلیؒ	۸۸
حضرت خواجہ ابو علی رودباریؒ	۹۱
حضرت خواجہ ممشاد علوی دینوریؒ	۹۲
حضرت خواجہ محمد بن احمد رویمؒ	۹۳
حضرت خواجہ احمد بن محمد دینوریؒ	۹۵
حضرت خواجہ اخی فرخ زنجانی	۹۶
حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانیؒ	۹۶
حضرت خواجہ ابوبکر نساجؒ طوسی	۹۷
حضرت خواجہ احمد بن محمد غزالیؒ	۹۸
حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانیؒ	۹۹
باب سوم	
قصبہ سہرورد کا محل وقوع "لفظ "سہرورد" کی وجہ تسمیہ	۱۰۴
وجہ تسمیہ دیگر سلاسل کبار	۱۰۵
حضرت شیخ ابو محمد عبداللہ البکری سہروردیؒ المعروف (شیخ عمویہ)	۱۰۶
حضرت وجیہ الدین سہروردیؒ	
خاندان سہروردی کی ہجرت در بغداد	۱۰۷
بانی سلسلہ عالیہ سہروردیہ حضرت ابو نجیب ضیاء الدین سہروردیؒ	۱۰۸
بانی مبانی ثانی شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ	۱۱۳
باب چہارم	
برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کی ترویج	۱۳۸
برصغیر میں مورث اعلیٰ سہروردیہ حضرت غوث العالمین بہاء الدین زکریا ملتانیؒ	۱۳۸
حضرت صدر الدین عارف ملتانی سہروردیؒ	۱۶۶
حضرت رکن الدین ابوالفتح رکن عالم ملتانی سہروردیؒ	۱۸۱

marfat.com

باب پنجم

مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ ۲۰۶
مخدوم سید صدر الدین راجن قتال سہروردیؒ ۲۲۹
مخدوم سید ناصر الدین محمود سہروردیؒ ۲۳۲
گجرات کاٹھیاواڑ کا سیاسی پس منظر ۲۳۳
مخدوم سید برہان الدین قطب العالم سہروردیؒ ۲۳۵
مخدوم سید محمد شاہ عالم بخاری سہروردیؒ ۲۳۷
شیخ حسام الدین متقی ملتانی سہروردیؒ ۲۴۷

باب ششم

مخدوم رکن الدین ثانی سہروردیؒ ۲۵۰
مخدوم محمد یوسف سہروردیؒ ۲۵۱
مخدوم صدر الدین شہراللہ سہروردیؒ ۲۵۳
مخدوم کبیر سہروردیؒ شاہ مونگا ولی سہروردیؒ ۲۵۵
حضرت سید اسرمست سہروردیؒ ۲۵۶
حضرت کبیر الدین شاہ دولا گجراتی سہروردیؒ ۲۵۸
حضرت بابا جنگو شاہ قلندر سہروردیؒ ۲۶۴
حضرت میاں غلام محمد سہروردیؒ حیات گڑھی ۲۶۵

باب ہفتم

مجدد سلسلہ عالیہ سہروردیہ
ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ ۲۷۹
اعمال و اشغال ۲۹۳
چند اسباق تزکیہ نفس یا مجاہدہ پاس شریعت ۲۹۶
طریقت۔ تصور شیخ۔ مراقبہ۔ ۲۹۷
اوراد و وظائف۔ ۲۹۹
اسماء الحسنیٰ اور ان کے خواص ۳۰۲
دعائے مغنی ۳۱۵
دعائے فیضی ۳۲۳
ختم شریف خواجگان سلسلہ عالیہ سہروردیہ ۳۳۶
مناجات بواسطہ اسماء الحسنیٰ ۳۳۷
منظوم شجرۂ طریقت سلسلہ عالیہ سہروردیہ ۳۴۰

باب ہشتم

(مجدد سلسلہ سہروردیہ کی اولاد امجاد)

صاحبزادہ ابو الشاہد سید فیض احمد سہروردیؒ ۳۴۳
صاحبزادہ ابو الکاشف سید امتیاز احمد تاج سہروردیؒ ۳۴۴
صاحبزادہ الحاج سید شاہد رسول سہروردیؒ ۳۴۵

(خلفائے عظام)

الحاج چودھری محمد اقبال حمید سہروردیؒ ۳۴۵
الحاج صوفی فیروز الدین سہروردیؒ ۳۴۸
الحاج مرزا غلام محی الدین سہروردیؒ ۳۴۹
الحاج چودھری محمد شفیع سہروردیؒ ۳۵۱
الحاج میاں معراج الدین سہروردیؒ ۳۵۵
میاں سعید احمد قریشی سہروردیؒ ۳۵۸
حسن اختری سید محمد عظیم قلندر بابا اولیاءؒ ۳۶۰
خان عبد القدیر خان المعروف خزانچی سہروردیؒ ۳۶۱

(چند متقدر اصحاب)

صوفی مرزا عبد الکریم سہروردیؒ "برما والے پیر" ۳۶۳
الحاج چودھری محمد یوسف سہروردیؒ ۳۶۷
الحاج صوفی ابو نصیر محمد نذیر غوری سہروردیؒ ۳۷۵
چودھری فضل دین سہروردی ۳۷۷
الحاج صوفی فضل الرحمن خان سہروردی ۳۷۸
لسان حسان سید ریاض الدین سہروردی ۳۸۲
چودھری ظفر الدین ظفر سہروردی ۳۸۳
چودھری فیروز الدین سہروردی ۳۸۶
چودھری دیوان علی سہروردی ۳۸۶
حکیم شیخ محمد مودود سہروردیؒ ۳۸۷
سید شریف حسین شاہ گیلانی طاہری سہروردیؒ ۳۸۸
الحاج چودھری یوسف علی سہروردیؒ ۳۹۲
الحاج سید ممتاز حسین سہروردی ۳۹۲
صوفی محمد رمضان سہروردیؒ ۳۹۳
الحاج چودھری شاہ محمد سہروردیؒ ۳۹۴
الحاج چودھری نظام الدین سہروردی ۳۹۵
الحاج چودھری محمد ابراہیم سہروردی ۳۹۵
ڈاکٹر یعقوب علی خان سہروردیؒ ۳۹۶
مرزا غلام حسین سہروردیؒ ۳۹۷
الحاج منشی مختار علی سہروردی ۳۹۹
الحاج صوفی چودھری محمد شریف سہروردی ۴۰۳
خان محمد عبد الرحمن خان سہروردی ۴۰۴
میاں غلام محمود صالح قریشی سہروردی ۴۰۵
ابو الضیاء سید اکرام الاسلام گیلانی سہروردیؒ ۴۰۶
الحاج مولانا محمد یوسف سہروردی فیصل آبادیؒ ۴۰۷
الحاج سائیں رحیم بخش سہروردیؒ ۴۰۸
الحاج شیخ سراج الدین احمد سہروردیؒ ۴۰۸
چودھری دیوان محمد سہروردی، چودھری دین محمد سہروردیؒ ۴۱۱
چودھری صادق علی سہروردیؒ ۴۱۱
چودھری محمد صدیق سہروردی ۴۱۲

marfat.com

ملک محمد اکبر سلطان" سہروردی ۴۱۳
صوفی عبدالغنی سہروردی ۴۱۳
حکیم محمد بشیر احمد سہروردی ۴۱۳
الحاج چودھری محمد نواز سہروردی ۴۱۴
ڈاکٹر محمد اسماعیل سہروردی" ۴۱۴
چودھری محمد اسماعیل "الحاج میاں محمد منیر سہروردی ۴۱۵
حاجی میاں انور سلطان سہروردی ۴۱۵
ابوالرضوان سید ضیاء الحق گیلانی بغدادی سہروردی" ۴۱۶
میاں محمد نعیم طاہر "الحاج ملک محمد انور اعوان سہروردی" ۴۱۷
سید اویس علی سہروردی ۴۱۸
ملک اعتزاز الدین محمود سہروردی ۔ ۴۱۹

حصہ دوم

باب اول (حضرت ابو نجیب سہروردی" کے دیگر خلفاء وغیرہ)
شجرہ طریقت دیگر اکابر اولیاء سہرورد ۴۲۱
حضرت اسماعیل قصری" ۴۲۱
حضرت روزبہان بقلی" ۴۲۲
شیخ عمار یاسر" شیخ قطب الدین ابو رشید ابہری ۴۲۳
میر سید اوحد الدین کرمانی" ۴۲۴
امیر سید قاسم تبریزی" ۴۲۵
شیخ عبداللہ اوحد الدین بلیانی ۴۲۶
سید جمال مجرد ساوجی" ۴۲۸
حضرت شاہ موسیٰ سدا سہاگ" ۴۲۹
شیخ صفی الدین ابوالفتح اسحاق سہروردی" ۴۳۰
شیخ موسیٰ" شیخ صدر الدین موسیٰ" خواجہ علی" ۴۳۱
شیخ ابراہیم" شیخ جنید" ۴۳۱
شیخ نجم الدین کبریٰ" بانی سلسلہ فردوسیہ کبرویہ ۴۳۱
شجرہ طریقت خلفاء نجم الکبریٰ" ومابعد ۴۳۸
شیخ مجد الدین بغدادی" ۴۳۸
شیخ سعد الدین حموی" ۴۴۱
شیخ سیف الدین باخرزی" ۴۴۳
عین الزمان جمال الدین گیلی" بابا کمال جندی" ۴۴۵
شیخ نجم الدین رازی" المعروف دایہ ۴۴۶
شیخ بدر الدین سمرقندی" ۴۴۷
(شیخ مجد الدین بغدادی کے چند خلفاء)
خواجہ فرید الدین عطار" ۴۴۸
شیخ رضی الدین علی لالہ غزنوی" ۴۵۱
ابوالرضا حاجی رتن بابا ہندی" شیخ جمال الدین جوزقانی" ۴۵۲
شیخ نور الدین عبدالرحمن اسفرائنی" ۴۵۳
شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی" ۴۵۴
(خلفاء شیخ علاء الدولہ کبروی")
ابوالبرکات تقی الدین علی دوسی" ۴۵۸
عبداللہ غرجستانی" "شرف الدین محمود مزدکانی"
شاہ علی فراہی" ۴۵۹
اخی محمد دہقانی" ۴۶۰
اخی علی مصری" خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشاپوری" ۴۶۱
بابا محمود طوسی" اخی علی تغلق" محمد شاہ فراہی" ۴۶۲
بہاء الدین عمر" ۴۶۲
حافظ بہاء الدین عمر ابرو ہوی" ۴۶۳
مولانا شریں المعروف محمد مغربی" ۴۶۵
بابا اسحاق مغربی" سید علی بن شہاب الدین" ۴۶۷
(میر سید علی ہمدانی") ۴۶۷
سید برہان الدین محقق" شیخ عزیز بن نسفی" ۴۶۸
خواجہ شمس الدین محمد تبریزی" ۴۶۹
شیخ ابوالوفا خوارزمی" ۴۷۱
رکن الدین فردوسی" عماد الدین فردوسی" ۴۷۲
شیخ نجیب الدین فردوسی" ۴۷۲
شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری فردوسی" ۴۷۲
(خلفاء احمد بن یحییٰ منیری")
شیخ مظفر بن شمس الدین بلخی" ۴۸۱
شیخ حسین بلخی بہاری" ۴۸۲
مخدوم شیخ جمال گوجرہ" ۴۸۴
شیخ بھیک" شاہ جانی" شاہ درویش" شیخ رجب" شیخ کبیر" ۴۸۵
شیخ کمال" ۴۸۵
باب دوم
(حضرت شیخ الشیوخ کے دیگر خلفاء و چند بزرگان مابعد)
حضرت نوح بکھری" شیخ شمس الدین صفی شیرازی" ۴۸۶
شیخ شرف الدین سعدی شیرازی" ۴۸۷
حضرت عبداللہ یافعی" میر نعمت اللہ ولی سہروردی" ۴۹۰
شیخ محمد یمنی سہروردی" ۴۹۱
سلطان سخی سرور سہروردی" ۴۹۳
سید نور الدین مبارک غزنوی" ۴۹۵
شاہ ترکمان بیابانی" میر سید معز الدین" ۴۹۶
ضیاء الدین رومی" شہاب الدین جگجوت" ۴۹۷
مجد الدین حاجی" سرور شکوٹ بخاری" ۴۹۷

marfat.com

شیخ جلال الدین تبریزیؒ ۴۹۷

(خواجہ علی سہروردیؒ) ۵۰۱

شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازیؒ ۵۰۲

شیخ سعد الدین الفرغانیؒ ۵۰۳

شیخ ظہیر الدین عبد الرحمنؒ ۵۰۴

شیخ نور الدین 'عبد الصمد نظیریؒ ۵۰۴

شیخ عز الدین محمود الکاشیؒ ۵۰۵

شیخ کمال الدین عبد الرزاق کاشیؒ ۵۰۵

شیخ نور الدین عبد الرحمن مصریؒ ۵۰۶

شیخ زین الدین 'ابوبکر خوافیؒ ۵۰۶

مولانا محمد شمس الدین محمد اسدؒ ۵۰۷

شیخ سراج الدین عالم ملتانیؒ 'قاضی حمید الدین ناگوریؒ ۵۰۸

شیخ احمد نہروالیؒ 'شیخ معین الدین قصابؒ ۵۱۱

شیخ محمود آئینہ دوزؒ 'شیخ حسن رسن تابؒ ۵۱۱

شیخ احمد سروانیؒ 'میر سید علاء الدین جاوریؒ ۵۱۲

میر سید امیر ماہؒ ۵۱۲

شیخ معین الدین قتالؒ ۵۱۳

مخدوم نوح آف ہالا سہروردیؒ ۵۱۴

شیخ نعمت اللہ المعروف حاجی دیوانؒ سہروردی ۵۱۴

باب سوم

(حضرت غوث العالمین بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کے دیگر خلفا)

پیش لفظ ۵۱۵

سید عثمان مروندی المقلب لال شہباز قلندرؒ ۵۱۶

نواب الاولیاء شیخ موسیٰ قریشیؒ ۵۲۰

مخدوم سید جلال الدین المعروف میر سرخ بخاریؒ ۵۲۱

سید صدر الدین المعروف میر حسینیؒ ۵۲۴

شیخ زندہ بجستانیؒ 'مولانا فخر الدین عراقیؒ ۵۲۵

شیخ کبیر الدین عراقیؒ ۵۲۸

ابراہیم عراقیؒ 'حمید الدین عراقیؒ 'حسام الدین عراقیؒ ۵۲۹

معین الدین عراقیؒ 'وجیہ الدین عراقیؒ 'عبد الکریم عراقی ۵۲۹

محمود عراقیؒ 'شیخ عبد اللہؒ 'حافظ علی محمدؒ 'حافظ محمد ۵۲۹

خواجہ موسیٰ پاکؒ 'خدا بخشؒ 'نظام بخش ۵۲۹

پیر عمرؒ 'شاہ دانا شہید ۵۳۰

شیخ اسماعیل قریشی عمرپوریؒ ۵۳۱

شیخ موسیٰ ہندیؒ 'مولانا بلال سندھیؒ ۵۳۲

حاجی آرام سندھیؒ ۵۳۲

(سہروردی افغان مشائخ)

پیش لفظ ۵۳۳

شیخ یحییٰ کبیرؒ ۵۳۳

شیخ احمد بن موسیٰ شیروانیؒ 'شیخ ملی قتالؒ ۵۳۴

شیخ اسماعیل سربنیؒ 'سید حسن افغانؒ ۵۳۵

(بلوچستان کے اولیائے سہرورد)

شیخ حسن کہ متی زئیؒ ۵۳۶

پیر لاکھا سہروردیؒ ۵۳۷

ست توکلیؒ ۵۳۸

سید نور احمد شاہ بخاریؒ 'موج دین پیرؒ ۵۴۰

پیر شاہ محمود 'مولوی قادر بخش خان گولہؒ ۵۴۱

(حضرت صدر الدین عارفؒ ملتانی کے دیگر خلفاء)

شیخ صلاح الدین درویش سیستانیؒ ۵۴۳

شیخ احمد معشوقؒ ۵۴۵

مولانا حسام الدین سہروردیؒ 'مولانا علاء الدین ملتانیؒ ۵۴۷

(حضرت رکن عالم ملتانیؒ کے دیگر خلفاء و بزرگ)

سلطان التارکین حمید الدین حاکم سہروردیؒ ۵۴۸

شیخ وجیہ الدین عثمان سیاح سنامیؒ ۵۴۹

علی بن احمد غوریؒ ۵۵۰

حاجی صدر الدین چراغ ہند جونپوری ۵۵۰

شیخ رکن الدین مسکینؒ 'شمس الدین بدھنؒ ۵۵۱

(خاندان کنبوہ کے سہروردی بزرگ) تعارف

حاجی جمال الدین کنبوہ ملتانیؒ 'شیخ احمد کنبوہؒ ۵۵۲

شیخ سماء الدین سہروردیؒ ۵۵۲

مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی سہروردیؒ ۵۵۵

شیخ عبد اللہ بیابانیؒ ۵۵۷

شیخ نصیر الدینؒ 'شیخ عبد الغفور لاڈنؒ ۵۸۸

اودھن زین العابدینؒ ۵۵۸

شیخ گدائیؒ 'شیخ عبد الحی حیاتیؒ 'شباب خان کنبوہؒ ۵۵۸

عنایت اللہ کنبوہؒ 'ملا صالح کنبوہؒ ۵۵۹

باب چہارم

(خاندان غوثیہ کے چند دیگر بزرگ)

مخدوم صدر الدین محمد ثانیؒ ۵۶۰

مخدوم بہاء الدین ثانیؒ ۵۶۱

چراغ حرم شیخ بینوؒ ۵۶۲

مخدوم شیخ محمد اسماعیل قریشیؒ ۵۶۳

مخدوم صدر الدینؒ 'عبد اللہ شاہؒ 'سید علی شیرؒ ۵۶۳

پیر محمد باقر شاہ قلندرؒ ۵۶۳

marfat.com

(اولاد امجاد مخدوم اسماعیل قریشی بن شہراللہ)
پیر تخی عثمان علی شاہ سہروردیؒ ۵۶۵
سید علی شیرازیؒ ابو محمدؒ ۵۶۶
پیر علی محمد قریشیؒ پیر علی قتالؒ موضع کرولی ۵۶۷
پیر شاہ جمال قریشیؒ حافظ رکن الدینؒ ۵۶۸
شاہ پھاگھؒ علامہ سوہرنؒ ۵۶۸

(پیران اوچھالہ وگاہی)
پیر موج دین شاہؒ ۵۶۸
پیر ابن شاہؒ شیخ عبداللہؒ شیخ شمس الدینؒ ۵۶۹
پیر جمال شاہ نوریؒ ۵۶۹
پیر کرم شاہ المعروف پیر ھاراؒ پیر امیر شاہؒ ۵۷۰
شاہ رحمت اللہؒ ۵۷۰

(مفتیان لاہوری سہروردی)
مفتی شیخ محمدؒ مفتی کمال الدینؒ مسجد مفتیاں ۵۷۱
مفتی عبدالسلامؒ ۵۷۱
مفتی محمد تقیؒ مفتی رحمت اللہؒ مفتی رحیم اللہؒ ۵۷۲
مفتی غلام محمدؒ مفتی غلام سرورؒ ۵۷۲
مفتی محمد مکرمؒ خواجہ ایوب قریشیؒ ۵۷۳

باب پنجم
(حضرت مخدوم جہانیاں کے چند خلفاء ودیگر بزرگ)
شیخ سراج الدین سوختہؒ شیخ اخی راجگیریؒ ۵۷۴
شیخ قوام الدین سہروردیؒ ۵۷۵
شیخ سارنگؒ شیخ محمد المعروف شیخ مینا لکھنویؒ ۵۷۶
مخدوم عالم بن سید اسمٰعیلؒ ۵۷۷
خواجہ احمد بن محمدؒ شیخ محمد خلوتیؒ سید تاج الدینؒ ۵۷۸
سید شریف الدین شہیدؒ سید سکندر بن مسعود ۵۷۸
سید علم الدین پٹاوئیؒ ۵۷۹
سلطان سید حاجی احمدؒ ۵۸۰
شیخ عبداللہ جہانیاںؒ داؤد جہانیاںؒ ۵۸۱
سید علاء الدین بن سید حسین گردیزیؒ ۵۸۲
سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ ۵۸۲

(راجن کتال سہروردی کے خلفاء وچند بزرگ)
سید کبیرالدین اسمٰعیلؒ ۵۸۳
مخدوم سید فضل اللہ بخاریؒ ۵۸۵
سید السادات عبدالوہاب بخاری اوچیؒ ۵۸۵
شیخ عبدالعزیز سہروردیؒ ۵۸۶
سید احمد الملقب بہ مخدوم جہاں شاہ رضویؒ ۵۸۷

شیخ یوسف بدھؒ خواجہ کرک سہروردیؒ ۵۸۸

(اولاد امجاد سید ناصرالدین بخاری اوچیؒ)
سید حامد کبیرؒ سید رکن الدین ابوالفتحؒ سید کیمیا نظرؒ ۵۸۹
مخدوم راجن سید ابجاگؒ ۵۸۹
مخدوم حسن جہانیاںؒ مخدوم ناصرالدین ثانیؒ مخدوم ۵۹۰
نوبہار اولؒ مخدوم حسن جہانیاں ثانیؒ مخدوم ناصر ۵۹۰
الدین ثالثؒ مخدوم راجنؒ مخدوم نوبہار ثانیؒ ۵۹۰
مخدوم ناصرالدینؒ مخدوم حامد نوبہار ثالثؒ ۵۹۱
اوچ میں مسلک شیعہ اور تعزیہ داری ۵۹۱
شیخ الاسلام محمد اسمٰعیل بخاریؒ سید بہاء الدینؒ ۵۹۲
سید عثمان بخاری شاہ جھولہؒ ۵۹۳
سید شاہ محمدؒ سید عماد الملکؒ ۵۹۳
سید جھولن شاہ المعروف گھوڑے شاہؒ ۵۹۳
سید شہبازؒ سید گوہر شاہؒ شاہ نورنگ جھولہؒ ۵۹۴
سید شاہ عالمؒ سید بہاون شاہ ۵۹۴
سید علم الدین سہروردیؒ سید سلطان احمد قتالؒ ۵۹۴
حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاریؒ ۵۹۵
سید جلال الدین حیدرؒ سید صفی الدینؒ سید بہاء الدینؒ ۵۹۶
سید شہاب الدین نہراؒ ۵۹۶
سید زندہ علی بخاریؒ ۵۹۷
سید عبدالرزاق مکی سبزواریؒ سید احمد مجنوں بخاریؒ ۵۹۸

(خاندان اوچ بخاری کے دیگر بزرگ)
سید اسمٰعیل قطب بخاریؒ ۵۹۸
سید عبدالوہاب دین پناہؒ سید زین العابدین ۵۹۹
سید صدرالدینؒ سید حسین بحرالعلومؒ ۵۹۹
بندگی سید محمود سید وڈا بخاریؒ ۶۰۰
سید زین الملکؒ پیر کمال جہانیاںؒ ۶۰۱
سید کبیرالدین حسن بخاریؒ ۶۰۱

باب ششم
سہروردی مشائخ (درخطۂ بنگال)
حضرت جلال مجرد سلہٹیؒ ۶۰۲
بنگال کے غازی اولیاء ۶۰۳

(درخطۂ دکن وجنوبی ہندبعید)
طبل عالم سید نطہر ولیؒ سید ابراہیم شہیدؒ ۶۰۴
بابا فخرالدینؒ سید عبدالقادر ولیؒ بابا شرف الدین عراقیؒ ۶۰۵

(درخطۂ گجرات کاٹھیاواڑ)
سید ناصرالدین ابوالحسنؒ شیخ جیوؒ سید احمد بخاری ۶۰۶

marfat.com

شاہ حامد بخاریؒ ۶۰۶
سید صالح بخاریؒ، بندگی شاہ امینؒ، دیوان سید محمد زاہدؒ ۶۰۷
شاہ شیخ محمدؒ، سید محمد صادقؒ، سید محمد راجوؒ، سید شاہ عالمؒ ۶۰۷
سید علم الدین بخاریؒ ۶۰۷

(خلفاء قطب العالم برہان الدین سہروردی)

میر سید محمد المعروف سید خدا بخشؒ ۶۰۸
سید عثمان شمع برہانیؒ ۶۰۸
شیخ علی خطیب سہروردیؒ ۶۰۹
شیخ عبداللطیف سہروردیؒ، شیخ سراج الدین سہروردیؒ ۶۱۰
سید خوند میرؒ، حضرت بی بی جیؒ ۶۱۱

(اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بخاریؒ)

سید جلال الدین ماہ عالمؒ ۶۱۲
سید محمد مقبول عالمؒ، سید جلال مقصود عالمؒ ۶۱۳
سید جعفر بدر عالمؒ ۶۱۳
سید محبوب عالمؒ، سید جلال حمید عالمؒ، سید جعفر مجید عالمؒ ۶۱۴
سید محمود عالمؒ، شیخ نور الدینؒ ۶۱۴
شیخ محمد صالحؒ ۶۱۵

(حضرت شاہ عالم کے دیگر اکابر خلفاء)

مولانا شیخ احمد المشہور میاں مخدومؒ ۶۱۵
سلطان شاہ غزنیؒ، میاں قطب الدینؒ ۶۱۶
قاضی العالم شاہ حمادؒ ۶۱۶
قاضی محمود دریائی بیرپوریؒ ۶۱۷
ملک عبداللطیف اور الملک المشہور شاہ داولؒ ۶۱۸
قاضی سید اسماعیل اصفہانیؒ ۶۱۹
مولانا محمد صدیقؒ ۶۲۰
قاضی نجم الدین گجراتیؒ، شیخ ابوبکر عیدروسؒ ۶۲۱
میاں الوالکؒ، قاضی محمود گجراتیؒ ۶۲۱

(شیخ مینا چشتی سہروردی کے خلفاء و دیگر بزرگ)

شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ، شیخ صفی الدین سائی پوریؒ ۶۲۲
شیخ میر خورد زید پوریؒ، شیخ مبارک سندیلہؒ ۶۲۳
شیخ اللہ دیا خیرآبادیؒ ۶۲۳

(بلگرام کے بزرگان عظام)

سید محمد طاہر بلگرامیؒ ۶۲۳
شیخ حسین سکندرویؒ، میر عبدالواحد بلگرامیؒ ۶۲۴
میر عبدالجلیل بلگرامیؒ، میر سید فیروز بلگرامیؒ ۶۲۶
میر سعد اللہ بلگرامیؒ، میر طفیل محمد بلگرامیؒ ۶۲۷
میر سید یحییؒ، میر سید طیب ۶۲۷
میر عبدالواحد اصغرؒ، میر عبدالہادیؒ، میر مرتضیٰؒ ۶۲۹
میر سعد الدینؒ، میر نعمت اللہؒ ۶۲۹
سید طیبؒ، سید دین محمدؒ، میر محمود اصغرؒ ۶۳۰
شیخ الاسلام اودھن ۶۳۰
میر ابوالمعالی بلگرامیؒ، شیخ صوفی بلگرامیؒ ۶۳۱
صوفی ستؒ، شیخ مبارکؒ، شیخ عبدالرحیم بلگرامیؒ ۶۳۲
شیخ ابوالفتح خیرآبادیؒ ۶۳۲
سید عمرؒ، سید شریفؒ، مخدوم رکن الدینؒ ۶۳۳
مخدوم شیخ محمدؒ، مخدوم تاج معین الدینؒ ۶۳۳
شاہ امام الدین بلگرامیؒ، شاہ یاسین ۶۳۴
مخدوم شاہ محمد حافظ بلگرامیؒ ۶۳۴

باب ہفتم

(اولیائے کرام خطہ کشمیر جنت نظیر)

تاریخی پس منظر ۶۳۵
شرف الدین بلبل شاہؒ ۶۳۶
امیر کبیر سید علی ہمدانی کبرویؒ ۶۳۷
(خلفاء امیر کبیر ہمدانیؒ) شجرہ طریقت ۶۳۹
شیخ سلیمان کشمیریؒ، شیخ محمد کاظمؒ، میر محمد ہمدانیؒ ۶۴۰
اسحاق ختلانیؒ، سید جلال الدین عطائیؒ، سید کمال کشمیریؒ ۶۴۱
سید جمال الدین محدثؒ، سید جلال الدینؒ شاہ ۶۴۱
بابا مسعود نروریؒ، شیخ بہاء الدین گنج بخشؒ ۶۴۱
بابا عثمان کنائیؒ، شیخ جلال الدین کبرویؒ، سید جان بازولیؒ ۶۴۲
سید امین میر بابا ریشیؒ ۶۴۲
ریشی یا نندہ ریشی بابے، شیخ العالم نور الدین ولیؒ ۶۴۳
تخی بابا نجم الدین ریشیؒ، شیخ محمد شریف بشوک باباؒ ۶۴۴
بابا لالہ ریشیؒ، شیخ عبدالرحیم کبرویؒ، مرزا حیات بیگؒ ۶۴۵
بابا شکور دین ریشیؒ ۶۴۵
بابا دریا دین ریشیؒ، بابا نگی ریشیؒ ۶۴۶
شجرۂ طریقت اولیائے کشمیرؒ ۶۴۶
شیخ حمزہ کشمیریؒ ۶۴۷
بابا داؤد خاکیؒ ۶۴۹
شیخ نوروز ریشیؒ، بابا روپی ریشیؒ، علامہ فیروز الدین مفتیؒ ۶۵۰
بابا قدس المعروف بروی ریشیؒ، خواجہ طاہر رفیق آشائیؒ ۶۵۱
بابا المہ ریشیؒ ۶۵۱
بابا جنتی شاہ مجذوبؒ، شیخ یعقوب صرفی عاصمیؒ ۶۵۲
بابا زین الدین ریشیؒ ۶۵۳
بابا روپی ریشیؒ، بابا بام دین ریشیؒ، بابا لطیف رینہ ریشیؒ ۶۵۴

marfat.com

خواجہ مسعود پان پوری ۶۵۴
ابوالفقراء بابا نصیب الدین، شیخ عبدالرحیم ۶۵۵
بابا حاجہ کشمیری، بابا عثمان، شیخ حسن لالو، شیخ بہرام ۶۵۶
شیخ یعقوب کشمیری، مولانا حیدر کشمیری ۶۵۷
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک
"حضرت بل" ۶۵۸
شاہ عبداللہ غازی ۶۶۰
بابا محمد سعدی، شیخ محمد ہاشم، میر محمد ہاشم، شاہ محمد ۶۶۱
صالح خان عرف خان مالو، داؤد بابا مشکواتی ۶۶۲
بابا سعد ریشی، میر محمد علی ۶۶۲
شیخ داؤد قلبدمالو، بابا بقاء شاہ، بابا سعید الدین شادی بابا ۶۶۳
شیخ حبیب اللہ کالی، بابا میر فتح اللہ زونیری ۶۶۳
زین الدین ڈار ۶۶۳
ملا محمد امین کمائی ۶۶۴

باب ہشتم

(اولیائے حاکمی سہروردی)

شجرہ طریقت سلطان التارکین حمید الدین حاکم ۶۶۵
شیخ ابوالفتح سہروردی، شیخ حامد سرمست ۶۶۵
قطب العالم شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی ۶۶۶
شیخ جمال الدین ابوبکر ۶۶۸
شیخ فرید الدین ابوالفتح، شیخ عبدالرحیم، شیخ فیض اللہ ۶۶۹
شیخ علی المعروف پیر بری، حضرت شاہ موسیٰ ۶۷۰
پیر مراد شاہ قریشی، پیر قلندر شاہ قریشی ۶۷۱
پیر فرخ بخش فرحت، پیر سکندر شاہ، پیر امیر شاہ ۶۷۲
پیر نبی بخش، پیر قطب شاہ ۶۷۲
بی بی مبارک سلطان، ولی بی امۃ الرسول، پیر محسن شاہ ۶۷۳
سید حمزہ شاہ گیلانی، شیخ بہاء الدین، شیخ ابوالفتح ثانی ۶۷۳
شیخ عبدالجلیل ثانی، شیخ برخوردار، شیخ ابوالفتح ثالث ۶۷۳
شیخ ابوالحسن، حضرت شاہ تقی، پیر خدا بخش ۶۷۳
شیخ نیاز بخش، پیر کرم شاہ المعروف سیتا شاہ ۶۷۴

(اکابر خلفاء حضرت چوہڑ بندگی)

شیخ علم الدین چونی وال، شیخ موسیٰ آہن گر ۶۷۴
میر ہاشم بخاری، حاجی اسحاق سندھی، حاجی افغان ۶۷۶
شاہ ابوالخیر نولکھہ ہزاری ۶۷۶
سید عبدالحکیم بخاری پیر ڈھل، شیخ علی غازی ۶۷۷
شیخ معین الدین غازی، شہاب الدین گنج، شیخ مولا نجار ۶۷۸
ملک مردانہ کھوکھر، شیخ یونس، شیخ مٹھہ سیاہ پوش ۶۷۸
سید بایزید ہاشمی ۶۷۸
شیخ سادہا، شیخ جلال گوجر، ملا قرن، شیخ اتوراؤ ۶۷۹
شیخ چوہا جھنگ ۶۷۹

(خلفاء پیر قلندر شاہ)

سید کرم شاہ ۶۷۹
سید الحمد اللہ شاہ، سید رحیم شاہ، سید ہاشم علی، سید عزیز ۶۸۰
شاہ، میاں محمد فیض، میاں امام بخش کھوکھر، تکوا زیہ ۶۸۰
شیخ فتح محمد لکھنوری، شیخ امام بخش ماچھ، قاضی نتھو ۶۸۱
میاں حسام الدین ۶۸۱
شیخ حماد، احمد دین حاکمی، سلطان حبیب اللہ ۶۸۲

(اولاد شیخ تاج الدین بن سلطان حاکم)

شیخ عماد الدین حماد، شیخ روح اللہ ۶۸۲

باب نہم

(چند دیگر اولیائے سہرورد)

حضرت بابا شاہ جمال قادری سہروردی ۶۸۳
حسن گنجد گرا المشہور حسو تیلی، حضرت شاہ کمال ۶۸۵
شیخ محمد اسماعیل المعروف میاں وڈا ۶۸۶
میاں محمد صالح، حافظ میاں محمود ۶۸۸
حافظ میاں معز الدین، حافظ میاں شرف الدین، حافظ ۶۸۹
میاں احمد دین، میاں محمد ابراہیم، حافظ اللہ بخش ۶۸۹
مولوی تیمور، شیخ حامد، مولانا محمد عاقل، میاں جان محمد ۶۸۹
شیخ جان محمد ثانی ۶۹۰
شیخ محمد خلیل ۶۹۱
شاہ بری لطیف المعروف "امام بری" قادری سہروردی ۶۹۲
شاہ بہلول قادری سہروردی ۶۹۳
شاہ حسین لاہوری قادری سہروردی ۶۹۴
شاہ ارزانی قادری، پیر کالیہ ۶۹۶
شاہ جیونہ کروزی، بخاری نقوی ۶۹۶
سید اسحاق گازرونی، سید صوف سہروردی ۶۹۷
شاہ برہان قادری، مولوی غلام فرید، شاہ حسن ولی ۶۹۸
سید منور علی شاد، شیخ سلیمان بن اسماعیل ۶۹۸
مفتی سید غلام محمد شاہ بخاری جالندھری ۶۹۹

تکملہ

مرتب و مولف: شیخ احسان الحق خاور سہروردی ۷۰۰

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمتہ۔ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین○ (آل عمران)

(ترجمہ از فیوض القرآن) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا (ہی) احسان فرمایا کہ ان میں سے (انہیں کی شکل و صورت کا) ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے (پڑھتا ہے' پڑھاتا ہے' سمجھتا ہے' سمجھاتا ہے' عمل کرتا ہے) اور ان کو پاک کرتا ہے (عقل و نظر کی اور علم و عمل کی پاکی عطا فرماتا ہے) اور ان کو کتاب اور حکمت (قرآن و حدیث) کی تعلیم دیتا ہے اور (رسول کے آنے سے) پہلے تو یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے (اتباع نفس و نفسانیت میں مبتلا تھے اور ہر صلاحیت سے محروم تھے۔ نہ صحیح علم تھا نہ صحیح عمل ایک ظلمت میں گھرے ہوئے تھے۔ اب اسی رسول برحق اس احسان مجسم کی اتباع و محبت' اللہ کا احسان ماننا ہے)

اے رب ذوالجلال والاکرام! تیری بارگاہ صمدیت میں
یہ عاجز و سیہ کار' بندۂ گنہگار' ان اوراق مرتبہ و مولفہ کو
بصد عجز و نیاز --- بہ وساطت رفیعہ و جلیلہ
نور اولین' محبوب رب العالمین' سید المرسلین' خاتم النبین
رحمت العالمین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
برائے حسن قبولیت پیش کرتا ہے:
ع کہ بلبل را ہمیں قافلہء گل بس است
اے رب العالمین! ترا فرمان ذی شان ہے۔
من یّھدِ اللہ فلا مضلّ لہٗ ومن یّضلل اللہ فلا ھادی لہٗ
نیز ع توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
لہٰذا اے رب غفور الرحیم! اے ستار العیوب!
جے میں جاواں عملاں ولے' کجھ نہیں میرے پلے
جے میں ویکھاں رحمت تیری' بلے! بلے! بلے!
(میاں محمد بخش صاحب "سیف الملوک")

marfat.com

شنیدہ می بود مانند دیدہ

نام نیکو رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت پائیدار

"شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کی حقیقت اپنی جگہ مسلم، لیکن اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر انسان کا صحیح تعلق قائم ہو جائے تو "شنیدہ می بود مانند دیدہ" کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔ اس کتاب کو مرتب کرنے سے ہمارا مقصد وحید ان برگزیدہ بزرگان سہروردیہ کے حالات و ارشادات کو یکجا کر کے احاطہ تحریر میں لانا ہے جو مختلف تذکروں، تصوف اور تواریخی کتب میں قطرہ قطرہ، ریزہ ریزہ گلہائے رنگارنگ کی صورت میں بکھرے پڑے ہیں ان کا ایک سبد گل بنانا، جا بجا بکھرے ہوئے موتیوں کی لڑی پرونا اور ان کے ذکر خیر کا مجموعہ دلربا تشکیل دینا ہے تاکہ ان کے متعلق تحریر شدہ حالات وارشادات کے نور سے فیض یاب ہونے کے لئے قاری کو مختلف کتابوں کی ورق گردانی نہ کرنی پڑے اور دوران مطالعہ صاحب تذکرہ سے جو فیضان حاصل ہو رہا ہوتا ہے اس کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

قدیم ماخذ تصنیفات زیادہ تر عربی یا فارسی زبانوں میں تحریر شدہ ہیں جن میں اکثر تو اب نایاب ہیں چند ایک کے اردو تراجم انیسویں صدی کے آخر اور موجودہ بیسویں صدی میں شائع ہوئے مگر ان میں سے بھی بیشتر مشکل سے دستیاب ہیں۔ فی زمانہ عربی اور فارسی زبانوں کا مذاق تو اب معدودے چند اہل علم و ذوق حضرات تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے جبکہ عوام الناس کو علمی، سائنسی، تحقیقی، اخلاقی مضامین، تصوف، دینی علوم اور اسلاف کے تاریخی کارناموں کی بجائے عامیانہ و سوقیانہ افسانوں، ناولوں، ذہنی عیاشی پر مشتمل ماورائی اور افسانوی ڈائجسٹوں کا شوق دامن گیر ہو گیا ہے۔ قرآن و تصوف یا دینی علوم کے موضوعات تو اب خال خال خوش نصیبوں کے زیر مطالعہ ہوتے ہیں۔ نوجوان نسل کو (الا ماشاء اللہ) فلمی ایکٹروں یا کھلاڑیوں کا حسب نسب اور ان کے تفریحی، سنسنی خیز اور معاشقانہ کارنامے ہی پسند ہیں اور وہی ان کے نوک زباں ہیں مگر اپنے نیاگان کہن کے کارہائے نمایاں سے انہیں مطلقاً" رغبت نہیں۔ اگر ان کی قرآن و سنت سے نابلدی و بے اعتنائی کی یہی صورت قائم رہی تو ڈر ہے کہ کہیں اس عدم دلچسپی کی بناء پر ہمارا یہ مذہبی، دینی، علمی اور ملی سرمایہ خدا نہ کرے آنے والی نسلوں کے ذہنوں سے بالکل ہی محو نہ ہو جائے۔ اسی خیال کے پیش نظر اس فقیر نے سلسلہء سہروردیہ کے ان اولیائے کرام و بزرگان عظام کے حالات و ارشادات کو یکجا کرنے کی سعی کی ابتدا کی ہے جن مشائخ سہروردیہ کا سلسلہء طریقت راقم الحروف کے پیر و مرشد کامل حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی" کوٹلوی ثم لاہوری سے شروع ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ان سب بزرگوں کے حالات جس حد تک میسر آسکے ہیں درج کردیئے گئے ہیں جبکہ ان کے علاوہ جن سہروردی مشاہیر اولیائے کرام کے تحریری حالات کی جس حد تک ہماری رسائی ممکن ہو سکی ضبط تحریر میں لا کر دوسرے حصے میں شامل کردیئے ہیں۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں متقدمین بزرگان عظام کے بعد اہل قلم مشائخین کی صف میں ان کا شمار قلیل حد تک رہا کیونکہ انہوں نے علم باطن کو صرف سینوں کے زور سے ہی منتقل کرنے کو فوقیت دی اور قلم کی جنبش کو غیر ضروری سمجھا۔ بس دل پر ظاہری فنا وارد کرلی اور جنگلوں و بیابانوں

marfat.com

میں یاد الٰہی میں عمریں گزار دیں یہی وجہ ہے کہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ گزشتہ کئی سو سالوں سے عوام الناس کی نظروں سے اوجھل رہا اب اگر ان سات آٹھ سو سالہ پرانے بزرگوں کے حالات اور کارہائے نمایاں بسلسلہ تبلیغ و ترویج تحریر میں لانے کی کوشش بھی کی جائے تو مواد میسر نہیں آتا لہٰذا اس حقیقت اور مجبوری کے پیش نظر اس تالیف کو "اجمالی تذکرۂ سہروردیہ" ہی سمجھا جائے اور اسے مکمل مشاہیر اولیائے سہرورد کی تاریخ کا درجہ نہ دیا جائے۔

ہم بالفاظ حکیم الامت علامہ اقبال علیہ رحمتہ بہ حضور حق سبحانہ و تعالیٰ دست بدعا ہیں کہ :۔

دل ما بے دلاں بردند و رفتند   مثال شعلہ افسردند و رفتند
بیا یک لحظہ با عاماں بامیز   کہ خاصاں بادہ ہا خوردند و رفتند

حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ اس تالیف کو تحریر کرنے کے دوران میرے ایک قریبی عزیز نے مجھے کہا کہ آپ کی اس کاوش کا کیا فائدہ ہے؟ بہتر ہوتا اگر آپ مختلف مذاہب کے تقابلی جائزہ پر تحقیق کرتے جس طرح کہ قادیانی حضرات' آریہ سماجی یا عیسائی مشنری والوں نے اسلام کے خلاف اپنے اپنے مذاہب کے حق میں دلائل کا انبار لگا رکھا ہے آپ بھی اسی نہج پر اپنی صلاحیتیں صرف کرتے۔ اگر یہ نہیں کرتے تو قرآن مجید کے جتنے بھی اردو یا فارسی زبانوں میں آج تک ترجمے چھپے ہیں ان کی ہر آیت کے وہ مختلف الخیال ترجمے یکجا کر کے ہر ایک کے مسلک کا جائزہ پیش کریں اور انہیں پارہ پارہ شائع کریں۔ اولیائے کرام کے محض حالات و ارشادات سے عوام الناس کو کیا نفع پہنچے گا؟ بہر حال

ع   پسند اپنی اپنی' خیال اپنا اپنا

ان کی اس رائے کے پیش نظر راقم الحروف کے ذہن میں خطرہ گزرا کہ مندرجہ بالا رائے سے اور بھی کئی حضرات متفق ہوں گے اس لئے اپنی اس حقیر کوشش کے سبب تالیف کو مزید اجاگر کر دینا قرین مصلحت ہوگا لہٰذا ہم نے ضروری سمجھا کہ اس ضمن میں صاحب "تذکرۃ الاولیاء" حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ نے اپنی مذکورہ معرکۃ الارا تصنیف کے "سبب تالیف" کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی تلخیص اپنی اس سعی کے جواز میں پیش کر دی جائے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

۱ - "میں چاہتا ہوں کہ اس تصنیف سے لوگ فائدہ حاصل کر کے مجھے دعائے خیر میں یاد کریں۔ اس تصنیف کی کشائش سے میری قبر بھی کشادہ ہو۔

۲ - حضرت بو علی دقاقؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اولیائے کرام کے حالات سنے اور اس پر عمل نہ کرے تو صرف حالات سن لینے سے اسے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا سننے میں دو فائدے ہیں۔

اول یہ کہ اگر کسی بندے میں حقیقی طلب ہوگی تو اس کی طلب و ہمت میں اضافہ ہوگا۔ دوسرا فائدہ یہ کہ مغرور بندے کے غرور میں کمی پیدا ہو جائے گی اور اگر وہ بد باطن نہیں ہے تو بذات خود اولیائے کرام کے حالات کا مطالعہ کرے گا۔

۳ - حضرت جنید بغدادیؒ سے جب پوچھا گیا کہ مریدین کو مرشدوں کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اولیائے اللہ کا ذکر خدا کے لشکروں میں سے ایک ایسا لشکر ہے جس کے ذریعے

marfat.com

مریدوں کی مدد ہوتی ہے اور ٹوٹے ہوئے دل مستحکم ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **کُلًّا نَّقُصُّ عَلَیکَ مِن اَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُوَادَکَ** (اے نبی ہم گزشتہ رسولوں کے قصے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ آپکا دل پر سکون ہو جائے اور آپکا قلب مضبوط ہو۔

۴ - حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ **عند ذکر الذاکرین تنزل الرحمۃ فا کرین** (ذاکرین کے ذکر کے وقت رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے)

۵ - اس پر آشوب دور میں لوگوں کے دلوں کو فیوض اولیاء سے مستفیض کیا جائے اور وہ قبل از موت سعادت ابدی حاصل کر سکیں۔

۶ - میں نے ابتداء میں قرآن و حدیث کے بعد چونکہ اولیائے کرام کے کلام کو افضل اور قرآن و حدیث کے مطابق پایا اس لئے میں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اگرچہ میں اولیائے کرام کا ہم رتبہ تو نہیں لیکن شاید ان کے پاکیزہ ذکر سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی کوئی مرتبہ عطا فرما دے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ "جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ بھی انہیں میں شامل ہو گیا۔"

۷ - ایک بار شیخ عبدالرحمٰن اسکافؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر قرآن و حدیث کا پڑھنے والا اس کے مطلب و معانی کو نہ سمجھتا ہو تو کیا اس پر پڑھنے کا کچھ اثر ہو گا؟ آپ نے فرمایا ضرور ہو گا۔ اس لئے کہ جس طرح دوا کے اجزاء معلوم نہ ہونے کے باوجود پینے والے پر اثر ہو گا اسی طرح اس پر اثر ہو گا چنانچہ اس نیک کام کا اثر بھی ضرور ہو گا۔

۸ - حضرت امام یوسفؒ سے سوال کیا گیا کہ جس وقت دنیا میں اولیائے کرام کا وجود نہ رہے گا تو اس وقت ہمیں کیا کرنا چاہئے جس سے ہم لغویات اور خرافات سے محفوظ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اولیائے کرام کے حالات کا ایک جزو روزانہ پڑھ لیا کرنا۔ اسی مثال کے پیش نظر میں نے یہ کتاب تالیف کی تاکہ اہل غفلت کے لئے شمع ہدایت ہو سکے۔

۹ - مجھے عہد طفولیت سے ہی اولیائے کرام سے ایک قلبی لگاؤ رہا ہے اور انہیں کے ذکر سے میرے دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے چنانچہ میں نے اپنی لیاقت کے مطابق اولیائے کرام کے حالات اس لئے قلمبند کر دیئے ہیں کہ موجودہ دور میں بزرگان دین کے حالات ختم ہوتے جا رہے ہیں اور اہل منکر ولایت کے دعویدار بن بیٹھے ہیں جیسا کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت شبلیؒ سے فرمایا تھا کہ اگر تمہیں دنیا میں ایک فرد بھی ایسا مل جائے جو تمہارے صرف ایک کلمہ ہی کی موافقت کر سکے تو اسکے دامن سے لپٹ جاؤ کیونکہ اس سے تمہارے مقصد کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

۱۰ - جب میں نے محسوس کیا کہ موجودہ دور میں اس درجہ بدکاری پھیلی ہوئی ہے کہ نیکو کاروں کو سب نے فراموش کر دیا ہے تو میں نے یہ تذکرہ لکھ کر اس کا نام "تذکرۃ الاولیاء" رکھ دیا ہے تاکہ اہل دنیا اولیائے کرام کی یاد زندہ رکھیں اور ان کی پیروی سے سعادت ابدی حاصل کریں۔

۱۱ - بزرگوں کا کلام دنیا کی محبت اور طمع دل سے نکال پھینکتا ہے۔ آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ خدا کی دوستی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انکا تذکرہ سننے سے زاد آخرت جمع کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۲ - رب العزت کے حضور میری دعا ہے کہ یا اللہ "اصحاب کہف" کا کتا چند ہی قدم ان کے ساتھ

marfat.com

چلا تھا کہ تو نے اس کو بھی "اصحاب کہف" میں شامل کر دیا۔ اسی طرح میں بھی تیرے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں اس لئے مجھے بھی انبیاء و اولیاء کے اخلاق میں روز محشر ان لوگوں کے سامنے شرمندگی سے محفوظ رکھنا اور تیری وہ مخصوص توجہ جو ان اولیائے کرام کے ساتھ وابستہ ہے اس سے مجھے محروم نہ رکھنا اور میری اس تالیف کو اپنے سے دور کرنے کی بجائے اپنے قرب کا ذریعہ بنا دینا۔ آمین!"

امید ہے کہ ایک ولی کامل کے مندرجہ بالا ارشادات ہماری اس سعی ترتیب و تالیف کی وضاحت کیلئے کافی ہوں گے۔ خیال فرمائیے کہ اپنی تالیف کی اہمیت کو (جو آج سے تقریباً" سات سو سال پہلے کے ماحول کے پیش نظر لکھی گئی) حضرت خواجہ فرید الدین عطار سہروردیؒ کس قدر اہم اور ناگزیر سمجھ رہے ہیں جبکہ عصر حاضر قرب قیامت کا دور ہمارے خیال میں اس نوع کی تالیفات کا زیادہ مقتضی ہے جس کی توفیق حضور علیہ السلام کے صدقے رب العزت سے خواہاں ہوں۔ بقول علامہ اقبالؒ :-

فقیرم از تو خواہم ہر چہ خواہم ۔۔۔ دلے کوہ بے خراش از برگ کاہم
مرا درس حکیماں درد سر داد ۔۔۔ کہ من پروردۂ فیض نگاہم

پیش نظر تالیف سترہ ابواب پر مشتمل ہے۔ حصہ اول کے آٹھ (۸) ابواب میں متقدمین بانی سلسلہء سہروردیہ اور حضرت قبلہؒ کے شجرۂ طریقت کے جملہ مشائخین کا تذکرہ ہے جبکہ دوسرے حصے کے ابواب میں دیگر سہروردی بزرگان عظام کا ذکر ہے۔ باب اول بطور مقدمہ ہے جس میں تصوف کی اہمیت' ماہیت' بیعت کا شرعی جواز' خرقہ کی اصل' سلاسل فقراء' اصطلاحات صوفیہ وغیرہ کا مجمل بیان ہے تاکہ قاری کو روحانیت کا اصل مفہوم سمجھنے اور اولیائے کرام کی تبلیغی سرگرمیوں سے آگاہی کے دوش بدوش اس کے دل میں کسی کامل اہل اللہ کے دامن فیض سے وابستگی کا جذبہء شوق اور عشق صادق پیدا ہو جائے۔ **وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔**

یہاں یہ عرض کر دینا خالی از علت نہ ہوگا کہ ہمارا موجودہ نصاب تعلیم جو ہمارے دور غلامی کی یادگار اور ساحر مغرب کی فسوں کاریوں کا نادر نمونہ ہے جس نے ہماری دینی و ملی اخلاقی اقدار کو کمال چابکدستی سے پامال کر کے رکھ دیا ہے آج اسے بدل کر اسے صحیح اسلامی روح سے ہم کنار کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ اس موجودہ نظام تعلیم و معاشرت کے تصنع شدہ خد و خال اور غازہ شدہ چہرے سے غیر اللہ کی محکومیت کے غازے کو کھرچ کر اس پر حقیقت کی رنگ آمیزی کر دی جائے اور اپنی اس میراث گم شدہ کو پا لیا جائے جس کی اہل ہمت و درد کو ہر لمحہ و ہر لحظہ تلاش ہے۔ نیز حسن مجاز کی ظاہری زیب و زینت پر فریفتہ ملت اب حسن حقیقی اور محسن انسانیت علیہ السلام کی تجلیوں اور جلوہ ریزیوں سے نہ صرف خود منور ہو جائے بلکہ تمام عالم انسانی کو بھی اپنی سیرت کردار اور حسن عمل سے بہرہ ور کر دے۔

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ سابق پرنسپل جامعہ ملیہ بہاولپور "فیوض القرآن" میں اپنے تشریحی الفاظ میں فرماتے ہیں۔ "اہل ایمان کو اقوام کی ترقی اور تباہی کا راز بتا دیا گیا ہے۔ ان کی متحدہ طاقتوں کے مقابلہ کے لئے ایک مرد مومن کی تربیت کس انداز سے ہوتی ہے اسے

marfat.com

کن قوتوں سے آراستہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیات کیا ہوتی ہیں' وہ کیسا ہوتا ہے؟ اس کی تفسیر قرآن میں ملے گی۔ مومن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مرتے دم تک پروردگار کی عبادت میں مشغول رہے تاکہ مومن کو تنظیم سے زندگی بسر کرنے کے فوائد' وحی الٰہی پر قیام و قرار کی تعلیم و توفیق حاصل ہو جائے جو لوگ آیات الٰہی سے غافل ہوگئے وہ مرکز تجلی سے ہٹ گئے۔ انہیں نظر ہی کیا آئے گا؟ جب دنیا میں رہ کر مرکز توجہ "اللہ" ہو تو اللہ ملے۔ جب دنیا سے دنیا ہی مطلوب ہو تو ایسوں کو کیا ملے گا؟ جو اللہ والے ہوگئے' اپنے قول و فعل اور حال سے خدا نما بن گئے جن کو دیکھ کر اللہ یاد آنے لگے' وہ اللہ کے ولی' اس کے خوف و حزن سے نکل جاتے ہیں جس میں دنیا گرفتار ہے۔ یہ وہ ہیں کہ قرآن ان کے لئے عشق نامہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کتاب کو صاحب کتاب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے دیکھتے' پڑھتے اور سمجھتے رہتے ہیں۔ پھر کہاں کا خوف؟ کہاں کا حزن؟

نجات کی تو بس ایک ہی صورت ہے کہ شافع محشر کا دامن تھام لو۔ اللہ کے فضل (یعنی قرآن پاک) اللہ کی رحمت (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہو جاؤ۔ دل کے ہر روگ' ذہن کی ہر خلش' ہر وسوسہ شیطانی سے بچ جاؤ گے۔ ان کو چھوڑ کر وہم میں پڑو گے تو کہیں کے نہ رہو گے۔ حضورؐ کی حیات میں نور ظاہر حضور علیہ السلام اور نور باطن قرآن تھا۔ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد نور ظاہر قرآن ہے اور نور باطن حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ!!

ہو سکتا ہے کہ ایک قوم مادیت میں بہہ جائے۔ خدا کے پرستاروں کی ہمت کو کچھ عرصہ کیلئے کمزور بنا دے لیکن وہ اس کو ختم نہیں کر سکتی۔ اگر کافروں کو کچھ مہلت ملتی ہے تو یہ بھی اس ذات حقیقی کی شفقت کے تحت ہے۔ اگر تعلیمات اسلامی کے بعد بھی لوگوں میں اختلافات باقی ہیں تو یہ بھی اس کی مصلحت پر مبنی ہے۔ دنیا میں چونکہ آزادی عمل اور آزادی فکر انسان کو دی گئی ہے اس لئے یہ اختلاف رونما ہوا۔ آزمائش کے لئے آزادی فکر و عمل ایک حد تک ضروری ہے۔ دین کو قبول کرنے کی دعوت ہے۔ یہاں تشدد نہیں' عدل کیلئے آخرت ہے یہ دنیا ایک آزمائش گاہ ہے اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہنے والوں کیلئے بھلائی اور سرخروئی ہے اور اس سے انحراف کرنے والوں کے لئے رسوائی اور روسیاہی ہے۔"

قوموں کی تعمیر میں صحیح تعلیم و تربیت بنیادی کردار ادا کرتی ہے کیونکہ یہ انسان کو شعور و آگہی عطا کرتی ہے جس سے انسان خود آگاہ و خدا آگاہ ہو کر کائنات کو مسخر کرنے کی سعی کرتا ہے تاکہ بنی نوع انسان کی صحیح معنوں میں خدمت کی جا سکے۔ تعلیم و تربیت کا عمل' معلم کے ذریعے پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح ایک بامقصد کتاب بھی اس خلا کو پورا کرنے کی کماحقہ صلاحیت رکھتی ہے۔

حضرت قبلہ علیہ رحمتہ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا تھا: "موجودہ دور میں کوئی شخص کسی بھی شعبہ زندگی میں ترقی کے زینے پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے شعبے کے علاوہ اپنے ماحول' اپنے ملک اور حالات حاضرہ سے باخبر نہ ہو۔ اچھی کتابیں لکھنا ایک اہم قومی خدمت ہے لیکن اس سے بھی بڑی خدمت معیاری اور مثبت مواد کو منتخب کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا ہے۔ دنیا میں اصل چیز سرمایہ ہی نہیں بلکہ سلیقہ بھی ہے۔ جب یہ دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پھر اس سے ایک تیسری چیز

marfat.com

پیدا ہوتی ہے اس کا نام "شعور" ہے۔ عمدہ کتاب کی مقصدیت و معنویت کے علاوہ اس کی ظاہری خوبصورتی بھی پڑھنے والے کو اس کے مطالعہ کے لئے اکساتی رہتی ہے۔ جب وقت خالی ہوتا ہے ہم پریشان ہوتے ہیں' اکتائے ہوئے ہوتے ہیں۔ کاروبار کے خالی اوقات میں' خالی شاموں میں' سفر میں' حضر میں' غرضیکہ روز مرہ کی زندگی میں بے شمار ایسے مواقع آتے ہیں کہ ہمیں ایسی کتاب کی رفاقت درکار ہوتی ہے جو خالی وقت کو پر کردے یا ہمیں ہماری پریشانیوں سے دور لے جائے اور ہمیں اپنے اندر سمولے۔"

ظاہر ہے کہ ایسی پرنور اور قلب کو مطمئن کردینے والی کتاب یا تحریر قرآن مجید' حدیث شریف اور آثار صحابہ کرام کے بعد بزرگان عظام کے ارشادات اور ان کی عملی زندگی اور سیرت و کردار پر مبنی حالات کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے۔ لہٰذا موجودہ بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کیلئے ہمارے نزدیک ان بزرگ و برتر ہستیوں کے تذکروں کی اشاعت بھی فی زمانہ وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ ایسی دل آویز کتابوں کا ہر حرف دل آرائی اور ہر لفظ مسیحائی بن کر دل پر نقش ہوتا جاتا ہے اور صرف کیف و سرور ہی نہیں لاتا بلکہ توجہ کا رخ ذات حقیقی و مظہر حقیقی کی طرف موڑ دیتا ہے اور فرامین الٰہی کی پابندی' محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم' تکمیل انسانیت و احترام آدمیت' انسانی تخلیق کی صحیح مقصدیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے بلکہ یوں کہئے کہ اس عظیم محسن انسانیت علیہ السلام کے فرمودات کے سارے موسم ہر رنگ کی انفرادی برکھا برساتے نہ صرف محسوس ہوتے ہیں بلکہ چشم بصیرت کو دکھائی بھی دینے لگتے ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک۔

جہاں تک اس تالیف میں مندرج حوالہ جات کتب معتبرہ کا تعلق ہے اس ضمن میں عرض ہے کہ میرے پیرو مرشد کامل حضرت قبلہ علیہ رحمتہ نے ایک مجلس عالیہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ کتاب لکھتے وقت جس کتاب کی عبارت نقل کی جائے اس کتاب اور مصنف کا نام ضرور درج کیا جائے لہٰذا ہم نے آپ کے اس ارشاد گرامی کی تکمیل کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ مزید براں بزرگان دین کی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال ماخذ کتب میں زیادہ تر سن ہجری میں ہی درج پائی گئیں۔ ہم نے ان ہجری سالوں کے تقابل سن عیسوی بھی درج کردیئے ہیں جن کیلئے ہم نے "جوہر تقویم" مرتبہ و مولفہ جناب ضیاء الدین لاہوری سے استفادہ کیا ہے۔ فی زمانہ اس ضمن میں یہ کتاب نہایت معتبراور مستند مانی گئی ہے۔

کتاب ہذا کی تالیف کا مقصد وحید اس حقیقت کا آشکار کرنا ہے کہ کاملین کی توجہ سے اکناف عالم میں کیسے کیسے نور ہدایت کے چراغ روشن ہوئے جنھوں نے اپنے فیوض باطنی سے لاتعداد سینوں میں نور معرفت بھر کر ان خوش نصیبوں کو باخدا ہستیاں بنا دیا اور انہیں دین متین کی ٹھوس خدمات سرانجام دینے کی سعادت بخشی۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ گزشتہ ڈیڑھ دو سو سالوں سے عوام الناس کی نگاہوں سے اوجھل اور غیر معروف ہوتا جارہا تھا۔ زہے بخت کہ اس کی فراموش شدہ حیثیت کو غوث زمان' قلندر رسول نما حضرت قبلہ ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ نے موجودہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں اکناف عالم میں از سر نو متعارف و روشناس کرا کر اس کی شہرت کو یوں بام عروج پر پہنچا دیا کہ حقد مین مشائخین سہروردیہ کے باطنی فیوض کی صدائے بازگشت پھر سے اطراف عالم میں گونجنے لگی' ان کی یاد

marfat.com

دلوں کو پھر سے گرمانے لگی اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی زندہ تعبیر بن کر چار دانگ عالم میں گویا آشکار ہو گئی کہ :

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت قبلہؒ کو "غوث زماں" اور "قلندر رسول نما" کے خطابات حضرت ابو المعالی خیر الدین قادری لاہوریؒ کی بارگاہ سے باطنی طور پر عطا ہوئے جن کی صراحت راقم الحروف نے اس تالیف میں حضرت قبلہؒ ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ کے حالات میں کر دی ہے۔ آپ کے پیرو مرشد قطب الاقطاب حضرت میاں غلام محمد سہروردی حیات گڑھی (گجرات) تھے جو حضرت شرف الدین المعروف بابا جنگو شاہ قلندر سہروردیؒ (لمہو کھوکھر تحصیل گجرات) کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت بابا جنگو شاہ قلندرؒ بطریق اویسیہ من جانب حضرت کبیر الدین المعروف شاہ دولا دریائی گجراتیؒ کے مجاز و اجازت یافتہ تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ اور سہروردیہ کے اسباق کی تلقین آپ کو تفویض ہوئی۔

حضرت قبلہ باباجی میاں صاحب حیات گڑھی علیہ رحمت نے حضرت قبلہؒ (ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ) کو سلسلہء عالیہ سہروردیہ کا سبق تلقین فرما کر اس سلسلہء عالیہ کے تن مردہ میں روح پھونکنے کی تاکید فرمائی چنانچہ ایک مجلس عالیہ میں آپ نے اس حقیقت کا اظہار بایں الفاظ فرمایا۔

"میرے ذمے ہے کہ اس سلسلہء سہروردیہ کی خدمت کروں میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی اثر ظاہر ہو رہا ہے تو یہ سب ان کی برکت ہے اور حضرت قبلہ بابا جنگو شاہ قلندرؒ کا قول پورا ہو رہا ہے ورنہ اپنے پلے نہ اب ہے نہ اس وقت تھا۔ سلسلہء سہروردیہ کی بالکل مٹی ہوئی چیز میں جان پڑنی تھی۔ انہیں کا اثر ہے جو یہ سلسلہ جاری ہے۔ مجھے اب تک کئی لوگ خط لکھتے ہیں کہ سلسلہء سہروردیہ کئی سالوں سے مٹ چکا ہے۔ آپ کہاں سے اس کے نام لیوا پیدا ہو گئے ہیں؟ مگر آخر کرم نوازی ہونا تھی۔ قبلہ جنگو شاہؒ کی روح کام کرتی ہے ورنہ اپنا کیا ہے حضرت قبلہ باباجی کے دوسرے مریدوں نے بھی سلسلہء سہروردیہ کی کوئی خدمت نہ کی اور ع قرعہء فال بنام من دیوانہ زدند۔

ہم قابو میں آ گئے۔ ہزار شکر ہے اس بے نیاز کا کہ اس نے یہ خدمت (ہم سے) لینی تھی اور اپنی رحمت سے کام لینا تھا ورنہ ہم میں کون سی خصوصیت تھی کہ دنیا میں ہمیں کو چن لیا"

آج بفضل ایزدی یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضرت قبلہؒ نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ایسی بے مثال خدمات سرانجام دیں کہ "مجدد سلسلہء سہروردیہ" کہلائے۔ ہزارہا چراغ اپنے نور باطن کے فیض سے روشن فرمائے۔ حال و قال کی پاکیزہ مجلسوں کے علاوہ تصنیفات و تالیفات اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ تادم زیست جاری رکھا اور اپنی تصنیفات کے ضمن میں بھی اپنی ظاہری حیات طیبہ میں ہی اہل قلم سے جو بے پناہ خراج تحسین حاصل کیا وہ محتاج بیان نہیں۔

حضرت قبلہ علیہ رحمتہ نے کسی سالانہ جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب پر ایک وعظ میں فرمایا تھا: "میری دلی تمنا ہے کہ میرا ہر دوست (مرید) علیحدہ ایک قوم کا سردار ہو جس میں وہ تبلیغ و اشاعت کا کام برضائے الٰہی سرانجام دے سکے۔" راقم الحروف کو اپنی اس تالیف کی تحریر کے دوران خیال گزرا کہ کیوں نہ اپنے پیرو مرشد کے خلفائے عظام' آپ کے احباب حضرت قبلہؒ کے

marfat.com

حاضر باش اور معتقد مریدین (یعنی اپنے برادران طریقت وغیرہ) کا اجمالی ذکر بھی اس کتاب میں کر دیا جائے تاکہ وہ ریکارڈ پر آجائے اور مستقبل کے تذکرہ نگاروں کو سہروردی بزرگان عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی تاریخ مرتب کرنے میں دور حاضر کے ان روشن چراغوں کا ذکر قلمبند کرنے کا مناسب مواد بھی میسر ہو سکے۔

سہروردی نور کے مینار ہیں حضرت بو الفیض" کے روشن چراغ
خاور ان کا ذکر خیر آؤ کریں معرفت کا تاکہ حاصل ہو سراغ

ہم نے یہ حالات زیادہ تر ان بزرگوں سے بالمشافہ اور وہ حضرات جو وصال فرما چکے ہیں ان کے کوائف ان کے قریبی لواحقین و متوسلین سے جستہ جستہ اکٹھے کئے ہیں علاوہ ازیں ہم نے بعض ان برادران طریقت کا تذکرہ بھی ناگزیر سمجھا ہے جو خرقہء خلافت سے اگرچہ نوازے نہیں گئے کہ دوسروں کو اپنے سلسلہء سہروردیہ میں بیعت کر سکیں مگر حضرت قبلہ" کی توجہ' اپنے اوراد و وظائف میں باقاعدگی' مجاہدہَ نفس' سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حتی الامکان پابندی اپنے تزکیہ باطن کی جدوجہد میں بفضل تعالیٰ نور علی نور تھے یا ہیں اور اپنی ذات میں انجمن' ان کی صحبت صالح' گفتار حق اور کردار کی پختگی کا وہ رنگ حقیقی و نور باطنی ان کے چہرے بشرے سے پھوٹا پڑتا ہے جس سے ان کے رفقائے کار' احباب' شناسا اور خویش و اقارب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور ان کے دلوں میں بھی کسی مرد کامل سے وابستگی' ضرورت بیعت کی اہمیت و جواز کا خوابیدہ جذبہ پیدا ہو کر رہا چنانچہ بے شمار خوش نصیب جن کی قسمت میں گویا سعادت ازلی مقدر تھی ان اصحاب باصفا کی وساطت سے صاحبان اجازت کے دامان فیض سے وابستہ ہو کر فلاح دارین پا گئے ہیں۔ گویا۔ ع رحمت حق بہانہ می جوید

حضرت قبلہ علیہ الرحمتہ کی ایک غیر مطبوعہ تحریر ہے کہ: "ہدایت و احیاء کیلئے اس نصرۃ فرماء حق و عدالت کے کاروبار بھی عجیب و غریب رہے ہیں۔ وہ ہمیشہ قیام حق و خذلان باطل کیلئے اپنے چند بندوں کو چن لیا کرتا ہے اور ان کے دلوں کو حق و ہدایت کیلئے کھول دیتا ہے۔ وہ گو بظاہر حقیر و ضعیف ہوتے ہیں لیکن بباطن اللہ تعالیٰ کی روح قاہرہ ان کے اندر کام کرتی ہے اور نصرت غیبی کے ملائکہ مسلومہ ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ خدا ان کے تمام کاموں کو اپنا کام بنا لیتا ہے اور ان کی تمام انسانی قوتوں کی جگہ اپنی قوتیں رکھ دیتا ہے۔ ان کی ہر آواز حق کی آواز ہوتی ہے اور ان کا ہر قدم جو اٹھتا ہے دست الٰہی کی رہنمائی میں اٹھتا ہے وہ چونکہ اپنے بندوں کے ذریعے ہدایت امتیہ و قیام حق کا کام لینا چاہتا ہے اس لئے ان کے کاموں میں کچھ اس طرح کی قوت مسخرانہ اور فاتحانہ رکھ دیتا ہے کہ وہ شہنشاہوں کی طرح حکم کرتے اور بے خوف و ہراس پھرتے ہیں اور کوئی انسانی طاقت نہیں ہوتی جو ان کے کاموں میں مانع ہو سکے۔ وہ جب بولتے ہیں تو ان کی آواز میں صدائے کن فیکونی طاقت لئے ہوئے بولتی ہے جو انسانی دلوں کو مسخر اور ارواح متمردہ کو مفتوح کر لیتی ہے اور جب نظر اٹھاتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے انوار الٰہی کے شعلے چمکتے ہیں۔ ان کی تعلیم کا ایک حرف بھی خدا رائیگاں نہیں جانے دیتا اور ہر لفظ جو صادق ارادوں سے نکالتے ہیں وہ امانت الٰہی ہوتا ہے جو مومنین کے دلوں میں محفوظ کر دی جاتی ہے۔ پس ان کا وجود ایک تائید الٰہی اور نصرۃ غیبی ہوتا ہے جو عام حالات سے بالکل متخالف حقیقتوں

marfat.com

کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور غلبہ حقانیت کے ساتھ کام کرتا ہے تا آنکہ مشیت الٰہی پوری ہو جاتی ہے۔"

اسلام کی سربلندی کی داستانیں، دین حقہ حنفیہ کے عروج کی حکایتیں اور دنیائے فقر کی مافوق الفطرت روایتیں صوفیائے کرام کے دم قدم کی ہی مرہون منت ہیں۔ مگر مقام تشویش ہے کہ مخالفین جہاں عقائد حقہ حنفیہ کو مسخ کرنے کے درپے ہیں وہاں تصوف اور درویشی پر ان کے نت نئے اعتراضات سے متاثر ہو کر نئی روشنی کے دلدادہ منحرف ہو رہے ہیں۔ لہٰذا حالات کا تقاضا ہے کہ بدعقیدگی کے اس طوفان کو روکنے کیلئے عملی جہاد کیا جائے زبان سے بھی اور قلم سے بھی کیونکہ اصل الاصول یہی احساس ہے کہ جب راہ حق میں شدید ہوگا تو محبت بنے گا شدید تر ہوگا تو عشق و جنون کو پہنچے گا اور یہی انتہائے محبت کا مقام وہ سنگم ہے جہاں سے دینی و دنیاوی فلاح کی راہیں نکلتی ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت یہ چند اوراق احساسات کے پردہ سے اجاگر ہو کر صفحہ قرطاس پر منتقل ہوگئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس فقیر حقیر کی اس سعی بلیغ کو شرف قبولیت بخشے اور خدمت سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ٹھوس خدمت سرانجام دینے کی ہمت اور توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ما بہ عشق تو نہ امروز گرفتار شدیم
کہ گرفتاری ما با تو ز روز ازل است

خاک رہ صاحب نظراں

خاور سہروردی

۶۱۔ طیب (سابقہ یثرب) کالونی
ملتان روڈ لاہور۔

سوموار یکم رمضان ۱۴۱۹ہجری
مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۹۸ء عیسوی

ہدیہ نیاز

صدیقؓ بیان صدق و صفائے محمدؐ است
فاروقؓ شان عدل و عطائے محمدؐ است
عثمانؓ فخر فقر و غنائے محمدؐ است
حیدرؓ نشان علم و سخائے محمدؐ است

خاور سہروردی

marfat.com

متفق گردید رائے بو علی با رائے من

صوفیائے کرام کے تذکروں کی فی زمانہ افادیت اور اہمیت کے جواز میں "تذکرہ بہاء الحق ذکریا ملتانی" کے پیش لفظ میں علامہ عبدالرشید نسیم تحریر فرماتے ہیں:-

نظام عالم میں ابتدائے آفرینش سے خیر و شر کے دو سلسلے چلے آتے ہیں- ابن آدم اس پروگرام میں اہم کردار ادا کرتا ہے بعض انسان سلسلہء خیر کی کڑی بنتے ہیں اور بعض سلسلہ شر کی- وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنہیں مبداء فیاض نے سلسلہء خیر کے لئے چن لیا ہے پھر سلسلہء خیر کے بھی غیر متناہی مدارج ہیں سب سے اعلیٰ اور افضل درجہ خیر یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نذر کردے-

مشرق وسطیٰ میں سات سو سال تک کوس لمن الملکی بجانے کے بعد دفعۃ "مسلمانوں کے عروج و اقبال کا ستارہ نحوست میں آگیا- ترکستان کے سطوح مرتفع سے ایک تیرہ اور پرہول گھٹا مغلوں کی صورت میں نمودار ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے خوارزم شاہ اور سلطنت عباسیہ کے بلند و پست پر چھا گئی- اس کی بے پناہ برق سامانی نے کسی کو سنبھلنے کا موقعہ نہ دیا- خوارزم شاہ حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا- مستعصم کی اکڑی ہوئی گردن کچل دی گئی- بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی- قریب تھا کہ اسلامی عظمت و اقتدار کا چراغ باطل کے اس تیز و تند طوفان کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتا کہ صوفیاء کرام کا ہی مقدس گروہ خدا کی تحمید و تہلیل کو پھریرا بنائے اور خلق محمدی کی ننگی تلوار ہاتھ میں لئے مغلوں کے ہلاکت خیز لشکر اور قرامطہ کے خوفناک جتھوں سے ٹکرانے کیلئے اپنے اپنے حجروں اور خانقاہوں سے نکل پڑا- درندوں سے بھرے ہوئے جنگل 'افعی کی طرح پھنکارتے ہوئے مہیب دریا' تپتے ہوئے لق و دق صحرا' بلند و بالا لنڈ منڈ پہاڑ ان کا راستہ روکنے کیلئے آگے بڑھے- قدم قدم پر مصائب و آلام کی فلک بوس فولادی دیواریں حائل ہوئیں مگر یہ عجیب دل گردہ کے لوگ تھے کہ ناپیدا کنار دریاؤں کو دو نیم کرتے اور سر بفلک پہاڑوں کو رائی بناتے بڑھتے ہی گئے- ان کی طمانیت بخش اور جرات آفرین صدا ملت اسلامیہ کے سرگردان اور ژولیدہ حال گروہوں میں "بانگ درا" بن کر گونجی- اقوام عالم کی تقدیروں کے بدلنے اور انسان کے عروق مردہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑانے والے مسیحی نفسوں کے فولاد نے شوکت شاہی کے لوہے کو کاٹ کر رکھ دیا- ان کی ہیبت اور سطوت سے وہ سیلاب جو سندھ اور نیل کے کناروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا- تھم گیا وہ خوفناک گھٹا جو شدت سے دول اسلامیہ کے مطلع پر چھا رہی تھی آیہ رحمت بن کر رہ گئی- وہ خون آشام تلواریں جو مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے نیام سے باہر نکلی تھیں اسلام کی محافظ بن گئیں اور ملت اسلامیہ کے اقتدار کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا مل گیا- گویا- ع پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ترویج اسلام اور اس کی رحمتیں اور برکتیں انہیں برگزیدہ ہستیوں کا صدقہ ہے جن کا پیکر صناع ازل نے عشق حقیقی کے خمیر سے تیار کیا تھا جو اپنے سینوں میں پارے کی طرح بے تاب رہنے والا دل رکھتے تھے- یقین ان کا ایمان اور عشق ان کی سپر تھی- اسلام کی عظمت و سربلندی کے لئے یہ ملکوتی

marfat.com

انسان قندیل ایمان لے کر کبھی رزم گاہ میں بجلی بن کر کوندے اور کبھی جمال خداوندی کا مظہر ہے۔ سارے عالم خصوصاً" جنوبی ایشیاء کے قریہ قریہ میں دعوت حق دیتے نظر آتے تھے جو رضائے الٰہی کیلئے طوفانوں سے الجھے پہاڑوں سے ٹکرائے اور ظلمات و تعینات کے پردوں کو چاک کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے جہاں تک تخیل انسانی کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ان کشتگان عشق کے نور بار مزاروں سے آج بھی مولانا رومؒ کی زبان سے یہ نغمہ پھوٹتا دکھائی دیتا ہے:۔

معدہ را بگذار سوئے دل خرام تاکہ بے پردہ زحق آید سلام

صوفیائے کرام کی سیرتوں میں ہمارے لئے بصیرت اور موعظت کا بیش از بیش سامان موجود ہے۔ آج کی دنیا میں جبکہ انسانیت بری طرح مجروح ہو چکی ہے نفسا نفسی کا عالم ہے۔ چھوٹوں اور بڑوں میں ادب و احترام اور شفقت و رافت کا عنصر مفقود ہوتا جا رہا ہے' عصر حاضر کے نوجوانوں کی صحیح تربیت وقت کی اہم ضرورت ہے اس لئے مناسب ہے کہ بزرگان دین کی مقدس' پاکیزہ اور روشن زندگیوں کو مشعل راہ بنایا جائے۔

دور حاضر کے مشہور محقق اور اولیائے کرام کے عاشق صادق علامہ پروفیسر محمد اقبال مجددی "حدیقۃ الاولیاء" کے ترجمہ کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مشائخ کے تذکرے' مکتوبات اور ملفوظات ہمارے تاریخی ماخذ کی اس تکلیف دہ کمی (یعنی عوام کی زندگی اور ان کے مسائل) کو ایک حد تک پورا کر دیتے ہیں ان سے نہ صرف صوفیائے کرام کی زندگی اور ان کے افکار و نظریات ہی پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس دور کی ذہنی فضا' معاشی حالات' ادبی تحریکات اور سماجی رجحانات کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ ان ماخذ میں عوام کے دلی جذبات' ان کی پوشیدہ آرزوئیں' کشمکش حیات میں ان کی ہار جیت' ان کی مایوسیاں اور پریشانیاں سب ہی محفوظ ہو گئی ہیں۔ روز مرہ کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مسئلے کے متعلق ان مشائخ سے رجوع کیا جاتا تھا گویا ملفوظات میں جگہ جگہ اس نوعیت کے واقعات ملتے ہیں جن سے اس دور کی بڑی دلچسپ تصویر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔۔۔ مختلف زبانوں کی نشوونما میں جو کردار صوفیائے کرام نے ادا کیا ہے وہ شعراء سے کسی طرح بھی کم نہیں۔۔۔ صوفیائے کرام نے سماج کے صحت مند عناصر کو ابھارنے اور اخلاقی قدروں کی فضیلت دل نشیں کرنے کے سلسلہ میں جو جدوجہد کی' احترام انسانیت کی تلقین' مساوات و اخوت کی تعلیم' ترویج علم کی فکر' خدمت خلق کے لئے بے چینی کی تفصیل ملفوظات کے ہر صفحے پر ملتی ہے۔۔۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی ملک کی کوئی سماجی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک صوفیائے کرام کے تذکرے اور ملفوظات سے پورے طور پر استفادہ نہ کیا جائے۔"

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اول

باب اول (مقدمہ)

فضیلت علم : تخلیق کائنات کے ضمن میں بنی نوع انسان یا آدم کی فضیلت کا راز علم ہے جو خاص عطائے ربانی ہے اسی کی بنا پر یہ مسجود ملائک ٹھہرا۔ علم ہی وہ جوہر خاص اور عطیہ الٰہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے اور حقائق الاشیاء کا ادراک ہوتا ہے لہٰذا یہ اشرف المخلوقات ٹھہرا۔ شعور و آگہی کے سرچشمے علم ہی کی بدولت پھوٹتے ہیں۔

بشریت کے لباس میں آدم کے مختلف مدارج ہیں۔ بنی نوع انسان بشر ہے کہ اس کا ناک نقشہ اپنی ہی نوعیت کا ہے جسے تمام مخلوق میں خاص شکل و صورت اور جسم عطا ہوا ہے۔ یہ آدمی ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ یہ انسان ہے انس والا بھی ہے اور نسیان والا بھی یعنی جذبہ محبت الٰہی سے سرشار بھی ہے اور اسے بھولا ہوا بھی۔ یہ جب خالق کائنات کے احکام کا پابند ہوا یعنی **اطیعو اللہ واطیعو الرسول** کے مقام پر آیا تو عبد ٹھہرا اور سراپا انتظار کے درجہ پر آیا اور جب انسان کامل سے عروج کے درجہ پر آیا تو سبحان اللہ!

رب العزت جل علیٰ شانہ نے اسی لباس بشری میں اپنے "نور اولین" کو عبدہ' بنا کر اپنے حسن تخلیق کا شاہکار بنایا۔ انسانیت کا وہ اوج و معراج جس کی نہ کوئی نظیر ہے اور نہ کوئی مثال گویا بعد از خدا بزرگ تر ہستی مبارک کہ "سراپا منتظر" وہی حامل راز اقراء ہے۔

"غار حرا سے "اقراء" کا پھوٹنے والا نور جو آدم کے نام خدا کا آخری جملہ تمہید یا عابد کے نام معبود کا حرف اول تھا تو اسی "اقراء" کے نور نے ہی انسانیت کا شش جہات سے احاطہ کیا پیغام حق کی تمہید "اقراء" سے ہونا' تخلیق کے ساتھ علم اور علم کا قلم کے ساتھ ذکر ہونا معنی خیز ہی نہیں حیرت انگیز بھی ہے اور ایسے تاجدار علم و معرفت کا یہ فرمان کہ: "حصول علم ہر مسلم مرد و عورت کا فریضہ ہے۔" کوئی معمولی بات نہیں۔ گویا آدم اور اولاد آدم کی عظمت و فضیلت کا راز بھی یہی سرچشمہء علم ہے۔

حضور علیہ السلام کے اعلان نبوت کے وقت مکہ اور اس کے گرد و نواح کی آبادی لاکھوں میں تھی جس میں صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد جب جنگ میں کفار قیدی ہوئے تو ہر پڑھے لکھے قیدی کو دس دس افراد کو تعلیم دینے کے عوض رہا کردیا گیا اور اس طرح کئی مسلمان زیور تعلیم سے آراستہ ہوئے۔ گویا حصول علم کی اہمیت کو اس طور اجاگر کردیا گیا۔

تاریک ادوار میں علم و عرفان کے چشمے پھوٹنے سے یونان میں علم سقراط اور ارسطو کے وارثوں اور چند منتخب لوگوں کا حق تھا۔ برصغیر میں یہ برہمن کی جاگیر تصور کیا جاتا تھا اور روم اور ایران میں یہ چند تاریک حجروں میں مقید ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ دین اسلام کو ہی فخر حاصل ہے کہ فروغ علم کی وسعت پذیری کو بلا امتیاز رنگ و نسل' ملک و ملت' ہر مرد و عورت پر فرض قرار دے کر مخصوص طبقے کی اجارہ

marfat.com

داری کا خاتمہ کردیا گیا اور چند ہی سالوں میں مسلمان مشرق سے مغرب تک علوم و فنون کے امام بن گئے۔ دمشق' بغداد' قاہرہ' بیت المقدس' موصل' قرطبہ' شیراز وغیرہم یعنی تمام عالم اسلام میں لائبریریوں اور اعلیٰ درسگاہوں کا جال بچھ گیا۔ قرآن حکیم جملہ علوم و فنون کا سرچشمہ ہے۔ سائنس اسلام کی تصدیق کرنے والی اور اس کی خادم ہے۔ علم و ہنر کے ہر شعبے اسلامیات' تصوف' اخلاق' علم کلام' صرف و نحو' فلسفہ' عمرانیات' معاشیات' حیاتیات' حیوانیات' نفسیات' طبیعات' بصریات' طب' حساب' الجبراء' جیومیٹری' تاریخ' جغرافیہ' کشتی سازی' آلات جراحی' جدید ہتھیار وغیرہ وغیرہ میں اولیت اور ترقی مسلمانوں کی ہی مرہون منت ہے چونکہ علم حقیقی مومن کے پاس تھا لہٰذا علم و فن کا چراغ اسی کی گود میں جلتا تھا اور اس کی شعاعیں اطراف عالم میں پھیل گئیں۔ تعلیم کا مقصد تو انسان کو انسان بنانا اور اس کا تعلق قادر مطلق سے جوڑنا اور آخرت کی فکر دلانا ہے۔ اگر تعلیم سے زاویہء نگاہ میں تبدیلی نہیں آتی تو اس تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں۔"

اسلام دین فطرت' مکمل ضابطہ حیات' اکمل نظام زیست اور بہترین طریق زندگی ہے جس کی اساس' توحید' رسالت اور آخرت تین عقائد پر ہے۔ اسلام کی روح یہ ہے کہ ایک طرف تو انسان اسلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مستحکم کرے اور دوسری طرف دنیا میں خوشگوار' مستعد' متحرک اور فعال زندگی گزارنے اور اسے بامعنی و بامقصد بنانے کیلئے ایک ہمہ جہت کردار کی تعمیر کرے تاکہ یہ جہان آب و گل انفرادی و اجتماعی امور میں راحت و سکون کا موجب بنے اور صحیح معنوں میں اس کا تعلق رب العالمین اور رحمت العالمین کے ساتھ جڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے کے بعد بنی نوع انسان ایک حاکم ایک معبود کی بندگی کا حلقہ بگوش ہو کر تمام لسانی' جغرافیائی اور نسلی امتیازات کے بتوں کو توڑ کر ایک خدائی حصار دین میں داخل ہو جاتا ہے' وہ صحیح انسان بن جاتا ہے اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ تمیز بندہ و آقا ختم ہو جاتی ہے اس کا حاکم اعلیٰ صرف ذات خداوندی ہوتا ہے جسے وہ فاعل حقیقی اور مسبب الاسباب سمجھتا ہے اور احکام خداوندی کے علاوہ تمام خود ساختہ فرعونی و ہامانی قوانین سے مطلقاً" اور فطرتاً" آزاد ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر لحہ اپنا احتساب کرتا رہے۔ زندہ قوموں کی ترقی کا راز اپنے اعمال کے احتساب میں ہے۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

اقبالؒ

انفرادی طور پر اپنے نفس کا محاسبہ بھی لازم و ملزوم ہے اس لئے کہ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**۔ علامہ اقبالؒ نے اس نکتے کو نہایت عمدگی سے سلجھایا ہے۔ فرماتے ہیں:-

شاہد اول شعور خویشتن خویش را دیدن بنور خویشتن

شاہد ثانی شعور دیگرے خویش را دیدن بنور دیگرے

شاہد ثالث شعور ذات حق خویش را دیدن بنور ذات حق

اور یہ کیفیت بغیر پیر و مرشد کامل حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس طرح علم ظاہر بغیر استاد اور کوئی

marfat.com

صنعت بغیر کسی کاریگر کی عملی شاگردی محال ہے اسی طرح علم باطن بغیر کسی اہل اللہ پیر کامل کی صحبت کے محال ہے۔

اقسام علم : حضرت مخدوم شرف الدین یحیی منیریؒ (بہار) فرماتے ہیں کہ علم دو نوع کا ہوتا ہے ایک کسبی جسے استادوں یا کتابوں کے مطالعہ سے حاصل کرتے ہیں دوسرا علم وہ ہوتا ہے کہ سینہ کے اندر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی دو قسم کا ہے۔ ایک وہ جو درگاہ بے نیاز سے پیغمبران علیہم الصلوۃ والسلام کے دلوں میں اترتا ہے اسے وحی کہتے ہیں یا وہ جو اولیائے قدس الاسرار ہم کے دلوں میں من اللہ وارد ہوتا ہے اسے الہام کہتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ پیغمبران علیہم الصلوۃ والسلام کے واسطہ سے صدیقوں کے سینوں اور پیروں کے واسطہ سے مریدوں کے سینوں میں حاصل ہوتا ہے۔ یہ تمام سعادت کا سرچشمہ ہے۔ یہ علم صوفیوں کا علم ہے اور اس کے حاملین اہل تصوف ہیں۔ ان کی محبت فرض ہے جو علماء آخرت ہیں نہ علمائے دنیا تاکہ ہم **یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ** کی نعمت کے مستحق قرار پائیں۔ اسلامی زندگی میں کمال پیدا کرنے کیلئے اتباع شریعت کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہیں سے طریقت کی راہ کھلتی ہے اور یہیں سے تہذیب نفس حاصل ہوتی ہے جو درویش کو توحید کے درجہ اور تخصیص تفرید کے مرتبہ تک پہنچاتی ہے اور یہیں سے عارف وقار پاتا ہے۔

تصوف : حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ "**التصوف تصحیح الخیال**" یعنی اپنے قلب کو کدورات و خیالات غیر اللہ سے پاک کرنا ہے اور اخلاق الہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے۔ گویا تصوف وہ علم ہے جس میں بذریعہ ہدایت نور نبوۃ و تعلیم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسرار علم لدنی اور وصول الی اللہ کے طریقے اور جملہ لوازمات سلوک، طریقت کے اصول، رموز معرفت و حقیقت بیان کئے جاتے ہیں۔ اس علم کی غرض و غایت انسان کامل بننا اور متخلق باخلاق اللہ اور متصف باوصاف اللہ ہونا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن پاک، حدیث شریف، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کے کلام میں صراحۃ" اور اشارۃ" اس حقیقی علم یعنی تصوف کے اصول و رموز بکثرت موجود ہیں اور خیر القرون میں اس کی تعلیم و تلقین بہت کثرت سے تھی مگر اس وقت تک "تصوف" اور "صوفی" لقب مشتہر نہ تھا چنانچہ صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم باطن کی ترویج فرماتے تھے جیسے اصحاب صفہ اور بعض صحابہ حضور علیہ السلام کے علم ظاہر یعنی شریعت کی تبلیغ فرماتے تھے جیسے خلفاء راشدین خصوصا" حضرت علیؓ حذیفہ بن یمانؓ سلمان فارسیؓ عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عباسؓ ابوہریرہؓ انس بن مالکؓ وغیرہم۔ اسی طرح زمانہ تابعین اور تبع تابعین میں چونکہ قرن اول یعنی حضور علیہ السلام کے زمانہ میں صحابی کے لقب سے کوئی لقب بڑھا ہوا نہ تھا اور قرن ثانی میں تابعین اور قرن ثالث میں تبع تابعین کے لقب سے بڑھ کر کوئی لقب شمار نہیں کیا جاتا تھا اس لئے کسی دوسرے لقب کی ضرورت نہ تھی اور باطنی حالات عموما" قوی اور بہتر تھے اور عملی حالت بہت ترقی پر تھی اور نبی کریم علیہ السلام سے نسبت عشقیہ عموما" بہت قوی اور کامل تھی اس لئے اس علم تصوف کی تدوین کی چنداں حاجت نہ تھی۔ خیر القرون کے بعد نسبت میں ضعف آیا اور اختلافات بکثرت ہوئے۔ اس وقت اہل سنت والجماعت کے گروہ میں سے خواص علماء باوجود کمال علوم ظاہری

marfat.com

کے باطنی کمال رکھتے تھے اور باطنی طریقہ سے ہمہ تن امت محمدیہ کی اصلاح اور خدمت کرتے تھے۔ لقب "صوفی" سے ملقب ہوئے اور ان حضرات نے علم تصوف کی تدوین فرمائی اور کتابیں لکھیں۔ سب سے پہلے سید ابو ہاشم محمد بن احمد" کا نام صوفی ہوا جن کا وصال ایک سو پچاس ہجری میں ہوا۔ تصوف کی ابتدائی کتابوں کا تذکرہ ہم اسی باب میں کر رہے ہیں اسی طرح سلسلۃ الذہب اور سلسلۃ المشائخ کا ذکر بھی مجملاً" ہم نے کیا ہے۔ انہیں متقدمین اور متاخرین مشائخ عظام کے ذریعے امت محمدیہ کا تزکیہ باطن ہوا اور شریعت و طریقت کی کما حقہ ترویج ہوئی۔ اکابر سلاسل میں قادریہ' سہروردیہ' چشتیہ اور نقش بندیہ اور ان کے ذیلی گروہوں اور شاخوں نے جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ محتاج بیان نہیں۔ انہی حضرات نے وصول الی اللہ کے طریقوں میں سالکوں کی سہولت کے واسطے نور نبوت سے مستفیض ہونا سکھایا اور مخلوق کو باخدا بنایا۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم تصوف اس علم کا نام ہے جو اولیاء اللہ کے دلوں میں اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کتاب و سنت پر عمل کرنے سے وہ منور ہو جاتے ہیں۔ پس جو کوئی ان دونوں پر خالص نیت سے عمل کرے گا اس پر اس عمل سے ایسے علوم و ادب و اسرار و حقائق منکشف ہو جائیں گے جن کے بیان سے زبان عاجز ہے اس سلسلہ میں مثالاً" فرماتے ہیں کہ جب علمائے شریعت اپنے علم پر جو انہیں شریعت کے احکام پر حاصل ہے عمل کرتے ہیں تو ان پر احکام شریعت روشن ہو جاتے ہیں اور اس کا ماحصل جو ہوتا ہے وہ تصوف ہے بشرطیکہ عمل علتوں اور نفس کی لذتوں سے پاک ہو۔ تصوف کی نہر شریعت سے نکلی ہے۔ علم تصوف اسی کو مل سکتا ہے جسے شریعت کے علم میں ایسا تبحر حاصل ہو کہ اس کی تہ کو پہنچ گیا ہو چنانچہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "ہمارا یہ علم کتاب و سنت سے مستحکم ہے"

تصوف کے سلسلہ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ رحمتہ کا ارشاد ہے کہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس براہ راست تعلیمات مصطفوی کا ثمرہ ہے جو شخص اس سرچشمہ حیات سے جتنا سیراب ہو اسی مناسبت سے صفائے قلب و تزکیہ نفس میں بھی ممتاز ہوگا۔ تفسیر' اصول تفسیر' حدیث' فقہ علم الکلام معانی بیان وغیرہ جو شریعت میں کام آتے ہیں ضد تصوف نہیں بلکہ مبادیء طریقت ہیں۔ خلقت کی اصل ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری کائنات انہیں کے طفیل ہے۔ تصوف نام ہے قولا" فعلا" حالا" ہر حیثیت سے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسی پر مداومت رکھنے سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں تو حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ہر شے میں اتباع رسولؐ ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت لازم آ جاتی ہے۔ سب سے زیادہ حق اتباع سنت نبوی گروہ صوفیاء نے ہی ادا کیا ہے گویا گروہ صوفیاء نام ہے اسی گروہ کا جس نے ہر قسم کی متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا اور سنت رسول کو انتہاء درجہ تک زندہ کر دیا۔

شیخ عبدالواحدین زید" کا قول جو انہوں نے صوفی کی تعریف میں بیان فرمایا ہے تحریر کرتے ہیں:۔ جو اپنی عقل کو سنت رسول پر صرف کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں اور اپنے نفس کی خباثتوں سے اپنے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لیتے ہیں ان لوگوں پر

marfat.com

صوفی کا اطلاق ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ شریعت نام حق عبودیت کا اور حقیقت عبودیت کا ہے اور جو شخص اہل حقیقت سے ہو گا وہ حق عبودیت اور حقیقت عبودیت میں مقید ہو گا۔

ادیب شہیر علامہ عبدالماجد دریا بادی اپنی کتاب "تصوف اسلام" کے پیش لفظ میں رقمطراز ہیں۔

"اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین و جامع ترین پیام رحمت ہے۔ انسان کے ذہنی و عقلی، اخلاقی و معاشرتی، جسمانی و روحی، انفرادی و اجتماعی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہر شعبہء حیات میں ترقیوں کا ضامن، خدا رسی و خدا شناسی کی تعلیم، اس کا اصل مقصود تھی، اس پر اس نے خاص طور سے زور دیا اور اس کے ذرائع و وسائل اس نے اس جامعیت کے ساتھ بیان کئے کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و ترمیم، تخفیف و اضافہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔ مسلمانوں میں ابتداء سے ایک گروہ ایسا موجود رہا ہے جس نے تمام مقاصد دنیوی سے قطع نظر کر کے اپنا نصب العین محض یاد خدا و ذکر الٰہی کو رکھا اور صدق و صفا، سلوک و احسان کے مختلف طریقوں پر عامل رہا۔ شروع شروع میں یہ گروہ دوسرے ناموں سے ملقب رہا۔ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس کے مسلک کا نام "تصوف" پڑ گیا اور یہ گروہ "گروہ صوفیاء" کہلانے لگا۔۔۔ اس گروہ کے اکابر قدیم پہلے مسلمان تھے پھر صوفی۔ وہ تصوف کو اسلام کے مقابل ایک جداگانہ مسلک کی حیثیت سے نہیں لاتے تھے بلکہ اسلام کے ماتحت اسی کی پاکیزہ ترین صورت کو کہتے تھے۔ وہ اپنے اسلام کو اپنے تصوف پر مقدم رکھتے تھے اور تصوف کو محض اس لئے عزیز و محبوب رکھتے تھے کہ وہ ان کی نظر میں اسلام کی خالص ترین و پاکیزہ ترین تعبیر تھی۔۔۔ ان حضرات کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ اتباع کتاب و سنت میں انتہائی سعی کی جائے۔ اسوۂ رسولؐ و صحابہؓ کو دلیل راہ رکھا جائے، اوامر و نواہی کی تعمیل کی جائے۔ طاعات و عبادات کو مقصود حیات سمجھا جائے، قلب کو محبت و تعلق ماسوا سے الگ کیا جائے۔ نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے اور صفائے معاملات و تزکیہء باطن میں جہد و سعی کا کوئی دقیقہ نہ ہونے پائے۔

حضرت شیخ (عبدالقادر محبوب سبحانی، غوث الاعظم) جیلانیؒ بلکہ ان کے مرید اور باختصاص بانی سلسلہ ء سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ تک کی تصانیف میں یہ اسلامی عنصر قائم اور یہی رنگ غالب ہے۔۔۔ (گویا) اسلامی تصوف وہ تھا جو خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو ابوبکر صدیقؓ و علی مرتضیٰؓ کا تھا۔ جو سلمانؓ و ابوذرؓ کا تھا جس کی تعلیم جنید بغدادیؒ اور رابعہ بصریؒ نے دی ہے جس کی ہدایت شیخ جیلانیؒ و شیخ سہروردیؒ و خواجہ اجمیریؒ و محبوبؒ دہلوی، خواجہ نقش بندیؒ و مجدد سرہندیؒ کرتے رہے اور جس کی دعوت اس دور آخر میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی زبان و قلم دیتی رہی۔

عہد نبوت سے تقریباً" ایک ہزار سال گزرنے پر شیخ احمد سرہندیؒ پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف سلسلہء نقش بندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف میں تجدید و اصلاح کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا کہ اس کی صدائے بازگشت آج تک دنیائے اسلام کے در و دیوار سے آ رہی ہے۔ شیخ موصوف کے مکتوبات شروع سے آخر تک مختلف اسلوبوں اور پیرایوں میں صرف ایک ہی دعویٰ کی تکرار، صرف ایک دعوت کا اعادہ ہے اور وہ یہی ہے کہ صوفیہ کو عقائد و احوال ہر شے میں کتاب و سنت ہی کو اپنا

marfat.com

دلیل راہ بنانا چاہئے اور اس کے خلاف جس کسی کے بھی اقوال ہوں انہیں مردود سمجھنا چاہئے--- دور آخر میں یہی دعوت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی مختلف تصنیفات' وصایا' القول الجمیل' حجتہ اللہ البالغہ' فوز الکبیر وغیرہ کے ذریعہ سے پیش کی۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ صوفیائے کرام ہی تھے جنھوں نے اپنے عمل و کردار اور مواعظہ حسنہ سے ہر اس سرزمین پر جہاں ان حضرات نے قدم رنجہ فرمایا غیر مسلم اقوام کو اپنا گرویدہ بنایا اور لاکھوں غیر مسلموں کو شرک اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر اپنی ہمت باطنی کی ضیا پاشیوں سے منور فرمایا۔ ان مسلم صوفیائے کرام اور بزرگان عظامؒ نے خالق و مخلوق کے مابین تعلق پیدا کرنے' من وتو کے اسرار طشت از بام کرنے اور مکاں سے لامکاں کی مسافت طے کرنے کے علاوہ مسلم اور غیر مسلم افراد پر اپنے بلند اخلاق و کردار کا اتنا گہرا اثر چھوڑا کہ اس کا احاطہ کرنا کارے دارد۔"

رسم بیعت : امام السند شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سلسلہ صوفیہ کی ابتدا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی ہے اور یہ سلسلہ آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے واسطہ سے اس وقت تک جاری ہے۔ صحابہ کرام' تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے زمانہ میں بیعت و خرقہ کی رسم نہ تھی صرف لوگ صحبت میں رہا کرتے اور کبھی ایک ہی بزرگ کی صحبت میں رہتے اور کبھی متعدد شیوخ کی صحبت میں فیض حاصل کیا کرتے اور متعدد سلاسل سے رابطہ رکھتے تھے لیکن جسکے پاس زیادہ زمانہ بسر ہوتا اور جس کے اثر صحبت کو اپنے نفس میں غالب پاتے اسی سے اپنا سلسلہ قائم کرتے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عیسیٰ مغربیؒ سے کسی نے پوچھا کہ اگر کسی طالب کا ایک شیخ ہو تو آیا وہ کسی دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرسکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں باپ ایک ہی ہوتا ہے لیکن چچا کئی ایک ہوتے ہیں چنانچہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے اسی طرح کبھی صرف ایک کی صحبت اختیار کی اور کبھی متعدد مشائخ کی۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کی صحبت سے بہت سے بزرگوں نے جو باوجودیکہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضان حاصل کرچکے تھے فیض صحبت حاصل کیا۔

حضرت عمرؓ حضرت عثمان غنیؓ اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کی صحبت میں جو بزرگ رہے وہ ان کے نام سے منسوب ہوئے۔ مثلاً" حضرت سلمان فارسیؓ" حضرت محمد بن ابوبکرؓ" حضرت خواجہ حسن بصریؒ" حضرت خواجہ کمیلؒ بن زیادؒ" یہ سب حضرت علیؓ شیر خدا کی صحبت سے مستفید ہوئے اور آپ کے صحابی کہلائے اور آپ سے ان کا سلسلہ جاری ہوا اور اس وقت تک چلا آرہا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن پاک کی تعلیم اور آپ کی صحبت مبارک مسلمانوں کے تزکیہ اور تربیت نفس کے باعث ہوتی تھی۔ جب آپ رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے گئے تو قرآن چھوڑا جو الحمد للہ اب تک بجنسہ موجود ہے ایک امت چھوڑی جو صحابہ تھے اور ان سے فیضان صحبت کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک موجود ہے۔ تکمیل دین کے لئے جس قدر قرآن پاک کی تعلیم ضروری ہے اسی قدر ایک مرد خدا کی صحبت بھی ضروری ہے تاکہ احکام الٰہی پر صحیح طور سے عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

"امام السند" (شاہ ولی اللہ) "قول الجمیل" میں فرماتے ہیں کہ نبی صلعم کبھی اقامت ارکان اسلام

marfat.com

پر بیعت لیتے تھے اور کبھی تمسک بالسنہ پر اور محض قبول خلافت پر بیعت منحصر نہیں تھی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں بسبب اس کے کہ اصحاب رسول صلعم کو تصفیہ باطن کے واسطے بیعت کی حاجت نہ تھی اور وہ صحبت نبوی صلعم میں نورانی ہو چکی تھی اس لئے ارکان اسلام اور تمسک بالسنہ پر بیعت لینے کا سلسلہ منقطع رہا اور خلفاء کے سوا اور زمانہ میں اس سبب سے کہ مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے اور بیعت تصفیہ باطن سے بیعت خلافت کا گمان نہ ہو اور فساد پیدا نہ ہو جائے یہ سلسلہ بیعت متروک رہا۔ اس زمانہ میں اہل تصوف بیعت لینے کی بجائے خرقہ دیا کرتے تھے پھر جب ایک مدت کے بعد ملوک و سلاطین میں بھی رسم بیعت منقطع ہو گئی تو حضرات صوفیاء نے غنیمت جان کر سنت بیعت کو اختیار کرلیا یعنی ایک مردہ سنت کو زندہ کیا۔

حضرت امام قشیریؒ فرماتے ہیں۔ "اگر تم اہل اللہ میں سے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلوک اختیار کرو تو وہ تم کو حق تعالیٰ کی درگاہ تک پہنچا دے گا اور وہاں سے تم اشیاء کا صحیح علم، الہام کے طریقہ سے حاصل کرو گے جس میں نہ مشقت ہے نہ ماندگی ہے اور نہ خرابی ہے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حاصل کیا ہے اور علم وہی ہے جو کشف و شہود سے حاصل ہو نہ کہ وہ جس کی بنیاد نظر و فکر و گمان و قیاس پر ہو۔ حضرت امام یافعیؒ "روض الریاحین" میں فرماتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے جو اولیاء کی کرامت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کا ذکر آیتوں، صحیح حدیثوں میں، مشہور آثار اور معتبر حکایات میں اس کثرت سے موجود ہے کہ احاطہ حصر سے باہر ہے۔

نسبت یا رجوع الی اللہ : امام الہند شاہ ولی اللہ "قول الجمیل" میں فرماتے ہیں کہ ہیئۃ نفسانیہ کے تحصیل کی طرف لے جانے والے جتنے راستے ہیں ان سب کے مرجع کو صوفیہ نے نسبت، سکینہ اور نور کے نام سے موسوم کیا ہے۔ نسبت کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ اس میں اللہ عزوجل کی طرف ایک نسبت ہے اور اس کی حقیقت و کیفیت ہے جو نفس ناطقہ انسانی میں حلول کی ہوئی پائی جاتی ہے اور اس میں عالم جبروت کی طرف نظر اور تشبہ بہ ملائکہ کی صورت ہوتی ہے۔ یعنی بندہ جب طاعتوں، طہارتوں اور ذکر و اذکار پر مداومت کرتا ہے تو اس میں ایک صفت پیدا ہو جاتی ہے جس کا قیام نفس ناطقہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اس طرح عالم ملکوت سے ایک گونہ مشابہت ہو جاتی ہے اور اس توجہ کا ایک راسخ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان دو جنسوں یعنی تشبہ بہ عالم ملکوت و نظریہ عالم جبروت میں نسبت کی تقسیم ہوئی ہے اور ان میں سے ہر جنس کے تحت میں بکثرت انواع داخل ہیں۔ مثلاً" نسبت محبت و عشق میں نسبت کسر نفس جسے نسبت اہل بیعت بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس شخص کے قلب میں یہ صفتیں راسخ ہو جائیں گی اسے کہا جائے گا۔ "نسبت عشق" یا "نسبت کسر نفس" حاصل ہوئی۔ اسی طرح نسبت مشاہدہ ہے جو مجرد بسیط یعنی ذات مقدس کی طرف توجہ کرنے کا ایک ملکہ ہے۔ اشغال طرق سلاسل سے غرض اس نسبت کی تحصیل اور دواما" اس میں ڈوبے رہنا ہے تاکہ نفس میں اس مواظبت و مشق دائمی سے ایک ملکہ راسخہ پیدا ہو جائے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان اشغال کے سوا اور کسی طرح نسبت مذکورہ حاصل نہیں ہوتی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، صلوۃ و تسبیح کی مواظبت اور خلوت میں خشوع و حضور کی محافظت سے نیز مواظبت تلاوت قرآن اور اس کے معانی پر غور کرنے

marfat.com

سے اور اسی طرح دیگر اطوار پر نسبت حاصل کیا کرتے تھے۔ اسی سے انہیں تقرب الی اللہ کا ملکہ راسخہ اور بساطت نفسانیہ حاصل ہو جاتی تھی۔

قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ تمام طرق سلاسل کے اشغال مخصوصہ گو صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے مگر جس مقصد کے لئے اولیائے طریقت رضوان اللہ عنہم نے یہ اشغال مقرر کئے ہیں وہ زمانہء رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی وہی تھا اور اب بھی وہی ہے گو اس کی تحصیل کے طریقے مختلف ہیں یعنی جس طرح مجتہدین نے احکام ظاہر شریعت کے اصول مستنبط کئے اسی طرح اولیائے طریقت نے طریقت یعنی باطن شریعت کے اصول مستنبط کئے پس جس طرح اول الذکر کو بدعت نہیں کہہ سکتے اسی طرح آخر الذکر کو بھی بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس نسبت پر مداومت کرنے سے سالک کے حالات نوبت بہ نوبت وقوع ہوتے جاتے ہیں ان حالات کو غنیمت جاننا چاہئے اس لئے کہ یہ علامات قبول طاعات ہیں مثلاً" حق سبحانہ تعالیٰ کی طاعت کو جمیع ماسوا کی طاعت پر مقدم جاننا۔ اللہ جل شانہ کے خوف کا غلبہ اس طرح پر کہ بدن و جوارح پر اس کا آثر ظاہر ہونے لگے۔ رویائے صالحہ جسے حدیث شریف میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ بیان کیا گیا ہے۔ فراست صادقہ جس کے متعلق حدیث شریف میں وارد ہے اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ اجابت دعا جو آدمی کو صحت ایمان قبول طاعت اور اس کی قلب میں سرایت نور کی دلیل ہے جب سالک کو نسبت حاصل اور اس کے قلب میں ملکہ راسخ ہو گیا تو "فنافی اللہ و بقاباللہ" کی طرف وہ عروج کرتا ہے لیکن یہ مرتبہ وہبی ہے نہ کہ کسبی اور خدائے عزوجل کے انعام و اکرام پر منحصر ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عنایت فرمائے۔"

تصوف کی ترویج : صاحب "الفقر فخری" حضرت سید ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اسلام اگر فطری اور ابدی مذہب ہے تو اس کی روح تصوف بھی ابدی ہے اور جہاں تک تحقیق تصوف کے ساتھ زہد و عبادت اور مجاہدہ و ریاضت کی روشنی کا تعلق ہے تو تصوف کی ابتداء خود آغاز اسلام میں ہی ہو چکی تھی چنانچہ اسی کے علم و عمل کے ماتحت حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہی ایک مقدس و ممتاز جماعت نظر آتی ہے جن کا شیوہ تھا کہ اپنی زندگی عبادت، تعلیم قرآن و حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پذیری پر ہی وقف سمجھتے تھے مگر ان مقدس انسانوں کی اس کیفیت کا رہبانیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

ازاں بعد ان برگزیدہ ہستیوں کا گروہ جو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سانحہء ارتحال کے پیچھے حکومت ظاہری سے کنارہ کش ہوا وہ اسلامی دنیا سے الگ نہیں ہوا بلکہ حکومت کی رفتار بے ڈھنگی اور اقربا نوازی سے الگ ہو کر بھی روحانی اثر سے خدمت اسلام کرتا رہا اور رفتہ رفتہ تمام بلاد اسلامیہ میں ان کی خدمات مسلسل طور پر منظم ہو گئیں۔ عوام الناس ان کے مذہبی اثر میں تھے جن کو انہوں نے علوم باطنی کی تعلیم بھی دینا اپنا فرض منصبی سمجھا۔ امرائے سلطنت ان سے فیض یاب ہو کر شاہی خاندان کو جادۂ اعتدال سے منحرف نہ ہونے دیتے تھے شروع شروع میں بنو امیہ اور بنو عباس کے ایوان خلافت میں اس گروہ کی وہ قدر و منزلت نہ ہوئی

marfat.com

جس کا وہ مستحق تھا مگر بعد کے سلاطین نے اس جماعت کی کما حقہ قدر افزائی کی۔ ترکوں اور مغلوں کی فوج میں سپاہیوں اور سواروں کے بھیس میں اولیاء اللہ رہا کرتے تھے۔ حقدمین اولیائے کرام جب کافی اثر پیدا کر چکے تو حضرت جنید بغدادیؒ نے حالات حاضرہ کے پیش نظر علم تصوف مدون کر کے راہ سلوک پیش کی اور عالمانہ رنگ و روپ میں روحانی تعلیم اور اخلاقی درس دینے لگے۔"

چوتھی صدی ہجری میں خراسان کے شہر نیشاپور میں شیخ ابو سعید ابوالخیر منویؒ نے خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ غزنوی فتوحات کے ساتھ ساتھ قلبی فتوحات کا ذریعہ اپنایا اور محراب و منبر کو عرفان الہیہ کا مرکز بنا دیا۔ آپ کے ہم عصروں میں امام قشیریؒ، نظام الملک طوسیؒ، خواجہ عبداللہ انصاریؒ پیر ہرات اوحد الدین کرمانیؒ، امام غزالیؒ وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سلجوقی بادشاہوں اور سلطان سنجر جیسے فاتحین کو علوم تصوف سے روشناس کیا۔ چھٹی صدی ہجری میں فتنہ مغول کے دوران حضرت ابو نجیب سہروردیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ متوفی ۶۳۲ ہجری (۱۲۳۴ء) بادشاہان وقت کے ہاں بڑے محبوب تھے اور عوام الناس کے علاوہ اراکین سلطنت و امراء کی ہدایت اور باطنی تربیت میں کوشاں رہے۔ آپ کے خلیفہ اعظم شیخ نجم الدین کبری سہروردیؒ نے ترکستان اور ماورا النہر میں اولالعزم صوفیاء کی جماعت پیدا کی۔ ایران کی سرزمین میں بھی صوفیائے کرام نے اسلام کے نور کو پھیلایا اور لاکھوں افراد کا تزکیہ باطن فرمایا۔ غزنوی دور کے آخری ایام میں حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ نے برصغیر میں لاہور کو مرکز رشد و ہدایت بنایا۔ آپ کا وصال ۴۶۵ ہجری (۱۰۷۳عیسوی) میں ہوا۔ سلطان الہند اجمیریؒ اور ان کے خلفائے کبار اور متاخرین نے اشاعت اسلام میں جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ محتاج تعارف نہیں۔

تصوف کے چار معروف سلاسل میں قدیم ترین سلسلہء قادریہ کی خدمات جس کی بنیاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے رکھی وہ سارے عالم میں اظہر من الشمس ہے۔ خواجگان نقش بندؒ کا سلسلہء عالیہ ایشیائے کوچک سے نکل کر افغانستان اور برصغیر میں بے حد مقبول ہوا اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس سلسلہ کو آسمان شہرت تک پہنچا دیا۔

باقاعدہ خانقاہی نظام : بحوالہ مقدمہ بر ترجمہ "عوارف المعارف" از علامہ شمس بریلویؒ تیسری صدی ہجری سے دنیائے تصوف میں "خانقاہ" وجود میں آگئی تھی اور شیخ ابوالہاشم صوفی قدس سرہ نے دوسری صدی ہجری میں شہر رملہ میں خانقاہ بنائی تھی یا ان کے متبعین کے قیام کے لئے تعمیر کرا دی گئی تھی اس کے بعد سے اس قسم کے مکانات یا قیام گاہیں مشائخ کیلئے تعمیر ہوتی رہیں لیکن حضرت شیخ الشیوخ پہلے بزرگ اور صاحب طریقت ہیں جنہوں نے ان خانقاہوں کے لئے ایک باقاعدہ نظام قائم کیا اور اس کے آداب معین فرمائے۔ آپ کے سلسلہ کے حضرات ہی نہیں بلکہ دوسرے سلاسل کے متبعین بھی آج اس نظام خانقاہی پر عمل پیرا ہیں اور ان آداب کی حتی الوسع پیروی کرتے ہیں جو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ نے عوارف المعارف کے ابواب نمبر ۱۳ تا نمبر ۱۸ میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور صوفیائے کرام کے معمولات شب و روز میں شریعت کے جن آداب کی نگہداری ضروری قرار دی ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا قائم کردہ نظام خانقاہی ایک ایسا ضابطہ

marfat.com

حیات ہے جو انسانی زندگی کو قرآن و سنت کی اتباع کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔

غرضیکہ حضرت شیخ الشیوخ کی خانقاہ عالیہ ایک چشمہ ء فیض تھا جو ہر لحہ ابلتا رہتا تھا اور جس سے ایک عالم سیراب ہوتا تھا۔ یہاں ظاہری اور باطنی علوم کیلئے جداگانہ انتظام تھا۔ گویا آپ کی خانقاہ اس زمانے میں دنیا میں سب سے بڑی علمی اور روحانی یونیورسٹی تھی۔ بالفاظ دیگر یہ انہیں مردان خدا آگاہ کا فیض عام تھا کہ لوگ جب ان کے پر تاثیر کلام سے مسحور ہو کر باعمل ہوتے تو سیاسیات عالم کا مہرہ پلٹ کر رکھ دیتے۔ شیخ سعدی شیرازی سہروردیؒ نے اس کیفیت کو یوں منظوم فرمایا ہے :۔

صاحبدلے بمدرسہ آموز خانقاہ ۔ بہ شکست عہد صحبت اہل طریق را

گفتم میان عابد و عالم چہ فرق بود ۔ تا اختیار کردی ازاں طریق را

گفت آں گلیم خویش می برد ز موج ۔ ویں جہدی کند کہ بگیرد غریق را

پیری مریدی کے نظام پر اگر غور کیا جائے تو یہ احیائے اسلام، تربیت اخلاق، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، اصلاح اخلاق اور اشاعت اسلام و استحکام کیلئے اساسی چیز ہے۔ اولیاء اللہ کے تذکرے، ان کے ملفوظات اور عملی زندگیوں پر غور کیجئے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ انہی پاک نفوس کی ذات بابرکات سے اسلام کی ترویج ہوئی۔ یہ فیضان الٰہی کے مینار ہائے نور ہیں اور انہی کی متابعت صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا صحیح اور اصلی ذریعہ ہے۔

علم تصوف بشکل تحریر : ادیب شہیر علامہ شمس بریلویؒ مقدمہ بر ترجمہ "عوارف معارف" میں تحریر فرماتے ہیں۔

اکثر و بیشتر ارباب تصوف اور مشائخ عظام و کاملین راہ سلوک علوم ظاہری پر پوری پوری بصیرت اور قدرت رکھتے تھے لیکن بایں ہمہ دور اول کے اکثر حضرات درس و تدریس کی مشغولیتوں سے محترز رہے وہ ان مشاغل کو اپنے اذکار و اشغال میں حائل سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی قدم رکھنے سے اکثر اعراض فرمایا۔ البتہ تیسری صدی ہجری سے انہوں نے اس طرف توجہ فرمائی اور ان کے نظم و نثر کے آثار جو دستبرد زمانہ خصوصاً" فتنہ ء مغول و ہنگامہ تیمور سے محفوظ رہ گئے وہ آج ہمارے لئے دلیل راہ ہیں۔ علامہ موصوف نے ترتیب زمانی کے ساتھ ان حضرات کے نام ہائے نامی ان کے آثار علمی کے ساتھ پیش فرماتے ہوئے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ دور اول کی تصانیف تصوف بالکل فقہی تصانیف معلوم ہوتی ہیں البتہ جب تصوف ایک علمی اور فکری نظریہ بن گیا اور فلسفیانہ مباحث کو اس میں جگہ مل گئی تو اس کے مباحث میں تنوع اور تعمق پیدا ہو گیا گویا یہ دوسرا دور صوفیہ کرام کی علمی تصانیف کا دور ہے یعنی ان حضرات نے تصوف کو بطور ایک نظریہ اور ایک فکری رجحان کے پیش کیا۔ مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دور اول کی تصنیفات کی تفصیل ابن ندیم متوفی ۳۸۳ ہجری نے اپنی تالیف "الفہرست" ۳۷۵ ہجری میں مرتب کر کے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ورنہ چھٹی صدی ہجری کے فتنہ ء مغول اور اس کے بعد فتنہ ء تاتار نے عمرانیات پر جو عظیم تباہی ڈھائی اور سینکڑوں کتب خانے نذر آتش کر دیئے آج ان کتابوں کے ناموں سے کون واقف ہو سکتا تھا؟

marfat.com

ان کے کئی صدیوں بعد علامہ حاجی خلیفہؒ بھی "کشف الظنون" کی صورت میں مصنفین کا ایک وسیع ذخیرہ مرتب کر کے اپنی یادگار چھوڑ گئے جو ایک معتبر و مستند ماخذ ہے۔ دور اول کے رسالے یا کتابچے محض علمی مسائل محاسن اخلاق اور اکتسابی موضوعات تک محدود ہیں۔ ان میں صوفیانہ مجاہدات' ریاضیت' مقامات' احوال' کرامات کے تذکرے بھی ہیں جن کا مقصد واحد یہ تھا کہ مریدین ان کے ذریعے اور ان کی رہنمائی میں اپنی سیر و سلوک کے مراحل طے کریں اور ان پند و حکم کی تائید میں نصوص قرآنی' احادیث نبویؐ و آثار صحابہ کرامؓ کو پیش کیا گیا جو سب عربی زبان میں ہیں۔

عرب و عجم میں تصوف کے موضوع پر تیسری صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک جو کتابیں تالیف ہوئیں وہ اب بھی موجود ہیں۔ علامہ شمس بریلویؒ نے جن کتابوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ان کا ذکر اور ان کے علاوہ دیگر چند معروف کتب تصوف کا ذکر بطور نمونہ ہم ذیل میں کئے دیتے ہیں۔ بفضل تعالٰی علم تصوف پر بے شمار کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں لیکن ہم ہر ایک کا اس مختصر فہرست میں ذکر نہ کرنے پر معذرت خواہ ہیں۔

مصنف	زمانہ	تصنیف / تصنیفات (بزبان عربی)
شیخ یحیٰی بن معاذ رازیؒ	اوائل قرن سوم	کتاب المریدین
شیخ عمر بن محمد عبدالحکیم المعروف ابو حفصؒ	ہجری ایضاً"	قیام الیل والتہجد
شیخ حارث بن اسد المعروف محاسی بغدادیؒ	متوفی ۲۷۳ھ	کتاب التفکر والاعتبار
شیخ ابو السریؒ منصور بن عمارؒ	"	مجالس
شیخ ابو جعفر بن حسین برجلانیؒ	اوائل قرن سوم	کتاب الصحبت' کتاب المتمین' کتاب جود الکرم' کتاب الہمہ' کتاب الصبر' کتاب الطاعۃ
شیخ عبیداللہ بن محمد المعروف ابن ابی الدنیا	متوفی ۲۸۰ھ	کتاب مکائد الشیطان' کتاب الاخلاق' کتاب التقوی' کتاب مکارم الاخلاق
شیخ المشائخ حضرت جنید بغدادیؒ	متوفی ۲۹۷ھ	کتاب امثال القرآن' کتاب الرسائل' کتاب الخوف' کتاب الورع' کتاب الرہبان
شیخ ابن الجنید بغدادیؒ		کتاب المحبت
شیخ ابو الحسن علی بن احمد مصریؒ	متوفی ۳۲۸ھ	کتاب الکبیر
شیخ سہلؒ بن عبداللہ تستریؒ	متوفی ۲۸۳ھ	دقائق المحبین مواعظ العارفین
شیخ ابو حمزہ صوفیؒ	متوفی ۲۸۹ھ	کتاب المتمین من السیاح والعباد المتصوفین
شیخ محمد بن یحیٰی المعروف ہشام القاریؒ	متوفی ۲۹۲ھ	کتاب التوکل
شیخ حسین بن منصور حلاجؒ	متوفی ۳۰۹ ہجری	طاسین الازل' علم البقاء والفنا' کتاب الیقین' کتاب التوحید

marfat.com

مصنف	نام کتاب	زبان	زمانہ	مختصر صراحت
شیخ حارث محاسیؒ	کتاب الرعایۃ الحقوق اللہ	عربی	متوفی ۲۷۳ھ ۸۸۶ء	تصوف کی قدیم ترین کتاب ہے۔ مشہور مستشرق مارگاتھ اسمتھ نے ۱۹۴۰ء میں اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کی ہے۔
"	کتاب التوہم	عربی	"	نایاب ہے
شیخ ابو نصر عبداللہ بن علی سراج طوسیؒ	کتاب اللمع	عربی	متوفی ۳۷۸ھ یا ۳۸۸ھ	قدیم صوفیاء کی سب سے زیادہ معتبر اور عظیم کتاب پروفیسر نکلسن کے مقدمہ کے ساتھ جو انگریزی زبان میں ۱۹۱۴ء میں لندن سے شائع ہوئی۔
شیخ ابوبکر بن محمد ابراہیم بخاریؒ	کتاب التعرف	عربی	متوفی ۳۸۰ھ ۹۹۰ء	بعض صوفیائے کبار کا ارشاد ہے کہ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو ہم تصوف کو نہیں جان سکتے تھے۔ مکتبہ المعارف لاہور نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔
شیخ الشیوخ ابو طالبؒ (محمد بن علی بن عطیہ حارثی المکی)	قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	عربی	متوفی ۳۸۶ھ ۹۹۶ء	۱۳۱۰ ہجری میں مصر میں شائع ہوئی۔ طریقت اور سلوک کے دقیق مسائل پر مبنی ہے اور شریعت کے اتباع کو صوفی کے مسلک کا جزو لاینفک قرار دیا ہے۔
شیخ عبدالرحمن محمد بن الحسین سلمی نیشاپوری	طبقات الصوفیہ	ہروی زبان (عربی)	متوفی ۴۱۳ھ ۱۰۲۲ء	تصوف کی جامع اور مشہور ترین کتاب ہے۔
محدث و شیخ المشائخ ابو نعیم بن عبداللہ اصفہانی	حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیا	عربی	متوفی ۴۳۰ھ ۱۰۲۹ء	۶۸۶ صوفیائے کرام کا مستند اور قدیم تذکرہ ہے۔ ۱۳۵۰ ہجری میں مصر میں شائع ہوئی۔
رسالہ قشیریہ المنقذ من الضلال	شیخ طریقت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری نیشاپوری	عربی	متوفی ۴۶۵ھ ۱۰۷۲ء	تصوف پر نہایت بلند پایہ تصنیف ہے۔ مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ اردو ترجمہ دستیاب ہے۔
حضرت شیخ ابوالحسن علی الہجویری المعروف داتا گنج بخش	کشف المحجوب	فارسی	متوفی ۴۶۵ھ ۴۶۵ء	تصوف پر فارسی زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے منفرد ہے۔ اردو تراجم عام دستیاب ہیں۔
	منہاج الدین، بحر القلوب، کتاب الفناء و البقاء، الرعایۃ، الحقوق اللہ، البیان لاہل العیان، اسرار الخرق والموتات،			نایاب ہیں
	کشف الاسرار			کم یاب ہے

marfat.com

شیخ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی	طبقات الصوفیہ	ہروی فارسی	متوفی ۴۸۱ہجری	مولانا جامی نے اس کو مبسوط اضافہ کے ساتھ فارسی مروجہ میں ترجمہ کیا۔
حجتہ الاسلام ابو حامد بن محمد غزالیؒ	احیاء العلوم کیمیائے سعادت	عربی فارسی	متوفی ۵۰۵ھ ۱۱۱۲ء	تصوف اور اخلاق پر ایک گرانمایہ تصنیف ہے۔ بقول مولانا شبلی یہ احیاء العلوم کی تلخیص ہے۔
شیخ احمد بن محمد غزالی سہروردیؒ	الذخیرہ فی العلم البصیرہ لباب الاحیاء العلوم سوانح العشاق تازیانہ سلوک مکتوبات شیخ احمد غزالی	عربی عربی فارسی فارسی	متوفی ۵۲۰ ہجری (بمقام طوس) ۱۱۲۶ء	مصر میں طبع ہو چکا ہے۔ احیاء العلوم کی تلخیص ہے۔ اس میں عشق کی تعبیر ایک اچھوتے انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ تصوف پر مختصر رسالہ ہے۔ طہران میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مکتوبات عین القضاہ ہمدانی سہروردی کے نام سے مشہور ہیں۔ دنیائے تصوف میں مکتوبات کا یہ پہلا مجموعہ شمار ہوتا ہے۔
امام ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزیؒ	صفوۃ الصفوہ	عربی	متوفی ۵۰۵ ہجری ۱۱۱۲ء	تنقیدی نقد و نظر ہے اور ایک دیانت دار بالغ النظر ناقد و مصنف کی حیثیت سے اس میں متعدد مشاہیر و صوفیائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعض تصانیف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔
شیخ عبداللہ بن محمد المعروف بہ عین القضاہ ہمدانیؒ	زبدۃ الحقائق	عربی	متوفی ۵۲۵ھ ۱۱۶۳ء	تاحال نایاب ہے۔
شیخ محمد بن المنصور ابی سعیدؒ	اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابوسعید	عربی	متوفی ۵۵۸ھ ۱۱۶۳ء	شیخ ابوسعیدؒ کے حالات پر مبنی ہے گویا سوانحی کتاب ہے۔
غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	فتوح الغیب غنیۃ الطالبین الفتح الربانی	عربی "	۵۶۱ہجری ۱۱۶۶عیسوی	آپ کے ۷۸ مقالات کا مجموعہ ہے۔ اردو ترجمہ عام دستیاب ہے۔ فقہ حنبلی کا ایک عظیم مجموعہ ہے۔ اردو ترجمہ عام دستیاب ہے۔ مواعظ حسنہ کا مجموعہ ہے۔ اردو ترجمہ عام دستیاب ہے۔
حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ	آداب المریدین	عربی	۵۶۳ہجری ۱۱۶۸عیسوی	چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں شریعت و طریقت کے احکام مریدین کے لئے مرتب کئے گئے ہیں۔
شیخ الطائفہ روزبہان بقلی سہروردیؒ	کتاب الانوار فی کشف الاسرار	عربی	۶۰۶ہجری ۱۲۰۹عیسوی	نایاب ہے

marfat.com

شیخ عزیز بن نسفیؒ	زبدۃ الحقائق مقصد الاقصیٰ	عربی	۶۱۸ ہجری ۱۲۲۱ عیسوی	نایاب ہے۔
شیخ فرید الدین عطار سہروردیؒ	تذکرۃ الاولیا	فارسی	شہادت ۶۲۰ھ ۱۲۲۳ عیسوی	مشہور زمانہ تذکرہ ہے۔ متعدد اردو تراجم شائع ہوئے ہیں۔ عام دستیاب ہے۔
شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی	عوارف المعارف	عربی	وصال ۶۳۲ ہجری	مشہور زمانہ کتاب ہے۔ اردو ترجمہ از علامہ شمس بریلوی لاجواب ہے۔
	رشف النصائح الایمانیہ	”		اس میں یونانی فلسفہ کا رد کیا گیا ہے۔
	کتاب الاوراد	”		اوراد اور دعاؤں کا مجموعہ ہے۔
	صفوۃ الصوفیہ	”		منازل سلوک پر مبنی ہے۔ ۷۴ باب ہیں
	اعلام الہدیٰ	”		اس میں علم کلام پر بحث کی گئی ہے۔
	جذب القلوب	”		۳۶ صفحات کا معرفت و تصوف پر رسالہ ہے۔
	الرحیم المختوم	”		چھوٹا سا رسالہ تصوف پر ہے۔
	اسرار العارفین و سیر الطالبین	”		مختصر سا رسالہ ہے جس کا ترجمہ کلمات طیبات کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ کم یاب ہے۔
	الرسالہ فی الفقر	”		اس میں فقر پر بحث کی گئی ہے۔
	مقامات العارفین	”		
	کتاب الوصایا			نایاب ہے۔ ترجمہ دستیاب ہے۔
	الرسالہ فی اعتقاد الحکماء	.		
شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ	فتوحات مکیہ	عربی	۶۳۸ ہجری	تصوف کی مشہور زمانہ کتابیں ہیں، مصر میں شائع ہو چکی ہیں فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے اردو تراجم دستیاب ہیں۔ آخر الذکر دو کتابیں نایاب ہیں۔
	فصوص الحکم	”		
	مواقع النجوم	”		
	نقش الفصوص	”		
شیخ سعد الدین حمویؒ	علوم الحقائق	عربی	۶۵۰ ہجری ۱۲۵۲ عیسوی	نایاب ہے
شیخ نجم الدین رازی، المعروف نجم الدین دایہ سہروردی	مرصاد العباد	فارسی	۶۶۴ ہجری ۱۲۶۶ عیسوی	مشہور زمانہ تصوف کی کتاب ہے اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔
مولانا جلال الدین رومیؒ	مثنوی	فارسی	۶۷۲ ہجری ۱۲۷۴ عیسوی	منظوم چھ دفتر میں ہے عام دستیاب ہے۔
	فیہ مافیہ	”		تقاریر معرفت پر مبنی کتاب ہے۔
	مکتوبات رومی	”		۱۴۵ مکتوبات کا مجموعہ ہے۔
	مجالس سبع رومی	”		تقریروں کا مجموعہ ہے۔
شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونویؒ	مفتاح الغیب	عربی	۶۷۳ ہجری ۱۲۷۴ عیسوی	مسئلہ وحدت الوجود کی بہترین شرحیں ہیں
	نصوص	”		
	فکوک	”		

marfat.com

شیخ فخر الدین عراقی سہروردیؒ	لمعات	فارسی	۶۸۸ ہجری ۱۲۸۹ عیسوی	تصوف پر گراں قدر کتاب ہے۔ عشق و محبت کے مراتب اور احوال بیان کئے گئے ہیں۔
شیخ عز الدین محمد بن علی کاشانی سہروردیؒ	مصباح الہدایت نظام الدرر	فارسی	وصال ۷۳۵ ہجری ۱۳۳۵ عیسوی	۱۰ ابواب پر مشتمل تصوف کے موضوع پر گراں مایہ کتاب ہے۔ تہران میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ ابن عارض کے قصیدہ تائیہ کی شرح ہے۔
ابو الغازی سلطان حسین بالقرہؒ والی ہرات	مجالس العشاق	فارسی		عشق مجازی اور عشق حقیقی کے عجیب واقعات ہیں۔ لکھنؤ سے طبع ہو چکی ہے۔
مولانا نور الدین جامیؒ	نقد النصوص نفحات الانس لوائح لوامع اشعۃ اللمعات	عربی فارسی فارسی عربی فارسی	وصال ۸۹۸ ہجری ۱۴۹۳ عیسوی	۶۴۴ نفوس قدسیہ کا تذکرہ ہے۔ اردو ترجمہ دستیاب ہے۔
قاضی حمید الدین ناگوری چشتی سہروردیؒ	طوالع الشموس	فارسی	زمانہ عہد قطبی	اسمائے الٰہی کی شرح تصوف کے رنگ میں کی گئی ہے۔ تا حال قلمی نسخے موجود ہیں۔
میر حسینی سہروردیؒ	نزہت الارواح زاد المسافرین کنز الرموز معدن المعانی	فارسی	سال ترتیب دور خلجیہ ۷۵۱ ہجری ۱۳۵۰ عیسوی	اردو تراجم کمیاب ہیں
حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سہروردیؒ وصال ۱۳۷۱ عیسوی	مکتوبات صدی دو صدی	فارسی	۷۵۹ ہجری	اردو تراجم دستیاب ہیں
مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ	جامع العلوم (ملفوظات)	فارسی	۷۷۷ھ ۱۳۷۵ء	اس کا ترجمہ الدر المنظوم کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ ملفوظات آپ کے مرید و خلیفہ نے جمع کئے۔
مجدد الف ثانی حضرت احمد سرہندی	مکتوبات	فارسی	گیارہویں صدی ہجری	اردو ترجمہ دستیاب ہے
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	قول جمیل	فارسی	گیارہویں صدی ہجری	اردو ترجمہ دستیاب ہے۔
علاء الدین رکن الدولہ فردوسیؒ	عروۃ الوثقیٰ	فارسی		نایاب ہے۔
حامد بن فضل اللہ جمالی سہروردیؒ	سیر العارفین	فارسی	وصال ۱۵۳۷ء	سات شیوخ سہروردیہ اور چھ مشائخ چشتیہ کا تذکرہ ہے۔ ترجمہ دستیاب ہے۔

marfat.com

شہزادہ دارشکوہ	سفینۃ الاولیاء	فارسی	۱۰۵۹ ہجری	اردو ترجمہ دستیاب ہے۔
امیر حسن سنجری دہلوی	فوائد الفواد	فارسی		محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات۔ اردو ترجمہ عام دستیاب ہے۔
مرزا عبدالستار بیگ سہرای	مسالک السالکین (تین جلدیں)	اردو	۱۹۰۵ عیسوی	کم یاب ہے۔
سید عبدالرحمن چشتی	مراۃ الاسرار	فارسی	۱۰۶۵ ہجری میں مکمل ہوئی ۱۶۵۵ عیسوی	مصنف نے یہ کتاب چالیس مشہور کتب تصوف سے استفادہ فرما کر تحریر فرمائی اور فہرست کتب مراۃ الاسرار میں دی ہے۔ اردو ترجمہ کپتان واجد بخش سیال نے لاہور سے شائع کیا ہے۔
علامہ بدر الدین سرہندی	حضرات القدس	فارسی	۱۰۵۳ ہجری میں مکمل ہوئی	اردو ترجمہ محمد اشرف نقش بندی مجددی نے ۱۴۰۱ ہجری میں شائع کرایا۔
شیخ عبدالنبی شامی نقش بندی	مجموعۃ الاسرار	فارسی	سترھویں صدی عیسوی	اردو ترجمہ پروفیسر مشتاق احمد بھٹی سے کرا کر شیخ محمد سلیم شامی نقش بندی نے ۱۹۸۶ میں شائع کیا۔
مفتی غلام سرور لاہوری	خزینۃ الاصفیا	فارسی	۱۲۸۱ ہجری	اردو ترجمہ شائع ہوچکا ہے اور عام دستیاب ہے۔
	حدیقۃ اولیاء	فارسی	۱۲۹۲ ہجری	ایضاً
ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی	الفقر فخری	اردو	۱۹۵۶ء	دستیاب ہے۔
	صحیفہ غوثیہ	اردو	۱۹۴۵ء	"
	انوار سہروردیہ	اردو	۱۹۵۷ء	دستیاب ہے۔
	تعارف سہروردیہ	اردو	۱۹۵۶ء	دستیاب ہے۔
شیخ احسان الحق خاور سہروردی	تذکرہ و ملفوظات ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی	اردو	۱۹۸۴ء	دستیاب ہے۔

اصطلاحات صوفیہ

تصوف کا سارا ذخیرۂ ادب چونکہ رمز و ایما کے اسالیب، علامتوں، استعاروں اور اپنی مخصوص گہری اصطلاحات میں اپنا منفرد مقام رکھتا ہے لہٰذا ہم نے اصطلاحات صوفیہ کی اس کے محل استعمال میں ہی بعض جگہوں میں توضیح کردی ہے اور کچھ کی وضاحت ہم یہاں کئے دیتے ہیں تاکہ عام قارئین کرام ان کی روشنی میں مزید مستفید ہوسکیں۔ یہ تشریحات اہل صفاء کی بیان کردہ ہیں جو مختلف تصوف کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ہم انہیں اختصاراً" پیش کررہے ہیں۔ تفصیلی تشریح کے خواہش مند حضرات کتب تصوف سے استفادہ فرما سکتے ہیں۔

marfat.com

ادب : یہ ہے کہ عبد کو ان چیزوں کی جو حق تعالیٰ کے لئے مختص ہیں اور نیز ان کی جو عبد کیلئے مختص ہیں کماحقہ تمیز رکھنی چاہئے۔

احسان : طرز عبودیت سے احکام کی بجا آوری اور نظر بصیرت سے ربوبیت کا مشاہدہ۔

اخلاص : اپنے دل کو ما سوائے اللہ سے خالی کرنا اور اس کے ہر فعل کا خالصاً" للہ ہونا۔ اخلاص و صدق قریب قریب ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ صدق اصل ہے اور وہ فرع جو اخلاص سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور اخلاص اس کا تابع۔

ارادہ : (۱) غذائے روح طلب کرنا ہے۔ (۲) خواہشات نفس کو مٹانا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہونا ہے۔ (۳) بعض کے نزدیک وہ آتش محبت کا ایک شعلہ ہے جو دل میں حقیقت کی طلب پیدا کرتا ہے۔

استقامت : جملہ احکام شریعت و طریقت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جانا اور ہمیشگی کے ساتھ عمل کرنا خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ استقامت کے تین درجے ہیں۔ اول تقویم : اس سے مراد تادیب نفس ہے۔ دوم اقامت : اس سے مراد تہذیب قلب ہے۔ سوم : استقامتہ۔ اس سے مراد تقریب اسرار ہے۔

الہام : سالک کی صفائی قلب کے بعد جو واردات قلب ہوں اور ان پر سالک کا بغیر استدلال یقین کامل ہو۔ الان : نقد وقت۔ وقت حاضر۔

انا : اشارہ ہے مرتبہ وحدت اور حقیقت محمدیہ کی طرف۔ اسی کو علم مجمل و تعین اول بھی کہتے ہیں۔

انس : جمال حضرت الٰہیہ کے مشاہدہ سے جو اثر دل میں پیدا ہو اس کو انس کہتے ہیں۔

انابت : توبہ کرنا' رجوع الی اللہ ہونا اور تعینات سے خلاصی پانا۔

اعیان : عملی صورتوں کا نام ہے اور ایجاد اعیان ثابتہ میں وجود حقیقی کے ظہور کو ایجاد کہتے ہیں۔

اتحاد و اتصال : سارے عالم اور تمام موجودات کو وجود مطلق اور ذات بحت سے اس طرح متحد سمجھنا کہ یہ سب وجود مطلق سے ہی موجود ہیں اور ان کا وجود کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ اسے اتحاد کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت حق سبحانہ کی ہستی میں سالک کے مستغرق ہونے کو اتحاد کہتے ہیں۔

اتصال : عارف کامل کا اپنی ذات کو وجود مطلق سے متصل ملاحظہ کرنا ہے اس طرح کہ اپنی ذات اور وجود مطلق کی اضافت غیریت بالکل اٹھ جائے۔ اس حالت میں عارف کامل وجود مطلق اور ذات حق سبحانہ کی بقاء سے باقی رہتا ہے۔

احوال : اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر جو فیوضات نازل ہوتے ہیں جن کے ذریعے سے اس کا باطن صاف ہوتا ہے اور یہ بندہ اپنے مولا کی طرف قریب ہوتا ہے۔ ان فیوضات کے نازل ہونے کے اثرات کو احوال کہتے ہیں اور ان فیوضات کا نزول کبھی بھی ہوتا ہے اور وہبی بھی۔

ایقان : عارف کا وہ انتہائی مقام ہے کہ عارف کو اس امر کا عین الیقین حاصل ہو جائے کہ ہر ذرہ میں ذات ہے اور اسی میں محویت ہو جائے۔

القاء : عارف سالک کے دل پر جو خدا کی طرف سے علم وارد ہوتا ہے اسے القاء کہتے ہیں۔

marfat.com

بسط اور قبض : سالک کی کشادگی دل و سرور کو بسط کہتے ہیں۔ سالک پر سیر الی اللہ کی حالت میں بعض ایسے واردات وارد ہوتے ہیں جن سے عشق اور محبت کا غلبہ اور دل میں سرور و شوق پیدا ہوتا ہے۔ عبادت میں لذت آتی ہے جس سے سالک کی ترقی باطن ہوتی ہے۔ یہی بسط ہے اور قبض اس کے برعکس ہے۔ صوفیائے کرام کے مطابق یہ دونوں حالتیں یعنی قبض اور بسط سالک پر وارد ہونے لازی ہیں۔ بہجت : اس واردات کو کہتے ہیں کہ جس سے سالک کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

بطون : بطن کی جمع ہے۔ ہر چیز کا بطن ذات بحت ہے یعنی تمام کائنات کے مقابلہ میں ذات بحت کو بطن کہتے ہیں۔

بیہوشی اور بیداری : حالت سکر یعنی مستی و بے خودی جس میں سالک صفات ذات میں محو ہو جاتا ہے اور بیداری کی حالت کو صحو کہتے ہیں۔

تجلی : اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وہ ذات بحت کسی لباس تعین میں ظہور فرمائے۔ سب سے پہلا درجہ ذات خالص ذات بحت کا ہے اس مرتبہ میں ذات ہی ذات ہے اس کا کسی طرح سے بیان ممکن نہیں۔ تجلی کے دوسرے معنی ہیں کہ انوار غیبی دل پر روشن ہوں۔

تجرید و تفرید : علائق دنیا سے اپنے آپ کو پاک کرنا تجرید ہے اور اپنی انانیت اور خودی (کہ گناہ کبیرہ ہے) کو مٹانا تفرید ہے۔

تلوین و تمکین : مطلوب حقیقی کی طلب میں سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں متبدل ہوتے رہنا اور ایک صفت سے دوسری صفت میں منتقل ہوتے رہنا تلوین ہے اور جب سلوک پورا کرکے سالک مطلوب حقیقی سے واصل ہوگیا وہ تمکین اور ثبات ہے۔

تعین : ذات کے مرتبہء ظہور کو تعین کہتے ہیں۔

تخلیہ : اپنی خودی کو مٹانا۔ تزکیہ : نفس کو صفات ذمیمہ سے پاک کرنا۔

تجلیہ : روح کو ان کدورات سے پاک کرنا جو اس میں بوجہ اس جسم عنصری کے پیدا ہو جاتی ہیں اور تصفیہ : دل کا ما سوا اللہ سے پاک کرنا اور دل میں غیر اللہ کو جگہ نہ دینا ہے۔

توجہ : اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اپنی قلبی طاقت دوسروں کے دلوں پر ڈالنی اور ان کو اپنے اختیار میں لانا اور دوسرے یہ کہ اپنے وجود کو نابود کرنا یعنی اپنی خودی مٹانا اور فقط ذات حق تعالیٰ کو موجود اور ہست جاننا۔

توجہ کی چار قسمیں ہیں۔ اول القائی: یعنی زیر سایہء شیخ مرید کا حاضر ہو کر توجہ پیر کے ساتھ ہر وسوسہ سے محفوظ رہنا اور اس کا متواتر اثر انداز ہونا۔ دوئم اتحادی: یعنی شیخ اور ارادت مند کی مجلس متحد ہو۔ ایک مقام معین پر شیخ توجہ دینے کیلئے اور مرید توجہ لینے کیلئے آمادہ ہو۔ سوئم اتصالی: یعنی شیخ اور ارادتمند میں گو ظاہری طور پر ہزاروں کوس کی مسافت ہو مگر مرید کے مجاہدے اور شیخ کی مہربانی سے فیضان باطنی ارادت مند کو ہر لحظہ مستقل طور پر پہنچتا رہتا ہے۔ چہارم انعکاسی: یعنی فیضان معرفت ارادتمند پر اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہو اور دھوپ زمین کے پانی پر پڑے اور اس کا عکس مکان کے اندر پایا جائے۔

marfat.com

تلقین : کامل کا طالب کی خودی کو مٹا دینا اور اس کو اپنی ہستی سے نکال کر ہستیء حق میں ڈال دینا۔
جبروت : اسماء الٰہی اور صفات الٰہی کے عظمت و جلال کو جبروت کہتے ہیں اور کبھی مرتبہء وحدت و مرتبہء شیون کو بھی جبروت کہتے ہیں۔
جلال و جمال : تجلی قہاری جلال ہے اور تجلی لطف و رحمت جمال ہے۔
جمع اور جمع الجمع : شہود حق بلا خلق جمع ہے اور ہر ذرہ میں ذات کا مشاہدہ' ذات کو ذات دیکھنا اور مخلوق کو مخلوق و حق کو عین مخلوق اور مخلوق کو عین حق دیکھنا۔
حیرت : سالک کا مرتبہ احدیت میں محو ہونا اور تجلی اسم "ھو" کا مشاہدہ کرنا اس کے لئے مقام حیرت ہے۔
حال اور مقام : کی کئی قسمیں ہیں۔ وہبی' کسبی' نسبتی' مجازی۔ سالک کے دل پر جو کیفیات بلا کوشش اللہ کریم کی طرف سے وہبی طور پر وارد ہوں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ بوجہ صفات نفسی کے زائل ہو جائے اور کوئی کیفیت باقی نہ رہے دوسری یہ کہ کیفیت ہمیشہ کیلئے قائم رہے۔ اول کو حال اور دوسری کو مقام کہتے ہیں۔
خیال : تعین اول یعنی حقیقت محمدیہ کا نام ہے اس لئے کہ ذات نے اپنے ظہور کا اسی مرتبہ میں خیال اور تصور فرمایا ہے۔
خرقہ : پیر کے اس لباس کو کہتے ہیں جو مرید کرنے کے وقت یا خلافت و اجازت دینے کے وقت عطا کرے اسے خرقۃ التصوف بھی کہتے ہیں۔
دل : وہ لطیفہ روحانی اور لطیفہ ربانی ہے وہی حقیقت انسانی ہے. جس نے دل کو پہچانا اس نے خدا کو پا لیا جو دل تک پہنچ گیا خدا رسیدہ ہو گیا۔
ذکر : وہ شے ہے جس کے توسل سے مطلوب کی یاد ہو لہٰذا انسان کے جملہ افعال و اقوال و حالات بشرط یاد حق کے ذکر ہیں اور بصورت غفلت کے ضلالت و گمراہی ہیں۔
رجا : سالک کا مقام احدیت کو ہمیشہ طلب کرتا رہا ہے۔
زہد : خواہشات نفسانی کو مارنا' دل کو ماسوائے اللہ سے خالی کرنا' عبادت اور تقویٰ اختیار کرنا۔
شہود : رویت حق بحق' یعنی جملہ کائنات اور جمیع موجودات کو عین حق بمرتبہ حق الیقین سمجھنا اور جمیع اعتبارات غیریت کو اٹھا دینا اور ہر ذرہ میں ذات واحد کو اور ذات میں جملہ موجودات کو بہ صفت عینیہ دیکھنا۔
شیون : صور علمیہ اور حقائق عالم کو کہتے ہیں۔ صور' صورت کی اور شیون' شان کی جمع ہے۔
شوق : دل کا طلب حق میں بڑھنا اور وصل یار حاصل ہونے پر بھی طلب میں کمی نہ آنا بلکہ زیادہ ہوتا ہے۔
شکر : سالک کا اپنی ہستی کو معدوم اور حق تعالیٰ کو موجود سمجھنا۔
صحو : سالک کا انتہاء توحید حقیقی میں پہنچ کر فرق مراتب سے غافل نہ ہونا۔
صوت سرمدی : یعنی ذات کی آواز۔ یہ قدیم بے کیف و بے جہت ہوتی ہے۔ ایک سر حق ہے جس کی حقیقت سے وہی آگاہ ہو سکتا ہے جو مراتب صفات کو طے کرلے۔ ذات بے چون و بے چگون میں فنا ہو گیا

marfat.com

ہو۔اس صورت سرمدی کی حقیقت کا انکشاف سلطان الاذکار کے شغل سے ہوتا ہے۔

ظل : وجود اضافی کو کہتے ہیں اور ذات کے ہر ظہور اور ہر تعین کو ظل کہتے ہیں۔ آیت شریف الم تر الی ربک کیف مدا لظل میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

علم لدنی : وہ علم ہے جو انبیاء علیہم السلام کو بلاواسطہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے جس کے ذریعے وہ جملہ کائنات کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں اور ذات و صفات کے اسرار ان پر منکشف ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کو بوسیلہ انبیاء کے حاصل ہوتا ہے۔ جملہ اولیاء اللہ نور نبوت سے تربیت پاکر علم لدنی حاصل کرتے ہیں جس سے رموز معرفت اور اسرار حقیقت ان پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

فقر : سالک کا تمام مراتب نزول و عروج کو طے کر کے ذات حق سبحانہ تعالیٰ میں فانی ہو جانا اور دونوں عالم سے بے نیاز ہو جانا فقر ہے۔

فکر : اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی نعمتوں اور مصنوعات میں غور کرنا فکر ہے۔

فتوح : اللہ تعالیٰ کی جناب سے بندہ کو ظاہری و باطنی نعمتوں کا عطا ہونا جیسے رزق' مکاشفہ و علم معرفت وغیرہ۔ فیض : جذبہء باطنی کا نام ہے۔

قلندر : وہ فقیر ہے جو بحر تجرید و تفرید میں اکمل ہو۔ دونوں عالم سے بے نیاز بن کر اور جملہ کائنات سے منقطع ہو کر محو ذات حق سبحانہ 'تعالیٰ ہو جائے اور دریائے ناپید اکنار عشق میں مستغرق رہے۔

قلب : ایک جوہر نورانی ہے' مجرد ہے' مادہ سے' برزخ ہے درمیان روح اور نفس حیوانی کے۔ حقیقتہ انسانیہ اسی سے متحقق ہے۔

کون' کنہ 'کرسی : ہر موجود کو کون کہتے ہیں۔ ہر شے کی ماہیت اور حقیقت کو کنہ کہتے ہیں اور کرسی مقام احکامات امر و نواہی کا نام ہے۔

کشف کونی : سالک کو احوال عالم سے روزانہ اطلاع اور عالم ملکوت کی فتح و کشائش نصیب ہو جاتی ہے جس میں اس پر کشف و کرامات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

کشف ذاتی : عارف کو ذات حق و حقیقت اشیاء عالم کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

لاہوت : ذات احدیت کو لاہوت' مرتبہء صفات کو جبروت اور مرتبہء اسماء کو ملکوت کہتے ہیں۔

لطیفہ : ایک وجدانی کیفیت اور قلبی لذت ہے جس کو روح ادراک کرتی ہے۔ لفظوں میں اس کا بیان نہیں ہو سکتا مثلاً" کسی شے کا مزہ۔

مکاشفہ : کشف صغریٰ کو کہتے ہیں۔ مشاہدہ تجلیات حق کو بلا حجاب دیکھنا ہے۔ معائنہ فنا الفنا ہے۔

معائنہ : ذات بے چون و بے چگون کو بے کیف و بے جہت دیکھنا یعنی ذات کا عین ہو جانا' ذات میں مل جانا' محو ہو جانا ہے۔

معرفت : اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) معرفت عقلی یعنی دلائل عقلیہ سے حق تعالیٰ کو پہچانے جیسے فلاسفروں نے پہچانا۔ (۲) معرفت علمی کہ دلائل عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے حق تعالیٰ کو پہچانے اس سے راہ حق تو معلوم ہو جاتی ہے لیکن واصل بحق اس سے بھی نہیں ہوتا۔ (۳) معرفت کشفی۔ معرفت حقیقی یعنی راہ سلوک طے کر کے اور آثار و صفات و ذات حق میں فنائیت حاصل کر کے حق کو پہچانے یہ صوفیاء کرام کا

marfat.com

حصہ ہے۔

مجذوب : وہ ہے کہ جس پر جذبہ الٰہی ایسا طاری ہو کہ ایک آن میں اسے واصل بحق کر دے اور تمام مقامات عروج بلا کسب و مجاہدہ اس کے طے ہو جائیں اور وہ مستغرق و محو ذات ہو جائے اور اس عالم سے بالکل بے خبر ہو جائے۔ محققین صوفیاء ان کو کامل نہیں مانتے کیونکہ کمال یہ ہے کہ بعد فنائیت کے خلق کیطرف نزول کرے اور مقام عبدیت میں آئے جو سب سے ارفع مقام ہے تاکہ خلق کو نفع پہنچائے۔

مجاز : حقیقت ذات حق تعالیٰ ہے اور جملہ مراتب ظہور' موجودات (ماسوائے اللہ) مجاز کہلاتے ہیں۔

مطلع : تلاوت قرآن شریف کے وقت سالک پر تجلی حق کا وارد ہونا۔

مظہر : شیونات ذاتیہ و تعینات و جملہ موجودات مظہر ذات حق سبحانہ ہیں۔

نفس حیوانی : یہ جوہر لطیف مادی ہے اور برزخ ہے درمیان قلب یعنی نفس ناطقہ اور جسد کے۔

نفس ناطقہ : یہ جوہر نورانی ہے اور مجردہ بے مادہ ہے۔ برزخ ہے درمیان روح اور نفس حیوانی کے۔ یہی حقیقت انسانیہ ہے اسی کو قلب کہتے ہیں۔

وارد : وہ ہے جو سالک کے دل پر بغیر اسکے کسب کے محض وہبی طور پر معانی عالم غیب سے نازل ہوں۔

وجدان : قلبی لذت' یعنی سالک کا ذات حق تعالیٰ کو ہر ذرہ میں مشاہدہ کرنا اور اس میں محو ہونا اور اس سے لذت و ذوق لینا ہے۔

واسطہ : تصور شیخ ہے۔ اسی سے محبت شیخ پیدا ہوتی ہے اور وہ واصل برسول و حق کر دیتی ہے۔

ہمت : دل سے خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ بغرض حصول کمال و وصال حق اور مرید کا ارادت میں مضبوط ہونا بھی ہمت ہے۔

ہوائی : خواہش نفسانی و لذات جسمانی کی طرف میلان رکھنا ہوا و ہوس ہے۔

یاد : ماسوائے اللہ کو فراموش کرنا اور مشغول بحق ہونا۔

توحید' موحد اور مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود

حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ نے سلسلہ سہروردیہ کی بنیاد اعتدال اور صراط وسطی پر رکھی اور دین و دنیا دونوں میں اعتدال قائم فرمایا۔ "ہمہ اوست" (وحدت الوجود) کی بجائے "ہمہ از اوست" یعنی "وحدت الشہود" کی تعلیم دی۔ سماع کو داخل طریقت نہیں کیا اور نہ ہی سماع سے منع فرمایا۔ لہٰذا ان نظریات کی صراحت ہم اجمالاً یہاں پر کئے دیتے ہیں تاکہ مسئلہ کی نوعیت سمجھنے میں آسانی ہو۔ صاحب "الفقر فخری" اور "جمال الٰہی" ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "اس مسئلہ میں صوفیوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک "وحدت الشہود" کا قائل ہے اور دوسرا "وحدت الوجود" کا معتقد۔ وحدت الشہود والوں کے نزدیک یہ مسئلہ اس طرح ہے جیسے آدمی کا سایہ۔ اگرچہ وہ بظاہر ایک دیگر اور جدا شے نظر آتا ہے مگر درحقیقت اس کا وجود نہیں جو کچھ ہے آدمی ہی ہے بس یہی حقیقت اس مسئلہ کی ہے کہ اصل میں ذات باری ہی موجود ہے۔ باقی ممکنات اسی کی صفات کا ظہور ہیں گو صفات ذات سے جدا اور غیر نہیں لیکن عین ذات بھی نہیں۔ روشنی اور دھوپ آفتاب کی صفت تو حقیقتاً ہو سکتی ہیں مگر آفتاب نہیں ہو سکتیں وغیرہ وغیرہ۔

marfat.com

فلسفہء شریعت اسلام مسئلہ "وحدت وجود" کے بالکل خلاف ہے قرآن کریم میں اس کے متعلق جو اشارات پائے جاتے ہیں ان کی بناء پر اہل شریعت و فقہ اور اہل طریقت و تصوف میں عجیب پر لطف اختلافات نظر آتے ہیں۔ سالکان طریقت کا ایک بڑا گروہ بالاتفاق مسئلہ وحدت الوجود پر راسخ العقیدہ ہے مگر شارحان اسلام اس گروہ کی ہمنوائی سے پرہیز کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی بڑی مزیدار حقیقت بیان فرمائی ہے کہ ہمہ اوستیوں (وحدت الوجود) کی عبادات کا حاصل نفی ءوحدت اور اثبات کثرت ہے جو مذہب محققان صوفیاء کے منافی ہے کیونکہ وحدت الوجود کا ماحصل یہ ہے کہ وجود مطلق یعنی حق تعالیٰ جل شانہ وجود ممکنات یعنی مخلوقات میں منحصر ہے اور مطلق کا مراتب تخیلات میں کوئی وجود نہیں اور اس کا بطلان اظہر من الشمس ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے وجود اور تمام کمالات میں ممکن یعنی مخلوق کا محتاج ہو بلکہ اس کے ضمن میں نفی واجب التعالیٰ بھی نکلتی ہے اور یہ کفر صریح ہے۔ پس تحقیق وجود واجب التعالیٰ کو مخلوقات کے وجود سے جدا سمجھنا اور شمار کرنا چاہئے۔ امام السند شاہ ولی اللہؒ نے بھی اسی طرح تحریر فرمایا کہ ابن عربی نے علم کے ذریعے حقیقت کی گتھی کو سلجھانا چاہا تھا چونکہ علم کثرت کو ہمیشہ وحدت کے ذیل میں جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ضمن میں مرشدنا حضرت قبلہؒ اپنی تصنیف "جمال الٰہی" میں فرماتے ہیں:۔

عقلی اور نقلی دلائل سے رب العزت جل علیٰ شانہ کو ایک جاننا یا شہود اشیاء موجودات سے ذات واجب الوجود کی یکتائی کا اقرار کرنا توحید علمی ہے اور توحید ذات یہ ہے کہ کثرت میں وحدت نظر آئے۔ اہل اللہ اپنے وجود کے ادراک کی ایسی نفی کرنے کو توحید حقیقی کہتے ہیں کہ ہستیء حق کے سامنے تعینات کی ہستی مفقود اور نابود ہو جائے اور رضا کے بعد حضرت احدیت کا وہ قرب و اتصال نصیب ہو جس کو حیات ابدی اور بقائے سرمدی کہتے ہیں۔ فی زمانہ وہ لوگ موحد کہلاتے ہیں جن کو حقائق توحید سے قطعاً" کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ لوگ مسئلہ توحید باری تعالیٰ سے بالکل نا آشنا ہیں۔ حقائق توحید کا انکشاف موحد کی نیاز مندی سے ہوتا ہے۔ سچا موحد وہ ہے جس کا آخر اول کی طرف عود کر آئے اور ایسا ہو جیسا ہونے سے پہلے تھا۔ توحید کا علم پالینے والا موجودات کی یاد دل سے محو کر دیتا ہے اور خود خدائے واحد کے ساتھ منفرد رہ جاتا ہے۔ اس کیفیت سے جن کو بندے کے خدا ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھنے لگتا ہے کہ بندہ ہی خدا ہے وہ ایک ایسے مخمصے میں گرفتار ہے جس سے جہالت کی وادی قریب ہے۔ اسلام نے مسئلہ توحید کو بڑا بلند مقام دیا ہے مگر افسوس نادانوں نے اس کو بازیچہء اطفال سمجھ کر یوں عمل کیا کہ الفاظ ہی کے ذخیرہ میں الجھنا اور عقل کی بھول بھلیوں میں گرفتار ہونا موحد کی شان امتیازی قرار دے دی۔

بات اصل میں یہ ہے کہ وحدت الوجود کی غلط تعبیر سے اکبر کے عہد میں بے اعتدالیاں پیدا ہوئیں اور شریعت اور شعائر شریعت کا استہزا درباری دین میں داخل ہو گیا۔ حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ اس کی اصلاح کے لئے اٹھے۔ ان کے والد ابن عربی کے طریقے پر تھے۔ شروع میں خود حضرت امام ربانیؒ بھی وحدت الوجود کے قائل تھے لیکن بعد میں آپ نے ابن عربی کے اس تصور وحدت الوجود کے خلاف آواز اٹھائی اور یہ بتایا کہ کائنات میں جو وحدت نظر آتی ہے اس کو وجود اصلی سمجھنا غلطی ہے

marfat.com

وجود حقیقی تو اس سے بہت پرے اور یہ کائنات اس کی تخلیق ہے۔ جب یہ کائنات موجود نہ تھی تو اس کا وجود تھا اس لئے کائنات اور وجود ایک نہیں ہو سکتے۔ ایک خالق ہے ایک مخلوق۔ ایک معبود ہے اور دوسرا بندہ چنانچہ فرماتے ہیں۔ **اِنَّ اللہ سبحانہٗ وَ تعالیٰ وَرَاءِ الْوَرَا ثُمَّ وَرَاءِ الْوَرَا ثُمَّ وَرَاءِ الْوَرَاء۔** یہ ہے عقیدہ "وحدت الشہود" جو حضرت امام ربانیؒ نے ابن عربی کے عقیدہ کے "وحدت الوجود" کے رد میں پیش کیا۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں جو فرق ہے اس کو سمجھنے کیلئے "فلسفہء فقراء" (Philsophy of Taqirs) کے مصنف سر احمد حسین نواب امین جنگ بہادر کے اس بیان سے بڑی مدد ملتی ہے۔ موصوف نے دونوں رجحانات کو ایک نقشہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

	وحدت الوجود (ہوالکل)		وحدت الشہود (ہوالباری)
نظریہ	:۔ ہمہ اوست یا اندر ہمہ اوست	=	ہمہ از اوست
ارتقا	:۔ خود بخود ہوتا ہے۔	=	پیدا کیا جاتا ہے۔
رجحان تصوف	:۔ سکون کی طرف مائل۔ میں اور وہ جدا نہیں (وہ دریا میں قطرہ ہوں)	=	جوش کی طرف مائل۔ اس کے ساتھ میں اور میرے ساتھ وہ ہے۔
	وصل	=	عشق
حقیقت	:۔ حق، حق، حق	=	حسن ازل، محبوب کل
اعتقاد	:۔ میں کون؟ اناالحق (عارف)	=	میں کون؟ اناعبدہٗ (عاشق)

شاہ ولی اللہؒ دہلوی ابن عربی اور امام ربانیؒ دونوں سے مستفید ہوئے۔ آپ کے نزدیک امام ربانیؒ جس کو وحدت الشہود کہتے ہیں یہ تصور توحید خود ابن عربی کے ہاں موجود ہے۔ بیشک ابن عربی کے تصور سے جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں امام ربانیؒ نے ان کی اصلاح فرما دی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ابن عربی کا تصور وحدت الوجود غلط تھا۔ شاہ صاحب کے خیال میں خود ابن عربی بھی کائنات کو خالق کائنات کے مترادف نہیں سمجھتے لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ آخر یہ کائنات جس وجود سے نکلی ہے وہ وجود اللہ کے ماسوا کوئی دوسرا وجود تو ہو نہیں سکتا۔ اس کائنات اور خالق کائنات میں کیا تعلق ہے، شاہ صاحب نے اس کو تجلی کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تجلی کی حقیقت سمجھ لینے سے "وحدت الوجود" اور "وحدت الشہود" میں تعارض نہیں رہتا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اہل فکر کے نزدیک خدا جسمانیت سے اتنا مجرد ہیں کہ انسانی حواس اس کا کسی طرح ادراک نہیں کر سکتے۔ اب دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو دیکھئے۔ نبوت کا تو مطلب ہی یہی ہے کہ اس کے حامل نے خدا کی بات سنی۔ شاہ صاحب کے تصوف کا یہی کمال ہے کہ وہ تجلی کے ذریعے سمجھا دیتے ہیں کہ بندہ کس طرح خدا کی بات سن سکتا ہے اور اسے دیکھ سکتا ہے۔ خدا کا تجلی جس مظہر پر عکس ریز ہوتا ہے وہ مظہر خود اس تجلی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور مظہر خود صاحب تجلی کا قائم مقام ہو جاتا ہے چنانچہ اس وقت یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھا یا اس کی بات سنی۔

marfat.com

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

سب سے پہلے تصوف کی بطور ایک علم کے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے طرح ڈالی اور بعد میں دوسرے ارباب تصوف نے بھی اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں۔ ان والاتبار ہستیوں میں محی الدین ابن عربیؒ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ مسلمانوں میں وہ عقیدہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے سرگرم مبلغ ہوئے ہیں اور انہوں نے ہی اس عقیدہ کو عملی طور پر تصوف کی اساس بنایا۔ وہ اس کائنات سے بھی بلند تر ایک تجلی اعظم مانتے ہیں اور اس تجلی کو وہ ذات کا عین قرار دیتے ہیں لیکن بعض دفعہ انکے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کائنات کو ہی عین سمجھ رہے ہیں۔

اسلامی تصوف پر سب سے زیادہ اثر ہندو ویدانتی فکر کا ہوا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس طرح مسلمانوں میں ابن عربیؒ کا وحدت الوجود کا تصور توحید تھا اور اس کے خلاف امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے وحدت الشہود کا خیال پیش کیا ۔جینیہ ہندوؤں میں بھی توحید کے دونوں تصورات موجود تھے۔ یہاں ہمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اسلامی تصوف ویدانت کے فکر سے متاثر ہوا اور ہندوستان کے مسلمان صوفیاء نے نفس باطنی کی اصلاح اور تصفیہ کے لئے ہندو یوگیوں سے ملتے جلتے طریقے اختیار کئے۔ بہرحال تھے یہ دونوں معناً" الگ الگ ایک کی بنیاد قرآن' حدیث' شریعت' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور مسلمان صوفیاء کی روایات تھیں اور دوسرے کا ذہنی پس منظر بالکل اور تھا۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ ہندوستان میں اسلام ایرانیوں اور ترکوں کے ذریعہ پہنچا۔ خالص عربی اثر سندھ کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا۔ عباسیوں کا زمانہ آیا تو ہندوستانی افکار یہاں سے بغداد پہنچے اور مسلمانوں نے انہیں اپنے نظام تصوف میں جگہ دی۔ ان کے ہاں مثنویء مولوی رومؒ "ہست قرآں در زبان پہلوی" کا درجہ رکھتی تھی۔ مثنوی کی وجہ سے مسلمانوں کے اہل علم اور حکمران طبقوں میں وحدت الوجود کا خیال عام تھا چونکہ موجودات کو عین ذات سمجھنے میں ویدانت اور وحدت الوجود میں ایک گونہ مشابہت تھی اس لئے ہندوؤں نے اس فکر کو قبول کیا اور ان کے پڑھے لکھے طبقوں میں مثنوی کا چرچا رہنے لگا کیونکہ ہندوؤں کیلئے وحدت الوجود کا تصور ایک طرح سے ان کا اپنا تھا چنانچہ ہندوستانی صوفیاء کا چشتی سلسلہ ابن عربیؒ کے وحدت الوجود سے بہت زیادہ متاثر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ کو ہندوستان میں تبلیغ میں بھی خاص طور پر کامیابی ہوئی۔ اس کے سلوک کے طریقے ہندو طبائع سے زیادہ قریب ہیں۔

احدیت' وحدت' وحدیت

راقم الحروف کے مرشدنا و مولانا صاحب "الفقر و فخری" مندرجہ مراتب کی وضاحت یوں فرماتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ذات حق کے تین مراتب ہیں۔ (۱) احدیت (۲) وحدت (۳) وحدیت۔

احدیت : یہ ذات رب العزت کے بے مثل و بے چون ہونے کا وہ مرتبہ ہے جس کی نسبت کنت کنزا مخفیا کا ارشاد موجود ہے یعنی اللہ وحدہ شریک کی ذات موجودات کے ظہور سے پہلے ایک گنج مخفی اور چھپا ہوا خزانہ تھی جس کو مطلق' بے چون اور بے نام بھی بیان کیا جاتا ہے اور اصطلاح صوفیہ

marfat.com

میں احدیت، ہویت، ذات بحت، احدیت ذاتیہ، احدیت مطلقہ، چشمہ کافور، لاتعین ذات، بے اسماء و صفات وغیرہ بھی اسی مرتبہ کے نام ہیں۔ گویا یہ وہ بلند مرتبہ ذات ہے جہاں تک کسی کے علم و ادراک اور خیال و فکر کی رسائی نہیں اور **ولا یحیطون بہ علما** اسی مقام کے لئے اشارہ ہے یعنی از روئے علم کے اس کو احاطہ نہیں کرسکتے اور اسی مقام بلند کا تذکرہ حدیث شریف میں یوں فرمایا گیا ہے۔ **وکان اللہ ولم یکن معہ شئی** (اور اللہ ہی تھا اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔)

وحدت: یہ وہ مقام ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں ہے۔ **سَئَال داؤد علیہ السلام لِما خَلَقتَ الخلق قالَ کُنتُ کنزاً مَخفیاً فاَحبَبتُ اَن اُعرَف فَخلقتُ الخلق۔** (یعنی داؤد علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت جل و علا شانہ میں سوال کیا کہ اے پروردگار! تو نے خلقت کو کیوں پیدا فرمایا۔ حکم ہوا کہ میں پردۂ تنزیہ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا پھر مجھے شوق ہوا کہ میں پہچانا جاؤں اور اس عالم امکان میں اپنے آپ کو ظاہر کروں تو میں نے خلقت کو پیدا فرمایا) سو ذات کے ظہور کی حقیقت اسی طرح پر ہے کہ جب اس ذات کو اپنے آپ کے ظہور کا شوق ہوا اور اس نے چاہا کہ اپنے آپ کو ظاہر فرمادے تو مرتبہ احدیت سے مقام محمدی میں تنزل فرمایا۔ یعنی نور محمدی پیدا کیا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **اَوّلَ مَا خَلَقَ اللہُ تعالیٰ نُوری** (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا) اور اسی لئے بیان کیا جاتا ہے کہ کمالات و مقامات محمدیؐ پر تو اس نور ذات کے ہیں۔

پس جاننا چاہئے کہ چونکہ اس وجود مطلق نے باعتبار تعین و تنزل کے شان نور محمدیؐ کے ساتھ ظہور فرمایا تھا اس لئے اس مرتبہ کو حقیقت محمدیؐ بھی کہتے ہیں اور اگر اس تعین و تنزل کا خیال نہ کریں کیونکہ ابھی ظاہر ہی نہیں ہوا تھا اور ذات کے علم و ارادہ میں ہی تھا تو پھر اس کا نام احدیت ہی ہوگا اور اگر اس کو تعین و تنزل خیال کریں تو اس مرتبہ کا نام وحدت ہوگا۔

اس کی ادنیٰ سی مثال یوں سمجھئے کہ ایک کاریگر ہے جس میں مختلف اشیاء بنانے کی قدرت ہے اور جو چاہے بنا سکتا ہے مگر ابھی اس کو کوئی خواہش و ارادہ کاریگری کے ظہور کا نہیں ہوا یہ مقام گنج مخفی یعنی کنت کنزا **مخفیا** کا ہے جس کو مرتبہء احدیت کہا جاتا ہے۔

پھر جو اس میں خیال و شوق پیدا ہوا کہ مجھ میں قدرت اور صنعت کا جوہر موجود ہے میں اس کو ظاہر کروں تو اس ارادہ کا نام مرتبہ وحدت علم اجمال اور حقیقت محمدی ہوگا گو اس شوق و ارادہ میں تمام اسماء صورتیں مخلوق کی موجود ہوگئی ہیں مگر ابھی یہ تفصیل نہیں ہوئی کہ فلاں چیز فلاں شکل کی ہوگی مگر بعد ازیں جب سب صورتیں متعین ہوچکیں مگر ابھی تک بنایا کچھ بھی نہیں گیا تو یہ مرتبہ تفصیل کا ہے جس کو وحدت، اعیان ثابتہ اور صور علمیہ کہا جائے گا۔

پھر جب اس نے اپنے علم کے مطابق جو خیال و ارادہ میں لایا تھا ویسی ہی علیحدہ علیحدہ شکلیں بنا کر اشیاء کی صورتوں میں اپنی کاریگری کو ظاہر فرمادیا تو یہ مرتبہ عالم اجسام یا اعیان خارجہ کہلائے گا۔

جب ذات حق کے ان تین مرتبوں کا علم ہوچکا تو اب ظہور ذات کے پانچ تنزلات کو بھی معلوم کرنا چاہئے جن کو پانچ تعین اور حضرات خمسہ بھی کہتے ہیں اور ساتواں مرتبہ انسان کامل کا ہے۔ اس صورت میں انسان دائرہ نزول کا آخر اور دائرہ عروج کا اول بنے گا جس کی تفصیل اس نقشہ سے ظاہر ہوگی۔

marfat.com

	دائرہ نزولی	دائرہ عروجی		
احدیت	لاتعین	کنزاً مخفیا		انسان کامل
وحدت	تعین اول	علم اجمال	حقیقت محمدی	عالم اجسام
وحدت	تعین دوم	اعیان ثابتہ		عالم مثال
		صور علمیہ		
عالم ارواح	تعین سوم			عالم ارواح
عالم مثال	تعین چہارم			وحدت
عالم اجسام	تعین پنجم	اعیان خارجہ		وحدت
انسان کامل				احدیت

پس ان پانچ تنزلات و تعینات سے دو کی نسبت یعنی وحدت اور وحدیت کی اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور تین کی نسبت یعنی عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجسام کی خلقت کی طرف ہے جس پر ذات کا ظہور یوں ہوا کہ عالم ارواح سے عالم مثال میں زیادہ اور عالم مثال سے عالم اجسام میں اور زیادہ ہوا جس کی مختصر تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

معرفت الٰہی

فیوض ربانی کے حصول کے ضمن میں صاحب "انوار سہروردیہ" حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام نے اپنے متبعین پر جتنی باتیں فرض کی ہیں وہ سب روحانی ترقی ہی کے اسباب و ذرائع ہیں اور اس منزل کیلئے ان سے زیادہ سیدھا اور نزدیک ترین راستہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ روحانی ترقی کا معیار قائم کرنا ہمارے نزدیک ناممکن ہے۔ جب تک تقویٰ، طہارت، خلوص جسمانی اور روحانی پاکیزگی، ذوق و شوق، خشوع و خضوع ضروری عادتوں کو اختیار نہ کیا جائے کیونکہ ان کے بغیر اسلامی عبادات کے مطلوبہ اثرات و نتائج مرتب ہی نہیں ہوسکتے چنانچہ طہارت لازمہء عبادت ہے اور عبادت فریضہء مذہب ہے۔ خشوع و خضوع کے لئے نماز، نفس کشی و چلہ کشی کے لئے روزہ، مال و دولت کی محبت کم کرنے کے لئے زکوٰۃ، محبت الٰہی کے جذبات برانگیختہ کرنے، اسلامی مرکزیت کو قائم رکھنے اور عاشقانہ راز و نیاز سکھانے کے لئے حج اور عجز و نیاز اور تذلل و انکسار بڑھانے کے لئے نفلی نمازیں لازم ہیں۔

اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب نہیں جو اپنے متبعین کی روحانی ترقی کو اس حد تک ملحوظ رکھے اور ہر خاص و عام کو اس میں شریک کرے۔ پھر اس پر زیادہ کمال یہ ہے کہ اسلامی اعمال و عبادات نہ تو اتنی مشکل ہیں کہ عام انسانوں کی طاقت سے باہر ہوں جن سے کسی کو ان کی بجا آوری میں دشواری کا عذر ہو اور نہ وہ تعلقات دنیا اور کاروباری معاملات میں خلل انداز کہ آدمی ان کو اپنا کر کسی اور کام پر دھیان ہی نہ دے سکے لہٰذا رب العزت کی توفیق سے اگر اس کا ذوق عبادت منازل عبدیت میں اس کو اور آگے بڑھنے کی دعوت دے تو وہ عبادت نافلہ کو جس قدر چاہے بڑھا سکتا ہے جس سے فرضی عبادت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ اسلام کی فطرت شناسی ہے کہ اس نے روحانی ترقی کو ایک حد

marfat.com

معین کے بعد ہر شخص کی طاقت اور استطاعت پر موقوف رکھا ہے اور اس طرح عام اور خاص پہلو کو انتہائی خوبصورتی اور نکتہ شناسی سے بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے حد معین سے آگے ترقی کرنے والوں کے لئے طہارت قلب اور خدا شناسی کے اور طریق بھی معین فرمائے ہیں مثلاً" نقش بندی، قادری، چشتی اور سہروردی حضرات نے جن میں اذکار جہر، ذکر نفی اثبات، پاس انفاس، مراقبے وغیرہ رکھے ہیں اور یہ تمام طریقے اپنی اپنی جگہ کتاب و سنت کے مطابق قابل عمل، باعث ہدایت اور خداوند قدوس تک پہنچانے والے ہیں۔

انسان کی تمام روحانی حالتوں کا سرچشمہ نفس مطمئنہ ہے جو انسان کو با اخلاق ہونے کے مرتبہ سے با خدا ہونے کے مرتبہ تک لے جاتا ہے مگر یہ مرتبہ آدمی اپنی عقل و فراست اور منطق و فلسفہ سے نہیں اختیار کر سکتا جب تک کہ نور نبوت کی راہبری میسر نہ آئے اور بندہ خدا کو خدا ہی کے ذریعہ سے نہ پائے کیونکہ انسانی زندگی کا مدعا اور اسلامی تصوف کا منشاء خدائے واحد کی پرستش و معرفت اور اس کی ذات و صفات میں فنا ہونا اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک وہ وسائل اور ذرائع نہ معلوم کئے جائیں جو قرآن کریم اور حامل قرآن نے فرمائے ہیں لہٰذا مرشد کامل کی راہنمائی ہی سے یہ مقامات طے ہو سکتے ہیں۔

وسائل عرفان : حضرت قبلہ" اس ضمن میں "انوار سہروردیہ" میں فرماتے ہیں کہ ہدایت و سعادت کی صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے جسم کی علمی اور عملی تمام قوتیں اپنے معبود جل و علاشانہ کو سپرد کردے اور اس کی زندگی خداوند عالم اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف ہو جائے۔ عبادت الٰہی نہایت ذوق و شوق، نہایت خشوع و خضوع، نہایت سرگرمی و پاکبازی سے بجالائے۔ صرف ظاہری جسم کے ساتھ ہی یہ بیگار پوری نہ ہو بلکہ باطنی قوئ کو بھی کامل توجہ سے عبادت میں مشغول کیا جائے اور بعد ازاں وصال الٰہی کی تمنا میں ہاتھ اٹھائے جائیں اس سلسلہ میں:-

وسیلہ ء اول : یہ ہے کہ علم کے ذریعہ سے غیب کی حالت میں صحیح طور پر خدا تعالیٰ کو پہچانا جائے اس پر کامل طور سے ایمان لایا جائے اور منہیات سے پرہیز کا عادی ہو جائے۔

وسیلہ ء دوم : مولیٰ کریم کے حسن و جمال پر مطلع ہونا ہے لہٰذا اس کو لازم ہے کہ ہر وقت قرآن کریم کا ورد رکھے اور اس کے معارف و حقائق پر غور کرے۔

وسیلہ ء سوم : خداوند عالم کے احسان پر واقف ہونا ہے کیونکہ احسان بھی محبت کا محرک ہے۔

وسیلہ ء چہارم : اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں کی صحبت اختیار کرنا ہے کیونکہ انسان طبعاً" کامل نمونہ کا محتاج ہے۔

وسیلہ ء پنجم : مجاہدہ ہے یعنی خدائے معبود کو ڈھونڈنے کے لئے سخت مصائب اور تکالیف و شدائد کا مقابلہ کرنا۔

وسیلہ ء ششم : کشف و الہام ہے۔ رحیم و کریم مولا اپنے بندوں کی ہمت بندھانے کے لئے شوق کو بڑھاتا اور اپنے کلام و الہام سے تسلی فرماتا ہے کہ گھبرا نہ جائیں۔

marfat.com

اقسام صوفیاء : اہل صفا نے صوفیا کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ اول : صوفی۔ دوم متصوف۔ سوم : مستصوف۔ صوفی وہ ہے جو اپنے آپ سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو۔ طبیعت کے تقاضوں سے نجات حاصل کی ہوئی ہو اور حقیقت کے ساتھ پیوست ہو۔ متصوف وہ ہے جو مجاہدات کے ذریعے یہ درجہ طلب کرتا ہے اور اس جدوجہد میں ان لوگوں کے مقام تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ مستصوف وہ ہے جو دنیاوی جاہ و حشمت کی خاطر صوفیوں کی شکل اختیار کرتا ہے اور صوفی اور متصوف کے کام اور صفات سے خالی ہوتا ہے۔

فقر کیا ہے : حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ شرح "آداب المریدین" میں لکھتے ہیں کہ فقر کی انتہاء تصوف کی ابتدا ہے۔ صوفی نام ہے کاملان ولایت کا اور اولیائے محققین کو اسی نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ وہ اہل صفا ہیں۔

صاحب "مراۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ "حقیقت فقر کا جہاں تک تعلق ہے ابن جلاؒ کہتے ہیں کہ فقر یہ ہے کہ تیرا کچھ نہ ہو اور اگر کچھ ہو تو تیرا نہ ہو۔ چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں **الفقر ھو اللہ** (فقر کیا ہے؟ اللہ ہے) اور یہ تصوف کا آخری مقام ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ : **النہایت ھو الرجوع الی البدایت** (مقامات فقر کی انتہاء ابتدا کی طرف رجوع کرنا ہے۔) یعنی ابتداء کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب سالک مقام فنا فی اللہ یعنی مقام وحدت سے گذر کر عبدیت یا مقام بقا باللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ فنا کی مستی اور محویت سے نکل کر بقا باللہ کی ہوشیاری میں آتا ہے۔ مقام فنا کا دوسرا نام عروج ہے یعنی وہ عروج چھوڑ کر سالک پھر مقام نزول میں آتا ہے جس کا دوسرا نام مقام عبدیت ہے۔ اس مقام پر سالک کیف و مستی سے نکل کر ہوشیاری میں آتا ہے اور اپنے تمام فرائض بطریق احسن ادا کرتا ہے۔ چونکہ سلوک شروع کرنے سے پہلے آدمی عبادات اور مجاہدات اور ہوشیاری و بیداری میں ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ عروج کرکے مقام فنا فی اللہ میں پہنچتا ہے اس لئے جب وہ عروج چھوڑ کر پھر نزول اور عبدیت کی طرف رجوع کرتا ہے تو بزرگان نے نہایت کار یعنی آخری مقام کا نام "بدایت" یعنی ابتداء کی طرف لوٹنا رکھا ہے۔ یہ مقام آخری اس لئے کہلاتا ہے کہ یہاں پہنچے بغیر تکمیل نہیں ہوتی ہے۔ مقام فنا فی اللہ درمیانی منزل ہے۔ سلوک محمدی کا خاصا یہ ہے کہ سالک فنا فی اللہ کی مستی اور محویت سے نکل کر ہوشیاری اور فرض شناسی کے مقام پر واپس نزول کرے اور دنیا کے کام سرانجام دے۔

ترک دنیا شریعت محمدی کے خلاف ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **لا رہبانیتہ فی الاسلام** (اسلام میں رہبانیت نہیں) جو لوگ مقام فنا کو چھوڑ کر عبدیت اور بقا باللہ کی طرف لوٹنے کی طاقت نہیں رکھتے انہیں تصوف کی اصطلاح میں مجذوب کہا جاتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ عبدیت اور بقا باللہ کی جانب رجوع کرکے اپنے اصل مقام پر واپس آئے اور اپنے تمام فرائض انجام دے۔ اگرچہ سالک سلوک شروع کرنے سے پہلے اور سلوک ختم کرنے کے بعد اسی ایک ہی مقام ابتداء پر ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ کسی کو خیال ہو کہ پھر اس سارے جھگڑے کی کیا ضرورت تھی۔ جواب یہ ہے کہ سلوک شروع کرنے سے پہلے آدمی خام تھا۔ عبادات و مجاہدات کے ذریعے اس کی

marfat.com

روحانیت نے ترقی کی اور پرواز کرکے واصل حق تعالیٰ ہوئی۔ اس مقام پر سالک متصف بہ صفات اللہ ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی لامحدود ذات و صفات میں فنا ہو کر بمصداق حدیث شریف **"تخلقو با خلا ق اللہ"** صفات باری تعالیٰ سے متصف ہوگیا۔ اس کے بعد جب اس نے مقام عبدیت کی طرف نزول کیا تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہے سب کام صفات باری تعالیٰ کی روشنی میں کرتا ہے۔ حدیث قدسی **"بی یبصر"** اور **"بی یسمع"** کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے اور یہی خلافت ارضی ہے۔ حصول فنافی اللہ و بقاباللہ کے بغیر جو شخص خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جاہل ہے۔ (تشریح از کپتان واحد بخش سیال مترجم "مراۃ الاسرار")

بحوالہ "الفقر فخری" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شریعت میرے قول، طریقت میرے فعل، حقیقت میرے حال اور معرفت میرے بھید کے پالینے کا نام ہے گویا چاروں کیفیتوں کی ابتدا بھی اور انتہاء بھی حضورؐ ہی کی ذات مقدس ہے جسے معرفت نبوت حاصل نہیں اسے معرفت الٰہی سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

تدبر و تفکر : تدبر و تفکر ایمان کی جان اور عبادت کی روح ہے اس لئے درویش معرفت الٰہی میں تفکر کو بہت زیادہ کام میں لائے کیونکہ تفکر ہی معرفت الٰہی کا زینہ ہے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تفکر دو معرفتوں کو دل میں موجود کرکے تیسری معرفت کے حاصل کرنے کا نام ہے اور اس تیسری معرفت کا حاصل کرنا پانچ مدارج پر منقسم ہے: اول تذکر: یعنی دل میں معرفتوں کا جمع کرنا۔ دوئم تفکر: یعنی ان دونوں معرفتوں سے معرفت مقصود طلب کرنا۔ سوئم تحصیل: یعنی معرفت مطلوبہ کا حاصل ہونا اور اس سے دل کا متجلی ہونا۔ چہارم تبدل: یعنی حصول نور معرفت سے دل کا حال بدلنا۔ پنجم تتبع: یعنی تبدیلیء حال دل کے ساتھ دل کی طرح تمام اعضاء و جوارح بھی اس کی اتباع میں بدلتے چلے جائیں۔ خیال رہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ** (یعنی تم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں تفکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہ کرو) معلوم ہوا کہ جو انسان تفکر صفات مخلوق کا راستہ اختیار کرکے ذات کا سراغ لگائے وہ ضرور دلی مقصد پائے گا۔

خطرات قلب سے آگاہی : بحوالہ "الفقر فخری" درویش جب ذمائم نفسانیہ سے پاک ہونے کیلئے صبح و شام فکر و شغل میں مصروف رہ کر یاد الٰہی میں ہر لحظہ کلی انہماک رکھنے لگتا ہے تو اس کے قلب کو مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ اور کسی کی معیت میں آرام نہیں ملتا اور تمام تر محبوبات و مانوسات سے ترک پسند ہوتی ہے اور وہ ہر چیز سے مستغنی اور بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں اس پر خطرات کا ہجوم ہوتا ہے اور ہر مخالف قوت اس کا راہ مارنے اور اس کو منزل سے گرانے کے درپے ہو جاتی ہے۔ درویش جب تک ان خطرات سے واقف ہو کر آپ اپنی حفاظت کے درپے نہ ہو اس کا اس منزل سے باسانی گزرنا اشد مشکل ہوتا ہے اور اس کو وہ خطرات قلب جو پیش آتے ہیں چھ ہیں:۔

(۱) خطرۂ نفس : جس کا کام یہ ہے کہ وہ جائز و ناجائز خواہشات پر آمادہ کرتا ہے۔ (۲) خطرۂ شیطان : جس کا فعل یہ ہے کہ وہ اصول میں کفر و شرک پر آمادہ کرتا ہے اور مواعید الٰہی پر ریب و اشتباہ

marfat.com

کی ترغیب دیتا ہے اور فروعات میں یہ فریب دے کر کہتا ہے کہ معمولی گناہ ہے۔ ذرا سی بات ہے کرلو پھر توبہ کرلینا۔ بہت وقت ہے وغیرہ وغیرہ حیلوں سے معصیت کی طرف لے جاتا ہے۔ (۳) خطرۂ فرشتہ : اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض نیک امور اور اطاعت الٰہی کی طرف آمادہ کرے مگر بعض حالتوں میں تمیز نہ ہونے سے درویش کا وسوسے میں پڑ جانا ممکن ہوتا ہے۔ (۴) خطرۂ روح: اس کا منشا تمام نیک امور اور اطاعت الٰہی کی جانب متوجہ کرنا ہوتا ہے اس لئے اس کو مستحسن و محمود کہا گیا ہے بشرطیکہ اس میں خود اختیاری کا تخیل نہ ہو۔ (۵) خطرۂ عقل : کے کام دوگونہ ہیں۔ کبھی ان افعال کی جانب انسان کو راغب کرتی ہے جو نفس و شیطان چاہتے ہیں اور کبھی ان افعال کی تائید کرتی ہے اور اختیار کرنے کا مشورہ دیتی ہے جو ملائکہ و ارواح کی کار فرمائی کے رہین منت ہیں یعنی اس خطرہ میں نیک و بد دونوں خیالات کی جانب کا امکان ہے اور یہ خطرہ حکمت الٰہیہ کا اہم مظہر ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ انسان خیر و شر کے میدان میں سوچ سمجھ سے نتائج پر نظر ڈال کر اور عقل و خرد سے کام لے کر قدم رکھے کیونکہ اسی کی بناء پر جزا و سزا کا عمل ہوگا۔ (۶) خطرۂ یقین : یہ بہت بڑی چیز ہے اور بہت بڑا راز ہے جس کو روح الایمان کہا جاسکتا ہے۔ یہ خطرہ اولیاء، اصفیاء، شہدا، صلحا، ابدال و اقطاب اور صدیقین کے ساتھ خاص ہے۔

یقین کا حصول اور درجات : جب ارواح شوق و اشتیاق سے لطیف ہو جاتی ہیں اور حقیقت سے ٹکرا کر ہمیشہ مشاہدہ کے درختوں سے معلق رہنے لگتی ہیں تو پھر ان کو حقیقتاً" معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں پہلے جو قال تھا اب حال ہوگیا اور جو شنید تھی دید بن گئی ہے اس وقت انہیں اس بات پر جو وثوق ہوتا ہے اسے یقین کہتے ہیں۔ (۱) علم الیقین : وہ علم ہے جو غور و فکر سے حاصل ہو اور اس پر استدلال کیا جاسکے۔ (۲) عین الیقین وہ علم ہے جو بذریعہ کشف و بخشش و عطا حاصل ہو اور سب کچھ صرف محسوس ہی نہ کیا جائے بلکہ آنکھ سے دیکھا جائے۔ (۳) حق الیقین وہ علم ہے جو اپنی جامعیت اور انتہاء میں لاثانی ہو یعنی یہ کہ وہ غور و فکر کا نتیجہ ہو نہ صرف یہ کہ آنکھ سے نظر آئے بلکہ یہ کہ اس کی حقیقت بھی سمجھ میں آجائے۔ مشاہدۂ حقیقی میں جب کوئی چیز حائل نہ رہے تاآنکہ انسان بالکل مدہوش ہو جائے اور اس کو اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہے تو اسے وصال کہتے ہیں اور یہاں ہی چہرہ حقائق سے تمام پردے اور حجابات اٹھ کر حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔"

خرقۂ خلافت

بحوالہ "الفقر فخری" : حسب روایت صاحب فصوص الاداب" حضرت خلیفہ سیف الدین قدس سرہ خرقہ درویشی کی اصل وہ گلیم سیاہ ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضٰی کو اوڑھائی تھی۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ" نقل فرماتے ہیں کہ خرقہ کی اصل وہ عبا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علی وسلم سے حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ" کو اور ان سے مابعد کے مشائخین عظام علیہم الرحمتہ کو یکے بعد دیگرے پہنچی۔ حقیقت خرقہ یہ ہے کہ رب العزت جل جلالہ نے خرقہ کو واسطہء طہارت اور تشریف پوشندہ اہل خرقہ کا گیا ہے پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقائق اسرار نبوت اور دقائق رازہائے ولایت اس خرقہ میں ودیعت فرمائے جو شاہ ولایت علی

marfat.com

المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو پہنایا۔

"راحت القلوب" اور "سیر الاولیا" اور دیگر کتب اہل سلوک میں ہے کہ خرقہ درویش حضور علیہ السلام کو شب معراج رب العزت جل مجدہ سے مرحمت ہوا تھا جو ایک گلیم سیاہ کی صورت میں تھا۔ خرقہ اور بیعت کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں لکھتے ہیں کہ اصل اس کی سنت سنیہ ہے۔ یعنی خرقہ کی اصل تو حضور علیہ السلام کا لباس ہے جو حضور علیہ السلام نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا تھا عمامہ عطا فرمایا تھا اور بیعت کا وجود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و یقینی ہے اور رسم خرقہ و بیعت جیسا کہ مرسوم ہے اس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ حضرات صوفیا صافیہ جو پہلے زمانہ میں ہوئے ہیں ان کا ارتباط صحبت و تعلیم و تادب بہ آداب تہذیب نفس سے تھا، نہ خرقہ و بیعت سے۔ بلکہ یہ رسم حضرت سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ظاہر ہوئی اور اس کے بعد رسم بیعت پیدا ہوئی اور فرماتے ہیں کہ حضرات صوفیائے کرام کی رسم قدیم ہے کہ اپنے احباب کو خرقہ پہناتے ہیں۔ کلاہ، عمامہ، قمیض، چادر وغیرہ جو بھی وقت پر میسر ہو۔

صاحب "کشف المحجوب" حضرت گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل اس خرقہ کے صرف دو گروہ ہیں ایک منقطعان دنیا، دوسرے مشتاقان مولیٰ اور عمل مشائخین عظام کا اسی طرح جاری ہے کہ جب کوئی مرید بحکم ترک تعلق ان کی طرف رجوع لاتا ہے تو اس کی تادیب تین امور (۱) خدمت خلق (۲) خدمت حق (۳) مراعات دل میں کرتے ہیں پس "خدمت خلق" کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب کا خادم اور تمام خلق کو اپنا مخدوم سمجھے۔ "خدمت حق" کے لئے لازم ہے کہ تمام حظوظ دنیا اور عقبیٰ کو اپنے سے منقطع کردے اور خاص طور پر حق تعالیٰ کی پرستش ہی بجالائے۔

"مراعات دل کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی ہمت مجتمع رہے اور سارے ہموم و افکار کو دل سے دور کر دے اور تمام اسباب غفلت سے دل کو محفوظ رکھے اور ہر لحظہ اس کی نگہبانی کرتا رہے۔

پھر جب وہ ان تینوں امور پر متصرف و قابض ہو جائے اور تینوں ہی حاصل ہو جائیں تو وہ ارادتمند طریق طریقت کے قابل سمجھا جاتا ہے اور ارباب تصوف اس کو خرقہ پہنانا سزاوار سمجھتے ہیں۔ اور خرقہ پہنانے والا وہ صوفی مستحق ہوگا جو خود مستقیم الحال اور تمام نشیب و فراز طریقت سے گزر چکا ہو اور یہ خرقہ پوشی بھی تین طرح پر ہوتی ہے:

۱۔ خرقہء اجازت : جو تلقین اور صحبت میں اپنے کسی مرید کو اپنا نائب مقرر کرنے اور طریقت کی اجازت دینے میں دیا جاتا ہے تاکہ وہ طالبوں سے آگے بیعت لینے کا اپنے آپ کو مجاز سمجھے۔

۲۔ خرقہء ارادت : جب کوئی عزیز صوفیوں کے زمرہ میں داخل ہوتا ہے اور ان کے نقش قدم پر چل کر منزل مقصود پر جدوجہد میں مصروف ہو جاتا ہے تو اس کی استقامت دیکھ کر اس کو خرقہ عطا کر دیتے ہیں کہ اس کے لئے صوفیوں میں مقام کرنے کی علامت ہو۔

۳۔ خرقہء تبرک : کوئی شیخ طریقت جب کسی پر مہربان ہو تو اس کو خرقہ عطا فرما دے تاکہ

marfat.com

حضرات صوفیاء کی برکات اس کے شامل حال ہوں' بلا لحاظ اس کے کہ وہ شخص بادشاہ ہو یا امیر ہو یا تاجر یا کوئی درویش ہو۔

حضرات صوفیائے کرام نے بیعت کی بھی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ بیعت توبہ: جو گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے ہر نیک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی جا سکتی ہے اور ہر مسلمان جس صالح آدمی سے چاہے بیعت کر سکتا ہے اور بیعت لے سکتا ہے۔

۲۔ بیعت تبرک : کوئی صالحین کے سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے بیعت کر لے۔

۳۔ بیعت تحکیم: شیخ کو سلوک طریق مجاہدہ میں اپنے آپ پر حاکم کرے یعنی اپنے ارادہ اور اختیار کو چھوڑ کر اسی کی تابعداری میں قدم مارے اور خوب کوشش سے اس راہ سلوک کو طے کرے۔ یہ بیعت خاص ارباب ارادت کے لئے ہے۔ (ماخوذ از الفقر فخری)

سلاسل فقرا

مرشدنا و مولانا صاحب "الفقر فخری" تحریر فرماتے ہیں:

مولٰی کریم جل و علا شانہ کی بے شمار نعمتوں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے اپنی معرفت کا راز کھولنے کے لئے خود بخود بذریعہ انبیاء علیہم السلام ایک ایسے سلسلہ کا اجرا اور اظہار فرمایا جس سے اس تک پہنچنے میں ایک گونہ آسانیاں ہو جائیں اور تمام انبیا علیہم السلام سے خاص امتیازی حیثیت اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی اور حضور کے ذریعے اپنے تک پہنچنے کے لئے بعض سلسلوں کا ربط ثابت فرمایا۔ حضور علیہ السلام حقیقتاً خلیفہ رب العالمین ہیں اور آپ ہی نے راز درویشی اور عشق و محبت خداوندی کو عالم میں ظاہر فرمایا اور خلق خدا کو خدائے خلاق تک پہنچانے کا سبب بنایا۔ پس یہ سلسلہ پشت بہ پشت اور سینہ بہ سینہ آپ کے خلفاء مہدیین سے الی یوم الدین قائم ہے اور رہے گا۔ آپ کے خلفائے انام آپ کے صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جو بحکم شریعت و تربیت خاص چار مذکور ہیں۔ اول حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ دوم امیر المومنین فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور چہارم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ صاحب "مسالک السالکین" لکھتے ہیں کہ سوائے سلسلہ نقشبندیہ عالیہ کے جو سیدنا امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے باقی سارے سلسلے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جاری ہیں۔

چار پیر اور چودہ خانوادے : صاحب مسالک السالکین و لطائف اشرفی' تذکرۃ الاولیا فوائد انواد و اوراد غوثیہ و دیگر اکثر مشائخ کبار اس بات پر متفق ہیں کہ خرقہء خلافت سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے چار اولوالعزم اصحاب کو پہنچا ہے۔ اول سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام' دوم سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام' سوم خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ۔ چہارم خواجہ کمیل بن زیادہ رضی اللہ عنہ اور یہی چاروں چار خلفائے طریقت اور چار پیر بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو بعد رحلت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فیض و خرقہء خلافت سیدنا حضرت حسن علیہ السلام سے بھی پہنچا ہے اور

marfat.com

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ بسبب منظور نظر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہونے کے مقتدائے مشائخین ہوئے اور چودہ خانوادے آپ کے خلفاء حضرت عبد الواحد بن زید اور حضرت خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ بایں تفصیل جاری ہوئے:

حضرت عبد الواحد بن زید ؒ سے پانچ خانوادے: زیدیہ' عیاضیہ' ادھمیہ' ہبیریہ اور چشتیہ جن پانچوں کو خانوادۂ زیدیہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت حبیب عجمیؒ سے نو خانوادے: حبیبیہ' طیفوریہ' کرخیہ' سقطیہ' جنیدیہ' گازرونیہ' طوسیہ' فردوسیہ' سہروردیہ۔ یہ خانوادے حبیبیہ بھی کہلاتے ہیں۔

خانوادۂ فردوسیہ : حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ فردوسیؒ اور خانوادہ سہروردیہ (حضرت ابونجیب سہروردیؒ کے ذریعے) شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ سے جاری ہے۔

خانوادہ فردوسیہ سے ایک گروہ نے دو نام پائے ہیں۔

حبیب شاہی : یہ گروہ شاہ بڈھن دیوان خلیفہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی رحمتہ اللہ علیہ سے جاری ہوا ہے۔ حضرت شاہ بڈھن دیوانؒ کے تیرہ خلفا تھے ان میں سے دس خلفا یعنی میر سید صدر الدینؒ' شاہ شمس الدینؒ سید شاہ بغدادیؒ بایزید خان ابدالیؒ' شاہ عشق اللہؒ' شاہ عبدالقادرؒ شاہ داؤد' شاہ درگاہی' سید جعفر کمی' سید داؤد میراں رحمتہ اللہ علیہ صاحب سلسلہ گزرے ہیں اور ان کے تمام مرید اپنے اپنے شیخ کے ناموں سے مشہور ہیں باقی تین خلفاء حضرت احمد مجذوبؒ چتور خان مجذوبؒ اور پہاڑ خان مجذوبؒ بے سلسلہ ہوئے ہیں۔

خانوادۂ سہروردیہ : سے سترہ گروہ پیدا ہوئے جن کی تشریح صاحب سلسلہ حضرات نے یوں بیان فرمائی ہے: **صوفیہ** : حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ سے۔

جلالیہ : حضرت سید جلال بخاریؒ سے جس کے درویش ایک سیلی سر پر باندھتے ہیں اور ایک سینگ ہرن کا بطور نشان اپنے پاس رکھتے ہیں اور حالت ذوق و شوق میں اس کو بجاتے ہیں اور مہر تبوت کا تمغہ ان کے بازو پر ہوتا ہے۔ **لعل شہبازیہ** : حضرت لعل شہبازؒ سیون شریف سندھ والوں سے۔

مخدومیہ : حضرت سید جلال الدین قطب ملقب بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ سے۔

کرم علی جہلی : حضرت شاہ کرم علی جہلیؒ سے۔ اس سلسلہ کے درویشوں کے پاس ایک کوڑا ہوتا ہے جو بوقت غلبۂ عشق و وجد اپنے آپ پر مارتے ہیں۔

موسیٰ شاہی : حضرت شاہ محمد موسیٰؒ سے۔ اس گروہ کے درویش سدا سہاگی کہلاتے ہیں اور زنانہ لباس بھی پہنتے ہیں۔ (احمد آباد کے شاہ موسیٰ سہاگ حضرت شیخ صدر الدین عارف ملتانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے)

رسول شاہی : حضرت سید شاہ رسول رحمتہ اللہ علیہ سے۔ اس گروہ کے فقرا اپنے چہروں پر خاک لگاتے ہیں اور رومال سر پر باندھتے ہیں اور رات کو سونا حرام سمجھتے ہیں۔

میران شاہی : حضرت شاہ میراں موج ہری بندگیؒ سے **عیدروسیہ** : حضرت سید عبد اللہ مالکی

marfat.com

عید رودیؒ ہے۔
قاسم شاہی : حضرت حاجی محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ ہے۔اس سلسلہ کے درویش رقص و سرور میں زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ پاؤں میں گھنگرو باندھ کر مجالس فقرا میں ناچتے ہیں۔جس کو پنجابی میں دھمال کہتے ہیں۔
رزاق شاہی : حضرت شاہ عبد الرزاق مخدومی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔
دولا شاہی : حضرت شاہ دولا دریائی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ اس گروہ کے فقیر خاک سے ایک الف اپنی پیشانی پر کھینچتے ہیں جس سے الف اللہ کے فقیر بھی کہلاتے ہیں۔
سید شاہی : حضرت سید سادات خان بخاریؒ ہے۔ اسماعیل شاہی : حضرت شاہ اسماعیلؒ ہے۔ حبیب شاہی : حضرت شاہ حبیب ملتانیؒ ہے۔ مرتضٰی شاہی : حضرت انند بخاریؒ ہے جن کو انند چرخی والا بھی کہتے ہیں۔ ناتھ شاہی : اس سلسلہ کا بعض مقامات پر کوئی درویش ملتا ہے مگر پوری کیفیت معلوم نہیں ہو سکی کہ یہ کن حضرات سے جاری ہوا۔
ان کے علاوہ خلوتیہ' ہمدانیہ' حیقیہ' عماریہ اور کبرویہ (حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ) بھی شامل ہیں۔ ان سلسلوں کے پیروکار متواتر کوہ و صحرا دشت و بیاباں میں رواں دواں رہتے ہیں۔ اکثر بے آب و گیاہ چٹیل میدانوں میں بلا آب و غذا چلتے اور غربا پروری کی وجہ سے سامان خورد و نوش ختم ہو جایا کرتا۔ ریاضت و عبادت کے شوق میں کارواں سے پیچھے رہ کر بچھڑ جاتے۔ پہاڑوں اور غاروں میں جنات و شیاطین کا سامنا ہوتا۔ صحراؤں میں غول بیابانی سے بھی مقابلہ ہوتا پھر بھی توکل الٰہی اور ایمان کامل کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے کسی ایک جگہ مقیم نہ ہوتے۔ سیر و سیاحت میں ہی رہتے۔ مقامات سلوک طے کرتے جو ہجر و فراق کی وجہ سے طے ہوتے ہیں۔
حضرت مجدد الف ثانی (وصال ۱۰۳۴ ہجری) ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ منتہی قلندروں اور اہل جذبہ کی نسبت طویل ہوتی ہے جبکہ ارباب سلوک اور محو کی نسبت جامع اور عریض ہوتی ہے۔ اہل جذبہ طریقہ ملامت پر عامل ہونے کی بنا پر ریا سے مبرا ہوتے ہیں۔ ان کا اخلاص کامل ہوتا ہے لہٰذا پختگیء اخلاص کی بنا پر انکی نسبت بنیادی طور پر قوی ہوتی ہے اور نسبت کا مطلب بھی اخلاص ہے۔
مندرجہ ذیل سلسلوں کا ذکر بھی کتب تصوف میں آتا ہے جو سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ہی ذیلی شاخیں ہیں:
دولت شاہیہ : یہ سلسلہ مخدوم شاہ دولت فردوسی المنیریؒ سے ہے جو حضرت مخدوم شیخ یحیٰی منیری سہروردیؒ کی اولاد امجاد سے ہیں اور چار واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت مخدوم راجن قتالؒ سے مل جاتا ہے۔
رسول شاہیہ : اس کے بانی سید رسول شاہؒ ہیں جو بارہ واسطوں سے حضرت راجن قتالؒ کے مرید ہیں یعنی سید رسول شاہ عن شاہ نعمت اللہ ولی عن شاہ داؤد مصری عن شاہ حبیب اللہ' عن شاہ اسماعیل عن شاہ مرتضٰی آنند عن شاہ عبد الرزاق عن شاہ اللہ داد عن شاہ پیرن بندگی عن شاہ منجھن گوشہ نشین عن شیخ محمد عن خواجہ اسحاق عن شیخ داؤد قریشی عن مخدوم راجن قتال سہروردیؒ
نوٹ : (ا) پیر داؤد جہانیاںؒ کا مزار ضلع مظفر گڑھ میں ہے وہ قوم کے میتلا ہیں۔ حضرت پیر اسحاق کا

marfat.com

قبرستان بگو والا سے تین میل جنوب کو واقع ہے۔ یہ حضرت مولانا جمال الدین کنبوہ سہروردیؒ کے بھائی تھے۔ (۲) شیخ پیرن بندگی کے ایک مرید میراں سید احمد سلیم مانک پوری تھے جس کے خلفاء میں دیوان شاہ عبدالرشید جونپوری سہروردی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اجمل شاہیہ : اس کے بانی شاہ اجملؒ ہیں جو اپنے والد شاہ محمد ناصر الہ آبادیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ نیز اپنے چچا زاد بھائی حضرت شاہ غلام قطب الدینؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ شاہ اجمل عن شاہ محمد ناصر عن شیخ محمد یحیٰ المعروف شیخ خوب اللہ الہ آبادی عن شیخ محمد افضل عن سید محمد کالپی والے عن شیخ جمال عن قیام الدین عن شیخ ادھن عن بھاء جونپوری عن شیخ علاؤ الدین عن مخدوم صدر الدین راجن قتال سہروردی اوچیؒ

سلسلہ سہروردیہ۔ طوسیہ۔ کبرویہ

صاحب "مراۃ الاسرار" نے بھی ان چودہ سلاسل کا تذکرہ فرمایا ہے' وہ بارہویں' تیرہویں اور چودھویں سلسلہ کے ضمن میں یوں رقم طراز ہیں کہ:

بارہواں سلسلہ : طوسیوں کا ہے جو شیخ علاء الدین طوسیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ اکابر طوس میں تھے اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ اکابر فردوس میں تھے دونوں حضرات کے درمیان دینی اخوت تھی۔ دونوں اکٹھے حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کی خدمت میں گئے اور عرض کی کہ عمر گزر چکی ہے لیکن کام نہیں بنا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہم بھی اس درد میں مبتلا ہیں۔ جب تک اللہ کے کسی دوست کا دامن نہیں پکڑیں گے اس کام کا سرانجام ہونا ممکن نہیں چنانچہ تینوں حضرات حضرت خواجہ ابو حفص (سہروردی) کی خدمت میں پہنچے انہوں نے شیخ علاء الدینؒ اور شیخ ابو نجیبؒ کو مرید کر لیا اور تربیت فرمائی اور خرقہء خلافت دے کر رخصت کیا کہ تم دونوں اپنے مقام مسکن پر جا کر خلق خدا کو ہدایت دو اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو شیخ ابو نجیبؒ کے حوالے کیا تاکہ ان کی تربیت کریں۔ یہ سہرورد چلے گئے اور شیخ علاء الدینؒ طوس جا کر مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور تمام خلق نے آپ کی اقتدا کی۔ جو کوئی ان کا مرید ہوتا کمال اخلاص سے اپنے آپ کو ان سے منسوب کر لیتا۔ اسی وقت سے یہ سلسلہ مشہور ہوا۔ طوسی اور فردوسی سلسلے کے لوگ ایک روش پر چلتے تھے۔ مجالس سماع منعقد کرتے تھے۔ مزامیر سنتے تھے اور رقص و تواجد کرتے تھے اور ذکر جلی بہت کرتے تھے۔ جہاں سے کوئی چیز آتی تھی کھاتے تھے اور چون و چرا نہیں کرتے تھے اور جو کچھ ان کی مجلس میں موصول ہوتا تھا مومن' کافر' غنی میں برابر تقسیم کر دیتے تھے۔ مجاہدہ اور ریاضت بہت کرتے سلسلہ طوسیاں چھ واسطوں سے حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے جا ملتا ہے۔

تیرہواں سلسلہ : سہروردیوں کا ہے جو حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ حضرت شیخ وجیہہ الدین ابو حفصؒ (سہروردی) کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ وجیہ الدین ابو حفصؒ اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے درمیان چار واسطے ہیں۔ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ نے خرقہء خلافت شیخ احمد العزالیؒ سے بھی حاصل کیا تھا اور شیخ احمدؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے درمیان پانچ واسطے ہیں۔ شیخ ابو نجیب نے مرید ہونے سے پہلے دس سال ریاضت کی اور بیعت اور خلافت کے بعد تیس سال ریاضت شاقہ میں مشغول رہے اس مدت میں نیند کو پاس نہ آنے دیا۔ آپ بڑے عظیم القدر اور بابرکت بزرگ تھے جو

marfat.com

شخص آپ کی خدمت میں پیوست ہوتا عرش سے فرش تک اس کی آنکھ سے مخفی نہ ہوتا اور جس قدر مشائخ اس سلسلے کے ساتھ منسلک ہوئے کسی دوسرے سلسلے میں نہیں ہوئے۔ کمال اخلاص سے ان کے تمام مرید اپنے آپ کو ان کے ساتھ منسوب کرنے لگے۔ اسی وقت سے اس سلسلہ نے شہرت پائی۔

چودھواں سلسلہ : فردوسیوں کا ہے جو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے جا ملتا ہے۔ آپ اکابر فردوس میں سے تھے۔ شیخ وجیہ الدین ابو حفص سہروردیؒ کے اشارے سے حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ سے بیعت ہوئے اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو پس اسی روز سے سلسلہ فردوسیہ ظاہر ہوا۔ نحات الانس کے مطابق آپ نے حضرت شیخ عمار یاسرؒ سے جو شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے اعظم اصحاب میں سے تھے بھی تربیت حاصل کی۔ الغرض فردوسی، سہروردی، طوسی اور گازرونی یہ چاروں سلسلے حضرت جنید بغدادیؒ سے پیوست ہوتے ہیں۔ "نحات الانس" میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت نجم الکبریٰؒ کو ایک خرقہ حضرت کمیل بن زیادہؒ سے بھی بواسطہ شیخ اسماعیل قصریؒ سے ملا ہے۔ حضرت کبریٰؒ کے مرید دو فرقوں میں منقسم ہوئے ایک فرقہ فردوسیہ اور دوسرا کبرویہ کہلاتا ہے دونوں ایک ہی چمن کے پھول ہیں۔

چودہ سلاسل سے چالیس فروع یعنی شاخیں ظاہر ہوئیں۔ ان میں سے سلسلہ صفویہ کا ذکر صاحب "مرآۃ الاسرار" نے یوں فرمایا ہے کہ یہ سلسلہ شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلیؒ سے شروع ہوا جو شیخ زاہد ابراہیم گیلانیؒ کے مرید خلیفہ تھے۔ اس کے تفصیلی واسطے ہم نے شیخ صفی الدین کے حالات میں کردیئے ہیں۔

"عید روسیہ" کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ حضرت میر سید عبد اللہ مکی العید روسؒ سے شروع ہوا جو شیخ ابو بکرؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ شیخ عبد الرحمٰنؒ کے وہ شیخ مولیٰؒ کے۔ وہ شیخ علیؒ کے۔ وہ شیخ علویؒ کے۔ وہ شیخ محمد بن علی المقدمؒ کے۔ وہ شیخ ابومدین مغربیؒ کے جو چند واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سید عبد اللہ عید روس سلسلۂ سہروردیہ سے بھی خلافت رکھتے تھے اور ان کے سلسلے کی نسبت حضرت امام جعفر صادقؒ پر منتہی ہوتی ہے۔ آپ بڑے بابرکت اور عدیم المثال بزرگ تھے۔ آپ سے بڑے کلمات حقائق و خوارق عادات ظہور پذیر ہوئے۔ آپ کا سلسلہ عرب، عدن، گجرات کاٹھیاواڑ اور احمد آباد میں بہت پھیلا ہوا ہے جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ علم اللہ انتہی اور قدوۃ ارباب طریقت شیخ بہاء الدین محمد خراسانیؒ اسی سلسلے میں تھے۔

مشرب قلندریہ : ہر سلسلہ میں کئی قلندریہ مشرب رکھتے تھے اور ابدال اکثر اسی مشرب پر ہوتے ہیں اور ہمیشہ اصلاح باطن میں کوشاں رہتے ہیں یہ لوگ بالعموم امامت کرنے سے گریز کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم ابدال لوگ ہیں ہم ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ بیٹھ جاتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں اس لئے امامت کے لائق اہل تمکین ہیں (اہل تمکین اسے کہتے ہیں جو غلبۂ حال سے مغلوب نہ ہو سکے ایسے حضرات کو ابوالحال بھی کہتے ہیں ان کے برعکس وہ لوگ جو غلبۂ حال سے مغلوب ہو جاتے ہیں ان کو اہل تکوین اور ابن الحال کہتے ہیں)

چہار سلاسل کا نمایاں فرق

صاحب "انوار سہروردیہ" تحریر فرماتے ہیں کہ ذکر و اشغال حضرات سہروردیہ اور قادریہ مخلوط ہو گئے ہیں بعض خاص اشغال قادریہ کے ہیں جن کو حضرت سہروردیہ کرتے ہیں اور بعض خاص اعمال

marfat.com

سہروردیہ ہیں جن کو حضرات قادریہ عمل میں لاتے ہیں- اسی طرح چشتیوں اور سہروردیوں میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں اور اس امر کا بھی رواج تھا کہ ایک شخص دونوں سلسلوں کے بزرگوں سے فیض یاب ہو لیکن ان کا امتیازی رنگ پھر بھی عیاں ہوتا چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ بوقت بیعت چاروں اکابر سلاسل (چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقش بندیہ) بزرگوں کے نام لیتے تاکہ ان سب کا فیض حاصل ہو اور ان کی خصوصیات اخذ ہوں- ان رجحانات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف سلسلوں کے ماننے والوں کے درمیان وہ حد فاصل نہ رہی لیکن پھر بھی ان کے طریق ذکر و عبادت میں کئی امتیازات ہیں- مثلاً:

چشتیہ : ان کے ہاں کلمہء شہادت پڑھتے وقت "الا اللہ پر خاص زور دیا جاتا ہے بلکہ وہ ان الفاظ کو دہراتے وقت سر اور جسم کے بالائی حصے کو ہلاتے ہیں- اس سلسلہ کی امتیازی خصوصیت سماع کا رواج ہے- حضرات چشت پر سماع کے وقت ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ بسا اوقات اس میں تھک کر چور ہو جاتے ہیں-

نقشبندیہ : ذکر جلی کے خلاف ہیں فقط ذکر خفی کو جائز سمجھتے ہیں وہ بالعموم مراقبہ میں سر جھکائے آنکھوں کو بند کئے یا زمین پر لگا کر بیٹھتے ہیں- موسیقی اور سماع کے خلاف ہیں اور احکام شریعت پر سختی سے عامل ہیں- ان کے ہاں مرشد اپنے مریدوں سے الگ نہیں بیٹھتا بلکہ حلقہ میں ان کا شریک ہوتا ہے اور توجہ الی الباطن سے ان کی رہنمائی کرتا ہے-

قادریہ : سماع بالمزامیر کے خلاف ہیں- ان کے حلقوں میں موسیقی کو (خواہ وہ بالمزامیر ہو یا ان کے بغیر) بہت کم بار ملتا ہے- درود شریف کو بڑی اہمیت دیتے ہیں- ان کے عمل میں ذکر خفی اور ذکر جلی دونوں جائز ہیں-

سہروردیہ : ان کے ہاں سانس بند کر کے "اللہ ہو" کا ورد کرنے کا بڑا رواج ہے وہ ذکر جلی اور خفی دونوں کے قائل ہیں- سماع سے بے اعتنائی برتتے ہیں اور تلاوت قرآن پر خاص طور پر زور دیتے ہیں- صاحب "انوار سہروردیہ" فرماتے ہیں کہ ذکر و اشغال سہروردیہ اور قادریہ مخلوط ہو گئے ہیں- بعض خاص اشغال قادریہ کے ہیں جن کو حضرات سہروردیہ کرتے ہیں اور بعض خاص اعمال سہروردیہ ہیں جن کو حضرات قادریہ عمل میں لاتے ہیں-

حضرات سہروردیہ جو اس طریق وصول الی اللہ میں گامزن ہوتے ہیں انہوں نے زیادہ قریب ہونے کے لئے چند اعمال اور اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے جن کی تشریح اس طرح پر ہے:

(۱) سچی توبہ : یعنی فانی مطلوبات و مرغوبات کو ایسا چھوڑ دے جیسے موت کے وقت انقطاع ہوتا ہے-

(۲) زہد : یعنی دنیا و مافیہا سے کنارہ کش ہو- بزرگان سہروردیہ فرماتے ہیں کہ زاہد کامل وہ ہے جو عبودیت میں کامل ہو اور اپنے فقر و نیاز اور خالق کی طرف اپنے محتاج ہونے کا برابر مشاہدہ کرتا رہے-

(۳) توکل : جس سے مراد یہ ہے کہ اسباب ظاہر کو ترک کر دیا جائے اور ملک و تصرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو ملحوظ رکھنے کی طرف توجہ کرے- اپنے اعمال پر فریفتہ نہ ہو-

(۴) قناعت : یعنی درویش اپنی نفسانی خواہشوں سے ایسا الگ ہو کہ اس کی ہمت کا مطمع نظر اللہ

marfat.com

ہی رہ جائے۔ (۵) عزلت : یعنی خلق سے کنارہ کشی اور تعلقات کا انقطاع کرنا۔
(۶) توجہ : یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی اغراض کو سب طرف سے باز رکھے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا محتاج تصور کرے۔
(۷) صبر : یعنی مجاہدہ کرے اور نفسانی لذائذ سے پرہیزگار رہے۔ اس کی محبت الٰہی اور ارادہ ماسوا اللہ کے تعلق سے آزاد ہو۔
(۸) رضا : درویش اپنے نفس کی مرضی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی پر راضی ہو جائے اور اپنے وجود حادث کو اس کے وجود باقی میں فنا کر دے۔
(۹) ذکر : درویش ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ایسا مستغرق رہے کہ اس کی تمنائیں اور ارادے اسی کی تمنائیں اور ارادے ہو جائیں اور اس کا اپنا کچھ نہ ہو۔
(۱۰) مراقبہ : دل کو ماسوا کی یاد اور غیر حق کے خیال سے نگاہ رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ پس مراقبہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو فانی تصور کرے اور تمام جہان کو درہم برہم جانے جیسا قیامت کو ہو گا اور ذات مطلق کو موجود اور باقی تصور کرے حتیٰ کہ محویت اور بے خودی حاصل ہو۔
سیر و سیاحت : بحوالہ "عوارف المعارف" حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ رقم طراز ہیں کہ سیر و سیاحت کی وجہ کچھ اہم مقاصد ہوتے ہیں مثلاً : (۱) مشائخ کے ابتدائی سفر کا مقصد مشائخ اور مخلص بھائیوں کی زیارت ہے۔ (۲) دوسرا مقصد کیمیائی نظر رکھنے والے بزرگوں کی تلاش ہے۔ (۳) مجاہدۂ نفس ہے کہ دوستوں' عزیزوں اور وطن کی جدائی کے تلخ گھونٹ پینے کا عادی ہو۔ (۴) ترک لذت۔ بقول شیخ نوری علیہ رحمتہ تصوف نفس کی لذتوں کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ سفر کے ذریعے سالک ایسا صاف اور درست ہو جاتا ہے جس طرح چمڑا دباغت اور رنگنے کے بعد صاف و شفاف نظر آتا ہے۔ (۵) آثار قدیمہ کی زیارت اور عبرت انگیزی۔ (۶) شہرت سے بیزاری۔ یعنی ایک مقام پر سالک کی ریاضت اور عبادت کی بنا پر عوام میں ان کی جو شہرت ہوتی ہے سفر میں جبکہ انسان غریب الوطن ہوتا ہے وہ شہرت اجنبیت میں بدل جاتی ہے۔
بات اصل میں یہ ہے کہ ان مشائخ کی زندگی صرف ریاضت و مجاہدہ نہ تھی بلکہ بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور اشاعت دین بھی کرتے تھے۔

خصوصیات سلسلہء عالیہ سہروردیہ

بحوالہ "انوار سہروردیہ" نسبت سہروردیہ بفضل تعالیٰ بے حد قوی ہے اور طالب جلد ہی فیوض و برکات عالیہ حاصل کر لیتا ہے اور حقائق معرفت کا شناسا ہو جاتا ہے۔ طریقت سہروردیہ میں دین اور دنیا کے حسین امتزاج کے باوجود معرفت الٰہی کے جذبات غالب ہیں صاحب سلسلہ نے اسے اس قدر سہل بنا دیا ہے تاکہ ہر خاص و عام اس سے فیض پا سکے اور اپنی اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق منازل طے کر سکے۔ اس ضمن میں صاحب "انوار سہروردیہ" رقم طراز ہیں:
یہ بالکل صحیح ہے کہ چاروں طریقے قادریہ' نقشبندیہ' چشتیہ اور سہروردیہ اپنی اپنی منزل مقصود پر پہنچانے اور مولا کریم سے ملانے میں [illegible]ب سنت کے مطابق اور کامل و مکمل ہیں جن میں کسی قسم کا

marfat.com

فرق و امتیاز جائز نہیں بلکہ کسی سلسلہ کی تنقیص کرنا گویا ساری جماعت اہل اللہ کی تنقیص کرنا ہے جو سراسر کفر جزوی ہے۔ ہاں تعلیم و عمل۔ درجہ بندی اور فرق مراتب کا لحاظ رکھنا جو توہین پر مبنی نہ ہو گناہ نہیں جیسے انبیا علیہم السلام میں بعض کو بعض پر فضیلت سمجھنا ایمان کا خاصہ ہے اور ایسی فضیلت بلکہ پختگیء عقیدت کی دلیل ہے۔ خدا طلبی و خدا شناسی کے جس قدر طریق سلسلوں کے صوفیائے عظام میں رائج ہیں وہ سب قرآن و حدیث اور اتباع صحابہ سے ماخوذ ہیں اور ان میں کوئی اخفا نہیں مگر ان کی تفصیل انسانی فہم و تدبر پر موقوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلاسل میں جو علمی و عملی اختلاف ہے یہ سارے کا سارا حق پر منتج ہوتا ہے اور مشائخین کی اپنی اپنی تعلیم اور ارادتمندوں کی استعداد اس فرق کو پیدا کرتی ہے۔ الغرض ہر سلسلہ کا طریق کار اور طرز مجاہدہ الگ الگ اور اسباق جداگانہ ہوتے ہیں جن پر اعتراض کی ضرورت نہیں۔ قابل ذکر صرف یہ بات ہے کہ:

۱۔ سہروردی طریقت کا رنگ طالب کے لئے کچھ سہل الحصول اور ایسا انوکھا ہے کہ جس کی حیثیت امتیازی نظر آتی ہے اور طالب معرفت کے پانے میں قریبی راہ پر چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

۲۔ اس کے وظائف' مراقبات' تصورات اور مجاہدات دوسرے سلاسل سے مختصر اور سہل ترین ہوتے ہیں۔

۳۔ سہروردی مرید اتباع سنت میں بڑے ذوق و شوق سے گامزن ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ بانیء سلسلہ نے اس کی ابتدا ہی یوں کی ہے۔ بقول حضرت شیخ سعد الدین حمویہ" : "نور متابعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جبین السروردی شیی آخر" یعنی متابعت نبوت کا چمکتا ہوا نور سہروردی کی پیشانی میں کچھ اور ہی حیثیت رکھتا ہے۔

۴۔ سلسلہء سہروردیہ میں تصور شیخ معین تو ہے لیکن دوسرے سلاسل کی طرح غیر معین مدت تک نہیں بلکہ دربار رسالت اور تصور نبوت تک ہوتا ہے۔ جب وہ حاصل ہو گیا تو اس سے پابندی اٹھ جاتی ہے۔

۵۔ تصور (اور زیارت) حضور علیہ السلام کا حصول بھی زیادہ عرصہ کا محتاج نہیں ہوتا یعنی جلدی رسائی ہو جاتی ہے اور شیخ سہروردی کی توجہ وقت بیعت سے بہت تھوڑے عرصہ میں مبتدی کو دربار رسالت میں باریاب کرا سکتی ہے۔ بعض طالب فوراً اور بعض بدیر کامیاب ہو کر عرفان کے میدان میں چلنے لگتے ہیں۔

۶۔ بعض سلسلوں میں ترقیء باطن کے لئے کسی خوش آوازی و خوش گلوئی اور شعرخوانی کو سہارا بنانا پڑتا ہے مگر سلسلہء سہروردیہ اس پابندی کا محتاج نہیں کیونکہ بزرگان سہروردیہ کے نزدیک یہ سلسلہء مجالس سماع میدان طریقت میں چلنے کے لئے قطعاً" غیر ضروری ہے۔ نہ مجلس سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور نہ اتفاقی شمولیت ممنوع سمجھی جاتی ہے۔ خود امام سلسلہ حضرت شیخ الشیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "آں نعمتے کہ در بشر ممکن است بہ شہاب الدین دادہ اند الا ذوق سماع" ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ذوق سماع کو نعمت بھی سمجھتے ہیں لیکن اس سے محرومی بھی باعث فخر بیان فرماتے ہیں۔

marfat.com

قوالی اور سہروردی حضرات

قوالی سننے کے جواز یا عدم جواز کے سلسلہ میں مرشدنا حضرت قبلہ' ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ نے فرمایا: طریقت یا درویشی میں پہلی چیز یہ ہے کہ اس کا منبع دیکھو کہ جتنا ان سلسلہ میں علم با عمل پایا جاتا ہے کیا وہ منبع سے چلا ہے یا اس میں بعد ازاں ایسے خس و خاشاک مل گئے ہیں جنھوں نے اس صاف پانی کو گدلا کر دیا ہے۔ حضور علیہ السلام سے اسلام کا ظاہری پہلو اور خدا شناسی کا باطنی پہلو یعنی شریعت اور طریقت دونوں چلے ہیں۔ ظاہری پہلو یہ ہے کہ قوم کا ڈھانچہ تیار ہو جائے جیسے کھیتی بوئی جائے اب اس کھیتی کو بونے کے بعد اس کے تحفظ کی بھی دو صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک اندرونی اور ایک بیرونی۔ زمیندار جب کھیتی بوتا ہے تو کھیتی کے شگوفے نکلنے پر نقصان کے احتمال کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کھیتی میں گندم بوئی ہے اس کے ساتھ فالتو بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جن سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے چونکہ اس طرح زمین کی طاقت تقسیم ہو جاتی ہے چنانچہ زمیندار ان فالتو خود رو بوٹیوں کو نکال پھینکتا ہے اور گندم رہنے دیتا ہے۔ یہ اس فصل کو گویا اندرونی تحفظ ہے۔ بیرونی تحفظ یہ ہے کہ باہر سے کوئی ڈھور ڈنگر آ کر اس فصل کو کہیں برباد نہ کر دے اس لئے وہ اس کھیتی کے ارد گرد باڑ لگا دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے قوم کے ڈھانچے اور ان کی ظاہری نشوونما و ارتقا کا یہ ظاہری تحفظ یوں فرمایا کہ قرآن اور حدیث کے ساتھ ساتھ اس کے گرد خلافت کی باڑ لگا دی۔ اندرونی تحفظ یہ فرمایا کہ اللہ اللہ کرنے کا وہ طریقہ جو غار حرا سے شروع ہو کر معراج کی بلندیوں پر ختم ہوا اس سے قوم میں اندرونی طور پر خدا شناسی کی لائن کو بیان فرمایا۔ درویشی کا طریق کار بتایا اور فرمایا: **اخرجِ الیھُودَ والنصارٰی مِن جزیرۃِ العرب۔** (یہود اور نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔) اور **الفقر فخری و الفقر منی** (مجھے فقر پر فخر ہے اس لئے کہ فقر مجھ سے ہے)۔

وہ کیوں؟ معراج حاصل ہوا براہ راست خدا سے مکالمہ بالمشافہ ہوا اس پر فخر نہیں کیا' نبوت تامہ پر فخر نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں' لیکن مجھے فخر نہیں۔ کتاب ملی' ام الکتاب اس پر فخر نہیں کیا۔ صحابہؓ کی جماعت ملی سب سے افضل۔ اس پر فخر نہیں کیا۔ ازواج مطہرات ملیں سب سے بڑھ کر۔ اس پر فخر نہیں کیا۔ اہل بیت ملے سب سے بلند۔ اس پر فخر نہیں کیا۔ فخر کیا تو صرف "فقر" پر۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ کیا چیز ہے جس پر فخر کیا۔ یہ ایسی شے نظر آتی ہے' جو رب العزت کے راز پانے کی آخری سٹیج ہے اور جس مقام پر دوسرے انبیاء اور رسولوں میں سے بھی کوئی نہیں پہنچا۔ اس مقام کا نام فقر ہے۔ اس رنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو صورتیں جو بیان فرمائی ہیں۔ ظاہری میں قرآن' حدیث اور فقہ شامل ہے۔ اندرونی پہلو جہاں علماء کی زبانیں کاٹ دی گئیں جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے وہاں لا الٰہ کی تبلیغ کے لئے کس نے کام کیا ہے؟--- درویشوں نے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ درویشی رسول تک رہی اور وہاں سے جب ایک کڑی سے دوسری کڑی تک آئی تو کیا ذوق سماع اور سماع بالمزامیر کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور متقدمین میں ہے یا نہیں؟

marfat.com

بات دراصل یہ ہے کہ سماع یا قوالی کا زمانہ بہت بعد کا ہے نہ تو حضور علیہ السلام کے زمانے میں اور نہ ہی خلفائے اربعین اور صحابہ کرام کے زمانے میں اسے رب العزت کے عرفان یا روح کی پرواز کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ ایک حدیث میں آتا ہے: ابتدائے اسلام کے زمانے میں ایک عورت جو کہ مغنی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے منت مانی تھی کہ اگر میرا یہ کام ہوگیا تو میں آپ کے رو برو گاؤں گی۔ منت چونکہ ادا کرنی فرض ہوتی ہے۔ اس ﷺ نے فرمایا: منت پوری کر۔ چنانچہ وہ بیٹھ گئی اور گانا شروع کیا۔ اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لے آئے۔ دیکھا کہ حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں وہ خاموش رہے۔ آپ کے بعد حضرت علیؓ تشریف لائے اور وہ گاتی رہی۔ اسی اثنا میں حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے جب حضرت عمرؓ کا نام سنا کہ وہ تشریف لائے ہیں تو اپنا ساز و سامان لپیٹ کر اٹھ بھاگی۔ اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے آئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا عجیب بات ہے کہ شیطان عمر کے سائے سے بھی بھاگتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اس کی منت پوری کرنے کے لئے سماع کی اجازت تو دے دی، مگر اسے مستحسن فعل قرار نہیں دیا بلکہ شیطان کا سایہ فرمایا۔ تو گویا حضور کے مزاج اطہر میں اس شے کا کوئی حصہ نہیں صحابہ کرامؓ کی زندگی چونکہ نبوت کی زندگی کا عکس ہے اس لئے یہ چیز صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں نہیں ملتی۔ تابعین کے زمانے میں بھی یہ نہیں پائی جاتی۔ اس کے بعد تبع تابعین کا زمانہ آیا اور اس کے کئی سو سال بعد کے بزرگوں حضرت خواجہ عثمان ہارونی یا ان کے بعض ہمعصروں میں یہ ذوق سماع رہا۔ انہوں نے اسے رواج دیا، لیکن اپنی ذات کے لئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے اس کے متعلق کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "نہ انکار می کنم نہ این کار می کنم" انکار اس لئے نہیں کرتا کہ بعض بزرگوں کا فعل ہے اور خود سننے والا کام اس لئے نہیں کرتا کہ یہ فعل میرے بزرگوں میں نہیں پایا جاتا۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ کے زمانے کی ایک بات یہاں واضح کرتا ہوں کہ حضرت غوث الاعظمؒ کا عمل یہ رہا کہ آپ نے فتوے دے کر گانے بجانے والوں کو بغداد سے نکلوا دیا اور سماع کے متعلق شدت سے منع فرمایا۔ "غنیتہ الطالبین" میں اس کا ذکر موجود ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو حضرات شاہ جیلانؒ کا عرس منعقد کرتے ہیں تو وہ قوالی کا فعل حضرت کے حکم کے خلاف کرتے ہیں نہ معلوم ان کے پاس اس کا کیا جواز ہے کہ عرس تو ہو حضرت شاہ جیلانؒ کا اور ڈھولک بجائیں حضرت چشتیؒ کے مسلک کی حالانکہ وہاں تو ساری تعلیمیں شریعت کے مطابق ہی ملتی ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے نہ تو سماع سنا اور نہ ہی اس کی اجازت فرمائی۔ اس لئے ایسے حضرات کا عمل حضور غوث پاکؒ کے عمل کے خلاف ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حضرت عثمان ہارونیؒ چونکہ خود نہایت ہی خوش فکر شاعر تھے بلند پایہ نعتیں اور غزلیں کہتے تھے، ان کے حسن مذاق میں یہ چیز شامل تھی۔ شاعری کا بنیادی پتھر حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی پایا جاتا ہے اس لئے شاعرانہ مذاق، شاعرانہ تخیل اور شاعرانہ طبائع ہر زمانے میں رہی

marfat.com

ہیں۔ حضرت عثمان ہارونیؒ خود غزلیں، نظمیں اور نعتیں کہتے اور پڑھتے تھے اس میں ایک لطافت ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کا تصور رکھ کر ایسے انداز سے کرے جو اس کی روحانی غذا کا باعث بنے۔ ان سے آگے یہ نسبت چشتیوں اور حسن سنجریؒ وغیرہ کو پہنچی۔ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا زمانہ ایک ہی ہے، کوئی دس سال پہلے کوئی دس سال بعد۔ حضرت خواجہ اجمیری چشتی رحمتہ اللہ علیہ، حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی ہیں مگر اس کے باوجود قوالی کے مسئلے میں ایک ماحول میں اکٹھے نہیں ہوئے۔

طبیعتوں کے مطابق باطنی تقسیم : جب خواجہ چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ اس قابل ہوئے اور درویشی کی بالائی منزل پر دین مبین کی تبلیغ کے لئے موزوں سمجھے گئے ... کا معاملہ باطنی طور پر دربار رسالت میں پیش ہوا تو حکم ہوا کہ ان کی ڈیوٹیاں پیش کی جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی ڈیوٹیاں یوں تفویض فرمائیں کہ سہروردی کو تو ملتان کی طرف اور چشتی کو سرحد، کابل اور غزنی وغیرہ کا تعین فرمایا، لیکن جب تقسیم ہونے لگی تو چشتی کو ہندوستان میں اور سہروردی کو ادھر لگا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ تقسیم تو الٹی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تقسیم اس لئے بدلی ہے کہ معین الدین کا مذاق سماع ہندوستان کی فضا سے مطابقت رکھتا ہے۔ اہل ہند ڈھولک اور ساز بجاتے ہیں لہٰذا ان کی طبیعت مزامیر کے ذریعے اہل ہند کے لئے جاذب ہو گی۔ سہروردی کی پیشانی میں شریعت محمدی کا نور چونکہ جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اس میں یہ سماع نہیں لہٰذا اسے دوسری طرف بھیج دو۔ چنانچہ اس معاملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سہروردیوں کے ساتھ سماع کا کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے یہ کہ سہروردی حضرات وسط ہند کو عبور کر کے بنگال تک پہنچے ہیں مگر ان کی تبلیغ میں یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے قوالی سنی ہو یا ایسا ماحول پیدا کیا ہو اور طبلے کی تھاپ سے لوگوں کو اکٹھا کیا ہو بلکہ انہوں نے اندرونی قوت باطنی سے مخلوق کی طبیعتوں میں عرفان کی صلاحیت و پرواز پیدا کی۔ میں نے اپنی تحقیق میں بھی سہروردی حضرات میں سے کسی کو سماع بالمزامیر کا ذاکر یا سامع نہیں پایا اور نہ ہی مجھے بھی سہروردی حضرات سے یہ نسبت پہنچی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات اس عمل کی شدت سے ممانعت فرماتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ سماع بالمزامیر کی ابتدا چشتیوں سے ہوئی۔ سہروردیوں نے تو جہاں بھی تبلیغ کی ان سے یہ عمل یعنی سماع ثابت نہیں ہوتا۔ پنجاب میں سہروردیوں کے مورث اعلیٰ حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کو ہی لیجئے ان کے سارے عمل میں یہ چیز آپ کو نہیں ملے گی حالانکہ وہ بابا فرید شکر گنج کے ہمعصر اور یار غار تھے۔ اگر کسی وقت کوئی مہمان آ گیا اور اس کی خوشنودی کے لئے اس کے اصرار یا دوستانہ رنگ میں اشعار بغیر ساز یا مزامیر کے سن لئے گئے تو یہ اور چیز ہے۔ وگرنہ قوالی کا دستور العمل یا اہتمام سہروردیوں کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ میرے شیخ حضرت قبلہ بابا جی غلام محمد سہروردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (حیات گڑھی گجرات) کے پاس اگر کوئی ایسا شخص آتا اور کہتا کہ میں کچھ سنانا چاہتا ہوں تو فرمایا کرتے کہ

marfat.com

تو آداب سماع سے واقف نہیں اگر میری کیفیت دگرگوں ہو گئی تو پھر کیا کرو گے۔

شرائط سماع: قوالی کے ضمن میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اہل مجلس و اہل سماع آداب مجلس سے واقف ہو۔ زمان مکان اور اخوان سماع کی تین شرطیں ہیں:

(۱) مجلس میں ہم مشرب احباب متحد الخیال ہوں اور شیخ یا شیخ کے اجازت یافتہ منتہی مرید موجود ہوں۔

(۲) محفل سماع میں چنگ و رباب کچھ نہ ہوں۔

(۳) وقت ایک ہو۔ سب ہم خیال ہوں۔ سب کا ایک طرف تصور ہو اور تمام حاضرین باوضو ہوں۔

(4) گانے والا مرد بالغ ہو امرد اور عورت نہ ہو۔

(۵) کلام میں فحش اور ہزل کی آمیزش نہ ہو۔

(٦) سننے والا محض اللہ تعالیٰ کے لئے سنے اور اس کا دل یاد الٰہی سے لبریز ہو۔

جب تک مجلس کا یہ ماحول نہ ہو اس وقت تک سماع نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ میرے پیرو مرشد حضرت قبلہ باباجی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کبھی کبھی قوالی کی طرف توجہ رکھا کرو۔ میں نے عرض کی بہت بہتر۔ آپ کی نسبت سمجھ کر سننے میں کوئی اعتراض نہیں مگر میں نے جناب کو اس کا مستقل اہتمام فرماتے نہیں دیکھا اس لئے میری طبیعت چاہتی ہے کہ جو روحانی پرواز یا ماحول اس روح کو نصیب ہو وہ عرفان کی بلندیوں میں بغیر کسی آسرے کے پرواز کرے۔ اگر اس نے گانے والے کا تکیہ لے کر شروع کیا اور طبیعت اس کی عادی ہو گئی تو جہاں اسے گانے والا نہ ملا تو اس کی بلند پروازی رہ جائے گی۔ فرمانے لگے تجھے ضرورت نہیں۔

خود حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کا ارشاد ہے: "آں نعمتے کہ در بشر ممکن است شہاب الدین را دادہ اند الا ذوق سماع" ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذوق سماع کو نعمت بھی سمجھتے ہیں لیکن اس سے محرومی بھی باعث فخر بیان کرتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو سماع محض آواز موزوں کا نام ہے جس سے قلب میں تحریک پیدا ہوتی ہے پس اگر یہ تحریک اللہ تعالیٰ کی یاد کی ہو تو مستحب ہے ورنہ ہزلیات سے ایسا سماع حرام ہو گا۔

اولیائے سہروردیہ کی مساعی و خدمات

سلسلہء عالیہ سہروردیہ اگرچہ حضرت شیخ ضیاالدین ابونجیب سہروردیؒ سے شروع ہوا لیکن اس سلسلہ کی ترویج میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے صحیح معنوں میں آشنائے عالم ہوا۔ آپ سلسلہ سہروردیہ کے بانی مبانی ثانی ہیں آپ حضرت ابونجیبؒ کے بھتیجے اور خلیفہ ہیں۔ سہروردیہ سلسلہ میں قادری سلسلہ کے جو اسباق پائے جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے زیادہ میعاد حضرت غوث الاعظمؒ کے پاس گزاری۔ آپ کا فیضان بے پایاں

marfat.com

نہ صرف عوام الناس اور صوفیائے کرام تک ہی محدود تھا بلکہ یہ اصلاح امراء اور حکمران طبقہ تک بھی محیط تھا۔ حضور علیہ السلام کی اس سنت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کے سلاطین اور حکمرانوں کو اسلام کی دعوت تحریری طور پر اور سفیران کرام کے ذریعے بھجوائی کا اتباع بھی حضرت شیخ الشیوخ کی دعوت تبلیغ میں اظہر من الشمس ہے آپ نے اپنے عہد میں خلفائے بغداد اور دیگر اسلامی ممالک کے درمیان انصاف پروری' حق پرستی' صلح جوئی اور اخوت باہمی کی ہدایت فرمائی۔ اسلامی ممالک میں اخوت و مصالحت پیدا کرنے' اسلام کی قوت بڑھانے اور فیضان باطنی کے نور کو پھیلانے کی غرض سے کئی بار سفر اختیار کئے اور بلا جھجک شاہان وقت کو پند و نصیحت اور تلقین فرمائی جس کے ٹھوس نتائج آپ کی ظاہری زندگی میں ہی بر آمد ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کی ذات گرامی کو ہر ادنیٰ و اعلیٰ ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتا از حد تعظیم و تکریم کرتا اور آپ کے فرمان عالی مقام کو واجب التعظیم و تسلیم گردانتا۔ شوی قسمت سے اگر کسی نے تعمیل ارشاد میں کوتاہی کی تو اس کا خمیازہ خود اس نے بھگتا جیسا کہ خوارزم شاہ کی تباہی سے ظاہر ہے۔ آپ کے مریدان باصفا بالخصوص خلفائے عظام بھی لا تعداد تھے جنہوں نے اپنے اپنے علاقوں یا ملکوں میں ترویج سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ایران' ماوراالنہر' ترکستان' سلطنت بغداد جس کا دائرہ خاصہ وسیع تھا مشرق وسطی بر صغیر پاک و ہند۔ مشرق بعید و غیرہم ہر جگہ ترویج سلسلہ کا جو بیج بویا بالاخر وہ تن آور درخت بنا اس ضمن میں آپ کی ذات گرامی کی ان تھک کوششوں کا تمام عالم اسلام مرہون منت ہے اور تا قیامت رہے گا۔

سلسلہء سہروردیہ نے دنیا کے ہر حصے میں شہرت دوام پائی سلسلہء سہروردیہ کا وہ دور خصوصاً قابل ذکر ہے جب مسلمانوں کے خون سے ایران' بغداد' سمرقند بخارا' چین اور ہند کے مسلمان چنگیزی قوم کے ہاتھوں مولی گاجر کی طرح کٹ رہے تھے اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردی بخارا میں درس و تدریس میں سرگرم تھے۔ آپ اور ان کے کئی نامور مرید چنگیزی لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے بعد میں بخارا میں آپ کے خلیفہ سیف الدین باخرزیؒ کی نظر برکہ خان منگول پر پڑی جس نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام کی خدمات میں پیش پیش رہا۔ باالفاظ علامہ اقبالؒ:

ع "پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے"

حضرت سعدالدین حمویؒ خراسان میں۔ کمال الدین شریانیؒ ترکستان میں اور نظام الدین جنیدیؒ جیسے باکمال صوفی تبت میں انوار محمدی پھیلانے میں مصروف تھے۔ اس سلسلہ سہروردیہ کے کئی خلفا فلسطین سے لے کر چین تک اور بحر ہند کے جزائر و ساحلی مقامات سے گزر کر شمالی و جنوبی ہند کے اندرونی دور دراز مقامات تک پھیل گئے۔ حضرت شیخ دمشقیؒ نے بنگالہ کا سفر کیا اور مولانا تقی الدین عرب مغربیؒ کو سلسلہ سہروردیہ میں داخل کیا۔ سید جلال الدین کبیر سرخ بخاریؒ کی ۱۹۱ نے بھی بہار میں اس سلسلہ کو پھیلایا۔ قاری شاہ سلیمان پھلواریؒ نے مدراس' بنگلور' میسور' ترچناپلی اور جنوبی ہند میں ہزاروں افراد کو سلسلہ میں داخل کیا۔ خواجہ عماد الدین قلندری پھلواریؒ

marfat.com

نے بھی اس سلسلہ کو بڑی تقویت پہنچائی۔ حضرت سید جلال مجرد سلہٹیؒ (بعض آپ کو گیلانی ترکستانی اور یمنی کہتے ہیں اور جو حضرت میر سرخ بخاری سہروردیؒ کے نواسے تھے) نے کینیا، یمن کے بعد سلہٹ (بنگال) میں مقیم ہو کر سلسلہء سہروردیہ کی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ بنگال سے حضرت جلال الدین تبریزیؒ کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

حضرت شیخ الشیوخؒ نے برصغیر (پاک و ہند) میں سلسلہء عالیہ سہروردیہ کے لئے حضرت نوح بھکریؒ (سندھ) حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ۔ حضرت جلال الدین تبریزیؒ۔ حمید الدین حاکمؒ۔ شہاب الدین بگبوتؒ وغیرہم کو اس عظیم مشن کی ذمہ داری سونپی اور ان حضرات کی بے لوث اور ان تھک کوششوں نے برصغیر کے کفرزار کی ظلمتوں کو اسلام کے نور سے جس طرح منور فرمایا وہ محتاج بیان نہیں۔ سہروردی خانقاہوں کی روحانی تعلیم سے مراد ترک دنیا نہ تھی بلکہ دنیا میں رہ کر دنیاوی کاروبار کرتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا اور ہر کام کو شریعت کی روشنی میں بخوبی انجام دینا ہی اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول تھا۔ حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانیؒ کی قائم کردہ خانقاہیں جماعت بندی کر کے تبلیغ کے لئے اپنے مریدوں کو دیہاتوں اور دور دراز شہروں میں روانہ کرتیں۔ اس طرح سہروردی سلسلہ کے فیض یافتہ برصغیر کے ہر اہم مرکز اور موڑ پر پھیل گئے۔ اور یہ سلسلہء عالیہ سرحد، بلوچستان، سندھ، پنجاب، کشمیر، گجرات کاٹھیاواڑ، مدراس، یوپی، دکن، بہار بنگال، آسام سے ہوتا ہوا برما ملایا اور انڈونیشیا تک جا پہنچا۔

ملتان میں حضرت غوث العالمینؒ کا مدرسہ عالیہ ہندوستان کی مرکزی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا جہاں قرآن و حدیث، فقہ و ادب ریاضی یعنی مروجہ تعلیم کے دوش بدوش روحانی تربیت بھی کی جاتی تھی۔ آپ کی خانقاہ و مدرسہ غوثیہ میں چین، ترکستان، ماوراالنہر مصر، شام، عراق، دمشق اور حجاز تک کے طالبان حقیقت اور درویش آ کر فیض یاب ہوتے حضرت غوث العالمینؒ نے نصف صدی کے عرصہ میں برصغیر ہند و پاک نہ صرف قرامطہ کے اثر سے پاک کیا بلکہ لاکھوں سرکش کافروں کو بھی نور ایمان سے مالا مال فرما کر انہیں اسلام کا محافظ بنا دیا۔ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت سلاطین اور عمائدین حکومت سے اچھے تعلقات رکھے اور دارالحکومت میں اپنے قیام کا مقصد اصلاح اور خلق کی وکالت کے سوا کچھ نہ رکھا۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) صورت (۲) سیرت یا صفت اور قابل قبول چیز صرف صفت ہے اللہ تعالیٰ صورت کو نہیں نیت اور اعمال کی جانب نظر کرتا ہے۔

حمید الدین حاکم سہروردیؒ نے سندھ سے مکران تک اسلام کی اشاعت کی۔ شیخ سارنگ اور شیخ میناؒ نے لکھنؤ میں اور شیخ سعد الدینؒ نے خیر آباد میں ٹھوس تبلیغی خدمات سر انجام دیں۔ لاہور میں حضرت شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی (میکلوڈ روڈ لاہور) نے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔

پٹنہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے شیخ شہاب الدین بگبوت سہروردیؒ (مرید و خلیفہ حضرت شیخ الشیوخؒ) تشریف لائے جن کا آبائی وطن کاشغر تھا۔ آپ نے موضع جتھلی میں قیام فرمایا دین اور سلسلہ سہروردی کی خدمت کی۔ آپ کے بعد آپ کے دو نواسوں حضرت احمد شرف الدینؒ

marfat.com

اور حضرت احمد چرم پوشؒ نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ مدراس اور ترچناپلی میں بابا فخرالدین سہروردیؒ نے اور حیدر آباد دکن کے قریب بابا شرف الدین عراقیؒ نے قیام فرمایا آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے سینکڑوں غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا عدن میں مولانا فخرالدین عراقیؒ نے تبلیغی خدمات انجام دیں اور افغانستان اور ایران کے لوگوں کو مستفید فرمایا حضرت شیخ سعدی شیرازی سہروردیؒ نے تقریباً ساری دنیا کی سیر و سیاحت میں نمایاں خدمات سر انجام دیں۔

سہروردیوں میں اہل قلم کی کمی: بحوالہ "ملفوظات ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ" "برصغیر میں سہروردی حضرات نے بڑی تبلیغی خدمات سر انجام دی ہیں اور سہروردی بزرگان عظام جا بجا پھیلے ہوئے ہیں مگر بد قسمتی سے ان حضرات کے تفصیلی حالات پر بہت کم قلم اٹھایا گیا ہے۔ لاہور میں جتنے سہروردی حضرات گزرے ہیں وہ سب لاہور کی سابقہ بستی سے باہر اور شہر کے کناروں پر رہے ہیں۔ حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ وہ اچھرے سے پرے۔ ان کے بھائی حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ گنج مغل پورہ کے پاس۔ حضرت حسن گنجد گر المعروف حسو تیلی رحمتہ اللہ علیہ ایبٹ روڈ یعنی فصیل شہر سے باہر۔ اس طرح حضرت میاں پاک دامن رحمتہ اللہ علیہا محمد نگر گڑھی شاہو۔ حضرت موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ آہن گرؒ میکلوڈ روڈ۔ حضرت میاں موج دریا بخاری رحمتہ اللہ علیہ نابھہ روڈ کسٹم آفس کے قریب۔ غرضیکہ جتنے بھی سہروردی بزرگ ہوئے ہیں وہ اصل شہر کی آبادیوں سے باہر ہی ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شہری زندگی سے قطعاً دلچسپی نہیں لی اور دور دراز رہتے رہے۔ ظاہری چیز سے انکار کرنا۔ ایک یہ چیز ہے کہ دل سے (نفس سے) یہ سمجھنا کہ دنیا میں پڑ کر کیا لینا ہے۔ دنیا مقام فانی ہے۔ رفتنی گذشتنی ہے۔ وہ اس طرف لگ پڑے ان کے قلب پر یہ مفہوم نہ ہوتا اور دنیا کو نہ چھوڑتے تو وہ بھی اتنا ہی کام کر لیتے جتنا دوسرے سلسلے کے بزرگوں نے کیا۔ مقابلتاً انہوں نے زیادہ کام کیا ہے مگر سینوں کے زور سے، دل کی بیداری سے، روح کی صفائی سے، پروپیگنڈا سے نہیں کیا۔

باالفاظ خلیفہ مجاز چودھری اقبال حمید سہروردیؒ (تذکرہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ" مصنفہ سلام سہروردیؒ) "سلسلہء عالیہ سہروردیہ میں اللہ پاک کے فضل و کرم سے بہت سے عالم و فاضل اور دیران عالی مقام پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے ہر دور میں دین کی ٹھوس خدمات سر انجام دیں۔ تاہم سہروردی مشائخ نے اپنے تذکرے مرتب کرنے کی طرف توجہ نہ دی، چنانچہ لوگ آج کل سلسلہ سہروردیہ سے اس درجے روشناس نہیں جو کہ اس کا حق ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سہروردی مشائخ کرام نے اپنی ٹھوس دینی خدمات کے پیش نظر تذکروں کی اشاعت کو اہم نہ گردانا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ "نسبت سہروردیہ" ماشاءاللہ نہایت قوی ہونے کے باعث ایک خاص منزل پر آکر سہروردی درویش پر اکثر و بیشتر کیفیت جذب و سرمستی طاری ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ معرفت الٰہی میں سرشار ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے اور پہاڑوں اور جنگلوں میں ڈیرہ جما لیتے تھے۔ ظاہر ہے ان حالات میں تصنیف و تالیف کا کام کیسے سر انجام دیا جا

marfat.com

سکتا تھا۔

مشائخ کرام کے سلاسل قائم کرنے کا مقصد چونکہ محض فیض رسانی اور خلق خدا کی رشد و ہدایت ہے جو جذب و سرمستی کی فراوانی کے ساتھ ممکن نہیں لہٰذا دربار بالا میں اس کو پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھا گیا۔ پس جب حضرت صاحب قبلہ الحاج ابوالفیض قلندر علی سہروردی سیالکوٹی ثم لاہوری رحمتہ اللہ علیہ پر بھی جذب طاری ہونے لگا تو حضرت غوث العالم شیخ بہاالدین ذکریا ملتانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے دربار سے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کے لئے ایک نیا سبق جذب و سرمستی کے سدباب کے لئے خصوصی طور پر صادر ہوا لہٰذا اب جب بھی سالک منزل جذب و فنا میں پہنچتا ہے تو شیخ کامل اس خصوصی سبق کو تعلیم فرما کر غلبہء جذب کو روک دیتا ہے۔ درویش بدستور حالت صحو میں رہ کر دنیاوی امور سرانجام دیتا رہتا ہے اور منازل میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا' چنانچہ حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے خلافت عظمیٰ کی حصولی کے بعد سجادہ کے ساتھ ساتھ خامہء حقیقت بیان بھی سنبھالا اور متعدد کتب سلوک و تصوف پر تصنیف فرما کر فریضہء تبلیغ و رشد و ہدایت بکمال حسن و خوبی سرانجام دیا اور حلقہء اشاعت کو سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی دینی خدمات اور فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمایا"۔

بحوالہ "آب کوثر" تصوف کے ہندوستانی سلسلوں میں سب سے زیادہ شہرت چشتیہ خاندان کو ہے اور فی الواقع اس میں کئی خصوصیتیں ایسی تھیں جنہیں ہندوستانی حالات خاص طور پر سازگار تھے مثلاً" موسیقی اور سماع کا رواج۔ ادبیت اور شعر و شاعری سے انس جو ملامت غیر مسلمانوں کے ساتھ غیر معمولی رواداری جنہوں نے اس کی مقبولیت اور اشاعت میں بڑی مدد کی۔ مسلمانوں کی روحانی تربیت میں بھی اس سلسلہ کے بزرگان کبار نے بڑا حصہ لیا لیکن سہروردیہ سلسلہ بھی اپنی ٹھوس تبلیغی سرگرمیوں میں منفرد اور جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔

۱۱۶۱ عیسوی (۵۵۶ھ) میں حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان میں آئے۔ یہ پرتھوی راج کا زمانہ تھا۔ نقشبندی حضرات بعد میں آئے۔ سب سے پہلے جو سلسلہ ہندوستان میں طریقت کے سلسلوں میں کام کرتا رہا وہ سہروردیہ ہے۔ کام انہوں نے کیا مگر ان میں کوئی ایسا اہل قلم نہیں اٹھا جو ان کے حالات قلمبند کرتا۔ ان کا دور چل رہا تھا کہ پھر یہ حضرات نقشبندیہ چشتیہ اور قادریہ تشریف لائے۔ ان تینوں کا سلسلہ خوب چلا چشتی حضرات میں کافی اہل قلم تھے بالخصوص امیر خسروؒ یا اس قسم کے دیگر شعرا و ادیب۔ نقشبندی حضرات میں بھی اہل قلم لوگ تھے' انہوں نے بھی اپنے سلسلہ کے حالات لکھے۔ قادریہ سلسلہ کے بزرگوں نے بھی بہت کچھ لکھا مگر یہ سلسلہ سہروردیہ جب عروج پر تھا اس وقت تو کسی نے نہ لکھا مگر جب یہ پیچھے آیا تو پھر آہستہ آہستہ یہ حضرات پیچھے ہو گئے اور ان کی جگہ قادری' چشتی اور نقشبندی حضرات میدان میں آ گئے۔ وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ عوام الناس سہروردی بزرگوں سے گیارہویں صدی ہجری میں پھر روشناس ہوئے۔

تبلیغی سرگرمیاں : بحوالہ "آب کوثر" مصنفہ شیخ محمد اکرام: "سہروردیہ سلسلہ بھی سلسلہ چشتیہ

marfat.com

کی طرح بہت پرانا ہے اور ٹھوس تبلیغی کاموں میں تو شاید اس کا پلہ چشتیہ سے بھی بہت بھاری ہے۔ کشمیر میں اسلام کبرویہ سلسلہ کے بزرگوں مثلاً امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانیؒ نے پھیلایا جو سہروردیوں ہی کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔

بنگال کے کامیاب پہلے مبلغ شیخ جلال الدین تبریزیؒ تھے جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ اس وقت مشرقی بنگال کی سب سے بڑی زیارت گاہ سلہٹ میں ایک سہروردی شاہ جلال یمنیؒ کا مزار ہے۔ گجرات کے قدیمی دار الخلافہ پٹن میں حضرت سلطان المشائخ اور حضرت چراغ دہلویؒ نے بھی اپنے خلفاء بھیجے یعنی شہر احمد آباد کی سب سے بڑی زیارتیں حضرت قطب عالمؒ اور حضرت شاہ عالمؒ کے سر بفلک روضے' سہروردی یادگاریں ہیں اور پاک پٹن سے مغرب کے علاقے یعنی سندھ مغربی پنجاب اور بلوچستان کو تو بابا فرید شکر گنج بھی حضرت بہاؤ الدین ذکریا سہروردیؒ کی ولایت کا جزو مانتے تھے۔

چشتیوں اور سہروردیوں میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں اور اس کام کا بھی رواج تھا کہ ایک شخص دونوں سلسلوں کے بزرگوں سے فیض یاب ہو' لیکن اگر ان بزرگوں کے حالات زندگی اور کارناموں کو بنظر غائر دیکھیں تو ان کا امتیازی رنگ صاف نظر آتا ہے۔ امام الہند شاہ ولی اللہؒ نے تو یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ بیعت کے وقت چاروں خاندانوں (چشتیہ' سہروردیہ' قادریہ' نقشبندیہ) بزرگوں کے نام لیتے تاکہ ان سب سے فیض یاب ہو اور ان کی خصوصیات اخذ ہوں۔ ان رجحانات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف سلسلوں کے ماننے والوں کے درمیان حد فاصل نہ رہی لیکن پھر بھی ان کے طریق ذکر و عبادت میں کئی امتیازات ہیں۔ سہروردی امور شرعی میں زیادہ محتاط تھے ان کے ہاں سماع بہت کم تھا۔ خلاف شرع امور میں وہ فوراً ناپسندیدگی کا اظہار کرتے۔ دوسرے مذہبوں کے ساتھ ان کا برتاؤ غیر معمولی رواداری کا نہ تھا۔ تبلیغ کا جوش بھی ان میں زیادہ۔ سیرو سفر کا شوق بھی انہیں چشتیوں سے کہیں بڑھ کر تھا۔ بالعموم چشتیوں کا رنگ جمالی تھا۔ سہروردیوں کا جلالی۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ اگرچہ دار الخلافہ کی نازک مزاج اور حساس' ہستیوں کو سہروردی کسی بڑی حد تک مسخر نہ کر سکے لیکن اطراف ملک میں انہوں نے اسلام کا ڈنکا خوب بجایا اور اسلام کی بڑے پرجوش طریقہ سے اشاعت کی۔

افسوس ہے کہ سہروردیوں کی مکمل تاریخ مرتب نہیں ہوئی اور آج تو اس کے لئے مواد نہیں ملتا۔ سہروردیوں نے زیادہ تر کام ہندوستان کے سیاسی اور ثقافتی مرکزوں سے دور رہ کر کیا ہے۔ ان کی روحانی کوششوں کو دار الخلافے کی تیز برقی روشنی نے اجاگر نہیں کیا اور اتفاق سے ان میں اہل قلم حضرات کی بھی بہتات نہیں ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سہروردیوں کی ٹھوس مذہبی خدمات سے جن کی بدولت اس برصغیر میں اسلام کا بول بالا ہوا' ایک عام بے خبری ہے"۔

مغربی پنجاب میں ملتان کے بعد اشاعت اسلام کا دوسرا بڑا مرکز اوچ تھا جو پنجاب کے پانچ دریاؤں (دریائے ستلج' بیاس' راوی' چناب' جہلم اور سندھ) کے سنگم پنج ند کے قریب ایک قدیم قصبہ ہے۔ اوچ کے دو بڑے حصے ہیں۔ ایک گیلانیہ کہلاتا ہے جہاں قادریہ سلسلے کے بزرگ

marfat.com

رہتے ہیں دوسرا محلہ بخاریاں ہے اور سہروردی سلسلہ کا مرکز ہے۔ سب سے پہلے جس سہروردی بزرگ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اوچ کو امتیاز بخشا سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری سہروردیؒ تھے جو غوث العالمین حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ کے خلیفہ تھے۔ پنجاب میں آپ نے شہر جھنگ سیالاں آباد کیا راجپوتوں کے کئی قبیلوں کو آپ نے مسلمان کیا۔ ان کے علاوہ موسیٰ نواب سہروردیؒ جس کے دادا کیچ مکران کے نواب تھے اس علاقہ میں کافی کام کیا۔ مزید بر آں شیخ جمال الدین اچوی سہروردیؒ اور مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری سہروردیؒ تھے جو سید میر سرخ بخاری سہروردیؒ کے پوتے اور صدرالدین راجو قتالؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج و تبلیغ میں ان بزرگوں کی کوششیں محتاج بیان نہیں۔

سندھ اور مغربی پنجاب کی روحانی تاریخ لکھنا اس لئے مشکل ہے کہ یہاں سہروردی حضرات نے کام کیا اور ان کی بہت کم کتابیں شائع ہوئی ہیں کیونکہ سہروردی حضرات نے دوسرے اکابر سلاسل کے مقابلے میں قلم کا بہت کم سہارا لیا۔ ان کی کئی تصنیفات فی زمانہ کم یاب یا عدم دستیاب ہیں جن کا فرداً فرداً ذکر ہم نے ان حضرات کے حالات میں مجملاً کر دیا ہے اب ہم چند بزرگان عظام کا علاقہ وار ذکر خیر کرتے ہیں:-

در خطہ ء پنجاب و سندھ : سب سے پہلے اسلام کے مبلغ جو لاہور میں تشریف لائے ان کا نام سید اسماعیل بخاریؒ ہے آپ کی آمد ۳۹۵ ہجری (۱۰۰۵ عیسوی) میں ہوئی جن کے وعظ میں روزانہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں نا مسلم داخل اسلام ہوئے۔ ان کے بعد جس بزرگ نے تبلیغ اسلام اس خطہ میں کی وہ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ ہیں جن کی شخصیت و نام نامی اظہر من الشمس ہے۔

لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے بعد رشد و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کا یہاں پر کام حضرت سلطان سخی سرور سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے شد و مد سے کیا۔ آپ نے علوم ظاہری لاہور آ کر مولانا محمد اسحاق (لاہوری) سے حاصل کئے اور علوم باطنی اپنے والد بزرگوار سے اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ ریاضت و عبادت کے لئے آپ نے اپنا مرکز موضع سودرہ قرار دیا۔ یہاں سے دھونکل تشریف لائے اور ہدایت خلق میں مشغول ہو گئے آخر میں ڈیرہ غازی خان کے ایک گاؤں کرچی کوٹ کو اپنا تبلیغی مرکز بنا لیا وہیں ۵۷۷ھ میں ایک حاسد نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ مزار مبارک کرچی کوٹ میں ہے۔ آپ بڑے بلند پایہ بزرگ تھے بے شمار ہندو اور سکھ بھی آپ کے عقیدت مند تھے جنہیں سلطانی کہتے ہیں۔

چھٹی صدی ہجری میں ملتان پنجاب کا روحانی مرکز بنا ہوا تھا۔ یہاں سلسلہء سہروردیہ کے نامور بزرگ غوث العالمین حضرت شیخ بہا الدین ذکریا ملتانیؒ نے بڑا کام کیا۔ آپ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے خلیفہ تھے جن سے آپ نے سترہ دن میں خلافت حاصل کی۔ آپ ہی کے حکم سے آپ نے ملتان کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ ۶۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بر صغیر ہند و پاکستان میں سہروردیہ سلسلہ کے آپ مورث اعلیٰ ہیں۔ آپ کے پیر بھائی

marfat.com

حضرت نوح سہروردی بھکریؒ آپ سے پہلے سندھ میں تشریف لائے مگر ان کا سلسلہ زیادہ وسیع نہ ہوا۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ صدر الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے جانشین ہوئے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی سہروردیؒ اپنے باپ کے جانشیں ہوئے وہ اپنے دادا حضرت ذکریا ملتانیؒ کے مرید تھے دہلی کا شہنشاہ علاؤ الدین خلجی آپ کا بے حد معتقد تھا۔ جوئیہ راجپوتوں کو آپ نے مسلمان کیا۔

ملتان کے بعد اچ تبلیغ اسلام او رشد وہدایت کا مرکز بنا جہاں قادری اور سہروردی بزرگوں نے قیام فرمایا۔ سب سے پہلے ۶۴۲ھ میں حضرت شیخ بہا الدین ذکریا ملتانیؒ کے خلیفہ سید جلال الدین سہروردی المعروف میر سرخ بخاریؒ نے تبلیغ اور سہروردی سلسلہ کی ترویج کا کام کیا آپ کے بعد حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ تبلیغ کے لئے وارد ہوئے جن کے دست مبارک پر سینکڑوں راجپوت قبیلے مسلمان ہوئے۔ آپکے بعد آپ کے خلفاء نے سلسلہ کی ترویج میں بڑا کام کیا۔

حضرت مخدوم لال شہباز قلندر سہروردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں سندھ کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کی جولان گاہ بنایا۔ آپ حضرت قبلہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے، آپ کا قیام زیادہ تر سیون شریف میں رہا۔

در خطہ ء بلوچستان: بلوچستان میں سلسلہ ء سہروردیہ کو جس بزرگ کے ذریعے سب سے زیادہ فروغ ہوا وہ شیخ احمد ولد موسیٰ (علاقہ شیرانی وادی ژوب) تھے ان کا لقب احمد جوانمردؒ تھا۔ آپ کا مزار کوہ سلیمان کی چوٹی پر ہے آپ حضرت بہاالدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے سلسلہ کی خوب ترویج کی۔ شیخ اسماعیل سربجتی سہروردیؒ اور مخدوم جہانیاںؒ کے خلیفہ خواجہ یحیٰ بختیار سہروردیؒ نے خاصی ناموری حاصل کی۔

در خطہ ء بنگال: کفرزار بنگال میں اسلام کی روشنی پھیلانے کے لئے حضرت بہاالدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کے پیر بھائی جلال الدین تبریزی سہروردیؒ سرزمین حجاز، بغداد ملتان اجمیر شریف اور دہلی سے ہوتے ہوئے بدایوں تشریف لائے یہاں ایک غیر مسلم کو مشرف بہ اسلام کیا "علی" اس کا نام رکھا اور بدایوں وگردو نواح کی تبلیغ کا اسے ذمہ دار ٹھہرا کر بنگال کے مرکزی شہر پنڈو پہنچے۔ یہ شہر کفر کا گڑھ تھا اور سحر بنگال زوروں پر تھا۔ کالی دیوی کی پوجا ہوتی تھی۔ یہاں یہ مرد خدا تن تنہا کفر کے سینے میں گھس کر بیٹھ گیا اور کلمہ ء طیب کی آواز سے تہلکا مچا دیا۔ ایک نگاہ ڈالی پنڈو کا سب سے بڑا مندر مع اپنے بتوں کے سرنگوں ہو گیا۔ پجاری ایمان لے آئے اور تمام علاقہ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ آپ کے بعد ۱۳۰۳ عیسوی میں سلہٹ شیخ جلال مجرد سہروردیؒ کی مدد سے فتح ہوا اور آپ کی مساعی جلیلہ سے تمام خطہ اسلام کے نور سے منور ہوا آپ کا وصال ۱۳۴۰ عیسوی میں ہوا۔ مزید برآں اشاعت اسلام میں بنگال کے غازی اولیا کا بھی نمایاں حصہ ہے اور ان کے مزارات علاقے میں جگہ جگہ پر موجود ہیں ان میں زیادہ تر سہروردی بزرگ ہی تھے۔

marfat.com

در خطہ ء سرحد: یہاں اسلام بارہویں صدی عیسوی میں پھیلا حضرت بہا الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کے افغان مرید حیدر زرکنی سہروردیؒ اور شیخ احمد سہروردیؒ اور حضرت جہانیاں جہاں گشتؒ کے خلیفہ خواجہ یحیٰ بختیار سہروردیؒ کے اسم ہائے گرامی بہت نمایاں ہیں جنہوں نے لاکھوں کی تعداد میں بھٹکی ہوئی مخلوق کو رشد و ہدایت بخشی۔

دارالخلافہ دہلی: برصغیر میں بھارت کے دارالخلافہ میں حضرت سما الدین سہروردیؒ جو مولانا جمالی سہروردیؒ صاحب "سیر العارفین" کے پیر تھے سلسلہ سہروردیہ کی نمایاں خدمت کی۔ حضرت سما الدینؒ کے والد سید صدر الدین راجن قتال سہروردیؒ کے مرید تھے۔

در خطہ ء کشمیر: کشمیر میں اسلام چودھوی صدی عیسوی میں پھیلا۔ کشمیر سہروردیوں کے شیخ الکل مخدوم حمزہ کشمیری سہروردیؒ ہیں جو حضرت جمال الدین بخاریؒ سہروردی کے مرید تھے ان سے پہلے کشمیر کے سہروردی بزرگوں میں شرف الدین بلبل شاہ سہروردیؒ بابا روپی ریشی سہروردیؒ بابا نصیب الدین، نور الدین ولی، بابا داؤد خاکی سہروردیؒ نے سلسلہ کی ترویج میں بہت نمایاں کام کیا حضرت سید ہمدانی کبرویؒ نے اسلام اور سہروردیہ سلسلہ سے مخلوق کو روشناس کرایا۔

در خطہ گجرات پنجاب: پنجاب میں تبلیغ اسلام اور سہروردیہ سلسلہ کی ترویج میں سرزمین گجرات کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے ان بزرگان عظام میں حضرت شاہ دولا دریائی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ صف اول کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا تعلق شہنشاہ ہند سلطان لودھی کے خاندان سے تھا۔ ۹۸۹ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت سید سرمست سہروردیؒ سے خرقہ ء خلافت حاصل کیا۔ آپ کا وصال ۱۰۷۵ھ اور بعض کے مطابق ۱۰۸۷ھ ۱۶۷۶ عیسوی میں ہوا۔ مزار شریف گجرات شہر میں ہے جو آج بھی پنجاب اور بیرون پنجاب کے لوگوں کے لئے بے پناہ برکات کا حامل ہے۔

اسی طرح گجرات کے ایک اور بزرگ جن کی جدوجہد سے اسلام نے نشوونما پائی اور لاکھوں بندگان خدا نے توحید و رسالت کا حقیقی راستہ پایا۔ حضرت شرف الدین عرف بابا جنگو شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کا مزار لھو کھوکھر تحصیل و ضلع گجرات ہے پہلے مجذوب تھے پھر سالک ہوئے آپ کا وصال ۱۸۶۴ عیسوی کو ہوا۔

سہروردی سلسلے کے فروغ میں برصغیر میں کئی سو سالوں کے بعد جس بزرگ کا نام سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے وہ حضرت میاں بابا غلام محمد سہروردی حیات گڑھیؒ (گجرات) ہیں جنہیں صغیر سنی میں ہی حضرت جنگو شاہ قلندر سہروردیؒ کی صحبت میسر آئی آپ بچپن میں ہی جب حاضر ہوئے تو آپ پر نظر کرم فرمائی کندھوں پر کبھی اٹھا لیتے اور کئی دن ریت میں دبا دیتے اور فیض پہنچاتے۔ جب آپ نوجوانی میں ظاہری علوم سے فارغ ہو کر بغرض بجت حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا پس خوردہ دودھ انہیں پلایا اور حالت استغراق طاری کردی ازاں بعد حضرت شاہ دولاؒ کو ان کی توجہ سے عالم صحو میں طریقت سہروردیہ کا سبق تلقین ہوا جو مریدین میں طریقت اویسیہ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ آپ نے ایک دفعہ بتایا تھا کہ بابا جنگو شاہ قلندر سہروردیؒ نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی زیادہ سے زیادہ ترویج کرنا کم از کم ایک لاکھ بندگان خدا کو

marfat.com

سلسلہ میں داخل کرنا چنانچہ حضرت بابا میاں صاحبؒ نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد میری وساطت سے داخل سلسلہ ہو چکے ہیں آپکا وصال ۱۲ دسمبر ۱۹۵۱ کو ہوا مزار پر انوار حیات گڑھ تحصیل گجرات میں ہے۔

مجدد سلسلہ عالیہ سہروردیہ: حضرت قبلہ میاں غلام محمد سہروردیؒ کے جس خلیفہء اعظم نے سلسلہء سہروردیہ کے تن مردہ میں روح پھونکی اور جنہیں "مجدد سلسلہء سہروردیہ" کہا جاتا ہے ان کا نام نامی حضرت ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ کوٹلوی ثم لاہوری ہے۔ آپ بے مثال مقرر اجل عالم دین اور نہایت بلند پایہ اہل قلم تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مواعظ حسنہ سے لاکھوں کو فیض یاب فرمایا اور لا تعداد بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ حق کا صحیح راستہ بھجایا۔ "بابا جنگو شاہ قلندر سہروردیؒ" کو جو سبق حضرت شاہ دولا دریائیؒ سے ملا وہ قادری سہروردی مخلوط تھا چنانچہ جب آپ اپنے شیخ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تو انہیں صرف سلسلہء سہروردیہ کی تلقین فرمائی۔ ازاں بعد جب ایک باطنی الجھن پیدا ہوئی تو حضرت باباجیؒ نے آپ کو دریا میں دن رات چلہ کرنے کا حکم دیا مگر اسی رات حضرت غوث العالمین بہاالحق ذکریا ملتانی سہروردیؒ نے عالم باطن میں وہ سبق پڑھنے کی مناہی فرمادی اور ایک نیا سبق تلقین فرما دیا۔اس بنیادی تبدیلی کی وجہ سے سکرانہ کیفیات عالم صحو میں بدل گئیں اور سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ترویج کی راہ ہموار ہو گئی۔ آپ نے متعدد تصانیف فرمائیں۔ سلسلہء عالیہ سہرودیہ کا شجرہ شریف مرتب فرما کر اسے ختم شریف خواجگان سہروردیہ کا حصہ بنایا۔ آپ کے حالات کسی حد تک باالوضاحت باب ہفتم میں درج کئے گئے ہیں۔ آپ کا وصال ۹ ستمبر ۱۹۵۸ء کو لاہور میں ہوا۔ مزار پرانور ہنجروال ملتان روڈ لاہور پر مرجعء خلائق ہے۔

آپ کی اولاد امجاد میں صاحبزادہ سید فیض احمد سہروردیؒ اور سید امتیاز احمد تاج سہروردی اور پوتوں میں سید شاہد رسول سہروردی خاص طور پر قابل ذکر ہیں چونکہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج میں ان حضرات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی طرح آپ کے خلفائے عظام میں بالخصوص الحاج چودھری محمد اقبال حمید سہروردیؒ (کراچی)۔ الحاج چودھری محمد شفیع سہروردیؒ (فیصل آباد) اور الحاج میاں معراج الدین سہروردیؒ (موضع ہنجروال لاہور) کسی تعارف کے محتاج نہیں دور حاضر میں ان کی ٹھوس تبلیغی و روحانی خدمات بذات خود اظہر من الشمس ہیں چنانچہ باب ہشتم مجدد سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ہی چند مقتدر ہستیوں پر مشتمل ہے۔

marfat.com

باب دوم

(متقدمین بزرگان عظام ؒ)

شجرۂ طریقت سلسلہ عالیہ سہروردیہ

(تا حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ)

سرکار دو عالم رحمت العالمین حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمانؓ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت کمیل بن زیاد (مرید و خلیفہ مرتضیٰ)

(نسلی سلسلہ):
محمدؒ بن ابوبکر
القاسم
عبدالرحمن
نصر
سعد
قاسم
نصر
قاسم
حسین
سعد
شیخ عبداللہ البکری
(المعروف شیخ عمویہ)
شیخ محمد
شیخ عبداللہ
شیخ محمد والد شیخ الشیوخ

حضرت امام حسنؓ

حضرت امام حسینؓ
امام زین العابدین
امام محمد باقر
امام جعفر صادق
امام موسیٰ کاظم
امام علی بن موسیٰ رضا

حضرت حسن بصری
خواجہ حبیب عجمی
خواجہ معروف کرخی
خواجہ داؤد طائی
خواجہ سری سقطی
سید الطائفہ جنید بغدادی

ممشاد علوی
احمد اسود دینوری

ابو محمد رویم
عبداللہ خفیف
ابو العباس نہاوندی
اخی فرخ زنجانی
شیخ وجیہ الدین

علی روذباری
ابو علی کاتب
ابو علی عثمان
ابوالقاسم گورگانی
ابوبکر نساج
احمد غزالی

ابوبکر شبلی
عبدالعزیز تمیمی
عبدالواحد تمیمی
ابو الفرح طوسی
ابوالحسن ہنکاری
ابو سعید ابوالخیر مخذومی

غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی

شیخ الشیوخ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی
(بانی سلسلہ عالیہ سہروردیہ)

شیخ عبداللہ محدث خراسانی، شیخ نجم الدین کبری، شیخ عمار یاسر، شیخ روزبہان مصری، شیخ اسماعیل، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی

اب ہم ان متقدمین بزرگ و برتر ہستیوں کا ذکر خیر کرتے ہیں جن سے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے بزرگوں نے بتدریج فیض باطنی و خرقۂ خلافت پایا اور سلسلۂ طریقت میں بانی سلسلۂ عالیہ سہروردیہ جن بزرگوں کی وساطت جلیلہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیوست ہیں۔

marfat.com

اختصار کے پیش نظران بزرگان عظام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا اجمالی تذکرۂ خیر "سلسلۃ الذہب" میں صرف حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ہی اور سلسلۂ المشائخ میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی شروع کیا گیا ہے۔

سلسلۃ الذہب

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

بحوالہ "مسالک السالکین" آپ حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے اور بارہ اماموں میں سے چوتھے امام ہیں۔ نام مبارک علی کنیت ابو محمد، ابو الحسن ابوبکر اور لقب پاک سجاد و سید الساجدین زین العباد و زین العابدین ہے۔ مدینہ طیبہ میں ۵ شعبان ۳۸ ہجری (۶ جنوری ۶۵۹ عیسوی) کو پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد اور یزد جرد بادشاہ ایران کی بیٹی تھیں جن کا نام سلافہ اور بقولے غزالہ و لقب شہربانو تھا۔ ۱۸ محرم الحرام ۹۴ یا ۹۵ ہجری (۱۴ اکتوبر ۷۱۳ عیسوی) ہفتہ کی شب بعہد سلطنت ولید بن عبد الملک وصال فرمایا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو مبارک میں جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(امام عالی مقام پنجم) حضرت امام باقر علیہ السلام

آپ حضرت زین العابدین علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ نام پاک محمد کنیت جعفر لقب باقر۔ شاکر اور ہادی ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ جن کو ام عبداللہ بھی کہتے ہیں حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ آپ مدینہ طیبہ میں (واقعہ کربلا سے تین برس قبل) (۱۶ دسمبر ۶۷۶ء) ۳ صفر ۵۷ ہجری پیدا ہوئے۔ معرکۂ کربلا میں اپنے جد امجد عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کے ہمراہ موجود تھے۔ وصال ۷/۹ ذی الحج ۱۱۴ ہجری دوشنبہ (یکم فروری ۷۳۳ عیسوی) بعہد سلطنت ہشام بن عبد الملک اموی ہوا۔ مزار پر انوار اندرون روضہ مبارک حضرت امام حسن علیہ السلام جنت البقیع میں ہے۔

(چھٹے امام عالی مقام) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپ حضرت امام باقر کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ نام مبارک جعفر کنیت ابو عبداللہ و ابو اسمٰعیل، لقب صادق فاضل و طاہر ہے۔ مدینہ منورہ میں بعہد عبد الملک بن مروان خلیفہ اموی ۱۷ ربیع الاول ۸۰ یا ۸۳ ہجری دوشنبہ کو پیدا ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی فروہ تھا۔ حضرت امام قاسم (بن محمد بن حضرت ابو بکر صدیق) کی بیٹی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فروہ حضرت اسماء تھیں جو حضرت عبدالرحمٰن (بن حضرت ابوبکر صدیق) کی بیٹی تھیں اسی وجہ سے آپ یہ فرماتے تھے۔ **وللنی الصدیق مرتین** (یعنی مجھ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے دو مرتبہ جنا) آپ نے بعہد ابو جعفر منصور ابن العباس السفاح خلیفہ دوم عباسی ۱۵ رجب یا ۲۴ شوال ۱۴۸ ہجری دوشنبہ (مطابق ۶ ستمبر ۷۶۵ء) وصال فرمایا اور جنت البقیع میں حضرت امام حسن کے روضہ کے پاس دفن ہوئے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ نام پاک موسیٰ، کنیت ابوالحسن، ابو

marfat.com

ابراہیم اور لقب مبارک صابر، صالح، امین اور زیادہ مشہور لقب کاظم ہے۔ مقام ابوا میں (جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے) ۷ صفر ۱۲۸ ہجری بروز یک شنبہ (۲۸ ستمبر ۷۴۶ء) بعہد مروان الحمار بن محمد بن مروان بن الحکم آخرین خلیفہ بنی امیہ پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ ام ولد بی بی حمیدہ بربریہ تھیں۔ آپ کا وصال ۲۵/۲۳ رجب ۱۸۳ ہجری بروز جمعہ مطابق ۲۱ اگست ۸۰۰ عیسوی بعہد ہارون الرشید خلیفہ عباسیہ ہوا۔ مزار پر انوار کاظمین متصل شہر بغداد میں ہے۔

امام ابوالحسن سید علی موسیٰ رضا علیہ السلام

بموجب صاحب "مراۃ الاسرار آپ کی ولادت ۱۱ ذوالحج ۱۴۸ ہجری بمقام مدینہ منورہ (۲۸ جنوری ۷۶۵ عیسوی) میں ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق ولادت ۷۷۰ عیسوی بعہد خلیفہ مہدی عباسی میں ہوئی۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی والدہ محترمہ حضرت حمیدہؒ کی کنیز تھیں۔ حضرت امام موسیٰ علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والدہ محترم نے اپنی کنیت مجھے عطا فرما دی تھی مگر آنجناب "رضا" کے لقب سے ہی دین و دنیا میں ممتاز و مشرف ہوئے۔ آپ آٹھویں امام ہیں اور اپنے جد امجد حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام کے وصال سے پچاس سال بعد متولد ہوئے۔ بحوالہ "مسالک السالکین" نام نامی علی۔ کنیت ابوالحسن، لقب گرامی صابر اور رضا ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۱ ربیع الاخر یا ۱۱ ذی قعد ۱۴۷ ہجری (۹ جنوری ۷۶۵ء) یا ۱۵۳ ہجری (۷۷۰ عیسوی) بروز پنج شنبہ بہ عہد خلافت ابو جعفر منصور عباسی کے پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام الولد تھیں۔ ان کا نام مبارک نجمہ ثمانہ تھا۔ **بعضوں** نے ام النبن اور استقراء لکھا ہے۔ خلیفہ مامون رشید نے ۲۰۱ ہجری (۸۱۶ء) میں آپ کو اپنا ولی عہد کیا تھا اور سند ولی عہدی کی لکھ دی تھی پھر ۲۰۲ ہجری (۸۱۷ عیسوی) میں آپ کا نکاح اپنی دختر نیک اختر ام حبیبؒ سے کردیا۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے لب مبارک جنبش میں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اپنے رب کی حمد و ثناء فرما رہے ہیں اور راز و نیاز میں مصروف ہیں۔ "شواہد النبوت" کے مطابق ایک رات حضرت حمیدہؒ والد ماجدہ حضرت امام کاظم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ نجمہ کو اپنے فرزند موسیٰ رضا کو سونپ دو اور عنقریب اس جوڑے سے ایک آفتاب طلوع ہوگا جس کی شعاعیں رہتی دنیا تک جگمگاتی رہیں گی۔ وہ لڑکا روئے زمین کی تمام مخلوق سے افضل ہوگا۔ آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ حضرت جب میرے بطن میں آئے تو میں نیند میں تسبیح و تحلیل کی آواز سنتی تھی۔ پچیس سال کی عمر میں آپ منصب امامت پر فائز ہوئے۔ ابو حلت ہرویؒ کہتے ہیں کہ جس ملک سے کوئی شخص آپ کے پاس آتا تھا آپ اس کی زبان میں اس سے بات کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ فصیح زبان استعمال کرتے تھے۔ آپ کی نظر کیمیا کے اثر سے نابینا بینائی حاصل کرلیتے تھے اور برص جیسے امراض ایک لمحہ میں دور ہو جاتے تھے۔ جب آپ کے کمالات اور کرامات مشہور ہوئے تو خلیفہ مامون کو یقین ہوگیا کہ خلافت کے مستحق حضرت امام ہیں۔ بحوالہ "مشائخ قادریہ" خلیفہ مامون رشید نے آپ کو بلا بھیجا۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اس نے آپ کو انگور پیش کئے جو آپ نے خلیفہ کی ضد کی وجہ سے تناول فرمائے۔ (بحوالہ "چہل مجالس" خلیفہ نے چند

marfat.com

زہر آلود آپ کو کھلائے۔ آپ جانتے تھے کہ یہ انگور زہر آلود ہیں اور کھاتے ہی فوت ہو جائیں گے چنانچہ انگور کھاتے ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے تو مامون رشید نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: جہاں جانے کا امر ہوا ہے۔ آپ سر پر کچھ اوڑھ کر چلے اور ایک سرائے میں قیام پذیر ہوئے۔ اس سرائے میں آپ کے صاحبزادے امام تقیؒ مدینہ منورہ سے آپ کی خدمت میں باشارہ باطنی اور بہ کرامت تشریف لا چکے تھے۔ آپ نے ان سے معانقہ فرمایا اور دونوں باپ بیٹا ایک ہی بستر پر دراز ہو گئے۔ راز و نیاز کی کچھ باتیں کیں۔ اسی عالم میں آپ کا وصال ہو گیا) بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ نے حضرت امام تقی کو وصیت فرمائی کہ فلاں جگہ مٹی کھودنا وہاں ایک پتھر ملے گا مجھے اس پتھر کے نیچے دفن کر دینا۔

"منتخب التواریخ" کے مطابق حضرت امام کا وصال آخر ماہ صفر ۲۰۳ ہجری 818 ہجری (مطابق ۳ اگست ۸۱۸ عیسوی) رسنا باد طوس میں (جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے) ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق ۲۰۸ ہجری ماہ رمضان (فروری ۸۲۴ عیسوی) میں بعہد خلیفہ مامون رشید عباسی میں ہوا۔

روضہ اقدس مشہد مقدس (ایران) میں واقع ہے۔ سب سے پہلی عمارت قبہ ہارونی کے نام سے معروف ہوئی۔ دوسری دفعہ سلطان محمود کے حکم سے اور تیسری دفعہ سلطان سنجر سلجوقی کے عہد حکومت میں قم کے حاکم شرف الدین طاہر نے عظیم روضہ تعمیر کرایا۔ عہد صفویہ میں شدید زلزلہ کے باعث دیواروں وغیرہ کو نقصان پہنچا تو شاہ سلیمان صفوی نے اس کی مرمت کرائی۔ اس شہر میں کوئی مکان یا دکان کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ اس شہر کا ہر باشندہ حضرت امام موسیٰ رضاؒ کا کرایہ دار ہے جس کے لئے ایک وقف بورڈ قائم ہے جس کا سربراہ شہنشاہ ایران اور آج کل صدر مملکت ایران ہے۔ اس روضہ مقدس کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے۔ روضہ عالیہ کا گنبد زریں ہے۔ اربوں روپوں کی مالیت کا سونا مزار پر انوار پر لگا ہوا ہے۔

سلسلۃ المشائخ

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

ابتدائی حالات : بحوالہ "تذکرۃ اولیاء" ولادت کے بعد جب آپ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو کیونکہ یہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ ولادت ۲۱ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں۔ آپ کی والدہ جب کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو حضرت ام المومنینؓ اپنی گود میں اٹھا کر اپنا دودھ ان کے منہ میں دے دیتیں۔ بچپن میں آپ نے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کے پیالے کا پانی پی لیا جب حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ میرے پیالے کا پانی کس نے پیا ہے؟ تو حضرت ام سلمہؓ نے بتایا کہ حسن نے! یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس قدر اس نے پانی میرے پیالے میں سے پیا ہے اسی قدر میرا علم اس میں اثر کر گیا ہے۔ حضرت ام المومنینؓ نے آپ کی تربیت فرمائی اور ہمیشہ یہی دعا کیا کرتی تھیں کہ اے اللہ حسن کو مخلوق کا راہنما بنا دے چنانچہ آپ یکتائے روزگار ہوئے۔ ایک سو بیس صحابہ کرام سے شرف نیاز حاصل رہا جس میں ستر اصحاب بدر تھے۔ "تحفہ" کے مصنف کے مطابق

marfat.com

آپ حضرت علیؓ سے بیعت تھے اور انہیں کے خلفاء میں سے ہوئے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام سے بھی شرف بیعت حاصل ہوا۔ ستر سال تک آپ ہمہ وقت باوضو رہے۔ آپ کی عظمت اور بزرگی کے بارے میں ایک بزرگ نے فرمایا: حسن کے علم کی ہر فرد کو ضرورت ہے اور اسے سوائے خدا کے کسی کی حاجت نہیں۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ وعظ فرمایا کرتے تھے مگر جب تک حضرت رابعہ بصریؒ شریک نہ ہوتیں وعظ نہ فرماتے۔ اس کی وجہ یہ فرمائی کہ ہاتھی کے برتن کا شربت چیونٹیوں کے برتن میں کیسے سما سکتا ہے؟ جب آپ کو دوران وعظ جوش آ جاتا تو حضرت رابعہ بصریؒ سے فرماتے کہ یہ تمہارے ہی جوش اور گرمی کا اثر ہے۔ (ہذا من خمرات قلبک یا سیدہ!)

ارشادات : (۱) کسی نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا: اسلام کتاب میں ہے اور مسلمان قبور میں (۲) دین کی اساس کے متعلق فرمایا کہ تقویٰ دین کی اساس ہے اور لالچ تقویٰ کو ضائع کر دیتا ہے۔ (۳) چند لوگوں نے عرض کی کہ بعض حضرات کے اقوال ہمارے قلوب میں خوف و خشیت پیدا کر دیتے ہیں۔ فرمایا: تم دنیا میں ڈرانے والوں ہی کی محبت اختیار کرو تاکہ روز حشر رحمت خداوندی تم سے قریب تر ہو۔ (۴) دوسروں کو نصیحت اسی وقت کرنی چاہئے جب خود بھی تمام برائیوں سے پاک ہو جائے۔ (۵) ایک ارادت مند جو آیات قرآنی سن کر بے ہوش ہو جاتا تھا اسے فرمایا: اپنے نفل میں اس امر کو ملحوظ رکھا کرو کہ آواز نہ نکلنے پائے کیونکہ آواز نکلنے سے ریاکاری محسوس ہونے لگتی ہے جو انسان کیلئے باعث ہلاکت ہے۔

"شائستہ کلام" : حضرت علی کرم اللہ وجہ جب وارد بصرہ ہوئے تو تمام واعظین کو وعظ گوئی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام منبروں کو توڑ کر پھینک دو لیکن جب حضرت حسن بصریؒ کی مجلس وعظ میں پہنچے تو ان سے پوچھا کہ تم عالم ہو یا طالب علم؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں البتہ جو کچھ احادیث نبویؐ سے سنا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے ان کو منع نہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ جوان شائستہ کلام ہے۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فراست سے انہیں پہچان لیا۔ منبر سے اتر کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی اے امیر المومنین خدا کیلئے مجھے وضو کرنا تعلیم فرمایئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ایک مقام پر انہیں ظاہری و باطنی طہارت کی تعلیم دی۔ (مراۃ الاسرار)

باران رحمت : ایک دفعہ بصرہ میں خشک سالی ہوئی (قحط پڑ گیا) دو ہزار آدمی نماز استسقاء کیلئے شہر سے باہر آئے ایک منبر بنا کر حضرت کو اس پر بٹھایا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ بارش ہو تو مجھے بصرہ سے باہر نکال دو تاکہ حق تعالیٰ تمہارے لئے باران رحمت بھیجے۔ یہ کلمات آپ کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ آپ بڑے فراخ دل تھے اور تمام خلق کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتے تھے اور یہ مقام کمال توحید سے حاصل تھا۔

تین نصیحتیں : سعید بن جبیرؓ کو تین نصیحتیں فرمائیں۔ (۱) صحبت سلطان سے اجتناب کرو۔ (۲) کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو خواہ وہ رابعہ بصریؒ ہی کیوں نہ ہوں۔ (۳) راگ رنگ میں بھی شرکت نہ کرو کیونکہ یہ چیزیں برائی کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہیں۔

marfat.com

مردہ دلی میں تباہی : حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ تو فرمایا۔ مردہ دلی میں۔ میں نے پوچھا کہ مردہ دلی کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا: دنیا کی جانب راغب ہو جانا۔

کچھ بزرگ آپ کے ہمراہ بغرض حج روانہ ہوئے اور ان میں سے بعض لوگوں کو شدت سے پیاس لگی چنانچہ شہر میں ایک کنواں نظر پڑا لیکن اس پر رسی اور ڈول کچھ نہ تھا۔ جب حضرت سے صورت حال بیان کی گئی تو فرمایا: جب میں نماز میں مشغول ہو جاؤں تو تم پانی پی لینا چنانچہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اچانک کنویں میں سے پانی خود بخود ابل پڑا۔ سب لوگوں نے اچھی طرح پیاس بجھائی لیکن ایک شخص نے احتیاطاً کچھ پانی ایک کٹورے میں رکھ لیا۔ کنویں کا جوش ایک دم ختم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے خدا پر اعتماد نہیں کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے۔

وصال : بموجب "منتخب التواریخ" آپ کا وصال ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں یکم ماہ رجب ۱۱۰ ہجری (بمطابق ۱۵ اکتوبر ۷۲۸ء) کو بصرہ میں ہوا۔ آپ کی عمر نواسی سال تھی۔ مزار پر انوار بصرہ شہر سے تین میل دور واقع ہے۔ کاملین خلفاء میں حضرت شیخ حبیب عجمیؒ خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ اور عتبہ بن غلامؒ بہت ممتاز ہیں۔ ان کے علاوہ دو مزید اصحاب تھے۔ حضرت ابن زرینؒ اور حضرت محمد واسعؒ۔

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ

ابتدائی حالات : آپ کی ولادت فارس میں ہوئی۔ کنیت ابو محمد تھی۔ ابتدا میں بڑے مالدار تھے اور سودی کاروبار کرتے تھے۔ اصل تو درکنار سود کی بھی وصولی کے سلسلہ میں بڑے متشدد واقع ہوئے تھے۔ ایک دفعہ بھیڑ کا سر بیوی کو پکانے کیلئے دیا جو آپ سود میں لائے تھے۔ کھانا تیار ہوا تو ایک سائل نے سوال کیا مگر آپ نے اسے سالن میں سے کچھ نہ دیا۔ بیوی نے برتن سے سالن نکالنا چاہا تو وہ ہنڈیا سالن کی بجائے خون سے لبریز تھی۔ اس واقعہ نے آپ کی کایا پلٹ دی۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی اور جس قدر مال جمع کیا تھا سب راہ خدا میں صرف کر دیا۔ دریائے فرات کے کنارے حجرہ بنا کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ ساری رات عبادت کرتے دن کو مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے۔ اسی دوران بالکل بے نوا ہو گئے گھر جاتے تو بیوی نان نفقہ طلب کرتی ایک دفعہ جب کہ فاقوں کی نوبت آ چکی تھی تو بیوی نے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ فرمایا: جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے اس کے کرم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرات نہ ہو سکی لیکن اس نے خود ہی کہہ دیا کہ دس دن کے بعد پوری اجرت مل جائے گی۔ دس دن بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بوری آٹا' ایک ذبح شدہ بکری' گھی' شہد اور تین سو درم ایک غیبی شخص کے ذریعے گھر پہنچا دیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔ آپ نے گھر آ کر جب یہ پیغام سنا تو دنیا کو چھوڑ کر اس درجہ عبادت میں مشغول ہوگئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک جا پہنچے جس کی وجہ سے مخلوق کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔

marfat.com

(۱) بصرہ میں ایک مرتبہ شدید قحط سالی ہوئی تو آپ نے قرض لیکر کھانا غربائیں تقسیم فرمایا اور ایک تھیلی تکیہ کے نیچے رکھ لی۔ جب کوئی قرض لینے والا آتا تو اس میں سے نکال کر دیتے جاتے تھے۔ (۲) ایک دفعہ تاریکی میں آپ کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔ اسی وقت غیب سے آپ کا مکان منور ہو گیا چنانچہ آپ نے آنکھیں بند کرکے فرمایا کہ میں بغیر چراغ کے سوئی تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ (۳) ایک کنیز بیس سال تک آپ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ ایک دن اسی کنیز سے فرمایا ذرا میری کنیز کو آواز دے دو۔ اس نے عرض کی: حضور میں ہی تو آپ کی کنیز ہوں۔ فرمایا: تیس برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا یہی وجہ ہے کہ میں تم کو شناخت نہ کرسکا۔ (۴) جس وقت آپ کے سامنے قرآن حکیم کی تلاوت ہوتی تو مضطرب ہو کر گریہ و زاری کرنے لگتے۔ ایک دن کسی نے سوال کیا کہ آپ قرآن کا مفہوم کس طرح سمجھ لیتے ہیں جبکہ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ عجمی ہیں۔ فرمایا: میری زبان گو عجمی ہے لیکن قلب عربی ہے۔ (۵) لوگوں نے پوچھا: جب آپ گوشہ نشین ہو کر دنیا کے تمام امور سے دستبردار ہو چکے ہیں تو یہ بتایئے کہ رضا کس شئے میں ہے؟ فرمایا: رضا تو صرف اسی قلب کو حاصل ہے جس میں کوئی کدورت نہ ہو۔

در حفاظت الٰہی : ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے آپ کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے۔ اتنی دیر میں سپاہی بھی تلاش کرتے وہاں پہنچ گئے انہوں نے آپ سے حضرت حسن بصریؒ کا پتہ پوچھا آپ نے صاف صاف بتا دیا کہ وہ عبادت گاہ میں ہیں۔ انہوں نے پوری تلاش کی مگر کوئی سراغ نہ مل سکا۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ سپاہیوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب عجمیؒ سے کہا کہ حجاج آپ کو جھوٹ بولنے کی سزا دے گا۔ آپ نے فرمایا: حسن میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور؟ چنانچہ انہوں نے دوبارہ تلاشی لی لیکن انہیں نہ پا کر واپس چلے گئے۔ حضرت حسنؒ نے باہر نکل کر حضرت حبیبؒ سے فرمایا کہ آپ نے تو استادی کے حق کا بھی کچھ پاس نہ کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتا دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے سچ سے کام لیا اس لئے آپ محفوظ رہے۔ اگر میں جھوٹ سے کام لیتا تو پھر یقیناً" ہم دونوں گرفتار کر لئے جاتے۔ یہ سن کر حضرت حسنؒ نے پوچھا آخر تم نے کیا پڑھ دیا تھا جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آسکا۔ آپ نے فرمایا: دو مرتبہ آیت الکرسی۔ دو مرتبہ قل ھو اللہ احد اور دو مرتبہ آمن الرسول پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حسن کو تیرے حوالے کیا تو ہی ان کی حفاظت کرنا۔

ہم عصر : آپ کے ملنے والوں میں آپ کے مرشد کے علاوہ حضرت احمد بن حنبلؒ حضرت امام شافعیؒ وغیرہ شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا بھی یہی زمانہ تھا۔

وصال : آپ نے ۳ ربیع الاخر ۱۵۶ ہجری (مطابق یکم مارچ ۷۷۳ عیسوی) کو وصال فرمایا اور بصرہ میں دفن ہوئے۔ بعض کے نزدیک آپ کا سال ۱۴۱ ہجری اور بعض نے ۹ رمضان ۱۳۰ ہجری (۱۱ مئی ۷۴۸ عیسوی) بروز شنبہ لکھا ہے۔ عہد خلافت ہشام بن عبدالملک (خلیفہ دہم بنی امیہ) ہے۔

حضرت ابو سلیمان داؤد بن نصر الطائیؒ

ابتدائی حالات : بحوالہ "تذکرۃ الاولیاء" آپ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے مسلسل بیس برس علم حاصل

marfat.com

کرتے رہے۔ علم فقہ میں کمال دسترس حاصل کی اور "امام الفقہاء" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپکے تائب ہونے کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ کسی گویئے نے آپکے سامنے یہ شعر پڑھا:

بای خدیک تبدی البلا وبای عینک ما فا سالا

(کون سا چہرہ خاک میں نہیں ملا اور کون سی آنکھ زمین پر نہیں بہی)

یہ شعر سن کر عالم بے خودی میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری طبیعت دنیا سے اچاٹ ہو چکی ہے اور ایک نامعلوم سی شے قلب کو مضطرب کئے ہوئے ہے۔ یہ سن کر حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ گوشہ نشینی اختیار کر لو چنانچہ آپ خلوت گزیں ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت امام صاحب نے فرمایا اب یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کی باتوں پر صبر و ضبط سے کام لو چنانچہ ایک برس تک بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ان کے اقوال زریں سے بہرہ ور ہوئے لیکن خود خاموش رہے۔ ازاں بعد حضرت حبیب عجمیؒ سے بیعت ہو کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر عظیم مراتب سے ہمکنار ہوئے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ، حضرت بشر حافیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ کی آپ سے بیشتر ملاقاتیں رہا کرتیں۔

قناعت و ورع : ورثہ میں آپ کو بیس دینار ملے تھے۔ بیس سال تک اپنے اخراجات کی تکمیل کرتے رہے۔ قناعت کا یہ عالم کہ روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے اور فرمایا کرتے کہ جتنا وقت لقمہ بنانے میں صرف ہوتا ہے اتنی دیر میں قرآن حکیم کی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہوں۔ ایک مرتبہ ابو بکر عیاشؒ آپ کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لئے رو رہے ہیں۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ اسے کھالوں لیکن یہ پتہ نہیں کہ رزق حلال بھی ہے یا نہیں۔ ایک دفعہ اپنا پانی کا گھڑا جو سائے میں رکھا تھا اس پر دھوپ آگئی تو اسے اس خیال سے سائے میں نہ کیا کہ محض اپنی راحت کے لئے تو ضیع اوقات کرتے ہوئے ذکر الٰہی سے غافل رہوں۔ آپ ہمیشہ غم زدہ رہتے اور فرمایا کرتے جس کو ہر لحہ مصائب کا سامنا ہو اسے مسرت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔

کنارہ کشی : مخلوق سے صحبت کشی اختیار کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر کم عمر کے لوگوں میں بیٹھوں تو وہ ادب کی وجہ سے دینی علم نہیں سکھائیں گے اور اگر معمر بزرگوں میں بیٹھوں تو وہ مجھے میرے عیوب سے آگاہ نہیں کریں گے پھر میرے لئے مخلوق کی صحبت کیا سود مند ہو سکتی ہے۔

خلاف نفس : آپ مداومت کے ساتھ روزہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ موسم گرما کی دھوپ میں بیٹھے ہوئے مشغول عبادت تھے کہ آپ کی والدہ نے فرمایا: بیٹا! یہاں سایہ میں آجاؤ۔ عرض کی: مجھ کو اس چیز کی ندامت ہوتی ہے کہ خواہش نفس کیلئے کوئی اقدام کروں۔

نصیحت : حضرت ابو ربیعؒ نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا: دنیا سے روزہ رکھو اور آخرت سے افطار کرو۔ پھر کسی اور نے عرض کی تو فرمایا بدگوئی سے احتراز کرو۔ مخلوق سے کنارہ کش رہو۔ دین کو دنیا پر ترجیح دو اور اگر ممکن ہو سکے تو مخلوق کا خیال ہی دل سے نکال دو۔ پھر کسی کو فرمایا: ترک دنیا سے بندہ خدا تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا: دین کیلئے مروت ضروری ہے۔

بے نیازی : ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید حضرت امام ابو یوسفؒ کے ہمراہ بغرض ملاقات حاضر ہوا تو

marfat.com

آپ نے ملاقات سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دنیا دار ظالموں سے نہیں ملتا لیکن جب خلیفہ کے والد نے بے حد اصرار کیا تو آپ نے ملاقات کی اجازت دے دی۔ خلیفہ نے رخصت ہوتے ہوئے ایک تھیلی اشرفی پیش کرنی چاہی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی اور کہا۔ میں نے اپنا مکان جائز دولت کے عوض فروخت کیا ہے اس لئے میرے پاس اخراجات کے لئے رقم موجود ہے اور میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا سے اٹھا لے۔

ایک مرتبہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے آپ کے خادم سے دریافت کیا کہ اب اخراجات کیلئے کتنی رقم رہ گئی ہے تو اس نے بتایا کہ دس درم چاندی باقی ہے چنانچہ امام صاحب نے اخراجات کا حساب لگا کر یہ اندازہ کرلیا کہ بس اب آپ اتنے دن اور حیات رہیں گے۔

وصال : کسی نے آپ کو خواب کے اندر ہوا میں پرواز کرتے ہوئے یہ کہتے سنا کہ آج مجھے قید سے چھٹکارا مل گیا ہے۔ بیدار ہو کر جب وہ شخص اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے کیلئے آپ کے ہاں پہنچا تو آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی کہنے لگا کہ مجھے خواب کی تعبیر مل گئی ہے۔ روایت ہے کہ انتقال کے وقت آسمان سے یہ ندا آئی کہ داؤد طائی اپنی مراد کو پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے خوش ہے۔ آپ کا وصال ۱۶۲ ہجری (۷۷۹ عیسوی) میں بغداد شریف میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق تاریخ وصال ۲۸ ربیع الاول ۱۶۵ ہجری (مطابق ۲۰ نومبر ۷۸۱) بیان کی جاتی ہے جو کہ خلیفہ المہدی بن منصور عباسی کا عہد سلطنت تھا۔

حضرت معروف کرخیؒ

تعارف : بموجب "نفحات الانس" آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔ والد ماجد کا نام فیروز یا فیروزان ہے جو غلام تھے اور امام حضرت علی بن موسیٰ علیہ السلام کے دربان تھے مگر صاحب "تذکرۃ الاولیاء" کے مطابق آپ نصرانی (عیسائی) تھے اور جب آپ کو داخل مکتب کیا گیا تو استاد نے یہ درس دینا چاہا کہ "ثالث ثلاثہ" یعنی خدا تین ہیں۔ آپ نے کہا نہیں **"ھو اللہ احد"** (وہ خدا تو ایک ہے) چنانچہ استاد نے آپ کو بہت مارا۔ آپ وہاں سے فرار ہو کر حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ اسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوگئے اور انہیں سے بیعت حاصل کی۔ ان کے والدین کا خیال تھا کہ وہ کسی مذہب پر بھی رہتا لیکن کاش ہمارے پاس رہتا۔ کچھ عرصہ بعد آپ گھر لوٹے تو آپ کے احوال سے متاثر ہو کر آپ کے والدین بھی مسلمان ہوگئے۔ آپ حضرت داؤد طائیؒ سے بھی بیعت ہوئے اور کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی حاصل کئے۔ علوم دینیہ کی تحصیل حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے حاصل کی۔

طے مکانی : حضرت محمد بن طوسیؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نشان دیکھ کر پوچھا کہ کل تک تو آپکو یہ نشان نہیں تھا آج کیسے ہوگیا فرمایا۔ رات کو حالت نماز میں مجھے مکہ معظمہ پہنچنے کا تصور آگیا اور وہاں پہنچ کر طواف کعبہ کے بعد جب چاہ زمزم پر پہنچا تو میرا پاؤں پھسل گیا یہ اسی کا نشان ہے۔

شرابیوں کی توبہ : ایک دفعہ آپ چند مریدوں کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستہ میں دریائے دجلہ کے کنارے چند نوجوان مے نوشی اور رقص و سرود میں مصروف تھے۔ آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق

marfat.com

میں بددعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ جس طرح آج تو نے ان کو بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی بہتر عیش ان کو عطا کرتا رہ۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ وہ نوجوان شراب اور رباب پھینک کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر برے افعال سے تائب ہو گئے اور آپ کی بیعت کرلی۔ آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا: جو شیرینی سے مر سکتا ہو اسے زہر دینے سے کیا حاصل۔

یتیم پروری : حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عید کے دن بھی میں نے آپکو کھجوریں چنتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا: یہ سامنے والا یتیم بچہ اس لئے اداس ہے کہ تمام بچے نیا لباس پہنے ہوئے ہیں اور میرے پاس کپڑے تک نہیں۔ کھجوریں اسی لئے چن رہا ہوں کہ انہیں فروخت کرکے اس بچے کو کپڑے خرید کر دے دوں۔ میں نے عرض کی: حضرت یہ کام تو میں بھی سرانجام دے سکتا ہوں آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے آیا اور اسے نیا لباس پہنا دیا۔ اس کے صلے میں جو نور عطا کیا گیا اس سے میری حالت بدل گئی۔

ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ چمٹ گئے اور فرمایا: تین چیزیں شجاعت کا مظہر ہیں۔ اول وعدہ وفا کرنا۔ دوم: ایسی ستائش جس میں جود و سخا کا تصور تک نہ ہو۔ سوم: بلا طلب کے عطا کر دینا۔

ارشادات : (۱) نفس کا اتباع خدا کی گرفت ہے اور جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور جس کو وہ محبوب بنا لے اس پر خیر کے دروازے کھول کر شر کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ (۲) لغو باتیں گمراہی کی دلیل ہیں اور غافل نہ ہونا حقیقت وفا کی نشانی ہے۔ (۳) اعمال صالحہ کے بغیر جنت کی طلب اور اتباع سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنا حماقت ہے اور حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسائل بیان کرنا اور مخلوق سے امید وابستہ کرنا خالص تصوف ہے۔ (۴) حب دنیا سے کنارہ کش رہنے والا حب الٰہی کے ذائقہ سے لذت حاصل کرتا ہے لیکن یہ محبت بھی اس کے فضل و کرم سے نصیب ہوتی ہے۔ (۵) خدا پر توکل کرنے والا مخلوق کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے۔ (۶) اس چیز سے ڈرتے رہو کہ خدا کی نظریں تم پر ہیں۔ (۷) حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ہدایت فرمائی کہ جب تمہیں کچھ طلب کرنا ہو تو اس طرح طلب کرو کہ "اے خدا بحق معروف کرخیؒ مجھ کو فلاں شے عطا کردے وہ شے یقیناً" تمہیں مل جائے گی۔"

بموجب صاحب "مشائخ قادریہ" آپ نے بیعت ظاہری سیدنا حبیب عجمیؒ سے بھی کی جن کو شرف بیعت و خلافت حضرت سیدنا سلمان فارسیؓ سے بھی حاصل تھا۔ اس طرح آپ تبع تابعین کی مقرب صف میں شامل تھے۔ مدارج تفرید و تجرید میں یکتائے عصر تھے۔

وصال : جب وفات کا زمانہ قریب آیا تو ایک دن حضرت امام موسیٰ رضاؒ کی خانقاہ پر حاضر ہوئے۔ اندر جانا چاہا تو دربانوں نے ٹوکا۔ آپ نے اصرار کیا تو انہیں اتنا مارا کہ آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں جس کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے چنانچہ وفات بغداد شریف میں ۲ محرم ۲۰۰ ہجری (۱۱ اگست ۸۱۵ عیسوی) بعض کے نزدیک ۲۰۶ ہجری (۸۲۱ عیسوی) میں ہوئی جو کہ معتصم عباسی کا زمانہ تھا۔ چونکہ یہودی، نصاریٰ اور مسلمان سب آپ کو اپنا مقتدا اور رہنما تسلیم کرتے تھے اس لئے سب نے دعویٰ کیا کہ جنازہ ان کو ملنا چاہئے۔ اس موقع پر شیخ کے خدام تشریف لائے اور کہا کہ حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے پر

marfat.com

تنازعہ ہوگا اس لئے جو جماعت میرے جنازہ کو اٹھائے گی اس طریق پر تدفین ہو چنانچہ یہود و نصاریٰ نے اٹھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ مسلمانوں نے اٹھا لیا لہٰذا آپ کی تدفین اسلامی طریق پر ہوئی۔ مزار پر انوار بغداد میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت سری سقطیؒ

ابتدائی حالات : آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ بمطابق "احوال العارفین" آپ کی ولادت ۱۵۰ ہجری (مطابق ۷۶۸ عیسوی) میں ہوئی۔ بموجب صاحب "تذکرۃ الاولیا آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں تھے اور حضرت معروف کرخیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس کے علاوہ حضرت حبیب رائی عجمیؒ سے بھی مشرف نیاز حاصل رہا۔ ابتدا میں آپ سقط فروشی کرتے تھے۔ سقط فروش اسے کہتے ہیں جو گرے پڑے پھل فروخت کرتا ہے۔ اسی دوران بغداد کے بازار میں آگ لگ گئی لیکن آپ کی دوکان محفوظ رہی آپ نے بطور شکرانہ دوکان کا تمام مال صدقہ کردیا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا : ایک دفعہ حضرت حبیب رائیؒ میری دوکان پر تشریف لائے اور ایک یتیم بچہ بھی ان کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے فرمایا اس بچے کو کپڑے دلوا دو۔ میں نے حکم کی تعمیل کردی آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ مراتب عطا کرے کہ تم دنیا کو اپنا غنیم تصور کرنے لگو چنانچہ اس دن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے عظیم مراتب سے نوازا۔ حضرت حارث محاسیؒ، حضرت بشر حافیؒ، حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ اور حضرت احمد بن عاصم انطاکیؒ آپ کے ہمعصر رہے۔ حضرت علی بن عبدالحمید غضائریؒ، حضرت ابو جعفر سماکؒ، حضرت ابو سعید خرازؒ اور حضرت ابوالحسن نوریؒ بھی آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ حضرت ابو نصر سراجؒ مصنف "اللمع" بھی آپکی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ابتدائی دور میں اپنی دوکان پر ایک پردہ ڈال کر ایک ہزار نفل روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ اسی دوران ایک شخص کوہ لکام سے حاضر ہوا اور پردہ اٹھا کر سلام کے بعد عرض کیا کہ کوہ لکام کے فلاں بزرگ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: مخلوق سے منقطع ہو کر عبادت کرنا مردوں کا کام ہے۔ زندہ وہ ہیں جو مخلوق سے وابستہ رہ کر یاد الٰہی کرتے ہیں۔

محبت کا مفہوم : حضرت جنید بغدادیؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت سری سقطیؒ نے مجھ سے محبت کا مفہوم پوچھا تو میں نے کہا کہ بعض حضرات موافقت کو اور بعض اشارات کو محبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے ہاتھ کی کھال کھینچ کر اوپر اٹھانا چاہی تو وہ اپنی جگہ پر چمٹی رہی۔ اس وقت آپ نے فرمایا: اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ صرف محبت ہی کی وجہ سے میری کھال خشک ہوگئی ہے تو میں اپنے دعویٰ میں حق بجانب ہوں گا۔ یہ فرماتے ہی بیہوش ہوگئے لیکن آپ کا چہرہ مبارک مہر درخشاں کی طرح دمک رہا تھا۔ ایک دفعہ فرمایا: محبت بندے کو ایسا کر دیتی ہے کہ شمشیر و سناں کی اذیت بھی اس کو محسوس نہیں ہوتی۔

ارشادات : (۱) اپنی جوانی کے دور میں فرمایا کرتے تھے کہ عبادت تو عہد شباب ہی میں کرنی چاہیے۔ (۲) مالدار ہمسایہ، بازاری قاری اور امیر علماء سے دور ہی رہنا چاہیے۔ (۳) سلامتی دین اور سکون جسم:

marfat.com

جان صرف گوشہ نشینی ہی میں ہے۔ (۴) پانچ چیزیں چھوڑ کر تمام عالم بے سود ہے۔ اول کھانا لیکن بقائے زندگی کی حد تک۔ دوم: پانی صرف رفع تشنگی کیلئے۔ سوم: لباس صرف ستر پوشی کی حد تک۔ چہارم: مکان صرف سکونت کیلئے۔ پنجم علم عمل کی حد تک۔ (۵) خواہشات کی حد تک گناہ قابل معافی ہے لیکن کبر و نخوت کی بنیاد پر ہر گناہ ناقابل معافی ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش خواہش کی بنیاد پر تھی اور ابلیس کی خواہش کبر و نخوت کی وجہ سے تھی۔ (۶) جو خود اپنے نفس کو آراستہ نہ کر سکے وہ دوسرے کے نفس کو کیسے سنوار سکتا ہے۔ (۷) ایسے افراد بہت کم ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو اور جو قدر نعمت نہیں کرتا نعمت اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ (۷) جو خدا کا اطاعت گذار ہوتا ہے پورا عالم اس کے زیر نگیں رہتا ہے۔ (۸) جس قلب میں کوئی اور شے مقیم ہوتی ہے وہاں یہ پانچ چیزیں داخل نہیں ہوتیں: خوف' رجا' حیا' انس' محبت اور ہر مقرب بارگاہ کو اس کے قرب کے مطابق ہی فہم عطا کی جاتی ہے۔ (۹) رموز قرآنی کی تفہیم کیلئے غور و فکر کرنے والا ہی سب سے زیادہ دانشمند ہے۔ (۱۰) خود کو فنا کر دینے کے بعد عارف کو سکون ملتا ہے۔ (۱۱) اخلاق یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت دینے کی بجائے ان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لے اور غصہ پر قابو پانا بھی داخل اخلاق ہے۔ (۱۲) گناہوں کا ترک کرنا تین وجوہات سے ہے: ایک دوزخ کے خوف سے دوسرے بہشت کی رغبت سے اور تیسرے اللہ پاک سے شرم کی وجہ سے۔ (۱۳) زاہد کا عیش اچھا نہیں کیونکہ وہ اپنے میں مشغول ہوتا ہے اور عارف کا عیش اچھا ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے سے علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ (۱۴) جو لوگوں سے زیادہ میل ملاقات رکھتا ہے وہ صدق و صفا سے دور رہتا ہے۔

وصال : جب آپ نزع کے عالم میں تھے تو آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے فرمایا کہ بروں کی صحبت سے بچو اور نیکوں کی صحبت میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہونا۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۲۵۰ ہجری مطابق ۸۶۴ عیسوی بغداد میں ہوئی۔ مزار اقدس محلہ شونزیہ میں مرجع خلاق ہیں۔ مہدی عباسی ان دنوں خلیفہ بغداد تھا۔ بقول صاحب مراۃ الاسرار آپ کی وفات ۳ رمضان ۲۵۳ ہجری (۸۶۶ عیسوی) عمر ۹۸ اٹھانوے برس خلیفہ معتمد کے عہد میں ہوئی۔ خواجہ یحیٰ بن معاذ رازیؒ' خواجہ ابو حفص حدادؒ اور خواجہ سہل بن عبداللہ تستریؒ نے بھی اسی خلیفہ کے عہد میں وفات پائی۔

سید الطائفہ حضرت ابو القاسم جنید بغدادیؒ

تعارف : "بموجب مراۃ الاسرار" آپ حضرت سری سقطیؒ کے بھانجے' مرید اور خلیفہ اعظم تھے۔ خواجہ حارث محاسبیؒ اور خواجہ محمد قصابؒ کی بھی صحبت پائی۔ آپ کو سید الطائفہ اور "امام الائمہ" کہتے ہیں کیونکہ آپ طائفہ صوفیاء کے امام اور سردار ہیں اکثر صوفیائے کرام آپ سے نسبت رکھتے ہیں اور تمام مشائخ آپ کی امامت پر متفق تھے۔ زہد و عشق میں بے نظیر تھے۔ صاحب "کشف المحجوب" نے صوفیاء کے دس مذاہب میں سے ایک کا آپ کو امام قرار دیا ہے۔ آپ کا طریق صحو (مقام ہوشیاری) پر مبنی ہے جبکہ یسفیوریوں کا مسلک سکر (بے خودی و سرمستی) ہے۔ سب سے پہلے بزرگ جنہوں نے علم ارشادات شائع کیا آپ تھے اور آپ نے ہی ادب اور تصوف کو یکجا کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ " **التصوف کلہم ادب**" (تصوف سر تا سر ادب ہے) نیز یہ کہ ہم نے تصوف نہ قیل و قال سے اور نہ

marfat.com

ہی جنگ اور میدان کارزار میں حاصل کیا ہے بلکہ فاقوں اور تن عریانی سے حاصل کیا ہے۔ مزید فرمایا: یہ راہ وہ شخص اختیار کرے جو اللہ کی کتاب دائیں ہاتھ میں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں لے کر دو چراغوں کی روشنی میں چلے تاکہ گمراہ نہ ہو۔ نیز یہ کہ وصول الی اللہ اور مجاہدات کی تکالیف برداشت کرنے میں ہمارے امام حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں اگر حضرت علیؓ یہ ایک کلمہ نہ فرماتے تو اصحاب طریقت کیا کرتے؟ حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ کو آپ نے کس چیز سے پہچانا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنا شناسا بنایا کیونکہ وہ خداوند ہے کہ جس کی نہ کوئی مثل ہے نہ مثال۔ نہ وہ کسی صورت سے پہچانا جاسکتا ہے نہ کسی خلق سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ وہ بعد کے باوجود قریب اور قرب کے باوجود بعید ہے۔ وہ سب چیزوں کے اوپر ہے اور کسی چیز کو اس کے نیچے نہیں کہا جاسکتا۔ وہ نہ کسی چیز کی طرح ہے نہ کسی چیز سے ہے نہ کسی چیز کے ساتھ قائم ہے وہ اس سے پاک ہے کہ ایسا ہے یا ایسا نہیں۔ اور کوئی چیز اس کا غیر نہیں چنانچہ خواجہ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت علی کرم اللہ وجہ' کے اس کلام کی شرح کرے اسے ملحد قرار دیا جائے۔ **فہم من فہم** (سمجھا جو سمجھا)

حالات : بمطابق صاحب "تذکرۃ الاولیاء" ایک دفعہ آپ کے والد نے حضرت جنیدؒ کے ماموں (حضرت سری سقطیؒ) کو مال زکوٰۃ میں کچھ درہم بھیجے جو انہوں نے باوجود اصرار قبول نہ فرمائے۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ وہ رقم لیکر گئے لیکن آپ نے پھر بھی انکار کر دیا جس پر حضرت جنیدؒ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا اب آپ کو اختیار ہے کہ یہ رقم لیں نہ لیں کیونکہ میرے والد کے لئے جو حکم تھا کہ حقدار کو زکوٰۃ پیش کرو وہ انہوں نے پورا کردیا۔ یہ بات سن کر حضرت سری سقطیؒ نے اپنے حجرے کا دروازہ کھول کر فرمایا کہ رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں چنانچہ اسی دن سے آپ ان کی خدمت میں رہنے لگے اور سات سال کی عمر میں انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے وہاں چار سو صوفیائے کرام میں شکر کے مسئلہ پر بحث چھڑی ہوئی تھی۔ جب وہ سب شکر کی تعریف بیان کر چکے تو آپ کے ماموں نے آپ کو شکر کی تعریف بیان کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد فرمایا: شکر کی تعریف یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے تو اس نعمت کی وجہ سے منعم کی نافرمانی کبھی نہ کرے۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ واقعی شکر اسی کا نام ہے۔

مجاہدہ و ہم عصر : آپ تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ علامہ الشعرانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت رویمؒ' ابوالحسن شبلیؒ' خرازؒ وغیرہم اولیاء و صوفیاء کے سلسلے آپ کی ذات سے منسوب تھے اور جن مشائخ کی نسبت آپ سے تھی انہیں جنیدیہ کہا جاتا ہے۔ ابو یعقوب اقطعؒ آپ کے کاتب اور ایلچی تھے جن کے ذمے خط و کتابت تھی۔ آپ کے ہم عصر مشائخ میں ابو حمزہ خراسانیؒ' ابو حمزہ بغدادیؒ' بشر حافیؒ' حماد قرشی بغدادیؒ' ابو الحسن نوریؒ' ممشاد علو دینوریؒ' حضرت خیر النساج بغدادیؒ' ابراہیم خواص' ابو محمد جریری' ابو جعفر صیدلانیؒ' ابو جعفر بن الکرینیؒ' زیاد کبیر ہمدانی' ابو یعقوب ہنرجوری رحمہم اللہ اجمعین بہت ممتاز تھے۔

marfat.com

دوران وعظ : ایک مرتبہ دوران وعظ چالیس افراد میں سے بائیس پر غشی طاری ہوگئی اور اٹھارہ انتقال کر گئے۔ ایک وعظ گوئی کے دوران ایک آتش پرست مسلمانوں کے بھیس میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی کہ حضور اکرم علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ قول سن کر آپ نے فرمایا اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تجھے مسلمان ہونا چاہئے۔ اس کرامت سے گرویدہ ہو کر وہ مسلمان ہوگیا۔

متفرقات : (۱) ایک مرتبہ حسین منصور حلاجؒ غلبہ حال کی کیفیت میں حضرت عمرو بن عثمانؒ سے دل برداشتہ ہو کر حضرت کی خدمت میں پہنچے اور ان سے عرض کی کہ میری دل برداشگی کا سبب یہ ہے کہ بندہ اپنی ہوشیاری اور مستی کی وجہ سے ہمہ وقت صفات الٰہی میں فنا نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا : تم نے ہوشیاری و مستی کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

حضرت رویمؒ کو جنگل میں ایک بڑھیا نے یہ پیغام دیا کہ بغداد پہنچ کر جنیدؒ سے کہنا کہ تمہیں عوام کے سامنے ذکر الٰہی کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوئی؟ یہ پیغام سن کر آپ نے فرمایا : میں عوام کے سامنے اس لئے اس کا ذکر کرتا ہوں کہ کسی سے بھی اس کا حق ذکر ادا نہیں ہو سکتا۔ (۲) کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت جنیدؒ کو بھی خواب میں دیکھا اور ایک شخص نے حضور علیہ السلام کے روبرو کوئی فتویٰ پیش کیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت جنیدؒ کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اس نے عرض کی کہ جب حضورؐ خود تشریف فرما ہیں تو دوسرے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہر نبی کو اپنی امت پر فخر ہے لیکن مجھے اپنی امت میں جنیدؒ پر اس سے بھی زیادہ فخر ہے۔ (۳) ایک دفعہ آپ کسی درویش کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو وہ مصروف گریہ تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کس کی عطا کردہ اذیت پر گریہ کر رہے ہو اور کس سے اس کی شکایت کرنا چاہتے ہو؟ درویش یہ سن کر ساکت ہوگیا تو آپ نے پھر پوچھا: خیر کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ اس نے عرض کی: حضرت نہ رونے کی اجازت ہے نہ صبر کی قوت! (۴) حالت درد میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ پڑھ کر اپنے پاؤں پر دم کرلی تو ندا آئی : تجھے نادم ہونا چاہئے کہ اپنے نفس کی خاطر ہمارے کلام کو استعمال کرتا ہے۔ (۵) ایک مرتبہ آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو ایک آتش پرست طبیب نے آنکھوں پر پانی نہ لگنے کی ہدایت کی۔ لیکن آپ نے فرمایا: وضو کرنا تو میرے لئے ضروری ہے۔ طبیب کے جانے کے بعد وضو کر کے نماز عشاء ادا فرما کر سو گئے۔ صبح بیدار ہوئے تو درد چشم ختم ہو چکا تھا اور یہ ندا آئی : تم نے ہماری عبادت کی وجہ سے آنکھوں کی پرواہ نہیں کی اس لئے ہم نے تمہاری تکلیف ختم کردی۔ صبح طبیب نے جب پوچھا کہ ایک ہی رات میں آپ کی آنکھیں کس طرح اچھی ہو گئیں تو فرمایا کہ وضو کرنے سے۔ یہ سن کر طبیب نے کہا کہ مریض تو درحقیقت میں تھا اور آپ طبیب۔ یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ (۶) فرمایا : میں نے وعظ گوئی اپنے اختیار سے شروع نہیں کی بلکہ تیس ابدال کے اصرار بے حد پر شروع کی اور میں نے تقریباً دو سو بزرگوں کے جوتے سیدھے کئے ہیں۔ (۷) آپ صائم الدہر تھے لیکن مہمان کی آمد پر (نفلی) روزہ نہ رکھتے اور فرماتے کہ مسلمان بھائیوں کی موافقت بھی روزہ سے کم نہیں۔ (۸) کسی نے سوال کیا کہ قلب کو مسرت کس وقت حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا : جب

marfat.com

اللہ قلب میں ہوتا ہے۔ (۹) ایک مرتبہ حضرت سہلؒ نے آپ کو تحریر کیا کہ خواب غفلت سے بچو کیونکہ سونے والا اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتا جیسا کہ باری تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ فرمایا کہ جو ہماری محبت کا دعویدار ہو کر رات میں سوتا ہے وہ کاذب ہے۔ آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ خدا کی راہ میں بیدار رہنا ہمارا ذاتی فعل ہے لیکن ہمارے سونے کا تعلق خدا کے فعل سے ہے جو ہمارے فعل سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا "النوم موھبتہ من اللہ علی المحبین" یعنی نیند اپنے دوستوں پر خدا کی جانب سے ایک بخشش ہے۔ (۱۰) فرمایا: تصوف نام ہے مخلوق سے خالق کی جانب رجوع ہونے، قرآن و سنت کی اتباع کرنے اور مشغول عبادت رہنے کا۔

وصال: بموجب طبقات الکبریٰ مصنفہ عبدالوہاب شعرانیؒ و صاحب نفحات الانس مولانا جامیؒ آپ نے ۲۹۷ ہجری (مطابق ۹۱۰ عیسوی) میں وصال فرمایا۔ زمانہ المقتدر باللہ ابو الفضل عباسی کا تھا۔ بعض کے نزدیک تاریخ وصال ۶ یا ۲۷ رجب ۲۹۸ ہجری ہے۔ (مارچ ۹۱۱ عیسوی) اور بعض نے ۳۰۲ ہجری لکھی ہے۔ غسل دیتے وقت جب لوگوں نے آنکھ میں پانی پہنچانا چاہا تو غیب سے آواز آئی کہ ہمارے محبوب کی آنکھوں سے پانی دور رکھو کیونکہ اس کی آنکھیں ہمارے ذکر کی لذت میں بند ہوئی ہیں اور اب ہمارے دیدار کے بغیر نہیں کھل سکتیں۔ جب انگلیاں سیدھی کرنے کا قصد کیا تو ندا آئی کہ یہ انگلیاں ہمارے ذکر میں بند ہوئی ہیں وہ ہمارے حکم سے ہی کھلیں گی۔ بغداد شریف میں موجودہ ریلوے سٹیشن اور ہوائی اڈے کے قرب و جوار میں ایک وسیع و عریض قبرستان ہے جس میں لاکھوں غوث و قطب حضرت ابراہیم خواصؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت بہلول داناؒ، منصور حلاجؒ، ملکہ زبیدہ مدفون ہیں اسی قبرستان میں حضرت جنید بغدادیؒ کا مقبرۂ مقدس ہے۔

پاس ادب: آپ کے مزار مبارک پر حضرت شبلیؒ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا: خدا رسیدہ لوگوں کی حیات و ممات دونوں مساوی ہوتی ہیں۔ اس لئے میں اس مزار پر انوار پر کسی مسئلہ کا جواب دینے میں ندامت محسوس کرتا ہوں کیونکہ مرنے کے بعد بھی میں آپ سے اتنی ہی حیا رکھتا ہوں جتنی حیات میں تھی۔

ممتاز خلفاء: حضرت ابوبکر شبلیؒ، حضرت علی رودباریؒ، حضرت احمد رویمؒ، حضرت ممشاد علو دینوریؒ سلسلہ سہروردیہ چونکہ ان چاروں اولعزم بزرگوں سے حضرت جنید بغدادیؒ سے پیوست ہوتا ہے لہٰذا ہم ان چاروں بزرگوں کے مختصر حالات درج کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ

تعارف: اسم گرامی جعفر بن یونسؒ اور کنیت ابوبکرؒ ہے۔ "نفحات الانس" کے مطابق آپ مصر کے رہنے والے تھے آپ کے والد خلیفۂ بغداد کے دربان تھے۔ "تذکرۃ الاولیا" کے مطابق آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی۔ تیئس سال تک حدیث و فقہ کا درس لیا۔ دنیاوی تعلیم سے فراغت کے بعد شاہی ملازمت اختیار کرلی۔ نہاوند کے سردار مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں عباسی خلیفہ المتند باللہ کے جشن میں بغداد آئے۔ ایک سردار کو چھینک آگئی اس نے رطوبت خلعت کی آستین سے صاف کرلی خلیفہ نے خلعت کی اس بے حرمتی پر اسے معزول کردیا۔ اس واقعہ نے آپ کے دل پر گہرا اثر کیا کہ

marfat.com

خلیفہ کی عطا کردہ خلعت کی بے حرمتی کی یہ سزا ہو سکتی ہے تو میں بھی مالک الملک حقیقی کی عطا کردہ خلعت کو کیوں بے حرمت کروں چنانچہ حضرت خیر نساج بغدادیؒ کی مجلس میں آکر تائب ہوئے انہوں نے حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں بھیج دیا جن کے یہ مرید ہوگئے۔ بے شمار بزرگان سے فیوض و برکات حاصل کئے جن میں ابوبکر صیدلائیؒ' ابوبکرؒ بن طاہر الاسریؒ' محمد بن احمد بن حمدونؒ فرا وغیرہ شامل ہیں۔ ابو عبداللہ عباداںؒ' حسین بن منصور حلاجؒ اور ابو الحسن صوفیؒ سے بھی ملاقات رہی۔ حضرت شبلیؒ سے حضرت غوث الاعظمؒ چھٹے واسطے سے بہ سلسلہ ء طریقت پیوستہ ہیں۔

آپ بہترین فقیہ عالم اور واعظ تھے۔ موطا امام مالک حفظ تھی۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکر شبلیؒ کو اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ ہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور اس قوم کا تاج ابوبکر شبلیؒ ہے۔ آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ کے زیر تربیت بڑے سخت مجاہدے کئے۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ غیبی ندا سنی کہ اسم ذات کے ساتھ کب تک وابستہ رہے گا۔ اگر طلب صادق ہے تو مسمی کی جستجو کر یہ ندا سن کر عشق الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ دریا میں' آگ میں' بعد پہاڑ سے کود کر' جان مالک حقیقی پر نثار کر دینے کی کوشش کی تو ندائے غیبی سنی کہ جو مقبول الٰہی ہوتا ہے اس کو خدا کے سوا دوسرا کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ ایک مرتبہ بچوں نے آپ کے پاؤں پر ایسا پتھر مارا کہ لہولہان ہوگیا۔ زخم سے جو قطرے زمین پر گرتے ان میں سے ہر قطرۂ خون سے "اللہ" کا نقش ابھر تا تھا۔

صاحب تذکرۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کی مجلس میں آپ بھی حاضر تھے۔ حضرت جنیدؒ کے بعض ارادتمندوں نے آپ کی تعریف میں یہ جملے کہے کہ "صدق و شوق اور علو ہمتی میں آپ کا کوئی مماثل نہیں۔" یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا یہ قول درست نہیں بلکہ حقیقت میں شبلیؒ مردود اور خدا سے بہت دور ہے لہٰذا شبلیؒ کو میری مجلس سے باہر نکال دو اور جب آپ نکل گئے تو حضرت جنیدؒ نے مریدوں سے فرمایا کہ تم تعریف کر کے اس کو ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ تمہارے یہ تعریفی جملے اس کے لئے تلوار تھے اور اگر اس کا معمولی سا اثر بھی اس پر ہو جاتا تو اس کے نفس میں سرکشی رونما ہو جاتی اور وہ فوراً ہلاک ہو جاتا لیکن میری ہجو اس کے لئے ڈھال بن گئی اور وہ ہلاکت سے بچ گیا۔

بحوالہ "تذکرۂ غوثیہ" حضرت غوث علی پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر (شبلی) بڑے عالم تھے۔ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سال بھر تک ساکت و خاموش وہاں کی صحبت کا رنگ دیکھتے رہے۔ جب ان کی کوئی کشف و کرامت نہ دیکھی وہ چونکہ پابند شرع تھے اس لئے دل برداشتہ ہو کر حضرت جنیدؒ سے رخصت چاہی۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ بھلا مولوی صاحب! آپ برس تک یہاں رہے نہ اپنی کہی نہ ہماری سنی یہ بات ہے تو کیا ہے؟ حضرت ابوبکرؒ نے عرض کی کہ حقیقت میں بات تو یہ ہے کہ میں بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا تھا۔ سال بھر دیکھا مگر آپ سے کوئی کشف و کرامت ظاہر نہیں ہوئی وہی عالموں کا سا طور طریقہ ہے۔ جب آپ میں اور عالموں سے کوئی فوقیت نہیں پائی تو ناچار اجازت چاہی ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ بھلا اس سال بھر میں جنید سے کوئی امر

marfat.com

خلاف سنت رسول اللہ صلعم بھی سرزد ہوا؟ ابوبکر نے جواب دیا۔ "نہیں" آپ نے اس وقت ان کا ہاتھ جھٹک کر فرمایا کہ جنید کی یہی کرامت ہے۔ ہاتھ جھٹک کر آپ کا یہ فرمانا تھا کہ ابوبکر نے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لی۔ چھ ماہ بعد پھر آئے تو حضرت نے مثل سابق وہی ارشاد فرمایا اور جواب پا کر پھر ہاتھ جھٹکا۔ ابوبکرؒ نے نعرہ مارا اور بیابان کا رستہ لیا۔ غرض تیسری دفعہ جب چھ ماہ کے بعد آئے تو حضرت جنیدؒ نے ہاتھ پکڑ کر وہی ارشاد فرمایا تو ابوبکرؒ نے کہا کہ میں آپ میں کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پاتا مگر "یہ!" (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا ہاتھ جھٹک کر اس طرح کب خراب کیا تھا؟ گویا یہ بات تو سنت کے مطابق نہیں) ابوبکرؒ کا یہ کہنا تھا کہ حضرت نے انہیں چھاتی سے لگالیا اور اس حاضر جوابی سے خوش ہو کر خرقہء خلافت عطا فرما کر رخصت کیا۔

ایک مرتبہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا **من طلب وجد** جس نے خدا کو طلب کیا پالیا۔ آپ نے کہا یہ بات نہیں بلکہ یوں فرمایئے: **من وجد طلب** یعنی جس نے پالیا اس نے طلب کیا۔

ایک دفعہ بھیگی ہوئی لکڑیاں انکے سامنے جلائی جا رہی تھیں جو ایک طرف سے جل رہی تھیں اور ان کی دوسری طرف سے پانی نکل رہا تھا۔ آپ نے حاضرین مجلس سے کہا کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ تمہارے قلوب میں شوق کی آگ جل رہی ہے تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں رواں نہیں ہوتے؟

ایک مرتبہ آپ نے وضو کر کے مسجد کا قصد کیا تو راستہ میں یہ غیبی ندا سنی کہ ایسے گستاخانہ وضو کے ساتھ ہمارے گھر میں جانا چاہتا ہے؟ یہ سن کر جب آپ واپس ہونے لگے تو یہ آواز سنی: "ہمارے گھر سے لوٹ جانا چاہتا ہے بھلا یہاں سے لوٹ کر کہاں جائے گا؟" آپ نے جب ایک زوردار ضرب لگائی تو یہ آواز سنی: تو ہم پر طعنہ زنی کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ خموشی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر ندا آئی کہ تو صبر و ضبط کا بھی دعویدار ہے۔ آپ نے عرض کی: "میں تجھ سے ہی فریاد چاہتا ہوں۔"

شبلی کی وجہ تسمیہ : بعض کے نزدیک آپ کی اصل سروشنہ ہے جو فرغانہ کے مضافات میں سے ہے۔ پرورش چونکہ شبلہ میں پائی اس لئے شبلی کہلائے مگر صاحب "تذکرۂ غوثیہ" کے مطابق حضرت جنید بغدادیؒ کو خلیفہء بغداد نے کسی مسئلہ کی تحقیق کیلئے بلایا۔ حضرت شبلیؒ بھی ہمراہ تھے۔ خلیفہ نے حضرت جنیدؒ سے سخت کلامی کی۔ حضرت شبلی جوان آدمی تھے جلال میں آگئے۔ شیر قالین کو تھپکا وہ مجسم بن کر اٹھنے لگا۔ حضرت جنیدؒ نے نظر فرمائی تو شیر اصلی حالت میں آگیا۔ دو دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ آخری دفعہ خلیفہ نے بھی شیر قالین کو مجسم صورت میں اٹھتے دیکھ لیا اور خوف کے مارے بدحواس ہوگیا اور تخت سے اتر کر حضرت جنیدؒ کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا آپ اس بچے کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ خلیفہ نے آپ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ شبلی شیر کے بچہ کو کہتے ہیں جب سے یہ ماجرا گزرا حضرت ابوبکر کا لقب شبلیؒ ہوگیا۔

وصال : آپ کے خادم بکر دینوریؒ کہتے ہیں کہ بوقت وفات مجھے کہا کہ مجھے وضو کراؤ۔ میں نے وضو کرایا مگر داڑھی میں خلال بھول گیا۔ اس وقت آپ کی زبان بند ہو چکی تھی۔ میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی داڑھی کا خلال کیا۔ وفات بہ عمر ۸۷ سال ۳۳۴ ہجری بزمانہ خلیفہ طائع عباسی ہوئی اور مقبرو خیزران بغداد میں دفن ہوئے۔ بمطابق "احوال العارفین" تاریخ ولادت ۲۴۶ ہجری اور وصال ۲۷ ذی الحج ۳۳۴

marfat.com

ہجری (۳۰ جولائی ۹۴۶ عیسوی) ہے۔ (بحوالہ طبقات الکبریٰ)

حضرت ابو علی رودباری

تعارف : بحوالہ "نفحات الانس" آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد القاسم بن منصور ہے۔ امرا و روؤسا کے خاندان سے تھے۔ سلسلہء نسب نوشیرواں کبریٰ سے جا ملتا ہے۔ آپ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ خواجہ ابو الحسن نوریؒ، ابو حمزہؒ اور خواجہ ابن جلاؒ کے بھی صحبت یافتہ تھے۔ سلسلہء نقشبندیہ اور یسویہ آپ کے واسطے سے حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ تک جا ملتا ہے۔ ایک دن جب حضرت جنیدؒ جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے حضرت ابو علیؒ کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضرت جنیدؒ نے کسی شخص کو مخاطب کیا۔ **اسمع یا هذا** (یعنی اے شخص سن!) ابو علیؒ نے سمجھا کہ شاید مجھے مخاطب فرمایا ہے کھڑے ہوگئے اور حضرت کا وعظ سننے لگے۔ حضرت خواجہؒ کی باتوں نے آپ کے دل پر گہرا اثر کیا چنانچہ سب کچھ ترک کر کے طریقت میں داخل ہوگئے۔ شیخ بو علی کاتبؒ انہیں "سیدنا" کہا کرتے تو ان کے شاگردوں نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت بو علی کاتبؒ نے جواب دیا: ابو علی رودباریؒ شریعت سے طریقت تک پہنچے ہیں اور ہم طریقت سے شریعت تک آئے ہیں۔ "نفحات الانس" کے حاشیہ میں مولانا عبدالغفور صاحب اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص حقیقت سے شریعت کی طرف جاتا ہے تو مجذوب سالک ہوتا ہے اور اسے حقیقت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ اس کے برعکس جو شخص شریعت سے حقیقت کی طرف جاتا ہے وہ سالک مجذوب ہوتا ہے اور عین وصل میں ہوتا ہے جو بہت ہی اچھی حالت ہے۔

حالات : فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک درویش کی تدفین کے وقت میں نے ارادہ کیا کہ اس کی پیشانی پر مٹی مل دوں اور جیسے ہی اس مقصد سے میں نیچے جھکا تو اس درویش نے آنکھیں کھول دیں اور کہا: اے ابو علی! جس نے مجھے عزت عطا فرمائی ہے تم اسی کے سامنے مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو؟ لیکن اپنے عزم پر قائم رہتے ہوئے آپ نے اس سے سوال کیا: کیا فقراء مرنے کے بعد بھی زندہ ہو جاتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بلاشبہ! کیونکہ خدا کے دوستوں کو کبھی موت نہیں آتی اور جب روز محشر اللہ تعالیٰ مجھے عزت عطا فرمائے گا تو میں تمہاری اعانت کر کے اپنے قول کی صداقت کو بہترین طریقے پر ثابت کروں گا۔ نیز فرمایا: صوفیائے کرام نہ تو وعدوں سے دلچسپی رکھتے ہیں اور نہ احوال مشاہدات میں گھبراتے ہیں۔ حضرت کا اصل وطن بغداد تھا مگر زیادہ عرصہ مصر میں ہی گزارا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ارشادات : فرمایا: مدتوں میری یہ کیفیت رہی کہ طہارت کرنے کے بعد بھی مجھے اپنے طاہر ہونے کا یقین نہیں ہوتا تھا اس لئے پھر طہارت کرتا۔ ایک دفعہ گیارہ مرتبہ طہارت کرنے کے باوجود بھی اطمینان نہ ہوا اسی ادھیڑ بن میں سورج طلوع ہوگیا۔ عبادت سے محرومی پر بڑا متاسف ہوا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ مجھے سکون عطا فرما۔ ندا آئی کہ سکون تو علم میں مضمر ہے۔

مزید فرمایا: (۱) صوفی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ سو مرتبہ سے بھی زائد مرتبہ راندۂ درگاہ کردے لیکن خدا سے اپنا رشتہ قائم رکھے۔ (۲) نفس کے ذریعہ مذمت اور روح کے ذریعہ مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ (۳) استقامت قلب کا نام توحید ہے۔ (۴) در الٰہی کے علاوہ تمام در چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔ (۵)

marfat.com

حالت سماع میں مشاہدۂ محبوب کے باعث وجد و اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ (۶) حیا قلب کیلئے ناصح ہوتی ہے اور خدا سے حیا کرنا تمام اچھائیوں سے زیادہ اچھائی ہے۔ (۷) صفت و موصوف کے مابین ایسا رشتہ ہے جس میں صفت پر نظر ڈالنے کے بعد محجوب ہونا پڑتا ہے اور موصوف پر نظر ڈالنے والا محبوب ہو جاتا ہے۔ (۸) مرید وہ ہے جو خدا کی رضا پر راضی رہے اور جواں مرد وہ ہے جو دونوں عالم میں خدا کے سوا کسی کا طالب نہ ہو۔ (۹) اولیائے کرام ہمت کو اس لئے محبوب رکھتے ہیں کہ اہل ہمت ان کو محبوب تصور کرتے ہیں۔ (۱۰) بہت باتیں بنانا اور کام کم کرنا نقص کی بات ہے اور بہت کام کرنا اور تھوڑی باتیں بنانا عزت کی بات ہے۔ (۱۱) خدا کا اپنے بندہ سے منہ موڑنے کا نشان یہ ہے کہ وہ اس کو ایسی شے کے ساتھ مشغول کردے کہ اس کو نفع نہ دے۔ (۱۲) جب تک تو پورے طور پر اپنے آپ سے نہ نکلے گا محبت کی حد میں داخل نہ ہوگا۔

وصال : انتقال کے وقت آپ نے اپنی ہمشیرہ کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں کھولتے ہوئے فرمایا: آسمان کے دریچے کھل چکے ہیں اور ملائکہ بہشت کو سجا کر کہہ رہے ہیں کہ ہم تجھے ایسی جگہ پہنچا دیں گے جو تیرے وہم و گمان سے بھی باہر ہے اور حوریں تیرے دیدار کی منتظر ہیں لیکن میرا قلب یہ صدا لگا رہا ہے۔ **بحقک لا انظروا الی غیرک** (یعنی تجھے تیرے حق کی قسم ہے کہ غیر کی جانب نہ دیکھنا) اور میں نے اپنی حیات کا بڑا حصہ اس انتظار میں گزارا ہے اور اس وقت بھی میں اس کے سوا کچھ طلب نہ کروں گا اور جنت کی رشوت پر ہرگز راضی نہ ہونگا۔ بموجب "تذکرۃ الاولیاء" ۳۲۸ ہجری (۹۴۰ عیسوی) میں وصال ہوا اور مصر میں ہی مدفون ہوئے۔ "نفحات الانس" کے مطابق تاریخ وصال ۳۲۱ ہجری (۹۳۳ عیسوی) ہے۔

حضرت ممشاد دینوریؒ

تعارف : آپ کا وطن دینور ہے جو کرمان شاہ کے مغربی کوہستان میں واقع ہے۔ تربیت بغداد میں ہوئی۔ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کے مرید اور ان کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ خواجہ محمد رومؒ خواجہ ابوالحسن نوریؒ یحییٰ جلاؒ کے ہم عصر تھے۔

بحوالہ "تذکرۃ الاولیا" آپ ہمہ وقت اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے۔ مسافر کے لئے دروازہ کھول دیتے اور اس کی نہایت خاطر و مدارات کرتے لیکن مقیم سے یہ کہہ کر معذرت کرلیتے کہ تمہارے قیام سے میرے قلب میں تمہاری جانب رغبت پیدا ہو جائے گی اور تمہاری واپسی کے بعد تمہاری جدائی شاق گزرے گی۔ کسی نے آپ سے دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں پہنچ جاؤ۔ اس نے عرض کی : مجھے بارگاہ خداوندی کا علم نہیں اگر آپ وہاں بھیجنا پسند فرماتے ہیں تو پھر مجھے اس کا پتہ اور مقام ارشاد فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا : بارگاہ خداوندی وہیں ہے جہاں تمہارا وجود باقی نہ رہے۔ یہ سن کر اس شخص نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور یاد الہی میں مشغول ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کو عبادت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایسا سیلاب آیا کہ آبادی کے تمام مکانات غرق ہونے لگے۔ آپ کی خانقاہ بلندی پر واقع تھی۔ اس لئے تمام لوگ پناہ لینے کے لئے اس طرف آ گئے اسی دوران آپ نے اسی شخص کو دیکھا کہ وہ سیلاب کے اوپر مصلیٰ بچھائے چلا آ رہا

marfat.com

ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ آج کل کس مقام پر ہو اس نے عرض کی : حضرت یہ سب کچھ تو آپ ہی کے فیض کا کرشمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی دعا کی برکت سے ہی ماسوا اللہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اقوال زریں : آپ فرماتے ہیں کہ انسان کے لئے وہ وقت بہترین ہوتا ہے جس میں وہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خالق سے نزدیک تر ہو جاتا ہے اور ان اشیاء سے قلب کو خالی کرلیتا ہے جن کی جانب سے مخلوق کا رجحان ہے (جو اشیا اہل دنیا کے نزدیک پسندیدہ ہیں وہ ہرگز پسندیدگی کے قابل نہیں) مزید فرمایا : بتوں کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض لوگ نفس کو بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ بعض دولت کو بت بنا کر اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ بعض بیوی بچوں کی پرستش میں انہیں بت بنائے ہوئے ہیں۔ بعض صنعت و تجارت کو بت بنا کر اس کی پوجا میں گرفتار ہیں، بعض صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو بت تصور کرکے اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پوری مخلوق کسی نہ کسی شے کی پرستش میں گرفتار ہے اور کسی کو بھی پرستش سے مفر نہیں البتہ اس شخص کو کسی شے کا پرستار نہیں کہا جاسکتا جو اپنے نفس کی نیکی و بدی پر نفس کی موافقت نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ نفس کو ہدف ملامت بنائے رہتا ہے۔

فرمایا : اگر کوئی کسی ادنیٰ سی قدر و خودی کے ساتھ بزرگوں سے ملتا ہے تو اس کے لئے بزرگوں کے اقوال و صحبت سب بے سود ہیں۔ میں نے اس وقت تک کسی بزرگ سے ملاقات نہیں کی جب تک اپنے تمام علوم و حالات کو ترک نہیں کردیا اور جب ان چیزوں سے دستبردار ہو کر کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے اقوال کو غور سے سننے کے بعد ان کی برکتوں سے فیوض حاصل کئے اور اسی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مراتب عطا فرمائے۔

دل آئینہ ء حق نما ہے : فرمایا : باطن میں حق تعالیٰ نے عارف کو ایک آئینہ دیا ہے کہ جب اس میں نگاہ ڈالتا ہے اللہ کو دیکھتا ہے۔ (تشریح) شیخ الاسلام حضرت عبد اللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی مومن کے دل میں جگہ ہے کہ صوفیا کے نزدیک اسے سر (لطیفہء سر جو لطیفہء قلب و لطیفہء روح کے درمیان وسط سینہ میں ہے) کہتے ہیں وہاں حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک آدمی تفرقہ میں رہتا ہے یعنی دوئی کے مقام پر ہوتا ہے پریشان رہتا ہے۔ جب اس سے نکل جاتا ہے آرام پاتا ہے۔

حضرت ممشاد دینوریؒ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے مجھے بہشت اور جو کچھ اس میں ہے دکھاتے ہیں لیکن گوشہء چشم سے بھی اس کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ اس کی تشریح میں حضرت عبد اللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ مقام حضوری کے بعد حق تعالیٰ کے غیر کو دیکھنا حق تعالیٰ سے شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر علیہ الصلوۃ و السلام کے متعلق فرماتے ہیں' **ما زاغ البصر وما طغی** (آپ کی نظر نے نہ دوسری طرف دیکھا نہ حد سے تجاوز کیا) یعنی اس کی قوت مدرکہ نے دوسری طرف رجوع نہ کیا اور حد سے نہ گزری یعنی غیر کی طرف نگاہ نہ کی۔

وصال : وقت نزع فرمایا : تیس سال سے میرے سامنے جنت پیش کی جاتی رہی لیکن میں نے اس

marfat.com

طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور تین سال سے میں نے اپنے قلب کو گم کر دیا ہے لیکن آج تک اس کو پانے کی تمنا نہیں ہوئی کیونکہ صدیقین کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ قلب کو ذات الٰہی میں فنا کر دے۔ یہ فرمانے کے بعد جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ محرم ۲۹۹ ہجری (ستمبر ۹۱۱ء) کو آپ کا وصال ہوا۔

خواجہ محمد بن احمد بن یزید رویمؒ

تعارف : صاحب "نفحات الانس" کے مطابق آپ بڑے رویمؒ کے پوتے ہیں جو قرات کی روایت حضرت نافعؒ سے کرتے ہیں کنیت ابو محمد اور ابوبکر وغیرہ ہے بموجب "تذکرۃ الاولیا" آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید اور حضرت داؤد طائیؒ کے مسلک پر تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔ صاحب "مرآۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ آپ فقیہہ الفقہا اور تفسیر میں استاد تھے۔ صاحب ہمت و فراست، تجرید میں ثابت قدم اور ریاضت میں مستعد تھے آپ فرماتے ہیں بیس ۲۰ سال ہوئے کہ میرے دل میں کسی ایسی کھانے کی چیز کا خیال نہ آیا جو بعد میں میرے لئے حاضر نہ کر دی گئی ہو۔ مزید فرمایا : ایک مرتبہ دوپہر میں مجھے شدت کی پیاس محسوس ہوئی تو میں نے ایک مکان سے پانی طلب کیا اور جب اندر سے ایک لڑکا پانی لے کر آیا تو میں نے پی لیا لیکن اس لڑکے نے کہا کہ یہ کیسا صوفی ہے جو دن میں پانی پیتا ہے۔ چنانچہ اس دن سے آج تک میں نے کبھی دن میں پانی نہیں پیا۔

کسی نے آپ سے حال پوچھا تو فرمایا : جس کا مذہب خواہشات اور ہمت ریتار ہو اس کا حال کیا پوچھتے ہو۔ حال تو ان کا دریافت کرو جو عارف و متقی اور عبادت گزار ہوں۔ آخر عمر میں آپ نے اپنے آپ کو دنیا داروں میں پوشیدہ کر لیا تھا۔ یعنی آپ خلیفہ معتمد عباسی کے ہاں قاضی کے عہدہ پر تعینات ہو گئے تھے اور بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے۔ ابو عمر زجاجؒ کو (جو حضرت جنید بغدادیؒ کی صحبت میں رہے ہیں) فرمایا کہ تم خواجہ رویمؒ کے پاس ہرگز نہ جانا لیکن ایک دن ان کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہو گیا۔ ان کی ظاہری شان و شوکت دیکھ کر عرض کیا کہ آپ کے دوست کہتے ہیں کہ خواجہ رویمؒ بادشاہ کی ملازمت کیوں ترک نہیں کر دیتے؟ فرمایا : میں اس لئے ان لوگوں کے ساتھ رہتا ہوں کہ انہیں علم توحید سکھاؤں۔ ابو عمر زجاجؒ جب حضرت جنیدؒ کے پاس واپس آئے تو حضرت نے ان سے پوچھا کہ محمد رویمؒ کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ بہت بڑے بزرگ ہیں خواجہ جنیدؒ نے فرمایا : الحمد للہ! میں نے تم کو ان کی صحبت سے اس لئے منع کیا تھا کہ تم ان کی ظاہری حالت دیکھ کر ان سے بد ظن نہ ہو جاؤ اور اپنا ایمان برباد نہ کر لو۔ الحمد للہ کہ تم نے انہیں صحیح دیکھا ہے وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ چنانچہ اسی ضمن میں "فتوحات مکیہ" میں لکھا ہے کہ خواجہ رویمؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صوفیا کی خدمت میں بیٹھتا ہے لیکن اپنے آپ کو انکے موافق نہیں بناتا۔ یعنی جس تعظیم کے وہ مستحق ہیں وہ نہیں کرتا تو حق تعالیٰ ایسے شخص کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ ہر شخص بزرگوں کی صحبت کے لائق نہیں۔

مردے باید کہ باشد شہ شناس   تا شناسد شاہ را در ہر لباس

(یعنی آدمی کو چاہئے کہ بادشاہ کی پہچان رکھے تاکہ بادشاہ کو ہر لباس میں پہچان سکے)۔

marfat.com

ارشادات : فرمایا (۱) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بندے پر معرفت کو فرض کیا **وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون** (یعنی نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انس کو مگر عبادت کے لئے) (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے علاوہ ہر شے کو دوسری شے میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ (۳) جن کو حضوری حاصل ہوتی ہے وہ تین طرح کے ہوتے ہیں : اول شاہد وعید ' جن پر ہر لحہ ہیبت طاری رہتی ہے۔ دوم شاہد وعدہ ' جو ہمیشہ عالم غیوبیت میں رہتے ہیں۔ سوم مشاہدہ حق ' جو ہر وقت مسرور و مگن رہتے ہیں (۴) اللہ تعالیٰ کا قول و فعل عطا کرنا بھی داخل سعادت ہے کیونکہ اگر قول کو سلب کر کے صرف فعل کو باقی رکھے تو نعمت ہے۔ اگر فعل سلب کر کے صرف قول باقی رکھے تو مصیبت ہے اور اگر قول و فعل دونوں کو سلب کر لے تو ہلاکت ہے (۵) تصوف کی اساس یہ ہے کہ فقرا سے تعلق رکھے۔ عجز کے ساتھ ثابت قدم رہے ' بخشش و عطا پر معترض نہ ہو اور اعمال صالحہ پر ثابت قدمی کا نام تصوف ہے (۶) قلب عارف ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر لحہ تجلیات کا انعکاس ہوتا رہتا ہے (۷) قرب کی دلیل یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے وحشت پیدا ہوتی رہے (۸) حقیقی شہوت وہی ہے جو اعمال صالحہ کے علاوہ کسی وقت بھی ظاہر نہ ہو (۹) خائف اسی کو کہا جاتا ہے جو خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ نہ ہو اور اخلاص عمل یہ ہے کہ دونوں جہاں میں اس کے صلہ کی امید نہ رکھے (۱۰) اشارات میں دم مارنا حرام اور خطرات و مکاشفات میں دم مارنا مباح ہے۔

مناقب : خواجہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں فارغ مشغول ہوں اور خواجہ محمد رویمؒ مشغول فارغ (یعنی میں دنیاوی تعلقات ترک کر کے یاد حق میں مشغول ہوں اور وہ دنیاوی تعلقات کے باوجود مشغول عبادت ہیں اور یہ بڑی بات ہے اور بڑی ہمت کا کام ہے)۔

وصال : صاحب "مرآۃ الاسرار" نے بحوالہ "تاریخ شمع جلالی" تاریخ وصال ۱۲ شوال ۳۰۳ ہجری تحریر فرمائی ہے جو ۱۹ اپریل ۹۱۴ء کے مطابق بنتی ہے)

ابو العباس احمد بن محمد دینوریؒ

آپ کا وطن دینور ہے حضرت ممشاد دینوریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اپنے وقت کے اولوالعزم درویش ' عالم و فاضل متقی اور علوم ظاہری و باطنی میں یکتا تھے۔ کنیت ابو العباس اور اسم گرامی احمد ہے۔ بموجب " نفحات الانس " یوسف بن الحسینؒ کی صحبت میں بھی رہے۔ حضرت عبد اللہ خراز جوریؒ اور ابن عطار رویمؒ کو بھی دیکھا ہے۔ دینور سے نیشاپور اور ازاں بعد ترمذ تشریف لے آئے۔ خواجہ محمد احمد ابوبکر وراقؒ کے شاگرد آئے اور اس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ ان شاگردوں نے تعظیم کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے سنا ہے کہ وہ میرے خدا کی اچھی تعریف کرتے ہیں۔ ترمذ سے پھر سمرقند منتقل ہو گئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔ آپ کے اقوال میں ہے : ادنیٰ ذکر یہ ہے کہ خدا کے ماسویٰ کو بھول جائے اور ذکر کی نہایت یہ ہے کہ ذاکر ذکر میں اپنے ذکر سے غائب ہو جائے اور اپنے مذکور یعنی خدا میں ایسا غرق ہو جائے کہ مقام رجوع تک رجوع نہ کرے اور یہ فنا در فنا کا حال ہے۔

بمطابق "سفینۃ الاولیا" وصال سمرقند میں ۳۶۷ ہجری (۹۷۸ عیسوی) کو درست مانا ہے۔ آپ کے نامور خلفا میں حضرت عبد اللہ البکری المعروف شیخ محمد عمویہؒ کا ذکر ہماری نظر سے گزرا ہے۔ جن سے

marfat.com

حضرت ضیا الدین ابو نجیب سہروردیؒ کی وساطت سے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ابتداء ہوئی۔

اخی فرخ زنجانیؒ

بموجب صاحب "نفحات الانس" آپ شیخ ابو العباس نہاوندیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جن کا سلسلہء طریقت دو درمیانی واسطوں سے حضرت محمد بن احمد رویمؒ سے جا ملتا ہے۔ حضرت مولانا جامیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک بلی تھی۔ جب کبھی مہمانوں کی جماعت حضرت شیخ زنجانیؒ کی خانقاہ کی طرف آتی تو وہ بلی ہر ایک کی تعداد کے مطابق آواز نکالتی (میاؤں کرتی) خانقاہ کا خادم ہر آواز کے بدلے ایک پانی کا پیالہ دیگ میں ڈال دیتا۔ ایک روز مہمانوں کی تعداد اس کی آواز سے ایک عدد بڑھ گئی جس پر خادم کو تعجب ہوا۔ اسی اثناء وہ بلی اس جماعت میں آئی اور ایک شخص کو سونگھنے لگی اور اس پر پیشاب کر دیا' جب جستجو کی گئی تو وہ شخص بے دین نکلا گویا اسی وجہ سے اسے مہمانوں کی گنتی میں بلی نے شمار نہ کیا۔

اسی طرح ایک دفعہ خادم باورچی نے دیگ میں دودھ چاول ڈالے تاکہ کھیر پکائے۔ ایک سیاہ سانپ اس دیگ میں جا گھسا جسے بلی نے دیکھ لیا اور دیگ کے گرداگرد چکر لگانے لگی اور گھبرائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ باورچی کو سانپ کے دیگ میں گھسنے کا علم نہیں تھا اس لئے وہ بلی کو جھڑکتا اور اسے دیگ سے دور رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ آخر جب باورچی حقیقت حال نہ سمجھ سکا تو بلی دیگ میں کود گئی اور وہیں مر گئی چنانچہ دیگ کو الٹ دیا گیا۔ تو کھیر میں سے سیاہ سانپ بھی نکلا۔ حضرت شیخ نے فرمایا: اس بلی نے اپنے آپ کو درویشوں پر قربان کر دیا ہے لہٰذا اس کی قبر بناؤ۔

حضرت فرخ زنجانیؒ کا وصال یکم رجب ۴۵۷ ہجری (۸ جون ۱۰۶۵ عیسوی) کو ہوا اور وہیں زنجان میں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ حضرت شیخ وجیہہ الدین سہروردیؒ نے (جو بانیء سلسلہء سہروردی حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے پیر و مرشد اور چچا تھے) حضرت شیخ عمویہؒ کے علاوہ آپ سے بھی فیضان باطنی حاصل کیا تھا۔

حضرت ابو القاسم گورگانیؒ

آپ کا اسم گرامی علی ہے۔ حضرت ابو عثمان مغربیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کی نسبت تین درمیانی واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے جا ملتی ہے۔ باطنی طور پر شیخ ابو الحسن خرقانیؒ سے بھی فیضان حاصل کیا۔ مریدین کی مشکلات میں آپ بے حد تصرف رکھتے تھے۔ صاحب کشف المحجوب حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ مجھے ایک ایسا اشکال درپیش ہوا کہ جس کا حل میرے لئے ناممکن ہو گیا میں نے شیخ ابو القاسم گورگانیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا انہیں میں نے ایک مسجد میں پایا جو کہ سرائے کے دروازے پر تھی۔ وہ تنہا تھے اور میرے ہی مسئلے کا جواب چوبی ستون سے کہہ رہے تھے۔ میں نے بغیر پوچھے اپنے سوال کا جواب پا لیا تو ان سے عرض کی: شیخ یہ تو میرا قصہ ہے۔ فرمانے لگے: بیٹا! اس وقت تیری خاطر اللہ تعالیٰ نے اس چوبی ستون کو بولنے کی طاقت عنایت فرمائی۔ اس نے تیری طرف سے مجھ پر سوال کیا چنانچہ میں اس کے جواب میں یہ تقریر کر رہا

marfat.com

تھا۔

ایک دفعہ شیخ ابو سعید طوسیؒ اور حضرت شیخ ابو القاسم گورگانیؒ طوس میں طلبا کی ایک جماعت کے سامنے تخت پر بیٹھے تھے اور درویشوں کی ایک جماعت ان کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک درویش کے دل میں خیال گزرا کہ ان دونوں بزرگوں کا مرتبہ کیا ہے؟ شیخ ابو سعیدؒ نے اس درویش کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا : جو شخص چاہے کہ دو بادشاہوں کو ایک وقت میں ایک جگہ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے، سو وہ دیکھ لے۔ اس درویش نے جب یہ کلمات سنے تو دونوں بزرگوں کی طرف محبت و عقیدت کی نگاہوں سے بڑے غور اور توجہ سے دیکھا۔ حق تعالیٰ نے اس کی آنکھوں سے حجاب اٹھا دیا یہاں تک کہ شیخ کے قول کی صداقت اس کے دل پر کھل گئی اور ان بزرگوں کی عظمت و بزرگی اس نے مشاہدہ کر لی۔ کچھ دیر بعد اسی درویش کے دل میں یہ خطرہ و خیال پیدا ہوا کہ آج روئے زمین پر کوئی ایسا خدا کا بندہ ہے جو ان دونوں بزرگوں سے بڑھ کر ہو۔ شیخ ابو سعیدؒ اس درویش کے اس دلی خطرہ سے پھر آگاہ ہو گئے اور اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا : ولایت و کرامت اور عنایت الٰہی ہم دو افراد پر ہی موقوف نہیں۔ ابو سعیدؒ اور ابو القاسمؒ جیسے ستر ہزار صاحب ولایت ہر روز وجود میں آتے اور ستر ہزار جاتے ہیں۔ آپ کا وصال ۴۵۰ ہجری (۱۰۵۸ عیسوی) گرگان میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ شیخ ابو علی فارمدیؒ اور شیخ ابو بکر نساجؒ آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔

شیخ ابو بکر نساجؒ طوسی

آپ حضرت ابو القاسم گرگانیؒ کے اعظم ترین خلیفہ و مرید تھے۔ طوس میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبد اللہ تھا۔ تمام عمر طوس میں ہی رہے۔ ابتدائی عمر میں بہت ریاضتیں کیں۔ آپ کے اقوال بہت معروف ہیں۔ (۱) ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا کہ مطلوب کا دیدار کس طرح کر سکتے ہیں؟ فرمایا : صدق کی آنکھوں سے طلب کے آئینہ میں۔ (۲) فرمایا : پانی کا تصور پیاس نہیں بجھا سکتا اور آگ کا خیال گرمی نہیں دیتا، طلب کا دعویٰ مطلوب نہیں پہنچاتا۔ (۳) جب تک موہوم ہستی جل نہ جائے اور دل کی آنکھیں غیرت کی سوئی سے خدا کے غیر سے نہ سی جائیں تب تک جان کا خلوت خانہ معشوق کی تجلیات کی شمع سے روشن نہ ہو گا کیونکہ بیج بوئی ہوئی کھیتی میں نہیں ڈالتے اور لکھے ہوئے کاغذ پر نقش نہیں لکھا کرتے۔ (مطلب یہ ہے کہ جب تعینات موہومہ یعنی غیر اللہ کا وہم و خیال دل میں جاگزین ہوتا ہے تو اس کا مٹانا اور اس کی جگہ موجود حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا تصور قائم کرنا ایسا ہے جیسے کاشت شدہ زمین میں کوئی چیز کاشت کرنا اور لکھے ہوئے کاغذ پر لکھنا)۔

صاحب "نفحات الانس" لکھتے ہیں کہ ابتدائے حال میں بڑے سخت مجاہدے کئے۔ چونکہ مجاہدہ مشاہدہ تک نہیں پہنچا تھا اس لئے ایک دفعہ بارگاہ الٰہی میں بہت روئے۔ ان کے دل میں یہ آواز آئی : "اے نساج درد دل پر قناعت کر، تمہیں یافت سے کیا مطلب" چنانچہ آپ کا ایک قول ہے کہ توکل یہ ہے کہ روکنا اور دینا خدا کے سوا اور کسی کی طرف سے نہیں۔

حضرت شیخ احمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ (ابو بکر نساجؒ) نے یہ کہا تھا : الٰہی میرے پیدا کرنے میں بھلا کیا حکمت تھی؟ غیب سے جواب آیا : تمہارے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تیری

marfat.com

روح کے آئینے میں اپنے جمال کو دیکھوں اور اپنی محبت تیرے دل میں ڈالوں۔

آپ کی صحبت شیخ ابو بکر دینوریؒ سے بھی رہی ہے۔ بحوالہ "خزینۃ الاصفیا" آپ کا وصال ۴۸۷ ہجری (۱۰۹۴عیسوی) میں ہوا اور طوس میں ہی دفن ہوئے۔

حضرت شیخ ابو الفتح احمد بن محمد غزالیؒ

آپ کا شمار مجتہدین صوفیا میں ہوتا ہے۔ حضرت ابو حامد امام محمد غزالیؒ کے بھائی ہیں۔ آپ قصبہ غزال کے رہنے والے تھے جو طوس کے قریب ہے۔ بموجب "نفحات الانس" آپ حضرت ابو بکر نساجؒ کے مرید و خلیفہ تھے آپ کی معتبر تصنیفات اور بے نظیر رسالے ہیں جن میں رسالہ "سوانح" ہے۔ شیخ فخرالدینؒ عراقی کی مشہور تصنیف "اللمع" اسی رسالہ "سوانح" کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ "سوانح" کی فصلوں میں سے ایک فصل یہ ہے کہ معشوق ہر حال میں خود معشوق ہے۔ پس استغنا اس کی صفت ہے۔ اور عاشق ہر حال میں خود عاشق ہے، پس اس کی صفت احتیاج ہے۔ عاشق کو ہمیشہ معشوق پالیا کرتا ہے پس ہمیشہ کا احتیاج اس کی صفت ہے۔ معشوق کو کوئی شے نہیں پا سکتی اس لئے اس کی صفت استغنا ہے۔

ہموارہ تو دل ربودہ معذوری   غم ہیچ نیازمودۂ معذوری

من بے تو ہزار شب بخون در بودم   تو بے تو شبے نبودۂ معذوری

(یعنی اے محبوب! تو ہمیشہ عاشقوں کے دل لیتا ہے اس لئے معذور ہے۔ تو نے کسی کا غم نہیں آزمایا یعنی کسی کے غم جیسے غم میں تو آج تک مبتلا نہیں ہوا اس لئے تو معذور ہے۔ میں نے ہزاروں راتیں تیرے ہجر میں خاک و خون میں لتھڑے ہوئے بسر کی ہیں لیکن تو ایک رات کے لئے بھی اپنے آپ سے مہجور نہیں ہوا اس لئے تو معذور ہے)۔

ایک دن وعظ کی مجلس میں قاری نے یہ آیت پڑھی۔ **یا عبادی الذین اسرفوا لا تقنطو من رحمت اللہ** (یعنی اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے) تو آپ نے فرمایا: **شرفھم بیا دالا ضافتہ الی نفسہ بقولہ یا عبادی** (یعنی ان کی شرافت یا اضافت کی وجہ سے پہلے جو خدائے تعالیٰ نے یا عبادی کہہ کر اپنے نفس کی طرف ان کو منسوب کیا ہے) پھر یہ شعر پڑھے:

وہان علی اللوم فی جنب حبھا   وقول الاعادی انہ لخلیع

اھم انا نودیت بسمی واننی   انا قیل لی یا عبدھا لسمیع

(یعنی مجھ پر دشمنوں کی ملامت اس کی محبت کے مقابل میں بہت آسان معلوم ہوتی ہے۔ دشمنوں کا یہ قول کہ وہ مفلس بے اعتبار ہے مجھ کو جب میرے نام سے پکارتے ہیں تو بہرا بن جاتا ہوں اور جب مجھے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں محبوب کا غلام ہے تو پھر سننے لگتا ہوں)۔

ایک دفعہ ایک صوفی قزوین سے طوس آئے اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امامؒ نے اس سے اپنے بھائی احمد غزالیؒ کا حال دریافت کیا جو کچھ وہ جانتا تھا اس نے بتلا دیا۔ حضرت امامؒ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس ان کے کلام میں سے بھی کوئی چیز تمہارے پاس

marfat.com

ہے اس نے کہا جی ہاں! یہ جز وان کی تصنیف ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے پڑھ کر فرمایا : "سبحان اللہ! ما طلب کردیم واحمد یافت" (یعنی ہم طلب میں رہ گئے اور احمد نے پالیا)۔

حضرت احمد غزالیؒ کمال استغراق احدیت کی وجہ سے اکثر حال قوی اور ذوق دوام میں رہتے تھے۔ اکثر بے پردہ کلام فرمایا کرتے تھے۔ ذرا سی توجہ سے سالکین کو سفلی مقامات سے منازل علوی پر پہنچا دیتے۔ بموجب صاحب "مرآۃ الاسرار" آپ کے کمالات و کرامات کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ اور حضرت عین القضاۃ ہمدانیؒ جیسے بزرگ آپ کے مرید تھے۔

آپ کا وصال ۵۱۷ ہجری (۱۱۲۳ عیسوی) اور دوسری روایت کے مطابق ۵۲۰ ہجری (۱۱۲۶ عیسوی) میں خلیفہ عباسی ابو منصور فضل بن مستنصر کے عہد میں ہوا جو سلطان مسعود بن ملک شاہ کا ہم عصر تھا۔ مزار پر انوار قزوین میں ہے۔

حضرت غوث الاعظم

محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانیؒ

حضرت کا اسم گرامی عبد القادر، لقب محی الدین کنیت ابو محمد اور عرف غوث الاعظم ہے۔ آپ ایران کے ایک قصبہ گیلان میں یکم رمضان (بوقت شب) ۴۷۰ ہجری مطابق ۱۰۷۷ عیسوی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ تھے جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی گیارہویں پشت میں سے تھے اور حضرت عبد اللہ محض کی اولاد سے تھے (جو حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسنؓ اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرؓ کے پوتے تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ صغریٰؓ بنت امام حسین سیدہ فاطمہ الزہرا کی پوتی تھیں اس لئے عبد اللہ محض یعنی والد اور والدہ دونوں کی طرف سے فاطمی محض تھے)۔ حضرت غوث الاعظمؒ کی والدہ حضرت ام الخیر فاطمہؒ بنت حضرت سید عبد اللہ صومعیؒ تھیں جن کا شمار عارفات ربانی میں ہوتا ہے۔

آپ کے والدین : آپ کے والد ماجد حضرت ابو صالحؒ جنگی دوست کو ریاضات و مجاہدات کے دوران ایک دفعہ تیسرا فاقہ تھا۔ آپ دریا کے کنارے بیٹھے تھے کہ دریا میں ایک سیب بہتا ہوا آپ کو دکھائی دیا جسے آپ نے پکڑ کر کھالیا۔ بعد میں آپ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ نہ معلوم یہ سیب کس کا ہے اور میرے لئے کیونکر حلال ہو سکتا ہے؟ یہ خیال پیدا ہوتے ہی اپنا قصور معاف کرانے کے لئے سیب کے مالک کی تلاش میں دریا کے کنارے کنارے چل پڑے۔ کئی دن کے متواتر سفر کے بعد آپ کو ایک باغ نظر آیا جہاں شاخوں سے پختہ سیب ٹوٹ ٹوٹ کر پانی میں گر رہے تھے۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ سیب جو آپ نے کھایا ہے اسی باغ کا ہے چنانچہ باغ کے مالک جن کا اسم گرامی حضرت سید عبد اللہ صومعیؒ تھا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت بھی تاڑ گئے کہ یہ مخلص بندگان خدا میں سے ہے آپ نے فرمایا کہ بارہ برس ہماری خدمت میں رہو تب معافی ہو گی۔ آپ نے یہ شرط منظور فرمالی۔ جب مدت معینہ ختم ہوئی تو حضرت صومعیؒ نے فرمایا کہ ایک خدمت اور ہے وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے جو اندھی بہری، لنجی اور لنگڑی ہے اسے نکاح میں قبول کرو اور بعد نکاح دو سال اور ہماری خدمت میں رہو تاکہ اس کا نتیجہ میں ایک فرزند کی صورت میں اپنی آنکھوں

marfat.com

سے دیکھ لوں۔ آپ نے یہ شرط بھی قبول فرمائی چنانچہ نکاح ہو گیا۔ حجلہء عروسی میں جب تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ اس معصومہ کے تمام اعضا صحیح و سالم ہیں اور حسن و جمال کا پیکر ہے چنانچہ تمام شب کنارہ کش رہے۔ صبح حضرت صومعیؒ نے فراست سے یہ حال معلوم فرما کر حضرت ابوصالحؒ کو فرمایا میری بیٹی بیان کردہ صفات کی ہی حامل ہے یعنی نامحرم کیلئے اسکی آنکھیں اندھی ہیں، غیر حق بات سننے کے لئے بہری، مس نامحرم کیلئے اسکے ہاتھ لنجے اور تمہارے حکم کے خلاف قدم اٹھانے کیلئے اسکے پاؤں لنگڑے ہیں۔ اس توجیہہ کو سن کر حضرت (ابی صالح) کے دل میں اپنی بیوی کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔

ولادت مبارک : اس معصومہ کا اسم گرامی فاطمہؒ تھا۔ کنیت ابوالخیر اور لقب امتہ الجبار۔ ساٹھ سال کی جب ان کی عمر ہوئی تو آپ کے بطن مبارک سے حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ پیدا ہوئے۔ بموجب صاحب "مناقب الغوثیہ" ولادت کی رات آپ کے والد ماجد کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور دیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہء کرام کے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں "اے ابوصالح! پروردگار عالم نے تجھے نیک بچہ عطا فرمایا ہے جو میرے بچہ کی مانند ہے۔ وہ میرا بیٹا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو گا اور اولیا اللہ میں اس کا مرتبہ بہت اعلیٰ و ارفع ہو گا"۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں : نصف شب گزر چکی تھی اور میں نے نماز تہجد ادا کی، کیا دیکھتی ہوں کہ زمین سے آسمان تک نور" علیٰ نور ہے۔ کسی نے کہا : فاطمہ! یہ وقت ایک آفتاب ولایت کی ولادت کا ہے۔ کچھ دیر کے بعد درد محسوس ہوا اور عبدالقادر پیدا ہوئے اور میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ نومولود نے اپنا سر زمین پر سجدہ کے لئے رکھ دیا اور "سبحان ربی الاعلیٰ" کہا۔ اس وقت ہر طرف انوار کی بارش ہو رہی تھی اور روحانی برکات کا نزول تھا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت : ولادت سے تھوڑے عرصہ بعد والد ماجد کا انتقال ہو گیا اس لے اپنے نانا محترم حضرت عبداللہ صومعیؒ کے سایہء عاطفت میں پرورش پانے لگے۔ پانچ برس کے ہوئے تو مقامی مدرسہ میں داخل ہوئے اور اٹھارہ برس کی عمر تک، بلاد جیلان کے مدرسوں میں تعلیم پائی مگر سولہ برس کی عمر میں ہی مکمل دسترس حاصل کر لی تھی۔ دوران تعلیم جب مکتب میں جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلتا دیکھتے اور جب مدرسہ پہنچتے تو سنتے کہ "اللہ کے ولی کو جگہ دو" "اللہ کے ولی کو جگہ دو"۔ قرآن شریف بھی گیلان میں حفظ کیا۔

سفر بغداد : اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد برائے مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے روانہ ہوئے۔ بغداد آپ کے قصبہ سے چار سو میل سے زائد دور تھا۔ راستے میں قزاقوں نے حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ لڑکے تمہارے پاس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا چالیس دینار، قزاق انہیں اپنے سردار کے پاس لے گیا اس کے استفسار پر بھی آپ نے فرمایا کہ چالیس دینار ہیں جو میری بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ چالیس دینار وہیں سے برآمد ہوئے۔ سردار نے پوچھا : برخوردار تم نے ہم رہزنوں کے پاس سچ کیوں بولا؟ آپ نے فرمایا : وطن سے روانگی پر میری والدہ محترمہ نے فرمایا تھا کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا اس لئے میں جھوٹ کیوں بولتا۔ سردار اس قدر متاثر ہوا کہ وہ آپکے قدموں میں گر گیا۔ اپنے تمام ساتھیوں سمیت رہزنی سے تائب ہوا اور تمام لوٹا ہوا مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا۔

marfat.com

تعلیم در بغداد : آپ ۴۸۸ ہجری مطابق ۱۰۹۵ء میں بغداد پہنچے اور نامور علما و فضلاء سے استفادہ فرمایا۔ تفسیر، حدیث، قرات، لغت، فقہ یعنی تمام علوم مروجہ آٹھ سالوں میں حاصل کر کے امام وقت تسلیم ہوئے۔

خرقہء خلافت : علم و عرفان کا فیضان پہلے حضرت حملو دباس ؒ سے پایا ازاں بعد حضرت ابو سعید مبارک مخزومیؒ کے حلقہء ارادت میں آ کر خرقہء خلافت پایا۔ پچیس سال ۱۱۰۲ سے ۱۱۲۷ء تک بڑے سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔ "بہجۃ الاسرار" میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں تنہا عراق کے بیابانوں، جنگلوں، ویرانوں اور خطرناک جگہوں پر پھرتا رہا۔ علائق دنیوی سے قطع تعلق تھا اور فنا فی اللہ اور رضائی الرسول کا مقام حاصل تھا۔ انہیں ایام میں میرے پاس رجال الغیب اور جنات حاضر خدمت ہوتے تھے اور میں انہیں علم طریقت کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام سے اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ چالیس سال صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھتا رہا۔ پندرہ سال تک عشا کی نماز پڑھ کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر صبح تک قرآن مجید ختم کرتا رہا۔

درس و افتاء : آپ نے پہلا وعظ سہ شنبہ ۱۶ شوال ۵۲۱ ہجری (۱۱۲۷ عیسوی) کو فرمایا وہ اس طرح کہ اس دن دوپہر کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا : اے عبد القادر تم لوگوں کو فسق و فجور اور گمراہی سے بچانے کے لئے وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے عرض کی : یا رسول اللہ! میں عجمی ہوں اور شاید عرب فصحا میرے کلام پر توجہ نہ دیں حضور علیہ السلام نے فرمایا : اپنا منہ کھولو! چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن سات دفعہ آپ کے منہ میں ڈالا اور حکم فرمایا کہ جاؤ مسلمان قوم کو وعظ و نصیحت کرو اور انہیں پروردگار عالم کے راستے پر بلاؤ تاکہ یہ لوگ قرآن اور حدیث کے احکام پر چل سکیں۔ چنانچہ آپ نے جب پہلا وعظ شروع کیا تو آپ کچھ جھجکے۔ حضرت شیر خداؓ تشریف لے آئے اور اپنا لعاب دہن چھ مرتبہ آپ کے دہن مبارک میں ڈالا۔ آپ نے عرض کی کہ مجھے سات مرتبہ کیوں مشرف نہیں فرمایا تو حضرت علی شیر خداؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس ادب ہے۔ یہ پہلا وعظ آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت ابو سعید مبارک مخزومیؒ کی خانقاہ میں واقع مسجد سے شروع کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے کلام معجز بیان کی شہرت تمام بغداد اور اکناف میں پھیل گئی اور ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دور دراز سے لوگ آپ کے وعظ میں حاضر ہو کر فیض پانے لگے۔

ہرولی کی گردن پر قدم : ایک مجلس میں اثنائے وعظ فرمایا : "میرا قدم ہرولی کی گردن پر ہے" یہ سن کر شیخ علی بن ابی نصر الہیتیؒ اٹھے اور منبر پر چڑھ کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا اور حضرت کے دامن کے نیچے ہو گئے۔ اقتدا میں تمام حاضرین نے اپنی اپنی گردنیں آگے بڑھائیں۔ منقول ہے کہ روئے زمین کے تین سو تیرہ (۳۱۳) اولیائے کرام نے مختلف مقامات میں آپ کے ارشاد کے مطابق اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

آپ نے چالیس سال لوگوں کو وعظ فرمایا یعنی ۵۲۱ ہجری تا ۵۶۱ ہجری۔ اس دوران ۳۳ سال یعنی ۵۲۸ تا ۵۶۱ ہجری تک درس و تدریس اور افتاء کا کام سرانجام دیا۔ پانچ ہزار سے زائد یہود و نصاریٰ نے

marfat.com

قبول اسلام کیا اور ایک لاکھ سے زائد فساق و فجار نے توبہ کی۔

محی الدین کا لقب : فرمایا۔ ایک دفعہ بحالت مکاشفانہ میں سیر و سیاحت کے لئے بغداد سے باہر گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ راستہ میں ایک شخص بیمار، زندگی سے لاچار خستہ حال میرے سامنے آکھڑا ہوا اور ضعف و ناطاقتی کے سبب زمین پر گر پڑا اور عرض کی اے میرے سردار! میری دستگیری کر اور میرے حال پر رحم فرما۔ اپنے دم مسیحا سے مجھ پر پھونک تاکہ میری حالت درست ہو جائے۔ میں نے اس پر دم کیا دم کرنا ہی تھا کہ وہ پھول کی مانند تروتازہ ہو گیا اور اس میں تندرستی و توانائی آگئی۔ پھر اس نے مجھے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں وہ بولا : میں تیرے نانا حضرت محمد رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم کا دین ہوں۔ ضعف کی وجہ سے میرا یہ حال ہو گیا ہے اب مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے ہاتھ سے زندہ کیا۔ تو محی الدین ہے۔ مردہ دین کو زندہ کرنے اور اس میں نئی زندگی ڈالنے والا ہے میں اسے چھوڑ کر بغداد کی جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک شخص برہنہ پا بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اور باواز بلند بولا "سید محی الدین!" بعد ازاں مسجد میں آیا اور دوگانہ ادا کیا۔ میرا سلام پھیرنا تھا کہ خلقت مجھ پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑی۔ اور "محی الدین، محی الدین" پکارنے لگی۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں :

غوث الاعظم درمیان اولیا چوں محمدؐ درمیان انبیا

مناقب : حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظمؒ کو خاص خلعت اپنے دست مبارک سے پہنائی اور روئے زمین پر کوئی ایسا ولی نہ رہا تھا جس نے حضرت پیران پیرؒ کے روبرو گردن تسلیم خم نہ کی ہو۔ حضرت ابوالوفاؒ فرماتے ہیں : میں نے حضرت غوث الثقلینؒ کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو تمام ولیوں سے اعلیٰ مرتبہ دیا ہے۔ حضرت ابوالوفاؒ مزید فرماتے ہیں : "شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے سر پر ایسا نور دکھائی دیتا ہے۔ جس کی شعاعیں مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔"

حضرت امام عبد اللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلینؒ کی بارگاہ سے نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ سلسلوں کے مشائخ کو کافی حصہ ملا ہے وہ اس طرح کہ سلطان الہند حضرت معین الدین چشتی اجمیری بغداد پہنچ کر آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت خواجہؒ کو کچھ عرصہ اپنے حجرۂ مبارک میں رکھا اور توجہ فرماتے رہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ حضرت غوث الاعظمؒ کی صحبت میں رہے۔ سلسلہ سہروردیہ سے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ہمیشہ حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ جب آپ کی خدمت میں روانہ ہوتے تو اپنے اصحاب کو فرماتے : "وضو کرلو اور اپنے دلوں کی نگہداشت کرلو اور خبردار ہو جاؤ کیونکہ میں ایسے شخص کی خدمت میں جاتا ہوں جس کا دل اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتا ہے"۔ حضرت شیخ الشیوخؒ فرمایا کرتے تھے "مجھے جو کچھ ملا ہے وہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی برکت سے ملا ہے"۔

حضرت عارف باللہ عبد اللہ بلخیؒ نے "خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب" کے چھبیسویں باب میں لکھا ہے کہ جناب غوث الاعظمؒ نے ایک دن بخارا کی طرف رخ مبارک کر کے عام مجمع میں فرمایا کہ

marfat.com

مجھے اس طرف سے ایک مزیدار خوشبو آ رہی ہے۔ میری وفات کے ایک سو ستاون (۱۵۷) سال بعد اس جانب سے ایک مرد کامل پیدا ہو گا جس کا نام بہاء الدین نقشبند ہو گا۔ وہ میری نعمت خاص سے حصہ لے گا۔ چنانچہ جب حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندؒ نے درویشی میں قدم رکھا اور حضرت سید امیر کلالؒ سے بیعت ہو کر ذکر و فکر میں لگے تو اسم اعظم آپ کے دل پر نقش نہ ہو تا تھا۔ گویا راہ سلوک سے فیض یاب ہو کر فیض باطنی میں رکاوٹ ہو گئی۔ آپ بیتاب ہو کر جنگل کو نکلے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے کہا اے بہاء الدین مجھے اسم اعظم جناب غوث الاعظمؒ سے ملا ہے تو بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کی برکت سے جلد ہی فیض اور مراد پائے گا چنانچہ متوجہ ہوئے۔ اگلی رات ہی جناب غوث الاعظمؒ خواب میں ملے اور اپنے دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے ان کے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ پس ان کے باطن میں اسم اعظم نقش ہو گیا۔ شاہ نقشبندؒ نے اپنے باطن میں اللہ کا نقش دیکھا اور ہر شے پر یہی نظر آ رہا تھا پھر جو آپ کا مرید ہو تا حضرت نقشبند بخاریؒ اس کے دل پر یہی نقش باندھتے اور فرمایا کرتے : "میرے دل پر جناب غوث الاعظمؒ نے یہ نقش باندھا ہے میں تمہارے دلوں میں باندھتا ہوں"۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلینؒ مرکز ولایت ہیں عالم اسلام میں جسے کوئی عظیم روحانی مرتبہ ملا وہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ' کی توجہ باطنی سے ملا۔ بے شک حضرت غوث الاعظمؒ مرکز ولایت و قطبیت ہیں۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں : مقام "مدار العالمین" حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کو حاصل تھا اور ان سے یہ مقام منتقل ہو تا ہوا آنجناب غوث اعظمؒ تک آیا اور ہمیشہ کے لئے وہیں مخصوص ہو گیا۔

حضرت سعید بن صالحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلینؒ کے خلفاء سراپا رحمت تھے ۵۵۷ ہجری (۱۱۶۲ عیسوی) میں حضرت نے بہت سے ایسے داعیان ہدایت مختلف علاقوں میں روانہ کئے جو آسمان معرفت کے روشن ستارے تھے جنہیں تربیت قلوب اور اصلاح خلق کا بینظیر تجربہ تھا۔

برصغیر پاک و ہند میں یہ سلسلہء عالیہ حضرت مخدوم شیخ محمد الحسنی الجیلانیؒ اچوی' حضرت مخدوم شیخ عبد القادر ثانیؒ' حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ اور حضرت شاہ سکندرؒ کے ذریعے پہنچا اور پھیلا۔ (دیباچہ از صاحبزادہ مقبول محی الدین گیلانی مشائخ سرور دیہ)۔

وصال : دو شنبہ گیارہ ربیع الآخر ۵۶۱ ہجری ۱۴ مارچ ۱۱۶۶ عیسوی حضرت عزرائیل' بشکل اعرابی حاضر خدمت ہوئے اور ایک نورانی مکتوب پیش کیا جس میں لکھا تھا **یصل ھذا المکتوب من المحب الی المحبوب کل نفس ذائقۃ الموت** (یہ خط محبوب کی طرف سے محبوب کو پہنچے ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ضروری ہے) مزار اقدس بغداد شریف میں مرجعء خلائق ہے۔ آپ کی کرامات اس درجہ ہیں کہ انہیں احاطہء تحریر میں لانے کے لئے کئی دفتر چاہئیں۔

تصنیفات : مشہور تصانیف : غنیۃ الطالبین' فتوح الغیب' فتح الربانی' مکتوبات قطب صمدانی' قصیدہ غوثیہ' چہل کاف' جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر' یواقیت و الحکم' الیسوع شریف' درود کبریت احمر۔

marfat.com

باب سوم

قصبہ سہرورد کا محل وقوع : سہرورد عراق عجم کے اندر ہمدان اور زنجان کے درمیان ایسی سڑک پر واقع ہے جو ان دونوں علاقوں کو ملاتی ہے اور مغلوں کے نئے مرکزی شہر سلطانیہ کے شمال کی طرف ہے۔ یہ سڑک طول میں تیس (۳۰) فرسخ کے لگ بھگ ہے۔ سہرورد ایک مردم خیز خطہ تھا۔ ابن حوقل نے چوتھی صدی ہجری میں اس قصبہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہاں کرد آباد تھے اور وسعت کے لحاظ سے وہ شہر "زور" کے برابر تھا اس کے گرد شہر پناہ تھی۔ برج وغیرہ مستحکم تھے اور وہ زنجان کے جنوب میں ہمدان جانے والی سڑک پر واقع تھا۔ سجاس کا شہر سہرورد کے قریب تھا۔ مشہور اسلامی مورخ اور جغرافیہ دان مستوفی آٹھویں صدی ہجری میں یہاں آیا تھا وہ لکھتا ہے کہ مغلوں کے حملوں کی وجہ سے سہرورد برباد ہو گیا تھا اور اس کے زمانہ میں سہرورد کی حیثیت ایک معمولی گاؤں سے زیادہ نہ تھی۔ ان دنوں اسکے آس پاس مغلوں کے چند دیہات بھی تھے سخت سردی کی وجہ سے اس علاقے میں غلہ اور معمولی پھلوں کے علاوہ اور کچھ پیدا نہ ہوتا تھا (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد چہارم)۔

سجاس اور سہرورد کے قصبات مغلوں کی یورش کی وجہ سے تباہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ مشہور مستشرق جی۔ پی سٹرینج مصنف "جغرافیہ خلافت مشرقی" نے سہرورد کے بارے میں لکھا ہے "اب تو یہ قصبہ بالکل ہی برباد اور غیر آباد ہے"۔

"تاریخ خطہ پاک اوچ" کے مطابق سہرورد قصبہ عراق کے ایک دور دراز پہاڑی علاقہ میں اس راستہ پر واقع ہے جو آذربائیجان کی طرف جاتا ہے۔ کسی زمانے میں یہی بستی کردوں کے زیر تصرف تھی۔ کردوں کو راہ ہدایت پر لانے میں مشائخ سہروردیہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

معروف سیاح اور جغرافیہ دان اصطخری کی تحقیق کے مطابق قصبہ آذربائیجان کی طرف جانے کا مختصر راستہ تھا اس قصبہ کے چاروں اطراف میں ایک پختہ فصیل تھی۔ چوتھی صدی ہجری میں یہ جگہ کردوں کے قبضہء تصرف میں تھی جو پہاڑی علاقہ میں رہنے کی وجہ سے ڈاکہ زنی اور رہزنی میں بہت مشہور تھے۔ قتل و غارت ان کا پیشہ تھا' مذہب و اخلاق سے انہیں مطلقاً لگاؤ نہ تھا۔ اسلئے اس خطہ کو راہ ہدایت پر لانے کیلئے صوفیاء اور مشائخ کا یہ خاندان (ابو عمویہ عبد اللہ محمد البکری) یہاں تشریف لایا

لفظ سہرورد کی وجہء تسمیہ : مشہور مستشرق نولڈیکی نے اس کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ اس قصبہ کو زمانہ قدیم میں ایک ایرانی گورنر سہراب نے آباد کیا تھا لہذا اس کے نام پر اس قصبہ کا نام "سہراب گرد" یا "سہر آوَ گرد" رکھا گیا مگر بعد میں سہراب گرد یا سہراوَ گرد کا تلفظ "سہرورد" میں تبدیل ہو گیا گویا مستشرقین کے نزدیک اس شہر سہراب گرد یا سہراوَ گرد کی تلفظی تبدیلی لفظ "سہرورد" کی ظاہری صوتی ہم آہنگی کی آئینہ دار ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ عمل میں آئی ہمارے نزدیک یہ ایک ظاہری مفروضہ ہے جو مبنی بر حقیقت نہیں بلکہ سہرورد کی اصل وجہء تسمیہ ایک باطنی حقیقت کی روشنی میں وقوع پذیر ہوئی جو ہم تاریخی ریکارڈ کی درستی کے لئے بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ نومبر ۱۹۵۴ء میں ۱۱-۱۲ ربیع الاول کے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سالانہ جلسہ منعقدہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور' راقم الحروف کے پیر و مرشد کامل حضرت ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ نے سید ریاض

marfat.com

الدین سہروردی المعروف "لسان حسان علامہ سہروردی" کو فرمایا کہ اپنی تقریر میں لفظ "سہرورد" اور سلسلہ سہروردیہ کی وجہء تسمیہ بھی بیان کردیں چنانچہ علامہ صاحب نے حضرت قبلہؒ کی ان کو بیان کردہ حقیقت حال اپنی تقریر میں یوں واضح فرمائی :

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی والدہ ماجدہ حضرت پیران پیر غوث الاعظمؓ کی بہن تھیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ ابھی تک میرے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نظر رحمت فرمائیں۔ حضرت پیران پیر غوث الاعظمؓ نے فرمایا : "تمہارے ہاں اولاد ہو گی" یہ خوشخبری سن کر بی بی صاحبہ وہاں سے گھر واپس آ گئیں اسی رات آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ہی بی بی صاحبہ سے اپنے وضو کے لئے پانی مانگا چنانچہ آپ نے پانی لا کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وضو کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے جب کلی فرمائی تو اس کلی کے پانی سے وہیں اسی جگہ ایک گلاب کا پھول اگ آیا۔ حضور علیہ السلام نے بی بی صاحبہ کو فرمایا بیٹا "یہ پھول کھالو تمہارے ہاں اولاد ہو گی" چنانچہ آپ نے اسی عالم خواب میں وہ پھول کھا لیا۔ اسی کی برکت سے ازاں بعد بر آور ہوئیں۔ عربی زبان میں پس خوردہٗ ماندہ طعام یا پانی کے لئے لفظ سور ہے۔ یعنی جھوٹا (کلی شدہ مبارک پانی) اور عربی زبان کا لفظ "ورد" بمعنی گلاب ہے یہی "سور ورد" ازاں بعد بطور سہرورد مستعمل ہوا اور اسی کی نسبت سے حضرت ابو عمویہ محمد البکریؒ کا خاندان بعد میں سہروردی کہلایا۔ گویا سلسلہء عالیہ سہروردیہ دو آتشہ ہے یعنی گلاب کا پھول جو کہ تمام پھولوں کا بادشاہ ہے اور گلاب کا وہ پھول جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی مبارک سے پیدا ہوا اور جو حضور علیہ السلام کے فیض بے پایاں کا بفضلہ حامل بھی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اس مقام پر ہم چاروں اکابر سلسلوں کی وجہء تسمیہ بھی مختصراً تحریر کئے دیتے ہیں:

نقشبندیہ : پہلی وجہ ہم نے حضرت غوث الاعظمؓ کے حالات میں درج کر دی ہے دوسری وجہ "بحوالہ تذکرہ غوثیہ" یہ کہ جس وقت حضرت خواجہ بہاء الدینؒ، حضرت سید امیر علی کلالؒ "میر کلاں" صاحب کی خدمت میں مشرف بہ بیعت ہوئے تو حضرت میر کلاںؒ نے ظروف پر اسم ذات لکھنے کی خدمت ان کو سپرد کی۔ اتفاقاً" ایک دن برتنوں پر اسم ذات لکھنا بھول گئے۔ کسی حریف نے تمام برتن اٹھا کر میر صاحبؒ کے روبرو پیش کئے کہ حضرت دیکھئے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ آپ نے خواجہ بہاء الدینؒ کو بلا کر فرمایا کہ تم نے برتنوں پر اسم ذات کیوں نہیں کندہ کیا۔ خواجہ صاحبؒ نے جو برتنوں پر نظر ڈالی تو سب پر اسم ذات کندہ ہو گیا اور عرض کی حضرت میں نے تو اسم ذات لکھ دیا ہے۔ حضرت میر کلاںؒ نے جو دیکھا تو اسم ذات کندہ ہے اس وقت میر صاحب نے فرمایا تم "نقش بند" ہو۔ انہیں خواجہ بہاء الدین سے خاندان نقشبندیہ منسوب ہے

قادریہ : حضرت پیران پیر دستگیر سید عبد القادر جیلانیؓ کے اسم گرامی "عبد القادر" کی نسبت سے قادریہ کہلاتا ہے۔

چشتیہ : بحوالہ "مرآۃ الاسرار" یہ سلسلہ حضرت ابو اسحٰق شامیؒ سے شروع ہوا۔ آپ ملک شام سے

marfat.com

بغداد حضرت خواجہ علی دینوری" کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ" نے پوچھا : کیا نام ہے؟ عرض کی "ابو اسحق شامی"۔ حضرت خواجہ نے فرمایا آج سے تم چشتی کہلاؤ گے۔ تم خواجہ چشت ہو۔ چشت تمہاری وجہ سے مشہور ہو گا اور جو شخص تم سے منسوب ہو گا وہ بھی قیامت تک چشتی کہلائے گا

سہروردیہ : بحوالہ "مرآۃ الاسرار" یہ سلسلہ حضرت شیخ ضیا الدین ابو نجیب سہروردی" سے جا ملتا ہے۔ آپ شیخ وجیہ الدین ابو حفص" کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ وجیہ الدین ابو حفص" اور سید الطائفہ" جنید بغدادی" کے درمیان چار واسطے ہیں۔ شیخ ابو نجیب" نے خرقہ خلافت شیخ احمد العزلاً سے بھی حاصل کیا تھا اور شیخ احمد" اور حضرت جنید بغدادی" کے درمیان پانچ واسطے ہیں۔ اس کی تفصیل سہرورد کی وجہ تسمیہ ہم اس سے پیشتر درج کر چکے ہیں

خاندان سہرورد کے اولین بزرگان عظام

حضرت شیخ ابو محمد عمویہ البکری"

چوتھی ہجری میں سہرورد (جو بعد میں سہرورد کہلایا جس کی وجہ تسمیہ کی حقیقت ہم بیان کر چکے ہیں) کے اصل باشندے کرد وحشی لوگ تھے جن کو مذہب و اخلاق سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ایک سراپا علم و فضل خاندان جس کے سربراہ شیخ ابو محمد عبد اللہ البکری" (جن کا شجرۂ نسب دس درمیانی واسطوں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے) کو اس خطہ میں بھیجا جو یہاں آکر آباد ہو گیا اور اس علاقے کو نور اسلام سے منور کر دیا۔ سب نے اس اولوالعزم اور مقدس گھرانے کی سرداری قبول کر لی اور ان کی حکومت اور رہنمائی اپنے لئے موجب سعادت گردانی۔ اس علاقے میں سردار کو "عمو" کہا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابو محمد عبد اللہ البکری" کو جو اس علاقے کے حاکم اعلیٰ قرار دیئے جا چکے تھے "عمو" کہا جانے لگا اسی لئے یہ لفظ "عمویہ" آپ کے اسم گرامی کا لاحقہ سابقہ بن گیا اور آپ ابو محمد عمویہ" کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی اولاد نرینہ کا شجرہ تا حضرت شیخ الشیوخ سہروردی" وضاحت کے لئے ذیل میں درج کر دیا گیا ہے

آپ علم و بزرگی میں یکتائے زمانہ، جامع اوصاف و کمال اور علوم ظاہر و باطن کے مانے ہوئے عالم و عارف تھے۔ طریقت میں آپ کی بیعت شیخ ابوالعباس احمد دینوری" (متوفی ۳۴۰ ہجری) ۹۵۱ عیسوی سے تھی جو حضرت ممشاد علو دینوری" (متوفی ۲۹۹ ہجری مطابق ۹۱۲ عیسوی) کے خلیفہ تھے۔ موخرالذکر حضرت جنید بغدادی" کے خلفائے عظام میں سے تھے۔

حضرت ابو عمویہ" کا وصال رجب ۳۷۳ ہجری کو ہوا جو ۹۷۳-۹۷۴ عیسوی کے متوازی ہے۔

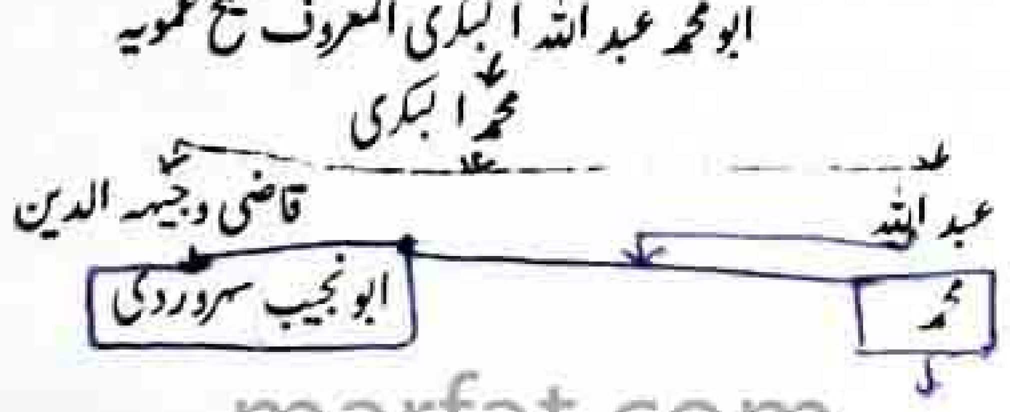

marfat.com

ابو حفص وجیہہ الدین سہروردی بن محمد سہروردیؒ

آپ ابو محمد عمویہ البکریؒ کے پوتے، شیخ محمد البکری سہروردیؒ کے صاحبزادے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے چچا تھے۔ چوتھی، صدی ہجری کے آخر میں سہرورد سے بغداد تشریف لائے۔ آپ جامع اوصاف و کمال اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم و عارف تھے۔ طریقت میں بیعت اپنے دادا محترم شیخ ابو عمویہ البکریؒ سے تھی۔ یہ سارا گھرانہ علم و فضل، میں یکتا اور دین و دنیا دونوں میں ممتاز عزت و شرف کا مالک تھا اسی انداز کی تبلیغی کوششوں اور دم قدم کی برکت سے قصبہ سہرورد اور گرد و نواح کے علاقے نور اسلام سے منور ہوئے۔ اسلامی بھائی چارا قائم ہوا اور کئی طاغوتی فتنوں کا سد باب ہوا۔

۳۷۳ ہجری مطابق ۹۷۴ عیسوی میں شیخ ابو عمویہ البکریؒ وصال فرما گئے۔ چنانچہ ازاں بعد آپ شیخ اخی فرخ زنجانیؒ وصال ۴۵۷ ہجری (۹۶۸ عیسوی) کی صحبت میں رہے اور فیض حاصل کیا۔ اس طرح دو اعظم پیران طریقت کے فیض باطنی سے مالا مال ہوئے۔ بغداد میں کچھ عرصہ قاضی کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ آپ کا وصال ۴۶۳ ہجری (۱۰۷۰ عیسوی) میں ہوا (مقدمہ عوارف المعارف از شمس بریلوی) مگر صاحب نفحات الانس نے سال وصال ۴۵۷ ہجری (مطابق ۱۰۶۵ عیسوی) درج فرمایا ہے۔

خاندان ابو نجیب سہروردیؒ کی ہجرت در بغداد

سہرورد ایک چھوٹا قصبہ تھا۔ اعلیٰ درس و تدریس کا مرکز بغداد شریف تھا جو خلفائے بنو عباس کا دار الخلافہ تھا ایک طرف اگر یہ علوم و فنون کا گہوارہ تھا تو دوسری طرف حضرت غوث الاعظم عبد القادر جیلانی محبوب سبحانیؓ کے دم قدم کی برکت سے روحانیت کا مرکز بھی تھا۔ دور دراز سے لوگ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ نظامیہ بغداد سے علم کی دولت حاصل کرنے آتے اور درگاہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے روحانی فیضان سے دامن بھرتے۔ قاضی وجیہہ الدین سہروردیؒ تو چوتھی صدی ہجری کے آخر میں بغداد شریف میں آگئے تھے۔ آپ ممتاز عالم و فاضل اور اجل صوفیائے کرام میں سے تھے۔ اور بغداد میں قاضی (جج) کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ ابتدائی تعلیم مکمل کر چکے تو اعلیٰ تعلیم کے لئے بغداد شریف میں ان کی آمد لازم و ملزوم تھی چنانچہ عنفوان شباب میں (یعنی پانچویں صدی کے پہلے عشرے میں ۴۰۲ ہجری (۱۰۱۵ء) کے لگ بھگ)۔ انہوں نے بغداد شریف میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی ان حالات اور واقعاتی شواہد کی روشنی میں قرین قیاس یہی ہے کہ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے والد شیخ عبداللہ البکریؒ بمعہ اپنے دوسرے صاحبزادے شیخ محمد البکریؒ (والد محترم حضرت شیخ الشیوخ عمر سہروردیؒ) بھی حضرت شیخ الشیوخؒ کی اوائل عمری میں ہی مستقل طور پر بغداد شریف رہائش پذیر ہو گئے ہوں گے کیونکہ فتنہء مغول نے بھی ان دنوں گرد و پیش کے علاقوں میں کافی تباہی مچا رکھی تھی جس کی وجہ سے شرفاء اور اہل علم و فضل کے خاندان ہجرت پر مجبور تھے۔ مزید برآں حضرت شیخ الشیوخؒ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بغداد کا قیام لازم امر تھا۔ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے دادا محترم محمد البکری بن ابو محمد عمویہؒ کے حالات چونکہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے اس

marfat.com

•اولیا اور مشائخ اپنے علاقوں سے وقتاً" فوقتاً" حاضر خدمت ہوتے رہے جن میں وزیران' ہزوان' بازاراں' موصل' عراق' عرب' عراق عجم اور سر زمین شام تک کے لوگ شامل ہوتے۔ حضرت ابو نجیب سہروردی پرنسپل مدرسہ نظامیہ کو مفتی العراقین کا معزز لقب دیا گیا۔ حقائق و معارف میں آپ کا کلام عالی ہوتا تھا' فرمایا کرتے : تصوف کی ابتدا علم' وسط عمل اور اس کی انتہا بخشش ہے کیونکہ علم سے مقصود منکشف ہوتا ہے' عمل مطلب میں معین بنتا اور بخشش عنایت مقصود تک پہنچاتی ہے۔

(ماخوذ از مجلہ سہرورد سلسلہ ء نمبر ۲ جنوری ۱۹۸۷ء تحریر جناب میاں اخلاق احمد ایم اے)

بغداد میں آپ نے دریائے دجلہ کے کنارے سہروردی مشائخ کی تربیت کے لئے ایک عظیم الشان خانقاہ سہروردیہ بھی تعمیر کی جہاں دنیا کے گوشہ گوشہ سے لوگ فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے آتے۔ حضرت غوث الاعظمؒ کے وصال ۵۶۲ ہجری (مطابق ۱۱۶۶ عیسوی) کے بعد آپ کو بغداد شریف میں ایک نمایاں مقام حاصل رہا۔ آپ طیلسان اوڑھتے۔ عالموں کا لباس پہنتے اور خچر پر سوار ہوا کرتے تھے۔ لوگ ان کی رکاب تھامے رہتے تھے اور ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی بہت ہیبت و عظمت تھی اور آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

فقہا و محدثین : (۱) امام فخر الدین ابو علی واسطی (۲) قاضی ابوالفتوح تکویتیؒ (۳) حافظ ابن عساکر محدث شام (پورا نام ابو القاسم علی بن حسینؒ بن عساکر مصنف تاریخ دمشق (۴) زین العلما ابوالبرکات محدثؒ (۵) حافظ ابوسعد عبدالکریم محمد بن سمعانی محدثؒ مصنف البنات السمانی۔

مریدان خاص : (۱) حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ (۲) شیخ نجم الدین کبریؒ (۳) شیخ روز بہان مصریؒ (۴) شیخ عبد اللہ بن مسعود محدث خراسانؒ (۵) شیخ اسماعیل قصریؒ (۶) شیخ قطب الدین ابہریؒ (بمطابق مرآۃ الاسرار) آپ کا وصال ۲۱ مارچ ۱۱۶۸ عیسوی ۱۰ جمادی الثانی ۵۶۳ ہجری (۷۳ سال کی عمر) میں ہوا۔ میاں اخلاق احمد صاحب کی تحقیق (مطبوعہ مجلہ سہرورد سلسلہ نمبر۲) کے مطابق آپ کا وصال ۱۷ جمادی الثانی بروز جمعہ ۵۶۳ ہجری مطابق ۲۹ مارچ ۱۱۶۸ میں ہوا۔ بغداد اپنے مدرسے کا احاطہ میں جو دریائے دجلہ کے کنارے ہے مدفون ہوئے۔۔ ابن خلکان نے تاریخ وصال ۱۷ جمادی الثانی لکھی ہے جبکہ صاحب سفینۃ الاولیا کے مطابق ۱۲ جمادی الثانی ہے (بعض کے نزدیک وصال ۱۷ جمادی الاول ۵۶۰ ہجری ۱۱۶۵ عیسوی) کو ہوا۔

طبقات الکبریٰ سے چند نقل کردہ کلمات طیبات درج ذیل ہیں :

۱۔ تصوف کا اول علم' اوسط عمل اور آخر عطائے الٰہی ہے۔ پس علم تو مراد سے پردہ اٹھا دیتا ہے عمل طلب میں مدد دیتا ہے اور عطائے الٰہی منتہائے امید تک پہنچا دیتی ہے۔

۲۔ احوال میں راستی و خلوص کا نگاہ رکھنا اور مقامات میں ادب کو کام میں لانا ضروری ہے۔ اسی سے منزلوں کے آداب کا مطالبہ ہوتا ہے اور ایسا ہی شخص صاحب تکوین کہا جاتا ہے کیونکہ ایک حال سے دوسرے حال پر ترقی کرتا رہتا ہے۔

۳۔ منتہی کے احوال میں تغیر نہیں ہوتا اور نہ احوال اس پر اثر کرتے ہیں۔ تنگی و فراخی'

marfat.com

لئے گمان غالب ہے کہ آپ قصبہ سہرورد میں ہی مدفون ہوں گے۔

بانیٔ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ
عبد القاہر ابو نجیب سہروردیؒ

آپ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے بانی ہیں جسے آپ کے بھتیجے اور خلیفۂ اعظم حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ نے آسمان شہرت تک پہنچایا۔ آپ (۵ فروری ۱۰۹۴ عیسوی) ۴۹۰ ہجری صفر کے مہینے میں بمقام سہرورد جو زنجان کے قریب ہے پیدا ہوئے آپ کا سلسلۂ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

قاضی شمس الدین احمد بن خلکان المعروف ابن خلکان اپنی مشہور تصنیف "وفیات الاعیان" میں لکھتے ہیں کہ ابن نجار نے اپنی تصنیف شدہ تواریخ میں لکھا ہے کہ اس نے شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے اپنے دستخط سے ان کا (حسب ذیل) شجرہ نسب لکھا دیکھا ہے :

شیخ ابو نجیب عبد القاہر بن عبد اللہ بن محمد بن محمد عمویہ عبد اللہ بن سعد بن حسین بن قاسم بن نضر بن قاسم بن سعد بن نضر بن عبد الرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ' (ماخوذ "از مقدمہ بر عوارف المعارف" از علامہ شمس بریلویؒ)۔ عنفوان شباب میں ہی سہرورد سے تشریف لا کر بغداد میں سکونت اختیار کرلی۔ علوم ظاہر جامعہ نظامیہ بغداد شریف میں تحصیل فرمائے۔ امام اسعد میمنیؒ سے فقہ ' اصول فقہ و علم کلام پڑھا۔ علامہ ابوالحسنؒ سے نحو و ادب کی تعلیم حاصل کی۔ امام بیہقیؒ علامہ خطیب بغدادیؒ اور امام قشیریؒ سے حدیث شریف سنی۔ صاحب " نفحات الانس " کے مطابق افریقہ کا سفر کیا۔ اسکندریہ میں شیخ الحدیث سے بخاری شریف سنی' امام اوحدیؒ کی تفسیر آپ کو زبانی یاد تھی۔ مزید بر آں جامع بغداد میں محدث عراق شیخ ابوعلی محمد بن سعید بن سیقان المتوفی ۵۱۱ ہجری اور ابو محمد عبد الخالق بن طاہر الشانی المتوفی ۵۴۱ ہجری سے بھی علم حدیث پڑھا۔ بچپن ہی سے اپنے چچا حضرت وجیہ الدین سہروردیؒ کی صحبت و تربیت کا اثر آپ میں موجود تھا۔ انہیں سے بیعت ہوئے۔ جب علوم ظاہری تحصیل فرما چکے تو بالکلیہ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے اور درس و تدریس کا سلسلہ ترک کر کے فقرا کی صحبت اختیار کی۔ سخت چلے اور مجاہدے کئے' سخت ریاضتیں کیں' پانی بھر کر عرصۂ دراز تک اپنے اور اپنے اصحاب کی معیشت کا انتظام کیا اور ازاں بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے (ماخوذ از "اخبار الصالحین") حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی صحبت کا بھی شرف حاصل کیا اور آپ سے فیض و خرقۂ تبرک بھی حاصل کیا صاحب نفحات الانس کے مطابق آپ نے حضرت احمد غزالیؒ (وصال ۵۲۰ ہجری ۱۱۲۶ عیسوی) سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

محرم ۵۴۷ ہجری میں مستعفی ہو گئے۔ مدرسۃ النظامیہ ۱۰۶۵ء میں بننا شروع ہوا اور ۱۰۶۷ میں عمارت تیار ہونے پر تعلیمی مشاغل کا اجرا ہو گیا۔ حضرت ابو حامد محمد غزالیؒ نے اس مدرسہ میں ۹۵-۱۰۹۱ء کے دوران مدرس اعلیٰ کے فرائض انجام دیئے (تذکرہ حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ) آپ خلیفۂ بغداد "المستقفی باللہ " کے ہم عصر تھے۔ آپ کا اثر علماء ظاہر اور درویشوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ خلیفۂ وقت اور سلاطین بھی احترام کرتے اور بات مانتے۔ جب الراشد باللہ ابو جعفر منصور خلیفہ

marfat.com

ہوا تو آپ نے اسے وعظ و نصیحت فرمائی اور عدل و انصاف اور خدا ترسی کی ترغیب دلائی۔

ایک دن آپ حرم شریف میں مراقبہ کئے بیٹھے تھے آپ کے بھتیجے اور خلیفہء اعظم شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ بھی آپ کے پاس حاضر تھے تو اسی اثنا میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لائے مگر شیخ نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور مراقب رہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کچھ دیر کھڑے رہے اور پھر چلے گئے۔ جب آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا "بداں کہ اگر خضر باز رفت باز خواہد آمد۔ اما آں وقت کہ باحق مشغول بودم اگر فوت شدے از کجا یافتم و ندامت آں تا قیامت بماندے" یعنی اے بیٹا تجھے کیا معلوم اس وقت میں اپنے خالق سے مشغول تھا اگر وہ وقت فوت ہو جاتا تو پھر مجھے کہاں ملتا۔ خواجہ خضر تو پھر مل جائیں گے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت خضر علیہ السلام پھر تشریف لے آئے۔ شیخ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا۔ اسی طرح کئی بار آپ حضرت خضر علیہ السلام کا شرف نیاز حاصل کر کے رموز باطن اور علوم طریقت سے بہرہ مند ہوئے (تذکرہ غوث العالمین از مولانا فریدی)

صاحب "مرآۃ الاسرار" حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتیؒ (متوفی ۱۰۹۴ ہجری ۱۶۸۳ عیسوی) تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شیخ احمد غزالیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کو اپنے چچا شیخ وجیہہ الدین ابو حفصؒ سے بھی خلافت ملی۔ آپ شیخ حماد بن ابو مسلم دباسؒ کے بھی صحبت یافتہ تھے چنانچہ "تکملہ" میں منقول ہے کہ شیخ نجیب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے شناسائی مجھے سب سے پہلے شیخ صحبت حضرت حماد دباسؒ سے ہوئی۔ ریاضات، مجاہدات، سلوک اور حقائق میں آپ کے بہت بلند پایہ ملفوظات ہیں۔ تکملہ میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اپنے چچا شیخ نجیب الدینؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص گاؤ سالہ لے آیا اور حضرت شیخ کی خدمت میں نذر کر کے چلا گیا جب گاؤ سالہ (گائے کا بچہ) شیخ کے قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ گاؤ سالہ کہتا ہے کہ میں وہ گاؤ سالہ نہیں ہوں جسے آپ کی نذر کیا گیا ہے۔ مجھے شیخ علی بن میتیؒ کی نذر کیا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی ایک اور گاؤ سالہ لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یہ گاؤ سالہ آپ کی نذر ہے اور وہ شیخ علی میتیؒ کی نذر تھا مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔

"تکملہ" میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک دن تین یہودی اور تین عیسائی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا آپ نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک لقمہ دیا۔ ابھی لقمہ ان کے پیٹ میں نہیں گیا تھا کہ وہ سب ایمان لے آئے اور کہنے لگے کہ جونہی لقمہ ہمارے حلق کے اندر گیا سوائے اسلام کے ہر دین کی محبت ہمارے دل سے جاتی رہی۔ بحوالہ "مراۃ الاسرار" شیخ قطب الدین ابہریؒ بھی جن پر شیخ صفی الدین اسحٰق اردبیلیؒ کا سلسلہ منتہی ہوتا ہے لکھتے ہیں کہ ابتدائے حال میں ایک دفعہ میں نے شیخ حماد الدباسؒ کی خدمت میں جا کر شکایت کی کہ کثرت مجاہدہ کے باوجود مجھے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کل فلاں لباس پہن کر میرے پاس آنا۔ دوسرے دن صبح میں وہ لباس پہن کر بغداد کے بازار سے گزرتا ہوا آپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ راستے میں جو شخص مجھے دیکھتا تھا میری

marfat.com

ہیبت خاص دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ پہلے ہی سے میرے انتظار میں کھڑے تھے۔ پس آپ نے مجھ پر ایسی نظر ڈالی کہ مالا مال کر دیا۔ اس سے میرے ہوش گم ہو گئے اور زمین پر گر پڑا اس ایک نظر کا اثر یہ ہوا کہ آج تک سیر ہوں۔ انہیں حضرت حماد دباسؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا قریب ترین راستہ اس کی محبت ہے اور اس کی محبت اس وقت تک خالص نہیں ہوتی جب تک محب روح محض نہیں ہوتا (یعنی جب تک نفسانیت سے فارغ نہیں ہوتا)۔ بقول صاحب نفحات الانس، ایام جوانی میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (غوث الاعظم) انہیں بزرگ و کامل ہستی شیخ حماد دباسؒ کی محبت میں رہتے تھے ایک دفعہ آپ ان کی خدمت میں بیٹھے تھے جب وہاں سے اٹھ کر باہر جانے لگے تو حضرت شیخ حماد دباسؒ نے فرمایا کہ اس عجمی (شیخ عبد القادر جیلانیؒ) کا ایسا قدم ہے جو اپنے وقت کے تمام اولیا کی گردن پر ہے اور تمام اولیائے کرام اپنی گردن ان کے سامنے جھکا دیں گے۔ (چنانچہ جب وہ وقت آیا) اور عرصہ دراز کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بغداد میں وعظ کر رہے تھے اور پچاس مشائخ وقت مثل شیخ ابو نجیب سہروردیؒ، شیخ علی ہیتیؒ، شیخ ابو سعید قیلویؒ اور قیسب البیان موصلیؒ وغیرہ موجود تھے اثنائے وعظ میں آپ نے فرمایا "قدمی هذه علی رقبۃ کل ولی اللہ" یہ سنتے ہی شیخ علی ہیتیؒ نے آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ دیا اور سب مشائخ نے جن میں حضرت ابو نجیب سہروردیؒ بھی حاضر تھے اپنی گردنیں جھکا دیں اور روئے زمین پر کوئی ولی اللہ نہ تھا جس نے اپنی گردن نہ جھکائی ہو۔ عجم میں جن لوگوں نے تواضع نہ کی ان کا حال خراب ہو گیا۔

ایک دفعہ بازار سے گزرتے ہوئے آپ کی نظر ایک شخص پر پڑی جو کبھی کبھار آپ کی محفل میں آکر بیٹھا کرتا تھا وہ ایسے شخص کے پاس کھڑا تھا جس میں منفی صفات تھیں۔ اس عقیدت مند نے جب دیکھا تو حضرت کے معانقہ کے لئے آگے بڑھا آپ نے فرمایا: انسان کا اکیلا رہنا بہتر ہے۔ برے ساتھی سے اچھا ساتھی بہتر ہے، انسان کے اکیلے رہنے سے۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔ پھر آپ نے اپنے بھتیجے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو مخاطب کر کے فرمایا: لوگوں کا مرتبہ کوئی کم نہیں کرتا، بجز اس کے کہ وہ خود اپنی قدر کم نہیں کرتا۔ (سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر)

ایک مرتبہ حضرت ابو نجیبؒ بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک قصاب کی دکان پر بکری لٹکی ہوئی تھی، اس کے قریب گئے، اس طرح کان لگایا گویا اس کے گوشت سے آواز آ رہی ہے اس کے بعد قصاب کی طرف متوجہ ہو کر بولے کہ بکری کہتی ہے کہ میں مردہ ہوں اور مجھے خدا کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا۔ یہ سنتے ہی قصاب بے ہوش کر گر پڑا اور جب ہوش آیا تو اپنے جرم کا اعتراف کر کے طالب عفو ہوا۔ آپ کے بھتیجے (شیخ الشیوخ) حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ آپ کے ہمراہ تھے آپ نے پوچھا: حضور آپ کو کیسے پتہ چل گیا تھا کہ بکری پر تکبیر نہیں پڑھی گئی آپ نے فرمایا: بیٹا! جب تم معرفت الٰہیہ اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں پر چلو گے تو تم خود سمجھ جاؤ گے۔ بعض اسرار ایسے ہوتے ہیں جنہیں الفاظ کا جامہ پہنایا نہیں جا سکتا۔

marfat.com

فتوحات کے ضمن میں آپ حماد الدباس" کا یہ قول نقل کرتے ہیں میں ہمیشہ خدائی رزق کھایا کرتا تھا اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ خواب میں کسی کو یہ بتایا جاتا تھا کہ میری طرف کوئی چیز بھیجی جائے بلکہ اس خواب میں صاف طور پر بتلا دیا جاتا کہ حماد کے پاس اتنی مقدار میں چیزیں بھیجی جائیں "چنانچہ اتنی ہی مقدار میں وہ چیزیں ان کے پاس پہنچتی ہیں- وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "وہ جسم جو خدائی رزق سے پرورش پائے بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے خدائی رزق سے مراد وہ فتوحات ہیں جو صحیح اہل باطن کو حاصل ہوں"-

چنانچہ اس ضمن میں حضرت شیخ الشیوخ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ محترم (حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے ساتھی (مرید) سے یہ عجیب و غریب واقعہ بھی سنا کہ ایک دن شیخ محترم نے اپنے مریدوں سے فرمایا : "ہم ایک چیز کے ضرورت مند ہیں تم اپنی اپنی خلوت گاہوں میں جاؤ اور اللہ سے سوال کرو وہ تم پر جس چیز کا انکشاف کرے وہ مجھے آکر بتاؤ "پس سب نے ایسا ہی کیا اس کے بعد ایک شخص جس کا نام اسمٰعیل البطائحی تھا ایک کاغذ لے کر آیا جس پر تیس دائرے بنے ہوئے تھے اس نے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ پر اس چیز کا انکشاف کیا ہے- اس بات کو ایک ساعت بھی نہیں گزری تھی کہ ایک شخص سونا لے کر خانقاہ میں آیا اور اسے حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے سامنے پیش کیا- جب انہوں نے کاغذ کھولا تو اس میں تیس اشرفیاں تھیں لہٰذا شیخ محترم نے ہر اشرفی کو ایک ایک دائرے پر رکھ کر اس مکاشفہ کا مفہوم سمجھایا اور فرمایا : "یہ شیخ اسماعیل کی فتوح ہے"-

مدرسہ ء نظامیہ : اسلامی درس گاہ نظامیہ پانچویں صدی ہجری کی شہرہ آفاق یونیورسٹی تھی جس کی بنیاد نظام الملک طوسی نے ۴۵۹ ہجری بمطابق ۱۰۶۷ عیسوی میں بغداد شریف میں رکھی- اپنے دور میں یہ ساری دنیا کا واحد بلند مرتبہ علمی مرکز تھا کیونکہ یورپ صحیح علم سے ابھی تک بے بہرہ تھا صرف اندلس میں یونیورسٹیاں قائم ہو رہی تھیں جن کا معیار ترقی بھی مدرسہ ء نظامیہ کا تتبع کرتا تھا البتہ نیشا پور کی درس گاہیں کسی حد تک علمی خدمات سرانجام دے رہی تھیں- حضرت امام غزالی علیہ رحمتہ اسی مدرسہ ء نظامیہ میں پڑھاتے تھے جہاں سے وہ ۴۸۸ ہجری مطابق ۱۰۹۵ عیسوی میں مستعفی ہو گئے- حضرت غوث الاعظمؒ ۴۹۵ ہجری (۱۱۰۲ء) میں پچیس برس کی عمر میں علوم ظاہر کی تکمیل سے فارغ ہو گئے اور ازاں بعد انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا- آپ کی تبلیغی خدمات اس مدرسہ میں ۵۲۱ ہجری (۱۱۳۸ء) تا ۵۶۱ ہجری (۱۱۶۶ء) جاری رہیں اس دارالعلوم کی توسیع ۵۶۸ ہجری (۱۱۳۷ عیسوی) میں مکمل ہوئی اور اسی سال سے حضرت غوث الاعظم نے یہاں تعلیم و تدریس کا باضابطہ کام شروع کیا- حضرت شیخ ابوالنجیب عبد القاہر سہروردیؒ اور پھر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ نے بھی حضرت غوث الاعظم سے فیض تدریس حاصل کیا-

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانیؒ کے بعد محرم ۵۶۵ ہجری (دسمبر ۱۱۳۰ء) میں المقتفی الامر اللہ کی اجازت سے حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کو نظامیہ یونیورسٹی کا پرنسپل مقرر کیا گیا آپ ایک زمانہ تک علم شریعت اور علم طریقت کی ترویج و اشاعت میں مشغول رہے- یہ مدرسہ طلبا' دارالعلوم ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و تصوف کی بہت بڑی تربیت گاہ بھی تھی بہت سے

marfat.com

بخشش و جفا و وفا ہر حالت میں یکساں رہتا ہے۔ اس کے لئے بھوک اور کھانا' سونا اور جاگنا سب برابر ہو جاتا ہے۔

آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی مرید خلوت میں بیٹھتا تو اس کا حال پوچھنے کے لئے اس کے پاس روز آتے اور فرماتے کہ فلاں چیز کا تم کو کشف ہو گا اور تم کو یہ حالت حاصل ہو گی اور عنقریب تمہارے پاس اس صورت کا ایک شخص آئے گا اور تم سے یہ کہے گا اس سے بچنا' وہ شیطان ہے۔

(اخبار الصالحین صفحہ ۱۲۶-۱۴۳ (نواب مولانا معشوق یار جنگ)

تصنیف : "آداب المریدین" ہے۔ یہ عربی زبان میں چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں شریعت اور طریقت کے احکام مریدین کے لئے مرتب کئے گئے ہیں۔ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ نے کسی معتبر عربی نسخہ سے اس کا ترجمہ مع اضافہ و تعلیقات کیا ہے۔

مولانا جامیؒ نے "نفحات الانس" میں لکھا ہے کہ آپ اپنی کتاب "آداب المریدین" میں فرماتے ہیں:

سب پر سب کا اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے جبکہ وہ رضا کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر کوئی حجتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے سند لے کر کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے تو کہا جائے گا کہ اونچا ہاتھ فضیلت کو لیتا ہے اس لئے کہ اس میں سے نکلتا ہے اور نیچے کا ہاتھ نقصان اس لئے پاتا ہے کہ اس میں شے حاصل ہوتی ہے۔ سخاوت اور بخشش کو فضیلت دینے میں اس پر دلیل ہے کہ فقر افضل ہے۔ اب جو شخص کہ غنا کو فقر پر اس لئے فضیلت دیتا ہے کہ اس میں خرچ کرنا اور بخشش کرنا ہے تو ایسا ہو گا جس طرح کوئی شخص گناہ کو بندگی پر اس لئے فضیلت دے کہ اس میں توبہ کی فضیلت پائی جاتی ہے۔

بانیء مبانی ثانی سلسلہ عالیہ سہروردیہ
شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ

آپ کا اسم گرامی عمر ہے جو حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا اور کنیت ابو حفص و عبداللہ ہے مشہور ترین لقب شہاب الدین ہے جو اسم گرامی کا ایک جزو بن گیا ہے۔

مبشرات و ولادت : صاحب "مناقب غوثیہ" محمد صادق شیبانی قادری لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ کے والد ماجد محمد سہروردیؒ لا ولد تھے اور بڑھاپا آگیا تھا۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے جو کہ حضرت غوث الاعظم کی ارادت مند بھی تھیں اپنے شوہر سے کہا کہ آپ حضرت غوث پاکؒ کے حضور جایا کرتے ہیں اولاد کے لئے بھی عرض کریں مگر عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے وہ حیا کرتے اور سکوت فرماتے تھے۔ آخر ایک روز غوث اعظمؒ نے خود ہی فرمایا کہ تم اس پاک بی بی کا پیغام ہم تک کیوں نہیں پہنچاتے۔ پھر فرمایا۔ تمہاری سلب میں تو اولاد ہے نہیں البتہ میں ایک لڑکا اپنی سلب سے تمہیں عطا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنی پشت مبارک ان کی پشت سے ملا کر اوپر ایک چادر اوڑھ لی اور مراقبہ فرمایا بعدہ' رخصت فرمایا۔ آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور مقررہ مدت کے بعد شیخ محمد سہروردیؒ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ لڑکی کو لے کر حضرت غوث الاعظمؒ کے حضور پہنچے۔ حضرت

marfat.com

اقدس نے بچی کے کان میں اذان کہی اور نام شہاب الدین عمرؒ (یا صرف عمر) رکھا- عرض کیا حضور یہ تو لڑکی ہے- حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا : دیکھو لڑکی نہیں لڑکا ہے مگر اس کے ابرو اور پستان دراز ہوں گے- عمر دراز پائے گا اور ولیء بلند مرتبہ ہو گا- یہ فرمان سن کر دیکھا تو سب علامات مرد کی موجود پائیں- پس اللہ کریم کا شکر ادا کیا-

آپ کی ولادت ۱۰ رجب المرجب ۵۳۹ ہجری مطابق ۶ جنوری ۱۱۴۵ء بروز ہفتہ کو اکتسویں (۳۱ ویں) عباسی خلیفہ المتقی الامراللہ کے عہد میں ہوئی ابن خلکان نے آپ کا سن ولادت ۵۳۹ ہجری اواخر رجب یا اوائل شعبان لکھا ہے جو جنوری فروری ۱۱۴۵ء کے متوازی ہے-

صاحب خزینۃ الاصفیا لکھتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الشیوخؒ سن بلوغ کو پہنچے تو حسب ارشاد حضرت غوث الاعظمؒ آپ کے ابروؤں کے بال اور پستان دراز تھے-

بحوالہ "مسالک السالکین" جلد اول- "بدایۃ الاحوال" میں یہ واقعہ یوں تحریر ہے کہ شیخ محمد عمر بن عبد اللہ سہروردی لا ولد تھے- ان کی بی بی صاحبہ (حضرت غوث الاعظمؒ کی) خدمت مبارک میں آئیں اور ایک فرزند صالح کے واسطے طالب دعا ہوئیں- آپ نے دعا کی- پھر وہی حکم ہوا- پھر دعا کی پھر وہی ارشاد ہوا تب آپ نے خرقہ مبارک ہوا میں پھینک دیا اور عرض کی کہ جب تک میری دعا قبول نہ ہو گی خرقہء فقر نہ پہنوں گا- اسی وقت حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور فرمایا : "اے لخت جگر نور بصر! درگاہ خالق بے نیاز میں ایسی گستاخی مناسب نہیں- آپ نے عرض کی اے جد امجد! اب تو خود بدولت بھی تشریف لائے ہیں اور ہم ایک سے دو ہو گئے ہیں اب اس عاجز کی حاجت بر آنی کیا مشکل ہے؟ اسی دم ندا ہوئی کہ ہم نے دعا اپنے محبوب کی قبول فرمائی- آپ نے بی بی صاحب کو بشارت فرزند ارجمند کی دی- وہ رخصت ہوئیں اور بعد انقضائے ایام حمل کے ایک دختر پیدا ہوئی- وہ اس کو لے کر خدمت میں آئیں اور عرض کرنے لگیں کہ مجھے بشارت پسر کی تھی اور یہ دختر ہے- آپ نے جوش میں آ کر اس پر نظر کی وہ لڑکی لڑکا ہو گیا اور آپ نے اس کا نام شیخ شہاب الدین رکھا اور فرمایا یہ لڑکا بڑی عمر کا ہو گا اور اس کے ابرو و پستان دراز ہوں گے اور اس کے مرید بڑے بڑے لوگ ہوں گے- منقول ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی حسن و جمال کا پیکر، بڑے با جلال وجیہہ اور دبدبے والے بزرگ تھے اور ان کے مریدوں میں بڑے بڑے لوگ ہوئے ازاں جملہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ، حضرت مصلح الدین سعدی شیرازیؒ ہیں اور خاندان سہروردیہ آپ سے ایجاد ہوا ہے- (دراصل بانیء سلسلہ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ ہیں اور حضرت شیخ الشیوخ بانی مبانی ثانی ہیں)

تعلیم و تربیت : آپ نے سولہ برس کی عمر میں ہی تمام مروجہ علوم ظاہری میں دسترس کاملہ حاصل کر لی اپنے حقیقی عم محترم حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے سایہء عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی- اوائل عمر میں ہی ان کے ہمراہ بغداد تشریف لائے مزید برآں مندرجہ ذیل اساتذہ کرام سے استفادہ

marfat.com

کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ نے علم حدیث کی تعلیم شروع کی اور چند سالوں میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔

(۱) ابو الفتوح الطائی محمد بن محمد ہمدانی (متوفی ۵۵۵ ہجری ۱۱۶۰ عیسوی) (۲) محدث عراق حافظ مظفر ہبتہ اللہ بن احمد الحنبلی (متوفی ۵۵۷ ہجری ۱۱۶۲ عیسوی) (۳) محدث اصفہان ابواحمد محمد بن عبد الواحد بن فاخر القرشی (متوفی ۵۶۴ ہجری ۱۱۶۹ عیسوی) (۴) محدث بغداد ابوالفتح محمد بن عبد الباقیؒ (متوفی ۵۶۱ ہجری ۱۱۶۱ عیسوی) (۵) ابوزرعہ طاہر بن محمد المقدسی (متوفی ۵۶۶ ہجری ۱۱۷۱ عیسوی)۔

تعلیم باطنی : آپ کے عم محترم حضرت ابونجیب سہروردیؒ حضرت وجیہہ الدینؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت غوث الاعظم کی آپ پر خصوصی توجہ تھی اور ان سے بھی آپ نے خرقہ ء خلافت عظمیٰ حاصل کیا۔ تحصیل علوم کے دوران شیخ الشیوخ کو علم الکلام سے بڑا لگاؤ تھا جس پر آپ کی تصنیفات "رشف النصائح" اور "اعلام الہدیٰ" (فلاسفہ اور حامیان علم الکلام کے رد میں ہیں) شاہد ہیں - آپ کے عم محترم و مرشد حضرت ابونجیب سہروردیؒ ایک دن آپ کو بارگاہ غوثیت میں لے گئے اور عرض کیا کہ اس فرزند کو علم الکلام سے بڑا لگاؤ ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے حضرت شیخ الشیوخ سے دریافت فرمایا کہ تم نے علم الکلام میں کون کون سی کتابیں مطالعہ کی ہیں؟ یہ فرما کر اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر پھیرا تو اسی دم علم الکلام کے تمام مباحث اور کتابوں کے نام تک آپ کے ذہن سے محو ہو گئے اور آپ جواب نہ دے سکے۔ اس وقت سیدنا غوث الاعظمؒ نے فرمایا :

"ہم نے تمہارے سینے میں علم الکلام کو محو کر دیا اور اس کے عوض معرفت حق کے علم سے اس کو معمور کر دیا ہے"۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "یا عمر! انت آخر المشہورین بالعراق" "اے عمر تم عراق کے آخری مشہور انسان ہو"۔ آپ کا یہ فرمان حرف بحرف پورا ہوا اس طرح کہ ان کے وصال کے تھوڑے ہی عرصہ بعد فتنہ تاتار اٹھا اور خطہ ء بغداد کو تاخت و تاراج کر دیا۔ پھر اس خطہ ء مبارک سے اس درجہ کا کوئی دوسرا بزرگ پیدا نہ ہوا گویا ع "آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند"۔

فیوض و برکات : بحوالہ مقدمہ از علامہ شمس بریلوی بر "عوارف المعارف" و صاحب "تذکرہ شیخ الشیوخ" (سلام سہروردی) اپنے مرشد و عم محترم کے وصال (۵۶۳ ہجری ۱۱۶۸ عیسوی) کے بعد ان کی مسند پر رونق افروز ہوئے اور تا وصال یعنی ۲[redacted]ہجری تک مخلوق خدا کو فیض یاب فرماتے رہے۔ آپ نے بہت سیاحت کی اور بہت سے حج پا پیادہ کئے۔ بقول صاحب "خلاصتہ العارفین" اس عرصہ میں سخت مجاہدے کئے۔ ایک طویل عرصہ تک خلیج فارس کے جزیرہ عبادان میں گوشہ نشینی بھی اختیار کی۔ متعدد ابدال اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت و ملاقات میسر ہوتی رہی کئی سال تک خانہ ء کعبہ اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنا خرقہ مبارک عطا کیا اور فرمایا کہ اس خرقہ کو پہن لو جو اس خرقہ کو پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے دس کرامات عطا فرمائے گا اول: یہ کہ اس خرقہ ء مبارک کے پہننے والے کو تمام حجابوں کا کشف حاصل ہو گا' دوئم : یہ کہ وہ میرا ولی ہو گا' سوئم : حکمت کے تمام رموز اس کے قلب سے زبان پر جاری ہوں گے' چہارم : جو اس خرقہ کی صحبت کا تابع ہو گا میں خود اس کا ضامن بنوں گا پنجم: لوح محفوظ کا

marfat.com

علم اسے حاصل ہو گا' ششم: فرش سے عرش تک تمام پوشیدہ چیزیں اسے معلوم ہوں گی' ہفتم عارفوں کے مقامات کی تشریح اسے معلوم ہو گی' ہشتم: دنیاوی محبت سے اس کا دل خالی ہو گا' نہم: انبیاء علیہم السلام کی وحدت و درایت کا علم حاصل ہو گا' دہم: حالت سکر اور صحو و صفائی باطن حاصل ہو گی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تجھے ہم نے خدا کے حوالہ کیا اور یہ خرقہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کو نہ دینا"۔

حضرت شیخ الشیوخؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے پیر و مرشد حضرت ابونجیب سہروردیؒ نے خرقہء خلافت عطا فرمایا اس وقت مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ بیشک یہ خرقہ جو تمہیں دیا جا رہا ہے ہمیں سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا "اے شہاب الدین سر اٹھا کر اوپر کی جانب نظر کر" جب میں نے آسمان کی جانب نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں "کہ عرش اعظم کے قریب ستر(۷۰) خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا "اے شہاب الدین! ان ستر خرقوں میں سے ایک خرقہ ہم نے تمہیں دیا جو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ذوالجلال کی طرف سے ہمیں پہنایا تھا اور یہ باقی خرقے بھی تمہیں ملیں گے۔ سفر و مجاہدہ کے دوران مدینہ منورہ میں آپ کو ایک اور خرقہء مقدس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے عطا ہوا اور دس کرامات عنایت ہوئیں (جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے)

آپ کی تعلیمات اور صوفیانہ مسلک کو امام یافعیؒ نے "نشر المحاسن" اور "مرہم العلل" میں بیان کیا ہے آخر الذکر کتاب ۱۹۱۷ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے کلکتہ سے شائع کی اور "نشر المحاسن" حضرت شیخ یوسف بن اسماعیل کی کتاب "جامع کرامات اولیاء" کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ تاہم حضرت شیخ الشیوخؒ کی تعلیمات اور طریقت سہروردیہ کا مکمل نچوڑ آپ کی مشہور و معروف تصنیف "عوارف المعارف" میں درج ہے۔

علوم و معرفت کے بحر ذخار : "اسرار العارفین و سیر الطالبین" کے اردو ترجمہ کے "پیش لفظ" میں پیر طریقت سہروردیہ چودھری محمد اقبال حمید سہروردی لکھتے ہیں : آپ فیوض و برکات اور علوم و معرفت کے وہ بحر ذخار ہیں کہ جس سے کل عالم سیراب ہے اور ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے موافق مستفید و مستفیض ہوتا ہے بالخصوص ان باہمت اور جواں حوصلہ برگزیدہ ہستیوں کا کیا کہنا جو اس اتھاہ سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر انمول در شہوار سے دامان طلب بھر بھر لاتے ہیں اور پھر ان انمول خزانوں کو سبک ساران ساحل' دور خشکی پر کھڑے منتظر ان اہل کرم میں بھی لٹا دیتے ہیں۔ یہ فیض رسانی علمائے ربانی یعنی مشائخ کرام کا ہی حصہ ہے اور یہی غرض و غایت سلاسل باطنی کے قائم کرنے اور اجازت و خلافت باطنی عطا کرنے کی ہے جس کو عرف عام میں پیری مریدی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ نے مشائخ کرام کے قلوب کو تالاب اور جھیل سے مشابہ قرار دیا ہے کہ وہ مزید نفع رسانی کے لئے مخصوص ہیں اور ان سے کھیتوں اور باغوں کی آبیاری کی جاتی ہے۔

فیوض باطنی کے بھی دو پہلو ہیں علمی اور عملی اور حضرت شیخ الشیوخؒ نے ہر دو پہلوؤں پر پوری

marfat.com

پوری توجہ دی چنانچہ جس طرح آپ نے سلسلہء عالیہ کی استقامت کے لئے مشائخ سہروردیہ کے ذمہ تبلیغ اسلام اور بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کا فریضہ ڈالا اسی طرح آپ نے بلند پایہء تصانیف کے ذریعہ باطنی علوم کی بدرجہ احسن تشریح کی اور فیوض و برکات روحانی کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا بندوبست فرمایا اور یہ آپ کے کمال معرفت کی ایک کرامت ہے کہ آپ کی تصانیف نہ صرف بلند پایہ ادبی درجہ رکھتی ہیں بلکہ رشد و ہدایت اور فیوض رسانی میں نہایت ممتاز مقام کی مالک ہیں چنانچہ حضرت شیخ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری سہروردیؒ فرمایا کرتے تھے :

"اگر کسی شخص کا کوئی پیر و مرشد نہ ہو اور وہ عوارف المعارف کو بغور پڑھے اور اس پر عمل کرے تو بلا شک و شبہ ولی ہو جائے گا"۔

آپ کی تصانیف علوم و معارف کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں اور اللہ کریم نے انہیں وہ تاثیر بخشی ہے کہ قاری کے دل و دماغ پر ان کی تعلیمات ثبت ہو کر رہ جاتی ہیں اور صراط مستقیم اس پر کھل جاتا ہے۔

حرکت فلکی : بحوالہ "فوائد الفواد" ایک دفعہ ایک فلسفی خلیفہء بغداد (ناصر الدین باللہ) کی خدمت میں آیا۔ اس نے چاہا کہ خلیفہ کو راہ حق سے برگشتہ کردے خود خلیفہ نے بھی اس کے علم کی طرف رغبت ظاہر کی۔ لوگوں نے یہ خبر شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچائی شیخ نے سن کر فرمایا اگر خلیفہ کا میلان ان فلسفیوں کی طرف ہو گیا تو دنیا تاریک ہو جائے گی۔ یہ فرما کر اپنی جگہ سے اٹھے اور خلیفہ کے محل میں جا پہنچے۔ اس وقت خلیفہ اس فلسفی کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور فلسفے ہی کے باب میں اس کے ساتھ مشغول بحث تھا۔ جب اسے حضرت کے آنے کی خبر ملی تو اس نے انہیں اندر بلا لیا۔ شیخ نے خلیفہ اور فلسفی سے پوچھا کہ تم اس وقت کیا بحث کر رہے تھے مگر انہوں نے اس بات کو مخفی رکھا مگر شیخ نے اصرار فرمایا تو فلسفی نے کہا کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے تھے کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے حرکت کی تین قسمیں ہیں (۱) طبعی (۲) ارادی (۳) قسری۔ حرکت طبعی یہ ہے کہ ایک چیز خود اپنی طبیعت سے حرکت کرے جیسے ایک پتھر کہ جب ہاتھ سے پھینکتے ہیں تو وہ لازماً" زمین پر گرتا ہے حرکت ارادی یہ ہے کہ خود ایک چیز اپنی مرضی اور اپنے ارادے سے جس طرح چاہتی ہے حرکت کرتی ہے۔ جبری حرکت یہ ہے کہ اسے دوسری چیز حرکت میں لائے مثلاً ایک پتھر کو ہوا میں پھینکنا اسے حرکت قسری کہتے ہیں اس کے برخلاف جب کسی چیز کو ہوا میں پھینکا جائے اور بعد میں جس قوت سے اسے ہوا میں پھینکا گیا تھا وہ کم ہو جائے تو یقیناً یہ چیز اپنی خاصیت کی بنا پر زمین پر گرے گی۔ اسے حرکت طبیعی کہتے ہیں۔

فلسفی نے کہا کہ اس وقت ہم یہ بحث کر رہے تھے کہ آسمان کی حرکت، حرکت طبعی ہے۔ شیخ نے کہا نہیں اس کی حرکت قسری ہے۔ انہوں نے کہا یہ کیسے؟ شیخ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ اس صورت اور اس ہیت کا ہے وہ خدائے عز و جل کے فرمان سے آسمان کو گھما رہا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے۔ یہ سن کر وہ فلسفی ہنس دیا بعد ازاں شیخ خلیفہ اور اس فلسفی کو باہر لے آئے اور اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے عرض کی : "اے خدا! جو کچھ تو نے اپنے خاص بندوں کو دکھایا ہے انہیں بھی دکھا دے"۔ پھر آپ نے ان دونوں کو فرمایا کہ آسمان کی جانب نظر کرو۔ ان دونوں نے آسمان کی

marfat.com

جانب نظر کی اور وہ فرشتہ دیکھا جو آسمان کو گھما رہا تھا۔ اسی وقت خلیفہ اس فلفی کے مسلک سے ہٹ گیا اور دین اسلام میں اس کا عقیدہ پکا ہو گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

خوارزم شاہ کی تباہی : سیرت جلال الدین مصنفہ نور الدین محمد میں بیان کیا گیا ہے کہ شیخ الشیوخؒ امیر المسلمین ناصر الدین باللہ کی طرف سے خوارزم شاہ کے پاس تشریف لے گئے "جو بغداد پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک عظیم لشکر کے ساتھ "۶۱۴ ہجری میں مطابق ۱۲۱۷ عیسوی) روانہ ہو چکا تھا"۔ اس نے عباسی خلیفہ کی بیعت سے روگردانی کر کے علاؤ الدین ترندیؒ سے بیعت کر لی تھی۔

صاحبِ تذکرہ بہا الدین ذکریا ملتانیؒ (مولانا نور احمد فریدی) تحریر فرماتے ہیں: اس زمانہ میں خوارزم شاہ نے ایک "زبردست سلطنت قائم کر لی تھی اور اس کی حدود بڑھتے بڑھتے بغداد کی سرحد سے مل گئی تھیں۔ خلیفہ ناصر الدین کو اطلاع ملی کہ سلطان بغداد پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ خوارزم شاہ کے ہاں جا کر اسے سمجھائیں کہ ناحق چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ اس میں دونوں سلطنتوں کو نقصان ہو گا اور مفت میں ہزاروں مسلمان مارے جائیں گے" حضرت شیخ الشیوخؒ خوارزم شاہ کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ نہ مانا۔ اس نے کہا "میں عباسیوں پر علویوں کی خلافت کو ترجیح دیتا ہوں میں بغداد پر ضرور حملہ کروں گا"

خوارزم شاہ اس وقت تک ایران' خراسان' کابل اور ترکستان پر قابض ہو چکا تھا وہ نہ علویوں کا ہوا خواہ تھا نہ عباسیوں کا بلکہ مرض "جوع البقر" میں مبتلا تھا۔ وہ بغداد کے بعد شام اور فلسطین وغیرہ پر بھی قبضہ کرنے کا آرزو مند تھا۔ ایسے حالات میں شیخ الشیوخؒ کے پند و نصائح اس پر کیا اثر کر سکتے تھے۔ انجام کار جب شیخؒ نے اسے جنگ پر مصر پایا تو آسمان کی جانب نظر کی اور فرمایا: "اے بار الہی! جو مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے پر آمادہ ہے اس پر کسی اور ظالم کو مسلط کر" یہ کہہ کہ شیخ واپس لوٹ آئے۔ خوارزم شاہ نے بھی ٹڈی دل فوج لے کر بغداد کا رخ کیا لیکن راستے میں اس قدر برف باری ہوئی کہ سلطان کی بے شمار سپاہ نذر اجل ہو گئی اور راستہ مسدود ہو گیا۔ اگلے سال پھر چڑھائی کی مگر پھر بھی ناکام رہا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہی بد مستی کے عالم میں خوارزم شاہ نے حضرت شیخ مجد الدین بغدادی سہروردیؒ (جو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے) کو قتل کر دیا۔ یہ نہایت بلند پایہ درویش تھے اور اس علاقہ میں ان کا بے حد رسوخ تھا۔ جب سلطان کو ہوش آیا تو اپنی حرکت پر سخت پشیمان ہوا اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردیؒ کی خدمت میں شیخ شہیدؒ کا خون بہا ارسال کیا۔ شیخؒ نے فرمایا یہ چند درہم و دینار مجد الدین کا خون بہا کیسے ہو سکتے ہیں اس کا خون بہا تو تیرا اور میرا سر ہے چنانچہ اس کے فوراً بعد ہی خوارزم شاہ پر آفتوں کا نزول شروع ہو گیا۔ ۶۱۵ ہجری میں چنگیز خان طوفان کی طرح لمغاج سے اٹھا اور خوارزم شاہ کی ولایت پر چھا گیا۔ سلطان کے پاس تین لاکھ ساٹھ ہزار فوج تھی اگر اس لشکر کو لے کر خود چنگیز خان کے مقابلے میں آتا تو اس کی فتح یقینی تھی لیکن چونکہ شکست مقدر ہو چکی تھی اس لئے فوج افسروں کے حوالے کر کے خود سمرقند سے خراسان کو چلا گیا۔ سلطان کے چلے جانے سے فوجیوں کے جی چھوٹ گئے چنگیز خان انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹتا بڑھتا چلا آیا۔ مغلوں نے قلعہ قارون فتح کر کے خزائن لوٹ لئے خوارزم شاہ کے اہل و

marfat.com

عیال کو تہ تیغ کر دیا اس صدمے سے سلطان چند دنوں کے اندر ہی فوت ہو گیا۔ گویا یہ حضرت شیخ الشیوخ کی بد دعا کا اثر تھا۔

جواب باصواب : "نفحات الانس" میں ہے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں کسی شخص نے عریضہ لکھا "اے میرے سردار اگر میں عمل چھوڑتا ہوں تو بے ہودہ پن کی طرف چلا جاتا ہوں اور اگر عمل کرتا ہوں تو مجھ میں غرور و تکبر آجاتا ہے" آپ نے جواب میں تحریر فرمایا "عمل کرتے رہو اور غرور و تکبر سے توبہ و استغفار کرتے رہو"۔

پیکر متابعت نبوی : بقول شیخ رکن الدین علا الدولہ" شیخ سعد الدین حمویؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو کیسا پایا ہے؟ آپ نے فرمایا "متابعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جبین السہروردی شئی آخر" یعنی سہروردی کی پیشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا نور ایک اور ہی قسم کا ہے۔ اور شیخ محی الدین اکبر (ابن عربی) کے متعلق فرمایا : وہ ایک موجزن سمندر ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں اور شیخ اکبر ابن عربی نے حضرت شیخ الشیوخ کے متعلق فرمایا تھا : وہ ایک مرد ہیں کہ سر سے پاؤں تک سنت نبوی سے بھرے ہوئے ہیں۔

کمال استغراق : "بحوالہ فوائد الفواد" آپ کے مشغول حق ہونے کی کیفیت استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ" حضرت شیخ الشیوخؒ کے پاس آئے تو انہوں نے اپنا مصلیٰ لپیٹ کر زانو کے نیچے رکھ لیا۔ اس سے مراد مشائخ کے نزدیک حد درجے کی تعظیم ہوتی ہے۔ جب رات ہوئی تو شیخ اوحد کرمانیؒ نے سماع سننا چاہا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے قوالوں کو طلب کیا۔ سماع کی مجلس مرتب کی اور خود ایک گوشے میں جا کر طاعت و ذکر میں مشغول ہو گئے۔ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ اور دوسرے جو ان کے ساتھ سماع سن رہے تھے وہ سماع میں مشغول رہے۔ جب صبح ہوئی تو خانقاہ کا خادم حضرت شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ رات کو سماع ہوتا رہا ہے اب ان حضرات کے لئے ناشتہ چاہئے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کیا رات کو سماع ہوتا رہا ہے؟ خادم نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ شیخ الشیوخؒ نے فرمایا مجھے اس کی خبر نہیں۔

"مرآۃ الاسرار" کے مطابق "تکملہ" میں حضرت شیخ الشیوخؒ سے نقل ہے کہ ایک دفعہ میں شیخ ابو محمد بصریؒ کی زیارت کے لئے بصرہ گیا۔ راستے میں' میں نے مویشی' زراعت کے کھیت اور نخلستان کثرت سے دیکھے میں نے پوچھا یہ کس کے ہیں لوگوں نے کہا شیخ ابو محمد بصریؒ کے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بادشاہوں کا سا حال ہے۔ جب میں بصرہ پہنچا تو شیخ کے دروازے پر گیا اطلاع کئے بغیر اندر سے ایک خادم نے آکر کہا کہ شیخ آپ کو بلا رہے ہیں فرمایا اے عمر جو کچھ تو نے دیکھا ہے زمین پر ہے ابن عبد اللہ کے دل کو اس کی خبر نہیں۔ امام عبد اللہ یافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ قصہ شیخ شہاب الدین کے اوائل حال کا ہے۔

مقام بقا کی رہنمائی : شیخ کمال الدین عبد الرزاق سہروردیؒ جو حضرت نجیب الدین علی برغشؒ کے مرید و خلیفہ شیخ نور الدین عبد الصمد سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اپنی کتاب تاویلات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بیشک میں نے سنا اپنے شیخ نور الدین عبد الصمد سہروردیؒ سے' انہوں نے اپنے والد سے

marfat.com

کہ ایک درویش حضرت شیخ کبیر شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں مقام وحدت اور فنا میں تھا۔ اس کو بڑا ذوق تھا اتفاقاً" وہ ایک دن رونے لگا اور افسوس کرنے لگا حضرت شیخ الشیوخ" نے اس کا حال پوچھا تو عرض کیا کہ کثرت کی وجہ سے وحدت میرے لئے حجاب میں ہو گئی ہے اور میں مقام وحدت سے مردود ہو گیا ہوں کہ اب میں اپنے اس حال کو نہیں پاتا۔ حضرت اقدس" نے فرمایا کہ یہ مقام بقا ہے اور اس کا حال پہلے مقام کی نسبت زیادہ بلند اور عالی ہے جس کو سن کر اس درویش کو تسکین ہوئی اور وہ دلجمعی کے ساتھ مشغول عبادت ہو گیا۔

تعبیر خواب : آپ خلفائے بغداد کی طرف سے روم کے سلجوقی حاکم سلطان علاالدین کیقباد کے پاس بھی تین دفعہ تشریف لے گئے۔ حضرت" نے سلطان کو خلعت خلافت پہنایا اور سر پر عمامہ بندھوایا۔ دوسری دفعہ جب اس کے ہاں تشریف لے گئے تو سلطان نے اپنے ایک خواب کی تعبیر پوچھی جس کی تعبیر اس کی سلطنت میں اسے کوئی نہ بتا سکا سلطان نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کا سر سونے کا' منہ چاندی کا' پیٹ پیتل کا' دونوں رانیں سیسے کی اور دونوں پاؤں رانگ کے ہو گئے ہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ" نے اس خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ سلطان کی زندگی میں اس کی رعایا سونے کی طرح خوشحال اور پر شکوہ رہے گی مگر ان کے فرزند کے عہد میں اس کا حال چاندی کی طرح ہو جائے گا۔ جب سلطان کا پوتا حکمران ہو گا تو اس کی رعایا کی اخلاقی و مالی قدر و قیمت پیتل کی طرح کم ہو جائے گی اور رعایا کمزور اور پست ہونے لگے گی۔ تیسری پشت میں رعایا کا اخلاق بالکل گر جائے گا اور امن و امان خطرہ میں پڑ جائے گا۔ چوتھی اور پانچویں پشت میں ملک میں تباہی و بربادی پھیلے گی۔ سلجوقی خاندان کی حکومت ختم ہو جائے گی اور مفسد لوگ اس ملک پر قابض ہو جائیں گے۔

("تذکرہ حضرت شیخ الشیوخ"" از سلام سہروردی)

بخشش و مہمان نوازی : آپ کو جب کبھی کوئی چیز بطور فتوح حاصل ہوتی تو آپ اسے فوراً خلق خدا میں تقسیم کر دیتے اور فرماتے کہ آج ہم سے بلا لے لی گئی ہے اور ہمیں عاقبت میں مشغول کیا گیا ہے۔ مزید بر آں صبح سے شام تک جو بھی آتا' کچھ کھائے پیئے بغیر نہ جاتا۔

فیوض غوث الاعظم" : آپ کے برادر طریقت حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردی" فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضرت شیخ الشیوخ" کے پاس چلہ میں تھا کہ میں نے مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت اقدس" ایک پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور جواہرات کے ڈھیر کے ڈھیر آپ کے آگے لگے ہوئے ہیں پہاڑ سے نیچے خلقت کا ہجوم ہے لوگ آپ سے مانگ رہے ہیں اور آپ جواہرات لٹا رہے ہیں تاہم اس قدر تقسیم کثیر کے باوجود ڈھیر کم نہیں ہوتے۔ جب میں فارغ ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہتا تھا کہ واقعہ کا حال بیان کروں کہ حضرت اقدس" نے از خود فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا سو درست دیکھا۔ یہ سب برکات و عنایات حضرت غوث الاعظم" کی ہیں۔

بادشاہی کی بشارت : صاحب "طبقات ناصری" مولانا سراج منہاج لکھتے ہیں کہ شمس الدین التمش ترک نوجوان تھا جب یہ گرفتار ہوا تو خواجہ جمال الدین بخاری اسے خرید کر تجارت کے سلسلہ میں بغداد لے گیا۔ اس وقت یہ پندرہ سال کا حسین و جمیل نوجوان تھا۔ خواجہ نے اسے کھانا

marfat.com

لینے کے لئے بازار بھیجا۔ اچانک اس کا گزر حضرت شیخ الشیوخؒ کی خانقاہ سے ہوا اس کی نظر جونہی حضرت کے چہرۂ اقدس پر پڑی بے اختیار اندر چلا گیا اور چند پیسے جو اس وقت جیب میں رکھتا تھا نکال کر آگے رکھ دیئے اور طالب دعا ہوا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اسے دیکھ کر فرمایا کہ "من در چہرۂ ایں شخص انوار سلطنت لامع مے بینم" یعنی مجھے اس شخص کے چہرے میں بادشاہی کی تجلیات روشن دکھائی دیتی ہیں۔ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ پاس بیٹھے تھے انہوں نے بھی شفقت کی نظر سے ایلتمش کو دیکھا اور فرمایا کہ آپ کی برکت سے دنیاوی سلطنت میں اس کا دین محفوظ رہے گا"۔ سبحان اللہ! یہ انہیں بزرگ ہستیوں کی دعا کا صدقہ تھا کہ دہلی کا تاجدار ہونے کے باوجود ایلتمش اپنے زمانے کا بہت بڑا درویش بھی تھا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا محبوب مرید کہ جب حضرتؒ کا انتقال ہوا تو جنازہ اسی درویش صفت تاجدار نے پڑھایا۔

ادب شیخ : تصوف سراپا ادب ہے۔ بعض مریدوں پر شیخ کا اس قدر ادب او رعب طاری ہوتا ہے کہ وہ شیخ کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ فرماتے ہیں "خود میری حالت یہ تھی کہ ایک دفعہ مجھے بخار آیا۔ اس موقع پر میرے عم محترم اور شیخ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ گھر میں داخل ہوئے تو (ادب و رعب کی وجہ سے) میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا اس وقت میں بھی پسینہ لانا چاہتا تھا کہ بخار ہلکا ہو جائے چنانچہ شیخ محترم کے گھر میں داخل ہونے پر یہ بات حاصل ہو گئی اور آپ کی آمد کی برکت سے مجھے شفا ہو گئی"۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں گھر میں تنہا تھا۔ وہاں وہ رومال بھی رکھا تھا جو شیخ محترم نے مجھے عنایت فرمایا تھا اور جسے آپ عمامہ کے طور پر باندھا کرتے تھے اتفاقاً میرا قدم اس رومال پر پڑ گیا تو اس فعل سے میرے دل کو سخت تکلیف پہنچی اور مجھ پر ہیبت و دہشت طاری ہو گئی۔ اس وقت اندرون قلب میں آپ کی عزت و احترام کا جو جذبہ پیدا ہوا وہ مبارک جذبہ تھا "فوائد الفواد" میں ہے کہ آپ اس رومال کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ نیند کی حالت میں ان کا پاؤں رومال پر پڑا تھا جب جاگے تو انہیں بے حد قلق ہوا اور کہنے لگے مجھے امید ہے کل قیامت کے دن بھی میں اپنے اس غم و تاسف میں گرفتار رہوں گا۔

خلقت کے عیوب سے نظر بند رکھتے : حضرت شیخ الشیوخؒ ہمیشہ خلائق پر سے اپنی آنکھ بند رکھا کرتے تھے لیکن اس کی وجہ دریافت کرنے کا کسی کو حوصلہ نہ تھا البتہ مریدین مرشد کی ایک ایک بات اور ایک ایک عمل میں حکمتوں کے خزانے تلاش کرتے تھے چنانچہ ایک دن آپ سے اس طرز عمل کی دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ خلق اللہ میں سے کسی کے عیب میری نظر میں نہ آئیں اس لئے آنکھ بند رکھتا ہوں۔

قبض میں صبر اور بسط میں شکر : اولیائے کرام اور بزرگان دین پر قبض و بسط کے مقامات آتے رہتے ہیں او وہ ہر حال میں راضی برضا رہتے ہیں جب قبض ہو تو صبر اور جب بسط ہو تو شکر ادا کرتے ہیں یہی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے۔ حضرت امام یافعیؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخؒ کو بعض حجابات پیش آئے اور ان پر قبض کی کیفیت طاری ہو گئی

marfat.com

اسی حال میں ان کے پاس شیخ ناظمؒ تشریف لائے آپ نے ان سے کہا کہ وہ ابن الفارضؒ کے دیوان سے کوئی شعر سنائیں انہوں نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ آپ بڑے انہماک سے سنتے رہے جب انہوں نے دو اشعار پڑھے:

اھلا لمالم اکن اھلا لموقعہ قول المبشر بعد الیاس بالفرج

لک للبشارۃ فاخلع ما علیک لقد ذکرت ثم علی ما فیک من عوج

یعنی "مجھے خوشخبری ہو اس بات کی جس کا میں اہل و سزاوار نہیں تھا۔ خوشخبری سنانے والے کی بات نا امیدی کے بعد خوشی کی بات ہے۔ مجھ کو بشارت ہو رب کریم نے سب غم دور کر دیئے ہیں کیونکہ بیشک تیرا ذکر محبوب کے حضور میں باوجود تیری کجی اور قصور کے کیا گیا ہے" تو حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ پر عالم کیف طاری ہو گیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور وجد کرنے لگے اس وقت جتنے شیوخ اور مریدین وہاں تشریف فرما تھے سب وجد میں آ گئے چنانچہ شیخ ناظمؒ پر خود آپ نے اور حاضرین محفل نے فلجیس نثار کیں جو چار سو کے قریب جمع ہو گئیں لہٰذا اللہ کے فضل و کرم سے آپ کی قبض' بسط میں تبدیل ہو گئی اور پھر فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہزاروں دینار آپ کے پاس آتے جنہیں اللہ کی راہ میں تقسیم فرما دیتے۔ (نفحات الانس)

جود و سخا : حضرت فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ میں چند روز حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں رہا ہوں ہر روز تقریباً" دس ہزار دینار فتوح آتی تھی مگر شام تک ایک پیسہ بھی نہ بچتا تھا سارے کا سارا حاجت مندوں' غربا اور مساکین وغیرہ میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

مشکل کا حل : آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی کوئی مشکل درپیش آتی تو حق تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے تو اللہ جل علیٰ شانہ' اپنے کرم سے اس مشکل کو حل فرما دیتا اور جو امر حق ہوتا وہ ان پر منکشف کر دیا جاتا۔

شیخ علی کردیؒ : جن دنوں حضرت شیخ الشیوخ بغداد میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے ان دنوں دمشق میں حضرت علی کردیؒ کا بڑا چرچا تھا۔ آپ کا شمار ہوش مند دیوانوں میں ہوتا تھا بے شمار لوگ آپ کے مرید تھے اور وہ لوگوں پر اس طرح حکمرانی کرتے تھے جیسے آقا غلام پر۔ انہیں دنوں حضرت شیخ الشیوخ خلیفتہ المسلمین کی طرف سے سفیر بن کر دمشق تشریف لائے تو انہوں نے اپنے مریدین سے کہا کہ ہم حضرت شیخ علی کردیؒ کی زیارت کو جا رہے ہیں ان دنوں وہ جنگل میں رہتے تھے حالانکہ ابتدا میں آپ جامع مسجد میں قیام پذیر تھے۔ اتفاق سے ان دنوں یاقوت نامی ایک مجذوب دمشق میں آ گیا تو آپ شہر سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ حضرت شیخ الشیوخؒ کے مریدوں نے جب سنا کہ آپ حضرت علی کردیؒ سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو عرض کی: "یا حضرت! وہ تو ایک ایسا شخص ہے جو ہر وقت ننگا رہتا ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا آپ اس سے مل کر کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا : " جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے کہ بارگاہ ایزدی میں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے" چنانچہ آپ سوئے جنگل چل پڑے جب آپ علی کردیؒ کی قیام گاہ پر پہنچے تو سواری سے اترے۔ جب شیخ علی کردیؒ نے آپ کو دیکھا کہ قریب آ گئے ہیں تو فوراً ستر ڈھانپ لیا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ قریب پہنچے تو

marfat.com

فرمایا : "تمہاری یہ حالت ہم کو ملاقات سے نہیں روک سکتی آج تو ہم تمہارے مہمان ہیں" آپ سلام کرکے ان کے پاس بیٹھ گئے اس وقت کچھ لوگ وہاں آئے ان کے پاس کھانا تھا۔ حضرت شیخ علی کردیؒ نے ان سے کہا کہ تم یہ کھانا حضرت شیخ الشیوخؒ کے سامنے رکھ دو آج یہ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے اور پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

تصنیفات : جرمنی کے مشہور مستشرق بروکلان نے اپنی تصنیف "تاریخ ادبیات عرب" میں آپ کی اکیس تصانیف کا کھوج لگا کر اپنی مذکورہ تصنیف میں ذکر کیا ہے ۔چند مشہور و معروف حسب ذیل ہیں:

۱- عوارف المعارف : بقول علامہ شمس بریلویؒ یہ تصوف پر ایک لازوال و بے مثال کتاب ہے (جو عربی زبان میں ہے)۔ حضرت شیخ الشیوخ کا تصوف' شریعت و طریقت کا امتزاج اور زہد و عبادت کا سنگم ہے۔ نہ طریقت کو شریعت سے جدا کیا جا سکتا ہے اور نہ شریعت کے تقاضے اس طریقت پر کار بند ہوئے بغیر پورے ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہ' کا تصوف آپ کے مرشد طریقت حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ اور مرشد خرقہ حضرت ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی قدس اللہ سرہ کی طرح تصوف عابدانہ تھا۔ یعنی شریعت کا بھرپور اتباع' فرائض کی کامل ادائیگی' سنن مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان پر مزاولت اور کمال زہد و تقویٰ' اعمال کی تطہیر' نفس کا تزکیہ' اور قلب کی جلا' اوراد و وظائف میں مشغول رہ کر توجہ الی اللہ میں صرف اوقات' مراقبہ و مشاہدہ میں استغراق لیکن اس حد تک کہ شریعت کے کسی حکم سے سرمو تجاوز نہ ہو۔ یہ تھا آپ کے اس تصوف کا ایک مختصر جائزہ جس پر آپ کاربند رہے اور اپنی تصانیف کے ذریعے اپنے سلسلہ کے وابستگان کو تاکید فرمائی۔

آپ کی تصنیف لطیف "عوارف المعارف" کا ہر باب عموماً نص قرآنی سے شروع ہوتا ہے' اس کے بعد اس کی تشریح فرماتے ہیں' اور اس کی تائید میں آثار و اخبار پیش فرماتے ہیں۔ تصنیف لطیف کے ۶۳ ابواب میں یہی التزام ہے۔ یہ احکام و آداب شریعت کا ایسا مرقع ہے جس میں محبت الٰہی کے موقلم سے حقائق معرفت کا رنگ بھرا گیا ہے اور یہی اس کی قبولیت کا اہم راز ہے کہ آج سات سو سال گزر جانے کے بعد بھی کتاب "عوارف المعارف" دنیائے تصوف کے افق پر درخشاں و تابندہ ہے۔

۲- رشف النصائح الایمانیہ و کشف النصائح الیونانیہ : اس کتاب میں آپ نے حضرت امام محمد غزالیؒ کی کتاب "تہافۃ الفلاسفہ" کی طرز پر یونانی فلسفہ کا رد کیا ہے اور دلائل سے منطق و فلسفہ کی بے بضاعتی اور بے بسی ثابت کی ہے۔ یہ کتاب خلیفۂ بغداد الناصر کے لئے لکھی گئی تھی جو یونانی فلسفہ سے بہت متاثر ہو گیا تھا "تاریخ آل مظفر" کے مصنف ملا معین الدین یزدی نے اس کتاب کا فارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔ جس کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔

۳- کتاب الاوراد : اس میں اوراد و دعائیں جمع کی گئی ہیں حضرت مخدوم جہانیاں سہروردیؒ

marfat.com

اس کتاب کو سبقاً سبقاً پڑھایا کرتے تھے۔ شیخ علی بن احمد غوریؒ ساکن گڑھ متصل جون پور نے جو حضرت شیخ صدر الدین عارف سہروردیؒ کے مرید تھے سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں فارسی زبان میں اس کی شرح لکھی تھی جس کا نام "کنزالعباد فی شرح الاوراد" ہے اس کے ۴۷۴ صفحات ہیں اور ۱۳۲۶ عیسوی میں بمقام قازان چھپی ہے۔

۴ - **صفوۃ الصوفیہ فی آداب المریدین** : اس رسالہ میں ۴۷ باب ہیں۔ منازل سلوک، تصوف کے اصول و قوائد اور اصطلاحات کا بیان ہے۔ رام پور اور بانکی پور (پٹنہ) کے کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے اصل کتاب کا کھوج مشہور مستشرق اوٹو سپائیز نے لگایا ہے جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر رہے ہیں۔

۵ - **اعلام الہدیٰ و عقیدہ ارباب التقی** : اس میں علم کلام پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے دس ابواب ہیں۔ یہ کتاب اور عوارف المعارف بیت اللہ شریف میں طواف و نوافل کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تحریر فرمائی گئی تھی۔ غیر مطبوعہ ہے۔ قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن اور بانکی پور (پٹنہ) کے کتب خانہ مشرقیہ میں محفوظ ہیں۔

۶ - **بغیتہ البیان فی تفسیر القرآن** : قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ مصر کے کتب خانہ فریویہ میں اس کا مخطوطہ محفوظ ہے حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۷ - **جذب القلوب الی مواصلتہ المحبوب** : یہ چھتیس صفحات کا معرفت و تصوف کے بارے میں ایک رسالہ ہے ۱۳۲۸ ہجری میں شام کے شہر حلب میں چھپا ہے۔

۸ - **کتاب الوصایا** : اس کا قلمی نسخہ برلن میں محفوظ ہے۔ شیخ اسد بن علی نے اس کی شرح لکھی ہے۔ (اس کا اردو ترجمہ ۱۹۸۳ میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کی تلخیص ہم نے شامل کتاب ہذا کردی ہے)

۹ - **الرحیق المختوم لذوی العقول و الفھوم** : اس کتاب کا قلمی نسخہ برلن میں محفوظ ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں بھی کتاب "ایضاح اسرار العلوم" کے مخطوطہ کے آخر میں اس کا مخطوطہ شامل ہے۔ سلام سہروردیؒ صاحب نے کہیں سے نقل حاصل کر کے اسے ۱۹۸۰ء میں چھپوایا تھا۔ مگر ان کے پاس صرف ایک مطبوعہ نسخہ ہی رہ گیا تھا۔ لٰہذا کم یاب ہے۔

۱۰ - **مقامات العارفین** : اس کتاب کا قلمی نسخہ برلن میں محفوظ ہے۔

۱۱ - **اسرار العارفین و سیر الطالبین** : یہ بہت مختصر سا رسالہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ "کلمات طیبات" کے نام سے شائع ہو چکا ہے سلام سہروردی صاحب نے اسے بھی چھپوایا تھا ایک کاپی راقم الحروف کو بھی مرحمت فرمائی جو بطور تبرک اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

۱۲ - **الرسالہ فی اعتقادا الحکماء** : اس رسالہ کا قلمی نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۳ - **الرسالہ فی الفقر** : اس میں فقر پر بحث کی گئی ہے۔ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ کتب خانہ بانکی پور (پٹنہ) یونیورسٹی لائبریری طوبین جین اور اہلوارٹ میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

شاعری : آپ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے صاحب "ریاض الصالحین"

marfat.com

مرزا رضا قلی خان ہدایت نے یہ تین رباعیاں نقل کی ہیں:

بخشائے آنکہ بخت یارش نبود جز خوردن غم ہائے تو کارش نبود
از عشق تو خاتیش باشد کہ از آں ہم باتو وہم بے تو قرارش نبود

ایں شوربیں کہ در جہاں افتاد است خلق از پے سود و زیاں افتاد است
بہ زاں نبود کہ گوشہ بگرینی اے وائے بر آں کہ درمیاں افتاد است

اے از غم دیدن رخت حیران من اندر طلب عشق تو سرگردان من
بودن بہ تو مشکل است و نابودن آہ! سرگردان من بے سروسامان من

صاحب "نفحات الانس" نے مندرجہ ذیل عربی رباعی نقل کی ہے :

وقد کنت لا ارضی من الوصل بالرضی واخذ نا من فوق الرضا متبرما
فلما تفرقنا وشط مالنا قنعت بطیف منک یاتی مسلما

(یعنی میں پہلے اس سے وصل کی رضا سے راضی نہ ہوتا تھا اور ہم نے رضا سے بلند تر مرتبہ طول خاطر لے لیا۔ جب ہم جدا ہو گئے اور ہمارا رجوع دور تک ہو گیا تو میں نے تیرے خیال پر قناعت کی جو سلام کرتا ہوا آتا ہے)

عقیدہ متعلقہ اہل بیت : حضرت عبدالرحمن چشتی صاحب "مرآۃ الاسرار" جن کی تاریخ پیدائش ۱۰۰۷ ہجری ہے اور وصال ۱۰۹۶ ہجری میں ہوا۔ ان کی اس معرکہ آرا تصنیف (مرآۃ الاسرار) کا زمانہ تالیف ۱۰۴۵ ہجری تا ۱۰۶۵ ہجری ہے یعنی بیس سالوں میں یہ کتاب مکمل ہوئی۔ آپ اپنی اس کتاب کے "خاتمہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مغل شہنشاہ ہند شاہ جہان ۷ جمادی الاول ۱۰۳۷ ہجری میں تخت نشین ہوا حق تعالیٰ نے بادشاہ کو مذہب اہل سنت و جماعت پر عجیب استقامت عطا فرمائی تھی وہ ہر معاملہ میں بلا تعصب قرآن و حدیث کی پابندی کرتے تھے۔ آیتہ مبارک **قل لا اسا ءلکم اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** (اے پیغمبران لوگوں سے کہہ دیں کہ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوائے اہل بیت کی محبت کے) اور حدیث شریف **اہل بیتی کمثل سفینتہ نوح** (میرے اہل بیت سفینۂ نوح کی طرح ہیں) کی موافقت میں بادشاہ اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبت میں ثابت قدم تھا چنانچہ ایک دن میر سید جلال بن میر سید محمد بخاریؒ سے جو حضرت شاہ عالم محبوب عالم گجراتی سہروردیؒ کے سجادہ نشین تھے بادشاہ نے دریافت کیا کہ صحابہ کرام اور اہل بیت کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے جد امجد حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری سہروردی قدس سرہ نے اوائل حال میں سلسلۂ عالیہ سہروردیہ سے عقائد اور حقائق دین کا استفادہ کیا ہے اور سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے سردار حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ ہیں' کے عقائد کتاب "عوارف المعارف" میں درج ہیں۔ انہوں نے "عوارف المعارف" منگوا کر مطالعہ کیا کتاب کی عین عبارت یہ ہے :

"صحیح عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام سے محبت اور تفضیل اور ترجیح سے پرہیز کرے۔ اگر

marfat.com

اس کے دل میں کسی کی محبت غالب ہو تو اسے پوشیدہ رکھے۔ کیونکہ اس کا اظہار واجب نہیں لیکن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ' اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو اختلاف رونما ہوا تھا' ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ امیر المومنین علیؓ اجتہاد اور خلافت میں حق پر تھے اور امور خلافت میں زیادہ لائق تھے اور امیر معاویہؓ حق پر نہیں تھے اور خلافت کے مستحق بھی نہیں تھے"۔

اس پر بادشاہ (شاہ جہان) نے کہا کہ الحمد للہ میرا عقیدہ بھی یہی ہے۔

مردان غیب : بحوالہ "فوائد الفواد" حضرت شیخ الشیوخؒ سے منقول ہے کہ : "ہمارے زمانے میں ایک جوان قزوینی نام کا تھا۔ اس کے گھر میں مردان غیب اکٹھے ہوا کرتے تھے چنانچہ نماز کے وقت وہ لوگ صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور ایک شخص امامت کراتا اور قرات بھی بڑی اونچی آواز سے سنائی دیتی مگر کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا صرف قزوینی انہیں دیکھ سکتا تھا۔ شیخ الشیوخؒ فرماتے ہیں "کہ ایک مرتبہ انہیں مردان غیب میں سے ایک نے قزوینی کے ہاتھ ایک مسواک مجھے بھیجا تھا جو میرے پاس موجود ہے۔

خلفائے عظام : آپ کے خلفا کی تعداد بہت زیادہ ہے آپ نے چالیس ٹوپیاں اپنے مرید و خلیفہ حضرت شیخ نجیب الدین علی بن بزغشؒ کے ہاتھ شیراز روانہ فرمائی تھیں اور ہر ٹوپی پر صاحب خلافت کا نام تحریر فرمایا تھا گویا دیگر چالیس خلفا شیراز میں بھی تھے۔ چند ممتاز خلفا کے اسم ہائے گرامی جو کتب تواریخ و سیر سے دستیاب ہو سکے ہیں درج ذیل ہیں :

(۱) غوث العالمین شیخ بہا الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ (مزار در ملتان) (۲) حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردیؒ (مزار در بنگال) (۳) شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی سہروردیؒ (مزار ترکمان گیٹ دہلی) (۴) شیخ شہاب الدین بلجوت سہروردیؒ (مزار در قصبہ جھٹلی پٹنہ) (۵) قاضی حمید الدین ناگوری سہروردیؒ (مزار در دہلی) (۶) سید نور الدین مبارک غزنوی سہروردیؒ (مزار در دہلی) (۷) شیخ نوح بھکری سہروردیؒ (مزار در بھکر سندھ) (۸) مولانا مجد الدین حاجی سہروردیؒ (۹) شیخ ضیا الدین رومی سہروردیؒ (۱۰) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ (مزار در شیراز) (۱۱) شیخ محمد یمنی سہروردیؒ (مزار در یمن) (۱۲) شیخ فرید الدین عطار سہروردیؒ (مزار در بغداد) (۱۳) شیخ ظہیر الدین محمود بن عبد اللہ سہروردیؒ (۱۴) شیخ شمس الدین صفی الدین سہروردیؒ۔

ممتاز تلامذہ حدیث و فقہ : آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم و فاضل فقیہ و محدث و ولیء بلند مرتبہ تھے چند ممتاز تلامذہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :

(۱) مورخ عراق ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن یحییٰؒ (۲) محدث شام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف البرزانی اشبیلیؒ (۳) مورخ عصر محمد بن محمود ابن نجار بغدادیؒ (۴) محدث عصر قطب الدین محمد بن احمد بن علی القسطلانیؒ (۵) محدث عراق ابن نقطہ ابوبکر محمد بن عبد الغنی بغدادیؒ (۶) خلاق المعانی خواجہ کمال الدین اسماعیل اصفہانی۔

امام تقی الدین سبکیؒ نے "طبقات الشافعیہ" میں آپ کے علوم دینیہ میں کمال کا ذکر بڑی شرح و بسط سے کیا ہے اور آپ کے فضائل' کمالات ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ کے بعض فتاویٰ بھی نقل

marfat.com

کئے ہیں جس سے آپ کے فقہی تجربہ کا پتہ چلتا ہے۔

اولاد : صرف ایک فرزند ارجمند شیخ عمادؒ کا ذکر کتب میں ملتا ہے آپ کی کنیت ابو حفص ... اللہ مختلف تذکروں میں درج ہے اس رعایت سے ممکن ہے دوسرے دو فرزندوں کے اسمائے گرامی "حفص" اور "عبد اللہ" ہوں۔

آخری حج : آپ نے بہت سے حج پاپیادہ کئے۔ بقول ایڈورڈ براؤن Edward Brown آخری حج ۶۲۹ ہجری (۱۲۳۲عیسوی) میں کیا۔ اس دوران مکہ معظمہ میں مشہور صوفی شاعر عمر الفرید نے آپ سے شرف ملاقات حاصل کیا اور آپ سے فیض یاب ہوا۔ اس سفر میں اہل عراق کی ایک کثیر جماعت آپ کے ہمراہ تھی جس نے وقوف عرفات اور طواف میں آپ کی اقتدا کی۔ شیخ ابن فارض مصنف قصیدہ تائیہ کو بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ یہ بیان ابن فارض کے نبیرہ کا ہے جنہوں نے "قصیدہ تائیہ" پر دیباچہ لکھا ہے۔ وہ اپنے ماموں (شیخ کمال الدین محمد پسر ابن فارض) سے نقل کرتے ہیں کہ اس موقع پر میرے بھائی عبد الرحمٰنؒ نے والد محترم ابن فارضؒ کی اجازت سے اور میرے بھائیوں نے شیخ الشیوخ سے بیعت کی اور خرقہ پہنا۔ ہمارے علاوہ اور سینکڑوں افراد آپ سے بیعت ہوئے۔ مولانا جامیؒ نے "نفحات الانس" میں بھی اس ملاقات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیخ ابن فارضؒ نے اپنے چند اشعار بھی شیخ الشیوخ کو سنائے جن کو سن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔

تاثیر کلام : بحوالہ "تذکرہ شیخ الشیوخ" ابن خلکان لکھتا ہے کہ مجھ سے مندرجہ ذیل واقعہ ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جو کہ اس وقت آپ کی مجلس میں حاضر تھا۔ اس شخص کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت شیخ الشیوخؒ اپنی خانقاہ میں وعظ فرما رہے تھے کہ آپ کی زبان حق بیان سے مندرجہ ذیل الفاظ نکلے "اے اللہ عشق و محبت کے جرمات تنہا مجھ پر ہی نہ برسا کیونکہ اے معبود تونے تو مجھے یہ عادت ہی نہیں ڈالی کہ میں فیض و معرفت کو اپنے وابستگان سے روک رکھوں۔ اے اللہ! تو رحیم و کریم ہے اور یہ رحیمی و کریمی سے بعید ہے کہ عشق الٰہی کا جام میرے دیگر مہمانوں کو نہ پہنچے" آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ سب حاضرین مجلس پر عشق الٰہی نے غلبہ کر لیا اور سب کے سب شراب معرفت سے سرشار ہو کر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ حاضرین کی بڑی تعداد نے اپنے بال منڈوا ڈالے (جو داخل فقر و تصوف ہونے کا رسمی طریقہ ہے) توبہ کی اور دنیا سے منہ موڑ کر راہ حق میں مشغول ہو گئے۔ مشہور مستشرق "ڈی سلین" نے اس دعا اور واقعہ کو بڑے پیارے انداز میں بزبان انگریزی پیش کیا ہے :

"Pour not the drought (Of Divine Love) for me alone, Thou (O Lord!) had not accustomed me to withhold from my Companions; Thou art (truely) The Generous, and it suits not generosity; That the cup, circulating (round the board) should pass by the other guests"

On hearing these words, the whole assembly was Siezed with an ecstasy of Divine Love, and a great number of persons present cut off their hair and turned (from the world to GOD)

سفر آخرت : حضرت شیخ الشیوخ کو روزانہ بڑی فتوحات (آمدنی) حاصل ہوتی تھیں جو وہ سب کی سب فقرا اور درویشوں میں صرف کر دیتے تھے۔ آپ کا ایک لڑکا شیخ عماد الدین جس کی عمر تینتیس برس تھی

marfat.com

دولت فقر سے محروم رہا۔ مرضیء مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ جب شیخ پر نزع کا عالم طاری تھا تو وہ خانقاہ کے خادم سے خزانہء عالیہ کی کنجی طلب کر رہا تھا۔ خادم نے عرض کی کہ یہ وقت شیخ کے وصال کا ہے اس عالم میں آپ کا مجھ سے چابی طلب کرنا مناسب نہیں مگر وہ باز نہ آیا اور اپنی بات پر مصر رہا۔ جب شور و شغب کی آواز حضرت شیخ الشیوخؒ کے کانوں تک پہنچی تو فرمایا "اگر عماد الدین چابی لینے پر مصر ہے تو دے دو"۔

عماد الدین چابی لے کر خزانے کی طرف لپکا مگر وہاں کیا دھرا تھا۔ جب دروازے کو کھولا تو صرف چھ دینار برآمد ہوئے اور وہ بھی حضرت شیخ الشیوخؒ کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہو گئے تذکرہ نگار عماد الدین کا ذکر کرتے ہوئے حسرت بھرے الفاظ میں لکھتا ہے:"چوں خالی از قسمت بود از دنیا و عقبیٰ ہیچ نہ یافت"

وصال : آپ کا وصال یکم محرم الحرام ۶۳۲ ہجری (مطابق ۲۷ ستمبر ۱۲۳۴ء) بروز بدھ وار عمر ترانوے (۹۳) سال بغداد شریف میں ہوا۔ مزار پر انوار بغداد شریف قبرستان وردیہ میں مرجعء خلائق و مصدر فیوض و برکات ہے۔

چند ارشادات عالیہ : ارباب طریقت اور تشنگان معرفت الٰہیہ کا آپ کے پاس ہجوم لگا رہتا تھا بعض سالکوں کے فواکحت ملاحظہ فرمائیں جو ہم "عوارف المعارف" سے درج کر رہے ہیں:۔

۱۔ خدمت کو نوافل پر فضیلت حاصل ہے۔ خادم کا مقام جس کی طرف اسے توفیق ہوتی ہے ایک نادر مقام ہے۔ بعض خادم اپنے مقصد و مدعا کو پہنچ جاتے ہیں، بعض نہیں، اس نادیدگی کی وجہ ان کی نیت کا کھوٹ ہوتا ہے۔ جو خادم خالص محبت رکھتا ہے وہ اپنے نفس کی پیروی نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے کام میں لومتہ الائم سے نہیں ڈرتا۔

۲۔ سبب کو ڈھونڈنا اور سوال کرنا عوام کا رتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ مسلوب الاختیار اور غیر اللہ سے ناواقف ہوتا ہے اور اللہ ہی کے فعل کا نظارہ کرنے والا اور اسی کے حکم کا منتظر ہوتا ہے۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو عطا کا دروازہ اس کی طرف کھل جاتا ہے اور تجلیات الٰہی کا بطریق انعال کشف ہونے لگتا ہے جو قرب کا ایک درجہ ہے۔ اس کے بعد وہ تجلی بطریق الصفات اور پھر تجلی بالذات تک پہنچتا ہے۔ تجلی بطریق الصفات سے ہیبت و انس پیدا ہوتا ہے اور تجلی بالذات سے فنا اور بقا نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا : مرید کو چاہئے کہ شیخ کی مجلس میں خاموش بیٹھا رہے اور جب خود شیخ حکم فرمائے تو کلام کرے۔ شیخ طالب کی نگاہ اپنے قول کی طرف چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ طالب اس کے قول کو سمجھتا اور اس پر اعتبار کرتا ہے۔ قول کی مثال تخم کی سی ہے اگر تخم خراب ہوتا ہے تو نہیں لگتا۔ کلام کے بیج کو خراب کرنے والی شے ہوائے نفس ہے۔ شیخ طالب کو اس کھوٹ سے پاک و صاف کرتا ہے اور اسے اللہ تبارک تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے لہٰذا اس کا کلام حق تھا حق ہے اور حق کے واسطے ہوتا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ اپنے لئے شیخ کی منزلت سے بالا تر کسی رتبہ کی تمنا نہ کرے بلکہ ہر منزلت کا شیخ ہی کے لئے خواستگار ہو۔ اس ادب اور ارادت سے مرید کو زیادہ مل جاتا ہے جو وہ خود اپنے لئے چاہتا ہے۔

۳۔ سالک اپنے اعمال سے شروع کرتا ہے پھر اس کے اوپر احوال طاری ہوتے ہیں اور وہ اس طرف ترقی کرتا ہے۔ بعد ازاں وہ اعمال و احوال کا جامع بن جاتا ہے جو انتہا ہے۔ اس وقت اس

marfat.com

کی روح باری تعالیٰ کی طرف منجذب ہوتی ہے اور قلب نفس سے اور نفس قالب سے کہتا ہے کہ میرا حکم مان، پس یہ تینوں قائم باللہ ہو جاتے ہیں۔ اس وقت روح محبت تمام اجزا میں سرایت کرتی ہے۔ کیس اسے ذکر و تلاوت کلام الٰہی سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھتا ہے تو ساری مخلوق بھی اسے محبوب رکھتی ہے۔

۴- مرید کے لئے مناسب ہے کہ وہ ہر کام میں اللہ کے لئے نیت کرے یہاں تک کہ کھانے پینے اور پہننے میں بھی۔

۵- مرید کا تزکیہ نفس شیخ کا مرتبہ اور اس کی تربیت کے اثر کو واضح کرتا ہے۔

۶- جب تک دل کو کھوٹ، دغا، فریب، دشمنی، کینہ، حرص، کبر، بغض، ریا اور غصے سے صاف نہ کرلے کبھی صفائی باطن میسر نہیں ہو سکتی اور نہ ایسے شخص کیلئے گودڑی اور صوف پہننی جائز ہے۔

۷- جو مصلح کو نہیں دیکھتا وہ جمال خداوندی بھی نہیں دیکھ سکتا۔

۸- جب کسی نئی کتاب یا علم کا مطالعہ کا ارادہ کرے تو مطالعہ سے پیشتر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلبگار بنے کیونکہ بعض اوقات مطالعہ کے ذریعے سے بھی ترقی درجات و حال نصیب ہو جاتی ہے۔

۹- صوفیائے کرام نے دعوت حق کو اسی طرح قبول کیا جس طرح ایک عاشق اپنے محبوب کی بات تسلیم کرنے میں لذت اور سکون محسوس کرتا ہے مگر دوسرے لوگوں کے لئے یہ دعوت حق ایک زحمت اور مجاہدہ ہے۔

۱۰- اہل باطن زاہد علما مذہب کے ضروری اصولوں اور شریعت کے بنیادی فرائض کو حاصل کرکے خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی کے ہو جاتے ہیں۔

۱۱- تصوف، فقر اور زہد تین جداگانہ چیزیں ہیں۔ تصوف، فقر و زہد کے تمام معانی پر حاوی ہے اور اس میں ان دونوں کے اجزا موجود ہیں تاہم اس میں ایسے اوصاف کا بھی اضافہ ہے جن کے بغیر کوئی صوفی نہیں بن سکتا خواہ وہ فقیر اور زاہد ہی کیوں نہ ہو۔

۱۲- صوفی وہ ہے جو ہمیشہ تزکیۂ نفس کرتا رہے اور اپنے قلب کو نفسانی آلائشوں اور کدورتوں سے پاک صاف رکھے۔

۱۳- استقامت قلب بغیر طمانیت نفس کے حاصل نہیں ہوتی اور جب نفس مطمئن ہوتا ہے تو شیطان اس سے مایوس ہو جاتا ہے ذکر الٰہی ایسا نور ہے جس سے شیطان اس طرح ڈرتا ہے جیسے کوئی آگ سے ڈرتا ہے۔

۱۴- مشاہدۂ افعال اور مشاہدۂ صفات جمع اور مشاہدۂ ذات جمع الجمع ہے۔

دہلی کے "مطبع مجتبائی" نے ۱۳۰۹ ہجری (۹۲-۱۸۹۱ء) میں ایک کتاب "کلمات طیبات" شائع کی تھی۔ اس کتاب کے باب دوم میں حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ کے رسالہ "اسرار العارفین و سیر الطالبین" کا فارسی میں ترجمہ درج کیا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ کرکے برادر طریقت محمد عبد السلام سہروردی خلیفہ مجاز پیر طریقت سہروردیہ" چودھری محمد اقبال حمید سہروردیؒ (کراچی)

marfat.com

نے ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ شائع کیا تھا جسے ہم درج ذیل کر رہے ہیں :

اسرار العارفین و سیر الطالبین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

فقراء کے گھر ویران ہو گئے ہیں اور ان کے شہروں کی بنیادیں ہل گئی ہیں۔ فقراء رحلت کر گئے ہیں اور بھلائے جا چکے ہیں۔ اب تو نقال اور بہروپیے بہت پیدا ہو گئے ہیں جو غیبت اور جھوٹ' دنیا کی طلب اور فریب و نفاق' بغض و کدورت۔ اور خیانت و کینہ' حسد و تکبر اور غصہ و حرص' ریاکاری اور دشمنی و عداوت مال و دولت کی خواہش اور سلاطین و امراء کی محبت اور حرام خوری میں مشغول ہیں اور یہ وہ مشاغل ہیں کہ جس سے دل حقیقی مردہ ہو جاتا ہے۔

ایسے اشخاص کی تو شہادت بھی قابل قبول نہیں ہوتی' تو پھر ان کی پیروی کرنا اور ان سے خلف و تبلیغ کی مسند حاصل کرنا کس طرح جائز اور روا ہو سکتے ہیں؟

لہٰذا میں نے چاہا کہ ایک کتاب میں سالکین اور فقراء اور عارفین کے علم کی باتیں تحریر کردوں (تاکہ لوگ اس سے رشد وہدایت پاسکیں اور صحیح تعلیمات زیادہ سے زیادہ اشخاص تک پہنچ سکیں) پس اس خواہش کے تحت میں نے یہ کتاب تصنیف کرنے کا عزم کرلیا اور قلم کو جنبش دی۔

میں اس کتاب کا نام "اسرار العارفین و سیر الطالبین" رکھتا ہوں اور خداوند سے اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق کا اسی سے سوالی ہوں جس طرح کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کا موضوع اور نام عطا کیا ہے اور مدد نہیں ملتی مگر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور وہی کل باتوں پر قادر ہے اور اس بات پر بھی کہ وہ اس کتاب کو حسب پسند بنا کر قبول فرمالے۔

العبد (شیخ الشیوخ) ابو حفص شہاب الدین عمر سہروردیؒ

سیرۃ نمبر ۱ : بندے کو اس قوت تک حق تعالیٰ کا قرب اور تقدس حاصل نہیں ہوتا جب تک وہ مخلوق سے دوری اختیار نہیں کرتا کیونکہ لوگوں کا قرب بندے کو اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت اور اطاعت سے نیز کل کائنات پر اللہ جل جلالہ کی بادشاہت و اختیار اور قدرت اور ملکوت کے بارے میں غور و فکر سے باز رکھتا ہے۔ پس خداوند کریم کا قرب حاصل کرنے کے لئے بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ مخلوق سے دوری اختیار کی جائے۔ جس طرح کہ کسی سلطان کا قرب "غیر سلطان سے" الگ ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اسی طرح بندے کو مولیٰ کا قرب "غیر مولیٰ" سے دوری اور علیحدگی اختیار کئے بغیر صحیح طور پر ممکن نہیں ہے۔

سیرۃ نمبر ۲ : شیخ وہ ہوتا ہے جس کی ذات تقدس حاصل کر چکی ہو جس کی غیر پسندیدہ صفات فنا اور صفات حمیدہ بقا پا چکی ہوں۔ کسی شخص کو اگر بعض کرامتیں میسر آ بھی جائیں تو بھی وہ اس قوت تک مسند مشیخت پر متمکن ہونے کا اہل نہیں جب تک کہ اس میں وہ صلاحیت نہ پیدا ہو

marfat.com

جائے جس سے کہ کاملین دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ایسا شخص تو خود اس بات کا محتاج ہے کہ اس کی اصلاح و تربیت کی جائے اور مرشد کامل اس کو معرفت و طریقت سکھائے۔ حضرت شیخ ابوالغیث یمنی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے

سیرۃ نمبر۳ : جس نے صوف اور جبہ پہنا اس نے لذیذ اور مرغن غذا نہ کھائی۔ وہ بادشاہوں سے اور اہل دنیا سے میل جول نہیں رکھتا۔ جس نے ایسا نہیں کیا اس نے نبیوں اور اہل سلوک کے لباس کا حق ادا نہیں کیا بلکہ اس میں خیانت اختیار کی۔

سیرۃ نمبر۴ : فقیر کے لئے بادشاہوں اور سلاطین سے میل جول حلال نہیں ہے کیونکہ ان کی صحبت سے فقیر کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے روایت ہے' کہ بادشاہوں کی صحبت فتنہ ہوتی ہے اور ان کا کھانا فقیروں کے لئے ایک ایسا زہر قاتل ہوتا ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ارشاد گرامی ہے کہ علم سے معرفت میسر آتی ہے اور ظالم کا چہرہ دیکھنے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

روایت ہے' کہ حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح ایک بدکار ناثر صحبت سے نیکوکار بن جاتا ہے یہی طرح نیکوکار بھی بدکاروں کی صحبت سے بدکار بن جاتا ہے اور جو بھی اس مسئلے کا انکار کرتا ہے وہ جھوٹا و گمراہ اور بے ایمان ہے کہ حدیث شریف کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **الصحبتہ تو ثر** (صحبت اثر کرتی ہے) حضرت علی کرم اللہ وجہہ' نے ارشاد فرمایا ہے کہ صالحین کی صحبت اہل عالم کیلئے "نور اور رحمت" ہے۔

سیرۃ نمبر۵ : سالک کو چاہئے کہ وہ ذکر اللہ میں کثرت سے مشغول رہے تا آنکہ اس کے جسم کے بالوں میں سے ہر ایک بال زبان بن جائے (یعنی ہر ایک بال بھی ذکراللہ میں مشغول ہو جائے)۔

سیرۃ نمبر۶ : ارادت کا ثمرہ یہ ہے کہ ایک طالب ہدایت بیعت کے بعد ریاضت نفس اور راہ سلوک پر گامزن ہو کر خود کو اہل دنیا' امیروں' بادشاہوں اور ہوائے نفس سے دور رکھتا ہے۔

سیرۃ نمبر۷ : مبتدی مرید کو چاہئے کہ وہ تمام فضول باتوں مثلاً فضول نظر' فضول کلام' فضول کھانے پینے اور جملہ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

سیرۃ نمبر۸ : روایت ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا :

"طالب مولا اور خصوصاً" مرید کو چاہئے کہ وہ بغیر حاجت کلام نہ کرے"۔

سیرۃ نمبر۹ : جب مرید خلوت اور عزلت سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو اپنے شیخ محترم کے قدم مبارک پر شکر و منت کے طریق اپنا سر رکھ دے (کیونکہ حضرت شیخ کے قدموں کی برکت سے ہی اس کو یہ سعادت ملی کہ اس نے وہ خلوت و عزلت مکمل کرلی اور فیوض و برکات عالیہ سے بہرہ ور ہوا۔

بعض فقہا نے کہا ہے کہ ایسے فعل سے کافر ہو جاتا ہے لیکن ان فقہا میں سے اکثر اس تکفیر

marfat.com

کے بعد اس بات کے قائل ہو گئے کہ یہ فعل (یعنی سجدۂ شکر) تحیت یعنی "دعا و سلام" ہے نہ کہ "عبادت" کیونکہ شیخ مرید کو گمراہ کرنے والا نہیں ہوتا۔

سیرۃ نمبر۱۰ : درویشی دراصل دنیا سے پرہیز کرنے کا ہی نام ہے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: **حب الدنیا راس کل خطیئۃ و فتنۃ و بلیۃ** (دنیا کی محبت تمام خطاؤں اور فتنوں اور بلاؤں کی جڑ ہے)

سیرۃ نمبر۱۱ : جو مرید کہ درویش طبع ہوتا ہے وہ بقدر حاجت حصول روزی کر کے ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں میں بیٹھنا پسند نہیں کرتا اور مراقب ہو جاتا ہے۔ مراقبہ کے معنی مغیبات جیسے عالم ملکوت وغیرہ میں نظر کرنا ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ مراقبہ ہر لحہ و ہر لحظہ غیب کے ملاحظہ کے لئے روحانی سیر ہے۔

سیرۃ نمبر۱۲ : خلوت لوگوں سے میل جول کا ترک کرنا ہے خواہ درویش بظاہر ان کے درمیان ہی رہے۔ بعض نے کہا ہے کہ خلوت اس بات کا نام ہے کہ دل ذکر اللہ کے سوا باقی تمام اذکار سے خالی ہو جائے اور بعض نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ ذکر سے انس پیدا ہو جائے تو یہی مراقبہ ہے۔

خلوت کی مدت چالیس یوم ہے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **من اخلص للہ اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ**

(جو کوئی چالیس دن تک اللہ کی طرف خلوص دل سے متوجہ رہے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اس کی زبان پر آ جاتے ہیں)۔

سیرۃ نمبر۱۳ : عزلت یہ ہے کہ اہل زمانہ سے دور ہو جائے۔ طمع و نفس کی برائیوں اور اس کی شہوتوں کو ترک کر کے پرہیز اختیار کر لے۔

سیرۃ نمبر۱۴ : اہل دنیا اور مالدار لوگوں کی صحبت سے قلب مردہ ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا (اللہ پاک اس سے اپنی پناہ میں رکھے) اور جب مومن کا قلب مرجاتا ہے تو وہ سنگ و خشت بن جاتا ہے پس پھر وہ جو چاہتا ہے کہنے لگ جاتا ہے (یعنی فضول اور لایعنی باتیں کہنے لگتا ہے)۔

سیرۃ نمبر۱۵ : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ لوگوں میں میل جول رکھتا ہے اور دنیا کا طالب ہے اور پھر خدا کی طلب بھی کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق اور مردود ہے اور دنیا کے چوروں میں سے ایک چور ہے"۔

سیرۃ نمبر۱۶ : حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

"طالب دنیا طالب خدا نہیں ہوتا اور اہل سلوک اس طریق طلب خدا میں سالکوں سے پیار و محبت رکھتے ہیں نہ کہ اہل دنیا سے"۔

سیرۃ نمبر۱۷ : جو شیخ کہ مذہب اہل سنت و جماعت کے قانون پر نہ ہو اور اس کی حرکات و

marfat.com

سکنات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق نہ ہوں تو وہ دین کے چوروں اور ڈاکوؤں میں سے ہے۔

سیرۃ نمبر۱۸ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں بد ترین اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو دنیا کا غم کھاتا ہو۔

پوچھا گیا کہ دنیا دار کون ہوتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا : "جو بھی ایک شبانہ روز کی قوت (خوراک) سے زیادہ طلب کرے وہ مالدار ہے نہ کہ فقیر"۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے ہر اس شخص پر صدقہء فطر واجب قرار دیا ہے جس کے پاس ایک دن رات کی قوت (خوراک) سے زیادہ ہو۔

سیرۃ نمبر۱۹ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

قلب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ قلب سلیم' قلب منیب اور قلب شہید۔

قلب سلیم : قلب سلیم وہ ہے کہ اس میں معرفت خدا کے سوا کچھ اور نہ ہو۔

قلب منیب : قلب منیب وہ ہے جو مخلوق کو دیکھ کر خالق کی طرف راجع ہوتا ہے۔

قلب شہید : قلب شہید وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ و تقدس کو ہر چیز میں مشاہدہ کرتا ہے۔

سیرۃ نمبر۲۰ : شیخ کو لازم ہے کہ مرید کے احوال سے عارف و دانا ہو تاکہ وہ حسب حال مرید کو نصیحت اور اسکی رہنمائی کر سکے اور جو ایسا نہیں ہے تو وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

سیرۃ نمبر۲۱ : مرید کو یہ امر زیب نہیں دیتا کہ اس کے قلب میں ذرہ بھر بھی حب دنیا باقی ہو کیونکہ دنیا مردار ہے۔ پس اس کا ایک ذرہ بھی خون کے قطرہ کی مانند ہے کہ جب وہ پانی میں گر جائے تو تمام پانی فاسد و ناپاک ہو جاتا ہے۔

سیرۃ نمبر۲۲ : مشائخ طریقت نے ارشاد فرمایا ہے کہ دولتمند وں کی صحبت فقیر کے لئے ایسا زہر قاتل ہے کہ جس کی کوئی دوا نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اہل دنیا سے ہر ممکن طریقے پر پرہیز لازم ہے کیونکہ دنیا کی محبت نے لوگوں کے دلوں میں گھر بنا لیا ہے (پس ان کی صحبت سے ضرر عظیم پہنچے گا)۔

سیرۃ نمبر۲۳ : حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

"جس نے بھی ایک رات اس طرح گزار لی کہ اس کے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ و کدورت قائم رہا تو اس کا نام فقراء کے دیوان سے مٹا دیا جاتا ہے بعض محققین کا ارشاد ہے کہ ان کے مذہب میں کدورت اس بات کا نام ہے کہ بے احترامی کسی مسلمان بھائی کا نام لیا جائے"۔

سیرۃ نمبر۲۴ : اے طالب صادق جان لو کہ جب تم خود کو دنیا میں پڑا ہوا دیکھو اور تم دنیاوی جاہ و رفعت اور قدر و منزلت کے دلدادہ ہو جاؤ اور لوگوں کے لطف و کرم کے اسیر ہو جاؤ تو تم کو اپنے

marfat.com

نفس کی اس حالت پہ رونا چاہئے کیونکہ فقر تو درحقیقت حب دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا نام ہے۔

سیرۃ نمبر ۲۵ : تمام مذاہب میں درویش کے لئے اہل دنیا سے اختلاط کرنا اور بادشاہوں اور سلطانوں کے دروازے پر جانا حلال نہیں ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے۔ وہ بد ترین درویش ہے کہ جو کہ مالدار کے دروازے پر آتا ہے اور نیکو ترین دولتمند وہ ہے جو درویش کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ عراق کا بادشاہ تین سال تک مریض رہا۔ اس نے حضرت شیخ سہل بن عبد اللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ کو بہ عجز و انکسار طلب کیا تاکہ وہ اس کے لئے دعا کریں اور اس پر اپنی شفقت اور شفاء کی نظر مبذول فرمائیں۔ چنانچہ ان کی شفقت کی نظر اور دعا کی برکت سے بادشاہ نے شفا پائی حضرت شیخ سہل بن عبد اللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ جب اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لائے تو تین سال تک عزلت نشین رہے گویا آپ نے بادشاہ سے صرف ایک ملاقات کرنے کا یہ کفارہ ادا کیا۔ حالانکہ یہ ملاقات بھی اپنے کسی مقصد کیلئے نہیں تھی بلکہ صرف بادشاہ کی شفایابی کی دعا اور نظر کرم کیلئے تھی۔

سیرۃ نمبر ۲۶ : جو شخص کہ ہمیشہ دنیا میں مشغول رہتا ہے وہ ہمیشہ ہی حق سبحانہ' و تعالیٰ سے دور رہتا ہے کیونکہ دنیا میں مشغول ہو جانا ایک بہت بڑا حجاب ہے اور اہل دنیا سے نجات پانے کا راستہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت کو اختیار کیا جائے۔

سیرۃ نمبر ۲۷ : سالکوں اور عارفوں کی راہ میں پہلا قدم ہی یہ ہے کہ علائق دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیا جائے۔ جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

طالب الدنیا لا یکون طالبا للمولی (طالب دنیا مولا کریم کا طالب نہیں ہو سکتا)۔

اکثر اہل سلوک سے منقول ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو کبھی کوئی مہم یا کوئی اور عظیم امر پیش آتا تو وہ گدڑی یا کملی پہن لیتے اور گردن یا پاؤں میں یا سر پر زنجیر ڈال کر حق سبحانہ' تعالیٰ کے حضور مناجات کرتے جو فوراً قبول ہوتی اور یہ امر جان لو کہ زنجیر یا رسی گلے یا پاؤں میں ڈالنا ایک مستحسن فعل ہے اور حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور اس سے مراد انتہائی درجہ تواضع و انکساری' محتاجی' انتہائی تعظیم اور رقت قلب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

مندرجہ بالا بیان کی تائید میں یہ ہے کہ بعض تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی نے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کو دیکھا کہ ان کی پشت مبارک پر دروں کے نشانات تھے۔ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' کی خدمت میں گیا اور بیان کیا کہ میں نے حضرت امیر المومنین کو دیکھا کہ ان کی پشت مبارک پر دروں کے نشانات ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' نے جواب میں ارشاد فرمایا : "سبحان اللہ! وہ کون ہے جو حضرت امیر المومنین کو درہ مار سکے۔ حضرت روزانہ خلوت میں جاتے ہیں اور اس وقت

marfat.com

اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں اور جمعہ کی رات کو حضرت درہ لے کر اپنے نفس کو مارتے اور فرماتے کہ تو نے ایسا کیا اور تو نے ویسا کیا"۔ والحمد للہ علی الاتمام والرسولہ الصلوۃ والسلام

وصایا

حضرت شیخ الشیوخؒ کے عربی زبان میں مختصر رسالہ "وصایا" کا اردو ترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی نے کیا ہے جو "المعارف" گنج بخش روڈ لاہور نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔ ہم اس رسالہ سے چند اقتباسات یہاں درج کر رہے ہیں۔

وصیت متعلقہ ادائیگی حقوق اللہ : جس کسی کا قلب نور ایمان سے منور ہوگیا اور جس کو اسلام کے متعلق شرح صدر ہوگیا اس کے تمام اعضاء و جوارح میں نور سرایت کر جاتا ہے اور وہ شرع کے دائرے میں اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے پھر وہ بندہ اس مقام پر ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان میں نور پیدا ہو جاتا ہے پس وہ حق بولتا ہے' صادقین کے قلوب اس کے قول کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کے قول اور نصائح سے راہ استقامت پر آ جاتے ہیں۔ انابت قلب اس کے اندر متحقق ہو جاتی ہے اور جس کو انابت حاصل ہو جاتی ہے وہ ان وسوسوں کی نفی کرتا ہے جو دل میں گھومتے ہیں---- بسا اوقات کمال نورانیت قلب کے ساتھ ساتھ "معانی القرآن" اور مطالعہ "عظمت متکلم" بھی اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ہو جاتا ہے تو وہ قرآن کا بڑا حصہ بغیر وسوسہ اور بغیر حدیث النفس کے پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ان رجال صدیقین اور مشائخ صوفیہ کی صحبت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے جو امتہ المتقین اور صاحب احوال ہوتے ہیں اور جن کو علم دراستہ (علم ظاہر) پر عمل کرنے سے علم وراثت (علم حقیقی) حاصل ہوتا ہے اور جو صادقین کے قلوب اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ یہ حضرات زمین پر اللہ کا لشکر ہیں۔ احوال اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں مگر یہ بطریق صحبت حاصل کئے جاتے ہیں۔

شکر اشرف الاعمال ہے اور سب اعمال کے مقابلے میں کم پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وقلیل من عبادی الشکور** (میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہیں) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ "ہمت" کو اسی کی طرف مجتمع رکھا جائے اور قلب کی توجہ اسی کی جانب ہو۔ مراقبہ' مشاہدہ' اللہ تعالیٰ کی محبت اور یہ تصور کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قلب کو پسند نہیں فرماتا جس میں تفرقہ ہو۔ دو ذکر ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔ قلب کی وحدانیت وحدانیت رب کو پیش نظر رکھ کر ضروری ہے۔ چاہئے کہ وہ (بندہ) سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا بھی مشتاق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی طرف نظر ڈالنے کو اچھا نہ سمجھے یہاں تک کہ اس کے سر' قلب اور روح پر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی طلب غالب آ جائے۔ اس کا کوئی سانس طلب حق کے بغیر نہ نکلے۔ یہ ادب انفاس ہے۔

وصیت متعلقہ محاسبہ قلب وغیرہ : وہ عقل جو پختہ کار ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے وہ دنیا اور دنیا داروں سے بے پرواہ نہ رہنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ عاقل کا کام ہے کہ وہ اپنے قلب سے آخرت کی طرف متوجہ ہو۔ جب تزکیہ نفس ہوگا تو آئینہ قلب روشن ہو جائے گا

marfat.com

اور اس کے اندر گناہ کی برائی ظاہر ہونے لگے گی نیز توجہ الی اللہ کا ارادہ قلب میں پیدا ہو جائے گا۔ وہ اللہ کے ماسوا کو نظرانداز کر دے گا۔ اس وقت بدن بھی اس طرح نرم ہو جائیں گے جس طرح دل نرم ہو گئے۔ انسان اپنے اعضاء و جوارح پر پورا پورا کنٹرول اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک قلب ایسا بیدار نہ ہو جائے جو برابر محاسبہ کرتا رہے۔

وصیت متعلقہ ارادت : مرید کو اپنی ارادت میں ایک شیخ کی ضرورت ہے جو صاحب بصیرت ہو وہ راہ سلوک طے کرائے اور اس کو طرق مواجید اور اسباب مزید بتائے۔ نیز صفات نفس' اخلاق نفس اور مخفی شہوات نفس سے آگاہ کرے اس لئے کہ معرفت نفس طریقہء صوفیاء کی جڑ اور بنیاد ہے۔ معرفت نفس کا معرفت رب سے گہرا تعلق ہے جیسا کہ ایک بزرگ کا مقولہ ہے "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا"۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ جب کوئی شخص زہد فی الدنیا اور تقویٰ کے بغیر علم کو جمع کرے گا تو وہ فقط علم کا ایک برتن ہو گا۔ حقیقی عالم وہی ہو گا جو تقویٰ اختیار کرے گا۔

وصیت متعلقہ تقرب الی اللہ : وہ اعمال جن سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ تلاوت قرآن' ذکر بالقلب اور مراقبہ ہیں۔ مراقبہ یہ ہے کہ بندے کے قلب میں علم راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس کے ضمیر کی پوشیدہ باتوں پر بھی مطلع ہے۔ (نیز) یہ بات بھی مناسب ہے کہ ہمیشہ طہارت پر رہے اور جب وضو ٹوٹے تو دوبارہ وضو کرے اور اس بات کی حتی الامکان کوشش کرے کہ قبلہ رخ بیٹھے اور اس بات کا تصور کرے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہے یہاں تک کہ اس کو سکینہ اور وقار حاصل ہو جائے۔

وصیت متعلقہ تقویٰ و زہد : (۱) تقویٰ اللہ : اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اپنے اعضاء کو شرع کی منع کی ہوئی باتوں سے قولاً" و فعلاً" محفوظ رکھے۔ (۲) زہد فی الدنیا : زہد اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ نفس غذا' لباس اور مکان میں بقدر حاجات سے زائد مطالبے کو ساقط کر دے۔ (۳) دوام عمل : اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کبھی قلب اور جوارح دونوں سے اور کبھی فقط قلب سے۔ (۴) حدود شرع کی رعایت اور فرض نمازوں کا اہتمام : فریضہء نماز کا حسن' حضور قلب ہی ہے (لہذا) تلاوت اور رکوع و سجود کے تمام اذکار اور نماز کی تمام شکلوں اور حالتوں میں دل اور زبان کو جمع کرنے میں امکانی کوشش کریں' کوئی ایسی بات پر قانع نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قلب کی بجائے قالب لے کر جائے۔

وصیت : میں تجھے تقویٰ اللہ اور خشیت کی وصیت کرتا ہوں نیز حق اللہ' حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق والدین اور تمام مشائخ کے حقوق ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں پس اس صورت میں اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گا۔ اللہ کی طرف سے ڈھیل کی وجہ سے بے خوف نہ ہو جانا اور اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا۔ خوف و رجا کے درمیان زندگی بسر کرنا۔

وصیت متعلقہ فقر و درویشی کے بنیادی امور : میں نے قناعت کے اندر دنیا و آخرت کی بھلائی اور طمع کے اندر تمام جہان کی برائی دیکھی سب سے اچھی زینت تواضع کو پایا اور سب سے

marfat.com

بری چیز بخل کو۔ جامع شر حسد کو پایا۔ کسی شخص کے سامنے دست سوال دراز کرنے میں ذلت کی موت پائی۔ مجھے حیات ابدی سوال سے بچنے اور اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے میں نظر آئی۔ کوشش اور جدوجہد میں توفیق کا مشاہدہ اور تجربہ کیا۔ ہر حریص کو محروم دیکھا اور جس کسی کو طالب دنیا دیکھا مغموم پایا۔

نفس کی صفات مذمومہ یہ ہیں کہ وہ شر سے محبت اور خیر سے بغض رکھتا ہے تو نفس کے منہ میں تقویٰ کی لگام دے اور اس کو تواضع اور انکساری کی زنجیروں میں جکڑ دے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی خیریت چاہتا ہے تو اس کو نفس کے عیب سے خبردار کر دیتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

دیگر نصائح : (۱) جب کسی بندے کا قلب لا الہ الا اللہ کو (بکثرت) پڑھنے سے صاف ہو جاتا ہے تو کائنات کے تمام ذرات کا اس کے قلب سے اس طرح اتصال ہو جاتا ہے جس طرح رگوں کا جسم سے ہے۔ (۲) "احوال" مغز اور گری کی مانند ہیں یہ احوال اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جب تک (نیک) اعمال کے چھلکے ان کی حفاظت نہ کریں۔ (۳) وہ عقلا" جن کی عقلوں سے نور ہدایت قریب ہے فانی پر باقی کو ترجیح دیتے ہیں اور نفوس انسانیہ اپنی پیدائش خصلت کے اعتبار سے فانی اشیاء کی طرف رغبت رکھتے ہیں مگر جس نفس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے دے وہ نور روح کے سرایت کر جانے کے بعد نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور امر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ (۴) جب کسی برے کام کے زائل کرنے پر قادر ہو تو چاہئے کہ اخلاص کے ساتھ زائل کرے۔ امر بالمعروف مامور بہ ہے مگر امر معروف' معروف اور معقول طریقے سے ہونا چاہئے۔ (۵) جو دنیا کا اور جاہ و مرتبہ کا حریص ہے وہ شیخ بننے کی صلاحیت بالکل نہیں رکھتا۔ شیخیت کا اہل وہ ہے جو اپنی خواہش کا تبع نہ ہو۔

منقبت

زر حضرۃ السہروردی الفتی عمرا فان من زارہ بالفیض قد غمرا
تری العوارف تبلوا من معارفہ فما لہا احد فی الکون قد نکرا"

(جو ان عمر حضرت سہروردی کی زیارت کر۔ پس جس نے ان کی زیارت کی وہ فیوض سے سرشار ہوا ان کے حالات سے تو بے شمار خوارق دیکھتا ہے کہ عالم کائنات میں کسی کو گنجائش انکار نہیں)

marfat.com

باب چہارم

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہء سہروردیہ کی ترویج

تصوف کے اکابر چہار سلاسل- قادریہ- سہروردیہ- چشتیہ اور نقشبندیہ کے صوفیائے کرام نے برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ کی قابل قدر خدمات انجام دیں- چشتی اور سہروردی سلسلوں کا آغاز سلطان ایلتمش کے عہد سلطنت میں ہوا جبکہ قادری اور نقش بندی سلسلوں کا آغاز عہد مغلیہ میں ہوا سلسلہء سہروردیہ ملتان میں حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کے ذریعے تیرہویں صدی عیسوی میں روشناس ہوا گویا ملتان سلسلہء سہروردیہ کا پہلا مرکز قرار پایا اگرچہ آپ سے پیشتر سندھ میں حضرت نوح بھکری سہروردیؒ (خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ) بمقام بھکر (سندھ) قیام فرماتے لیکن اس سلسلہء عالیہ کی صحیح معنوں میں ترویج کا سہرا حضرت غوث العالمین ملتانیؒ کے سر مبارک پر ہے جن کی وساطت اور سعی بلیغ سے اس سلسلہء عالیہ کو فروغ حاصل ہوا- بالفاظ دیگر برصغیر پاک و ہند میں آپ ہی اس سلسلہ کے مورث اعلیٰ ہیں-

ایران اور عراق میں فسادات و غارت گری کے سبب اکثر مشائخ کبار نے ہندوستان کا رخ کیا چنانچہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے بنگال میں سلسلہء عالیہ سہروردیہ کا مرکز قائم کیا جسے ہم سہروردیہ کا مرکز دوم کہہ سکتے ہیں- تیسرا سہروردی مرکز حضرت رکن عالم ملتانی سہروردیؒ کے خلیفہ حمید الدین حاکم سہروردیؒ نے مئو شریف (سابق ریاست بہاول پور) میں قائم کیا- آپ حضرت غوث العالمین ملتانی سہروردیؒ کے داماد تھے- چوتھا مرکز حضرت مخدوم سید جلال الدین میر سرخ بخاریؒ (جو حضرت غوث العالمینؒ کے اکابر خلفا میں سے تھے) بمقام اوچ شریف میں قائم کیا آپ کی آمد سے پیشتر یہاں ہندو اور غیر مسلم آباد تھے اور اسے دیو گڑھ کہتے تھے حضرت میر سرخ بخاری ۶۴۲ ہجری مطابق ۱۲۴۴ء میں یہاں تشریف لائے- اوچ [illegible]۱۳ عیسوی سے ۱۳۸۳ء تک سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ترویج و اشاعت کا قابل قدر اور نمایاں مرکز رہا- پانچواں مرکز مدینۃ الاولیا لاہور میں سب سے پہلے سہروردی بزرگ حضرت شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگیؒ نے قائم کیا جو سلطان حمید الدین حاکم سہروردیؒ کی اولاد میں سے تھے- چھٹا مرکز خطہ کشمیر میں حضرت سلطان العارفین حضرت شرف الدین المعروف بلبل شاہؒ نے ۱۳۲۴ عیسوی میں قائم کیا جسے سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہؒ اور امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے پروان چڑھایا

اس باب میں ہم حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ تا حضرت رکن عالم ملتانیؒ کا ذکر خیر کر رہے ہیں- برصغیر پاک و ہند میں عروس البلاد ملتان شریف کو ہی وہ خصوصیت حاصل ہے جہاں سے سلسلہ ءعالیہ سہروردیہ کے انوار اور فیوض و برکات برصغیر اور دیگر اکناف عالم میں آفتاب کی کرنوں کیطرح پھیل کر سعادت مندوں کے سینوں کو منور کر رہے ہیں اور تا قیام قیامت انشاء اللہ کرتے رہیں گے-

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہء سہروردیہ کے مورث اعلیٰ

حضرت غوث العالمین شیخ الکبیر بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ

شجرہ نسب : بقول صاحب "انوار غوثیہ" مخدوم حسن بخش قریشیؒ" حضرت شیخ الکبیر بنو ہاشم ہیں شجرہ نسب یوں ہے: غوث العالمین بہاء الحق ابو محمد ذکریا بن شیخ وجیہہ الدین محمد غوث بن کمال الدین ابوبکر

marfat.com

بن جلال الدین بن علی قاضی بن شمس الدین بن حسین بن عبد اللہ بن حسین بن مطرف بن حذیمہ بن حازم بن تاج الدین المطرف بن عبد الرحیم بن عبد الرحمٰن بن حبار بن اسد بن ہاشم بن عبد المناف۔

خاندان : "سیر العارفین" کے مطابق آپ کے دادا کمال الدین ابوبکر (علی شاہ) قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم آئے تھے وہاں سے ملتان پہنچے اور اس شہر میں ایک عرصہ تک سکونت پذیر رہے۔ وہ حرمین شریف کے حاجی تھے، پرہیزگاری میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے ان کے ایک لڑکے وجیہہ الدین (محمد غوث) نامی تھے جو نیک نفس اور فرشتہ خصلت تھے۔ مولانا حسام الدین ترمذی تاتاری منگول کے خروج کرنے کی وجہ سے اس ملک (پاک و ہند) میں چلے آئے اور کوٹ کروڑ میں قیام پذیر ہوئے جسے سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان فتح کرنے سے قبل تسخیر کیا تھا۔ ان کی ایک عفیفہ و طاہرہ صاحبزادی تھیں انہوں نے شیخ وجیہہ الدین سے ان کا عقد کر دیا اور حضرت شیخ بہاء الدین اسی قلعہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں لاہور کا حاکم خسرو شاہ تھا جو حکومت غزنی کا آخری حکمران تھا۔

ولادت : آپ ۱۳ رمضان المبارک ۵۶۶ ہجری مطابق ۳ جون ۱۱۷۱ عیسوی لیلۃ القدر شب جمعہ بوقت طلوع سحر پیدا ہوئے۔ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ چونکہ رمضان کے ایام تھے حضرت نے دودھ نہ پیا۔ صاحب "خلاصۃ العارفین" لکھتے ہیں کہ جب آپ کے والد محترم محمد غوثؒ قرآن مجید پڑھنے بیٹھتے تو یہ نومولود دودھ پینا چھوڑ دیتا اور حضرت کی طرف متوجہ ہو جاتا۔

تعلیم و تربیت : اوائل عمر میں ہی مولانا نصیر الدین بلخی کے پاس پڑھنے بیٹھے اور سات سال کی عمر میں قرآن شریف ہفت قرات کے ساتھ حفظ کر لیا۔ ازاں بعد درسی کتب کی طرف متوجہ ہوئے اور ابھی صرف و نحو کی بحث ہی میں تھے کہ "انشراح صدر" ہو گیا۔ ۵۷۷ ہجری میں والد محترم وصال فرما گئے تو عم محترم احمد غوثؒ نے دستار بندی کر کے آباؤاجداد کی مسند پر بٹھا دیا اور خاندانی خزانہ بھی سپرد کیا مگر آپ نے انہیں یہ فرماتے ہوئے کہ مجھے اطمینان سے تحصیل علم کرنے دیں خزانہ وغیرہ عم محترم کے سپرد کر دیا اور حصول تعلیم میں کوشاں ہو گئے۔ یہاں سے استفادہ کے بعد خراسان اور پھر بخارا میں چار سو چوالیس (۴۴۴) باکمال اساتذہ سے سند فضیلت حاصل کی بقول صاحب "خزینۃ الاسرار" در خراسان و بخارا شہرتے عظیم یافتند کہ اہل آں جا ایشاں را بہاء الدین فرشتہ مے گفتند"

خراسان میں سات برس تک درس ظاہری میں مشغول رہے وہاں سے بخارا پہنچے اور علم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ درجۂ اجتہاد حاصل کیا۔ تحصیل علم کے اس عرصہ کے دوران چار سو چوالیس اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ وہاں سے مکہ معظمہ آ کر مشغول علم ہو گئے حج اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پانچ سال تک روضہ اقدس سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجاور رہے۔ شیخ کمال الدین یمنیؒ سے جو بڑے محدثین میں سے تھے علم حدیث حاصل کیا۔ مولانا یمنیؒ (۵۳) ترپن سال تک حرم محترم کے مجاور رہے وہ بھی ہر سال بیت اللہ کی زیارت کرتے تھے اور پھر حرم محترم مدینہ منورہ آ جاتے۔ جب حضرت بہاء الدین ذکریاؒ نے تمام علم حدیث مولانا یمنیؒ سے پڑھ لیا اور اس میں کمال حاصل کر لیا تو مولانا نے حضرت کو اجازت نامہ لکھ کر دے دیا اور حدیث کا درس دینے کی بھی اجازت بخشی جیسے کہ

marfat.com

محققین محدثین کی رسم ہے اس کے بعد حضرت غوث العالمینؒ بیت المقدس کی جانب آئے اور ان انبیا علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے جو وہاں آرام فرما ہیں۔ شیراز میں شیخ نظام الدین محمودؒ سے (جو بغیر کسی واسطے کے حضرت شاہ نعمت اللہؒ ولی کے مرید اور شیراز کے شیخ الاسلام تھے) کرامات عالی اور مقامات بلند حاصل کرنے کے بعد بغداد آئے۔

ریاضتیں اور مجاہدے : بقول صاحب "خلاصۃ العارفین" ایک مرتبہ فرمایا: "یہ فقیر بیس سال کامل ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک طعام پر روزہ افطار کرتا رہا ہے۔ اس کے بعد مجھے حج بیت اللہ کا شوق ہوا اور ہر قدم پر دوگانہ ادا کیا۔" جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے (مدینہ منورہ میں مولانا کمال الدین محمد یمنیؒ سے (جو خاندان صدیقؓ کے نامور محدث تھے) علم حدیث کی تکمیل پانچ سال میں کی اور حدیث پڑھانے کی سند حاصل کی۔ علوم باطنی کی جستجو میں سیر و سیاحت کے دوران تیرہ سو اسی سے زائد مشائخ کرام کی زیارت کی اور ان کے فیوض برکات حاصل کئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کعبہ پیچ کر حج کیا۔ عرفات کی پہاڑی پر حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی انہوں نے تین سال کامل اپنی خدمت میں رہنے کا موقع بخشا اور ان سے فیض یاب ہوا اور روضہ رسول مقبولؐ پر حاضر ہو کر تین سال وہاں گزارے اور ظاہری و باطنی مشاہدہ کیا۔ یہیں سے اشارہ ہوا کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا نصیبہ حاصل کرو چنانچہ پھر نیا احرام باندھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا "بہا الدین! تم بہت نیک وقت پر آئے دس سال سے میں تیری راہ دیکھ رہا ہوں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بارے میں اشارہ فرمایا ہے کہ جس رات مجھے معراج کو لے گئے اس رات میں نے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں اور دوسرے قدسیوں کو عرش کے نیچے دیکھا کہ ایک پیراہن و کلاہ کو دیکھ کر مارے خوشی کے رقص کر رہے ہیں۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے؟ روح الامین نے عرض کی "جب سے خداوند تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور میری آمد و رفت شروع ہوئی ہے میں برابر اس آواز کو سن رہا ہوں' اور یہ کلاہ و پیراہن اس طرح رقص کرتے دکھائی دیتے رہتے ہیں مگر اصل حقیقت سے مجھے بھی آگاہی نہیں ہے" اس وقت ندا آئی "اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) یہ کلاہ اور پیراہن ہمارے خاص بندے کے ہیں جو آپ کی امت سے ہے۔ روز میثاق سے نعرۂ "الست بربکم" سن کر شوق وصال میں مستغرق اور عالم وجد میں ہے۔ اسی کی روح سے ہی "اللہ ھو" کی یہ آواز آرہی ہے اس کا نام شیخ العالم غوث بہاالدین ذکریا ہے"۔

صاحب "خلاصۃ العارفین" لکھتے ہیں : خواندن ایں اسم ذاتی ("اللہ ھو") طریق غوثیہ است۔ بعضے جلی می خوانند و بعضے خفی و بعضے حبس ے کنند و کمال این است کہ ایں اسم ذاتی در دل جاری می شود اگرچہ کسے در کارے مشغول باشد۔

فیوض و برکات و عطائے خرقہ ہا : حضرت شیخ الشیوخؒ نے ازاں بعد فرمایا: کہ آج رات خلوت کرو جو کچھ مشاہدہ میں آئے اس سے ہمیں آگاہ کرو۔ چنانچہ شیخ کے حکم کے مطابق میں نے خلوت کی۔ آدھی رات گزری تھی کہ خواب میں شیخ الشیوخؒ نظر آئے۔ عرش کے قریب کھڑے خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ میں نے بھی اپنے آپ کو عرش کے قریب پایا۔ شیخ نے مجھے دیکھ کر اشارہ سے بلایا میں قریب گیا دیکھا کہ عرش کریم کے نیچے ستر خرقے آویزاں ہیں۔ حضرت نے ان

marfat.com

میں سے ایک خرقہ اتار کر مجھے پہنایا اور ٹوپی میرے سر پر رکھی۔ اس وقت مجھ پر اس قدر عنایات ہوئیں اور اس قدر تجلیات مشاہدہ میں آئیں کہ ان کی ہیبت سے میری آنکھ کھل گئی۔ ٹوپی اب تک میرے سر پر موجود تھی۔ پیر طریقت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے حجرہ سے نکلا۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کا خادم میری طرف لپکا چلا آتا ہے۔ کہا' آپ کو شیخ الشیوخؒ یاد فرماتے ہیں۔ جب میں حاضر ہوا تو فرمایا: دائیں طرف دیکھ۔ میں نے ادھر نظر کی' ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے خرقہ تھام رکھا تھا۔ فرمایا: بہا الدین! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرقہ سنبھال۔ میں نے خرقہ کو سنبھالا ہی تھا کہ ہاتھ گم ہو گیا۔ فرمایا: یہ خرقہ حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر تجھے عنایت فرمایا ہے اور عالم خواب میں جو خرقہ تجھے عطا ہوا ہے وہ قادر ذوالجلال نے اپنے فضل عظیم سے تجھے مرحمت کیا ہے۔ شیخ الشیوخؒ نے اس وقت جو خرقہ زیب تن کر رکھا تھا اپنے بدن مبارک سے اتار کر میرے سر پر رکھ دیا۔ فرمایا: عظمت' رحمت اور برکت کے یہ تینوں خرقے اپنے سر پر رکھ لے۔ اس قسم کے تین خرقے اسی ترتیب سے آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ اپنا مصلیٰ جس پر حضرت نے ستر برس تک حق تعالیٰ کی عبادت کی تھی اور وہ خرقہ جو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ' سے حضرت کو مشائخ سلسلہ کے توسل سے پہنچا تھا دونوں اس خاکسار کے سپرد فرمائے۔ حضرت غوث العالمینؒ سترہ دن حضرت شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں رہے۔

گیارہ سو (۱۱۰۰) ارباب حال جو معرفت الٰہی میں خاص مقام رکھتے تھے اور سب کے سب عارف اور حسن ازل کے سچے پرستار تھے شیخ کی اس کرم بخشی پر سخت حیران ہوئے اور کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس ہندی درویش نے ایک رات دن میں تمام دولت و نعمت سمیٹ لی لیکن ہم میں سے کسی پر ایسی توجہ نہ ہوئی۔ حضرت کو جب اس ماجرے کی اطلاع ہوئی تو سب کو بلا کر ایک ایک کبوتر دیا اور فرمایا کہ اسے ایسی جگہ ذبح کرو جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ سب مرید کبوتر لے کر چلے گئے اور پیر طریقت کی ہدایت کے مطابق مقام تلاش کرنے لگے۔ انجام کار کبوتروں کو اپنے اپنے حجروں میں گھس کر ذبح کر لائے مگر حضرت غوث العالمین نے ذبح نہ کیا اور اسی طرح زندہ واپس لے آئے۔ سب درویشوں نے کہا کہ یہ ہندی تو کوئی نادان آدمی ہے کہ کبوتر کو بغیر ذبح کئے واپس لے آیا ہے۔ آج پیر طریقت اس پر ضرور ناراض ہوں گے اور جو نعمت و دولت حاصل کر چکا ہے سب سلب ہو جائے گی۔ الغرض سب شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: اے بہا الدین! تو نے کبوتر ذبح کیوں نہیں کیا؟ آپ نے دست بستہ عرض کی "قبلۂ عالم! حضور نے فرمایا تھا ایسے مقام پر ذبح کرو جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو۔ میں جہاں گیا وہیں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر پایا اس لئے کبوتر کو زندہ واپس لے آیا" شیخ دوسرے درویشوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور غوث العالمینؒ کو شاباش دی۔ درویشوں کے شک کو مزید رفع کرنے کی غرض سے معاً یہ حکم دیا کہ آج تم سب لوگ جنگل میں جاؤ اور گھاس اور لکڑیوں کا ایک ایک بیشتارہ لے کر آؤ۔ سب درویش جنگل سے (نرم نرم سبز گھاس اور لکڑیاں) کاٹ کر لے آئے لیکن حضرت غوث العالمینؒ سوکھی لکڑیاں اور گھاس اٹھا لائے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے پوچھا کہ تم ہری لکڑیاں اور (گھاس) کیوں نہیں لائے؟ آپ نے عرض کی غریب نواز! جنگل میں

marfat.com

(ہری گھاس) سبز لکڑیوں کی تو کمی نہیں تھی لیکن میں جہاں کہیں گیا اسے یادِ الٰہی میں معروف پایا :

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وحدہ لا شریک لہ' گوید

اس لئے مناسب معلوم نہ ہوا کہ اسے یادِ الٰہی سے محروم کردوں اور چونکہ خشک گھاس اور لکڑیاں ذکر سے فارغ تھیں اس لئے وہ کاٹ لایا ہوں۔

اگرچہ آوردند دیگر کاہ تر   یافتند ایشاں نہ ہرگز ایں خبر

کاہ تر محو است در یادِ خدا   مے کند تسبیح ہر صبح و مسا

یہ جواب سن کر سب درویش شرمندہ ہوئے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا: تم گیلی لکڑی کی مانند تھے جس پر آگ جلدی اثر نہیں کرتی لیکن شیخ بہاء الدین سوکھی لکڑی کی طرح ہیں کہ عشقِ الٰہی کی آگ نے انہیں فوراً اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اے درویشو! بہاء الدین پر رشک نہ کرو یہ اعلیٰ مرتبے پر پہنچ چکا ہے تمہارے مراتب کی انتہا اس کے مدارج کی ابتدا ہے"۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا "جلال تبریزیؒ اور شیخ ابو سعیدؒ کو دیکھا ہے؟ حضرت غوث العالمینؒ نے عرض کی کہ ہاں غریب نواز دیکھا ہے۔ فرمایا: اے شیخ بہاالدین چوہتر (۷۴) سال سے یہ بزرگ ایک کھجور سے روزہ افطار کرتے ہیں اور ہر رات ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتے ہیں ریاضت اور مشقت کی کیفیت ان سے پوچھ تاکہ تجھے عبرت حاصل ہو چنانچہ آپ نے ان بزرگوں کی ملاقات کے لئے دوبارہ سفر اختیار کیا۔ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے پانچ سال کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان دونوں بزرگوں کو غار کے اندر یادِ الٰہی میں مشغول پایا۔ سلام کا جواب دیا اور فرمایا :

لحبک راحتی فی کل حین   وذکرک مونسی فی کل حال

(یعنی تیری محبت ہر وقت باعث راحت ہے اور تیری یاد ہر حال میں میری غم خوار ہے) القصہ دونوں بزرگوں نے اپنا مصلیٰ میری طرف بڑھایا اور فرمایا کہ یہ برکت اب تم کو ملی ہے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے تمام نعمت تمہارے حوالے کرتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے چٹائی کے نیچے سے ایک خربوزہ نکالا اور فرمایا تین سال گزرے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی آنحضرتؐ نے یہ خربوزہ عنایت کرتے ہوئے فرمایا: "خدا کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ بہشت سے یہ پھل لائے ہیں اسے اپنے پاس بطور امانت کے رکھ لو جب بہاء الدین تمہارے ہاں آئیں اسے دے دینا چنانچہ اپنی امانت سنبھال لو"۔ حضرت غوث العالمینؒ فرماتے ہیں کہ اس خربوزہ کے کھاتے ہی تمام بشری نقاب اور عنصری حجاب پردۂ دل سے اتر گئے اور اس قدر صفائی قلب حاصل ہوئی کہ عرشِ اعظم سے تحت الثریٰ تک سب کچھ بے حجاب نظر آنے لگا اور قرآن مجید کے دقائق و معارف مجھ پر خود بخود روشن ہو گئے۔

دین بھی اور دنیا بھی : اس کے بعد ان بزرگوں سے رخصت ہو کر بغداد میں حضرت شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ایک دن انہیں طلب فرمایا۔ ایک کٹا ہوا انار انہیں دے کر فرمایا کہ کھاؤ جب غوث العالمینؒ نے وہ انار لیا تو اس میں سے ایک دانہ گر پڑا۔ آپ نے فوراً اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا یہ دانہ دراصل دنیا تھی میں نے چاہا کہ تم اس جھمیلے میں نہ پڑو اس لئے عمداً گرا دیا تھا لیکن تو اٹھا کر کھا گیا اب دین و دنیا دونوں تیرے قبضے میں ہیں۔ اسکے بعد حکم فرمایا کہ اب تم ملتان میں جا

marfat.com

کر سکونت اختیار کرو کہ اس ملک کے باشندوں کی ہدایت تمہارے سپرد کی گئی ہے۔

اژدہا مار ڈالا : "صاحب تذکرہ" بہاء الدین ذکریا ملتانی" کے مطابق تمام مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ سے حضرت غوث العالمین" بیت المقدس تشریف لے گئے جہاں کچھ عرصہ رہ کر انبیا علیہم السلام کے مقابر کی زیارت کی اس کے بعد دمشق پہنچے۔ یہاں شہر کے باہر ایک خوفناک اژدہا رہتا تھا جو بے شمار آدمیوں کو ہلاک کر چکا تھا۔ آپ جب وہاں سے گزرے تو وہ پھنکار تا ہوا باہر نکلا جب قریب آیا تو حضرت نے اپنی چادر اس پر دے ماری اژدہا مر گیا اسطرح وہاں کے لوگوں کو اس موذی سے نجات ملی۔

خدمت درویشاں مراد دو جہاں : دمشق سے آپ نے سمرقند کا رخ کیا یہاں ایک باخدا درویش کا بڑا چرچا ہو رہا تھا آپ طویل سفر طے کر کے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے ان پر استغراق کا عالم طاری تھا آپ ایک عرصہ تک لگاتار ان کے پاس جاتے رہے لیکن وہ متوجہ نہ ہوئے۔ دو برس کے بعد وہ بزرگ ہوش میں آئے آپ پر نظر ڈالی اور فرمایا "آپ کا آنا مبارک ہو" "اما در خدمت درویشاں مراد ہر دو جہان است" (درویشوں کی خدمت سے دونوں جہان کی مرادیں ملتی ہیں) بہاالدین تیس (۳۰) سال ہو چکے ہیں کہ یہ فقیر بحر تجلی میں مستغرق ہے اور آنے جانے والوں سے بے خبر ہے۔ آج دوست کا حکم ہوا ہے کہ تم سے ہم کلام ہو کر اپنی حالت سے آگاہ کروں۔ اے عزیز! درویش کے لئے مخلوق کی محبت سے بڑھ کر اور کوئی چیز زیادہ مضر نہیں کیونکہ وہ جس قدر خلقت سے نزدیک ہوتا ہے اسی قدر خالق سے دور ہو جاتا ہے" یہ کہہ کر اپنا مصلی اور مٹھی بھر اشرفیاں آپ کو عنایت کیں اور فرمایا" یہ آپ کا زاد راہ ہے آپ کو بہت دور جانا ہے۔ اب تشریف لے جائیے" ابھی یہ فقرہ پوری طرح ادا بھی نہ ہوا تھا کہ وہ طالب صادق آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

ملتان میں تشریف آوری : صاحب "انوار غوثیہ" کے بیان کے مطابق آپ ۶۱۴ ہجری (۱۲۱۷ عیسوی) میں بغداد سے روانہ ہوئے اور اغلبا" ۶۱۵ ہجری (۱۲۱۸ء) کے آغاز میں ہی ملتان کا رخ کیا ہو گا۔ ایک دن آپ کا ورود ایسے گاؤں میں ہوا جہاں سے قباچہ (والئ ملتان) کی سرحد شروع ہوتی تھی یہ پر فضا اور کوہستانی مقام تھا آپ نے چند دن یہاں قیام فرمایا یہ مقام آپ کے نام کی رعایت سے شیخ بہاء الدین مشہور ہو گیا آج کل "شیخ بدین" کہلاتا ہے اور صحت افزا مقام ہے۔

گل بالائے شیر : صاحب "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ جب حضرت ملتان میں تشریف لے آئے اور طالبان حق فوج در فوج حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو اکابر ملتان کو آپ کی عالمگیر شہرت پر حسد ہوا اور دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ آپ کی خدمت میں بھیجا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ "ملتان اس پیالہ کی طرح مشائخ اور علما سے بھرا پڑا ہے آپ کی یہاں گنجائش کہاں؟" حضرت کے آگے اس وقت گلاب کے پھول رکھے تھے۔ آپ نے ایک پھول اس پیالے میں ڈال کر وہ پیالہ واپس بھجوا دیا گویا جواب یہ تھا کہ "جائے من دریں شہر بطور یکہ گل بالائے شیر است خواہد بود" (یعنی اس شہر میں ہماری موجودگی اس گلاب کے پھول کی طرح ہو گی جو اس دودھ سے بھرے پیالے میں جلوہ فگن ہے۔)

معمولات : بقول مولانا نور احمد خان فریدی "مصنف "تذکرہ بہاء الدین ذکریا ملتانی") آپ کی

marfat.com

خدمت اقدس میں ہر قسم کے لوگ علما' فقہا' زہاد فقرا' مشائخ اور مجذوب حاضر خدمت ہو کر فیوض حاصل کرتے آپ نے واعظین اور مبلغین کرام کی جماعتیں ترتیب دے کر ایک پروگرام کے تحت سندھ' مکران' کشمیر' اور افغانی قبائل میں بھیجیں۔ حضرت کی آمد سے پیشتر سلطان سخی سرور سہروردیؒ کی تبلیغی جماعتیں بھی مصروف کار تھیں مگر ان میں سستی اور بے راہ روی پیدا ہو گئی تھی حضرت نے ان کی سرپرستی قبول فرمائی۔ دس دس میلوں کے فاصلے پر ان کی قیام گاہیں مقرر ہوئیں جہاں سرسبز و شاداب گھنے درختوں کے سایہ تلے کئی کئی دن وعظ و نصیحت کی مجالس گرم رہتی تھیں۔ گرمیوں میں سرحد' کشمیر' افغانستان' بخارا اور نیشا پور کی طرف دورہ ہوتا اور سردیوں میں پنجاب' سندھ' راجپوتانہ میں اپنے خلفا اور احباب کے ہمراہ سفر کرتے تھے۔ صاحب "بزم صوفیہ" لکھتے ہیں کہ ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاء الدین ذکریاؒ کے فیوض و برکت کے انوار سے منور ہو گیا تھا اور ان کا عہد "خیر الاعصار" کہا جاتا ہے۔

ایک رکعت میں ختم قرآن : بقول حضرت نظام الدین اولیاءؒ کلام پاک کی تلاوت سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ ایک بار اپنے خلفاء کے ساتھ کسی مجلس میں تشریف فرما تھے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہے جو دو رکعت نماز کی نیت باندھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کردے حاضرین میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی آخر آپ نماز کو کھڑے ہوئے اور رکعت اول میں قرآن شریف ختم کر کے دوسری رکعت میں چوتھائی حصہ پڑھ کر سلام پھیر دیا۔

عشا کے وضو سے نماز فجر : صاحب "خلاصۃ العارفین" کے بموجب "شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور شیخ بہاء الدین غوث العالمینؒ یکجا ملتان میں مقیم تھے تینوں بزرگوار عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے"۔

چار یار یا پنج پیر : صوفیائے کرام کی سیر و سیاحت بے مقصد نہیں ہوتی اس کا مقصد مخلوق خدا کو علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کرنا ہوتا ہے۔ بحوالہ " تحفۃ الکرام" چار یار سے مراد حضرت غوث العالمینؒ اور ان کے رفقا بابا فرید گنج شکرؒ، لعل شہبازؒ اور سید جلال بخاریؒ مراد ہیں۔ ممکن ہے سلطان حمید الدین حاکمؒ کے آملنے سے یہی "چار یار" پنج پیر کہلانے لگے ہوں گے ان کا گرمائی سفر کشمیر اور صوبہ سرحد کی طرف ہوتا تھا کبھی کبھی بلخ اور بخارا کی طرف بھی چلے جاتے تھے موسم بہار کوہ سلیمان کے دامن میں اور ساون بھادوں سندھ کی غاروں میں بسر کرتے تھے۔ سہوان کے قریب چشمہ والی' کراچی کے پاس منگا پیر' سرحد میں ایبٹ آباد کی نشست گاہیں اس دور کی یاد تازہ رکھتی ہیں جہاں عقیدت مند اب بھی پھول چڑھاتے ہیں۔

کعبہ سامنے : ایک روز غوث العالمینؒ علماء بخارا سے گفتگو میں مصروف تھے ولایت کے بارے میں بحث ہو رہی تھی۔ معاملہ خاصہ طویل ہو گیا۔ انجام کار فیصلہ یہ ہوا کہ ولی وہ ہے جو خود بھی یہاں خانہ ء کعبہ کا مشاہدہ کرے اور دوسروں کو بھی اس کی زیارت کرائے۔ اسی وقت حضرت غوث العالمینؒ مراقبہ میں چلے گئے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا یاران ذرا آنکھیں بند کرلو۔ سب نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر فرمایا اب آنکھیں کھول لیجئے۔ حاضرین نے جونہی آنکھیں کھولیں کعبہ کو سامنے پایا۔

marfat.com

مسجد سونے کی ہو گئی : حضرت بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ دعاگو اور شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ مشائخ بغداد میں حلقہ میں بیٹھے تھے اولیاء اللہ کی کرامت کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک صاحب نے کہا کہ اولیاء اللہ میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ جب چاہیں کسی مکان کو مرصع اور سونے کا بنا دیں اگر مجلس میں کوئی صاحب کمال موجود ہے تو اس مسجد پر توجہ کرے۔ حضرت غوث العالمینؒ نے مراقبہ میں سر جھکایا تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا یاران! ذرا مسجد پر نظر کیجئے۔ حاضرین نے اسی وقت نظر اٹھا کر مسجد کو دیکھا۔ اس کی تمام اینٹیں اور لکڑیاں سونے کی نظر آ رہی تھیں اور تمام مسجد مرصع اور سونے کی بن چکی تھی۔ تمام جماعت کھڑی ہو گئی اور انہوں نے اقرار کیا کہ بیشک مردان خدا میں ایسی ہی کمالیت ہوتی ہے۔

جذامیوں کو شفا : صاحب "خلاصتہ العارفین" کے مطابق حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں جب حضرت غوث العالمینؒ سمرقند میں پہنچے تو وہاں جذامیوں کا ایک گروہ غار میں آباد تھا۔ اتفاق سے ایک روز آپ وہاں جا نکلے انہوں نے جب ایک نورانی چہرہ کو اپنے سامنے پایا تو وہ بے تحاشا حضور کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی حضرت کی دعا چاہتے ہیں تاکہ رب العزت جل و علیٰ شانہ' اپنے رحم و کرم سے یہ مرض دور کر دے۔ حضرتؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ندا آئی "اے بہاء الدین! یہ گروہ زیر عتاب ہے ان کا معاملہ پیش نہ کر" حضرتؒ کی ذات میں کرم اور رحم کا مادہ از حد تھا مولا کی جناب میں دوبارہ گڑگڑا کر عرض کی: اے ارحم الراحمین اگر تیری ذات ان پر رحم نہیں کرے گی تو یہ اور کس دروازے پر جائیں؟ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور حضور کی درخواست منظور ہو گئی۔ وہاں ایک حوض پانی سے بھرا موجود تھا آپ نے جذامیوں کو اس میں غسل کرنے کا حکم دیا چنانچہ سب کے سب غسل کر کے فی الفور شفایاب ہو گئے۔

غیبی امداد : صاحب "خلاصتہ العارفین" کے مطابق ایک مرتبہ آپ سراندیپ کی طرف تشریف لے گئے۔ سال بھر ایک پہاڑ پر قیام رہا۔ ایک دن ایک بوڑھا آدمی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے پاس سے گزرا۔ یہ ایک غریب الحال اور عیالدار شخص تھا گھر میں جوان لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ اس قدر رقم پاس نہ تھی کہ رخصتی کے فرائض سے سبکدوش ہو سکتا۔ اس پر شیخ کی نظر جا پڑی پاس بلا کر لکڑیوں کے گٹھڑے پر ہاتھ پھیرا وہ لکڑیاں سونا بن گئیں۔ اس بوڑھے کو فرمایا: مجھے تمہاری خاطر یہاں بٹھایا گیا تھا تاکہ تمہارا کام سرانجام دوں۔ یہ کہہ کر حضرتؒ وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔

عذاب قبر سے نجات : حضرت بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے بڑی سیاحت فرمائی تھی۔ اس فقیر نے تیرہ سو اسی (۱۳۸۰) مشائخ کبار کی زیارت کی ہے لیکن شیخ الاسلام ملتانیؒ نے مجھ سے بھی زیادہ مشائخ دیکھے تھے۔ ایک مرتبہ ان کا گزر ایسے شہر میں ہوا جہاں ایک بڑی غار تھی' جب کوئی شخص فوت ہوتا تو اس کی لاش کو اس غار میں چھوڑ آتے تھے اور ساتھ ہی ایک زندہ آدمی وہاں بٹھا آتے تاکہ دیکھ سکے کہ مردے پر کیا گزرتی ہے۔ ایک دن ایک شخص فوت ہو گیا جب اس کی لاش کو غار کے دہانے پر لے گئے تو شیخ الاسلام بہاؤ الدین ملتانیؒ نے درخواست کی کہ آج مجھے یہاں چھوڑ جاؤ چنانچہ وہ حضرت کو مردے کے ہمراہ غار میں بند کر کے چلے آئے۔ جب کچھ رات گزری تو عذاب کے فرشتے مردے کو عذاب دینے کے

marfat.com

لئے آ پہنچے۔ لاش حرکت میں آئی اور مردہ اٹھ کر حضرت کے قدموں میں آ پڑا۔ اسی وقت ایک غیبی آواز سنی گئی کہ "اسے چھوڑ دو ہم نہیں چاہتے کہ اس شخص کو عذاب کریں جو شیخ الاسلام بہاؤ الحق والدین ابو محمد ذکریا کی حمایت میں آ چکا ہو" فرشتے اسی وقت واپس لوٹ گئے۔ فرماتے ہیں کہ یہ ندا غار کے آس پاس رہنے والوں نے بھی سنی۔ شہر بھر میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ لوگ حضرت کی زیارت کو دوڑے مگر شیخ الاسلامؒ غار سے نکل کر کسی نامعلوم سمت کو چل دیئے۔

نماز بے حضور : حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلامؒ نے سفر کے دوران ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی اور سلام کے بعد امام کو ایک گوشے میں لے جا کر فرمایا: "امام صاحب یہ کیسی نماز ہے کہ کچھ عرصہ آپ ہرن کے پیچھے بھاگتے رہے، کچھ دیر آپ نے کھیتوں کی دیکھ بھال کی، کچھ عرصہ آپ مہمان کے پاس رہے، کچھ وقت گھر میں گزارا۔ یہ موحدوں کی نماز نہیں بلکہ بچوں کا کھیل ہے۔ اس کے بعد حضرت نے یہ اشعار پڑھے :

تن درون نماز و دل بیروں کشتہا می کنی ز نادانی
ایں چنیں حالت پریشاں را شرم نآید نماز می خوانی

شرائط فقر : حضرت بابا فریدؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ بہاالدینؒ چالیس (۴۰) سال گوشہ نشین رہے اس دوران بہت کم لوگوں کو زیارت کا موقع ملتا تھا۔ ایک موقع پر فرمایا کہ شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تصوف کی دنیا میں داخل ہونے کا آرزو مند ہو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے توبہ کرے اور اپنے دل کو عادات ذمیمہ سے پاک کرے۔ حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ کے قول کے مطابق وہ عادات ذمیمہ یہ ہیں۔ غل، غش، حقد، حسد، حرص، کبر، بغض، ریا اور غضب۔ حضرت ذکریا ملتانیؒ نے فرمایا: "تا ازیں جملہ اوصاف ذمیمہ پاک نگردد گلیم و صوف پوشیدن اورا روانیست" اسی طرح زہد کی تعریف میں فرمایا کہ زہد تین چیزوں کا نام ہے جس میں یہ نہیں ہیں اسے زاہد کہلانے کا حق نہیں ہے۔ اول: دنیا کو پہچاننا اور اس سے مایوس ہونا۔ دوم: مولا کی خدمت کرنا اور اس کے حقوق کی نگہداشت کرنا۔ سوم: آخرت کی طلب اور اس کے حصول میں لگاتار کوشاں رہنا۔

سید عبدالقدوس مجردؒ موصلی : صاحب "خیرالمجالس" شیخ نصیرالدین محمودؒ لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں حضرت ذکریا ملتانیؒ، حضرت شیخ الشیوخؒ کی خدمت سے واپس ہوئے تو اثنائے سفر میں ایک مسجد میں قیام کیا پاس ہی ایک گدڑی پوش قلندروں کی ایک جماعت اتری ہوئی تھی جنہوں نے سید جمال مجرد ساوجیؒ کا بانا پہن رکھا تھا اسی مسجد میں آئے۔ جب رات ہوئی تو حضرت شیخ عبادت میں مشغول ہو گئے کچھ دیر کے بعد جب عبادت سے فارغ ہوئے اور مراقبے سے آنکھ کھولی تو ان کی نظر مبارک قلندروں پر پڑی دیکھا کہ ایک قلندر کے جسم سے ایک نور سورج کی طرح آسمان کی طرف روشن اور بلند ہے۔ حضرت شیخ کو تعجب ہوا کہ اس لباس اور صورت میں ایسا نور اس کی کیا اصلیت ہو سکتی ہے وہ آہستہ سے ان قلندروں کے پاس پہنچے اور اس قلندر سے کہا کہ اے مرد خدا! اس کم بخت قوم میں تو کیا کرتا ہے؟ قلندر نے کہا: اے ذکریا! تو جانتا ہے کہ ہر قوم میں عام و خاص ہوتے ہیں کہ اس قوم کے عوام کی ان خواص کی بدولت بخشش ہوتی ہے۔ حضرت غوث العالمینؒ نے جوہر لطیف پا کر اس کی اصلاح کا ارادہ

marfat.com

فرمایا۔ یہ قلندر موصل کے بہت بڑے عالم اور مجذوب تھے۔ سید عبدالقدوس نام تھا' موصل کا رہنے والا ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھا۔ اس پر جذب و سکر کا غلبہ ہوا۔ جب موصل سے نکلا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوا واپسی کے وقت وہ مصر میں پہنچا اور وہاں سے دمیاط میں آیا اور سید جمال مجرد ساوجیؒ کی قبر پر اس نے قلندری بانا (لباس) پہن لیا تھا۔ حضرت غوثؒ نے قوت باطنی سے اسے لباس قلندری سے نکال کر عالم جذبہ سے عالم سلوک کی طرف پہنچا دیا۔ جب سید عبدالقدوس نے دل کی کائنات میں یہ تبدیلی محسوس کی تو انہوں نے فوراً قلندرانہ لباس اتار پھینکا اور حضرت کے قدموں میں گر گئے۔ آپ نے انہیں خرقہء خاص عطا فرمایا اور کئی دن اپنی صحبت میں رکھ کر درجہء کمال تک پہنچا دیا۔ آپ کا مزار قصبہ نائن میں ہے جو یزد اور موصل کے درمیان واقع ہے۔

وادیء عشق میں : حضرت غوث العالمینؒ کا بیشتر حصہ عالم صحو میں گزرا لیکن کبھی کبھی عالم تحیر میں اس قدر کھو جاتے تھے کہ کئی کئی دنوں تک آپ کو تن بدن کا ہوش نہ رہتا تھا۔ صاحب "اسرار الاولیا" کے مطابق حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے یہ واردات کئی بار مشاہدہ فرمائیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن حالت ذوق و شوق میں آپ مستغرق تھے اور ہر بار نئی نئی کیفیت اور حالت پیدا ہوتی تھی "ہائے ہائے" کر کے زار و قطار روتے تھے اور بے خودی کے اسی عالم میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔

با درد بساز چوں دوائے تو منم — در کس منگر چوں آشنائے تو منم
گر بر سر عشق من کشتہ شوی — شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

سات دن انہیں دو شعروں میں مستغرق رہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ تھی۔

صاحب "خلاصۃ العارفین" کے مطابق حضرت گنج شکرؒ اور حضرت غوث العالمینؒ بغداد کہنہ کی مسجد کف میں بیٹھے تھے چند بزرگ عشق کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے ایک صاحب نے کہا عشق ایک سلطنت ہے جس کا دارالخلافہ شوق ہے "در سیاست خنجر فراق و تیغ ہجراں کشیدہ دیک شاخ نرگس وصال بدست رضا دادہ و در وصال ہر نفسے ہزار ہزار اسرار ازاں تیغ برے دارند" "پس اے دوستو جسے عشق کی دولت حاصل ہے اگر اسے ہزار خنجر لگیں اور سینکڑوں تلواریں پڑیں خواہ ہزار دفعہ اس کی گردن کائیں آہ تک نہیں نکالے گا"۔ اس کے بعد شیخ الاسلام ذکریا ملتانیؒ نے رقت بھری آواز اور انتہائی سوز و گداز سے یہ رباعی پڑھی جسکے سننے سے وہ ذوق پیدا ہوا کہ اسکی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔

در یاد تو اے دوست چناں مدہوشم — صد تیغ اگر زنی سر نخروشم
آب کہ زنم بیاد تو وقت سحر — گر ہر دو جہاں دہند' واللہ نفروشم

اسی طرح ایک مرتبہ جامع امیہ دمشق میں اللہ والوں کی مجلس گرم تھی۔ پانچ سو کے قریب اہل علم موجود تھے دفعتاً "غوث العالمین" تشریف لائے۔ حضرت گنج شکرؒ اتفاق سے اس اجتماع میں شریک تھے آپ کو دیکھ کر تعظیم کے لئے اٹھے اور مل کر وہیں ان کے پہلو میں بیٹھ رہے۔ "عشق و حیرت" کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ باری باری ہر بزرگ نے عشق کے اسرار و رموز بیان کئے۔ جب غوث العالمین کی باری آئی۔ آپ نے فرمایا: "عشق کی تعریف یہ ہے کہ عارف سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہ

marfat.com

دیکھے۔ بہشت و دوزخ عذاب و ثواب اور مال و منال واصلین حق کے نزدیک--- اتنا کچھ فرمایا تھا کہ آپ پر تحیر کا عالم طاری ہو گیا۔ یہ رباعی پڑھتے تھے اور بے تابانہ رقص کرتے تھے۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند   فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بدہی   دیوانہء تو ہر دو جہاں را چہ کند

آپ کے ساتھ اولیائے کرام کے عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھی بھڑک اٹھی وہ بھی کیفیت عشق میں "دیوانہء تو ہر دو جہاں را چہ کند" پڑھتے تھے اور بے اختیار جھوم جھوم جاتے تھے۔

حضرت محبوب الہیؒ (بحوالہ افضل الفوائد) فرماتے ہیں کہ ملتان کے ایک بزرگ ہمارے پاس آئے انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز میں شیخ الاسلام ذکریا ملتانیؒ کی خدمت میں حاضر تھا آپ غلبات شوق میں سر بسجود ہو کر یہ فرماتے تھے: "عشق اندر آیا اور اپنے باقی سب کو نکال دیا اور ہمارا بھی نشان مٹا دیا"۔

حضرت گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ پر عشق و محبت اور جذب و سکر کی کیفیت زا حالت طاری تھی آپ نے فرمایا: دوستو! جب عاشق حقیقی کے دل سے آہ نکلتی ہے تو آتش عشق سے تمام دنیا جل کر خاکستر ہو جاتی ہے کیونکہ کوئی آگ آتش محبت سے زیادہ جلانے والی نہیں اس وقت آپ نے یہ رباعی کہی اور ایک مہینہ تک حیرت کے سمندر میں کھوئے رہے:

عاشقاں ہر دو جہاں بے تو بیک جو نخرند   ہر زماں خستہ دلاں تیر بلا را سپرند
شرف آں روز کہ غوغا بہ قیامت باشد   عاشقاں بر در درگاہ تماشا نگرند

حضرت گنج شکرؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام ذکریا ملتانیؒ پر عشق و اشتیاق کا عالم طاری تھا اسی حالت میں فرمایا: "قیامت کے دن بعض عاشقوں کی گردن میں نور کی زنجیر ڈال کر فرشتے بہشت کی طرف کھینچیں گے مگر وہ لوگ زنجیر کو ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے عرش کے نیچے کھسک جائیں گے کہ دیدار الہی سے دل کو ٹھنڈا کریں۔ پھر حکم ہو گا کہ نور کی اور زنجیریں ڈالی جائیں گی چنانچہ ان کی گردن میں اسی ہزار زنجیریں اور ڈالی جائیں گی مگر پھر بھی یہ کھینچیں گے اور شور مچائیں گے۔ اس وقت ندا آئے گی کہ دیدار کا وعدہ تو بہشت میں تھا۔ اس وقت یہ لوگ بہشت میں داخل ہو کر دلی مقصد سے شاد کام ہوں گے۔

توراۃ سے واقعہ : صاحب "خلاصۃ العارفین" کے مطابق ایک مرتبہ مجلس میں حضرت غوث العالمینؒ توراۃ کی ایک حکایت بیان فرمارہے تھے۔ اتفاق سے توریت کا کوئی عالم بھی اس مجلس میں موجود تھا اس نے اس واقعہ کی صحت سے انکار کیا۔ شیخ الاسلامؒ نے غیب سے توراۃ کا ایک صحیفہ بر آمد کیا۔ اس نے کھلوا کر دیکھا تو یہ واقعہ اسی طرح درج تھا جیسے آپ نے بیان فرمایا تھا۔ اسی کتاب میں ہے کہ ایک دفعہ شیخ الاسلامؒ ملتانی کے چند مرید بغداد سے ملتان چلے آئے تھے۔ اتفاق سے وہ ایسے بے آب و گیاہ صحرا میں آپہنچے جہاں انہیں پانچ دن تک پانی نہ ملا۔ پیاس سے سخت بد حواس ہو گئے' قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ موت و حیات کی اس کشمکش میں انہوں نے حضرتؒ کا نام لے کر پکارا۔ اسی اثنا میں ایک درویش نمودار ہوا اور انہیں کوزہ سے پانی پلا کر چلا گیا۔ انہیں اس سے پہلے حضرت غوث العالمینؒ کی زیارت کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جب ملتان پہنچے تو دیکھا کہ جس درویش نے لق و دق صحرا میں پانی پلایا تھا وہی غوث العالمین کے نام سے مسند ارشاد پر بیٹھا خلق خدا کو صراط مستقیم پر گامزن کر رہا ہے۔ بے اختیار اپنی ٹوپیاں اتار کر حضور کے قدموں میں ڈال

marfat.com

دیں۔

کشاف و ایجاز(۱) (۲)* : "فوائد الفواد" کے مطابق حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مولانا صدرالدین قونویؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ میں مولانا نجم الدین سنائیؒ کے پاس تھا انہوں نے مجھ سے پوچھا تمہاری مشغولیتیں کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ تفسیر کا مطالعہ کرتا ہوں پوچھنے لگے کون سی تفسیر؟ میں نے کہا "کشاف" "ایجاز" اور "عمدہ" کا۔ مولانا نجم الدین سنائیؒ نے فرمایا: کشاف اور ایجاز کو آگ لگاؤ بس "عمدہ" کا مطالعہ کرو۔ مولانا صدرالدینؒ کہتے تھے کہ مجھ پر یہ بات گراں گزری چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ کہنے لگے شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ مولانا صدر الدین کہتے تھے کہ مجھ پر یہ بات گراں گزری جب رات ہوئی تو میں یہ تینوں کتابیں چراغ کے سامنے پڑھنے لگا۔ ایجاز و کشاف کو میں نے نیچے رکھا ہوا تھا اور ان دونوں کے اوپر "عمدہ" تھی۔ اسی اثنا میں سو گیا' ناگاہ کوئی شعلہ بھڑکا۔ میں بیدار ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ کشاف اور ایجاز جو دونوں نیچے پڑی تھیں جل گئی ہیں اور "عمدہ" سلامت ہے۔

حاشیہ*: (۱) کشاف کا مصنف جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر الخوارزمی الزمخشری ہیں پیدائش ۲۷ رجب ۴۶۷ ہجری (۱۸ مارچ ۱۰۷۵ عیسوی) اور وفات ۵۳۸ ہجری مطابق ۱۱۴۳ عیسوی) مدرس' مبلغ اور مصنف تھے۔ زمخشری عملاً" اور فقہاً" تو حنفی تھے مگر عقیدتاً" معتزلہ تھے گویا ان کا عقیدہ باطل تھا۔
(۲) ایجاز البیان فی معانی القرآن مولفہ نجم الدین ابو القاسم محمود بن ابو الحسن نیشا پوری۔ یہ کتاب دس ہزار سے زائد فوائد پر مشتمل ہے۔

یکے در گیر : ایک روز ارشاد فرمایا: شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے بارہا فرمایا "ہر دری' و ہر سری نہ بنو۔ یک در گیرو محکم گیر" (ایک در پکڑو اور اسے مضبوطی سے پکڑو)۔

صحبت شیخ الشیوخ : حضرت محبوب الٰہیؒ نے ایک مجلس میں فرمایا: شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں پہنچے وہ ان کی خدمت میں سترہ (۱۷) دن سے زیادہ نہیں رہے۔ ان سترہ دنوں میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اپنی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں جب شیخ بہاء الدینؒ ہندوستان آئے تو انہوں نے پھر شیخ کی خدمت میں جانے کا عزم کیا جب وہ (بغداد کو) روانہ ہوئے تو شیخ جلال الدین تبریزیؒ بغداد سے شیخ شہاب الدینؒ کی طرف سے آ رہے تھے وہ شیخ بہاالدینؒ کو واپس لوٹا لائے اور کہا کہ شیخ الشیوخ کا یہی فرمان ہے کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔

ملنگوں کی معذرت : ایک دفعہ کچھ ملنگ شیخ بہاء الدین ذکریاؒ کے پاس آئے۔ وہ ایسے لوگوں سے بہت چڑتے تھے جب وہ ملنگ آئے تو انہوں نے آپ سے کچھ طلب کیا۔ شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے انہیں کچھ نہ دیا' ملنگ باہر آئے اور دنگا فساد پر اتر آئے یہاں تک کہ انہوں نے اینٹیں اٹھالیں۔ شیخ نے خانقاہ کا دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا اور ان لوگوں نے در خانقاہ کو اینٹوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ کچھ وقت گزرا تو شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے فرمایا: میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا بٹھایا ہوا ہوں۔ میں خود یہاں نہیں بیٹھا۔ مجھے ایک مرد نے اس جگہ بٹھایا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کا دروازہ کھول دو۔ جب دروازہ کھول دیا گیا تو ملنگوں نے سر زمین پر رکھ دیئے اور پھر لوٹ گئے۔ بعد ازاں حضرت محبوب الٰہیؒ نے

marfat.com

فرمایا کہ پہلے شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے خانقاہ کا دروازہ بند کرنے کو کہا وہ ان کی بشریت تھی نیز وہ وقت معلوم نہیں کیسا وقت تھا۔ پھر جب وہ گھڑی گزر گئی تو آپ نے دروازہ کھول دیا۔ اس مناسبت سے آپ نے اس وقت ذکر کیا کہ جنگ احد میں بہت سے صحابہؓ شہید ہو گئے تھے اس وقت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمدؐ! آپ بھی لحظہ بھر کے لئے ان شہیدوں کے درمیان پڑے رہیں تاکہ غضب کی گھڑی گزر جائے۔

ما ہیچ نہ کردیم : ایک دفعہ شیخ بہاء الدین ذکریاؒ اپنے مکان کے اندر دروازے پر کھڑے تھے ان کا ایک ہاتھ دروازے کے ایک پٹ پر تھا اور دوسرا ہاتھ دوسرے پٹ پر اور ان کی زبان مبارک بار بار یہ شعر دہرا رہی تھی۔

کردی ستما بر سر ما بار دگر ما ہیچ نہ کردیم خدا می داند

(اے محبوب تو نے ہمارے سر پر ایک اور بوجھ ڈال دیا۔ خدا جانتا ہے کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا)۔ اس کے بعد حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ شعر پڑھتے وقت ان کے دل میں کیا تھا۔ وہ کس پر اسے محمول کر رہے تھے اور ان کے پیش نظر کیا تھا؟

کرامتوں کا بے جا اظہار : ایک دفعہ ملتان میں عبداللہ نامی روم سے کوئی درویش آیا۔ شہر بھر میں اس کی کرامتوں کا چرچا ہونے لگا۔ حضور کو علم ہوا تو فرمایا: یہ شعبدہ باز کہاں سے ٹپک پڑا۔ خود اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کھڑے ہو کر دوگانہ ادا کرو میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم نماز کس طرح پڑھتے ہو؟ شیخ عبداللہ آپ کی شخصیت سے مرعوب ہو کر کھڑے ہو گئے اور دوگانہ ادا کیا مگر دو قدموں کے درمیان فاصلہ زیادہ رکھا آپ نے فرمایا دوبارہ پڑھو قدموں کا فاصلہ زیادہ ہے۔ وہ دوبارہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا مگر اس نے جتنی کوشش کی قدموں کے فاصلے کو درست نہ کر سکا اور اس کی ساری شیوخت کر کری ہو کر رہ گئی۔ آپ نے اسے حکم دیا "اچ شریف چلے جایئے اور وہاں قیام کیجئے" (وہاں آپ کے خلیفہ سید جلال بخاریؒ اور ان کا خاندان آباد ہے) چنانچہ عبداللہ رومی وہاں چلے گئے اور آپ کی توجہ سے بڑے مرتبہ پر پہنچے (تذکرہ بہاء الدین ذکریا)۔

افضل تناول : ایک دفعہ درویشوں کی ایک جماعت حضرتؒ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ کھانا سامنے لایا گیا۔ آپ نے سب کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ ان میں سے ایک کو دیکھا کہ روٹی کے ٹکڑے شوربے میں ڈال کر کھا رہا ہے آپ نے فرمایا: بہت خوب! درویشوں میں سے یہ درویش کھانا کھانا جانتا ہے۔ بعد ازاں حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ کا ارشاد ہے کہ دوسرے تمام کھانوں میں ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈالنا) کو ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمام پیغمبروں پر اور عائشہ کو دوسری تمام عورتوں پر۔

سعد حمویہؒ کا انتقال : صاحب "اسرار الاولیا" کے مطابق حضرت گنج شکر بابا فریدؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور برادرم مولانا بہاء الدین ذکریاؒ ایک ہی جگہ بیٹھے تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی دفعتاً آپ کھڑے ہوئے اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے۔ بار بار "**انا للہ وانا الیہ راجعون**" پڑھتے اور زار زار روتے تھے۔ میں نے پوچھا بھائی یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا اٹھ کر دیکھ۔ میں نے کھڑے ہو کر نگاہ کی تو بغداد کو سامنے پایا اور دیکھا کہ لوگ دروازے کے باہر سعد الدین حمویہ کا جنازہ پڑھ رہے ہیں۔

marfat.com

احکام شریعت کا پاس : حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ شیخ بہاء الدین ذکریاؒ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے انہوں نے وہاں مریدوں کو وضو کرتے پایا۔ جب مریدوں نے شیخ کو دیکھا تو وہ تعظیم کے لئے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ابھی نصف وضو کیا تھا مگر ایک صوفی برابر بیٹھے رہے انہوں نے اپنا وضو مکمل کیا اس کے بعد وہ شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی تعظیم بجالائے۔ شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے فرمایا کہ ان سب میں درویش یہی ہے کہ پہلے اپنے وضو مکمل کیا اسکے بعد میری تعظیم کی۔

تمول پر طنز : صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق ایک دفعہ دہلی میں حضرت غوث العالمینؒ فقرا کے جمگھٹے میں بیٹھے تھے۔ شیخ حمید الدین چلپی نے سوال کیا: حضرت کیا وجہ ہے کہ جہاں خزانہ ہوتا ہے وہاں سانپ بھی ضرور ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے "گنج با مار باشد و گل باخار" حالانکہ سانپ اور دولت میں نہ صوری نسبت ہے نہ معنوی۔ آپ نے فرمایا بے شک سانپ اور مال میں صوری نسبت نہیں لیکن معنوی نسبت ضرور ہے کیونکہ سانپ زہر کے باعث مہلک ہے اور مال بھی آدمیوں کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ شیخ حمید الدین نے اچھل کر فرمایا: یعنی مال بھی سانپ کا حکم رکھتا ہے اور جس شخص نے مال و دولت جمع کر رکھی ہے گویا اس نے سانپ پال رکھا ہے۔ شیخ حمید الدین کا یہ طنز حضرت غوث العالمینؒ پر تھا کیونکہ آپ اسلامی دنیا کے بہت بڑے امیر بھی تھے وہ درویش جو خشک زندگی بسر کرنے کے عادی تھے حضرت کے تمول کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ سمجھ رہے تھے کہ اس گفتگو سے متکلم کا منشا کیا ہے اس لئے فرمایا: "مال اگرچہ مار است اما کسے کہ افسون مار دانستہ باشد مار او را زیاں نمی کند" (یعنی جس شخص کو سانپ کا افسون آتا ہو اسے اس سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے" شیخ حمید نے برجستہ جواب دیا "آخر ایسے پلید اور زہردار کیڑے کے پالنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ آدمی جھاڑ پھونک کا محتاج ہوتا پھرے"۔ چونکہ حضرت غوثؒ کے مرشد طریقت (حضرت شیخ الشیوخؒ) بھی اپنے عہد کے امیر کبیر تھے اس لئے یہ جملہ ان کی ذات پر بھی اثر انداز ہوتا تھا۔ بنا برین حضرت غوثؒ نے فوراً مراقبہ کیا حضرت شیخ الشیوخؒ کی روح پر فتوح نے فرمایا: "اے بہاء الدین! حمید الدین سے کہہ دیجئے کہ آپ کی درویشی اس قدر حسن و جمال نہیں رکھتی کہ اسے نظر بد کا احتمال ہو لیکن ہماری درویشی کو وہ جمال و کمال حاصل ہے کہ اگر اس کے چہرے پر سیاہی کا تلک نہ لگائیں تو نظر لگ جانا لازمی ہے"۔

نماز کا قضا ہونا موت : "فوائد الفواد" میں ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا: ایک سپاہی حضرت شیخ بہاء الدین ذکریاؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں نے رات کو خواب میں یوں دیکھا ہے کہ میری نماز قضا ہو گئی۔ حضرتؒ نے فرمایا تمہاری موت قریب ہے توبہ کرلو۔ جب وہ سپاہی اٹھ کر چلا گیا تو آپ ہی کی خانقاہ کا ایک صوفی آیا۔ اس نے بھی یہی خواب دیکھا تھا۔ جب اس صوفی نے اپنا خواب بیان کر دیا تو شیخ حیرت میں پڑ گئے کہ وہ شخص تو سپاہی تھا ہو سکتا ہے کسی جنگ میں مارا جائے یہ صوفی تو بخیر و عافیت ہے اور اس پر کسی قسم کی بیماری کے آثار نہیں میں اس کو کیا کہوں؟ آپ اسی خیال میں تھے کہ یہ خبر آئی کہ وہ سپاہی مارا گیا ہے اور اس صوفی کی نماز قضا ہو گئی ہے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ دیکھو! نماز کے قضا ہونے کو موت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

marfat.com

انتہائے جود و کرم : حضرت محبوب الٰہیؒ سے ہی منقول ہے کہ حضرت شیخ بہاء الدینؒ اگر کسی کو چیز دیتے تھے تو خوب دیتے تھے وہ معلم جو ان کے صاحبزادوں کو تعلیم دیتے تھے ان پر بڑی نوازشیں کیں اور ان کے دامن میں سونا چاندی انڈیل دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ ملتان کے والی کو غلے کی ضرورت پڑی اس نے شیخ بہاء الدینؒ سے اس کے لئے درخواست کی۔ آپ نے ملازموں کو فرمایا ایک ڈھیر اسے دے دو۔ والی نے اپنے عملے کو بھیجا کہ وہ ڈھیر سے غلہ لے آئیں۔ اس غلے میں چاندی سے بھرا ہوا ایک مٹکا نکل آیا۔ عملے نے والی کو اطلاع دی۔ اس نے کہلوایا کہ شیخ نے ہمیں غلہ دینے کو فرمایا ہے یہ چاندی دینے کو نہیں فرمایا۔ اس چاندی کو شیخ کی خدمت میں پہنچا دو۔ جب یہ بات شیخ بہاء الدینؒ کی خدمت میں عرض کی گئی تو انہوں نے کہلوا بھیجا کہ ذکریا کو یہ معلوم تھا تمہیں یہ غلہ اس چاندی سمیت دے دیا گیا ہے۔

منگولوں کا ملتان پر حملہ : بحوالہ "تذکرہ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ" خوارزم شاہ کی تباہی و بربادی کے بعد اس کا نوجوان اور اولو العزم ولی عہد سلطان جلال الدین آخر دم تک مغلوں سے بے جگری اور بہادری سے لڑتا رہا۔ جب اسے ایران اور افغانستان سے کوئی کمک نہ ملی تو وہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ چنگیز خان بھی لاؤ لشکر سمیت پیچھے لپکا چلا آتا تھا سندھ کے قریب پہنچ کر جلال الدین نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا تھا کہ اگر بخت یاوری کرے تو مغلوں کی فوج پر جا پڑے مغلوں نے اس کے تعاقب میں اپنے گھوڑے دریا میں ڈالنا چاہے لیکن چنگیز خان اس کی ہمت و شجاعت کو دیکھ کر ایسا خوش ہو رہا تھا کہ اس نے سواروں کو وہیں روک لیا اور بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہا: "مادر گیتی ایسے فرزند گاہے گاہے پیدا کرتی ہے اگر قسمت نے اس کا ساتھ دیا تو یہ اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے گا"۔ سلطان جلال الدین نے لاہور پہنچ کر سلطان شمس الدین التمش اور ناصر الدین قباچہ سے امداد طلب کی مگر وہ چنگیز جیسے سفاک دشمن سے لڑائی مول لینے کو تیار نہ تھے جس کا ایمان ہی یہی تھا کہ جہاں چاہے وہاں نسل انسانی مٹائے۔

تمام تاریخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ چنگیز خان نے دریائے سندھ عبور نہیں کیا تھا لیکن اس کا جرنیل طرطائی (بموجب "آئین اکبری" ترم تائی) سندھ کو عبور کر کے بھیرہ تک آ پہنچا اور اس شہر کی کل آبادی کو حکم دیا کہ فوج کے لئے کشتیاں تیار کرے چنانچہ تھوڑے دنوں بعد طرطائی نے کشتیوں میں بڑے بڑے پتھر بھروا کر دریائے جہلم میں کشتیاں روانہ کر دیں۔ جب یہ فوج ملتان پہنچی تو اس نے منجنیقوں سے قلعہ پر سنگ باری شروع کی۔ فصیل جگہ جگہ سے شکستہ ہو گئی۔

ان ایام میں غوث العالمینؒ شیخ الشیوخؒ سہروردی علیہ رحمت کے لئے سخت فکر مند ہو رہے تھے مغلوں کی فوج نے اسلامی ممالک میں جو دھاندلی مچائی تھی طوفان نوح کے بعد یہ بہت بڑی مصیبت تھی جو نوع انسانی پر نازل ہوئی۔ منگولیا کی اس تند و تیز آندھی نے ہزاروں شہروں کو بے چراغ کر دیا تھا۔ حضرت غوث العالمینؒ پریشانی کے اس عالم میں بغداد کو روانہ ہوئے۔ ابھی ایک منزل چلے تھے کہ سید جلال الدین تبریزیؒ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملاقات ہوئی جو بغداد سے چلے آتے تھے شیخ جلال الدینؒ نے فرمایا حضرت شیخ الشیوخؒ کا یہی فرمان ہے کہ "آپ واپس چلے جائیں" مرشد کی

marfat.com

خیر و عافیت سن کر آپکو اطمینان ہوا اور آپ اپنے ان با کمال مہمانوں کے ہمراہ ملتان واپس لوٹ آئے۔

شیخ فرید الدین شکر گنج فرماتے ہیں کہ جن دنوں خواجہ بختیار کاکیؒ شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور شیخ بہاء الدین ذکریاؒ یکجا ملتان میں مقیم تھے تینوں بزرگوار عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے انہی دنوں مغلوں نے ملتان پر حملہ کر دیا۔ سنگباری سے قلعہ کی دیواریں مسمار ہو گئیں۔ قباچہ گھبرا کر غوث العالمین کی خانقاہ میں آیا اور عرض کی "اے خدا یاد درویشو! کوئی چارہ گری کرو۔ خدا کی قسم اگر مغل شہر میں گھس آئے تو ایک متنفس بھی زندہ نہ بچے گا" اسی وقت خواجہ بختیار کاکیؒ نے ایک تیر منگوایا اور قباچہ کے حوالے کر کے فرمایا یہ تیر لے جاؤ اور رات کے اندھیرے میں اسے برج پر سے دشمنوں کی طرف پھینک دو۔ قباچہ تیر لے کر چلا گیا اور چلہ چڑھا کر رات کو پوری قوت سے مغلوں کی فوج پر دے پھینکا۔ خدا کی شان کہ رات کی تاریکی میں وہ بے پناہ لشکر اس طرح غت ربود ہوا کہ صبح کو اس کا نشان تک نہ رہا۔ اس واقعہ کا قباچہ کے معتقدات پر یہ اثر ہوا کہ چند دنوں کے بعد جب حضرت بختیار کاکیؒ دہلی کو اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ غزنی کو روانہ ہونے لگے تو اس نے بڑی منت خوشامد سے انہیں کچھ اور عرصہ ٹھہرانے کی کوشش کی اور عرض کی: "چند گاہ دیگرے سایہء برکت دریں مقام ارزانی فرمائید" لیکن حضرت قطب اقطابؒ نے فرمایا کہ ہم لوگ زیادہ عرصہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے "ایں مقام در ذمہ و حوالہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا است و ہموارہ در پناہ او خواہد بود" یعنی یہ مقام حضرت شیخ بہاء الدین کی تحویل میں دیا جا چکا ہے اور ہمیشہ ان کی پناہ میں رہے گا۔ یہ کہہ کر دونوں بزرگ اپنے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

علامہ قطب الدین کاشانی : صاحب "تذکرہ بہاء الدین ذکریاؒ" بحوالہ "سیر العارفین" تحریر فرماتے ہیں سلطان ناصر الدین قباچہ حضرت غوث العالمین کے بے پناہ اثر و نفوذ کو اپنی حکومت کے لئے خطرہ محسوس کرتا تھا اس نے بڑے سوچ و بچار کے بعد کاشان کے علامہ قطب الدین کو ملتان آنے کی دعوت دی وہ بھی فقرا اور مشائخ کے چنداں معتقد نہ تھے۔ حکومت نے جامع مسجد کے ساتھ بہت بڑا مدرسہ تعمیر کرایا اور مولانا اس کے شیخ المدرس مقرر ہوئے۔ قباچہ ان کا بہت ادب کرتا تھا اور امرائے دربار کو بھی حکم تھا کہ ان کا زیادہ سے زیادہ احترام کریں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کو سب کچھ معلوم تھا لیکن اس کے باوجود اپنے محل سے چل کر جامع مسجد میں پہنچتے اور ان کی اقتدا میں صبح کی نماز ادا کرتے تھے ایک دن علامہ نے عرض کی "حضور نماز اپنی مسجد میں ہی ادا فرمالیا کریں۔ اس قدر تکلیف کی کیا ضرورت ہے؟" آپ نے فرمایا میں اس حدیث پاک پر عمل کرتا ہوں " **من صلی خلف عالم فکا نما صلی خلف نبی مرسل** " (یعنی جس نے کسی با عمل عالم کے پیچھے نماز پڑھ لی گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز ادا کی)۔ علامہ کاشانی خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ جب حضرت غوث العالمینؒ صبح کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے مولانا ایک رکعت پڑھا چکے تھے حضرتؒ دوسری رکعت میں شریک ہوئے لیکن ابھی علامہ نے پہلا سلام ہی ادا کیا تھا کہ غوث العالمینؒ کھڑے ہو گئے۔ نماز کے بعد علامہ کو کسی نے یہ معاملہ بتا دیا۔ انہوں نے حضرت سے سوال کیا کہ آپ نے میرے دوسرے سلام کا انتظار کیوں نہ فرمایا۔ اگر مجھے سہو ہو جاتا تو پھر آپ

marfat.com

کیا کرتے۔ فرمایا اگر کسی کو نور باطن سے معلوم ہو جائے کہ امام کو سہو نہیں ہوا تو وہ پہلے سلام پر ہی کھڑا ہو سکتا ہے علامہ نے فرمایا: "ہر نورے کہ موافق احکام شرع نیست آن ظلمت است" حضرتؒ کو یہ جواب شاق گزرا مولانا جمالی سہروردیؒ صاحب "سیر العارفین" لکھتے ہیں کہ انہی ایام میں علامہ کے کسی بے تکلف دوست نے ان سے پوچھا کہ فقرا پر آپ کے اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "درویش راکہ من دیدہ ام دیگر ہم چناں نے یابم" اور پھر اس کا ذکر یوں فرمایا:

نجم الدین یوسفؒ : ایک دفعہ میں کاشغر میں مقیم تھا ایک عمدہ اور نفیس چاقو اپنی جیب میں رکھتا تھا اچانک اس کا دستہ ٹوٹ گیا۔ میں اسے بازار میں لے گیا۔ تمام کاریگروں سے ملا اور انہیں کہا کہ جس طرح یہ پہلے تھا اسی طرح بنا دیجئے۔ سب نے جواب دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پہلے سے کچھ نہ کچھ تو ضرور کم ہو گا۔ میں اس جھمیلے میں کوچہ گردی کرتا پھرتا تھا کہ ان میں سے ایک شخص نے مجھے بلا کر کہا کہ فلاں دکان پر چلے جایئے وہاں ایک پیر مرد ملے گا وہ بڑا کاریگر اور صاحب کمال ہے ممکن ہے کہ اس کے ہاتھوں تیرا چاقو درست ہو جائے۔ میں یہ جواب سن کر اس دکان پر پہنچا۔ ایک پیر مرد دیکھا جس کے چہرہ سے بزرگی ظاہر تھی اور پیشانی نور سے جگمگا رہی تھی۔ میں نے سلام کے بعد تمام قصہ ان کی خدمت میں عرض کیا۔ اس بزرگوار نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا' چاقو طلب کیا اور فرمایا: تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لو۔ میں نے ان کے کہنے پر ظاہرا آنکھیں بد کر لیں لیکن گوشہء چشم سے دیکھتا رہا کہ یہ بزرگ کیا کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ حضرت چاقو کو ہونٹ تک لے گئے اور زیر لب کوئی دعا پڑھ کر دم کی اور پھر چاقو واپس لوٹا دیا۔ میں نے دیکھا کہ اب وہ پہلے سے بھی کئی درجہ بہتر ہو گیا ہے' میں ان کے قدموں میں گر گیا۔ ایک روپیہ ان کے آگے رکھا مگر انہوں نے قبول نہ کیا میں نے بڑی منت سماجت کی فرمایا: تمہارا چاقو درست ہو چکا ہے اب مجھے کیوں پریشان کرتے ہو؟۔ جب علامہ نے یہ حکایت ختم کی ان کے دوست نے انہیں کہا: "اے قطب الدین! وہ کاریگر جس نے آپ کا چاقو درست کر دیا تھا نجم الدین یوسف ہے اور وہ حضرت غوث بہاء الدین ذکریاؒ کے ادنیٰ مریدوں میں سے ہے" مولانا کاشانی یہ سن کر دم بخود رہ گئے۔ حضرت غوث العالمینؒ کی بلند شخصیت کا رعب کچھ اس طرح سے اثر انداز ہوا کہ ملتان میں رہنا ان کے لئے از بس مشکل ہو گیا۔ نماز کے سلسلہ میں جو گفتگو حضرت غوث العالمینؒ سے ہو گئی تھی وہ بار بار ذہن میں آ کر کوفت کا موجب بنی۔ انتشار اور انفعال کی انہیں کیفیات میں ملتان چھوڑ دہلی کو روانہ ہو گئے۔

صاحب تذکرہ مذکور مولانا نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں کہ حضرت غوث العالمینؒ کی وفات کے بعد علامہ کاشانی پھر ملتان تشریف لائے اور زندگی کے بقیہ ایام یہیں بسر کر کے دار العلوم کے مشرق میں دفن ہوئے پرانے قلعہ کے مربع چبوترے پر دو سادہ اور با عظمت مزار ہیں ان میں سے ایک علامہ کاشانی کا ہے اور دوسرا مولانا وجیہہ الدین کا ہے جو دسویں صدی ہجری میں اس درسگاہ کے پروفیسر تھے۔

قباچہ کی سرکشی : صاحب "سیر العارفین" کے مطابق (ناصر الدین) قباچہ نے (سلطان شمس الدین التمش کی) سلطنت کی ترقی دیکھی اور سنی تو اس کو حسد پیدا ہوا۔ چاہا کہ سلطان سے بغاوت کرے' حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کو جو درویشی کے آفتاب تھے اس بات کا انکشاف ہو گیا آپ نے قباچہ

marfat.com

کی فتنہ انگیزی اور مخالفت پر مشتمل خط سلطان کو بھیجا۔ اس زمانے میں ملتان میں قاضی شرف الدین ایک با عمل عالم اور دیندار کامل تبتہ الاسلام تھے انہوں نے بھی اسی مضمون کا خط سلطان کو روانہ کیا۔ اتفاق سے یہ دونوں خط قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے۔ قباچہ نے جب یہ خط دیکھے تو اسے سخت اشتعال ہوا۔ اس نے حضرت شیخ الاسلام (بہاء الدین ذکریاؒ) اور قاضی کو اپنے دربار میں طلبی کا حکم جاری کیا۔ جب وہ دونوں پہنچے تو حضرتؒ اس کی سیدھی جانب بیٹھے اور قاضی کو قباچہ نے اپنے سامنے بٹھایا۔ قاضی کا خط کھولا اور ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ قاضی نے پڑھا اور خاموش ہو گئے۔ اس وقت اس نے جلاد کو حکم دیا اور اس نے چشم زدن میں ان کی گردن اڑا دی اور ایک پاک مسلمان کے خون سے خدا کی زمین کے فرش کو رنگین کر دیا۔ حضرت غوث العالمینؒ کے اس واقعہ کی تفصیل بموجب "فوائد الفواد" یوں ہے کہ شیخ بہاء الدینؒ قباچہ کے پاس اسی طرح گئے جس طرح پہلے بارہا بے خوف و ہراس جایا کرتے تھے اور جا کے حسب دستور قباچہ کی دائیں طرف بیٹھ گئے۔ قباچہ نے ان کا خط ان کے ہاتھ میں دیا۔ شیخ نے اسے پڑھا اور کہا کہ ہاں یہ میرا ہی خط ہے' میں نے ہی لکھا ہے اور یہ میری ہی تحریر ہے۔ قباچہ نے کہا کہ یہ آپ نے کیوں لکھا' شیخ نے کہا جو کچھ میں نے لکھا ہے مبنی برحق لکھا ہے اور تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزر۔ آخر تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ قباچہ نے جب یہ بات سنی تو سوچ میں پڑ گیا اور اس نے کھانا لانے کا اشارہ کیا۔ شیخ کا دستور تھا کہ وہ کسی کے گھر میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ قباچہ کا مقصد یہ تھا کہ شیخ چونکہ کھانا کھانے سے انکار کر دیں گے اس بنا پر میں انہیں اذیت پہنچاؤں گا۔ الغرض جب کھانا سامنے لایا گیا اور ہر کسی نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شیخ نے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھایا اور کھانا کھانا شروع کر دیا۔ قباچہ نے جب یہ دیکھا تو اس کا تمام غصہ جاتا رہا اور وہ شیخ سے کچھ نہ کہہ سکا اور شیخ بہ سلامت گھر واپس آ گئے۔

قباچہ کا انجام : ناصر الدین قباچہ اور سلطان شمس الدین التمش یہ دونوں سلطان قطب الدین ایبک کے داماد تھے قباچہ ملتان ٹھٹھہ اور اوچ وغیرہ کے علاقوں کا حاکم تھا جہاں کا وہ بائیس سال حاکم رہا۔ اس کا دار الخلافہ اوچ (بہاول پور کے قریب) تھا۔ ۶۲۵ ہجری (۱۲۲۸ عیسوی) میں قباچہ نے پھر سرکشی کی چنانچہ سلطان التمش نے اس کے خلاف فوج کشی کی قباچہ اوچ کو محکم کر کے خود قلعہ بھکر کی طرف بھاگ گیا اور اپنے وزیر عین الملک اشعری کو حکم دیا کہ خزانہ کو قلعہ اوچ سے منتقل کر کے بھکر میں پہنچا دے۔ سلطان التمش نے خود قلعہ اوچ کا محاصرا کیا اور اپنے وزیر نظام الملک جنیدی کو قباچہ کے تعاقب میں روانہ کیا ایک مہینہ تک اوچ کا محاصرا رہا پھر صلح سے فتح ہو گیا۔ قباچہ اس قدر ہراسان ہوا کہ مقابلہ کے لئے بھی نہ نکل سکا اور اوچ سے ملتان اور ملتان سے بھکر پہنچا لیکن جب نظام الملک نے تعاقب کیا تو بھکر میں بھی نہ ٹھہر سکا اپنے اہل و عیال سمیت کشتی میں سوار ہوا تاکہ سندھ کی طرف نکل جائے لیکن دریائے سندھ میں عین منجدھار میں اس طرح پھنسا کہ سنبھلنے تک کی مہلت نہ ملی اور دریائے سندھ کی خوفناک لہریں ڈائن کیطرح اسے بال بچوں سمیت نگل گئیں اور اسطرح قاضی شرف الدین کا قاتل اور غوث العالمین کا بد خواہ اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچا۔ **فا عتبروا یا اولی الابصار۔**

marfat.com

افطاری میں شرکت : ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینے میں شہر کا حاکم آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرا ایک مصاحب اہل علم ہونے کے باوجود اولیا کی کرامت کا قائل نہیں۔ آپ یہ سن کر خاموش رہے، حاکم نے دوسری بار پھر تیسری بار یہ ماجرا بیان کیا اور التجا کی اسے گمراہی سے نکالنے کے لئے کوئی تجویز کی جائے۔ آپ نے ایک خادم کو بلا کر فرمایا کہ شہر میں اعلان کرادو کہ آج کوئی شخص بغیر ہمراہی بہاء الدین کے روزہ افطار نہ کرے اور افطاری کے وقت اپنے گھر میں مقیم رہے۔ الغرض اس دن حضرت غوث العالمین شہر کے تمام مسلمانوں کے ساتھ افطاری میں شریک ہوئے اور حاکم شہر کے مصاحب کے ساتھ ساتھ سینکڑوں دوسرے آدمی بھی اہل اللہ کی کرامت پر ایمان لے آئے کہ یہ خاصان خدا کا تصرف ہے، ہر آدمی کو ایسا کرنے کی طاقت نہیں۔

چور اندھے ہوگئے : ایک دفعہ چند ڈاکو چوری کے ارادہ سے حضرت کے حجرے میں گھس آئے۔ آپ مصلیٰ پر بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے جونہی حضور کی نظر چوروں پر پڑی سب کے سب اندھے ہو گئے اور فریاد کرنے لگے کہ خدا کے لئے ہمیں اس عذاب سے نجات دلایئے آئندہ کے لئے چوری سے ہماری توبہ ہے۔ حضرت نے رحم کھا کر جو توجہ فرمائی سب کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور وہ چور فسق و فجور سے تائب ہو کر درویش ہو گئے۔

امداد مقروض : ایک مرتبہ حجرہ شریف میں آپ معروف عبادت تھے چند درویش بھی چپ چاپ پاس بیٹھے تھے۔ دفعتاً آپ مصلیٰ سے اٹھے اور روپوں کی ایک تھیلی لئے باہر نکل گئے۔ درویش بھی حیران ہو کر ساتھ ہو لئے باہر آکر دیکھا کہ چند آدمی ایک غریب الحال شخص کو اپنے قرض کی وصولی کے لئے تنگ کر رہے ہیں حالانکہ اس بیچارے کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ حضرت نے قرض خواہ کو بلا کر فرمایا یہ تھیلی لے لو اور جس قدر روپے اس سے لینے ہیں نکال لو۔ قرض خواہ نے اپنے قرض سے کچھ روپے زیادہ لینے چاہے تو فوراً اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ چلا کر بولا حضور معاف فرمایئے زیادہ لینے سے میری توبہ۔ معاً ہاتھ درست ہو گیا۔ حضرت واپس تشریف لے آئے اور فرمایا خداوند کریم نے اس کی امداد کے لئے مجھے بھیجا تھا الحمد للہ کہ اس کا مطلب پورا ہو گیا۔

کیمیا نظری : شیخ فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں ایک مرتبہ چند علما اور مشائخ جمع تھے انہوں نے متفقہ طور پر شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ سے سوال کیا: کہ آدمیوں کی نظر کیمیا کیسے ہو سکتی ہے؟ شیخ الاسلام نے اپنے تھیلے سے سونے کا ٹکڑا نکال کر میرے حوالے کیا اور فرمایا بازار سے ایک مجہول مطلق کافر غلام خرید کر لے آیئے چنانچہ میں بازار گیا اور مجھے جو شکل و صورت میں مکروہ اور عقل کا غبی نظر آیا خرید کر آپ کی خدمت میں لے آیا حضرت شیخ الاسلامؒ نے اسے اپنے پاس بٹھا کر کلمہ توحید پیش کیا۔ غلام نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ شیخ نے اس کی پشت پر تھپکی لگائی اور فرمایا: "حضرات علما تجھ سے جس علم کی بابت سوال کریں جواب دے اور تو بھی ان پر سوال کر۔ تجھے میں نے اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا ہے"۔ سو غلام سیدھا ہو بیٹھا۔ علماء نے اس پر سوالات کرنے شروع کئے۔ سو ہر سوال کا شافی جواب دینے لگا یہاں تک کہ علماء اور مشائخ از خود چپ ہو گئے۔ اس کے بعد اس غلام نے علماء پر ایک سوال کیا وہ جواب نہ دے سکے۔ انجام کار

marfat.com

انہوں نے اس کتے سے کہا کہ آپ ہی اس سوال کا جواب ارشاد کریں۔ کتے نے بحیثیت استاد کے ان سب کو اس کا جواب ذہن نشین کرایا۔ شیخ الاسلام ذکریاؒ نے فرمایا کہ آدمیوں کی نظر اس طرح کیمیا کا اثر دکھاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ غلام اس طرح کئی سالوں تک دہلی میں درس دیتا رہا' بڑے بڑے علماء اس کے آگے گھٹنے ٹیکتے تھے۔ کسی کو اس کے سوالوں کے جواب کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔

غیبی امداد : بحوالہ "سیر العارفین" بروایت مولانا حسام الدینؒ (مرید و خلیفہ حضرت محبوب الٰہیؒ): شیخ الاسلام ذکریا ملتانیؒ کے ایک مرید خواجہ کمال الدین مسعود شیروانیؒ بہت مالدار سوداگر تھے اور اکثر جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جزیرہ جرولی سے بندرگاہ عدن کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی آدھا سفر طے کیا تھا کہ سمندر میں ہولناک طوفان آگیا جہاز کا مستول ٹوٹ گیا۔ پانی کی لہریں جہاز کے اوپر سے گزرنے لگیں۔ قریب تھا کہ جہاز ڈوب جائے۔ اس وقت خواجہ کمال الدین انتہائی عاجزی سے غوث العالمینؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی: "مدد بہا الحق! اے پیر دستگیر المدد! المدد!" خدا کے حکم سے اسی وقت حضرت شیخ بہاء الدین ذکریاؒ جہاز پر ظاہر ہوئے اور اہل جہاز کو نجات کی خوشخبری دے کر غائب ہو گئے۔ آناً فاناً ہوا بند ہو گئی طوفان تھم گیا اور جہاز بندرگاہ عدن میں صحیح سلامت آ پہنچا۔ تمام اہل جہاز یہ کرامت دیکھ کر متحیر ہوئے اور سوداگروں نے اپنا تہائی مال نہایت محبت اور اخلاص سے خواجہ کمال الدین کے سپرد کیا کہ ملتان میں شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا دیں۔ خواجہ کمال الدین نے وہ مال لے کر اور نصف جواہر اپنے شامل کر کے اپنے بھانجے خواجہ فخر الدین گیلانی جو نہایت متورع اور دیانت دار تھے کی معرفت ملتان بھجوائے۔ انہوں نے شیخ الاسلام کو پہلی بار صرف تختہء جہاز پر دیکھا تھا جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کو اسی صورت اور لباس میں دیکھ کر زیادہ معتقد ہوئے اور تمام زر و جواہر جو ستر لاکھ کی مالیت کا تھا بطور نذر پیش کیا حضرت غوث العالمینؒ نے وہ مال تین دن کے عرصہ میں مساکین اور فقرا میں تقسیم کر دیا۔ خواجہ فخر الدین گیلانیؒ حضرتؒ کی فیاضی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنا تمام مال و اسباب شیخ کی نذر کر کے حلقہء ارادت میں داخل ہو گئے اور تھوڑے سے عرصہ میں ہی واصلان حق سے ہو کر خرقہء خلافت حاصل کیا۔ خواجہؒ کم و بیش پانچ سال حضرت کی صحبت میں رہے انہیں غوث العالمینؒ کے فرزند اکبر سلطان العارفین شیخ صدر الدینؒ سے زیادہ محبت تھی اکثر وقت ان کی خدمت میں گزرتا تھا۔ ان کا مقبرہ سمندر کے کنارے موجود ہے جو مرجعء خلائق ہے۔

بناوٹی سید کو دوگنی نذر : حضرت غوث العالمینؒ کا معمول تھا کہ اگر کوئی غریب الحال سید ملنے کو آتا تو ایک خلعت اور سات اشرفی مرحمت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قحط کے ایام تھے ملتان کے مضافات کا کوئی کمہار حاضر ہوا اور عرض کی: "میں غریب سید ہوں۔ بھوکا مر رہا ہوں خدا کے لئے مدد فرمائیے" جونہی اس شخص نے اپنی گفتگو ختم کی حضرت سرو قد کھڑے ہو گئے بڑے ادب سے اسے اپنی مسند پر لا کر بٹھایا اور غلام کو حکم دیا کہ چودہ اشرفی اور دو فاخرہ خلعتیں آپ کو پیش کرو۔ تمام خدام اور احباب متعجب ہوئے اس وقت تو ادب سے کچھ عرض نہ کر سکے۔ جب کمہار اشرفیاں اور فاخرہ خلعتیں لے کر چلا گیا تو ایک خادم نے بڑھ کر عرض کی "حضور یہ تو فلاں گاؤں کا کمہار ہے جھوٹ بول کر حضرت سے اس قدر مال لے گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: تم ٹھیک کہتے ہو مجھے بھی یہ بات معلوم تھی لیکن جب وہ

marfat.com

میرے سامنے پیش ہوا اس کے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بابرکت ہاتھ تھا۔ میں نے آنحضرت ؐ کی ہی تعظیم کی تھی اور اسی وجہ سے عام سادات کے مقابلے میں اسے دوگنی نذر پیش کی۔

کٹے ہوئے ہاتھ درست : ایک دفعہ حاکم وقت نے کسی قصور پر ایک شخص کے ہاتھ کاٹ ڈالے وہ شخص عرصہ تک شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر رہا ایک دن اس کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو بڑی رقت ہوئی۔ اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "اگر کوئی آرزو ہو تو بیان کر" اس نے دونوں کٹے ہوئے ہاتھ آگے بڑھائے۔ حضرت غوث العالمینؒ نے آسمان کی طرف نظر کی اور عرض کی: "دست بایں بے دست بدہ" اسی وقت اس کے دونوں ہاتھ درست ہو گئے۔

بس کر اتنا کافی ہے : بموجب "افضل الفوائد" حضرت محبوب الٰہیؒ دہلوی فرماتے ہیں: ایک روز کوئی درویش شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوا اس نے عرض کی مجھے کوئی ایسی نعمت عطا فرمائیں کہ ملتان سے دہلی تک میری آنکھوں کے سامنے کوئی حجاب نہ رہے۔ حضور نے فرمایا جاؤ یہ چلہ کرو۔ جب چلہ پورا ہو گیا تو ملتان سے دہلی تک اس کی نظروں میں کوئی حجاب نہ رہا۔ اس نے پھر آ کر عرض کی کہ اب میں چاہتا ہوں کہ فرش سے عرش تک میری نظروں میں کوئی حجاب نہ رہے۔ حضرت نے فرمایا: "ایک چلہ اور پورا کرو" جب چلہ پورا ہو گیا تو واقعی کوئی حجاب نہ رہا۔ تمام زمین اس کے سامنے تھی اور وہ ہر چیز کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ تحت الثریٰ سے عرش معلی تک تمام اشیاء اور انوار و برکات بے حجاب نظر آ رہے تھے۔ اس نے حاضر ہو کر یہ کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "بس کر اتنا کافی ہے" لیکن درویش نے اس پر قناعت نہ کی اور عرض گزار ہوا: "حضور! اب میں چاہتا ہوں کہ حجاب عظمت تک کا مکاشفہ حاصل ہو" درویش کے اس مطالبہ پر جبین غوثیت پر شکن آ گئی۔ ناراض ہو کر فرمایا: "ایسا نہ کہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے" ابھی زبان مبارک سے یہ فقرہ ادا ہی ہوا تھا کہ درویش نعرہ مار کر گر پڑا اور جان بحق ہو گیا یعنی واقعی وہ درویش جمال حقیقی کے مشاہدہ کی تاب نہ لا سکا اور شمعِ حسن ازل پر پروانہ وار نثار ہو گیا۔

عبد اللہ قوال : بحوالہ "سیر العارفین" و "فوائد الفواد" عبد اللہ نامی شیریں مقال اور خوش کلام قوال روم سے ملتان آیا۔ وہاں سے اجودھن ہوتا ہوا دہلی پہنچا۔ وہاں سے پھر اجودھن حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں ملتان جانے کا ارادہ رکھتا ہوں راستہ پر خطر ہے۔ دعا فرمایئے تاکہ میں صحیح سلامت ملتان پہنچ جاؤں بابا صاحبؒ نے فرمایا یہاں سے فلاں حوض تک میرا علاقہ ہے یہاں تک تو تم سلامت جا پہنچو گے وہاں سے ملتان تک شیخ بہاء الدینؒ کا علاقہ ہے۔ عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں بابا صاحبؒ سے یہ بات سن کر چل پڑا۔ جب حوض کے نزدیک پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہاں ڈاکہ پڑتا ہے۔ مجھے شیخ کی بات یاد آ گئی اور بلا دھڑک چلا گیا۔ اللہ نے ڈاکوؤں کو اس راہ سے دور پھینک دیا وہ راستہ بھول گئے اور میں صحیح سلامت حوض پر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وضو کر کے دوگانہ ادا کیا بعد ازاں شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ کو یاد کیا اور کہا "یہاں تک تو فرید الدین شکر گنج کی حد تھی سلامت پہنچ گیا ہوں اب آگے آپ کی حد ہے اب آپ ذمہ دار ہیں" جب میں حوض سے آگے بڑھا تو راہزن ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے للکارتے ہوئے آ پہنچے میں نے گھبرا کر شیخ الاسلام کو مدد کے لئے

marfat.com

پکارا- رہزن اسی وقت ڈر کر بھاگ گئے اور میں صحیح سلامت ملتان پہنچ گیا جب حاضر خدمت ہوا تو میں سرخ جامہ (سرقالاتی جو ناگور کے علاقہ میں بنا جاتا ہے) پہنے ہوئے تھا حضرت نے مجھے اس لباس میں دیکھ کر فرمایا: "یہ شیطانی لباس ہے اسے اتار دے"- عبد اللہ قوال کو یہ بات شاق گزری اور حرص اس لباس کے اتارنے میں مانع ہوا- بے ساختہ کہہ بیٹھا کہ لوگوں کے گھر سونے چاندی سے بھرے پڑے ہیں اس پر نظر نہیں کرتے اور ایک گلیم کہنہ جو اٹھنی میں خریدی جا سکتی ہے انہیں بری معلوم ہوتی ہے- حضرت نے دیکھا کہ قوال دائرۂ ادب سے نکلا جاتا ہے فرمایا: "عبد اللہ ہوش میں آ اور زبان سنبھال- حوض کے کنارے جب ڈاکوؤں نے تجھے سراسیمہ کر رکھا تھا ذرا اس وقت کو یاد کر کہ آخر ذکریا ہی تیری نجات کا موجب بنا"- عبد اللہ یہ فرمان سن کر سخت نادم ہوا اور قدم بوس ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی- آپ نے اسے نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کا دامن دنیوی اور دنیاوی سعادتوں سے بھر دیا-

ژالہ ملتان بہتر از یخ بخارا : بحوالہ تذکرہ بہاء الدین ذکریا ملتانی جن دنوں حضرت غوث العالمین" بخارا میں رہتے تھے ایک نجیب الطرفین سید علی کو آپ سے بڑی عقیدت ہو گئی- آپ کے ملتان چلے آنے کے بعد بھی وہ ہمیشہ آپ کی تعریف کرتے رہے- ان کے نوجوان صاحبزادے سید جلال اپنے والد کی زبان سے بار بار تعریف سن کر حضرت غوث العالمین" کے معتقد ہو گئے اور یہ ارادت و عقیدت یہاں تک پہنچی کہ اپنے والد بزرگوار سے اجازت لے کر ملتان کو چل دیئے- اگرچہ وہ زمانہ بے حد تشویشناک تھا- بخارا سے ملتان تک خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اس کے باوجود آپ کچی تڑپ اور طلب صادق کی حفاظت میں بخیر و عافیت ملتان آ پہنچے- صاحب "سیر العارفین" مولانا جمالی اپنے پیر حضرت سما الحق سہروردی" سے روایت کرتے ہیں کہ جلال بخاری" سرد علاقے کے رہنے والے تھے- ملتان جیسے گرم خطہ میں اگر غوث العالمین" کی ذات بابرکات مقیم نہ ہوتی تو شاید وہ ایک لحظہ بھی وہاں نہ رہ سکتے- اپنے پیر کی وجہ سے اس شہر کی گرمی کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے تھے ایک دن ہوا مطلقاً" بند تھی اور سورج پوری طرح چمک رہا تھا- حضرت سید جلال" سرائے غوثیہ میں بے چینی سے پنکھا کر رہے تھے- آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور لمبی سانس کھینچ کر فرمایا: "آہ یخ بخارا در چنیں حرارت کجایا بم""؟

غوث العالمین" اس وقت محلسرائے میں تشریف فرما تھے آپ کو کشف کے ذریعے اس صورت حال کا علم ہو گیا- آپ نے فوراً خدام درگاہ کو جماعت خانہ کی صفیں لپیٹنے اور جھاڑو دینے کا حکم دیا- اس سے پہلے کبھی حضرت نے دوپہر کے وقت ایسا حکم نہیں دیا تھا- اس وقت مطلع صاف تھا اور بادل کا کہیں نشان تک نہ تھا- نوکر چاکر ابھی جھاڑو دینے میں مصروف تھے کہ دفعتاً" نیلے آسمان پر ایک چھوٹا سا ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے خانقاہ مبارک پر پھیل گیا- سید جلال یہ عجیب طرفہ تماشہ دیکھ ہی رہے تھے کہ بادل نے گرجنا اور بجلی نے چمکنا شروع کیا اور مرغی کے انڈے کے برابر اولے گرنے لگے چنانچہ فوراً خانقاہ کا صحن مبارک اولوں سے بھر گیا- سید جلال اور خانقاہ کے درویشوں نے بڑی خوشی منائی اور اولے اٹھا اٹھا کر کھانے لگے- شہر کے لوگ خانقاہ غوثیہ پر باران رحمت کے نزول کی خبر سن کر جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور تبرک کے طور پر اولے اٹھالے گئے سب لوگ حیرت میں

marfat.com

تھے کہ یہ عجیب اسرار ہے کہ سوائے خانقاہ معلی کے کہیں بارش کی بوند تک نہیں پڑی۔ جب ظہر ہوئی خدام درگاہ نے صفیں بچھائیں اور حضرت شیخ الاسلامؒ خلوت خانہ سے نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ سید جلالؒ پر نظر پڑی تو مسکرا کر فرمایا: "سید جلال دریں حال ژالہء ملتان بہتر است یا یخ بخارا" سید جلالؒ نے ادب سے کھڑے ہو کر جواب دیا "ژالہء ملتان از یخ بخارا بہ ہزار درجہ بہتر و اولیٰ است"۔

وجود دنیا و عدم وجود برابر : حضرت غوث العالمینؒ ایک دن اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور وہ صندوق لے آؤ جس میں پانچ ہزار سرخ دینار ہیں۔ خادم خزانے میں گیا مگر اس صندوق کا کوئی نشان نہ ملا واپس آکر عرض کی کہ وہ صندوق موجود نہیں حضرت شیخ نے کچھ دیر تامل فرمایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا: "الحمد للہ"۔ کہتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد خادم نے حضرت کو اطلاع دی کہ وہ صندوق سامان کے نیچے سے مل گیا ہے حضرت نے اسی طرح کچھ دیر تامل فرمایا اور کہا "الحمد للہ"۔ خادم کو صندوق لینے کے لئے بھیج دیا اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ دونوں حالتوں میں الحمد للہ کہنا اس وجہ سے تھا کہ اہل اللہ کے نزدیک دنیا کے وجود اور عدم وجود برابر ہیں اس کے جانے کا کوئی غم نہیں اور نہ اس کے آنے کی کوئی خوشی۔ اس کے بعد وہ پانچ ہزار دینار مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور اس رقم پر اپنی توجہ نہیں فرمائی۔

معنوی موت : مولانا نور احمد فریدی حضرت غوث العالمین کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ یاد الٰہی سے آپ ایک لحظہ بھی غافل نہ ہوتے تھے زندگی بھر میں ایک لحہ اگر اس قسم کا پیش آیا تو آسمانوں میں آپ کی موت مشہور ہو گئی اس ضمن میں وہ ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں: "ایران کی سرزمین سے چند درویش حضرت غوث العالمینؒ کی زیارت کے لئے ملتان کو چلے آرہے تھے جب کوہ سلیمان کی تلہٹی میں پہنچے چند چڑیوں نے جو وہاں ایک درخت پر بیٹھی چہچہا رہی تھیں درویشوں کو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔ ایک نے کہا یہ درویش شیخ ذکریا کو ملنے ملتان جا رہے ہیں۔ دوسری بولی مگر ان کا تو آج انتقال ہو چکا ہے تیسری چڑیا نے افسوس کرتے ہوئے کہا آہ بے چاروں کا یہ سفر رائیگاں گیا۔ درویش اس گفتگو سے ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک درویش بولا صاحبو! جب شیخ ہی نہیں تو ملتان جانے کی کیا ضرورت ہے چلو واپس چلیں۔ ایک معمر درویش نے کہا: دوستو! اگر شیخ کی زیارت ہماری قسمت میں نہیں رہی تو کیا ہم ان کی قبر پر فاتحہ بھی نہ پڑھیں چنانچہ سب درویش ملتان روانہ ہو گئے جب خانقاہ معلی پر پہنچے تو وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت شیخ الاسلام منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے ہیں۔ درویش حیرت سے ایک بار پھر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ کیا معلوم پرندے بھی جھوٹ بول سکتے ہیں؟ حضرت غوث العالمینؒ نے کشف کے ذریعے ان کے دل کا تردد معلوم کر لیا جب وعظ ختم ہوا اور درویش قریب پہنچ کر قدم بوس ہوئے تو فرمایا یاران! تعجب نہ کرو تم نے جو کچھ راستے میں سنا وہ بھی صحیح تھا اور جو کچھ اب دیکھ رہے ہو یہ بھی درست ہے۔ درویش سوچ میں پڑ گئے کہ یہ دونوں باتیں درست کیسے ہو سکتی ہیں؟ حضرت نے انہیں پھر مخاطب کیا اور فرمایا: ایک لحہ فقیر پر ایسا آیا تھا کہ اس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تھا جس پر فرشتوں نے مشہور کر دیا کہ "بہاء الدین مر گیا" چڑیوں نے یقیناً کسی فرشتے سے یہ بات سنی ہو گی۔

marfat.com

دو مار بہم در آمدند : بموجب "سیر العارفین" حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے منقول ہے کہ ایک شریف اور عالم بخارا سے دہلی چلے جب وہ ملتان پہنچے تو غرور کی وجہ سے حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کی ملاقات کی جانب متوجہ نہیں ہوئے جب انہوں نے دہلی کی روانگی کا ارادہ کیا تو ان کے ساتھیوں نے اصرار کیا کہ حضرتؒ سے ملاقات ضرور کرنی چاہئے۔ آخر کار ان کے اصرار پر حضرت شیخ الاسلام (ذکریا ملتانی)ؒ کی جانب روانہ ہوئے جیسے ہی انہوں نے حضرت شیخ کو دیکھا تو جو غرور اور گھمنڈ ان کے دماغ میں تھا سب جاتا رہا۔ ان کے سر پر مضبوط پگڑی بندھی تھی جس کا دنبالہ ء دستار لٹک رہا تھا وہ کاکلیں لٹکائے ہوئے آئے۔ جب حضرت شیخ الاسلام کی نظر ان پر پڑی تو مسکرا کر فرمایا کہ دو سانپوں کو یک جا کیا ہے ان بزرگوار نے فورا سر منڈوا دیا اور دنبالہ ء دستار کو لپیٹ لیا۔ بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت کی خدمت میں رہے۔

بر سطح آب : حضرت گنج شکر پاک پٹنیؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ یہ دعا گو اور حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ سفر میں تھے۔ اچانک دریا پر پہنچے۔ کشتی موجود نہ تھی کہ اس پر سوار ہو کر دریا عبور کرتے سامنے حد نگاہ تک خوفناک موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی دکھائی دے رہی تھیں "پا بر آب نہادیم و گذ شتیم"۔ ۔ہم دونوں بلا تامل آگے بڑھے اور پانی پر چلتے ہوئے دریا کے پار پہنچ گئے۔

دعائے حاجات : حضرت بابا فرید شکر گنجؒ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں اور قطب العالمین سید جلال بخاریؒ برادرم مولانا بہاء الدین ذکریاؒ کے پاس بیٹھے تھے اس وقت حضور عالم مشاہدہ و مکاشفہ میں تھے۔ جب محبت کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے تو عین اس حالت میں اپنے محبوب حقیقی سے درخواست کی۔" **یا رب اعطنی خیرا من الدارین وما فیھا**"۔ آواز آئی: "**انت قطب العالمین**" عرض کی: "**زدنی یا رب**" (اے رب مجھے اس سے بھی زیادہ عنایت کیجئے) جواب ملا: "**انت غوث العلمین**" "پھر عرض کی" "**زدنی یا رب**" جواب ملا " **بعد ھذا درجتہ الا نبیاء ولیست الرسالتہ بعد ختم الانبیاء والمرسلین محمدن المصطفی صلی علیہ وسلم ولکن اعطیتک اسماء من اسمائی' انت الشیخ الکبیر المنیر وللہ الا سماء الحسنی فادعوہ بھا**۔ " "حضرت بابا گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد برادرم مولانا بہاء الدین حالت صحو میں آئے اور فرمایا (ترجمہ) "جب کسی کو کوئی مہم آپڑے یا کوئی ضرورت پیش آئے تو اسے چاہیے کہ اکیس دن صبح و شام گیارہ دفعہ یہ کلام پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان کردے گا۔ اس سے نہ صرف اس کی مشکل حل ہو گی بلکہ خداوند کریم اس کے جملہ گناہ بھی بخش دے گا اور جس نے استقامت ایمان کے لئے یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے اس کا ایمان محفوظ رہے گا اور اگر تبرک کے طور پر پڑھی اور کوئی سوال نہیں کیا تو حضرت غوث العالمین فرماتے ہیں کہ میں اس کا قیامت کے دن ضامن ہوں اور مناسب ہے کہ ان اسماء کا روزانہ ورد کرتا رہے۔ دعا یہ ہے :

"**الٰہی بحرمت وببرکت شیخ الاسلام قطب العالمین غوث الثقلین شیخ الکبیر المنیر بہا الحق والشرع والدین محمد ذکریا قدس سرہ العزیز اقض حاجتی**"

اما درویشی چیزے دیگر است : حضرت نظام الدین محبوب دہلویؒ فرماتے ہیں: "شیخ الاسلام بہاء

marfat.com

الدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ نے درویشی کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) علوم طے کر لئے تھے اور ان تمام پر اپنے عمل کو حد کمال تک پہنچا دیا تھا۔ انہیں اتنی روحانی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ اگر آسمان کی جانب نظر اٹھاتے، عظمت عظیم بے حجاب مشاہدہ کرتے اور زمین پر نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں دکھائی دینے لگتیں۔ بایں ہمہ وہ بارہا فرماتے تھے کہ درویشی کا مرتبہ اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے اگر کہہ ڈالوں سننے والوں کا زہرہ آب ہو جائے۔ یہ تو درویشی کا ادنیٰ درجہ ہے۔"

عنایت خاص : صاحب "اسرار الاولیا" خواجہ بدر اسحاقؒ حضرت گنج شکرؒ کی زبانی ایک واقعہ درج کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ نے غلبات شوق میں منادی کرائی: "آج جو شخص میرا منہ دیکھ لے گا میں ضامن ہوں کہ قیامت کے دن اسے آگ میں نہیں ڈالا جائے گا۔" جب یہ آواز اہل اشتیاق نے سنی تو گروہ در گروہ آپ کی زیارت کو جمع ہوئے یہاں تک کہ خانقاہ کا صحن لوگوں سے بھر گیا۔ اس وقت عوام کی سہولت کے پیش نظر آپ نے سواری کا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو کر شہر کو روانہ ہوئے۔ اعلانچی ہر طرف دوڑ پڑے اور جگہ جگہ اس امر کا ڈھنڈورہ پٹ گیا۔ تمام شہر اپنا کاروبار چھوڑ کر حضرت کی زیارت کو دوڑا۔ آپ پر عجیب حالت طاری تھی۔ چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور حق بیں نگاہیں جمال یار کے عکس کو منعکس کر رہی تھیں آپ ایک ایک سے بڑے تپاک کے ساتھ مصافحہ کرتے اور فرماتے: "اے بھائی خدا کی قسم قیامت کے دن تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے۔" رہ رہ کر ارشاد ہوتا "ہاں بھائی! جب خداوند کریم نے اپنی مخلوق پر اس قدر انعام کیا ہے تو میں بخل کیوں کروں" ضعیفی اور عالم پیری کے باوجود حضرت غوث العالمینؒ نے شہر کے تمام بازاروں کے چکر کاٹے اور محتاجوں اور بوڑھے آدمیوں کے ہاں خود چل کر پہنچے اور انہیں اپنی زیارت کرائی۔ گویا اس وقت دوست نے ایک راز کے ظاہر کرنے کا حکم دیا تھا اسے کون چھپاتا۔ سبحان اللہ!

وصیت : صاحب "سیر العارفین" لکھتے ہیں کہ حضرت بہاء الدین ذکریاؒ نے (شیخ جمال خنداں رو اوچی کے متعلق) وصیت کی تھی کہ اوچ شریف میں ایک نہایت قابل اور مستعد درویش ہے اس نے ابھی تک کسی درویش سے تعلق پیدا نہیں کیا ہے اس کا پورا پورا حصہ ہمارے خاندان میں ہے اگرچہ وہ ہم تک نہیں پہنچا۔ ہمارے انتقال کے بعد تمہاری طرف توجہ کرے گا اور خرقہ کی خواہش کرے گا اسے اس وقت جذبے نے مغلوب کر لیا ہے۔ جس وقت وہ تمہارے پاس آئے تو پہلے دن اس کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دینا تین روز تک خلوت میں بٹھانا اور تلاوت قرآن کا حکم دینا تاکہ جذبے کی شدت کی حالت سے شعور میں آ جائے آداب صحبت بجا لائے اور اسے سلوک کے طے کرنے میں کوئی نقصان نہ ہو اس کے بعد اسے طلب کر کے اپنی ارادت میں داخل کر لینا اور لباس وغیرہ کی قسم میں جو کچھ ہمارے پاس سے تم کو پہنچا ہے اس میں سے نصف اسے دے دینا اور کہنا "**نصف لی و نصف لک**" (نصف میرا ہے اور نصف تمہارا ہے) مگر حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کا جو خرقہ میں نے تم کو دیا ہے وہ مت دینا۔

صاحب "مرات المناقب" کے مطابق یہ بھی فرمایا کہ اسے چار چیزوں سے منع کرنا کیونکہ اللہ جل شانہ، کی حکمت اسی میں ہے۔ شیخ العارفینؒ نے عرض کی وہ چار چیزیں کونسی ہیں؟۔ حضرت غوث

marfat.com

العالمینؒ نے فرمایا: پہلی بات یہ ہے کہ وہ کسی کو اپنا مرید نہ کرے اور اپنا دست ارادت کسی کی طرف نہ بڑھائے اس میں حکمت یہ ہے کہ جو بھی اس کا مرید ہو گا صاحب سلطنت اور بادشاہ بنے گا زمین میں اس قدر وسعت کہاں ہے کہ اس کے مریدوں کے لئے ولائتیں اور سلطنتیں مہیا کر سکے اس لئے اس کا مرید کرنا جہان کے لئے خلل و فساد کا موجب ہے لہٰذا اس کا کسی کو اپنے حلقہء ارادت میں نہ لینا ہی بہتر ہے۔ حضرت کے وصال کے بعد یہ وصیت یوں وقوع پذیر ہوئی کہ شیخ جمال خنداں روؒ نے ساری زندگی میں صرف دو آدمیوں کو اپنی مریدی میں لیا تھا۔ ایک غیاث الدین تغلق تھا جو آگے چل کر ہندوستان کا شہنشاہ بنا اور دوسرے شیخ فہیم الدینؒ جن کے لئے اقلیم معرفت کی شہریاری مقدر ہو چکی تھی ان سے جمالی سلسلہ چل نکلا۔ حضرت شاہ جمال لاہوریؒ قادری سہروردی کا سلسلہء طریقت انہیں سے جا ملتا ہے۔ غیاث الدین تغلق کے متعلق "مرآت المناقب" میں اس طرح درج ہے :

"او امیرے از ملازمان سلطان مبارک شاہ والئی دہلی بودہ است تسلط گرفت و لفظ اولیاء بکار آمد و صاحب سلطنت و والئی دہلی گردید۔ چنانچہ در کتب تواریخ و شاہنامہ ہائے سلاطین ہند بالتفصیل شرح مرقوم است"۔

حضرت غوث العالمینؒ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ اس کی خانقاہ گنبد دار تعمیر نہ کی جائے اور اگر بنائی گئی تو یہ سونے چاندی کی اینٹوں اور صدہا تکلفات سے تعمیر ہو گی۔ تیسری بات یہ کہ اس کی خانقاہ میں لنگر جاری نہ کیا جائے اور اگر جاری کیا گیا تو اس میں قسم قسم کے طعام پلاؤ اور حلوہ پکیں گے۔ اس کی خانقاہ کے تکلفات اور لنگر خانے کے مکلف کھانے دیکھ کر مبتدی مریدوں پر خواہش نفسانی اور وسوسہء شیطانی غالب آ جائے گا۔ نفس کی لذتوں کو عزیز رکھیں گے۔ زہد و تقویٰ اور ریاضت و مخالفت نفس کو چھوڑ بیٹھیں گے۔ طریقت کا راستہ ان پر بند ہو جائے گا اور گمراہی کی تہ عمیق میں جا پڑیں گے۔ مزید بر آں جب دوسرے اہل اللہ کی خانقاہوں پر ایسے اہتمامات نہیں دیکھیں گے تو ان کا دل ان مشائخ سے منحرف ہو جائے گا اس لئے حکمت الٰہی اسی میں ہے کہ ان امور سے پرہیز کیا جائے۔

"چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو (جمال خنداں روؒ) وصیت کر جائے کہ اس کے انتقال کے بعد کسی کو اس کا صاحب سجادہ نہ بنائیں۔ اس نے غرض یہ ہے کہ اگر کسی کو اس کا قائم مقام یعنی سجادہ مقرر کیا گیا تو تمام برکات اور فیوض اس ایک شخصیت میں سمٹ کر رہ جائیں گی اور اس کی دوسری اولاد اپنے جد اعلیٰ کی برکات اور فیوض سے محروم اور بے بہرہ رہے گی اور جب ان کا کوئی سجادہ مقرر نہیں ہو گا تو یہ فیوض و برکات اس کی جملہ اولاد کو برابر پہنچیں گی اور تمام فرزند عالم' عامل' زاہد' عابد' دانش مند اور با اثر درویش ثابت ہوں گے قیامت تک ان کے خاندان سے اثر ولایت ختم نہیں ہو گا"۔

حضرت شیخ الاسلام صدر الدین عارفؒ نے حضرت غوث العالمینؒ کی وصیت کے ایک ایک حرف کو سن کر قبول فرمایا اور والد بزرگوار کے یہ الفاظ مبارک ہروقت ان کے ذہن و دماغ پر مستولی رہتے کہ "وکیے جمال نام شخصے خواہد آمد و .شما پیوند خواہد کرد" چنانچہ با الفاظ صاحب "مرآت المناقب: "شیخ صدر الدین محمد وصیت شیخ الاسلام بہ شیخ جمال الدین تلقین کردند' در عملی آورد و کار بہ بست در اندک فرصت با کمال صوری و معنوی رسید"۔

سفر آخرت : صاحب "تذکرہ بہاء الدین ذکریا ملتانی" لکھتے ہیں آخری ایام میں حضرت تمام دن حجرہ

marfat.com

شریف میں معتکف رہنے لگے تھے صرف نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔
۷ صفر ۶۶۱ ہجری جمعرات (مطابق ۲۷ دسمبر ۱۲۶۲ عیسوی) حسب معمول ظہر کی نماز پڑھ کر آپ حجرہ میں تشریف لے گئے حضرت صدر الدین عارف سہروردیؒ اس دن دروازے کے پاس نامعلوم فکر میں کھوئے سے کھڑے تھے کہ دفعتاً ایک نورانی چہرہ کے مقدس بزرگ نمودار ہوئے سبز رنگ کا ایک سر بمہر خط پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس ملفوف کو اسی وقت غوث العالمین کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔
اس خط کا عنوان عجیب قسم کا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس پر یہ کلمات درج تھے: "ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ"۔ آپ سہم گئے خط والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کرکے واپس آئے تو قاصد کو نہ پایا اسی اثنا میں حجرہ کے چاروں گوشوں سے آواز بلند ہوئی: "دوست بدوست رسید"۔

تدفین : شیخ عمر عمودیؒ جو اس زمانے کے صالحین میں سے تھے انہوں نے حضرت کے جسم اطہر کو غسل دیا۔ ایک روایت کے بموجب شیخ سعدی علیہ رحمتہ نے اور "خلاصۃ العارفین" کے مطابق حضرت شیخ الاسلام صدر الدین عارف باللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد جسم اطہر کو اس خانقاہ میں دفن کر دیا گیا جسے حضرتؒ نے اپنے طیب اور طاہر مال سے اپنی زندگی میں ہی تعمیر کرایا تھا اور جس میں کامل چالیس برس حدیث شریف کا درس دیا تھا۔ صاحب "مراۃ المناقب" لکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہاں حدیث کا درس دیا جائے وہاں میری امت میں سے جو بھی داخل ہو گا آتش دوزخ سے نجات پائے گا۔ حدیث پاک میں امت کی تصریح موجود ہے آگے چل کر صاحب "مراۃ المناقب" لکھتا ہے کہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس مکان میں شیخ الاسلام ذکریا ملتانیؒ جیسے صاحب کمال نے چالیس سال حدیث کا درس دیا ہو اور معروف عبادت رہے ہوں وہ مقام کس قدر خیر و برکت کا حامل ہو گا نیز لکھتے ہیں کہ خانقاہ شیخ الاسلام کی تعمیر بیت المال سے نہیں ہوئی بلکہ شیخ کے اپنے طیب مال سے ان کی نگرانی میں مکمل ہوئی اور خانقاہ مبارک کے لئے حضرت کی ذاتی ملکیت کے کئی دیہات وقف ہیں"۔

خلفائے عظام : حضرت صدر الدین عارفؒ، حضرت مخدوم سید جلال بخاریؒ اوچہ شریف (سادات بخاری کے موسس اعلیٰ)۔ میر حسینیؒ، مولانا فخر الدین عراقیؒ، شیخ کبیر الدین عراقیؒ، لال شہباز قلندرؒ سیون شریف، نواب موسیٰؒ بہ سرواہی (بہاول پور) خواجہ کمال الدین مسعود شیروانیؒ خواجہ فخر الدین گیلانیؒ، شیخ بدر بجستانیؒ، شیخ عبد الستار (گرمی اختیار خان)، شیخ احمد بن موسیٰ شیروانیؒ خواجہ علی کھیریؒ، شیخ نجم الدین یوسف کاشغریؒ سید عبد القدوسؒ (مزار شریف تائن درمیان یزد و موصل)، حسن افغانؒ عبد اللہ رومیؒ علامہ فضل اللہ بن محمد ایوبؒ (مصنف فتاویٰ صوفیہ)۔ احمد ترکانی۔

المدرسۃ البہائیہ : حضرت غوث العالمینؒ نے ملتان تشریف لاتے ہی سب سے پہلے ایک دینی اور علمی مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی جو دنیا میں "المدرسۃ البہائیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت اس مدرسہ کے اساتذہ کرام کو معقول تنخواہیں دیتے تھے۔ مختلف تقریبات پر انعام و اکرام اور خلعتیں بھی عطا کی جاتی تھیں۔ حضرت کی اپنی شخصیت اور خانقاہ کے پاکیزہ ماحول میں اس قدر جاذبیت اور کشش تھی کہ بڑے بڑے علماء اس درس گاہ میں کام کرنے میں سعادت خیال کرتے تھے۔ اگرچہ والی ملتان و اوچ

marfat.com

ناصر الدین قباچہ نے سرکاری طور پر ایک یونیورسٹی قائم کر رکھی تھی جس کے صدر الدرس مولانا قطب الدین کاشانی تھے مگر وہ مدرسہ ابہائیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ شیخ الاسلام کا یہ مدرسہ لاہور اور دہلی تک مشہور تھا۔ حضرت محبوب الٰہی دہلوی" لکھتے ہیں کہ میرے زمانے میں صرف دو مقامات دینی درسگاہوں کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے ایک ملتان اور دوسرا اجودھن (پاک پتن شریف)۔

تصنیفات : "کتاب الاوراد" یہ خالص فقہی کتاب ہے اور سلسلہ ء سہروردیہ میں آئین کی حیثیت رکھتی ہے اس کی شرح بعنوان "کنز العباد" ہے جو حضرت قطب الاقطاب رکن عالم سہروردی" کے مرید علی بن احمد غوری" نے تدوین فرمائی۔

قبر سے ہاتھ کا نکلنا بند ہوا : بحوالہ "تذکرہ شاہ یوسف گردیز" مولفہ حسن رضا گردیزی حضرت سید ابوالفضل جمال الدین محمد یوسف شاہ گردیز" سید علی ابوبکر" کے فرزند تھے جو حضرت شاہ علی قسور بغدادی" کے صاحبزادے تھے۔ شاہ علی قسور" بغداد سے ہجرت کر کے گردیز میں مقیم ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک گردیز میں واقع ہے آپ کو وہاں کے لوگ بابا علی کوژ" کے نام سے جانتے ہیں۔ گردیز افغانستان میں غزنی کے شہر کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آپ کے مذکورہ بالا پوتے (جمال الدین محمد یوسف شاہ") ۴۵۰ ہجری (۱۰۵۸ عیسوی) میں قصبہ گردیز میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں ایک کرامت کا اظہار آپ سے ہوا کہ ایک نوجوان جو قریب المرگ ہو گیا اس کے لواحقین اسے اٹھا کر حضرت شاہ علی قسور" کی خدمت میں لے آئے اور دعا کے طالب ہوئے آپ نے انہیں رضائے الٰہی پر راضی رہنے کی تلقین فرمائی اسی دوران میں وہ لڑکا جاں بحق ہو گیا اس کے لواحقین اس کی لاش کو بصد گریہ و زاری اٹھا کر واپس جانے لگے تو شیخ شاہ یوسف" اس گریہ و زاری پر بڑے بے چین ہو گئے آپ نے خدا پر بھروسہ کر کے لڑکے کی زندگی کے لئے دست دعا بلند کئے۔ دعا قبول ہوئی اور مردہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ جب حضرت علی قسور" کو اطلاع ملی تو آپ نے انہیں طلب فرما کر کہا "اے فرزند! خدا کا فضل و کرم آپ کے حال پر بہت زیادہ ہے لیکن فقرا کا شیوہ تسلیم و رضا ہے بہتر ہے کہ آپ ملتان چلے جائیں کیونکہ وہاں آپ کی بدولت اللہ لوگوں کو ہدایت بخشے گا"۔ چنانچہ آپ ۴۸۱ ہجری (۱۰۸۸ عیسوی) میں بہ عمر ۳۱ سال عازم ملتان ہوئے۔ روایت ہے کہ آپ نے شیر پر سوار ہو کر اور اپنے ہاتھ میں زندہ سانپ کا تازیانہ لے کر یہ سفر طے کیا۔ مندرجہ ذیل شعر جو آپ کے مقبرہ در ملتان پر کندہ ہے اس روایت کی ہی دلالت کرتا ہے :

دانی سوار شیر کہ در دست مار کرد   مخدوم شاہ یوسف این جا قرار کرد

یہ شعر اس وقت سے آج تک زبان زد خلائق چلا آتا ہے اور اس کرامت کی بیشتر راویوں نے تصدیق کی ہے صاحب تذکرہ جناب حسن رضا گردیزی ' مخدوم محمد یوسف گردیزی" سے متعلق ایک اور مستند روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت کی صداقت کی گواہی آپ کے مزار کا وہ سوراخ ہے جو آج بھی موجود ہے۔ مخدوم گرامی مرتبت بعد وفات مزار سے ہاتھ نکال کر مریدوں اور معتقدوں سے مصافحہ فرمایا کرتے تھے۔ واقعہ یوں بیان ہوتا ہے کہ ایک ارادتمند بہت دور سے سفر کر کے آنحضرت کی زیارت کے لئے ملتان آیا۔ اس مرد مومن کے پہنچنے سے پہلے آپ انتقال فرما چکے تھے (آپ کا وصال ۵۳۱ ہجری مطابق ۱۱۳۷ عیسوی میں ہوا) مرید باصفا مایوس ہو کر گریہ و زاری کرنے لگا کہ میں بہت

marfat.com

مشکلات سے سفر طے کر کے حاضر خدمت ہوا ہوں آپ کے دست مبارک پر بیعت کے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ آخر آپ کا دست مبارک قبر سے باہر نکل آیا جسے اس خوش قسمت نے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا۔ اس کے بعد بہت عرصہ تک مریدان باصفا روضہ ء مبارک پر آتے اور گریہ و زاری کرتے جس کے جواب میں آپ مزار سے ہاتھ نکال کر مصافحہ فرماتے تا وقتیکہ حضرت شیخ صدر الدین" اپنے گرامی قدر والد جناب شیخ بہاء الدین ذکریا علیہ الرحمتہ کا پیغام لائے اور اسے حضرت کے مزار پر کھڑے ہو کر گوش گزار کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک مزار شریف سے باہر نہیں نکالا۔ اس سلسلے میں "مرآۃ الاسرار" طبقہ یازدہم کی اصل عبارت جس میں اولیا کرام کے حالات مستند کتاب "اخبار الاخیار" سے لیا گیا ہے قابل ملاحظہ ہے :

"در شہر ملتان متوطن گشت۔ عالمے بوے تولا نمودہ و روضہ ء متبرکہ ء او در ملتان مشہور است وے از قبر دست بیعت بمریداں میداد و آں در سروے راہے موجود است کہ از آں جا دست می آورد و دیگر نقل متواتر مشہور است کہ روزے شیخ کہ از قبر بر آوردہ بمریدان بیعت می کند پس' ہیچ کس بفرزندان شما رجوع نخواہند کرد۔ شیخ بزرگوار بہاء الدین ذکریا تغافل نمودہ گفت کہ بابا! در حق ایں نوع مقدمات نباید افتاد و چوں دوسہ مرتبہ بسیار مبالغہ نمود لاچار فرمود کہ بر سر مرقد پاک شاہ گردیز قدس سرہ' بیرو و التماس کن کہ در کمالات صوری و معنوی شما ہیچ احدے را سخنے نیست و لیکن رعایت شریعت در خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بر شما لازم است۔ شیخ صدر الدین" آں جا رفت و پیغام قدر بزرگوار بوے رسانید۔ پس ازاں روز دست از قبر بیرون نیاورد"۔ "یہ سلسلہ جو مخدوم یوسف شاہ گردیز" کے پڑ پوتے مخدوم شاہ یحییٰ گردیزی سجادہ نشین تک رہا (آپ حضرت غوث العالمین" کے ہم عصر تھے)۔

"گلزار ابرار" مصنفہ محمد غوثی شطاری مانڈوی کے مطابق "جب کوئی شخص بارادہ بیعت آپ کی قبر کے پاس جاتا تھا تو آپ مزار کے اندر سے ہاتھ باہر نکال دیتے تھے اور مرید کے ہاتھ پر رکھ کر" ید اللہ فوق ایدیھم" کے آثار کا ثبوت دیتے تھے۔ شیخ صدر الدین ابن شیخ بہاء الدین ذکریا قدس سرہ' کے مبارک زمانہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ صدر الملت" کی کوشش اس بارے میں زیادہ رہتی تھی کہ آں جہانی حالات مخفی رہیں لہذا آپکی یہ روش صدر الملت کی طبیعت کے خلاف واقع ہوئی تھی۔

صاحب "تذکرہ صدر الدین عارف" مولانا نور احمد فریدی اس کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

"شیخ محمد یوسف گردیزی قدس سر' العزیز کو دار فانی سے پردہ کئے تقریباً" ڈیڑھ سو برس گزر چکے تھے لیکن اب تک ان کی یہ کرامت برابر کار فرما تھی کہ جو شخص مزار نور بار پر جا کر سلام عرض کرتا حضرت اپنا ہاتھ باہر نکال دیتے۔ اس سے لوگوں میں یہ غلط خیال پیدا ہو چلا کہ شاید جو بزرگ اس قسم کی کرامتیں نہیں دکھاتے ان کا پایہ ان سے کم ہے اس لئے آپ (حضرت صدر الدین عارف") حضرت کے آستان پر گئے اور سلام پیش کرنے پر جب شیخ کا ہاتھ باہر نکلا تو آپ نے انتہائی نیاز مندی سے فرمایا "شیخا باش کہ قدم سید در میان است" کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت کے ہاتھ کا نکلنا موقوف ہو گیا۔

شیخ الاسلام صدر الدین عارف ملتانی"

ولادت : آپ ۶۲۱ ہجری (مطابق ۱۲۲۴ عیسوی) میں مخدومہ بی بی رشیدہ بانو کے بطن عفت سے پیدا

marfat.com

ہوئے جو حضرت شیخ احمد غوثؒ کی معصومہ اور حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ کی چھوٹی بہن تھیں۔
تعلیم : صاحب "انوار غوثیہ" کے مطابق آپ کی تعلیم و تربیت حضرت غوث العالمینؒ کی زیرِ نگرانی ہوئی اور وہی آپ کے علوم ظاہری و باطنی کے استاد تھے۔ اوائل عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا۔ علوم نقلیہ حاصل کرنے کے بعد علوم باطنی اور اسرار معرفت میں وہ مقام حاصل کر لیا جو دوسروں نے سالہا سال کے مجاہدات اور ریاضتوں کے بعد پایا تھا۔

حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صدر الدین عارفؒ کو استحکام نحو کی غرض سے "مفصل" کے مطالعہ کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے اجازت چاہی آپ نے فرمایا: آج رات صبر کرو تاکہ اس کے مصنف کا حال معلوم ہو جائے چنانچہ جب رات ہوئی تو حضرت صدر الدین عارفؒ نے دیکھا کہ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑے لئے جا رہے ہیں صبح کو جب حضرت غوث العالمینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: زمخشری (مصنف مفصل) کا حشر دیکھ لیا۔ جو کہتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کی یہی سزا ہے "سبحان اللہ"! کیا مرتبہ تھا کہ بے عمل مصنف کی کتاب کا مطالعہ بھی گوارا نہ تھا۔

وجہ تسمیہ العارف : صاحب "سیر العارفین" و محمد قاسم فرشتہ بالاتفاق لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ صدر الدینؒ جب کلام پاک پڑھتے یا ختم کرتے تو معرفت کے نئے نئے اسرار و رموز ان پر عیاں ہوتے تھے اسی لئے وہ عارف کے لقب سے مشہور ہوئے۔

کتخدائی : صاحب "تذکرہ صدر الدین عارفؒ" مولانا نور احمد خان فریدی نے حضرت العارفؒ کی کتخدائی کا دلچسپ و ایمان افروز واقعہ قلمبند فرمایا ہے جو ہم یہاں درج ذیل کرتے ہیں :

"حضرت غوث العالمین قدس سرہ العزیز کے سات صاحبزادے تھے (باقی) سب متاہل اور کنبہ والے تھے لیکن حضرت صدر الدینؒ عارف کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت غوث العالمینؒ شفقت پدری اور محبت قلبی کے سبب فرماتے "بابا صدر الدین تمہیں نکاح کر لینا چاہئے مگر حضرت عارف مسکرا کر عرض کرتے: حضور شادی کے لئے کافی وقت پڑا ہے ابھی کچھ عرصہ اور بے فکری سے عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت غوث زہاں دیکھ رہے تھے کہ عارف باللہ کی جبین اقدس سے رہ رہ کر نور تثلیث منعکس ہوتا ہے وہ آفتاب تثلیث کے طلوع ہونے کے منتظر تھے۔ ادھر عارف دوراں تھے کہ طبیعت شادی کی طرف مائل ہی نہ ہوتی اگرچہ قبلہ گاہ کے ادب و احترام کی وجہ سے اعلانیہ انکار نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ جواب ان کی دلی ناپسندی کا روشن عکس تھا۔ حضرت عارف باللہ اس وقت ستائیس برس کے نوجوان تھے۔ حضرت غوث العالمینؒ کی آنکھوں کے نور اور انتہائی حسین و جمیل۔ ملتان شہر کے ہزاروں گھرانے انہیں دامادی میں لینے کے لئے بے قرار تھے لیکن عارف باللہؒ تھے کہ شادی کے نام سے ہی کوسوں دور بھاگتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آپ مقام ناسوت طے کرنے کے بعد "ملکوت" اور "جبروت" کے مقامات تک پہنچ چکے تھے روحانی و ملکی صفات کے مالک تھے اور پانچوں نمازیں خانہ کعبہ میں ادا کرتے تھے۔

صاحب "مرآت المناقب" لکھتے ہیں کہ جب سالک صدق دل سے شیخ کی رہنمائی میں کثرت

marfat.com

مجاہدہ اور ریاضت سے مقام ناسوت طے کر لیتا ہے اور مقام ملکوت میں داخل ہوتا ہے تو اس سے بشری صفات دور ہو جاتی ہیں اور ملکوتی صفات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس مقام پر اسے ایک عجیب سیر حال ہوتی ہے جسے سلوک کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کی دو اقسام ہیں :

اول مقام "سیر الی اللہ" : یہ مقام ناسوت کی ذیل میں ہے۔ اس کی حدود مقرر اور منضبط ہیں۔ اس میں سالک اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پہچانے اور اس ذات کا پہچاننا یہ ہے کہ یقین جانے کہ خدا ایک ہے اور ابتدا و انتہا سے پاک ہے وہ صفتوں کا منتہا ہے بلکہ اس کا درجہ خارج از صفات ممکن البیان ہے۔ جب ان سب باتوں کو یقین کے ساتھ جان لیتا ہے تو اسے سیر الی اللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

دوم مقام "سیر فی اللہ" ہے۔ اس کی حدود مقرر نہیں ہیں اور یہ مقام ملکوت سے متعلق ہے۔ جب سیر الی اللہ کے مدارج طے کر کے حق کو پہچان لے اور پھر اس قدر ترقی کرے کہ ذات و صفات اور افعال حق کا مشاہدہ کرے۔ علم و حکمت حاصل کر لے اور کیا ملکوت کیا جبروت کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہ رہے اس کا نام "سیر فی اللہ" ہے۔

صاحب "رموز الواصلین" لکھتے ہیں کہ جب سالک مقام ملکوت پر پہنچتا ہے تو اس میں یہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ایک آن واحد میں بلا کسی تکلیف ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ گویا زمین اس کی محکوم بن جاتی ہے۔ جب وہ کسی مقام پر جانا چاہتا ہے زمین کی طنابیں کھنچ جاتی ہیں اور وہ طرفتہ العین میں اس مقام سے ہو آتا ہے۔

"ملفوظ المخدوم" میں ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے ایک عقیدت مند نے عرض کی کہ: "حضور جو اہل اللہ عالم ملکوت میں ہونے کے باعث کسی دوسرے مقام کی طرف چلے جاتے ہیں ان کی جگہ تو خالی رہتی ہو گی" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کی جگہ موجود رہتا ہے۔ کوئی بولے تو وہ اس کی زبان سے جواب دیتا ہے"۔

الغرض حضرت صدر الدین عارفؒ کو یہ مقام حاصل تھا اور وہ بالالتزام خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر طواف کرتے اور جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرتے تھے۔ ان دنوں فرغانہ کی ایک شہزادی بی بی راستی بھی مقام ناسوت طے کر کے عالم ملکوت میں داخل ہو چکی تھی اور وہ بھی ہر روز خانہء کعبہ میں حاضر ہو کر نماز ادا کرتی اور باقی وقت طواف میں مصروف رہتی تھی۔ شہزادی کے والد سلطان جمال الدین خود ایک صاحب کمال عالم تھے انہوں نے شہزادی کا نکاح کرنا چاہا تھا مگر معصومہ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کام آپ تقدیر الٰہی پر چھوڑ دیں۔ اتفاق سے ایک مرتبہ طواف کی حالت میں شہزادی نے ایک جوان کو دیکھا کہ اس کی پشت سے رہ رہ کر نور کی شعاع منعکس ہوتی تھی۔ شہزادی نے خدا داد فراست سے معلوم کر لیا کہ یہ "شعاع نور" کسی قطب وقت کی علامت ہے جو اس باکمال انسان کی صلب میں جلوہ افروز ہے چنانچہ جب حضرت صدر الدینؒ طواف سے فارغ ہوئے تو شہزادی صاحبہ نے نقاب عصمت الٰہی اور حجاب عفت نامتناہی میں آپ سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟ اور آپ کا وطن شریف کہاں ہے؟" حضرت نے فرمایا: یہ فقیر اسدی القریشی ہے اور وطن دارالامان ملتان ہے"۔ شہزادی نے عرض کی "وہی

marfat.com

ملتان! جہاں زبدۃ الکاملین قدوۃ الواصلین شیخ بہاء الدین ذکریاؒ سکونت رکھتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جی ہاں! یہ نیاز مند حضرت شیخ الاسلام" کا ہی فرزند ہے" پوچھا: آپ کا اسم شریف؟" فرمایا "صدر الدین محمد"۔ شہزادی نے کچھ دیر سکوت کے بعد پھر عرض کی کہ کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے؟" فرمایا: "نہیں"۔ عرض کی "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔" حدیث پاک ہے اس کے مطابق "اگر آپ شادی کرنا چاہیں تو ایک موزوں رشتہ آپ کو مل سکتا ہے"۔

حضرت عارف باللہ بخوبی سمجھ رہے تھے کہ "موزوں رشتہ" سے شہزادی کا مطلب کیا ہے۔ انہوں نے مسکرا کر فرمایا: "یہ معاملہ حضرت مخدوم العالمؒ سے متعلق ہے۔ وہ جب فرمائیں گے اور جس کے لئے فرمائیں گے میں بلا تامل قبول کر لوں گا"۔ شہزادی جب زیارت و طواف سے فارغ ہو کر فرغانہ واپس پہنچی تو اس نے یہ تمام کیفیت اپنے والد ماجد سے بیان کر دی۔ وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور ایک دن ریاست کا انتظام وزیروں امیروں کے سپرد کر کے ملتان کو چل دیئے۔ صاحب "مرآت المناقب" کا بیان ہے کہ ہر منزل پر جہاں پڑاؤ کرتے ایک کنواں کھدوا کر خدا کی راہ میں وقف کر دیتے۔ جب یہ شاہی قافلہ ملتان کے قریب پہنچا تو حضرت غوث العالمینؒ مع صاحبزادگان اور اکابر خلفا استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے جہاں اس وقت ام المریدین "بی بی پاکدامن" کا مزار ہے ان دنوں اس جگہ عالیشان محل اور خوشنما باغ تھا جہاں حضرت غوثؒ کی طرف سے سلطان کی رہائش کا انتظام کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد سلطان نے اس کی ملحقہ اراضی کو خرید کر چاہ احداث کرایا اور رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرائے۔ بقول صاحب "مرات المناقب" آج تک یہ معمول چلا آتا ہے کہ جو مرید کالے کوسوں کا سفر طے کر کے زیارت کو حاضر ہوتے ہیں پہلے اس کنویں سے غسل کرتے ہیں۔ پھر ام المریدینؒ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے ہیں۔ بی بی راستی صاحبہؒ (پاکدامن) کا ارشاد ہے کہ جو کوئی اس کنویں سے غسل کرتا ہے اور اپنے کپڑے دھوتا ہے اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں اور دل صاف اور منور ہو کر خناس کے وسوسہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت غوث العالمینؒ کے امیری نما فقر کی شہرت اگرچہ وہ (سلطان جمال الدین والیء فرغانہ) فرغانہ سے سن کر آئے تھے پھر بھی کسی خیال کے پیش نظر ایک تھال زر و جواہر سے بھروا کر ہمراہ لے گئے۔ اس وقت حضرت غوث العالمینؒ حجرہ شریف میں مصروف عبادت تھے جب خدام نے یہ خزانہ نظر اشرف سے گزارا تو حضور نے مطلقاً التفات نہ فرمائی۔ اپنے مصلیٰ کا کنارہ اٹھا کر سلطان سے کہا ذرا ادھر توجہ کیجئے۔ فرغانہ کے تاجدار نے نظر اٹھائی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مصلیٰ کے نیچے جواہرات کا ایک بحر عمیق موجیں مار رہا ہے۔ سلطان بے حد نادم ہوا اور ملازمین کو اشارہ کیا کہ تھال واپس لے جاؤ۔ دوسرے دن پھر ملاقات ہوئی اور گفتگو کے دوران میں اس قدر اسرار و معارف بیان ہوئے کہ سلطان حضرت کا عاشق زار ہو گیا۔ عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا حضرت غوث العالمین بالا خانے سے اتر کر مسجد میں تشریف لائے اور نماز کی امامت فرمائی۔ نماز، مراقبہ اور اوراد کے بعد حسب معمول تخلیہ ہوا اور حضرت کے اکابر خلفا اور تمام فرزند حلقہ بنا کر دوزانو ہو بیٹھے۔ سلطان نے عرض کی: "حضور اس خادم کی ایک عاجزہ ہے اپنی اولاد میں سے کوئی مخدوم زادہ مرحمت فرمایئے تاکہ اس کی غلامی میں دے

marfat.com

ڈالوں"۔ حضرت نے فرمایا: "میرے تمام فرزند اس وقت حاضر ہیں جس کو اپنی فرزندی میں لینا چاہیں آپ مختار ہیں۔ سلطان نے حضرت صدر الدین عارف کی طرف اشارہ کیا۔ غوث العالمینؒ تو نور باطن سے سب کچھ معلوم کر ہی چکے تھے مسکرا کر عارف باللہ کی طرف توجہ فرمائی گویا معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا یہ رشتہ تجھے منظور ہے؟ شرم و حیا نے اس عمر میں بھی زبان پر قفل لگا کر رکھا تھا جواب میں احترام سے اٹھ کر پدر بزرگوار کے قدم شریف پر بوسہ دے دیا۔ دونوں طرف مسرت و انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ حضرت نے سلطان کی طرف متبسم ہو کر دیکھا اور فرمایا "مبارک"۔ ساتھ ہی خدام کو اشارہ فرمایا کہ "مٹھائی اور تل لے آئیں" اسی مجلس میں ایجاب و قبول کی رسم ادا ہوئی اور حضرت نے اپنی زبان مبارک سے نور العین صدر الدین عارفؒ کا سلطان کی صاحبزادی بی بی راستیؒ سے نکاح پڑھا' اور مسنون خطبہ تلاوت فرمایا۔ اسی وقت ظاہر اور باطن کی دنیا سے تہنیت اور مبارک باد کی صدا بلند ہوئی (ہمیں وقت از عالم ظاہر و باطن آوازۂ تہنیت و مبارک بر آمد) اس کے بعد سلطان جمال الدین نے شہزادی کا ہاتھ حضرت شیخ الاسلام کے دست مبارک میں دے کر فرمایا: "من ایں عاجزہ را مسلمان زفاف نمودم' روز قیامت مسلمان می خواہم"۔ حضرت غوث العالمینؒ نے بی بی صاحبہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "این فرزند من است' انشا اللہ مسلمان خواہد بود" اس کے بعد سلطان نے اجازت چاہی اور اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔

بی بی راستیؒ : شہزادی کا ذکر تصوف اور سیرت کی کتابوں میں بار بار آتا ہے۔ مولانا جمالی (سیر العارفین میں) لکھتے ہیں: "او (بی بی راستی نیز در راستی و درستی دین رابعہ عصر بود و حفظ قرآن بتمام کمال داشت و ہر روز یک ختم کلام اللہ وظیفہ داشت و ارادت بہ خسر خود شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ مے داشت"۔ الختصر جو خاتون عالم ملکوت طے کر چکی ہو اس کے روحانی مراتب کا کیا کہنا لیکن بایں ہمہ اس کی خانگی مصروفیات پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ محل سرائے غوثیہ میں یتیم بچیوں' بیوہ اور بے کس عورتوں کے علاوہ بڑے بڑے امرا کی بہو بیٹیاں بھی دینی مسائل سمجھنے کے لئے آمد و شد رکھتی تھیں ان کے قیام و طعام کا انتظام شہزادی کے سپرد تھا۔ محل میں جس قدر لونڈیاں اور خادمائیں تھیں ان میں اکثر عارفۂ روزگار تھیں۔ صبح کو جب چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن ختم کر کے اٹھتی تھیں۔ ان سب پر بی بی صاحبہ کی کڑی نظر رہتی تھی۔ ان مصروفیات کے باوجود اپنے باکمال خسر اور نامور شوہر کے لئے کھانا خود تیار کرتیں۔ میاں نوافل و اوراد سے فارغ ہو کر محل میں تشریف لاتے تو انہیں مٹھیاں بھرتیں اور اگر سردی کا موسم ہوتا تو تہجد کے لئے وضو کا پانی بھی گرم کرتی تھیں۔

دوسری شادی : حضرت رکن عالم کی ولادت کے چار سال بعد حضرت شیخ العارفؒ نے بی بی شہزادی صاحبہؒ کو فرمایا: "اے نیک بخت ابھی فیاض ازل نے مجھے اور اولاد عنایت کرنا ہے مگر وہ تیرے شکم سے نہیں" اس زمانے میں شہر کے قاضی القضاۃ کا گھرانہ زہد و ورع میں خاص شہرت رکھتا تھا بی بی صاحبہ نے ان کی ایک بچی کو اپنی تولیت میں لے کر اس کی تربیت فرمائی ازاں بعد ان کا نکاح شیخ العارفؒ سے ہوا جن سے دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ شیخ عماد الدین اسماعیلؒ جن سے آپ کی اولاد کا سلسلہ اکناف عالم میں پھیلا۔ دوسرے صاحبزادے شہاب الدینؒ پیدا ہوئے مگر وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

marfat.com

فضیلت : ۷ صفر ۷۲۶ ہجری (۲۱ دسمبر ۱۳۲۶ عیسوی) کو حضرت غوث العالمین" کا وصال ہو گیا حضرت صدر الدین عارف" کی عمر چالیس برس کی ہو چکی تھی۔ اگرچہ ان کے علاوہ حضرت غوث العالمین" کے چھ اور صاحبزادے بھی تھے جن میں شیخ شمس الدین" اور شیخ شہاب الدین" کا علمی پایہ بہت بلند تھا اور شیخ علاؤ الدین" تو طبی دنیا کے بو علی سینا تھے پوتوں میں مولانا نور الدین"" مولانا عبد الغفار"" مولانا قطب الدین"" اور شیخ جلال الدین" بھی علم و فضل اور زہد و ورع کے اعتبار سے خاص مقام رکھتے تھے۔ قطب الاقطاب رکن الدین رکن عالم" بارہ برس کے تھے جن کے آٹھوں پہر دادا بزرگوار کی آغوش شفقت میں گزرتے تھے بایں ہمہ شیخ العارف" اپنے والد ماجد کی ساری اولاد میں ممتاز اور افضل تھے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام ان سے متعلق تھا اور گھر کا کوئی معاملہ ان کی مرضی کے خلاف طے نہیں پاتا تھا۔

صائب الرائے : جب حضرت غوث العالمین" نے اپنی پہلی صاحبزادی (جو مولانا عراقی" کے نکاح میں تھیں) کے انتقال کے بعد مولانا عراقی" کو یہ دوسری صاحبزادی کا رشتہ دینے کے متعلق رائے طلب فرمائی تو شیخ العارف" نے حضرت غوث العالمین" کی خدمت میں عرض کی "میں نے شیخ فخر الدین" کو ایک دن خانقاہ کی سرائے پر کھڑا دیکھا کہ پیراہن سے ہوا لے رہا تھا اور نسیم صبا سے محظوظ ہو رہا تھا جس شخص میں حظ نفس کا مادہ اس قدر موجود ہو حضرت کا اس کے نکاح میں اپنی صاحبزادی کا دے دینا (میرے نزدیک) نامناسب ہے"۔ چنانچہ یہ رشتہ نہ ہو سکا۔ اور یہ پاکدامنہ سلطان التارکین حمید الدین حاکم سہروردی" کے حبالہء نکاح میں دے دی گئیں۔

حضرت غوث العالمین" کے وصال کے بعد جب آپ مسند نشین ہوئے تو صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے بموجب ہر صاحبزادے کے حصہ میں ستر لاکھ اشرفی نقد ماسوائے دیگر اسباب منقولہ و غیر منقولہ آئے تھے مگر شیخ العارف" نے ایک ہی دن میں ساری رقم فقراء اور مساکین میں لٹا دیں۔ کسی نے عرض کی کہ آپ کے والد بزرگوار کا خزانہ نقد و جنس سے معمور رہتا تھا اور اس کو تھوڑا تھوڑا خرچ کرنا پسند فرماتے تھے آپ کو بھی اسی طرح ہی کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "حضرت بابا" دنیا پر غالب تھے اس لئے دولت ان کے پاس جمع ہو جاتی تو انہیں علائق دنیا کا کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا اگرچہ میں بھی بالعموم دنیا پر غالب آتا ہوں اور کبھی برابر رہتا ہوں غالب نہ مغلوب اور نہیں چاہتا کہ کبھی یہ غالب آ جائے اس لئے اس مردار کو اپنے سے دور ہٹا دیا ہے اور دل کو بے اطمینانی کے فتنہ سے بچا لیا ہے۔ بابا حضور کے خزانے کی حفاظت کے لئے میرے دوسرے بھائی کافی ہیں اگر ساتواں حصہ نہیں رہتا تو نہ رہے۔"

فیوض قرآنی : صاحب "ملفوظ المخدوم" کے مطابق حضرت مخدوم جہانیاں" فرماتے ہیں کہ شیخ عارف صدر الدین" کو ہر بار کلام اللہ پڑھنے میں دوسرے معانی ظاہر ہوتے تھے سوائے ان معانی کے جو اس سے پہلے ظاہر ہوئے تھے۔ ایک دن انہوں نے شیخ الکبیر (حضرت غوث العالمین") سے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو ان معانی کو حیطہء تحریر میں لے آؤں۔ حضرت" نے منع فرمایا کہ لوگ سمجھ نہیں سکیں گے اور چونکہ یہ معانی بجائے خود درست ہوں گے اگر کسی نے انکار کر دیا تو گنہگار ہو گا۔

لقمہ ز حرارت نور : "صاحب سیر العارفین" لکھتے ہیں کہ شیخ رکن الدین فردوسی" سے جو شیخ المشائخ

maktabah.org

نجیب الدینؒ کے پیر ہیں (اور وہ یعنی شیخ نجیب الدین) شیخ المشائخ شرف الدین منیری فردوسیؒ جو بہار (ہندوستان) میں مدفون ہیں، منقول ہے کہ جس زمانے میں، میں نے خراسان سے دہلی کا ارادہ کیا اور ملتان پہنچا تو حضرت شیخ الاسلام صدر الدینؒ سے ملاقات کی۔ اس وقت ایام بیض (چاند کی تیرہویں چودھویں اور پندرہویں تاریخ) تھے اور میرا روزہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے کھانا طلب کیا ان کے حضور میں لوگ بہت تھے۔ کچھ علما اور کچھ فقرا تھے جب دستر خوان بچھایا گیا اور کھانا چنا گیا تو میں نے دیکھا کہ کھانا بہت تھا اور سب پر تکلف تھا جیسا کہ بادشاہوں کے دسترخوان پر ہوتا ہے۔ میں بہ نسبت اور درویشوں کے حضرت شیخ کے نزدیک تھا۔ حضرت کے سامنے مزعفر کا ایک بڑا خوان رکھا گیا اور دوسرا صابونی حلوے کا خوان تھا۔ حضرت شیخ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ کیجئے۔ درویشوں کی بسم اللہ بہتر ہے۔ میں اگرچہ روزہ دار تھا مگر **بحکم من اکل من المغفور فھو مغفور** (جس نے مغفور کا دیا کھایا وہ مغفور ہے) یہ نہ کر سکا کہ اس سعادت سے اپنے کو محروم رکھتا۔ بسم اللہ کی اور کھانا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ نہایت رغبت سے کھانا کھا رہے تھے اور ہر قسم کے کھانے کی جانب راغب تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ایام بیض کے روزے نہ رکھتا اگر مہمانوں کی خاطر سے تھا تو کھانے میں تقلیل بہتر تھی۔ ("تاریخ فرشتہ" اور "بزم صوفیہ" میں ہے کہ شیخ رکن الدین نے سوچا کہ میں نے میزبان کی خاطر روزہ تو افطار کر لیا اب صرف افطار پر ہی اکتفا کیا جائے یا کچھ اور کھایا جائے)۔ جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں گزرا تو فوراً شیخ صدر الدینؒ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا: درویش رکن الدینؒ! ہر کہ بتواند کہ طعام را از حرارت باطن نور گرداند و بجق رساند، لازم نیست کہ مقید بتقلیل طعام باشد" (یعنی درویش رکن الدین! جو حرارت باطن سے غذا نور کر سکتا ہے اور حق تک لوگوں کو پہنچا سکتا ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تقلیل غذا بھی کرے۔)

چونکہ لقمہ می شود بر تو گہر   تن مزن ہر چند بتوانی بخور

(چونکہ لقمہ تیرے حلق کے اندر جا کر گوہر بن جاتا ہے اس لئے تردد نہ کرو اور جس قدر جی چاہے کھاؤ)

قم باذن اللہ : بحوالہ "ملفوظ المخدوم" بروایت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ ایک دفعہ شیخ العارفؒ اوراد و افکار میں مصروف تھے کہ پڑوس سے رونے پیٹنے کی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا: "یہ کیا معاملہ ہے" لوگوں نے عرض کی کہ ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا مر گیا ہے اور وہ زار زار رو رہی ہے۔ آواز میں اس قدر درد تھا کہ حضرت آبدیدہ ہو گئے۔ اٹھے اور اس بڑھیا کے گھر تشریف لے گئے۔ جوان لڑکے کی لاش ایک چارپائی پر رکھی تھی بڑھیا اور دوسرے لواحقین کے رونے دھونے سے ایک قیامت برپا تھی۔ حضرت اس نوجوان کے قریب پہنچے اور فرمایا: "**یا حی یا قیوم! قم باذن اللہ!**" جوان فوراً اٹھ بیٹھا۔ حیرت سے ادھر ادھر نظر دوڑا کر بولا یہ کیا اسرار ہے؟ میں تو مر چکا تھا اور میں نے سکرات کی تلخی بھی چکھی ہے۔ زندہ کیسے ہو گیا ہوں؟ جوان کی بوڑھی ماں نے یہ اعجاز دیکھا تو مبہوت ہو کر رہ گئی اسے یقین نہیں آتا تھا۔ روتی بھی تھی اور ہنستی بھی تھی۔ آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں تھے لڑکے کے سر آنکھوں پر بوسہ دیا پھر اسے شیخ کے قدموں میں لا ڈالا اور خود بھی حضرت کے پاؤں اور نعلین مبارک کو پیار دیتی۔ شیخ العارفؒ نے جوان سے مخاطب ہو کر فرمایا: "تو تو بے ہوش ہو

marfat.com

گیا تھا' چپ رہ کچھ مت کہہ "۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں کہ شیخ العارفؒ کا یہ اعجاز "سرقدر" اور اس کا تصرف ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ وہ جوان بوڑھا ہوا اور ابھی مرا ہے جب وہ یاروں میں ہوتا تو ان سے کہتا کہ میں مرگیا تھا اور میں نے سکرات کی تلخی بھی چکھی ہے' شیخ کی ولایت سے زندہ ہوا۔

ایصال ثواب کی برکت سے فرزند : مولانا فتح اللہ نے فرمایا کہ میرے والد مولانا قطب الدین بہرام کے کوئی اولاد نہ تھی میں بڑھاپے میں پیدا ہوا۔ میرے والد حافظ قرآن تھے اور ہمیشہ تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔ ہر جمعہ کو حضرت شیخ الاسلام بہاالدین ذکریا ملتانیؒ اور صدر الدین عارفؒ کے روضوں کی زیارت کرتے اور ایک قرآن کا ثواب اس نیت سے ان کی روح کو بخشتے کہ میرے یہاں فرزند پیدا ہو۔ ایک شب جمعہ کو ختم کلام اللہ کے بعد حالت غنودگی میں دیکھا کہ حضرت شیخ صدر الدینؒ نے دو چھوارے عنایت فرمائے اور فرمایا: مولانا قطب الدین جاؤ ایک خرما خود کھانا اور دوسرا خرما اپنی بیوی کو کھلانا انشا اللہ تمہارے ہاں نیک بخت فرزند ہو گا۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد جب مزار مبارکہ سے باہر آئے تو دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ نے دو خرمے ان کو دیئے۔ وہ نہایت خوش و خرم اپنے گھر آئے۔ ایک خرما خود کھایا اور دوسرا میری ماں کو کھلایا' ان کی برکت سے میں پیدا ہوا۔ حضرت مولانا فتح اللہؒ نے فرمایا یہ خواب میرے والد نے جب مجھے سنایا تو میں دوڑا اور اپنا چہرہ ان کے مزار اقدس سے ملا ان کی محبت سے اپنے دل کو مالا مال کیا۔ اسی روز سے تحصیل علم میں مشغول ہو گیا چنانچہ تھوڑی سی مدت میں اپنے مقصد کو پہنچ گیا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند : مولانا جمالی سہروردیؒ لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پیر حضرت سماء الدین سہروردیؒ سے سنا ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار شیخ بدھؒ فتح اللہ کیؒ مقبولیت کی بابت فرماتے تھے کہ ان کے پڑوس میں ایک سردار تھا جو بہت صالح تھا وہ خواجہ بدھ سے بہت محبت رکھتا تھا۔ اس کے چند گاؤں تھے اس نے خواجہ بدھ سے بہت عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ میرے مواضعات میں جا کر میری ان زمینوں کی پیائش کرائیے اور وہاں کا محصول جمع کر کے مجھے بھیجئے۔ خواجہ صاحب اس سردار کے اصرار پر چلے گئے اور پیائش شروع کر دی۔ رات کو خواب میں خواجہ بدھ نے دیکھا کہ خواب میں انہیں اس کام سے حضرت صدر الدین عارفؒ نے منع فرمایا۔ کہ یہ کام تیرے لائق نہیں اس کو جلد چھوڑ دو اور واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔ علی الصبح دیہات کی رعایا خواجہ صاحب کے پاس آئی کہ جلد چلئے تاکہ زمینوں کی پیائش ہو جائے خواجہ اسی وقت سوار ہوئے اور اپنے مکان کو چلنے کا ارادہ کیا رعایا کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سبب جو ہم کو معلوم نہیں ہے اس سے مولانا کو انقباض ہوا ہو۔ خواجہ بدھ نے فرمایا دوستو! اطمینان رکھو تمہاری وجہ سے مجھے کوئی انقباض نہیں بلکہ میں نے حضرت شیخ صدر الدینؒ کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے اس کام سے روکا ہے مجھ کو اس کام سے پرہیز کرنا چاہئے اور اپنے مکان پر چلے جانا چاہئے چنانچہ وہ واپس گھر آ گئے مواضعات کے مالک نے جب سنا کہ خواجہ کام چھوڑ کر گھر آ گئے ہیں تو اس نے خیال کیا کہ رعایا نے شاید اطاعت نہیں کی تاکہ مواضعات کا لگان مجھ تک پورا نہ پہنچے اس نے دوبارہ پھر منت سماجت کی۔ خواجہ نے بہت عذر کیا اور خواب کی کیفیت بیان کی مگر سردار نہ مانا اور کہا کہ ایک مرتبہ تو جس طرح بھی ہو جائیں اور پیائش کرائیں۔

marfat.com

خواجہ اس کے اصرار پر بکراہت مان گئے۔ اسی دن بالا خانے پر تجدید وضو کے لئے گئے کہ حضرت صدر الدین عارفؒ ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو منع نہیں کیا تھا کہ پیائش کے حساب کے لئے قلم نہ چلانا اور اس کام میں مشغول نہ ہونا۔ ازاں بعد خواجہ بدھ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں زمین پر گرا دیا۔ وہ بے ہوش ہوگئے ان کے لڑکوں اور متعلقین نے جب یہ حال دیکھا تو ان کے منہ پر پانی چھڑکا۔ جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے حضرت شیخ صدر الدینؒ کا تمام واقعہ بیان کیا اور تحریر کے کام سے استغفار کیا۔ خواجہ بدھؒ اپنے وقت میں خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے ہوئے۔

ہرنی بمعہ بچہ حاضر : بمطابق "سیر العارفین" ایک دن حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ دریا کے کنارے (ملتان کے قریب) وضو کر رہے تھے۔ شیخ رکن الدینؒ ان دنوں سات سال کے تھے اور اپنے باپ کے پاس قرآن حفظ کیا کرتے تھے چنانچہ آپ جہاں کہیں جاتے انہیں ساتھ رکھتے۔ ناگاہ ایک طرف سے ہرنوں کا ایک گلہ ظاہر ہوا اس گلے میں ایک ہرنی تھی اس کے پیچھے اس کا بچہ تھا۔ حضرت رکن الدین ابو الفتحؒ کی نظر ہرنی کے اس بچے پر پڑی جو اپنی ماں کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ حضرت چونکہ ابھی بچے تھے اس لئے ہرنی کے اس بچے کی طرف مائل ہو گئے۔ وہ پورا گلہ نظروں سے غائب ہو گیا اور ان کی نظر اسی طرف رہی جس طرف ہرنوں کا گلہ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد جب حضرت صدر الدین عارفؒ وضو سے فارغ ہوئے اور دوگانہ ادا کر چکے تو شیخ رکن الدینؒ کو اپنے پاس بلایا۔ بٹھایا اور قرآن شریف منگوایا کہ وہ قرآن پڑھیں شیخ ابو الفتح اتنے ذہین تھے کہ روزانہ چوتھائی پارہ حفظ کر لیا کرتے تھے۔ پڑھنے کے بعد اس کو تین مرتبہ میں حفظ کر لیتے تھے شیخ العارفؒ نے آج دس مرتبہ پڑھایا مگر ان کا دل چونکہ متوجہ نہ تھا اس سے سبق یاد نہ ہوا۔ حضرت نے دریافت حال کیا۔ بعض حاضرین جو اس قصے سے واقف تھے ہرن کے گلے کا ادھر سے گزرنا اور ان کا ہرنی کے بچے کو دیکھنا کہ جو اپنی ماں کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا بیان کیا جب شیخ العارفؒ کو معلوم ہوا کہ ان کا دل اس سبب سے متوجہ نہیں ہے تو کچھ دیر تامل کیا اور فرمایا کہ ہرنوں کا گلہ کس طرف گیا ہے؟ شیخ رکن الدینؒ نے کہا کہ بابا ہرنی کا عجیب بچہ ماں کے پیچھے تھا اور جس طرف وہ گیا تھا بتایا۔ حضرت العارفؒ نے کچھ دیر اس طرف نظر جمالی اسی وقت وہ ہرنی بچے کے ہمراہ دکھائی دی کہ دوڑی چلی آ رہی ہے یہاں تک کہ شیخ رکن الدینؒ کے قریب آ گئی اور کھڑی ہو گئی شیخ رکن الدینؒ نے اس ہرنی کے بچے کو گود میں لیا اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کی ماں کے دودھ اس کے منہ میں دیئے۔ کہتے ہیں کہ اسی دن آپ نے آدھا پارہ حفظ کر لیا۔ اس ہرنی اور بچے کو لائے اور خانقاہ میں چھوڑ دیا جو عرصے تک وہاں رہے۔

مولانا فتح اللہ کاتب کا حفظ قرآن : مولانا جمالیؒ لکھتے ہیں کہ مولانا فتح اللہ کاتب نے جو ملتان کے استاد تھے اور وہاں علما کا درس دیا کرتے تھے۔ اپنا حفظ قرآن کا یہ واقعہ بیان کیا کہ میں نے بیس سال کی عمر تک کوئی علم حاصل نہیں کیا تھا۔ قرآن بھی پوری طرح یاد نہیں کیا تھا۔ ایک رات حضرت شیخ صدر الدینؒ کو خواب میں دیکھا کہ مسجد میں بیٹھا ہوں، کھانے سے بھرا ہوا لکڑی کا پیالہ سامنے رکھا گیا میں بھی مسجد کے گوشے میں نماز پڑھ رہا تھا اس کے بعد ان کی قدم بوسی سے مشرف ہوا گویا میں دعا کے لئے عرض کر رہا ہوں کہ اگر علم میسر نہیں ہے تو ان کی برکت سے قرآن ہی پڑھ لوں۔ یہی میری نیت

marfat.com

تھی اور یہی عرض کیا۔ حضرت نے اس پیالے سے تھوڑی سی کھیر نکالی اور میرے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ کھالو اور سورہ یوسف یاد کرو۔ اسی وقت کھیر کا وہ لقمہ منہ میں رکھا اور نگل گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے دل میں ایک راحت اور روشنی پائی۔ جب صبح ہوئی تو حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا اور فجر کی نماز مولانا وجیہہ الدین احمد کی اقتدا میں جو اس خانقاہ کے امام تھے پڑھی۔ مولانا حافظ تھے اور خوش آواز بھی تھے ان کی قرآن خوانی کو سن کر لوگوں کے ہوش جاتے رہتے تھے پس میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ روزانہ شیخ کی زیارت کے لئے پہنچوں اور نماز فجر ادا کروں۔ اسی طرح کرتا رہا اور روزانہ ساعت بہ ساعت مجھے تعلیم کا شوق زیادہ ہوتا گیا یہاں تک کہ ایک دن میں نے اپنا حال مولانا وجیہہ الدین احمد سے بیان کر دیا۔ کھیر کے لقمے کا واقعہ جو شیخ صدر الدین ؒ نے مجھے دیا تھا اور سورہ یوسف کے حفظ کرنے کا حکم ' یہ سب ان سے کہہ دیا۔ پس مولانا اٹھے اور مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ایسا ہی کرنا چاہئے اور بہت کوشش کرنی چاہئے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب شیخ صدر الدین ؒ نے تمہارے اوپر عنایت فرمائی ہے تو سعادت کے دروازے ضرور کھل جائیں گے دوسرے روز میں وہ قرآن کریم جو میرے پاس تھا مولانا کے پاس لے گیا اور پہلے وہی سورہ یوسف شروع کی چنانچہ صرف پانچ دنوں میں حفظ کرلی۔ مولانا کو تعجب ہوا۔ میرے قرآن پڑھانے میں انہوں نے بہت کوشش کی ' خدا تعالیٰ کی عنایت اور حضرت شیخ کی برکت سے تقریباً" سات مہینوں میں میں نے کم و بیش سارا قرآن حفظ کر لیا اور تحصیل علم میں مشغول ہو گیا۔

اس کے بعد میں حضرت سلطان العلماء والصلحاء مولانا ثناء الدین ؒ کی خدمت میں گیا کہ جنہوں نے چند سال تک شہر شیراز میں سید شریف ؒ سے تحصیل علم کیا تھا جو صاحب برکت تھے اور صلاحیت میں بے نظیر تھے ان سے حضرت شیخ صدر الدین ؒ کی زیارت اور حفظ قرآن کرنے کا واقعہ عرض کیا تو حضرت مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ ان کے اظہار مسرت نے میرے دل کو قوی کیا۔

گورنر ملتان شہزادہ محمد : حضرت شیخ العارف ؒ کے شہزادہ محمد بن سلطان بلبن (گورنر ملتان) سے تعلقات ابتدا میں خاصے تسلی بخش تھے وہ اکثر و بیشتر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضرت بھی گاہے بگاہے اسے ملنے چلے جاتے۔ حضرت لال شہباز قلندر ؒ بھی جب کبھی سیہون شریف سے ملتان شریف تشریف لاتے تو وہ بھی شہزادہ کی دلجوئی کے پیش نظر اس کی علمی صحبتوں میں شریک ہوتے۔

بمطابق "سیر العارفین" "تاریخ معصومی" و "تاریخ فرشتہ" ایک دن متذکرہ دونوں بزرگ چند اور درویشوں کے ہمراہ شہزادہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے ایک خوش الحان غزل خواں عربی اشعار پڑھ رہا تھا۔ ایک شعر پر دفعتاً" ان بزرگوار اور دوسرے درویشوں پر وجد طاری ہو گیا اور وہ رقص کرنے لگے تمام مجلس ادب سے کھڑی ہو گئی۔ شہزادہ بھی ان کے سامنے ادب سے دست بستہ کھڑا رہا اور زار و قطار روتا رہا۔

تعلقات میں کشیدگی : افسوس کہ یہ خوشگوار فضا ازاں بعد دیر تک قائم نہ رہ سکی اور چند ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ شیخ العارف ؒ اور شہزادے کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ صاحب "سیر العارفین" کے مطابق شہزادے کی بیوی جو سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی تھی نہایت حسینہ اور صالحہ تھی۔

marfat.com

شہزادہ اکثر شراب خوری میں مشغول رہتا تھا- اس کی بیوی کو یہ بات ناپسند تھی- ایک دن شہزادہ نے مستی کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں- جب ہوش میں آیا تو پشیمان ہو کر قاضی شرف الدین خوارزمی جو اس کا محرم راز تھا کو بلا کر اس معاملہ کا حل دریافت کیا جنھوں نے حلالہ کا فتویٰ دیا- شہزادے کو یہ بات منظور نہ تھی لیکن خوف خدا رکھتا تھا چنانچہ قاضی نے مشورہ دیا کہ حضرت شیخ العارفؒ کو بلا کر شہزادی کا ان سے نکاح کر دیا جائے اور ایک دن ان سے طلاق لے لی جائے اور پھر بعد عدت دوبارہ نکاح کر لینا چاہیے- شہزادے نے لاعلاج ہو کر یہ بات مان لی- جب شہزادی حضرت شیخ کے گھر گئی تو عرض کیا کہ مجھے ہرگز اس شرابی کے پاس جانے کی خواہش نہیں آپ خدا کے لئے مجھے طلاق نہ دیں- حضرت نے اس کی بات مان لی چنانچہ دوسرے دن جب شہزادے کے آدمیوں نے حضرت شیخ العارفؒ سے آ کر کہا کہ آپ شہزادی کو طلاق دے دیں تو حضرت نے انکار کر دیا- اس واقعہ پر شہزادے کو سخت غصہ آیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ کل شیخ کے مکان پر جا کر انہیں سارے قبیلے سمیت قتل کروں گا- لوگوں نے جا کر یہ بات حضرت شیخ کو بتائی لیکن آپ ذرا بھر فکر مند نہ ہوئے-

اکثر مورخین نے اس واقعہ کی صحت سے انکار کیا ہے سیر العارفین میں شہزادے کا نام نسخہ اول میں حضرت خان اور بعد میں قدر خان لکھا ہوا ہے- جبکہ سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بڑے لڑکے شہزادہ محمد کو ملتان کا گورنر مقرر کیا تھا اور اس کے ساتھ یہ واقعہ منسوب کر دیا ہے "بزم صوفیہ" کے مطابق اس کی کوئی اصلیت نہیں- شہزادہ محمد نہایت لائق، مہذب، ذی علم اور علما و فضلا اور درویشوں کا قدر دان تھا- حضرت امیر حسن سنجریؒ اور حضرت امیر خسروؒ جیسے اکابر اس کے دربار سے منسلک تھے اس کی موت پر انہوں نے دردناک مرثیے لکھے ہیں (تاریخ فرشتہ) مزید برآں تاریخ فیروز شاہی (ضیاالدین برنی) میں بھی شہزادے کے اخلاق و کردار کی مقبول و محمود تصویر ملتی ہے- ملا عبد القادر بدایونی بھی منتخب التواریخ میں اس روایت کا ذکر نہیں کرتے لہٰذا اکثریت کے نزدیک یہ واقعہ محض افسانہ نگاری ہے-

تذکرہ "صدر الدین عارف" میں مولانا نور احمد فریدی کشیدگی کے سلسلہ میں بحوالہ "مجالس العشاق" لکھتے ہیں سلطان خواجہ حسن (سنجریؒ) را طلب کردو از روئے غضب چند تازیانہ زد- الیٰ آخرہ یعنی ایک دفعہ شہزادے نے خواجہ حسن سنجریؒ کو طلب کر کے از روئے غضب تازیانے سے پٹوایا تھا "جب حضرت عارف باللہ کو علم ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے اور منافرت کی- یہ خلیج روز بروز بڑھتی رہی- بعض کہتے ہیں کہ خانقاہ غوثیہ میں ہروقت ڈیڑھ دو ہزار آدمی مقیم رہتے تھے اور وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے شہزادے کو ان سے بغاوت کا خدشہ لاحق ہو گیا اور ان کی جان کا دشمن ہو گیا اور ایک دن اپنی منتخب فوج کے ساتھ خانقاہ غوثیہ پر چڑھ آیا- سندھی زائرین و مجاہدین خانقاہ کے صحن میں جمع ہو گئے اور حضور پر نثار ہو کر سرخرو ہونے کی اجازت طلب کی مگر حضرت العارفؒ نے اجازت نہ دی- سندھیوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے آگے بڑھے- قطب الاقطاب رکن عالمؒ دائیں طرف اور شیخ اسماعیلؒ بائیں طرف حضرت کے ساتھ تھے- شہر کے ہزاروں آدمی جن میں جوان بوڑھے سب شامل تھے خواجہ احمد معشوقؒ کی قیادت میں آگے بڑھ کر قدم بوس ہوئے- احمد معشوقؒ بولے: "جب بھی

marfat.com

بادشاہوں نے فقرا کی شان میں گستاخی کی ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا۔ حضرت العارفؒ نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ ہم خدا کی طرف رجوع کریں اور جو غیب سے اشارہ ہو اس کی تعمیل کریں۔ ازاں بعد آپ خواجہ احمد معشوقؒ قطب الاقطاب رکن عالمؒ اور سلطان التارکین حاکمؒ کو ہمراہ لے کر حضرت غوث العالمینؒ کے مزار نور بار پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہجوم کو مخاطب کر کے فرمایا: "دوستو میں نے ابھی ابھی حضرت غوث العالمینؒ کی روح پر فتوح سے ملاقات کی ہے۔ حضرت نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی ہے" **واللہ یعصمک من الناس** (یعنی اللہ تجھے لوگوں کے شر سے بچالے گا) اس لئے میں بالکل مطمئن ہوں آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں انشا اللہ مقابلے کی ضرورت نہیں پڑے گی "چنانچہ لوگ اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ازاں بعد شیخ العارفؒ بھی شہزادہ کے لشکر کو دیکھنے کے لئے فصیل پر تشریف لائے نیچے جھانک کر دیکھا تو ہر طرف شہزادے کا لشکر قلعہ پر حملے کے حکم کا منتظر پایا اور فرمایا: اللہ اللہ! ایک درویش کو قتل کرنے کے لئے اتنا اہتمام پھر یہ شعر پڑھے۔

نحن الجبل الراسخن لا تزجبها الریاح العاصفات   تزجی ای تحرک الا رجلہ الا مراک

"یعنی ہم بڑے جمے ہوئے پہاڑ ہیں ہمیں سخت چلنے والی ہوائیں بھی نہیں ہلا سکتیں۔ تحمل اور برداشت ہمارا ہمیشہ کا معمول ہے" مولانا علاؤ الدین نے عرض کی حضور اگر ہم اپنی جمیعت کے ساتھ مقابلہ کو نکلیں تو فوج ضرور ہمارا ادب کرے گی۔ شیخ العارفؒ نے قطب الاقطاب رکن عالمؒ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے فرمایا "سنتے ہو رکن الدین! مولانا کیا کہتے ہیں۔ کیا حضرت حسین علیہ السلام مظلوم کا اثر ہم سے کم تھا؟۔ عزیز من! عوام کا کوئی اعتبار نہیں' سیاست سب کچھ کرا لیتی ہے۔ انسان کو ہر حالت میں اپنے خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

شہزادے کی شہادت : ابھی شیخ العارفؒ فصیل سے اتر ہی رہے تھے کہ لشکر میں عجیب گل کھلا۔ ایک سوار ہانپتا کانپتا سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا کہ شہزادہ عالم! تیمور خان کی بیس ہزار فوج چناب کو پار کر کے المنصور (ملتان چھاؤنی) کی طرف بڑھی چلی آتی ہے اگر اس سیلاب کو آگے بڑھ کر نہ روکا گیا تو ملتان کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ مولانا فریدی یوں تبصرہ فرماتے ہیں کہ ۶۸۳ ہجری (۱۲۸۴ عیسوی) میں حضرت غوث العالمینؒ کے تقریباً تمام خلفا رخصت ہو چکے تھے اور نئے متلاشیان حق نے ان کی جگہ لے لی تھی۔ حضرت عارف باللہؒ ان کی تربیت میں مصروف تھے۔ خواجہ احمد معشوقؒ، قطب الاقطاب شیخ رکن الدینؒ، سلطان التارکین' حمید الدین حاکمؒ، شیخ صلاح الدین درویشؒ اور خواجہ حسام الدینؒ جیسے اکابر صوفیاء نے خانقاہ غوثیہ کا نظام سنبھال رکھا تھا۔ اگرچہ شیخ العارفؒ خزانہ میں کچھ جمع نہیں ہونے دیتے تھے اس کے باوجود روزانہ ہزاروں آدمی لنگر سے کھانا کھاتے اور سینکڑوں نقد و جنس کی صورت میں امداد پاتے تھے۔ ملتان کا گورنر (شہزادہ محمد) جو سلطان غیاث الدین بلبن کا ولی عہد بھی تھا کسی غلط فہمی پر حضرت سے بگڑ بیٹھا اور یہ صورت حال روز بروز شدت اختیار کرتی چلی گئی یہاں تک کہ ایک دن وہ اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ خانقاہ عالیہ پر چڑھ آیا کشت و خون کا بازار گرم ہونے کو تھا کہ عین موقع پر قادر قیوم نے چنگیزی افواج کو بھیج دیا جنھوں نے

marfat.com

شہزادے کو سنبھلنے کی فرصت تک نہ دی اور وہ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس واقعہ کے چار پانچ سالوں کے اندر ہی اندر بلبن اعظم، معز الدین کیقباد سب مر گئے اور سلطنت خاندان غلاماں کے پنجۂ اقتدار سے نکل کر خلجیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی اس اجمال کی تفصیل عبرت انگیز ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل اللہ سے الجھنے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ اس شاہی خاندان کا نام و نشان مٹ گیا مگر حضرت شیخ العارفؒ کے محترم خاندان کا سورج سات سو برس گزرنے کے باوجود آج بھی نصف النہار پر چمک رہا ہے۔ بلاشبہ۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آں کس پف زند، ریشش بسوزد

اکابر خلفائے کرام : قطب الاقطاب رکن الدین رکن عالم ملتانیؒ، صلاح الدین درویشؒ، شیخ احمد بن شیخ محمد معشوقؒ، حضرت جمال الدین جمال خنداں روؒ اوچی، مولانا علاؤ الدین نجندیؒ اور شیخ حسام الدین ملتانی بدایونیؒ۔

وصال : تاریخ وصال مختلف الفیہ ہے مگر صاحب "تذکرہ صدر الدین عارف" مولانا نور احمد فریدی نے حضرت کے خاندانی ریکارڈ سے سال وصال ۷۰۹ ہجری نکالی ہے (مطابق یکم مئی ۱۳۱۰ عیسوی) جو آپ کے اولاد کرام کے پاس محفوظ شدہ تاریخی ریکارڈ کی تصدیق کرتی ہے۔ "بزم صوفیہ" کے نزدیک آپ نے ظہر و عصر کے درمیان انتقال فرمایا متذکرہ بالا تاریخ وصال کے پیش نظر آپ کی عمر شریف ۸۸ سال بنتی ہے اور اپنے والد بزرگوار حضرت غوث العالمینؒ کے پہلو میں اسی قبہ میں آرام فرما ہیں۔

الشیخ العارف گوشہ نشین درویش تھے انہوں نے اپنی ساری عمر ملتان میں بسر فرمائی۔ نہ کبھی کسی بادشاہ کے دربار میں گئے اور نہ سندھ کا دورہ فرمایا۔ اکناف عالم سے طالبان حق کھنچے چلے آتے ان کی تربیت اور اصلاح احوال کے لئے آپ نے اپنی خانقاہ میں ہی قیام ضروری سمجھا اور اپنے عظیم والد ماجد و مرشد کامل حضرت غوث العالمینؒ کے مشن کو تازیست جاری رکھا اور المدرستہ البہائیہ اور خانقاہ غوثیہ کی اس شان اور عظمت کو بطریق احسن برقرار رکھا گویا۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وصایا : آپ کے مرید و خلیفہ خواجہ ضیا الدین سہروردیؒ نے آپ کے ملفوظات جمع کئے ہیں اور ان کا نام "کنزالفوائد" رکھا۔ اس میں حضرت مولف و مرتب نے حضرت صدر الدین عارف سہروردیؒ کی چند وصیتیں بھی درج کی ہیں جو ۔ مذکورہ کتاب سے بحوالہ "اخبار الصالحین" ہم چند یہاں درج کر رہے ہیں :

یہ وہ وصیتیں ہیں جو حضرت شیخ العارفؒ نے اپنے مریدوں کو ارشاد فرمائی تھیں۔ فرمایا: حدیث قدسی میں ہے **لا الہ الا اللہ حصنی فمن دخلہ امن من عذابی**۔ (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے نجات پا گیا) قلعہ کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں لا الہ الا اللہ کو حصن کہا گیا ہے۔ حصار نہیں۔ حصار وہ ہے کہ احاطہ میں لے لے لیکن کبھی نگاہ میں رکھے اور کبھی نہ رکھے اور حصن وہ کہ احاطہ میں بھی لے اور نگاہ میں بھی رکھے۔

اس قلعہ میں داخل ہونے کی تین صورتیں ہیں (۱) ظاہری (۲) باطنی (۳) حقیقی۔ ظاہری

marfat.com

صورت یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے اور نہ امید رکھے کیونکہ اگر ساری کائنات دشمن بن جائے تو اس کے حکم کے سوا ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر سارا جہان دوست بن جائے اور رب کائنات کا منشا نہ ہو تو کوئی اسے نفع نہیں پہنچا سکتا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ** (اللہ تعالیٰ اگر کسی کو تکلیف یا راحت پہنچانا چاہے تو نہ کوئی دوسرا اسے روک سکتا ہے نہ اس کے غلبہ و اقتدار سے نکل کر بھاگ سکتا ہے)۔

دریں مے خانہ ہر مینا ز بیم محتسب لرزد   مگر یک شیشہء عاشق کہ از وے لرزہ بر سنگ است

حسن باطن یہ ہے کہ اس سرائے فانی میں موت کے پہلے جو کچھ پیش آتا ہے بالکل ہنگامی اور عارضی ہے جاودانی نہیں ہے۔ سالک اس حقیقت پر یقین کرلے کہ موت سے پہلے انسان کو جو زندگی نصیب ہوتی ہے یہ "حیات مستعار" ہے "**کل من علیھا فان**" یعنی دنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں اس لئے ان کی ہستی و نیستی کی طرف بالکل التفات نہ کرنا چاہئے اور باطن میں ماسوائے اللہ سے بے تعلق رہنا چاہئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بہشت کی آرزو اور دوزخ کا خوف بھی دل میں نہ لائے اور سوائے حق تعالیٰ کے کسی شے کی طرف قرار نہ پکڑے **فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر** (یعنی متقین اللہ اور اس کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام پر ہوں گے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہو گا)۔ جب اس مقام پر پہنچ جائے گا تو بہشت خود اس کے پیچھے آئے گی اور دوزخ اس سے بھاگے گی چنانچہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے عرض کی تھی۔

چہ بودے کہ دوزخ ز من پر شدے   مگر دیگراں را رہائی شدے

چنانچہ حضرت رابعہ بصریؒ کا ایک واقعہ ہے وہ ایک دفعہ ہاتھ میں پانی کا کوزہ اور دوسرے میں آگ لئے جاتی تھیں۔ لوگوں نے سوال کیا: اے بی بی! کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: جا رہی ہوں کہ دوزخ کو بجھا دوں اور بہشت کو آگ لگا دوں تاکہ لوگ محض دوزخ کے خوف اور بہشت کے لالچ سے خدا کی عبادت نہ کریں۔

بعض وصیتوں میں آپ نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کی پیروی میں سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ جس پر آپ ایمان لائے ہیں اس پر ایمان لائے اور اس پر ثابت قدم رہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ بندہ دل سے بلا شک و شبہ کی گنجائش کا یہ اعتقاد نہ رکھے اور رجوع و رغبت اور محبت و معرفت کے ساتھ زبان سے یہ اقرار نہ کرے کہ خداوند جل علیٰ ایک ہے اور اس کی ذات واحد ہے۔ جیسی اس کی صفتیں ہیں ایسی کسی کی نہیں۔ کمال کی صفتوں سے وہ ہمیشہ متصف اور تمام اسماء و صفات و افعال کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اوہام و افہام کے ادراک سے منزہ اور حدوث و عوارض و اجسام کی علامتوں سے پاک ہے۔ تمام اس کا پیدا کیا ہوا ہے اس کی ذات و صفات کے لئے چونی و چگونی نہیں وہ کسی نہج پر کسی شے کے مانند نہیں ہے اور کوئی شے کسی نہج پر اس کے مانند نہیں ہے **لیس کمثلہ شی فی الارض ولا فی السما وھو السمیع والبصیر**۔ تمام پیغمبر صلوات اللہ علیہ السلام اسی کے بھیجے ہوئے ہیں اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل ترین ہیں۔ جو کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے راست و درست ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ خواہ عقل میں بات آئے یا

marfat.com

نہ آئے۔ جو کچھ عقل میں نہ آئے اسے برابر ماننا چاہئے تاکہ اعتقاد کی درستی نصیب ہو۔

آپ نے فرمایا: صحت ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی نیکی سرزد ہو تو وہ خوش ہو اور اگر بدی ہو تو وہ برائی معلوم ہو ایمان میں استقامت کی علامت اس بات پر یقین رکھنا ہے کہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزدیک از روئے ذوق و حال نہ از روئے علم و ایمان ما سوا سے زیادہ عزیز ہیں۔

آپ نے بعض مریدوں کو وصیت فرمائی تھی کہ کوئی سانس بغیر ذکر کے باہر نہ نکلنے پائے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی اللہ جل شانہ' کے ذکر کے بغیر ایک سانس چھوڑتا اور دوسری لیتا ہے وہ اپنا حال ضائع کرتا ہے اور ذکر کرتے وقت وسوسہ اور حدیث نفس سے بھاگتا رہے۔ جب اس صفت پر برابر ذکر کرتا رہے گا تو وسوسہ اور حدیث نفس خود ذکر کے نور سے جل جائیں گے اور ذکر کا نور دل کے اندر اتر جائے گا۔ اور ذکر کی حقیقت دل میں بیٹھ جائے گی اور ذکر مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ہو گا اور دل نور کے یقین سے منور ہو جائے گا۔ یہی طالبوں کا مطلوب اور سالکوں کا مقصود ہے۔

این کار دولت است کنوں تا کرا رسد

بعض وصیتوں میں آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ **یا ایھا الذین امنوا ذکرا اللہ ذکرا کثیرا** (اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثیر یعنی بہت زیادہ ذکر کرو) چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ فرماتا ہے اور اس بندے کو سعید رکھتا ہے تو اسے زبان سے بہ ہمراہی قلب ہمیشہ ذکر کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور زبان کے ذکر سے قلب کے ذکر پر ترقی عطا فرماتا ہے حتیٰ کہ اگر زبان خاموش ہو جائے تب بھی دل خاموش نہیں ہوتا۔ اسی کو ذکر کثیر کہتے ہیں اور اس مرتبہ تک بندہ نہیں پہنچتا جب تک نفاق خفی سے نجات نہ حاصل کرے اور نفاق خفی وہ ہے جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **اکثر منافقی امتی قراءھا** اس سے آپ نے نفاق مراد لی ہے نیز وقوف مع غیر اللہ سے پرہیز کرے اور باطن کو اس کے سوا دوسرے سے نہ لگائے۔ پس جس وقت بندہ کو تجرید ظاہری کی توفیق حاصل ہو اور برے خیالات اور بری عادتوں سے اس کا باطن صاف ہو جائے تو ذکر کا نور اس کے باطن میں تجلی فرمائے گا اور وساوس شیطانی اور خواہشات نفسانی سب دور ہو جائیں گے اور ذکر کا نور باطن میں پیدا ہو جائے گا حتیٰ کہ اس کا ذکر مذکور کے مشاہدہ سے متجلی و منور ہو گا اور یہ وہ بڑا مرتبہ اور عظمیٰ درجہ ہے جس کے لئے بڑے بڑے ہمت والے ذی اختیار و صاحب بصیرت لوگ ترستے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

صاحب "تذکرہ صدر الدین عارف" کے مطابق آپ شعر بھی فرماتے تھے چنانچہ کتاب مذکور میں سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ کے متعلق ایک قصیدہ جو نو عربی اشعار پر مشتمل ہے درج فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ عربی ادب میں بھی خاص مقام رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ جناب نور احمد خان فریدی (صاحب تذکرہ مذکورہ) نے حضرت کے چند اشعار بعنوان "نور عرب" اور "سہ بیت" کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جو اب ناپید ہیں ان کا ادبی مقام اس درجہ بلند تھا کہ مولانا فخر الدین عراقی سہروردیؒ نے ان کے متعلق یہ اشعار تحریر فرمائے :

marfat.com

زندہ کردی شکستہ را بہ سہ بیت   کزدم عیسوی نشان دارد
حرز جاں ساختم سہ بیت ترا   کہ دو صد فتنہ درااماں دارد

"نور عرب" کے بارے میں فرماتے ہیں :

خستہ چوں خواند "نظم عرب"   پائے بر فرق فرقداں دارد
خواستم تا جواب گوئم عقل   گفت کہ طاقت و تواں دارد؟
عاجز آید ز دست مدح و ثنائش
ہر کہ باد درمیان دارد

قطب الاقطاب رکن الدین رکن عالم ملتانی سہروردیؒ

ولادت باسعادت : آپ حضرت شیخ صدر الدین محمد العارفؒ کے فرزند اور حضرت غوث العالمین سہروردی ملتانیؒ کے پوتے تھے ام المریدین حضرت بی بی راستی کے بطن اقدس سے ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ ہجری (۲۴ نومبر ۱۲۵۱ عیسوی) بروز جمعہ پیدا ہوئے۔

صاحب "سیر العارفین" لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ محترمہ بی بی راستیؒ رابعہء عصر تھیں۔ قرآن کی حافظہ تھیں اور روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتی تھیں۔ اپنے خسر حضرت غوث العالمینؒ کی مرید تھیں۔ ایک دفعہ چودھویں شب چاند کی تاریخ حضرت غوث العالمینؒ کے سلام کے لئے حاضر ہوئیں تو حضرت رکن عالمؒ ان کے شکم مبارک میں سات ماہ کے تھے۔ حضرتؒ نے اور دنوں سے زیادہ اس دن ان کی تعظیم کی چنانچہ بی بی صاحبہ کو تعجب ہوا کہ یہ تعظیم و تکریم معمول کے مطابق نہیں ہے۔ حضرت غوث العالمینؒ نے فرمایا کہ اے بی بی! یہ تعظیم اس شخص کی ہے جو تیرے شکم میں ہے ہمارے خاندان کا چراغ اور ہمارے خانوادے کی شمع ہے۔ بحوالہ "مراۃ الاسرار" عقیقہ کے موقع پر آپ کے سر کے بال جو تراشے گئے تھے وہ اب تک تبرکات میں بارگاہ غوثیہ ملتان کے مخدوموں کے پاس محفوظ چلے آتے ہیں آپ کا اسم گرامی حضرت غوث العالمینؒ نے رکن الدین رکھا۔ حضرت خواجہ شمس سبزواریؒ نے خورد سالی میں جب ان کی جبین مبارک سے سعادتمندی کے آثار ملاحظہ فرمائے تو رکن الدین کے ساتھ "والعالم" کا اضافہ فرمایا جس کا مطلب تھا کہ یہ برخوردار دین و دنیا دونوں کا رکن رکین بنے گا۔

شیر خوارگی : صاحب "مراۃ المناقب" لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی راستیؒ انہیں دودھ پلانے سے پہلے وضو کرلیتی تھیں اور چونکہ حافظہء قرآن تھیں اس لئے دودھ پلاتے وقت لوری کی بجائے قرآن تلاوت فرمایا کرتی تھیں۔ اسی حالت میں اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو قطب الاقطابؒ دودھ پینا چھوڑ دیتے اور غور سے اذان سننے لگتے۔ رات کے پچھلے حصے میں جب ام المریدینؒ تہجد کے لئے بیدار ہوتیں تو آپ بھی جاگ اٹھتے اور اشراق کے وقت تک جاگتے رہتے۔ قیلولہ کے وقت آپ پر نیند طاری ہو جاتی اور جب بیدار ہوتے تو رخ انور پر عجیب شگفتگی اور بشاشت نظر آتی۔ ام المریدینؒ نے گھر کی نوکرانیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ بچے کو سوائے اسم ذات کے اور کسی لفظ کی تلقین نہ کریں اور نہ کوئی دوسرا لفظ اس کی موجودگی میں بولیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب آپ بولنے

marfat.com

کے قابل ہوئے تو سب سے پہلے جو لفظ زبان مبارک سے نکلا وہ لفظ "اللہ" تھا۔

جہاں اس وقت ام المریدینؒ کا روضہ مبارک (ملتان سٹی ریلوے سٹیشن کے قریب) ہے یہاں وہ محل تھا جو آپ کے والد گرامی سلطان جمال الدین شاہ فرغانہ نے اپنی صاحبزادی (ام المریدین) کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ جب سلطان (ان کی شادی مبارک کے بعد اپنے وطن فرغانہ) واپس لوٹ گیا تو اس محبت اور الفت کے تقاضا سے جو اس پاکدامنہ کو اپنے پدر بزرگوار سے تھی اس محل میں رہنا اختیار کیا۔ یہیں حضرت رکن عالمؒ کی ولادت ہوئی یہیں پلے پوسے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر برگد (بوڑھ) کا ایک درخت تھا جس سے قطب الاقطاب رکن عالمؒ کا پنگھوڑا آویزاں کیا جاتا تھا اور آپ اس میں جھولا کرتے تھے۔ اس درخت کے ہر پتے پر اسم اعظم ذات ثبت ہے جو اہل اللہ کو ہی نظر آتا ہے۔ درخت کا سایہ خاصا گھنا اور بابرکت ہے۔

سلطان التارکینؒ کی ارادت : صاحب "تذکرہ جلیلہ" جناب غلام دستگیر نامی کے مطابق سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ کو چونکہ حضرت غوث العالمینؒ کے زمانہء بابرکت میں حضرت رکن عالمؒ کی ارادت کی بشارت ملی تھی اس لئے وہ سالہا سال سے مئو مبارک میں اپنے پیرو مرشد کے ظہور کا انتظار فرما رہے تھے۔ جونہی حضرت کی ولادت کی خوشخبری سنی تو حاجیوں کی طرح احرام ارادت باندھ کر ملتان کی طرف روانہ ہو گئے اور اس خیال سے کہ میری عمر حضرت کی حد بلوغت تک فرصت نہ دے حضرت رکن عالمؒ کی شیر خوارگی کے ہی عہد میں مقراض ان کے ہاتھ میں دے کر (جو بظاہر صغیر اور بباطن کبیر تھے) دوسرے ہاتھ کی مدد سے شرط حلق ادا کر کے شکرانہء الٰہی بجا لائے۔

باتحقاق دستار نہادہ : صاحب "سیر العارفین" کے مطابق ایک مرتبہ حضرت غوث العالمینؒ اپنے پلنگ پر تشریف فرما تھے اور حسب دستور حضرت صدر الدین عارفؒ قریب غالیچے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت غوث العالمینؒ کی دستار مبارک پلنگ کے پایہ پر رکھی تھی۔ حضرت رکن الدینؒ ان دنوں چار برس کے تھے اور پلنگ کے بازو تھامے کھیلتے پھرتے تھے اسی اثنا میں کھیلتے کھیلتے جب دستار شریف کے قریب آئے تو یک بارگی اٹھا کر سر مبارک پر رکھ لی۔ حضرت العارفؒ نے گھبرا کر بلند آواز سے پکار کر فرمایا "اے رکن الدین بے ادبی نہ کر اور دستار مبارک سر سے اتار کر پلنگ کے پایہ پر رکھ دے" حضرت غوث العالمینؒ نے فرمایا: "بابا صدر الدین! منع اش مکن کہ باتحقاق بر سر نہادہ است۔ من ایں دستار ہم بہ او عطا نمودم" یعنی اسے منع نہ کریں کیونکہ یہ اس کا مستحق ہے اور میں نے یہ دستار اسے عنایت کی" چنانچہ حضرت صدر العارفؒ نے خوش ہو کر دستار مبارک اسی طرح سے بندھی ہوئی صندوق میں امانت رکھوا دی۔ جب حضرت العارفؒ وصال فرما گئے تو حضرت رکن عالمؒ نے اسی دستار مبارک سے مسند غوثیت پر جلوس فرمایا۔ مولانا فریدی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث العالمینؒ کی دستار مبارک زیب سر کرنے سے یہ چار سالہ ہستی معرفت کی دنیا میں وہاں پہنچ گئی جہاں مردان خدا سالہا سال کی ریاضتوں کے بعد پہنچتے ہیں چنانچہ ان سے بچپن میں ہی کئی خوارق ظاہر ہونے لگے۔ اس ضمن میں صاحب "تذکرہ رکن عالمؒ" چند واقعات تحریر فرماتے ہیں :

(ا) ایں راز است فاش مکن : سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ مئو مبارک سے گاہے گاہے

marfat.com

اپنے شیخ طریقت کو ملنے آیا کرتے تھے۔ ان کے ملنے کا طریقہ عجیب ہوتا۔ آپ ڈیوڑھی میں بیٹھ جاتے۔ دایہ قطب الاقطاب" کو اٹھالے آتی' حضرت مرشد کو گود میں لے کر پیار کرتے ان کے قدموں کو سر آنکھوں سے لگاتے اور خوبصورت پیڑھی پر بٹھا کر ڈیوڑھی کے دونوں دروازے بند کردیتے۔ کافی عرصہ تک تخلیہ رہتا۔ پھر دروازے کھول دیئے جاتے اور دایہ قطب الاقطاب کو اٹھا کر لے جاتیں ایک مرتبہ دایہ کو خدا معلوم کیا سوجھی کہ اس نے دروازے سے جھانک کر اندر دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ڈیوڑھی میں قطب الاقطاب" تو تشریف نہیں رکھتے لیکن ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے سلطان التارکین سے مصروف گفتگو ہیں۔ دایہ نے دوڑ کر ام المریدین (والدہ حضرت قطب الاقطاب) سے یہ واقعہ عرض کیا۔ انہوں نے قریب بلا کر آہستگی سے فرمایا: "نیک بخت یہ راز کی بات ہے اسے کسی پر ظاہر نہ کرنا۔" اتنے میں دروازہ کھل گیا۔ ام المریدین" ڈیوڑھی تک خود تشریف لے گئیں سلطان التارکین رخصت ہو چکے تھے اور چار سال کا معصوم بچہ مسکراتا ہوا گھر کو چلا آتا تھا۔

(۲) ابھی مؤذن عرش نے بانگ نماز نہیں کہی : ایک دفعہ آپ حضرت غوث العالمین" کے حضور پلنگ کے پاس مولانا محمد مؤذن مسجد کے ساتھ خوش طبعی فرما رہے تھے کہ نماز کی اذان کے لئے مولانا اٹھنے لگے لیکن حضرت رکن الدین" نے ان کا دامن پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا۔ دو تین مرتبہ مولانا نے دامن چھڑانے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ آپ پکڑ لیتے۔ دفعتاً" حضرت غوث العالمین" کی نظر پڑ گئی آپ نے پوچھا مولانا کیا بات ہے؟ عرض کی حضور نماز کا وقت آچکا ہے اذان کہنے کے لئے اٹھنا چاہتا ہوں مگر مخدوم زادہ دامن نہیں چھوڑتے۔ حضرت" نے فرمایا وہ کس طرح چھوڑے "ہنوز موذن عرش بانگ نماز نہ گفتہ است"۔ (یعنی ابھی عرش کے مؤذن نے اذان نہیں کہی)۔

(۳) نمازیوں کے جوتوں کی تقسیم : حضرت غوث العالمین" جب نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تو یہ نونہال بھی ہمراہ ہوتا۔ نماز شروع ہوتی تو یہ بیرونی دروازہ کے قریب کھیلتا رہتا۔ ایک دن حضرت" نماز سے فارغ ہو کر دروازہ کے قریب گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ نونہال نے دوزخی اور بہشتی نمازیوں کے جوتوں کی الگ الگ قطاریں لگا رکھی ہیں۔ حضرت غوث العالمین" نے فوراً انہیں اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور جوتے خلط ملط کر دیئے باہر آکر انہیں سمجھایا: "بابا! ایسا نہ کرو اللہ جل جلالہ کے راز کو فاش کرنا ہمارے نزدیک بڑا گناہ ہے"۔

(۴) بروایت صاحب "مراۃ المناقب" ایک عورت اپنے بیمار بچے کو حضرت غوث العالمین" کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا" عورت نے جونہی بچے پر نظر کی دیکھا کہ وہ اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ چنانچہ روتی پیٹتی گھر کو روانہ ہوئی راستے میں حضرت رکن عالم" اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اپنے ساتھیوں سمیت دوڑتے ہوئے اس عورت کے پاس آئے اور پوچھا: بی بی! کیوں روتی ہے؟ اس نے عرض کی: بچے کو دعائے شفا کے لئے آپ کے دادا جان کے پاس لے کر آئی تھی مگر یہ انہیں کی خانقاہ میں فوت ہو گیا ہے اب واپس گھر جا رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: بچے کے منہ سے کپڑا ہٹانا ذرا دیکھیں تو! عورت نے کپڑا ہٹا دیا آپ نے ایک نظر کی اور فرمایا: "تو کہتی ہے کہ میرا بچہ مردہ ہے مگر میں کہتا ہوں کہ تیرا بچہ زندہ ہے"۔ اس عورت نے

marfat.com

جونہی اپنے بچے پر نظر کی دیکھا کہ وہ زندہ ہے اور ہاتھ پاؤں ہلا ہلا کر کھیل رہا ہے۔ فرط عقیدت سے قدموں میں گر پڑی اور ازاں بعد خوشی خوشی گھر لوٹ گئی جب یہ ماجرا حضرت غوث العالمینؒ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے انہیں طلب کر کے فرمایا: "بابا رکن الدین ایسا نہیں کرنا چاہئے سلوک طریقت میں ممنوع ہے۔" روایت ہے کہ وہ لڑکا جوان ہوا تو والدین نے اسے امر واقعہ سے آگاہ کیا وہ حضرت رکن عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا اور واصلان حق کا مرتبہ پایا۔

(۵) عالم مکاشفہ کا ایک واقعہ : صاحب "مرآت المناقب" لکھتے ہیں کہ قطب العالم رکن الدینؒ کے پائے مبارک پر قدرے لنگ کا اثر تھا یہ ثابت نہیں کہ کونسا پاؤں تھا دایاں یا کہ بایاں؟ لیکن بے آسیب، بے ضرب و بے سبب مادر زاد تھا اس کی تصریح حضرت رکن العالمؒ نے خود ایک دفعہ یوں فرمائی کہ ایک دن حضرت غوث العالمینؒ عالم مکاشفہ میں تھے کہ اس کیفیت باطنی کے علم و اطلاع کے بعد آپ پر اس قدر خوف و ہراس چھایا کہ اٹھ کر حجرے کا دروازہ بند کر دیا اور توبہ و استغفار کیلئے سجدے میں گر گئے اور حد درجہ گریہ و زاری فرمائی صاحب زادگان نے دروازہ کھولنے کے لئے ہر چند گزارش کی مگر کسی کی عرض قبول نہ ہوئی۔ آخر وہ حضرت رکن عالمؒ کو لے آئے ان کے دو تین مرتبہ پکارنے پر آپ نے دروازہ کھول دیا۔ دیکھا کہ حضرت کی آنکھیں کثرت مجاہدہ سے سوج آئی ہیں عرض کی حضور گریہ کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: بابا رکن الدین سن اور خیال رکھ کہ قہار ذات اقدس کے قہر سے ہر وقت ڈرنا چاہئے۔ اپنے حسب نسب پر فخر مناسب نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے " **یوم ینفخ فی الصور فلا انساب بینھم** "۔ طاعات، عادات اور زہد و تقویٰ پر فخر نہ کرنا، اس لئے کہ حق تعالیٰ کی ذات طاعات و عبادات سے بے نیاز ہے " **بقولہ الکریم ان اللہ لغنی العالمین** " سب کچھ اس کے فضل و کرم پر مبنی ہے اگر فضل و کرم کرے تو فاسق کو خلعت نعیم عطا فرمادے اور اگر قہر فرمائے تو زاہد کو نار جہنم کے سپرد کر دے۔ (بات یہ ہے کہ) میں نے عالم مکاشفہ میں دیکھا کہ ایک شخص بہاء الدین جو زہد و ورع میں صاحب کمال اور علم و عمل میں یگانہء روزگار تھا فوت ہو گیا۔ اس کی عبادت و طاعت کسی کام نہ آئی۔ اس کے تمام اعمال اس کے منہ پر مارے گئے۔ ایمان سلب کر لیا گیا۔ یہ حال دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ خدا جانے اس فقیر بہاء الدین (ذکریا) سے کیوں کر سلوک ہو گا؟ دوسرے یہ کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے ارواح پیدا فرمائیں تو بحکم الٰہی خداوند قدوس کے روبرو پیش ہوئیں اور صف آرا ہوئیں صف اول میں ارواح انبیا و مرسلین تھیں دوسری صف میں افراد موحد و اغواث اور تیسری صف میں اقطاب و ہذا القیاس ابدال و اوتاد، نجبا، نقبا، عمرا و اولیا بمراتب درجات۔ آخری صفوف میں ارواح عوام بدرگاہ ذوالجلال والاکرام حاضر تھیں حکم ربی ہوا: **الست بربکم** (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) جواب عرض ہوا "بلیٰ"۔ حکم ہوا میں تمہارا معبود ہوں مجھے سجدہ کرو پہلے حکم پر کئی سجدے میں گر گئے اور کئی کھڑے رہے۔ دوسرے حکم پر پہلے لوگوں کے ساتھ کئی اور بھی سجدے میں شریک ہو گئے یہ سب مخلصین کہلائے۔ اول مسعود آخر محمود اور **ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** کے زمرہ میں ہوئے۔ لیکن جنہوں نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ **خسر الدنیا والاخرۃ** کے مصداق بنادیئے گئے خدا معلوم یہ ناچیز کس گروہ میں تھا؟ صاحب "مراۃ المناقب" لکھتے ہیں کہ حضرت رکن

marfat.com

عالمؒ اس وقت اگرچہ کمسن تھے لیکن مادر زاد ولی اور تقلیت عظیم کے درجہ پر فائز تھے آپ نے عرض کی دادا جان! آپ ہر دو امور کی بابت تسلی فرمائیں کیونکہ حضور کی روح مخلصین کے اس گروہ میں سے ہے جس نے ہر دو مرتبہ خلوص دل سے سجدہ کیا اور اپنے مالک حقیقی کی وحدانیت اور یگانگت میں پہچانا۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ آپ کی روح اغواث کی صف میں تھی اور میں اقطاب کی صف میں تھا۔ میں نے چاہا کہ انبیا علیہم السلام کی صف میں جا کر کھڑا ہو جاؤں۔ حضرت جرائیل کو حکم ہوا کہ رکن الدین کو اس صف سے ہٹا دو۔ حضرت جرائیلؑ نے ایک پر لگایا جس سے میرا پاؤں زخمی ہو گیا اور میں اقطاب کی صف میں لوٹ آیا۔ آپ کی روح پر فتوح کو دیکھا کہ اغواث کی صف میں کھڑی رب العزت کی حمد و ثنا کر رہی تھی۔ قطب الاقطاب کے اس بیان سے حضرت غوث العالمین کی تسلی ہوئی۔ شکر کا سجدہ کیا اور حجرہ سے باہر تشریف لے آئے۔

آپ کی خوراک : حضرت رکن عالمؒ کی غذا کا اہتمام ام المریدین بی بی راستیؒ خود فرماتی تھیں۔ غذا بالعموم یہ ہوتی تھی کہ مخدوم روزانہ پیالہ بھر دودھ کو جوش دے کر مغزیات اور میوے اس میں ڈال دیتیں۔ آپ چند لقمے اس کے کھالیتے اور پھر کسی چیز کے کھانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطابؒ کا ارشاد تھا کہ سالک کی غذا ایسی ہونی چاہیے جس کی کمیت کم اور کیفیت زیادہ ہو تاکہ میرے دادا بزرگوار کے اوراد کی حفاظت ہو سکے حضرت کا معمول تھا کہ رات کے پچھلے حصے میں بیدار ہو کر تہجد ادا کرتے اور اس کے بعد اوراد و اذکار میں مصروف ہو جاتے صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتے اور پھر دوپہر تک مصروف عبادت رہتے۔ یہ معمول زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہا۔

رکن الدین کہاں ہے؟ : حضرت رکن عالمؒ اپنے والد محترم صدر العارفؒ کی مجلس میں حاضر رہتے۔ یہ صورت کئی مرتبہ ظہور میں آئی کہ مجلس "یاران ہائے وھو" میں حضرت رکن عالمؒ کی موجودگی کے باوجود دفعتاً جذب و جلال میں پکار اٹھتے "رکن الدین کجا است؟" ایک دفعہ ایک بے تکلف مرید نے جسارت کر کے عرض کی قبلۂ عالم! یہ کیا راز ہے کہ شیخ رکن الدینؒ آپ کے سامنے تشریف فرما ہوتے ہیں اور آپ پوچھتے ہیں کہ رکن الدین کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: مراقبہ کی حالت میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میرے بیٹے رکن الدین کا جسم تو حلقۂ ذکر میں موجود ہوتا ہے مگر اس کی روح ملاء اعلیٰ کی طرف صعود کر رہی ہوتی ہے یہاں تک کہ میری نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے جس پر میں بے اختیار پکار اٹھتا ہوں کہ شیخ رکن الدین کہاں ہے؟

آپ نے قرآن مجید کو تجوید، ترتیل اور علم قرآت کے ساتھ اپنے والد ماجد حضرت شیخ العارفؒ کی توجہ سے حفظ کیا۔ ازاں بعد "المدرسۃ البہائیہ" کے قابل ترین اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ مزید برآں میر حسینیؒ سید جلال بخاریؒ جیسے فخر روزگار علما اور مشائخ سے بھی استفادہ فرمایا۔ حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ فرماتے ہیں کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے انہیں بطن مادر میں ہی غوثیت اور تقلیت کے مراتب عطا کر دیئے تھے۔ صاحب بزم صوفیہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے مکاشفہ و محاسبہ سے اتنے مدارج طے کر لئے تھے کہ ان کو مخزن شہود الٰہی اور زبدۃ المشائخ (وغیرہ وغیرہ) کے القابات سے یاد کیا جانے لگا

marfat.com

تھا۔ جود و کرم کا یہ عالم تھا کہ نذر و نیاز جب اور جو بھی پیش ہوتی تو کھڑے کھڑے محتاجوں میں بانٹ دیتے اور اپنے لئے کچھ قبول نہ فرماتے تھے۔

مسند غوثیت : حضرت غوث العالمینؒ کے وصال کے وقت آپ کی عمر بارہ برس تھی۔ حضرت کی قبر شریف ہی پھر مرکز توجہ بن کر رہ گئی اور وہیں وقت گزرتا ۶۹۵ ہجری (۱۲۹۶ عیسوی) میں ام المریدین بی بی راستیؒ کا وصال ہو گیا اور ۷۰۹ ہجری (۱۳۱۰ عیسوی) میں آپ کے والد الشیخ العارفؒ وصال فرما گئے۔ ام المریدینؒ کو ان کی وصیت کے مطابق اس محل میں دفن کیا گیا جو مخدومہ کے والد ماجد نے تعمیر کرایا تھا۔ اب یہ مقام "مقبرہ بی بی پاک دامنؒ" کے نام سے مشہور ہے اور ملتان شہر ریلوے سٹیشن سے دو فرلانگ جنوب کی طرف واقع ہے۔ مخدومہ کی خانقاہ کے قریب ہی مغرب کی جانب ایک کنواں ہے اسے بھی ام المریدینؒ کے والد ماجد نے احداث کرایا تھا بی بی صاحبہؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس کنویں سے غسل کرتا اور اپنے کپڑے دھوتا ہے اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں اور دل صاف و منور ہو کر وسوسہ ء خناس سے پاک ہو جاتا ہے اپنے والد محترم حضرت العارفؒ کے وصال کے بعد آپ مسند ارشاد پر جلوہ فگن ہوئے اور حضرت غوث العالمینؒ کی عطا کردہ دستار مبارک سر پر اور حضرت شیخ الشیوخؒ سہروردی بغدادی کا خرقہ جو آپ کو بتدریج اور سلسلہ بہ سلسلہ حضرت العارفؒ سے پہنچا تھا زیب تن فرما کر خلق خدا کو صراط مستقیم پر چلانے کا آغاز فرمایا۔

"تاریخ فیروز شاہی" کے مصنف ضیا الدین برنی لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ شرف اور بزرگی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ باپ صدر الدین عارفؒ اور دادا شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا علیہ رحمتہ ہو بلا شبہ قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ نے طریقت اور مشیخیت کو اوج کمال پر پہنچا دیا تھا اور مریدوں کی تربیت کا حق ادا کر دیا تھا۔ وہ باپ دادا کی مسند کو ہر وقت منور رکھتے تھے تمام اہالیان سندھ اور ملتان و اوچ اور دور و نزدیک کے لوگ اس خاندان سے وابستہ تھے۔ ہندوستان اور ملتان کے بے شمار علما اور مشائخ آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔ آپ کے کشف و کرامت میں کسی کو شک و شبہ نہیں رہا تھا۔" اس بابرکت دور میں رشد و ہدایت کی تین مسندیں زیادہ مشہور تھیں ایک قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ تھے جو سہروردی سلسلے کو فروغ دے رہے تھے دوسرے "شیخ الموحدین" شیخ علاؤ الدین چشتیؒ تھے جنہوں نے اجودھن (پاک پتن شریف) کو رشک فردوس بنا رکھا تھا اور تیسرے سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدینؒ تھے جو صحیح معنوں میں دہلی کے روحانی تاجدار تھے۔ ان تینوں بزرگوں کا آپس میں بے حد اخلاص و محبت تھا ان کی متحدہ کوششوں نے سرزمین ہند و پاک کو فسق و فجور سے پاک کر دیا تھا۔

مشہور مورخ ضیا الدین برنی اپنی تصنیف "تاریخ فیروز شاہی" میں ان بزرگوں کے فیوض و برکات کا ذکر اپنے الفاظ میں اس طرح کرتا ہے:-

"سلطان علاء الدین کے زمانہ کے مشائخ میں سجادۂ تصوف شیخ الاسلام نظام الدینؒ، شیخ الاسلام علاء الدین (چشتیؒ) اور شیخ الاسلام رکن الدینؒ (سہروردی) سے آراستہ تھا۔ ایک دنیا ان کے انفاس متبرکہ سے روشن ہوئی۔ ایک دنیا نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا اور ان کی مدد سے گنہگاروں نے توبہ کی۔ ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھا لیا اور ہمیشہ کے لئے صوم و صلوٰۃ کے پابند

marfat.com

ہوگئے۔ باطنی طور پر دینی مشاغل کی طرف رغبت ظاہر کی اور توبہ صحیح ہو گئی۔ عبادات لازمہ اور متعدیہ ان کا معمول ہو گیا۔ دنیا کی حرص و محبت ان مشائخ کے اخلاق حمیدہ اور ترک و تجرید کے معاملات دیکھنے سے دلوں سے کم ہو گئی اور سالکین کو نوافل اور وظائف کی کثرت اور اوصاف عبودیت کی پابندی سے کشف و کرامات کی آرزو دل میں پیدا ہونے لگی ان بزرگوں کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہو گئی اور ان کے مکارم اخلاق اور مجاہدہ و ریاضت کے دیکھنے سے اللہ والوں کے دلوں میں اخلاق کے بدلنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان دینی بادشاہوں کی محبت اور اخلاق کے اثر سے خداوند تعالیٰ کے فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی اور آسمانی مصیبتوں کے دروازے بند ہو گئے چنانچہ اس دور کے لوگ قحط اور وبا کی مصیبتوں سے محفوظ رہے۔ ان کی مخلصانہ اور والہانہ عبادت گزاری کے طفیل مغلوں کا فتنہ ایسا فرو ہوا کہ پھر ان ملعونوں کو ادھر رخ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہ تمام امور جو ان تینوں بزرگوں کے طفیل ان کے معاصرین کو نظر آئے وہ شعار اسلام کی بلندی کا ذریعہ بن گئے اور احکام شریعت و طریقت کو جو رونق و رواج حاصل ہوا اس کا کیا کہنا! وہ کتنا عجیب زمانہ تھا کہ ایک طرف سلطان علاء الدین نے ملک کی بہتری کے لئے تمام منشی اور ممنوع چیزوں اور فسق و فجور کے اسباب کو قہر و غلبہ تعزیر و تشدد اور قید و بند سے روک دیا اور مال جو دینی اور ملکی فساد کا ذریعہ اور ہوا پرستوں کے لئے گناہوں کا آلہ اور حریصوں بخیلوں اور تاجروں کے لئے سود اور ذخیرہ اندوزی کا سامان اور فتنہ پردازوں کے لئے بغاوت کی استعداد اور نیکوں کے لئے کبر' مفاخرت' غفلت اور کسلمندی پیدا کرنے والا ہے اور عبادت گزاروں کے لئے نسیان اور فراموشی کا باعث ہے سلطان ہر بہانہ سے مالداروں اور حکام سے سختی کے ساتھ لے لیتا اور بازار والوں کو کہ دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والی اور سب سے زیادہ فریب کرنے والی قوم ہے سچائی اختیار کرنے اور سچائی کے ساتھ مال بیچنے کے لئے ہر وقت کڑی نظر رکھتا تھا (اس طرح) عہد علائی کے آخری چند سالوں میں فسق و فجور اور فحاشی کا نام تک معدوم ہو گیا تھا یہاں تک کہ کبیرہ گناہ بھی کفر کے مشابہ معلوم ہونے لگے تھے۔"

معمولات : حضرت صدر العارف" کی حیات طیبہ میں حضرت قطب الاقطاب" خانقاہ غوثیہ کے انتظام میں اپنے والد ماجد کا پوری طرح ہاتھ بٹاتے۔ خانقاہ معلی کے کئی شعبے تھے لنگر خانے کا انتظام ام المریدین" کے ہاتھ میں تھا۔ اس زمانے میں خراس کا دستور نہ تھا۔ عورتیں خود ہاتھ سے چکی پیستی تھیں بقول حضرت محبوب الٰہی دہلوی" ان پنساریوں کا بھی دینی مرتبہ اتنا بلند تھا کہ چکی پر بیٹھتیں تو قرآن ختم کر کے اٹھتی تھیں۔ روزانہ پانچ سو کے قریب مہمان لنگر خانے سے کھانا تناول فرماتے تھے۔ مدرسہ کا باورچی خانہ الگ تھا اور اس کے الگ شعبے تھے۔ حضرت کے دودھ دینے والے جانور بھی بکثرت تھے اور وہ دریا کے پار جہاں اب شاہ شمس سبزواری" کا مقبرہ ہے چرا کرتے تھے۔ "المدرستہ ابہائیہ" کا انتظام الشیخ العارف" نے اپنے ایک بھائی کے سپرد کر رکھا تھا۔

حضرت قطب الاقطاب بہت خوبصورت نوجوان تھے ساتھ ہی خندہ پیشانی آپ کے حسن کو دوبالا کرتی تھی۔ غرض مند لوگ جوق در جوق آتے اور آپ سے مرادیں حاصل کرتے تھے آپ کی طبیعت

marfat.com

میں اپنے آبا کی طرح جود و سخا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا روزانہ ہزاروں درہم و دینار آتے تھے مگر آپ کا دست سخا اپنی ذات کے لئے ایک درہم تک نہ رکھتا تھا سب مستحقین میں بٹ جاتے تھے سب سے بڑی نعمت خداوند کریم کی طرف سے آپ کو یہ عطا ہوئی تھی کہ آپ کشف کے ذریعے حاجت مندوں کی ضرورت معلوم کر لیتے تھے اور قبل اس کے کوئی اپنی ضرورت پیش کرے آپ اس کی مراد پوری کر دیتے تھے۔ اس لئے لوگوں میں آپ کا لقب قبلۂ حاجات پڑ گیا تھا مولانا جمالیؒ صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں: "(حضرت رکن الدینؒ) ایثارے عظیم داشت۔ ہر طائفہ کہ بدو رسیدے دہرچہ مدعا او دیدے بدو رسانیدے چنانچہ خلائق حضرت ایشاں را "قبلۂ حاجات" مے خواندے --- دہر چیزک در مجلس بخاطرے دریافتے اکثر ایشاں را مکشوف شدے"۔

ملتان کا محاصرہ : بحوالہ "تذکرہ رکن عالم" سلطان علاؤ الدین خلجی اپنے چچا اور خسر سلطان جلال الدین خلجی کو قتل کرنے کے بعد دہلی کے تخت پر بیٹھا تو اس نے الغ خان الماس بیگ اور ظفر خان کو پچیس ہزار سواروں کے ساتھ ملتان کو روانہ کیا۔ انہوں نے آتے ہی ملتان شہر کا محاصرہ کر لیا ان دنوں سلطان جلال الدین خلجی کا لڑکا ارکلی خان ملتان کا گورنر تھا۔ شہزادہ ارکلی خان کو یقین تھا کہ سلطان علاء الدین کسی صورت اسے اور ان کے خاندان کو زندہ نہ چھوڑے گا اس لئے اس نے شہر اور قلعے کے دروازے بند کرا دیئے اور دو ماہ تک محصور ہو کر پڑا رہا۔ ان دنوں الشیخ العارف حضرت صدر الدین العارفؒ خلوت نشین ہو چکے تھے اور بہت کم باہر نکلتے تھے اس لئے خانقاہ، مدرسہ اور لنگر خانے کا تمام کام حضرت قطب الاقطابؒ کے سپرد تھا شہزادوں کو جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو وہ گھبرا کر حضرت رکن عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان طلب کی آپ نے الغ خان کو بلا کر سفارش کی اور فرمایا کہ آپ لوگوں نے سلطان جلال الدین خلجی سے جو کچھ کیا سو کیا لیکن ان کی اولاد کے پیچھے نہ پڑو۔ الغ خان نے وعدہ کیا کہ میرے ہاں انہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی سلطان کو سفارش کروں گا اور آپ کا پیغام بھی پہنچا دوں گا آپ اطمینان رکھیں چنانچہ الغ خان شہزادوں کو ادب اور احترام کے ساتھ اپنے ہمراہ لے آیا اور سلطان کی خدمت میں فتح نامہ تحریر کیا۔ ملک الغ خان نے اپنا وعدہ پورا کیا اور شہزادوں کو دہلی لے جاتے ہوئے راستے میں کوئی تکلیف نہ ہونے دی لیکن جب شاہی قافلہ ہانسی کے قریب پہنچا تو ملک نصرت خان کوتوال دہلی سے آ پہنچا اس نے بتایا کہ مجھے سلطان کی طرف سے شہزادوں کے قتل کا حکم ملا ہے ملک الغ خان نے کہا کہ میں حضرت قطب الاقطاب سہروردیؒ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ کافی بحث کے بعد طے ہوا کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر اندھا کر دیا جائے اگر اس اطلاع کے باوجود سلطان ان کے قتل پر مصر رہا تو پھر قتل کر دیں گے چنانچہ شہزادہ ارکلی خان، قدر خان، الغو خان، نبیرہ چنگیز خان (داماں سلطان جلال الدین) اور ملک احمد چپ کی آنکھوں میں گرم سلائیاں کھنچوا کر قلعہ ہانسی میں قید کر دیا۔ سلطان کے اہل حرم اور ملکہ جہاں (بیگم سلطان جلال الدین) کو دہلی میں لے جا کر قید کر دیا۔ یہ حشر تو اس خاندان کا ہے جو سید موئی چشتیؒ کے قتل کے وقت بر سر اقتدار تھا اور علاؤ الدین خلجی اور اس کے خاندان کا جو ازاں بعد حشر ہوا وہ اپنی جگہ عبرت ناک ہے۔

marfat.com

غذائے باطنی : صاحب "ملفوظ المخدوم" کے مطابق حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ایک درویش حضرت رکن العالمؒ کی زیارت کے لئے آیا جب اس کی نظر حضرت کے چہرۂ انور پر پڑی تو حسن و جمال دیکھ کر دنگ رہ گیا اس نے خیال کیا کہ آپ کا قد رعنا اور جمال ظاہری اس غذا کی وجہ سے ہے جو آپ تناول فرماتے ہیں چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ اگر مجھے عوام کا کھانا عطا ہوا تو قبول نہ کروں گا بلکہ وہ کھانا جو حضور تناول فرماتے ہیں وہ طلب کروں گا۔ چنانچہ شام کو جب مہمانوں کے سامنے کھانا چنا گیا تو اس درویش نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور کہا کہ میں حضرت کے لئے تیار کردہ ہی کھانا کھاؤں گا۔ خدام نے اسے ہر چند سمجھایا مگر وہ نہ مانا چنانچہ جب حضرتؒ کو اطلاع ملی تو آپ نے اپنے دسترخوان سے خاص کھانا بھجوا دیا جو بے نمک جو کی روٹی اور تلخ سبزی کے سوا کچھ نہ تھا۔ درویش سخت شرمندہ ہوا۔ جب دوسرے مہمان کھا کر رخصت ہوئے تو حضرت نے اس درویش کو طلب فرمایا اور بڑی محبت سے فرمایا "اے درویش سالک! غور سے سن' ہماری شکل و شباہت لطیف اور مزدار خوراک کی مرہون منت نہیں بلکہ یہ اس روحانی غذا کے سبب سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائی ہے"۔ اس کے بعد حضرتؒ نے اس درویش کا ہاتھ پکڑا اور اسے چھاتی سے لگا لیا۔ آپ کے سینۂ مبارک سے مس ہوتے ہی اس درویش پر فیضان کے دروازے کھل گئے۔ وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت نے اسے صفائی قلب اور مجاہدہ و ریاضت کی تعلیم دی اور وہ درویش تھوڑے ہی عرصہ میں واصلان حق کے مرتبہ کو پہنچ گیا۔

گرمیٔ عشق : حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطابؒ آتش عشق اور محبت حقیقی و خوف الٰہی سے اس قدر حرارت رکھتے تھے گویا ہر وقت تپ محرقہ کی سی کیفیت رہتی تھی اور یہ گرمی مزاج اقدس سے علیحدہ نہ ہوتی تھی۔

مسافر بیٹا گھر پہنچا دیا : صاحب "مراۃ المناقب" لکھتے ہیں: ملتان کی ایک عورت جس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا بسلسلہ تجارت خراسان کی طرف گیا ہوا تھا جس کی مدت سے اسے خبر نہ آئی تھی جس کی وجہ سے وہ روتی رہتی تھی۔ اہل محلہ نے اسے حضرت قطب الاقطابؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت کی چنانچہ وہ اپنے بیٹے کی گمشدگی کا واقعہ لکھوا کر حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ حضرتؒ پالکی پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے جب آپ کی نظر اس بڑھیا پر پڑی تو سواری کو رکوایا اور اس بڑھیا کی درخواست کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد مراقبہ فرمایا اور ازاں بعد بڑھیا کو فرمایا: "بخانہ برو' پسرت می آید" (بی بی گھر جا تیرا بیٹا آ رہا ہے) یہ فرما کر حضرت آگے روانہ ہو گئے۔ بڑھیا تیز قدموں سے گھر چل پڑی' جب اپنی گلی میں پہنچی تو دیکھا کہ کوئی آدمی دوڑا آ رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ہانڈی پکانے کا ایک چمچہ ہے۔ بڑھیا نے دور سے تو نہ پہچانا جب وہ قریب آیا تو پہچان کر گلے سے لگا لیا اور خیر و عافیت دریافت کرنے لگی۔ اس نے کہا اماں! میں خراسان میں ہانڈی پکا رہا تھا کہ دفعتاً" ایک بلی آئی اور روٹیاں منہ میں اٹھا کر باہر کو بھاگی۔ میرے پاس اسے مارنے کے لئے کوئی لکڑی نہ تھی یہ چمچہ لے کر اس کے پیچھے دوڑا' باہر نکلا تو اس گلی میں تھا۔ بڑھیا سمجھ گئی کہ یہ معاملہ حضرتؒ کی کرامت کا نتیجہ ہے۔ دوسرے دن وہ نوجوان حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے حلقۂ

marfat.com

ارادت میں داخل ہو گیا۔

میت کا اقرار اسلام : بروایت صاحب "مراۃ المناقب" ملتان شہر میں دو ہندو عورتیں رہتی تھیں ان میں سے ایک حضرت قطب الاقطاب کی بہت زیادہ معتقد تھی اور روزانہ حضرت کے دربار میں ایک لوٹا دودھ کا پہنچایا کرتی اگرچہ حضرت کو اس کی ضرورت نہیں تھی تاہم حضور بہ تالیف قلب قبول فرما لیتے کچھ عرصہ بعد حضرت کی توجہ سے اس کی قلبی کیفیت بدل گئی اور وہ صدق دل سے مسلمان ہو گئی لیکن اس نے ظاہری لباس ہندوانہ ہی رکھا یہاں تک کہ اس کی بہن کو بھی اس کے مسلمان ہونے کا علم نہ تھا۔ جب وہ فوت ہو گئی تو اس کے لواحقین' دستور کے مطابق اسے چتا میں جلانے کے لئے روانہ ہوئے اتفاق سے حضرت قطب الاقطاب" کی سواری وہاں سے گزری تو آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس کے ورثا نے بتایا کہ وہ عورت جو آپ کی خدمت میں دودھ نذر کیا کرتی تھی فوت ہو گئی ہے اور ہم اس کی لاش کو جلانے کے لئے مرگھٹ لے جا رہے ہیں آپ نے انہیں فرمایا: "یہ عورت تو مسلمان ہو چکی ہے اسے کیوں جلاتے ہو؟" رشتہ دار کہنے لگے کہ یہ ہماری رشتہ دار ہے اور ہندو دھرم پر اس نے جان دی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ عورت اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کرلے تو کیا مان لوگے؟ انہوں نے کہا یہ تو اب مردہ ہے اگر اسلام کا اقرار کرلے تو ہم مان لیں گے حضرت" نے لاش کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے مومنہ! اگر تو حقیقی طور پر مشرف بہ اسلام ہو چکی ہے تو اس وقت اپنی زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کر تاکہ تیرے وارثوں کو کوئی اعتراض باقی نہ رہے۔ میت اٹھ بیٹھی اور اس نے باواز بلند کلمہ توحید پڑھنا شروع کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر تمام ہندو چلے گئے اسکی بہن نے جب یہ ماجرا سنا تو دوڑی ہوئی حضرت کی خدمت میں آئی اور عرض کی حضور میں بھی اپنی بہن کا مذہب اختیار کرتی ہوں۔ حضرت نے اسے بھی کلمہ طیبہ پڑھایا اور آپکی توجہ باطنی سے کاملہ ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد اسکا بھی انتقال ہو گیا چنانچہ دونوں کی تجہیز و تکفین کی گئی اور انہیں اسلامی طریقہ سے دفن کیا گیا ان دونوں کی قبریں پہلو بہ پہلو محلہ کمان گراں ملتان شہر میں موجود ہیں۔

لولو واہن : حضرت قطب الاقطاب" کے زمانے میں دریائے راوی قلعہ کے پاس سے گزرتا تھا ایک مرتبہ حضرت" دریا کے کنارے ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور چند موتی بطور نذرانہ خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے وہ موتی دریا میں پھینک دیئے۔ وہ ارادت مند ملول ہوا اور عرض کی حضرت اگر یہ موتی حضور کے کام کے نہ تھے تو مجھے واپس فرما دیتے تاکہ کسی دوسرے ضرورت مند کو دے دیئے جاتے۔ آپ نے فرمایا "آنکھیں بند کرو" پھر آپ کے حکم پر جب آنکھ کھولی تو اسے دریا میں موتی ہی موتی نظر آئے۔ آپ نے فرمایا اپنے موتی شناخت کر کے اٹھالو۔ وہ معافی کا خواستگار ہوا اتنے میں ایک لہر آئی جس سے تمام موتی نظروں سے اوجھل ہو گئے اب اگرچہ دریا یہاں سے اپنا رخ بدل چکا ہے مگر یہ جگہ اب بھی لولو واہن (یعنی موتیوں کی منجدھار) کے نام سے مشہور ہے۔

منگول لشکر کا فرار : ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت" موسوم بہ "ملفوظ المخدوم" ایک دفعہ مغلوں کا لشکر خونخوار ملتان شہر پر حملہ آور ہوا۔ اہالیان شہر گھبرا کر حضرت قطب لااقطاب" کی خدمت میں حاضر

marfat.com

ہو کر عرض گزار ہوئے کہ حضور توجہ فرمائیں ورنہ شہر میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ آپ نے تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ کے بعد فرمایا "اطمینان رکھو مغلوں کو شکست ہو گئی ہے ایک عزیز نے جو حضرت" کا محرم راز تھا عرض کی کہ اتنی بڑی فوج کو شکست کیسے ہوئی جبکہ مقابلہ میں کوئی لشکر بھی نہیں گیا فرمایا: جونہی مغلوں کا لشکر دریا پر پہنچا باری تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر بھیج دیا جس نے اسے شکست دے کر بھگا دیا۔

تیرا وظیفہ ملتا رہے گا : ایک اور واقعہ حضرت مخدوم" بیان فرماتے ہیں کہ ایک سندھی جو حضرت" کی خانقاہ میں مقیم تھا حج کو گیا وہاں غلہ گراں تھا اسے تردد ہوا کہ مجھے تو خانقاہ غوثیہ میں چار روٹیاں یومیہ ملا کرتی تھیں یہاں ایک بھی نہیں ملتی۔ گزارہ کیسے ہو گا ایک بزرگ نے اسے فرمایا کہ جمعہ کی شب کو حضرت شیخ بلا ناغہ یہاں فلاں جگہ پر تشریف لاتے ہیں انہیں اس جگہ پر تلاش کرنا چنانچہ سندھی درویش شب جمعہ کو وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد حضرت کو اپنے قریب موجود پایا۔ حضرت نے پوچھا خیر تو ہے پریشان کیوں ہے؟ اس نے اپنی مشکل عرض کی۔ آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھ تیرا وظیفہ تجھے یہاں بھی مل جایا کرے گا۔ اس کے بعد اسی وقت ایک شخص وہاں آتا اور اس سندھی درویش کو چار روٹیاں بمعہ سالن دے جاتا۔

جنابت دل و جنابت تن : صاحب "مجمع الاخیار" حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی" تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ غیاث الدین تغلق شہنشاہ ہند نے مولانا ظہیر الدین سے پوچھا کہ کبھی تو نے شیخ رکن الدین" کی کوئی کرامت دیکھی ہے؟ مولانا نے عرض کی کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن جب لوگ ان کی قدم بوسی کے لئے جمع تھے میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید شیخ کے پاس تسخیر کا کوئی عمل ہے۔ میں بھی عالم ہوں لیکن میری طرف تو کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ میں نے سوچا کہ کل صبح کو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھوں گا کہ وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں کیا حکمت ہے؟ رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ مجھے حلوا کھلا رہے ہیں جس کی شیرینی بیداری میں بھی محسوس ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہ کرامت ہے تو شیطان بھی عوام کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے۔ صبح کو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا: مولانا میں آپ کا ہی منتظر تھا۔ پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: جنابت بردو نوع است۔ جنابت دل است و جنابت تن۔ جنابت تن از صحبت زن حاصل شود و جنابت دل با صحبت ناہموار۔ جنابت تن پاک بہ آب شود اما جنابت دل بہ آب دیدہ محو گردد (یعنی جنابت دو قسم کی ہوتی ہے جنابت جسم اور جنابت دل۔ جسم کی جنابت تو عورت کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی جنابت صحبت ناہموار سے۔ جسم کی جنابت تو پانی سے پاک ہو جاتی ہے مگر دل کی جنابت آنکھوں کے پانی (آنسوؤں) سے دور ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا: پانی میں تین صفتیں ہیں رنگ' مزہ اور بو۔ اسی لئے شریعت نے وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو مقدم رکھا ہے۔ کلی سے مزہ معلوم ہوتا ہے اور ناک میں پانی ڈالنے سے اس کی بو محسوس ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح نبی کی صورت میں شیطان ظاہر نہیں ہو سکتا اسی طرح شیخ حقیقی (جو ولیء کامل ہوتا ہے) کی صورت میں شیطان نمودار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شیخ حقیقی کو نبیء کامل کی متابعت حاصل ہوتی ہے۔ فارسی متن کی چاشنی سے لطف

marfat.com

اٹھائیے "شیطان چنانچہ بصورت نبی نتواند شد ۔صفت شیخ حقیقی نتواند شد زیرا کہ او را متابعت کامل نبی حاصل شود"۔ اس کے بعد فرمایا مولانا ظہیر الدین از "علوم قالی" مالی است اما از "علوم حالی" خالی است "(یعنی مولانا ظہیر الدین اگرچہ علوم ظاہری سے مالا مال ہیں لیکن علوم باطن سے خالی ہیں۔ مولانا ظہیر الدین کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت قطب الاقطاب کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے اس وقت میرے تمام جسم سے پسینہ جاری تھا۔

سر قدر پر آگاہی : حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک سپاہی ان کی خدمت میں آیا اور بیعت کی درخواست کی آپ نے اسے فرمایا "تو کچھ دن اور اپنا تزکیہ کر اس کے بعد حاضر ہونا مگر وہ بیعت پر مصر رہا جب زیادہ زاری کی تو حضرت کے چھوٹے بھائی شیخ عماد الدین اسمٰعیل نے عرض کی کہ سائل بصد زار عرض کر رہا ہے آپ اسے کیوں توبہ کی تلقین نہیں فرماتے۔ حضرت نے بلند آواز سے فرمایا ابو الفتح بیچارہ کیا کرے میں لوح محفوظ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص ابھی چند گناہ اور کرے گا۔ سید علاؤ الدین گردیزی مولف "جامع العلوم" لکھتے ہیں کہ یہ بیان کرنے پر حضرت مخدوم آبدیدہ ہو گئے اور (اللہ تعالیٰ کے) کیا بندے ہیں کہ ایسی چیزوں پر اطلاع پاتے ہیں اور عرش کرسی لوح و قلم ان کے سروں پر بمقدار ایک بالشت ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب ولی اللہ قطب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ "سر قدر" یعنی اپنی تقدیرات اس کو دکھا دیتا ہے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

فریب شیطان : صاحب "تذکرہ رکن عالم" تحریر فرماتے ہیں کہ خانقاہ غوثیہ کے حجرے میں حضرت قطب الاقطاب کا ایک مرید مصروف عبادت تھا اس نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے کہ تو حج کو چلا جا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں اپنے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا یہ خواب تجھے شیطان نے دکھایا ہے وہ چاہتا ہے کہ تجھے خدا کی مشغولیت سے ہٹا دے۔ تم پر حج فرض نہیں ہے کیونکہ تم ایک فقیر آدمی ہو ہرگز ہرگز حج پر مت جاؤ اور اپنا کام جاری رکھو۔ حضرت مخدوم (جہانیاں جہاں گشت نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ مرشد ہو تو ایسا ہو جو مرید کی اس طرح نگرانی کرے۔ ایک عزیز نے پوچھا کہ کیا شیطان نیک کاموں کا راستہ بھی بتاتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ تو دشمن ہے ہر طرح دھوکا دیتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ کوئی نیک کاموں کو چھوڑ نہیں سکتا تو وہ آخری کوشش یہ کرتا ہے کہ اسے اعلیٰ سے ادنیٰ کام کی طرف متوجہ کرے تاکہ کچھ تو مراتب میں کمی ہو۔ اس لئے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا (فاطر)** شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اسکو دشمن ٹھہراؤ۔

مقصد سیاحت : اولیائے کرام کا مقصد سفر خدمت خلق کی خاطر ہوتا ہے۔ ابتدا میں اگر وہ مرشد کی تلاش میں نکلتے ہیں اور جب شیخ طریقت کو پا کر حقائق و معارف اور فیوض و برکات سے مالا مال ہو جاتے ہیں تو پھر مخلوق کو علم و عرفان کی دولت سے بہرہ مند کرنے کے لئے ملک ملک کا سفر کرتے ہیں۔ سلاطین اور امور سلطنت کی اصلاح بھی ان کا نصب العین ہوتا ہے۔ "ملفوظ المخدوم" میں درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت مخدوم جہانیاں کی مجلس میں مشائخ کے قیام اور ان کی سیر و سیاحت وغیرہ کا ذکر آیا تو

marfat.com

آپ نے فرمایا کہ بعض زمینیں شکایت کرتی ہیں کہ اے بار الٰہی تو نے ہم پر کوئی ایسا بندہ نہیں بھیجا جو تیری عبادت اور ذکر میں ہر وقت مشغول ہو اور یہی وجہ ہے کہ بعض مشائخ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لاتے ہیں چنانچہ حضرت قطب الاقطاب تین دفعہ دہلی تشریف لے گئے۔ ایک دن ایک شخص نے بطور طعن و طنز محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت قطب الاقطابؒ ملتان سے اس جگہ تشریف لاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ لوح محفوظ میں لکھا ہے کہ بعض بندگان خدا ان سے بیعت کریں اور وہ لوگ اس جگہ (ملتان) نہیں جا سکتے اس لئے (کارکنان قضا و قدر) شیخ کو ہی اس جگہ لاتے ہیں تاکہ ان کی تشریف آوری سے وہ ضعیف و کمزور شرف بیعت حاصل کر سکیں بقول صاحب "خزینۃ الاصفیا" حضرت قطب الاقطابؒ نے فرمایا کہ مجھے تو دہلی میں صرف نظام الدین بدایوٹیؒ (محبوب الٰہی) کی محبت کھینچ لاتی ہے۔ حضرت رکن عالمؒ کا پہلا سفر دہلی کا ہے جو آپ نے سلطان علاؤ الدین خلجی کی دعوت پر اختیار فرمایا۔ سلطان کو کڑہ مانک پور میں خواجہ کرک سہروردیؒ نے تخت شاہی اور فتح و نصرت کی بشارت دی تھی چونکہ وہ درویش حضرت غوث العالمینؒ کے مریدوں میں سے تھے اس لئے سلطان کو اس خانوادے سے بڑی عقیدت ہو گئی تھی۔ سلطان نے حضرت قطب الاقطابؒ کو شیخ الاسلامی کا منصب نذر کیا تھا۔ خواجہ کرک سہروردیؒ کی متذکرہ بالا بشارت کا واقعہ حسب ذیل ہے :

خواجہ کرک سہروردی : کڑہ مانک پور میں خواجہ کرکؒ نامی ایک مجذوب بزرگ رہتے تھے یہ سہروردی سلسلے میں شیخ اسماعیل (عمرپوری) سے بیعت تھے۔ صاحب "خزینۃ الاصفیا" (مفتی غلام سرور لاہوری) لکھتے ہیں کہ حضرت قطب الدینؒ نے انہیں خرقہ بھجوایا تھا آپ نے اسے آگ میں ڈال دیا۔ جو آدمی خرقہ لایا تھا اسے ناگوار گزرا۔ اس نے حضرت قطب الدینؒ کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم پھر خواجہ کرک سہروردیؒ کے پاس جاؤ اور ان سے وہ خرقہ طلب کرو اصل راز تم پر منکشف ہو جائے گا چنانچہ جب آپ سے وہ خرقہ طلب کیا گیا تو آپ نے الاؤ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میاں آگے بڑھ کر نکال لو۔ وہ آدمی آگے بڑھا اور دیکھا کہ اس دہکتی آگ میں نہ صرف وہ خرقہ محفوظ پڑا ہے بلکہ اس کے ساتھ کئی اور کپڑے بھی حفاظت سے رکھے ہیں عوام میں ان کے فقر و ولایت اور کرامات کا بہت چرچا تھا چنانچہ سلطان علاؤ الدین (اس زمانے میں جب سلطان جلال الدین اس کے تعاقب میں تھا) گھبرا کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کا طالب ہوا۔ خواجہ کرک سہروردیؒ نے استغراق کے عالم میں سر اٹھا کر علاؤ الدین پر نظر کی اور فرمایا :

ہر کہ بیاید بر سر جنگ سر در کشتی تن در گنگ

(جو جنگ پر آیا ہے اس کا سر کشتی میں اور جسم دریائے گنگا میں) چنانچہ یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی سلطان جلال الدین خلجی اپنے داماد اور بھتیجے علاؤ الدین کے ہاتھوں کشتی میں قتل ہوا۔ یہ واقعہ بموجب تاریخ ہند مولانا ذکا اللہ ۱۷ رمضان ۶۹۵ ہجری (مطابق ۱۸ جولائی ۱۳۹۵ عیسوی) کو پیش آیا ازاں بعد علاؤ الدین خلجی نے تخت دہلی سنبھال لیا۔ خواجہ کرک سہروردیؒ کا وصال ۷۱۶ ہجری (۱۳۱۶ عیسوی) کو ہوا۔ مزار شریف کڑہ مانک پور میں ہے (خزینۃ الاصفیا)۔

ہجرت کی حکمت : حضرت قطب الاقطاب سلطان علاؤ الدین کے زمانے میں دو بار دہلی تشریف

marfat.com

لائے۔ سلطان خود استقبال کے لئے آتا اور بڑی عزت و احترام سے شہر میں لاتا۔ کثیر نذرانہ پیش کرتا جو حضرت اسی وقت مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ حضرت جب دہلی تشریف لانے کا ارادہ فرماتے تو شہر میں اعلان کر دیا جاتا تھا کہ جس کسی کو بادشاہ سے کچھ عرض معروض کرنا ہو وہ درخواست لکھ کر پیش کرے حضرت کی سواری کے آگے خدام ایک صندوق لے کر چلتے تھے جس میں لوگ اپنی درخواستیں ڈالتے جاتے۔ دہلی کے قیام کے دوران حضرت محبوب الٰہیؒ کی صحبت میں ہی زیادہ وقت بسر کرتے۔ ایک ملاقات میں جب حضرت قطب الاقطابؒ کے چھوٹے بھائی عماد الدین اسمٰعیلؒ بھی ہمراہ تھے انہوں نے عرض کی کہ اس وقت ہندوستان کے مہر و ماہ یہاں جمع ہیں مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے حکم ہو تو عرض کروں۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا پوچھئے اگر جواب دینے کے قابل ہوگا تو دیا جائے گا۔ عماد الدین اسمٰعیلؒ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا باعث سب کو معلوم ہے کہ وحی کے حکم سے ہجرت ہوئی کیونکہ اہل مکہ نے اتفاق رائے سے طے کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا جائے اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے مگر میرا سوال یہ ہے کہ ہجرت کا روحانی باعث کیا تھا؟ حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا سوال بہت بڑا ہے میری مجال نہیں کہ حضرت شیخ (قطب الاقطاب) کے سامنے زبان کھول سکوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا شہنشاہ دین کے سامنے میں کیا بول سکتا ہوں لیکن "الامر فوق الادب" کو ملحوظ رکھ کر عرض کرتا ہوں کہ میرا فہم یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات باطنی کی تکمیل اس پر منحصر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھر چھوڑیں۔ سفر کی تکلیف اٹھائیں اور مدینہ منورہ میں بے گھر ہو کر رہیں یہ سن کر حضرت محبوب الٰہی بدایونیؒ نے فرمایا فقیر کے خیال میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے ناقص تھے اور ان کی تکمیل اس پر منحصر تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھر چھوڑ کر مدینہ منورہ میں جائیں اور وہاں کے ناقصوں کا نقص دور کر کے ان کو کامل بنا دیں۔ اس سوال کے جواب کے اختتام پر کھانا چنا گیا (حاضرین میں سے) خواجہ اقبال نے ایک باریک کپڑے میں سو اشرفیاں باندھ کر حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں پیش کیں جو انہوں نے حضرت قطب الاقطابؒ کے سامنے رکھ دیں۔ اشرفیوں کی زردی اور چمک کپڑے سے باہر نظر آ رہی تھی۔ حضرت قطب الاقطابؒ نے اس کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا یا مولانا! استر ذھبک (اپنے زر کو چھپاؤ)۔ اس کے جواب میں حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا **ہل منہبک و ذہابک** (بلکہ اپنے مذہب اور سفر کو بھی چھپاؤ) کچھ دیر کے بعد حضرت قطب الاقطاب واپس تشریف لے گئے۔ مولانا فریدی صاحب نے یہ واقعہ چشتی اولیا نامہ از خواجہ حسن نظامی دہلویؒ کے حوالہ سے "تذکرہ رکن عالم" میں درج فرمایا ہے اور ساتھ ہی خواجہ حسن نظامیؒ کا حاشیہ بھی درج کیا ہے جو نہایت ہی ایمان افروز ہے۔

خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ ہجرت کے روحانی سبب کی تشریح دونوں بزرگوں نے الگ الگ فرمائی۔ حضرت شیخ (قطب الاقطابؒ) کے جواب میں یہ بات پوشیدہ تھی کہ میں ملتان سے ہجرت کر کے دہلی میں اس لئے آیا ہوں کہ باقی ماندہ کمالات حضرت (محبوب الٰہیؒ) کے فیض سے مجھے حاصل ہو جائیں اور حضرت سلطان المشائخ (بدایونی) کے جواب میں یہ اشارہ تھا کہ میں ناقص تھا حضرت شیخ مجھے کامل

marfat.com

بنانے کے لئے ملتان سے (دہلی) تشریف لائے ہیں۔

اشرفیوں کی چمک ظاہر ہونے کی نسبت عربی زبان میں جو گفتگو ہوئی اس کا مطلب یہ تھا کہ دولت مندی پر ترک دنیا کا پردہ ڈالنا چاہئے اور حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اپنے عقائد اور اپنے سلوک روحانی کو بھی پوشیدہ رکھنا چاہئے تاکہ نااہلوں کی نظر سے پوشیدہ رہیں۔ جو لوگ مذہب کو چھپانے کا مطلب تقیہ لیتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ اگر حضرت نے مذہب کے ساتھ ذہاب کا لفظ بھی فرمایا جس سے ظاہر ہوا کہ واؤ ذہب کی تفسیر کے لئے تھا یعنی حضرت نے طریقت کے سلوک کے عقائد اور سفر کو چھپانے اور مخفی رکھنے کا اشارہ فرمایا تھا ورنہ ظاہری ارکان شریعت و اعمال شریعت میں حضرت نے کبھی کوئی پوشیدگی نہیں رکھی۔

عالم ملکوت و جبروت میں : انہیں ایام میں حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کا عرس آ گیا حضرت محبوب الٰہیؒ بوجہ ناسازیء طبع پاک پتن شریف نہ جا سکے لہٰذا دہلی میں ہی حضرت شیخ کا عرس منعقد کیا۔ اس محفل میں حضرت قطب الاقطاب (رکن عالم سہروردیؒ) بھی شریک ہوئے مجلس سماع میں حضرت محبوب الٰہیؒ پر وجد طاری ہو گیا اور اضطراب میں کھڑا ہونا چاہا لیکن حضرت قطب الاقطابؒ نے دامن پکڑ کر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ کھڑے ہو گئے اس دفعہ حضرت نے انہیں بٹھانے کی کوشش نہ فرمائی بلکہ دوسرے مشائخ کی طرح تعظیم کے لئے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے جب سماع موقوف ہوا اور دوسرے لوگ چلے گئے تو مولانا عماد الدینؒ نے حضرت قطب الاقطابؒ سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے پہلی بار حضرت محبوب الٰہیؒ کو کھڑا نہ ہونے دیا لیکن دوسری بار نہیں روکا۔ آپ نے فرمایا پہلی دفعہ حضرت کی رسائی عالم ملکوت تک ہوئی تھی وہاں تک میری دسترس تھی اس لئے دامن پکڑ کر بٹھا دیا لیکن دوسری بار وہ عالم جبروت میں پہنچ گئے اس لئے مزاحم نہ ہوا (سیر الاولیا)۔

بزرگ تر ہستی : ۶ شوال ۷۱۶ ہجری (بدھ ۱۵ دسمبر ۱۳۱۶ عیسوی) کو سلطان علاؤ الدین کا انتقال ہو گیا اسے ملک کافور (ہندو غلام) نے ایسا زہر دے دیا تھا جو نامعلوم طور پر آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا رہا۔ سلطان کی وفات کے بعد سلطنت کے حالات مخدوش ہو گئے ملک کافور کے قتل کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت پر بیٹھا جو حضرت محبوب الٰہیؒ کا سخت مخالف تھا اس کے چند مشیروں نے اسے رائے دی کہ شیخ نظام الدینؒ چشتی ہیں اور ملتان کے شیخ رکن الدینؒ سہروردی ہیں انہیں دہلی میں بلا لیں تو شیخ نظام الدین کے اقتدار کا چراغ خود بخود بجھ جائے گا۔ بادشاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے حضرت قطب الاقطابؒ کو بلا بھیجا۔ حضرت دہلی کے حالات سے باخبر تھے انہوں نے مصلحتاً دہلی پہنچنا مناسب سمجھا چنانچہ حسب سابق فریادیوں کی درخواستیں وصول کرتے دہلی کے قریب پہنچ گئے ابھی ایک منزل باقی تھی کہ حضرت محبوب الٰہیؒ پیشوائی کو حاضر ہوئے۔ حضرت قطب الاقطابؒ سے بڑھ کر بغلگیر ہوئے اور فرمایا لوگ سمجھتے ہوں گے کہ رکن الدین بادشاہ کی ملاقات کے لئے جا رہا ہے حالانکہ میں نے تو محض اس شہنشاہ دین کے لئے چار سو میل کی مسافت طے کی ہے۔ رات بھر یہ دونوں اللہ والے اپنے مصلوں پر مصروف عبادت رہے اور صبح سویرے حضرت محبوب الٰہیؒ دہلی کو

marfat.com

واپس لوٹ گئے۔ دہلی میں حضرت کا یہ تیسرا ورود مسعود تھا۔ جب دہلی میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت رکن عالمؒ دہلی کے قریب پہنچ گئے ہیں تو بادشاہ نے حکم دیا کہ سب امیر اور وزیر شہر کے مشائخ و علما حضرت شیخ کے استقبال کے لئے شہر کے باہر پہنچ جائیں میں بھی صبح استقبال کے لئے جاؤں گا۔ چنانچہ صبح پہنچ کر اس نے حضرتؒ سے پوچھا "اس شہر سے سب سے پہلے آپ کو کون ملا؟" آپ نے فرمایا "وہ جو اس شہر میں سب سے اچھا آدمی ہے" کچھ دیر بعد حضرت نے باواز بلند فرمایا "اے لوگو! دہلی میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو یہاں اس وقت موجود نہیں ہے اسے سارا ہندوستان سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے نام سے یاد کرتا ہے"۔ یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اس نے کہا حضرت آپ تو فرماتے تھے کہ مجھے جو سب سے پہلے ملا ہے وہی سب سے اچھا آدمی ہے اور اب آپ فرماتے ہیں کہ جو یہاں موجود نہیں ہے وہی سب سے اچھا آدمی ہے اس کا مطلب؟ آپ نے فرمایا حضرت سلطان المشائخ دہلی سے ایک منزل دور میرے استقبال کے لئے تشریف لائے تھے اور وہی سب سے پہلے مجھ سے ملے تھے اس واسطے میں نے کہا کہ وہی دہلی کے سب سے زیادہ اچھے آدمی ہیں۔ (تذکرہ رکن عالم از مولانا فریدی)۔

حاجت روائی : مولانا محمد جعفر شاہ پھلواریؒ لکھتے ہیں کہ حضرت رکن عالمؒ نے اپنے تعلقات اہل حکومت سے خوشگوار رکھے جن کا مقصد یہ تھا کہ: (۱) اہل حکومت کی اصلاح حال جس حد تک ممکن ہو کرتے رہیں (۲) خلق اللہ کی حاجت روائی کا ذریعہ بنے رہیں (۳) اگر اہل حکومت کو دوسرے اولیا اللہ سے عناد ہو تو اسے ممکن حد تک کم کریں اور خود اولیا اللہ کے پشت پناہ بنے رہیں دراصل آپ کا عمل اس فرمان نبوی پر تھا جو بزار نے سیدنا ابو دردا‌ؓ سے روایت کیا ہے: **من ابلغ ذا سلطان حاجتہ من لا یستطیع ابلاغھا ثبت اللہ قدمیہ علی الصراط یوم تزل الاقدام** (یعنی جو شخص اپنی ضرورت حاکم تک نہ پہنچا سکتا ہو اس کی درخواست وہاں تک پہنچانے والے کا اجر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن اسے ثابت قدم رکھے گا جس دن قدموں کو لغزش ہو گی)۔

"دراصل یہ اتنی بڑی خدمت ہے جو بڑی سے بڑی عبادت کی صف میں رکھی جا سکتی ہے۔ اسی خدمت خلق کے جذبے سے آپ (حضرت قطب الاقطابؒ) نے سلاطین و اہل حکومت سے اپنے تعلقات خوشگوار رکھے"۔

حضرت قطب الاقطابؒ سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے زمانے میں تین مرتبہ دہلی تشریف لے گئے تھے اور ہر بار آپ کا مقصد سلطان کی اصلاح اور خلق خدا کی وکالت کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ آپ کے مرید سلہٹ سے مصر تک پھیل چکے تھے سید جلال سلہٹی (جو سید السادات جلال بخاریؒ کے نواسے، سید احمد کبیرؒ کے بھانجے اور مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے پھوپھی زاد بھائی تھے) اور وہ سات سو درویشوں کی معیت میں ۷۰۳ ہجری (۱۳۰۴ء) میں سلہٹ فتح کر چکے تھے۔ ۷۲۰ ہجری (۱۳۲۰ عیسوی) کے قریب جبکہ قطب الاقطابؒ دہلی میں تشریف لائے تھے تو بنگال میں بھی سہروردی مشائخ کا طوطی بول رہا تھا اور جگہ جگہ ان کی کالونیاں بن چکی تھیں۔ مصر اور دمشق میں مولانا فخر الدین عراقیؒ کے لاکھوں مرید موجود تھے۔ یمن میں فقیہ بصال (قطب عدن) شوکارہ میں شیخ قوام الدینؒ اور سندھ کا سارا صوبہ

marfat.com

آپ کے ارادت مندوں سے پٹا پڑا تھا اگر کوئی اور درویش حضرت کی جگہ ہوتا تو وہ سلطان کی گرفت سے ہرگز نہ بچ سکتا تھا۔ سلطان کو حضرت کی ہر دل عزیزی اور طاقت کا پوری طرح اندازہ تھا اور بخوبی سمجھتا تھا کہ اگر ملتان اور سندھ جیسے دور رس صوبوں میں ایک دفعہ بغاوت کی وبا پھوٹ پڑی تو اس سے دہلی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے گا اس لئے اس نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی کہ حضرت قطب الاقطاب" کو ہر حالت میں راضی رکھا جائے اس کا سارا ادب و احترام اسی وجہ سے تھا۔ بہرحال حضرت قطب الاقطاب" نے اس کی خشونت اور تلون مزاجی کی پرواہ نہ کی۔ خلق خدا کی وکالت کی۔ ہزاروں غرض مندوں کی درخواستوں کو بادشاہ کے ملاحظہ سے گزار کر مناسب احکام لکھوائے۔ دہلی کے لاکھوں محتاجوں اور مسکینوں کو اپنی داد و دہش سے مالا مال کیا (تذکرہ رکن عالم از مولانا فریدی) سلطان قطب الدین ۵ ربیع الاول ۷۲۱ ہجری مطابق ۱۴ اپریل ۱۳۲۱ عیسوی کو خسرو خان (جو ہندو نژاد تھا) کے ہاتھوں مارا گیا جو ازاں بعد اسی جگہ قتل ہوا جہاں اس نے قطب الدین مبارک شاہ کو قتل کیا تھا۔ تیس سال کے مختصر عرصہ میں خاندان خلجی کا دور حکمرانی ختم ہو کر رہ گیا اور ۷۲۰ ہجری (۱۳۲۰ عیسوی) میں سلطان غیاث الدین تغلق نے عنان حکومت سنبھال لی۔

دعویء سجادگی خانقاہ غوثیہ : بموجب صاحب تذکرہ رکن عالم ملتانی" سلطان غیاث الدین تغلق نے بزمانہ صوبیداری اپنی مستقل رہائش ملتان میں رکھی ہوئی تھی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا" فرماتے ہیں کہ میرے قریب ایک مقبرہ تعمیر کرو سلطان نے اپنی ذاتی جاگیر سے حضرت کے مقبرہ کے سامنے (بجانب مغرب) ایک عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرایا۔ سلطان کو حضرت شیخ اور اس کی اولاد سے گہری عقیدت تھی۔ شیخ علم الدین علامہ جو حضرت غوث العالمین" کے فرزندوں میں سے ایک بڑے عالم، طبیب اور فلسفی تھے، غیاث الدین سے زیادہ میل جول رکھتے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ اب ہندوستان کا شہنشاہ بن چکا ہے تو وہ ملتان سے دہلی روانہ ہو گئے اتفاق سے وہ ایسے وقت میں بادشاہ کو ملنے کے لئے دربار شاہی میں پہنچے جب وہ شکار کو جا رہا تھا۔ بادشاہ بڑے تپاک سے ملا اور انہیں کہا کہ آپ شاہی مہمان خانے میں قیام کریں میں شکار سے واپس آ کر تفصیلی ملاقات کروں گا۔ ملاقات کے دوران شیخ کا ہاتھ بادشاہ کی نبض پر پڑا تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کے پیٹ میں گرانی ہے آپ نے وزیر سے کہہ دیا کہ جب بادشاہ شکار گاہ میں پھرے گا تو اس کے پیٹ میں درد پڑ جائے گا اس وقت فلاں دوا اونٹ کے دودھ کے ساتھ اسے کھلا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بادشاہ شفایاب ہو گیا۔ اس واقعہ کا ذکر وزیر نے بادشاہ سے کیا جس سے وہ شیخ کا معتقد ہو گیا۔

ایک دفعہ موقع پا کر شیخ علم الدین علامہ نے سلطان سے عرض کی کہ میں شیخ الکبیر (بہاؤ الدین ذکریا ملتانی") کا بیٹا ہوں، رکن الدین" پوتے ہیں اس لئے سجادگی (خانقاہ غوثیہ کا میں زیادہ حق دار ہوں) مجھے ملنی چاہئے۔ سلطان نے حضرت قطب الاقطاب (رکن عالم") کو ملتان سے بلا بھیجا۔ آپ کا یہ سفر دہلی کا آخری سفر تھا۔ آپ بہ معیت سلطان التارکین حمید الدین حاکم" اور سید السادات مخدوم جہانیاں" دہلی تشریف لائے۔ (آپ کے چچا) شیخ علم الدین نے سلطان سے کہا کہ میں تین مسئلے شیخ سے پوچھتا ہوں جن کا جواب وہ نہ دے سکیں گے۔ حضرت قطب الاقطاب" نے فرمایا کہ میں درویش آدمی ہوں

marfat.com

مجھے سجادگی سے کوئی سروکار نہیں اگر شیخ علم الدینؒ کو بحث کا شوق ہے تو میں بازار سے ایک غلام خرید کر بھیج دیتا ہوں شیخ علم الدین اس سے مباحثہ کر لیں۔ آخر آپ نے ایک غلام منگایا اور سلطان التارکینؒ سے فرمایا کہ اپنا لعاب دہن اس غلام کے منہ میں ڈال دو چنانچہ تعمیل ارشاد کرنے پر اسے علم لدنی حاصل ہو گیا اس کا نام شیخ محمد رکھا گیا دوسرے دن مدرسہ میں دونوں کا مناظرہ ہوا اور شیخ علم الدین مقابلے میں علت و معلول سب بھول گئے اور ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے مکان کو چلے گئے۔ چونکہ وہ منصب سجادگی کے لئے بے حد بے قرار تھے حضرت قطب الاقطابؒ سے یہ گوارا نہ ہو سکا کہ حضرت چچا بزرگوار مایوس ہو کر جائیں۔ آپ نے سجادگی سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور وہ شیخ علم الدین کو مل گئی۔ شیخ علم الدین جب دہلی سے (منصب سجادگی سنبھالنے) ملتان روانہ ہونے لگے تو حضرت قطب الاقطابؒ نے فرمایا: چچا حضور! آپ سجادہ نشین تو بن گئے ہیں مگر شیخ الکبیر (حضرت غوث العالمینؒ) کی خانقاہ کو مدرسہ نہ بنانا۔ مزارات کی بے ادبی ہو گی۔ کبوتروں کو روضہ سے نہ نکالنا اور نہ ہی حجرہ نشین فقرا پر کسی قسم کا تشدد کرنا۔ مگر انہوں نے ملتان پہنچتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ روضہ مقدسہ کو درس گاہ بنا لیا، کبوتروں کو نکال دیا اور فقیروں کو جو خانقاہ غوثیہ میں پڑے اللہ اللہ کر رہے تھے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ شیخ جمال الدینؒ اور شیخ عمر غوریؒ کو جب شیخ علم الدین کی سجادگی کا علم ہوا تو وہ خانقاہ عالیہ سے نکل کر اوچ شریف چلے گئے۔ شیخ رکن الدین حاتمؒ کو جو حضرت حمید الدین حاکمؒ کے علاتی بھائی تھے اور ہمیشہ عالم سکر میں مستغرق رہنے کے سبب جماعت اور نماز جمعہ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے پیش کرنے کا حکم دیا اور جب وہ سامنے آئے تو سخت احتساب کیا یہ سب کچھ سن سہ کر شیخ حاتمؒ کی زبان سے بے ساختہ نکلا: "اے سوختہ! سوختگان عشق را چرا می سوزی" (یعنی اے جلے ہوئے! عشق کے جلے ہوؤں کو کیوں جلاتا ہے) اسی دن سے شیخ علم الدین کو ایسی سوزش لاحق ہوئی کہ ساتویں دن جاں بحق ہو گئے (تذکرہ حمیدیہ مترجم نامی صاحب)

ہنوز دہلی دور است : سلطان غیاث الدین بنگالے میں ہی تھا کہ کسی کے بہکانے سے بہک گیا۔ اس نے حضرت محبوب الٰہیؒ کو لکھا کہ دہلی سے نکل جاؤ اس واقعہ کو احمد ایاز جو ان دنوں مسلمان ہو کر محلات شاہی کے میر عمارت بن چکے تھے اور خواجہ جہاں کے لقب سے مشہور تھے لکھتے ہیں کہ میں جب گھر میں آتا تھا تو اپنے قدیم میزبان خواجہ سید امام سے ضرور ملتا تھا ایک رات انہوں نے مجھ سے کہا کہ آج بنگالے سے سلطان کا خط حضرت (محبوب الٰہیؒ) کے نام ایک قاصد لایا تھا جس میں گستاخانہ انداز سے لکھا تھا کہ حضرت میری واپسی سے پہلے دہلی چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں--- جب یہ خط میں نے حضرت شیخ کو سنایا تو حضرت نے حکم دیا کہ اس کی پیشانی پر لکھ دو "ہنوز دہلی دور است" (ابھی دلی دور ہے) اور خط قاصد کو واپس دے دو تاکہ وہ بادشاہ کے پاس بنگالے پہنچا دے اسی طرح کے دو اور خط حضرت کو دہلی چھوڑ دینے کے متعلق ولی عہد کو لکھے گئے۔ بالآخر بادشاہ دسمبر ۱۳۶۳ عیسوی (ربیع الاول ۶۵ے ہجری) کے آغاز میں دہلی کے قریب پہنچ گیا۔ صاحب سیر العارفین مولانا جمالیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب رکن عالمؒ سلطان کے استقبال کے لئے دو تین کوس گئے اور اس سے ملے۔ شہر دہلی سے تقریباً دو کوس کے فاصلے پر سلطان مذکور کے بیٹے (ولی عہد) سلطان محمد نے ایک نئی (چوبی)

marfat.com

عمارت بنوائی تھی اور سلطان اس عمارت میں ٹھہرا اور حضرت شیخ (رکن الدین ؒ) بھی وہاں موجود تھے۔ کھانا لایا گیا' سلطان نے چاہا کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس جگہ سے تغلق آباد جائے۔ کھانے کے دوران شیخ رکن الدین ؒ نے سلطان سے فرمایا کہ بہت جلد اس عمارت سے باہر نکل آؤ اس لئے کہ نئی عمارت ہے۔ سلطان نے کہا کہ کھانا کھانے کے بعد یہاں سے باہر آؤں گا پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ جلد باہر نکل آؤ۔ حضرت شیخ نے یہ کہا اور کھانے سے بغیر ہاتھ دھوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابھی دوسری دہلیز تک نہیں پہنچے تھے کہ عمارت گر گئی۔ سلطان اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے سب عمارت کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔ حضرت شیخ رکن الدین سلامت رہے۔

حضرت محبوب الٰہی سے آخری ملاقات : صاحب "بزم صوفیہ" بحوالہ "سیر الاولیا" لکھتے ہیں کہ حضرت محبوب الٰہی ؒ کے مرض الموت میں حضرت قطب الاقطاب ؒ آپ کی عیادت کو آئے تو وہ (حضرت محبوب الٰہی ؒ) عالم تحیر میں تھے۔ مریدین پریشان ہوئے کہ اس عالم میں دونوں بزرگوں کی ملاقات کیسے ہو گی لیکن حضرت کا تحیر جاتا رہا اور انہیں دیکھ کر تعظیم کے لئے چارپائی سے نیچے اترنا چاہتے تھے مگر انتہائی کمزوری کی وجہ سے نیچے نہ اتر سکے اس لئے حضرت کو چارپائی پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا لیکن حضرت قطب الاقطاب ؒ نے تعظیماً چارپائی پر بیٹھنا پسند نہ فرمایا چنانچہ کرسی لائی گئی اور وہ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت قطب الاقطاب ؒ نے فرمایا: "انبیا کو موت اور زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے اولیاء' انبیا کے جانشین ہوتے ہیں اس لئے ان کو بھی موت اور زندگی کا اختیار ملتا ہے آپ کی حیات کچھ دن اور ہوتی تاکہ آپ ناقصوں کو کمال تک پہنچا سکتے" حضرت محبوب الٰہی ؒ اشکبار ہو گئے اور فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما رہے ہیں اے نظام! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے" حضرت رکن عالم ؒ پر گریہ طاری ہو گیا تھوڑی دیر بعد آپ واپس تشریف لے گئے (اسی دن) ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ ہجری بروز چہار شنبہ ۱۳۲۵ عیسوی مطابق ۳ اپریل وصال فرما گئے۔ سلطان محمد تغلق اور حضرت قطب الاقطاب ؒ بھی پہنچ گئے آپ کی نماز جنازہ حضرت قطب الاقطاب ؒ نے ہی پڑھائی اور فرمایا آج مجھے پتہ چلا کہ اتنا عرصہ مجھے دہلی میں کیوں ٹھہرایا گیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت قطب الاقطاب ؒ اس سعادت پر فخر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امیر خسرو ؒ کی نماز جنازہ : مولانا فریدی (بحوالہ حیات خسرو) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب ؒ کی خدمت میں ایک مدت سے اہل ملتان کے خطوط آ رہے تھے کہ حضرت آ کر اپنے آباء کرام کا سجادہ سنبھالیں مگر حضرت خاموش تھے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب ؒ کو سلطان المشائخ کی طرف سے اس امر کا باطنی اشارہ ہو چکا تھا کہ میرا ترک (امیر خسرو) آ رہا ہے اس کا جنازہ پڑھ کے ہی جائیو۔ سید رکن الدین نظامی دہلوی ؒ لکھتے ہیں کہ اس وقت کے مشہور بزرگ حضرت مولانا رکن الدین ملتانی ؒ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ امیر خسرو ؒ کی نماز جنازہ میں شریک ہو کر ان کے لئے دعائے مغفرت کریں کیونکہ وہ شیخ نظام الدین ؒ کے پیارے مرید تھے چنانچہ انہوں نے اپنے ارادتمندوں کے جلو میں تشریف لا کر جنازہ پڑھا اس کے بعد اس کشتۂ محبت کو پیر و مرشد کے قدموں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ (حضرت امیر خسرو ؒ کی وفات ۱۸ شوال ۷۲۵ ہجری مطابق ۲۷ ستمبر ۱۳۲۵ عیسوی

marfat.com

جمعہ) کو ہوئی۔

علماء و صوفیائے کرام کا استقلال : سلطان محمد تغلق معقولات فلاسفہ کے چکر میں پھنس گیا تھا اس لئے منقولات کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ علماء اور صوفیا کرام چونکہ سب کے سب منقولات کے تابع تھے لہذا سلطان ان کے درپے آزار ہو گیا تھا۔ عام مورخین کا خیال ہے کہ شیخ عبد العزیز اردبیلی (فقیہہ اور محدث جنہوں نے دمشق میں تصوف کے بہت بڑے مخالف علامہ ابن تیمیہ' برہان الدین ابن البرکہ' جمال الدین اور شمس الدین ذہبی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی تھی وہ سلطان کے پاس آئے تو بادشاہ نے ان کا بڑا احترام کیا)۔ ابن تیمیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے دہلی آئے تھے اور انہوں نے مصر و شام میں مشائخ صوفیہ کے خلاف جو تحریک جاری کر رکھی تھی یہ اس کے سرگرم رکن تھے۔ بادشاہ بھی صوفیا کرام کے اقتدار کو سیاسی مصلحتوں کے خلاف سمجھتا تھا اور وہ ان کی اجتماعی طاقت کو توڑنے کی فکر میں تھا۔ چنانچہ اسے ان کی آمد سے تقویت پہنچ گئی۔

صاحب "آب کوثر" تحریر فرماتے ہیں: "سلطان محمد تغلق کی تخت نشینی سے پہلے دہلی میں صوفیائے کرام کا بڑا اثر تھا۔ ان کی ذات مرجع ء خلائق تھی اور جو بادشاہ دل سے ان کے معتقد نہ تھے انہیں بھی ملکی مصلحت کے ماتحت ان کا احترام کرنا پڑتا تھا مگر جب حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہیؒ) کا انتقال ہو گیا تو سلطان نے اپنی تمام کوششیں مشائخ کا اثر کم کرنے میں صرف کیں اور نہایت استقلال اور باقاعدگی سے ان کا شیرازہ منتشر کیا۔" سلطان کا معمول ہو چکا تھا کہ روزانہ بے شمار مشائخ زہاد اور علما پکڑے جاتے۔ حق و باطل کی اس آزمائش میں اکثر مشائخ پورے اترے اور ہزار قسم کی ترغیب و ترہیب کے باوجود سلطان ان کا ضمیر خرید نہ سکا۔ انہوں نے قید و بند کی مصیبتیں جھیلیں دردناک عذاب سہے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونا قبول کیا مگر باطل کے آگے سر نہ جھکایا۔ دراصل تصوف ایسے ہی بندگان خدا کے قول و فعل سے عبارت ہے۔

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت قطب الاقطابؒ اور سلطان المشائخؒ نے کئی سال دہلی میں یکجا بسر کئے تھے انہوں نے ملک کے سرعت سے بدلتے ہوئے حالات اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا اس لئے حضرت محبوب الٰہیؒ نے چراغ دہلویؒ جیسے صابر اور حلیم بزرگ کو دہلی کی کانٹوں بھری سیج عطا کی اور حضرت قطب الاقطابؒ نے شیخ عثمان سیاحؒ شیخ صلاح الدین درویشؒ اور شیخ علاؤ الدینؒ جیسے اکابر خلفا کو دہلی میں چھوڑا اور خود ملتان ایسے آئے کہ پھر دہلی کا رخ نہ کیا۔

قتل عام سے معافی کی سفارش : بحوالہ "تذکرہ رکن عالم ملتانیؒ" کشلو خان حاکم ملتان نے سلطان محمد تغلق کے خلاف بغاوت کر دی تھی جسے فرو کرنے کے لئے سلطان خود پہنچ گیا تھا اس نے ملتان میں قتل عام کا حکم دے دیا۔ کشلو خان قتل ہوا اور اس کے رفیقوں کو چن چن کر قتل کرانے لگا۔ جب اہل ملتان گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے تو لوگ حضرت قطب الاقطابؒ کی خدمت میں فریادی بن کر آئے حضرت اس وقت اعتکاف میں تھے ان کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ عماد الدین اسماعیلؒ بھی جو کشلو خان کے حامیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے کی شہادت کے باوجود سلطان کے پاس ننگے پاؤں' ننگے سر

marfat.com

سفارش کے لئے دوڑے۔ سلطان باغیوں کے علاوہ اہل ملتان کے قتل عام کا تہیہ کئے غیض و غضب کے عالم میں تھا جب اس نے حضرت کو ننگے سر اور ننگے پاؤں اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو آپ کی جلالت قدر کے آگے جھک گیا اور سلطان نے اسی وقت تلوار نیام میں لے لی۔ سالار اعظم خواجہ کبیر کو حکم ہوا کہ قتل عام روک دو اور جتنے قیدی گرفتار ہو چکے ہیں ان سب کو رہا کر دو' اس طرح پل کے پل میں امن قائم ہو گیا۔

تبلیغی سرگرمیاں : حضرت قطب الاقطاب" اپنی زندگی کے آخری دس سالوں میں مستقل طور پر خانقاہ نشین ہو چکے تھے۔ ملکی نامساعد حالات کے باوجود آپ کے تبلیغی وفود مصروف کار تھے۔ موسم بہار میں سندھ کے تبلیغی قافلے آتے اور روحانی تسکین حاصل کرتے تھے۔ شمالی ہند کی طرف آپ کے خلفاء قریہ قریہ پہنچے۔ جوئیہ اقوام حضرت کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئیں۔ شورکوٹ کی طرف حضرت مخدوم سید جلال میر سرخ بخاری" اور ان کے نامور فرزند سید احمد کبیر سہروردی" تبلیغی فرائض انجام دیتے رہے۔ سیالوں کو سید جلال" نے ہی حلقہ بگوش اسلام کیا تھا۔ موجودہ جھنگ سیالاں اور گھیانہ آپ کے ہی آباد کردہ شہر ہیں۔ مئو مبارک (بہلول پور) سلطان التارکین" کے سایہء عاطفت میں پروان چڑھ رہا تھا۔ سرواہی میں نواب موسیٰ سہروردی" کے خلفاء دین حنیف کی تبلیغ و ترویج میں مصروف تھے۔ اچ میں حکومت کی طرف سے ایک بڑی یونیورسٹی قائم تھی اس کے پہلو بہ پہلو مولانا بہاء الدین اور حضرت جمل خنداں رو" کے مدرسے بھی بڑی بہار پر تھے۔ ہندوستان کے طول و عرض سے تشنگان علوم آتے اور ان چشموں سے شاد کام ہوتے تھے۔ یہ دونوں ادارے سہروردی مشائخ اور علما کی نگرانی میں مصروف کار تھے۔ شیخ وجیہہ الدین عثمان سیاح سنامی" کو حضرت نے دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ حاجی صدر الدین چراغ ہندی" کو ظفر آباد کی ولایت پر مامور کیا گیا۔ مولانا ظہیر الدین"، شیخ عمر غوری" خصوصی تبلیغی مہمات پر روانہ کئے جاتے تھے۔ علامہ علی بن احمد غوری" ساکنہ کڑہ حضرت غوث العالمین" کے اوراد شریف کی شرح لکھنے پر مامور تھے اور وہ حاضر باش خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے خلفا میں تبلیغی اعتبار سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کا بہت بڑا مقام ہے۔ کشمیر' گجرات اور وسط ہند میں اور جگہ جگہ حضرت مخدوم" کی اولاد اور مریدوں کے مقابر موجود ہیں۔ انہوں نے اس نواح میں تبلیغ کا شاندار کام کیا۔ نون اقوام حضرت مخدوم جہانیاں" کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ کھرل راجپوتوں کا مورث اعلیٰ راجہ کرن تھا اس کے جانشیں بھوپانے ہستاپور چھوڑ کر اوچ میں رہائش اختیار کی یہاں بھوپا اولا" اس کے بیٹے کھرل نے حضرت مخدوم جہانیاں" کے ہاتھ اسلام قبول کیا۔ اوچ شریف سے یہ قبیلہ بڑھتا بڑھتا دریائے راوی کے دونوں طرف پھیل گیا۔

ضلع ملتان میں نون خاندان کا بیشتر حصہ تحصیل شجاع آباد میں آباد ہے۔ یہ قوم اصل میں راجپوت ہے اس کے مورث اعلیٰ راجہ راج وردھن کو حضرت مخدوم جہانیاں" نے مسلمان کیا تھا اس خاندان کے بزرگ پہلے تھانہ بھون مظفر نگر یوپی (انڈیا) میں رہتے تھے کسی ہنگامے میں چھ آدمی رانجھا' چنا علی شیر' عمر' لانگا اور ویلن ملتانی کی طرف منتقل ہو آئے اور حاکم وقت کی اجازت سے تحصیل شجاع آباد میں آباد ہو گئے موجودہ خاندان جو بستی مٹھو نصیر پور اور بستی وال میں آباد ہے ان کا مورث اعلیٰ رانا

marfat.com

ٹھو ہی تھا۔ اسی طرح حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے سید سکندر بن مسعودؒ کو کاٹھیاواڑ میں رشد و ہدایت کے لئے مامور فرمایا وہاں انہوں نے بہت بڑی آبادی کو مسلمان کیا۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں ان دنوں سید جلال سہروردیؒ کا طوطی بول رہا تھا سہروردی مشائخ نے اشاعت اسلام کے سلسلے میں بنگال میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بنگال کے اولیائے مجاہد جنہیں SOLDIERS SAINTS کہتے ہیں سید جلال سلہٹیؒ کے سات سو درویش رفقا تھے۔ یہ سب کے سب حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے والد سید احمد کبیر سہروردیؒ کے مرید تھے اور سید احمد کبیرؒ اپنے نامور باپ سید جلال المعروف میر سرخ بخاریؒ کے واسطے سے حضرت غوث العالمینؒ کے مرید تھے۔ میر سید حسینیؒ اور حضرت قوام الدین سہروردیؒ اپنی اپنی جگہ پر خلق خدا کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے میں مصروف تھے ان سب کا مرکز ملتان شریف تھا اور وہ براہ راست حضرت قطب الاقطابؒ سے ہدایات حاصل کرتے تھے۔ (تذکرہ رکن عالم ملتانی)

آخری ایام : صاحب "تذکرہ رکن عالمؒ" مولانا فریدی تحریر فرماتے ہیں وصال سے تقریباً تین ماہ پیشتر حضرت قطب الاقطابؒ نے اپنے خادم خاص مولانا ظہیر محمدؒ کو طلب فرمایا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ حجرے کو اپنی نگرانی میں لے لو تمہارے سوا کوئی شخص اس میں نہ آئے اور تو ہر وقت اس حجرہ میں حاضر رہ۔ حضرت غوث العالمین قدس سرہ کا عرس مبارک قریب تھا آپ نے تمام مریدوں کو طلب کیا عرس مبارک کی تمام تقریبات میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور جمعہ ۷ صفر ۷۳۵ ہجری (جمعہ ۷ اکتوبر ۱۳۳۴ عیسوی) کو لاکھوں کے اجتماع میں اپنے ارادتمندوں سے خطاب فرمایا۔ حضرت کی چونکہ اپنی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے اپنے بھتیجے شیخ صدر الدین محمدؒ (بن عماد الدین اسماعیلؒ شہید) کو خانقاہ کا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ انہیں خرقہ عنایت فرمایا اور حضرت غوث العالمینؒ کی دستار مبارک منگوا کر ان کے سر پر رکھی۔ نصائح اور وصایا کے بعد حضرت سلام کر کے حجرے میں داخل ہو گئے۔ مولانا ظہیر الدینؒ نے حجرے کا دروازہ بند کر دیا۔ صاحب "سیر العارفین" مولانا جمالیؒ تحریر فرماتے ہیں "اصلا" از حجرۂ خود بیرون نیامدند مگر در وقت نماز فرض امام معہود اندرون ے رفت و بعد ادائے فرض ے آمد" (اپنے حجرے سے بالکل باہر تشریف نہ لاتے مگر نماز فرض کے لئے مقررہ امام صاحب حجرہ کے اندر آتے اور فرضوں کی ادائیگی کے بعد امام صاحب واپس چلے جاتے۔

یوم وصال : تین ماہ کا عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ ۷ جمادی الاول ۷۳۵ ہجری (مطابق منگل ۳ جنوری ۱۳۳۵ عیسوی) کی صبح کو مولانا ظہیر الدینؒ آپ کو وضو کرا رہے تھے جب حضرت نے وضو ختم کر لیا تو بجائے دعا پڑھنے کے صرف "الحمد للہ" کہا۔ مولانا کو یہ بات کھٹکی انہوں نے باہر آ کر ایک بزرگ سے جو حضرت کے ننھیال میں سے تھے اس بات کا ذکر کیا وہ مولانا سے یہ بات سن کر حجرے میں آئے کہ وہ کبھی کبھی حجرے میں آپ کو مل لیتے تھے حضرت سے اس بات کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے رازدارانہ طور پر فرمایا کہ آج وضو کرتے وقت دل میں دنیا اور آخرت کا خیال نہیں گزرا۔ میں نے سمجھا کہ آج میرا یوم وصال ہے اس لئے میں نے "الحمد للہ" کہا۔ عصر کی نماز کے بعد مولانا ظہیر الدینؒ حجرے کے اندر گئے تو حضرت نے فرمایا جاؤ میری تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے مولانا ظہیر الدینؒ تکبیر کہہ رہے تھے کہ شیخ صدر الدین محمدؒ بھی خاموشی کے ساتھ حضرت کے پہلو

marfat.com

میں کھڑے ہو گئے۔ حضرتؒ نماز ختم کر چکے تو صلوٰۃ اوابین ادا کرنے کے بعد سر سجدے میں رکھا اور روح اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

این جان عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم

تدفین : جنازہ کے بعد تدفین کا معاملہ پیش ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت کو سلطان غیاث الدین کے تعمیر شدہ مقبرے میں دفن کیا جائے مگر مولانا ظہیر الدینؒ نے فرمایا کہ حضرت کی وصیت ہے کہ مجھے دادا جان کے قدموں میں دفن کیا جائے' چنانچہ وہاں انہیں دفن کر دیا گیا۔

حضرتؒ کو ان کی وصیت کے مطابق دادا بزرگوار کے قدموں میں دفن کیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت صدر الدین محمدؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث العالمینؒ فرما رہے ہیں "بیٹا تم لوگوں نے قطب الاقطابؒ کو میری پائنتی دفن کر دیا ہے اس سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے تم ان کے صندوق کو دوسرے مقبرے میں منتقل کر دو۔" جب سلطان فیروز تغلق سندھ کی مہم سے فارغ ہو کر ملتان آیا تو مخدوم صدر الدین محمدؒ نے اس خواب سے سلطان کو آگاہ کیا اور اس گمان کی وضاحت کر دی کہ میں ذاتی واقفیت کی بنا پر دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مقبرہ کی تعمیر پر سرکاری روپیہ صرف نہیں ہوا سلطان غیاث الدین تغلق نے بزمانہ صوبیداری محال خالصہ کی آمدنی سے اسے تیار کرایا تھا۔ نہایت متدین معمار اس کی تعمیر پر لگائے گئے تھے آپ بلا توقف حضرت کے جسد اطہر کو اس مقبرہ میں منتقل کر دیں۔ چنانچہ حضرت کا تابوت نئے مقبرے میں منتقل کر دیا گیا۔ شہر کی بے پناہ مخلوق کے ہمراہ خود سلطان فیروز شاہ نے بھی کندھا دیا۔ حضرت کے خاندانی ریکارڈ میں یہ واقعہ تفصیل سے درج ہے لیکن صاحب "تذکرہ ملتان" نے صرف اتنا لکھا ہے : "بعد از وفات چوں سلطان تغلق در دہلی مدفون گشت' قبہ کہ در ملتان برائے خود ساختہ بود۔ سلطان السلاطین محمد فیروز شاہ' شیخ رکن الدین ابوالفتح فیض اللہ قریشی را حسب الارشاد آں بزرگ از خانقاہ جد بزرگوارش بر آوردہ در قبہ مذکور دفن کنانید"۔

خلفائے عظام : سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ' مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ' حاجی صدر الدین چراغ ہندیؒ (مزار در ظفر آباد نزد جون پور بھارت) شیخ عثمان سیاح سنامیؒ (مزار دہلی)' مولانا ظہیر الدینؒ' شیخ محمد عمر غوریؒ' مولانا علی بن احمد غوریؒ' شیخ عماد الدین اسماعیل شہیدؒ' ملا نصیر یوسفؒ اور بحوالہ "مرآۃ الاسرار" شیخ مجد الدین طاہرؒ جن کا مزار کنور پرگنہ سنبھل (بھارت) میں ہے وہاں کے لوگ انہیں شاہ ولایت کہتے ہیں۔ مزید برآں بحوالہ "آب کوثر" حضرت رکن عالم ملتانیؒ کے ایک اور نامور مرید حاکم شاہؒ تھے جو پہلے کیچ مکران کے گورنر تھے۔ بعد میں دنیا ترک کر دی اور شیخ سے خرقہ حاصل کرنے کے بعد اوچ اور سکھر کے درمیانی علاقے میں ارشاد و ہدایت اور تبلیغ اسلام پر مامور ہوئے۔ آپ کی وفات (۷۶۹ ہجری ۱۳۶۸ عیسوی) میں ہوئی۔ مزار شریف بہاول پور میں ہے۔

وصایا الشیخ رکن الدین قدس سرہ

حضرت اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں کہ انسان دو چیزوں سے عبارت ہے۔ ایک صورت دوسری صفت' ان میں سے قابل اعتماد انسان کی صفت ہے کیونکہ خداوند عز و جل صورتوں کو نہیں بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم۔ اگر کسی کا قلب

marfat.com

اوصاف ذمیمہ سے پر ہے تو اس کا شمار بہائم میں ہے اور قیامت میں اسی کے مطابق حشر ہو گا چنانچہ بلعم باعور کو باوجود طاعت و ریاضت کے کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا **فمثلہ کمثل الکلب**۔ اسی طرح جس شخص نے ظلم اور ستم کو اپنا شعار بنا رکھا ہے وہ بھیڑیئے کی صورت میں اٹھایا جائے گا۔ جس نے فخر اور تکبر میں زندگی بسر کی اس کا حشر چیتے کی صورت میں ہو گا اور بخیل و حریص آدمی سور کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ **لکشفنا عنک غطاء ک فبصرک الیوم حدید** کا مطلب یہی ہے۔ جب تک انسان اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتا اور قلب کی صفائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس کا شمار حیوانوں اور درندوں میں ہوتا ہے **اولئک کالانعام بل ھم اضل**۔ اور تزکیہ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک بندہ خدائے عزوجل سے التجا و استعانت نہ کرے یعنی اس کی جناب میں گڑگڑائے اور اس سے مدد طلب کرے۔ **وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ ان ربی لغفور رحیم** یعنی جب تک اس کا فضل اور اس کی رحمت دستگیری نہ کرے تزکیہ نفس حاصل نہیں ہو سکتا **ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا** اور اس کے فضل و رحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی چشم بینا میں اس کے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں اور عظمت الٰہی کے انوار کی تجلیات سے ساری کائنات اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتی ہے اور اہل دنیا کی محبت کا اس کے دل میں کوئی وزن نہیں رہتا۔ جب اس کے قلب پر یہ حالت مستولی ہوتی ہے تو اس کو اوصاف سبعی سے جس میں اہل دنیا گرفتار ہیں سخت نفرت ہو جاتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان میں اوصاف ملکی پیدا ہوں چنانچہ ظلم کی بجائے عفو، غضب کی بجائے ایثار جیسی صفات حسنہ پیدا ہونے لگتی ہیں مگر یہ خوبیاں طالبان عقبیٰ کے لئے ہیں۔ طالبان حق کے اوصاف اور بھی بلند تر ہیں وہاں تک پہنچنے کے لئے ہر شخص کی عقل کام نہیں دیتی۔

عہدیست مرمرا کہ نگیرم بجز تو دوست   شرطیست مرمرا کہ نخواہم بجز تو ہیچ

نیکی یا بدی : ایک دوسرے موقع پر آپ اپنے مرید کو تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے آج تک کسی کے ساتھ نہ نیکی کی ہے اور نہ بدی"۔ حاضرین نے متعجب ہو کر عرض کی۔ امیر المومنین! بدی تو خیر آپ سے ہو نہیں سکتی مگر یہ کیا بات ہے کہ حضور سے نیکی بھی نہیں ہوئی۔ فرمایا: تم نہیں سمجھے۔ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں: **من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا** ۔ یعنی جس نے اچھے کام کئے اپنے نفس کے لئے کئے اور برے کام کئے تو وہ بھی اپنے نفس کے لئے کئے۔ پس جو کچھ نیکی یا بدی مجھ سے صادر ہوتی ہے وہ درحقیقت میرے لئے تھی نہ کہ دوسروں کے لئے۔

مقصد نفس کشی : فرمایا: انسان اپنے اعضاء و جوارح پر ایسا قابو رکھے کہ وہ ممنوعات شرعی سے قولاً و فعلاً باز رہیں بیہودہ مجلس سے بھی اجتناب کرے۔ اس سے مراد ایسی مجلس ہے جو حق تعالیٰ سے برگشتہ کر کے دنیا کی طرف مائل کرتی ہے بطالوں سے بھی احتراز ضروری ہے۔ بطال وہ لوگ ہیں جو طالب حق نہیں ہیں۔

حج مقبول : سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ الشائخ رکن عالمؒ سے سنا۔

marfat.com

آپ فرماتے تھے کہ: نشان حج مقبول آنست کہ حاجی را اشتیاق کم نہ شود بلکہ روز بروز زیادہ گردد (حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ حاجی کا اشتیاق کم نہ ہو بلکہ روز بروز بڑھتا رہے۔

نیکی کا اثر : ایک موقع پر فرمایا کہ جب انسان نیکی اختیار کرتا ہے تو اس کی برکت اس کے ارادت مندوں میں اثر کرتی ہے۔ جب اس کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اس کے ہمسائے اثر قبول کرتے ہیں۔ جب اس سے بھی بڑھ جاتی ہے تو اس شہر پر اثر ہوتا ہے اور جب صلاحیت اس سے بھی ترقی کر جاتی ہے تو اس کی ولایت متاثر ہوتی ہے۔ جب صلاحیت اس سے بھی تجاوز کر جاتی ہے تو پھر ساری سلطنت اس سے اثر قبول کرتی ہے ("تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی" از مولانا نور احمد خان فریدی)۔

marfat.com

باب پنجم

مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت ؒ

ولادت و کم سنی : بحوالہ "لطائف اشرفی" "الدر المنظوم" و "اخبار الاخیار" آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ شعبان المعظم ۷۰۷ ہجری (مطابق ۷ فروری ۱۳۰۸ء عیسوی) بروز جمعرات اوچ شریف میں ہوئی۔ آپ کے دادا محترم حضرت میر جلال الدین ؒ سرخ بخاری اپنے دو بیٹوں علی و جعفر کے ہمراہ بخارا سے ملتان آئے دونوں بیٹے کچھ دنوں بعد واپس بخارا چلے گئے۔ حضرت میر جلال سرخ بخاری ؒ کی شادی مولانا بدر الدین بکھری کی صاحبزادی بی بی فاطمہ سے ہوئی جن کے بطن سے سید بہاء الدین اور سید محمد اوچ میں پیدا ہوئے۔ بی بی صاحبہ کی وفات کے بعد مولا بکھری کی دوسری صاحبزادی بی بی زہرہ سے آپ کا نکاح ہوا جن سے مخدوم سید احمد کبیر ؒ پیدا ہوئے جو ازاں بعد حضرت صدر الدین العارف ملتانی ؒ کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ حضرت کبیر ؒ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا فرمائے مخدوم جلال الدین ؒ المعروف مخدوم جہانیاں ؒ اور صدر الدین المعروف راجن قتال ؒ۔ آپ کا نام آپ کے دادا بزرگوار نے جلال الدین رکھا۔ مخدوم کی جبین مبارک سے بچپن ہی میں رشد و ہدایت کے انوار ظاہر تھے۔ حضرت جہانگیر اشرف سمنانی ؒ سے منقول ہے کہ حضرت مخدوم کی پیدائش کے بعد ان کے والد ماجد حضرت کو شیخ جمال خنداں رو ؒ کی خدمت میں لے گئے اور ان کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت جمال خنداں رو ؒ نے فرمایا کہ اس فرزند کی بزرگی و عظمت دنیا میں ایسی ہوگی جیسی آج کی رات (شب برات) کی ہے۔ صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ قاضی شمس الدین ملتانی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم سے ان کے والد ماجد نے پوچھا کہ تمہیں اپنی ولادت کے متعلق کچھ یاد ہے؟ تو حضرت اپنے والد کے حضور میں خاموش رہے مگر جب ان کے پاس سے باہر آئے تو میری طرف رخ کیا اور فرمایا میں اس عورت کو جس نے چھٹے روز مجھے دودھ پلایا اور کپڑے پہنائے پہچانتا ہوں۔ ابھی سات سال کے تھے کہ آپ کے والد ماجد انہیں حضرت جمال خنداں رو ؒ کی خدمت میں لے گئے اس موقع پر حضرت شیخ نے کھجوریں تقسیم فرمائیں۔ سید جلال ؒ کو جو کھجوریں ملیں آپ انہیں مع گٹھلیوں کے کھا گئے۔ حضرت شیخ نے مسکراتے ہوئے پوچھا میاں صاحبزادے! یہ کیا؟ آپ نے نہایت ادب سے عرض کی کہ حضور جو کھجوریں آپ کے دست مبارک سے عطا ہوئی ہیں ان کی گٹھلیاں بھی برکت سے خالی نہیں تھیں اس لئے میں نے انہیں پھینک دینا مناسب نہ سمجھا۔ شیخ کو اس معصوم کا یہ انداز گفتگو بڑا پسند آیا۔ خوش ہو کر فرمایا: "بابا آرے! شما پسرانید کہ دودمان خویش منور خواہد ساخت وہم خاندان مشائخ" یعنی ہاں بابا! تم وہ صاحبزادے ہو کہ اپنے خاندان اور اپنے مشائخ کے خاندان کو روشن کرو گے" حضرت جمال خنداں رو ؒ کی یہ پیشین گوئی مستقبل میں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

تعلیم و تربیت : حضرت مخدوم کا خاندان ان کے دادا محترم سید میر جلال بخاری ؒ سے ہند و پاکستان میں رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کے دادا اور والد سلسلہء عالیہ سہروردیہ کے عظیم المرتبت مشائخ میں سے تھے اور ان حضرات کی خانقاہ اوچ شریف میں خاص طور سے مشہور تھی۔ حضرت مخدوم نے ابتدائی تعلیم یہیں سے حاصل کی۔ اوچ کے دو اساتذہ شیخ جمال خنداں ؒ محدث اور مولانا بہاء الدین

marfat.com

قاضی نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ قاضی صاحب سے ہدایہ او بزدوی کا کچھ حصہ پڑھا اسی دوران میں قاضی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں: مولانا بہاء الدین قاضی اوچ میرے استاد تھے میں ان کے پاس پڑھتا تھا اور تواضع کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: "سر کو اونچا کر کے سلام کیا کرو کیونکہ سر نیچا کر کے سلام کرنا مکروہ ہے۔" آپ نے حضرت جمال خنداں روؒ سے حدیث شریف کا درس لیا تھا۔ مولانا شمس الدینؒ اور شیخ فخر الدین گازرونیؒ حضرت مخدوم کے ہم سبق تھے۔ حضرت مخدوم نے دو حد۔ثوں کے اسباق کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ حضرت جمالؒ کے طریق درس کے متعلق حضرت مخدوم فرماتے ہیں: وہ عام سبق پڑھاتے تھے اور اگر کوئی جگہ مشکل ہوتی تو ذرا دیر سر جھکاتے اور مشکل کو حل کر دیتے تھے۔ عجب علم تھا جو وہ رکھتے تھے۔ (الدر المنظوم)

ملتان تشریف آوری : سلوک کی تعلیم و تربیت کچھ عرصہ اپنے چچا سید محمد بخاریؒ سے حاصل کی۔ قاضی بہاء الدین کے انتقال کے بعد آپ کے والد ماجد نے مزید تعلیم و تربیت کے لئے ملتان حضرت رکن عالم سہروردیؒ کی خدمت میں بھیجا کیونکہ وہ خود (سید احمد کبیرؒ) اور ان کے والد محترم سید میر سرخ جلال بخاریؒ سلسلہ سہروردیہ سے منسلک تھے۔ حضرت مخدومؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اوچ سے ملتان پہنچا تو حضرت شیخ رکن الدینؒ نے خانقاہ کی بجائے مدرسہ میں میرے قیام کا انتظام کیا اور کھانے کا انتظام بھی خانقاہ کی بجائے اپنے گھر سے کیا اور حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت جلال بخاریؒ کا پوتا ہم سے ملاقات کرنے کیلئے نہیں آیا بلکہ تحصیل علم کے لئے آیا ہے۔" حضرت رکن العالمؒ نے آپ کی تعلیم کے لئے اپنے چچا مخدوم شیخ موسیٰ نیز مولانا مجد الدین کے سپرد کیا۔ آپ فرماتے ہیں: ایک برس تک میں وہاں رہا۔ چند کتابیں جو کہ بعد انتقال قاضی بہا الدینؒ رہ گئی تھیں ان کو میں نے تمام کیا۔ بحوالہ "مقرر نامہ" حضرت مخدوم طالب علمی کے زمانے میں اکثر اپنے ساتھی طالب علموں سے بحث و تمحیص بھی فرماتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ایک دن یہ فقیر شہر ملتان میں ملک المشائخ شیخ رکن الدین کی خانقاہ میں چند طالب علموں کے ساتھ علم صرف کے متعلق بحث کر رہا تھا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ بحوالہ "مقرر نامہ" مکہ معظمہ میں بھی پیش آیا۔ اس موقع پر دوران بحث میں حضرت مخدوم کو غصہ بھی آگیا تو ان کے شیخ عبداللہ مطریؒ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

ملتان کے قیام کے دوران آپ کے اور استاذہ مولانا نور الدین اور مولانا شاہ رخ عالم کا بھی ذکر آتا ہے۔ حضرت قطب الاقطاب جو غذا خود تناول فرماتے وہی مخدوم کے لئے بھجواتے جس میں "آشام" (میوہ جات جو روغن اور دودھ میں تیار کیا جاتا) کا خاص ذکر ہے چنانچہ حضرت مخدوم فرماتے ہیں۔ "پھر مجھے ایسا آشام کبھی نہیں ملا اور کبھی کبھی شیخ کا پس خوردہ بھی مل جاتا تھا۔" تعلیم کے اختتام کے بعد حضرت قطب الاقطابؒ نے حضرت مخدوم کو اپنی خاص کشتی میں سوار کرا کے واپس اوچ شریف بھیج دیا۔ یہاں اوچ شریف میں آکر آپ نے مولانا رضی الدین گنج العلم سہروردی سے کلام پاک کی ساتوں قرائتیں سیکھیں۔ (حضرت گنج علم کا اصل نام رضی الدین تھا آپ عالم اجل و فاضل بے مثل تھے۔ حضرت جمال خنداں روؒ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ و جانشین تھے۔ اچ کے مدرسہ و خانقاہ کا آپ نے نہایت اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا۔ بحوالہ "تاریخ اوچ" اور "ذکر کرام" آپ کی ولادت ۶۶۷

marfat.com

ہجری مطابق ۱۳۶۸ عیسوی اور وصال ۷۷۰ ہجری ۱۳۶۸ عیسوی کو ہوا)

بیعت و خلافت سہروردیہ : حضرت مخدومؒ نے ابتدا میں اپنے والد ماجد حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردیؒ اور اپنے چچا حضرت محمد بخاری سہروردیؒ سے سلوک کی تعلیم پائی ازاں بعد حضرت رکن العالم سہروردی ملتانیؒ سے بیعت و ارادت کے بعد اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کو ان سے بے حد عقیدت و محبت تھی بقول صاحب سیر العارفین ایک مرتبہ حضرت رکن الدین ملتانیؒ اپنے مکان کی دہلیز سے باہر آرہے تھے۔ دہلیز کے زینہ کو زیادہ نیچے دیکھ کر آپ فوراً چت لیٹ گئے تاکہ حضرت شیخ اپنا پیر رکھ کر باسانی نیچے آسکیں۔ حضرت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انگشت شہادت دانتوں میں دبائی اور فرمایا کہ تم نے ولایت و معرفت کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے۔ اس کے بعد حضرت مخدوم کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیا اور اپنا سینہ مبارک ان کے سینہ سے لگایا۔

بحوالہ الدر المنظوم حضرت مخدوم فرماتے ہیں: شیخ کامل حالت ممات میں وہ تربیت کرتا ہے جو زندگی میں کرتا تھا۔ ایک دفعہ سلطان محمد (تغلق) نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کردیں۔ شیخ مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے اور فرمایا کہ تو حج کو چلا جا نہیں تو غرق ہو جائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ جلد روانہ ہو جا کیا تیاری کرتا ہے۔ شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے۔ میں نے مخدوم والد سے اجازت چاہی اور روانہ ہوگیا۔ میرے پاس خرچ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے سب انتظام کردیا۔ صورت حال یہ ہوئی کہ ایک عزیز حج کو جا رہا تھا اس کو گھر واپس لے آئے اور وہ تمام رقم مجھے دے دی۔ میں پیادہ تھا مگر میں نے وہ گھوڑا مولانا نظام الدین کنڑہ والے کو دے دیا۔ کیونکہ وہ مدقوق تھے۔ وہ شہر کو لوٹ آئے اور میں پاپیادہ آگے بڑھا۔

قیام مدینہ منورہ : حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے چونکہ آپ کا رنگ قدرے سانولا تھا اس لئے اہل مدینہ نے آپ کو اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرنے میں تامل کیا چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء اطہر کی پائینتی کھڑے ہو کر جب سلام پیش کیا: **"السلام علیک یا جدی** تو اندر سے آواز آئی **"وعلیکم السلام یا ولدی انت منی وقرۃ عینی"** پس شیخ بدر الدین یمنی اور دوسرے بزرگوں نے جو اس وقت روضے کے مجاور تھے آپ کے نسب کی صحت کی تصدیق کی۔ اہل مدینہ آپ کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ آپ کو مستقل قیام کرنے کی درخواست کی اور چند گراں قدر تبرکات بھی آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے دو سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ حضرت مخدومؒ پر شیخ عبداللہ مطری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے خاص توجہ فرمائی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ وہ مجھے مسجد نبوی کے ایک مقام پر لے گئے اور فرمایا کہ یہاں مصروف عبادت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں سلام عرض کر کیونکہ شیخ قطب العالم رکن الحق والدینؒ جمعہ اور دوشنبہ کی راتوں کو باالالتزام یہاں تشریف لاکر سلام عرض کرتے اور مصروف عبادت ہوتے ہیں۔ دعا گو دونوں مقامات کے عقب میں مشغول عبادت ہوا۔ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے ان (شیخ مدینہ مطریؒ) سے سنا فرماتے تھے کہ شیخ رکن الدینؒ قطب سندھ ہیں اور شیخ نصیر الدینؒ قطب ہند۔ جب ان دونوں بزرگوں کا وصال ہوا تو شیخ نے بے اختیار کہا **"ما بقی الشیخ فی السند والہند"** یعنی سندھ

marfat.com

اور ہند میں اب کوئی شیخ نہیں رہا۔

بحوالہ الدر المنظوم حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ مطری سہروردیؒ سے میں نے صحاح ستہ ' عوارف المعارف اور رسائل سلوک کا درس لیا۔ دو سال ان کی خدمت میں رہا وہ تہجد کے وقت میرے حجرے میں آتے تھے۔ ایک ہاتھ میں چراغ اور دوسرے میں کھانا ہوتا۔ میں نے ایک روز ان سے عرض کی "اے شیخ! کیوں نہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کروں کیونکہ آپ میرے مخدوم اور استاد ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں اس لئے مجھے ہی آنا چاہیے۔ حضرت مخدوم جلال بخاریؒ نے عوارف کا درس اس خاص نسخہ سے لیا جو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے مطالعہ میں رہ چکا تھا۔ شیخ مدینہ امام عبداللہ مطریؒ نے عالم وفات میں وصیت فرمائی کہ اس نسخہ کو سید جلال الدین بخاریؒ کے پاس بھیج دیا جائے چنانچہ یہ نسخہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ شیخ مکہ امام عبداللہ یافعی کے پاس پہنچا اور انہوں نے ایک معتمد حاجی کے ذریعے اسے اوچ میں حضرت مخدوم کے پاس بھجوا دیا۔ یہ نسخہ حضرت مخدوم کو بہت عزیز تھا اور اسے ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے۔

صاحبِ تذکرہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ اپنے ملفوظات میں شیخ مدینہ کی شفقت و محبت کا بار بار ذکر کرتے ہیں۔ شیخ عبدالمطری سہروردیؒ کی شفقت و عنایت کی بناء پر حضرت مخدوم کو مسجد نبوی میں ایک مرتبہ امامت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ مزید برآں شوکارہ (عراق میں) پہنچ کر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ شرف الدین محمود سہروردیؒ سے عوارف المعارف کا درس لیا۔

جواہر جلالی کے مرتب شیخ فضل اللہ عباسی سہروردی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم نے خرقہء تبرک شیخ مکہ حضرت عبداللہ مطریؒ سے پہنا۔ حدیث کا درس لیا اور تصوف کی تعلیم بھی حاصل کی۔ حضرت عبداللہ مطریؒ نے شیخ رشید الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی القاسم المقری الصوفی البغدادیؒ سے اور انہوں نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی بغدادیؒ سے خرقہ پہنا تھا۔

بحوالہ در المنظوم آپ نے مکہ معظمہ میں سات سال قیام فرمایا اور حضرت عبداللہ یافعیؒ سہروردی سے علوم مروجہ بالخصوص حدیث شریف کا درس لیا۔ حضرت مخدومؒ مکہ معظمہ میں کتابت کے ذریعے گزارہ کرتے تھے اور چاندنی رات میں دو جز لکھ لیا کرتے تھے اور اس کی اجرت ایک فلوس نقرئی ہوتی تھی چونکہ اس زمانہ میں وہاں غلہ مہنگا تھا اس لئے اس رقم سے دو جو کی روٹیاں ملتی تھیں۔ حضرت مخدومؒ نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں ان تمام کتابوں کا اعادہ کیا جو ہند و پاکستان میں پڑھ چکے تھے۔ صحیح مسلم، موطا امام مالک، سنن ترمذی، سنن امام بیہقی کے نام خاص طور سے ملتے ہیں۔ آپ بلا تکلیف عربی بولتے تھے۔

صاحب "تاریخ فرشتہ" کا بیان ہے کہ جلال الدین حسین بخاری (مخدوم جہانیاں) عالم تبحر تھے اور علوم عقلی و نقلی میں آپ نے نہایت مشقت کھینچی تھی اور مقید اس امر کے نہ تھے کہ ایک شخص مرید ہو کر دوسرے سے رجوع نہ کرے اور فرماتے تھے کہ تمام فضلاء اور شیوخ کی زیارت سے

marfat.com

مستفیض ہونا چاہئے اور آنجناب نے سبھوں سے فیض حاصل کیا۔

صاحب "سیر العارفین" لکھتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ کے مکہ معظمہ کے قیام کے دوران ایک دن شیخ عبداللہ یافعی سہروردیؒ نے حضرت مخدومؒ کو فرمایا: اگرچہ اس زمانے میں دہلی میں جو درویش تھے ان کا انتقال ہوگیا ہے لیکن ان کا اثر اور ان کی برکتیں حضرت شیخ نصیر الدین (چشتی) میں ہیں اور وہ اس زمانے میں شہر دہلی کے چراغ ہیں کہ مشائخ کے طریقوں کو اپنے وجود سے روشن رکھے ہوئے ہیں۔ اسی وقت حضرت سید مخدومؒ نے نیت کی کہ اگر سفر سے واپس ہوا تو پہلے شہر دہلی میں آؤں گا اور حضرت شیخ نصیر الدینؒ (چراغ دہلی) سے ملوں گا۔ چنانچہ جب وہ حضرت (چراغ دہلیؒ) سے ملے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبداللہ یافعیؒ کے ارشاد کے ذریعہ سید (مخدوم جہانیاںؒ) کو اس فقیر سے حسن ظن پیدا ہوا ہے۔ حضرت سید نے جواب دیا کہ حضرت شیخ عبداللہ یافعیؒ پر خدا کی رحمت ہو کہ انہوں نے مجھ کو آپ کی زیارت سے مشرف کرایا۔ حضرت مخدومؒ نے مشائخ چشت کا خرقہ بھی ان (حضرت چراغ دہلیؒ) سے پایا۔ بحوالہ "الدر المنظوم" **مکہ معظمہ** میں حضرت شیخ عبداللہ یافعی علیہ الرحمۃ نے دیوار کعبہ کے پاس لے جاکر آپ کو ایک مقام دکھایا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اور اس کے قریب ایک جگہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا یہ شیخ رکن الدین سہروردی کا مصلی ہے۔ **ھھنا واشتغل** یعنی یہاں نماز پڑھ اور مشغول ہو۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں میں نے عرض کی کہ میری کیا مجال ہے کہ ایسی بزرگ ہستیوں کی جگہ نماز پڑھوں اس لئے دونوں مصلوں سے قدرے ہٹ کر مصروف عبادت ہوا شیخ یافعیؒ کو فقیر کا یہ پاس ادب بہت پسند آیا اور میرے حق میں دعا فرمائی۔ ایک موقع پر اپنے ارادتمندوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ دعا گو نے جو کچھ حضرت رکن العالمؒ اور شیخ نصیر الدینؒ سے سنا ہے اسے اور کوئی نہیں جانتا۔ دہلی کی مخلوق ان کی قدر نہیں جانتی اور اس طرف خانہ ء کعبہ میں حضرت قطب الاقطاب رکن عالم کا مصلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی کے ساتھ ملا ہوا ہے اور شیخ نصیر الدین کا مقدار چار گز کے پیچھے ہے اور شیخ عبداللہ یافعی سہروردیؒ سے پوچھا کہ مصلیٰ شیخ نصیر الدین کا اتنا پیچھے کیوں ہے؟ تو فرمایا کہ مرتبہ شیخ رکن الدینؒ کا قریب ہے۔

عدن : بحوالہ "مرآت المناقب" مولانا فریدی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ فرماتے ہیں کہ ساتویں برس عدن میں فقیہ بصالؒ عدن کی زیارت کیلئے آیا۔ وہ ان دنوں سخت علیل تھے انہوں نے فرمایا اے رسول اللہ کے فرزند! مکہ کی طرف چلے جاؤ اور وہاں سے نہ نکلنا جب تک وہ شخص تمہیں اجازت نہ دے جس نے بھیجا ہے اور وہ شیخ قطب عالم رکن الحق والدینؒ ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ ان کو اس حال کی خبر کس نے دی۔ شاید کرامت ہو۔ چند دنوں بعد فقیہ بصالؒ نے اسی بیماری سے وفات پائی۔ وفات سے تیسری رات حضرت قطب الاقطابؒ خواب میں تشریف لائے انہوں نے فقیر کو خرقہ پہنایا اور فرمایا کل فقیہ بصالؒ کی وفات کا تیسرا دن ہے۔ تم یہ خرقہ ان کے چھوٹے بیٹے کو پہنا دینا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ ٹوپی آگے رکھی ہے اور وہ خرقہ جو شیخ نے (رکن عالم قطب الاقطاب نے عالم خواب میں مجھے) پہنایا تھا وہ بھی میرے بدن پر موجود ہے۔ صبح کو جب میں فقیہ بصالؒ کے مکان پر گیا تو تمام مشائخ آئے، صدور اور اکابر وہاں جمع تھے ان میں سے ایک بزرگ اٹھے اور مجھ

marfat.com

سے مخاطب ہو کر فرمایا: **یا سید! البس الخرقۃ التی البسھا لک الشیخ قطب العالم رکن الحق والدین واجازھا لہذا الصغیر** "یعنی اے سید! جو خرقہ شیخ قطب العالم رکن الحق والدین نے تمہیں پہنایا تھا وہ اس چھوٹے لڑکے کو پہنا دے" میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے خواب کسی سے بیان نہیں کیا۔ اسے کیسے معلوم ہوا؟ شاید اس نے کشف کے ذریعے معلوم کیا ہوگا۔ بس میں اٹھا اور وہ خرقہ میں نے اس لڑکے کو پہنا دیا۔ اسی وقت اس کے سب بڑے بھائی آئے اور ہاتھ باندھ کر اس کے آگے کھڑے ہوگئے اور کہا کہ ہم غلامی کریں گے۔ دوسرے مشائخ و آئمہ بڑے لڑکے کو خرقہ پہنانا چاہتے تھے۔ دعاگو نے چھوٹے کو سجادہ پر بٹھایا۔ ایک عزیز نے عرض کی وہ لڑکا آپ کا مرید ہوگیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا میں شیخ نہیں وکیل ہوں میرے واسطے سے حضرت قطب الاقطاب رکن عالمؒ کا مرید ہوا تھا۔ اس کے بعد میں مکہ مکرمہ میں واپس آگیا۔

خون شد دل من : حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ دعاگو نے مکہ مکرمہ میں مشائخ سے سنا کہ جمعہ دو شنبہ کی راتوں کو شیخ رکن العالمؒ خانہ کعبہ میں حاضر ہوتے تو یہ بیت پڑھتے اور گریہ کرتے تھے:

از ہیبت آں دو راہ خوں شد دل من   تا خود بکدام راہ بود منزل من

فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر

بہ خانہ برو : حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ عدن سے مکہ مکرمہ واپس آئے مجھے ایک سال گزرا تھا کہ حضرت قطب الاقطاب نے ایک رات زیارت کا شرف بخشا اور فرمایا: "سید جلال! بہ خانہ برو کہ پدرت اشتیاق دارد" (یعنی اے بیٹا! (سید جلال) تیرا باپ تیرے فراق میں بے چین ہے گھر واپس لوٹ جا) چنانچہ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر براستہ شوکارہ (عراق) اور گازرون گھر پہنچا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ بلاشبہ شیخ کامل حالت ممات میں وہ تربیت کر سکتا ہے جو اسے زندگی میں کرنی چاہئے تھی۔

کباب ماہی : "بحوالہ در المنظوم" مولانا شمس الدین اوچی بیان کرتے ہیں کہ میں آخری حج کے سفر میں حضرت مخدوم کے ہمراہ تھا جب ہم لوگ جہاز پر سوار ہوئے تو درویشوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر مچھلی ہاتھ لگ جاتی تو اسے بھون کر کھاتے۔ حضرت مخدوم نے نور باطن سے معلوم کر لیا۔ فرمایا: انشاء اللہ تمہیں کباب بنانے کیلئے مچھلی مل جائے گی اسی وقت دس من وزنی مچھلی سمندر سے اچھل کر جہاز میں آپڑی۔ خدام نے اسے پکڑ لیا اور اس کے کباب تمام جہاز والوں میں تقسیم کئے۔

یخرج المیت من الحی : اسی طرح ایک دفعہ جدہ میں حضرت اماں حوا علیہ السلام کے مزار پر فاتحہ کیلئے تشریف لے گئے۔ ایک جنازہ لایا گیا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ حضرت بدر الدین یمنی کا جنازہ ہے۔ آپ نے کچھ سوچ کر فرمایا کہ دفن میں جلدی نہ کرو ممکن ہے کسی بیماری کے اثر سے مردہ معلوم ہوتے ہوں چنانچہ جنازہ مسجد میں رکھا گیا۔ آپ بھی وہیں نوافل ادا کرکے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہے جب اس آیت شریف پر پہنچے "**ویخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی**" حضرت بدر الدین یمنی کی لاش میں حرکت پیدا ہوئی اور پھر وہ اٹھ کر حضرت مخدوم کے قدموں میں آگرے۔ حضرت مخدوم نے انہیں اپنا لباس پہنایا اور عصر کی نماز پڑھانے کا اشارہ فرمایا چنانچہ مولانا بدر الدین یمنی

marfat.com

نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ (خزینۃ الاصفیا)

یا شیخ عبدالقادر جیلانی : بموجب "انیس القادریہ" ایک روز حضرت مخدوم اپنے آستانہ پر تشریف فرما تھے کہ اچانک گھوڑوں کے گھاس میں آگ لگ گئی اور ہولناک شعلے اٹھنے لگے حضرت مخدوم نے تھوڑی سی مٹی پر "یا شیخ عبدالقادر جیلانی" پڑھ کر دم کیا اور اسے گھاس کی طرف پھینک دیا جس سے آگ فوراً" بجھ گئی۔

"میں جل گیا" : صاحب "خزینہ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ ایک جن ملتان پر آکر مسلمان ہوگیا اور مسجد جامع میں تعلیم پانے لگا۔ اس نے اپنا نام عبداللہ رکھا ہوا تھا۔ ایک دن غلطی سے اس نے کسی پر اپنی حقیقت ظاہر کردی۔ تمام شہر میں اس کا راز فاش ہوگیا اور لوگ اس سے خوف کھانے لگے۔ جب یہ خبر حضرت مخدوم تک پہنچی تو حضرت نے اسے طلب کیا اور قہر آلود نظر ڈالی۔ وہ اس وقت وہاں سے بھاگا اور چلانے لگا۔ "میں جل گیا" لوگ ہر چند اس پر پانی ڈالتے تھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا آخر اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔

طوبیٰ لمن رانی : حضرت مخدوم حضرت غوث الاعظم کا قول نقل فرماتے ہوئے کہ "**طوبیٰ لمن رانی او رانی من رانی او رانی من راہ اورانی من راہ**" فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ شرف الدین محمود تستریؒ کو دیکھا اور انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کو دیکھا اور شیخ الشیوخ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کی اس طرح میں اس شرف سے مشرف ہوا اور میں رحمت خداوندی کا مستحق ہوا۔

صاحب تذکرہ" مخدوم جہانیاں جہاں گشت" پروفیسر محمد ایوب قادری کی تحقیق کے مطابق حضرت مخدوم کے بلاد اسلامی کی سیرو سیاحت کا آغاز حضرت رکن عالمؒ سہروردی کے وصال ۷۳۵ ہجری (۱۳۶۵ عیسوی) کے بعد اور واپسی ۷۵۱ ہجری (۱۳۰۰ عیسوی) سے کچھ قبل ہوئی بموجب "خزینۃ الاصفیاء" حضرت مخدومؒ نے مصر، شام، عراقین، بلخ بخارا، خراسان کا سفر کیا۔ بہت سے مشائخ سے فائدہ اور نعمت حاصل کی۔ بہت سے حج کئے ان میں سے چھ حج اکبر تھے۔ صاحب "سیر العارفین" لکھتے ہیں کہ مکہ مدینہ، بیت المقدس بغداد اور بہت سے دوسرے مقام پر ان کے متبرک حجرے پائے ہیں اور وہاں میں نے نماز دوگانہ ادا کی ہے۔ اب تک ان حجروں میں مجاور ہیں جو جاروب کشی کرتے ہیں اور چراغ و قندیل روشن کرتے ہیں۔

خزانہ جلالی میں ایک مستقل باب سفرو تجارت سے متعلق ہے اس میں سفر کی غرض و غایت اور آداب و طریق لکھتے ہوئے سفر کے دس مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ (۱) تعلیم۔ (۲) تجارت۔ (۳) تفکر در لطائف آفرینش باری تعالیٰ (۴) حج۔ (۵) جہاد۔ (۶) زیارت مدینہ۔ (۷) زیارت بیت المقدس (۸) ملاقات بزرگان دین۔ (۹) زیارت بزرگان۔ (۱۰) ہجرت۔ حضرت مخدوم نے گاذرون، بحرین و قلیت سمرقند، شیراز، رے، کرمان، ہمدان، استنبول، سنجر، طنجہ، خیبر، بدخشاں، خوارزم، نیشاپور، تبریز، اصفہان یمن، دمشق، غزنی، شہرستان کے سفروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ شہر شوکارہ (عراق) میں شیخ شرف الدین تستریؒ کی خدمت میں ۷۴۸ ہجری (۱۳۴۷ء) میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک سو تیس سال کے بزرگ تھے

marfat.com

لیکن صحت اتنی اچھی تھی کہ جمعہ کے دن عصا ہاتھ میں لئے نماز کو جاتے۔ حضرت مخدوم نے کچھ عرصہ یہاں قیام فرمایا۔ شیخ سے عوارف المعارف کا درس لیا اور خرقہ حاصل کر کے گازرون تشریف لائے۔ یہاں حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالم قدس سرہ کے مرید شیخ امین الدین رہتے تھے جنہوں نے بوقت وفات اپنے چھوٹے بھائی کو وصیت کی کہ حضرت سید جلال جب آئیں تو مقراض اور سجادہ ان کے حوالے کر دینا۔

یمن میں ایک پہاڑ پر پہنچے اور وہاں ایک غار میں ایک علامہ دانش مند سے ملے جو گوشہ نشین تھا اس سے عارفانہ گفتگو فرمائی یمن کے نائب عرض کے متعلق فرمایا کہ ولی کامل تھا اور شیخ عبداللہ یافعیؒ نے اپنے کپڑے اسے بھیجے تھے۔

بھکر اور الور : حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ جب وہ مکہ مبارکہ سے بھکر پہنچے تو بھکر کے عمائدین نے بیان کیا کہ قصبہ الور کے نزدیک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے نماز موقوف کردی گئی ہے۔ مخدوم نے وہاں جا کر اسے سمجھایا **"الفرق بین المومن و الکافر الصلوۃ** اس لئے تیرا طریق شریعت اسلامی کے خلاف ہے اس کے بعد وہ شخص غار سے باہر نکل آیا اور متاہل زندگی اختیار کی۔ اس شخص کا نام عثمان تھا۔ ۷۸۱ ہجری (۱۳۷۹ عیسوی) میں انتقال کر گیا۔

کمسن بچہ کی فوتیدگی : بحوالہ "سیر العارفین" سید شمس الدین فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت مخدوم نماز چاشت پڑھ رہے تھے کہ ان کا ایک چھوٹا تقریباً چار سالہ لڑکا ان کے سلے کے نزدیک گھوم رہا تھا۔ میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے میری طرف رخ کیا اور کہا کہ اے فلاں (سید شمس الدین!) شاید یہ بچہ دنیا میں نہیں رہے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اے مخدوم! ایسا کیوں فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ عین نماز میں میری طبیعت اس کی طرف متوجہ ہوگئی مشکل ہی سے زندہ رہے گا۔ چنانچہ ظہر کے وقت تپ محرقہ میں مبتلا ہوا اور رات کو انتقال کر گیا۔

حضرت مخدوم نے اپنے ملفوظات میں بیس بزرگوں سے خرقہ پوشی کا ذکر کیا ہے جن میں سے سات سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگ ہیں:۔

(۱) سید احمد کبیر بخاری سہروردیؒ (والد ماجد) (۲) شیخ رکن الدین سہروردی ملتانیؒ (۳) شیخ قوام الدین سہروردی (خلیفہ حضرت رکن عالمؒ) (۴) شیخ مکہ عفیف الدین عبداللہ یافعی سہروردیؒ (۵) شیخ مدینہ عبداللہ مطری سہروردیؒ (۶) شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردیؒ (۷) شیخ شرف الدین محمود شاہ سہروردیؒ (خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ)ہے

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل تیرہ مشائخ جن کا ذکر فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) محمد بخاریؒ (۲) شیخ نظام الدینؒ (۳) شیخ قطب الدین منورؒ (۴) شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ (۵) شیخ قطب فقیہ بصالؒ (۶) شیخ ابو اسحٰق گازرونیؒ (۷) شیخ امام الدینؒ (۸) شیخ حمید حسینیؒ (۹) شیخ احمد کبیر رفائیؒ (۱۰) شیخ نجم الدین اصفہانیؒ (۱۱) مہتر خضر علیہ السلام (۱۲) اوحد الدین حسینیؒ (۱۳) شیخ نور الدینؒ

بعض مشائخ کرام جن سے آپ نے خرقۂ تبرک حاصل کیا اس کا ذکر شیخ فضل اللہ عباسی اپنی کتاب "جواہر جلالی" میں یوں کرتے ہیں:۔

marfat.com

۱- خرقہ، تبرک از شیخ رکن الحق والدین محمود شاہ بن حسین تستری ساکن شوکارہ پوشید۔
۲- خرقہ تبرک و صحبت و اجازت مقراض راندن و پوشیدن خرقہ از سید السادات حمید الدین ابو الوقت محمود بن نجیب الحسینی سمرقندی دارد۔
۳- سجادہ تبرک از بندگی شیخ شمس الدین یحیٰ اودھی یافت۔
۴- شیخ ابو سعید کرمانی را در مکہ مبارک دریافت و بخرقہ و اجازت مجاز شد۔
۵- شیخ عفیف الدین عبداللہ نے آپ کو گازرون جانے کا حکم دیا۔ جب وہاں پہنچے تو شیخ امام الدینؒ برادر شیخ امین الدین بلیانی گازرونی نے فرمایا کہ میرے بھائی امین الدین نے مجھے وصیت فرمائی کہ سید جلال الدین بخاری نے مجھ سے ملنے کا ارادہ کیا تھا وہ اوچ سے ملتان آئے تھے لیکن شیطان نے انہیں کہا کہ تو کہاں جاتا ہے شیخ امین الدین تو وفات پا گئے ہیں چنانچہ وہ (یہاں آنے کی بجائے) مکہ معظمہ چلے گئے ہیں دوبارہ یہاں آئیں گے۔ میری طرف سے یہ مقراض سجادگی کی نشانی انہیں دے دینا اور میری طرف سے خلیفہ و مجاور ہوں گے اور دوسروں کو خلافت عطا کرنے کے اہل بھی ہوں گے (چنانچہ جب آپ تشریف لائے) تو شیخ امام الدین نے وصیت کے مطابق عمل کیا اور (عطا کردہ) خرقہ حضرت مخدوم کو پہنایا اور ذکر کی تلقین فرمائی۔ (ماخوذ از جواہر جلالی)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ اکثر شیخ رکن الدین ملتانی سہروردیؒ کی طرف سے سہروردی سلسلہ میں بیعت کیا کرتے تھے۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ آپ جس بزرگ کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے اس سے نعمت حاصل کر لیتے تھے یعنی آپ ان کی خدمت میں اس قدر متوجہ ہوتے تھے اور اس قدر ادب سے پیش آتے تھے کہ وہ بزرگ بے اختیار ہو کر نعمت ان کو عطا فرما دیتے تھے۔ بموجب "مراۃ الاسرار" آپ نے ساری دنیا کا سفر کر کے چاروں سلسلوں اور اکتالیس گروہوں کے مشائخ سے فیض صحبت اور خلافت حاصل کی۔

مخدوم جہانیاں کی وجہ تسمیہ : حضرت مخدومؒ ایک مرتبہ شب عید میں حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانیؒ کے مقبرہ میں مشغول تھے اور ان سے عیدی مانگ رہے تھے وہاں سے جواب ملا کہ "مخدوم جہانیاں" ہو حضرت صدر الدین عارفؒ کے یہاں سے بھی یہی خوش خبری ملی اور جب حضرت رکن عالمؒ کے مقبرے میں حاضر ہوئے تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ جب حضرت مخدومؒ واپس آئے تو جو شخص دیکھتا تھا یہی کہتا تھا کہ مخدوم جہانیاں آئے ہیں۔ (سیر العارفین) آپ نے بہت سیر و سیاحت فرمائی اس لئے جہاں گشت بھی مشہور ہوئے۔

حضرت مخدوم کو علوم قرآنی میں بڑا درک حاصل تھا۔ قرات و تجوید' شان نزول اور تفسیر میں بڑی فضیلت کے مالک تھے۔ جیسا کہ ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے آپ نے اپنے پوتے حامد بخاری سہروردیؒ کو قرآن پڑھاتے ہوئے فرمایا: "میں نے قرآن کریم کی ساتوں قراتیں سیکھی ہیں اور جو مجھ سے سنے تو اسناد اس کے صحیح ہیں۔"

حضرت مخدوم علم حدیث میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ مشکوۃ المصابیح حضرت مخدومؒ نے اوچ کے نامور محدث سے سماعت فرمائی۔ مصابیح کے اسباق میں شیخ جمال کے بیٹے قاری تھے۔ اکثر حضرات

marfat.com

حدیث کے معانی حضرت مخدومؒ سے حل کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مولانا شرف الدین محتسب ایک حدیث کے اشکال حل کرنے کیلئے آئے۔ حضرت مخدوم نے نہایت شرح و بسط سے اس کے معانی بیان فرمائے۔ حضرت مخدوم صرف و نحو اور لغت کی تحصیل کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔ : "جو شخص کہ علم عربیت یعنی صرف و نحو سیکھے تاکہ علم شریعت یعنی علم فقہ و اصول فقہ اس پر آسان ہو جائے تو گویا اس نے سو برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ طرفۃ العین اس کی نافرمانی نہ کی ہو۔ پس کون سی عبادت اس سے بہتر ہوگی کہ وہ علم عربیت کو حاصل کرے ورنہ وہ ماضی و مستقبل و امر و نہی و فاعل و مفعول و مبتدا و خبر کو کیا جانے وہ تو معنی فقہ کے غلط کرے گا اور غلط کے گا پس خطائے عظیم ہوگی۔

حضرت مخدوم شیخ طریقت کے لئے تین علوم (۱) علم شریعت (۲) علم طریقت اور (۳) علم حقیقت لازمی قرار دیتے ہیں۔ علم شریعت میں تفسیر قرآن، احکام فقہ اور علم حدیث میں ماہر اور کامل ہونا چاہئے۔ ایک موقع پر اپنے مرید خاص تاج الدین سیاہ پوش کو لکھا: علم اسی قدر حاصل کرنا چاہئے کہ جس پر عمل ہو سکے کیونکہ اس علم سے مومن کا مقصد نیک عمل کرنا ہوتا ہے۔

گر کار کنی سخن بسیار است   ور می نہ کنی کتابہا خروار است   (مقرر نامہ)

سلطان محمد تغلق کے دربار میں : بموجب "مراۃ الاسرار" خزانہ جلالی میں لکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے درویش زادوں کو درویشی کے لباس سے نکال کر قبا (امیروں کا لباس) پہنانا شروع کر دیا تھا۔ شیخ نصیر الدینؒ نے حضرت مخدومؒ کو خلعت اور دستار پہنا کر فرمایا کہ اسی لباس میں بادشاہ کے پاس جاؤ اور وہ تجھے درویشی کے لباس میں باہر نہیں نکالے گا۔ حضرت مخدومؒ وہی لباس زیب تن کئے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ نے ملک سندھ کی شیخ الاسلامی اور علاقہ سیوان میں خانقاہ محمدی کے چالیس گاؤں کی جاگیر کا پروانہ لکھ کر حضرت مخدومؒ کو دیا بادشاہ کے دربار سے رخصت ہو کر آپ شیخ نصیر الدینؒ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ بادشاہ نے "خانقاہ محمدی" کے فقرا کی خدمت میرے سپرد کی ہے لیکن میں نے اس بارے میں شیخ رکن الدین ابو الفتحؒ سہروردیؒ سے اجازت حاصل نہیں کی۔ شیخ (نصیر الدینؒ) نے فرمایا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ فقراء کی خدمت کرو اور کوئی خرقہ طلب کرے تو اسے دیا جائے پس حضرت شیخ نے آپ کو سلسلہء چشتیہ کا خلافت نامہ دے کر رخصت کیا۔

بموجب "مراۃ الاسرار" لطائف اشرفی کی روایت کے مطابق آپ کو اپنے آباؤ اجداد یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک سے اجازت و خلافت ملی ہے اور آج تک اوچ اور گجرات (کاٹھیاوار) کے شہر احمد آباد میں آپ کی اولاد کے توسط سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ اپنی کتاب "لطائف اشرفی" میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں اکثر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لیکن جس قدر حقائق و معارف اور دقائق و عوارف اور خوارق عادات سنیہ اور اطوار معاملات سنیہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے صادر ہوئے ہیں متاخرین میں سے کسی بزرگ سے نہیں ہوئے۔ آپ مظہر العجائب و مصدر الغرائب تھے اور اپنے اجداد کرام کے ورثہ سے مشرف تھے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب یہ فقیر پہلی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تعبیہ اور غوغیہ نوعیت کے قسم قسم کے مقامات و درجات عطا فرمائے۔ پہلی رات جب آپ کی اجازت سے میں خلوت گاہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا

marfat.com

ہوں کہ آپ کے جسم کے اعضاء علیحدہ ہو کر سات مقامات میں پڑے ہیں اور ہر عضو مختلف زبانوں میں حق تعالیٰ کی لا متناہی تسبیح و حمد بیان کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں گھبرایا۔ آپ نے اپنی اصلی حالت میں آکر فرمایا کہ یہ مقام تجھے مبارک ہو۔ دوسری مرتبہ جب خلوت میں حاضر ہوا تو آپ کا جسم تجلی اسم الٰہی "یا بسیط" کی وجہ سے اس قدر وسیع ہو چکا تھا کہ پورا کمرہ آپ کے جسم سے بھر گیا تھا بلکہ سوراخوں سے بھی گوشت باہر نکل رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اصلی حالت میں آکر فرمایا یہ مقام بھی تجھے مبارک ہو۔ تیسری مرتبہ جب میں خلوت میں گیا تو آپ کا جسم شیشے کی طرح لطیف اور مصفا ہو چکا تھا اور خورد ترین ذرات بھی سارے جسم سے نظر آرہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد آپ اپنی اصلی حالت پر آئے اور فرمایا برادرم سید اشرف یہ سب تجھے مبارک ہو۔ رخصت کے وقت آپ نے حلقہ اصحاب میں ذکر جہری اور تمام حاجات کے لئے تعویز غفوری عنایت فرمایا نیز فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان محبت ازلی اور انس لم یزلی واقع ہو چکا ہے۔

میر سید اشرف جہانگیرؒ فرماتے ہیں کہ جب میں آخری مرتبہ اوچ شریف جاکر حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کمال شفقت سے آپ نے ان تمام مشائخ کے نام گن گن کر وہ سب فیوض عطا فرمائے جو آپ ان مشائخ سے حاصل کر چکے تھے چنانچہ "لطائف اشرفی" اور آپ کے مکتوبات میں اس کا مفصل ذکر آیا ہے۔ ان کمالات کے باوجود آپ ہمیشہ کرامات چھپانے کیلئے سعی بلیغ کیا کرتے تھے اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

بردباری بسلسلہ سفارش : صاحب "سیر العارفین" اپنے شیخ حضرت سماء الدین سہروردیؒ سے روایت فرماتے ہیں کہ خان جہان تلنگی سلطان فیروز تغلق کا وزیر تھا۔ ابتدا میں وہ حضرت مخدومؒ کا بالکل معتقد نہیں تھا۔ ایک دفعہ خان جہاں نے ایک محرر کے لڑکے کو جیل بھیج دیا اور وہ اس پر سختی کرتا تھا۔ جب اس محرر نے بیٹے کی آزادی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو وہ حضرت مخدومؒ کو اپنے لڑکے کی رہائی کے لئے بطور سفارش لے گیا۔ جب خان جہاں کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اندرون خانہ سے اپنے ملازم کی معرفت کہلا بھیجا کہ سید مخدومؒ سے کہو کہ میں تمہاری سفارش ہرگز نہیں مانوں گا اور تمہارا منہ بھی نہ دیکھوں گا۔ دوبارہ یہاں سفارش کیلئے مت آنا۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً انیس مرتبہ حضرت مخدومؒ خان جہان کے دروازے پر سفارش کیلئے گئے وہ ہر مرتبہ وہی جواب دیتا تھا۔ یہاں تک کہ بیسویں مرتبہ پھر سفارش کے لئے گئے تو اس نے اندر سے کہلا بھیجا کہ سید! تم کو غیرت نہیں ہے کہ اتنی مرتبہ تم کو جواب دے دیا ہے لیکن تم سفارش کیلئے پھر یہاں چلے آتے ہو۔ حضرت نے کہلوا بھیجا اے عزیز! میں جتنی مرتبہ آتا ہوں مجھے ثواب ملتا ہے مگر مظلوم کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ چاہتا ہوں کہ اس مظلوم کو تمہارے ہاتھ سے رہائی دلاؤں اور تمہیں ثواب پہنچاؤں" خان جہاں نے جب یہ بات سنی تو اپنا سر ننگا کئے، گلے میں رسی باندھی اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور مرید ہو گیا اور اس مظلوم کو خلعت اور گھوڑا دیا اور رہا کر دیا۔ حضرت مخدومؒ کو کافی نذرانہ بھی پیش کیا جو حضرت نے تمام اس مظلوم لڑکے کو دے دیا اور خود اپنی قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔

حضرت چراغ دہلی کی نماز جنازہ و دیگر فیوض : "صاحب مراۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ آپ کے

marfat.com

زمانے میں کوئی ولی یا بادشاہ ایسا نہ تھا جو آپ کا گرویدہ نہ ہو۔ جب شیخ علاء الحق" کا بنگال میں انتقال ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو وصیت کی کہ میری نماز جنازہ مخدوم جہانیاں" پڑھائیں اور تم لوگ سبقت نہ کرنا وہ لوگ حیران تھے کہ مخدوم جہانیاں" تو اوچ میں ہیں یہاں کس طرح آئیں گے۔ اسی فکر میں تھے کہ حضرت مخدوم" پہنچ گئے اور نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد ان کے فرزند شیخ نور قطب عالم" کی تربیت کی خاطر آپ نے چند روز قیام فرمایا اور اپنے ساتھ ایک چلہ کرایا اور انواع و اقسام کے فیوض سے مالا مال کر کے واپس اوچ تشریف لے گئے۔ جب آپ جون پور پہنچے تو وہاں کا حکمران تمام اکابر سمیت استقبال کیلئے باہر آیا اور کمال عقیدت مندی سے مرید ہو گیا۔ اس کے ساتھ کئی ہزار نفوس مرید ہوئے۔ "لطائف اشرفی" سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی بھی مرید ہو گیا تھا۔ سلاطین گجرات (کاٹھیاوار) بھی آپ کے مریدوں میں سے تھے۔

درویشوں پر جبر کی سزا : بموجب "بوستان غوثیہ" مولانا شہاب الدین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد حاجات میں حضرت مخدوم" اپنے مریدوں اور عزیزوں کے ہمراہ معتکف تھے کہ حاکم اوچ سومرہ نامی آپ سے ملنے کے لئے آگیا۔ درویشوں کا ہجوم دیکھ کر انہیں مسجد سے نکالنے لگا۔ حضرت" نے غضب ناک نگاہ سے سومرہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: "کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کہ فقیروں سے الجھتا ہے" حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ وہ دیوانہ ہو گیا اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور شہر کی گلی کوچوں میں دوڑنے بھاگنے لگا۔ سومرہ کی ماں نے جب بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو اسے زنجیروں میں جکڑوا کر حضرت کی خدمت میں لے آئی اور انتہائی عاجزی و مسکینی سے عرض کی: حضرت کی شفقت تمام عالم پر یکساں ہے لہٰذا اس جوان کا گناہ اس بڑھیا کے سبب بخش دیجئے" حضرت مخدوم" نے فاتحہ پڑھ کر حکم دیا کہ اسے غسل دلوا کر لباس پہناؤ اور حضرت جمال خنداں رو" کے مزار اقدس پر لے جاؤ ازاں بعد زیارت میرے پاس واپس لے آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سومرہ اپنی اصلی حالت میں آگیا۔

بذریعہ خواب رہنمائی : حسب "تذکرہ رکن عالم" از مولانا فریدی: ایک مولانا وجیہہ الدین نامی اوچ کے مضافات میں رہتے تھے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر خلقت کا ہجوم ہے وہاں ایک بزرگ وعظ فرما رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں "جو شخص دنیاوی امور کو دینی امور پر ترجیح دیتا ہے اس کے دونوں کام برباد ہو جاتے ہیں۔" مولانا خواب سے بیدار ہو کر سوچنے لگے کہ یہ کون بزرگ ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں سے خواب میں دیکھے ہوئے بزرگ کے حلیہ کے متعلق دریافت کیا جس پر انہیں بتایا گیا کہ یہ حلیہ حضرت مخدوم جہانیاں" کا ہے اور وہ اوچ میں خلقت الٰہی کو وعظ و نصیحت فرماتے ہیں۔ مولانا فوراً اوچ روانہ ہو گئے اور خدمت مخدوم" میں حاضر ہوئے تو جو شکل خواب میں دیکھی تھی اسی کے مطابق پایا۔ حضرت نے مولانا کو مخاطب کر کے فرمایا: "کار دنیا را بر کار دیں مقدم نباید داشت" (مولانا! دنیا کے امور کو دین کے معاملات پر مقدم نہیں سمجھنا چاہئے) مولانا وجیہ الدین یہ ارشاد سنتے ہی حضرت کے قدم بوس ہوئے اور مرید ہو کر اعلیٰ مراتب پر پہنچے۔

فقیر کو کوئی نہیں مشغولی بہت ہیں : حسب روایت "الدر المنظوم" ایک درویش خدمت مخدوم" میں حاضر ہوا اور بہت رویا۔ جب اسے تسکین ہوئی تو حضرت نے پوچھا کہاں سے آیا ہے؟ عرض کی مکہ

marfat.com

مکرمہ سے۔ چند سال بیت اللہ کا مجاور رہا ہوں۔ حضرتؒ کا اشتیاق یہاں لے آیا فقیر کا نام فخر الدین اور وطن ترمذ ہے۔ آپ نے پوچھا: اس طرف مشائخ میں سے کوئی باقی رہا ہے؟ اس نے عرض کی مثل مخدوم قطب عالم کے اس طرف کوئی نہیں ہے البتہ مشغولی لوگ کافی ہیں۔ زاں بعد حضرت کے دست حق پرست پر مرید ہوا اور تین سو آدمیوں کیلئے خرقہ طلب کیا۔ چنانچہ حضرتؒ نے سر مبارک سے مس کر کے مطلوبہ خرقے عطا فرمائے۔

تعبیر مکاشفہ : بوقت تہجد ایک صاحب خواجہ محمد نفاری عرب سے تشریف لائے اور حجرے میں داخل ہو کر بزبان عربی عرض کی۔ اے مخدوم! میں ایک رات ذکر خفی کر رہا تھا کہ ایک آدمی میری داہنی جانب سے آیا اور بولا کہ تو یہ دعا پڑھ: اے رب! تو معبود عالم ہے میں جاہل ہوں مجھ کو علم دے تاکہ علم کے ساتھ تیری عبادت کروں ورنہ ہلاک ہو جاؤں گا۔ خواجہ طفاری نے اس واقعہ کی تاویل دریافت کی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: "تم ابھی علوم دین حاصل کرو"۔

ایک بار عرب سے چند درویش حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ شریعت کا علم پڑھو۔ سنت کے پابند رہو اور بدعت سے بچو۔ زاں بعد انہیں توبہ کی تلقین فرمائی اور خرقہ عنایت کیا۔

مولانا فریدی صاحب "تذکرہ قطب الاقطاب رکن عالمؒ بحوالہ "لطائف اشرفی" تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد اشرف جہانگیرؒ سمنان کے بادشاہ تھے۔ خواجہ خضر علیہ السلام کے ارشاد کی تکمیل میں آپ نے تاج و تخت اپنے بھائی سلطان محمد کے سپرد کیا اور خود والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر اوچ کی طرف روانہ ہوئے۔ تین منزلوں تک بارہ ہزار کا لشکر ہمرکاب تھا۔ آپ نے اسے رخصت کیا۔ سمرقند تک کچھ گھوڑے ساتھ تھے۔ وہ بھی فقراء کو بخش دیئے۔ اوچ میں پہنچ کر حضرت مخدومؒ کی خدمت میں باریاب ہوئے حضرت نے سلطان کو دیکھتے ہی فرمایا: "بعد از مدتے بوئے طالب صادق بدماغ رسیدہ' بعد از روزگارے نسیم از گلزار سیادت ورزیدہ' فرزند بسیار مردانہ آمدہ' مبارک باد' زود قدم در راہ نہ کہ برادرم علاء الدین منتظر مقدم شریف ہستد' زنہار در راہ جائے نمائی" تمہارا نصیبہ برادرم علاء الدینؒ کے پاس ہے راستے میں کہیں نہ ٹھہرنا' سیدھے ان کی خدمت میں حاضری دو چنانچہ حضرت مخدوم نے خرقہ عطا فرما کر اس بخت بیدار سلطان کو آگے روانہ کر دیا۔ سلطان سید اشرف جہانگیر ہندوہ کے قریب پہنچے تو اس وقت حضرت علاء الدین قیلولہ فرما رہے تھے۔ فوراً" اٹھ بیٹھے اور فرمایا "بوئے یار می آید" اپنے مریدوں کو ساتھ لیا اور ایک کوس تک استقبال کیلئے تشریف لائے۔ جب سید اشرفؒ کی نظر حضرت شیخ علاء الدینؒ (چراغ دہلی) پر پڑی تو دور سے دوڑ پڑے اور ان کے قدموں میں جا گرے۔ حضرتؒ نے والہانہ انداز میں انہیں اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا:

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے   با امیدے رسد امید وارے

حضرت علاء الدین اپنے محافہء خاص پر سید محمد اشرف جہانگیرؒ کو خانقاہ میں لے گئے اور بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس وقت حضرت سید نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔

نہادہ تاج دولت بر سر من   علاء الحق والدین گنج نابات
زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد   بر آوردہ مرا از چاہ آفات

مرشد کی خدمت میں بارہ سال رہے۔ خرقہ خلافت کے علاوہ ان ہی سے جہانگیر لقب پایا۔

marfat.com

جب ہر قسم کے روحانی فیوض سے متمتع ہو چکے تو مرشد نے آپ کو جون پور کی طرف جانے کا حکم دیا۔ سید اشرف جہانگیرؒ نے اس علاقے میں باطنی تربیت کا بڑا کام کیا اور پھر شیخ بدیع الدین مدارؒ کے ساتھ بلاد اسلامیہ کی سیاحت کو تشریف لے گئے۔ عراق' فارس اور ترکستان کی سیاحت کرتے ہوئے ملتان آئے تو اوچ میں حضرت مخدوم سے پھر نیاز حاصل کیا۔ دوسری بار آپ نے امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے ساتھ دنیا کی سیاحت کی۔ اس دفعہ آپ نے تیسری بار حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے ملاقات کی اور حضرت مخدومؒ نے چار سو کاملین وقت سے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ سب حضرت جہانگیرؒ کے سینے میں منتقل کردیا۔ (خزینۃ الاصفیا)

قطبیت عالم : بحوالہ "الدار المنظوم" حضرت مخدومؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالم قدس سرہ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا : سید جلال! تجھے جہان کا قطب بنا دیا گیا۔ اس پر مولانا ترابیؒ جس نے دعاگو (حضرت مخدوم) کے واسطے سے شیخ کبیرؒ کا خرقہ پہنا تھا مکہ مکرمہ سے مبارک بادی کے لئے آیا اور کہا کہ اس نواح کے مشائخ کو اطلاع ہوگئی ہے وہ بھی مبارک باد عرض کرنے کیلئے آئیں گے۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ شیخ مدینہ عبداللہ مطری سہروردی اور دیگر مشائخ اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ بعد تہنیت کے لئے تشریف لے آئے اور یہ سلسلہ کچھ مدت تک جاری رہا۔ حضرت مخدومؒ نے قطبی خطاب پانے پر گوشہ نشین ہونے کا ارادہ کیا مگر اعزا مزاحم ہوئے اور مشائخ نے بھی اصرار کیا جس پر بادشاہوں کے ہاں افادۂ عام کے لئے پھر آمد و شد جاری کی۔

حضرت مخدومؒ نے اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر کیا ہے کہ . بات میں نے مکہ مدینہ اور خراساں کے علماء و مشائخ سے حاصل کی یا یہ کہ خراساں وغیرہ کے مشائخ کا طریقہ ہے کہ جب تک کوئی شخص ظاہری علم حاصل نہیں کرلیتا اس کو ذکر وغیرہ کی تلقین نہیں کرتے۔ پانی کے موافق نہ ہونے کی بات چل نکلی تو فرمایا : پانی سے اگر نقصان واقع ہو تو اسی جگہ کا پیاز کھالیں۔ شب قدر پر گفتگو ہوئی تو فرمایا یہ رات رمضان میں ہے ایک رات والد نے جگایا وہ عین وقت تھا۔ میں نے جلدی سے تیمم کرلیا اور دعا میں مشغول ہوگیا۔ اس مقدس رات کی علامات یہ ہیں کہ اول سے آخر رات تک کتا نہیں بھونکتا' آواز نہیں نکالتا' بارش کا ترشح ہوتا ہے' ہوا نہ سرد ہوتی ہے نہ گرم اور خنک اگر کسی کی دیکھنے والی آنکھ ہو تو ساری موجودات سجدہ ریز دکھائی دیتی ہے۔ حضرت مخدوم کے پوتے سید حامد نے پوچھا کہ اس زمانے کی عورتوں میں سے کسی نے شب قدر کو پایا ہے؟ فرمایا کہ تیری دادی شب قدر کو پایا کرتی ہے۔

ایک دفعہ فرمایا اولیائے کامل کے بدن سے خوشبو آتی ہے۔ اوچ میں ایک عارفہ تھی اس سے خوشبو آتی تھی۔ پوچھا گیا کہ کیا آپ خوشبو استعمال کرتی ہیں؟ فرمایا کئی برس گزرے میرے خاوند نے انتقال کیا۔ میں کس کے واسطے عطر لگاؤں؟ یہ بی بی حضرت مخدوم کی اہلیہ محترمہ سے عوارف المعارف پڑھنے آتی تھی۔ فرمایا یہ بی بی جمعہ کی رات کو مکہ مکرمہ میں حاضر ہوتی ہے۔ وہاں ایک عورت ہے اس سے بہنایا ہے۔ میرے واسطے قرص کعک اور نبات مصری لاتی ہے۔ سید شمس الدین مسعود کہتے ہیں کہ میں نے بارہا اس سے قرص لے کر کھایا ہے۔

marfat.com

چند ارشادات عالیہ : حضرت مخدومؒ کی مجلس رشد و ہدایت خاص طور سے تہجد کے بعد منعقد ہوتی جس میں بالعموم مریدین حاضر خدمت ہوتے تھے پھر صبح میں اشراق کے بعد لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ چند ارشادات درج ذیل ہیں:-

۱ - طالب کو چاہئے کہ ایک شیخ کا مرید ہو ورنہ اصلاح نہ ہوگی۔ خرقہء تصوف خرقہء صحبت ہے اور اس کو خرقہء ارادت بھی کہتے ہیں۔ سارے صحابہء کرام نے صحبت کا خرقہ پہنا ہے اور وہ خرقہ ارادت ہے۔ ارادت طلب خدا کو کہتے ہیں اور شیخ کی سب سے کم صحبت ایک چلہ ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ مرید "مصاحب" کو کہتے ہیں اگر شیخ کی مصاحبت کا موقع نہ ملا ہو تو اس کو "متعلق" کہتے ہیں۔ سالک کو چاہئے کہ کبھی بے وضو نہ رہے۔

۲ - دین ایک ہے ایمان ایک ہے اور پیغمبر ایک ہے تو شیخ بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ دوسرے مشائخ سے اعتقاد رکھے اور اپنے شیخ کو بحسن اعتقاد بہتر جانے۔

۳ - صالحین کے دس شرائط ہیں : روزہ رکھنا' رات کو قیام کرنا' موت کا یاد کرنا' جنازہ کے ساتھ جانا' قبرستان جانے کو لازم کرنا' یتیموں کی سرپرستی کرنا' بیماروں کی عیادت کرنا' صدقہ دینا و سخاوت کرنا' اہل خیر کی محبت' ذکر کرنا۔

۴ - تصوف کے تین مرتبے ہیں۔ جب تک تینوں مجتمع نہ ہوں تصوف کامل نہیں ہوتا۔ اول : علم شریعت' علم طریقت اور علم حقیقت۔ دوم : واسطہ' سوم : موہبت من اللہ۔

۵ - ایک دانش مند نے حضرت مخدومؒ سے دریافت کیا کہ **من لیس لہ شیخ' فشیخہ' شیطان** (یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں تو اس کا شیخ شیطان ہے) اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ مراد اس سے یہی سلسلہء بیعت ہے جو کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ اور تابعین کا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم** (یعنی بے شک جو لوگ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے)

ایک روز قاضی ابراہیم چشتیؒ حاضر ہوئے تو انہیں فرمایا: علم پڑھو اور آخر شب کو عبادت کرو تہجد ادا کرو اور سونے کے وقت تین بار استغفار کے بعد "**امن الرسول**" (سورۃ بقرہ کی آخری آیات) پڑھتے رہو انشاء اللہ ساری آفتوں سے بچے رہو گے۔

۶ - فرمایا: جو شخص گفتار' کردار اور رفتار میں متبع سنت نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے۔ سنت کی احتیاط ایسی کرنی چاہئے کہ موت کی حالت میں بھی سنت کے اتباع میں کمی نہ ہو۔

۷ - سالک کو ان چوبیس باتوں یعنی رغبت دنیا' ہوا' ریا' جفا' شرک خفی' حسد' غل غش' غضب' بغض' کینہ' خصومت' تکبر' عجب' حرص' رغبت' طمع' منزلت' ریاست' شوکت' جاہ' قبول اور ثناء (خود) سے علیحدہ رہنا چاہئے۔

۸ - مومن کا دل تو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے پس خدا کے حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر خدا داخل ہو۔ **قد افلح من ذکاھا وقد خاب من دساھا**

marfat.com

۹۔ عمل کے بغیر نسب بیکار ہے اور نسب پر اترانا نہیں چاہیے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان سرکش تھا' غرق ہوا اسے اس کے نسب نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ آل اصل میں اہل تھا اس کی تصغیر اہیل آئی یہ اس کی اصل پر دلیل ہے۔

۱۰۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم فان ابیتم غویتم (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم نے ان میں سے جس کسی کا اقتداء کیا راہ پالی اور اگر انکار کرو گے اور ان کی مخالفت اختیار کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے) صحابہ کی ستاروں کی طرف نسبت کی گئی اس لئے کہ قافلہ شب کے چلنے والے ستاروں سے راہ کی سمت پاتے ہیں اور دریا میں بادبان باندھتے ہیں۔ اسی طرح امت کے لوگ دنیا کی تاریکی میں جو رات کے مشابہ ہے عاجز رہتے ہیں اگر دین کے ستاروں سے راہ لیں گے بے راہ نہ ہوں گے۔

۱۱۔ سالک کو چار چیزوں کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ اول جھوٹ نہ بولے' دوسرے غیبت ظاہری پوشیدہ طور سے بھی نہ کرے' تیسرے مخلوق کو آزار نہ پہنچائے' چوتھے ہر معاملہ میں امانت کو نگاہ رکھے۔

۱۲۔ احادیث میں صحابہ کرام کے بہت فضائل ہیں اور ہم سارے اصحاب کو دوست رکھتے ہیں ہم کسی صحابی سے بیزار نہیں ہیں اور اس کی متابعت و پیروی کرتے ہیں۔

۱۳۔ خط کا جواب دینا سلام کے جواب کی طرح ضروری ہے۔

۱۴۔ رمضان میں ایک نمازی پھول لایا' تمام حاضرین کو سونگھنے کا حکم دیا کہ مخالفت روافض ہو کیونکہ وہ پھول کا سونگھنا ناقص صوم جانتے ہیں۔

آثار و ملفوظات : صاحب "تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت" پروفیسر محمد ایوب قادری تحریر فرماتے ہیں کہ ملفوظات کے لفظی معنی "مقالات یا تقاریر" کے ہیں۔ یہ دراصل صوفیہ کے یہاں تعلیم و تربیت کا ایک رسمی طریقہ ہے۔ مرید اپنے شیخ کے پاس بیٹھ کر کوئی عنوان شروع کر دیتے ہیں اور شیخ اس عنوان پر اظہار خیال کرتا ہے۔ کچھ ذہین اور ذی علم مرید اس گفتگو کو نقل کر لیتے ہیں۔ بعض مرید اس تحریر کو اپنے مرشد کو دکھا لیتے ہیں اس طرح اس تحریر کو درجہء اسناد حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۔ جامع العلوم الدر المنظوم : ملفوظات کے اس مجموعہ کے مرتب ابو عبداللہ علاء الدین علی (بن سعد بن اشرف دہلوی) سہروردی ہیں۔ حضرت مخدومؒ کے مرید ہوئے ۷۹۱ ہجری مطابق ۱۳۷۹ عیسوی حضرت مخدوم دہلی تشریف لائے اور دس ماہ قیام فرمایا۔ (۲۸ ربیع الاخر ۷۸۱ ہجری تا ۱۷ محرم ۷۸۳ ہجری) اس دوران کے یہ ملفوظات گرامی ہیں۔ اردو ترجمہ (مولوی ذوالفقار احمد) ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۲ ہجری میں ملتان کے بزرگ حکیم غلام سبحانی صاحب نے شائع کرایا۔ اس میں تصوف کے حقائق و معارف اور بکثرت شرعی' فقہی' اخلاقی اور معاشرتی مسائل کا بیان ہے۔ حضرت کی سیر و سیاحت کے حالات پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

۲۔ سراج الہدایہ : یہ بھی ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے احمد بن ... نے مرتب کیا ہے جو حضرت

marfat.com

مخدومؒ کے ہمراہ رہا اور ۷۷۲ ہجری ۱۳۷۱ عیسوی (بزمانہ فیروز شاہ تغلق کی ٹھٹھہ کے سمہ حکمران کے خلاف مہم) حضرت شیخ کے ہمراہ دہلی واپس آیا۔ فارسی زبان میں اس کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔ رضالائبریری رام پور میں بھی دو نسخے ہیں۔

۳ ۔ مقرر نامہ : ان مکتوبات و ہدایات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے تاج الدین بن معین سیاہ پوش کے بعض استفسارات کے جوابات میں تحریر فرمائے تھے یہ خط و کتابت شیخ معزالدین کے ذریعہ سے ہوئی تھی۔ یہ مجموعہ مشتمل بہ تصوف و سلوک ۷۷۶ ہجری ۱۳۷۴ عیسوی میں مرتب ہوا اور بیالیس مکتوبات اس میں شامل ہیں۔ فارسی زبان میں ہے۔ ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ہے۔

۴ ۔ خزانہء جلالی : اس کا اصل نام خزانتہ الفوائد الجلالیہ ہے۔ یہ بھی فارسی زبان میں ہے۔ حضرت مخدومؒ کا یہ مجموعہء ملفوظات نہایت مشہور و معروف ہے جسے آپ کے مرید احمد المدعو بہاء (بن حسن بن محمد بن سلیمان تلنی) سہروردی نے مرتب کیا ہے۔ یہ علوم و معارف کا ایک نادر ذخیرہ ہے۔ سترہ باب پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نسخہ مولانا محمد علی مکھڈ (ضلع اٹک) میں ہے۔ ایک اوچ گیلانی مخدوم شمس الدین کے پاس ہے۔

۵ ۔ جواہر جلالی : ملفوظات کا یہ مجموعہ فضل اللہ بن ضیاء العباسی سہروردی (حضرت کے مرید و خلیفہ) ۷۸۷-۷۸۰ ہجری/۷۹-۱۳۷۸ عیسوی میں مرتب فرمایا۔ اس میں زیادہ تر شرعی و فقہی مسائل ہیں۔ فارسی زبان میں تحریر کردہ ہے۔ سجادہ نشین اوچ کے پاس ایک نسخہ ہے۔

۶ ۔ مظہر جلالی : یہ جواہر جلالی سے زیادہ ضخیم ہے۔ فارسی زبان میں ہے ایک نسخہ سجادہ نشین اوچ (نو بہار شاہ) کے پاس ہے۔

۷ ۔ مناقب مخدوم جہانیاں : یہ ملفوظات بھی اہم ہیں اس میں عہد فیروز تغلق کے واقعات ملتے ہیں۔ یہ نادر مجموعہ ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ کی لائبریری میں ہے۔ مرتب ملفوظات نے سامانہ کے جنوب میں ایک گاؤں نظام پور آباد کیا ممکن ہے اس کا نام اس نے اپنے نام پر رکھا ہو۔

۸ ۔ ترجمہ فارسی "رسالہ مکیہ" : عربی زبان کا یہ تصوف پر معرکہ آرا جامع رسالہ حضرت شیخ قطب الدین دمشقی نے مکہ شریف میں تالیف کیا اور اسی لئے اس کا نام رسالہ مکیہ رکھا۔ شیخ مکہ حضرت شیخ عبداللہ یافعی سہروردی مکہ معظمہ میں اس رسالہء مکیہ کا بھی درس دیتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو یہ رسالہ خود مصنف شیخ قطب الدین دمشقی نے بھیجا تھا (جن کا انتقال ۷۸۰ ہجری ۱۳۷۸ عیسوی میں ہوا) حضرت مخدوم کے ہاں بھی اس رسالہ مکیہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا۔ حضرت مخدوم نے عربی سے اس کا فارسی ترجمہ کیا جس کے قلمی نسخے کیمبرج یونیورسٹی (برطانیہ) پرنسٹن یونیورسٹی (امریکہ) میں ہیں اور نام "رسالہ مکیہ جلالیہ" ہے۔ ۹۲۲ ہجری (۷۸-۱۵۱۷ء عیسوی) میں شیخ سعد الدین خیر آبادی نے رسالہ مکیہ کی شرح "مجمع السلوک" کے نام سے عربی زبان میں مکمل کی۔ رسالہ مکیہ کا فارسی ترجمہ "امداد السلوک"

marfat.com

کے نام سے مولانا رشید احمد گنگوہی نے کیا جو مراد آباد سے ۱۸۹۸ عیسوی میں طبع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے "میعاد السلوک" کے نام سے کیا جو متعدد بار چھپ چکا ہے۔ امداد السلوک کا از سرنو ترجمہ پروفیسر عبدالغنی صاحب جے پوری نے کیا ہے جو کراچی سے ۱۳۸۹ھ ہجری (۱۹۶۹ عیسوی) میں شائع ہوا۔ ایک ترجمہ حال میں کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ (شیخوپورہ) سے شائع ہوا جس کے مترجم عطاء الرشید اقبال ہیں۔

اربعین صوفیاء : الدر المنثوم کے مقدمہ میں مولوی ذوالفقار احمد نے جامع العلوم کے مرتب علاء الدین علی سہروردی کا قول نقل کیا ہے کہ اربعین صوفیاء حضرت مخدوم نے مکہ مبارکہ میں مرتب کی تھی۔ (اس کی مزید تفصیل پروفیسر قادری صاحب نے تحریر نہیں فرمائی گویا نایاب ہے)۔

اسرار العارفین و سیر الطالبین : صاحب "تذکرہ حضرت جہانیاں جہاں گشت" پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب نے اس کتاب کا بھی صرف حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کا نام "جواہر جلالی" قلمی نسخہ مملوکہ ڈاکٹر ایس وی ترمذی کے مطالعہ سے ہوا۔ گویا یہ کتاب بھی تا حال نایاب ہے۔

اعمال و اشغال فوائد : یہ حضرت مخدوم کے اقوال و اوراد کا مجموعہ ہے جس کے جامع جعفر بدر عالم بن جلال الدین مقصود عالم ہیں۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ محکمہ قضاۃ بھروچ (گجرات کاٹھیاوار) میں زیر مکتوبہ نمبر ۲۱۱۶۵ موجود ہے۔

فوائد المخلصین : احوال و ملفوظات مخدوم جہانیاںؒ مولفہ محمد جعفر توماسی "ذخیرہ شیرانی" میں یہ مخطوطہ نمبرا/۱۲۹۳/۴۳۴۶ موجود ہے۔

حضرت مخدوم سے منسوب ترجمہ قرآن کریم : چشتی سلسلہ کے بزرگ شیخ ابراہیم مراد آبادی متوفی ۱۰۸۱ ہجری (۱۶۷۰ عیسوی) کی اولاد میں احسان الحق ولد مجیب الحق مراد آبادی کی تحویل میں ایک قلمی نسخہ جو "خط بہار" میں ہے تحریر ہے۔ ان حضرات کی روایت کے مطابق یہ قرآن کریم کا نسخہ حضرت مخدومؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں فارسی ترجمہ بھی ہے۔ قرآن کریم سیاہ روشنائی سے اور ترجمہ سرخ روشنائی سے ہے۔

اخلاق و عادات : آپ خلق محمدی کی زندہ تصویر تھے۔ مگر دین کے معاملہ میں بڑے متشدد تھے۔ سلطان فیروز شاہ نے ایک دفعہ بعض محاصل کے متعلق پوچھا۔ فرمایا یہ سب غیر مشروع اور حرام ہیں۔ ایک دفعہ سلطان کے ہاتھ میں تلوار دیکھی جس کا قبضہ سونے کا تھا۔ آپ نے وہ اسلحہ خانہ میں جمع کروا دی۔ ایک دفعہ چند شہزادے ملنے کیلئے آئے جن کے جسم پر ریشم کا لباس تھا۔ فرمایا ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ اس لباس کے پہننے کا وبال شہزادوں کے ولیوں پر ہوگا۔ اگر کوئی ارادتمند پاؤں چومنے کی کوشش کرتا تو آپ روک دیتے اور فرماتے غیر حق کو سجدہ کرنا درست نہیں۔ ہمارے مذہب میں سجدہ تحیت جائز نہیں ہے۔

آپ کی خانقاہ سے اکثر چیزیں چرالی جاتیں لیکن آپ تحمل سے کام لیتے اور کسی کو بددعا نہ دیتے۔ روزانہ لاکھوں روپے آتے مگر شام کو دامن جھاڑ کر اٹھتے اور فرماتے یہی ترک و تجرید باطن میں محبت پیدا کرتی ہے۔ پھر محبوب کے سوا کسی اور چیز کی طلب نہیں ہوتی۔ ایک بار ایک سید آئے تو

marfat.com

انہوں نے کفن کے لئے کپڑا مانگا۔ اتفاق سے اس وقت نہ کوئی کپڑا پاس تھا اور نہ دام تھے۔ جاڑے کے موسم کا بستر موجود تھا۔ خادموں سے فرمایا جاڑے کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ لحاف سے روئی نکال لو اور کپڑا کفن کیلئے دے دو۔ روئی بیچ کر دام رکھ لو تاکہ درویشوں کے وظیفے کیلئے کام آئے۔ یہ کہہ کر نماز پڑھنے لگے۔ خادم نے ایسا ہی کیا اور اپنے آپ ہی کہنے لگا کہ قطب عالم کیسی شفقت رکھتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی **وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین** حضرت مخدومؒ نے یہ آیت سنی تو نماز توڑ دی اور فرمایا یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے کسی اور کیلئے نہیں ہو سکتی۔

آپ کا معمول تھا کہ تخت رواں (پالکی) پر سفر کرتے تھے اور ہر منزل پر وعظ فرماتے تھے۔ رات کو تزکیہ نفس اور اوراد و وظائف کی تعلیم دیتے تھے۔

آپ کے بعد بھی مردان خدا ان نشست گاہوں میں تبلیغی مجالس منعقد کرتے اور قال اللہ و قال الرسول سے دلوں کو گرماتے رہے مگر جب سکھوں کا زمانہ آیا تو یہ تبلیغی سرگرمیاں جبراً ختم کر دی گئیں۔ انگریزوں کا دور آیا تو انہوں نے ان اجتماعات میں سرکس اور سینما کا اضافہ کر دیا۔ طوائفیں تھرک تھرک کر جنسی رجحانات ابھارنے لگیں۔ بڑے بڑے موسیقاروں نے مرزا صاحباں' سسی پنوں اور سوہنی مہینوال کے اشعار گا گا کر عوام کو بے راہ کرنا شروع کر دیا۔ اللہ والوں کی اولاد بھی طلب صادق کی سچی تڑپ سے محروم ہوگئی اور وہ جو اپنے آباء کرام کے سجادہ کی عزت تھے خود سیاسیات کی وادیء خار زار میں الجھ کر رہ گئے۔ الا ماشاء اللہ۔

صاحب "تذکرہ شاہ رکن عالم" بحوالہ "الدر المنظوم" رقمطراز ہیں کہ سید علاء الدین علی بن سعد حسینی مولف "جامع العلوم" لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مخدوم کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجھ سے پہلے مفصلہ ذیل حضرات خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔

سید صدر الدین محمد' سید شرف الدین' سید شمس الدین مسعود' سید راستین' سید رکن الدین راجا' سید رفیع الدین' سید معین الدین' مولانا فرید الدین' مولانا مختار' مولانا تاج الدین محمود' مولانا نجم الدین' شیخ زادہ مولانا حسام الدین بھکری' مولانا تاج الدین مانک پوری' مولانا مسعود مهونی' مولانا محمد مهونی' مولانا نظام الدین ابراہیم' خواجہ بدر الدین' شہزاد درویش' مسعود درویش' خواجہ خسرو دہلوی' خواجہ مظفر سامانی' خواجہ نصرت' ملک زادہ نصیر الدین' مولانا رکن الدین دیپال پوری' مولانا علاء الدین مانک پوری' ملک زادہ شہاب الدین' خواجہ مسعود باخرزی' مولانا خواجگی' مولانا سالار سرسی' شمس الدین شیراز سے چند حفاظ آ کر قدم بوس ہوئے۔ قرآن حکیم کی پانچ آیات تلاوت کیں اور کچھ اشعار سنائے۔ ان کے حلق سے نے کی طرح آواز نکلتی تھی۔ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی اور مولانا تاج الدین نعرہ مار کر گر پڑے اور پاؤں مارنے لگے۔ ان کے منہ سے کف نکل رہا تھا۔ حاضرین نے انہیں پکڑ لیا۔ حضرت مخدوم مراقبے میں تھے۔ چونک کر فرمایا کیا بات ہے؟ حاضرین نے صورت حال عرض کی آپ نے مولانا کے حق میں دعا کی **الٰہی قوۃ فی سبیلک** (اے اللہ تو اس کو اپنی راہ میں قوت دے) پس وہ ہوش میں آ گئے اور حفاظ کی تحسین کی۔ اس کے بعد شربت کا گھڑا لایا گیا۔ ایک ایک پیالہ ہر شخص کو دیا گیا۔ زاں بعد کھانا تقسیم ہوا۔ مجھے یاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا باہر گیا ہوا ہے۔

marfat.com

جب کھانا کھا چکے تو فقیر آ گیا۔ حکم دیا ان کے لئے الگ برتن لاؤ فرمایا یہ اکیلا نہیں کھائے گا۔ مجھے اپنے پاس بٹھایا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ کوئی تیسرا آدمی نہ تھا۔ جب فارغ ہو کر نکلا تو تمام دوستوں نے مبارک باد دی اور اس فقیر کا ہاتھ چوما کہ آج تو تمام نعمت لے گیا کیونکہ تو نے حضرت مخدوم کے ساتھ ایک برتن میں کھایا ہے ایسا پہلے کسی کو موقع نہیں ملا۔ بعض لوگ تو حضرت کے پس خوردہ کی آرزو کرتے ہیں مگر وہ بھی نہیں ملتا۔ بیعت پر گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ مرید شیخ کبیر (حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ) کے ہوں اور تعلق ان سے کروں اور میں کہتا ہوں کہ میں وکیل ہوں۔ اگر کوئی سوال کرے کہ متوفی کی وکالت اور بیعت روا نہیں تو میں جواب دوں گا کہ وکیل از آن اولیاء درست ہے۔ قولہ علیہ السلام **ان اولیاء اللہ لا یموتون۔ و انما ینقلون من دار الی دار** (بے شک اللہ کے دوست نہیں مرتے بلکہ وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل کیے جاتے ہیں) اس لئے وکالت درست ہے مگر بیعت زندہ سے روا ہے مردہ سے نہیں۔ جس وقت خلیفہ شیخ کی طرف سے وکالت کرتا ہے اور مرید کو اس کے حوالے کرتا ہے تو حق تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم کرتے ہیں کہ اس شیخ کی روح کو اطلاع دے کہ فلاں بن فلاں نے تیرے خلیفہ سے بیعت کی ہے پس وہ شیخ اس کا ممد رہتا ہے۔

حضرت مخدوم کی دہلی سے واپسی : اوچ سے حضرت مخدومؒ ۷۸۱ ہجری مطابق ۱۳۷۹ء عیسوی دہلی تشریف لے گئے۔ مخدوم زادہ ناصر الدین محمودؒ ہمراہ تھے۔ دہلی سے رخصت ہونے سے دو روز قبل (۱۵ محرم ۷۸۲ ہجری) ہفتہ ۲۱ اپریل ۱۳۸۰ عیسوی لوگوں سے فرمایا۔ السلام علیکم۔ میں نے تمہارے بھائی (یعنی سلطان) اور تمہارے دین کو خدا کے سپرد کیا۔ تم بھی مجھے خدا کے سپرد کر دو۔ پھر ہاتھ اٹھا کر لوگوں کیلئے دعا فرمائی۔ (اگلے دن) بادشاہ سے رازدارانہ طور پر فرمایا "دعا گو کو گمان ہے کہ میری اور سلطان (فیروز تغلق) کی یہ آخری ملاقات ہے۔ دعا گو بھی عمر کی مسافت طے کر چکا ہے اور حضرت بادشاہ بھی اپنی زندگی کے آخری مراحل طے کر رہے ہیں۔ اس سن و سال میں بادشاہ کا سیر و شکار کے لئے دہلی سے زیادہ دور جانا مناسب نہیں ہے۔ (الدر المنظوم)

حضرت مخدوم کا سفر آخرت : ۷۸۵ ہجری (جنوری ۱۳۸۴ء) کے آخری دنوں بیماری کے ایام میں آپ نے اپنے محبوب مرید شیخ قوام الدینؒ سے مصلحتاً پوچھا کہ نعمت سجادہ و امانت پیران کبار کس کے سپرد کروں۔ شیخ نے دست بستہ عرض کی کہ احقر کے نزدیک اس عظیم ذمہ داری کیلئے سید صدر الدین راجن قتالؒ (آپ کے چھوٹے بھائی) زیادہ موزوں ہیں۔ آپ نے اس رائے کو پسند کیا اور سید راجن قتالؒ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرما کر پیران کبیر کی تمام امانتیں ان کے سپرد کر دیں (خزینۃ الاصفیا) اور اپنا صاحب سجاد بنایا۔ اپنے فرزند سید ناصر الدینؒ محمود کو صرف ایک خرقہ تبرک کے طور پر عنایت کیا۔ جب یہ خبر حرم شریف میں سید ناصر الدین کی والدہ ماجدہ کو پہنچی کہ شیخ قوام الدینؒ کے مشورے سے میرا لڑکا باپ کی خلافت اور سجادگی سے محروم ہوا ہے تو وہ سخت ناراض ہوئیں اور فرمایا: قوام الدین نے میرے بیٹے کو منصب خلافت اور سجادگی سے محروم کیا ہے میں خداوند عالم سے درخواست کرتی ہوں کہ اس کی اولاد بھی اپنے باپ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند نہ ہو (تاریخ اوچ) شیخ قوام

marfat.com

الدین کو یہ اطلاع ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ کہ بی بی صاحبہ نے میرے ایمان کے حق میں دعائے بد نہیں فرمائی اگر میرے فرزند اس نعمت سے محروم رہیں گے تو میرے مرید جو کہ میری معنوی اولاد ہیں اس نعمت کو حاصل کرنے کیلئے کافی ہیں (خزینۃ الاصفیاء) ۱۰ ذی الحج ۷۸۵ ہجری کو حضرت مخدوم علالت کے باوجود نماز پڑھنے کیلئے عید گاہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور غروب آفتاب کے وقت حضرت واصل بحق ہوگئے (مطابق بدھ ۳ فروری ۱۳۸۴ عیسوی) آپ کی خانقاہ (مقبرہ مبارک) اوچ شریف بخاری کے شمال مغربی گوشے میں واقع ہے۔ حضرت مخدوم کی خانقاہ سے متصل وہ تاریخی مسجد (مسجد حاجات) ہے جس میں حضرت کا اکثر وقت گزرتا تھا۔ اس میں حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے چلہ کیا اور اسی کے ملحقہ کنویں میں نماز معکوس ادا فرمائی۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے بارہ میں بھی مشہور ہے کہ وہ بھی اسی مسجد میں معتکف رہے تھے۔ اسی مسجد میں سومرو نے آکر درویشوں سے بدسلوکی کی تھی جس پر حضرت نے اسے ڈانٹا تھا اور وہ دیوانہ ہوگیا تھا۔

حضرت مخدوم کے مفصلہ ذیل تبرکات سجادہ نشین کے قبضے میں ہیں جن کی خاص موقعوں پر زیارت کرائی جاتی ہے۔ (۱) دستار مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) چادر پنج تن پاک (۳) تسبیح کلاہ و مقراض حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؓ (۴) صمصام و قمقام حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہم السلام کی تلواریں۔ (۵) حضرت مخدوم کے دست مبارک کا لکھا ہوا قرآن مجید (۶) بیراگن (۷) چادر حضرت سلمان فارسیؓ (۸) ردائے مبارک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (۹) غلاف مبارک کعبہ شریف (۱۰) غلاف روضہء اقدس (۱۱) کنٹھا عقیق زرد (۱۲) رومال حضرت رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام (ماخوذ از تذکرہ رکن عالم ملتانیؒ)

ازدواج و اولاد : حضرت مخدومؒ کی رفیقہء حیات بھی نہایت عبادت گزار، زاہدہ بلکہ واصل حق تھیں۔ حضرت مخدومؒ نے ایک دفعہ فرمایا: ایک رات وہ عبادت میں مشغول تھیں کہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ہوش میں آئیں تو سجدہ سے اٹھیں۔ جب ان سے وضو کرنے کیلئے کہا گیا تو فرمایا کہ مجھے بیہوشی نہ تھی۔ میں نے دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کو دیکھا اس لئے سجدہ کیا۔ تہجد کیلئے وہ حضرت مخدوم سے پہلے اٹھتیں اور جب دو رکعت نماز ادا کرچکتیں تو حضرت مخدومؒ اٹھتے۔ علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ عوارف المعارف کا باقاعدہ درس دیتیں۔ شرح کبیر کا ایک دفتران کے پاس تھا۔ (الدر المنظوم)

حضرت مخدومؒ کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) محمودؒ (ناصر الدین) یہ کثیر اولاد تھے۔ (۲) مخدوم زادہ عبداللہ۔ یہ لاولد تھے۔ قدم شریف کے پاس دہلی میں دفن ہیں۔ (۳) مخدوم زادہ محمد۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے بعد ان کے چھوٹے بھائی صدر الدین راجن قتال سجادہ نشین ہوئے مگر ان کی اولاد کے باوجود حضرت کے پوتے فضل الدین بن ناصر الدین محمود سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے عہد میں غازی خان والیٔ ڈیرہ غازی خان نے حضرت مخدومؒ کے مزار پر ۷۸۷ ہجری (۱۳۸۵ عیسوی) میں مقبرہ تعمیر کرایا۔

صاحب ''تذکرہ شاہ رکن عالم'' (مولانا فریدی) بحوالہ دیباچہ درالمنظوم لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی اولاد امجاد میں سے کئی صاحبزادے، سید شمس، سید ماہ اور سید صدر الدین رحمہم اللہ

marfat.com

سکھر اور بکھر میں محو خواب ہیں۔ شاہ عمرؒ شاہ محمود اور شاہ کبیر کے مزار شکار پور میں بتائے جاتے ہیں۔ سید جلال کا مزار پر انوار قنوج میں ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کے جھگڑے کی وجہ سے اوچ سے قنوج چلے آئے تھے اور اسی شہر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ قنوج اور اس کے مضافات اب تک ان ہی کے سلسلہء ارادت سے منسلک چلے آتے ہیں۔ مخدوم سید ناصر الدین محمودؒ اگرچہ جانشین نہ ہوئے مگر آپ حضرت مخدومؒ کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔

خلفائے عظام : مخدوم صدر الدین راجن قتالؒ مخدوم سید ناصر الدین محمودؒ سید شمسؒ سید ماہؒ سید صدر الدینؒ شاہ عمرؒ شاہ محمود قطبؒ سید جلالؒ مخدوم سید بدر بکھریؒ مخدوم سید تاج الدینؒ سید اسماعیل بخاریؒ شیخ عبداللہ جہانیاںؒ سلطان حاجی احمد سہروردیؒ سید علاء الدینؒ بن سید حسینی، پیر داؤد جہانیاںؒ شیخ یحییٰؒ شیخ ضیائیؒ شیخ جمال درویشؒ شیخ حماد درویشؒ شیخ سید اشرف جہانگیرؒ سید شرف الدین مشہدیؒ شیخ محمد خلوتیؒ خواجہ احمد بن محمدؒ حضرت مخدوم العالم سہروردیؒ حافظ شیخ سراج الدینؒ مخدوم اخی جمشیدؒ سید علم الدین پلائیںؒ سید سکندر بن مسعودؒ مولانا عطاء اللہؒ شیخ قوام الدینؒ عارف بلوچؒ خواجہ بن محمدؒ شاہ کبیرؒ سید ابوبکرؒ شیخ اسماعیلؒ سید محمود شیرازیؒ سلطان مظفر شاہ (والیء گجرات کاٹھیاوار)

صاحب "تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ" پروفیسر محمد ایوب قادری بحوالہ ثمرات القدس تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کے ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چھیاسی (۱۷۰۲۸۶) مرید تھے وہ حنفی مذہب رکھتے تھے اور ان کے تمام مرید بھی اسی مذہب کے پیرو تھے۔ مندرجہ بالا خلفاء کے علاوہ پروفیسر قادری صاحب نے الدر المنظوم کے کچھ اور نام بھی درج فرمائے جو حسب ذیل ہیں۔ فخر الدین ترمذیؒ بھو، شیخ محمد تقی گازرونی، راستیں، رفیع الدین، فرید الدین، مولانا مسعود مہوتی، مولانا نظام الدین ابراہیم، خواجہ مظفر سامانی، ملک زادہ نصیر الدین، مولانا علاء الدین مانک پوری، خواجہ مسعود باخرزی، مولانا سالار سرسی، محمد نغاری عرب، مولانا بسر، مولانا شمس الدین مسعود عراقی، شیخ تاج الدین مانک پوری، رکن الدین راجا، معین الدین، مولانا مختار، مولانا محمد مہونی، خواجہ بدر الدین بہزاد، ملک زادہ شہاب الدین۔

توسل بہ دستار شیخ : حضرت قطب الاقطاب رکن عالم ملتانیؒ نے حضرت مخدوم کو جو دستار مبارک مرحمت فرمائی تھی وہ سفر حضر میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہتی اور جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی اسے زیب سر کرکے دعا مانگتے اور بفضل تعالیٰ دعا قبول ہو جاتی (ماخوذ از تذکرہ رکن عالم)

ترویج سلسلہ اور اس کی وسعت : پروفیسر محمد ایوب قادری تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ میں مختلف تاریخی ماخذ کے حوالوں سے تحریر فرماتے ہیں۔ "حضرت مخدوم کے بہت سے مریدین و طالبین خانقاہ میں رہ کر سلوک کے منازل طے کرتے اور ایک معینہ مدت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کرکے سلسلہ کی اشاعت میں مشغول ہو جاتے اس طرح حضرت مخدومؒ کے ذریعے سے سہروردی سلسلہ تمام برصغیر پاک و ہند میں خوب پھیلا۔ حضرت مخدوم کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء پنجاب، سندھ، یوپی، بہار، گجرات کاٹھیاوار، بنگال، دکن، مدراس وغیرہ میں پھیل گئے اور ان علاقوں کے اکثر مقامات پر حضرت مخدوم کی اولاد و امجاد کا سلسلہ بھی پھیلا۔ حضرت مخدومؒ کے خلفاء کے حالات علیحدہ درج کئے جا رہے ہیں جن میں سید صدر الدین، راجو قتالؒ شیخ اخی راج گیر قنوج میں، علی الدین ترمذیؒ نے جونپور

marfat.com

میں قیام فرمایا۔ مولانا شیخ سراجؒ حضرت مخدوم کے امام تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ شیخ قوام الدین' حضرت جہانگیر اشرف سمنانیؒ ماورا النہر سے سمرقند آئے پھر اوچ پہنچے اور حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔

سید شرف الدین مشہدی (وصال ۸۰۸ ہجری (۱۴۰۵ عیسوی) مدفن بھروچ) شیخ تاج الدین بھکری' سید محمود شیرازی' سکندر بن مسعود' علاء الدین علی (مرتب جامع العلوم) شرف الدین اور مولانا عطاء وغیرہ حضرت مخدوم کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔

صوبہ بہار میں حضرت مخدوم کے ذریعہ "شہابیہ سہروردیہ" جاری ہوا۔ صوبہ بہار کی مشہور خانقاہ پھلواری کے شیخ المشائخ شاہ محمد مجیب اللہ (المتوفی ۱۱۹۱ ہجری ۱۷۷۷ عیسوی) حضرت مخدوم کے واسطہ سے سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے وہ اس طرح کہ حضرت مجیب اللہ مرید شاہ عتیق اللہ سے وہ شاہ عبدالمقتدر کے وہ شیخ عبدالنبی سے' وہ محمد شبیر سے' وہ عزت شاہ سے' وہ سید برہان سے وہ سید شاہ عالم سے وہ مخدوم عبداللہ سے وہ سید ناصر الدین محمود سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں گشتؒ سے۔

اسی طرح بہار کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد عرف پیر دمڑیا عظیم آبادی بھی جلالی سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے۔ قصبہ منیر (بہار) کے مشہور بزرگ' شاہ محمد مبارکؒ بھی حضرت مخدوم کے واسطہ سے سہروردی سلسلہ میں بیعت تھے۔ اس طرح کہ شیخ مبارک نے خرقہ خلافت شاہ نعمت اللہ بن شاہ عطاء اللہ فیروز پوری سے پایا۔ انہوں نے محمد مقبول عالم سے انہوں نے اپنے والد جلال ماہ عالم سے انہوں نے عزت شاہ سے اور انہوں نے سید برہان سے الاخر۔

شیخ سارنگؒ نے جن کا مزار موضع کھگوان ضلع بارہ بنکی میں ہے' سلسلہ کی بڑی خدمت کی۔

رسول شاہیوں کا ایک سلسلہ سہروردیہ بھی حضرت مخدوم کے واسطے سے جاری ہے وہ اس طرح کہ عبدالرسول شاہ عرف رسول شاہ الوری بیعت تھے حضرت شاہ نعمت اللہ دہلوی سے۔ وہ شاہ داؤد مصری سے۔ وہ شاہ سخی حبیب سے اور وہ شاہ اسماعیل سے۔ وہ شاہ مرتضیٰ سے وہ شاہ عبدالرزاق سے وہ شاہ اللہ داد سے وہ شاہ پیرن بندگی سے وہ شاہ بجن گوشہ نشین سے وہ شاہ محمد سے وہ شاہ محمد اسحاق سے وہ شاہ داؤد وکانی سے وہ شاہ راجو قتال سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے۔

امروہہ (یوپی) کے مشہور چشتی بزرگ شاہ علی امروہوی سلسلہ سہروردیہ میں حضرت مخدوم کے واسطے سے منسلک تھے۔ وہ اس طرح کہ شاہ امانت علی بیعت تھے حافظ موسیٰ مانک پوری سے وہ سید اعظم روپڑی سے' وہ شاہ عالم روپڑی سے وہ سید بھیک میراں سے وہ شاہ ابو المعالی انبیٹھوی سے وہ شیخ داؤد گنگوہی سے وہ شیخ صادق گنگوہی سے وہ شاہ ابو سعید گنگوہی سے وہ خواجہ نظام الدین بلخی سے وہ مولانا جلال الدین تھانیسری سے وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے وہ شیخ درویش اودھی سے وہ شاہ بڈھن بہڑائچیؒ سے وہ شاہ اجمل بہڑائچیؒ سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے۔"

ابن بطوطہ : صاحب "تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ" سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم (صفحہ ۱۸-۱۹) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مشہور سیاح ابن بطوطہ ۷۳۴ ہجری (۱۳۳۴ عیسوی) میں سیاحت سندھ کے دوران اوچ پہنچا اور حضرت مخدوم کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور خرقہ حاصل کیا۔ بطوطہ لکھتا ہے کہ بھکر سے چل کر ہم اوچ کے شہر میں پہنچے یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے بڑا شہر ہے۔ بازار

marfat.com

بہت عمدہ ہے۔ عمارتیں مضبوط ہیں۔ اس زمانہ میں اوچ کا حاکم جلال الدین کیجی تھا۔ ابن بطوطہ کی حاکم شہر سے دوستی ہو گئی۔ ابن بطوطہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم نے اسے خرقہ عنایت فرمایا۔ اس نے حضرت مخدوم کو صالحین میں شمار کیا ہے۔

مکتوبات حضرت منیری : "مناقب الاصفیا" کی روایت کے مطابق حضرت مخدوم آخر عمر میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے۔ جب حضرت مخدوم دہلی میں تشریف لائے تو بہار کی طرف منہ کرکے سینہ ملتے اور فرماتے کہ بہار کی طرف سے عشق و محبت کی بو آ رہی ہے۔ حضرت مخدوم حضرت منیریؒ کا بہت ہی احترام و اعزاز فرماتے تھے۔ حضرت منیریؒ کے مکتوبات کے تین مجموعے (۱) یک صدی (۲) سہ صدی (۳) اور بست و ہشت ۲۸ شائع ہو چکے ہیں۔

سید صدر الدین راجو قتال (یا راجن کتال) سہروردیؒ

ولادت اور نام کی وجہ تسمیہ : آپ حضرت مخدوم جلال الدین جہاں گشتؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ۲۶ شعبان ۶۹۰ ہجری (مطابق اتوار ۲۶ جولائی ۱۲۹۲ عیسوی) کو اوچ شریف میں پیدا ہوئے۔ بحوالہ (تذکرہ رکن العالم) چند سال میں ہی جملہ علوم کی تحصیل سے فراغ حاصل کرلیا۔ تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ میں بحوالہ مناقب الولایت (قلمی) منقول ہے کہ صدر الدین راجو قتال اپنے والد سید احمد کبیرؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور اپنے بڑے بھائی مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے بھی خرقہء خلافت پایا اور ان کے بعد سجادہ نشیں خلافت ہوئے۔ مزید لکھتے ہیں کہ یہ لفظ کتال ہے "قتال" نہیں اور کتال سریانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "بزرگ" اور راجن کے معنی "ہیبت ناک" ہیں۔ بایں ہمہ دوسرے تذکروں میں آپ کے رعب و جلال کی وجہ سے قتال کہا گیا ہے جس ضمن میں نواہون کے قتل کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ آپکی زندگی کا بیشتر حصہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت اقدس میں ہی گزرا۔

چہرہ دیکھتے ہی اسلام لانا : بحوالہ صاحب "مناقب الولایت" حاجی حامد گنج بخش ایک ہندو صرف آپ کو دیکھنے ہی سے اور گفتگو سنتے ہی مسلمان ہوگیا اس کا نام دین محمد رکھا۔ اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور سہروردیہ طریقہ میں داخل کیا۔ تین سو کافر جو ہمراہ تھے تمام جماعت مسلمان ہو گئی اور ان پر دین اسلام کو مبرہن اور قوی کر دیا۔ آپ کے سلطان فیروز شاہ تغلق سے اچھے تعلقات تھے۔ وہ اس کے لشکر میں بھی رہے۔ بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا۔ ایک گاؤں ان کے نام کیا اور دو ہزار ٹنکے نقد پیش کئے۔

شیخ سارنگ کی تربیت : صاحب "تذکرہ رکن العالم" (بحوالہ خزینۃ الاصفیا) لکھتے ہیں کہ شیخ سارنگ ابتداء میں ہندو رئیس تھے جب یہ مسلمان ہوئے اور ان کی اعیانی ہمشیرہ سلطان محمد بن فیروز شاہ تغلق کے حبالہء نکاح میں آئی تو شیخ سارنگ بھی سلطان کی مصاحبت میں آ گئے سارنگ پور (بھارت) انہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جب حضرت مخدوم جہانیاںؒ اور سید راجن کتالؒ دہلی تشریف لائے تو سلطان ان بزرگوں کی خدمت میں طعام وغیرہ شیخ سارنگ کی معرفت ہی بھجواتا کیونکہ یہ لطیف الطبع نوجوان تھے۔ ایک دن جب شیخ سارنگؒ طعام لے کر حاضر ہوا تو سید صدر الدینؒ نے انہیں اپنے پاس رازدارانہ طور پر فرمایا: اے نوجوان! اگر تم نماز پنج گانہ کی پابندی سے ادائیگی کا وعدہ کرو تو میں حضرت

marfat.com

مخدومؒ کا پس خوردہ تمہیں کھانے کیلئے دے سکتا ہوں۔ انہوں نے بلا تامل قبول کیا اور پس خوردہ سے مشرف ہوا۔ چند دنوں کے بعد سید راجن قتالؒ نے پھر انہیں بلایا اور اسی طرح سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا: اے برخوردار! اگر تو چاشت اور اشراق کی نماز اپنے اوپر لازم کرلے تو میں اور تم اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ شیخ سارنگ نے یہ بھی قبول کرلیا جس پر حضرت مخدومؒ اور سید صدر الدینؒ نے انہیں ایک ہی طشت میں کھانا کھلایا۔ اس سے ملک سارنگ کا باطن نور معرفت سے جگمگا اٹھا۔

نواہون کا واقعہ : ۷۸۵ ہجری (۱۳۸۳ عیسوی) جس زمانہ میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ مرض الموت میں مبتلا تھے تو اوچ کا ہندو حاکم نواہون حضرت کی عیادت کے لئے حاضر ہوا اور کہا "خدا تعالیٰ حضرت مخدوم کو صحت دے۔ مخدوم کی ذات پاک ختم اولیاء ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم انبیاء تھے" چونکہ اس تقریر سے توحید الٰہی اور رسالت کا اقرار ہوتا تھا حضرت مخدومؒ نے سید راجن کتال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "تم نے اس کا اقرار سنا؟ اب یہ مسلمان ہو چکا ہے اگر مرتد ہو جائے تو واجب القتل ہوگا۔" سید راجن قتالؒ نے نواہون سے فرمایا: "اسلام صرف توحید اور رسالت کے اقرار کا نام ہے اور وہ تم بغیر کسی جبرو اکراہ کرچکے ہو۔ بہتر ہے کہ تم اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار کردو ورنہ ارتداد کے جرم میں قتل کردیئے جاؤ گے۔" نواہون کو چونکہ مسلمان ہونا منظور نہ تھا وہ بہت ڈرا اور اسی رات پوشیدہ طور پر دہلی بھاگ گیا۔

حضرت مخدومؒ کے وصال کے بعد سید راجن قتالؒ نواہون کے مقدمہ کے سلسلے میں معہ گواہان دہلی کو روانہ ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق حسب قاعدہ استقبال کیلئے نکلا مگر چاہتا تھا کہ کسی طرح نواہون قتل سے بچ جائے۔ قاضی عبدالمقتدر تھانیسری کے صاحبزادے مولانا محمد نے دیگر علماء و فضلاء کو تجویز پیش کی کہ جب سلطان حضرت سے ملاقی ہوں تو دریافت کریں کہ کیا آپ نواہون کافر کے مقدمے کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟ اگر انہوں نے "ہاں" کردیا تو یہ حجت شرعی ہم ان پر غالب آ جائیں گے کہ آپ ابھی اسے کافر تسلیم کرچکے ہیں پھر اسے مسلمان کس طرح بتاتے ہیں؟ چنانچہ سلطان نے بوقت ملاقات اسی طرح پوچھا۔ حضرت راجن قتال نے فرمایا: نہیں ہم نواہون مسلمان کے مقدمے کیلئے آئے ہیں اور اس کا اسلام از روئے گواہان معتبر ثابت ہے جو ہمارے ساتھ ہیں۔

مولانا محمد نے عرض کی: حضرت! قبول اسلام کیلئے اخلاص دل شرط ہے۔ ایک سرسری بات پر آپ نواہون پر اسلام کا حکم کس طرح لگاتے ہیں؟ حضرت جلال میں آگئے اور فرمایا: تیری تقریر سے ہم کو دیانت کی بو نہیں آتی اپنے کفن کی فکر کرو۔ یہ فرما کر اسے تیز نظر سے دیکھا۔ اسی وقت مولانا کو درد پہلو شروع ہوا اور نیم بسمل کی طرح زمین پر لوٹنے لگے۔ بادشاہ نے انہیں فوراً گھر بھجوا دیا اور خود حضرت کے ہمراہ شہر آیا یہاں قاضی عبدالمقتدر علماء و فضلاء کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی عاجزی سے طالب عفو ہوئے۔ حضرت نے فرمایا قاضی صاحب! جو ہونا تھا وہ تو ہوچکا اب اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔

پروانہ ازاں سوخت کہ باشمع در افتاد   باسوختگاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

پھر قاضی صاحب پر ترحم آمیز نظر سے دیکھا اور فرمایا: قاضی صاحب! اللہ جل جلالہ اس کا عوض

marfat.com

تم کو اس سے اچھا دیں گے کیونکہ اس کی عورت حاملہ ہے اس کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا وہ عالم و فاضل اور ولیء کامل ہوگا۔ اسی اثناء اطلاع آئی کہ مولانا محمد انتقال کر گئے ہیں۔ قاضی صاحب گھر واپس آ گئے اور پتہ چلا کہ واقعی مولانا کی اہلیہ دو ماہ کے حمل سے ہے۔ بعد وضع حمل بچے کا نام ابو الفتح رکھا گیا جو جوان ہو کر عالم و فاضل اور ولیء کامل ہوا۔ جن کا مقبرہ اب جون پور میں ہے۔ نواہون کو طلب کیا گیا مگر وہ مرتد ہی رہا لہٰذا قتل ہوا۔

ملفوظات میں لکھا ہے کہ حضرت کے دست حق پرست پر تین لاکھ چالیس ہزار تین سو اشخاص نے بیعت کی تھی۔ آپ اگرچہ کثیر الاولاد تھے لیکن آپ نے سجادگی کی وصیت سید فضل الدین بن سید محمود ناصر الدین (اپنے بھتیجے) کے حق میں فرمائی اور وہی آپ کے صاحب سجادہ ہوئے۔

وصال : بحوالہ تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی (مولانا نور احمد فریدی) آپ کا وصال ۲۶ جمادی الاخر ۸۲۷ ہجری (مطابق ۲۶ مئی ۱۴۲۴ عیسوی منگل) کو ہوا۔

خلفائے عظام : (۱) مخدوم فضل الدین فضل اللہ (۲) شیخ کبیر الدین اسماعیل بخاری (۳) سید برہان الدین قطب العالم گجرات کاٹھیا وار (۴) شیخ علاء الدین (۵) شاہ داؤد قریشی (۶) حاجی سید عبد الوہاب (۷) رکن الدین اسماعیل قریشی (۸) سید احمد الملقب بہ مخدوم جہان شاہ۔

اولاد امجاد : آپ کے پانچ صاحبزادے تھے اور سب کے سب سہروردی سلسلہ میں آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سب سے بڑے سید روح اللہ دوسرے سید بندہ نواز تیسرے سید جلال الدین تھے ان سے دو لڑکے سید محمد اور سید علی تولد ہوئے۔ سید علی کے دو صاحبزادے ہوئے سید بہاء الدین اور سید محمد (جن کے چار صاحبزادے تھے: سید شاہ ولی، سید تونگر نور حسن، سید ابو الغیاث، سید ابو سعید) آپ کے چوتھے صاحبزادے کا نام سید ابو الخیر عبد العزیز تھا ان سے صرف ایک فرزند تھا سید کبیر الدین۔ پانچویں صاحبزادے سید ابو اسحاق تھے جنہوں نے بموجب "مناقب الولایت" بچپن ہی میں بہتر کافروں کو اسلام میں داخل کیا۔ ان کا انتقال حضرت راجن قتالؒ کے سامنے ہی جمعرات ۸ ذی الحجہ ۸۰۹ ہجری کو ہو گیا (مطابق ۱۹ مئی ۱۴۰۷ عیسوی) مولف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ اس سلسلہ کے انفاس ذکیہ اور برکات سنیہ کے فیض سے کئی ایک ہندو قوموں نے شرف اسلام حاصل کیا۔ لانگ، کھاکھی، دھونتر، نون وغیرہ اس سلسلے (سہروردیہ) کی برکت سے حقانیت اسلام کی آگاہی سے ممتاز ہوئے۔ ملتان اور ضلع مظفر گڑھ ان کے زیر اثر رہا۔

بموجب "تذکرہ رکن عالم" سید ابو اسحٰق کا ایک صاحبزادہ تھا نعمت اللہ جن سے سید محمود پیدا ہوئے۔ سید محمودؒ کے بڑے فرزند سید صدر الدین ثانی کے گیارہ صاحبزادے (سلسلہء سہروردیہ کے مشاہیر) تھے۔ سید اسماعیل، سید محمود، سید جلال الدین، سید مبارک شاہ، سید شہاب الدین، سید عبد العزیز، سید احمد، سید محمود، سید عتیق اللہ، سید رحمت اللہ اور سید عبد الغنی۔ سید محمود کے چھوٹے صاحبزادے سید ابو الفتح ہے سید ابو یوسف احمد ان سے شاہ دولت قتال اور ان سے نو بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ہیں۔ سید شاہ جلال، سید لعل حسین، سید ہاشم دریا، سید شیخ احمد، سید بہادر علی، سید ابو اسحاق، سید عبد العزیز، سید منگا شہید، سید نعمت اللہ۔

marfat.com

حضرت مخدوم راجن قتالؒ کی اکثر اولاد ضلع گجرات، وزیر آباد، گوجرانوالہ، راولپنڈی، چونیاں، لاہور، تلی راجن اور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں آباد ہے۔ شاہ دولت قتالؒ کی اولاد چک نورنگ شاہ، رجوعہ، ٹھٹھہ محمد شاہ، موضع ہٹائی، موضع جانی شاہ والا، سانگری اور کوٹ احمد یار میں آباد ہے۔

حضرت راجن قتالؒ کی ذریت ضلع ملتان اور پھر مختلف مقامات پر آباد ہو گئی اور صرف اس ذریت عالیہ کے چند گھرانے ہی اوچ کے مضافات میں ملتے ہیں۔

سید ناصر الدین محمود بخاری سہروردیؒ

مخدوم محمود ناصر الدینؒ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ صاحب "تاریخ اوچ" مولوی حفیظ الرحمٰن بہاولپوری کے مطابق ان کی تاریخ پیدائش اتوار ۲ ذی قعد ۷۴۰ ہجری (اتوار ۳۰ اپریل ۱۳۴۰ عیسوی) ہے۔ "جامع العلوم" میں مخدوم محمود کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے۔ دہلی کے سفر ۷۸۱ ہجری (۱۳۷۹ عیسوی) میں وہ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے ہمراہ تھے۔ مخدوم زادہ محمود بہت زیادہ مقروض رہتے تھے۔ چونکہ آپ کے مصارف زیادہ تھے (شاہ خرچ تھے) بموجب "ثمرات القدس" (قلمی) وہ بہت صاحب خوارق و کرامات تھے۔

آپ حضرت مخدومؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اگرچہ حضرت نے اپنی جانشینی کا شرف اپنے چھوٹے بھائی سید راجن قتالؒ کو عنایت فرمایا مگر پھر بھی سید ناصر الدین محمود فضل و کمال اور رشد و ہدایت میں بڑا مقام رکھتے تھے چنانچہ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں: "اگرچہ جانشین پدر بزرگار وے سید صدر الدین راجن قتالؒ بود اما وے نیز در ارشاد طالبان و ہدایت ایشاں آیتے از آیات الٰہی بود" آپ کثیر العیال تھے۔ آپ کے فرزندوں سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی۔ آپ کے اکثر صاحبزادے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری کے لئے پاک و ہند کے مختلف شہروں میں منتقل ہو گئے۔ جہاں کہیں پہنچے نگینے کی طرح پیوست ہو گئے۔ وہ کون سا شہر ہے جہاں کسی بخاری کی باعظمت خانقاہ نہ ہو۔ آپ کی تمام اولاد سہروردی سلسلے میں بیعت تھی اور انہوں نے سلسلے کو کافی ترقی دی۔ مخدوم زادہ ناصر الدین محمود سہروردیؒ کے جن فرزندان کرام کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے وہ یہ ہیں:۔ مخدوم حامد کبیر بخاری سہروردی، سید علم الدین بخاری سہروردی، سید اسماعیل قطب بخاری سہروردی، سید فضیل الدین بخاری (سجادہ نشین اوچ) سید برہان الدین قطب العالم احمد آبادی (گجرات) سید علاء الدین (کشمیری) سید شرف الدین، سید سراج الدین، سید عبداللہ، سید عبدالوہاب، سید شمس الدین عرف شادن شاہ، سید قطب الدین، سید کمال الدین، سید جلال الدین، سید بہاء الدین، سید صلاح الدین، سید رکن الدین، سید زین العابدین، سید صفی الدین (لاولد)، سید نظام الدین (لاولد)، سید عبدالحق (لاولد)، سید ابو اسحق غیفور، سید ابو الخیر نصیر الدین (لاولد) سید منجن جہانیاں (لاولد) سید قطب الدین ثانی (لاولد) رحمہم اللہ علیہم اجمعین بحوالہ تذکرہ قطب الاقطاب رکن عالم۔ یہ سب صاحبزادے زہد و ورع میں اپنے بزرگوں کا صحیح نمونہ تھے۔ اور اپنے والد بزرگوار سے بیعت تھے۔ ان میں سے جن ہستیوں کے حالات ہمیں دستیاب ہو سکے ہیں وہ ہم علیحدہ اپنے اپنے مقام پر درج کر رہے ہیں۔

وصال: آپ کا وصال بحوالہ "تاریخ اوچ" ۲۲ رمضان ۸۰۰ ہجری (مطابق ہفتہ ۸ جون ۱۳۹۸

marfat.com

عیسوی) میں ہوا۔ مزار اقدس اوچ شریف میں ہے۔

خلفائے عظام : صاحبزادگان جو حضور کے مرید اور خلیفہ تھے ان کے علاوہ مولانا فریدی صاحب نے سید عبدالرزاق، سید علم الدین ثانی کے اسم ہائے گرامی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

گجرات (کاٹھیاواڑ) کا سیاسی و تاریخی پس منظر

بحوالہ "تذکرہ رکن عالمؒ گجرات کاٹھیا وار کا "احمد آباد" سے پہلے مشہور شہر "پٹن" تھا جو ہندو راجاؤں کا دارالسلطنت چلا آتا تھا۔ اس شہر کے مشہور صوفی شیخ جہاںؒ نے اپنی تاریخ "منازل اولیاء" میں ان برگزیدہ مشائخ و فقراء کے حالات درج کئے ہیں جو مسلمان فاتحین سے پہلے یہاں بسلسلہ تبلیغ و اشاعت اسلام تشریف لائے تھے۔ اس نادر و نایاب کتاب کا ملخص "مراۃ احمدی" ہے جس کے حوالے موجودہ تواریخ میں پائے جاتے ہیں۔ شہر پٹن میں سب سے پہلے بزرگ شیخ عبداللہ محمد تشریف لائے جنہوں نے اس وقت کے ہندو راجہ سدھراج جے سنگھ (المتوفی ۵۳۸ ہجری) (۱۱۴۳ عیسوی) کو مسلمان کیا مگر مندرجہ بالا ہر دو کتب کے برعکس بوہروں کی تاریخ "کوکب فلک" کا دعویٰ ہے کہ راجہ کو ایک مصری درویش سید احمد نے مسلمان کیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی سومنات جاتے ہوئے ۴۱۶ ہجری مطابق ۱۰۲۵ عیسوی میں اس شہر سے گزرا تھا مگر اس کا حملہ طوفانی نوعیت کا تھا جو اس شہر میں کوئی دیرپا اثر نہ چھوڑ سکا۔ سلطان نے کافی مدت بعد اس شہر پر دوبارہ حملہ کیا مگر ناکام رہا۔ ۱۲۹۷ء تک یہاں ہندوؤں کا راج قائم رہا۔ علاؤ الدین خلجی پہلا مسلمان فرماں روا ہے جس نے ۱۲۹۷ء میں اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی مگر وہ بھی یہاں اسلام کے فروغ کیلئے کچھ نہ کر سکا۔ اس دیار میں فروغ اسلام کیلئے شیخ حسام الدین ملتانیؒ نے بڑی خدمات انجام دیں وہ اکتالیس سال اس شہر میں درس و تدریس کے بعد ۱۸ ذی قعد ۷۳۷ ہجری بدھ ۱۸ جون ۱۳۳۷ عیسوی کو واصل بحق ہوگئے۔ حضرت محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ شیخ حسام الدین اس وقت ملتان سے گجرات گئے جب سلطان محمد تغلق لوگوں کو دہلی چھوڑ کر دولت آباد جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ حضرت حسام الدین ملتانیؒ کے بھتیجے حضرت سید حسین خنگ سوارؒ (المتوفی ۷۹۸ ہجری) بھی ۷۳۰ ہجری ۱۳۳۰ عیسوی میں پٹن تشریف لے آئے۔ آپ کے بھانجے شیخ صدر الدین مع اہل و عیال ملتان سے ناگور پہنچے راجہ کی لڑکی سے شادی کی اور سینکڑوں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ شیخ حسام الدینؒ کو ان کی نقل مکانی کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو مع اپنی ہمشیرہ اور دوسرے افراد خاندان کے پٹن بلا لیا۔ ۷۳۷ ہجری میں شیخ جمال الدین اوچی (جو حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مرید اور شیخ حسام الدین فاروقی کے بھتیجے تھے) بھی تشریف لے آئے۔ آٹھ سال رشد و ہدایت کے بعد وہ ۷۴۵ ہجری ۱۳۴۵ عیسوی میں انتقال فرما گئے۔ انہیں ایام میں حضرت چراغ دہلویؒ کے مرید اور قریبی رشتہ دار شیخ سراج الدین پٹن پہنچے۔ الغرض گجرات میں یہ فقراء اور مشائخ تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت کا کام سرانجام دے رہے تھے کہ سید برہان الدین بخاری المعروف قطب العالم سہروردیؒ (فرزند ارجمند حضرت ناصر الدین محمود سہروردیؒ بن مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ) بھی تشریف لے آئے جن کی اس خطہ میں آمد ۱۴۰۰ عیسوی ۸۰۲ ہجری (بزیر اشارہ باطنی) کا ذکر ہم ان کے حالات میں کریں گے۔

marfat.com

قوم "کلال" اور "ناگ" : صاحب "مراۃ الاسرار" بحوالہ "مرات سکندری" لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ شکار کے لئے نکلا۔ سامنے ایک ہرن نظر پڑا جس کے پیچھے اس نے گھوڑا دوڑا دیا اور اپنے لشکر سے جدا ہوگیا۔ شام کے وقت پرگنہ تھانیسر کے ایک گاؤں میں پہنچا جہاں چند زمیندار بیٹھے تھے بادشاہ گھوڑے سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور ایک شخص کو اپنے موزے نکالنے کا اشارہ کیا۔ وہ آدمی علم قیافہ اور فن فراست میں ماہر تھا۔ موزہ نکالتے وقت اس کی نظر بادشاہ کے تلے پر پڑی جہاں اسے بادشاہی نشان جسے ہندی زبان میں پدم کہتے ہیں نظر آیا چنانچہ اس نے موضع کے نمبردار سے جو قوم ناگ سے تھا اور جس کا نام سدھارن تھا کہا کہ یہ شخص بادشاہ ہے یا عنقریب بادشاہ ہونے والا ہے۔ سدھارن کو اس قیافہ دان پر پورا اعتماد تھا وہ بادشاہ کو گھر لے گیا اور خاطر تواضع کی اس کی ایک بہن حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھی جسے بادشاہ دل دے بیٹھا۔ صبح بادشاہ کا لشکر تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ بادشاہ سدھارن اور اس کی بہن کو دہلی لے گیا۔ انہیں مسلمان کیا اور بڑی نوازش سے پیش آیا۔ کچھ عرصہ بعد سدھارن کو "وجیہ الملک" کا خطاب دیا اور اس کے بیٹے کو "ظفر خان" کا خطاب دے کر شراب خانے کی خدمت سپرد کی۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو "کلال" کہتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ قوم کھتری سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قوم کے ایک فرد کو شراب سے زیادہ محبت ہوگئی تو کھتریوں سے اسے علیحدہ کردیا اور اس روز سے اس قوم کو ناگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہاں کی مقامی زبان میں ناگ کے معنے ہیں نکالا ہوا یا خارج شدہ۔

ظفر خان کی مریدی اور بادشاہی : صاحب "مراۃ الاسرار" بحوالہ "مراۃ احمدی ---- ظفر خان ابتدائے احوال میں سلطان فیروز شاہ کا منصب دار تھا۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ جب ایک دو دفعہ سلطان کے ہاں تشریف لائے تو یہ حضرت مخدوم کے فضل و کمال اور زہد و ورع سے متاثر ہو کر حضرت کا مرید ہوگیا اور اکثر اوقات حضرت کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت مخدوم جہانیاں علیہ رحمتہ کی خانقاہ میں درویشوں کے خورد و نوش کو کچھ نہ تھا۔ ظفر خان کمال اخلاص کی وجہ سے کئی قسم کے کھانے تیار کرا کر حضرت مخدوم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور اسے طلب کرکے دعا دی۔ اے مظفر خان! بہ عوض ایں طعام حکومت تمام ملک گجرات را بنام شما انعام فرمودیم۔ مبارک باشد (یعنی اس طعام کے بدلے ہم نے تمہیں تمام ملک گجرات کی حکومت عنایت کی۔ مبارک ہو) مظفر خان نے گھر جا کر اپنے والدین سے ماجرا بیان کیا۔ اس کی والدہ نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ حضرت مخدومؒ یہ دعا تمہاری اولاد کے لئے بھی کرتے۔ اس کے بعد کسی اور موقع پر وہ (ظفر خان) عطریات اور پان خوانچہ میں آراستہ کرکے حضرت مخدومؒ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے اس کے دل کی خواہش سے آگاہ ہو کر فرمایا خوش آمدی۔ اس کے بعد آپ نے مٹھی بھر کھجور اسے عنایت کی اور فرمایا کہ ان کھجوروں کی تعداد کے برابر تمہاری اولاد گجرات پر حکومت کرے گی۔ وہ تیرہ یا چودہ دانے تھے القصہ جب سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد بن فیروز شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے ۷۹۳ ہجری (۱۳۹۱ عیسوی) میں اعظم ہمایوں ظفر خان بن وجیہ الملک (سدھارن) کو چتر اور بارگاہ سرخ جو بادشاہوں کا دستور تھا عطا کرکے گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے نہروالا جس کا قدیم نام پٹن گو،

marfat.com

اختیار کرلی اور تمام ملک گجرات کاٹھیاواڑ پر تسلط جمالیا۔

جب سلطان محمد تغلق پانچ سال حکومت کرنے کے بعد ۷۹۶ ہجری (۱۳۹۶عیسوی) میں فوت ہوگیا تو سلطان محمود بن سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ تاتار خان بن ظفرخان جو سلطان محمد کا وزیر تھا اقبال خان کی مخالفت سے ڈر کر اپنے والد کے پاس گجرات چلا آیا۔ چند روز کے بعد ۸۰۱ ہجری (۱۳۹۹ عیسوی) میں امیر تیمور نے دہلی کو تسخیر کرلیا اور سلطان محمود نے بھاگ کر گجرات اور وہاں سے قنوج میں پناہ لی۔ جب امیر تیمور سمرقند چلا گیا تو ہندوستان میں طوائف الملوکی شروع ہوگئی اور تاتار خان نے اپنے والد کے خلاف خروج کردیا چنانچہ ظفرخان نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور سارا لشکر محل و تخت و تاج اپنے بیٹے تاتار خان کے حوالے کردیا۔ تاتار خان یکم جمادی الاول ۸۰۶ ہجری مطابق ۱۶ نومبر ۱۴۰۳ عیسوی کو قصبہ اساول میں تخت نشین ہوا اور محمد شاہ کا خطاب اختیار کیا لیکن کثرت شراب خوری سے صرف دو ماہ سلطنت کرکے یکم شعبان ۸۰۶ ہجری ۱۲ فروری ۱۴۰۴ عیسوی کو فوت ہوگیا۔

جب اس کی وفات کی خبر اس کے والد مظفر خان کو ہوئی تو اس نے ملک کی باگ ڈور پھر اپنے ہاتھ میں لی اور قصبہ پیرپور میں دوبارہ رسم تخت نشینی منائی۔ اس نے مظفرشاہ کا لقب اختیار کرکے مزید تین سال سلطنت کی اور ہرنالی پٹن میں بیمار ہوگیا چنانچہ اس نے سلطنت تاتار خان کے لڑکے شاہزادہ احمد کے سپرد کی اور ۸۱۴ ہجری ۱۴۱۱ عیسوی میں وفات پائی۔ سلطان مظفرشاہ کے خاندان نے حضرت مخدوم جہان جہانیاں" کی دعا و برکت سے چودہ کھجوروں کی عنایت (جو ایک قسم کی پیش گوئی تھی) چودہ پشت تک دو سو سال تک حکومت کی۔

"قطب العالم" سید برہان الدین (ابو عبداللہ)
سہروردی سلسلہ قطبیہ کے شیخ الکل

ولادت و ابتدائی حالات : آپ مخدوم سید ناصرالدین محمود" (بن مخدوم جہانیاں") کے بڑے بیٹے تھے۔ شب دوشنبہ ۱۴ رجب ۷۹۰ ہجری (مطابق ۱۹ جولائی ۱۳۸۸ء) بمقام اوچ شریف پیدا ہوئے۔ ابھی دس سال کے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا چنانچہ آپ کے چچا مخدوم صدرالدین راجن قتال" نے انہیں اپنی تربیت میں لے لیا اور دو سال تک تصوف و سلوک میں باطنی فیوض سے نوازا۔ دو سال بعد اپنے مرید سید محمد المعروف سید خدا بخش رضوی" کو تخلیہ میں طلب کرکے رازدارانہ طور پر فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ برخوردار برہان الدین کی ظاہری باطنی علوم میں تکمیل کروں لیکن مشیت ایزدی اس دریتیم کو گجرات کی سرزمین میں دیکھنا چاہتی ہے تم اس نور العین کو لیکر فوراً" گجرات چلے جاؤ چنانچہ دوسرے دن آپ نے اپنے نوخیز بھتیجے کو طلب فرما کر حکم باطنی سے آگاہ فرمایا۔ توشہ خانہ سے انہیں شمشیر اور دیگر تبرکات جو ان کی ولادت سے پیشتر ان سے منسوب ہوچکے تھے عنایت فرمائے۔ چنانچہ یہ بارہ سالہ نوخیز اپنے اجداد کا وطن ترک کرکے اپنی والدہ ماجدہ مخدومہ بی بی ہاجرہ الملقب بہ "سعادت خاتون" اور اپنے چچا کے محبوب خلیفہ سید محمد خدا بخش رضوی" کے ہمراہ گجرات کاٹھیاواڑ ۸۰۳ ہجری (۱۴۰۱ عیسوی) میں اوچ سے روانہ ہوئے۔ حضرت راجن قتال" نے انہیں روانگی سے پیشتر یہ بھی فرمایا

marfat.com

کہ وہاں شیخ رکن کان شکر .نبیرہ حضرت گنج شکر تشریف رکھتے ہیں ظاہری اور باطنی تربیت کیلئے ان کے مشورے پر چلنا چنانچہ اڑھائی افراد کا یہ قافلہ عازم شہر پٹن (جو احمد آباد سے پہلے گجرات کاٹھیاواڑ کا مشہور شہر تھا) ہوا۔ سلطان مظفر شاہ سہروردی کو (متوفی ۸۱۴ ہجری) (۱۴۱۱ عیسوی) جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا فیض یافتہ تھا جب مخدوم زادے کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو وہ خود استقبال کیلئے آ کر بڑے اعزاز سے حضرت کو شہر پٹن میں لے آیا اور تحصیل علم کیلئے حضرت کو شیخ رکن کان شکرؒ کے مشورہ سے علامہ علی شیرؒ کے سپرد کیا جن سے آپ نے تھوڑے عرصہ میں علوم ظاہر و باطن پر عبور حاصل کرلیا۔ (تذکرہ رکن عالم)

جامع کمالات : آپ نے اپنے والد ماجد اور چچا (سید راجن قتالؒ) دونوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ صاحب "مراۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ آپ قطب العالم کے نام سے موسوم ہیں اور فی الحقیقت آپ گجرات کے قطب ولایت ہیں جیسا کہ حضرت شیخ نور قطب عالم بنگال کے قطب الاقطاب ہیں۔ اہل بصیرت آپ کو ثانی مخدوم جہانیاںؒ کہتے ہیں۔ آپ جمیع علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔

احمد آباد میں منتقلی : سلطان مظفر شاہ کے فوت ہونے پر اس کا پوتا احمد شاہ (بن تاتار خان) کے لقب سے ۸۱۳ ہجری (۱۴۱۰عیسوی) کو تخت نشین ہوا اس نے اپنے نام سے ایک نیا شہر (اپنے نام کی رعایت سے) احمد آباد تعمیر کرایا اور اس کی تکمیل کے بعد حضرت قطب العالمؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ شہر پٹن سے احمد آباد تشریف لے آئیں لہٰذا حضرت یہاں منتقل ہوگئے۔ اس موقع پر سلطان نے حضرت کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا مطلع ہے۔

قطب زمان ما برہان بس است برہان او ہمیشہ چوں نامش آشکار

قصیدہ ختم کیا تو دعا کیلئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے خاندان کے حق میں دادا بزرگوار (حضرت مخدوم جہانیاںؒ) دعا کرچکے ہیں۔ سلطان نے عرض کی کہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے میرے دادا سلطان مظفر شاہ اور اس کی اولاد کے حق میں دعا فرمائی تھی۔ حضور احمد آباد کیلئے دعا فرمائیں کہتے ہیں کہ اس پر حضرت کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا "احمد آباد ابد الآباد' انشا اللہ الرؤف بالعباد" (تذکرہ قطب الاقطاب رکن عالم)

شہر سے باہر منتقلی : درویش باالعموم کھلی فضا بالخصوص دیہات کو زیادہ پسند کرتے ہیں اس لئے حضرت قطب عالمؒ نے بھی شہر کے باہر اساول قدیم میں سابر ندی کے کنارے سکونت اختیار فرمائی اور وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ یہ آبادی نور آباد کے نام سے موسوم ہوئی کچھ عرصہ بعد ایک اور مقام پسند آیا جو موضع بٹوہ کے نام سے مشہور تھا۔ آپ یہیں منتقل ہوگئے۔ سلطان احمد کو علم ہوا تو اس نے یہ موضع لنگر کے لئے وقف کر دیا۔ (بٹوا خواص اب اس آبادی کو قطب آباد کے نام سے موسوم کرتے ہیں)

لوہ لکڑ : صاحب "مراۃ الاسرار" بحوالہ تاریخ "مرات سکندری" لکھتے ہیں کہ قطب عالم ایک رات نماز تہجد کیلئے اٹھے اور طہارت کیلئے باہر تشریف لے گئے۔ ناگاہ آپ کا پاؤں لکڑی کے ٹکڑے پر جا پڑا۔ (جس سے پاؤں زخمی ہوگیا) آپ کی زبان مبارک سے نکلا "کیا ہے؟ لوہ ہے' لکڑ ہے کہ پتھر

marfat.com

ہے" یعنی یہ لکڑی ہے، پتھر ہے، لوہا ہے، کیا چیز ہے؟ حق تعالیٰ نے اس لکڑی میں سب خاصیتیں جمع کردیں چنانچہ جو شخص اسے دیکھتا ہے تو اسے لکڑی نظر آتی ہے پھر دیکھتا ہے تو پتھر نظر آتا ہے۔ ذرا غور سے دیکھتا تو لوہا نظر آتا ہے اور اس کا ایک حصہ ایسا ہے کہ کوئی شخص نہیں پہچان سکتا۔ اس وجہ سے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ جب صبح ہوئی اور اس لکڑی میں تینوں صفتیں موجود تھیں اور حضرت کو اطلاع ہوئی تو ایک خادم سے فرمایا کہ "اس لکڑی کو صحن کے گوشہ میں دفن کردو۔ اگر کسی نے باہر نکالا تو اس کی نسل نہیں چلے گی۔" مدت تک یہ لکڑی دفن رہی حضرت کے وصال کے بعد ایک مرید نے کہا کہ میں اپنا مقطوع النسل ہونا گوارا کرتا ہوں لیکن اس لکڑی کو ضرور نکالوں گا چنانچہ اس نے زمین کو کھود کر لکڑی کو نکالا۔ شہر کے لوگ جوق در جوق زیارت کیلئے جمع ہوئے مراۃ سکندری کے مولف کا بیان ہے کہ شہنشاہ ہمایوں نے اس لکڑی کو بٹوا میں جاکر دیکھا تھا (یہ عجیب چیز تھی جس کو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا) مزید لکھتا ہے کہ جب شہنشاہ اکبر احمد آباد آیا تو اس لوہ لکڑ کا نصف حصہ آگرہ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ شہنشاہ جہانگیر جب احمد آباد آیا تو اس نے حضرت قطب العالمؒ کے کشف و کرامات کے بہت سے قصے جو سن رکھتے تھے اس نے اس وقت کے سجادہ نشین حضرت سید محمد بخاریؒ سے ان کی تصدیق چاہی۔ صاحب سجادہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے ایسا ہی سنا ہے۔ شہنشاہ سید محمد بخاریؒ کی شخصیت سے بھی بڑا متاثر ہوا چنانچہ "توزک جہانگیری" میں لکھتا ہے "خالی از فضیلتے و معقولیتے نیست" شہنشاہ نے حضرت قطب العالمؒ کے مزار پر حاضری دی اور پانچ صد روپے خیرات تقسیم کئے یہ لوہ لکڑ اب تک بٹوا میں پڑا ہے اور اس میں لوہے، لکڑی اور پتھر تینوں صفتیں موجود ہیں۔

وصال : صاحب "مراۃ الاسرار" کے مطابق حضرت قطب الاقطابؒ نے ۸ ذی الحج ۸۵۰ ہجری (طلوع آفتاب کے وقت) جمعہ ۲۴ فروری ۱۴۴۷ عیسوی وصال فرمایا۔ بحوالہ تذکرہ رکن عالم حضرت سجادہ نشین نے سادہ سی عمارت تعمیر کرائی تھی لیکن بعد میں سلطان محمود بیکڑہ نے عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا۔ آپ کا یہ خوبصورت مقبرہ اور سنگین مسجد تا حال زیارت گاہ خلائق ہے۔

اولاد : بحوالہ تذکرہ "رکن عالم" آپ کے بارہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں۔

خلفائے عظام : صاحب "تذکرہ رکن عالم" مولانا فریدی صاحب نے مندرجہ ذیل اصحاب کے نام تحریر فرمائے ہیں۔ مخدوم سید محمود، سید خوند میر، سید احمد بخاریؒ، سید حامد بخاری، سید صالح بخاری، شیخ عثمان، شیخ عبدالطیف، شاہ امین اللہ، قاضی محمد، حضرت شاہ عالم بخاری، ملک سیف الدین، شیخ سدھن، شیخ علی خطیب، سید خدابخش، سید علم الدین، شیخ کمال کرمانی، شیخ سراج رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سید محمد بن قطب العالم الملقب بہ شاہ عالم بخاریؒ
(سلسلہ شاہیہ سہروردیہ کے شیخ الکل)

ولادت و کنیت : آپ شب دو شنبہ ۱۷ ذی قعد ۸۱۷ ہجری مطابق ۲۸ جنوری ۱۴۱۵ عیسوی کو پیدا ہوئے۔ آپ کا حلیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے بموجب آپ کا نام سید محمد رکھا گیا۔ آپ کی عمر

marfat.com

(۶۳ سال) والدین کا نام' دایہ کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور دایہ کے ناموں کے مطابق تھا۔ چونکہ درمیانی صاحبزادے تھے اس لئے آپ کو "منجھلے پیر" کہا جاتا تھا کنیت ابو البرکات تھی (خزینۃ الاصفیا) آپ کے والد ماجد سید احمد قطب العالم سے سلسلۂ سہروردیہ کی جو شاخ چلی وہ "قطبیہ" کہلاتی ہے اور آپ سے جو شاخ چلی وہ شاہیہ سہروردیہ کہلاتی ہے۔

تعلیم و خرقۂ خلافت : سترہ برس کی عمر میں آپ نے نہ صرف ظاہر و باطن کے جملہ علوم حاصل کر لئے بلکہ اپنے والد حضرت قطب العالمؒ (جو آپ کے پیر طریقت بھی تھے) سے سلوک کی بھی تمام منازل طے کر لیں۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے شیخ احمد کھٹوؒ کو آپ کے لئے خرقہ مرحمت فرمایا تھا وہ اب تک ان کے ہاں امانت چلا آتا تھا۔ جب آپ عرفان کی جملہ منزلیں طے کر چکے تو انہوں نے وہ خرقہ آپ کے سپرد کیا اس لئے شیخ احمد کھٹو "گنج گیر" اور "گنج بخش" کے لقب سے ملقب ہوئے اور حضرت قطب العالمؒ نے آپ کو مشائخ سہروردیہ کے تمام تبرکات عنایت کر کے خلق خدا کی تلقین پر مامور فرمایا۔

خطاب شاہ عالم : بمطابق صاحب "تحفۃ الکرام" جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ جل جلالہ نے تمہیں "شاہ عالم" کے خطاب سے نوازا ہے تو آپ نے عرض کیا: "حضور! میں اپنی زبان سے اس امر کا اظہار کیسے کروں؟ ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے باپ اور مرشد قطب العالمؒ کی خدمت میں جانا چاہئے وہ تجھے بارک اللہ چشتیؒ کی خدمت میں بھیجیں گے۔ اس خطاب کا ظہور اس جگہ سے ہوگا۔ الغرض آپ اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے مسکرا کر فرمایا "آیئے شاہ عالم! آپ کو شاہ بارک اللہ کی خدمت میں جانا چاہئے۔" چنانچہ آپ حضرت بارک اللہ چشتیؒ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ اتفاق سے حضرت شاہ بارک اللہؒ اس وقت دیوار بنوانے میں مصروف تھے اور ان کے مرید اینٹیں اور گارا مہیا کر رہے تھے۔ حضرت شاہ عالمؒ بھی چپ چاپ مزدوروں میں شامل ہوگئے۔ شاہ بارک اللہؒ نے جونہی آپ کو گارے کا تھال سر پر اٹھائے ہوئے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا: "آیئے شاہ عالم! آپ کو تو چتر شاہی زیب دیتا ہے" آپ کے سر سے تھال اتروا کر معمار کے حوالے کیا اور دیوار سے اتر کر اپنے بھائی شاہ عطاء اللہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیگ لوبیہ کی پکی پڑی تھی۔ اٹھوا کر باہر لے آئے اور حضرت شاہ عالمؒ کے سپرد کی اور خدام سے فرمایا کہ شاہ عالمؒ کے ساتھ جاؤ اور جہاں دیکھو کہ اسمان و مافیہا اور زمین و ما فیہا سب "شاہ عالم" پکار رہے ہیں وہاں سے واپس لوٹ آؤ۔ چنانچہ حضرت شاہ عالمؒ مع دیگ پختہ سر پر اٹھائی اور گھر کو روانہ ہوئے۔ جب احمد آباد کے چوک میں پہنچے تو وہاں ایک گداگر کو دیکھا جو لنگڑا' گونگا اور آنکھوں سے اندھا تھا۔ ڈھول بجا کر بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ ان لوگوں کے قریب پہنچتے ہی اس کی آنکھوں میں بصارت لوٹ آئی۔ زبان کھل گئی' پاؤں سے بھی لنگ کا اثر دور ہوگیا اور ڈھول بجا بجا کر پکارنے لگا "شاہ عالم! شاہ عالم!" جو لوگ وہاں موجود تھے بلکہ مکانات کے در و دیوار بھی سب "شاہ عالم" پکارنے لگے۔ حضرت شاہ عالمؒ نے شاہ بارک اللہ چشتیؒ کے خدام کو رخصت کردیا اور خود حضرت قطب العالمؒ (اپنے والد اور پیر و مرشد) کی خدمت میں پہنچے۔ تمام ماجرا عرض کر کے دیگ لوبیہ بطور پیش کی۔ اس دن سے یہ مثل مشہور ہوگئی۔ "چشتیوں نے پکائی اور بخاریوں نے کھائی۔"

marfat.com

بموجب "تذکرہ رکن عالم" حضرت شاہ عالمؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ ریشمی لباس زیب تن فرماتے تھے اور علامتہ مشرب رکھتے تھے۔ اس لئے ارباب ظواہر کو طنز کا موقع ملتا تھا۔ صاحب "اخبار الاخیار" لکھتے ہیں کہ آپ پر سکر اور ذوق و شوق کا غلبہ رہتا تھا۔

دلے تنگ است ازیں کارم : بموجب صاحب "مراۃ سکندری" گجرات میں شیخ کمال مالویؒ نام ایک بزرگ تھے جن کا فرمانروائے مالوہ سلطان محمود خلجی بڑا معتقد تھا وہ آپ سے اکثر درخواست کرتا رہتا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما کر گجرات کی حکومت مجھے دلوا دیں اس نے پانچ سو اشرفیاں بھی نذرانہ پیش کیں۔ جب مالوہ کے فرمانروا سلطان محمد شاہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے شیخ کمال سے وہ اشرفیاں لے لیں جس پر شیخ سخت آزردہ ہوئے اور سلطان سے سلطنت چھن جانے کیلئے دست بدعا رہنے لگے اور سلطان محمود خلجی کو لکھا کہ وہ گجرات پر حملہ کر دے۔ اسے یقیناً" فتح ہوگی چنانچہ وہ لکی ہزار سوار لیکر حملہ آور ہوگیا۔ امرائے گجرات نے خون خرابے کے ڈر سے اسے معزول کرکے اس کے بیٹے قطب الدین کو تخت پر بٹھا دیا۔ سلطان محمد شاہ کے حملہ سے ڈر کر قطب الدین حضرت قطب العالم سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ یہ سلطنت آپ کے بزرگوں کی دعاؤں کا عطیہ ہے جسے محمود خلجی ہتھیانا چاہتا ہے براہ کرم گجرات کو اس کے شر سے بچایئے۔ آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا کہ یہ مصیبت آپ کے والد کی وجہ سے آئی ہے۔ نہ وہ شیخ کمال کو رنجیدہ کرتے نہ یہ دن دیکھنا پڑتا۔ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کوئی شخص جا کر شیخ کمالؒ سے ان سے کی گئی گستاخی کی معافی مانگے حاضرین نے عرض کی کہ حضرت اس کام کیلئے حضرت شاہ عالمؒ زیادہ موزوں ہیں چنانچہ آپ نے حضرت شاہ عالمؒ کو فرمایا کہ آپ شیخ کمالؒ کی خدمت میں جائیں۔ سلام عرض کریں اور کہیں کہ باپ کے قصور کی سزا بیٹے کو نہیں ملنی چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **ولا تزر وازرۃ وزر اخری** لہٰذا سلطان قطب الدین کو معافی دیں اور سلطان محمود خلجی کو واپس لوٹ جانے کی ہدایت فرمائیں۔ حضرت شاہ عالمؒ نے شاہ کمالؒ کی خدمت میں یہ پیغام پہنچایا مگر شیخ نے قبول نہ فرمایا۔ حضرت قطب العالمؒ نے حضرت شاہ عالمؒ کو فرمایا بیٹا کوئی حرج نہیں دوبارہ جاؤ۔ الغرض وہ تین دفعہ حاضر ہوئے مگر ہر بار شیخ کمالؒ نے انکار کر دیا۔ آخری دفعہ برہم ہو کر شیخ کمالؒ نے فرمایا کہ گزشتہ سات سال سے سلطان محمود خلجی کیلئے دعا کی ہے آج جبکہ قضا و قدر نے گجرات محمود کے نام لکھ دیا ہے۔ آپ میری محنت برباد کرنے کیلئے آگئے ہیں۔ گجرات کی شاہی ایسے شخص کیلئے کیسے مقدر ہو سکتی ہے جس کے باپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور محمود جو فقراء کا محب و معتقد ہے اسے کیونکر مایوس لوٹا دوں۔ لہٰذا اپنے والد ماجد (حضرت قطب العالمؒ) سے میرا سلام عرض کیجئے اور یہ پیغام بھی دیجئے کہ "تیر از شصت رفتہ باز گردانیدن محال است" حضرت شاہ عالمؒ نے مسکرا کر عرض کی:

اولیاء را ہست قدرت از الہ   تیر رفتہ باز گردانند ز راہ

حسب صاحب "تذکرہ رکن عالم" اس شعر نے شیخ کمال کے "جلال" کو بھڑکا دیا گرج کر بولے کہ یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ لوح محفوظ پر نظر کیجئے کہ ملک گجرات سلاطین "تانک" کے اقتدار سے نکل کر محمود خلجی کے نام لکھا جا چکا ہے۔ ساتھ ہی ہاتھ اوپر کو اٹھایا اور غیب سے کاغذات کا پلندہ لے کر

marfat.com

حضرت شاہ عالمؒ کو دیا کہ یہ فرمان ہے جس کی رو سے سلطان محمود خلجی گجرات کا بادشاہ بن چکا ہے۔ اب اس بارے میں مزید گفتگو بیکار ہے۔ آپ واپس تشریف لے جائیں اور صورت حال اپنے والد صاحب (حضرت قطب العالم سہروردیؒ) سے عرض کر دیں۔ اس تقریر سے حضرت شاہ عالمؒ کا ہاشمی خون کھول اٹھا۔ فوراً" کاغذ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور فرمایا کہ قضا و قدر کا یہ نوشتہ بغیر اجازت حضرت قطب العالمؒ منظور نہیں۔ یہ دیکھتے ہی شیخ کمالؒ بے ہوش ہو گئے ان کے منہ سے اتنا نکلا: "سید زادے آپ نے یہ کیا غضب کیا" اور جاں بحق ہو گئے۔ یہ واقعہ ۸۵۵ ہجری (۱۴۵۲ عیسوی) میں وقوع میں آیا۔ جب یہ خبر حضرت قطب العالمؒ کو ملی تو فرمایا: "شاہ عالم نے بچپن کی وجہ سے جلد بازی کی ہے صبر کرنا چاہیئے تھا۔"

سلطان محمود خلجی نے سلطان قطب الدین کو یہ شعر لکھ کر بھیجا:

شنیدم گوئے مے بازی درون خانہ بے چوگان　　اگر داری سر دعویٰ بیا ایں گوئے و ایں میداں

اس شعر کے جواب میں سلطان قطب الدین نے صدر جہاں سے یہ شعر لکھوا کر بھجوایا:

اگر چوگاں بدست آرم سرت چوں گوئے بروارم　　دلے تنگ است ازیں کارم اسیر خود برنجانم

اس شعر میں اس واقعے کی طرف اشارہ تھا جس میں سلطان محمود کے پیشرو سلطان ہوشنگ کو سلطان مظفر شاہ نے قید کیا تھا مگر سلطان احمد (سلطان قطب الدین کے دادا) نے اسے نہ صرف ملک مالوہ واپس کیا بلکہ خود جا کر دوبارہ تخت پر بٹھایا۔ مولانا فریدی بحوالہ تاریخ گجرات از مولانا ذکاء اللہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ یکم صفر کو سلطان محمود شب خون مارنے کے قصد سے سوار ہوا مگر راستہ بھول گیا اور کانٹوں کی باڑوں والے کھیت میں جا الجھا صبح تک اس خار زار میں پھنسا رہا اور گھوڑے پر سوار رہا دن کو حسب ضابطہ لڑائی ہوئی جس میں سلطان محمود کو شکست ہوئی اور وہ مالوہ بھاگ گیا۔

مولانا صدر جہاں کی انابت : بحوالہ " تحفۃ الکرام " مولانا صدر جہاںؒ حضرت شاہ عالمؒ کے زمانے کے با عمل عالم تھے ان کا زہد و تقویٰ ضرب المثل بن چکا تھا۔ حضرت شاہ عالمؒ کے محبوب خلیفہ و مرید شیخ احمد المشہور "میاں مخدوم" ان کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے جاتے تھے۔ جب بھی مولانا کے سامنے حضرت شاہ عالم کا ذکر ہوتا تو وہ بڑی سختی سے ان کے فقر و ولایت کا انکار کرتے اور بے ادبی سے نام لیتے۔ میاں مخدومؒ کو مولانا کے اس رویہ سے سخت کوفت ہوتی۔ شروع میں تو میاں مخدومؒ نے بڑا صبر کیا مگر جب اپنے پیر و مرشد کا شکوہ سنتے سنتے کان پک گئے تو ایک دن دل میں فیصلہ کیا کہ اب کبھی درس گاہ میں نہیں آؤں گا۔ شام کو جب حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے مسکرا کر پوچھا: کیوں میاں! آج مولانا کے ہاں پڑھنے گئے تھے؟ عرض کی: جی حضور! حضرت نے فرمایا: دیکھنا برخوردار ایسے عالم بار بار پیدا نہیں ہوتے ان کی صحبت ترک نہ کرنا۔ مولانا کا وجود اس دور کے علماء میں بسا غنیمت ہے۔" چنانچہ میاں مخدوم کو مجبوراً" اپنا ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ دوسرے دن پھر پڑھنے گئے اتفاق سے حضرت شاہ عالمؒ کے خلاف خوب برسے اور بے ادبی کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ میاں مخدومؒ سے ضبط نہ ہو سکا بے اختیار رو پڑے۔ مولانا نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ آپ نے کہا مجھے آپ کی حالت پر رونا آ رہا ہے کہ ایک صحیح النسب سید جو قول و فعل اور احوال و اعمال میں حضرت رسول کریم

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل نمونہ ہے آپ کے شہر میں موجود ہے بجائے اس کے کہ آپ اس پاک ہستی سے استفادہ فرماتے الٹا طنز کر کے گنہگار ہوتے ہیں۔ مولانا یہ سن کر گہری سوچ میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا اگر آپ کا پیر چار شرطیں مان لے تو میں انہیں ملنے کے لئے جا سکتا ہوں۔

اول یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ وہ ریشمی لباس پہنتے ہیں جس دن میں ان سے ملنے جاؤں وہ مسنون لباس زیب تن کریں۔ دوسرے مجھے اطلاع ملی ہے کہ ان کا غالیچہ بھی زر بفت کا ہے یہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میاں مخدوم نے عرض کی کہ میرے حضرت کی پوشاک اور مسند مسنون ہوتی ہے اور جو لباس حضرت خلوت میں زیب تن فرماتے ہیں اسی میں باہر تشریف لاتے ہیں۔ باہر آنے پر بہ مقتضائے " للما لک ان یتصرف فی ملکہ کیف یشا " لوگوں کو حضرت کا لباس ریشمی نظر آتا ہے۔

مولانا نے فرمایا تیسری شرط یہ ہے کہ آپ کے حضرت میرے ساتھ علمی گفتگو فرمائیں اور کسی ایسے مسئلہ پر تقریر کریں جو ان کے حلقہء ارادت میں مذکور نہ ہوا ہو اور چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ رخصت کرتے وقت مجھے نقدی وغیرہ کچھ نہ دیں۔ میں نے سنا ہے کہ جب آپ کے حضرت کسی کو رخصت کرتے ہیں تو کچھ نقدی بھی پیش کرتے ہیں۔ اس انکار کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے حضرت کا گزر اوقات کا کوئی خاص ذریعہ نہیں رکھتے البتہ وہ تسخیر کی قوت سے لوگوں سے نذریں وصول کرتے ہیں۔ اگر یہ چار شرطیں وہ مان لیں تو میں ان کو ملنے کے لئے جا سکتا ہوں۔

میاں مخدومؒ نے عرض کی حضرت آپ کی یہ چاروں شرطیں منظور ہیں۔ بسم اللہ! تشریف لے چلئے کہ الخیر لا یوخر مولانا نے فرمایا کہ پہلے آپ جا کر اپنے حضرت سے معاملہ طے کریں اگر وہ قبول فرمالیں تو پھر آدمی بھیج دیں میں آجاؤں گا۔ میاں مخدومؒ نے عرض کی مولانا جو شرائط آپ نے سوچی ہیں اللہ جل جلالہ نے میرے حضرت کو آگاہ کر دیا ہے پیغام بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ اللہ اکبر! آپ کا اپنے پیر پر اس قدر اعتقاد ہے! میاں مخدومؒ نے کہا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ الغرض میاں مخدوم اور مولانا سوار ہو کر رسول آباد کو روانہ ہوئے۔ راستے میں مولانا میاں مخدومؒ سے بار بار کہتے کہ آپ جا کر اپنے پیر کو اطلاع کر دیں۔ میاں مخدوم عرض کرتے کہ مجھے جانے میں عذر نہیں لیکن اس سے آپ گمان کریں گے کہ شاید میں نے اپنے حضرت سے ان شرائط کے بارے میں کچھ کہہ سن لیا ہے۔ حضرت کے آستانہ پر پہنچ کر دربان کو کہا کہ حضرت کی خدمت میں اطلاع کرو دربان نے واپس آکر کہا کہ دیوان خانے میں تشریف رکھنے کیلئے فرمایا ہے۔ حضرت ابھی تشریف لاتے ہیں۔ جب مولانا دیوان خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کھجور کا ایک بڑا فرش بچھ رہا ہے۔ زر بفت کی مسند کا نشان تک نہیں۔ مولانا نے میاں مخدومؒ سے کہا چلو ایک شرط پوری ہو گئی۔ میاں نے عرض کی انشاء اللہ تمام شرائط پوری ہوں گی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت شاہ عالمؒ حرم سرا سے برآمد ہوئے مولانا نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا دیکھا کہ حضرت نے کھدر کا تہمد باندھ رکھا ہے۔ قمیض اور دستار مبارک بھی مسنون ہیں۔ مولانا نے میاں مخدومؒ سے اشارے کے ذریعے فرمایا کہ دو شرطیں پوری ہوئیں۔

حضرت شاہ عالمؒ مولانا کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھجور کے فرش پر تشریف لائے اور بطریق مسنون دو زانو ہو کر بیٹھ گئے مولانا سے مخاطب ہو کر فرمایا: "مولانا ملائکہ کو رویت الٰہی نصیب ہو گی یا

marfat.com

نہیں؟ مولانا نے فرمایا: "نہیں" حضرت نے فرمایا آیہء کریمہ: **فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا** (جو بھی اپنے رب کا دیدار چاہتا ہے وہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) عام حکم ہے پھر ملائکہ رویت سے کس طرح محروم رہ سکتے ہیں؟ مولانا نے عرض کی: ملائکہ کا وجود لطیف ہے تجلی کا متحمل نہیں ہو سکتا اور بشر بواسطہ کثافت متحمل ہو سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: وہ حکیم علی الاطلاق جو بشر کو بواسطہ کثافت رویت کی قدرت عنایت کر سکتا ہے وہ اس امر پر بھی قادر ہے کہ کسی دوسری چیز کے واسطہ سے ملائکہ کو بھی رویت کا متحمل بنا دے۔

مولانا نے کہا: ہم نقل کے تابع ہیں اور ہمارے اسلاف نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا ہاں بعض نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں رویت نصیب ہوگی کیونکہ ان کا شمار عباد میں ہے۔ حضرت شاہ عالمؒ نے فرمایا آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہمارے اسلاف نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اثبات رویت میں مشتمل رسالہ لکھا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ **الرویتہ ثابت لجبرئیل و لمیکائیل ولاسرافیل و لعزرائیل ولحملتہ العرش ولسائر الملائکتہ کافتہ** (رویت الٰہی جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، حاملین عرش اور تمام ملائکہ کیلئے ثابت ہے) حضرتؒ نے اسی وقت رسالہ مذکورہ منگوا کر مولانا کو اس روایت کی تصدیق کرائی۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ رسالہ اور یہ مضمون اب تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت شاہ عالمؒ نے اب دوسرا مسئلہ پیش فرمایا۔ ارشاد ہوا۔ مولانا! **قال اللہ تبارک و تعالیٰ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض** (ارشاد باری تعالیٰ ہے اگر ہم بندوں کیلئے رزق کشادہ کر دیتے تو وہ زمین میں فساد برپا کرتے) اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین کو بسط رزق عطا ہوا تھا اور بغاوت تو بجائے خود رہی وہ اطاعت و انقیاد میں حد سے بڑھ گئے تھے آپ اس آیہ کریمہ کی روشنی میں "پس ملازمت بغی و بسط چگونہ صورت بندد" ("بغی اور بسط" کی کیا تاویل کریں گے؟) مولانا نے کچھ جواب دیا۔ حضرت نے فرمایا یہ جواب فلاں تفسیر میں درج ہے لور مجھے اس سے اختلاف ہے۔ مولانا حضرت کے سوال کا تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ سوال کا نفس مضمون کچھ اور ہوتا تھا مگر مولانا کا جواب کچھ اور لیکن جو بھی جواب دیتے حضرتؒ فرماتے کہ یہ جواب فلاں تفسیر میں درج ہے یہاں تک کہ مولانا نے دس جوابات دیئے۔ حضرت ہر جواب کے بارے میں تفسیر کا حوالہ دیتے اور پھر اس پر اعتراض کر دیتے تھے۔ آخر مولانا عاجز آ گئے اور حضرتؒ سے فرمایا کہ آپ ہی جواب عنایت فرمائیں۔

حضرت شاہ عالمؒ نے فرمایا: عربی قوائد کا یہ اصول ہے کہ جب فعل کا فاعل ظاہر کریں تو ضرور ہے کہ فعل فاعل کی قدرت کے مطابق ہو۔ جیسا کہ بنی الامیر المدینتہ لیکن جب کہا جاتا ہے کہ "بناء مدینہ عظیم" وہ امیر کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے چونکہ اللہ کریم نے یہاں **بَسَطَتْ بسطاً و بسطاً** نہیں فرمایا بلکہ **بسط اللہ** ارشاد ہوا ہے لہٰذا **بسطی** جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مناسب ہو وہ مستلزم بغی ہے اور ربط درست ہے کیونکہ اس قدر بسط خود اب تک دنیا میں ظاہر نہیں ہوا۔ اگر اٹھارہ ہزار عالم بلکہ ستر ستر کروڑ بھی اللہ جل شانہ کسی کو عنایت کرے اس کی قدرت عنایت کے آگے کوئی چیز نہیں

marfat.com

ہے- مولانا صدر جہاں حضرت کی اس تقریر سے حیران رہ گئے اور دست بوسی کے بعد رخصت ہوئے- جب دہلیز کے پاس پہنچے اپنی چادر کے ایک گوشے میں وزن محسوس کیا دیکھا کہ مٹھی بھر اشرفیاں بندھی ہیں- میاں مخدوم کی طرف متوجہ ہو کر کہا تین شرطیں تو از خود عمل میں آ گئیں مگر چوتھی شرط پوری نہیں ہوئی آپ یہ اشرفیاں واپس لے جائیں- میاں مخدومؒ نے کہا اب زیادہ امتحان نہ لیجئے سوء ادبی سے پرہیز کریں اور یہ اشرفیاں قبول کر لیں- مولانا نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا آپ اشرفیاں واپس دے آئیں- میاں مخدوم نے عرض کی کہ آپ یہاں انتظار کریں میں حضرت سے جواب لاتا ہوں- مولانا دہلیز پر بیٹھ گئے اور میاں مخدومؒ نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر تمام ماجرا عرض کیا- حضرت شاہ عالمؒ نے فرمایا: "مولانا سے کہو کہ آپ شہر کے عالم اور مفتی ہیں اگر ہمیں فتویٰ کی حاجت ہوتی ہے تو آپ سے رجوع کرتے ہیں- آپ خود انصاف کریں کہ کیا میں نے آپ کو کچھ نذر کیا ہے یا میرے کسی خادم نے آپ کو کچھ دیا ہے یا آپ خود اٹھا کر لے گئے ہیں؟ کہ اس کا واپس لینا مجھے روا ہو سکے- یہ زر ہے کہ خالق معادن سے پیدا کرتا ہے اور اس نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کی چادر کے گوشے میں بھی پیدا فرما دیا ہے پس ان کے قبول کرنے کا حق آپ کا ہے یا میرا؟ ہاں اگر آپ مجھے ہبہ کر دیں (بخش دیں) تو میں لینے کو تیار ہوں-" میاں مخدومؒ نے مولانا کی خدمت میں آ کر حضرت کا جواب عرض کیا- مولانا نے ان اشرفیوں کو قبول کرتے ہوئے کہا میاں مخدومؒ! آپ کا پیر جس طرح طریقت میں کامل ہے ویسے شریعت میں بھی کامل ہے- اس روز سے مولانا نے حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں باقاعدہ آمد و شد جاری کی اور دینی و دنیوی فیوض و برکات سے بہرہ وافر حاصل کیا-

زگرد کوئے خوباں بیفشاندم دامن تقویٰ چہ دانستم کہ روزے خواہم آں را توتیا کردن

مروت و عطا : صاحب "تذکرہ رکن عالم" مزید تحریر فرماتے ہیں: اولیاء اللہ کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بغض و عناد نہیں رکھتے حضرت شاہ عالمؒ اس صفت سے بھی بکمال متصف تھے- ملک محمد اختیارؒ آپ کے زمانے کے اکابر اولیاء اللہ تھے وہ سلطان محمود بیگڑہ کے اکابر امرا میں سے تھے ایک بزرگ شیخ کبیر الدین چشتی جو سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوریؒ کی اولاد سے تھے ان کی صحبت اور توجہ باطنی سے عہدۂ امارت ترک کر کے ولی اللہ ہو گئے- حضرت شاہ عالمؒ کا کوئی مرید ان کے حلقۂ میں جا داخل ہوا آپ کو اطلاع ملی تو فرمایا کوئی حرج نہیں بلکہ اس کے سامنے فی البدیہہ یہ شعر پڑھ دیا-

ہر کرا باشد دو عالم بختیار او کند خدمت محمد اختیار

ایک دفعہ حضرت شاہ عالمؒ اور ملک محمد اختیارؒ کی راہ چلتے کہیں ملاقات ہو گئی دونوں نے ایک دوسرے سے خرقہ طلب کیا- ملک نے عرض کی: "عطا از شاہان است" حضرت شاہ عالم نے فرمایا: "آپ بھی شاہوں میں سے ہیں" انجام کار حضرت شاہ عالم نے اپنا پیراہن اتار کر ملک کے سپرد کیا اور ملک نے اپنی ٹوپی نذر کی-

ہندو حاکموں کی تعدی : منگرول کے سید سکندر بن مسعود سہروردیؒ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مرید و خلیفہ تھے- ان کے پوتے سید رکن الدین بن سید آدم سہروردی حضرت شاہ عالمؒ کے ہم عصر

marfat.com

تھے اور گرنار میں خدمت دین سر انجام دے رہے تھے ان دنوں گرنار کا راجہ راؤ منڈلیک تھا جو ظالم اور متعصب تھا۔ صاحب "تاریخ سورٹھ" دیوان رنجوجی امرجی لکھتے ہیں کہ راجہ نے سندھی' بلوچی' جاٹ' کھوکھر' ملک' ملتانی' قریشی' افغانی اور غوری مسلم اقوام سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ وہ اپنی داڑھیاں منڈوائیں گے۔ گاؤ کشی سے باز رہیں گے۔ اپنی مساجد میں جالندھری دیوی اور شولنگ کو تراشیدہ یا غیر تراشیدہ صورت میں رکھیں گے۔ سید رکن سہروردیؒ راجہ کے اس ظالمانہ و متعصبانہ رویہ سے بڑے کبیدہ خاطر ہوئے انہوں نے حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں خط لکھا: فقیر کے جد امجد سید سکندر بن مسعودؒ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے فرمان کے بموجب منگرول میں آکر قیام پذیر ہوئے تھے۔ یہاں چاروں طرف کفار کی آبادی تھی۔ میرے حضرت نہایت صبر و استقامت کے ساتھ تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے جب وہ وصال فرماگئے تو میرے والد ماجد (سید آدم بن سکندر سہروردیؒ) نے مسند رشد و ہدایت سنبھالی اور امربالمعروف کا یہ سلسلہ بڑی سرگرمی سے جاری رکھا۔ ان کے وصال کے بعد اب یہ ذمہ داری اس خاکسار کے حصے میں آئی ہے۔ فقیر کے راستہ میں بزرگوں کے مقابلہ میں مشکلات زیادہ اور دنیاوی اسباب محدود ہیں۔ اس لئے خطرہ ہے کہ اگر فوراً دستگیری نہ فرمائی گئی تو گرنار اور منگرول میں مسلمانوں کا رہنا ناممکن ہو جائے گا۔

اس عرضداشت کے جواب میں حضرت شاہ عالمؒ نے رکن الدین سہروردیؒ کو لکھا: مشکلات سے انسان کو پست ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ سورٹھ میں آپ کے خاندان کو مخدوم جہانیاںؒ نے آباد کیا ہے اس لئے ان کی پاک روح ہمیشہ آپ کی معین و مددگار ہے۔ ابتلاء و آزمائش کے اس دور میں موقع کی نزاکت کا لحاظ رکھیں اور مفصلہ ذیل اوراد و وظائف کو اپنا شعار بنائیں (یہاں حضرت نے چند اور لوورج فرمائے اور مزید لکھا) ہمیں دیگر ذرائع سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ حکومت نے گرنار اور منگرول کے مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کی اس معاملہ کو متعلقہ حکام کے پیش کرکے مناسب انتظام کیا جائے گا۔ گرنار کے مقدم (راجہ) کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے بہت جلد کیفر کردار کی سزا پائے گا۔ (گجرات کے دو درویشوں کی خط و کتابت" مطبوعہ ۱۹۴۶ء از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی) حضرت شاہ عالمؒ نے سید رکن الدینؒ کی عرض داشت اپنے ایک معتمد کی معرفت سلطان محمود بیگڑہ کو بھیج کر تاکید فرمائی کہ جس قدر ممکن ہو گرنار اور منگرول کے مظلوم مسلمانوں کی خبر لو چنانچہ سلطان فوراً گرنار پر حملہ آور ہوا اور رائے کھنگار (چڈہ سمہ) کو گرفتار کرکے حضرت کے قدموں میں لا ڈالا۔

عماد الدین محمد طارمیؒ : شیراز کا ایک سوداگر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ میں ایک بہت بڑا اور قیمتی خیمہ دہلی دربار کیلئے شہنشاہ کے پاس لے گیا تھا جو انہوں نے نہیں خریدا للذا واپس جا رہا ہوں آپ نے خیمہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ جب وہ کھولا گیا تو وہ زر بفت کا جواہرات سے مرصع نہایت خوبصورت خیمہ تھا۔ حضرت نے قیمت پوچھی سوداگر نے ایک لاکھ روپیہ بتائی۔ آپ نے مسند کا ایک سرا اٹھایا۔ لاکھ روپیہ گن کر اسے دے دیا اور خیمہ لنگر خانے میں داخل کرایا۔ سوداگر منہ مانگی رقم پاکر بہت خوش ہوا۔ حضرت نے پوچھا اور کوئی خواہش؟ عرض کی بڑھاپے کی سرحد کو پہنچ چکا ہوں مگر اولاد نرینہ سے محروم ہوں۔ فرمایا اطمینان رکھ۔ حق تعالیٰ تمہیں فرزند عنایت کرے گا اور وہ

marfat.com

دین حنیف کا ستون ہوگا اسے میرے نام سے موسوم کرنا۔ سوداگر رخصت ہو کر چلا گیا۔ مدت معینہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے فرزند عنایت فرمایا اس نے حسب ارشاد اس کا نام محمد رکھا اور اس کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ کچھ مدت کے بعد وہ پڑھ لکھ کر عالم ہوگیا لڑکے نے چونکہ سن رکھا تھا کہ وہ حضرت شاہ عالم محمدؒ کی دعا سے پیدا ہوا ہے اور اس کا نام بھی حضرت نے اپنے نام پر رکھنے کا حکم فرمایا تھا لہٰذا وہ حضرت سے غائبانہ انتہائی عقیدت رکھتا تھا چنانچہ وہ گجرات حاضری کیلئے روانہ ہوا۔ اس دوران حضرت کا وصال ہوچکا تھا لہٰذا حضرت کے خلیفہ خاص ملک قطب الدینؒ کا مرید ہوگیا۔ یہ لڑکا حضرت مولانا عماد الدین محمد طارمیؒ کے نام سے عالم میں مشہور ہوا۔ علوم ظاہری میں تو پہلے ہی یہ صاحب بے نظیر تھے اب باطنی علوم میں بھی فرد درویش ہو گئے۔ مرشد نے آپ کو خلق خدا کی ہدایت پر مامور فرمایا چنانچہ ایک دنیا نے ان کے فیوض و برکات سے استفادہ کیا (تذکرہ رکن عالم)

شاہ بھیکنؒ کی وفات کا واقعہ : صاحب "تحفۃ الکرام" لکھتے ہیں کہ سلطان احمد شاہ فرمانروائے گجرات کا داماد ملک فخر الدین بچپن میں اتنا سخت بیمار ہوگیا تھا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی اس کے والد ملک سیف الدین نے ہرچند علاج معالجہ کیا مگر افاقہ نہ ہوا یہاں تک کہ مریض کی روح پرواز کرگئی۔ ملک سیف الدین کو اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ وہ مضطربانہ وار اپنے مرشد طریقت حضرت برہان الدین قطب العالم سہروردیؒ (حضرت شاہ عالم کے والد ماجد) کی خدمت میں دوڑا اور کلاہ و شجرہ بھی ساتھ لیتا آیا کہ اگر حضرت مخدوم نے توجہ نہ فرمائی تو احتجاج کے طور پر یہ تبرکات واپس کردوں گا۔ حضرت قطب العالمؒ ان دنوں اساول میں قیام فرما تھے۔ ملک سیف حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور رو رو کر عرض کی کہ حضرت میرا ایک ہی فرزند ہے۔ وہ اس وقت قضا و قدر کے قبضے میں ہے مجھ پر رحم فرمایئے اور میرا بچہ واپس دلا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: میاں منجھلے (شاہ عالمؒ) کے پاس جاؤ۔ ملک سیف الدین فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر اپنا حال سنایا۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا: ممکن ہے عزیز کی عمر ہی اتنی ہو اور توجہ سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ ملک سیف الدین نے بے تکلفی اور بے چارگی کی بناء پر گلو گیر ہو کر عرض کی: "تو کیا آپ قیامت کے دن شفاعت کے وقت بھی ایسا ہی جواب دیں گے؟" حضرت شاہ عالمؒ اس کے جواب کو درگزر کرتے ہوئے محل سرا میں چلے گئے۔ حضرت شاہ عالمؒ کے فرزند نمبر ۲ شاہ بھیکن اس وقت نو سال کے بچے تھے ملک سیف الدین جب ان دو بزرگوں سے مایوس ہوگیا تو وہ شاہ بھیکن کے قدموں میں آگرا اس کی حالت ناقابل بیان تھی۔ شاہ بھیکن سے اس کی حالت اضطراب نہ دیکھی گئی اور اپنے والد حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی عاجزی سے سفارش کی۔ حضرت سنجیدہ سے ہوگئے اور اپنے کم سن بیٹے شاہ بھیکن کو مخاطب کر کے فرمایا: اگر تمہیں اس کے بیٹے کے بدلے میں دے دوں تو گوارا کرلو گے؟ شاہ بھیکن نے عرض کی: **ما اہل الفعل ما تو مر** حضرت شاہ عالم انہیں اپنے حجرۂ خاص میں لے گئے اور ہندی زبان میں مناجات کی " راجن جی بکرو تے بدل بکرو" ابھی یہ الفاظ زبان پر تھے کہ شاہ بھیکن مردہ ہو کر گر پڑے حضرت شاہ عالمؒ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور ایک خادم سے فرمایا کہ سیف الدین سے کہو گھر جا کر غور سے دیکھے شاید اس کا بیٹا فوت نہ ہوا ہو ممکن ہے اسے سکتہ ہوگیا ہو۔ ملک سیف فوراً گھر کو دوڑا

marfat.com

راستے میں لوگوں نے بتایا کہ تیرا لڑکا زندہ ہوگیا ہے۔ ملک سیف الدین کو مخدوم زادہ ھیکن کے حادثہ کی اطلاع نہ تھی جب علم ہوا تو سخت متاسف ہوا۔ شاہ ھیکن کا مزار اپنی والدہ ماجدہ بی بی مرکیؒ کے پہلو میں مقبرہ جام جونا میں واقع ہے۔ بی بی مرکیؒ جام جونا فرمانروائے سندھ کی صاحبزادی تھیں۔

راجہ منڈلیک : صاحب مرأۃ سکندری اس راجہ کے قبول اسلام کا واقعہ یوں لکھتے ہیں : ایک دن راؤ منڈلیک (غالباً" جوناگڑھ کے ہندو حکمرانوں کا لقب تھا) رسول آباد گیا جہاں حضرت شاہ عالمؒ مقیم تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہاں بہت سے ہاتھی، گھوڑے اور آدمی جمع ہیں اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کس امیر کی ڈیوڑھی (حویلی) ہے۔ لوگوں نے بتایا: یہ شاہ عالم پناہؒ کا آستانہ مبارک ہے۔" اس نے پوچھا: یہ کس کے ملازم ہیں اور انہیں کون دیتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ متوکل علی اللہ ہیں وہیں سے یہ سارا ساز و سامان مہیا ہوتا ہے۔ اسے حضرت سے ملنے کا شوق ہوا۔ جب دیوان عام میں داخل ہوا تو حضرت شاہ عالمؒ کے رخ انور کو دیکھتے ہی پکار اٹھا کہ مسلمان ہونے کیلئے کن کلمات کی ضرورت ہے۔ حضرت شاہ عالم نے کلمہ پڑھا۔ راؤ نے اسے دہرایا اور صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔

راؤ کو سلطان نے خان جہان کا خطاب عنایت کیا اس کے خاندان کے لوگ معزز عہدوں پر فائز ہوئے اس نو مسلم راجہ کی قبر شہر احمد آباد کے مانک چوک میں ہے ("تذکرہ رکن عالم سہروردی" بحوالہ "احمد آباد کا مسلم فن تعمیر")

وصال : صاحب "تحفۃ الکرام" لکھتے ہیں "کشف و کرامات و خرق عادات آنحضرت بین الخواص و العوام ایں دیار مشہور و معروف است کہ ایں اوراق گنجائش نہ دارد"۔ حضرت نے تریسٹھ سال کی عمر پا کر ۲۰ جمادی الثانی ۸۸۰ ہجری (بروز ہفتہ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۴۷۵ء) کو وصال فرمایا۔ مزار پر انوار موضع رسول پور میں ہے۔ تاج محمد خان نرپالی جو کہ سلطان محمود بیگڑہ کے امراء میں سے تھا اس نے آپ کا مقبرہ لاکھوں روپے کے مصارف سے تعمیر کرایا۔ مسجد محمد صالح بدخشی نے بنوائی۔ نجابت خان نے اس پر دو میناروں کا اضافہ کیا۔ زائرین کے لئے سلطان محمود شہید نے تعمیر کرائی اور سیف خان نے اس کو وسیع کیا۔ کئی مواضعات خرچ اعراش اور وجہ ء معاش سادات شاہیہ کے لئے مقرر تھے جو صدیوں تک اس خاندان کے قبضے میں رہے۔

اولاد امجاد : آپ کے پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ (۱) شاہ راجو (۲) سید بڈھن (۳) سید شیخ محمد اور دختران میں بی بی راجی اور بی بی امت اللہ، نادوت کے رئیس ملک اسحاق کھوکھر کی صاحبزادی بی بی خونداؒ کے بطن عفت سے پیدا ہوئے۔ سید سلطان محمد بی بی سو نکلی بام سے اور سید بھیک محمد المعروف ھیکن اور بی بی مجھلیؒ حضرت بی بی مرکی بنت جام جونا فرمانروائے ٹھٹھہ سندھ کے بطن عفت سے پیدا ہوئے۔

بحوالہ "تحفۃ الکرام" حضرت شاہ عالمؒ کے وصال کے بعد نعمت فیوض الٰہی چار اصحاب میں تقسیم ہوئی۔ اول سید ناصر الدین محمود المعروف بہ شاہ محمد راجو صاحب سجادہ + دوم : حضرت دیوان سید محمد زاہد بخاری (حضرت شاہ عالمؒ کے چھوٹے بھائی) سوم : خلیفہ ء خاص شیخ احمد المعروف میاں مخدوم۔ چہارم : شریف ابوبکر عیدروسؒ حضرت شاہ عالمؒ کے مرید و خلیفہ

marfat.com

صاحب "تذکرہ رکن العالم سہروردی" لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عالمؒ کی اولاد امجاد کا تین پشتوں تک حال نہیں مل سکا آپ کے دوسرے صاحبزادے سید بھیک محمد المعروف "بھیکن شاہؒ" کا ذکر بھی سلطان احمد شاہ کے داماد ملک فخر الدین کے ذکر میں ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تین پشتوں تک حضرت قطب العالم برہان الدین سہروردیؒ کے بڑے صاحبزادے سید ناصر الدین مخدوم سید محمود المعروف بہ "شاہ وڈا" کی اولاد صاحب سجادہ رہی اور حضرت شاہ عالمؒ کے صاحبزادے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے باوجود ان کے تابع فرمان رہ کر خاموش زندگی بسر کرتے رہے۔

اکابر خلفا : دیوان سید محمد زاہد (جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے) مولانا شیخ احمد المشہور بہ میاں مخدوم" سلطان شاہ غزنیؒ" میاں قطب الدینؒ" قاضی العالم شاہ حمادؒ" قاضی حمید عرف شاہ جالندہؒ" ملک عبداللطیف داور الملک المشہور بہ "شاہ دادل" شیخ الاسلام خواجہ احمد بن ذوسنؒ" قاضی سید اسماعیل اصفہانیؒ" مولانا محمد صدیقؒ" قاضی نجم الدین گجراتیؒ" شریف ابوبکر عید روسیؒ" میاں الولکؒ" قاضی محمود گجراتیؒ" شیخ حسام الدین متقی ملتانیؒ

شیخ حسام الدین متقیؒ ملتانی سہروردی چشتی

آپ حضرت شاہ عالم گجراتی سہروردیؒ کے مرید تھے مزید برآں چشتی سلسلہ میں بھی فیض یافتہ اور صاحب اجازت تھے۔ بہ مطابق صاحب "بستان الانبیاء فی انوار الاصفیا" آپ کی ولادت ۸۷۸ ہجری (۱۴۷۳ عیسوی) میں ہوئی۔ آپ بڑے عالم، زاہد و متقی تھے۔ خدا تعالیٰ کے ارشاد **فاتقوا اللہ ما استطعتم** کے پیش نظر **فاتقوا اللہ حق تقاتہ** کے بلند مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے۔

مشتبہ کھانا : ایک روز ایک شخص نے کھانا دیا۔ آپ نے اس میں سے ایک لقمہ کھا کر فرمایا کہ طبیعت میں بوجھ محسوس ہوا ہے اپنے چشتی سلسلہ کے مرید علی متقیؒ سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ طبیعت مکدر ہوئی ہے۔ انہوں نے عرض کی حضرت! کھانا حلال کا ہے مگر جس وقت ہمسایہ سے آگ لی ہے تو چند تنکے گھاس پھونس کے اس کی اجازت کے بغیر اٹھا لئے تھے اور ان سے آگ سلگا کر یہ کھانا تیار کیا گیا۔ یہ سن کر آپ فوراً" اٹھے اور جس گھر سے آگ لائی گئی تھی اسے کچھ دے کر معاف کرایا کہ تیرے گھر سے گھاس پھونس بے اجازت لی گئی تھی چنانچہ اس کے بعد وہ کھانا تناول فرمایا۔ (تذکرہ اولیائے ہند)

غیبی امداد : صاحب "تذکرہ رکن العالم" لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ خدا یار صاحب چشتیؒ نظامی خانپوری سے منقول ہے کہ اوائل حال میں حضرت شیخ حسام الدینؒ قصبہ مڑل میں رہتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ کوئی نماز جماعت کے بغیر نہیں پڑھتے تھے اور گزر اوقات کیلئے فارغ وقت میں رسیاں بنا کرتے تھے۔ ایک دن رسیاں بیچنے کیلئے ملتان جا رہے تھے کہ راستے میں نماز عصر کا وقت آگیا چونکہ باجماعت نماز پڑھنے کی عادت تھی اس لئے دائیں بائیں نظر دوڑائی کہ کہیں سے کوئی دوسرا آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ نماز ادا کریں۔ ایک گڈریا بکریاں چرا رہا تھا آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے کہا۔ اس نے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ہرچند منت سماجت کی مگر وہ نہ مانا۔ آخر اس نے اس شرط پر نماز پڑھنے پر آمادگی ظاہر کی کہ حضرت شیخ اپنی رسیاں اس کے

marfat.com

حوالے کردیں۔ شیخ نے بلا تردد تمام رسیاں اس کے حوالے کردیں اور لے اپنے پہلو میں کھڑے کر کے عصر کی نماز با جماعت ادا کی۔ رسیاں بٹ کر کئی دنوں کے فاقہ کے بعد گزر اوقات کی ایک یہ صورت پیدا ہوئی تھی مگر وہ رسیاں بھی چرواہے نے لے لیں لہٰذا یہ فکر ہوگئی کہ گھر بیوی کو کیا جواب دوں گا۔ گھر پہنچے تو اہلیہ محترمہ جو بھوک سے بلبلاتے بچوں کو گود میں لئے اسی انتظار میں بیٹھی تھیں کہ آپ کچھ لائیں تو بچوں کو کھلاؤں اس نے فوراً سوال کیا کہ آپ رسیوں کے کیا دام لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جس شخص سے معاملہ ہوا ہے اس نے وعدہ کیا ہے کہ رسیوں کی قیمت گھر پہنچادوں گا۔ یہ کہہ کر فی الفور مسجد کو چلے گئے اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کافی رات گئے گھر واپس آئے ابھی دروازے میں ہی تھے کہ اندر سے زردے کی خوشبو آئی۔ آگے بڑھے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بیوی کے آگے کئی قسم کے کھانے دھرے ہیں اور وہ بڑے اطمینان سے بچوں کو کھلا رہی ہے۔ دریافت کرنے پر بی بی صاحبہ نے بتایا کہ آپ جب مسجد کو چلے گئے تو آپ کے پیچھے ایک شخص آیا۔ اس نے اشرفیوں کی ایک تھیلی پیش کی اور کہا کہ حسام الدین سے کہنا کہ یہ رسیوں کی قیمت ہے۔ اگر آئندہ بھی ہمارے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتے رہے تو ہماری طرف سے کوئی بد عہدی نہ ہوگی۔

میری ہر چیز وقف ہے: بموجب صاحب "تذکرہ اولیاء ہند" ایک روز آپ کے ہاں مجلس تھی۔ ایک شخص چلتے وقت نادانستہ آپ کی جوتی پہن کر چلا گیا جب اس کو معلوم ہوا تو (نادم ہو کر) آپ کی جوتی واپس لایا۔ آپ نے فرمایا کہ میری ہر چیز وقف ہے کوئی یہ لے لے تو اس پر حرام نہ ہوگی اس لئے اب میں نہیں لوں گا جب تک کہ اس کی قیمت ادا نہ کردوں۔ جب اس شخص نے انتہائی معذرت کے ساتھ واپس لے لینے پر اصرار کیا تو آپ نے اس کی قیمت دے کر لے لیا۔

کاشتکاری کے سلسلہ میں اس حد تک محتاط تھے کہ خراجی زمین میں کاشت کرتے اور اس کا خراج ادا کیا کرتے تھے۔ انجام کار ان زمینوں پر ایک دفعہ ایسا حادثہ یا واقعہ پیش آیا کہ زمینیں خلط ملط ہوگئیں اور ان کا خراجی ہونا مشتبہ ہوگیا تو آپ نے اس شبہ کی وجہ سے اس زمین کی پیداوار کو کھانا ترک کردیا اور جب شدید بھوک لگتی تو قوت لایموت کے اندازہ سے معمولی غذا کھا لیا کرتے اور اکثر اوقات تو فاقہ کش ہی رہتے۔ اسی تنگی اور سختی کے زمانے میں جب کھانا پینا بالکل ہی بند کردیا تو آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کا وصال ۹۶۱ ہجری کو ہوا (بستان الانبیا) مگر تذکرہ اولیائے ہند کے مطابق ۹۶۰ ہجری ہے جو ۱۵۵۳ء عیسوی کے متوازی ہے۔

انتہائے انکسار: بموجب "اخبار الاخیار" (شیخ حسام الدین متقی کے چشتی سلسلہ میں مرید) شیخ عبدالوہاب متقی کا بیان ہے کہ شیخ علی متقیؒ جب آپ سے استفادہ کرنے کیلئے تشریف لائے تو آپ نے انہیں ایک حجرے میں ٹھہرایا۔ درس دینے کیلئے آپ انہیں بلاتے نہیں تھے بلکہ خود کتابیں سر پر اٹھائے حجرے کے دروازے پر پہنچتے اور فرماتے: "حسام الدین حاضر ہے کیا حکم ہے؟" ایک دو مرتبہ اسی طرح فرماتے۔ اگر شیخ علی متقیؒ دروازہ کھول دیتے تو حجرے کے اندر داخل ہو کر انہیں بیضاوی شریف کا درس دیتے ورنہ واپس لوٹ آتے۔

حضرت کا فرزند بایزید: آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام بایزید تھا۔ علم و عمل اور زہد و تقویٰ

marfat.com

میں وہ بھی آپ کی صحیح تصویر تھے حضرت محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ شیخ حسام الدینؒ کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کسی کو مسجد میں گاتے ہوئے دیکھتے تو اسے روک دیتے تھے اور امر بالمعروف کا حق بجا لے آتے تھے لیکن شیخ بایزید گوشہء تنہائی میں بیٹھے رویا کرتے۔ دنیا اور دنیا داروں سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے انہیں ایک روپیہ نذر کیا۔ آپ نے اس سے پہلے کبھی روپیہ نہ دیکھا تھا۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے اور کس کام آتا ہے؟ اس نے بتایا کہ اسے روپیہ کہتے ہیں۔ بازار میں اس کو دے کر جو چاہتے ہیں سو خرید لیتے ہیں۔

مولانا فریدی صاحب "تذکرہ حضرت رکن عالمؒ" فرماتے ہیں کہ شیخ حسام الدین متقی کتنے بڑے درویش تھے کہ سلسلہء چشتیہ میں شیخ علی متقیؒ اور شیخ عبدالوہاب متقیؒ جیسے کامل ان کے مرید تھے اور سلسلہء سہروردیہ میں مخدوم طیب، شیخ عبدالکریم اور شیخ محمد اسماعیل (المعروف میاں وڈھا) جیسے علماء اور زہاد ان کے کفش برداروں کی فہرست میں (سلسلہ وار) نظر آتے ہیں۔ اپنے عہد کا یہ ابوذر غفاری کہلانے والا اور روانی کے درمیان ضلع ملتان میں (پاکستان ویسٹرن ریلوے کے ایک معمولی سٹیشن کے پاس) ایک گم نام گوشے میں پڑا سوتا ہے۔ گرد و پیش کے لوگ آپ کا مقام تو بجائے خود رہا صحیح نام سے بھی واقف نہیں صرف اتنا جانتے ہیں کہ "پیر سام دین" کا قبرستان ہے۔

آپ کے سہروردی خلفاء میں شیخ میلونؒ کا نام آتا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ کی نعمت مخدوم چنن کے سپرد فرمائی۔ ان سے مخدوم برہانؒ (ثانی) نے استفادہ کیا انہوں نے مخدوم طیبؒ کو نوازا۔ ان سے شیخ عبدالکریمؒ بہرہ مند ہوئے۔ شیخ عبدالکریمؒ نے یہ نعمت مولانا شیخ محمد اسماعیل المعروف میاں وڈھاؒ کو عطا فرمائی۔ شیخ عبدالکریمؒ کے ایک اور مرید و خلیفہ شاہ حبیب ملتانی بھی تھے جن سے ایک شاخ حبیب شاہیہ (سہروردیہ) ہے۔ جن کا مزار پر انوار شاہ شمس سبزواری کے مزار کے قریب ملتان میں ہے۔

marfat.com

باب ششم

مخدوم رکن الدین ؒ ثانی قریشی سہروردی

بمطابق صاحب "تذکرہ رکن عالم ملتانی" حضرت شیخ الاسلام رکن الدین اسماعیل قریشیؒ اپنے والد ماجد شیخ الاسلام صدر الدین محمد سہروردیؒ سجادہ نشین بارگاہ غوثیہ ملتان کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ ۷۶۶ ہجری (مطابق ۱۳۶۵ عیسوی) میں اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد آبائی مسند کے مالک بنے۔ آپ کے سن شعور میں حضرت مخدوم صدر الدین راجن قتالؒ اوچی متوفی ۸۲۷ ہجری (۱۴۲۴ عیسوی) کی درویشی کا بڑا چرچا تھا۔ آپ اگرچہ ان کے پیرزادگان میں سے تھے لیکن روحانی فیوض و برکات کے لئے ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ حضرت راجن قتالؒ نے بڑی محبت اور شفقت سے آپ کی تربیت فرمائی اور تھوڑے سے عرصے میں ہی آپ کو سلوک کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ آپ کا روحانی سلسلہ بے حد وسیع ہے۔

بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" اس زمانہ میں دہلی کی سلطنت سخت کمزور ہو چکی تھی پرانی دلی میں محمود شاہ بادشاہت کرتا تھا اور فیروز آباد میں اس کا ایک دوسرا عزیز ناصر الدین نصرت شاہ کے نام سے حکمران بنا بیٹھا تھا۔ آئے دن کی خانہ جنگیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغلوں کا لشکر امیر تیمور لنگ کی کمان میں ہندوستان پر چڑھ آیا۔ امیر تیمور کے بھانجے میرزا پیر محمد جہانگیر نے ملتان کا محاصرا کرلیا۔ سارنگ خان صوبیدار ملتان نے چھ ماہ تک مقابلہ کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شہریوں کا ذخیرہ خوراک بالکل ختم ہوگیا۔ انجام کار تنگ آکر سارنگ خان نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور لشکر نے شہر میں لوٹ مار اور قتل کا بازار گرم کردیا۔ یہ مال امیر تیمور کو بمقام جنجان پیش کیا گیا وہ وہاں سے دہلی پہنچا اور وہاں لوٹ مار اور قتل و غارت کے بعد ۱۹ جمادی الآخر ۸۰۱ ہجری (۲۶ فروری ۱۳۹۹ء) کو براہ نگر کوٹ افغانستان کی وادیوں میں غائب ہوگیا۔ حضرت رکن الدین اسماعیل اس حادثہ کے چند ماہ بعد اسی سال کی عمر میں ۱۳۹۹ء میں وصال فرما گئے۔

عماد الدین کہی پھوڑ : بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" حضرت رکن الدین ثانیؒ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ عماد الدین کہی پھوڑؒ سجادہ نشین ہوئے۔ خضر خان صوبیدار ملتان کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اس نے آپ کو شیخ الاسلامی کا منصب عطا فرمایا۔ شیخ عماد الدینؒ کے چھ صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے صدر الدین حلیمؒ تھے۔

صدر الدین حلیمؒ : ان کے وصال کے بعد صدر الدین (ثالث) حلیمؒ سجادہ نشین ہوئے۔ حلیم کی وجہ تسمیہ صاحب "تحفۃ الکرام" شیر علی قانع لکھتے ہیں کہ سندھ کے سفر کے دوران ایک دفعہ شیخ الاسلام صدر الدین حلیمؒ سید محمد حسین شاہ گجراتی کے ہمراہ ٹھٹھہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لئے جاتے تھے کہ حضرت نے راستے میں ہی شاہ صاحب سے نہایت لطیف پیرائے میں پوچھا کہ "پیری راچہ چیزرا باید گفت" شاہ صاحب نے ادھر ادھر دیکھا۔ اتفاق سے مردہ بلی کے ایک خشک ڈھانچہ پر نظر جا پڑی۔ شاہ صاحب نے اس پر توجہ فرمائی اور کہا "برخیز!" شاہ صاحب کا یہ فرمانا تھا کہ

marfat.com

بلی زندہ ہو کر بھاگ گئی۔ شاہ صاحب نے فرمایا: "پیری این است" شیخ الاسلام صدر الدینؒ خاموشی سے راستہ طے کرتے رہے۔ جب مسجد کی دہلیز پر پہنچے تو اپنے خادم سے فرمایا کہ بازار سے ایک جاہل کافر خرید لا۔ چنانچہ خادم نے تھوڑی سی دیر میں ایک برہمن کو لا کر پیش کر دیا۔ آپ نے اسے منبر پر بٹھا کر فرمایا: وعظ کر! برہمن نے کھڑے ہو کر بسم اللہ شریف کے چودہ معنی بیان کئے اور اس فصاحت و بلاغت سے تقریر کی کہ حاضرین دنگ رہ گئے۔ اب شیخ الاسلام شاہ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "مردوں کا زندہ کرنا بدعت ہے اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور سکرات کی تلخی کو دوبارہ چکھنا پڑتا ہے۔ البتہ مردہ دلوں کو زندہ کرنا ہمارے مشائخ کا طریقہ رہا ہے" شاہ صاحب کو یہ جواب بہت پسند آیا اور فرمایا کہ آپ تو "حلیم" ہیں اس پر حضرت صدر الدینؒ نے فرمایا اور آپ "مشائخ کی مراد" ہیں۔ یہ الفاظ ان بزرگوں کی زبان سے کچھ ایسے وقت میں نکلے تھے کہ یادگار زمانہ بن کر رہ گئے۔ شیخ الاسلام صدر الدین "حلیم" اور سید محمد حسین "مراد شاہ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

شیخ الاسلام کی وفات کے بعد رشد و ہدایت کے سجادہ پر شیخ الاسلام محمد یوسف قریشیؒ فرمانروائے ملتان بہرہ مند ہوئے۔ مخدوم محمد یوسفؒ کے بعد یہ نعمت شیخ شہر اللہ کے حصے میں آئی۔ مخدوم شہر اللہ اپنے والد شیخ یوسفؒ کے بلاواسطہ مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم یوسفؒ رائے سہرہ کی غداری کے باعث اپنے والد ماجد کے ہمراہ دہلی ہجرت کر گئے تھے لیکن ان کے بھائی شیخ یحیٰ قریشیؒ ملتان میں ہی مقیم رہے اس لئے لنگاہ سلاطین نے انہیں حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے سجادۂ غوثیہ کا صاحب سجادہ تسلیم کر لیا۔ شیخ یحیٰ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ برہان الدینؒ صاحب سجادہ بنے۔ ان کے وصال کے بعد شیخ شہر اللہؒ دہلی سے ملتان واپس تشریف لا کر صاحب سجادہ بارگاہ غوثیہ ہوئے۔

شیخ الاسلام مخدوم محمد یوسف قریشیؒ فرمانروائے ملتان و اوچ

بحوالہ "تذکرہ رکن عالم" شیخ الاسلام صدر الدین حلیمؒ لاولد تھے۔ ان کی وفات کے بعد مخدوم محمد یوسفؒ جو مخدوم حلیمؒ کے چھوٹے بھائی تھے سجادہ نشین ہوئے۔ تیموری افواج کی لوٹ مار اور قتل و غارت سے ملک کی حالت ناگفتہ بہ تھی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ "تاریخ نظام الدین" کے مطابق ۸۴۷ ہجری (۱۴۴۳ عیسوی) میں سلطان علاؤ الدین بن محمد شاہ کے عہد حکومت میں اہالیان ملتان نے حضرت مخدوم محمد یوسفؒ کو ملتان اوچ و ملحقہ علاقہ جات کا فرمانروا چن لیا چنانچہ ان علاقوں میں حضرت کا خطبہ پڑھا گیا اور آپ نے تھوڑے سے عرصہ میں ملکی انتظام قائم کر دیا۔ انہیں ایام میں سندھ میں رائے سہرہ نامی ایک لنگاہ سردار کے دل میں ہوس حکمرانی پیدا ہوئی چونکہ عوام نے شیخ کو از خود اپنا حکمران بنایا تھا اور ان کے حسن انتظام سے تمام رعایا خوش تھی اس لئے رائے سہرہ کو علی الاعلان جنگ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اس نے یہ حکمت عملی تشکیل دی کہ حضرت کو پیغام بھیجا "ہم باپ دادا کے وقت سے آپ کے سلسلہ سے اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ دہلی کی سلطنت فتنہ و خلل سے پر ہے اور اسی دوران میں بہلول افغان نے دہلی میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ہے مناسب ہے کہ آپ قوم لنگاہ کی خاطر داری کریں اور اسے اپنے لشکر میں شامل کریں تاکہ ضرورت کے وقت وہ جان سپاری کریں۔ بالفعل ارادت کی پختگی کیلئے اپنی لڑکی کو آپ کی زوجیت میں

marfat.com

دیتا ہوں اور آپ کو اپنی دامادی میں قبول کرتا ہوں۔"

حضرت مخدوم یوسف" نے جو اس سازش سے قطعا" بے خبر تھے رائے سہرہ کی درخواست کو قبول کرکے اس کی لڑکی کو سلاطین کی رسم کے مطابق نکاح کرکے حرم میں داخل کرلیا۔ حضرت مخدوم" کو حکمرانی کرتے ہوئے بمشکل دو سال گزرے تھے کہ رائے سہرہ اپنے جنگ آزما جوانوں کو جمع کرکے ملتان پر چڑھ آیا اور کہلا بھیجا کہ اس دفعہ اپنی قوم کے تمام جنگجو مرد ہمراہ لایا ہوں تاکہ آپ میری جمعیت دیکھ کر لائق خدمات تجویز فرمائیں۔ حضرت شیخ اپنی نیک دلی کے سبب رائے سہرہ کے دھوکہ میں آگئے اور وہ بلا کسی مزاحمت کے قلعہ تک آپہنچا اور پھر سوچی سمجھی سکیم کے تحت قلعہ کے اندر داخل ہو کر حضرت مخدوم" کو قید کرلیا اور خود سلطان قطب الدین کے لقب سے تخت نشین ہوگیا۔ حضرت شیخ کو ان کے محل میں نظربند کردیا گیا اور جب ان کی طرف سے کسی خطرے کا امکان نہ رہا تو ایک دن انہیں خاموشی کے ساتھ قلعہ ملتان سے نکل جانے کی اجازت دے دی اور وہ ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی کو روانہ ہوگئے۔ ۸۵۵ ہجری (۱۴۵۱ عیسوی) میں علاء الدین عالم شاہ کی جگہ سلطان بہلول لودھی دہلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔ شیخ عبداللہ قریشی" سے اپنی صاحبزادی کی شادی کردی۔ حضرت مخدوم نے گاہے بگاہے ملتان کو رائے سہرہ سے واگزار کرانے کے متعلق سلطان کو کہا مگر وہ اپنی مصلحتوں کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ دے سکا۔ (۱۴۸۸ عیسوی میں سلطان بہلول لودھی فوت ہوگیا اور اس کا لڑکا سکندر لودھی تخت نشین ہوا) ادھر ملتان میں رائے سہرہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان حسین لنگاہ تخت نشین ہوچکا تھا جو بہت نیک سیرت اور اعلیٰ منتظم و حکمران تھا۔ حضرت مخدوم کو سولہ سال انتظار کرتے گزر گئے اور وہ سلطان بہلول لودھی سے مایوس ہو کر گجرات کاٹھیاواڑ کو روانہ ہوگئے جہاں سہروردی سلسلے کے بزرگ حضرت شاہ عالم سہروردی" متمکن تھے۔ ابھی چتوڑ ہی پہنچے تھے کہ وہاں وصال فرماگئے۔ آپ کا مزار نور بار وہیں چتوڑ میں ہے۔ حضرت کی تاریخ وصال نظر سے نہیں گزری۔ مندرجہ بالا واقعات کے پیش نظر ۸۶۵ ہجری (مطابق ۱۴۶۱ عیسوی) کے لگ بھگ بنتی ہے۔

اولاد امجاد : آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) شاہ نعمت اللہ" آپ زندگی بھر دہلی میں رہے۔ آپ کے ایک فرزند شیخ علاؤ الدین تھے جو لاولد فوت ہوگئے۔ (۲) شیخ یحییٰ قریشی۔ شیخ یوسف قریشی" جب ملتان سے دہلی روانہ ہونے لگے تھے تو انہوں نے شیخ یحییٰ کے فرزند شیخ برہان الدین اسماعیل کو ملتان چھوڑا تھا جو ان کی عدم موجودگی میں بارگاہ غوثیہ کے متولی رہے۔ ۸۹۲ ہجری (۱۴۸۷ عیسوی) میں ان کا وصال ہوگیا تو شیخ یحییٰ کو منصب سجادگی مرحمت ہوا۔ (۳) شیخ عبداللہ قریشی: آپ بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔ دہلی میں مقیم رہے اور وہیں مدفون ہوئے۔ سلطان بہلول لودھی نے آپ کے مرتبہ عظیمہ اور جلالت قدر کے پیش نظر اپنی بیٹی آپ کی زوجیت میں دے دی جس سے چار صاحبزادے پیدا ہوئے۔ شیخ احمد، شیخ محمود، شیخ نصر اللہ اور شیخ رکن الدین۔ جب لودھی خاندان کی سلطنت ختم ہوگئی تو ان بزرگوں کی اولاد سندھ اور جنوبی ہند کی طرف منتقل ہوگئی۔ آپ کے خلفاء میں حاجی شیخ عبدالوہاب بخاری دہلوی متوفی ۹۰۰ ہجری (۱۴۹۵ عیسوی) تھے جن کے چھوٹے بھائی سید جمال الدین

بخاری سہروردی متوفی ۹۰۸ ہجری (۱۵۰۳ عیسوی) کے توسط سے کشمیر جنت نظیر میں سلسلہ ء سہروردیہ کو فروغ حاصل ہوا۔

شیخ عبداللہ قریشیؒ : آپ کے متعلق اخبار الاخیار (مصنفہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ) میں ہے کہ ابتدائے سلوک میں جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو ہزار رکعت سے کم نہ پڑھتے اور جب قرآن مجید پڑھنے بیٹھتے تو جب تک تین ختم نہ کر لیتے مصحف مقدس کو بند نہ کرتے۔ آپ پر بالعموم سکر و جذب کا عالم طاری رہتا تھا اس لئے آپ کے خلیفہ حاجی عبدالوہابؒ نے اپنی تفسیر میں آپ کو "رئیس العقلا والمجانین" کے لقب سے یاد کیا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: میں ایک رات اپنے مرشد رئیس العقلاء والمجانین شاہ عبداللہ قریشی کی خدمت میں تھا اور وہ مجھے اپنے خداداد علم میں سے کچھ سمجھا رہے تھے یہاں تک کہ آپ مشاہدہ کی کیفیت تک پہنچے اور فرمایا کہ یہ علم تقریر سے نہیں سمجھایا جا سکتا بلکہ جب یہ نعمت حاصل ہوجاتی ہے تو انسان خود بخود منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دلیل دیتے ہوئے فرمایا یہ اس لئے ہے کہ چونکہ "قلب" احوال مختلفہ کا ظرف ہے بدیں وجہ احوال کے ثمرات میں دو دلی ہرگز نہیں ہو سکتے۔

مخدوم عبداللہ قریشیؒ کے جذب و سکر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ایک محل کی چھت پر بیٹھے تھے دفعۃً آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور اسی حالت میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تڑپتے زمین پر آگرے لیکن انہیں کوئی چوٹ نہ آئی۔ ایک دفعہ ایک بکری کے بچے کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا جس سے وہ وہیں مرگیا۔ لوگوں نے عرض کی: حضور! ایک جاندار کو بلا وجہ آپ نے جان سے مار دیا۔ مناسب تو یہ تھا کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے الٹا آپ زندوں کو مارنے لگے۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہوگئے اور بکری کے بچے کو ٹھوکر مار کر فرمایا: اٹھ! مردوں کو بدنام نہ کر۔ قدرت الٰہی سے وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ پر جذب کی حالت طاری تھی۔ نوکروں سے فرمایا کہ گھر کا تمام سامان باہر نکال دو تاکہ اسے آگ لگائیں۔ آپ کا صاحبزادہ شیخ احمد ان دنوں خورد سال تھا اور اتفاق سے اس وقت پاس کھڑا تھا۔ نہایت معصومیت سے بولا: "بادا جان! گھر سے ایک ایک چیز کا نکال کر نذر آتش کرنا تو بڑی دردسری کا کام ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سارے سامان کو گھر کے اندر ہی آگ لگا دیں تاکہ سب کچھ ایک ہی دفعہ جل کر راکھ ہوجائے۔" حضرت اپنے بیٹے کی سعادتمندی سے بڑے خوش ہوئے اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ آپ کا وصال ۲۲ صفر ۹۰۰ ہجری (مطابق ۲۲ نومبر ۱۴۹۴ عیسوی) کو ہوا اور پرانی دہلی میں مدفون ہوئے۔

شیخ صدر الدین رابع المعروف مخدوم شہر اللہؒ

رائے سہرہ لنگاہ کی غداری کے باعث آپ اپنے والد ماجد شیخ محمد یوسف قریشیؒ کے ہمراہ دہلی تشریف لے آئے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے مرید اور خلیفہ تھے۔ رائے سہرہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان حسین شاہ فرمانروائے ملتان ہوا جو بڑا نیک سیرت تھا۔ جب حالات سازگار ہوئے اور سلطان حسین لنگاہ کی طرف سے کئی دعوت نامے موصول ہوئے تو آپ دہلی سے ملتان تشریف لے آئے اور مسند غوثیہ جو آپ کے بھائی یحیٰ قریشی کے وصال کے بعد خالی تھی سنبھال لی اور خلق کی

marfat.com

رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

پتھر خالص سونا بن گیا : پیر قادر بخش ولد پیر عطاء اکبر قریشی سکنہ وٹلی (نزد چوا سیدن شاہ تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم) نے اپنی فارسی منظوم تصنیف "گل بہار" میں حضرت مخدوم شہر اللہ" کا ایک واقعہ نظم کیا ہے کہ ایک مرید ان کی خدمت میں آیا اور عرض کی: "حضرت لڑکی جوان ہو چکی ہے مگر سرمایہ نہیں رکھتا کہ اس کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔ فرمایا: "کوئی پتھر یا ڈھیلا لے آ" وہ بھاگ کر پتھر کا ایک ٹکڑہ لے آیا۔ حضرت نے اسے ہاتھ میں لے کر چاروں قل پڑھ کر دم کیا جو فوراً" خالص سونا بن گیا۔ اس شخص نے نہ صرف لڑکی کی شادی کے اخراجات پورے کئے بلکہ بقیہ سرمایہ تجارت میں لگا کر آسودہ حال ہو گیا۔ (تذکرہ صدر الدین عارف)

مولانا جمالی" مصنف "سیر العارفین" دہلی سے جب ملتان آئے تو حضرت کے قیام دہلی کے درمیان مولانا جمالی سہروردی" کی خاصی محبت و نیاز مندی تھی۔ لکھتے ہیں کہ مجھے آپ نے اس حجرے میں جہاں حضرت (بہاء الدین ذکریاؒ) مشغول عبادت رہتے تھے ٹھہرایا ہرچند میں نے عرض کی کہ میری کیا ہمت ہے کہ ایسے مقدس مقام پر قیام کر سکوں مگر انہوں نے منظور نہ فرمایا اور وہ روزانہ اسی عالی مقام پر میرے لئے کھانا منگواتے اور میرے ہمراہ تناول فرماتے۔ میں چالیس روز اس حجرے میں رہا ایک رات حضرت شیخ بہاء الدین ذکریاؒ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت سے دعا کیلئے التماس کر رہا ہوں کہ حق تعالیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمائے اور وہاں سے کعبۃ اللہ پہنچا دے۔ میری اس التماس کے بعد حضرت شیخ نے میرا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رخ کر دیا دعا فرمائی اور فرمایا: "برو! بہ سلامت خواہی رسید اور جب روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچو تو میرا سلام عرض کرنا" میں علی الصبح خوش و خرم اٹھا اور یہ بات حضرت شہر اللہ" سے عرض کی اور ان سے اجازت چاہی کہ آج مجھے اجازت فرما دی گئی ہے آپ بھی اجازت دے دیں اور اس حقیر کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا ابھی ایک مہینہ اور قیام کرو ابھی میری اجازت نہیں ہے میں نے عرض کی چونکہ حضرت شیخ الاسلام" سے اجازت مل گئی ہے آپ کی خاطر ایک مہینہ حضرت شیخ رکن الدینؒ کے مزار اقدس پر رہوں گا (آپ نے یہ تجویز منظور فرمائی) چنانچہ حضرت رکن العالمؒ کے مزار مبارک پر تشریف لائے اور وہاں بھی ایک فرحت بخش مقام میرے لئے متعین فرمایا اور وہاں اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور درویش نوازی فرماتے تھے۔ وہاں ایک درویش تھے جنہیں مولانا کمال الدین اوچی کہتے تھے وہ ایک حجرے میں مشغول عبادت رہا کرتے تھے اور نماز کے وقت جماعت کے لئے باہر نکلتے تھے۔ وہ ذکر خدا میں اس قدر استحکام و دوام فرماتے تھے کہ اکثر اوقات ان کا قلب متحرک ہوتا تھا کہ ان کا دل ذکر میں مشغول ہے۔ یہ مولانا ایک سن رسیدہ بزرگ تھے اور اسی خاندان (سہروردیہ) کے مرید تھے وہ اکثر کتاب احیاء العلوم کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے اور عوارف المعارف تو اکثر جگہ سے ان کو زبانی یاد تھی۔ انہیں مولانا سے میں نے سنا کہ حضرت بہاء الدین ذکریاؒ کے دادا کا مزار پیران تتری کے مزارات میں ہے جو ملتان میں ہے اور حضرت شیخ رکن الدین کی والدہ بی بی راستی" متوفی ۶۹۵ ہجری (۱۲۹۶ عیسوی) کا مزار بھی انہیں مزارات

marfat.com

کے احاطہ میں ہے وہاں ایک پرانی قبر ہے اور اس قبر پر ایک درخت ہے جس کی ہر شاخ پر لفظ "اللہ" نمایاں ہے چنانچہ میں نے اپنے پیرو مرشد شیخ سماء الدین سہروردیؒ سے سنا ہے کہ تنتری کے مزاروں میں سے ایک مزار پر بڑ کا درخت ہے اور اس کی ہر شاخ اور پتے پر لفظ "اللہ" نمایاں ہے چنانچہ میں نے ملتان پہنچ کر اس درخت کو دیکھا حقیقت میں ایسا ہی تھا جیسا کہ مولانا کمال الدین اوچی نے فرمایا تھا کہ وہ مزار حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ کے دادا کا ہے کہ جس کے سینے پر وہ درخت ہے۔

وصال : حضرت کا وصال ۲۲ ذی الحج ۹۲۰ ہجری (مطابق ۷ فروری ۱۵۱۵ عیسوی) کو ہوا اور وہیں بزرگوں کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے مخدوم بہاء الدینؒ، شیخ محمد اسماعیلؒ اور شیخ محمد صدر الدینؒ۔

مخدوم شاہ کبیر سہروردیؒ

آپ مخدوم شیخ بہاء الدین ثانیؒ کے فرزند ارجمند تھے جن کا وصال بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" ملتانی ۱۲ ربیع الاول ۹۵۰ ہجری (مطابق ۱۵ جون ۱۵۴۳ عیسوی) کو ہوا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام معصومہ بی بی فاطمہ تھا جو حضرت خواجہ نوریؒ ولد پیر علی قتال کی دختر تھیں (جو کوٹ کہروڑ میں مقیم تھے اور زاں بعد پیل غازی ضلع خوشاب میں مستقل طور پر منتقل ہو کر آباد ہو گئے۔ پیل غازی آج کل پیل پیراں کے نام سے مشہور ہے)

مخدوم شیخ بہاء الدین ثانیؒ مخدوم شیخ صدر الدین المعروف شہر اللہ سہروردیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ مخدوم شیخ شہر اللہ، مخدوم برہان الدین سہروردی کے وصال کے بعد دہلی سے ملتان واپس تشریف لا کر صاحب سجادہ بارگاہ غوثیہ ہوئے۔ آپ نے اپنے پوتے مخدوم کبیر سہروردیؒ کی تربیت ظاہری و باطنی فرمائی اور تکمیل کے بعد خرقہء خلافت عطا فرمایا آپ کے وصال کے بعد مخدوم کبیر سہروردیؒ مسند آرائے بارگاہ غوثیہ ہوئے اور خلقت کی ظاہری و باطنی تربیت میں مشغول ہوئے۔ آپکے اعظم خلفاء میں سیدنا سرمست سہروردی سیالکوٹیؒ کا ذکر خیر آتا ہے۔ نعمت باطنی سہروردیہ شیخ شہر اللہ سے مخدوم کبیرؒ اور ان سے سیدنا سرمست سیالکوٹیؒ اور پھران سے شاہ دولا دریائی گجراتیؒ کے حصے میں آئی۔

شاہ مونگا ولی سہروردیؒ سیالکوٹی

آپ کے آبائی و ابتدائی حالات دستیاب نہیں ہوئے۔ صرف مزار اقدس کے محل وقوع اور تعمیر کی نشاندہی ہوئی ہے جو درج کردی گئی ہے۔ آپ سلسلہ سہروردیہ میں حضرت مخدوم کبیرؒ کے مرید و خلیفہ تھے جن کا سلسلہ کئی واسطوں سے شاہ رکن العالم ملتانیؒ سے جا ملتا ہے۔ تواریخ سیالکوٹ (۱۳۰۴ ہجری مطابق ۱۸۸۷ء عیسوی) مولفہ عبدالصمد غلام محمد سیالکوٹ میں لکھا ہے: "کہ یہ بزرگوار بھی خدا پرست، دین دار تارک الدنیا ایک ضرب المثل تھے۔ جو شخص چند روز آپ کی خانقاہ پر آکر مستفید ہوتا بے شک اپنے مقاصد قلبی میں کامیاب ہو جاتا۔ اگرچہ آپ کی مختصر خانقاہ شہر سیالکوٹ سے جانب مغرب متصل عید گاہ کے تھی حتی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب کا زمانہ آیا اور کنور پشوار سنگھ و کشمیرا سنگھ صاحب سیالکوٹ کے حکمران ہوئے تو ایک حقائق آگاہ اور معارف دستگاہ فقیر فضل

marfat.com

حق صاحب سیالکوٹ میں تشریف لائے بسا اوقات آپ کا بسیرا حضرت مونگا ولیؒ کے مزار پر رہتا تھا اس عرصہ میں ایک شخص منشی وزیر سنگھ ساکن راجہ گھمائیوں علاقہ ڈسکہ ابتر حال ان کا معتقد ہوگیا اور ہر وقت در پے رہتا۔ ہرچند فقیر فضل حق صاحب عقب گزاری کے واسطے اسے جزع و فزع کرتے مگر وہ پیچھا نہ چھوڑتا تھا اتفاقاً" ایک روز آپ خانقاہ مذکور پر اپنے حال میں مستغرق تھے کہ وزیر سنگھ کو فرمایا لاہور چلا جا جو تو چاہتا ہے وہ چیز پائے گا چنانچہ وہ لاہور چلا گیا اور جاتے ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ کا منظور نظر ہوگیا اور بفضل تعالیٰ عرصہء قلیل میں جلیل القدر امیر ہوگیا۔ زاں بعد اس نے حکیم فیض اللہ کی معرفت زر کثیر سے حضرت شاہ مونگا ولیؒ کی شاندار خانقاہ تعمیر کرائی"۔ آپ کے مرید و خلیفہ حضرت سید سرمستؒ کی پیدائش ۹۲۵ ہجری (۱۵۱۹ عیسوی) کے لگ بھگ ہے اس لحاظ سے آپ (دسویں صدی اور اوائل گیارہویں صدی ہجری) کے عظیم اولیائے سہروردیہ میں سے ہیں۔

حضرت سیدا سرمست سیالکوٹیؒ

بحوالہ "سلیم التواریخ" از صوفی اکبر علی آپ کا نام سیدا اور لقب سرمست تھا۔ ملتان سے بارہ میل دور خان پور میں پیدا ہوئے۔ تاریخ وصال ۱۰۱۵ ہجری (۱۶۰۶ عیسوی) عمر ۹۰ سال تھی اس لحاظ سے پیدائش ۹۲۵ مطابق ۱۵۱۹ بنتی ہے۔ والد کا نام صاحب تھا۔ تین بھائی اور تھے۔ آپ ارائیں قوم سے تھے۔ خاندانی پیشہ زمینداری اور کاشتکاری تھا خاندان کے دستور کے مطابق دینداری کا چرچا گھر میں تھا ہی قرآن شریف کے علاوہ فقہ کی معمولی تعلیم بھی شاہ سیدا کو دلائی گئی۔ ایک دن کھیت کی رکھوالی کر رہے تھے کہ حضرت شاہ مونگا ولی کا ادھر سے گزر ہوا جو اپنے وقت کے عظیم ولی تھے۔ انہوں نے حضرت سیدا کو دیکھا تو فرمایا: "اس کھیتی کی رکھوالی تو تم کر رہے ہو تم کو اس کھیتی کی فکر بھی ہے جو آئندہ کام آئے گی۔" یہ بات تیر کی طرح آپ کے قلب و روح میں اتر گئی۔ کھیت چھوڑ کر اسی وقت حضرت شاہ مونگاؒ کے ساتھ ہو لئے۔ کچھ عرصہ بعد مرشد کے حکم سے گھر آئے مگر وہاں دل نہ لگا۔ کھیتی باڑی، گھربار سب بھائیوں کے سپرد کرکے ہمیشہ کیلئے مرشد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مرشد کی صحبت سے بہت جلد باطنی فیض میں کمال حاصل کرلیا چنانچہ انہوں نے سیالکوٹ جانے کا حکم دیا۔ آپ حسب الارشاد روانہ ہوئے۔ چونڈہ باجوہ تحصیل ظفروال میں کچھ دن قیام کیا۔ پھر من باجوہ تحصیل پسرور میں چلے گئے۔ جہاں جاتے خلقت کا ان کی طرف بدرجہ غائت رجوع ہوتا جاتا تھا۔ تھوڑے دن وہاں رہ کر ۱۰۰۳ ہجری کے لگ بھگ سیالکوٹ تشریف لے آئے۔ اپنا زیادہ وقت یاد الٰہی میں صرف کرتے اور خلق کی ہدایت و رہنمائی فرماتے۔ ہندوؤں میں وڈیرے کھتری آپ کی بہت خدمت کرتے تھے۔ تعلیم باطن کا درس زور و شور سے جاری تھا۔ آپ کی خانقاہ میں بڑی رونق رہتی تھی۔ تصرف اور کمالات میں باکمال تھے۔ باطنی اسباق کے ساتھ ساتھ ظاہری تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ وہیں ایک خانقاہ، حجرہ، مسجد، کنواں اور ڈیوڑھی تعمیر کرائی۔ آپ ساری عمر مجرد رہے، ریاست کشمیر کے اکثر علاقوں میں آپ کے مریدین کی خانقاہیں موجود ہیں۔

سلسلہ طریقت : صاحب "تذکرہ رکن عالم سہروردی ملتانیؒ" نے آپ کا مکمل سلسلہء طریقت یوں درج کیا ہے۔ شاہ سرمستؒ سیالکوٹی، مرید شاہ مونگاؒ، مرید شاہ کبیرؒ، مرید (صدر الدین) شمر اللہ، مرید

marfat.com

برہان الدین" (ثانی)، مرید مخدوم یوسف قریشی" مرید صدر الدین حلیم، مرید عماد الدین" مرید رکن الدین اسماعیل قریشی" مرید صدر الدین" راجن قتال" مرید مخدوم جہانیاں جہاں گشت" مرید رکن العالم ملتانی" مرید صدر الدین عارف" مرید غوث العالمین بہاء الحق والدین ذکریا ملتانی" مگر صاحب "تذکرہ سہروردیہ" میں صدر الدین حلیم اور عماد الدین کا ذکر نہیں فرمایا گیا- مزید بر آں حضرت راجن قتال کی جگہ مخدوم ناصر الدین محمود کا ذکر ہے جو حضرت مخدوم جہان جہانیاں" کے براہ راست مرید و خلیفہ تھے۔

"احوال العارفین" کے مطابق حضرت شاہ دولہ اپنے ابتدائی دور میں سیالکوٹ آئے اور مہتہ کھیم چند وڈیرہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے- تو اسی زمانے میں حضرت شیخ سیدا سرمست سہروردی" کی خدمت میں موضع سنگھوئی (جو شہر جہلم اور داراپور کے درمیان واقع ہے) حاضر ہوئے گویا اس لحاظ سے سیدنا سرمست کے قیام "سنگھوئی" کا پتہ چلتا ہے جسے اغلباً" سہو کتابت کی بناء پر بعد کی بعض کتابوں میں "سھوتی" یا "سھوتی پرہ" لکھ دیا گیا- صاحب "تذکرہ شاہ دولہ دریائی" کے مصنف پروفیسر شریف کنجاہی کی تحقیق کے مطابق بھی سیالکوٹ کے قرب و جوار میں اس نام کے قصبہ کی نشان دہی کاغذات مال ملاحظہ کرنے کے باوجود بھی انہیں نہیں ہو سکی- اس مقام پر یہ عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ راقم الحروف کے ایک نہایت ہی بزرگ و محترم دوست پیر سید ہادی حسین مرحوم و مغفور پیر آف سنگھوئی شریف (تحصیل و ضلع جہلم) نے ۱۹۵۴ء میں (جبکہ کمترین بسلسلہ ملازمت جہلم شہر میں مقیم تھا) مجھ سے فرمایا تھا: "خاور صاحب! آپ کے سلسلہء سہروردیہ کے ایک عظیم بزرگ سیدنا سرمست سہروردی" ہمارے موضع سنگھوئی میں بھی قیام پذیر رہے ہیں" گویا حضرت کا بمقام سنگھوئی قیام مصدقہ ہے۔

"سلیم التواریخ" میں لکھا ہے یہ (حضرت شاہ دولہ") جوان تھے جب حضرت شاہ سیدا سرمست سیالکوٹ آئے اور انہیں وڈیروں کے طویلے کے پاس اترے (جہاں حضرت شاہ دولہ مقیم تھے) وڈیرہ کھتری آپ کی بہت خدمت کرتے تھے- سیدنا سرمست کا مزار شریف مشن ہائی سکول کے ہوسٹل شہر سیالکوٹ کے قریب ہے- "سلیم التواریخ" کے مطابق آپ نے اپنی خانقاہ میں اپنے رہنے کے لئے حجرہ، مسجد، چاہ اور ڈیوڑھی خود تعمیر کرائی تھیں- آپ کی وفات کے بعد آپ کا مزار بھی وہیں بنایا گیا جس کے گرد پختہ فصیل ان کے خلیفہ اعظم شاہ دولا گجراتی" نے بنائی۔

سیالکوٹ میں مستقل اقامت : آپ کا وصال نوے سال کی عمر میں ۱۰۱۵ ہجری (۱۶۰۸ عیسوی) میں ہوا- اے سی ایلیٹ نے لکھا ہے کہ شاہ دولا مرشد کی خدمت میں بارہ سال رہے اس لحاظ سے آپ کی سیالکوٹ میں آمد (اور پھر مستقل رہائش) ۱۰۰۳ ہجری بنتی ہے- شہر سیالکوٹ اور جموں و کشمیر کے عوام کو آپ سے بہت فیض پہنچا۔

آخری آیام : "کرامت نامہ" مشتاق رام گجراتی (جو انہوں نے ۱۱۳۲ ہجری مطابق ۱۷۲۰ عیسوی میں تحریر کیا) میں لکھا ہے- "ایک چاہ آب شور کا تھا اور وہ خار و خس سے اٹا پڑا تھا- حضرت سیدنا سرمست" نے شاہ دولہ" کو فرمایا کہ اس کو صاف کر دیا جائے چنانچہ آپ نے ایک شخص ماناکھوکھر کو ساتھ لیکر اسے صاف کیا وہ آب شور آب شیریں میں تبدیل ہو گیا- آپ اس میں سے ایک کوزہ بھر کر مرشد کامل (سیدنا سرمست") کے پاس لے گئے جس نے خوش ہو کر کہا کہ اے سخی شاہ دولہ دریائی!

marfat.com

تنگی گئی فراخی آئی" اور یہ خطاب تیرے لائق ہے۔

سپردگیء خرقہ خلافت : بروایت چراغ قادری (مصنف کرامت نامہ) جب شاہ دولہ" صاحب کے پیر شاہ سید" مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو ان کی حالت نازک جان کر آپ کے بالکے منگو نے کہا کہ میں دوائی لینے جموں شہر جاتا ہوں اور کسی طبیب کو لاتا ہوں تو ان کی خدمت میں رہنا۔ ایک پہر ہی گزرا ہوگا کہ سیدنا سرمست نے اونچی آواز سے کہا تو کون ہے؟ شاہ دولہ صاحب" نے عرض کی کہ "بندہ دولا ہے" سن کر خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد پوچھا کہ تو کون ہے؟ آپ نے پھر عرض کی کہ بندہ دولہ ہے۔ فرمانے لگے! منگو کہاں ہے؟ عرض کیا کہ طبیب لانے کیلئے جموں گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا نصیب۔ اے دولہ آ کہ "جسے دے تسے مولا" چنانچہ جب آپ قریب ہوئے تو وصیت کی کہ اس گلیم کو سنبھال کر رکھنا کہ تیری زندگانی کی پردہ پوش ہوگی۔ میرے گھرانے کی آگ کو زندہ اور تازہ رکھنا کہ اس کی برکت سے تیرے فقر کی رونق گرم اور تازہ رہے گی۔ قریب آ اور اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے "اللہ اللہ" کہا اور اپنے دہن کی سانس آپ کے دہن میں پھونک دی۔ دم سادھ لیا اور عالم بقا کو چل دیئے۔"

یہ واقعہ ۱۰۱۵ ہجری (۱۶۰۶ عیسوی) کا ہے۔ مختلف تذکرہ نگاروں نے یہی واقعہ اور دوسرے مرید کا نام کچھ اور لکھا ہے، جو ہم حضرت شاہ دولہ" کے حالات میں درج کر رہے ہیں۔

خلفاء : صاحب "تذکرہ رکن العالم" کے مطابق آپ کے دو خلفاء تھے۔ (۱) شاہ دولہ گجراتی"۔ (۲) سید سادات خان علیہ الرحمتہ جو سلسلہء سہروردیہ کی شاخ سدو شاہی کے شیخ الکل ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کے دو اور مشہور خلفاء تھے۔ (۱) شاہ جمال" ساکن گکھڑ چیمہ (۲) آپ کے بھتیجے شاہ ملوک۔ آجکل کے مجاور انہیں کی اولاد سے ہیں۔

کبیر الدین "شاہ دولہ" دریائی گجراتی قادری سہروردی

ولادت : حضرت شاہ دولہ" جن کا اسم گرامی ان کے مزار مبارک گجرات (پنجاب) میں سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی لکھا ہوا ہے کی تاریخ ولادت، عمر، تاریخ وصال اور حسب نسب میں اختلاف رائے ہے۔ آپ سیدنا سرمست سہروردی سیالکوٹی کے خلیفہ اعظم تھے۔ صاحب "معارج الولایت" عبداللہ خویشگی قصوری آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔ "مرید سیدنا سرمست است دراصل از قوم افغان بودہ" بیشتر نے آپ کا سال ولادت اکبر کے پچیسویں سال جلوس کے مطابق ۹۸۸ ہجری (۱۵۸۱ عیسوی) قرار دیا ہے۔ کیونکہ کلانور (مشرقی پنجاب) میں شہنشاہ اکبر ۹۶۳ ہجری (۱۵۵۶ عیسوی) میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس کا ماخذ چراغ سکنہ سوک (تحصیل گجرات) ہے۔ جس نے اپنی کتاب کرامت نامہ میں (جو حضرت کے وصال کے تقریباً پچاس سال بعد لکھی گئی) تحریر کیا ہے کہ "مقرب حضرت مولا شیخ دولہ قدس اللہ سرہ العزیز را روزے عزت خان ولد سلطان شادمان گکھڑ التماس کرد کہ حضرت کیفیت مبداء و منشاء شریف خود بیان فرمائید۔۔۔ فرمودند کہ۔۔۔ از جلوس اکبر بادشاہ سنہ بست و پنج سال بر آمد بود کہ شیخ دولا از شکم مادر تولد کرد" دوسری جگہ کرامت نامہ مشتاق رام گجراتی جو چراغ قادری کا ہم عصر ہے (اور یہ کرامت نامہ ۱۱۳۲ ہجری (۱۷۲۰ عیسوی میں تحریر کیا) لکھتا ہے کہ آپ نے بہاون شاہ کی

marfat.com

طرف جو اس وقت نوجوان تھا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شہنشاہ اکبر کی تخت نشینی (۹۶۳ ہجری) کے وقت میں اس (بہاون شاہ) جتنا تھا۔

ابتدائی حالات : بحوالہ کرامت نامہ چراغ قادری عزت خان ولد شادمان گکھڑ کے استفسار پر حضرت شاہ دولہؒ نے فرمایا "میری ماں کا نام نعمت خاتون ہے اور باپ کا نام عبدالرحیم خان لودھی افغان ہے جو سلطان سکندر لودھی کے قبیلہ سے تھے۔" اے سی ایلیٹ "کرانیکل آف گجرات" میں لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ نعمت خاتون سلطان سارنگ گکھڑ کی پڑپوتی تھیں۔ کسی کو اس کا یا اس کے زوال نصیب خاندان کا کوئی پاس نہیں تھا۔ اس لئے رہتاس سے پھروالا میں چکی پیس کر پیٹ پالنا پڑا جہاں سے کالا گجراں چلی گئیں اور وہیں ۹۹۸ ہجری یعنی ۱۵۹۰ عیسوی میں چار سال مزید دکھوں کے دن کاٹنے کے بعد وفات پا گئیں۔

بحوالہ "احوال العارفین" آپ کی ولادت با سعادت ۹۸۹ ہجری مطابق ۱۵۸۱ عیسوی میں خان عبدالرحیم خان لودھی کے ہاں ہوئی جو شہنشاہ ہند سلطان بہلول خان لودھی مرحوم کے خاندان سے تھے اور سلطان ابراہیم لودھی کے پوتے تھے۔ والدہ ماجدہ بی بی نعمت خاتون بنت غازی خان بن سلطان سارنگ گکھڑ تھیں۔ سلطان سارنگ نے خواص خان باغی کو پناہ دی تھی۔ سلطان سلیم خان بن سلطان شیر شاہ سوری (متوفی ۹۶۰ ہجری ۱۵۵۳ عیسوی) نے حملہ کیا۔ رہتاس کے مقام پر لڑائی ہوئی جس میں سلطان سارنگ مارا گیا اور آپ کے نانا اور والدہ کو قیدی بنا کر دہلی لایا گیا۔ جب شہنشاہ ہند ہمایوں دوبارہ تخت دہلی پر قابض ہوا تو اس نے اس پاک دامن کا نکاح اپنے ایک سپاہی یا داروغہ شاہی عبدالرحیم خان لودھی سے کر دیا۔ بی بی نعمت خاتون کے بطن سے حضرت کبیر الدین "شاہ دولہ" گجراتی پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے بعد اسی سال آپکے والد انتقال کر گئے۔ آپکی والدہ ماجدہ واپس رہتاس تشریف لے گئیں۔ انتہائی کس مپرسی کی حالت تھی۔ موضع سالہ پرگنہ پھروالہ میں پانچ سال گزارے وہاں سے کالا (گجراں) گاؤں میں چکی پیس کر چار سال گزارے اور یہیں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

سیالکوٹ آمد : یتیمی اور بے کسی کے عالم میں کوئی پرسان حال نہ رہا۔ آخر پھرتے پھراتے سیالکوٹ تشریف لے آئے وہاں ایک ہندو مہتہ کھیم چند (المعروف کھیماں) وڈیرہ سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے آپ کو اپنے ہاں ملازم رکھ لیا کچھ عرصہ بعد آپ کی ذہانت و خوش خلقی اور امانت و دیانت دیکھ کر انہیں اپنا متبنی بنا لیا۔ "سلیم التواریخ کے مطابق آپ یتیمی کی حالت میں سیالکوٹ پہنچ گئے اور وڈیرہ کے مال مویشی چرانے پر نوکر ہوگئے۔ آپ علوم متداولہ کی تحصیل نہیں کر سکے تھے۔ کرامت نامہ قلمی مصنفہ مشتاق رام گجراتی (محررہ ۱۱۳۲ ہجری، ۱۷۲۰ عیسوی) کے مطابق "روزے مولوی محمد حکیم پر سید کہ شاہ دولہؒ من در خواندن علم تحصیل ساختہ از راہ خدا ہیچ معلوم نہ شد تو کہ در راہش قدم نہادی از چہ سبب و چگونہ؟ مرا راست بگو ہدایت کن، فرمودند کہ بھاؤ! (بھاون شاہ) تو از عنایت ایزدی تمام علمت حاصل کردہ فاضل و دانش مند گشتی و بادشاہ زمین و زمان امام تمازت ساختند و فقیر عاجز ای را خدا تعالیٰ بسوئے خود کشیدہ۔۔۔"

فیض باطنی : حضرت سیدنا سرمست سہروردیؒ کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ حضرت شاہ دولہؒ کی

marfat.com

نوجوانی کے زمانے میں آپ (سرمستؒ) سیالکوٹ تشریف لائے اور انہیں وڈیروں کے طویلے کے پاس ہی اترے جہاں حضرت شاہ دولہؒ رہائش پذیر تھے۔ حضرت سرمستؒ نے اسی کے قریب اپنی خانقاہ تعمیر فرمائی۔ حضرت شاہ دولہؒ کو یہیں آپ کے حلقہء ارادت میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ بحوالہ "احوال العارفین" آپ قریباً" بارہ سال تک عبادت و ریاضت' مجاہدات اور ذکر و شغل سروردیہ میں مشغول رہے۔ مرشد کامل نے ساتھ ہی ساتھ خانقاہ کی خدمت اور محنت مزدوری اور گدائی جیسے سخت مجاہدے بھی کرائے اور باطنی تربیت فرمائی۔ بازید سیالکوٹی کی حویلی میں کام پر لگوایا۔ مسجدوں میں پانی بھرنے اور کھاری پانی والے کنوؤں کو خس و خاشک سے خالی کرکے میٹھا پانی نکالنے کو فرمایا۔ مشقت مجاہدات و ریاضات کے ساتھ ساتھ پیر و مرشد آپ سے تلاوت کلام اللہ بھی سنتے تھے۔ "سلیم التواریخ" میں لکھا ہے کہ شاہ سیداؒ نے دولہؒ کو خدمت گزاری میں مستعد پاتے ہوئے آپ کے حق میں فرمایا تھا۔ "ہر کرا مولا دہد از گولا شاہ دولہ گردد"

خرقہ خلافت : (۱) حضرت سیدنا سرمستؒ کے احوال میں ہم نے آپ کے وقت آخر کا تذکرہ بحوالہ قلمی "کرامت نامہ" از چراغ قادری درج کیا ہے۔ حضرت کے وصال پا جانے کے بعد کے واقعہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ (جب حضرت سیدنا) عالم بقا کو چل دیئے (ان کے دہن میں سانس پھونکنے کے اثر سے) شاہ دولہؒ پر بے خودی سی طاری ہوگئی جس میں چمنستان ظہور جلال و جمال میں اپنے آپ کو پہنچا ہوا پایا۔ بحال ہوئے تو تجہیز و تکفین میں لگ گئے۔ فارغ ہو کر لوٹے تو ہر قدم پر یوں محسوس ہوتا تھا کہ عالم بالا سے آواز آ رہی ہے۔ "اے شیخ دولا' جسے دے تسے مولا" لوگ آپ کے گرد ہجوم کر آئے اور نعرے لگانے لگے "دم ہو دولا دریائی' تنگی گئی فراخی آئی"۔

(۲) اس ضمن میں مرزا اختر دہلوی مصنف "تذکرہ اولیائے ہند" لکھتے ہیں۔ آپ سیالکوٹ میں آکر سیدنا سرمستؒ کے مرید ہوئے۔ چند مدت ان کی خدمت میں رہے جب شیخ کا وقت قریب پہنچا شیخ نے اپنے دوسرے مرید کو بلایا اس کا نام بھی دولا تھا وہ موجود نہ تھا۔ آپ گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ تیری ضرورت نہیں آپ واپس ہوئے شیخ نے پھر دولا کہہ کر آواز دی وہ حاضر نہ تھا۔ شیخ دولا ہی حاضر ہوئے شیخ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "ہر کرا مولا بہ دہد شاہ دولا گردد" تمام معرفت الہٰی ان کو دے کر انتقال کیا۔ اس کے بعد ایک مدت تک شاہ دولاؒ پر جذب و سکر رہا۔ ہر وقت شہود ذات میں مستغرق رہتے۔ مست جام وحدت رہتے۔ جنگلوں میں شیر اور پلنگوں سے محبت رکھتے تھے۔ بعد مدت جب ہوش میں آئے باب فتوحات ظاہری اور باطنی کھلا۔ ہزاروں کرامات اور خوارق ظاہر ہوئے۔ ہزاروں آدمی آپ کی خدمت میں مرادیں لے کر جاتے اور حسب دلخواہ اپنی مرادیں پاتے۔ ہر روز اللہ تعالیٰ اپنے خزانہء غیب سے عطا کرتا جسے آپ ہر روز مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔

بحوالہ "تاریخ سیالکوٹ" مولفہ عبدالصمد غلام محمد طبع ۱۸۸۷ عیسوی مطبع صمدی سیالکوٹ شہر راویان معتبر روایت کرتے ہیں کہ شاہ دولہ صاحب اوائل میں کیماں وڈیرہ باشندہ سیالکوٹ کے نوکر و غلام تھے۔ آخر کار جناب شاہ سیداؒ صاحب کے مرید ہوئے جو سیالکوٹ میں ایک جنید وقت اور شبلیء دہر' بڑے عابد اور زاہد خدا پرست تھے کہ جن کی پیشانی سے نور ایمان ٹپکتا تھا (اور مزار پر انوار جن کا

marfat.com

اب متصل سرائے بازار غلہ منڈی جانب مغرب شہر سیالکوٹ ہے) کہ جس کے دیکھنے سے انسان کو ایک رغبت اور محبت خدا پرستی کی جوش مارتی ہے' ان کے فیض صحبت سے شاہ دولہ" صاحب تارک الدنیا فقیر ہو گئے--- شاہ دولہ صاحب" ہر اہل حاجت کو اپنے پاس سے کچھ دے دیتے اور کسی سے ایک حبہ تک کے طلبگار نہ ہوتے اور جو کچھ رفاہ عامہ کیلئے انہوں نے سعی اور کوشش کی بیشک ان کی حق پرستی دین داری و نیکو شعاری کا ایک کامل ثبوت ہے۔ (۱) پل ایک نالہ جانب مشرق و جنوب سیالکوٹ کے بر شاہراہ لاہور و پسرور وغیرہ ندی "ایک" پر مضبوط پختہ پل بنوایا۔ (۲) دوسرا پل نالہ ہنسلی پر متصل پسرور سیالکوٹ سے دس کوس فاصلے پر (۳) خاص شہر پسرور کے قریب جانب مغرب بڑا تالاب عمیق اور وسیع (۴) پل بر ڈیک نالہ متصل ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ اس کا نام بھی پل شاہ دولہ ہے (۵) متصل شہر گجرات نالہ پختہ پل اور تالاب پختہ بھی بنوایا۔

یہ بھی عام خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو خزانہ ء غیب سے حصہ دے رکھا تھا کہ آپ اس قدر روپیہ جو خرچ کرتے تھے وہ کم ہونے میں نہیں آتا تھا--- آپ ہمیشہ مزدور و معمار وغیرہ کے اخراجات کے لئے روپیہ جو مصلا کے نیچے سے نکال کر دیا کرتے تھے تو ایک شخص نے جس مکان میں آپ رہتے تھے نقب لگا کر مقام سجادہ کو خوب کھودا مگر کچھ نہ پایا لاچار مایوس ہو کر چلا گیا۔ جس وقت آپ مزدوری تقسیم فرمانے لگے تو اس مزدور کو دو چند (دوگنے) دام دیئے کسی نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نصف مزدوری اس کی روز روشن کی ہے اور نصف شب کی کہ اس نے بہت مشقت اٹھائی ہے۔ بمطابق "سلیم التواریخ" سیالکوٹ شہر میں شاہ سرمست" کا پختہ مزار' خانقاہ کی فصیل' خانقاہ امام علی الحق اور چند مزارات جو گھر اور خانقاہ ہیں یہ شاہ دولہ گجراتی" کے بنوائے ہوئے ہیں۔

گجرات میں منتقلی : اپنے مرشد کی وفات کے دس سال بعد اشارۂ غیبی کے تحت گجرات میں ۱۰۲۲ ہجری ۱۶۱۳ عیسوی آ کر ڈیرہ لگایا۔ (کرانیکل آف گجرات) بمطابق "سلیم التواریخ" شاہ دولہ صاحب اپنے مرشد کی اجازت سے اور ان سے اشارہ پا کر ہی گجرات رہنے لگے تھے۔

دریائی کی وجہ تسمیہ : آپ کی سخاوت دریا کی مانند تھی نیز آپ دریا سے جس وقت بھی چاہتے بغیر کشتی کے سوکھے قدم پار ہو جایا کرتے تھے۔ بمطابق صاحب "بستان الانبیا فی انوار الاصفیا" آپ کو دریائی اس لئے کہتے ہیں چونکہ آپ چودہ سال تک بسلسلہ چلہ دریائے چناب کے اندر رہے تھے۔

مستجاب الدعوات : بقول "خزینتہ الاصفیاء" زبان مبارک سے جو کلمات دعائیہ وغیرہ نکلتے اسی طرح ظہور پذیر ہوتے اور دعا کے تیر خطا نہ ہوتے۔ ایک آدھ مرتبہ حاسدوں اور خشک ملاؤں نے شکایت بحضور شاہ جہان پیش کی لیکن انہوں نے در خور اعتنا نہ سمجھا۔

مشتاق رام گجراتی (صاحبِ "کرامت نامہ") حضرت شاہ دولاؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو کر امان اللہ نام پانے والا بتایا گیا ہے۔

مغل بادشاہوں کی ماں : راجوری میں جو جموں کشمیر کا حصہ ہے ہندو حکمرانوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے دختر کشی کا رجحان بہت عام تھا۔ راجور کا راجہ چتر سنگھ (اسلامی نام تاج الدین خان) ۱۶۰۰ عیسوی کے لگ بھگ عہد جہانگیری میں تخت نشین ہوا۔ یہ حضرت شاہ دولہ" کا دلی عقیدت مند تھا۔

marfat.com

اس کے ہاں جب بھی بچی ہوتی وہ اسے مار ڈالتا حضرت شاہ دولہؒ نے اسے اس قبیح رسم سے منع فرمایا۔ چنانچہ ایک لڑکی کی پیدائش جب ہوئی تو آپ نے کہلا بھیجا کہ اس لڑکی کو زندہ رہنے دیا جائے۔ بڑی ہو کر یہ انتہائی خوش قسمت ہوگی اور بادشاہوں کی ماں بنے گی۔ ۱۶۴۴ء میں جب شاہ جہاں براستہ راجوری کشمیر گیا تو اورنگ زیب بھی ساتھ تھا۔ ان دنوں وہ بچی جوان ہو کر بہت خوبصورت اور جاذب نظر دوشیزہ ہو چکی تھی۔ راجہ (چتر سنگھ) تاج الدین خان نے اپنی یہی بیٹی تجدید وفا کرتے ہوئے شاہجہان کو نذر کی جسے انہوں نے قبول فرما کر شہزادہ اورنگ زیب کے حوالے کر دی جس سے اس نے شادی کرلی۔ محل میں آنے پر ان کا اسلامی نام رحمت النساء اور لقب نواب بائی قرار پایا۔ قدرت الٰہی ملاحظہ ہو کہ اسی رحمت النساء سے دو لڑکے شہزادہ محمد سلطان اور محمد معظم ہوئے اور ایک لڑکی بدر النساء بیگم پیدا ہوئی۔ محمد سلطان کی وفات تو عہد عالمگیری میں ہی ہوگئی تھی لیکن محمد معظم "شاہ عالم" کے نام سے عالمگیر کے بعد تخت نشین ہوا۔

ملکہ رحمت النساء حضرت شاہ دولاؒ کی مرید ہوئی اور اپنی وصیت کے مطابق اسے حضرت شاہ دولہؒ صاحب کے مزار کی پائنتی کی جانب دفن کیا گیا جہاں اس کی قبر آج بھی اس مسجد کے صحن میں موجود ہے جو اسی بیگم کے نام پر مسجد بیگم پورہ کہلاتی ہے۔ (ماخوذ از تذکرہ شاہ دولہؒ دریائی)

شاہی خاندان اور امراء کی عقیدت : وابستگان دامن دولت میں سے ابراہیم خان، مہابت خان بلکہ خان خاناں اور اورنگ زیب شہزادی جہاں آراء ایسی شخصیتیں بھی حضرت شاہ دولہؒ سے تعلق خاطر رکھتی تھیں۔ دارالشکوہ بھی قندھار جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہاں آراء بیگم نے خود بھی گجرات پہنچ کر حضرت کی خدمت میں نذر بھیجی جیسا کہ اس کی تصنیف "صاحبیہ" میں مرقوم ہے کہ "ہمیشہ مکاتیب برادر عالی مقدار (دارالشکوہ) بہ من رسید آں برادر والا گوہر ہر دو کس از مشائخ را در راہ دیدہ بودند و حقیقت آں ہا من نوشتہ اند کہ خبرے از ایشاں خواہد گرفت، یکی از آں ایں ہا شیخ دولہؒ بودند کہ در قصبہ گجرات خورد سکونت دارند و دیگر عبداللہ نام در جوانی تال جلال گوشہ اختیار نمود نشستہ اند چوں بہ گجرات رسیدم خواجہ سرای را بانیاز نزد شیخ دولہؒ فرستادم و اظہار اخلاص نمودہ التماس فیضی نمودم کہ از ایشاں من رسد لیکن می خواستم از ایشاں نہ یافتم۔"

اورنگ زیب کی حاضری : شہزادہ اورنگ زیب یہ جاننے کیلئے جب مضطرب ہوا کہ شاہ جہان کے بعد دارالشکوہ اور مراد میں سے کون تخت نشین ہوگا یا وہ خود، تو وہ شاہ دولہؒ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے شاہ صاحب کو مرغ زریں، ایک ولایتی بلی اور چوبی عصا پیش کئے اس خیال سے کہ اگر شاہ دولہ صاحب نے عصاء لوٹا دیا اور دوسری چیزیں رکھ لیں تو اس بات کا اشارہ ہوگا کہ تخت اس کو ملے گا۔ شاہ دولہؒ نے جوں ہی شہزادے کو دیکھا اٹھ کر سلام کیا اور جلالت مآب کہا۔ ایک روٹی شہزادے کو دی، عصا لوٹا دیا اور کہا یہ روٹی خدا نے تمہارے لئے بھیجی ہے۔ اور یہ عصا تمہیں تمہارے با اختیار ہونے کی علامت کے طور پر دیا جاتا ہے۔ "خوش دل رہو" اورنگ زیب نے بیگم بائی کو یہ داستان سنائی جس نے اپنے بارے میں شاہ دولہؒ کی پیش گوئی سنا کر کہ وہ بادشاہوں کی ماں ہوگی شہزادے کے اعتقاد کو اور پختہ کردیا۔ بیگم بائی کے بیٹوں معظم اور محمد سلطان میں سے اول الذکر شاہ عالم کے لقب سے تخت

marfat.com

نشین ہوا۔ (ایلیٹ 'کرانیکل آف گجرات)

عبداللہ خویشگی : صاحب "معراج الولایت" کا کہنا ہے کہ میں سفر حسن ابدال کے وقت شاہ دولہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مراقبہ میں تھے اور قوال خواجگان چشت کی مدح سرائی کر رہے تھے۔ جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو میری طرف متوجہ ہوئے۔ مجھے مٹھائی عطا فرمائی۔ میں نے عرض کی کہ بندہ کو عطائے ظاہری کی طلب نہیں نعمت باطنی سے حصہ چاہتا ہوں۔ متبسم ہوئے اور کہا کہ اسے بھی لے لو اور وہ بھی دوں گا چنانچہ بندہ کے حال پر بے شمار عنایات باطنی و ظاہری ارزانی فرمائیں۔ ("معراج الولایت" بقول مصنف اس نے ۱۰۹۴ ہجری میں تالیف کی ۱۰۶۶ ہجری میں وہ تعلیم سے فارغ ہوا لہٰذا ۱۰۶۶ ہجری (مطابق ۱۶۵۶ عیسوی) کے بعد ملاقات کی ہوگی۔)

آخری ایام : چراغ قادری اپنے قلمی "کرامت نامہ" میں لکھتے ہیں کہ آپ امام علی الحقؒ کے مزار (سیالکوٹ شہر) پر گئے ہوئے تھے اور وہاں سات دن رہے۔ امام صاحب سے عرض کی کہ آپ اپنے جوار میں چپہ زمین عنایت کردیجئے لیکن آپ نے فرمایا کہ تمہاری آسودگی کے لئے گجرات منتخب کیا جاچکا ہے اس لئے جتنی جلدی ہوسکے وہاں چلے جاؤ چنانچہ یہ سنتے ہی عازم گجرات ہوگئے۔ ساحل چناب تک آتے آتے لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہوگیا۔ شیخ نے وہاں ہی میانی ملاحاں میں شہتوتوں کے ایک باغ میں جسے آپ نے خود ہی لگایا تھا رات بسر کی۔ صبح کو تمام اہل زیارت کو رخصت کیا اور خود کشتی میں سوار ہو کر دریا کے اس طرف آگئے۔ ملاحوں کو نقد و اجناس دے کر خوش کیا اور گجرات کو چل دیئے۔ چاشت کے قریب موضع سوق (گجرات سے تقریباً ۴/۵ میل جلال پور جٹاں کی طرف لب سڑک) کہ راقم چراغ قادری کا وطن مالوف ہے۔ تشریف لائے اور احقر کے اسلاف بزرگوار کے مقبرہ میں ایک درخت تلے بیٹھ گئے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ ہمارے تمہارے **انفصال** کی ساعت آن پہنچی ہے۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے اور نذریں نیازیں حاضر کرنے لگے جو ان ہی لوگوں میں بانٹتے گئے۔ دو گھڑی اس خاکسار کو بھی شرف تقرب رہا۔ ایک پشتارہ شکر اور شیرینی فقیر کے حصہ میں بھی آئی۔ پھر گجرات کو روانہ ہو پڑے۔ پانچ دن تک صحت مند و سلامت رہے چھٹے روز اچانک بخار نے گرفت کرلی۔ تیرہ دن تک اسی میں مبتلا رہے۔ حکیم اور طبیب دوائیں لے کر آئے مگر آپ نے قبول نہ کیں۔ یہی فرماتے تھے کہ دولہ" وصال دوست می خواہد و ایں مردم ناداں سبب انفصال می طلبند و تردد زندگانی می کنند و می دانند کہ زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد"

اسی اثناء میں بھاون نے جسے بعض فرزند حقیقی کہتے ہیں اور بعض متبنی، عرض کی کہ تبرک مجھے عنایت ہو فرمایا کہ اے بھاون! تو دولا کو راضی نہ رکھ سکا تو مولا کو کیسے راضی رکھ سکے گا۔ گلیم البتہ یہ ہے خواہ اسے تو لے لے خواہ کوئی اور لے لے۔

مغز را ہمراہ خود برداشتم استخواں پیش سگاں بگذاشتم

ہاں! یہ وصیت ضرور کرتا ہوں کہ اگر دولا کی تربت کی مجاوری کرے گا تو ہندوستان و خراسان سے جو بھی ادھر سے گزرے گا ایک درم اس خاکسار کی خاک پر رکھتا جائے گا اور تمہاری معیشت کے لئے کافی ہوگا اور رزق کی تجھے نہ کمی ہوگی نہ غمی اور اپنے اندر غرور پیدا کر کے کسی اور جگہ جائے

marfat.com

گا تو سرگرداں و بے نوا رہے گا۔ آخر دو شنبہ کے روز ۱۵ ربیع الاول ۱۰۸۶ ہجری (مطابق ۳۰ مئی ۱۶۷۵ عیسوی) میں جرعہ نوش جام بقا ہو گئے۔

حضرت کا سن وصال اختلافی ہے۔ حضرت شاہ دولہؒ کے مزار پر تاریخ وفات کے سلسلہ میں یہ بیت رقم ہے۔

بتوحید آں عارف حق گزیدہ   بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ

(۱۰۸۵ ہجری، مطابق ۱۶۷۴ عیسوی)

سال وفات : خزینتہ الاصفیاء میں بحوالہ "مخبر الواصلین ۱۰۸۵ ہجری اور بحوالہ شجرہ چشتیہ ۱۰۷۵ ہجری لکھا ہے۔ حدیقتہ الاولیاء مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور میں پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے صفحہ نمبر ۱۷۲ پر حضرت شاہ دولاؒ کے حالات میں جو حاشیہ (Foot note) تحریر فرمایا ہے اس میں سال ۱۶۷۶ عیسوی (۱۰۸۶ ہجری) کو ترجیح دی ہے انہوں نے اپنی تحقیق کا ماخذ "کرامت نامہ" مشتاق رام گجراتی (قلمی نسخہ مملوکہ سید شرافت نوشاہی مصنف "شریف التواریخ") کو قرار دیا ہے۔

حضرت بابا جنگو شاہ قلندر سہروردیؒ

گجرات (پنجاب) کے ایک برگزیدہ ولیء کامل جن کی جدوجہد اور توجہ باطنی سے اسلام نے نشوونما پائی اور لاکھوں بندگان خدا نے ان سے توحید و رسالت کا حقیقی راستہ پایا حضرت بابا جنگو شاہ قلندر سہروردیؒ ہیں۔ آپ کا اصلی نام شرف الدین تھا۔ ابتدا میں بہت بڑے ڈاکو تھے۔ ایک دفعہ ڈاکہ مار کر بھاگے تو لوگوں کو پتہ چل گیا اور ان کا پیچھا کیا۔ آخر پکڑے گئے اور انہیں اتنا مارا پیٹا کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو اٹھ کر حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی سہروردی قادری کے مزار پر حاضر ہوئے اور واویلا کیا۔ اپنا اپنا مقدر ہے۔ بابا جنگو شاہؒ اس حالت بیماری یا مار میں اٹھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ دولہؒ نے ایک رات باجسد ظاہری قبر سے نکل کر بابا جنگو شاہ کو فرمایا اگر توبہ کرتے ہو تو ابھی تمہارے زخموں کا علاج بتا دیتا ہوں۔ آپ نے عرض کی سچی توبہ کرتا ہوں اور آئندہ چوری اور ڈاکہ زنی سے تائب ہونے کا وعدہ کرتا ہوں حضرت شاہ دولاؒ نے آپ کے زخموں کا ایک معمولی علاج بتا دیا اور ساتھ ہی ایک روحانی سبق تلقین فرما کر بیعت کر لیا اور طریقہء سہروردیہ کا سبق تلقین فرمایا جو مریدین میں "طریقت اویسیہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جو حضرت شاہ دولہ رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک طریقت ہے۔ ان دنوں حضرت شاہ دولہؒ کے مزار اقدس کے ساتھ ہی دریا چناب بہتا تھا۔ اب تک یہ بات مشہور ہے کہ ایک پلی تھی اور اس مقام پر سوہنی ڈوب کر مری تھی۔ بعض کے نزدیک دریا پلی کے اس طرف تھا اور بعض کے نزدیک پلی کے پار۔ جبرا! بیعت کے بعد آپ کو جب حضرت نے سبق تلقین فرمایا اور مجاہدے کا حکم دیا تو آپ نے اس پلی کے مقام سے ایک سرنگ نکالی جو دریا کے نیچے نیچے لے گئے۔ صبح وہاں چلے جاتے اور رات کو کنارے پر آجاتے۔ اتنا مجاہدہ کیا کہ حالت استغراق طاری ہو گئی اور حالت مجذوبی میں باقی کے تکلفات شرعیہ ختم ہو گئے۔ بالاخر مراد کو پہنچے اور "رتبہ قلندر" حاصل کیا۔ صاحب "تذکرہ غوثیہ" نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔

marfat.com

حضرت غوث علی پانی پتی علیہ رحمتہ نے دو قلندروں کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ "قلندر وہ ہے کہ تجرید و تفرید میں یکتا اور بے پروا ہو اور شرط یہ کہ مجذوب بھی ہو اور سالک بھی جیسے حضرت شرف الدین بو علی قلندر تھے یا اس زمانہ میں حضرت جنگو شاہ گزرے ہیں"۔ وہاں سے فیض یاب ہو کر اپنے گاؤں ملہو کھوکھر میں مقیم ہوگئے اور یاد الٰہی میں پھر مستغرق ہوگئے۔ صبح و شام آپ کی عبادت گاہ کے باہر کثیر ہجوم جمع رہنے لگا۔ آپ تھوڑی دیر کیلئے دن میں کسی وقت حجرے سے باہر آتے اور خلق خدا کیلئے دعا فرما کر پھر اندر تشریف لے جاتے۔ آپ کی کرامات اور تصرفات باطنی کے قصے زبان زد عام ہیں۔

اسی طرح حضرت بابا جنگو شاہ قلندر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی مریدین کو بیعت کرنے کا عام طریقہ نہیں تھا جسطرح کہ شرعی بیعت کی جاتی ہے بلکہ آپکا طریقہ بھی سلسلہء سہروردیہ بطریق اویسیہ تھا بس ایک توجہ فرمائی اور کام کر ڈالا۔ حضرت بابا جنگو شاہ کو جو سبق ملا وہ قادری اور سہروردی مخلوط ہے۔

مولوی محمد صالح کنجاہی اپنی تصنیف "سلسلہء اولیاء" قلمی میں حضرت بابا جنگو شاہؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کا عجیب حال ہے کہ کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ گرمی یا سردی ہر موسم (آسمان کی چھت کے نیچے) باہر رہتے۔ نہ سردی سے خطرہ نہ گرمی کا اثر نہ صاحب دولت سے الفت نہ بے نوا سے نفرت نہ کسی غیر سے دلچسپی بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اسی سے رغبت۔ مولانا کے اصل الفاظ بہ زبان فارسی میں اتنی غنائیت ہے اور وہ اتنی دلکش و پر لطف ہے کہ ان الفاظ کو یہاں درج کئے بغیر بن نہیں پڑتی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے اور اس مرصع، مترنم اور متوازن عبارت پر سر دھنئے:۔

تحریر فرماتے ہیں۔ "حالش عجیب حالے است کہ پروائے کسے ندارد و در زمستان تابستان بیرون می ماند۔ نہ از سردی خطرے نہ از گرمی اثرے۔ نہ بامنعم الفتے و نہ از گدا نفرتے و نہ باکس انسے درازے ہمیشہ باحق در سوز و گدازے۔"

بر تخت فنا نشستہ شاہے   از ترک بتارکش کلاہے
از ہر دو جہاں او را خبر نے   و از گرمی و سردیش ضرر نے
از جام و صبوح بیخودی مست   از بود و نبود و کون وا رست

آپ کا قیام موضع ملہو کھوکھر میں رہا جو زمیندارہ کالج گجرات سے تقریباً چار میل پر مشہور گاؤں ہے۔ وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ بمطابق "لاہور کے اولیائے سہرورد" از میاں محمد دین کلیم آپکا وصال ۱۲۸۱ ہجری مطابق ۱۸۶۴ عیسوی میں ہوا۔ آپکے متعلق دیوان شیخ عبداللہ میں لکھا ہے۔

جناب شاہ جنگو تودۂ خاکستر عشق   چو او مجذوب ذات کبریا کمتر شود پیدا
بجو اے شیخ تاریخش زخاکستر علی گوید   زرگم گشتہ در آتش زخاکستر شود پیدا

تاریخ ولادت کا پتہ نہیں چل سکا عمر کے متعلق بعض کے نزدیک سو سال کے لگ بھگ تھی اس لحاظ سے ۱۱۷۸ ہجری (۱۷۶۴ عیسوی) کے لگ بھگ ہو سکتی ہے۔

حضرت میاں غلام محمد سہرورد یؒ حیات گڑھی

حضرت میاں صاحب المعروف "باباجی قبلہؒ" راقم الحروف (خاور سہروردی) کے دادا پیر تھے۔ آپ کے حالات راقم الحروف کے پیر و مرشد کامل حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ کی

marfat.com

تصنیف لطیف "تعارف سہروردیہ" اور آپ کے ارشادات گرامی (راقم الحروف کی مطبوعہ کتاب موسومہ "تذکرہ و ملفوظات ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی") پر مبنی ہیں۔

مبشرات : حضرت میاں غلام محمد سہروردی حیات گڑھیؒ کے پردادا حضرت شیخ مسعودؒ حضرت غلام قادر گجراتی قادری کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کی خدمت اقدس میں ایک صاحب باطن سید حامد شاہ صاحبؒ بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ روز مرہ کی ملاقات شیخ مسعودؒ اور سید حامد شاہؒ میں گہری محبت اور دوستی کا رنگ اختیار کر گئی چنانچہ شاہ صاحب اکثر و بیشتر شیخ مسعودؒ کے ہاں ملنے کیلئے آتے رہتے ایک دن جب ملنے کیلئے تشریف لائے تو شیخ مسعودؒ کو اپنے حجرہ سے باہر (برائے ملاقات) آنے میں خلاف معمول دیر ہوگئی۔ شاہ صاحب نے دیر کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے ایک بچے کی خوشخبری مل رہی تھی مگر وضاحت کیلئے دوبارہ عرض کرنے کی جسارت نہ ہوئی کہ وہ بچہ کون اور کس کے ہاں ہوگا؟" حامد شاہؒ صاحب بولے کہ وہ بچہ آپ کے پوتے میاں محمد علی صاحب کے ہاں ہوگا جس کی مجھے بھی آگاہی ہے اس کا مشہور نام غلام محمد اور تاریخی نام غلام صدیق ہوگا۔ شیخ مسعودؒ کو بھی حالت کشف میں یہی نام بتا کر فرمایا گیا تھا کہ وہ بچہ (بڑا ہو کر) منزل فقر میں یگانہ سر الست اس کا نخجانہ، اقلیم خیر کا تاجدار، میدان صبر و رضا کا شاہ سوار، کشف و کرامات کا مرقع و متصرف، راہروان منزل تجرید اور وادیء تفرید کا راہ نما ہوگا۔

ولادت با سعادت : حضرت میاں صاحب کی والدہ ماجدہ کی زبان فیض بیان سے یوں ذکر ہوا ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: بی بی تم کو ایک مقدس چیز دی جاتی ہے لے لے اور اس کی حفاظت اور شکر کرنا کیونکہ ناشکروں کو اللہ تعالیٰ مقبول نہیں رکھتا۔ مائی صاحبہ نے یہ خواب حضرت کے جد امجد (میاں شیخ مسعودؒ) سے ذکر کیا اور تعبیر چاہی مگر وہ خواب سن کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا: بیٹا اس خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا اللہ کریم رحم فرمائے گا اور اس کا نتیجہ نہایت اچھا ہوگا۔ چنانچہ بالآخر اس خواب کی تعبیر حضرت میاں صاحب کی ولادت با سعادت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ حضرت میاں صاحبؒ کی صحیح تاریخ پیدائش کا علم نہیں ہو سکا۔ "تعارف سہروردیہ" میں عمر شریف ۱۱۰ سال تحریر شدہ ہے۔ اس لحاظ سے سال پیدائش ۱۲۵۷ ہجری (۱۸۴۱ عیسوی) بنتا ہے۔ ولادت مبارک موضع رسول پور تحصیل و ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی جہاں آپ کے آباء مقیم تھے۔

شجرۂ نسب : الحاج حضرت میاں غلام محمد سہروردی بن حافظ محمد علی بن حافظ میاں محمد بن میاں شیخ مسعودؒ بن حافظ اللہ یار بن میاں محمد جعفر بن عبدالجلیل بن سلیمان بن صدر الدین بن بہاء الدین بن داؤد بن تاج دین بن بھولا بن عبدالدائم بن معراج الدین بن قلس بن پھرنا بن ملک بناں بن نصرت بن بھرت بن چیت بن جگن بن زمان بن کھوکھر بن قطب شاہ بن علی علیہ السلام۔

شمائل شریف و لباس : قد زیبا میانہ، چہرۂ اقدس نہایت حسین و خوبصورت، ریش مبارک متشرع، رنگ سرخ و سفید نکھرا ہوا، تقدیس و تنویر اور عظمت و رفعت کا آئینہ دار، آنکھیں نیلگون اور روشن جن میں حیاءِ و شرم کا جوہر بدرجہ اتم موجود۔ دوامی محویت کے باوجود حق بینی و حقیقت شناسی

marfat.com

میں یکتا۔ لباس نہایت سادہ اور موٹا تفاخرانہ پوشش سے مطلقاً" بے نیاز۔

اوائل عمری : آپ بچپن ہی سے عام بچوں کی طرح نہ کھاتے نہ پیتے۔ نہ روتے نہ سوتے نہ بغند ہوتے شوخی سے نفرت اور کھیل تماشے کی بجائے گوشۂ تنہائی سے پیار ہوتا۔ آپ صغیر سنی میں جب حضرت بابا جنگو شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ یہ بچہ اپنے وقت میں عدیم المثال ہوگا تو محبت سے گود میں اٹھا لیا۔ اپنی مجذوبیت سے سلوک فرمایا۔ دیکھا کہ ابھی فقر کی دولت پیدا کرنے والی ہے چنانچہ انہیں کندھوں پر اٹھالیا اور لے گئے۔ حضرت قبلہ بابا جیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت بابا جنگو شاہؒ کئی دن ریت میں دبا دیتے تھے اور خود چلے جاتے تھے لیکن بفضل تعالیٰ مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ ان کے پاس لوگ جب حاجت روائی کے لئے حاضر ہوتے تھے تو آپ انہیں کہتے تھے کہ اس بچے کو تحفہ یا مٹھائی دو چنانچہ لوگ میرے پاس بتاشے وغیرہ رکھتے اور کہتے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرمانے والا ہے ان کی حاجتیں پوری ہو جاتیں۔

۱۸۴۸ء میں سات سال کی عمر میں آپ دینی تعلیم پر ڈال دیئے گئے۔ دینی درسی کتب کچھ اپنے دادا محترم اور کچھ اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ علم فقہ مولوی قائم دین سکنہ بھکو کے تحصیل گجرات سے حاصل کیا۔ علم ادب عربی اور اخلاقی کتب کا مولوی عبداللہ سکنہ چک عمر والوں سے حصہ پایا۔ علم اصول اور معانی کیلئے مولوی محمد عالم صاحب کی خدمت میں پہنچے اور کامل ہوئے۔ اس کے بعد علم طب کا شوق ہوا جس کے لئے سید حکیم احمد شاہ "پنڈی میاں" والوں سے استفادہ کیا اور چھبیس سال کی عمر تک تمام علوم سے فارغ التحصیل ہو کر باطنی سلسلہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اکثر اوقات وظائف میں مشغول رہتے۔ گوشہ نشینی نے آپ پر ایک خاص اثر کیا اور چلہ کشی میں انہماک زیادہ ہوتا گیا حتی کہ چلہ کشی کی محنت شاقہ اور جانکاہ ریاضت سے آپ کی نظر بند ہوگئی جس سے آپ کے والد بزرگوار کے علاج کرانے پر صحت ہوگئی۔ بارہ سال مسلسل دریائے چناب میں چلہ کش رہے نچلا حصہ مچھلیاں کھا گئیں جو بعد ازاں بذریعہ علاج معالجہ ٹھیک ہوا۔

بیعت : آپ نے اپنے والد صاحب کو فرمایا کہ حضرت قطب ولایت بابا جنگو شاہ قلندرؒ مجھے بلاتے ہیں تو آپ کو ان کے والد ماجد ان کی خدمت میں لے گئے جنہوں نے فی الوقت اپنا پس خوردہ دودھ پلایا اور حالت استغراق طاری کردی۔ اس حالت میں حضرت جنگو شاہؒ نے "ہوش دار" کی آواز دی اور فرمایا بیٹا! اس میدان میں بے ہوش کر گرنا مردانگی نہیں جو پھل درخت سے گر جاتا ہے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ پھر طریقت سہروردیہ کا سبق تعلیم فرمایا جو مریدین میں طریقت او... کے نام سے پکارا جاتا ہے اور حضرت مخدوم شاہ دولا شاہ گجراتیؒ کی طریقت ہے۔ حضرت جنگو شاہ صاحبؒ کی تلقین کے بعد متابعت شیخ میں منازل فقر طے کرتے رہے۔

روانگی حرمین شریفین : اسی دوران آپکو "نقش مربعہ" کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔ قریباً" اٹھائیس سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ عازم سفر حج ہوئے جس میں نقش مربعہ کی تلاش بھی مضمر تھی۔ آپ کا یہ تمام سفر براستہ خشکی تھا۔ سرزمین مقدس حجاز بالخصوص مدینہ منورہ میں آپکا قیام تیرہ سال رہا۔ حج زیارت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش تیرہ سال بعد مدینہ منورہ میں ہی نقش

marfat.com

مربعہ کے حصول کی تمنا پوری ہوئی اور نقش مربعہ مل گیا۔ آپ واپس وطن مالوف تشریف لے آئے مگر آپکے قیام مدینہ منورہ اور حج کے دوران ہی حضرت قبلہ بابا جنگو شاہؒ کا وصال ہو چکا تھا۔

پیر ظہور الحسن قادریؒ کی خدمت میں : بحوالہ "تعارف سہروردیہ" خود حضرت قبلہ میاں غلام محمد صاحب سہروردیؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت قبلہ جنگو شاہؒ میرے گھر واپس پہنچنے سے پہلے انتقال فرما گئے تو مجھے سابقہ طمانیت نہ رہی اور میں نے چاہا کہ مجھے کوئی دوسری پاکیزہ مجلس ملے یا کسی کامل پیر کی صحبت میسر آ جائے۔ اتفاق حسنہ سے انہیں دنوں ایک بزرگ سید ظہور الحسن بٹالویؒ کا ہمارے علاقے میں گذر ہوا۔ میرے والد ماجد نے مجھے فرمایا کہ یہ بزرگ قادری طریقت اور ایک مقدس گھرانے کے اوالعزم فرد اور متبع شریعت پیر ہیں چلو تمہیں ان کی صحبت میں رہنے کا اجازت نامہ حاصل کرا دوں جو سفر و حضر کی ذمہ داری کر کے تمہاری مشا نخانہ اعانت فرمائیں چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزارش حال کی۔ آپ نے فرمایا: یہاں قیام کرو تہجد کے وقت بیعت کریں گے چنانچہ ہم وہاں ٹھہر گئے۔ تہجد کے وقت جب پیش ہوئے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے میرے والد ماجد کو فرمایا: "اس کو بیعت کرانے کے خیال سے آپ میرے پاس کیوں لائے ہیں۔ اس کا پیر نہایت کامل ہے جو اس کو کسی حال میں بھی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ کسی کی تحویل میں دینا پسند فرماتا ہے۔" مجھے فرمایا: یاد رکھو آئندہ اس ارادے پر کسی شخص کی خدمت میں حاضر نہ ہونا جو تم کو اس کیفیت کے بعد اپنی بیعت میں لے گا وہ کامل شیخ نہیں ہوگا۔ لو یہ ایک کمبل اور پانچ روپے میری طرف سے اپنے "کمبل پوش شیخ" کی خدمت میں نذرانہ گزارو اور وہیں حاضر ہو کر اپنے فیض باطنی اور طمانیت کے لئے گزارش کرو کہ قبلہ مجھے غیر کا محتاج نہ بنائیے اور ہاتھ پکڑنے کی لاج رکھ کر منزل مقصود دلائیے۔"

تعمیل ارشاد حضرت قادری : سرکار بٹالہ کے ارشاد کے مطابق آپ ان سے رخصت ہو کر گھر واپس تشریف لائے اور پھر وہاں سے وہ نذرانہ لے کر موضع طھو کھوکھر تحصیل گجرات (جہاں پر حضرت قطب ولایت پیر شرف الدین جنگو شاہ قلندرؒ کا مزار ہے) حاضر دربار ہوئے اور وہ نذرانہ مع کمبل مرقد شریف کی پائینتی پر رکھ دیا مگر اسے نہ تو مزار اقدس کے کسی خادم نے اٹھایا اور نہ ہی خود صاحب مزار کی طرف سے کوئی آگاہی ہوئی۔ حضرت میاں صاحبؒ بہت متفکر ہوئے کہ شاید میری کسی غلطی کی یہ سزا ہے کہ نہ تو کوئی جواب مل رہا ہے اور نہ ہی نذرانہ قبول ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

عطائے خلافت سہروردیہ : آپ اسی فکر میں تھے کہ ایک بی بی صاحبہ وہاں پہنچ گئیں جن کا نام "کرم بی بی" تھا جو حضرت بابا جنگو شاہؒ کی ہمشیرہ تھیں۔ بی بی صاحبہؒ نے جو ایک صاحب نسبت خاتون تھیں میری حالت دیکھ کر فرمایا: "نہ گھبراؤ تمہاری طرف سے میں عرض کرتی ہوں" چنانچہ انہوں نے مزار اقدس پر عرض کی کہ اس بچے کو سرفرازی بخشئے اور اس کی عرض اور نذرانہ قبول فرمائیے۔ اس آواز کے سنتے ہی قبر شق ہوئی اور حضرت بابا جنگو شاہؒ مزار سے (بجسم ظاہری) جلوہ گر ہوئے اور حضرت میاں صاحبؒ پر توجہ فرمائی۔ حضرت میاں صاحبؒ کو توجہ پاتے ہی دین و دنیا کی کوئی ہوش نہ رہی یہاں تک کہ آٹھ دن وہیں بیہوش پڑے رہے اس کے بعد جب ہوش آیا تو وہی بی بی صاحبہ

marfat.com

موجب راہنمائی و تسکین بنیں اور فرمانے لگیں کہ اب اٹھو اور حضرت شاہ دولا دریائیؒ کے مزار پر گجرات چلو وہاں سے جو ارشاد ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا چنانچہ آپ بمعہ بی بی صاحبہ حضرت شاہ دولاؒ دریائی گجراتی کے دربار پر حاضر ہوئے اور اپنا مافی الضمیر عرض کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بے ہوشی اور مایوسی مستقل ہوش اور امید میں بدل گئی۔ ازاں بعد آپ نے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ترویج و تبلیغ کا آغاز شروع کردیا۔

حضرت خضر علیہ السلام والا سبق : یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ آپ کے مدارج عالیہ میں ایک نیا انکشاف ہوا یعنی آپ ایک دن کسی ضروری کام کو اپنے گاؤں رسول پور سے ایک دوسرے گاؤں فتح پور (تحصیل گجرات پنجاب) تشریف لے گئے جہاں ایک بزرگ میاں قطب الدین وڑائچؒ رہتے تھے جو ایک مرد خدا کی حیثیت میں خلق خدا میں مشہور تھے اور ان کی عمر نوے سال کے قریب تھی وہ مسجد میں بیٹھے اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ انہوں نے جب حضرت میاں صاحبؒ کو دیکھا تو بڑی محبت و پیار سے ملاقی ہوئے۔ میاں صاحبؒ نے عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو میں گدڑی سی دوں۔ آپ نے فرمایا : "ہاں سی دو" میاں صاحبؒ نے گدڑی کو سینا شروع کردیا اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتے رہے۔ باتوں باتوں میں یہ راز کھل گیا کہ یہی وہ لڑکا ہے جس کی نسبت حضرت حامد شاہ قادریؒ نے (جو حضرت میاں صاحب کے پردادے حضرت شیخ مسعودؒ کے یار غار، ہمدم اور جلیس تھے جن کا ذکر "مبشرات" کے ضمن میں آچکا ہے) اشارہ کیا تھا۔ پھر کیا تھا، آپ نے اٹھ کر حضرت میاں صاحب کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا بیٹا! تمہاری ایک امانت (حضرت خضر علیہ السلام والا سبق جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جا رہی ہے) میرے پاس ہے جو میں بڑھاپے کی وجہ سے حاضر ہو کر تمہیں نہیں دے سکا۔ پہلے وہ امانت لے لو تو پھر دوسری بات کریں گے چنانچہ انہوں نے وہ امانت سینے میں رکھ کر اپنے تین اسباق بیان فرما دیئے۔ ایک وہ جو حضرت میاں صاحبؒ کے پردادے شیخ مسعودؒ سے ملا تھا۔ دوسرا وہ جو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت سید حامد شاہؒ کو ارشاد فرمایا تھا اور اسے بالآخر آپ کو تلقین ہونا تھا۔ تیسرا میراں محمد شاہ بھیروی قادریؒ (ضلع سرگودھا) والا سبق جن کے حکم پر حضرت سید حامد شاہؒ دریائے جہلم کی طغیانی کے موقع پر مخلوق خدا کو تباہی سے بچانے کیلئے عین دریا کی منجدھار میں کود پڑے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے ایک مقام خاص پر پہنچ کر ایک خصوصی سبق حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ حضرت میاں قطب الدین وڑائچؒ نے حضرت میاں صاحبؒ کو ارشاد فرمایا کہ ویسے تو آپ کو تینوں اسباق (مندرجہ بالا) کی اجازت دی گئی ہے مگر آپ حضرت میراں محمد شاہ صاحب بھیروی والا سبق نہ پڑھیں۔ چنانچہ آپ وہاں سے فائز المرام واپس گھر تشریف لے آئے اور ارشاد کے مطابق تلقین و ارادت کا سلسلہ شروع کردیا۔ حضرت خضر علیہ السلام کے تلقین شدہ سبق کی تفصیل راقم الحروف کے پیر و مرشد کامل حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ نے اپنے مرتبہ کردہ "شجرہ طریقت سلسلہء عالیہ سہروردیہ" میں "بواسطہ سوم" منظوم تحریر فرمائی ہے جسے ہم یہاں نثر میں درج کئے دیتے ہیں۔ بہرحال منظوم بھی شجرہ طریقت میں مناسب مقام پر درج کردی گئی ہے۔

ایک دفعہ دریائے جہلم میں انتہائی خوفناک طوفان آگیا جس نے گرد و نواح میں سخت تباہی و

marfat.com

بربادی پھیلا دی۔ بھیرہ (ضلع سرگودھا) جو دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر واقع ہے تباہی کی زد میں بری طرح آ گیا۔ مال مویشی وغیرہ کی اس قدر تباہی ہوئی کہ الامان الحفیظ۔ بھیرہ میں ایک مرد بزرگ و کامل حضرت پیر محمد شاہ قادریؒ ان دنوں مقیم تھے۔ دیہاتی حضرت کی خدمت میں اس بلائے ناگہانی سے نجات کیلئے حاضر خدمت ہو کر دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے حاضرین کو فرمایا "کیا تم میں ایسا کوئی مرد خدا ہے جو خلق خدا کو اس تباہی سے بچانے کیلئے راہ خدا اپنی جان کو پیش کردے۔ حاضرین میں سے ایک مائی صاحبہ آگے بڑھیں اور عرض کی کہ میں اپنا بیٹا اس کار خیر کیلئے پیش کرتی ہوں۔ اس فرزند ارجمند کا اسم گرامی سید حامد شاہ تھا۔ سید حامد والدہ ماجدہ کا ارشاد گرامی سنتے ہی آگے بڑھے اور حضرت محمد شاہ صاحب کی خدمت میں اپنے آپ کو راہ خدا میں پیش کردیا۔ حضرتؒ نے انہیں ایک تعویز مرحمت فرما کر حکم دیا کہ بنام خدا دریا میں کود جاؤ۔ حسب ارشاد وہ عین منجدھار میں کود گئے۔ دراصل یہ بیم و رجا کا محض اک امتحان اور عام مخلوق میں سے کسی ایک مرد خاص کا انتخاب اور عنایت الٰہی کی داد و دہش کا ایک بہانہ تھا چنانچہ جونہی ایثار و قربانی کے جذبہ سے سرشار اور ایک مرد کامل کے حکم کی متابعت میں والہانہ سید حامد شاہ دریا میں کود گئے تو دریا کی سرکش موجیں ان کے لئے بھی بحکم رب العزت جل علی شانہ' **یا نار کونی بردا سلاما علی ابراہیم**" کے مصداق یہاں بھی سلامتی کا سامان بن گئیں۔ سرکش موجوں کی کیا مجال تھی کہ وہ ایک عاشق الٰہی کو جس نے محض للہ' مخلوق خدا کی بہتری اور سلامتی کیلئے اپنی جان بغیر کسی حیل و حجت اور ہچکچاہٹ کے پیش کی تھی نقصان پہنچا سکیں چنانچہ ادھر وہ دریا میں کودے اور ادھر ایک مقام خاص پر پہنچ گئے جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو ایک خصوصی سبق تلقین فرما کر حکم دیا کہ اب جانب مشرق روانہ ہو جاؤ چنانچہ بحکم حضرت خضر علیہ السلام روانہ ہو کر وہ باشارۂ باطنی موضع رانی وال (تحصیل و ضلع گجرات) حضرت شیخ میاں مسعود رحمتہ اللہ علیہ (جو حضرت میاں غلام محمد سہروردیؒ کے پردادا تھے) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ متذکرہ بالا سبق درحقیقت حضرت میاں صاحب غلام محمد سہروردیؒ کیلئے تلقین ہوا تھا جسے بالآخر وقت معینہ پر آپ کو تلقین ہونا تھا۔

بابا محمد رمضانؒ سے فیض : اس رحمت الٰہی کے بعد ایک تیسرا سلسلہ شروع ہوا اور وہ بابا محمد رمضانؒ صاحب کا تھا جو ایک مدہ بھرے درویش حیات گڑھ تحصیل و ضلع گجرات میں رہتے تھے۔ یہ بزرگ حضرت جلے شاہؒ سکنہ معین الدین پور تحصیل و ضلع گجرات کی کرامت سے پیدا ہوئے تھے اور ان کے ہی مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت بابا محمد رمضانؒ کو ایک نقش کی تلاش و تجسس تھا مگر حسن اتفاق کہ باون سال کی عمر تک وہ آپ کو حاصل نہ ہو سکا۔ ایک رات خواب میں کسی بزرگ نے آپ کو فرمایا کہ تم میاں غلام محمد سہروردیؒ کے پاس رسول پور جاؤ وہ اس مسئلہ میں تمہاری مدد کریں گے۔ حضرت میاں صاحبؒ کی آبائی رہائش رسول پور میں تھی چنانچہ بابا محمد رمضانؒ رسول پور حضرت میاں صاحبؒ کے پاس تشریف لائے اور اپنا مافی الضمیر کا تذکرہ کیا۔ حکمت الٰہی ایک خواب کے اشارے پر نقش مقدس بنا لینے میں کامیاب ہوگئے۔ ادھر بابا محمد رمضانؒ کو حکم ہوا کہ تم میاں غلام محمدؒ سے اچھا سلوک

marfat.com

کرو کیونکہ اس نقش کی برکات میں ان کا بھی حصہ ہے۔ چنانچہ وہ آپ پر بڑی نظر عنایت رکھتے اور فرماتے کہ اس آفتاب سے دنیا کسب ضیاء کرے گی۔

حضرت میاں صاحب کی حیات گڑھ منتقلی : حضرت میاں صاحب ؒ اور حضرت بابا محمد رمضان ؒ میں موانست اور تعلق خاطری اتنا بڑھ گیا کہ علیحدہ علیحدہ دو گاؤں کی رہائش بھی دشوار ہوگئی۔ بابا محمد رمضان ؒ نے حضرت میاں صاحب ؒ کو فرمایا: یا تم حیات گڑھ آجاؤ یا میں تمہارے گاؤں رسول پور آجاتا ہوں اس لئے کہ اب اکیلے رہنے میں لطف نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب ؒ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر رسول پور سے حیات گڑھ تشریف لے آئے اور یہاں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ حیات گڑھ کی بستی میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی جس میں میاں صاحب ؒ اپنا وقت اطمینان سے گزارتے۔ اس لئے آپ کبھی کبھی مقامی حالات سے متنفر ہو کر کسی دوسری جگہ تشریف لے جانے کا ارادہ فرمالیتے مگر حضرت بابا محمد رمضان ؒ آڑے آتے اور حیات گڑھ کی اقامت پر مجبور فرماتے۔ ایک دن حضرت میاں صاحب ؒ نے بالکل تہیہ کرلیا کہ حیات گڑھ کی سکونت چھوڑ کر چلا جاؤں تو حضرت بابا محمد رمضان ؒ سخت ناراض ہو کر نصیحت فرمانے لگے کہ آپ جنگو شاہ قلندر ؒ ایسے مردان معرفت کو مل کر بھی دنیا کی صعوبتوں کے مقابلہ میں مستقل مزاجی کا سبق نہیں سیکھ سکے۔ آپ کے پردادا شیخ مسعود ؒ کا سبق طریقت ایک وہ سبق ہے جس کے سامنے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہیں پھر بھی آپ مطمئن کیوں نہیں ہوئے آؤ میں تم کو ایک بات سکھاؤں جو درویش کیلئے نہایت ضروری اور مستقیم الحال بنانے والی چیز ہے یہ کہہ کر ایک توجہ فرمائی اور ایک سبق تلقین فرمایا جس نے علم و عمل کی دونوں حالتوں میں ایک امتیازی کیفیت پیدا کردی۔ باطنی انکشاف ایسا ہوا کہ دل میں ابدی طمانیت بخشی گئی اور منزل عرفان میں ظاہر و باطن کا قوام کرکے رکھ دیا۔ وقت گزرتا گیا آخر بابا محمد رمضان ؒ کا وقت آخر آگیا۔ عقیدت مندوں نے حاضر ہو کر اپنی آنے والی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی کہ قبلہ! ہمارا مداوا کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمہارے واسطے میں اپنے سے بہتر انسان چھوڑے جاتا ہوں وہ تمہارا دین و دنیا میں ظاہر و باطن میں مددگار ہو کر ساتھ دے گا اور وہ میاں غلام محمد صاحب ہیں اگر قدر کرو گے تو دونوں جہانوں کی راحتیں پاؤ گے۔

تبلیغ و ترویج سلسلہ : اپنے دولت کدہ پر قیام کے وقت اور دوران سیاحت عوام کو علم ظاہر و باطن کی تلقین فرماتے رہے۔ ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ آپ درویش ہو کر اپنے مرکز سے باہر کیوں پھرتے ہیں تو فرمایا: سخی کا پھرنا اچھا ہوتا ہے ہزاروں نادار نفع حاصل کرلیتے ہیں۔ آپ نے دور دور تک سیاحت فرمائی اور بے پناہ کشف و عرفان سے بے شمار انسانوں کو ایمان و ایقان بخشا۔ آپ نے کچھ عمر چلہ گاہوں اور کچھ اپنے کچے بوسیدہ مکان میں گزار دی۔ نہ کبھی اچھے بستر اور اچھے لباس کا خیال آیا نہ عمر بھر مکان کو پختہ یا بلند بنانے کا ارادہ کیا۔

مسلک درویشی و اقوال زریں : فرمایا کرتے: (۱) درویش کا فرض ہے کہ مسافرانہ زندگی گزارے۔ یہ جہان دل لگانے اور آرام و آسائش کی جگہ نہیں ہے۔ خوبصورت لباس اور بالا خانوں میں آرام کرنے سے فقر کی غفلت بڑھتی ہے۔ درویشی یہی ہے کہ انسان کا ہر سانس خدا کی یاد میں جاری ہو۔

marfat.com

اسباب آرام و آسائش کے جھمیلے میں آدمی عہد الست کو بھول جاتا ہے۔ تن آسانی اور آرام طلبی درویش کیلئے مقصود سے ہٹانے والی چیز ہے۔ فقیر کا کوئی مکان نہیں، قبر یاد ہو تو مکان کیونکر بن سکتا ہے۔ مردان خدا چولہے چکی کے الجھاؤ میں نہیں پھنستے۔ درویشی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ درویش کی روح بلا نفس رہ جائے۔

(۲) ہمارا مشرب عشق ہے، عشق میں نہ خوشی ہے نہ راحت۔ منزل عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ عاشق کو چاہئے کہ قتل ہو جائے، سر دے دے مگر شکایت نہ کرے۔

(۳) شریعت عشق کی بنیاد ہے جو درویش شریعت سے بھاگا وہ درویش نہیں، شریعت ہی صحیح معنوں میں عاشق بناتی ہے۔ وہ عاشق ہی کیا جو معشوق کے راستہ پر چلنے سے خوف کھائے۔ میں بھی شریعت کا بندہ ہوں، میرے سامنے وہ گفتگو جو غیر شرع درویشوں کا وطیرہ ہے نہ کیا کرو۔ شریعت کے خلاف کام کرنا انسان کو مردہ دل بنا دیتا ہے۔ جس نے قرآن کو چھوڑا اس کا درویشی سے کوئی واسطہ نہیں۔ محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ جس درویش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل نہیں وہ کچھ بھی نہیں۔ مشرب تسلیم و رضا میں اختیار و انتظام نہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت آپ کو بے حد محبوب تھی۔

(۴) بعض درویش حسد و بغض کے پتلے بن جاتے ہیں اور اپنے نفس کو تعلی و تفوق میں رکھ کر دوسرے ہمعصروں کا شکوہ کرتے ہیں۔ یہ نفسانیت اہل اللہ کا شیوہ نہیں ہاں اگر اختلاف کار اور اعمال میں اختلاف ہو اور کوئی درویش اس طریق کے خلاف جائے جو حضور علیہ السلام کا ہے اس سے پوری سمجھ ہونے پر اختلاف رکھنا ناجائز نہیں کیونکہ ایسے درویش خود نامرد اور مردوں کے راہزن ہوتے ہیں۔ گلہ شکوہ، جھگڑے جھمیلے علماء سوء کا کام ہے درویش کو ان سے بچنا چاہئے۔ اگر یہ بلند ہے تو اس کا معاملہ خدائے ذوالجلال سے ہے اور اگر یہ خام ہے تو اسی سے بلندیء معرفت کی طلب کرے۔ کوئی درویش کسی کو پست جاننے سے بلند نہیں ہو جاتا جب تک یہ کسی کی عیب چینی کرتا ہے خود سے پوشیدہ رہتا ہے کسی کے عیب دیکھنے کی بجائے درویش کو اپنا مطالعہ کرنا نہایت افضل ہے۔

(۵) درویش کو اس مال سے نفرت ہونی چاہئے جس کی محبت دل میں اتر جائے۔ اہل جہان کو تین چیزیں فساد میں ڈالتی ہیں۔ زن، زر، زمین۔ جب ان تینوں سے تعلق کٹ جائے تو قلب مطمئن ہو جاتا ہے۔ مال و دولت سے اگر دنیا کے کام بنتے ہیں تو آخرت کے بگڑتے بھی ہیں۔ جس طرح روپیہ کو ہاتھ میں مسلنے سے ہاتھ سیاہ ہو جاتا ہے اسی طرح اس کی محبت قلب کو سیاہ کر دیتی ہے۔ درویش کو چاہئے نہ جمع، نہ منع، نہ طمع کے اصول پر عمل کرے۔ اگر نہ ملے طمع نہ کرے۔ اگر مل جائے جمع نہ کرے اور اگر کوئی اس سے سلوک کرے تو منع نہ کرے۔

توحید : فرمایا: عقلی اور نقلی دلائل سے رب العزت جل و علی شانہ کو ایک جاننا یا شہود اشیاء وجودات سے ذات واجب الوجود کی یکتائی کا اقرار کرنا توحید علمی ہے اور توحید ذات یہ ہے کہ کثرت میں وحدت نظر آئے۔ اہل اللہ اپنے وجود کے ادراک کی ایسی نفی کرنے کو توحید حقیقی کہتے ہیں کہ ہستی حق کے سامنے تعینات کی ہستی مفقود اور نابود ہو جائے اور رضا کے بعد حضرت احدیت کا وہ قرب و اتصال

marfat.com

نصیب ہو جس کو حیات ابدی اور بقائے سرمدی کہتے ہیں۔ فی زمانہ وہ لوگ موحد کہلاتے ہیں جن کا حقائق توحید سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ لوگ مسئلہ توحید باری تعالیٰ سے بالکل نا آشنا ہیں۔ حقائق توحید کا انکشاف موحد کی نیاز مندی سے ہوتا ہے۔ سچا موحد وہ ہے جس کا آخر اول کی طرف عود کر آئے اور ایسا ہو جیسا ہونے سے پہلے تھا۔ توحید کا علم پالینے والا موجودات کی یاد کو دل سے محو کر دیتا ہے اور خود خدائے واحد کے ساتھ منفرد ہو جاتا ہے اس کیفیت سے جن کو بندے کے خدا ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھنے لگتا ہے کہ بندہ ہی خدا ہے وہ ایک ایسے مخمصے میں گرفتار ہے جس سے جہالت کی وادی قریب ہے۔ اسلام نے مسئلہ توحید کو بڑا بلند مقام دیا ہے مگر افسوس نادانوں نے اس کو بازیچہ ء اطفال سمجھ کر یوں عمل کیا کہ الفاظ ہی کے ذخیرہ میں الجھنا اور عقل کی بھول بھلیوں میں گرفتار ہو کر کلام کرنا موحد کی شان امتیازی قرار دے دی۔

رسالت : فرمایا: نبوت خدا کا عطا کردہ ایک منصب ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے یعنی خدائے واحد اپنے بندوں کو شکوک و شبہات سے نکالنے' ایک نئی یا مخفی بات بتانے' اپنی مرضی و عدم مرضی اور ارادہ پر مطلع کرنے' کسی خوف سے مامون و مطمئن کرنے یا کسی بشارت کے دینے کیلئے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت کیلئے منتخب فرمالیتا ہے کیونکہ خلقت کے لحاظ سے انسان جاہل محض پیدا ہوا ہے اور پیدا ہونے کے وقت وہ موجودات میں سے کسی چیز سے واقف نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے اس میں حس کا مادہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ ان چیزوں کو محسوس کرتا ہے جو چھونے سے تعلق رکھتی ہیں پھر حس کے بعد دیکھنے کی حس پیدا ہوتی ہے جس سے وہ مقدار اور رنگ کا ادراک کرسکتا ہے پھر قوت سامع پیدا ہوتی ہے پھر چکھنے کی یہاں تک کہ محسوسات کی حد ختم ہو جاتی ہے اور ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جس میں قوت تمیز پاتا ہے جس سے ان اشیاء کا خیال کرسکتا ہے جو حواس کی دسترس سے باہر ہیں اس سے آگے بڑھ کر حل کا زمانہ آتا ہے جس سے ممکن' محال' جائز اور ناجائز کا ادراک ہوتا ہے پھر اس سے بھی آگے ایک اور درجہ ہے جہاں عقل کی حد بھی ختم ہو جاتی ہے اور جس طرح تمیز و عقل کے مدرکات کیلئے حواس بالکل بیکار ہوتے ہیں اسی طرح اس درجہ کے لئے عقل محض بیکار ہوتی ہے اور اس درجہ کا نام نبوت ہے۔ بعض لوگ اس درجہ ء نبوت کے منکر ہیں لیکن اس قسم کا انکار ایسا ہی ہے جس طرح وہ شخص عقلی چیزوں کا انکار کرسکتا ہے جس کو ہنوز عقل کی قوت عطا نہیں کی گئی۔ اس تحقیق کے لحاظ سے اصطلاحی طور پر نبوت کی تعریف یوں ہوگی کہ نبوت وہ قوت و ملکہ ہے جس سے ان اشیاء کا ادراک ہوسکتا ہے جس کا ادراک حواس' تمیز اور عقل سے نہیں ہوسکتا۔ بعض وہ لوگ بھی جو انکار نہیں کرتے مگر اس کو کسبی اور اختیاری درجہ سمجھتے ہیں تو ان کا یہ عقیدہ نفسانی فریب اور کھلی گمراہی ہے۔

محبت : فرمایا: محبت کا ہی دوسرا نام ایمان ہے تمام مخلوق کے مقابلے میں انسان کو محبت کامل عطا کی گئی ہے اور اس سبب سے انسان باقی جیاجون میں اشرف اور بلند درجہ رکھتا ہے۔ محبت ہی ایک سچے محب کیلئے محبوب کی معرفت کا آئینہ ہوتی ہے جس میں محبت نہیں وہ حیوانوں سے بدتر ہے۔ جس کی محبت کامل ہے اس کا ایمان کامل ہے۔ جس کی محبت ناقص ہے اس کے ایمان میں بھی نقص ہوتا ہے۔

marfat.com

جب کوئی محب محبت کا انتہائی مقام پالیتا ہے تو محبت اس کی زبان پر سکوت کا ایک قفل لگا دیتی ہے تاکہ اسرار حقیقت کا اظہار نہ کرے۔

رضا و تسلیم : فرمایا: رضا و تسلیم کا مسلک اور ہے اور مشائخین کا طریقہ اور ہے۔ مشرب تسلیم و رضا میں تنظیم نہیں۔ جس نے رضا و تسلیم کے کوچے میں قدم رکھا اس کا اختیار سلب ہوا۔ جس طرح درجہ تسلیم و رضا بہت بڑا ہے اسی طرح اس میدان میں ثابت قدم رہنا بھی بہت مشکل ہے۔ خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو اس وادی کو پوری جدوجہد سے طے کرتے ہیں اور اپنے پیچھے آنے والوں کو بتا جاتے ہیں کہ زندگی کی دشواریوں اور درویشی کی صعوبتوں کا واحد علاج صرف تسلیم و رضا ہی ہے۔

نماز : فرمایا: نماز ضرور پڑھنی چاہیئے۔ یہ وہ عبادت ہے جس میں روزہ، حج، زکوٰۃ اور اقرار توحید سب عبادات جمع ہیں۔ روزہ یوں کہ اس کی ادائیگی کے وقت کھانا پینا جماع وغیرہ وہ سب باتیں منع ہیں جو روزہ میں منع ہیں۔ حج اس طرح کہ کعبہ مکرمہ کی طرف منہ کیئے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ زکوٰۃ اس طرح کہ تمام وجود اس کی ادائیگی میں پابند و متحرک ہوتا ہے اور اس پر بڑی نگرانی ہوتی ہے۔ یہ نظام عالم کی ایک شق بھی ہے۔ اگر اس کو ترک کر دیا جائے تو نظام کائنات میں اور اپنے دستور العمل میں خرابی ظہور پذیر ہو جائے گی۔ نماز کیلئے جتنا اہتمام کیا جائے گا اتنا ہی وہ درجات کی بلندی کا باعث ہوگا۔ مسجد کو پیدل جانے سے ہر قدم پر ایک ثواب ملتا ہے۔ سجدہ گاہ حشر کے دن نمازی کے سجدوں کی گواہ ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت قیامت کے دن "پنج کلیان" ہوگی (یعنی ان گھوڑوں کی طرح ہوگی جن کے چاروں پاؤں اور منہ سفید ہوتے ہیں) یہ وضو کی برکت ہوگی کہ مومن کے اعضائے وضو قیامت کے دن نورانی اور چمکتے ہونگے۔ نماز معراج المومنین ہے اس سے نمازی کو اگر نماز حضور قلب سے ادا کرے تو ایک قسم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔

روزہ : فرمایا: روزہ وہ ایک خاموش عبادت ہے جس کی جزا خود مولی کریم کی ذات ہے۔ روزے دار کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور دوستوں میں شمار کرتا ہے۔ روزے سے گناہ جل جاتے ہیں اور بندہ ملکوتی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھنے سے شیطان کی راہیں بند ہو جاتی ہیں اور خدا کی محبت بڑھتی ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحبؒ باوجود ایک سو دس برس کی عمر ہونے کے شدت کے ساتھ روزہ کی پابندی فرماتے۔ رات کو لوگوں کو جگایا کرتے تاکہ روزہ کیلئے سحری کا انتظام کر سکیں۔ اگر رمضان سے قبل کبھی آپکو اپنے دولت کدہ سے باہر ہونے کا اتفاق ہوتا تو رمضان شریف کے چاند کی رویت سے پہلے پہلے گھر پہنچنے کا اہتمام فرماتے اور خوش طبعی سے فرماتے کہ میں اپنے گاؤں والوں کیلئے گھڑی کا کام دیتا ہوں۔

حج : فرمایا: حج نہایت شاندار عبادت ہے جس کے ایک ہی بار ادا کرنے سے انسان کی ساری برائیاں دھل جاتی ہیں اور وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا آج ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ یہ خدائی عبادت بندوں کیلئے سرتاپا امتحان ہے۔ اس کی ابتدا بھی امتحان سے ہوتی ہے اور انتہاء بھی امتحان پر ہوتی ہے۔ اس میں اسوۂ ابراہیمی کی وہ کیفیتیں پوشیدہ ہیں جن سے حقیقت ذات منکشف ہو جاتی ہے۔ خانۂ خدا کی زیارت کا شوق اکثر لوگ رکھتے ہیں مگر بہت کم وہ ہوتے ہیں جو صاحب خانہ کی تلاش رکھتے ہیں۔

marfat.com

گھر کی عزت گھر والے سے ہے اگر وہ نہ ملے تو حج کا مقصد وحید پورا نہیں ہوتا۔ گو حج کرنے والا اس کے ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ کعبہ مقصد زوار ہے اور دل محیط انوار۔ حاجی کو دونوں سے متعلق ہونا چاہئے کیونکہ صحیح حاجی وہی ہوتا ہے جو گھر کے ساتھ گھر والے سے بھی پورا واسطہ رکھے۔

زکوٰۃ : فرمایا: یہ بخیلوں کا امتحان اور کنجوسوں کی آزمائش ہے۔ مال کی محبت رکھنے والا قارون کی طرح اس فرض کی ادائیگی میں بخیل ہوتا ہے۔ کتنا نامراد ہے وہ انسان جو خدا کے دیئے ہوئے میں سے اس کے حکم پر کچھ نہیں دیتا حالانکہ زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اور جس مال کی زکوٰۃ دی جائے خداوند عالم اس کا محافظ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کا منکر کافر ہے۔ اہل اللہ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ سب کچھ مولا کی راہ میں لٹا کر دل کو فارغ کر لیتے ہیں۔ نہ مال موجود ہو نہ حساب دینا پڑے۔

آداب طریقت : پیر کو دور سمجھنے والا مرید اور مرید کو دور سمجھنے والا پیر دونوں ناقص ہیں۔ پیر کا فرض ہے کہ مرید سے دور نہ رہے اور مرید کو لازم ہے کہ پیر کو ہر لحظہ ساتھ سمجھے۔ جس کا پیر نہیں اس کا دین نہیں۔ پیر کو موت کے وقت مرید کی ایسی اعانت کرنی چاہئے کہ وہ شیطان کے ہر ہتھکنڈے سے بچ کر ایمان سلامت لے جائے۔ مرید اگر صحیح مرید ہو تو وہ پیر سے زبردستی بھی فیض حاصل کر لیتا ہے ہم نے دیکھا ہے کہ پیر تو بہت ملتے ہیں مگر مرید نہیں ملتا۔ پیر حقیقی وہ ہے جو اولاد سے زیادہ مرید پر مہربان ہو اور حقیقی مرید وہ ہے جس کی مراد اس کا پیر ہی ہو۔ جو شرائط اس کے واسطے پیر معین کردے اس سے باہر قدم رکھنا گناہ عظیم سمجھے کیونکہ مرید کی خامی اس کو مراد سے محجوب رکھتی ہے۔

مناقب : راقم الحروف کے پیر و مرشد کامل "تعارف سہروردیہ" میں آپ کی شان میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت قبلہ میاں صاحبؒ ایک وہ عالم راز علیم اور درویش بے گلیم شخصیت تھے جن ایسی نادر الوجود ہستیوں کا ظہور دنیائے آب و گل میں صدہا سالوں کے بعد ہوتا ہے اور ان کے چشمہء معرفت سے لاکھوں شکستہء دل اور گم کردہ راہ انسانوں کے کلبہء احزاں سیراب ہوتے ہیں۔

سلام اے ساقیء مستاں، سلام اے پیر میخانہ! سلام اے مرشد پاکاں، امام بزم رندانہ!

جو شخص سامنے آتا بلا سبب اور بغیر پرسش احوال کے آپ ایک بیگانہ نظری سے دیکھ کر اس کے وہ حالات بیان فرمانے شروع کر دیتے کہ آنے والا محو حیرت ہو جاتا۔ ظاہری زندگی کے حالات تو درکنار کبھی عالم ارواح اور خوابوں کے تذکرے بھی اس طرح فرماتے گویا آپ کو ہر شے کی حقیقت پر تصرف حاصل ہے کسی بھٹکے ہوئے انسان کو فقر کی پہنائیوں میں لے جا کر دربار رسالت میں پیش کر دینا آپ کے درویشانہ منصب کا ایک زندۂ جاوید کرشمہ تھا۔

طریقہء بیعت : آپ کو تلقین کے معاملہ میں طوالت ناپسند تھی اور بالعموم جس وقت کسی نے آپ سے اظہار خیال وابستگی بصورت بیعت کیا آپ نے فوراً" اس کو اسباق سلسلہ سمجھا کر عمل کی تاکید فرما دی۔ کبھی کبھی رسمی بیعت کا طریقہ بھی اختیار فرما لیتے۔ کبھی کبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر بھی توبہ تلا کرانا اور کلمہء تمجید اور درود شریف سے تعمیل کا اقرار کرانا طبیعت شریف سے ظاہر ہوتا ہے۔ ارادتمندوں سے جس شخص کو آپ تعلیم و تعلم کے قابل خیال فرماتے خرقہء خلافت سے سرفرازی بخشتے۔

بیعت غائبانہ : حضرت قبلہ میاں صاحبؒ کے ملنے والے اکثر وہ لوگ بھی ہیں جن سے حضور نے

marfat.com

عالم رویا میں غائبانہ بیعت لی ہے اور بعد میں ان کی ظاہری حاضری پر اسی بیعت کو قائم رکھا ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے: ایک شخص بدیع الدین ایرانی' درویش کی دھن میں ایران سے چلتا پھرتا گنگا پور سٹی (ہندوستان) میں پہنچا اور ایک جگہ عشق مجازی میں پھنس گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ حقیقی رہا اور نہ مجازی۔ درد عشق کو ذوق فسق میں تبدیل کر کے بیٹھ گیا اور تہیہ کر لیا کہ جب تک اس مجاز میں کامیابی نہ ہو گی یہاں سے نہیں ٹلوں گا مگر حکمت مولا مجاز میں کامیابی نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ آخر زندگی سے بیزار ہو کر خود کشی کرنے کیلئے رات کی تاریکی میں ریلوے لائن پر مرنے کیلئے جا بیٹھا۔ گاڑی آنے میں دیر تھی وہاں بیٹھا زار و قطار رونے لگا۔ اسی حالت میں جب وہ رو رو کر نڈھال ہو رہا تھا عالم روحانی سیر میں قبلہ میاں صاحب" پہنچ گئے اور فرمایا: "اٹھ! میرے مکان کی راہ پکڑ' کیوں حرام کی موت مرتا ہے؟ تجھے دین و دنیا کی کامرانیاں ہوں گی" اسی حالت میں بیعت کر کے اپنا مکمل پتہ بھی سمجھا دیا۔ چنانچہ آٹھ ماہ کے بعد پھرتا پھراتا پتہ کرتا آپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ نے اس کو وہ واقعہ یاد دلا کر ہر قسم کی امداد سے سرفراز فرما دیا۔

طے زمانی و مکانی : آپ کبھی کبھی اپنے احباب کے زمرہ میں اپنے حقائق بیان فرمایا کرتے کہ میں بیک وقت جہاں چاہوں اور جتنے مقامات پر چاہوں اسی وجود سے پہنچ سکتا ہوں مگر ہاتھ لگانے سے ہاتھ میں نہ آسکوں گا۔ تم بھی ہاتھ نہ لگانا اور یہ میرے واسطے کوئی مشکل کام نہیں۔ درویش بیک وقت بہتر (۷۲) مقامات پر پہنچ کر ملنے والوں اور ارادتمندوں کی تسکین کر سکتا ہے۔

ایک مرزائی کا تائب ہونا : ایک مرتبہ ایک اجنبی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مطلب بر آری کے لئے سلام کے بعد کوئی عرض کی تو آپ نے حاضرین مجلس کے سامنے نہ اس کے سلام کا جواب دیا اور نہ اس کی عرض پر دھیان فرمایا۔ وہ شخص خود بخود بیٹھ گیا اور چند منٹوں کے بعد پھر عرض گزار ہوا تو آپ نے فرمایا: تو پیران پیر کا منحرف' رسالت خاتمہ مستقلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر' حضرت امام اعظم" کا مخالف ہے' میرا تجھ سے کیا تعلق ہے؟ وہیں جاؤ جہاں سے یہ بے دینی خریدی ہے" حاضرین حیران تھے کہ یہ کیا قصہ ہے؟ آخر معلوم ہوا کہ وہ مرزائی ہے۔ وہ شخص اس گفتگو سے متاثر ہو کر کہنے لگا: حضرت مجھے کوئی نصیحت فرمایئے میں عمل کروں گا یا کوئی مسئلہ سنایئے جو میرے لئے مفید ہو۔" آپ نے معراج شریف کے مسائل پر ایک سیر حاصل تبصرہ فرمایا جس سے وہ شخص اپنے عقیدۂ باطلہ سے تائب ہو گیا۔ کچھ توقف کے بعد اسے فرمایا: "تم فوراً" اپنے گھر پہنچو۔ تمہاری بیوی سخت بیمار ہو گئی ہے اور کاغذ جلا جلا کر پانی گرم کر رہی ہے تاکہ دوائی کی جگہ پانی سے نمک پھانکے' جا کر اس کی خبر لو۔" چنانچہ وہ شخص فوراً" اٹھا اور اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ جب پچھلے پہر حضرت میاں صاحب" کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو بیان کیا کہ حضرت! واقعی میری گھر والی کی یہی حالت تھی وہ درد مغص سے نڈھال اور قریب المرگ تھی۔

اولاد دوسری بیوی سے ہوگی : ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت میری بیوی کا کوئی علاج فرمایئے تاکہ اولاد کا سلسلہ ء پیدائش صحیح ہو جائے۔ آپ نے فرمایا دوسری شادی کرو مولا کریم تمہیں لڑکا دے گا اور اس عورت کا مکمل حلیہ' رنگ روپ' قد و قامت' شکل و شمائل' خوبصورتی و خوب

marfat.com

سیرتی وغیرہ بیان فرمائیں جس سے اس کا نکاح ہونا تھا۔ اس شخص نے عرض کی: قبلہ وہ عورت دو دفعہ نکاح کا پیغام ٹھکرا چکی ہے وہ مجھ سے نکاح نہیں کرتی۔" فرمایا: اسی سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیٹا دینا ہے وہ نکاح کیوں نہ کرے گی؟" جاؤ اس کو پھر پیغام دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس نے نکاح کر لیا اور اسی سال مولا کریم نے اسے لڑکا عطا فرمایا۔

توام بچے : اسی طرح ایک شخص بیوی کو لیکر حاضر ہوا کہ ہمارے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسی سال دو بچے ہونگے اسی اثناء میں اس بی بی کو ارشاد کیا: تو محسوس نہیں کرتی؟ تم کو ایک ہی سال میں اور انشاء اللہ اسی سال میں مولا کریم دو بچوں کی ماں بنا دے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسی سال دو توام بچے پیدا ہوئے جنہیں ان کی پیدائش کی کچھ مدت بعد سلام کیلئے وہ دونوں میاں بیوی حاضر خدمت ہوئے۔

پوشیدہ مزارات کی نشان دہی : آپ نے بے شمار لوگوں کو گھروں میں بیٹھ کر ان کے مکانوں میں کئی مزارات کا پتہ دیا جو زمین کھودنے پر حقیقتاً" مزار شریف بر آمد ہوئے۔

موروثی عمل کی نشاندہی : ایک دفعہ ایک سید صاحب مفلوک الحال حاضر خدمت ہوئے اور گردش ایام کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا تمہارے گھر میں ایک کتاب فلاں برتن کے اندر پڑی ہے اسے نکال لاؤ۔ اس میں تمہارا نام مفرد حروف میں لکھ کر تمہارے پردادا نے جو ایک ولی مرد تھا تمہارے واسطے ایک دو روپے روز کا عمل لکھا ہوا ہے جس کی اجازت صرف تم کو ہے دوسرا اگر پڑھے گا اس کو وہ عمل نفع نہیں دے گا۔ تلاش کر کے کتاب لے آؤ تاکہ میں تمہیں بتا دوں کہ اس کو کیونکر عمل میں لاتا ہے۔ چنانچہ وہ اٹھ کر چلا گیا اور کوئی پانچ گھنٹے وقت گزار کر آیا اور وہ کتاب لے آیا جس کا نہ اس کو اور نہ اس کے گھر والوں کو علم تھا۔ حضرت قبلہ میاں صاحبؒ نے وہ کتاب ہاتھ میں لی وہ صفحہ اور وہ عمل پڑھ کر اسے دکھایا جو حقیقتاً" اسی طرح تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ آپ نے ترکیب عمل سمجھا کر اس کو اجازت بخشی اور وہ اپنی زندگی بھر اس سے نفع اٹھاتا رہا۔ پھر پاکستان بننے پر ۱۹۴۷ء میں شہادت پا گیا۔

وصال : آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۱ ہجری مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۱ء بروز بدھ ہوا۔ اپنی ملکیتی زمین حیات گڑھ میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ آپ کے خلیفہء اعظم ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا: "کوئی میت ایسی ہوتی ہے کہ جنازہ پڑھنے والوں کی دعاؤں سے بخشی جاتی ہے اور کوئی میت ایسی ہوتی ہے کہ اس کے طفیل جنازہ پڑھنے والے بخشے جاتے ہیں۔"

خلفائے عظام : (۱) خلیفہء اعظم حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ (۲) چودھری غلام رسول سکنہ رسول پور تحصیل و ضلع گجرات۔ (۳) صوفی فیروز الدین سکنہ چیلہ گجرات۔ (۴) سید احمد شاہ عنتوال (جموں) (۵) چودھری محمد حسین گنیانوالہ ضلع گجرات۔ (۶) میاں فضل الٰہی پورہ ہراں سیالکوٹ (۷) سید حسین شاہ گجرات (۸) سائیں علی گوہر جنید گجرات (۹) سید باغ علی بھاگوال گجرات۔

مزار پر انوار : آپ کا مزار پر انوار موضع حیات گڑھ جو گجرات سے جلال پور جتاں پختہ سڑک جاتی ہے تقریباً" ۱۲ کلومیٹر ذیلی سڑک پر واقع ہے۔ مزار پر انوار آپ کے خلیفہ اعظم (حضرت سید ابوالفیض سہروردیؒ)

marfat.com

نے اپنی گرہ سے ۱۹۵۷ء میں تعمیر کرایا جو بڑا دیدہ زیب ہے۔ احاطہ مزار میں مسجد بھی تعمیر ہوئی۔ بائیں جانب برآمدہ صوفی محمد نذیر غوری سہروردی شاد باغ لاہور کی وساطت سے تعمیر ہوا اور احاطہ مزار شریف کی پختہ چار دیواری بمعہ دو غسل خانے برادر طریقت صوفی عبدالکریم سہروردی المعروف "برما والے پیر" گلبرگ لاہور نے اپنی گرہ سے ۱۹۹۴ء میں تعمیر کرائی۔ انہیں ایام میں سیالکوٹ کے ایک اہل دل نے بحکم باطنی احاطہ مزار میں پختہ رہائشی کمرے بھی بنوائے۔ مزار پر انوار مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال باقاعدہ عرس مبارک ہوتا ہے۔

marfat.com

باب ہفتم

مجدد سلسلہء سہروردیہ، قطب زماں قلندر رسول نما
ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ

آپ مادر زاد ولی تھے اور حضرت میاں غلام محمد سہروردیؒ حیات گڑھی کے اعظم خلیفہ تھے۔

مبشرات : (۱) آپ کے دادا محترم جناب قاضی سید محمد جمال الدین قادریؒ ساکن کوٹلی لوہاراں مشرقی (تحصیل و ضلع سیالکوٹ) کو ایک قندھاری مجذوب بزرگ سائیں سمندر علی نے جو ان دنوں رتو وال سیداں میں تشریف فرما تھے پھرتے پھراتے کوٹلی لوہاراں مشرقی آ گئے۔ بشارت دی کہ آپ کے ہاں عنقریب ایک پوتا ظہور فرمائے گا جو منزل فقر میں یگانہء روزگار اور اقلیم خیر کا تاجدار ہو گا۔ وادیء تفرید اور تجرید کے راہرو اس کے نقش قدم پر چلنا فخر سمجھیں گے۔ ان کا نام قلندر علی رکھنا اور ان کی والدہ سے کہنا کہ ان کی طرف کبھی بھی پشت کر کے نہ سوئیں۔ (۲) حضرت کے عم محترم سید علمدار حسین ایک دفعہ پیران کلیر سیدنا حضرت علی احمد "صابر پیاؒ" کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے جہاں صابر پیاؒ نے انہیں حضرت قبلہؒ کی ولادت کی بشارت دی اور فرمایا کہ ان کا نام میرے نام کی رعایت سے علی احمد رکھنا۔ (۳) حضرت قبلہؒ کے نانا محترم سید قادر بخش قادری علیہ رحمتہ اپنے وقت کے یگانہ ولیء کامل تھے۔ انہوں نے آپ کا نام "ضیاء اللہ" تجویز فرمایا۔ مگر ان تینوں ناموں میں سے عرف عام میں جس اسم گرامی سے حضرت قبلہؒ خلق میں متعارف ہوئے وہ سائیں سمندر علیؒ قندھاری کا تجویز کردہ نام "قلندر علی" ہی ہے۔

ولادت باسعادت : حضرت قبلہ کے سجادہ نشین فرزند اکبر حضرت ابو الشاہد سید فیض احمد سہروردی نے حضرت قبلہؒ کی تصوف کے موضوع پر مشہور تصنیف "الفقر فخری" کے تعارفی الفاظ میں تاریخ ولادت ۲۱ پوہ ۱۹۵۱ بکرماجیت تحریر فرمائی ہے جو ۴ جنوری ۱۸۹۵ء بنتی ہے۔ راقم الحروف نے بھی حضرت قبلہؒ کے "تذکرہ و ملفوظات" (جو ۱۹۸۴ء میں طبع ہوا) میں یہی تاریخ درج کی ہے مگر برادر طریقت فضل الرحمٰن خان سہروردی نے ۱۸ نومبر ۱۸۹۵ء تاریخ ولادت بیان فرمائی ہے جو ان کے کشف پر مبنی ہے۔ بہرحال سن ولادت ۱۸۹۵ء متفقہ علیہ ہے۔

شجرہَ نسب : آپ گیلانی سادات کرام سے ہیں اور شجرہَ نسب **تئیسویں** (۲۳) پشت پر حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے بزرگان عظام کے ورود ہند کی داستان حضرت سیدنا ابو الحسن آغا شہید سے شروع ہوتی ہے جو شہنشاہ مغلیہ نصیر الدین ہمایوں کے عہد میں وارد ہند ہوئے اور چک قاضیاں ضلع بھمبر ریاست جموں و کشمیر میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ چک قاضیاں سے بمقام کوٹلی لوہاراں مشرقی میں نقل مکانی اور مستقل اقامت آپ کے ایک جد امجد مفتی سید خدا بخشؒ سے ثابت ہوتی ہے جن سے آپ کا سلسلہء نسب پانچویں پشت پر جا ملتا ہے۔

مکمل شجرہَ نسب یوں ہے: حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ بن حافظ رسول بخشؒ بن قاضی محمد جمال الدینؒ بن مولوی کرم الٰہی (کوٹلوی) بن سید غلام مصطفیٰ بن سید سلطان محمدؒ بن مفتی سید

marfat.com

خدا بخش" بن سید محمد مقیم" بن سید نعمت اللہ بن سید عطا اللہ بن سید محمد حفیظ شاہ" بن سید لقمان شاہ" بن سید محمد عیسیٰ بن ابو الفتح خان بہادر سید فیروز الدین" بن سیدنا ابو الحسن علی قاری شاہ بدیع الدین آغا شہید" بن سید محی الدین ثالث" بن سید علی بن سید عباس میر مسعود" بن محمد ضو" عرف شمس الدین بن ابو الفضل احمد ضو" بن ابو محمد عبداللہ محی الدین ثانی بن ابو نصر سید محمد صالح" بن ابوبکر عبدالرزاق بن" غوث الاعظم پیران پیر دستگیر سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی"

حصول علم : آپ کا گھرانہ علماء و مشائخ پر مبنی تھا آپ کے والد ماجد حافظ مولانا رسول بخش" بذات خود بہت بڑے عالم باعمل تھے۔ ابھی چار سال کے ہی تھے کہ والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ تقریباً" ساڑھے چار سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم سے شروع کی۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو سایہء پدری سے بھی محروم ہوگئے۔ اپنے گاؤں میں ورنیکولر مڈل کی تعلیم حاصل کی۔ اپریل ۱۹۱۰ء میں لاہور تشریف لائے اور عروس البلاد کی مشہور دینی درسگاہ "مدرسۃ النعمانیہ" میں داخل ہو کر ۱۹۱۴ء میں سند حاصل کی۔ مزید تعلیم کیلئے اگلے سال دیو بند تشریف لائے مگر پہلے ہی دن استاد سے ایک حدیث شریف کی وضاحت چاہی کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دین کو سانپ سے کیوں تشبیہ دی ہے کہ دین اسلام قرب قیامت میں مکہ مکرمہ میں ایسے واپس آجائے گا جس طرح ایک سانپ اپنی بل میں آگھستا ہے۔ استاد صاحب اس کا جواب دینے کی بجائے الٹا ڈانٹنے لگے کہ پنجابی لونڈوں کیلئے یہاں کوئی گنجائش نہیں انہیں سوائے کٹ حجتی کے اور آتا ہی کیا ہے۔ (اس حدیث شریف کی تصریح صفحہ نمبر ۳۸۰ پر درج کردی گئی ہے) آپ نے کبیدہ خاطر ہو کر دارالعلوم دیو بند سے تحصیل علم کا ارادہ ترک کردیا اور دارالعلوم بریلی تشریف لے آئے۔ یہاں تقریباً" اڑھائی سال زیر تعلیم رہ کر تفسیر، قانون، فقہ، علم کلام اور حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی"، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا وصی احمد پیلی بھیت، مولانا ہدایت اللہ وغیرہم کی تعلیم و تربیت نے طبیعت میں جلا پیدا کردی۔ یہاں سے فائز المرام ہو کر ۱۹۱۹ء میں واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے۔

ایک ہم جماعت مجذوب : آپ کے ایک ہم جماعت مجذوب بھی آپ کی کلاس میں اعلیٰ حضرت بریلوی" سے درس لیا کرتے تھے۔ ایک دن اعلیٰ حضرت" کی عدم موجودگی میں چند ہم جماعت طلباء نے اس مجذوب سے کہا کہ آیت مبارکہ **فلا تموتن الا وانتم مسلمون** (تو نہ مرنا مگر مسلمان) اس کی تفسیر سمجھایئے۔ انہوں نے پہلے تو بہت ٹالا لیکن ہم جماعتوں نے بہت ضد کی۔ آخر رضامند ہوگئے۔ کہنے لگے دل تو چاہتا تھا کہ کچھ اور دن جئیں لیکن چھوکرو تم زندگی کے دن پورے کرنے نہیں دیتے۔ اچھا! میرے لئے پانی لاؤ تاکہ تازہ وضو کرلوں۔ وضو کرکے لیٹ گئے لڑکوں سے کہا میرے اوپر چادر ڈال دو بعد میں تفسیر بتاؤں گا۔ چنانچہ لڑکوں نے چادر ڈال دی اور انتظار کرنے لگے کہ دیکھئے کب تفسیر بیان کرتے ہیں۔ جب کچھ دیر گزر گئی اور وہ نہ بولے تو ایک طالب علم نے ان کے چہرے سے چادر سرکائی۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ تھی، طالب علم بڑے حیرانی و پریشانی کے عالم میں بھاگے اور جاکر اعلیٰ حضرت بریلوی" کو اطلاع دی۔ آپ تشریف لائے **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھا اور فرمایا کہ یہ مجذوب آ۔ مبارکہ کی عملی تفسیر

marfat.com

تمہیں بتا گیا ہے جو تمہیں کبھی نہیں بھولے گی۔

باطنی سلسلہ : اعلیٰ حضرت بریلویؒ کی صحبت نے ظاہری علوم کے علاوہ باطنی تعلیم کی طرف بھی توجہ فرمانے کی اہمیت کو واضح تر کردیا تھا اس لئے کسی کامل پیر طریقت کے دامن فیض سے وابستہ ہونے کا شوق تیز سے تیز تر ہوگیا۔ وہاں قادری سلسلہ میں چونکہ آپ کا حصہ نہیں تھا لہٰذا ۱۹۱۹ء میں وطن واپس آکر پیرو مرشد کی تلاش جاری رکھی۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے مگر سلسلہء نقشبندیہ میں بھی حصہ نہیں تھا لہٰذا تلاش جاری رکھی۔ ۱۹۲۲ء میں اپنے ایک قریبی عزیز صوفی مشرب بزرگ فیروز الدین کے ہمراہ حضرت قبلہ مہر علی شاہ صاحب چشتیؒ کی خدمت میں گولڑہ شریف (نزد راولپنڈی) حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ماموں جان جو اپنے وقت کے کامل بزرگ گزرے ہیں ان کے مزار (وہیں گولڑہ شریف میں) پر مراقبانہ حالت میں بیٹھئے وہاں سے جو حکم ہو اس کے مطابق عمل کیجئے۔ وہاں سے حکم باطنی ہوا کہ آپ کا حصہ سہروردی سلسلہ میں حضرت میاں غلام محمد سہروردیؒ بمقام حیات گڑھ کے پاس ہے۔ وہاں جاکر فوراً ان کی بیعت کرلو چنانچہ آپ اپنے بزرگ فیروز الدین صاحب کے ہمراہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ بابا جیؒ کی رہائش نہایت سادہ تھی۔ چھوٹے سے کمرے میں ایک طرف چارپائی بچھی تھی اور نیچے فرش دھان کا پیال تھا۔ گویا بقول شہزادی جہاں آراء بیگم "کہ ما غریباں ہمیں گیاہ بس است" کے مصداق دھان کا پیال ہی زیب و زینت فرش تھا۔ حضرت میاں صاحب نے آپ کو فرمایا: تیرے دادا (قاضی سید جمال الدینؒ) اور نانا (سید قادر بخشؒ) اور (میرے پیرو مرشد) حضرت بابا جنگو شاہؒ آج رات مجھے ملے ہیں اور مجھے فرمایا ہے کہ یہ لڑکا آرہا ہے اسے سنبھالنے کی کوشش کرنا۔ حضرت بابا جنگو شاہ قلندرؒ نے خاص طور پر فرمایا کہ اسے اس لئے سنبھال کر رکھنا کہ اس سے میرا نام ظاہر ہوگا۔

حضرت قبلہ میاں غلام محمد سہروردی المعروف بابا جیؒ کو سلسلہء سہروردیہ کا جو سبق حضرت بابا جنگو شاہ قلندرؒ نے تلقین فرمایا تھا وہ سہروردیہ اور قادریہ کا مخلوط سبق تھا۔ حضرت قبلہ میاں صاحبؒ نے حضرت صاحب قبلہؒ کو فرمایا: میرے دوسرے مرید سلسلہء سہروردیہ کی طرف توجہ نہیں دیتے اس لئے میں نے ان میں سے کسی سے بھی سلسلہء سہروردیہ کے متعلق ذکر نہیں کیا لہٰذا اس سلسلہ عالیہ کی میں تمہیں تلقین کرتا ہوں چنانچہ آپ نے حضرت قبلہؒ کو بیعت فرماکر سلسلہ سہروردیہ کا سبق تلقین فرما دیا۔ آپ واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے۔

حسن مجاز : سبق کی ابتدائی کیفیات میں گاؤں میں حسن مجاز نے آگھیرا۔ آپ انتہائی حسین و جمیل نوجوان تھے۔ گاؤں کی نوجوان دوشیزائیں پیچھے لگ جاتیں جس کی وجہ سے آپ بڑے پریشان ہوگئے۔ اسی دوران آپ کے گاؤں کے ایک مجذوب بزرگ جنہیں انتقال فرمائے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنے سبق کے ساتھ یہ دو لفظ "مبارک وسلم" بھی پڑھ لیا کرو انشاء اللہ اس پھندے سے نجات مل جائے گی چنانچہ ان الفاظ کی برکت سے اس الجھن سے خلاصی ہوئی۔

تصور شیخ : ایک دفعہ فرمایا: سلوک کی ابتدائی منازل میں ایک شام میں اپنے گاؤں میں چارہ کاٹ رہا تھا۔ چارے کی ہری بھری نالیوں کو مٹھی میں لیتا اور دائیں ہاتھ سے درانتی پکڑے تصور شیخ پکائے چارہ

marfat.com

کاٹا جاتا۔ دوسرے ہی دن حضرت قبلہ باباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ فرمانے لگے: چارہ کاٹتے وقت تصور نہ کیا کرو مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

سلسلہء سہروردیہ کا خصوصی سبق : ایک دفعہ فرمایا: ابتدا میں مجھے ایک باطنی الجھن پڑ گئی۔ ان دنوں میں اپنے گاؤں میں ہوا کرتا تھا۔ طبیعت بڑی پریشان ہوئی چنانچہ اپنے شیخ حضرت قبلہ باباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنی کیفیت عرض کی (یہ کیفیت جذب و سرمستی طاری ہونے کی تھی) آپ نے مجھے ایک سبق دیا اور دریا میں چلہ کرنے کا حکم دیا کہ اسے دریا میں دن رات قیام کر کے پورا کرو بس یہی کسر رہ گئی ہے انشاء اللہ پھر تکمیل ہو جائے گی۔ میں ہاں تو کر بیٹھا لیکن دل میں خیال آیا کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے۔ اس رات میں نے وہیں حضرت قبلہ باباجی رحمتہ اللہ کے ہاں ہی قیام کیا۔ رات کو تقریباً" دو اڑھائی بجے عالم رویا میں حضرت غوث العالمین بہاء الحق ذکریا ملتانی سہروردیؒ تشریف لائے اور فرمانے لگے: جو انہوں نے دریا میں چلہ کرنے کا تمہیں حکم دیا ہے اسے کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ مابعد کے صوفیاء شہروں سے دور جنگلوں اور پہاڑوں میں ڈیرے ڈال کر شہری زندگی سے بالکل منقطع ہوگئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج سہروردی سلسلے کو جاننے والا ہی کوئی نہیں۔ لہٰذا اس دریا کے چلے کی بجائے میں تمہیں یہ سبق دیتا ہوں اسے شہر میں بیٹھ کر کرو۔ جو معاملہ دریا کے چلے سے طے ہوتا ہے وہ انشاء اللہ شہر میں ہی رہ کر پورا ہو جائے گا میں نے عرض کی بہت بہتر حضور! لیکن کرم فرمائی ہو اگر آپ باباجی قبلہء کو یہی بات فرما دیں۔ فرمانے لگے فکر نہ کرو میں نے پہلے ہی انہیں کہہ دیا ہے۔ اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔ میری آنکھ کھل گئی دیکھا کہ حضرت قبلہ باباجی چارپائی پر آلتی مارے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں اور آپ ہی آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ ہم تو جنگلوں کی خاک چھانتے رہے پتھروں اور کانٹوں پر پھرتے رہے۔ دریائے چناب میں بارہ سال پانی میں ہی کھڑے رہے ہمارا نچلا دھڑ مچھلیاں کھا گئیں ہم پر تو کسی کو ترس نہ آیا۔ یہ کل کا نوجوان جسے اس لائن میں آئے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا ہے اس پر حضرت غوث العالمینؒ کو اتنا ترس آگیا ہے کہ خود ہی منع فرمانے آگئے ہیں کہ دریا کے چلے کی ضرورت ہی نہیں گویا سخت اور جانکاہ مجاہدے معاف اور سبق بھی وہ دے دیا ہے کہ منزلیں آن واحد میں ہی طے ہو جائیں۔ میں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی : باباجیؒ! کیا بات ہے۔ فرمانے لگے وہی بات جو حضرت غوث العالمینؒ تمہیں کہہ گئے ہیں۔ یہ دیکھو! میرا نچلا دھڑ دریاؤں کے چلے میں مچھلیاں کھا گئیں لیکن مجھ پر کسی کو ترس نہ آیا۔ مولوی صاحب! آپ کی عیش ہے مزے سے کھاؤ پیو اور بستر پر آرام کرو۔ آپ کی قسمت اچھی ہے ہم تو جنگلوں کی خاک چھانتے پتھروں اور کانٹوں پر ہی پھرتے رہے ہیں۔ ہاں جی! آپ کی باری تو سب کو ترس آگیا۔ غوث العالمین بھی تشریف لے آئے ہیں۔ ہماری باری سب خاموش رہے اب تمہیں عیش ہی عیش ہے۔ میں نے عرض کی: قبلہ! جس طرح آپ کا حکم ہو میں اس طرح کرنے کو تیار ہوں۔ باباجی قبلہؒ مسکرائے اور فرمانے لگے: نہیں بیٹا! وہ کہتے تو ٹھیک ہی ہیں۔ تم اب وہی کرو جو وہ کہہ گئے ہیں۔

ورود لاہور : اگلی صبح حضرت قبلہ باباجیؒ نے حکم دیا کہ فوراً" سیدھے لاہور چلے جاؤ اور حسن سَبد گرؒ (مرید و خلیفہ حضرت شاہ جمال قادری سہروردیؒ) کے مزار واقع ایبٹ روڈ پر چلہ کش ہو جاؤ۔

marfat.com

چنانچہ چلہ پورا کرنے کے بعد آپ نے لاہور میں ہی مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۴ امامت و خطابت کا سلسلہ جامع مسجد حضرت شاہ ابو المعالی قادریؒ قائم کیا۔ ۱۹۳۴ء میں قلعہ گوجر سنگھ میں حضرت قبلہ باباجیؒ کے حکم کے تحت ذاتی مکان تعمیر کرالیا جہاں تادم زیست آپ مقیم رہے اور خلق خدا کو فیض یاب فرماتے رہے۔

خلافت سلسلہ سہروردیہ : ایک رات جب آپ اپنے اوراد و وظائف میں مشغول تھے تو دیکھا کہ دفعتاً" کمرے کی چھت اڑگئی ہے اور آسمان سے سرچ لائٹ کی طرح اندر روشنی آرہی ہے بلکہ کمرے کی دیواروں سے بھی روشنی پھوٹ رہی تھی گویا گرد و نواح کا تمام ماحول تاحد نگاہ نور ہی نور تھا۔ اس عالم میں طبیعت میں ایک خاص قسم کی طمانیت پیدا ہوگئی اور سکون ہی سکون محسوس ہونے لگا۔ حضرت قبلہ باباجیؒ ان دنوں لاہور میں اپنے ایک مرید کے ہاں مقیم تھے۔ اگلے دن آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھتے ہی اٹھ کر گلے لگالیا اور فرمایا: مولوی! تو نے اپنا کام مکمل کرلیا ہے اب عیش ہی عیش ہے اور خلافت سہروردیہ سے مشرف فرمایا۔

صاحب مزار سے ملاقات : ایک دفعہ فرمایا: شروع شروع میں جب لاہور آیا اور حضرت شاہ ابو المعالیؒ کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی تو میں نے مزار مبارک کے قریب ایک مکان چھ روپے ماہوار کرایہ پر لے لیا۔ جب اس مکان میں منتقل ہوا تو کئی لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ مکان آسیب زدہ ہے یہاں جو بھی آکر رہا ہے اس نے نقصان اٹھایا ہے۔ سامنے حضرت شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار ہے اس لئے دوسری منزل پر کوئی بھی نہیں چڑھتا۔ اس مکان کے اندر جو کوٹھڑی ہے وہ بھی پر خطر ہے غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ خیر! میں نے کوئی پرواہ نہ کی اور اندرونی کوٹھڑی جسے وہ پر خطر بتاتے تھے اس میں چٹائیاں وغیرہ ڈال لیں اور اپنا ڈیسک لگادیا۔ کمرے میں قرآن شریف اور اپنی کتابیں وغیرہ رکھیں۔ میں وہیں سوتا' کوٹھے پر بھی چڑھتا اور سوتا بھی۔ اندرونی حصے میں میرے بچے رہتے تھے۔ ایک رات میں اندر کمرے میں چارپائی پر تکئے کا سہارا لئے بیٹھا تھا' دروازے وغیرہ بند تھے۔ میرے بیوی بچے ان دنوں گاؤں گئے ہوئے تھے' کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درویش میرے پاس آکھڑے ہوئے۔ کہنے لگے: آپ کوئی فکر نہ کریں آپ کے آنے سے رونق لگی ہوئی ہے۔ دن کو مسائل بیان ہوتے ہیں رب کا ذکر ہوتا ہے۔ رات کو بھی اللہ اللہ کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ آپ سے پہلے یہاں طوائفیں رہتی تھیں۔ انہوں نے مجھے بہت تنگ کیا' کم بخت زنا کرتی تھیں۔ جب وہ دفع ہوئیں تو تانگے والے آگئے۔ انہوں نے یہاں صحن میں گھوڑے باندھنے شروع کردیئے ساتھ ہی بھینسیں بندھی ہوتیں' ہر طرف غلاظت ہی غلاظت کے ڈھیر ہوتے۔ دیوار کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اس دیوار میں میری قبر ہے۔ وہ کم بخت مجھے تنگ کرتے رہے۔ آخر سوچا کہ جب تک میں بھی جوابی کارروائی نہ کروں گا یہ کم بخت یہاں سے نہیں جائیں گے۔ چنانچہ پہلے تو ان کی بھینس مرگئی پھر گھوڑا مرگیا آخر ڈر کر یہاں سے چلے گئے۔ آپ کے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے بڑے شوق سے یہاں رہیں اپنی عدم موجودگی میں بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں گھر کے دروازے بے شک کھلے چھوڑ کر چلے جایا کریں میں گھر کی پوری حفاظت اور خیال رکھوں گا۔ تو اسطرح وہ درویش میرا بہت خیال رکھتا رہا اور میری بڑی مدد

marfat.com

کرتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مغرب کے وقت میں مراقبانہ حالت میں بیٹھا تھا۔ اپنے ایک درویش سلطانے کو میں نے کہا تھا کہ تو جا اور بازار سے روٹی لے آ۔ تو خیر! اس مراقبانہ حالت میں وہی رب کا بندہ ہاتھ میں کوئی چیز لئے پھر آگیا۔ میری طرف ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا: یہ لو۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: یہ پھول ہے اور یہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ میں نے کہا: بہت بہت مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں۔ کہنے لگے: نہیں۔ مجھے وہ گلاب کا پھول دے کر جس طرف سے آئے تھے واپس چلے گئے۔ اتنی دیر میں ایک شخص نے باہر سے مجھے آواز دی۔ باہر گیا تو دیکھا کہ میرے گاؤں سے وہ شخص آیا ہے علیک سلیک کے بعد کہنے لگا: آپ کو مبارک ہو' آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ تو یہ گویا فیاض میاں (صاحبزادہ نمبر۲) کی پیدائش کی خوشخبری میں وہ بزرگ مجھے پھول عطا فرما گئے تھے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے حیدر شاہ صاحب' سجادہ نشیں حضرت شاہ ابو المعالیؒ سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ وہ پوچھنے لگے: کیوں' کیا بات ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ اس حلیئے کے درویش کو دیکھا ہے۔ کہنے لگے: عرصہ ہوا کہ میرے والد سید مہتاب شاہؒ نے ایک دفعہ مجھے یہ واقعہ بتایا تھا کہ لکھن وال تحصیل و ضلع گجرات میں اس درویش نے وفات پائی تھی۔ وفات سے پیشتر اس نے وصیت فرمائی کہ مجھے حضرت شاہ ابو المعالی کی پائینتی دفن کیا جائے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں حضرت قبلہ شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھے فرمانے لگے: لکھن وال میں ایک رب کے بندے نے وفات پائی ہے اس کی میت آ رہی ہے۔ وفات سے پیشتر اس نے وصیت کی ہے کہ اسے میری پائینتی دفن کیا جائے لیکن اسے میری پائینتی میں ہرگز دفن نہ کرنا بلکہ اس جگہ دفن کرنا۔ ہاتھ کے اشارے سے آپ نے اس جگہ کی نشان دہی فرمائی جہاں اب اس درویش کی قبر موجود ہے۔ اس لئے کہ وہ اس پائے کا درویش ہے کہ اگر تم نے اسے میری پائینتی دفن کر دیا تو مجھے اپنے پاؤں سکیڑنے پڑ جائیں گے۔ میری آنکھ کھل گئی۔ اسی اثناء میں اس درویش کی میت لے کر لوگ پہنچ گئے۔ تو حیدر شاہ نے مجھے بتایا کہ حضرت! یہ وہی رب کا بندہ ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جنہوں نے اپنے مطلب کا کام کرانا ہو تو وہ کرا لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی قبریں زندہ ہوتی ہیں۔

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

عطائے خطاب : ایک مجلس میں اس امر کی صراحت فرمائی کہ یہ دونوں خطاب "قلندر رسول نما" اور "غوث زماں" مجھے حضرت قبلہ شاہ ابو المعالی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے عطا ہوئے۔ واقعہ یوں ہے کہ جن دنوں حضرت شاہ ابو المعالیؒ کے مزار مبارک کے ملحقہ کوارٹروں میں سے ایک میں آپ رہائش پذیر تھے۔ آپ کے پڑوس میں ایک شخص کافی دیر سے رہ رہا تھا۔ اس کی دلی تمنا تھی کہ اسے کوئی رہبر کامل ملے وہ حضرت قبلہ شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ علیہ کے واسطے سے اس مرد کامل کی نشاندہی چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک رات اس نے استخارہ کیا کہ مولا کریم میں تیری طرف قدم اٹھانا چاہتا ہوں مجھے کوئی وسیلہ عطا فرما کیونکہ تجھ تک رسائی کے لئے ظاہری بیعت ضروری ہے چنانچہ خواب کی حالت میں اسے غیب سے آواز آئی کہ غوث زماں کی بیعت کرو۔ دوسری رات اس نے پھر وضاحت کے لئے

marfat.com

استخارہ کیا تو آواز آئی۔ "غوث زماں قلندر رسول نما" کی بیعت کرو۔ اس شخص نے اسی نیم خوابی کی حالت میں عرض کی: حضور! آپ کون بزرگ ہیں جو مجھے حکم فرما رہے ہیں۔ آواز آئی کہ یہ الفاظ پڑھو، تمہیں پتہ چل جائے گا کہ میں کون ہوں۔ چنانچہ اس نے اسی کیفیت میں تلقین شدہ الفاظ کا ورد شروع کردیا۔ اسی اثناء میں وہ بزرگ سامنے تشریف لے آئے اور فرمایا: میں صاحب مزار ہوں جسے لوگ خیر الدین شاہ ابو المعالی کے نام سے جانتے ہیں۔ جس ہستی کا میں نے تمہیں پتہ دیا ہے وہ تمہارے ساتھ والے کوارٹر میں رہتے ہیں ان سے رابطہ قائم کرو اور بیعت کرلو۔

زیارت انبیاء علیہ السلام : ایک دفعہ فرمایا: اس ذات حقیقی کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ مجھے راتوں رات جملہ انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے ایک ایک سے مشرف فرمایا اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک سے مصافحہ کا شرف بھی بخشا۔ یہ سب برگزیدہ انبیاء علیہم السلام مجھے ایک قطار میں دکھائے گئے اور لطف پر لطف یہ کہ سب سے پہلے بھی حضور علیہ السلام کو دیکھا اور قطار کے ختم ہونے پر بھی سب سے آخر میں انہیں ہی پایا۔ رب العزت کے فضل و کرم سے اب بھی یہ مقدس جماعت میرے تصور میں رہتی ہے۔

حضور علیہ السلام کے موئے مبارک والا نگینہ : بمقام چمن (بلوچستان) ایک ارادت مند نے ایک فیروزہ اور ایک نگینہ بطور نذرانہ پیش کیا۔ فرمایا: قسطنطنیہ کے ایک سوداگر نے میرے ایک دوست کو ایک حمائل شریف جو نوٹ پیپر پر چھپی ہوئی تھی اور ایک بلور کا نگینہ بطور تحفہ پیش کئے۔ اس سوداگر کی روایت کے مطابق اس نگینے میں یہ خوبی تھی کہ اس میں حضور علیہ السلام کے لب مبارک کے گیارہ عدد چھوٹے چھوٹے بال مبارک تھے اور وہ صاف دکھائی دیتے تھے۔ میرے اس دوست نے وہ نگینہ اور حمائل شریف مجھے بطور نذرانہ پیش کی۔ میں نے اس بلور کے نگینے کو چاندی کی انگوٹھی میں مڑھالیا۔ میرے شیخ حضرت قبلہ بابا جیؒ کو پکھراج، نیلم، فیروزہ کا بہت شوق تھا اور وہ مختلف قسم کے نگینے انگوٹھیوں میں جڑے ہوئے پہنے رہتے تھے۔ میں نے ساری عمر میں وہ پہلی انگوٹھی پہنی تھی۔ ایک دفعہ حضرت بابا جیؒ میرے ہاں تشریف لائے انہوں نے وہ بلور کے نگینے والی انگوٹھی دیکھ کر اس کے متعلق پوچھا۔ میں نے راوی کی روایت کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے: آج اس انگوٹھی کو میرے پاس رہنے دو۔ میں رات کو اسے سرہانے رکھ کر سوؤں گا اور حضور علیہ السلام سے اس روایت کی تصدیق کروں گا۔ چنانچہ رات کو انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے تصدیق فرمائی کہ واقعی یہ بال میرے ہیں۔ ایک جنگ کے موقع پر کسی جنگل میں حضورؐ نے لب مبارک ترشوائے یہ چھوٹے چھوٹے بال مبارک اڑ کر اس بلور میں جذب ہوگئے۔

حضرت بابا جیؒ نے وہ انگوٹھی مجھے واپس کردی اور فرمایا: اسے ہاتھ میں نہ پہنو اس لئے کہ کبھی ہاتھ پیچھے چلا جاتا ہے، آدمی ننگا ہو جاتا ہے، استنجے کرتا ہے تو اس طرح بے ادبی ہو جاتی ہے۔ اس وقت میرا پہلا بچہ فیض پیدا ہوا تھا۔ کافی عرصہ وہ نگینہ چاندی میں مڑھا کر میں نے اس کے گلے میں ڈالے رکھا۔ اس کے بعد ہم لاہور چلے آئے اور وہ نگینہ گاؤں والے گھر میں رہا۔ فیض کی تائی صاحبہ زندہ تھیں ان کے فوت ہونے کے بعد گھر میں ایسا انقلاب آیا کہ ہم لاہور تھے پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ نگینہ کہاں گیا۔

شہنشاہ جہانگیر : بقول چودھری محمد یوسف سہروردیؒ انہیں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک

marfat.com

دفعہ شاہدرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ شہنشاہ جہانگیر کے مقبرہ پر تشریف لے گئے۔ چند منٹ اس کی قبر پر مراقبہ کیا۔ فرمانے لگے: میں نے جہانگیر کو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان مرد موٹی موٹی سرگیں آنکھیں جن میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ مرنے کے بعد کیسے پایا؟ ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: **واللہ غالب علی امرہ۔**

انجیل برنباس : عیسائی مشنری کی تبلیغ اور موجودہ انجیل متی' لوقا' یوحنا پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا: موجودہ انجیل قطعاً" صحیح نہیں۔ اصل انجیل برنباس ہے جو آج کل ناپید ہے۔ جن دنوں میں جامع مسجد شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ میں جمعہ پڑھایا کرتا تھا' ان دنوں ایک مرتبہ رمضان شریف میں آخری جمعہ کا وعظ کر رہا تھا وہاں کافی مخلوق جمع ہوتی تھی۔ زیادہ تر دفتری اور کاروباری لوگ ہوتے۔ بڑا عجیب رنگ ہوتا۔ دوران تقریر میں نے دیکھا کہ حاضرین میں میرے سامنے ایک انگریز اور ایک میم بھی بیٹھے ہیں۔ جب میں تقریر سے فارغ ہوا تو وہ دونوں میرے پاس آگئے۔ میں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انگریز اردو کم جانتا تھا۔ اس کے ساتھ جو میم تھی وہ اینگلو انڈین تھی اس نے جواب دیا کہ یہ (انگریز) میرے پڑوس میں رہتا ہے اس کی میم کو جن کا سایہ ہے۔ ہم اسے آپ کو دکھانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا: تم جانتی ہو کہ آج جمعہ ہے جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد ہی جاسکتا ہوں۔ آپ چار ساڑھے چار بجے آجائیں۔ چنانچہ وہ ساڑھے چار بجے مجھے لینے آگئے۔ میں ان کے ساتھ گھر پہنچا۔ میم بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اسے دیکھ کر اس کے منہ پر پانی چھڑکا اور دم کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ ٹھیک ہوگئی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دراصل اسے انقباض کی شکایت تھی۔ میم کے اس طرح تندرست ہو جانے پر وہ انگریز بہت خوش ہوا۔ اسی خوشی میں اس نے مجھے کچھ تحائف پیش کئے اور انہیں قبول کرنے پر اصرار کیا۔ ان تحائف میں ایک نسخہ انجیل برنباس تھا جس کے بارے میں اس نے کہا کہ یہ مجھے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہے۔ میرے بزرگ پادری تھے۔ آپ اس نسخہ کو لے جائیں اور پڑھ کر چند دن بعد مجھے واپس کردیں۔ چنانچہ ان دنوں میں نے اس نسخہ کا مطالعہ کیا اور کچھ دنوں بعد اسے واپس کردیا۔ اس کے بعد انجیل برنباس کا صحیح نسخہ حاصل کرنے کے متعلق میں نے کلکتہ' بمبئی اور دیگر مقامات پر لکھ کر دریافت کیا مگر وہ نہ مل سکا مجھے ابھی تک اس کی تلاش ہے۔

کشف باطنی : مسجد چودھریاں اندرون قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں بھی آپ نے کچھ عرصہ نماز جمعہ پڑھائی اور اپنے مواعظ حسنہ سے خلق خدا کو مستفید فرمایا۔ چودھری محمد یوسف سہروردی "اجتماع ضدین" صفحہ ۱۴۷-۱۴۳ پر لکھتے ہیں: آپ کے خطابات سننے کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر واپس چند دوستوں (مریدوں) کے ہمراہ اپنے گھر تشریف لاتے۔ ایک دن حسب معمول واپس جو آئے تو ایک دوست سے جو مضافات لاہور ہی کا رہنے والا تھا فرمانے لگے: آج دوران جماعت آپ نے میری اقتدا کئے ہوئے سارا وقت قمیض و تہبند کے خیال میں اور صابن کپڑے کے ڈپوؤں کے چکر میں گزارا اور مقابلہ " کبھی کبھی سامنے میری اچکن' شلوار اور عمامہ کا خیال کیا اپنی ساری نماز بھی خراب کی اور کچھ حاصل بھی نہ ہوا۔ سنو! میرا لباس جو تم دیکھ رہے ہو اس کے ایک تار کو بھی دل میں جگہ نہیں دی جس نے اس گھر کو گھر والے پر چھوڑا ہوا ہے۔ برخلاف اس کے آپ

marfat.com

نے اس گھر میں کرتہ، تہبند اور صابن کا ڈوب سب گھسیٹے ہوئے ہیں اور گھر والے کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ یہ جملہ خیرات و عبادات اگرچہ بمنزلہ ڈول ہیں جو کوئیں کا پانی صاف کرنے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں لیکن یہ بھی اس طرح مشروط ہیں کہ پہلے کنویں سے کتا نکالا جائے پھر ڈولوں سے پاکیزگی کا اہتمام کیا جائے۔ اگر کتا اندر ہی رہا تو ڈول نکلنے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا چاہے ان کی تعداد شمار میں نہ آئے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

شب جائے کہ من بودم : آپ فروری ۱۹۳۵ء میں حج و زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے اس ضمن میں ایک دفعہ فرمایا: حسن محبوب کا اپنا ہوتا ہے اس کی مرضی ہے چاہے نقاب ڈال لے یا اٹھا ڈالے۔ مدینہ منورہ میں مواجہ شریف کے سامنے حاضری کیلئے دست بستہ کھڑا تھا کہ رحمت عالم جوش میں آئی۔ درون خانہ کے پردے اٹھائے گئے اور مجھے اندر آنے کی اجازت بخشی گئی۔ میرا جسم بے حس ہو کر دھڑام سے گر گیا۔ ساتھ والے احباب متفکر ہوئے کہ یہ کہیں جان سے ہی نہ چلا جائے اور میں ع "زدرون خانہ گفتم" کی کیفیت لئے شریک محفل تھا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہاتھ میں تلوار سنبھالے ہوئے پاسبانی کے منصب پر فائز تھے۔ مجھے ان کے رعب دار الفاظ "چلو اندر" کی صدا ابھی تک سنائی دیتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میری حاضری کی مدت تقریباً" آدھ گھنٹہ رہی اس دوران میرے دوست میرے جسم کو ادلتے بدلتے رہے حتی کہ میں اس محفل سے سرشار واپس آیا۔

حضرت بی بی خاتون جنتؓ : ایک دفعہ فرمایا: قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پیشتر حضرت بی بی خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بمعہ سرکار علی کرم اللہ وجہہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور مجھ سے پوچھا: حضور علیہ السلام تشریف لائے تھے' کدھر ہیں؟ میں نے عرض کی اوپر چوبارے والی منزل میں۔ آپ نے فرمایا: چلو' اوپر چلیں' میں' میری بیوی سرکار حضرت علیؓ اور حضرت بی بی فاطمہؓ اوپر گئے۔ دیکھا کہ حضور علیہ السلام ایک پلنگ پر آرام فرما رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیوی کو اشارہ فرمایا کہ پینے کے لئے پانی لاؤ۔ اس نے ایک پیالے میں پانی پیش کیا۔ حضور نے پانی پیا۔ حضرت مائی صاحبہ' میں اور میری بیوی حضور کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میری بیوی نے محسوس کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر پسینہ آیا ہوا ہے اور لب مبارک گیلے ہیں۔ اس نے اپنے دوپٹے سے حضورؐ کا پسینہ پونچھا اور لب مبارک بھی۔ حضرت اماں جی بی بی خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا! ایک وقت آ رہا ہے کہ یہاں ایسی کیفیت پیدا ہوگی جس طرح کربلا میں ہوئی تھی۔ دودھ والیوں کے دودھ سوکھ جائیں گے' حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے' آگ کے شعلے ہر طرف بلند ہوں گے' ہر انسان خوف زدہ ہوگا' لیکن تمہیں کچھ نہیں ہوگا' تم یہیں رہنا۔ حضرت مائی صاحبہؓ کے ان ارشادات کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور وہیں سے تشریف لے گئے۔ یہ پتہ نہیں کہ سیڑھیوں سے نیچے اترے یا

marfat.com

نہیں۔ چنانچہ جب فسادات کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک ایک میل پر شعلے جاتے' خون سے لت پت گاڑیاں دیکھیں۔ اسی حالت میں لاہور سے سیالکوٹ' کوہ مری' دادو سندھ کا سفر کیا۔ روزے کراچی رکھے۔ ان حالات میں مہاجر آ رہے تھے گاڑیاں بھری ہوئیں سو آدمی کمرے کے اندر ہیں تو ڈیڑھ سو چھت پر' لیکن جد پاک کا صدقہ اتنا ان کا دھیان رہا کہ کبھی مجھے یہ خیال نہ آیا کہ ان حالات میں گاڑی میں جا رہا ہوں۔ جن دنوں ہندو سکھ یہاں سے جا رہے تھے میں ایک مرتبہ اکیلا گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں سے گاڑی بھری ہوئی تھی۔ ایک بوڑھا سکھ اپنی سیٹ سے اٹھا کہ میاں جی! گرمی ہے میں آپ کو پنکھا جھلتا ہوں۔ یہ سرکار دو عالمؐ جد پاک کا صدقہ تھا۔ میں نے اسے کہا: نہیں' معاف کرو۔ میری موجودگی میں اس بات کا وسواس نہ کرو تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کیے جاتا ہوں۔ حضرت اماں جی بی بی خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منہ سے نکلے ہوئے وہ الفاظ دل دماغ اور سینے پر اس طرح نقش ہیں کہ آج تک نہیں بھولے۔ وہ منظر آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ محفوظ رکھنے کا ہو اور بزرگوں کی امداد شامل حال ہو تو غیر اقوام کے پروگرام کیا معنی رکھتے ہیں۔

سلسلۂ روز و شب : امامت و خطابت کا باقاعدہ اور مستقل سلسلہ ۱۹۳۴ء تک جاری رکھا۔ ازاں بعد گاہے گاہے جامع مسجدوں اور عام پبلک جلسوں میں مواعظ حسنہ کا دور پاکستان بننے کے شروع شروع یعنی ۱۹۴۷ء تک قائم رہا لیکن خرابی صحت کی بناء پر بالآخر اسے بھی ترک کرنا پڑا۔ ماسوائے بارہ ربیع الاول کے سالانہ جلسوں اور عرس مبارک حضرت قبلہ بابا جی رحمتہ اللہ علیہ جس کا خود اہتمام فرماتے۔ آستانہ عالیہ پر ہی خلق خدا کو فیض یاب فرماتے رہے۔ دوران سیاحت باطنی امور کی نگہداشت کے علاوہ حال و قال کی محفلیں ہر قیام گاہ پر سجاتے۔ ڈیوٹی پر متعین سالک اور مجذوب درویش ظاہری اور پوشیدہ طور پر احکامات و ہدایات لیتے۔ نرالی شان کا انیس و محسن۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو   شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

مریدوں کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگ بلا تخصیص مسلک حاضر خدمت ہوتے۔ بیان مناظرہ' مجادلہ یا کسی قسم کے الجھاؤ یا دل شکنی سے مبرا ہوتا جس میں اصلاح و تبلیغ کا پہلو نمایاں اور ہزاروں لطائف پوشیدہ ہوتے باتیں ہمہ گیر۔ گویا ہر حاجتمند کے سوال کا جواب اور اس کی الجھن کا حل۔ گفتگو نہایت واشگاف الفاظ میں' دھیمے دھیمے اور ٹھہر ٹھہر کر فرماتے لبوں پر دائمی مسکراہٹ کھیلتی رہتی۔ آواز نہایت لطیف و مترنم' اسلوب بیان سادہ و دلنشیں۔

ع   قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال

سننے والوں کو ذہن نشین کرنے یا لکھنے میں مطلقاً" دقت محسوس نہ ہوتی۔ ہر کوئی بقدر ظرف فیض یاب ہوتا۔

گفتگو کا بھی کیا سلیقہ ہے   بات کرتے ہیں پھول جھڑتے ہیں
دبدبہ اور وقار شخصیت   کوہ ساروں کے دل لرزتے ہیں   خاور

اکثر اوقات سامعین کو رقت طاری ہو جاتی۔ بعض تو ضبط کا دامن تھامے رکھتے اور بعض کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑتے' رواں ہو جاتے۔ تربیت باطنی تھی کہ زمان و مکان کی قیود سے

marfat.com

مطلقاً" آزاد۔ بقول ڈاکٹر عنایت اللہ سلیمی قادری :۔

حاضر ہو کے آ کے دیکھ لے دربار سہرورد پائیگا لطف خاص بہ سرکار سہرورد
یاں پہ عجب برستے ہیں انوار سہرورد ہیں کھل رہے عجیب ہی اسرار سہرورد

معترض کا جواب ظاہری شریعت سے ہی دیا کرتے اور کبھی کبھی اس کا اظہار یوں فرما دیتے کہ ان لوگوں کے ساتھ ولایت کی ہمیں ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

ایک دفعہ فرمایا : ہماری مرضی کے خلاف اس دہلیز کے اندر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ رب العزت کی مہربانی سے جو آتا ہے وہ کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتا۔ بارگاہ ایزدی میں ایک ہی عرض کر چھوڑی ہے جو اس کی مہربانی سے قبول ہو چکی ہے کہ یا اللہ! مجھے اس گروہ خلق کا واسطہ بنا جس کی کامیابی و کامرانی تو اپنی رضا میں پہلے ہی مقدر کر چکا ہے۔ اس دروازے پر صرف اسے آنے کی توفیق عطا فرما جس کا کام تیری رضا میں ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ نہ اس کو کہ جس کے مقدر میں محرومی لکھی جا چکی ہے۔

حال و قال کی ان پاکیزہ محفلوں کے علاوہ اسی آخر عمر کے دور میں ہی مستقل تصنیفات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ شریعت و طریقت' ذات و صفات باری تعالیٰ' حضور علیہ السلام کی سوانح حیات' بزرگان عظام کے تذکار' اختلافی اور دقیق فقہی مسائل کا حل' نازک احوال و مقامات کی توضیح و تشریح' قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر اور اس کے سیاق و سباق کے بیان میں قلم کے وہ جوہر دکھائے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ چند سالوں کی قلیل مدت میں ان "باقیات الصالحات" کا وہ ترکہ چھوڑا کہ۔

جگر راہ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں کہ دنیا دیکھتی ہے اور مجھ کو یاد کرتی ہے

بعض مقامات پر دوران تحریر' بزرگان عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خود تشریف لا کر عبارت کی اصلاح کرائی۔ گویا تحریریں کسی کی راہنمائی میں ہی لکھی گئیں۔ انداز تحریر نہایت شستہ' عالمانہ اور مدلل' بے لاگ' زبان کی چاشنی سے بھرپور' محاورات' تمثیلات و تلمیحات سے مزین' روانیءِ تحریر دریا کی مانند سبک رفتار' خود بخود رواں دواں اور تاثیر کلام کا یہ عالم کہ ہر لفظ قاری کے دل کی گہرائیوں میں اترتا جاتا۔ روحانیت کی جیتی جاگتی تصویر کہ اکثر پڑھنے والوں کو دوران مطالعہ رقت اور سرور و کیف کے دوش بدوش کئی بزرگان عظام کی زیارتیں نصیب ہو جاتیں۔ سبحان اللہ!

آپ سلسلہءِ عالیہ سہروردیہ کے مجدد ہیں۔ یہ سلسلہ عالیہ جو کئی سو سالوں سے برصغیر میں منظر عام سے ہٹ چکا تھا آپ کی ہی سعیءِ بلیغ سے چودھویں صدی ہجری میں دوبارہ زندہ ہوا اور پاک و ہند کے عوام الناس اس کی ٹھوس خدمت دین اور نسبت قویہ سے کماحقہ آگاہ ہوئے۔ آپ نہایت ہی بلند پایہ خطیب' عالم اجل' فقیہ بے مثال اور شریعت حقہ حنفیہ کے سختی سے پابند تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے متعلق حضرت سعد الدین حموی علیہ رحمتہ کے اس قول مبارک۔ "نور متابعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جبین السہروردی شیء آخر (یعنی سہروردی کی پیشانی پر شریعت محمدیہ کا نور جداگانہ اور منفرد حیثیت رکھتا ہے) مزید برآں حضرت شیخ الشیوخ کے اس قول مبارک کہ "آں نعمتے کہ در بشر ممکن است شہاب الدین را دادہ اند الا ذوق سماع" کے عملی اور زندہ نمونہ تھے۔

marfat.com

شجرہ شریف خاندان عالیہ سہروردیہ : آپ نے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کا مکمل شجرہ شریف مرتب فرما کر اسے داخل سلسلہ کیا۔ مزید بر آں اعمال و اشغال سہروردیہ' اوراد وظائف' اسماء الحسنیٰ کے خواص وغیرہ "دعائے مغنی" تصحیح شدہ اور دعائے لیفی اپنی تصنیفات میں شائع کیں جنہیں ہم نے اس کتاب میں شامل کردیا ہے تاکہ عوام الناس بالعموم اور وابستگان دامن فقراء بالخصوص حسب دل خواہ اور کسی "صاحب اجازت" کے اذن کے تحت مستفید ہوسکیں۔

تصنیفات : ذیل میں ہم حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی تصنیفات کا تعارف کراتے ہیں:۔

(۱) سیاح لامکان : مسئلہ معراج جسمانی پر نہایت ہی فاضلانہ اور محققانہ تبصرہ پر مبنی کتاب ہے جس کا سائنس اور معجزات میں فرق' معجزہ کی حقیقت اور لفظ عبد اور اسریٰ پر لغوی بحث نیز خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی تاریخ' سیر جنت اور دیگر پہلوؤں پر نہایت دلکش انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلی بار ۱۹۴۴ء میں منظر عام پر آئی۔

(۲) موعظتہ اللمتقین : یہ کتاب پہلی بار ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی۔ چند اختلافی فقہی مسائل پر نہایت مدلل تحریر اور برہان قاطع ہے۔ جید علماء کے نزدیک یہ ایک بہترین ریفرنس بک ہے۔

(۳) صحیفہء غوثیہ : یہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے مایہء ناز قصیدہ کی شرح ہے۔ ہر عربی شعر کا اردو میں ترجمہ کرکے اردو قطعہ کی صورت میں منظوم تحریر فرمایا گیا ہے۔ اس کے بعد ہر شعر کی تشریح عالمانہ اور ادیبانہ رنگ میں کی گئی ہے۔ سالکان طریقت کے لئے یہ کتاب ایک انمول تحفہ ہے۔ پہلی بار ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی۔

(۴) الفقر فخری : یہ کتاب تصوف کے موضوع پر کتاب و سنت کی روشنی میں علم تصوف کا بہترین سرمایہ ہے۔ یہ باخدا بنانے والی تصنیف کئی سو سالوں کے بعد ضبط تحریر میں آئی ہے جس کا مطالعہ معرفت الٰہی کے ہر متلاشی کے قلب و نظر میں ایک ایسا نورانی اور روحانی انقلاب پیدا کرتا ہے جو طالبوں کی اجتماعی' انفرادی' شاہانہ' فقیرانہ' عالمانہ و صوفیانہ زندگی میں اسلامی اخلاق' شرافت' خدا شناسی' حق پرستی' سنجیدگی' عملی پاکیزگی اور ضبط و نظم کو تخلیق کرتا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

(۵) جمال رسول : سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت ہی بلند مرتبہ تصنیف ہے جو اہل محبت کے لئے ایک بے نظیر تحفہ اور سرمایہء حیات ہے اور جو ان کی محبت رسول" ایمان میں مضبوطی اور اعمال میں زیادتی کا باعث بنتی ہے۔ جید علماء کی رائے میں سیرت نبوی پر اس طرح کی محبانہ و عاشقانہ جامع' بلند پایہ اور اچھوتے انداز کی تصنیف اڑھائی سو سال کے بعد منظر عام پر آئی ہے۔ ۱۹۵۶ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔

(۶) جمال الٰہی : ذات صفات باری تعالیٰ کی وضاحت و عرفان کے ضمن میں ایک نادر تصنیف ہے۔ انتہائی نازک و دقیق اور پیچیدہ مسائل اس انداز سے بیان فرمائے گئے ہیں جو اس بلند مرتبہ مرد خود آگاہ و خدا آگاہ کا ہی حصہ ہیں۔ مذہب اور روح کے ابتدائی تصورات' عبد و معبود کے تعلقات' تصور الٰہی کا تدریجی ارتقا' توحید' موحد اور مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود' اسما

marfat.com

الحسنیٰ، ہستی باری تعالیٰ پر استدلال، دیدار الٰہی، کرسی کی حقیقت، مسئلہ کشف ساق، استویٰ علی العرش جیسے نازک مسائل کی وضاحت اس انداز میں کی گئی ہے جو ماسوائے ایک عارف باللہ کے کسی دوسرے کیلئے ممکن نہیں۔ اوائل ۱۹۵۸ء میں پہلی بار منظر عام پر آئی۔

(۷) نور مستور : اولیاء اللہ مستورات کے حالات پر مبنی ہے بالخصوص مستورات کے دلوں میں عرفان الٰہی کا ذوق و شوق پیدا کرنے کیلئے ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ تاحال شائع نہیں ہوئی۔

(۸) حلیتہ النبی منظوم : یہ پنجابی اشعار پر مبنی کتاب ہے۔ تاحال نایاب ہے۔

کتابچے : (۱) تعارف سہروردیہ : اس میں حضرت قبلہ بابا جی میاں غلام محمد سہروردیؒ حیات گڑھی کی مختصر سوانح حیات تعلیمات وغیرہ نیز شجرہ عالیہ سہروردیہ بمعہ دعائے مناجات و ختم شریف اور دعائے مغنی بمعہ طریق خواندن ہے۔ ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔

(۲) تذکرہ سہروردیہ : اس میں صوفیائے کرام کے دینی کارناموں پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ ۱۹۵۶ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

(۳) انوار سہروردیہ : یہ راہ سلوک روحانی انسان معرفت نفس اور فیوض ربانی کے حصول اور رب العزت کو پانے کے وسائل پر مبنی مختصرا" تصنیف ہے جو پہلی بار ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔

(۴) دختر ملت : مستورات کے لئے دعوت فکر و عمل کے سلسلہ میں ایک نادر تصنیف ہے جس میں ان کے حقوق اور فرائض پر جامع تبصرہ ہے۔ اسلام میں عورت کا صحیح مقام اور اس کے مقابلے میں دیگر مذاہب میں عورت کے مقام کو فاضلانہ انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں پہلی دفعہ منظر عام پر آئی۔

رسائل : (۱) دعوت الحنفیہ : شیعہ عقائد کی اصلاح کے سلسلہ میں وضاحت تحریر فرمائی گئی ہے۔

(۲) رسالہ علم الغیب : حضور علیہ السلام کے علم غیب کے متعلق ایک فیصلہ کن تحریر ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ حضورؐ کا علم غیب عطائی ہے اور رب العزت جل علی شانہ کا علم ذاتی اور استقلالی ہے۔

(۳) پردۂ نسواں : قرآن و حدیث کی روشنی میں بے پردگی کے حامیوں کیلئے مسکت جواب ہے۔

(۴) زکوٰۃ کا اسلامی نظام : قرآن اور حدیث کی روشنی میں زکوٰۃ کی اہمیت، نصاب زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ وغیرہ پر بالوضاحت روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۵) شعبان المعظم : جو شعبان المعظم کی فضیلت کے متعلق نہایت مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

(۶) رمضان المبارک : روزے کی فضیلت، احترام رمضان، لیلتہ القدر اور عید الفطر وغیرہ کے متعلق بیان ہے۔

(۷) اسلامی عورت : عورت کے حقوق، اس کی عزت و مرتبت اور شادی، حق مہر، نکاح وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۸) لباس التقویٰ : داڑھی کی شرعی حیثیت پر مبنی نادر رسالہ ہے۔

(۹) میلاد الرسول : میلاد شریف، مبشرات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر شرعی انداز میں

marfat.com

روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۰) **صوت ہادی** : اس میں دعوت الی الحق نہایت فاضلانہ اور عالمانہ انداز میں دی گئی ہے۔

(۱۱) اس کے علاوہ مسئلہ میراث، کتاب الصلوٰۃ، حروف مقطعات کی تاویلات اور صلوٰۃ الجمعہ کے موضوعات پر بھی رسالے تحریر کرکے شائقین کی استدعا پر ان کے حوالے کیے گئے تاکہ شائع کرا دیئے جائیں مگر یہ تشنہء اشاعت ہی رہے اور اب ناپید ہیں۔

(۱۲) **گنج شہیداں** : واقعات شہادت پر جامع کتاب ہے جو پنجابی زبان میں منظوم لکھی گئی۔ ۱۹۳۱ء کے اواخر میں غالباً" شائع ہوئی۔

(۱۳) **قمیض یوسفی** : ہیر وارث شاہ کے وزن پر پنجابی زبان میں حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کا منظوم قصہ ہے۔ مگر تاحال شائع نہیں ہوا۔

حضرت قبلہ" کے چند اقوال زریں : (۱) کسی اہل مزار کی حاضری سے پہلے **"موتو قبل انت موتو"** والی کیفیت وارد کریں جس کا مشاہدہ مطلوب ہو وہ مشہود کی صفات اپنے میں لائے کیا آپ لوگوں نے دیکھا نہیں کہ دنگل وغیرہ دیکھنے کیلئے دور دور سے نوجوان ٹولیاں بناکر نکلتے ہیں اور سارا راستہ شانے ہلاتے اور چھلانگیں لگاتے اس دنگل تک پہنچتے ہیں اسی طرح عورتوں کو دیکھا ہوگا کہ جب انہیں کسی مرگ پر افسوس کیلئے دوسرے گاؤں جانا ہوتا ہے تو گاؤں کی حد آنے پر بین شروع کردیتی ہیں۔ ان اہل اللہ نے بھی انقطاع اسباب کیا ہوتا ہے ان کو ملنے کے لئے بھی تمام اسباب سے انقطاع لازم آتا ہے۔ (۲) کتاب ہدایت پیش کرسکتی ہے ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتی۔ جس طرح قانون ایک مجرم کو بیڑیاں پہنا سکتا ہے اور جیل کی تاریک کوٹھری میں بند بھی کرسکتا ہے لیکن اسے جرم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ ہدایت یافتہ بننے کیلئے یا جرم سے باز رہنے کیلئے نہ کتاب کام آئے گی نہ قانون بلکہ **اولی الامر منکم** کی وابستگی۔ جب تک وابستگی نہیں ہوگی جملہ اعمال ایک صفر کی حیثیت سے زیادہ وقعت نہیں رکھیں گے۔ (۳) یہ امر کی شان ہے کہ وہ کائنات کا دل چیر کر اس کے پار ہو جاتا ہے۔ کتابیں وغیرہ وہاں کام نہیں آتیں اور نہ نرم و نازک کلام۔ کتاب اور کلام کا اثر بھی جو قارئین و سامعین ظاہری طور پر محسوس کرتے ہیں دراصل امر کی ہی برکت ہوتی ہے۔ (۴) سید وہ جو حسین و فیاض ہو اور اپنا سر قوم کیلئے پیش کرے۔ (۵) فقیر کسی کے لئے بد دعا نہیں کرتا اور ہر امر رضا کے حوالے کردیتا ہے۔ وادیء رضا میں اختیارات سلب ہوتے ہیں۔ (۶) اعتراض کرنے والے کو چاہیئے کہ پیر کا مقابلہ پیر سے کرے نہ کہ مرید سے۔ (۷) انقطاع اسباب قرب معرفت کی دلیل ہے۔ (۸) صورت امر صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے محمد ابن عبداللہ جانا کسی نے عبدالمطلب کا پوتا کہا، کسی نے نور چشم آمنہ سمجھا کسی نے آپ کو امین و صادق کا خطاب دیا، کسی نے قریش مکہ کا جوان بتایا، کسی نے نبی اللہ و رسول مانا اور اولی الامر حضرات کی افضل ترین جماعت کی طرف سے نور من نور اللہ کی صدا آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ نبوت کا اپنا کوئی مقام نہیں تھا بلکہ یہ مقام گر تھی، صدیق بناتی، فاروق پیدا کرتی، غنا بخشتی اور درجات ولایت عطا فرماتی۔ (۹) اہل شہود کے لئے **یومنون بالغیب** کفر ہے۔ (۱۰) جب اپنے پیر بھائی کو دیکھو تو سمجھو کہ اپنے شیخ کو دیکھ رہے ہو۔ جب شیخ کو دیکھو تو یہ خیال کرو کہ گویا تم حضور پر نور علیہ

marfat.com

السلام کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہو اور جب بھی بلند بختی میں حضور علیہ السلام کا دیدار نصیب ہو تو جان لو کہ تم حقیقت امر کے مشاہدہ میں غرق ہو۔ (۱۱) رزق کی دعوت من جانب اللہ ہوتی ہے اسے "نہ" نہیں کرنی چاہئے۔ (۱۲) کسی مزار پر حاضری کے وقت اگر رقت طاری ہو تو یہ اہل مزار کی توجہ کی دلیل ہے۔ (۱۳) ایک کتاب کے مصنف کو فرمایا: کتاب کے ساتھ پڑھنے والوں کو روشنی بھی عطا فرماؤ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو نری کتاب کیا کرے گی۔ (۱۴) حضرت آدم علیہ السلام کا باپ نہیں اس لئے محبت نیچے کو آتی ہے اوپر نہیں جاتی۔ (۱۵) حق و ناحق دونوں سے ڈرو۔ (۱۶) ایک باپ دس بیٹوں کی کفالت کر سکتا ہے لیکن دس بیٹے ایک باپ کے کفیل نہیں بن سکتے۔ (۱۷) دنیا کا استعمال فقیر کے علاوہ کون جان سکتا ہے۔ (۱۸) انوار الٰہی کوہ طور پر اگر ایک درخت پر آسکتے ہیں تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کا زیادہ حقدار ہے۔ (۱۹) متلاشی کی خواہش کے رنگ میں جھلک مار کر مقام قرب سے نوازنا سنت اللہ ہے اور اکثر اولی الامر حضرات اہل سلوک کی منازل ایسے ہی طے کراتے ہیں۔ (۲۰) اپنے جوارح پر قابو پانے سے تمام کائنات بس میں آجاتی ہے۔ (۲۱) جس کا انتظار کرنا پڑے بہتر ہے اسے ساتھ لے کر چلے۔ (۲۲) تنہا داڑھی میں اسلام نہیں بلکہ اسلام میں داڑھی ضرور ہے اسی طرح نماز میں اسلام نہیں بلکہ اسلام میں نماز ضرور ہے۔ (۲۳) بنی آدم کسی حالت میں بھی روٹی سے منگا نہیں پڑتا۔ مہمان کے آنے پر دل میں کسی قسم کی تنگی نہ ہو وہ آکر تم پر احسان کرتا ہے اور تمہاری میل کچیل دور کرتا ہے۔ (۲۴) اللہ عز و جل کی مہربانی سے جملہ انبیاء علیہم السلام کو جو حواری ملے انہوں نے اپنے پیغمبروں کا صدق دل سے پورا پورا ساتھ دیا اور اللہ عز و جل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ساتھی عطا فرمائے وہ نعوذ باللہ من ذالک خائن و غاصب ٹھہریں کیسی نامعقول اور بے بنیاد بات ہے۔ (۲۵) سوائے ماں اور باپ کے یہ دو ایسے رشتے ہیں کہ اگر منقطع ہو جائیں تو دوبارہ وابستہ نہیں ہو سکتے برخلاف اس کے باقی تمام رشتوں کے ان کا ظہور ممکن ہے۔ (۲۶) کلام الٰہی کی ایک آیت کا انکار اور شک و شبہ سارے قرآن کا انکار ہوگا۔ (۲۷) اپنی راز کی بات منظر عام پر نہیں کیا کرتے۔ (۲۸) جس طرح بی اے اور ایم اے کی تعلیمی اسناد رکھنے والے استاد اپنے شاگردوں کی تعلیم کیلئے اپنے معیار سے نیچے اتر کر ان کے ساتھ ملتے اور انہیں اوپر لے جاتے ہیں اسی طرح عرش پر مسلی ڈال کر نماز پڑھنے والے اور یہاں سے وضو کر کے حرم پاک میں نماز ادا کرنے والے ہماری دستگیری کے لئے ہم جیسے اعمال بھی کرتے ہیں جو ظاہری شریعت پر پورے اترتے ہیں۔

خلفاء: حضرت قبلہ علیہ رحمتہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے نظریہ، وحدت الوجود کے مقابلہ میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے نظریہ "وحدت الشہود" کے حامی تھے۔ قیام پاکستان یعنی ۱۹۴۷ء تک مسلسل کئی سال باقاعدگی سے ان کے سالانہ عرس مبارک میں حاضری دیتے رہے۔ ایک حاضری کے دوران حضرت مجدد نقشبندیؒ کی طرف سے چند اصحاب کو خرقہ، خلافت عطا کر دینے کا ارشاد ہوا مگر آپ توقف فرماتے رہے اور دربار رسالت سے قبولیت و ارشاد گرامی کے منتظر کرم رہ کر ان مخصوص منتہی مریدان باصفا کے باطنی تزکیہ و تربیت میں مزید کوشاں رہے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس سے براہ راست عطائے خرقہ، خلافت کا حکم صادر ہو گیا تو آپ نے ۴ جنوری ۱۹۵۰ء و

marfat.com

مندرجہ ذیل اصحاب کو دستار خلافت سے سرفراز فرمایا۔ (۱) الحاج چودھری محمد اقبال حمید سہروردی (کراچی) (۲) الحاج صوفی فیروز الدین سہروردی لاہور (۳) الحاج مرزا غلام محی الدین سہروردی لاہور (۴) الحاج چودھری محمد شفیع سہروردی فیصل آباد (۵) الحاج میاں معراج الدین سہروردی ہنجروال لاہور (۶) میاں احمد سعید قریشی سہروردی پنڈی بھٹیاں (۷) مولوی غلام نبی سہروردی گوجرہ منڈی۔ مزید برآں کچھ عرصہ بعد کراچی میں سید محمد عظیم برخیا المعروف قلندر بابا اولیاء کراچی اور خان عبدالقدیر خزانچی کو بھی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

وصال : ۹ اور ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء کی درمیانی شب (آخری شب چہار شنبہ) آپ کا وصال ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں خلیفہ مجاز الحاج میاں معراج الدین سہروردیؒ نے اپنے گاؤں ہمسائی کھوئی میں عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں جلسہ منعقد کرایا جس کی صدارت حضرت صاحب قبلہ نے فرمائی تھی۔ آپ اس جلسہ میں تشریف لے گئے حضرت قبلہ باباجی حیات گڑھی" بھی ہمراہ تھے۔ جب ہنجروال کے قریب مزار حضرت بابا ہنجر پیر (ملتان روڈ لاہور) کے قریب پہنچے تو حضرت قبلہ باباجیؒ نے حضرت قبلہ کو فرمایا کہ اہل مزار بابا ہنجر پیر" کی خواہش ہے کہ بعد وصال آپ کا قیام یہاں ان کے پاس ہونا چاہئے۔ اپنے متعلق حضرت قبلہ باباجیؒ نے حضرت قبلہ" کو فرمایا کہ میں نے اپنے لئے اپنے گاؤں حیات گڑھ میں اپنی ملکیتی زمین میں ٹاہلیوں کے نیچے اپنا مقام منتخب کرلیا ہے لہٰذا آپ بھی اپنے قیام کے متعلق سوچ لیں۔ اسی ارشاد گرامی کی روشنی میں میاں معراج الدین سہروردی صاحب نے حضرت بابا ہنجر پیر کے مزار کے بالکل قریب مشرقی جانب وسیع قطعہ اراضی کا انتظام کردیا جہاں آپ آسودۂ خاک ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں نہایت ہی دیدہ زیب ہشت پہلو مزار شریف بمعہ ہشت پہلو وسیع برآمدہ کی تعمیر مکمل ہوئی۔ مکان کی اہمیت چونکہ مکین سے ہوتی ہے اس لئے بعد وصال عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں سالانہ جلسہ اور عرس مبارک حضرت قبلہ" کا انعقاد آپ کے مزار پر انوار پر ہوتا ہے۔

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو　　در سینہ ہائے مرداں عارف مزار ماست

اور :-

تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست　　کہ باشی تا ابد اندر بر دوست
بجوے نیست اے عبدالعزیز ایں　　بروبم از مژہ خاک در دوست

اقبال

اعمال و اشغال

اب ہم ان اذکار کو درج کرتے ہیں جو مجدد سلسلۂ عالیہ سہروردیہ حضرت سید ابو الفیض قلندر علیؒ سہروردی نے اپنی کتاب "الفقر فخری" میں تحریر فرمائے ہیں۔ گویا یہ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے اعمال و اشغال اور سبق ہیں جو مختلف ارادتمندوں کو انکے حسب حال پیر طریقت تلقین فرماتے ہیں۔ بطور سبق ان پر عمل پیرا ہونے کیلئے اجازت پیر کامل ضروری ہے۔ تاکہ وہ ارادتمند کے حال پر نگہداشت کرکے اسے فیضان باطنی سے مالا مال کردے۔

عقائد : فرماتے ہیں : جب تک عقائد صحیح نہ ہوں ولایت و تقرب بارگاہ تو درکنار بندہ مومن بھی

marfat.com

نہیں ہو سکتا۔ یہ امر شرعاً ثابت ہے کہ مقربان بارگاہ خدا کی دعا و ہمت اور ذات مبارک مظہر فیضان ذات الٰہی ہے۔ صرف اسباب کو مد نظر رکھنا اور مسبب جل شانہ کی قدرت کاملہ کا نہ ماننا یا قدرت کاملہ کو بعض اسباب میں ہی منحصر و محدود کرنا کفر ہے اور اسباب ظاہری و باطنی (اولیاء مقربین) کو جلوہ گاہ صفات مان کر ان سے مستفیض ہونا بصیرت اور کمالیت ایمان کا نشان ہے۔ جس اسم کے معنی میں تنقیص شان الوہیت ہو اس کا ذات حق پر بولنا کلمہء کفر ہے۔ مزید یہ کہ حضور علیہ السلام کی نبوت تامہ' خاتمہ و مستقلہ ہے۔

توبہ : ہر قسم کے گناہوں اور لغزشوں سے سچی توبہ کرے اور اس پر کاربند رہے۔

زہد : جملہ ممنوعات سے اپنے آپ کو بچائے رکھے اور جن امورات کی شریعت نے اجازت دی ہے انہیں اختیار کرے۔ کوئی کام حکم ربانی کے خلاف نہ کرے اور باطنی زہد یہ ہے کہ قلب میں ماسوائے اللہ کے کسی کا گزر نہ ہو۔

توکل : کسی کام کو پورے ارادہ و عزم اور تدبیر و کوشش سے انجام دینے اور یہ یقین رکھے کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور ہی مجھے کامیاب فرمائے گا' کا نام توکل ہے۔

قناعت : اپنی تمام نفسانی خواہشات کو ترک کر دینے کے نتیجے کا نام ہے۔

عزلت : تنہا بیٹھ کر ذکر الٰہی سے لو لگانا مگر اسباب زندگی کا انقطاع یہاں بھی نہ ہو گا۔

توجہ : اللہ کے سوا کسی سے خوف و امید نہ رکھے اور ہر کام میں اس کی جانب یکسو رہے۔

صبر : اپنے نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رکھنا۔

رضا : اپنی مرضی کو چھوڑ کر اللہ کی رضا پر راضی رہے۔

ذکر : ارشاد خداوندی ہے۔ **فَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى** (یعنی جس شخص نے ہمارے ذکر سے منہ موڑا اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی اور قیامت کے دن وہ اندھوں سے اٹھایا جائے گا) حضرت قبلہ (سید قلندر علی سہروردیؒ) فرماتے ہیں کہ ذکر قلب اور اس کے بعد دیگر مقامات جسمانی سے بھی کیا جاتا ہے اور اس کی بسم اللہ یوں ہوتی ہے کہ قلب میں جب نسبت منتقل ہوتی ہے تو ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے لیکن کبھی کبھی۔ مگر یہ حرکت بھی اس حرکت کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو نسبت منتقل ہونے کے بعد پیر کامل کی توجہ اور نگاہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہاں حرکت سے مراد وہ حرکت نہیں جو دوران خون سے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کو دل کا دھڑکنا یا حرکت کرنا کہتے ہیں یہ اور شے ہے اور وہ اور۔ یہ نور کی ایک شعاع ہوتی ہے جو قلب کو صاف کر کے اس کے اندر رکھ دی جاتی ہے۔ یہ محض ایک فضل ایزدی ہے۔ مزید فرماتے ہیں :۔ سلسلہء عالیہ سہروردیہ میں لازمی امر ہے کہ ہر طالب و مرید کے قلب کو ذاکر کر کے اس کے اندر حرکت پیدا کر دی جائے گویا یہ سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی اساس و بسم اللہ ہے جو بہت بڑا عطیہء خداوندی اور رحمت نبوی ہے۔ ذکر کے مدارج تین ہیں۔ ذکر لسانی' ذکر قلبی اور ذکر روحی۔ ذکر لسانی وہ ذکر ہے جو عام مسلمان زبان سے کرتے ہیں۔ ذکر قلبی وہ ہے جس کا اوپر اشارہ کیا گیا ہے اور ذکر روحی جو خاص الخاص کا حصہ ہے جن کو عارفین کاملین کہا جاتا ہے جو ایک سیکنڈ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے الگ

marfat.com

نہیں ہوتے۔ ذکر لسانی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ذکر جہر اور ذکر خفی۔ ذکر جہر کی حسب قائدہ و عمل بزرگان دین چار قسمیں ہیں۔ یک ضربی' دو ضربی' سہ۔ ضربی اور چہار ضربی۔

چند اسباق

یک ضربی : اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر مودب دو زانو بیٹھ جائے اور سانس کو ناف کے نیچے سے بلند کرے اور لفظ "اللہ" کو شد و مد اور جہر کے ساتھ ناف سے اٹھا کر قلب پر چلائے پھر اتنی ہی دیر ٹھہر جائے کہ سانس بھی ٹھہر جائے اور اسی طرح بار بار ذکر کرے۔

دو ضربی : ذاکر دو زانو بیٹھ کر سانس کو بدستور سابق ناف کے نیچے روکے اور اسم "اللہ" کو بلند آواز اور سختی و قوت کے ساتھ اٹھا کر ایک ضرب زانوئے راست پر دوسری ضرب قلب پر لگائے۔

سہ ضربی : ذاکر چار زانو بیٹھے اور ایک بار دائیں زانو پر اور ایک بار بائیں زانو پر اور تیسری بار قلب پر لگائے۔ یہ تیسری ضرب سخت اور بلند تر ہو۔

چہار ضربی : ذاکر چار زانو بیٹھے۔ پھر تین تین ضربیں سہ ضربی کی طرح لگائے اور چوتھی ضرب بڑی شد و مد سے اپنے روبرو زمین پر مارے یہ ذکر اسم ذات کا ذکر کہلاتا ہے۔ اسی طرح کلمہ ء طیبہ و بسم اللہ شریف کا ذکر جہر بھی بعض حضرات قادریہ نے ارقام فرمایا ہے۔

ذکر نفی اثبات : جب ذاکر اسم ذات کی مشق میں کمال کر لیتا ہے تو پھر اس کے بعد بعض مشائخین حضرات نے ذکر نفی اثبات کی تلقین فرمائی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر قبلہ رخ اس طرح بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔ پھر آنکھیں بند کر کے اور سانس روک کر لفظ "لا" کو ناف سے اٹھا کر داہنے کندھے پر سے لے جا کر پس پشت ڈال دے اور وہاں سے "اللہ" کو دماغ تک پہنچا کر خود دائیں طرف مخاطب ہو جائے اور خیال کرے کہ میں نے تمام عالم کو پس پشت ڈال دیا ہے اور سب کچھ فانی ہو گیا ہے یہاں تک کہ فوق و یمین بھی طے ہو گیا ہے۔ پھر الا اللہ کو داہنی طرف سے بائیں طرف قلب پر لے جا کر شد و مد ضرب کرے کہ یسار (بایاں) بھی طے ہو جائے اور خیال کرے کہ سوائے اللہ کے تمام جہان فنا ہو گیا ہے اور صرف اللہ کی محبت قلب میں ہے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح جس قدر زیادہ کرتا جائے گا انوار معرفت کے قریب ہو گا۔ اس سے یہ سمجھ آگئی ہو گی کہ ذکر نفی و اثبات سے مراد "لا الہ الا اللہ" کا ذکر کرنا ہے۔

تزکیہ نفس یا مجاہدہ : فرماتے ہیں : نفسانی جذبات کو عقل کے تابع اور اعتدال پر رکھنا اور مرضیات الہیہ کے مطابق استعمال میں لانا ہی عفت و پارسائی کا مقصد وحید ہے۔ تصوف و سلوک میں معاصی و مناہی سے اجتناب اولین قدم ہ اور ارتقاء جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی جزئیات سے اعراض و پرہیز بڑھتا جاتا ہے اور تزکیہ ء نفس مجاہدات و ریاضات سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ مجاہدہ کے بغیر مشاہدہ محال ہے۔ حواس ظاہری کا روکنا تو بصورت مراقبہ گوشہ ء تنہائی میں ممکن ہے مگر حواس باطنی کا ان سے مشکل۔ لہذا ضروری ہے کہ کسی ذکر کی مشق کی جائے اور یہاں تک کی جائے کہ زبان سے گذر کر قلب سے جاری ہو اور الفاظ محو ہو کر معنے ہی معنے رہ جائیں۔

پاس شریعت : درویش کے لئے اتباع شریعت لازمی و لابدی چیز ہے کیونکہ جو مبادیات ہی سے

marfat.com

ناواقف ہے وہ انتہا تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔

طریقت : اخبار رسالت تو مجلدات کے اوراق الٹنے سے ہاتھ آ جاتے ہیں لیکن انوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس کس آئینہ میں نظر آئے گا؟ کیونکہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے دو ہی مقاصد قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ (۱) تعلیم و تشریح کتاب و حکمت۔ (۲) تزکیہ نفس۔ اسلام نے تزکیہء نفوس کا جو طریقہ اختیار کیا تھا اس میں علم و عمل دونوں کی طاقتیں شریک تھیں۔ اس کا علمی پہلو قرآن کریم اور کتب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی صفحات میں نظر آتا تھا اور عملی پہلو کو شارع علیہ السلام کے اعمال طاہرہ بے نقاب کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس تعلیم کے مظہر حقیقی تھے آپ نے صحابہ کرامؓ کو بھی اس کا مجسم پیکر بنا دیا اس بنا پر ان آئینوں میں بھی وہی آفتاب ہدایت منعکس نظر آسکتا ہے جو خود صاحب شریعت علیہ السلام کے آئینہ خانہ میں ضیاء افگن تھا لہٰذا لازم ہوا کہ ایک زندہ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش و بیعت کی جائے جو آئینہ حقیقی کے پیچھے طوطی صفت رہ کر استاد ازل کے سبق کا ہی تکرار کرتا ہے۔ لہٰذا قلب کو مرتبہء احسان تک پہنچانا۔ تزکیہء باطن، تجلیہ نفس، تطہیر اخلاق بغیر ایک زندہ شخصیت بغیر ایک مرشد کامل بغیر ایک ہادیء ناطق بغیر ایک عملی نمونہ کی وساطت کے کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ (یاد رکھو کہ) مرشد کامل کا قلب مضبوط واسطوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے ملا ہوا ہوتا ہے اور اس کا روحانی رابطہ بھی ایسی ہی زنجیر کی مضبوط کڑیوں کی طرح سرچشمہء تقدیس و روحانیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے جس طرح معتبر اسناد سے احادیث کی روایت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ و پیوستہ ہے۔

ع کیمیا پیدا کن از مشت گلے بوسہ زن بر آستان کاملے

تصور شیخ : فرماتے ہیں: چونکہ ابتداء میں تنہا ارادتمند کے لئے ذکر اذکار میں دل لگانا اور بے نشان دوڑ کر مقصود کو پانا ذرا دشوار ہوتا ہے اور وہ نہیں سمجھ سکتا کہ میری راہ میں کیا کیا خطرات ہیں اور ان میں میرے لئے مفید اور غیر مفید کون کون اور کیا کیا چیزیں ہیں لہٰذا اس کے بھٹک جانے اور دل چھوڑ جانے کے خیال سے بزرگان دین بیعت کے وقت تصور شیخ بھی تلقین فرماتے ہیں تاکہ مرید فرمودہ تذکار و اوراد پر مستقیم اور منکشف حالات پر ہم رہے اور یہ نہایت موثر اور سہل ترین راہ ہے۔ فقیر (سید ابوالفیض سید قلندر علی سہروردی) کے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کے علاوہ حضرات نقشبندیہ بھی کمال پابندی کے ساتھ اس کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کا نام شغل رابطہ رکھتے ہیں۔

ارادتمند جس وقت ذکر کرنے بیٹھے اس وقت شیخ کی صورت کو اپنے روبرو خیال کرے۔ اس سے وہ وساوس شیطانیہ و خطرات نفسانیہ سے محفوظ رہے گا اور یہ تصور اس کو یک سوئی کیلئے تجلی گاہ کا کام دے گا۔ بعض فقراء نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ نسبت ارادت کے ناکمل ارادتمندوں کو تصور ہی کے طفیل شیخ کے دنیا سے پردہ پا جانے کے بعد وہ وہ راز کھلتے ہیں اور اگلی منازل کے سبق ملتے ہیں جو کسی دوسرے پیر سے مل کر حاصل کرنے سے بدرجہا بہتر و کامیاب بنانے والے ثابت ہوئے ہیں۔

مراقبہ : مراقبہ کے معنی ہیں انتظار کرنا مگر اعمال تصوف یا اصطلاح میں گردن جھکا کر قلبی نورانی کوائف کے منتظر ہونے کا نام ہے۔

marfat.com

اقسام مراقبہ : فرماتے ہیں :فقیر (سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ) کو بذریعہ بزرگان طریقت بصورت تحریر و تقریر جو اقسام مراقبہ پہنچی ہیں ان میں سے اول وہ ہیں جن کو حضرات قادریہ "مراقبات خمسہ" لکھتے ہیں۔ یعنی :۔

(۱) مراقبہ قدرت جو **ان اللہ علی کل شی قدیر** "اللہ قادری" پر کیا جاتا ہے۔

(۲) مراقبہ معیت جو **وھو معکم اینما کنتم** "اللہ معی" پر کیا جاتا ہے۔

(۳) مراقبہء شہادت جو **فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** "اللہ شاہدی" پر کیا جاتا ہے۔

(۴) مراقبہء نصرت جو **الم یعلم بان اللہ** "اللہ ناصری" پر کیا جاتا ہے۔

(۵) مراقبہء حضوری جو **واللہ علی کل شی محیط** "اللہ حاضری" پر کیا جاتا ہے۔

(۶) مراقبہ انانیت جو بلفظ انا ،شمار اکیس بار ہوتا ہے۔

دوئم وہ مراقبات ہیں جو عام بزرگان دین کے عمل سے ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۷) "مراقبہ نوری" جو **اللہ نور السموات والارض** " پر کیا جاتا ہے۔

(۸) "مراقبہ فنا" جو **کل من علیھا فان** پر کیا جاتا ہے۔

(۹) "مراقبہء معیت جو **ھو معکم** پر کیا جاتا ہے۔

(۱۰)"مراقبہء ہمہ اوست" جو **ھو الاول والاخر والظاھر والباطن** پر کیا جاتا ہے۔

(۱۱)"مراقبہء قدس" جو حجرۂ تاریک میں چشم کشادہ سے ایک جگہ نظر جما کر اور دل میں **انک بالواد المقدس طوی** کا تصور رکھ کر کیا جاتا ہے۔

(۱۲)"مراقبہء ہفت گام پنج مراتب" ہفت گام سے مراد سات صفات ذاتی یعنی حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور کلام ہیں اور پنج مراتب : ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت، ہاہوت ہیں اور ان پنج مراتب کو بہ ارشاد کاملین عوالم خمسہ (پنج عوالم) بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

(الف) ہاہوت : وہ عالم ہے جہاں نہ اپنی خبر اور نہ اس بے خبری کی خبر۔

(ب) لاہوت : جہاں اپنی خبر ہوتی ہے اور الوہیت کا دعویٰ

(ج) جبروت : جہاں اپنے وجود سے بالتفصیل شناسائی ہوتی ہے۔

(د) ملکوت : یہاں اپنی تسبیح و تہلیل میں آپ مشغول ہوتا ہے۔

(ہ) ناسوت : یہی عالم ظاہر جہاں ہر مظہر میں خود ظاہر ہوتا ہے۔

(۱۳) "مراقبہء بحری" : اپنے آپکو بحر ذات سمجھے اور باقی اشیاء حباب۔ جو اس میں فنا ہو رہے ہیں۔

(۱۴)"مراقبہء قرب نوافل": جس میں سالک یہ تصور کرتا ہے کہ میں فاعل ہوں اور خدائے واحد آلہ ہے۔

(۱۵) "مراقبہ قرب فرائض" : یعنی خدا فاعل ہے اور بندہ اس کا آلہ ہے۔

(۱۶) "مراقبہ عین" : جو نہ قرب نوافل اور نہ قرب فرائض بلکہ عین ہے یعنی وہ خود ہی حی، سمیع، بصیر، علیم وغیرہ ہے۔

ان مراقبات کے علاوہ فقیر (سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ) کے شیخ حضرت قبلہ میاں غلام محمد سہروردیؒ مدظلہ، کلمہ شریف تمجید کے ماتحت چار مراقبے اور تعلیم فرمایا کرتے تھے :۔

marfat.com

تسبیحی، تحمیدی، تہلیلی، تکبیری، جن کی تشریح اس طرح پر ہے۔

(۱۷) مراقبہء تسبیحی : جو "سبحان اللہ" کے تصور پر کدورت نفس کی پاکیزگی کیلئے کیا جاتا ہے۔

(۱۸) مراقبہء تحمیدی : جو "الحمد للہ" کی حقیقت کو محمود باللہ بننے کیلئے کیا جاتا ہے۔

(۱۹) مراقبہ تہلیلی : جو "لا الہ الا اللہ" کے تصور پر نفی اثبات کے ورود کیلئے کیا جاتا ہے۔

(۲۰) مراقبہ تکبیری : جو "اللہ اکبر" کے تصور پر حجاب کبریائی کے عبور کیلئے کیا جاتا ہے۔

ان مراقبات کو تحریر کرنے کے بعد حضرت قبلہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ سالکان راہ کو عملی کیفیت معلوم کرنے کیلئے اہل اللہ حضرات کے بابرکت آستانوں پر بوسہ زن ہونا چاہئے کیونکہ وہی حضرات اس راہ کی باریکیوں کو سمجھنے والے اور وہی قلب و روح کی تاریکیوں کو دور کرنے والے ہوتے ہیں۔

اوراد اور وظائف

"الفقر فخری" میں حضرت قبلہؒ (سید ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ) تحریر فرماتے ہیں کہ تصوف قال نہیں حال ہے اور وہ انسان کے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا کرنے کا خواہش مند ہے جس سے انسان کا دل خداوند عالم جل و علی شانہ کو خود اپنی نظروں سے دیکھے اور اس کی قدرت کو اپنے سامنے مجسم پائے چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی جانب بدیں الفاظ اشارہ فرمایا تھا۔ " **قال ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔** یعنی عبادت اس طرح کرنا گویا خدا کو تم دیکھ رہے ہو یا اگر یہ کیفیت طاری نہیں تو یوں سمجھو کہ تم کو خدا دیکھ رہا ہے۔

فقیر (ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ) یہاں وہ وظائف درج کتاب ہذا (الفقر فخری) کر دیتا ہے جو درویشان سہروردیہ کا معمول رہے ہیں اور جن پر عمل پیرا ہونے سے بفضلہ تعالیٰ مبتدی کبھی ناکام و خاسر نہیں رہے گا مگر استقامت قلبی و قوت ارادی کی ضرورت ہے۔

(۱) **تلاوت کلام اللہ** : فرماتے ہیں۔ یہ سب سے بہتر اور نہایت ضروری وظیفہ ہے۔ جس قدر ممکن ہو پابندی سے تلاوت کرنا اور **اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک۔** پر شدت سے عامل ہونا چاہئے اور تلاوت کلام الٰہی کا سب سے بہتر وقت فجر کا ہے کیونکہ اسی وقت کیلئے ارشاد ہوا ہے۔ **ان قران الفجر کان مشھودا۔** یعنی بوقت فجر تلاوت کلام اللہ مشہود بتائی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ میں خداوند تعالیٰ جل و علا شانہ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کروں تو وہ قرآن کریم پڑھے۔

قرآن کریم پڑھنے کا صحیح طریق وہ ہے جو حفظ کر کے اور ترجمہ سمجھ کر نہایت غور و فکر سے پڑھا جائے اور اس بات پر انتہائی سوچ بچار کو کام میں لایا جائے کہ ہمارے حکیم مطلق نے کیا تعلیم فرمائی ہے۔ اسلئے قرآن کریم سمجھنے کیلئے وہ ترجمہ منتخب کرنا چاہئے جس میں مرادی معنوں اور تاویلوں کا دخل نہ ہو ورنہ ایمان کا ضائع ہو جانا کوئی بعید نہ ہوگا۔ العاذا" باللہ! فقیر کی دانست میں حقیقت کے قریب ترجمہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی کا ہے جو تلاوت کے وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔

(۲) **لطائف ستہ** : تحریر فرماتے ہیں : بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے اپنی

marfat.com

حقیقت کا نمونہ بنایا ہے اور اس کے اندر لطائف ستہ (چھ لطیفے) پیدا فرمائے ہیں اور اسے اپنی جمالی و جلالی صفتوں سے نواز کر سرفراز و ممتاز فرمایا اور تمام نیکیوں اور سعادتوں کا منبع گردانا اور اپنے نور سے اسے منور کیا۔ اول لطیفہء نفس ہے۔ دوم لطیفہء قلبی۔ سوم لطیفہء روحی۔ چہارم لطیفہء سری۔ پنجم لطیفہء خفی اور ششم لطیفہء اخفی ہے۔ ان چھ لطیفوں کی حقیقت جیسی ہے جب وہ کھل جائے تو پھر حقیقت "سلطان الاذکار" کی طرف متوجہ کراتے ہیں چونکہ یہ لطائف پیران کامل اپنی خصوصی نگہداشت اور صرف اس ارادتمند کو جسے ان کا اہل سمجھتے ہیں تلقین فرماتے ہیں لہذا ہم ان کی تفصیل یہاں درج نہیں کر رہے۔ حضرت قبلہؒ نے اپنی کتاب "الفقر فخری" میں اس کی تشریح اور طریق عمل درج فرمادیا ہے۔ انہیں بغیر اجازت کسی پیر کامل کے عمل میں نہیں لانا چاہئے۔

(۳) **کلمات طیبات** : ان سے مراد چھ کلمات طیبات ہیں جو مسلمانوں میں معروف ہیں۔ ان کے ہر روز پڑھنے سے عامل شش جہات کی آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے۔ قاری کو چاہئے کہ ان چھ کلموں کو ملاحظہ معانی کے ساتھ نہایت ذوق و خوش الحانی اور خشوع و خضوع سے صحیح تلفظ میں ادا کرے تاکہ ان کی برکات سے کماحقہ' مستفید و مستفیض ہو سکے۔

(۴) **درود شریف** : فرماتے ہیں۔ درود شریف کا ورد کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے جس کو تمام علماء و صلحاء امت نے وجوب کا درجہ دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ درود شریف کے ورد کے بغیر کسی وظیفہ کی اجابت' کسی دعا کی قبولیت اور کسی امر صالح میں برکت نہیں ہوتی بلکہ باطنی کشود کار بغیر درود شریف ایک امر محال ہے۔ اولیائے کرام و بزرگان اہم کا تجربہ شاہد ہے کہ جس قدر درود شریف میں کثرت کی جائے اتنی ہی جلد کشود کار و مطلب بر آری ہوتی ہے۔ فقیر (ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ) کے سلسلہء سہروردیہ میں معمول و مختار درود شریف ہزارہ ہے جو بزرگان سلسلہ سے باجازت موکد طور پر ارادتمندوں کو پڑھایا جاتا ہے۔

(۵) **اسماء الحسنیٰ** : فرماتے ہیں۔ "رب العزت جل و علی شانہ کے ننانوے اسماء مبارک کی تلاوت ہر روز بلکہ ہر نماز کے بعد ایک ایک بار یا صبح کے وقت تین بار کرنے سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں اور نفس و شیطان کی تسخیر اور ظاہری باطنی آفات و بلیات سے مامون و مصئون رہنے کیلئے اس کو اہل اللہ نے سپر (ڈھال) فرمایا ہے۔ ان تمام اسماء الحسنیٰ کی تلاوت ہر روز کرلینا تو موجب صد ہزار خیر و برکت ہے مگر کسی اسم مبارک کو بطور عمل چلہ کشی میں پڑھنا اور اس سے غرض کچھ دنیاوی اغراض رکھنا اجازت عامل کے بغیر نہ پڑھنا چاہئے کیونکہ خود بخود بغیر کسی معین طریق کے چلہ کشی کرنا بعض اوقات دیوانہ بنا دیتا ہے جو بالعموم عامل ہی کی بے ڈھنگی تعلیم اور چلہ کشی کو اس حد تک پہنچا دیتی ہے جو عموماً" پاکیزگی میں بد پرہیزی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے تمام اسماء الحسنیٰ کامل سند کے ساتھ مع اعداد بحساب ابجد و صفات جلالی و جمالی اپنی تصنیف "الفقر فخری" میں تحریر فرمائے ہیں جو برائے استفادہ ہم نے شامل کتاب کر دیئے ہیں۔

اب ہم ان سورتوں کے عمل تحریر کرتے ہیں جسکی حضرت قبلہؒ نے عام اجازت فرما دی ہے۔

سورۃ یسین شریف : فرماتے ہیں :۔ فقیر (ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ) ایک سادہ اور سہل

marfat.com

طریق برائے عمل یٰسین شریف لکھتا ہے: جو حضرات چاہیں ان کو اجازت ہے۔ طریق یہ ہے کہ ہر روز بعد نماز تہجد پہلے بسم اللہ شریف سات سو چھیاسی بار، پھر سورہ فاتحہ اکیس بار پھر درود شریف ابراہیمی گیارہ بار اور پھر ایک بار سادہ سورہ یٰسین پڑھے۔ پھر اس کے بعد عمل کے طور پر شروع کرے اور ہر مبین تک جس وقت پہنچے پھر شروع سے شروع کر کے اگلی مبین تک جائے اور اسی طرح سات مبین تک ہر بار شروع کر کے ختم کرے پھر اس کے بعد ایک سو اکیس بار **یا خفی الالطاف نجنی مما اخاف** پڑھے اور دعا مانگے۔ اکتالیس دن ایسا ہی کرنا چاہئے۔

سورہ مزمل شریف : اس سورۃ شریف کے پڑھنے کا مشہور اور اچھا طریق یہ ہے کہ عامل پہلے تین سو تیرہ بار اعوذ پڑھے۔ پھر سات سو چھیاسی بار بسم اللہ شریف پھر بائیس بار درود شریف ہزارہ پھر سورۃ مزمل شریف کو شروع کرے اور تین بار پڑھے۔ **یا ایھا المزمل صلی اللہ علیہ وسلم** پھر چوتھی بار آگے چلے اور درود شریف درمیان میں نہ پڑھے اور ہر آیت کے اختتام پر اس کے آخری لفظ کو گیارہ مرتبہ تکرار کرے پھر اس تکرار کے بعد اگلی آیت تلاوت کرے اس طرح سے اٹھارہ مقام ہیں جہاں اس کو تکرار کرنا پڑے گا۔ اس قائدے سے ایک بار پڑھ چکنے کے بعد پھر آخر میں درود شریف بائیس بار، بسم اللہ شریف سات سو چھیاسی بار اور اعوذ باللہ تین سو تیرہ بار پڑھے اور سر کو سجدے میں رکھ کر جو چاہے دعا مانگے۔ اس طرح اکتالیس دن بطور عمل کے پڑھنے سے بعد ہر روز صرف تکرار کے ساتھ ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے پھر پہلے اور پیچھے بسم اللہ شریف و اعوذ باللہ وغیرہ کی پابندی نہیں۔ ہاں درود شریف پڑھ لینا چاہئے یا ایک ایک بار اعوذ، بسم اللہ۔

سورۃ فاتحہ : فرماتے ہیں۔ سورہ فاتحہ نہایت بابرکت سورت ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۃ فاتحہ موت کے سوا تمام آفات و بلیات اور جمیع امراض و اعراض کا علاج ہے۔ اگر اس قائدے پر اس کو بطور وظیفہ معمول بنایا جائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی آخری میم کو الحمد کے لام سے ملا کر پڑھیں اور تین بار الرحمٰن الرحیم کا تکرار کریں اور تین بار **ایاک نعبد وایاک نستعین** کا تکرار کریں اور تکرار کرتے وقت مقصود کو سامنے رکھیں اور پھر بقیہ سورت پوری کر کے اس طرح اکتالیس بار ہر روز پڑھیں۔ اللہ کریم ہر حاجت پوری فرمائے گا۔

سورۃ یوسف : فرماتے ہیں۔ بعد نماز تہجد یا عین نماز تہجد میں سورہ یوسف کی تلاوت پر ہمیشگی کرنا بحکم خدا محتاجی سے بچاتا ہے اور پڑھنے والوں کو مخلوق سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔ حضور محبوب سبحانی غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اول درود شریف دس بار۔ بسم اللہ شریف سات بار۔ **الرتلک ایت الکتب المبین**۔ دس بار۔ **ویتم نعمتہ علیک** دس بار۔ **واللہ المستعان علی ما تصفون** ایک سو بار۔ **واللہ غالب علی امرہ**۔ دس بار۔ **فھو کظیم**۔ دس بار۔ **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین**۔ دس بار۔ **افوض امری الی اللہ** دس بار پڑھ کر سر زمین پر رکھے اور بصورت سجدہ **نعم المولی و نعم الوکیل غفرانک** چالیس بار اور **بارک وسلم** چالیس بار پڑھے پھر سورت شریفہ شروع کرے اور جب **انی لطیف لما یشاء** پر پہنچے تو اس کا سو بار تکرار کرے اسی طرح **انت ولی فی الدنیا** سو دفعہ پڑھے اور سورۃ کو ختم کر کے یہ دعا

marfat.com

مانگے توفنی مسلما " والحقنی با الصلحین۔ رسالہ کیمیا میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ اس طریق سے سورۃ یوسف کی تلاوت کرے گا مخلوق سے بے پرواہ ہو جائے گا۔ ایک تابعی سے مروی ہے کہ سورۃ یوسف کو جو شخص کسی غم و الم میں پڑھے گا رزق میں ترقی یافتہ، بلا سے محفوظ اور ہر شخص کے نزدیک معزز ہو گا۔ ایک بزرگ کے نزدیک پڑھنے کا یہ طریق بھی محقق ہے کہ سورۃ کو تلاوت کرتے وقت جہاں جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کا نام نامی آئے وہاں ایک سو چھپن بار " یا عزیز " پڑھنا اور مقصد کا خیال رکھنا مقصد میں کامیابی بخشتا ہے۔

اسماء الحسنیٰ اور ان کے خواص

حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الفقر فخری" میں یوں رقم طراز ہیں:۔

یا اللہ : یہ اسم مبارک ذاتی ہے جس کے ۶۶ عدد ہیں۔ مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کے لئے اس اسم مبارک کا ایک ہزار بار صاحب ایمان ہونے کے لئے بعد ہر نماز ایک سو بار، صاحب عرفان و کشف ہونے کے لئے گیارہ سو بار اور کسی ضروری حاجت برآری کے لئے تین ہزار تین سو تیرہ بار پڑھنا اور ہر روز اتنا پڑھنا اکتالیس دن تک مقصود کو پورا فرماتا ہے۔

یا رحمن : یہ اسم مبارک جمالی ہے اور اس کے دو سو اٹھانوے عدد ہیں۔ جو شخص طلب رحمت الٰہی کے لئے اس کے اعداد کے برابر بعد نماز فجر پڑھے کامیاب ہوتا ہے اور ہر نماز کے بعد اس کا بطور معمول وظیفہ کرنا قساوت قلبی اور نسیان و عصیان اور طغیان و عدوان سے بچاتا ہے۔

یا رحیم : یہ اسم مبارک بھی اپنی تاثیر و خاصیت کے لحاظ سے جمالی ہے اور اس کے دو سو اٹھاون عدد ہیں۔ اس کا ہر روز بعد نماز عصر یا عشاء بطور وظیفہ پڑھنا خلق خدا میں مقبول بناتا ہے اور افلاس و غربت سے محفوظ رکھتا ہے۔

یا مالک : اس اسم مبارک کی خاصیت بھی جمالی ہے اور نوے اعداد ہیں اور نوے ہی بار بعد نماز ظہر پڑھنے سے دل کو منور کرتا اور عوام میں عزت و حرمت بخشتا ہے۔ اگر کوئی شخص **یا مالک یا قدوس** دونوں اسماء کو ملا کر وظیفہ کرے نفس کو تابع اور ظاہری املاک لازوال پائے۔

یا قدوس : بھی خاصیت میں جمالی اور تاثیر میں کمال حقیقت رکھتا ہے۔ اس کے ایک سو ستر عدد ہیں۔ اس کا ہر روز بعد نماز مغرب ایک ہزار گیارہ بار پڑھنا دنیا و اہل دنیا سے بے نیاز کرتا ہے۔ سفر میں عام بے تعداد پڑھنا سفر کے فتنوں سے بچاتا ہے اور مریض کیلئے روٹی کے ٹکڑے پر آیت **فتجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسی صعقا** کے ساتھ اکیس بار لکھ کر دینا شفا بخشتا ہے اور اگر مریض چوتھے بخار کی باری کے دن اسی خشک روٹی کو کھا کر دودھ، سالن، میٹھا وغیرہ سے بچے نہ روٹی کے ساتھ کھائے اور نہ بعد کو تو بخار سے نجات پائے۔

یا سلام : اس اسم پاک کے ایک سو اکتیس عدد ہیں اور جمالی ہے۔ شفاء مریض کے لئے ایک ہزار ایک سو اکتالیس بار پڑھ کر مریض کو دم کرنا بے حد مفید ہے اور ہر نماز کے بعد سات سو چھیاسی بار اس کا وظیفہ کرنا علم و عمل اور پاکیزہ رزق کو زیادہ کرتا ہے۔

یا مومن : یہ اسم الٰہی بھی جمالی ہے جس کے ایک سو چھتیس عدد ہیں۔ ہر روز علی الصبح اٹھتے ہی

marfat.com

تین بار پڑھنا خطرات سے بچاتا ہے اور بطور وظیفہ گیارہ سو بار بعد نماز مغرب پڑھنے سے ظاہری و باطنی امورات میں برکت بخشتا ہے اور اس کا عامل کسی حال میں بھی مفلس اور تنگ نہ ہوگا۔ پھر اسم یا رحیم کے ساتھ ملا کر پڑھنا تو بے پناہ خاصیت رکھتا ہے جس کے لئے اجازت حاصل کرنا لازم ہے۔

یا مھیمن : اس اسم مبارک کے ایک سو پینتالیس عدد ہیں اور جمالی اسماء میں سے ہے۔ ہر روز انتیس بار پڑھنے سے غم نہیں آتا اور غسل کر کے ایک سو پندرہ بار پڑھا جائے تو انکشاف باطنی و ظاہری ہو جاتا ہے۔

یا عزیز : یہ اسم شریف تاثیر میں جمالی اور اعداد چورانوے رکھتا ہے۔ اس کو بعد نماز مغرب ایسی جگہ بیٹھ کر سات سو بار پڑھنا جہاں چھت نہ ہو اور آسمان دکھائی دیتا ہو دنیوی مصائب اور ہر قسم کے افلاس سے محفوظ رکھتا ہے طریقہ یہ ہے کہ جب ایک سو بار پڑھ لیں آسمان کی جانب منہ اٹھا کے پھونک ماریں اسی طرح بار بار کریں۔ اس اسم شریف کو آخر شب میں دو ہزار بار اگر باران رحمت کے لئے پڑھا جائے تو مینہ برستا ہے۔ بعد نماز فجر اکتالیس بار اور بعد نماز عصر ایک سو چھیاون بار پڑھنا مخلوق میں عزیز اور غالب کرتا ہے۔

یا جبار : یہ اسم پاک جلالی ہے اور اس کے دو سو چھ عدد ہیں۔ چھبیس دن ہر روز بعد نماز کے چھبیس بار اگر پڑھا جائے تو ہر حاجت پوری ہوتی ہے۔

یا متکبر : یہ اسم بھی اسمائے جلالیہ میں سے ہے۔ اس کے چھ سو باسٹھ عدد ہیں۔ عورت کی قربت کے وقت سے پہلے اگر اپنے پاکیزہ بستر پر بیٹھ کر صرف دس بار پڑھا جائے پھر قربت کی جائے تو فرزند نرینہ پیدا ہو۔ خواب میں ڈرنے والا سونے سے پہلے بہتر بار پڑھے تو یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے۔

یا خالق : اس اسم شریف کو جمالی لکھا گیا ہے اور اس کے سات سو اکتیس عدد ہیں۔ اس کو بطور وظیفہ بعد نماز اشراق ہر روز ۳۳ سے سات سو تینتیس بار پڑھنا عبادت الٰہی میں ذوق پیدا کرتا ہے اور غفلت دور ہو جاتی ہے۔

یا باری : جمالی اسم ہے۔ اس کے دو سو تیرہ عدد ہیں۔ عذاب قبر اور خطرات نفسانیہ سے محفوظ رہنے کے لئے اس اسم شریف کا ہر روز غروب آفتاب کے وقت پچیس بار اور بوقت جمعہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان خطبہ سے پہلے اکتیس بار پڑھنا کامیاب رکھتا ہے۔

یا مصور : جلالی اسم ہے اور اس کے تین سو چھتیس عدد ہیں۔ دینی دنیوی دشواریوں کے لئے اس کا کسی ایک معین وقت میں صرف ستاون بار پڑھنا ہر حاجت کو پورا کرتا ہے اور بانجھ عورت کو اگر ہر روز بارش کے پانی پر دم کر کے اکتیس روز پلایا جائے تو ۔فضلہ تعالیٰ اولاد ہو۔

یا حاکم : یہ اسم شریف تاثیر میں جمالی ہے اور اس کے اڑسٹھ اعداد ہیں۔ اس کا بے تعداد اس قدر پڑھنا کہ پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہو جائے معرفت الٰہی کے اسرار کو کھولتا ہے۔ مگر وقت رات کا ہونا چاہئے طلوع سے غروب آفتاب تک نہ پڑھنا چاہئے۔ ہر نماز کے بعد تین سو ساٹھ بار پڑھنا محتاجی سے بچاتا ہے اور معدن اسرار بناتا ہے۔ پانی پر دم کر کے مریض کو پلانا وبائی امراض میں نہایت مفید ہے۔

marfat.com

یا عادل : یہ اسم مبارک جلالی ہے۔ اس کے ایک سو چار عدد ہیں۔ جمعرات کی شام کو اسکا ایک سو چار بار پڑھنا اور روٹی کے چار ٹکڑوں پر اسی تعداد کے مطابق ایک ایک سو چار چار بار لکھ کر اسی شام کو کھانا تسخیر خلق کے لئے نہایت سریع الاثر ہے اور ہر روز بعد نماز مغرب ایک ہزار بار پڑھنا آفات و بلیات سے بچاتا ہے۔

یا لطیف : جمالی اسم شریف ہے۔ اسکے ایک سو انتیس عدد ہیں۔ اس اسم شریف کا چینی کی رکابی میں تعویذ حروف مقطعات کے باہر اسکے تعداد و حروف کے برابر گلاب و زعفران سے لکھ کر آسیب زدہ کو پلانا اور اس پر چھڑکنا' ام الصبیان اور سوکھا کے مریض بچوں کو دودھ میں گھول کر پلانا اور اسی دودھ کی مالش کرنا . بفضلہ تعالیٰ صحت بخشتا ہے۔ ہر روز بوقت تہجد اگر غسل کر کے گیارہ سو بار پڑھا جائے پھر سر کو سجدہ میں رکھ کر دعا مانگی جائے تو ہر حاجت روا ہو۔ جوان لڑکی کے نکاح کی فکر میں اگر ایک سو انتیس بار لکھ کر لڑکی کے گلے میں ڈال دیا جائے تو خدا کے فضل سے اتنے ہی دنوں کے اندر نکاح ہو جائے۔

یا خبیر : جلالی اسم مبارک ہے۔ آٹھ سو بارہ اس کے اعداد ہیں۔ اس کا رات کو دوگانہ پڑھ کر اور اس کے بعد انچاس مرتبہ درود شریف ہزارہ پڑھ کر آٹھ سو بارہ بار پڑھنا اصلاح نفس امارہ فرماتا ہے اور اسی مصلیٰ پر بیٹھ کر **یا خبیر اخبرنی** بطور استخارہ پڑھنا گمشدہ چیز کا پتہ دیتا ہے۔ اس کا ہر وقت وظیفہ بعض غائبانہ ہستیوں سے ملاپ کا سبب بھی ہوتا ہے۔

یا حلیم : اٹھاسی اعداد کا جمالی اسم شریف ہے۔ اس کا گلاب و زعفران سے بطور نقش بحساب ابجد لکھنا اور بارش کے پانی میں گھول کر پینا اٹھراہ والی عورت کو مفید ہے۔ کسی کھیتی کی مٹی پر ۸۸ بار دم کر کے کھیتی کو مٹی میں بکھیر دینا کھیتی کو موذی جانوروں سے محفوظ فرماتا ہے۔

یا عظیم : یہ اسم مبارک بھی جمالی ہے۔ جسکے ایک ہزار بیس عدد ہیں۔ اسکا ایک ہزار بیس مرتبہ سات کنوؤں کے پانی کو ملا کر اس پر دم کرنا اور وبائی امراض کے مریض کو پلانا خدا کے فضل سے شفاء بخشتا ہے۔

یا غفور : اس اسم مبارک کی تاثیر بھی جمالی ہے۔ ایک ہزار دو سو چھیاسی اعداد ہیں۔ اس اسم کا تپ محرقہ کے مریض کو اس کی تعداد حروف کے برابر لکھ کر پلانا صحت دلاتا ہے۔ جلالی جمالی پرہیز کے ساتھ اس کا بستی سے باہر تنہائی میں کسی عامل سے اجازت لے کر سوا لاکھ پڑھنا اور سنکھ کی راکھ پر دم کر کے مریض فالج کو کھلانا نہایت زود اثر ہے۔

یا شکور : یہ جمالی اسم شریف ہے اور اس کے پانچ سو چھبیس اعداد ہیں۔ تنگی معاش' خلاصیء مقدمہ' بریت تہمت کے لئے صرف سات بار آسمان کی طرف منہ کر کے پڑھنا نجات دلا دیتا ہے۔ شب کوری کے لئے اکتالیس بار سفید پیاز پر دم کرنا اور اس کا پانی سلائی سے لگا کر آنکھ میں متواتر ڈالنا شب کوری کو دور کرتا ہے۔ ہر روز اس کا پانچ ہزار بار بوقت تہجد پڑھنا . بفضلہ تعالیٰ اضطراب قیامت سے بری کرتا اور درجات بلند فرماتا ہے۔

یا علی : جلالی اسم شریف ہے۔ اس کے ایک سو دس عدد ہیں۔ بلندی مراتب حصول برکت میں

marfat.com

اس کا اثر نہایت بلند و بالا ہے۔ درد سر، وجع الفاصل، ہر قسم کے درد کے لئے اس کا اکیس بار پڑھ کر تین حصوں میں دم کرنا صحت بخشتا ہے۔

یا کبیر : یہ اسم مبارک جمالی ہے اس کے دو سو بتیس اعداد ہیں۔ اس کی تلاوت ہر روز پانچ سو بار انسان کو عالی قدر بناتی ہے بشرطیکہ جائے تلاوت ایک ہی ہو یا کم از کم مصلی ایک رکھا جائے اور ایک ہی وقت بھی معین رہے۔ مہمات امور کی انجام دہی کیلئے اس کا لکھ کر گلے میں ڈالنا ہر مقام پر کامیابی بخشتا ہے۔

یا غفار : یہ جمالی اسم شریف ہے۔ اس کے ایک ہزار دو سو اکاسی عدد ہیں۔ مغفرت کا اس اسم پاک سے خاص تعلق ہے۔ اس اسم پاک کی بدولت ہر گنہگار اس کا وظیفہ کرنے والا گناہوں سے بخشا جاتا ہے اور قیامت میں بھی امیدوار مغفرت ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے روز فجر کی سنتوں اور فرضوں اور جمعہ کی سنتوں اور فرضوں اور عصر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ایک ہزار اکتالیس بار اس اسم پاک کا وظیفہ کرے اس کے جملہ گناہوں کی معافی کا مرنے سے پہلے یقین ہو جائے۔

یا قہار : یہ جلالی اسم پاک ہے۔ اعداد اس کے تین سو چھ ہیں۔ مقہوری اعداء کے لئے وظیفہ اس کا اکسیر ہے۔ بروز بدھ اگر دوگانہ وضو ادا کر کے بوقت ظہر تین سو چھ بار پڑھا جائے تو دنیا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے اور خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔

یا وہاب : اس اسم مبارک کو بعض حضرات جلالی اور بعض جمالی کہتے ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ جمالی ہے اور اس کے چودہ عدد ہیں جو چودہ طبقوں کی نعمتوں کا حامل ہے۔ اس کا وظیفہ کرنے والا فاقہ میں نہیں رہ سکتا بلکہ نامعلوم غیب سے روزی پاتا ہے۔

یا رزاق : جمالی اسم شریف ہے۔ اس کے تین سو آٹھ عدد ہیں۔ کشائش رزق کے لئے اکثر لوگ اس کا وظیفہ کرتے ہیں اور اکثر بزرگ اس کی اجازت فرمایا کرتے ہیں۔ مفلسی کو دور کرنے کیلئے اس کا رات کو سوتے وقت ننانوے ننانوے بار اور صبح اٹھتے ہی دس بار پڑھ کر مکان کے چاروں کونوں میں پھونکنا اور قطب والے کونے سے شروع کرنا دنیا و دین کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

یا فتاح : اس اسم پاک کو بھی جمالی لکھا گیا ہے۔ اس کے اعداد چار سو نواسی ہیں۔ ہر نماز فجر کے بعد اکیس اکیس بار اول آخر درود شریف پڑھ کر اور اپنے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو کر اس اسم کا ستر بار پڑھنا ہر مطلب و کشود کار کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

یا علیم : جمالی اسم شریف ہے اس کے ایک سو پچاس عدد ہیں۔ اس کا کسی راز کے معلوم کرنے کے لئے دوگانہ استخارہ پڑھ کر جائے نماز پر ہی داہنے پہلو لیٹ کر ایک سو اکتالیس بار پڑھتے پڑھتے سو جانا راز کو کھول دیتا ہے اور اس پر کثرت کرنا صاحب مکاشفہ بنا دیتا ہے۔

یا قابض : اس اسم مبارک کو جلالی بتایا جاتا ہے۔ اس کے نو سو تین اعداد ہیں۔ حضرت ابوالخیرؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص چالیس روز تک اس اسم پاک کو ہر روز روٹی کے چار ٹکڑوں پر لکھے اور پیاز لہسن کے بغیر پکے ہوئے سالن سے کھائے یا کسی میٹھی چیز سے تناول کرے عذاب قبر اور بھوک کی تنگی اور محتاجی سے امن میں رہے۔

یا باسط : یہ اسم بھی جلالی ہے اور بہتر اعداد رکھتا ہے۔ اس اسم شریف کو بطور وظیفہ پڑھنا دین و

marfat.com

دنیا میں سرفراز فرماتا ہے۔ فقیر نے ایک درویش سے سنا کہ یہ اسم شریف سات سو چھیاسی بار بعد نماز تہجد پڑھ کر اور سر سجدہ میں رکھ کر دعا مانگنا مانگنے والے کو اس حد تک مستغنی عن الخلق کر دیتا ہے کہ اس کو مخلوق سے کوئی حاجت نہیں رہتی اور شیشے میں لکھوا کر اس اسم پاک کا تصور کرنا اور بوقت سحر تصور سمیت ایک ہزار بار پڑھنا قلب کو نور الٰہی سے بھر دیتا ہے۔

یا خافض : جمالی اسم شریف ہے جس کے ایک ہزار چار سو اکاسی اعداد ہیں۔ ہر دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اس کے اعداد ہی کے مطابق اس کا تین دن روزہ رکھ کر چوتھے روز ایک مقام معین پر بیٹھ کر پڑھنا کامیاب بناتا ہے۔

یا رافع : خاصیت میں جلالی اور اعداد تین سو اکاون - ایک خصوصی تعداد رکھتا ہے۔ تینوں زوال کے اوقات میں اس کا سو سو بار باوضو پاکیزہ جگہ پر قبلہ رخ آنکھیں بند کر کے کھڑے ہو کر پڑھنا مخلوق میں ممتاز اور خلائق سے بے نیاز کرتا ہے۔

یا معز : یہ اسم شریف جمالی ہے۔ اس کے ایک سو سترہ عدد ہیں۔ اس کا جمعرات کی شام کے بعد گیارہ سو بار کسی مکان کی چھت پر بیٹھ کر وظیفہ کرنا وہ ظاہری عزت و حرمت بخشتا ہے کہ سوائے خداوند عالم جل و علا شانہ کے کسی طرح کا خوف و ہراس نہیں رہتا۔

یا مذل : اس اسم شریف کے سات سو ستر عدد ہیں اور تاثیر کے لحاظ سے جلالی ہے۔ ہر دشمن سے بے خوف ہونے اور ہر شر سے محفوظ رہنے کے لئے ہر روز بعد نماز فجر اگر اکتالیس بار پڑھ کر دشمن کا تصور زمین پر رکھ کر پانچ جوتے مارے جائیں بلا مبالغہ کامیابی ہوتی ہے۔ یہ عمل کم از کم گیارہ روز کرنا چاہئے۔ اعداء کو مقہور کرنے کا یہ ایک بے مثال عمل ہے۔

یا سمیع : یہ قبولیت دعا کے لئے بعد نماز چاشت ایک ہزار اکانوے بار پڑھنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ مگر وہاں ہی پڑھنا چاہئے جہاں نفل پڑھے ہوں اور حاجت کو دل میں جگہ دی جائے۔ تاثیر میں جلالی ہے ایک سو اسی اعداد ہیں۔

یا بصیر : یہ اسم مبارک جمالی ہے اور تین سو دو عدد رکھتا ہے۔ مرگ مفاجات سے مامون رہنے' آنکھوں کی بینائی کو محفوظ رکھنے اور بے انتہاء رحمت الٰہی کے حاصل کرنے کو اس اسم شریف کا عشاء' عصر' فجر اور ظہر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ہر روز ننانوے بار پڑھنا خاص طور پر سرفرازی بخشتا ہے۔

یا حفیظ : جمالی اسم شریف ہے۔ اس کے نو سو اٹھانوے اعداد ہیں۔ یہ اسم شریف مریض کے لئے ہر مرض پر سات ہفتہ تک ہر روز اعداد کے مطابق بعد نماز فجر آب تازہ پر دم کر کے پلانے سے .خلند تعالیٰ صحت عطا کرتا ہے اور سفر و حضر کے خطرات' طغیانی' آندھی' دشمن کے خوف کیلئے اس کا لکھ کر بصورت تعویذ بازو پر باندھنا امن و سلامتی بخشتا ہے۔

یا مقیت : یہ اسم شریف جلالی ہے۔ پانچ سو پچاس اعداد ہیں۔ آشوب چشم و دیگر امراض چشم کیلئے گیارہ بار پڑھ کر دم کرنا اور دیگر امراض روحانی و جسمانی کیلئے خالی کورے آبخورے پر ایک سو اکیس بار دم کر کے اس میں پانی پینا اور غریبی دور کرنے کیلئے ہر روز سات سو بار ورد کرنا بفضل خدا کامیابی بخشتا ہے۔

یا حسیب : جمالی اسم مبارک ہے اور اسی اعداد ہیں۔ ہر خوف و ہراس کیلئے ہمسایہ کی اذیت و دشمن

marfat.com

کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لئے آٹھ روز بعد نماز فجر و بعد نماز مغرب ستر ستر بار پڑھنا نہایت فائدہ بخش ہے اور اگر حسبی اللہ الحسیب پڑھا جائے تو اور زیادہ امن و امان و برکات کا باعث ہو۔

یا جلیل : یہ اسم شریف بھی جمالی ہے اور اس کے تہتر اعداد ہیں۔ اس اسم کا لکھ کر پاس رکھنا یا گھول کر پینا عزت و حرمت بخشتا ہے اور اگر چوری کا ڈر ہو تو اپنے مال پر دس بار پڑھ کر دم کر دینے سے ۔انشاء اللہ تعالیٰ مال محفوظ رہے گا۔

یا مجیب : جلالی اسم شریف ہے اور پچپن اعداد ہیں۔ قبولیت دعا کے لئے اس کا کثرت سے وظیفہ کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ درد سر کے لئے تین بار دم کرنا اور وبائی امراض کیلئے ایک سو ایک بار زعفران و گلاب سے چینی کی رکابی میں لکھ کر پلانا موجب صحت ہے۔ لکھ کر بچے کے گلے میں ڈالنا آسیب وغیرہ سے امان میں رکھتا ہے۔

یا کریم : یہ اسم مبارک جمالی ہے۔ دو سو ستر اعداد ہیں۔ اس کا ورد اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اور بستر پر سوتے وقت رات کو بے تعداد پڑھتے پڑھتے سو جانا رحمت الٰہی کا قرب دلاتا ہے اور اس کی توقیر و تعظیم کے لئے ملائکہ الٰہی دعا کرتے ہیں۔

یا رقیب : یہ جمالی اسم شریف ہے۔ اس کے اعداد تین سو بارہ ہیں۔ ہر نماز کے بعد اس کا ایک سو سات بار پڑھنا اور مال و املاک و بیوی بچوں پر دم کرنا آفات و بلیات سے بچاتا ہے اور پانی پر پھونک کر مریض کو سات دن پلانا نہایت مفید اور موجب صحت و سلامتی ہے۔

یا واسع : اسماء الحسنیٰ سے یہ اسم پاک جلالی ہے۔ جسکے ایک سو سینتیس اعداد ہیں۔ کشادگی رزق کے لئے اس کو گیارہ ہزار بار روزانہ بعد نماز مغرب یا تہجد پڑھنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ ستر بار پڑھ کر اگر عقرب گزیدہ کو دم کیا جائے ۔انشاء اللہ تعالیٰ فوراً" آرام ہو۔ فقیر کے ایک دوست نے اس کو معمول بنایا تو خواب میں اس کو کسی بزرگ نے کیمیا کا ایک مختصر سا نسخہ فرما دیا جس کو وہ اپنی زندگی میں کرتے رہے مگر یہ ایک عجیب بات تھی کہ انہوں نے از راہ ہمدردی جس غریب دوست کو بتایا اس کو کوئی نفع نہیں پہنچا۔ شاید اس میں شرط اجازت پوشیدہ ہو۔

یا حکیم : جمالی اسم شریف ہے۔ اس کے اٹھتر اعداد ہیں۔ ہر مہم کے لئے صرف گیارہ بار کسی بزرگ کے مزار پر جا کر پڑھے اور خاموش واپس چلا آئے۔ ۔انشاء اللہ تعالیٰ کام پورا ہو جائے گا اور بعد نماز ظہر ہر روز نوے بار اس کا ورد کرنا جہان میں سبکدوشی اور وقار بخشتا ہے۔

یا ودود : اس اسم پاک کو بھی جمالی فرماتے ہیں۔ اس کے اعداد اکیس ہیں۔ اس کی برکات و صفات اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ مولا کریم سے مودت کے لئے اس کی باقاعدہ تلاوت قرب بخشتی ہے۔ کسی محبت کے سلسلے میں اس کا پانچ سو بار بعد نماز مغرب پڑھنا کامیاب فرماتا ہے۔ بشرطیکہ مطلوب کا تصور رکھ کر پڑھا جائے اگر کسی کی اولاد نافرمان ہو تو بعد نماز جمعہ مسجد جامعہ میں ہی باوضو قبلہ رخ بیٹھ کر ایک ہزار اکیس بار پڑھنا اور کسی شیرینی پر دم کر کے نافرمان کو کھلانا ۔انشاء اللہ تعالیٰ صلاحیت پیدا فرماتا ہے۔ ہاں یہ امر یاد رہے کہ جب ایک ہزار اکیس بار پڑھ چکے تو اسی مقام پر فوراً" کھڑا ہو جائے اور دو رکعت نماز نفل برائے اعانت سوال لازم فی الذہن بھی ادا کرے۔

marfat.com

یا مجید : اس اسم شریف کو جمالی لکھا گیا ہے اور ستاون اعداد ہیں۔ اس کی خوبیوں اور تاثیروں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جس کو کوڑھ (جذام) یا سرخ باد یا بھلبیری اور چنبل وغیرہ ہو وہ چاند کی تیرہ' چودہ' پندرہ تاریخوں کے تین روزے رکھے اور ہر روز روزہ کی افطاری سے پہلے اس اسم شریف کو گیارہ ہزار بار پڑھ کر پانی اور زخم پر دم کرے اور پھر اسی پانی سے ذرا سا نمک ملا کر روزہ افطار کرے۔ خداوند عالم شفاء بخشے گا اور اگر کسی کو کسی سے مقابلہ پڑ جائے تو کامیابی اور قیام وقار کے لئے ہر نماز کے بعد صرف ستانوے بار یہ اسم مبارک پڑھنا سرخرو فرماتا ہے۔

یا باعث : یہ اسم الٰہی بھی جمالی ہے اور ابجد کے لحاظ سے پانچ سو تہتر اعداد رکھتا ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اس کی برکات بہت زیادہ ہیں۔ کام دینی ہو یا دنیوی آسمان کی طرف منہ کر کے صرف سات مرتبہ یہ اسم شریف پڑھنے سے .بفضلہ تعالیٰ حل ہو جاتا ہے۔ البتہ شاہی درباروں میں باوقار ہونے کے لئے طلوع آفتاب کے وقت' تفکرات سے نجات پانے کے لئے بعد نماز تہجد اور دل زندہ کرنے کو سوتے وقت پڑھنا چاہئے۔ نیز کشف قبور کے لئے اس اسم پاک کو اکیس ہزار بار قبر پر بیٹھ کر تلاوت کرنا اور اکتالیس دن کرنا صاحب کشف کر دیتا ہے اور ایک سو ایک بار چینی کی رکابی پر زعفران سے لکھ کر مریض کو گیارہ یوم پلانا خدا کے فضل سے شفا بخشتا ہے۔

یا شہید : جمالی اسم ہے۔ تین سو انیس اعداد ہیں۔ ہر نافرمان کے لئے اس کا تصور رکھ کر اور ایسی جگہ کھڑے ہو کر جہاں آسمان نظر آئے اور چھت نہ ہو صرف اکیس بار پڑھ کر پھونک دینا اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور نافرمان اولاد کیلئے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اور آسمان کی جانب نگاہ کر کے پڑھنا چاہئے۔ .بفضلہ تعالیٰ صالح ہو جائے گی۔

یا حق : یہ اسم پاک جلالی ہے اور اس کے ایک سو آٹھ عدد ہیں اور ایک سو آٹھ ہی درجات بخشتا ہے۔ گم شدہ چیز کے لئے اس کو کسی کاغذ کے چاروں کونوں پر لکھ کر بیچ میں گم شدہ شے کا نام لکھے اور رات کو آسمان کی جانب کر کے وہ تعویذ کہیں رکھ دے۔ .بفضلہ تعالیٰ مال گم شدہ مل جائے گا اور کسی معاملہ میں حق و باطل کا مقابلہ ہو تو تین سو سات بار لکھ کر پلانے یا کسی دوسرے مناسب طریق پر استعمال کرانے سے حق حق اور باطل باطل ظاہر ہو جاتا ہے۔

یا وکیل : جمالی اسم مبارک ہے اور اس کے چھیاسٹھ اعداد ہیں۔ اتفاقی حوادث مثلاً" بارش' تیز آندھی' بجلی وغیرہ کا خوف ہو تو اس اسم پاک کا فوراً" تلاوت کرنا آسانی بخشتا ہے۔ جنگل' رات کی تاریکی' قبرستان یا کسی دوسرے خوف کے مقام میں اس کا پڑھنا قلب کو فراخی اور استقامت عطا کر کے نڈر کر دیتا ہے اور زندہ دشمن کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لئے بوقت عصر ہر روز صرف سات بار بعد نماز عصر پڑھنا حفاظت کی کلید ہے۔

یا قوی : یہ اسم شریف جلالی ہے جس کے ایک سو سولہ اعداد ہیں۔ شر دشمن سے امن و سلامتی مطلوب ہو تو اس اسم کو ایک سو سولہ بار چاندی کی پلیٹ میں یا جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو مشک و زعفران اور گلاب سے لکھے۔ پھر گلاب ہی میں دھو کر اس میں تھوڑا سا آٹا گیہوں کا گوندھے اور اس کی ایک ہزار ایک سو سولہ گولیاں بنا کر بہ نیت دفعیہ دشمن ایک ایک گولی اٹھاتا جائے اور "یا قوی" پڑھ کر کسی

marfat.com

مرغ یا کسی جانور کے آگے ڈالا جائے۔ یعنی اس کو کھلا دے تو دشمن مقہور ہوگا اور دشمنی چھوڑ دے گا۔

یا متین : جمالی اسم ہے۔ ستر عدد ہیں۔ اس کا ستر بار پڑھنا اور پڑھ کر مریض کو پانی پلانا بالخصوص چھوٹے بچوں کے لئے اکسیر ہے۔

یا ولی : یہ اسم شریف بھی جمالی ہے۔ چھیالیس عدد رکھتا ہے۔ خانگی حالات کی درستی، میاں بیوی کے اتفاق اور مخلوق میں نیک نام ہونے کیلئے اس اسم کا کثرت سے تلاوت کرنا سرفرازی بخشتا ہے۔ خاوند اگر نا اتفاق بیوی کیلئے اور بیوی بد سلوک خاوند کیلئے اگر کچھ روز بطور وظیفہ بہ نیت سلوک پڑھے تو کامیاب ہو۔

یا حمید : یہ اسم بھی جمالی ہے اور اس کے باسٹھ اعداد ہیں۔ اخلاق کی درستی کے لئے پڑھنا اور بد گوئی سے حفاظت کے لئے لکھ کر پاس رکھنا اور فکر و غم سے آزاد ہونے کے لئے چینی کے پیالہ میں نو بار لکھ کر پینا انتہائی تاثیر دکھاتا ہے۔

یا محصی : یہ اسم مبارک جلالی ہے اور اس کے ایک سو اڑتالیس اعداد ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعرات کو بعد نماز عشاء ایک ہزار ایک بار اس اسم شریف کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر، عذاب حشر اور خطرات پلصراط سے مامون فرما دیتا ہے اور جو کوئی ہر روز بعد نماز فجر ایک سو ایک بار پڑھتا رہے گا ہر روز کے آنے والے فتنوں اور آفات سے محفوظ ہوگا۔

یا مبدی : یہ اسم پاک بھی جلالی ہے اور اس کے چھپن عدد ہیں۔ اس اسم مبارک کی تاثیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی عورت کا حمل ساقط ہو جاتا ہو یا وقت سے زیادہ وضع حمل میں تاخیر ہو جائے یا حمل میں خوف وغیرہ آتا ہو یا کوئی اور عارضہ حمل کے متعلق ہو تو اس عورت کا خاوند بعد نماز تہجد نوے بار اس اسم شریف کو پڑھے اور انگشت سبابہ پر دم کر کے پیٹ کے گرد پھیرے۔ .بفضلہ تعالیٰ حمل ساقط نہ ہوگا اور صحیح وقت پر بلا تکلیف بچہ پیدا ہوگا۔ نہ پڑھ سکنے کی حالت میں اسم شریف کا گلاب اور زعفران سے کسی چینی کی پلیٹ میں باوضو لکھ کر مریضہ کو چالیس دن میں پلانا یہی اثر رکھتا ہے۔

یا معید : یہ جمالی اسم پاک ہے اور اس کے ایک سو چوبیس اعداد ہیں۔ اس کو بعض بزرگان دین نے بطور گرد نامہ کے پڑھنا تلقین فرمایا ہے۔ یعنی اگر کسی کا کوئی عزیز گم ہو جائے یا پتہ ہو اور وہ گھر نہ آئے تو گھر کا کوئی بزرگ اس اسم کو ستر ستر بار مکان رہائشی (جس میں رہتا ہو) کے چاروں کونوں میں پڑھے اور بعدہٗ یوں کہے کہ الٰہی میرے فلاں بن فلاں (اس کا نام اور اس کی والدہ کا نام) لے کر کہے کہ اس کو گھر واپس لا تو .بفضلہ تعالیٰ سات یوم ایسا کرنے سے وہ خود آ جائے گا یا اس کی خبر مل جائے گی۔

یا محیی : یہ اسم مبارک جلالی ہے اور اس کے اڑسٹھ عدد ہیں۔ رنج و مصیبت میں مبتلا ہونے والا اگر اس کی اس طرح تلاوت کرے کہ ایک صاف جگہ میں پانی پھیر کر خشک ہونے پر اس کے گرد حصار کی لکیر کھینچ کر اس کے اندر خود بیٹھ جائے اور اس اسم شریف کو اول آخر سات سات بار درود شریف ہزارہ پڑھ کر اس کے اعداد کے مطابق پڑھے تو ایک ہی دن کے ایسا کرنے سے مصیبت سے نجات پائے وجع المفاصل کے لئے اس کا ہر روز ستر بار فجر کو پڑھ کر گیارہ دن آٹھ کنوؤں کے پانی پر دم کر کے پینا اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور بعض اولیاء اللہ نے دل کے زندہ کرنے کو بھی گیارہ سو بار ہر روز

marfat.com

پڑھنا اور ہمیشہ پڑھتے رہنا فرمایا ہے۔

یا ممیت : یہ اسم الٰہی بھی جلالی ہے۔ اسکے چار سو نوے اعداد ہیں۔ جادو کے اثر سے مامون و محفوظ رہنے کیلئے اس کی ہر روز بستر بار تلاوت بعد نماز مغرب نہایت اثر رکھتی ہے اور جس آدمی کو عبادت میں رغبت نہ ہو وہ رات کو سوتے وقت دل پر ہاتھ رکھ کر بے تعداد پڑھتا سو جائے' انشاء اللہ متقی ہو جائے گا۔

یا حی : اسماء الحسنٰی سے اس کو بھی جلالی اسماء میں لکھا گیا ہے اور اٹھارہ اعداد ہیں۔ دل کی زندگی' بیماری سے شفا' مسافر سے قربت' اولاد سے سلوک' بیوی سے تابعداری کی تمنا پر اس کو اٹھارہ یوم' اٹھارہ سو بار ہر روز بعد نماز ظہر یا اشراق پڑھنا خدا کے فضل سے کامیابی بخشتا ہے۔ کسی دوسرے بیمار کے لئے اگر ستر بار پڑھ کر دعا کی جائے تو وہ صحت پائے اور عمر اس کی دراز ہو۔

یا قیوم : یہ اسم شریف بھی جلالی ہے اور اس کے ایک سو چھپن عدد ہیں۔ بعد نماز تہجد اس کا پانچ سو بار پڑھنا خدا کی مخلوق کے لئے تسخیر کا کام دیتا ہے۔ بشرطیکہ اول آخر بائیس بائیس بار درود شریف ابراہیمی پڑھا جائے۔ زیادہ پڑھنے کے لئے بھی اجازت ہے۔ مگر درود شریف کی تعداد یہی رہے گی۔

یا واجد : جلالی اسم ہے اور صرف ۱۴ عدد ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے لئے بطور وظیفہ ہر روز ایک لاکھ بار ۱۴ دن تک پڑھے تو مال دار ہو جائے۔ کھانا کھاتے ہوئے ہر لقمہ کے ساتھ ساتھ اگر ایک ایک بار کھانا کھانے والا پڑھتا جائے تو کھانے کو مفید پانے کے علاوہ اپنے اندر نورانیت بھی محسوس کرے گا۔ جنگل میں تنہا بیٹھ کر پڑھنے والا غیب سے امداد پائے اور محتاج نہ رہے۔

یا ماجد : یہ اسم مکرم جلالی ہے اور اس کے اڑتالیس عدد ہیں۔ اس کو خلوت میں ہر روز سوا لاکھ بار پڑھنے والا انوار الٰہی اور تجلیات نامتناہی پاتا ہے اور مخلوق میں برگزیدہ اور مقبول ہو جاتا ہے۔

یا واحد : یہ اسم معظم بھی جلالی ہے جس کے انیس عدد ہیں۔ پڑھنے والا اس کے وظیفے سے صاحب اولاد ہو جاتا ہے اور خلوت و تنہائی میں ۱۹ دن پڑھنے سے اس پر بے شمار اسرار کھلتے ہیں۔ اگر پانی پر دم کر کے کسی مریض کو پلایا جائے تو شفاء ہو۔

یا احد : جلالی اسم شریف ہے اور اعداد تیرہ ہیں۔ اس کو تیرہ بار تلاوت کر کے جس کسی حاکم یا بڑے آدمی کے پاس جائیں وہ عزت و سرفرازی سے پیش آئے اور اگر ایک سو ایک بار پڑھ کر سانپ کے کاٹے کو دم کیا جائے تو شفا ہو۔

یا صمد : یہ اسم مبارک جمالی ہے اور اس کے ایک سو چودہ عدد ہیں۔ بعد نماز تہجد سر کو سجدے میں رکھ کر اس کا اس کے اعداد کے مطابق پڑھنا انسان کو صاحب حال و قال بنا دیتا ہے۔ دنیا اس کی برکت قدم سے نفع حاصل کرتی اور اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ کوئی ظالم اس پر قابو نہیں پا سکتا اور نہ ہی اس کا عامل دنیا میں کسی کا محتاج رہتا ہے۔ قیدی اگر پڑھے رہائی پائے۔

یا قادر : یہ اسم مکرم جلالی ہے۔ اس کے تین سو پانچ اعداد ہیں۔ ظلم کے شر سے محفوظ ہونے اور غربت وطن سے بچنے کے لئے بے حد نافع ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریق یہ ہے کہ میں مکان یا کمرے کے درمیان ننگے سر اور ننگے پاؤں آنکھیں بند کر کے اور کھڑا ہو کر تین سو پانچ بار اپنی حاجت کو

marfat.com

خیال میں رکھ کر پڑھے اور پڑھ چکنے کے بعد سیدھا سجدے میں گر جائے اور بارگاہ باری تعالیٰ میں سات بار عرض کرے کہ اے قادر مطلق تجھ کو میری حاجت یاد ہے اور فارغ ہو جائے۔

یا مقتدر : یہ جلالی اسم مبارک ہے اور سات سو چالیس اعداد ہیں۔ اس پر عمل کی مدامت کرنے والا ذکر الٰہی سے غافل نہیں رہتا۔ ہر روز درود شریف کچھ تعداد میں پڑھ کر سات سو چالیس بار اس کا پڑھنا ہر میدان میں کامیاب رکھتا ہے۔

یا مقدم : یہ بھی اسم شریف جلالی ہے اور اس کے ایک سو چوراسی عدد ہیں۔ اگر یہ کسی کو لکھ کر پلایا جائے تو محبت کرے۔ جنگ کے موقع پر پڑھا جائے تو کامیابی ہو۔ شیرینی پر پڑھ کر بچے کو پلایا جائے تو حافظہ تیز ہو جائے۔

یا موخر : جلالی اسماء میں سے ہے۔ آٹھ سو چھیالیس عدد ہیں۔ یاد الٰہی کے ساتھ وابستگی اور غیر خیالوں سے نجات پانے کے لئے گیارہ یا اکیس یا اکتالیس یوم اسکا اسکے اعداد کے مطابق بعد نماز عصر پڑھنا پورا پورا اثر دکھاتا ہے اور نفس کی ایسی اصلاح ہوتی ہے کہ سرمو انحراف نہیں کرتا اور مطیع ہو جاتا ہے۔

یا اول : تاثیر کے لحاظ سے یہ اسم پاک بھی جلالی ہے اور سینتیس عدد رکھتا ہے۔ بے اولاد اگر اس کو چالیس دن سامنے ۹ چھوہارے رکھ کر ہر روز ایک ہزار بار پڑھے اور ہر روز نو چھوہاروں پر دم کرتا جائے حتیٰ کہ چالیس یوم گزر جائیں۔ پھر عورت کو بعد غسل حیض وہ چھوہارے تین دن تک تین تین روزانہ کھلاتا رہے اور چوتھے دن قربت کرے تو خدا کے فضل سے اولاد حاصل ہو اور عورت حاملہ ہو جائے۔

یا اخر : یہ جلالی اسم شریف ہے اور آٹھ سو ایک عدد رکھتا ہے۔ مسافر کیلئے سفر کو جاتے وقت اور ملازم کیلئے مقام ملازمت پر جاتے ہوئے اور افسروں کا سامنا کرتے ہوئے اور تاجر کیلئے دکان کے دروازے پر اس اسم کا اکتیس بار پڑھنا اور پھر مطلب کو رجوع کرنا یقینی طور پر کامیابی بخشتا ہے اور جو شخص بہت ضعیف اور شیخ فانی ہو چکا ہو اور اعمال صالح میں کمی محسوس کرتا ہو تو اس اسم کو ہر روز باوضو بعد نماز عشاء یا قبل نماز فجر تین ہزار تین سو تین بار تلاوت کیا کرے۔ .عفنہ تعالیٰ عافیت بخیر ہو جائے گی۔

یا ظاہر : یہ بھی اسم جلالیہ سے ایک متبرک اسم ہے جس کے اعداد ایک ہزار ایک سو چھ ہیں۔ اس کا بعد نماز اشراق سوا لاکھ کی تعداد میں وظیفہ کرنا تسخیر خلائق کے لئے اکسیر ہے۔ دنیا کا ہر چھوٹا بڑا اس کے عامل سے برکت ڈھونڈے گا اور غلامی کی خواہش کرے گا۔ اس کے ہر رات کو گیارہ بار پڑھ کر سرمہ کی سلائی پر دم کرکے سرمہ آنکھوں میں لگانے سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور رتوندی نہیں ہوتی۔ آندھی وغیرہ کا یا وبائی امراض کا ڈر ہو تو مکان کے دروازے یا دیوار پر لکھنے سے .عفنہ تعالیٰ محفوظ رہے۔ بعد نماز ظہر پانچ سو بار اس کا پڑھنا اور بدن پر دم کرنا ہر قسم کی بیماری سے صحت بخشتا ہے۔ اگر کسی جگہ سے کنواں کھودا جائے اور پانی نہ نکلے تو اس اسم شریف کو ہر روز بعد نماز اشراق سوا لاکھ بار پڑھ کر کسی پانی پر دم کرکے اس کنوئیں کے خشک گڑھے میں اکتالیس یوم ڈالتے رہیں خدا کے فضل سے پانی جوش مار کر نکلے گا اور نہایت شیریں دیا رد ہو گا۔

یا باطن : یہ اسم مبارک جمالی ہے اور اسکے باسٹھ عدد ہیں۔ صاحب باطن بننے اور مقبول خدا و

marfat.com

منظور خلق ہونے کے لئے اس اسم شریف کی ہر روز گیارہ ہزار بار تلاوت کسی قبرستان میں بیٹھ کر کرنا اور اکتالیس دن کرنا اکیسر کا حکم رکھتی ہے اور ہمیشہ مداومت کرنے والا جہان میں عزیز ہوگا۔

یا والی : جمالی اسم ہے اور سینتالیس اعداد رکھتا ہے۔ ہر نماز کے بعد ہر روز ۴۷ بار اس کا پڑھنا نور ایمان کو بڑھاتا ہے اور بے آباد مکان میں اگر پانی دم کرکے چھڑکا جائے تو آباد و بارونق ہو۔ تسخیر خلائق کے لئے بھی بعض حضرات نے اس کو مفید بیان فرمایا ہے۔ مگر فقیر کا تجربہ نہیں ہے۔

یا متعالی : یہ اسم مبارک جلالی ہے اور اسکے پانچ سو اکاون اعداد ہیں۔ اسکو ہر گھڑی تلاوت کرنے والا اور بہت زیادہ پڑھنے والا ہر میدان میں کامیاب ہوتا ہے۔ جس عورت کا حیض بند ہو تخمیناً" ان ایام کا اندازہ لگا کر بہت زیادہ تلاوت کرے تو حیض جاری ہو جائے اور تمام رحمی بیماریوں سے محفوظ رہے۔

یا بر : یہ اسم پاک بھی جلالی اسماء الحسنیٰ سے ہے اور اس کے دو سو تیرہ اعداد ہیں۔ نشے والی اشیاء سے بچنے اور شراب وغیرہ کی عادت کو دور کرنے کیلئے اس اسم پاک کا پانی کے کنارے بعد نماز عصر کھڑے ہو کر دو سو تیرہ بار پڑھنا اور دو سو تیرہ ہی دن پڑھنا .بفضلہ تعالیٰ کامیاب فرماتا ہے۔ شیر خوار بچے پر اگر اسی تعداد میں پڑھ کر دم کردیا جائے تو اس کی برکت سے جوان ہونے تک اکثر آفات و بلیات سے مامون و محفوظ رہے اور وبائی امراض سے بچنے کیلئے تو ایام بیماری میں پڑھنا بے حد نافع اور امان بخشنے والا ہے۔

یا تواب : یہ اسم مبارک جمالی ہے اس کے چار سو نو عدد ہیں۔ اس اسم شریف کے تین سو ساٹھ بار پڑھنے سے سچی توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ پڑھنے کا وقت بعد نماز چاشت ہے۔ بزرگان دین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کا عامل محتاج نہیں رہتا۔

یا منتقم : یہ جمالی اسماء سے ہے اور چھ سو تیس اعداد ہیں۔ اگر اعداد کی تعداد کے مطابق بروز جمعہ تلاوت کیا جائے ہر دشمن پر غلبہ ہو کسی حاجت کے پورا ہونے کے لئے بعد نماز تہجد تلاوت کرنا اکسیر ہے۔ اگر بدلہ لینے کی نیت سے دشمن کے تصور پر پھونکا جائے تو دشمن ہلاکت میں پڑے یا جگہ چھوڑ کر بھاگ جائے۔

یا عفو : یہ اسم مقدس اسمائے جلالیہ سے ہے اور ایک سو چھپن اعداد ہیں۔ عفو معصیت کے لئے اس پر مداومت کرنا اور ایک سو چھپن دن ہر روز سات سو چھیاسی بار پڑھنا گناہ کی قوتوں ہی سے نجات دے دیتا ہے۔ اگر بیس بار پڑھ کر بشرطیکہ پہلے اس کا عمل کیا ہو، کسی تلوار، چھری یا تیز دھار آلہ پر دم کردیا جائے وہ بحکم الٰہی قطعی اثر نہ کرے گا۔

یا رؤف : جلالی اسم ہے۔ اس کے دو سو چھیاسی عدد ہیں۔ سفارش کے لئے اس کا دس بار پڑھنا، مطلب براری کے لئے گیارہ بار پڑھ کر کسی کے سامنے جانا، ظالم اور قید سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہر روز بعد نماز فجر تیرہ بار پڑھنا اور کسی کی محبت میں کامیابی کے لئے بہ پابندی اکتالیس دن تک آٹھ نمازوں کے بعد چودہ بار تلاوت کرنا خدا کے فضل سے کامرانی بخشتا ہے۔

یا مالک الملک : جلالی اسمائے مبارکہ سے وہ جلالی اسم ہے جس کا جلال بے پناہ ہے۔ اس کے دو سو بارہ عدد ہیں۔ مہمات و حاجات کے لئے اس کی تلاوت کی مداومت کرنا دین و دنیا میں کامیاب

marfat.com

کرتا ہے۔ اس کا وظیفہ گنتی کے ایام میں تونگر کر دیتا ہے اور محتاجی نام کو نہیں رہتی۔ غریبی سے بچنے کیلئے چار سو بیس بار یہ اسم شریف کسی جنگل میں بیٹھ کر پڑھنا چاہئے۔

یا ذوالجلال والاکرام : یہ اسم پاک بھی جلالی ہے اور ایک ہزار چورانوے اعداد رکھتا ہے۔ بعض بزرگان دین نے اسکو اسم اعظم فرمایا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اگر بیماری کیلئے سو دفعہ یہ اسم مبارک باقی ان الفاظ **یا ذالجلال والاکرام بیدک الخیر وھو علی کل شئی قدیر** سے ملا کر پڑھیں اور پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں تو خدا کے فضل سے شفا کلی حاصل ہو۔

یا مقسط : یہ اسم مبارک بھی جلالی ہے۔ اس کے دو سو نو اعداد ہیں۔ شیطانی وسوسہ سے محفوظ رہنے کیلئے اس اسم کا ایک سو ایک بار پڑھنا اور کسی دیگر کام کیلئے سات سو بار تلاوت کرنا اور دفعیہ رنج و پریشانی کیلئے بعد ہر نماز ستر بار عمل رکھنا نہایت خوشی بخشتا اور کامیاب فرماتا ہے۔

یا جامع : یہ اسم جلالی ہے اور ایک سو چودہ عدد ہیں۔ جس کے کوئی عزیز و اقارب کسی حادثہ سے منتشر ہو گئے ہوں اور ان کا پتہ نہ چلتا ہو یہ اسم شریف بوقت چاشت غسل کر کے اور کسی ایسی جگہ بیٹھ کر جہاں آسمان دکھائی دیتا ہو یعنی چھت نہ ہو اور آسمان کی طرف منہ کر کے ایک لاکھ چوبیس ہزار بار پڑھے .ﷲ تعالیٰ ایک ہی دن کے کرنے سے چند دنوں میں سب اقارب اور منتشر افراد جمع ہو جائیں گے۔ پراگندہ قلبی کے لئے بھی اس کا ہر نماز کے بعد ایک سو چودہ بار تلاوت کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

یا غنی : اسمائے جلالیہ سے ایک اسم متبرک ہے جس کے ایک ہزار ساٹھ عدد ہیں۔ جو شخص اس کو بروز جمعرات بعد نماز تہجد یا اشراق اس کے اعداد کے مطابق پڑھے غنی ہو جائے۔ ہر نماز کے بعد ستر بار اس کی تلاوت کرنے والا ہمیشہ کی برکات پاتا ہے اور محتاجی اس کے قریب نہیں پھٹکتی۔

یا مغنی : یہ اسم شریف جمالی ہے اور اعداد کے لحاظ سے ایک ہزار ایک سو عدد رکھتا ہے۔ یہ دونوں اسماء ملا کر پڑھنے سے غائبانہ رزق ملتا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے جو شخص باون جمعے یعنی پورے سال کے جمعوں میں ہر جمعہ کو ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ بطور وظیفہ پڑھے اس پر اللہ کریم کی وہ رحمتیں ہوں کہ اہل جہان اس کے قدموں سے برکت حاصل کریں اور وہ دنیا و مافیہا سے بے پروا ہو جائے۔ فقیر کے ایک عزیز کو ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ تم اگر عورت کے معاملہ میں علاج سے مایوس ہو گئے ہو تو اسم یا مغنی جماع سے قبل اکہتر بار پڑھ کر اپنے سر کی پشت سے لے کر کمر کی ہڈی تک داہنے ہاتھ پر دم کر کے پھیر لیا کرو بغیر کسی دوائی کے امساک کی لذت پاؤ گے۔

یا مانع : یہ جلالی اسم شریف ہے اور اس کے ایک سو اکسٹھ عدد ہیں۔ ہر انسان کی خفگی کو دور کرنے، میاں بیوی کی کشیدگی کو رفع کرنے اور محتاجی سے بچنے اور برے بھیانک خوابوں سے محفوظ رہنے کے لئے سوتے وقت صرف چھپن بار پڑھنا بے حد مفید ہے۔

یا ضار : یہ اسم شریف بھی جلالی ہے اور ایک ہزار ایک عدد ہیں۔ اس کو ہر گھڑی باوضو رہ کر کسی تنہا جگہ میں پڑھنا اور اس پر مداومت کرنا تقرب الٰہی کا مستحق بناتا ہے اور اہل قرب سے کر دیتا ہے۔ بعض اہل اللہ نے لکھا ہے کہ حال کو مقام میں بدلنے اور مقام کے جلدی حاصل کرنے کے لئے

marfat.com

بہترین وظیفہ ہے۔

یا نافع : یہ بھی جلالی اسم شریف ہے اور دو سو ایک اعداد ہیں۔ کسی کام میں کامیابی اور حصول مطالب کے لئے اس کا بے تعداد تلاوت کرنا اور کشتی میں سوار ہوتے وقت دو سو ایک بار پڑھ کر سوار ہونا انتہائی حفاظت اور کامرانی بخشتا ہے۔ شب معراج اس کی تلاوت ہر قسم کی پاکیزگی کے ساتھ اسرار الٰہی کے کشف کا موجب ہوتی ہے۔

یا نور : یہ اسم مکرم جمالی ہے اور اس کے دو سو چھپن عدد ہیں۔ اس اسم مکرم کا وظیفہ اگر طلوع سورج یا چاند کے وقت سے لے کر اس کے غروب تک غیر معین تعداد میں پوری یکسوئی کے ساتھ کیا جائے یا ہر شب جمعہ میں ایک ہزار ایک سو ایک بار کھلی فضا میں بیٹھ کر پڑھا جائے اور اس کے اول آخر سات سات بار سورۂ نور بھی تلاوت کی جائے تو دل اور سینہ انوار الٰہی سے منور ہو جاتے ہیں اور طالب کو ایک وہ نور عطا ہوتا ہے جس سے وہ پہلے آشنا نہ تھا۔

یا ھادی : جمالی اسم ہے۔ بیس اعداد ہیں۔ اس اسم کو ہر نماز کے بعد بیس بیس بار پڑھنا اور بیس یوم پڑھنا اور پھر اکیسویں دن اتنا پڑھنا جتنا کل بیس یوم میں پڑھا گیا اور پھر اس کے بعد ایک بار دعائے مغنی حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ پڑھنا قاری کو اہل معرفت سے بناتا ہے اور ظاہری و باطنی روشنی بخشتا ہے۔

یا بدیع : یہ اسم پاک جلالی ہے اور اس کے چھیاسی اعداد ہیں۔ جو کوئی کسی مصیبت یا مہم کے حل کرنے کے لئے اس اسم شریف کو ستر ہزار مرتبہ پڑھے تو یکبارگی کے وظیفے سے مقصود پورا ہو اور اگر ہر روز بعد نماز تہجد **یا بدیع السموت والا رض** ایک ہزار بار پڑھے نورانیت سے بہرہ وافر پانے کے علاوہ دنیوی زندگی بھی باعزت و احترام گزارے۔ اگر یہی وظیفہ رات کو سوتے وقت پڑھ کر سوئے خواب میں وہ سیر روحانی کرے جو پاکباز لوگوں کا حصہ ہے۔

یا باقی : یہ اسم معظم بھی جلالی ہے اور اس کے ایک سو تیرہ عدد ہیں۔ جو شخص اس اسم معظم کی ہمیشہ غیر معین تعداد میں تلاوت کرے اور بلا ناغہ پڑھتا رہے وہ اس قابل ہو جائے کہ باقی رہنے والوں میں اس کا نام ہو۔ اعمال صالحہ اسکے یقیناً" قبول ہوں اور دشمنوں سے بچنے کیلئے اسکی تلاوت اکسیر ہے۔

یا وارث : جمالی اسم شریف ہے اور سات سو پندرہ اس کے اعداد ہیں۔ اگر کوئی بے اولاد شخص اس کو ہر روز اس کے اعداد کی تعداد کے مطابق بعد نماز فجر یا ظہر لب دریا بیٹھ کر اور جلالی و جمالی پرہیز کر کے حصول اولاد کیلئے اول و آخر اور درمیان میں **رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین**۔ اسی تعداد کے برابر پڑھے اور دریا سے پانی لے کر اس پر دم کر کے بیوی کو پلائے اور خود بھی پئے بحکم الٰہی اولاد صالح پیدا ہو نیز کسی کام کے کرنے کیلئے پڑھنا اور مصیبت و رنج کے دفعیہ کیلئے مداومت کرنا بے حد فائدہ بخش ہے۔

یا راشد : یہ بھی جمالی اسم ہے۔ پانچ سو پانچ اعداد ہیں۔ کسی مطلب کے حصول کے لئے نو ہزار بار پڑھنا مطلب میں کامیاب فرماتا ہے اور نماز مغرب کے بعد کسی مقام بلند پر بیٹھ کر پڑھنا عقدہ کشائی کرتا ہے۔ غرضیکہ مہمات کے سرانجام دینے کے لئے بہترین وظیفہ ہے۔

marfat.com

یا صبور : جلالی اسم شریف ہے اور دو سو اٹھانوے اعداد ہیں۔ ہر نماز کے بعد ستیس بار پڑھنے سے روزی غیب سے ملتی ہے اور اگر کوئی چاہے کہ اس کے دشمن کی زبان بندی ہو جائے تو اس اسم شریف کا ہمیشہ وظیفہ کرے۔ دشمنوں کی طرف سے اطمینان پائے گا۔

دعائے مغنی

یہ دعا حضرت قبلہ ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ کے تحریر کردہ **"پیش لفظ"** کے ساتھ من و عن درج کی جا رہی ہے جو حضرت قبلہ کی تصنیف "تعارف سہروردیہ" سے نقل کی گئی ہے۔

صدائے رب ارنی

انسان جب دنیا کے میدان میں قدم رکھے تو اس کے لئے لازم ہے کہ محسوسات دنیوی کو ٹٹولنے سے پہلے قدم اول معبود حقیقی کی تلاش اور جستجو میں اٹھائے کیونکہ خالق مطلق نے اپنے فرمان واجب الاذعان میں ہر جن و انس کی پیدائش کی یہی غرض و غایت بیان فرمائی ہے اور امر الٰہی **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں) کا مفہوم بھی یہی ہے اور اسی امر کی تلقین اپنے متبعین کو علی قدر مراتب تمام جماعت انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحیح جانشینوں علیہم الرضوان نے کی ہے۔ خداوند جل و علا شانہ نے انسان کو اپنی معرفت کے تعارف کے لئے دو صورتوں میں دعوت دی ہے۔ ایک نافرمانی اور بد کرداری پر مختلف النوع عذاب کی وعید۔ دوسرے فرمانبرداری پر انداز محبوبیت میں پیار و محبت کے ماتحت جلوہ فرمائی کا وعدہ۔ بعض انسان وعید عذاب سے ڈر کر اس کی بارگاہ میں جھک جاتے ہیں اور بعض محب صادق بن کر۔ ان دو گروہوں کے علاوہ باقی تمام افعال خبیثہ اور اعمال شیطانیہ کرنے والی ہستیاں ابدی جہنمی قرار دی جا چکی ہیں جن کو عذاب الٰہی سے نجات نہ ہوگی۔ خدائے واحد کے پاک اور معصوم و برگزیدہ بندوں نے ہر ایسی مخلوق کے لئے جو رشتہ الٰہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تلاش میں نکلے مختلف طریق وصال اور مختلف الفاظ التجاء ناصحانہ طور پر تلقین فرمائے ہیں تاکہ ہر ایک دیدار یار کا متمنی تقرب و خوشنودیء باری تعالیٰ حاصل کر کے اپنی زندگی کی اصلی غرض و غایت پوری کر سکے۔ حق تو یہ ہے کہ ایک طالب جس قدر اپنے عجز و انکسار میں مطلوب کی منزل سے مطلع ہوتا جائے گا اسی قدر قدرت خداوندی سے اپنے بعد کا راز منکشف پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت مآب تاجدار کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی منازل طے کرنے اور اپنے مولیٰ و خالق کو بے نقاب دیکھنے کے بعد بھی تعلیم فرمانے کیلئے **ما عرفناک حق معرفتک** (یعنی نہیں معرفت حاصل کر سکے ہم جس طرح تیری معرفت کا حق ہے) ارشاد فرمایا ہے اور **ما عبدناک حق عبادتک** (یعنی نہیں عبادت کر سکے ہم تیری جس طرح حق تیری عبادت کا ہے) کا مطلب سمجھایا ہے تاکہ طالب حق کبھی مایوس ہو کر قدم و ہمت کو جنبش نہ دے اور پیچھے نہ ہٹائے۔

خالق و مخلوق کے رشتہ کو صحیح طور پر قائم رکھنے اور مخلوق کو خالق کی طرف رجوع کرانے کیلئے بانیء اسلام تاجدار کائنات خواجہء دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امی و ابی) اور اولیائے عظام رحمہم اللہ

marfat.com

نے جو دعائیہ و ندائیہ الفاظ وضع فرمائے ہیں ان میں کچھ خاص انداز پکار مضمر ہے جو اسرار الٰہی کا انکشاف کرتے ہوئے ایک دور افتادہ انسان کو اس کے مولیٰ کے قریب تر کر دیتا ہے اور ان برگزیدہ لوگوں کی دردمندانہ پکار کے الفاظ اپنے اندر وہ جادو کا اثر رکھتے ہیں جس سے رحمت الٰہی جوش میں آکر ناچیز بندے کو دامن عفو میں ڈھانپ لیتی ہے۔ پس پھر کیا ہے بندہ انعامات الٰہی کا معترف ہو کر **ورحمتی وسعت کل شئی** (اور رحمت تیری ہر چیز پر وسیع ہے) کا مقر ہو جاتا ہے اور عبد شکور بن کر ہر مشکل و آسانی میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ خالق الکل کو خوب علم تھا کہ میرے ضعیف البنیان بندوں کو فطرتی مجبوریاں اور دنیوی ضروریات مختلف مہیب اشکال میں ستائیں گی اور شیطانی وساوس ان کے سدباب ہو کر صراط مستقیم سے پرے پھینکنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا اس کا شافی علاج فرمایا کہ **ادعونی استجب لکم** (یعنی تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول کروں گا) آدمی کا ذہن نارسا چونکہ خود بخود ان الجھنوں اور بیماریوں سے نجات پانے کے لئے کوئی صحیح نسخہ تجویز نہیں کر سکتا لہٰذا متفقہ طور پر یہ بہترین واصلی طریق مانا گیا ہے کہ اللہ کریم کے مقبول و برگزیدہ بندوں کی اتباع اور ان کی تصنیفات جو انہوں نے طالبان حق کے مصائب رفع کرنے کے لئے تجویز فرمائی ہیں۔ اصل الاصول اور بہترین علاج ہیں۔ ان کی تلاوت سے ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق سعادت دارین نصیب ہوتی ہے۔ اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ **دعای مغنی** جیسا اکسیر نسخہ جو کہ حکیم الامت مقبول ربانی حضرت عاشق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ طالبان حق کے استفادہ کے لئے خاکسار کی طرف سے اردو نثر و نظم میں مع اصل عربی متن پیش کیا جاتا ہے۔ **اللھم بارک لنا فی دیننا و دنیانا** (اے اللہ ہمارے امورات دین و دنیا میں برکت فرما)

ساتھ ہی یہ حقیر قارئین کرام سے متدعی ہے کہ جب وہ اپنے انداز محبانہ میں محبوب حقیقی کا وصال پائیں یا وصال کی التجا کو زبان پر لائیں اپنے اس قریبی تعلق کے وقت محض للہ اس عاجز کو بھی دعائے خیر میں شامل کر کے یاد فرمائیں کہ وہ معبود حقیقی اپنی ضیاپاش نورانیت اور اپنے حبیبؐ کے جمال جہاں آفریں سے اس معصیت کار کو بھی مشرف فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسناد دعائے مغنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین۔

دیکھا گیا ہے کہ عموماً ادعیہ ماثورہ یا دیگر کتب ادعیہ میں کوئی دعا علم و عمل کے لئے لکھی جاتی ہے تو سلف صالحین کے قاعدہ کے مطابق اس کی اسناد پر زیادہ توجہ کرائی جاتی ہے تاکہ اس کی اہمیت ثابت ہو جائے اور طالب کا دل اس کی حقیقت سے واقف ہو کر اپنے مطلوب حقیقی کی طرف زیادہ خضوع سے مائل ہو جائے۔ اس پرانے قاعدہ بزرگان دین کے ماتحت فقیر نے جب چاہا کہ دعائے مغنی کے اسناد لکھے تو بعض احباب نے کہا کہ اگر کسی طریقہء سلف کے ماتحت ممکن ہو تو اس کی اسناد کی نسبت حضرت افضل التابعین سرتاج اولیاء و اصفیاء خواجہ اویس قرنی عاشق رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے ہی درخواست کی جائے جن کی طرف اس مجموعہ عبادات کو منسوب کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ آپ سے

marfat.com

اس کی نسبت کچھ خاص حالات صدری معلوم ہو سکیں۔ چنانچہ فقیر نے بطریق سنت نبوی علیہ التحیۃ والسلام اور خواجگان سہروردیہ رحمہم اللہ کے اصول کے ماتحت جب مراقبانہ حالت میں گردن خم کر کے بارگاہ ایزدی میں عرض کی تو سرکار دو عالم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ایسے طور پر انکشاف حالات ہوا جس کا تذکرہ ضرورت کے مطابق مختصراً" معرض تحریر میں لایا جاتا ہے۔ اللہ کریم نفسانیت اور شر شیطان سے بحرمت خواجہ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ فرمائے۔ طالبوں کی صفائی قلوب اور تزکیہ نفوس مطلوب ہے نہ کہ بیان تعلی مدارج و تفوق درویشی۔ چنانچہ حضرت عاشق رسول علیہ السلام خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کمال شفقت و رافت سے اس فقیر کے ترجمہ کو پسند فرمایا اور اس کو طالبان حق کے لئے نفع رساں ارشاد کیا اس وقت یہ مسودہ آپ کے دست مبارک میں معلوم ہوتا تھا اور آپ اس کے لئے مسرت آمیز لہجہ میں اظہار قبولیت فرما رہے تھے اسی اثناء میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جوانی کے عالم میں آپ کے کسی عزیز کا دنیوی و دینی مراحل کے طے کرنے میں پابجولاں ہونا ان عاجزانہ الفاظ کے بارگاہ ایزدی میں پیش کرنے اور اس کی تلقین کا باعث ہوئے اور نصرت حق نے ان الفاظ کی برکت سے عین ایسے وقت میں اس کی دستگیری فرمائی جب کہ وہ مایوس العلاج ہو چکا تھا شاید یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین نے اس دعائے مبارکہ کی تلاوت دینی و دنیوی حاجات کے لئے اوقات محن میں اکسیر اور اس پر مداومت عشق الٰہی میں تزکیہ نفس کے لئے بہترین علاج فرمائی ہے۔ اس کی برکات سے کچھ وہی لوگ آشنا ہیں جن کو اس کی تلاوت کی سعادت اور موقع نصیب ہوا ہے۔ خواجگان سہروردیہ میں بھی بعض حضرات اس کے عامل معلوم ہوئے ہیں جن کی طفیل فقیر تک یہ بیش بہا نعمت پہنچی۔ مقابلتاً" معلوم ہوا کہ اکثر نسخہ جات اس دعائے مبارک کے بعض درویشوں کے پاس پائے جاتے ہیں جو آپس میں کمی و بیشی عبارات کے علاوہ لفظی اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ یہ منظور شدہ مسودہ صحیح اور مکمل عبارات سے مزین ہے۔ ایک مقام پر جہاں **المعترف بہا بک یا رب العالمین** عام نسخوں میں پڑھا گیا تھا وہاں **رب العالمین** کی بجائے **احکم الحاکمین** کی صحت کرائی گئی ہے۔

چنانچہ اس نسخہ میں وہی عبارت مندرج ہے۔ **فالحمد للہ۔** طالب حق کے اس کی تلاوت کرنے کا طریق جو فقیر کو پہنچا ہے وہ سہ گانہ نوعیت رکھتا ہے۔ طالب تینوں طریقوں سے جسے چاہے بزرگوں کی ارواح مقدسہ کی امداد سے شروع کرلے۔ انشاء اللہ العزیز ہر مقصد میں کامیاب ہوگا۔

طریق خواندن

طریق خواندن اول : بروز جمعرات نوچندی بوقت تہجد۔ با ترک جمال و جلال و بحیثیت صائم۔

دوگانہ نفل اول : بہ نیت تقرب خوشنودی ذات باری تعالیٰ جل شانہ۔

دوگانہ دوئم : بہ نیت خوشنودی حضور علیہ الصلوۃ والسلام۔

دوگانہ سوم : بہ نیت ایصال ثواب اصحاب کبار چہار یار رضوان اللہ علیہم۔

دوگانہ چہارم : بہ نیت خوشنودی ایصال ثواب حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔

دوگانہ پنجم : بہ نیت خوشنودی ایصال ثواب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ۔

marfat.com

دوگانہ ششم : بہ نیت خوشنودی ایصال ثواب جمیع حضرات قادریہ' چشتیہ' نقشبندیہ' سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہم۔

دوگانہ ہفتم : بہ نیت تحفہ بخدمت قطب زمان موجود الوقت پڑھے۔ بعد میں دست بستہ کھڑے ہو کر قبلہ رخ عرض کرے کہ یا اللہ بتوسل ان حضرات کے جس کام کو کرنے لگا ہوں مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد دعائے مغنی اول آخر دس دس دفعہ درود شریف جنگل میں خاص تخلیہ میں جہاں پر چھت نہ ہو اور عورت اور کتے کی آواز سنائی نہ دے پڑھے بفضل اللہ تمام حاجات میں کامیابی پائے گا۔

طریق خواندن دوئم : طالب کو جب اس دعا کا نصاب ادا کرنا مقصود ہو تو ایک جگہ کو پاکیزہ بنائے۔ کپڑے صاف ستھرے اور خوشبو لگا کر جو میسر ہوں پہنے' سر ننگا رکھے اور ترک جمال و جلال کرکے پہلے تین روز مسنون طریق پر روزہ رکھے۔ جماع سے بچے' غذا میں حقہ' مولی کچی' پیاز' لہسن' روغن زرد' گوشت ہر قسم مچھلی' انڈا سے پرہیز رکھے۔ پھر ماہ قمری کے پہلے اتوار کو بوقت تہجد سب اوصاف کے ساتھ غسل کرکے شروع کرے۔ پہلے دن ایک بار' دوسرے دن دو دفعہ' تیسرے دن تین دفعہ غرضیکہ اسی طرح ایک ایک مرتبہ ہر روز بڑھاتا جائے اور چالیسویں دن چالیس مرتبہ پڑھے بس نصاب پورا ہوگیا۔ دعائے مبارکہ میں تلاوت کے وقت مندرجہ ذیل عبارت قبولیت دعاء حاجت کا محل ہے۔ اپنی لازملی الذہن حاجت کے لئے اس کلمہ کو تین مرتبہ سر بسجود ہو کر تکرار کرے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ بِكَ اَسْتَغِيْثُ وَاَغِثْنِیْ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ فَاكْفِنِیْ مَا كَالِیْ اَكْفِنِیْ الْمُهِمَّاتِ مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا۔ الآخر نصاب مکمل کرنے کے بعد جو شخص اس کو اپنا معمول بنانا چاہے وہ ہر روز بعد نماز فجر تین مرتبہ پڑھ لیا کرے اور جو نصاب ادا نہ کرسکے وہ ہر نماز کے بعد دو مرتبہ پڑھا کرے۔ عند تعالیٰ اس کی برکات سے ضرور بہرہ ور ہو گا۔

طریق خواندن سوئم : متذکرہ بالا اصول کے ماتحت ماہ قمری کی پہلی تاریخ کو شروع کرے اور ہر روز گیارہ مرتبہ دعائے مغنی اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف اور یہ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ پڑھے اور پندرہ تاریخ قمری تک پڑھا کرے۔ پھر بند کردے۔ پھر اگلے ماہ میں چاند کی پہلی تاریخ سے اسی طریق پر پندرہ تاریخ تک پڑھے۔ پھر تیسرے قمری مہینے میں یکم سے پندرہ تاریخ تک بدستور پڑھے۔ اب نصاب پورا ہوگیا۔ اس کے بعد مداومت کے لئے ہر رات کو بعد نماز تہجد ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے۔ بحرمت ان الفاظ کے اللہ کریم ہر مقصد اور ہر مہم میں کامیاب فرمائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ رحمن اور رحیم کے نام سے

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا

اللہ کی ذات پاک ہے اور سب تعریف اسی اللہ کیلئے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور خدا بہت بزرگ و بلند ہے اس کی توفیق کے

قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ

سوا نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں۔ اور جب تجھ سے میرے بندے میری بابت پوچھیں تو تو کہہ دے میں

قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ

قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھ کو پکارے سو چاہئے مجھ کو ہی پکاریں اور مجھ پر ایمان لائیں

marfat.com

تُرْشِدُوْنَ۔ یَا غِیَاثِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَۃٍ وَ مُعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شِدَّۃٍ
تاکہ راہ پائیں۔ اے میرے فریاد رس ہر مصیبت میں اور میری جائے پناہ ہر سختی کے وقت
وَمُجِیْبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَۃٍ وَ مُوْنِسِیْ عِنْدَ کُلِّ وَحْشَۃٍ وَ
اور اے میرے قبول کرنے والے ہر پکار کو اور اے میرے غمخوار ہر وحشت کے وقت اور
یَا رَجَائِیْ حِیْنَ تَنْقَطِعُ حِیْلَتِیْ یَا غِیَاثِیْ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی
اے میری امید جب کہ کوئی تدبیر باقی نہ رہے اے میرے فریاد رس۔ اے اللہ حضرت
مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ
محمد ﷺ پر حضرت محمد ﷺ کی آل پر اور حضرت محمد ﷺ کے دوستوں پر رحمت اور برکت اور سلام نازل فرما

دعائے مغنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ بِکَ اَسْتَغِیْثُ فَاَغِثْنِیْ وَ اِیَّاکَ اَسْتَعِیْنُ فَاَعِنِّیْ وَ عَلَیْکَ
اے اللہ میں فریاد کرتا ہوں تو میری فریاد کو پہنچ اور خاص تجھی سے میں مدد مانگتا ہوں پس تو میری مدد کر اور تجھی پر میں
تَوَکَّلْتُ فَاکْفِنِیْ یَا کَافِیْ اَکْفِنِیْ الْمُھِمَّاتِ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
بھروسہ کرتا ہوں پس تو میری دستگیری فرما اے دستگیری فرمانے والے میری دستگیری فرما جملہ مصائب اور امورات دنیا اور آخرت میں
وَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ رَحِیْمَھُمَا اَنَا عَبْدُکَ بِبَابِکَ
اور اے میرے دنیا اور آخرت میں بخشش فرمانے والے اور دونوں جہاں میں رحم فرمانے والے میں تیرے دروازے کا غلام ہوں
فَقِیْرُکَ بِبَابِکَ۔ سَائِلُکَ بِبَابِکَ۔ ذَلِیْلُکَ بِبَابِکَ
میں تیرے دروازے کا بھیک مانگنے والا ہوں۔ میں تیرے دروازے کا سائل ہوں۔ تیرے دروازے پر میں عاجزی کرنے والا ہوں
اَسِیْرُکَ بِبَابِکَ۔ غَرِیْبُکَ بِبَابِکَ۔ مِسْکِیْنُکَ بِبَابِکَ
تیرے دروازے پر میں قیدی ہوں۔ تیرے دروازے کا محتاج ہوں۔ تیرے دروازے پر مسکین ہوں۔
یَتِیْمُکَ بِبَابِکَ۔ مَرِیْضُکَ بِبَابِکَ۔ عَلِیْلُکَ بِبَابِکَ
تیرے دروازے پر بے یار و مددگار ہوں۔ تیرے دروازے پر بیمار ہوں۔ تیرے دروازے پر درماندہ ہوں
سَقِیْمُکَ بِبَابِکَ۔ حَزِیْنُکَ بِبَابِکَ۔ مَمْلُوْکُکَ بِبَابِکَ
نامراد ہوں تیرے دروازے پر۔ تیرے دروازے پر میں غمگین ہوں۔ تیرے دروازے کی غلامی کرنے والا ہوں۔
خَائِفُکَ بِبَابِکَ۔ مَھْمُوْمُکَ بِبَابِکَ۔ رَاجِیْکَ بِبَابِکَ
تیرے دروازے پر تیرا خوف رکھنے والا ہوں۔ تیرے دروازے پر اندوہناک ہوں۔ تیرے دروازے سے امیدیں رکھتا ہوں۔
مَکْرُوْبُکَ بِبَابِکَ۔ مَخْلُوْقُکَ بِبَابِکَ۔ خَاضِعُکَ بِبَابِکَ
تیرے دروازے پر بے چین ہوں۔ تیرے دروازے پر تیری مخلوق ہوں۔ تیرے دروازے پر جھکنے والا ہوں۔
ضَعِیْفُکَ بِبَابِکَ۔ ضَیْفُکَ بِبَابِکَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔
تیرے دروازے پر ناتواں ہوں۔ اے جہانوں کے پالنے والے تیرے دروازے پر تیرا مہمان ہوں۔
الطَّالِعُ بِبَابِکَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ۔ مَھْمُوْمُکَ بِبَابِکَ یَا کَاشِفَ کُرُوْبِ الْمَکْرُوْبِیْنَ
اے فریادیوں کی فریاد کو پہنچنے والے تیرے دروازے پر بدکردار ہوں۔ اندوہناک ہوں تیرے دروازے پر اے کھولنے والے
اَنَا عَاصِیْکَ بِبَابِکَ یَا طَالِبَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ۔
مصائب مصیبت زدوں سے میں گنہگار ہوں تیرے دروازے پر اے طلبگار بخشش مانگنے والوں کے۔

marfat.com

بِذُنُوبِهٖ

اَلْمُقِرُّ بِبَابِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

میں اقراری ہوں گناہوں کا تیرے دروازے پر اے سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والے

اَلْخَاطِئُ بِبَابِکَ یَا غَافِرَ الْمُذْنِبِیْنَ۔ اَلْمُعْتَرِفُ بِبَابِکَ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ

خطاکار ہوں تیرے دروازے پر اے گنہگاروں کے بخشش فرمانے والے۔ ماننے والا ہوں تیرے دروازے پر اپنی برائیوں کو

اَلظَّالِمُ بِبَابِکَ یَا مَائِلَ الطَّالِبِیْنَ

اے حاکموں کے حاکم اپنی جان کیلئے ظلم کرنیوالا ہوں اوپر تیرے دروازے کے۔ اے طالبوں کی جانب

اَلْمُسِیْئُ بِبَابِکَ یَا رَبَّ الْبَائِسِیْنَ

التفات فرمانیوالے مایوسی کی حالت میں تیرے دروازے پر ہوں اے پروردگار ڈرانیوالوں کے

اَلْخَاشِعُ بِبَابِکَ یَا مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ اِرْحَمْنِیْ

عاجزی کرنیوالا ہوں تیرے دروازے پر اے میرے مولی اے میرے مولی مجھ پر رحم کر

اِلٰهِیْ اَنْتَ الرَّحِیْمُ وَ اَنَا الْخَاطِئُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْخَاطِئَ اِلَّا الرَّحِیْمُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے میرے معبود تو رحم کرنیوالا ہے اور میں خطاکار ہوں نہیں رحم کرتا خطاکار پر مگر رحم کرنیوالا اے میرے مولی اے میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْغَفَّارُ وَ اَنَا الْمُسِیْئُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمُسِیْئَ اِلَّا الْغَفَّارُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے میرے خدا تو بخشش کرنیوالا ہے اور میں ہر طرف سے مایوس اور نہیں رحم کرتا مایوس پر مگر بخشش کرنیوالا میرے مولی میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الرَّبُّ وَ اَنَا الْعَبْدُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْعَبْدَ اِلَّا الرَّبُّ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے میرے معبود تو پالنے والا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور نہیں رحم کرتا اپنے بندے پر مگر اس کا پالنے والا میرے مولی میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْمَالِکُ وَ اَنَا الْمَمْلُوْکُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوْکَ اِلَّا الْمَالِکُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے میرے خدا تو مالک ہے اور میں تیری ملک ہوں اور نہیں رحم کرتا اپنے مملوک اور ملک پر مگر مالک میرے مولی میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْعَزِیْزُ وَ اَنَا الذَّلِیْلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّا الْعَزِیْزُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے میرے خدا تو غالب ہے اور میں ذلیل ہوں اور نہیں رحم کرتا ذلیل پر مگر غالب۔ اے میرے مولے اے میرے مولے۔

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْقَوِیُّ وَ اَنَا الضَّعِیْفُ وَهَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیْفَ اِلَّا الْقَوِیُّ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے میرے مولی تو زبردست اور قوت والا ہے اور میں ناتواں ہوں اور نہیں رحم کرتا ناتواں پر مگر غالب قوت والا۔ میرے مولی میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْکَرِیْمُ وَاَنَا اللَّئِیْمُ وَهَلْ یَرْحَمُ اللَّئِیْمَ اِلَّا الْکَرِیْمُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے خدا تو کرم کرنیوالا ہے اور میں پریشان حال اور نہیں رحم کرتا پریشان حال پر مگر کرم کرنیوالا۔ میرے مولی اے میرے مولی۔

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْخَالِقُ وَ اَنَا الْمَخْلُوْقُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوْقَ اِلَّا الْخَالِقُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے خدا تو پیدا کرنیوالا ہے اور میں پیدا کیا گیا اور نہیں رحم کرتا مخلوق پر مگر پیدا کرنیوالا اے میرے مولی اے میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْعَالِمُ وَ اَنَا الْغَافِلُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْغَافِلَ اِلَّا الْعَالِمُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے خدا تو جاننے والا ہے خفیہ رازوں کا اور میں غافل ہوں اور نہیں رحم کرتا غفلت والے پر مگر سب کا جاننے والا میرے مولی میرے مولی۔

اِلٰهِیْ اَنْتَ الرَّزَّاقُ وَ اَنَا الْمَرْزُوْقُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَرْزُوْقَ اِلَّا الرَّزَّاقُ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے خدا تو رزق دینے والا ہے اور میں رزق دیئے والا اور نہیں رحم کیا جاتا رزق دیئے والا مگر رزق عطا کرنیوالے سے میرے مولی میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَ اَنَا الْفَقِیْرُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْفَقِیْرَ اِلَّا الْغَنِیُّ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے خدا تو غنی اور میں فقیر ہوں اور نہیں رحم کرتا فقیر پر مگر غنی میرے مولی میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْمُعْطِیْ وَ اَنَا السَّائِلُ وَهَلْ یَرْحَمُ السَّائِلَ اِلَّا الْمُعْطِیْ مَوْلَانِیْ مَوْلَانِیْ

اے خدا تو عطا کرنیوالا ہے اور میں مانگنے والا سوالی ہوں اور نہیں رحم کرتا مانگنے والے پر مگر عطا کرنے والا میرے مولی میرے مولی

اِلٰهِیْ اَنْتَ الْعَزِیْزُ وَ اَنَا الذَّلِیْلُ۔ وَاَنْتَ الْعَلِیُّ وَ اَنَا الْحَقِیْرُ۔ وَاَنْتَ الْقَوِیُّ وَ اَنَا الضَّعِیْفُ

اے خدا تو غالب ہے اور میں ذلت اٹھانے والا ہوں۔ اور تو بلند و برتر ہے اور میں تنگ روزگار اور تو قوی ہے اور میں ناتواں ہوں۔

marfat.com

وَاَنْتَ الْغَفُوْرُ وَ اَنَا الْمُذْنِبُ۔ وَ اَنْتَ الْمُؤْمِنُ الْاٰمِنُ وَ اَنَا الْخَائِفُ
اور تو بخشنے والا ہے اور میں گنہگار ہوں۔ اور تو امان رکھنے والا ہے امن دینے والا اور میں خوف رکھنے والا۔

وَاَنْتَ الْغَفُوْرُ وَ اَنَا الْخَاطِئُ۔ وَاَنْتَ الْحَنَّانُ وَ اَنْتَ الْمَنَّانُ
اور تو بخشش و مغفرت فرمانیوالا اور میں خطا کرنیوالا۔ اور تو بے بخشنے والا اور تو بے احسان فرمانیوالا

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ فِیْ ظُلْمَةِ الْقَبْرِ وَ ضِیْقِهَا
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا قبر کی تنگی اور اس کے اندھیرے سے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ عِنْدَ سُؤَالِ مُنْکَرٍ وَّ نَکِیْرٍ وَ هَیْبَتِهِمَا
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا منکر و نکیر کے سوال کی وقت اور ان کی ہیبت سے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ عِنْدَ وَحْشَةِ الْقَبْرِ
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا قبر کی وحشت اور پریشانی سے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن جس دن بدل دی جائے گی یہ زمین

غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ
دوسری زمین سے اور آسمان اور حکم ہوگا واسطے اللہ اکیلے غالب کے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ
اے اللہ میرے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں امن و امان کی اس دن سے جس دن (نفخہ اولے) آسمان لپیٹے جائیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ۔ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ
الٰہی سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن پھونکا جائے گا صور پس نہ تمیز نسب ہوگی درمیان ان کے اس دن اور ایک دوسرے کو کوئی پوچھیں گے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَةُ تَنْزِیْلًا
الٰہی میں سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن آسمان سے ایک بدلی سے پھٹ جائے گا اور فرشتے (زمین پر) بکثرت اتارے جائیں گے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن نہ نفع دے گا کسی کو مال اور نہ

بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔
بیٹے مگر وہ شخص نفع پائے گا جو حاضر ہو اپنے خدا کے سامنے دل سلامت لیکر (شرک و کفر سے)

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن پھونکا جائے گا صور پس بیہوش ہو جائے گا۔

مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۔
ہر شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہے مگر وہ شخص محفوظ رہے گا جس کو اللہ حفاظت میں رکھے گا۔

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن میں جس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی۔

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔
اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن زمین میں زلزلے آئیں گے۔

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ
اے میرے خدا میں سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن پھونکا جائے گا صور

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا۔
پس آئیں گے لوگ گروہ گروہ اور کھولے جائیں گے آسمان پس ہو جائیں گے دروازے دروازے

اِلٰهِی اَسْئَلُکَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا

marfat.com

اے میرے خدا سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن دیکھے گا ان اعمال کو

قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا۔

جو آگے بھیجے ہیں ہاتھوں اس کے نے اور پکارے گا کافر اے افسوس مجھ کو کاش میں مٹی ہو جاتا۔

اِلٰهِيْ اَسْئَلُكَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَ

اے میرے اللہ التجا کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کی اس دن سے جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور

اَبِيْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ

اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص اپنے شغل میں اس دن متوجہ ہوگا۔

اِلٰهِيْ اَسْئَلُكَ الْاَمَانَ الْاَمَانَ يَوْمَ يُنَادِيْ مِنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ اَيْنَ الْعَاصُوْنَ

اے میرے اللہ سوال کرتا ہوں تجھ سے امن و امان کا اس دن سے جس دن پکارے جائیں گے ۔ بطنان العرش سے کہاں ہیں عاصی

وَاَيْنَ الْمُذْنِبُوْنَ وَاَيْنَ الْخَاطِئُوْنَ وَاَيْنَ الْخَاسِرُوْنَ هَلُمُّوْا اِلَى الْحِسَابِ۔

اور گنہگار اور کہاں ہیں مخالفت کرنیوالے اور کہاں ہیں ٹوٹا پانے والے آؤ بڑھو طرف حساب کے۔

يَا اِلٰهِيْ اَنْتَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَ عَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ

اے میرے خدا تو ہی جانتا ہے میرے پوشیدہ اور ظاہر عملوں کو پس قبول فرما میرے عذر کو اور تو جانتا ہے میری حاجتوں کو پس مجھ کو

فَاَعْطِنِيْ سُؤَالِيْ يَا اِلٰهِيْ آهِ مِنْ كَثْرَةِ الذُّنُوْبِ وَالْعِصْيَانِ۔

میرا سوال عطا کر۔ اے میرے خدا میں زیادتی گناہوں اور برائیوں اپنی سے اپنے پر افسوس کرتا ہوں۔

آهِ مِنْ كَثْرَةِ الظُّلْمِ وَالْجَفَاءِ۔ آهِ مِنْ نَفْسٍ مَّطْرُوْدٍ۔

میں اپنے نفس پر زیادتی ظلم اور تعدی سے افسوس کرتا ہوں۔ میں اپنے نفس سرکش کی سرکشی پر افسوس کرتا ہوں۔

آهِ مِنْ نَفْسٍ مَّتْبُوْعٍ مِّنَ الْهَوٰى۔ آهِ مِنَ الْهَوٰى۔

میں اپنے نفس (جو حرص و ہوا اور خواہشات) کا تابع ہے پر۔ افسوس کرتا ہوں۔ افسوس کرتا ہوں دنیا کی خواہشات سے اور

آهِ مِنَ الْهَوٰى۔ اَغِثْنِيْ يَا مُغِيْثُ عِنْدَ تَغَيُّرِ حَالِيْ

افسوس کرتا ہوں حرص سے۔ میری فریاد کو اے فریادوں کے سننے والے میرے حال کی تبدیلی کے وقت میں سن لے

اِلٰهِيْ اَنَا عَبْدُكَ الْمُذْنِبُ الْمُجْرِمُ الْمُخْطِئُ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ

اے میرے خدا میں تیرا بندہ گنہگار جرم اور خطائیاں کرنیوالا ہوں۔ مجھے پناہ میں رکھ آگ سے اے پناہ میں رکھنے والے

اَللّٰهُمَّ اِنْ تَرْحَمْنِيْ فَاَنْتَ اَهْلٌ وَاِنْ تُعَذِّبْنِيْ فَاَنَا اَهْلٌ۔

اے میرے مولا اگر مجھ پر تو رحم فرمائے پس تیری شان کے شایاں ہے۔ اور اگر تو عذاب کرے پس (دکھ والوں سے) میں اس کا مستحق ہوں۔

فَارْحَمْنِيْ يَا اَهْلَ التَّقْوٰى وَ يَا اَهْلَ الْمَغْفِرَةِ

پس رحم کر اے ڈرنے والے پر رحم کرنیوالے اور صاحب بخشش

وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَ يَا خَيْرَ النَّاصِرِيْنَ

اور اے سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالے اور سب سے بہتر اپنی مخلوق کی مدد کرنیوالے

وَيَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ۔ وَيَا خَيْرَ الْفَاتِحِيْنَ۔

اور سب سے زیادہ بخشش اور مغفرت کرنیوالے۔ اور اے سب سے زیادہ ہر تنگی کے کھولنے یعنی دور کرنیوالے۔

وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ۔ وَحَسْبِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔

اور اچھا کار ساز۔ اچھا آقا اور اچھا مددگار اور کافی ہے مجھ کو مدد کے لئے اللہ (معبود) جس کا ساجھی کوئی دوسرا نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اور رحمت ہو اللہ کی ہمارے سردار اور نبی محمدؐ پر اور ان کی آل اور اصحاب پر

marfat.com

دعائے فیضی

یہ دعا حضرت قبلہؒ کی مجربہ ہے۔ اس کے متعلق "الفقر فخری" میں فرماتے ہیں۔ یہ دعائے مبارک دین و دنیا کی ہر طرح کی خیر و برکت کیلئے مفیض و مجرب ہے۔ یہ دعا خشوع قلب سے جس مقصد کیلئے بھی بطور وظیفہ پڑھی جائے گی رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کامیابی ہوگی۔ حاجات دینی و ضروریات دنیوی کے لئے کفالت کرے گی۔ ہاں کسی خاص مطلب کے تحت پڑھنا ہو تو اس کے لئے اجازت شرط ہے (جو اس راہ کے کسی کامل خضر طریقت سے حاصل کرنا ضروری ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کا نام لیکر شروع کرتا ہوں جو رحمان اور رحیم ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ یَا اَوَّلَ الْاَوَّلِیْنَ وَ یَا آخِرَ الْآخِرِیْنَ اَنْ تُصَلِّیَ

اے اللہ۔ اے اول الاولین و آخرین میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے

وَتُسَلِّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

سردار حضرت محمدؐ پر اور آپکی ساری آل اور سارے اصحاب پر درود اور سلام بھیج

یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَ اَسْئَلُکَ بِالْقُرْآنِ وَ تِلَاوَتِهٖ وَ بِالْعَرْشِ وَ

اے سارے جہانوں کے پروردگار اور میں تجھ سے قرآن پاک اور اسکی تلاوت کے صدقے

رِفْعَتِهٖ وَالْکُرْسِیِّ وَسِعَتِهٖ وَاللَّوْحِ وَحِفْظِهٖ وَالْقَلَمِ وَ جَرْیَتِهٖ

اور عرش اور اسکی بلندی کے صدقے اور کرسی اور اسکی کشادگی کے صدقے اور لوح اور اسکی نگہداری کے صدقے

وَمِیْکَائِیْلَ وَ رِسَالَتِهٖ وَجِبْرَئِیْلَ وَ اَمَانَتِهٖ وَ عِزْرَائِیْلَ وَ قَبْضَتِهٖ

اور قلم اور اسکے چلنے کے صدقے اور میکائیل اور اسکی پیغام رسانی کے صدقے اور جبرئیل اور اسکی امانت کے صدقے اور عزرائیل اور

وَاِسْرَافِیْلَ وَنَفْخَتِهٖ وَ رِضْوَانَ وَ جَنَّتِهٖ وَ مَالِکَ وَ زَبَانِیَتِهٖ وَ

اسکے قبضہ کے صدقے اور اسرافیل اور اسکے پھونک مارنے کے صدقے اور رضوان اور اسکی جنت کے صدقے اور مالک اور

آدَمَ وَ صِفْوَتِهٖ وَ اِدْرِیْسَ وَ رِفْعَتِهٖ وَ صَالِحَ وَ نَاقَتِهٖ وَ نُوْحٍ وَ

ان کی زبانیہ کے صدقے اور آدم اور انکی بزرگی کے صدقے اور حضرت ادریس اور انکی بلندی کے صدقے اور حضرت

سَفِیْنَتِهٖ وَ هُوْدَ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَ اِبْرَاهِیْمَ وَ خُلَّتِهٖ وَ عِیْسٰی وَ

صالح اور ان کی اونٹنی کے صدقے اور حضرت نوح اور انکی کشتی کے صدقے اور حضرت ہود اور انکی اولاد کے صدقے اور حضرت

رَهْبَانِیَّتِهٖ وَالْخِضْرِ وَ سِیَاحَتِهٖ وَ لُقْمَانَ وَ حِکْمَتِهٖ وَ لُوْطٍ وَ

ابراہیم اور انکی خلعت کے صدقے اور حضرت عیسیٰ اور انکی تنہائی کے صدقے اور حضرت خضر اور انکی سیاحت کے صدقے

عُزْلَتِهٖ وَ شُعَیْبَ وَ اَبْنَتِهٖ وَ مُوْسٰی وَ تَکْلِیْمِهٖ بِلَا وَحْیٍ وَ زَکَرِیَّا

اور حضرت لقمان اور انکی دانائی کے صدقے اور حضرت لوط اور انکی گوشہ نشینی کے صدقے اور حضرت شعیب

اور آپکی بیٹی کے صدقے اور حضرت موسیٰ اور آپکے کلام بلا وحی کے صدقے اور حضرت زکریا

وَ دَعْوَتِهٖ وَ سُلَیْمَانَ وَ مَمْلَکَتِهٖ وَ دَاوٗدَ وَ عِبَادَتِهٖ

اور آپکی دعوت کے صدقے اور حضرت سلیمان اور آپکی مملکت کے صدقے اور حضرت داؤد اور آپکی عبادت کے صدقے

وَ اَیُّوْبَ وَ بَلْوَتِهٖ وَ یَعْقُوْبَ وَ حَسْرَتِهٖ وَ یُوْسُفَ

اور حضرت ایوب اور آپکی آزمائش کے صدقے اور حضرت یعقوب اور آپکی حسرت کے صدقے اور حضرت یوسف

وَ عِفَّتِهٖ . وَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ شَفَاعَتِهٖ

marfat.com

اور آپکی بے وطنی کے صدقے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی شفاعت کے صدقے

وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَ تِلَاوَتِهٖ وَ الْعِلْمِ وَ دِرَاسَتِهٖ

اور قرآن عظیم اور اسکی تلاوت کے صدقے اور علم اور اسکے حصول کے صدقے

وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ خِلَافَتِهٖ وَ عُمَرَ وَ فَارُوْقِيَّتِهٖ وَ عُثْمَانَ

اور حضرت ابوبکر اور آپکی خلافت کے صدقے اور حضرت عمر اور آپکی فاروقیت کے صدقے اور حضرت عثمان

وَ خَزَانَتِهٖ وَ عَلِيٍّ وَّ شُجَاعَتِهٖ وَ الْحَسَنِ وَ عِفَّتِهٖ

اور آپکے خزانہ کے صدقے اور حضرت علی اور آپکی بہادری کے صدقے اور حسن اور آپکی پاکدامنی کے صدقے

وَالْحُسَيْنِ وَ مَحَبَّتِهٖ وَ اَسْاَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ

اور حضرت حسین اور آپکی محبت کے صدقے سوال کرتا ہوں اے اللہ میں تجھ سے تیرے بڑے

الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ الْكَرِيْمِ الْاَكْرَمِ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ بِسْمِ اللّٰهِ

اور بہت بڑے نام اور عزت والے بہت عزت والے نام کے صدقے سوال کرتا ہوں۔ اے میرے

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ

رب میں تجھ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب

الْفَاتِحَةِ عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

میں تجھ سے سورۂ فاتحہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ

سورہ بقر کے اس حق کے صدقے میں سوال کرتا ہوں جو تجھ پر ہے اور اے میرے رب میں تجھ سے سورہ آل عمران کے اس حق کے صدقے میں سوال کرتا ہوں جو تجھ پر ہے۔

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ النِّسَاءِ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نساء کے اس حق کے صدقے میں جو تجھ پر ہے

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ

سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مائدہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ

سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ انعام کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ

سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ اعراف کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاَنْفَالِ

سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ انفال کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ

سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ توبہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے

عَلَيْكَ يَا رَبِّ وَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ يُوْنُسَ عَلَيْكَ

سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ یونس کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ هُوْدٍ عَلَيْكَ يَا رَبِّ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ہود کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے

marfat.com

وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ یُوْسُفَ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ

میرے رب میں تجھ سے سورۂ یوسف کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے

اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الرَّعْدِ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ

میرے رب میں تجھ سے سورۂ رعد کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے

سُوْرَةِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ

میرے رب میں تجھ سے سورۂ ابراہیم کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے

سُوْرَةِ الْحِجْرِ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ

میرے رب میں تجھ سے سورۂ حجر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ

سُوْرَةِ النَّحْلِ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ

سے سورۂ نحل کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے

بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ

سورہ بنی اسرائیل کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورہ کہف

سُوْرَةِ الْکَهْفِ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ

کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور میرے رب میں تجھ سے سورہ مریم کے اس حق کے

سُوْرَةِ مَرْیَمَ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ

صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورہ طٰہٰ کے اس حق کے

سُوْرَةِ طٰهٰ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ

صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور میرے رب میں تجھ سے سورہ انبیاء کے اس حق

سُوْرَةِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ

کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں۔ اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ حج کے اس حق

الْحَجِّ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ

کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مومنون کے اس حق

الْمُؤْمِنُوْنَ عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ النُّوْرِ

کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نور کے اس حق کے

عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ

صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ فرقان کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر

عَلَیْکَ یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الشُّعَرَاءِ عَلَیْکَ

ہے سوال کرتا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے سورہ شعراء کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ النَّمْلِ عَلَیْکَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نمل کے اس حق کے صدقے میں جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْقَصَصِ عَلَیْکَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ القصص کے اس حق کے صدقے میں جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

یَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْعَنْکَبُوْتِ عَلَیْکَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ عنکبوت کے اس حق کے صدقے میں جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

marfat.com

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الرُّوْمِ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ روم کے اس حق کے صدقے میں جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ لُقْمَان عَلَيْكَ

اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ لقمان کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ السَّجْدَةِ عَلَيْكَ

اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ سجدہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ عَلَيْكَ

اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ الاحزاب کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ السَّبَاَ عَلَيْكَ

اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ سبا کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ فَاطِرَ عَلَيْكَ

اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ سن کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الصَّافَّاتِ عَلَيْكَ

اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ صافات کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ صٓ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ص کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ زُمَر عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ نے سورۂ زمر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ مُؤمِنْ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مومن کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ السَّجْدَةِ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ سجدہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ شُوریٰ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ شوریٰ کے اس حق کے صدقے ں جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الزُّخْرُفِ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ زخرف کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الدُّخَانِ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ دخان کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْجَاثِيَةِ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ الجاثیہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاَحْقَافِ عَلَيْكَ

اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ احقاف کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

marfat.com

یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ مُحَمَّدٍ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ محمد کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْفَتْح عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ فتح کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْحُجْرَاتِ عَلَیْکَ
اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ حجرات کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ قٓ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ق کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الذَّارِیَاتِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ذاریات کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الطُّوْرِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ طور کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ النَّجْمِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نجم کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْقَمَرِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ قمر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الرَّحْمٰنِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ رحمان کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْوَاقِعَۃِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ واقعہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْحَدِیْدِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ حدید کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْمُجَادِلَۃِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مجادلہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْحَشْرِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ حشر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْمُمْتَحِنَۃِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ممتحنہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الصَّفِّ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ صف کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْجُمُعَۃِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ جمعہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَالُکَ بِحَقِّ سُوْرَۃِ الْمُنَافِقُوْنَ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ منافقون کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

marfat.com

یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلتَّغَابُنِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ تغابن کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الطَّلَاقِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ طلاق کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ التَّحْرِیْمِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ تحریم کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْمُلْکِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ملک کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْقَلَمِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ قلم کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْحَاقَّةِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ حاقہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْمَعَارِجِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ معارج کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ نُوْحٍ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نوح کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْجِنِّ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ جن کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْمُزَّمِّلُ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مزمل کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْمُدَّثِّرِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مدثر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْقِیَامَةِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ قیامۃ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلدَّهْرِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ دہر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلْمُرْسَلَاتِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مرسلات کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلنَّبَاء علیک
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نبا کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اَلنَّازِعَاتِ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نازعات کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
یا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ عَبَسَ عَلَیْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ عبس کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

marfat.com

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ التَّكْوِيْرِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ تکویر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاِنْفِطَارِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ انفطار کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْمُطَفِّفِيْنَ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ مطففین کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاِنْشِقَاقِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ انشقاق کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْبُرُوْجِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ بروج کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الطَّارِقِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ طارق کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاَعْلٰى عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ اعلیٰ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْغَاشِيَةِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ غاشیہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْفَجْرِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ فجر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْبَلَدِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ بلد کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الشَّمْسِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ شمس کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الَّيْلِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ لیل کے س حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الضُّحٰى عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ضحیٰ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاِنْشِرَاحِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ انشراح کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ التِّيْنِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ التین کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ عَلَقٍ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ علق کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْقَدْرِ عَلَيْكَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ قدر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

marfat.com

يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْبَيِّنَةِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ بینہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الزِّلْزَالِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ زلزال کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْعَادِيَاتِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ عادیات کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْقَارِعَةِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ قارعہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ التَّکَاثُرِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ تکاثر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْعَصْرِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ عصر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْهُمَزَةِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ ہمزہ کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْفِيْلِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ فیل کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ قُرَيْشٍ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ قریش کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْمَاعُوْنِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ الماعون کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْکَوْثَرِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ کوثر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْکَافِرُوْنَ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ کافرون کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ النَّصْرِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ نصر کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ اللَّهَبِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ لہب کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْاِخْلَاصِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ اخلاص کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ الْفَلَقِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ فلق کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں
يا رَبِّ وَ اَسْئالُکَ بِحَقِّ سُوْرَةِ النَّاسِ عَلَيْکَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے سورۂ الناس کے اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں

marfat.com

يَا رَبِّ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ عَظَمَۃِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ
اور اے میرے رب میں تجھ سے انبیاء اور رسولوں اور فرشتوں اور تیرے قریب پہنچے ہوئے
وَالْمَلَائِکَۃِ وَالْمُقَرَّبِیْنَ وَ الشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ
بندوں اور شہیدوں اور نیکوں اور تیرے سارے فرمانبرداروں کی عظمت کے حق کے صدقے
وَ اَھْلِ طَاعَتِکَ اَجْمَعِیْنَ اَنْ تُصَلِّیَ وَ تُسَلِّمَ عَلٰی
میں سوال کرتا ہوں کہ تو ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور سارے
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ
ساتھیوں پر درود و سلام بھیج اور میری یہ کتاب پاس رکھنے والے کی حفاظت کرے اور
اَنْ تَحْفَظَ حَامِلَ کِتَابِیْ ھٰذَا وَ اَنْ تَحْرُسَہٗ بِعَیْنِکَ
اس کی نگہبانی کرے اپنی اس آنکھ کے ساتھ جو سوتی نہیں اور اس مملکت کے ساتھ جو لازوال
الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَ مُلْکِکَ الَّذِیْ لَا یُضَامُ وَ اَنْ تَشْفِیَہٗ
ہے اور تو اسے ساری کی ساری بیماریوں سے کروڑوں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
مِنْ جَمِیْعِ الْاَمْرَاضِ بِاَلْفٍ بِاَلْفِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
کے طفیل شفا بخش اور اے میرے رب تو اس کی حفاظت کر ہر ایک برائی
الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَنْ تَحْفَظَہٗ یَا رَبِّ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَ بَلَاءٍ
سے اور مصیبت سے اور جلنے سے اور ڈوبنے سے اور ہر اس چیز سے جو اسے
وَحَرْقٍ وَ غَرْقٍ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْہِ وَمِنْ جَمِیْعِ
ایذا پہنچائے اور تمام انس و جن اور ہر مرد اور ہر عورت اور ساری مخلوقات
الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ اُنْثٰی وَ ذَکَرٍ وَ جَمِیْعِ
کی شر سے اور اپنے اس نام کے صدقے میں جس نام سے
الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ وَبِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ دَعَاکَ بِہٖ۔ اٰدَمُ لِجَمْعِہٖ لِسَیِّدَتِنَا حَوَّاءَ وَبِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ
حضرت آدم علیہ السلام نے تجھے پکارا تو تو نے ہماری سردار حوا کو ملایا اور اس نام
دَعَاکَ بِہِ الْخِضْرُ لِمَشْیٖ عَلَی الْمَاءِ فَتَوَارَتِ الظَّمَاءُ وَ
کے حق کے صدقے جس نام سے حضرت خضر نے تجھے پکارا اور وہ پانی پر چلے اور پیاس بجھائی
بِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ دَعَاکَ بِہِ الْمُؤْمِنُوْنَ اُلْقُوْا فِی النَّارِ
اور اس نام کے حق کے صدقے جس نام سے ان ایمان والوں نے جنہیں آگ میں ڈالا گیا
فَاصْفَرَّتِ الْخَضِرُ وَلَقِبَتِ السَّمَاءُ مُعَلَّقَۃً بِالْقُدْرَۃِ
تجھے پکارا تو تو نے اسے سبزے سے بدل دیا اور تو نے آسمان کو قدرت سے لٹکائے رکھا
وَبِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ دَعَاکَ بِہٖ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ
اور اس نام کے حق کے صدقے جس نام سے حضرت ابراہیم نے تجھے پکارا اور اس حال
وَاُلْقِیَ فِی النَّارِ فَکَانَتْ عَلَیْہِ بَرْدًا وَ سَلَامًا وَ بِحَقِّ
میں کہ وہ آگ میں ڈالے گئے تھے تو وہ آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی اور اس نام
الْاِسْمِ الَّذِیْ دَعَاکَ بِہٖ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَانْفَلَقَ
کے حق کے صدقے میں جس نام سے حضرت موسیٰ نے تجھے پکارا تو ان کیلئے سمندر

marfat.com

لَہٗ الْبَحْرُ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَقِّ الْاِسْمِ
پھٹ گیا، تو ہر ٹکڑا بڑے تودے کے مانند بن گیا۔ اور اس نام کے حق
الَّذِیْ دَعَاکَ بِہٖ نُوْحٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَنَجَّیْتَہٗ مِنَ
کے صدقے میں جس نام سے حضرت نوحؑ نے تجھے پکارا تو تو نے انہیں طوفان سے نجات
الطُّوْفَانِ وَاَغْرَقْتَ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ وَ بِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ
بخشی اور ظالموں کو قوم کی غرق کردیا اور اس نام کے حق کے صدقے
دَعَاکَ بِہٖ اِدْرِیْسُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَرَفَعْتَہٗ مَکَانًا عَلِیًّا
جس نام سے حضرت ادریسؑ نے تجھے پکارا تو تو نے انہیں بہت اوپر والے مکان کی بلندی بخشی
وَبِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ دَعَاکَ بِہٖ یَعْقُوْبُ عَلَیْہِ السَّلَامُ
اور اس نام کے حق کے صدقے جس نام سے حضرت یعقوبؑ نے تجھے پکارا تو تو نے ان
فَرَدَدْتَ عَلَیْہِ بَصَرَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ
کی بینائی اور ان کا بیٹا انہیں واپس دے دیا اور اس نام کے حق کے صدقے
دَعَاکَ بِہٖ یُوْسُفُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَنَجَّیْتَہٗ مِنَ السِّجْنِ
جس نام سے حضرت یوسفؑ نے تجھے پکارا تو تو نے انہیں قید خانے سے نجات بخشی
وَوَلَّیْتَہٗ مُلْکَ مِصْرَ وَ بِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ دَعَاکَ بِہٖ
اور انہیں مصر کی بادشاہی عطا فرمائی اور اس نام کے حق کے صدقے جس نام سے حضرت
اَیُّوْبُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَکَشَفْتَ عَنْہُ الضُّرَّ وَ اَسْئَلُکَ
ایوبؑ نے تجھے پکارا اور تو نے ان سے دکھ دور کردیا اور میں تجھ سے
بِحَقِّ اِسْمِکَ الَّذِیْ سَمَّیْتَ بِھَا نَفْسَکَ وَ اَنْزَلْتَہٗ وَلِیَ
تیرے اس نام کے حق کے صدقے میں سوال کرتا ہوں جس نام سے تو نے اپنے آپکو
کِتَابِکَ وَ عَلَّمْتَہٗ لِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ اَنْ تَجْعَلَ حَامِلَ
یاد کیا اور تو نے اپنی کتاب میں اسے نازل فرمایا اور تو نے اپنی مخلوقات میں سے کسی ایک
کِتَابِیْ ھٰذَا لِیْ مَکْنُوْنِ حِرْزِکَ وَ اَنْ تَرْزُقَہٗ الْحَظَّ الْجَمِیْلَ
کو سکھایا کہ تو میری یہ کتاب اپنے پاس رکھنے والے کو اس طرح اپنی حفاظت میں رکھے جس
وَالْعُمْرَ الطَّوِیْلَ وَالنَّصْرَ وَالْعِزَّۃَ وَالْھَیْبَۃَ وَالْقَبُوْلَ
طرح خول میں تصویر اور یہ کہ اسے خوش بختی نصیب کرے اور لمبی عمر اور مدد اور عزت
وَالْمَحَبَّۃَ وَ اَنْ تَجْعَلَہٗ لِیْ ھُوْنٍ اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ
اور عیب اور مقبولیت اور محبت عطا فرمائے اور اسے اس حقیقت میں رکھے کہ آگے بڑھ
اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ
اور نہ ڈر تو ان لوگوں میں سے ہے جو امن میں ہیں۔ تو نہ ڈر ظالموں کی قوم سے نجات پا گیا۔
لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰی لَا تَخَفْ اِنِّیْ
تم دونوں نہ ڈرو بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں تو نہ
لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِیْنَ
ڈر بے شک میرے پاس رسول نہیں ڈرتے۔ ان لوگوں میں سے جو ڈرتے تھے ان دو مردوں

marfat.com

يخافون انعم الله عليهما ادخلوا الباب فاذا

نے جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا کہا کہ دروازے سے ان لوگوں پر داخل ہو جاؤ پس

دخلتموه فانكم غالبون و على الله فتوكلوا ان

جب تم دروازے سے داخل ہو گئے تو بے شک تم غالب ہو اور اللہ پر توکل رکھو۔ اگر

كنتم مؤمنين لا يضركم كيدكم شيئا ان الله بما

تم ایمان والے ہو ان کا فریب تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تم جو عمل کرتے ہو بیشک

يعملون محيط والقيت عليك محبة مني اللهم

اللہ اسکا احاطہ کئے ہوئے ہے اور میں نے تجھ پر اپنی ذات سے محبت القا فرمائی۔ اے

يا من خلقت في السماء الرابعة ملكا نصفه من نار

اللہ وہ ذات جس نے چوتھے آسمان میں ایک فرشتہ پیدا فرمایا ہے کہ آدھا جسم اس آگ

ونصفه من ثلج فلا النار تذيب الثلج ولا الثلج

کا ہے اور آدھا برف کا۔ پس نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے نہ برف آگ کو بجھاتی ہے اور

يطفئ النار و الملك ينادي بلسان الاقدار اللهم

فرشتہ اپنی با عزت زبان سے پکارتا ہے۔ اے میرے اللہ

يا من الفت بين الثلج والنار الف قلوب الخلق

اے وہ جس نے برف اور آگ کو آپس میں جوڑ دیا۔ مخلوقات اور بشر سے آدم کے

والبشر من كل انثى و ذكر من اولاد آدم و بنات حواء

بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں میں سے ہر مرد اور عورت اور ہر امیر اور وزیر اور ہر غنی اور ہر فقیر کے

ومن امير و وزير و غني و فقير على محبة حامل

دلوں کو میری یہ کتاب رکھنے والے کی محبت پر آمادہ کردے

كتابي هذا اللهم ارفع عنه شر الاشرار و شر العمى

اے میرے اللہ اس سے برے لوگوں کی برائی دور فرما اور اندھا پن

والرمد والرعاف والنزيف والشقيقة والصداع

اور آشوب چشم اور نکسیر اور درد سر اور آدھا سر اور مرگی

والنظرة ووجع القلب والطحال بحق محمد بدر

اور نظر بد اور دل کا درد اور تلی کا درد دور فرما۔ حضرت محمد رسول اللہ کے

التمام عليه افضل الصلوة والسلام واجعل كيد من

حق کے صدقے جو چودھویں کا پورا چاند ہیں اور ان پر بہتر سے بہتر درود اور سلام ہو اور جو

عاداه في نحره و اعقد عنه السنة اولاد آدم و

شخص اس سے دشمنی کرے اس کے مکر و فریب کو اسکے اپنے گلے کا پھندا بنائے اور

بنات حواء هذا يوم لا ينطقون ولا يؤذن لهم

آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں کی زبانیں اس سے بند رکھے یہ وہ دن ہے کہ وہ نہیں

فيعتذرون قيل يومئذ للمكذبين صم بكم عمي

بول سکتے اور نہ انہیں اجازت دی جائیگی کہ وہ کوئی عذر کریں۔ آگے ان تف ہے

marfat.com

فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا لَا تَتَكَلَّمُ
جھٹلانے والوں کیلئے گونگے ہیں' بہرے ہیں' اندھے ہیں' وہ نہیں بول پاتے سوائے اس شخص کے

فِیْ حَقِّ حَامِلِ کِتَابِیْ هٰذَا لِسَانُ الْاَبْیَضِ وَالْاَسْوَدِ وَالشَّیْخِ
جسے رحمت فرمانے والا اجازت بخشے اور وہ ٹھیک ٹھیک کہہ دے۔ نہیں بول سکتی زبان کسی سفید

وَالصَّغِیْرِ وَ سَائِرِ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ بِحَقِّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
کی اور سیاہ کی اور کسی بوڑھے کی اور کسی چھوٹے کی اور سارے لوگوں کی میری یہ کتاب پاس رکھنے کے حق میں الحمدللہ
رب العالمین کے حق کے صدقے میں

وَبِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ سوسم خوسم سوسم حوسم
اور ان ناموں کے حق کے صدقے میں سوسم خوسم سوسم حوسم

حوهم حوحم حوحم دیوم دیوم قیوم قیوم عالوم عالوم
حوہم حوحم حوحم دیوم قیوم قیوم عالوم عالوم

سالوم سالوم الوصی شماخ شماخ العالی علی کل براخ
سالوم سالوم الوصی شماخ شماخ العالی علی کل براخ

قلوس قلوس ذَالِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ
قدوس قدوس یہ اللہ ہے تمہارا پروردگار غالب اور عزت والا

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَقَدْ خَابَ
پھر گئے سارے منہ حی و قیوم کے لئے اور خاک بسر ہوا جس نے

مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا وَ اَعْقِدْ اَلْسِنَةِ الْمُتَکَلِّمِیْنَ وَ الْمُتَکَلِّمَاتِ
ظلم کیا اور آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں میں سے بولنے والوں اور بولنے والیوں

مِنْ اَوْلَادِ آدَمَ وَ بَنَاتِ حَوَّاءَ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ
کی زبانیں بند کردے جس دن آسمان بادل کی طرح پھٹ پڑے گا اور جس

وَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ وَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ
دن مجرم پریشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا اور اللہ ان کے اوپر

مُحِیْطٌ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ وَ بِحَقِّ
سے گھیرا کئے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن ہے بزرگی والا لوح محفوظ میں اور کروڑوں

اَلْفَ اَلْفَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے حق کے صدقے میں

اَللّٰهُمَّ یَاسَلَامُ سَلِّمْ حَامِلَ کِتَابِیْ هٰذَا وَ اَعْقِدْ
اے میرے اللہ اے سلام اس شخص کو جسکے پاس میری یہ کتاب ہو اور اس

عَنْهُ لِسَانَ الْحَیَّةِ وَ زُبَانَ الْعَقْرَبِ بِحَقِّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ
سے سانپ کی زبان اور بچھو کا ڈنگ بند رکھ ان آیتوں کے حق کے صدقے

اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُ
میں کہہ دو یا رسول اللہ کہ وہ اللہ یکتا ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اسکی کوئی اولاد ہے نہ وہ

کُفُوًا اَحَدٌ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قُلْ اَعُوْذُ

marfat.com

کسی کی اولاد ہے اور نہ ہوا اس کیلئے کوئی قرابتدار۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فرما دیجئے یا رسول اللہ۔
بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا
کہ میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ صبح کے پروردگار کے ہر اس چیز کی برائی سے جو اسنے پیدا کی اور
وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ
اندھیرا کرنیوالی رات کی برائی سے جب وہ پھیل جائے اور گانٹھوں میں پھونکیں مارنے والی عورتوں کی برائی سے اور
اِذَا حَسَدَ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اَعُوْذُ
حاسد کی برائی سے جب وہ حسد کرے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فرما دیجئے یا رسول اللہ
بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ
میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ پروردگار لوگوں کے، لوگوں کے بادشاہ کے، لوگوں کے خدا کے، اس کی برائی سے
الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ فَرْدًا جَبَّارًا شَكُوْرًا ثَابِتًا ظَهِيْرًا
جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں جنوں سے اور انسانوں سے۔ یکتا ہے زبردست ہے شکر قبول کرنیوالا ہے۔ ثابت ہے غالب ہے۔
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ
اور یا رسول اللہ آپ نے کنکر نہیں پھینکے جب آپ نے پھینکے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے اور تاکہ ایمان والوں
الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اهٍ اهٍ اهٍ اهٍ اهٍ
کی اس بات کے ذریعے بہتر آزمائش کرے اہے اہے اہے اہے اہے
اهٍ اهٍ كل كل شي شي اُحْجُبُوْا عَنْ حَامِلِ كِتَابِيْ
اہے اہے کل کل شی شی جس شخص کے پاس میری یہ کتاب ہو
هٰذَا شَرَّ كُلِّ مَا يُؤْذِيْهِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ بِحَقِّ
اس سے ہر اس چیز کی برائی دور رکھو جو انسانوں اور جنوں سے اسے ایذا پہنچا سکتی ہو
هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ وَبِحَقِّ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ بِسْمِ اللّٰهِ
ان ناموں کے حق کے صدقے اور ان آیتوں کے حق کے صدقے اور اللہ کے نام
الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
کے ساتھ کہ اسکے نام کے ہوتے ہوئے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی نہ زمین میں نہ آسمان
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَ
میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اے میرے پروردگار کھول دے سینہ میرا میرے لئے
يَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَ اقْضِ عَنِّيْ حَاجَاتِيْ وَ اغْفِرْ لِيْ
اور آسان کر مجھ پر میرا کام اور میری حاجتوں کا بوجھ مجھ سے اتار دے اور بخشش کر میری
خَطِيْئَاتِيْ بِحَقِّ سَيِّدِ الْاَكْوَانِ رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ
خطاؤں سے ساری کائنات کے سردار اپنے رسول حضرت محمدؐ کے اس حق کے صدقے
عَلَيْكَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ
جو تجھ پر ہے آپ پر ایک ایک ذرے کے بدلے کروڑ کروڑ بار
مِائَةَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ
درود اور سلام ہو

marfat.com

ختم شریف خواجگان سلسلہ عالیہ سہروردیہ رحمہم اللہ

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۷۸۶ مرتبہ)

(۲) درود شریف خضری۔ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حبیبہٖ محمدٍ وَّآلہٖ واصحابہٖ وسلّم۔ (۱۱۱ مرتبہ)

(۳) سورہ فاتحہ:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مالکِ یوم الدّین۔ ایّاک نعبدُ وَ اِیَّاک نستعین۔ اِھدنا الصّراط المستقیم۔ صراط الّذین انعمت علیھم۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضّالّین۔ آمین۔ (۱۱۱ مرتبہ)

(۴) سورۂ الم نشرح: الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الّذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک۔ فانّ مع العسر یسرا " انّ مع العسر یسرا " ۔ فاذا فرغت فانصب۔ والیٰ ربّک فارغب۔ (۱۱۱ مرتبہ)

(۵) سورۂ اخلاص:۔ قُلْ ھو اللہ احدٌ اللہ الصّمد۔ لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہٗ کفوًا احد۔ (۱۱۱ مرتبہ)

(۶) درود شریف ہزارہ:۔ اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا ومولانا محمدٍ وّعلیٰ آل سیّدنا ومولانا محمدٍ وّ اصحاب سیّدنا ومولانا محمدٍ بعدد کلّ ذرّۃٍ مائۃ الف الف مرّۃٍ وبارک وسلّم (۱۱۱ مرتبہ)

(۷) یا قاضی الحاجات (۱۱۱ مرتبہ)۔ (۸) یا کافی المھمات۔ (۱۱۱ مرتبہ)

(۹) یا شافی الامراض (۱۱۱ مرتبہ)۔ (۱۰) یا حل المشکلات۔ (۱۱۱ مرتبہ)

(۱۱) یا سامع المناجات (۱۱۱ مرتبہ)۔ (۱۲) یا مجیب الدعوات۔ (۱۱۱ مرتبہ) یا دافع البلیات (۱۱۱ مرتبہ)

(۱۳) یا رافع الدرجات (۱۱۱ مرتبہ) (۱۴) یا مسبب الاسباب (۱۱۱ مرتبہ)۔

(۱۵) یا مفتح الابواب۔ (۱۱۱ مرتبہ) (۱۶) یا ارحم الراحمین (۱۱۱ مرتبہ)۔

(۱۷) وَاللہُ غالبٌ علیٰ امرہٖ۔ (۱۱۱ مرتبہ) (۱۸) یا حیّ یا قیّوم برحمتک استغیث (۱۱۱ مرتبہ)۔

(۱۹) لا الٰہ الّا انت سبحانک انّی کنت من الظّالمین (۳۱۳ مرتبہ)

(۲۰) حال ما خستہ دلاں للہ نگر
المدد شیخ شہاب الدین عمر

(۲۱) مناجات اسماء الحسنیٰ (ایک مرتبہ)۔ (۲۲) شجرہ شریف خاندان سہروردیہ (ایک مرتبہ)

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

نوٹ: یہ ختم شریف حلقہ بگوشان سہروردیہ کو باوضو پورے خشوع و خضوع سے نماز فجر یا عصر حلقہ کی صورت میں بیٹھ کر پڑھنا چاہئے۔ رب العزت جل علیٰ شانہ کے فضل و کرم سے جملہ دینی و دنیوی حاجات کے لئے از بس کافی ہے۔

marfat.com

ذیل کی مناجات :- میرے پیرو مرشد کامل کی ۱۹۲۹ء کی تحریر کردہ ہے۔

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات بواسطہ اسماء الحسنی

مجھ کو یا اللہ اپنا عشق دے / ہے عبادت صرف تیرے واسطے
مستحق تو ہی عبادت کا ہوا / ہے توئی معبود ساری خلق کا
بخش یا رحمن میں ہوں خوارتر / یا رحیم مہربانی مجھ پہ کر
خلق ہے یا ملک کہتی تجھے / لے بچا دوزخ سے جنت دے مجھے
مجھ کو یا قدوس کر عیبوں سے پاک / تو مجسم نور میں اک مشت خاک
یا سلام دین و ایماں کو مرے / رکھ سلامت اپنے فضل و لطف سے
امن دے یا مومن مجھ کو سدا / یا مھیمن ہو نگہباں تو مرا
یا عزیز میرے دشمن ہوویں ست / کام یا جبار میرے کر درست
تو ہے یا متکبر سب سے بڑا / مجھ کو مغروروں کی صحبت سے بچا
جز ترے یا خالق ارض و سما / کس نے سب خلقت کا اندازہ کیا
کن سے یا باری تو پیدا کرے / یا مصور صورت و فطرت گرے
بخش یا غفار و عصیاں سر بسر / نفس پر غالب تو یا قہار کر
بے عوض تو رزق یا وہاب دے / رزق یا رزاق دے دو قسم کے
کھول یا فتاح تو روزی کا در / یا علیم علم دے کر با خبر
تنگ کر یا قابض ہر شے پلید / رزق کر یا باسط طیب مزید
پست ہوں یا خافض دشمن مرے / دے مجھے یا رافع رتبے بڑے
یا معز مجھ کو عزت کر عطا / یا مذل مجھ کو ذلت سے بچا
یا سمیع سن مری فریاد کو / یا بصیر دیکھ مجھ ناشاد کو

marfat.com

یا حاکم حکم پر اپنے چلا
ڈر ہے یا عادل ترے انصاف کا

یا لطیف مجھ پہ اپنا لطف کر
یا خبیر جلد لے میری خبر

یا حلیم برد باری کر عطا
یا عظیم ہے توئی سب سے بڑا

یا غفور بخش دے میرے گناہ
یا شکور شکر کر مجھ کو عطا

یا علی رتبہ ہے تیرا بڑا
یا کبیر تو بڑا سب سے بڑا

یا حفیظ آفتوں سے رکھ نگاہ
یا مقیت تن میں دے قوت کو راہ

یا حسیب سہل ہو مجھ پر حساب
یا جلیل تو بڑا عالی جناب

یا کریم تو سخی' محتاج سب
یا رقیب تو نگہباں روز و شب

یا مجیب کر دعا میری قبول
دین و دنیا میں نہ کر مجھ کو ملول

علم کر یا واسع مجھ پر فراخ
بعد مردن قبر میری ہووے کاخ

یا حکیم تو ہے دانائے عمل
یا ودود تو محب بے بدل

یا مجید ذات میں ہے تو بڑا
قبر سے یا باعث مومن اٹھا

یا شہید حاضر و آگاہ کل
تو ہی ہے یا حق شاہنشاہ کل

یا وکیل کار ساز بیکساں
یا قوی قوت بے مائیگاں

یا متین دین پر رکھ استوار
یا ولی کر مدد لیل و نہار

یا حمید حمد ہے تیری سدا
تو ہے یا محصی محیط ما سوا

پہلے بھی یا مبدء پیدا کیا
یا معید تو ہی ہے مرجع ہوا

زندہ یا محیی ہوں جب تک شاد رکھ
جب مروں میں یا ممیت یاد رکھ

تو ہی یا حی ہے زندہ تا ابد
تو ہی یا قیوم قائم ہے احد

رکھ غنی مجھ کو سدا یا واجد
سب بڑائی تجھ کو ہے یا ماجد

ہے تو ہی یا واحد عالی صفات
یا احد مطلق یگانہ پاک ذات

یا صمد ہے سب کو تیری جستجو
سب ترے محتاج بے پرواہ ہے تو

نفس پر یا قادر قادر رہوں
اس طرح یا مقتدر نادر رہوں

یا مقدم ہووے اگلوں میں گزر
یا موخر پیچھے والوں میں نہ کر

ہے توئی یا اول اول قدیم
پھر توئی یا آخر ہوگا مقیم

marfat.com

سب پہ تو یا ظاہر ظاہر ہوا
وہم سے یا باطن تو پاک ہے
تو ہے یا والی ولی بندگاں
تیرا یا متعالی ہے رتبہ کمال
میری یا تواب توبہ کر قبول
یا عفو کر گناہ سے درگزر
مالک الملک ہے صحیح یہ تیرا نام
ذوالجلال ہے اور والاکرام ہے
عدل سے یا مقسط ڈرتا ہوں میں
جمع کر یا جامع دل کو میرے
مجھ کو یا مغنی تو بے پرواہ بنا
جو ضرر "یا ضار" ہے وہ دور رکھ
کر دے یا منور دل مرا
یا بدیع تو بڑا ہے لازوال
تو ہی ہے یا باقی باقی سدا
یا رشید راہ نیکی کی دکھا

تیری صفتوں سے ہر اک ماہر ہوا
عقل کو تیرا کہاں ادراک ہے
کار ساز و مالک ہر دو جہاں
کس طرح یا و ہو تیری مثال
رحم کر یا منعم میں ہوں ملول
یا رؤف ہو عنایت کی نظر
دے مجھے اقلیم میں عالی مقام
دے مجھے جنت کہ تیرا کام ہے
فضل کی امید بس کرتا ہوں میں
یا غنی کر دے بے پرواہ مجھے
ہو نہ کچھ یا مانع نقصان مرا
نفع سے یا نافع مسرور رکھ
راہ یا ہادی مجھے سیدھی دکھا
کر دیا عالم کو پیدا بے مثال
ہے تو ہی یا وارث وارث مرا
ہر برائی سے قلندرؒ کو بچا(۱)

یا الٰہی از طفیل مصطفیٰؐ
معرفت اپنی مجھے تو کر عطا

marfat.com

شجرۂ شریف خاندان عالیہ سہروردیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
بعدد کل ذرۃ مائۃ الف الف مرۃ وبارک وسلم۔

یا خدا اس گنج وحدت پر ضیاء کے واسطے — باعث تخلیق آدم مصطفیٰ کے واسطے
ہیں مزمل 'والضحیٰ' ، یسین وطٰہٰ جس کے وصف — رحمت اللعالمین و مجتبیٰ کے واسطے
افتخار انبیاء و محرم اسرار حق — ساقیء کوثر شہء ہر دو سرا کے واسطے
وجہء نزول انما ممدوح مدح لافتیٰ — صاحب شان نزول ھل اتی کے واسطے
چشمہء صبر و رضا و نقطہء مہر و وفا — مرتضیٰ زیبائش دین ھدیٰ کے واسطے

سلسلۃ الذھب

سید الشہدا شہید کربلا یعنی حسینؓ — رہنمائے اولیاء و اصفیاء کے واسطے
آفتاب دین نبوی گوہر علم و عمل — شاہ زین العابدینؓ آل عبا کے واسطے
اس محمد باقرؓ والا حسب عالی نسب — دافع رنج و بلا صاحب سخا کے واسطے
جعفر صادقؓ کے صدقے عشق کر اپنا عطا — چشمہء فیض نبی ماہ لقا کے واسطے
مظہر انوار احمد موسیٰ کاظم کے طفیل — سینہء کر روشن مرا اپنی رضا کے واسطے
کر امام المتقین کے نام سے یا رب قبول — ہر دعا میری علی موسیٰ رضاؓ کے واسطے
حب دنیا کا نشاں دل سے تو میرے محو کر — حضرت معروف کرخی باحیا کے واسطے(۱)

سلسلۃ المشائخ

افتخار اولیاء و واقف راز خفی — حسن بصری عاشق ذات الہ کے واسطے
کر عطا وہ جام جس سے مست میں ہر دم رہوں — شاہ حبیب عجمی حبیب مصطفیٰ کے واسطے
حب دنیا ہ نشاں دل سے تو میرے محو کر — حضرت معروف کرخی باحیا کے واسطے
عشق احمد اور درد دل عنایت ہو مجھے — حضرت داؤد طائی با سخا کے واسطے
معدن سر حقیقت تو مرے دل کو بنا — خواجہء سری سقطی خوش ادا کے واسطے
اپنے عارف کا مجھے درجہ عطا کر اے کریم — عارف باللہ جنید با خدا کے واسطے
قبر ہو نور نبی کے نور سے روشن مری — حضرت احمد علی اسود نما کے واسطے
بخش دے سودائے عشق سرور عالم مجھے — شیخ زنجانی فرخ باصفا کے واسطے
ناؤ ہے منجدھار میں باد مخالف سے بچا — گورگانی پیر بوالقاسم ہما کے واسطے

---

(۱) حضرت معروف کرخیؒ امام علی موسیٰ رضاؑ اور خواجہ حبیب عجمیؒ ہر دو سے بیعت تھے۔

marfat.com

حب یاران نبی سے ہو مجھے جنت عطا
بوبکر نساج ذوالفضل و علاء کے واسطے

دور کر فکر غنا اور کر عطا صبر و رضا
شاہ وجیہ الدین صاحب بے ریا کے واسطے

سینۂ تاریک ہو جائے منور نور سے
اس ضیاء الدین پیر پر ضیاء کے واسطے

حجت الفقر فخری کعبۂ علم و عمل
شمس چرخ سہروردی پارسا کے واسطے

حامل علم رسالت عاشق نور خدا
شاہ شہاب الدین کامل رہنما کے واسطے

دمبدم چلتا رہے دل پر یہ آرہ عشق کا
شاہ بہاء الدین صاحب ذکریا کے واسطے

صفحۂ دل سے مٹا دے نقش حب غیر سب
شیخ صدر الدین صدر اولیاء کے واسطے

نفس و شیطاں پر ہمیشہ کر عطا غلبہ مجھے
شاہ رکن الدین اکمل باصفا کے واسطے

نور عرفاں سے منور کر میرے باطن کو تو
شاہ جلال الدین احمد باوفا کے واسطے

ہر مصیبت میں الٰہی تو میری امداد کر
شیخ ناصر الدین احمد با وفا کے واسطے

رکھ مجھے ثابت قدم توحید پر اپنی سدا
سید برہان الدین قطب وریٰ کے واسطے

کبر و نخوت اور ریا سے صاف رکھ دل کو مرے
غوث رکن الدین نوری پر ضیاء کے واسطے

متقی شاہ ولایت عالم راز نہاں
شاہ حسام الدین فخر اولیاء کے واسطے

گوشۂ تاریک میں سیر جہاں بیٹھا کروں
حضرت بہلول پیر پارسا کے واسطے

علم حق، خلق نبی، صبر و توکل اور رضا
کر عطا خواجہ حسین باصفا کے واسطے

عالم علم لدنی کاشف باب عمل
حضرت برہان الدین ثانی ہما کے واسطے

خاتمہ عشق محمد پر ہو میرا اے خدا
یوسف ثانی جہاں کے مقتدا کے واسطے

ہر طرف تیری محبت میں مری تشہیر ہو
حضرت شہر اللہ اس کان ہدا کے واسطے

غیر ہوں اپنا بنا لے اے خدائے بے نیاز
شہ کبیر احمد کی ذات بے خطا کے واسطے

لعل و یاقوت و زبرجد کی مجھے پرواہ نہ ہو
دامن مونگا کو پکڑوں بس خدا کے واسطے

سید سرمست کے صدقے نہ میں در در پھروں
دل میں استغنا ہو بے برگ و نوا کے واسطے

دولت عرفاں ملے گر شاہ دولا کے طفیل
اور پھر کیا چاہئے تیرے گدا کے واسطے

شیر صحرائے کرامت اور نہنگ بحر کشف
پیر جنگو شاہ قلندر با صفا کے واسطے

وارث علم نبوت کامل و دانائے راز
شیر صحرائے طریق انبیاء کے واسطے

یا الٰہی سب مصائب اور نوائب دور کر
اس محمدؐ کے غلام باصفا کے واسطے

اپنے فیض خاص سے کر ہم کو یا رب فیض یاب
حضرت ابوالفیض فیض کبریا کے واسطے(۱)

---

(۱) یہ شعر بعد وصال حضرت قبلہ علیہ رحمۃ شامل شجرہ کیا گیا۔

marfat.com

واسطہ دوم

واسطہ ہے ان بزرگان طریقت کا مجھے
جن سے پایا فیض خواجہ نے رضا کے واسطے

اپنی رحمت سے بنا دے میری بگڑی اے کریم
سید برہان الدین علی خدا کے واسطے

مرشد کامل کے قدموں میں پیوں جام فنا
حضرت مخدوم طیب پارسا کے واسطے

غرق ہوں بحر گناہ میں لطف کی فرما نظر
خواجہء عبدالکریم با صفا کے واسطے

عشق تیرا ہو مرا دمساز و مونس ہر گھڑی
حضرت عبدالجلیل اولیاء کے واسطے

خواہش دنیا و مافیہا سے یہ دل پاک ہو
شاہ علی احمد معین اصفیاء کے واسطے

شمعء دانش، زینت علم و عمل، فاضل نبیل
شاہ محمد فاضل علم خدا کے واسطے

ہے تری رحمت وسیع گو ہیں گنہ میرے بہت
بخش دے اس جملہ شاہ صاحب سخا کے واسطے

فیض نور سہروردی حشر تک جاری رہے
خواجہء رمضان شاہ نوری لقا کے واسطے

خشک کھیتی کر مری باران رحمت سے ہری
اس محمدؐ کے غلام خوش لقا کے واسطے

فیض ابو الفیض سے پیہم رواں ہے جوئے فیض
اہل دل، اہل نظر اہل صفا کے واسطے(۱)

واسطہ سوم

ہو گیا اک سال دریا میں جو طغیانی کا زور
امتحاں بندوں کا تھا بیم و رجا کے واسطے

تھے محمد شاہؒ اک درویش بھیرہ میں مقیم
پاس ان کے آئے دیہاتی دعا کے واسطے

آپ نے فرمایا ایسا ہے کوئی مرد خدا؟
جاں کرے قربان جو خلق خدا کے واسطے

ایک صاحب جن کا حامد نام تھا بولے حضور!
کرتا ہوں میں جاں فدا اپنی خدا کے واسطے

دے کے اک تعویز شاہ نے حکم حامد کو کیا
کود جا دریا میں اب تو کبریا کے واسطے

کود کر دریا میں وہ پہنچے مقام خاص پر
جو کہ تھا مخصوص خضر رہنما کے واسطے

خضر نے ان کو سبق دے کر کہا اب جاؤ تم
جانب مشرق تلاش مدعا کے واسطے

پہنچے رانی وال میں مسعود کی خدمت میں وہ
پایا جن سے فیض حامد نے خدا کے واسطے

خضر سے حامدؒ نے پایا جو سبق وہ دراصل
تھا محمد کے غلام بے ریا کے واسطے

وہ امانت اس نے رکھا پایا قطب الدیں کے پاس
میرے خواجہ دستگیر ہر گدا کے واسطے

دولت دنیا و دیں سے ہو قلندر بے نیاز
سن دعا میری الٰہی مصطفیٰ کے واسطے

آج گر خالی گیا یا رب ترے دربار سے
کون در باقی رہا مجھ پر خطا کے واسطے

واسطے سب ہو چکے اب تو یہی ہے آرزو
تجھ سے مانگوں تجھ کو میں تیری رضا کے واسطے

---

(۱) یہ شعر بعد وصال حضرت قبلہؒ درج کیا گیا۔

marfat.com

باب ہشتم

(مجدد سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی اولاد و امجاد خلفائے عظام و چند مقتدر مریدان باصفا)

اولاد امجاد

صاحبزادہ ابو الشاہد سید فیض احمد سہروردی ؒ

ابتدائی حالات : آپ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ حضرت قبلہ ؒ کی قلمی بیاض (جو صاحبزادہ سید امتیاز احمد تاج کی تحویل میں ہے) کے مطابق ۳ رجب ۱۳۴۴ ہجری (مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۲۶ ء) کو اپنے آبائی گاؤں کوٹلی لوہاراں مشرقی تحصیل و ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد حضرت قبلہ مستقل طور پر لاہور منتقل ہو گئے چنانچہ آپ نے دینی تعلیم کے علاوہ رائج الوقت تعلیم بمقام لاہور حاصل کی۔ چند سال بعد واپڈا ہاؤس لاہور کے چیف اکاؤنٹس آفس میں ملازم ہو گئے جہاں تا حیات یہ فرائض انجام دیتے رہے۔

سجادگی : حضرت قبلہ ؒ کے وصال کے تیسرے دن یعنی ۱۱ ستمبر ۱۹۵۸ء کو حضرت قبلہ ؒ کے ختم شریف میں جو خلیفہ مجاز چوہدری محمد اقبال حمید سہروردی ؒ کی سرپرستی و صدارت میں ہوا چودھری صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے اسے صاحبزادہ موصوف کے لئے اشارتاً ؒ اور کنایتاً ؒ سجادہ نشینی کی دستار مبارک عطا ہونے کی آگاہی کا ذکر فرمایا چنانچہ انہوں نے اپنے دست مبارک سے صاحبزادہ عالی مقام کی دستار بندی فرما دی۔ مسند سجادگی پر رونق افروز ہونے کے دن سے تا دم زیست آپ نے بطریق احسن اس ذمہ داری کو نبھایا۔ مسند ارشاد کی حرمت کی پوری پاسداری کی اور طالبان حق اور دیگر حاجت مندوں کی حاجت روائی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی بالفاظ دیگر آستانہ ابو الفیض ؒ ہر کہ و مہ کے لئے ہمہ وقت وا رکھا۔

آپ نہایت حسین و جمیل اور خوش پوشاک تھے۔ ظاہری شکل و صورت اور رفتار گفتار کا انداز بالکل حضرت قبلہ ؒ کے مشابہ تھا انتہائی خوش خلق' فیاض اور متحمل مزاج تھے۔ حضرت قبلہ ؒ کی طرح لبوں پر ہمہ وقت مسکراہٹ کھیلتی رہتی۔ جن اصحاب کو حضرت قبلہ ؒ کے عالم شباب میں دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی وہ برملا اس حقیقت کا اظہار فرماتے کہ صاحبزادہ عالی مقام شکل و صورت' لباس' رفتار اور گفتار میں بالکل حضرت قبلہ ؒ کے مشابہ ہیں۔ حاجت مندوں کے سوال بڑے اطمینان اور تحمل سے سنتے اور انتہائی دھیمے لہجے میں اسے مطمئن فرماتے۔ حضرت قبلہ ؒ کے خلفائے عظام اور دیگر مقتدر اصحاب کے دوش بدوش دین متین کی تبلیغ اور سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ترویج میں آپ نے ان تھک کوشش اور نمایاں کردار ادا کیا۔ متعدد حضرات نے آپ کی تربیت باطنی سے منازل سلوک طے کیں۔ حلقہء ارادت خاصہ وسیع ہے۔

عطائے خلافت : آپ نے اپنے بڑے صاحبزادہ سید شاہد رسول سہروردی نیز ملک محمد انور سہروردی لاہور اور مندرجہ ذیل اصحاب جو حضرت قبلہ ؒ کے اصحاب سے ہیں انہیں دستار خلافت عنایت فرمائی:۔

marfat.com

(۱) ڈاکٹر یعقوب علی خان (ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر) سکھر۔ (۲) سید ممتاز حسین شاہ سہروردی خانیوال (۳) لسان حسان سید ریاض الدین شاہ سہروردی (کراچی) (۴) صوفی محمد رمضان سہروردی خانیوال (۵) چوہدری غلام رسول سہروردی چک ۱۱۸ بورے والہ ضلع وہاڑی

مزید برآں خلیفہ مجاز پیر طریقت سہروردیہ الحاج چوہدری محمد اقبال حمید سہروردی کے مندرجہ ذیل اصحاب کی بھی دستار بندی فرمائی :

(۱) چوہدری محمد نواز سہروردی لاہور (۲) خواجہ محمد یونس معدوم سہروردی لاہور۔

وصال : جمعۃ المبارک ۶ اگست ۱۹۸۲ء مطابق ۱۶ شوال ۱۴۰۳ ہجری کی صبح وصال فرمایا اور حضرت قبلہؒ کے مزار پر انوار کے احاطہ میں دفن ہوئے جہاں اب نہایت دیدہ زیب مزار شریف تعمیر ہو چکا ہے۔

صاحبزادہ ابو الکاشف سید امتیاز احمد تاج سہروردیؒ

آپ ۹ رجب المرجب ۱۳۵۶ ہجری مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۳۷ء لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں علیہ مقام سیدہ اماں جیؒ نے یہ ذکر فرمایا کہ تاج میاں کے پیدا ہونے سے چند دن پیشتر میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نومولود بچے کو گود میں اٹھائے "درود تاج" بطور وظیفہ پڑھتی آرہی ہوں چنانچہ اسی مناسبت سے آپ "تاج میاں" کے عرف سے مشہور ہیں آپ کی ولادت پر تین نام رکھے گئے تھے۔ آپ کے نانا جان نے آپ کا نام نسیم احمد رکھا۔ حضرت قبلہؒ (والد محترم) نے امتیاز احمد اور حضرت قبلہ بابا جی میاں غلام محمدؒ حیات گڑھیؒ نے تاج رکھا لیکن عرف عام میں آپ سید امتیاز احمد تاج سہروردی کے نام سے ہی معروف ہیں۔ مروجہ تعلیم رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور سے میٹرک پاس کیا اور ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ حضرت قبلہؒ نے دینی تعلیم کے لئے آپ کو خصوصی طور پر حضرت مولانا مہرالدینؒ صدر مدرس انجمن نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا جنہوں نے انتہائی شفقت اور جانفشانی سے آپ کی تدریس فرمائی۔ آستانہء عالیہ پر مہمانوں کی دیکھ بھال، حاجت مندوں سے سوال و جواب اور دیگر خانگی امور کی بجا آوری آپ کے ہی سپرد تھی۔ صاحبزادگان میں سے حضرت قبلہؒ سے باطنی تربیت اور دینی تعلیم کا شرف بالخصوص آپ کو حاصل رہا۔ اس پر حضرت قبلہ بابا جیؒ کی خصوصی توجہ سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ حضرت قبلہ بابا جیؒ نے انہیں بچپن میں ہی اپنی نگرانی و تربیت میں لے کر چندے آفتاب چندے ماہتاب بنا ڈالا تقریباً چودہ سال کے تھے کہ حضرت قبلہ بابا جیؒ وصال فرما گئے اور اکیس سال کے ہوئے تو حضرت قبلہ رحمتہ اللہ کی ظاہری صحبت سے محروم ہو گئے چنانچہ مزید باطنی تربیت کی تکمیل خلیفہ مجاز الحاج میاں معراج الدین سہروردی کی ارادتمندی میں ہوئی جنہوں نے دسمبر ۱۹۸۴ میں آپ کو خرقہء خلافت سے مشرف فرمایا۔

آپ حضرت قبلہؒ کے عین نقش قدم پر تھے۔ گفتگو مسکراتے ہوئے، ٹھہر ٹھہر کر نہایت مشفقانہ انداز میں فرماتے، وعظ میں بڑی تاثیر تھی۔ بڑے حلیم الطبع، فیاض اور مہمان نواز تھے۔ حلقہء ارادت بھی خاصہ وسیع اور طبیب باطنی کے علاوہ طبیب ظاہری بھی تھے۔ کئی بیمار اور حاجت مند بفضل تعالیٰ شفا یاب و فیض ہوئے۔ ۹ رمضان ۱۴۱۸ ہجری بروز منگل (۲۹ دسمبر ۱۹۹۸ء) وصال فرما گئے۔ اگلے دن

marfat.com

بدھ کو احاطہ حضرت قبلہ میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ فضل الرحمٰن خان سہروردی نے پڑھائی۔

الحاج صاحبزادہ سید شاہد رسول سہروردی

آپ صاحبزادہ سید فیض احمد سہروردیؒ کے فرزند اکبر ان کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ ولادت ۱۷ دسمبر ۱۹۵۵ کو لاہور میں ہوئی۔ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی آپ پر خصوصی توجہ تھی ان کے وصال کے بعد جب صاحبزادہ سید فیض احمد سہروردیؒ سجادہ نشین ہوئے تو انہوں نے اوائل عمری میں ہی انہیں اپنی تربیت باطنی میں لے لیا۔ آپ نے مروجہ تعلیم بی اے تک حاصل کی واپڈا کے محکمہ اطلاعات عامہ میں ملازم ہو گئے اور دفتری اوقات کے بعد سلسلہء سہروردی کی ترویج میں منہمک ہیں۔ انتہائی شب بیدار، صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں اوائل عمری میں ہی والد محترم نے انہیں حاجت مندوں کی حاجت روائی سونپ دی تھی جسے آپ بطریق احسن نبھا رہے ہیں۔ ان کے وصال پر اگست ۱۹۸۲ کے بعد مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ تحریر و تقریر کا خاصا ملکہ ہے اور اپنے والد محترم اور جد امجد کے نقش قدم پر آستانہء عالیہ قلعہ گوجر سنگھ کا در ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے لئے وا رکھا ہوا ہے۔ بڑے خوش خلق، فیاض، مہمان نواز اور دبدبے والے درویش ہیں، حلقہء ارادت خاصا وسیع ہے۔ ۱۹۹۷ء میں فریضہء حج کی سعادت حاصل کی۔ اپنے جد امجد حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی تصنیفات کو از سر نو چھپوا کر منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کیا۔ ان کے یوم وصال آخری چہار شنبہ پر عرس مبارک کا اہتمام بڑی تزک و احتشام اور نہایت خوش اسلوبی سے کرتے ہیں۔ آپ میں انتظامی صلاحیت کا جوہر بدرجہ اتم ہے۔ جس کا بین ثبوت ماہانہ ختم شریف اور سالانہ عرس کے موقعوں پر نظم و ضبط اور عقیدت و احترام کی صورت میں نمایاں نظر آتا ہے۔

عطائے دستار خلافت : تادم تحریر مندرجہ ذیل اصحاب آپ کے دست حق پرست سے دستار خلافت حاصل کر چکے ہیں۔

(۱) صوفی محمد صادق سہروردی دادو (سندھ) (۲) حاجی محمد خلیل سہروردی ملتان (۳) چوہدری شہباز خان سہروردی بھکر (۴) اور (۵) حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے مریدان باصفا میں سے غلام محمود صالح قریشی سہروردی اعوان ٹاؤن لاہور اور خان فضل الرحمٰن خان سہروردی ریلوے کالونی مغل پورہ لاہور (آپ پیر طریقت میاں معراج الدینؒ سہروردی سے بھی اجازت یافتہ ہیں) (۶) صاحبزادہ عبد الرشید سہروردی جلال پور جٹاں ضلع گجرات (۷) راجہ محمد ابراہیم سہروردی مغل پورہ لاہور (۸) سید ضیا الحق سہروردی بن سید المعظم الاسلام سہروردی لاہور (۹) سید محمد انور شاہ سہروردی سکھر (۱۰) ملک محمد انور سہروردی گڑھی شاہو لاہور (۱۱) عبد الستار خان سہروردی فیصل آباد (۱۲) سید دلاور حسین شاہ سہروردی سکھر (۱۳) امیر اکبر سہروردی لاہور۔

خلفائے عظام

الحاج چوہدری محمد اقبال حمید سہروردیؒ

تعارف : آپ ۴ مئی ۱۹۰۱ء کو گورداسپور (مشرقی پنجاب بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم

marfat.com

گورداسپور اور پھر قادیان میں حاصل کی۔ ادیب عالم اور منشی فاضل کے بعد لاہور سے بی اے کیا۔
آپ کے اسم گرامی کے ساتھ "حمید" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے ایک نہایت ہی عزیز دوست کا نام عبد الحمید تھا انتہائی باہمی محبت کی بنا پر آپ نے اپنے نام کے ساتھ "حمید" کا لفظ شامل کر لیا جو مستقل طور پر لاحقہ سابقہ اختیار کر گیا اسی طرح آپ کے دوست عبد الحمید نے بھی اپنے نام کے ساتھ "اقبال" کا لفظ شامل کر لیا۔ آپ کے بڑے بھائی چوہدری محمد سردار سہروردی (جو حضرت قبلہؒ کے حلقہ مریدوں میں سے تھے) ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ جیند ریلوے سٹیشن پر سٹیشن ماسٹر تھے۔ حضرت قبلہؒ جب سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار اقدس پر سالانہ عرس کے موقع پر تشریف لے جاتے تو آپ کا قیام چوہدری محمد سردار سہروردی کے ہاں ہوتا۔ وہیں چوہدری اقبال حمید صاحبؒ کو بھی حضرت قبلہؒ کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی اور پھر حلقہء ارادت میں شامل ہو کر انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ چودھری صاحب نے بڑے سخت مجاہدے کئے آپ نہایت شب بیدار صوم و صلوٰۃ کے پابند نیز اپنے اوراد و وظائف میں بدرجہ اتم منہمک رہے۔ حضرت قبلہؒ کی معیت میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ، حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانیؒ کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل رہا۔ کچھ عرصہ لاہور بھی قیام پذیر رہے حضرت قبلہؒ کی ارادت کے علاوہ حضرت قبلہ بابا جی حیات گڑھی کی بھی خصوصی توجہ رہی۔ خدمت شیخ کا یہ عالم تھا کہ حضرت قبلہؒ کے رہائشی مکان واقع قلعہ گوجر سنگھ کی تعمیر جب ۱۹۳۴ء کے اواخر میں شروع ہوئی تو سر پر ٹوکری سجا کر سامان کی ترسیل کو عین سعادت سمجھا بالآخر فائز المرام ہو کر ۱۹۵۰ء میں خرقہء خلافت سے سرفراز ہوئے۔

ابتدائے حال میں طبیعت پر جلال کا رنگ غالب تھا۔ جن دنوں لاہور میں حضرت قبلہؒ کی خصوصی باطنی تربیت میں تھے تو قلعہ گوجر سنگھ میں پیر خانہ کے لئے سودا سلف اور مہمانوں کی خبر گیری آپ نے سنبھال رکھی تھی۔ ایک دفعہ کسی قصائی نے پوری قیمت وصول کرنے کے باوجود نہ تو سودا ڈھب کا دیا اور نہ ہی معقول تاجرانہ رویہ اختیار کیا بلکہ انتہائی گستاخانہ اور توہین آمیز روش اختیار کی جسے آپ نے شدت سے محسوس کیا۔ زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر ایسی نگاہ فرمائی کہ چند دنوں میں ہی اس کا کاروبار چوپٹ ہو کر رہ گیا۔ پہلے تو اسے اپنے کاروبار کی اس طرح یکدم تنزلی کا سبب سمجھ میں نہ آیا مگر حسن اتفاق سے ایک دن اچانک ذہن میں ایک درویش خدا مست سے ناروا سلوک کا خیال جاگزیں ہو گیا اور ضمیر ملامت کرنے لگا۔ کسی نے بتایا کہ وہ درویش حضرت سید قلندر علی سہروردیؒ کا مرید ہے۔ انہیں کی خدمت میں جاؤ تاکہ کاروباری معاملہ صحیح ہو جائے چنانچہ وہ برائے تلافیء مافات حضرت قبلہؒ کے آستانہ پر حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا حضرت قبلہؒ نے چودھری اقبال صاحب کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ چوہدری صاحب دست بستہ کھڑے ہو گئے اور اس دکاندار پر نگاہ شفقت فرما دی چند دنوں میں ہی بفضل تعالیٰ اس کا کاروبار بحال ہو گیا۔

قیام دہلی : قیام لاہور کے بعد آپ حضرت قبلہؒ کے حکم کے تحت دہلی روانہ ہو گئے اور وہاں مرکزی فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹریٹ میں ملازم ہو گئے۔ قیام پاکستان پر کراچی منتقل ہو آئے۔ بطور سیکشن آفیسر ریٹائر ہوئے۔ جنوری ۱۹۵۰ء میں جن سات حضرات کو خرقہء خلافت عطا ہوا ان میں سے

marfat.com

ایک آپ بھی تھے۔ خلافت کے بعد طبیعت میں خاصا اعتدال آگیا اور جمال کا ایسا رنگ نمایاں ہوا کہ مریدین و معتقدین پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر کوئی یہی سمجھتا کہ آپ کی شفقت و توجہ مجھ پر سب سے زیادہ ہے باایں ہمہ شکوہ و دبدبہ غایت درجہ کا تھا۔

قیام کراچی : کراچی میں ابتداً" رہائش جیکب لائنز میں تھی ازاں بعد گورنمنٹ آفیسرز کالونی گارڈن روڈ منتقل ہو گئے اور تادم زیست وہیں مقیم رہے۔ حال وقال کی مجلسیں قائم کیں۔ ہفتہ وار ختم شریف خواجگان سہروردیہ جاری کیا جس میں حاضر ہو کر خلق خدا فیض یاب ہوتی۔ مریدوں کی تربیت باطنی میں ید طولیٰ حاصل تھا کئی خوش نصیب منازل سلوک طے کر کے خرقۂ خلافت کے سزاوار ٹھہرے۔ آپ خاموش طبع اور کم گو درویش تھے نگاہ و سینے کے زور سے تربیت باطنی فرماتے رہے آپ کا شمار حضرت قبلہ" کے اعظم خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت قبلہ" کے خلفائے عظام میں سب سے زیادہ خدمت دین اور ترویج سلسلہ آپ نے فرمائی کراچی کی پاکستان میں مرکزی حیثیت اور بین الاقوامی شہرت کو اپنے نور باطن سے منور و فیض یاب کر کے اس عروس البلاد کی باطنی حیثیت کو چار چاند لگائے اور "روشنیوں کا شہر" کہلانے والے شہر کو باطنی طور پر بھی فروزاں کر ڈالا۔ دور حاضر کا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ' اعلیٰ و ادنیٰ سرکاری ملازمین' تجار' زمیندار اور جاگیردار غرضیکہ ہر طبقہ کے خوش بخت آپ کے فیوض باطنی سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے علوئے مرتبت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت قبلہ کے خلفائے عظام میں آپ ہی وہ خوش نصیب تھے کہ جب بھی کراچی سے لاہور حضرت قبلہ" کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو حضرت قبلہ اپنی مسند ارشاد سے اٹھ کر بغل گیر ہوتے اور انہیں اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیتے۔

وصال : آپ کا وصال بہ عمر چوراسی سال ۱۱-۱۲ جولائی ۱۹۸۴ء (مطابق ۲۱-۲۰ شوال ۱۴۰۵ ہجری) جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب بعد نماز عشاء کراچی اپنی رہائش گاہ آفیسرز کالونی میں ہوا' ہزاروں نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت پائی۔ بعد نماز جمعہ ۱۲ جولائی کو PEHS (پاکستان ایمپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی) کے قبرستان میں مدفون ہوئے' مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔

خلفاء : آپ نے چھ اصحاب کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

(۱) اپنے بھتیجے چوہدری محمد منظور احمد سہروردی۔ یہ آج کل آپ کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

(۲) شیخ محمد یعقوب سہروردی۔ آپ کو مرید اول اور خلیفۂ مجاز اول کا اعزاز حاصل ہے۔ چودھری صاحب" کے دہلی کے قیام میں ہی آپ کو سب سے پہلے بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا اور چودھری صاحب" کی تادم زیست' صحبت و توجہ حاصل رہی۔ آپ نے سلسلہ کی ترویج میں بہت کام کیا ہے' حلقۂ مریدین خاصا وسیع ہے۔

(۳) عبد السلام المعروف سلام سہروردی"۔ آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے' تذکرہ شیخ الشیوخ سہروردی" عرفان سہروردیہ تجلیات سہروردیہ اوراد و وظائف سہروردیہ مشہور تصانیف ہیں۔ مزید برآں "ہموکیل" بھی جاری کیا۔ جولائی ۱۹۹۵ء میں بمقام راولپنڈی وفات پا گئے اور وہیں مدفون ہوئے' عمر ستر سال کے لگ بھگ تھی۔ آپ پاکستان ایئر فورس میں ایڈمنسٹریٹو آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

marfat.com

وفات سے کچھ ماہ پیشتر حضرت قبلہ" کے مزار اقدس پر تقریباً" چھ ماہ چلہ کش بھی رہے۔
(۴) میاں محمود عالم سہروردی کراچی (۵) خواجہ صغیر احمد سہروردی کراچی (۶) جاوید اقبال سہروردی کراچی۔

الحاج صوفی فیروز الدین سہروردی"

تعارف : آپ ۱۸۹۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ مزنگ لاہور بھونڈ پورہ میں بیکری کی اعلیٰ پیمانے پر دکان تھی اچھے متمول تھے۔ اوائل عمر سے ہی دینی شغف تھا۔ علوم متداولہ کے بعد پیر کامل کی تلاش تھی اور بفضل تعالیٰ یہ مراد بھی پوری ہوئی آپ حضرت قبلہ" کے مستقدمین ارادتمندوں میں سے تھے اور مرزا غلام محی الدین سہروردی" کے ہم عصر تھے۔ نہایت ہی خوش اخلاق' متحمل مزاج اور حلیم درویش تھے۔ طبیعت میں از حد انکسار تھا حضرت قبلہ" کی خدمت میں حاضری کو معمول بنائے رکھا۔ کاروباری مصروفیات کے ساتھ ساتھ ہی بھونڈ پورہ مزنگ کی مسجد کی امامت بھی کرایا کرتے۔ جمعہ حضرت قبلہ" کی اقتدا میں مسجد چودھریاں گوجر سنگھ قلعہ پڑھتے رہے۔ برادر طریقت خواجہ عبد الرشید سہروردی انجینئر (ساکن سمن آباد لاہور) بیان کرتے ہیں کہ میں ۱۹۳۴ میں اسی مسجد کے قریب رہتا تھا اور وہیں نماز کے لئے جاتا۔ میری ان سے شناسائی نہیں تھی مسجد میں ہی علیک سلیک ہوئی نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے باہر جاتے ہوئے میں نے نوٹ کیا کہ کوئی شخص نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر جاتا ہے تاکہ انہیں پہننے میں آسانی رہے۔ میں اس ٹوہ میں رہا کہ دیکھوں کہ یہ کون شخص ہے۔ آخر ایک دن میں نے دیکھ لیا کہ جوتیاں سیدھی کرنے والے صوفی فیروز الدین سہروردی ہیں جو امامت کراتے ہیں۔ ان کی منکسر المزاجی سے بے حد متاثر ہوا اور ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا۔ چند صحبتوں میں محسوس ہوا کہ یہ کوئی صاحب دل بزرگ ہیں اگلے دن جمعۃ الوداع تھا۔ میں نے صوفی صاحب سے پوچھا کہ آپ جمعہ کہاں پڑھتے ہیں؟ فرمانے لگے قلعہ گوجر سنگھ مسجد چودھریاں میں جہاں میرے پیرو مرشد حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی" جمعہ پڑھاتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جس شخص کی یہ انکساری اس کے عالی مرتبت ہونے کی دلیل ہے اس کا پیر تو یقیناً بہت ہی اولو العزم اور کامل ہو گا چنانچہ انہیں کی وساطت سے مجھے حضرت قبلہ" کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

اجمالی تذکرہ : صوفی صاحب متشرع اور بڑے پائے کے بزرگ تھے چہرے بشرے سے بزرگی و ولایت کے آثار ہویدا تھے۔ گفتگو نہایت دھیمے لہجے میں اور بڑی خوش اخلاقی سے فرماتے۔ خرقۂ خلافت آپ کو ۱۹۵۰ء میں حضرت قبلہ" کی طرف سے عطا ہوا یعنی آپ بھی ان سات اصحاب میں شامل ہیں جو بہ اجازت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قبلہ" کے دست حق پرست سے خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے فروغ میں خاصی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ آپ کے خلفاء میں مستری چنن دین لاہوری (مرحوم) کا نام معروف ہے۔ صوفی صاحب بڑے کم گو اور متحمل مزاج درویش تھے۔ آپ نے بڑے سخت مجاہدے کئے دور ابتلا آیا تو سارا کاروبار چوپٹ ہو کر رہ گیا مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر جنبش نہ آئی۔ انتہائی عسرت کے دور کو تادم زیست نہایت خندہ پیشانی سے گزار دیا۔ حضرت قبلہ" کی خدمت اقدس میں اکثر خاموش سامع کی حیثیت سے با ادب بیٹھے رہتے اور جب تک حضرت قبلہ" خود اجازت رخصت نہ فرماتے واپس نہ

marfat.com

لوٹتے۔ آپ کا معمول علامہ اقبالؒ کے اس شعر کے مصداق تھا کہ۔

کشادم چشم و بر بستم لب خویش سخن اندر طریق ما گنا ہست

چنانچہ حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد جب مزار پر انوار پر تشریف لاتے تو دبی زبان میں یہ شعر پڑھ کر مراقب ہوتے:۔

عرض حاجت در حریم حرمت محتاج نیست راز کس مخفی نماند بر فروغ رائے تو

وصال : آپ کا وصال ۹ اگست ۱۹۷۴ء مطابق ۱۹ رجب المرجب ۱۳۹۴ ہجری میں ہوا اور حضرت قبلہؒ کے مزار مبارک کے احاطہ کے باہر مغربی جانب مدفون ہوئے جہاں آپ کا گنبد نما نہایت دیدہ زیب مزار تعمیر ہو چکا ہے۔ آپ کے سجادہ نشین آپ کے مریدوں میں خلیفہ میاں عبد القیوم سہروردی ہیں جو آج کل سلسلہء سہروردیہ کی ترویج سے عوام الناس کو فیض یاب کر رہے ہیں۔

الحاج مرزا غلام محی الدین سہروردیؒ

تعارف : آپ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے متقدمین اور حاضر باش اصحاب میں سے تھے سید مٹھا لاہور کے متمول کاروباری حلقہ سے تعلق تھا ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ وسیع پیمانے پر سرکاری کھاتوں کی چھپائی اور جلد سازی کا کاروبار تھا۔ بیسویں صدی کے اوائل کی رئیسانہ شان کی علامت "رئیسی تانگا" رکھا ہوا تھا جسے خود چلاتے اور ملازم پچھلی سیٹ پر بیٹھتا۔ بڑے حلیم طبیعت، ہنس مکھ، مہمان نواز، سخی اور مرنجان مرنج درویش تھے۔ سائل یا مبتدی پیر بھائی جو حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض معروض کرنے کی جرات نہ کرتا۔ آپ اسکا سوال یا عرض نہایت مودب اور احسن طریقے سے پیش بحضور کر کے اور جواب با الصواب سے طالبوں اور سائلوں کو باالتفصیل سمجھا کر انہیں پوری طرح مطمئن کر دینے کی اہلیت رکھتے تھے۔ حضرت قبلہ کے سامنے صرف اجازت ملنے پر ہی بیٹھتے ورنہ ہمیشہ با ادب، دست بستہ روبرو کھڑے رہتے۔ خدمت، ادب اور عشق بھی کیا نعمت ہے کہ محبوب ترین خلیفہ، سفر و حضر کے ساتھی اور ہمہ وقت حاضر دربار اصحاب میں آپ کا شمار تھا۔ ان انوکھی وضع والے نرالے عاشقوں کا دراصل ہر طور اور انداز ہی نرالا ہوتا ہے۔ ذرا بیعت کا واقعہ آپ کی زبانی ہی ملاحظہ ہو جو آپ نے خود بیان فرمایا تھا اور یہ واقعہ ۱۹۲۷ عیسوی کا ہے کیونکہ ۱۹۵۲ء کی ایک مجلس میں مرزا صاحب نے چودھری یوسف کو بتایا کہ انہیں بیعت ہوئے پچیس سال ہو چکے ہیں۔

بیعت کا واقعہ : فرماتے ہیں مجھے پیر کی تلاش تھی۔ چاہتا تھا کہ ایسا پیر ملے جس کی مسنون داڑھی کے ساتھ اس کی مونچھیں بھی نمایاں ہوں۔ میرے ایک ملنے والے نے مجھے بتایا کہ جس قسم کے پیر کی تمہیں تلاش ہے اس طرح کے ایک بزرگ قلعہ گوجر سنگھ کے قریب رہتے ہیں، ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی نام ہے۔ لاہور ہوٹل کے سامنے عبدالکریم روڈ پر داخل ہوں تو تھوڑے ہی فاصلے پر بائیں جانب ایک گلی کے کونے پر رہتے ہیں۔ چنانچہ میں وہاں پہنچ کر حاضر خدمت ہو گیا اور عرض کی حضرت! مدت سے بیعت کی تمنا لئے پھرتا ہوں لیکن کسی ایسے بزرگ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں جو مجھے ان کھلی آنکھوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دے۔ آپ میری بات سن کر مسکرائے اور فرمایا جاؤ! ایسا ہی ہوگا۔ میں کچھ دیر وہاں بیٹھا اور پھر اجازت لے کر واپس گھر لوٹ آیا۔

marfat.com

رات اپنے گھر (سید مٹھا لاہور) کے دالان میں سویا ہوا تھا کہ آدھی رات کے قریب ایک نورانی چہرہ بزرگ نے جھنجوڑ کر مجھے جگایا اور فرمایا "تم عالم بیداری میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتے ہو اور خود سو رہے ہو۔ اٹھو! حضور علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں"۔ میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی تخت بچھا جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ساتھ صحابہء کبار بھی ہیں جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کو تو میں نے آپ کے ہی تعارف کرانے کی وجہ سے پہچان لیا کیونکہ آپ نے ہی مجھے جھنجوڑ کر جگایا تھا اور انہوں نے ہی فرمایا تھا کہ حضور علیہ السلام تخت پر تشریف فرما ہیں الحمد للہ! میں کھلی آنکھوں سے حضور علیہ السلام کی زیارت کرتا رہا اور ساتھ ہی صحابہ کبار کی زیارت سے بھی مشرف ہوتا رہا۔ ابھی تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میری پھوپھی جو ان دنوں ہمارے ہاں آئی ہوئی تھیں اپنے کمرے میں اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ مجھے دالان میں بیٹھا ہوا دیکھا تو سیدھی میری طرف آنے لگیں۔ اس کیفیت میں' میں اپنے دل میں یہی تمنا کر رہا تھا کہ کاش پھوپھی میری طرف نہ آئے ورنہ یہ سارا منظر ختم ہو جائے گا مگر وہ سیدھی میری طرف ہی آئیں۔ میرے دونوں کندھوں کو پکڑ کر جھنجوڑا اور کہا: وے مرزا! توں حالاں تک ستا نہیں' ویخ تے سہی کیہ ٹیم ہو گیا اے (او مرزا کیا تو ابھی تک سویا نہیں؟ دیکھ تو سہی کیا ٹائم ہو گیا ہے؟) بس اسی دم وہ سارا منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے چڑ کر پھوپھی کو کہا: پھوپھی تو نے میرا سارا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور خود ہی فرمایا: "کیوں مرزا صاحب کام ہو گیا ہے نا؟"۔ میں نے جھک کر ادب سے آپ کے دونوں ہاتھ چوم لئے اور عرض کی: سرکار! مجھے بیعت فرما کر اپنی غلامی میں لے لیں"۔ آپ نے کرم نوازی فرمائی اور مجھے بیعت کر لیا۔

سورۃ مزمل پڑھا کر : ایک صبح آپ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں بڑے خوش خوش آئے اور عرض کی کہ آج رات حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا ہے کہ سورۃ مزمل پڑھ۔ چنانچہ میں یہ سورۃ پڑھتا ہوں' حضرت قبلہؒ نے فرمایا مرزا تو نے (اس کا مطلب) کیا سمجھا ہے؟ یہ حکم تو اس لئے ہوا ہے کہ پندرہ بیس دن ہو گئے ہیں کہ تو نے تہجد چھوڑی ہوئی ہے خوش کس بات پر ہو رہے ہو؟ اگلے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درویشی سورۃ مزمل میں ہے۔ تم نے تہجد چھوڑ دی ہے اور پھر خوش ہو؟ مرزا صاحب نے عرض کی حضرت بھول ہو گئی ہے۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا مجھے خواہ بتاؤ نہ بتاؤ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ تہجد چھوڑی ہے یا نہیں؟ اس کا بھول جانے سے تعلق نہیں بلکہ اپنے نفس کو ملامت کرو۔ غیرت دلاؤ کہ بھڑوے! شرم کر رحمت العالمین کا تجھ پر اتنا انعام ہے کہ تیری غلطی پر پیار سے تجھے فرمایا ہے کہ سورۃ مزمل پڑھا کر تاکہ تجھے سمجھ آئے کہ **یا ایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفہ او نقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا** (اے کملی پوش رات میں قیام فرماؤ' سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو)۔ مرزا صاحب! یہ تمہیں حکم ہو رہا ہے کہ سورۃ مزمل پڑھو تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ رات کو اٹھا کرو' کیونکہ تم نے تو اٹھنا چھوڑ دیا ہے۔ بعض اوقات ایسی چیزیں یا اشارات ہدایت کے

marfat.com

لئے ہوتے ہیں اور آدمی ان کے معنی کچھ اور سمجھتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مرزا صاحب کی طبیعت بدل گئی اور تہجد قائم ہو گئی۔

خدمت شیخ : آپ حقیقی معنوں میں حضرت قبلہ کے خادم خاص اور حاضرباش مریدوں میں سے تھے۔ حضرت قبلہ کی خدمت میں دست بستہ کھڑے رہتے حضرت قبلہؒ کو جب شہر میں امر کے تحت جانے کا اتفاق ہوتا تو آپ اپنے رئیسی تانگہ پر ان کی خدمت میں ساتھ ہوتے۔ جن دنوں حضرت قبلہؒ کے ذاتی مکان کی تعمیر ۳۵-۱۹۳۴ میں شروع ہوئی تو آپ نے بھی مزدوروں کی طرح خدمت کو عین سعادت سمجھا۔

لا تقربو الصلوۃ : ایک دفعہ مرزا صاحبؒ حضرت قبلہ کے ہمراہ اپنے رئیسی تانگے پر حضرت بابا شاہ جمال قادری سہروردیؒ کے مزار اقدس پر زیارت کے لئے اچھرہ گئے۔ چودھری محمد یوسف سہروردیؒ بھی ہمراہ تھے' وہاں سے واپسی پر جب کوئینز روڈ پر حضرت بابا شاہ عنایت قادریؒ کے مزار اقدس کے قریب سے تانگا گزرا تو حضرت قبلہؒ نے مزار شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چوہدری یوسف صاحب کو فرمایا کہ یہ آپ کی (ارائیں) برادری کا مرد ہے۔ حضرت بابا بلھے شاہ صاحب کا پیر"۔ چودھری یوسف صاحب نے بابا بلھے شاہؒ کے پابند صوم و صلوٰۃ نہ ہونے پر معترضانہ بات کہہ دی جس پر حضرت قبلہؒ نے فرمایا : **لا تقربو الصلوۃ و انتم سکارا** (یعنی مدہوشی کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ) کا ترجمہ تمہیں یاد ہے؟ جب دھمالیں ڈالی جائیں تو عبادات نہیں ہو سکتیں (یعنی جب سکر و مستی کا عالم طاری ہو تو عالم مجذوبیت میں سالک مجبور و معذور ہوتا ہے اور شریعت ظاہری کی پابندی اس کے بس کی بات نہیں ہوتی) مرزا صاحب جو خود تانگا چلا رہے تھے یہ تفسیر سن کر بے خود ہو گئے اور سارا راستہ قلعہ گوجر سنگھ تک جھومتے ہی گئے۔

قرات صاحبزادہ : مرزا صاحب کے بڑے صاحبزادے حافظ مقبول احمد نے اوائل عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا انہیں پہلی مرتبہ رمضان شریف میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی جامع مسجد میں قرات کی سعادت نصیب ہو گئی۔ ایک دن جب مرزا صاحب اور چودھری یوسف صاحب حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ نے فرمایا: مرزا صاحب! آپ کے صاحبزادے حافظ صاحب کا قرآن جو آج کل وہ حضرت داتا صاحبؒ والی مسجد میں سنا رہا ہے میں نے اپنے کوٹھے کی چھت پر (بمقام قلعہ گوجر سنگھ جو حضرت داتا صاحب کے مزار سے تین میل کے لگ بھگ ہے) رات کو سنا' ساری تراویح میں سامع کو صرف ایک بار لقمہ دینا پڑا' اللہ مدد فرمائے۔ بہت اچھا قاری ہے۔ (یہ صالح نوجوان ۱۹۸۶ء میں واصل بحق ہو گیا)

وصال : حضرت قبلہؒ کے ہمراہ دوران سفر و سیاحت بمقام وہاڑی مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۵۲ء بروز بدھ مطابق ۲۱ جمادی الاخر ۱۳۷۱ ہجری کو وصال فرمایا جسد مبارک لاہور لایا گیا اور قبرستان میانی صاحب میں (احاطہ دربار غوثیہ محمد لطیف شاہ) مدفون ہوئے آپ کی وساطت سے آپ کے خویش و اقارب اور کئی احباب حضرت قبلہؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے جن میں آپ کے چھوٹے بھائی مرزا غلام حسین سہروردی اور ایک رفیق کار صوفی محمد نذیر غوری سہروردی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

الحاج چودھری محمد شفیع سہروردیؒ

تعارف : آپ ضلع امرتسر (بھارت) کے ایک گاؤں ویرو وال میں جو دریائے بیاس کے کنارے واقع ہے ۱۴ مئی ۱۹۰۸ کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد چودھری مہتاب الدین صاحب حیثیت زمیندار اور اہل

marfat.com

علم شخصیت تھے۔ محکمہ مال میں صدر قانونگو، فیصل آباد میں تعینات ہو کر وہیں مقیم ہو گئے۔ چودھری صاحب کا سارا گھرانہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ آپ کے دو بھائیوں چودھری نذیر احمد سہروردی جو تحصیلدار تھے اور چودھری محمد بشیر سہروردی (جو محکمہ زراعت کے ڈائریکٹوریٹ پنجاب لاہور میں ملازم تھے) کو بھی حضرت قبلہؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا گویا یہ گھرانہ نور ”علیٰ نور یعنی اعلیٰ ظاہری تعلیم کے علاوہ باطنی نور سے بھی منور تھا۔ چودھری صاحب نے فیصل آباد میں میٹرک کیا، ازاں بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے M.Sc کیا۔ ۱۹۲۸ میں اپرینٹس Apprentice پی ڈبلیو آئی محکمہ ریلوے میں بھرتی ہوئے اور کچھ عرصہ بعد پلیٹر ہو گئے مئی ۱۹۶۸ء میں ریٹائر ہو کر بٹالہ کالونی فیصل آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۷ میں جیند ریلوے سٹیشن پر حضرت قبلہؒ (ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی) کے ایک مرید چوہدری محمد سردار سہروردی سٹیشن ماسٹر تھے جن سے محکمانہ تعلقات کے علاوہ دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔ حضرت قبلہؒ اکثر اوقات حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پرانوار سرہند شریف زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہتے اور اس سفر کے دوران آپ کا قیام چوہدری محمد سردار کے ہاں ہی ہوتا۔ چوہدری شفیع صاحب پر مغربی تہذیب کا گہرا اثر تھا انگریزی لباس پہنتے اور کلین شیوڈ رہتے۔ اردو انگریزی اور فارسی زبانوں پر پورا عبور حاصل تھا۔ سائنسی علوم کے علاوہ ادب، سیاست اور فلسفہ میں بھی خاصا درک تھا۔ علامہ اقبالؒ، مولانا رومؒ، حافظ شیرازی اور غالب کے سینکڑوں اشعار ازبر تھے ہر موضوع پر نپی تلی، بے ساختہ اور عالمانہ و فاضلانہ گفتگو کا پورا ملکہ حاصل تھا اس پر ادبی ذوق گویا سونے پر سہاگہ تھا جس مجلس میں بیٹھتے اپنا رنگ جما لیتے اور شمعِ محفل قرار پاتے۔ خط و کتابت زیادہ تر انگریزی میں ہی کرتے۔ انداز بیان سلجھا ہوا، زوردار اور آواز کھڑک دار تھی۔ تیز تیز گفتگو فرماتے، جملہ علوم متداولہ کے گویا رواں دواں انسائیکلوپیڈیا تھے۔ چوہدری محمد سردار صاحب نے ایک آدھ مرتبہ ضمناً ”بیعت کی اہمیت کا جواز بر سبیل تذکرہ کیا مگر یہ آزاد منش، خود اعتمادی کا مجسمہ ع ”نہ بزوری نہ بزاری نہ بزر می آیم“

کسی کے پیچھے اندھا دھند لگنے والا کہاں تھا، اپنی دھن میں مست اور اپنی روش پر قائم رہا۔

واقعہ بیعت : جنوری ۱۹۳۸ میں ایک دفعہ جب حضرت قبلہؒ جیند تشریف لائے تو نہ جانے کیا خیال آیا کہ چودھری محمد سردار صاحب کو کہنے لگے: ”چلو یار آج تمہارے پیر کو بھی مل لیتے ہیں۔ کمرے میں داخل ہوئے اور حضرت قبلہؒ کے نورانی چہرے پر نظر پڑی تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تقدس و احترام کا جذبہ دل میں خود ہی پیدا ہو گیا، نہایت ادب سے ملاقی ہو کر بیٹھ گئے اور گفتار کی بجائے ارشادات ہی سنتے رہے مجلس برخواست ہوئی تو واپس اپنے بنگلے پر لوٹ آئے۔ نہ جانے شام تک کا وقت کس کیفیت اور کشمکش میں گزرا۔ بعد نماز مغرب کی مجلس میں پھر آ دھمکے مگر اب کے طبیعت میں وہ پہلی سی شوخی، تیزی و طراری اور بے تکلفانہ انداز نہ تھا جو آپ کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ طبیعت میں انجانا سا اضطراب دل کے کسی کونے کھدرے میں کروٹیں لے رہا تھا۔ حاضرین میں سے چند یکے بعد دیگرے بیعت سے مشرف ہوتے رہے کہ اسی اثنا میں نہ جانے جی میں کیا آئی کہ مودبانہ عرض کی: قبلہ مجھے بیعت ہونے میں تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ نماز وغیرہ کی پابندی نہ لگے۔ حضرت قبلہؒ مسکرائے اور فرمایا: ایک چھوٹا سا کام کرنا آپ کو بتائے دیتا ہوں اگر کر سکیں تو کر لیں۔ وہ یہ کی عشاء کے وقت ایک چوکی پر

marfat.com

قبلہ رخ ہو کر وضو کریں اور وضو کے بعد اسی چوکی پر ہی قبلہ رو کھڑے ہو جائیں۔ منہ آسمان کی طرف کر کے میرا تصور کئے ہوئے چھ مرتبہ "یا ودود" پڑھیں اور پھر چوکی سے نیچے اتر آئیں۔

چوہدری صاحب کہتے ہیں میں نے سوچا بھلا یہ کون سا مشکل کام ہے۔ وقت بھی ایسا کہ ہر دنیاوی مشاغل سے فرصت ہوتی ہے' خالی ہاتھ منہ دھولینے کی بجائے وضو کر لینا اور پھر اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام چھ مرتبہ پڑھ لینا' گویا یہ عمل چند منٹوں کا ہی تو کام ہے چنانچہ جب مجلس برخواست ہو کر بنگلے پر آیا تو فرمودہ عمل شروع کر دیا۔ تیسرے دن خیال آیا کہ وضو تو ہے ہی چلو عشاء کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں' اب تو صرف سونا ہی ہے اگر پندرہ بیس منٹ نماز میں لگ گئے تو کیا فرق پڑے گا لہٰذا عشاء کی نماز ادا کی اور پھر جا کر سو گیا۔ حضرت قبلہؒ کا قیام تا حال جنید میں ہی تھا۔ میں باقاعدہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔ چھٹے دن جب عشا کی نماز ادا کئے تیسرا دن تھا تو رات کو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گئی۔ طبیعت میں ایسی فرحت اور دل کو ایسا سکون نصیب ہوا کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ اگلے دن صبح حاضر ہوا تو حضرت قبلہؒ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور مسکراتے ہی چلے گئے۔ میں نے بیعت کی درخواست کی تو فرمایا: جس دن آپ کو وہ عمل بتایا تھا وہی آپ کی بیعت تھی اور وہی آپ کا سبق تھا۔

۱۹۴۲ء میں آپ علاقہ غیر PEZU بیرو ٹانک سیکشن پر P.W.I. تھے ان دنوں آپ کا کشف زوروں پر تھا۔ چودھری ظفر سروردی انہیں دنوں ان کے ماتحت پہلی بار پوسٹ ہو کر آئے۔ چودھری صاحب نے ظفر صاحب کو ان کے گاؤں کے ایک قدیم قادری بزرگ جو حضرت "بابا بخاری بادشاہ" کے نام سے مشہور ہیں ان کا مکمل حلیہ مبارک اور ان کے مزار شریف کے حدود اربعہ کی مفصل نشان دہی کی حالانکہ اس سے قبل آپ کبھی ظفر صاحب کے گاؤں میں نہیں گئے تھے۔

خدمت خلق : ۱۹۴۵ء میں آپ کمڈ (ضلع اٹک) تبدیل ہو کر آ گئے۔ یہ بالکل بنجر پہاڑی اور کم آباد علاقہ تھا' یہاں پر دور دراز تک پانی دستیاب نہ تھا۔ ریلوے کالونی میں بذریعہ ریلوے ٹینکر پانی مہیا ہوتا' علاقے کے لوگوں کو پانی کی کم یابی کی وجہ سے سخت دقت کا سامنا تھا چنانچہ آپ نے اپنی گرہ سے کنواں لگوانے کا ارادہ فرمایا۔ کنویں کی نشان دہی کے لئے کہ پانی نزدیک سے دستیاب ہو جائے اور میٹھا بھی ہو' اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرمایا! چودھری صاحب کے الفاظ میں ہی یہ واقعہ سنئے۔

"۱۹۴۵ء میں' میں کمڈ روڈ سٹیشن پر تعینات تھا۔ وہاں سٹیشن سٹاف اور ارد گرد کی آبادیوں کو پینے کے پانی کی تکلیف تھی میں نے حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ اگر ممکن ہو تو کسی ایسی جگہ کی نشان دہی فرمائیں جہاں کنواں کھودنے سے پانی مل سکے۔ حضرت صاحب قبلہؒ نے خط کے ذریعے مطلع فرمایا کہ تمہارے بنگلے کے پاس جو ایک ریلوے کا پھاٹک ہے اس کے نزدیک راکھ کے ڈھیر والی جگہ پر کھدائی کرنے سے قریباً" تیس فٹ کی گہرائی پر پانی مل جائے گا۔ جو جگہ حضرت صاحب قبلہؒ نے فرمائی تھی وہ لائن کے بہت قریب تھی اس لئے اس سے قریباً" پندرہ فٹ پرے ہٹ کر ہم نے کھدائی شروع کر دی۔ پتھر کو کاٹ کر کھدائی کرنے سے بمشکل چھ انچ روزانہ کام ہوتا تھا' جب تیں

marfat.com

فٹ کے قریب کھود چکے تو پانی کا کوئی نشان نہ ملا۔ ہم نے کام بند کر دیا اور حضرت صاحب قبلہؒ کو خط لکھا کہ اب آپ خود تشریف لائیں' چند روز کے بعد حضرت صاحب قبلہؒ تشریف لائے اور میں ان کو ٹرالی پر داؤد خیل ریلوے سٹیشن سے مکھڈ روڈ ریلوے سٹیشن پر لایا۔ ابھی ہمارے بنگلے سے کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ ٹرالی پر بیٹھے ہوئے ہی دور سے اشارہ کرکے بتایا کہ وہ راکھ کا ڈھیر ہے جہاں کھودنے کے لئے میں نے نشان دہی کی تھی۔ میں نے اس جگہ سے پرے ہٹ کر کھدائی کرنے کی وجہ بیان کی تو فرمایا کہ اب جہاں کھدائی کی ہے' وہیں کام جاری رکھو لیکن اب پہلے بتائی ہوئی گہرائی سے قریباً" دوگنی گہرائی پر پانی ملے گا۔ حضرت صاحب قبلہؒ چند دن میرے ہاں قیام فرما کر واپس لاہور تشریف لے گئے۔ بعد میں اس جگہ جب قریباً" ساٹھ فٹ کی گہرائی تک کھدائی پہنچی تو پانی مل گیا۔ پانی کے سوتے پہلی جگہ (یعنی وہ اصل جگہ جس کی حضرت قبلہؒ نے نشان دہی فرمائی تھی) کی طرف سے ہی آتے تھے۔ کنواں پکا کرنے کے بعد میں نے کنواں ریلوے کے محکمے کے حوالے کر دیا۔

شان استغنا : چوہدری صاحب کی طبیعت میں حد درجہ استغنا تھا' بڑے بڑے واقعہ یا حادثہ کا مطلقاً" دل پر اثر نہ لیتے اور ہر امر کو رضائے الٰہی اور **واللہ غالب علی امرہ** کی شان امتیازی ہی سمجھتے۔ اپنے افسران بالا کو بھی جائز حد تک اہمیت دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اپنے کام کے دھنی ہونے کے باوجود پلیٹر بھرتی ہو کر پلیٹر ہی ریٹائر ہوئے اور اسی پر قانع رہے۔ انتہائی مہمان نواز' بلند طبع و باذوق صاحب الرائے' زیرک اور حاضر جواب ہونے کے ساتھ بڑے منکسرالمزاج تھے۔ اپنی باطنی واردات کا اظہار ماسوائے اپنے خاص برادران طریقت کے اور وہ بھی موقع کی مناسبت سے صرف بغرض اصلاح و تبلیغ اور راہ سلوک کی اہمیت وضاحت کے ضمن میں کبھی کبھی فرمادیتے تاکہ مخاطب کے ذوق و شوق میں اضافہ ہو اور وہ راہ سلوک میں مزید سعی اور استقامت پیدا کرے۔

نمود و نمائش سے گریز : نام و نمود اور نمائش سے آپ ہمیشہ گریز کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے ارادتمندوں کی تعداد بھی محدود رکھی۔ اپنے چند مریدوں کے علاوہ راقم الحروف کے اصرار پر میرے ایک بیٹے حسیب خاور' چوہدری ظفر صاحب کے ایک بیٹے زبیر احمد اور چوہدری اکبر علی سہروردی کے ایک بیٹے شوکت علی کو نومبر ۱۹۸۳ میں اور میرے دوسرے بیٹے رمیز خاور کو مارچ ۱۹۸۴ میں بیعت میں لیا اسی طرح میرے اصرار پر سنجرپور کے ایک دوست محمد طاہر نعیم ایم اے (جو استاد اور مصنف ہیں) کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ ۱۹۸۸ کے لگ بھگ راقم الحروف اپنے ایک عزیز دوست (شیخ محمد الٰہی) جو لاہور میں ایڈیشنل سیشن جج تھے ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی طبعی موانست کے پیش نظر بھی ادبی اور علمی گفتگو پر ہی اکتفا کیا۔ بوقت رخصت جب انہوں نے بیعت کی درخواست کی تو فرمایا : "آپ اس (خاور) کے پیچھے کہاں لگ گئے ہیں یہ خواہ مخواہ لوگوں کو الٹے راستے پر ڈالتا ہے" اور اس طرح ان کے سلسلہء سہروردی میں حصہ نہ ہونے کی حقیقت کو مزاحیہ رنگ میں ٹال گئے۔

بلندی یہ انکسار : بلندیء طبع کے دوش بدوش طبعی انکساری کی ایک مثال حضرت قبلہؒ کی زبانی ملاحظہ ہو۔ حضرت قبلہؒ نے ایک مجلس میں فرمایا چودھری شفیع نے مجھے خط لکھا کہ خواب میں بیت اللہ میں ہوں وہاں کا جو طریق ذکر اذکار ہے وہ بھی جاری ہے۔ اس کیفیت میں آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ

marfat.com

دروازے کی طرف دیکھو۔ ان کے حکم کے مطابق دروازے کی طرف دیکھتا ہوں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ طبیعت میں بڑی مسرت پیدا ہوئی' تحریر فرمائیے کہ کیا میرے خواب کی کوئی تعبیر ہو سکتی ہے؟ حضرت قبلہ نے اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "طبیعت خوش ہوئی کہ باوجود ایک کام کی بلندی کے اپنے آپ کو پستی میں کھڑا کر کے پوچھتا ہے کہ اس کی کوئی تعبیر ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ انسان بلندی پر پہنچ کر پھر گمان کرے کہ میں پستی میں ہوں تو یہ بڑی بلندی کی بات ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا: "شفیع ٹھوس آدمی ہے"۔

راقم الحروف اپنے پیر بھائیوں بالخصوص خلفائے مجاز میں چودھری صاحب کی شخصیت سے از حد متاثر تھا' انہیں کی وساطت سے ۱۹۵۰ میں بیعت کی سعادت ملی تھی۔ بوقت ملاقات حضرت قبلہؒ کے اس ارشاد گرامی کہ "جب تم اپنے کسی پیر بھائی سے ملو تو یہی خیال کرو کہ اپنے پیر سے مل رہے ہو" اس لئے بعض دفعہ چوہدری صاحب سے مصافحہ کے بعد دست بوسی کی کوشش کرتا تو آپ یہ کہتے ہوئے فوراً ہاتھ کھینچ لیتے کہ تمہیں یار کے شہر میں سکونت اور ان کے در پر باقاعدہ حاضری کی زیادہ سعادت حاصل ہے' اس تکلف کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ خط میں حافظ شیرازی کا صرف ایک شعر لکھ بھیجا

چوں با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر حریفان باد پیما را

(یعنی جب یار کی محبت میں بیٹھے ہوئے ہو اور فیوض باطنی سے مالا مال ہو رہے ہو تو ہم ایسے آوارہ گردوں کو بھی اس لمحے یاد کر لینا) خیال فرمائیے کہ مجھ ایسے ایک ناچیز مرید کو جو ان کی وساطت سے حضرت قبلہؒ کا مرید ہوا یہ عرش معلی پر مصلی ڈال کر نماز پڑھنے والی صاحب اجازت بلند ہستی کس اچھوتے انداز سے اپنے شیخ سے اپنی گہری محبت کے اظہار کے دوش بدوش مخاطب کو انکساری کا سبق تلقین فرما رہی ہے۔ سبحان اللہ!

وصال : جمعرات ۲۷ اگست ۱۹۹۲ء مطابق ۲۷ صفر ۱۴۱۳ ہجری بہ عمر چوراسی سال بوقت سہ پہر وصال فرما گئے۔ اگلی صبح بروز جمعہ برادر طریقت خطیب فیصل آباد مولانا محمد یوسف سہروردی نے بٹالہ کالونی میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اہالیان کالونی کے مقتدر معززین نے وہیں کالونی میں جامع مسجد کے قریب کھلی جگہ میں تدفین کے لئے وسیع قطعہ اراضی کی پیش کش کی مگر اہل خانہ عام قبرستان میں ہی دفن کرنے پر مصر رہے بقول علامہ اقبالؒ

بہ آں رازے کہ گفتم پے نہ بردند ز شاخ نخل من خرما نہ خوردند

من اے میر امم! داد از تو خواہم مرا یاراں غزل خوانے شمردند

لہٰذا یہ نہایت بلند پایہ درویش خدامست جو اپنی ظاہری زندگی میں بھی نام نمود سے گریزاں اور شہرت کے مقام پر آنے سے بے نیاز رہا بٹالہ کالونی سے کچھ دور ایک چھوٹے سے قبرستان میں احاطہ خواج محمد چشتی کے سامنے چند گنجان قبروں کے درمیان آسودۂ خاک ہو کر حضرت بیدم وارثیؒ کے اس نعتیہ شعر:-

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے تیرے نام پہ مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

کی ایک مکمل اور جیتی جاگتی علامت بن گیا

الحاج میاں معراج الدین سہروردیؒ

تعارف : آپ مضافات عروس البلاد لاہور کے ایک گاؤں ہمسائی کھوئی (جو موضع ہنجروال ملتان روڈ سے جانب مشرق نہر کے کنارے ہے) کے صاحب متمول زمیندار تھے' ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔

marfat.com

شجرہ نسب یوں ہے : حاجی میاں معراج الدین سہروردی بن میاں میرداد خان قادری بن عمردین بن محمد عظیم بن نور خان بن صاحب دین بن مراد خان بن پہاڑ خان بن درسیں خان --- بروایت قطب شاہی کھوکھر (جن کا سلسلہء نسب حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے والد محترم میاں میرداد خان قادری انتہائی دین دار' عبادت گزار اور متشرع تھے جن کا شمار مقتدر معززین علاقہ کے علاوہ علمائے کرام میں ہوتا تھا۔ میاں صاحبؒ کو دینی شغف ورثے میں ملا۔ رائج الوقت تعلیم ظاہری میٹرک کے علاوہ متداولہ علوم دین میں بھی خاصا درک حاصل کر لیا۔ تحصیل علم کے بعد رجسٹرار پنجاب کواپریٹو یونین کے دفتر میں ملازم ہو گئے جہاں سے بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پچیس سال ملازمت کے بعد ریٹائر ہو گئے۔

بیعت : تمنائے جویائے حق کسی پیر کامل کی تلاش میں سرگردان رہی۔ کئی بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر دل ناشکیبا مطمئن نہ ہوتا اور خوب سے خوب تر کا ذوق جستجو آگے سے آگے اور بلند سے بلند تر کی تلاش میں رہا۔ انجانی سی دلی کسک نے قلب کو مضطرب کئے رکھا۔ آخر قسمت نے یاوری کی اور حضرت قبلہؒ کی زیارت کا ۱۹۴۰ء میں شرف حاصل ہو گیا۔ پہلی ہی ملاقات میں دل وہیں کا ہو کر رہ گیا اور پھر کسی اور در پر جانے کی حاجت دل سے محو ہو گئی۔ بیعت سے مشرف ہو کر دامن مراد بھر کر ہی وہاں سے لوٹے۔ بیعت کے بعد ورد و وظائف کو ایسی پابندی سے قائم کیا کہ منازل سلوک تھوڑی ہی مدت میں طے کر کے خرقہء خلافت سے سرفراز ہو گئے۔

بقا باللہ : "فنا فی الشیخ" اور "فنا فی الرسول" کے مقامات سے گزر کر "فنا فی اللہ" کی منزل کا آغاز ہوا تو اپنی ایک کیفیت کے وارد ہونے پر جو رمضان شریف کے آخری عشرے میں وارد ہوئی حضرت قبلہؒ کی خدمت میں انتہائی پریشانی کے عالم میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "قبلہ! ایک مقام ہے جہاں کچھ اہل اللہ تشریف فرما ہیں' وہاں دو حصے ہیں' ایک حصہ میں---" یعنی جو کیفیت وارد ہوئی اس کی نوعیت کچھ اس طرح کی تھی کہ حضور علیہ السلام حاجی صاحب کو اپنے پاس سے ہٹاتے ہیں اور کوئی طاقت ہے جو انہیں لا الہ کی طرف چلانے کے لئے کھینچ رہی ہے۔ اب حاجی صاحب اپنی جگہ پریشان کہ مجھے حضور علیہ السلام نے اپنے دربار سے ہٹا دیا ہے۔ حضرت قبلہؒ نے انہیں سمجھایا کہ اس کیفیت کا ورود پریشان کن نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اس مقام (فنا فی الرسول) سے گزر کر محب یا ایک عاشق کا حضور علیہ السلام کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا حالانکہ حالت یہ ہے کہ اگر وہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہاں سے ہٹ کر دوسرے دروازے پر نہ جائے گا تو لا الہ کی اسے کیا پہچان ہو گی۔ جب تک "فنا فی الرسول" کے مقام سے گزر کر "فنا فی اللہ" نہیں ہوتا وہ "بقا باللہ" کیونکر ہو گا لہٰذا حضور علیہ السلام کے اس اپنے پاس سے ہٹانے میں در حقیقت آپ کو اگلے مقام کی طرف بڑھنے کی تلقین ہے۔

گیس روشن : آپ اپنے گاؤں میں ہر سال عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں جلسہ منعقد کراتے جس میں دور دراز کے علمائے کرام کے علاوہ حضرت قبلہؒ بھی تشریف فرما ہوتے اور صدارت فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ ایک جلسہ میں حضرت قبلہ وعظ فرما رہے تھے کہ دوران تقریر اچانک گیس بجھ گئے۔ اندھیرا

marfat.com

ہو جانے کی وجہ سے لوگوں میں افراتفری مچ گئی۔ حضرت قبلہؒ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا: "اطمینان سے بیٹھے رہو گیس خود بخود جل جائیں گے"۔ حضرت قبلہؒ کا یہ فرمانا تھا کہ یک دم گیس خود بخود روشن ہو گئے۔ اس واقعہ پر چودھری یوسف سہروردیؒ کے اظہار حیرت پر آپ نے فرمایا: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے کہ بادل آ گیا۔ اکثر لوگ بارش شروع ہو جانے کی وجہ سے اپنی جگہوں سے اٹھنا شروع ہو گئے۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا الٰہی! میں تیرے ذکر و فکر کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں اور تو انہیں منتشر کر دیتا ہے۔ حضور غوث الاعظمؒ کا یہ فرمانا تھا کہ بارش یکدم رک گئی۔ بات یہ ہے کہ بعض اوقات ایسے واقعات ہو جاتے ہیں لیکن وہ اختیاری نہیں ہوتے بلکہ وقت پر خود بخود رونما ہو جاتے ہیں۔

فضائل : منکسر المزاجی، حلیم الطبعی اور شریعت مطہرہ کی پابندی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ نہایت دھیمے انداز میں ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے، گفتار میں قرآن حکیم، حدیث شریف اور اقوال بزرگان عظام کے ارشاد کی چاشنی کی آمیزش ہوتی۔ انداز بیان مدلل، واضح اور عام فہم ہوتا جو مخاطب کے دل میں گھر کر جاتا اور نقش دوام چھوڑ جاتا۔ ایک دفعہ ایک نابینا اہل حدیث جید عالم حاضر خدمت ہوئے اور ایسے متاثر ہوئے کہ اپنے وہابیانہ عقائد چھوڑ کر آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں فریضہ حج ادا کیا اور حج سے واپسی پر آئندہ ہر سال اپنے گاؤں میں عید میلاد النبیؐ کا انعقاد معمول بنا لیا۔ آپ کو چار دفعہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

ادب شیخ کا یہ عالم تھا کہ حضرت قبلہؒ کی ظاہری زندگی میں ان کے روبرو نہایت ادب سے بیٹھے رہتے اور گفتگو اذن کے تحت ہی کرتے ورنہ خاموش سامع کی حیثیت اختیار کئے رہتے۔ آپ اکہرے بدن کے میانہ قد دبلے پتلے بزرگ تھے حضرت قبلہؒ کے مزار پر انوار پر مسنون طریقے سے دو زانو اولاً جہاں بیٹھ جاتے، تا برخواست مجلس پہلو نہ بدلتے اور اسی نشست پر قائم رہتے۔ حضرت قبلہؒ کے محبوبین میں سے تھے۔ پیر و مرشد سے وابستگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ حضرت قبلہؒ نے اپنی آخری آرام گاہ کے لئے حاجی صاحب کے قرب و جوار میں آسودۂ خاک ہونا پسند فرمایا، اور مزار پر انوار کے لئے وسیع قطعہ اراضی کے انتظام کی سعادت بھی آپ کو ہی نصیب ہوئی۔

عطائے خرقہء خلافت : آپ کا حلقہء ارادت خاصہ وسیع ہے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ترویج میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ بعض اولوالعزم حضرات جو خرقہء خلافت کے سزاوار ٹھہرے ان میں آپ کے برادران طریقت اور ایک صاحبزادہ عالی مقام بھی ہیں جن کی ۶ دسمبر ۱۹۸۴ء کو دستار بندی فرمائی (۱) صاحبزادہ سید امتیاز احمد تاج سہروردی (۲) صوفی مرزا عبد الکریم سہروردی المعروف "برا والے پیر" ۱۵-سی گلبرگ لاہور (۳) صوفی محمد نذیر غوری (ہجویری) سہروردی لاہور (۴) خان فضل الرحمٰن خان سہروردی لاہور (۵) مولوی محمد یوسف سہروردی ڈسٹرکٹ خطیب فیصل آباد (۶) حاجی چودھری نظام الدین سہروردی تحصیل بورے والا۔ ان حضرات کے علاوہ اپنے ارادتمندوں میں سے مندرجہ ذیل حضرات کو آپ نے خرقہء خلافت سے سرفراز فرمایا :

(۱) حاجی میاں محمد منیر سہروردی (آپ کے بھتیجے) (۲) صوفی محمد حسین سہروردی سانده کلاں لاہور۔

marfat.com

وصال : جمعتہ المبارک ۳ فروری ۱۹۸۹ء مطابق ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ ہجری کی صبح آپ کا وصال ہوا۔ بعد نماز جمعہ حضرت قبلہؒ کے احاطہ سے ملحقہ چار دیواری میں مدفون ہوئے جہاں ۱۹۹۳ء میں عظیم الشان مزار شریف تعمیر ہو چکا ہے۔ جسد مبارک جب قبرستان ہنجروال میں نماز جنازہ کے لئے رکھا گیا تو مرزا غلام حسین سہروردیؒ نے روتے روتے، ہچکیاں لیتے اپنی کھڑک دار آواز میں پکارا "آؤ یارو آؤ! ولی اللہ کے چہرہ مبارک کی زیارت کرلو' یہ سعادت تو خوش نصیبوں کو ہی ملتی ہے"۔ دفن سے پیشتر حضرت میاں صاحبؒ کے سر پر سبز رنگ کی پگڑی بھی باندھی گئی تھی' چہرہ مبارک نور علیٰ نور اور گلاب کے پھولوں اور پتیوں کے درمیان عجب رنگ بہار دکھا رہا تھا' سبحان اللہ۔ آپ کی یہ سبز دستار وہی دستار مبارک تھی جو جنوری ۱۹۵۰ میں حضرت قبلہؒ نے بوقت عطائے خلافت انہیں اپنے دست مبارک سے باندھی تھی دوسری مرتبہ یہی دستار مبارک آپ نے اپنے وصال سے دو سال پیشتر عید میلاد النبیؐ کے جلسے میں باندھی اور تیسری بار آپ کے وصال پر انہیں باندھی گئی۔

میاں سعید احمد قریشی سہروردیؒ

تعارف : آپ کا تعلق قصبہ کوٹ محمد خان تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر (بھارت) سے تھا۔ آپ کا گھرانہ بڑا متشرع اور دین دار تھا۔ والد ماجد میاں نور احمد قریشی علاقہ کے سرکردہ متمول زمیندار' عالم دین اور چورا شریف والوں کے سلسلہء عالیہ نقش بندیہ میں بیعت تھے۔ مرد درویش و خود آگاہ تھے' گرد و نواح کے لوگ بلا تخصیص مذہب و ملت حاجت برآوری کے لئے حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے۔ حد درجہ فیاض تھے' کسی کا سوال رد نہ کرتے یہاں تک کہ راہ چلتے راستہ میں اگر کوئی کپڑے کا سوال کر دیتا تو اپنی قمیض بھی اتار کر دے دیتے اور خود ننگے بدن واپس گھر لوٹتے۔ میاں سعید احمد اپنے آبائی گاؤں میں ۱۸۹۰ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے اور مروجہ دنیاوی تعلیم ترن تارن سے حاصل کی' تعلیم کی تکمیل کے بعد نائب تحصیلدار تعینات ہو کر فیض آباد بڑائچ (یو پی بھارت) چلے آئے۔ اسی دوران وہیں سے فارغ اوقات میں دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور عالم دین بھی ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے والد ماجد بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے گھر اور زمیندارہ نظام درہم برہم ہو گیا اس لئے ملازمت چھوڑ کر واپس اپنے گاؤں آ گئے اور اپنا آبائی سلسلہء درس و تدریس بھی ساتھ شروع کر دیا۔ گرد و نواح کے بچے بچیوں کو قرآن حکیم اور دین کی تعلیم دینا شروع کر دی اور ساتھ ہی گاؤں کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری بھی سنبھال لی ختم شریف حضرت غوث الاعظمؒ ماہانہ دلواتے۔ گاؤں کی اکثریت وہابی خیال کی تھی اس لئے اپنے صحیح مسلک کی تبلیغ و ترویج میں خاصی تگ و دو کرنا پڑی' آپ بڑے عابد' تہجد گزار اور متشرع بزرگ تھے۔

کایا پلٹ : ۱۹۳۸ء میں ایک رات تہجد سے فارغ ہو کر نہ جانے کیا سوجھی کہ اپنی ہزار دانہ تسبیح توڑ ڈالی' اولیائے کرام کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کھلم کھلا وہابی عقائد کے ہم نوا بن گئے' یہ کیفیت قریباً" دو یا تین ہفتے تک رہی۔ گھر والے سخت پریشان ہوئے انہوں نے آپ کے برادر نسبتی میاں عبدالغفور اختر قریشی سہروردی کو لاہور جا کر اطلاع دی' وہ بھی سن کر بڑے پریشان ہوئے اور فوراً گاؤں پہنچے۔ یہاں آ کر میاں سعید صاحب کو اپنے ہمراہ لیا اور حضرت صاحب قبلہ علیہ رحمت کی خدمت

marfat.com

میں لے آئے۔ پہلی ملاقات نے ہی میاں سعید صاحب کی کایا پلٹ ڈالی اور اسی ملاقات میں ہی حضرت قبلہ" سے بیعت کی سعادت حاصل کرلی واپس گاؤں آگئے اور سلسلہء تبلیغ شروع کر دیا۔ پاکستان بننے سے پیشتر حضرت قبلہ" دو یا تین مرتبہ میاں صاحب کے پاس ان کے گاؤں بھی تشریف لے گئے حالانکہ ترن تارن سے گاؤں کا راستہ کچا تھا۔ فاصلہ دس میل اور سواری بھی روایتی ٹم ٹم تھی جس میں ہچکولے کھا کھا کر انجر پنجر ہل جاتا اور بدن دکھنے لگتا۔

قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے بعد آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لاہور آگئے اور اکثر اوقات حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی خدمت میں حاضری کو اپنا معمول بنالیا۔ ادب اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ کرشن نگر سے پیدل قلعہ گوجر سنگھ آتے اور خدمت اقدس میں ایک کونے میں خاموش بیٹھے رہتے۔ کوئی کام بغیر اذن شیخ نہ کرتے پہلے باطنی طور پر اجازت لیتے پھر وہ کام کرتے گویا محبت شیخ میں فنا ہو کر رہ گئے۔ آخر جنوری ۱۹۵۰ میں خرقہء خلافت سے سرفراز ہوئے موضع جلال پور نوزد پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ میں اراضی الاٹ ہو گئی تھی وہیں سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ترویج اور خدمت دین متین میں منہمک ہو گئے۔

ایک بے اختیاری کیفیت : ایک دن حضرت قبلہ" کی خدمت میں حاضری کے لئے آئے تو کسی خاص باطنی کیفیت کے تحت آستانہ بوس ہو گئے۔ چونکہ اس بے اختیاری حالت میں بھی ظاہری طور پر شرعی اعتراض وارد ہونے کا احتمال تھا۔ حضرت قبلہ" نے معاً فرمایا "مولوی صاحب! یہ شرک ہے"۔ حضرت قبلہ" کے اس ارشاد پر آپ فوراً عالم سکر سے عالم صحو میں آگئے اور عرض کی: "حضرت قبلہ! یہ بے اختیاری فعل کسی اور کیفیت کے عالم میں ہو گیا تھا اور اس حد تک زمین بوسی آپ کیلئے نہیں تھی۔"

ترویج سلسلہ : فیوض باطنی کا گرد و نواح میں اس قدر چرچا ہوا کہ لوگ جوق در جوق حاجت بر آری کے لئے حاضر ہونے لگے۔ گم شدہ بچوں کی بازیابی' مایوس العلاج مریضوں کا علاج باطنی اشارہ کے تحت فرماتے اور بفضل تعالیٰ لوگ فیض یاب ہوتے۔

وصال : جون ۱۹۵۴ء میں باسٹھ (۶۲) سال کی عمر میں موضع جلال پور نو میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ حضرت قبلہ علیہ رحمت کو جب آپ کے وصال کی اطلاع پہنچی تو آپ قل شریف کے ختم میں برائے ایصال ثواب تشریف لے گئے۔

میاں عبد الغفور اختر سہروردی" : میاں حمید قریشی سہروردی" کے حالات میں ان کے برادر نسبتی کا اہم کردار ہے کیونکہ میاں صاحب انہیں کی وساطت سے ہی حضرت قبلہ" کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے نیز آپ حضرت قبلہ" کے برادر طریقت بھی تھے یعنی حضرت میاں غلام محمد سہروردی حیات گڑھی" سے بیعت تھے اس لئے یہاں ان کا ذکر خیر کردینا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔

آپ لاہور میں محکمہ ریلوے ورکشاپ میں انسپکٹر تھے' حضرت قبلہ باباجی علیہ رحمت کی ان پر خاصی توجہ تھی چنانچہ جب بھی حضرت قبلہ باباجی" لاہور تشریف لاتے اور اپنے معمول کے مطابق حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے ہاں قلعہ گوجر سنگھ مقیم ہوتے تو میاں غفور باقاعدگی سے حاضری دیتے۔ حضرت قبلہ باباجی" بھی میاں غفور قریشی کے ہاں تشریف لے جایا کرتے۔ میاں غفور صاحب کو حضرت قبلہ باباجی" سے اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ باباجی" جب کبھی حجامت بنواتے تو یہ اپنا دامن

marfat.com

پھیلا کر ریش اور سر مبارک کے بال سمیٹ لیتے اور انہیں اپنے پاس بطور تبرک محفوظ کر لیتے۔ آپ نہایت خوش فکر شاعر بھی تھے، ایک دفعہ حضرت قبلہ بابا جیؒ ان کے ہاں تشریف فرما تھے تو حضرت قبلہ بابا جیؒ نے انہیں اپنا کلام سنانے کا فرمایا، انہوں نے اپنی ایک تازہ غزل سنائی جس کا ایک شعر تھا:

ایک کٹھ پتلی ہے انساں، داور محشر کے ہاتھ   اس کے حکموں کے مطابق رقص پر مجبور ہے

یہ شعر سنتے ہی حضرت قبلہ بابا جیؒ وجد میں آگئے اور خاصی دیر تک یہ کیفیت برقرار رہی۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ حضرت قبلہ بابا جیؒ کی تشریف آوری کے دوران آپ نے خدمت شیخ میں حاضری کو دفتری ڈیوٹی پر ترجیح دی اور تین چار دن ان کی خدمت میں مسلسل حاضر رہے دفتر نہ گئے اور نہ ہی دفتر رخصت کی درخواست بھجوا سکے۔ انگریز کا دور حکومت تھا، ڈسپلن اور دفتری قوائد و ضوابط کی پابندی لازم و ملزوم تھی بابا جیؒ کی روانگی کے بعد دفتر آئے تو بہ تقاضائے بشری تشویش ہوئی کہ میری بغیر اطلاع دفتر سے غیر حاضری Absconding from Duty کے زمرہ میں آتی ہے یقیناً چارج شیٹ ہو جائے گی۔ آپ انگریزی طرز کے لباس یعنی کوٹ پتلون کے ساتھ سر پر ہیٹ یا فیلٹ کی بجائے کلاہ پر پگڑی باندھا کرتے تھے اور دفتر پہنچ کر معمول ہو تا کہ پگڑی ہیٹ سٹینڈ پر اپنے کمرے میں کھونٹی پر لٹکا دیا کرتے۔ دفتر پہنچے تو افسر اعلیٰ نے چھوٹتے ہی کہا: "آپ نے یہ کیا مذاق بنا رکھا ہے کہ تین چار دن سے اپنی پگڑی کمرے میں لٹکا کر خود غائب ہو جاتے ہیں کم از کم اپنا اتہ پتہ تو کسی کو بتا جایا کریں تاکہ بوقت ضرورت اس Shop میں آپ سے رابطہ قائم کر لیا جائے" آپ نے معذرت کر لی اور دل ہی دل میں حضرت قبلہ بابا جیؒ کی اس زندہ کرامت پر عش عش کر اٹھے۔

قلندر بابا اولیاؒ

تعارف : آپ کا اسم گرامی حسن اخریٰ سید محمد عظیم ہے اور تخلص برخیا لیکن قلندر بابا اولیا کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سادات سے ہیں والد ماجد کا نام حسین مہدی بدیع الدین شیر دل ہے۔ نانا محترم بابا تاج الدین اولیاؒ ناگپوری تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت امام حسن عسکریؒ سے جا ملتا ہے۔ بحوالہ صاحب "تذکرہ قلندر بابا اولیا" مولانا شمس الدین عظیمی، آپ قبہ خورجہ ضلع بلند شہر (یو پی بھارت) میں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ میٹرک بلند شہر سے کیا اور پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں انٹرمیڈیٹ میں داخلہ لے لیا علی گڑھ کے قیام کے دوران طبیعت میں درویشی کا میلان بہت زیادہ ہو گیا وہاں مولانا کابلیؒ کے پاس قبرستان میں حجرے میں زیادہ وقت گزارنے لگے۔ اسی دوران اپنے نانا بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے آپ کو اپنی تربیت میں لے لیا جہاں آپ نو سال تک مقیم رہے۔ ازاں بعد دہلی تشریف لے آئے اور وہیں شادی شدہ ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد کراچی تشریف لے آئے اور وہیں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ ایک دور ایسا بھی آیا کہ جذب و مستی اور عالم استغراق کا غلبہ ہو گیا مگر یہ کیفیت عارضی ہوتی اور زیادہ دیر قائم نہ رہتی، کراچی میں اردو "ڈان" اور رسالہ "نقاد" میں بھی کام کرتے رہے۔

بیعت : حضرت قبلہؒ (ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ) اکثر کراچی تشریف لے جایا کرتے۔ گرینڈ ہوٹل (میکلوڈ روڈ) میں آپ کا قیام ہوتا جس کا انتظام دین محمدی پریس (لاہور و کراچی) کے مالک

marfat.com

کرتے ہوٹل کے منیجر خواجہ غلام حسین سہروردی تھے جو حضرت قبلہؒ کے مخلص ارادتمند تھے ان کے بڑے بھائی خواجہ قمرالدین سہروردی (سپرنٹنڈنٹ اے جی آفس لاہور) بھی حضرت قبلہؒ کے پرانے مریدوں میں سے تھے۔ ۱۹۵۶ء میں جب حضرت قبلہؒ کراچی تشریف لائے تو جناب قلندر باباؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت حاصل کرنے کی درخواست کی حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ رات کو تین بجے آؤ۔ سخت سردی کا عالم تھا کہ قلندر باباؒ گرینڈ ہوٹل کی سیڑھیوں میں رات کے دو بجے جا کر بیٹھ گئے' ٹھیک تین بجے حضرت قبلہؒ نے دروازہ کھولا اور انہیں اندر بلا لیا۔ سامنے بٹھا کر آپ نے ان کی پیشانی پر تین پھونکیں ماریں پہلی پھونک میں عالم ارواح منکشف ہو گیا' دوسری پھونک میں عالم ملکوت و جبروت سامنے آگیا اور تیسری پھونک میں بابا صاحبؒ نے عرش معلّٰی کا مشاہدہ کیا۔ حضرت قبلہؒ نے تین ہفتہ کی قلیل مدت میں آپ کی باطنی تعلیم مکمل فرما کر خرقۂ خلافت عطا فرما دیا۔

اہل قلم : قلندر بابا اولیاؒ کو بطریق او۔یہ بھی مختلف خانوادوں سے فیضان حاصل ہوا' آپ بلند پایہ درویش کامل کے دوش بدوش نہایت ہی بلند پایہ اہل قلم بھی تھے۔ "رباعیات قلندر بابا اولیا" "تذکرہ تاج الدین اولیا" اور "لوح و قلم" آپ کی مشہور تصنیفات ہیں ماہانہ رسالہ "روحانی ڈائجسٹ" آپ کی زیر سرپرستی ہی منظر عام پر جلوہ گر ہوا جس کے مدیر آپ کے محبوب خلیفہ خواجہ شمس الدین عظیمی ہیں' جن کا شمار برصغیر کے بلند پایہ درویش اہل قلم حضرات میں ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کو یہ قلندر بابا اولیاؒ کی کتاب "لوح و قلم" کو جو اسرار و رموز کا بیش بہا خزانہ ہے جناب بابا جیؒ کی خدمت میں بیٹھ کر ضبط تحریر میں لانے کا شرف حاصل ہوا ان کے متعلق قلندر بابا اولیاؒ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص کھلے اور بے لوث ذہن و قلب کے ساتھ خدا رسائی کی پر خلوص نیت سے اس کتاب کا مطالعہ جاری رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے غیبی اسباب پیدا کر دے گا جن کے طفیل اس کا دل حاجات دنیوی سے مستغنی اور اس کی روح کشف و شہود کی روحانی دولت سے مالا مال ہو جائے گی" گویا کہ:

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم — اے بے خبر ز لذت شرب دوام ما!

خان عبد القدیر خان سہروردیؒ

تعارف : آپ موضع کھرکھودہ ضلع رہتک (سابق مشرقی پنجاب) بھارت کے رہنے والے تھے' والد ماجد خان عبد المجید خان محکمہ جنگلات میں انسپکٹر تھے۔ خان عبد القدیر خان نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں اور مزید تعلیم رہتک سے حاصل کی ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان پر وہاڑی آگئے اور .R.C.A فیکٹری میں جولائی ۱۹۴۸ء میں بطور خزانچی ملازمت اختیار کر لی۔ مختلف جگہوں ظاہر پیر اور اکرام آباد کی فیکٹریوں میں تعینات رہے جہاں سے اکتوبر ۱۹۷۳ء میں ریٹائر ہوئے۔

بیعت : جنوری ۱۹۵۲ میں جن دنوں حضرت قبلہ علیہ رحمت بسلسلہ تبلیغی مشن و ترویج سلسلہ وہاڑی تشریف لائے اور چودھری محمد دین سہروردی منیجر کاٹن فیکٹری .R.C.A کے ہاں مقیم ہوئے تو آپ کو حضرت قبلہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ اس سے پہلے سلسلہ نقشبندی میں بھی بیعت تھے۔ سہروردی سلسلے میں بیعت کے بعد اپنے ورد و وظائف میں حد درجہ منہمک ہو گئے' انتہائی شب بیدار اور سخت مجاہدہ کرنے والے بزرگ تھے۔ چند سالوں میں منازل سلوک طے کر لیں۔ ۱۹۵۸ء کے لگ

marfat.com

بھگ حضرت قبلہ ملتان چوہدری محمد علی سہروردی بوائلر انجینئر کے ہاں مقیم ہوئے۔ صوفی فضل الرحمان خان سہروردی کے بیان کے مطابق حضرت قبلہ، فضل الرحمٰن صاحب اور خزانچی صاحب کو لے کر حضرت غوث العالمین علیہ رحمتہ کے مزار پرانوار پر تشریف لائے فاتحہ خوانی کے بعد مراقب ہو کر حضرت قبلہ جب فارغ ہوئے تو آپ نے خان عبد القدیر خان خزانچی سہروردی کو فرمایا: "تم نے دیکھا ہے اور سنا ہے جو کچھ حضرت غوث العالمین نے فرمایا ہے، اس پر عمل کرو"۔ خزانچی صاحب نے عرض کی: "قبلہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا" حضرت قبلہ علیہ رحمتہ نے فرمایا: ملتان شہر میں میاں شفیع نقشبندی صاحب اجازت بزرگ ہیں جن کی کاروں کی ورکشاپ ہے۔ انہوں نے بھی بعد از عطائے اجازت و خلافت اپنے سلسلہء نقشبندیہ کا کام شروع نہ کیا جس کی وجہ سے ان کا برا حال ہوا یہاں تک کہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے اپنے سلسلہ کی خدمت شروع کی تو مالی حالت پھر بحال ہو گئی اور آج کل وہ کاروں کی ورکشاپ کے مالک ہیں۔ عبدالقدیر خان سہروردی یہ واقعہ سن کر خاموش رہے۔ اس کے باوجود سلسلہء سہروردیہ کی تبلیغ و ترویج کی طرف توجہ نہ کی جس کی وجہ سے کچھ مدت بعد آپ پر سخت دور ابتلا آگیا۔ فالج ہو گیا اور چلنا پھرنا تو درکنار اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور ہو گئے، فیکٹری سے رخصت لے کر خانیوال آگئے اور سلسلہ کے کام کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آپ کو ظاہری طور پر خرقہء خلافت ۱۹۶۵ کے سالانہ جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عرس مبارک حضرت قبلہ علیہ رحمت کے موقع پر صاحبزادہ ابوالشاہد فیض احمد سہروردی نے عطا فرمایا۔ اوائل ۱۹۷۲ میں حضرت احمد سعید کاظمی قادری علیہ رحمت نے سلسلہء قادریہ کا خرقہء خلافت عطا فرمایا۔ آپ ہر دو سلسلہ ہائے عالیہ کی خدمت میں آخر دم تک کوشاں رہے اور خاصہ حلقہء ارادت قائم کیا۔ صادق آباد قیام کے دوران سنجر پور کے قریب حضرت رکن عالم سہروردی کے ایک مرید کا مزار ہے جہاں اکثر تشریف لے جایا کرتے اور مراقب ہوتے۔ آپ کو کشف القبور پر خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ اکثر سائلوں کو مزارات پر لے جاتے، ان کے مسائل صاحب مزار کے حضور پیش کرتے اور پھر سائلوں کو جوابات سے مطلع فرماتے جو ان کے مسائل کا باصواب حل ثابت ہوتے۔ ایک دفعہ حضرت قبلہ علیہ رحمت نے آپ کو فرمایا تھا کہ آپ سچ مچ خزانچی ہیں یعنی دنیا میں بھی خزانچی اور تصوف کے بھی خزانچی۔

برادر طریقت صوفی محمد رمضان سہروردی آف خانیوال نے بتایا کہ ایک دفعہ میں اور خزانچی صاحب ملتان شریف کے قلعہ کے پاس سے گزر رہے تھے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آج کل ملتان شریف کا روحانی طور پر کون حاکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بزرگ ہستی بالعموم ادھر ہی چلتی پھرتی ہے پھر اچانک اشارہ کر کے فرمایا وہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ ہم جلدی جلدی ان کی طرف چلے تو وہ بزرگ ٹھہر گئے۔ جب ہم قریب پہنچے تو خزانچی صاحب کو انہوں نے تنبیہہ فرمائی کہ اپنے کام سے کام رکھو، یہ فرما کر وہ آگے چل دیئے۔

ایک دفعہ خزانچی صاحب نے سید ممتاز حسین سہروردی آف خانیوال کو بتایا کہ میری بیماری کے

marfat.com

دوران ڈاکٹر "اسٹیتھو سکوپ" لگا کر معائنہ کر رہا تھا' جب اس نے وہ آلہ میرے دل پر رکھا تو غور سے میری طرف دیکھنے لگا اور کہا: آپ کا دل اللہ اللہ پڑھ رہا ہے جو صاف طور پر سنائی دیتا ہے۔

وصال : ۷ دسمبر ۱۹۷۳ء مطابق ۱۱ ذی قعد ۱۳۹۳ ہجری بمقام لودھراں وصال فرمایا جہاں آپ آخری ایام میں ریٹائرمنٹ کے بعد مقیم ہو گئے تھے۔ مزار شریف پرانے بڑے قبرستان میں ہے جو اب پختہ تعمیر ہو چکا ہے' ہر سال وہاں آپ کا عرس ہوتا ہے۔

چند دیگر مقتدر اصحاب

صوفی مرزا عبدالکریم سہروردی المعروف "برماوالے پیر"

ابتدائی حالات : آپ کے آباؤ اجداد نوشہرہ پنواں تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) کے تھے۔ والد میاں محمد شفیع بن شرف الدین بن میاں باغ علی تھے' آپ کے دادا فقیر منش و فقیر دوست' حافظ قرآن بھی اور صوفی عبدالکریم صاحبؒ راولپنڈی والوں سے بیعت تھے۔ دادا محترم شرف الدین ۱۸۹۵ میں برما چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ مرزا عبدالکریم ۱۹۱۱ء میں بمقام بھاراواری ضلع پانڈے برما میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے مرزائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ صوفی صاحب نے ابتدائی تعلیم برما میں ہی حاصل کی' ہوش سنبھالا تو والد کی بے دینی سے کبیدہ خاطر ہو کر امرتسر چلے آئے اور بقیہ تعلیم وہیں حاصل کی ۱۹۳۰ء میں ایم اے او ہائی سکول امرتسر سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۳۱ء میں لاہور آ گئے اور مسلم محلہ نزد قلعہ گوجر سنگھ میں منتقل ہو آئے۔

عشق مجازی : صوفی صاحب نے اپنے ابتدائی حالات خود بیان فرمائے۔ اپنے عشق مجازی کا قصہ یوں بتایا کہ ۱۹۳۲ میں نولکھا چرچ نکلسن روڈ لاہور سے متعلقہ ایک عیسائی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ ان کے والدین سے لڑکی کے ساتھ شادی کی بڑی تگ و دو کی مگر وہ کسی طور پر رضا مند نہ ہوئے' آخر ہم دونوں نے خود کشی کا ارادہ کر لیا۔ قلعہ گوجر سنگھ کے قریب ایک حجام سے شیو بنوایا کرتا تھا جس دن ہمیں خود کشی کرنی تھی اس دن جب شیو بنوانے اس کے پاس بیٹھا تو اس نے میرا متغیر چہرہ دیکھ کر پوچھا: بابو جی! خیر تو ہے آج بڑے پریشان دکھائی دیتے ہو؟ میں نے اسے اپنا قصہ سنا کر کہا کہ اب تم ہمارا چہرہ دوبارہ نہ دیکھ سکو گے' یہ آخری ملاقات ہے' خدا حافظ۔ اس نے تسلی دی اور کہا کہ یہاں قلعہ گوجر سنگھ کے قریب ایک کامل بزرگ رہتے ہیں' شاہ ابوالفیض صاحب۔ سید قلندر علی سہروردی نام ہے آپ ان سے رجوع کریں آپ کی الجھن کا حل نکل آئے گا چنانچہ میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا سنایا۔ آپ نے بڑے اطمینان سے اور مسکراتے ہوئے میری عرض داشت سنی اس کے بعد ایک تعویذ عطا فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور کپڑے کے ٹکڑے میں باندھ کر گلے میں ڈال لینا اللہ مہربانی کرے گا گھر آ کر میں نے وہ تعویذ گلے میں ڈال لیا جس کا اثر یہ ہوا کہ فی الفور میرے دل سے اس لڑکی کا خیال یکسر نکل گیا۔ میں اس کی طرف سے بالکل بے نیاز ہو گیا اور طبیعت پر سکون ہو گئی۔

بیعت : اس کے بعد میں نے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں روزانہ حاضری کا معمول بنا لیا۔ اس مجلس میں مرزا غلام محی الدین' چوہدری محمد اقبال حمید' صوفی فیروز الدین' خواجہ عبدالرشید انجینئر'

marfat.com

صوفی فیروز الدین، میاں چنن دین، (جو صوفی فیروز الدین کے مرید اور خلیفہ تھے) حاضر باش اصحاب ہوتے ان سے بڑی محبت ہو گئی۔ چند دنوں بعد میں نے حضرت قبلہ ؒ سے بیعت کی درخواست کی اور عرض کیا کہ میں نماز وغیرہ نہیں پڑھوں گا اس کے علاوہ کوئی بات تلقین فرما دیں۔ آپ نے فرمایا مغرب کے بعد مراقبانہ طور پر بیٹھ جایا کرنا۔ چنانچہ میں نے اس ارشاد پر عمل شروع کر دیا رات کو انکشافی طور پر سبق تلقین فرما دیا اور چار دن بعد میری یہ کیفیت ہو گئی کہ پنجگانہ نماز ہی نہیں بلکہ تہجد کی نماز بھی قائم ہو گئی۔

حضرت قبلہ بابا جیؒ حیات گڑھی (دادا پیر) بھی اکثر حضرت قبلہ ؒ کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے ان کی صحبت بابرکت سے بھی فیض یاب ہونے کی سعادت ملتی رہی، ان سے مجھے بڑی دلی محبت ہو گئی، آپ بھی خصوصی توجہ فرمایا کرتے۔ ۱۹۳۳ء میں خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فیض یاب ہوا، دربار رسالت میں تین معروضات پیش کیں۔ (۱) غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے کی توفیق، (۲) امت کے گناہوں کا بوجھ کم ہو جائے (۳) مجھے صحیح عرفان الٰہی حاصل ہو جائے۔

درویش کی اپنی طرف سے بات نہیں ہوتی : انہیں ایام میں حضرت قبلہ کا چھوٹا دو سالہ صاحبزادہ سخت بیمار ہو گیا، میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور نماز عصر کے لئے اجازت طلب کی تو فرمایا کہ بچے کی صحت کے لئے بھی دعا کرنا۔ نماز ادا کر کے حاضر ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت والا خواب بیان کرنا چاہا تو فرمایا خواب پھر بیان کرنا پہلے یہ بتاؤ کہ بچے کے لئے دعا کی تھی؟ میں نے عرض کی "جی سرکار! بچہ ٹھیک ہو جائے گا" قضائے الٰہی بچہ فوت ہو گیا۔ اگلے دن حاضر ہوا تو فرمایا کہ درویش کو جب تک اوپر سے اطلاع نہ ملے اسے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہنی چاہیے۔

زیارت حضرت غوث العالمینؒ : انہیں دنوں عالم خواب میں دیکھا کہ ایک مجمع کثیر بشکل حلقہ ہے جس کے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم ہے اور لوگ حلقہ کے اندر کی طرف دیکھ رہے ہیں جیسے اندرونی جگہ میں کوئی تماشا ہو رہا ہے۔ میں بھی دیکھنے کے لئے آگے بڑھا مگر بھیڑ کی وجہ سے حلقہ کے اندر کی کیفیت نظر نہ آ سکی چنانچہ میں نے ایڑیاں اٹھا کر لوگوں کے سروں سے اونچا ہو کر حلقہ کے اندر دیکھا تو وہاں درمیان میں ایک بزرگ بیٹھے نظر آئے۔ انہوں نے میری طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے حاضر ہونے کا اشارہ فرمایا میں ایسی تیزی سے ان کی طرف کھنچتا چلا گیا جیسے مقناطیس کی طرف لوہے کے ذرات کھنچے چلے جاتے ہیں۔ قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ بزرگ سخت جلال کے عالم میں ہیں۔ مجھے حکم فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ، وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئے جہاں بہت سی پگڑیاں پڑی ہوئی تھیں مجھے فرمایا: "ان میں سے کوئی ایک پگڑی لے لو"۔ میں نے پگڑی اٹھالی، فرمایا: "اسے پہن لو اور جاؤ۔ میں نے دست بستہ عرض کی: "حضور کی تعریف؟" آپ نے فرمایا: "مجھے غوث العالمین بہا الحق ذکریا ملتانیؒ کہتے ہیں"۔ اگلی صبح حضرت قبلہ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حسن اتفاق سے حضرت قبلہ بابا جیؒ بھی وہاں تشریف فرما تھے، حضرت بابا جیؒ تخت پوش پر تھے اور حضرت قبلہ ؒ ساتھ والی کرسی پر۔ حضرت قبلہ ؒ نے مجھ سے فرمایا تم نے گستاخی کیوں کی؟ میں ندامت سے خاموش رہا، حضرت قبلہ بابا جیؒ نے فرمایا: اگر یہ گستاخی نہ کرتا تو پگڑی کیسے حاصل کرتا؟۔

marfat.com

قضا نماز جمعہ پر سرزنش اور معافی : ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ مسجد چودھریاں اندرون قلعہ گوجر سنگھ جمعہ پڑھا کر واپس تشریف لا رہے تھے، بدقسمتی سے مجھ سے اس جمعہ کی نماز قضا ہو گئی تھی، مجھے دیکھتے ہی آپ نے پہلا سوال یہی کیا کہ جمعہ پڑھ آئے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ فرمایا: جاؤ اور جمعہ پڑھ کر ہی میرے پاس آنا میں پریشانی اور شرمندگی کے عالم میں وہاں سے گھر جانے کی بجائے موسیٰ آہن گرؒ کے مزار واقع میکلوڈ روڈ لاہور چلا آیا جہاں اکثر میں سلام و زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔ مجاوروں سے کہا کہ میں حجرے کا دروازہ بند کر کے اندر مزار اقدس پر بیٹھ رہا ہوں اگلے جمعہ تک یہیں رہوں گا اور جمعہ پڑھنے کے لئے یہاں سے باہر نکلوں گا یا جب تک صاحب مزار کی وساطت سے معافی نہیں مل جاتی یا پھر میرے پیر خود آ کر مجھے یہاں سے نہیں لے جاتے میں مزار شریف سے باہر نہیں نکلوں گا۔ دوسرے دن صاحب مزار حضرت موسیٰ آہن گرؒ نے فرمایا تجھے معافی مل گئی ہے۔ تیرا پیر تجھے لینے آ رہا ہے۔ دروازہ کھول دے۔ دروازہ کھولا تو باہر حضرت صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا: "تجھے معافی مل گئی ہے آئندہ جمعہ قضا نہ کرنا"۔

ایک دفعہ بابا جیؒ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے پوچھا کبھی فرشتے دیکھے ہیں؟ میں خاموش رہا، بابا جیؒ قبلہ نے توجہ فرمائی اور کیفیت طاری کر دی اسی انکشافی حالت میں دیکھا کہ میرا ایک پاؤں چاند پر ہے اور دوسرا سورج پر اور میں ذات بابرکات کی طرف محو پرواز ہوں جب مدہوشی و دید بے کیف کی اس حالت سے صحو میں آیا تو جو سرور مجھے حاصل ہوا تھا اس کی تمنا اور تڑپ آج تک باقی ہے۔

قیام برما۔ رنگون : ۱۹۳۵ء میں ایک دن جب حضرت قبلہ بابا جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ایک روپیہ دیا اور برما جانے کا حکم دیا۔ وہاں سے آ کر میں نے حضرت قبلہؒ کے پاس حاضری دی آپ نے کلکتہ کا ٹکٹ لے کر دیا اور پانچ روپے نقد عطا فرمائے اور فوراً برما روانہ ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: "وہاں جا کر سلسلہ کا کام کرو" ساتھ ہی ارشاد فرمایا: (۱) میرا تمہارا کوئی خونی رشتہ نہیں (۲) اسلام کا رشتہ اللہ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہے (۳) درویش کسی سے مانگتا نہیں بے سوال رہنا اپنی ہر حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا (۴) مجھے چٹھی وغیرہ نہ لکھنا کیونکہ درویشی خط و کتابت کے ذریعے نہیں بلکہ دل کے ذریعے ہوتی ہے لہذا تمہیں باطنی طور پر اطلاع مل جایا کرے گی۔ چنانچہ حسب ارشاد کلکتہ روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچا تو اپنے ایک رشتہ دار فتح محمد سے ملاقات ہوئی جس نے کچھ عرصہ پیشتر گھر بار چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی اور بنگال میں چلا آیا تھا۔ اس سے باطنی تعلق قائم ہو گیا، کلکتہ سے رنگون آ گیا اور اپنے سلسلہ کا کام شروع کر دیا جس شخص کے متعلق باطنی طور پر اطلاع ملتی وہ سبق اسے ذمے دیا جاتا۔ اسی طرح برما آئل کمپنی کے منیجر اور سنگر مشین کے منیجر کے متعلق باطنی ارشاد کے مطابق سبق تلقین کیا۔ چار سال ۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۹ء برما میں قیام رہا۔

گناہ کبیرہ کی معافی : رنگون میں مجالس تلقین و ارشاد کے سلسلہ میں ایک عورت بھی معتقد ہو گئی، مگر اس کا رجحان باطنی سلسلہ کی بجائے دنیاوی تعلقات کی طرف تھا۔ شومئی قسمت میرا دل بھی اس کی طرف مائل ہو گیا اور مجھ سے لغزش سرزد ہو گئی۔ جس کا اظہار بھی باعث ندامت ہے اس کا

marfat.com

نتیجہ یہ نکلا کہ تمام کیفیات و واردات باطنی یکسر ختم ہو گئیں اور میں کورے کا کورا رہ گیا۔ سخت پریشان ہوا اسی عالم میں حضرت قبلہؒ کو چٹھی لکھ دی جس میں حد ادب کا بھی پاس نہ رکھا کہ جب ہاتھ پکڑا تھا تو پھر کیوں نہ مجھے سنبھالا ورنہ اس قعر مذلت میں نہ گرتا۔ حضرت قبلہؒ نے کمال عفو و کرم کا ثبوت دیا۔ مجھے جواباً تحریر فرمایا کہ میری چٹھی ملنے سے پہلے ہی تمہاری کیفیات بحال ہو جائیں گی۔ ادھر آپ نے چٹھی لکھی ساتھ ہی باطنی توجہ فرمائی اور مجھے اپنے پہلے مقام پر پھر فائز کر دیا۔ خط میں تحریر تھا کہ تم اپنی طرف سے تعلق رکھو نہ رکھو ہم ہاتھ پکڑ کر چھوڑا نہیں کرتے البتہ آئندہ اللہ تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سختی سے پابندی کرنا۔

تعبیر خواب : برما میں میرے ایک ارادتمند سلطان اعظم گڑھی نے مجھے اپنا خواب بیان کیا کہ برادر طریقت بابو احمد دین کے گھر خواب میں بچے کے چیخ کر رونے کی آواز سنی ہے میں نے اسے بتایا کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گا۔ اگلے دن اطلاع ملی کہ رات کو اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے یعنی عین اس وقت جب سلطان نے خواب میں بچے کے رونے کی آواز سنی تھی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اسے بچہ عطا فرمایا تھا۔

لاہور واپسی : ۱۹۳۹ء میں جب انگریزوں اور جاپانیوں کی جنگ شروع ہوئی تو واپس لاہور آ گیا اور سیدھا حضرت قبلہؒ کے آستانہ پر حاضر ہوا پتہ چلا کہ آپ کھتولی جو سہارنپور سے آگے ایک قصبہ ہے تشریف لے گئے ہیں چنانچہ میں حضرت قبلہ باباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ نے دوبارہ برما جانے کا حکم صادر فرمایا واپس آیا تو پتہ چلا کہ حضرت قبلہؒ چودھری محمد شفیع سہروردی P.W.I. ریلوے کے پاس جگادھری پہنچے ہوئے ہیں' چودھری اقبال حمید سہروردی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ میں جگادھری حاضر خدمت ہو گیا آپ نے بھی دوبارہ برما جانے کا حکم صادر فرمایا۔ میں دل ہی دل میں برما جانے سے گریز کر رہا تھا چنانچہ حضرت قبلہؒ سے رخصت ہو کر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ آپ نے بھی برما جانے کے حکم کی تصدیق فرما دی اور فرمایا کہ "گھبراؤ نہیں میں بھی تمہارے ساتھ ہوں" چنانچہ دوبارہ برما چلا گیا جس کے اخراجات میرے ایک مرید نے برداشت کئے کیونکہ میرے مالی حالات انتہائی ناسازگار تھے۔ صوفی صاحب کچھ عرصہ برما میں مقیم رہ کر واپس لاہور آ گئے۔ محکمہ صنعت و حرفت پنجاب میں آفیسر تعینات ہو گئے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں روزانہ بلا ناغہ حاضر ہوتے اور بغیر اجازت واپس گھر نہ جاتے۔ پاکستان بننے پر ان کے والد بھی برما سے واپس آ گئے ۱۹۵۸ء میں مرزائیوں کے خلاف جو فسادات ہوئے ان میں قتل ہو گئے صوفی صاحب نے ملازمت کے اختتام کے بعد کاروباری سلسلہ شروع کیا اور وصال سے چند سال پیشتر جوس فیکٹری تعمیر کی جس کے مالک آپ کے ایک صاحبزادے مرزا کلیم اختر بیگ ہیں۔ دونوں باپ بیٹے سالانہ جلسوں کے انعقاد' حضرت قبلہؒ کے مزار مبارک کی تعمیر اور ملحقہ مسجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ حضرت قبلہ باباجیؒ کے مزار مبارک کے گرد چار دیواری غسل خانے وغیرہ بھی تعمیر کرائے۔ حضرت قبلہ باباجیؒ کے مزار اقدس پر اکثر و بیشتر حاضری دیتے رہے۔ موجودہ عالی شان جامع مسجد سہروردیہ ہنجروال لاہور

وصال : بروز جمعہ ۱۷ دسمبر ۱۹۹۳ عیسوی مطابق ۳ رجب ۱۴۱۴ ہجری کو وصال فرما گئے اور قبرستان

marfat.com

گارڈن ٹاؤن میں مدفون ہوئے۔

الحاج چودھری محمد یوسف سہروردیؒ

ابتدائی حالات : آپ کے حالات کے ضمن میں ہم تفصیل سے کام لے رہے ہیں' کیونکہ یہ در حقیقت حضرت قبلہؒ کا ہی ایک قسم کا تذکرہ ہے۔ آپ کو اگرچہ خرقہء خلافت عطا نہ ہوا مگر بایں ہمہ حضرت قبلہ علیہ رحمت کے محبوب ترین ارادتمندوں میں سے تھے۔ "فنا فی الشیخ" کے مقام پر فائز' حضرت قبلہ کے سفر و حضر میں خدمت کا شرف رہا' گویا ہر حال میں حاضر باش مریدوں میں سے تھے حافظ بلا کا تھا۔ بڑے دھیمے مزاج کے تھے اور انداز گفتگو نہایت عالمانہ و بار بط تھا جو سامع کے دل پر اثر پذیر ہو جاتا۔ والد کا نام محبوب علی بن قطب الدین تھا جو ریاست کپور تھلہ کی تحصیل پوتھ کے ایک گاؤں رائے پور ارائیاں کے متمول زمیندار تھے۔ چودھری یوسف وہیں ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ ازاں بعد لاہور آ گئے' اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کیا آپ کی تالیف "اجتماع ضدین فی شان قلندر" بڑی مشہور تصنیف ہے جو حضرت قبلہؒ کا اولین تذکرہ ہے' یہ تذکرہ اگرچہ ایک طرف حضرت قبلہؒ کے حالات پر مشتمل ہے تو دوسری طرف چودھری صاحب کی آپ بیتی اور اپنے شیخ سے کامل محبت کی کماحقہ عکاسی بھی کرتا ہے۔ اپنی بیعت کا واقعہ اس کتاب میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے دن تھے' میں آداب محفل اور سلیقہء سوال سے بالکل کورا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اپنے امتحان میں کامیابی کے لئے عرض کی تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا: اچھا دعا کریں گے۔ ان دنوں آپ حقہ نوش فرمایا کرتے تھے میں نے بھی دو چار حقے کے کش لئے اور واپس اپنے دوست کے ساتھ پیروں پر نکتہ چینی کرتے گھر واپس آ گیا' نتیجہ نکلا تو ناکام رہا جس کی وجہ سے دوبارہ رجوع کا خیال بھی جاتا رہا۔ تقریباً" تین سال گزر گئے میں نے آپ کے اس نئے مرید کو جو حضرت قبلہؒ سے میری ملاقات کا سبب بنا تھا دیکھا کہ یہ کیا سے کیا ہو گیا ہے یہ صاحب جو مغربی تہذیب کے جال میں پھنس رہے تھے جب اس مرد کامل کے ہاتھ آئے تو بیعت کے دوسرے دن ہی حضوری اور ساتھ ہی صوم و صلوٰۃ کی پابندی شروع ہو گئی' داخل سلسلہ کے قریباً" چار پانچ سال بعد جب ہمیں ملے تو داڑھی پوری متشرع تھی۔

۱۹۳۸ء میں چودھری یوسف صاحب بمعہ اپنے دیگر دس احباب کے ہمراہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان دنوں حضرت قبلہ بابا جیؒ (میاں غلام محمد سہروردی حیات گڑھیؒ) حضرت قبلہؒ کے ہاں تشریف فرما تھے' حضرت قبلہ بابا جیؒ نے ان گیارہ اشخاص کے باری باری بازو پکڑ کر حضرت صاحب قبلہؒ کے سپرد کرتے گئے اور ساتھ ہی فرمایا کہ بڑھاپے کی وجہ سے میں انہیں سنبھال نہیں سکتا لہٰذا آپ انہیں سنبھالیں۔ چودھری یوسف صاحب نے ایک موقع پر بتایا کہ شروع شروع میں ہم اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ ہم حضرت قبلہ بابا جیؒ کے مرید ہیں اور حضرت قبلہؒ ہمارے پیر بھائی ہیں اور ہم اسی حیثیت سے ان کے پاس آتے جاتے رہے۔ کچھ عرصہ گزرا تو میں نے عرض کی کہ حضرت بابا جیؒ نے ہمیں بیعت فرمایا تھا مگر ہمارا تو کچھ بھی نہیں بن رہا اسی طرح کورے کے کورے ہیں۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا تمہیں یاد نہیں کہ حضرت قبلہ بابا جیؒ نے تمہیں میرے حوالے کیا تھا گویا

marfat.com

وہ تمہارے ولی ہوئے۔ قبول تو میں نے کیا ہے تمہارا فیض میرے پاس ہے۔ اس دن سے ہمیں حقیقت کی سمجھ آئی اور اس کے بعد حضرت قبلہؒ کو اپنے پیر و مرشد کی حیثیت سے ہی جانا۔ میں ان دنوں ریلوے میں ملازم ہو گیا تھا' دفتر کے بعد حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضری شروع کر دی۔ ایک دن میں نے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض کی کہ بد نظری کا شکار ہوں طبیعت امرد پرستی کی طرف مائل رہتی ہے۔ فرمانے لگے اس کمرے سے نکلنے کے بعد آپ کو اجازت ہے کہ جس سے دل چاہے بغلگیر ہو لینا۔ اگر تمہاری بغل میں قلندر علی آ جائے تو میری بیٹھک کا رخ کرنا اور اگر جس سے بغل گیر ہوئے تھے وہی رہے تو ادھر کا رخ نہ کرنا کسی اور مرد کی تلاش کرنا۔ آزمائش بہت بلند اور واضح تھی' الحمد للہ کہ اس دن کے بعد طبیعت پھر بد نظری کا شکار نہ ہوئی۔ چند دیگر واقعات بھی چودھری یوسف صاحب کی زبانی ہی سنے جو انہوں نے اپنی مذکورہ بالا تصنیف میں بیان کئے ہیں:-

متصور کی تبدیلی : میرے رشتہ داروں میں سے ایک فقیر دوست تھا جو (بھارت میں) ایک ہندو جوگی کے سلسلہ "رادھا سوامی" میں پھنسا ہوا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد میرے ساتھ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس شخص سے اس کا سبق پوچھا' اس نے چند اپنے کلمات ہندی میں بتائے اور عرض کی کہ سوامی جی نے ان کلمات کی ادائیگی کے دوران اپنے تصور کی بھی تاکید فرمائی تھی۔ قبلہ علیہ رحمتہ نے فرمایا اس عمل کا کوئی نتیجہ نکلا؟ کہنے لگا کچھ بھی نہیں اسی طرح کورا ہوں' آپ نے فرمایا اچھا آج سے اپنے وقت مقررہ پر وہی سبق پڑھ لیا کریں اور میرا تصور رکھیں۔ میں نے علیحدگی میں عرض کی کہ سرکار اس شخص کا سبق برقرار رکھنے کی کیا علت تھی' فرمانے لگے کہ وہ ہندی والا سبق ہو بہو کلمہ توحید کا ترجمہ تھا جسے برقرار رہنے دیا۔ اس شخص کے راستے میں رکاوٹ متصور کی وجہ سے تھی جو ایمان سے خالی تھا' محض اخلاق کی بنا پر بانیء سلسلہ بنا ہوا تھا۔

اصلاح حال : کسی کی اصلاح مقصود ہوتی تو کچھ ایسے انوکھے طریقے بروئے کار لاتے کہ مقدرات کو ہی بدل ڈالتے' تقریباً" پورا ایک سال میری معصیتیں خوابوں کی شکل میں مٹائی گئیں۔ میں خود حیران تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے' تنگ آ کر عرض حال کیا تو فرمانے لگے شکر کرو کہ اجزائے معصیت کی نوعیت خواب میں بدل ڈالی ہے تاکہ مواخذہ نہ ہو۔

پیر مرید کے ساتھ ہوتا ہے : قیام پاکستان سے چند برس بعد کا واقعہ ہے کہ میرے دو دوست آئے اور کہا کہ حضرت قبلہؒ آج کل سندھ گئے ہوئے ہیں۔ سنا ہے پیر سید اسماعیل شاہ صاحب"کرماں والے مسجد نور واقع گنج مغل پورہ میں آج کل آئے ہوئے ہیں چلو ان کو سلام کر آئیں۔ میں نے کہا کہ پیر صاحب ظاہری شریعت کے بہت پابند ہیں سنا ہے داڑھی منڈھے کو پاس نہیں آنے دیتے ان کے اصرار پر ساتھ ہو لیا وہ پہنچے تو ساری محفل مجھے دیکھنے لگی۔ ننگے سر' انگریزی فیشن کے بال' داڑھی مونچوں کا صفایا اور آدھے بازووں والی قمیض نے ان کی نفرت کو تقویت دے رکھی تھی۔ قریب جا کر سلام کیا تو غالباً" کسی نے ہی شاید جواب دیا ہو۔ ایک صاحب نے مجھے دور ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور صف تک پہنچنے کی جرات نہ ہوئی۔ چارپائی پر جو صاحب بیٹھے تھے انہوں نے بڑے جلالی رنگ میں پوچھا کیا نام ہے؟ کہاں سے آئے ہو؟ کس سے ملنے والے ہو' شاہ صاحب کرماں والے"

marfat.com

یہاں سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ میں نے ان کے سوالوں کے جوابات دے دیئے اور کہا کہ میں حضرت ابوالفیض سید قلندر علی سہروردی" کا غلام ہوں۔ وہ صاحب تو خاموش ہو گئے مگر دوسروں میں سے کسی نے کہا کہ صوفی صاحب کے مرید ایسے ہوتے ہیں؟ کسی نے کہا یہ جھوٹ بول رہا ہے، کسی نے کہا صوفی صاحب نے شریعت کی پابندی نہیں بتائی لیکن میرے دل و دماغ پر حضرت صاحب" کے ارشادات سمائے ہوئے تھے کہ ہمارا دوست (مرید) جہاں کہیں ہو ہم اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ چارپائی والے صاحب نے انہیں منع کیا اور کمبل اوڑھ کر غنودگی طاری کرلی۔ چند لمحوں بعد کمبل منہ سے سرکا کر بیٹھ گئے میری طرف دیکھ کر مسکرا کر مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا بابو صاحب! آپ حافظ قرآن بھی ہیں؟ آپ تو نور ہیں۔ میں ان دنوں تفسیر مواہب الرحمٰن کا مطالعہ کرتا تھا اور اس میں اچھا خاصہ محو رہتا، میں نے انہیں بتلایا کہ حافظ قرآن تو نہیں ہوں قرآن پڑھنے کا شوق ضرور ہے، انہوں نے کہا کہ میرے پاؤں پر ورم ہے اس پر دم کر دیں۔ میں نے کہا میں نے کبھی دم نہیں کیا مگر وہ صاحب میری تعریف کئے جا رہے تھے میں حضرت قبلہ" کے تصور میں گم تھا وہی متنفر لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، عصر کی نماز کی امامت کا کہا مگر میں معذرت کر کے واپس چلا آیا۔

علاقوں کی نگہداشت : آپ کی معیت میں مجھے متعدد سفروں کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کا دورہ ظاہری طور پر تبلیغی پہلو لئے ہوئے ہوتا لیکن دراصل باطنی امور انتظامیہ کی نگرانی مقصود ہوتی۔ اولی الامر حضرات جن جن جگہوں پر متعین ہوتے ان کو ہدایت جاری فرماتے۔ یہ حضرات آپ کی خدمت میں اپنے اپنے علاقوں کے حالات بیان کرتے۔ ایک دفعہ ایک سفر میں آپ مسجد سے باہر نکل رہے تھے کہ میں نے آپ کی زبان مبارک سے چند ترش الفاظ سنے۔ مخاطب کوئی نظر نہیں آتا تھا، میں نے گمان کیا کہ آپ مجھے کہہ رہے ہیں، بڑا شرمندہ ہوا، دل ہی دل میں کڑھتا رہا، جہاں قیام تھا وہ پیر بھائی بڑا متمول تھا جس نے پر تکلف انداز میں دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا مگر میں کچھ نہ کھا سکا کیونکہ مجھے آپ کے وہی الفاظ جو مسجد سے باہر نکلتے ہوئے فرمائے تھے بار بار یاد آ رہے تھے۔ چند دوستوں نے مجھے دیکھا کہ یہ اداس سا ہے تو قبلہ حضرت صاحب" سے میرے متعلق ذکر کیا، آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور وجہ پوچھی، عرض حال سن کر آپ مسکرائے، فرمانے لگے کہ آپ خواہ مخواہ اس گفتگو کو اپنے آپ پر گمان کرنے لگے، وہ جس سے میں مخاطب تھا اس علاقہ کا رپورٹر تھا اس کی کارکردگی قابل سرزنش تھی جس وجہ سے میں اس سے خفا ہو رہا تھا۔ فرمانے لگے کہ اس طرح کا گمان ایک دفعہ مولوی غلام مرشد صاحب خطیب شاہی مسجد لاہور کو بھی ہوا تھا جب میں حضرت داتا صاحب" کے عرس مبارک پر ایک مرد غیب سے ہمکلام تھا جس کو حضرت داتا صاحب کی طرف سے لاہور میں ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی، میں اسے پیغام دے رہا تھا اور مولوی غلام مرشد صاحب کچھ اپنے اندر ہی اندر بدگمانیاں جمع کر رہے تھے یہ ارشادات سننے کے بعد میرے دل سے بوجھ اتر گیا۔

یخرج الحی من المیت : ایک مجذوب عبدالرحمٰن نامی کبھی کبھی قلعہ گوجر سنگھ میں حضرت قبلہ" کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا، جب بیٹھک میں داخل ہوتا "ابا ابا" کہتا ہوا سلام کرتا اور ساتھ ہی ہپا ہپا کہتا ہوا بیٹھ جاتا۔ سردیوں میں بھی بیٹھک میں داخل ہو کر پنکھے کی طرف اشارہ کر کے اپنی انگلی گھماتا

marfat.com

کہ پنکھا چلایا جائے' ہپا کہنے سے اس کی مراد کچھ کھانے کے لئے ہوتی' پانی سے گھبراتا' جب اس کا نکالنا مقصود ہوتا تو قبلہ حضرت صاحبؒ فرماتے اچھا پانی لاؤ اسے نہلا دیں' وہ فوراً دروازے کے باہر ہو جاتا۔ ایک دفعہ آپ کسی دوست کو ایک مسئلہ بیان فرما رہے تھے' مجذوب نے اپنے معمول کی آوازوں سے کچھ رکاوٹ ڈالی' ہمارے منع کرنے پر بھی وہ نہ ہٹا' حضرت قبلہؒ فرمانے لگے یہ آپ سے چپ نہیں ہو گا' آپ نے اسے کچھ کہا وہ فوراً خاموش ہو گیا۔ یہ مجذوب راقم الحروف مولف کی اہلیہ کے سگے ماموں تھے۔

کسی اور صبح حسب معمول حاضر خدمت ہوا تو حضرت قبلہؒ کے قریب کرسی پر ایک نوجوان کوٹ پتلون پہنے ہوئے بیٹھا تھا اور فرش پر یہی عبدالرحمٰن مجذوب بیٹھا ہوا تھا' قبلہ حضرت صاحبؒ نے اس نوجوان سے میرا تعارف کرایا کہ یہ ابوبکر غزنوی (ایم اے) فرقہء اہل حدیث کے مقتدر عالم (مولانا داؤد غزنوی) کے صاحبزادے ہیں۔ میں نے اس نوجوان کا دو چار روز پیشتر اخبار میں فوٹو بھی دیکھا تھا کہ یہ نوجوان اس سال ایم اے عربی میں پاکستان بھر میں اول آئے ہیں یہ نوجوان حضرت قبلہؒ سے تصوف کی راہیں دریافت کر رہا تھا۔ فاضل عربی ہونے کی وجہ سے کلام میں احادیث و آیات قرآنی کا زیادہ استعمال کرتا تھا دوران گفتگو عبدالرحمٰن مجذوب کو دیکھ کر کچھ حقارت آمیز الفاظ کہے کہ یہ گروہ عقل نہ رکھنے کی وجہ سے فضول ہوتا ہے' حضرت قبلہؒ نے نفی کی۔ خیر! وہی تصوف والا موضوع جاری رہا' اسی اثنا میں عبدالرحمٰن نے ہپا ہپا کی رٹ لگانی شروع کر دی' حضرت قبلہؒ نے مجھے فرمایا کہ اسے ایک آنہ دے دیں تاکہ یہ بازار چلا جائے اور بند ڈبل روٹی وغیرہ لے کر کھالے۔ نوجوان نے فوراً اپنی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ نقدی نکالنے کو ہی تھا کہ عبدالرحمٰن مجذوب نے دو تین دفعہ انکار میں سر پھیر دیا اور ساتھ ہی ہاتھ سے کچھ دو تین ایسے اشارے کئے جیسے قمار باز داؤ لگاتے وقت ہاتھ سے پانسے پھینکتے ہیں۔ کیونکہ حضرت قبلہؒ نے نقدی دینے کے لئے مجھے فرمایا تھا عبدالرحمٰن مجذوب نے رخ میری طرف موڑ لیا' میں نے اسے ایک آنہ دے دیا اور وہ اٹھ کر باہر چل دیا۔ نوجوان نے کچھ کھسیانے سے ہو کر قبلہ حضرت صاحبؒ سے وجہ دریافت کی کہ آخر اس نے مجھ سے پیسے کیوں نہ لئے' قبلہ حضرت صاحبؒ مسکرائے اور فرمانے لگے کہ کیا آپ نے اس کے ہاتھ کے اشاروں کو نہیں دیکھا تھا' وہ کہہ رہا تھا کہ یہ شخص جوئے باز ہے' میں اس کے مال کو حرام سمجھتا ہوں۔ نوجوان کی حیرانگی کی کوئی انتہا نہ رہی ابھی کچھ منٹ پہلے اسی مجذوب پر معترض تھا اب جب اس مجذوب کے ایک اشارہ سے اس کی قلعی کھل گئی تو فوراً قائل ہو گیا' اعتراف کیا کہ واقعی میں بڑے بڑے ہوٹلوں میں جا کر FLASH فلاش (جوئے کی ایک قسم) کھیلا کرتا ہوں' آج سے توبہ کرتا ہوں آپ بھی میرے لئے دعا فرمائیں۔ اس نوجوان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں اور قبلہ حضرت صاحبؒ کی کرم فرمائی کی ملتجی تھیں۔ اس حالت زار میں اس نے کہا کہ حضرت! میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں **والذی خبث لا یخرج الا نکدا** (یعنی گندی چیز سے ماسوائے گندگی کے کچھ نہیں نکلتا) کا مصداق نہ بن جاؤں' میں سمجھ گیا کہ یہ اس کا اشارہ اپنے باپ کی طرف ہے حضرت قبلہؒ نے فرمایا: گھبرانے کی ضرورت نہیں' اللہ عزوجل کی رحمت بڑی وسیع ہے **یخرج الحی من المیت** (وہی

marfat.com

وہ ذات بابرکات ہے جو مردہ سے زندہ کو نکالتی ہے' پیدا کرتی ہے)۔

حضرت قبلہؒ کے فیضان نظر سے مجھے کلام پاک کا شوق ہوا اور آپ کے فرمان کے مطابق کوئی سورۃ حفظ کر کے سنا دیتا یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے ایک دفعہ فرمایا کیا ہی اچھا ہو اگر تم شروع سے ہی حفظ کرنا شروع کر دو۔ اللہ عز و جل کی رحمت بڑی وسیع ہے' اللہ آپ کی مدد فرمائے چنانچہ اس دن سے حفظ کرنا شروع کیا۔ حافظ کہلانے کا شوق نہیں ہاں یوم الدین میں زمرۂ حفاظ میں شمار ہونے کی تمنا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: جو کوئی قرآن حفظ کرتا انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن گروہ حفاظ میں سے اٹھائے گا۔ حضرت قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن پاک کے پڑھتے یا سنتے وقت آدمی کو چاہئے کہ اپنے آپکو اس ماحول میں لے جائے جس میں آیات کا نزول ہوا ہو' نیز آپ کلام پاک کی سیاہی اور اوراق کو لباس قرآن کا نام دیتے اور ان اوراق و سیاہی میں جو حقیقتیں پوشیدہ ہیں انہیں قرآن کہتے۔

دور ابتلا : ایک دفعہ خلوتی درد (DEAD PAIN) کا شکار ہو گیا جو پورے چار سال تک رہا بڑا علاج معالجہ کرایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ایک روز کسی دوست کے مشورہ پر فاضل الاطبا حکیم محمد حسن قرشی کے پاس پہنچا۔ انہوں نے میرا ہاتھ نبض دیکھنے کے لئے جو پکڑا تو میری آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے' حکیم صاحب نے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے کہا حکیم صاحب! یہ ہاتھ جس کے ہاتھ میں دیا ہوا ہے اس کی بے نیازی تو دیکھئے کہ اس ہاتھ کو غیروں کے ہاتھ میں پکڑا رہے ہیں' حکیم صاحب اہل دل تھے فرمانے لگے کہ میں آپ کا علاج کرنے سے معذور ہوں اس صاحب کرم کی طرف ہی رجوع کرو۔ حضرت صاحبؒ سے عرض کی تو فرمانے لگے سورہ یوسف حفظ کرو اور اسے بطور وظیفہ پڑھا کرو' درد کی وجہ سے نیند تو آتی نہیں درد کا کچھ فائدہ ہی اٹھاؤ' یہ ہمارے سلسلہ کا ایک سبق بھی ہے۔ چنانچہ میں نے چند دنوں میں سورۃ یوسف زبانی یاد کر لی اور اسے حسب ارشاد و بہ طریق پڑھنا شروع کر دیا' مجھے کیا معلوم تھا کہ اس سورۃ میں گوناگوں طاقتوں کے علاوہ جیل خانہ کی چار دیواری بھی دیکھنی ہے' میں تو مصر کی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا تھا۔ بڑے ذوق و شوق سے وظیفہ جاری رکھا' دفتری زندگی میں ایک سرکاری کیس میں جج کے ایک غلط فیصلہ پر بڑی عدالت نے جج کو تنبیہہ کی جس کا غصہ جج نے مجھ بے گناہ غریب پر نکالا اور مجھے بے گناہ ہتھکڑی لگوا دی اور مجھے سنت یوسفی میں تا حکم ثانی حوالات کی سیر کرادی جو حوالاتیوں کے لئے باعث رحمت ثابت ہوئی کہ انہوں نے مجھ اسیر کو امام بنا لیا اور دعاؤں کے لئے میرے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جلد رہائی مل گئی نہ میرے خلاف مقدمہ پیش ہوا نہ پھر طلبی ہوئی۔ بہرحال آزمائش' بلا' فتنہ' ابتلا یہ سب ہم معنی الفاظ ہیں اور اپنی نوعیت میں عذاب' عقاب' عتاب سے ملتے ہیں لیکن حقیقتاً مختلف ہوتے ہیں اس لئے کہ عذاب و عتاب وغیرہ تو کسی گناہ کی پاداش میں ہوتے ہیں جن کا انجام رسوائی و سفلی ہوتا ہے جبکہ آزمائش میں توفیق توبہ و استغفار شامل حال رہتی ہے مگر عذاب میں یہ توفیق نصیب نہیں ہوتی اور اس کی جگہ شکوہ و شکایت لے لیتے ہیں۔ آزمائش ہو یا عذاب دونوں میں کسی کی مدد کام نہیں دیتی البتہ آزمائش میں اولی الامر حضرات کی طرف سے حوصلہ افزائی ضرور ہوتی ہے۔

جستہ جستہ : راہ سلوک میں خوف' جوع اور جان و مال و ثمرات کے نقصان لازمی طور پر آتے ہیں

marfat.com

اور ساتھ ہی یہ ہر ایک کا نصیب نہیں ہو تا کہ آزمایا جائے یہ صاحب امر حضرات پھولوں کی خوشبو سنگھا کر کانٹوں میں الجھا دیتے ہیں۔ بی پی ڈبل روٹی جب نئی نئی پاکستان میں تیار ہونے لگی تو کسی نے حضرت قبلہ" سے اس کا ذکر کیا کہ سرکار یہ ڈبل روٹی اپنی ابتدائی حالت یعنی میدہ سے لے کر آخری شکل میں آنے تک بغیر ہاتھ لگائے مشینوں کے ذریعے خود بخود مختلف ادوار سے گزر کر ملفوف ہو جاتی ہے تو حضرت قبلہ" نے فرمایا کہ راہ طریقت میں بھی عین اسی طرح ایک صاحب امر کسی ارادتمند کو پکڑ میں لے لیتا ہے' یاس و ضرر اس کو خود بخود چھونے لگتی ہیں اور اسے خوب طرح سے جھنجوڑا جاتا ہے۔ ملت ابراہیمی کا فرد بنانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں طرح طرح کے کلمات سے آزمایا جاتا ہے جن کو پورا کرنے کے بعد امام الناس کہلانے کا حقدار ہوتا ہے' یہ آزمائشی ستم گوارا کرنے ہی پڑتے ہیں۔

فرماتے ہیں: ابھی پاکستان نیا نیا بنا تھا' ایک دن حضرت پیر امانت علی شاہ چشتی" حاضر خدمت ہوئے اور قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت پر نکتہ چینی شروع کردی' ان کی وضع قطع' لباس اور عقیدے پر تنقید کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ایسے شخص کی قیادت مسلمانان پاکستان کے لئے انجام بخیر نہ ہو گی۔ حضرت قبلہ" نے مسکراتے ہوئے فرمایا شاہ صاحب! یہ فرمایئے کہ آپ ایک گلی سے گزر رہے ہیں وہاں ایک پھٹے پرانے کپڑے پہنے ژولیدہ حال شخص آپ کا دامن تھام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت آگے نہ بڑھیں وہ دیکھیں ایک اژدہا سامنے کی نالی کی موری سے سر نکالے ہوئے ہے اگر آپ اس نالی پر سے گزریں گے تو نقصان ہو گا۔ آپ دور سے اژدہا دیکھ کر اس شخص کا شکریہ ادا کریں گے اس وقت آپ کا خیال اس شخص کی ظاہری حالت پر نہیں جائے گا بلکہ جس خطرۂ عظیم سے اس نے آپ کو آگاہ کیا ہے اس کے مقابل دوسری باتیں آپ کی نظر میں کالعدم ہوں گی۔ ہندو قوم نے مسلمانوں کا نشان مٹانے کے لئے جو منصوبے تیار کر رکھے ہیں ان سے محمد علی جناح نے آگاہ کر دیا' شاہ صاحب مطمئن ہو گئے اور قائد اعظم زندہ باد کے زمرہ میں شمولیت فرمائی۔

ایک دفعہ صدر مدرس نعمانیہ جو کہ تقسیم ہند کے بعد بھارت سے آکر پاکستان میں اس عہدہ پر فائز ہوئے تھے آپ کی خدمت میں صبح کے وقت حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ علیہ رحمت اپنے تخت پوش سے اتر کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مصافحہ کیا' وہ صاحب کسی باطنی حکم کے تحت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا پیغام لینے آئے تھے' حضرت قبلہ" نے آہستہ سے ان کا باطنی پیغام ان تک پہنچایا جسے لیتے ہی وہ واپس تشریف لے گئے' مجھے بعد میں بتایا کہ یہ صاحب صدر "مدرسہء نعمانیہ" ہیں انہیں بلایا گیا تھا تاکہ ان کی امانت انہیں دے دی جائے۔

ایک دفعہ آپ شرح قصیدہ کا مسودہ لکھ رہے تھے کہ کسی جگہ حضرت داتا گنج بخش" کے قول نقل کرنے کی ضرورت پڑی آپ نے جب ان کا قول مبارک نقل فرمایا تو اسی اثنا میں حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی" تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ کسی کا قول نقل کرتے وقت پورا پورا حوالہ بھی ساتھ دے دیا کریں یعنی کس صاحب کا قول ہے کس کتاب میں اور کون سے صفحے وغیرہ پر۔ قبلہ حضرت صاحب" فرماتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری پر میں اٹھ کھڑا ہوا اور ساتھ ہی ساتھ رب

marfat.com

العزت جل علیٰ شانہ کا شکر گزار ہوا کہ میری یہ کتاب سیدی غوث الثقلینؒ کی نگرانی میں لکھی جا رہی ہے۔ اسی طرح دعائے مغنی جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے (تذکرہ زیر نظر میں درج کی گئی ہے) اسکے بہت سے اشعار کی تصحیح بنفس نفیس حضرت اویس قرنیؒ نے فرمائی۔ سبحان اللہ!

تعویزات کے متعلق حضرت قبلہؒ کا فرمان تھا کہ تعویزات میں نہ کوئی درویشی پوشیدہ ہے اور نہ ہی درویش کے لئے لازم ہے کہ لوگوں کو ضرور تعویز ہی دے۔ تعویزات میں در حقیقت تعویز دینے والے کی کیفیت (جذبہء باطنی) کام کرتی ہے نہ کہ تعویز کی سیاہی۔ خیال فرمایئے کہ بنفشہ اور بہی دانہ میں تو اثر ہو اور کلام پاک میں اثر نہ ہو یہ کہاں کا فلسفہ ہے۔ (اثر تو موثر حقیقی کے امر کے تحت کار فرما ہوتا ہے) کرچودھری یوسف فرماتے ہیں: ایک تفسیر کی عبارت جو لاہور کے نکتہ وروں سے حل نہ ہو سکی آپ نے مجھے خواب میں بتائی وہ یوں کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد "تفسیر روحٰی" میرے زیر مطالعہ تھی۔ اس تفسیر کا اردو بڑا جامع اور دقیق ہے۔ ایک دن سورہ یٰسین شریف پر جب پہنچا تو صاحب تفسیرؒ نے لفظ یٰسین کے تحت لکھا: "یا" حرف ندا ہے اور "س" اپنے میں سویت اعتدالیت رکھتا ہے کہ درمیان زبر اور بینات اس کی موافقت اور برابری ہے جو کسی اور حرف میں نہیں پائی جاتی لہٰذا مختص بحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے معنوں پر غور کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ علمائے کرام کی طرف رجوع کیا' کسی نے کہا یہ حرف "س" جمالی ہے جلالی نہیں۔ ایک نے کہا یہ زبر بینات صرف و نحو کی اصطلاحات ہیں' نہ زبر' بینات کی تفسیر آئے نہ کوئی حل نکلے۔ ان مذکورہ دو الفاظ کے نرے معنی کچھ کام نہ دیں۔ اس چکر میں کوئی چار چھ ماہ گزر گئے' ایک اتوار مزار پر انوار پر حسب معمول حاضر ہوا تو وہاں یہ مسئلہ پیش کر دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ قبلہ حضرت صاحبؒ تشریف فرما ہیں اور ایک تختہ سیاہ پر مجھے حرف "ا" لکھنے کو فرمایا' ایک چاک کا ٹکڑا بھی آپ نے خود ہی جیب مبارک سے نکال کر دیا اور فرمایا کہ اس حرف "ا" کے سامنے زبر لکھ دو' پھر فرمایا کہ "الف" ایسے لکھو اور اس کے سامنے بینات لکھ دو یعنی: ا = زبر

الف = بینات

میری آنکھ کھل گئی میں خوشی سے پھولا نہ سمایا' مجھے معلوم ہو گیا کہ س ہی ایسا حرف ہے جو زبر و بینات میں موافقت اور برابری رکھتا ہے کسی اور حرف کو یہ شرف حاصل نہیں (یعنی "س" = زبر اور سین = بینات) (یہ حرف "س" صورت امر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص اس لئے ہے کہ آپ بھی ظاہر و باطنی ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں کہ آپ کے اوامر و نواہی کی پابندی سب کے لئے یکساں ہے)۔

آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہوئے کسی تفسیر کے مطالعہ کی ضرورت تو نہ تھی لیکن میری لاعلمی و کم علمی کے پیش نظر آپ نے تفسیر "مواہب الرحمٰن" کی تمام جلدیں اپنے کتب خانہ سے نکالیں اور مجھے ایک ایک کرکے مطالعہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ میں نے ساری تفسیر پانچ سال میں آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں ہی ختم کی۔ جو حقائق مجھے اس تفسیر کے مطالعہ میں پیش آتے قبلہ حضرت صاحب علیہ رحمت سے ان کا حل حاصل کرتا' آپ ایسے ایسے نکات بیان فرماتے جو کسی تفسیر میں بھی نہ پائے جاتے۔ آپ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ یوسف صاحب! اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا بخشا

marfat.com

ہے' زور قلم بھی عطا کیا ہوا ہے' دل چاہتا ہے کہ آپ دوستوں (مریدوں) کی ملازمت وغیرہ چھڑا دی جائے اور کسی کھلی فضا میں علیحدہ ہو کر حقیقت امر کے کلام کا ترجمہ اور تفسیر لکھی جائے۔ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ترجمہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ سے افضل نہیں تو .مفضلہ تعالیٰ کسی درجہ کم بھی نہ ہو گا۔ آپ کلام پاک کی سیاہی اور اوراق کو لباس قرآن کا نام دیتے اور ان اوراق و سیاہی میں جو حقیقتیں پوشیدہ ہیں انہیں قرآن کہتے۔

چلہ کشی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ صورت امر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک غار حرا والی ادا کی تقلید ہے۔ تہذیب نو کے روندے ہوئے جو ایسے طریق عبادت سے چڑتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ آپ اپنی اولاد کو عمر کے ایک حصہ تک اعلیٰ دنیاوی تعلیم دلواتے ہیں اور اس دوران تعلیم اولاد سے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتے' دنیاوی منصب کے لئے اگر ان کے بچے بیس پچیس سال بغیر کمائے گزار دیں تو ٹھیک ہے اگر کوئی راہرو سلوک اپنے پیدا کرنے والے خالق کی معرفت میں چند محدود ایام تنہائی میں گزارے تو اس پر آوازے کسنے شروع کر دیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

چودھری صاحب "اجتماع ضدین" میں مزید لکھتے ہیں کہ اپنی بیس سالہ ظاہری صحبت (۱۹۳۸ تا ۱۹۵۸ء) میں کسی قسم کا مسئلہ ہو' دینی ہو یا دنیاوی جب بھی پیش آیا فوراً مرد قلندر کے اسوۂ حسنہ کا خیال کیا یا اس مسئلہ میں آپ کے اس ارشاد کو یاد کیا جو اس الجھن سے متعلق ہو فی الفور مشعل راہ بنا۔ چھوٹی چھوٹی روزمرہ کی باتیں اور حرکات و سکنات سے لے کر انتہائی منازل زندگی تک آپ نے رہبری فرمائی' دفتری زندگی میں عموماً" ہر عقیدہ کے افراد ہوتے ہیں اور اکثر بحث و مباحثہ کا بازار گرم رہتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مخالف کا جواب اپنے خیال سے نہ دیا کرو بلکہ جواب کو حقیقت امر کے کلام سے ڈھونڈنے کی کوشش کیا کرو اگر اس میں تلاش نہ کر سکو تو صورت امر کے کلام یعنی حدیث شریف کی طرف رجوع کرو۔ وہاں سے بھی نہ مل سکے تو بزرگوں کے اقوال جواب میں پیش کرو اللہ کے فضل و کرم سے ہر بد عقیدہ کا جواب ان تینوں میں ضرور پاؤ گے' گفتگو میں ہمیشہ آہستگی اور میانہ روی برتو۔

لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کے ملنے والے ایک مولوی صاحب تشریف فرما تھے اتفاق سے میرے سوا دوستوں میں اس وقت کوئی بھی باریش نہ تھا' مولوی صاحب نے کہا کہ قبلہ کیا آپ کے حصے میں یہ (بے ریش) جماعت آئی ہے جو میں سامنے دیکھ رہا ہوں اور آپ ان سانپوں کو دودھ پلا رہے ہیں جو کوٹ و پتلون میں ملبوس (ننگے سر آپ کے روبرو) بیٹھے ہیں۔ آپ نے مسکراہٹ بھرے لہجے میں فرمایا: ان سانپوں کے دانت نکال دیئے گئے ہیں آپ گھبرایئے نہیں یہ جماعت بڑے کام کی ہے' یہ ایک راہ پر آیا ہوا اپنے کئی ماتحتوں کو راہ پر لا سکتا ہے اور تبلیغ کا کام بڑے سہل اور احسن طریقوں پر سرانجام دے سکتا ہے۔ آپ کی طرح نہیں کہ گاؤں کے ایک غریب کسان کو پیڑا دم کر دیا' اس کی بھینس راس آگئی اور آپکی دو وقتی روٹی اس کسان کے گھر لگ گئی اور ساری زندگی اس پر اکتفا کر بیٹھے۔

ہجرت کی فضیلت اور ثواب : موضع سمسانی میں سالانہ میلاد شریف کے سلسلہ میں چودھری یوسف صاحب حضرت قبلہ" کے ہمراہ گئے وہاں احاطہ میں ایک مائی بھینس کا دودھ دوہ رہی تھی چودھری صاحب فرماتے ہیں کہ اسے دودھ دوہتا دیکھ کر میرا خیال اپنے آبائی گاؤں کی طرف جہاں سے پاکستان

marfat.com

بننے پر ہم لوگ مہاجرین بن کر آئے تھے لوٹا' والدہ مرحومہ کا اسی طرح دودھ دوہنا یاد آگیا اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ قبلہ حضرت صاحب" سامنے ہی قریب تشریف فرما تھے انہوں نے دیکھ کر مجھے پاس بلایا اور حال دریافت کیا' فرمایا آپ فقط کسی بھینس کا خیال لا کر مغموم ہو رہے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہجرت جیسی سنت اللہ عزوجل نے آپ لوگوں کے نصیب میں دے دی اور بغیر کوئی خاص محنت شاقہ اٹھائے آپ اس ثواب کے حقدار ہو گئے' اگر وطن چھوڑا ہے تو اتباع سنت میں ہجرت مل گئی ہے۔

وصال : آپ محکمہ ریلوے سے ۱۹۷۰ عیسوی میں ریٹائر ہوئے اور پھر ہمہ وقت تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ کے لئے کوشاں رہے۔ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی ظاہری حیات طیبہ میں مرکزی مجلس سہروردیہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے اور تادم زیست تبلیغی سرگرمیوں میں ہی عمر گزار دی۔ وصال ۲۶ اپریل ۱۹۷۹ عیسوی کو ہوا اور قبرستان حضرت میاں میر علیہ رحمتہ میں مدفون ہوئے۔

الحاج صوفی ابو نصیر محمد نذیر غوری الجویری سہروردی"

تعارف : آپ کا تعلق شاہان غور کے خاندان سے ہے جو افغانستان کے شہر غزنی کے محلہ ہجویر میں آباد تھے۔ خاندان کے ایک بزرگ ازاں بعد لاہور میں آکر آباد ہو گئے' صوفی صاحب ۱۹۱۵ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پرائمری تک حاصل کی اور اوائل عمر میں خلیفہء مجاز مرزا غلام محی الدین سہروردی" جن کا سرکاری کھاتوں کی چھپائی اور جلد سازی کا کاروبار سید مٹھا لاہور میں تھا ان کے پاس اس کام کا آغاز کیا۔ طبیعت میں بچپن سے ہی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ودیعت ہو گیا اس لئے ہندوؤں کے اس متعصب غالی طبقے کے سخت دشمن ہو گئے جنہوں نے اپنا وطیرہ اہانت رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم اپنا رکھا تھا چنانچہ آپ ان نوجوانوں کے گروہ میں شامل ہو گئے جنہوں نے اس قسم کے ملعونوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم کر لیا تھا۔ آپ کے دو دوستوں نے اسی عظیم مشن میں کلکتہ کے ایک ملعون بھولا ناتھ سین مصنف "پراچین کہانیاں" کو بمعہ اس کے دوسرے دو نابکار ساتھیوں کے کلکتہ جا کر قتل کر دیا اور پھانسی پا کر رتبہء شہادت حاصل کر لیا۔

بیعت : ۱۹۳۳ء میں صوفی صاحب ایک دن دکان پر بیٹھے رو رہے تھے کہ میرے ساتھی مقصد حیات پا گئے مگر افسوس کہ میں ابھی تک محروم ہوں۔ اس کا علم جب مرزا غلام محی الدین سہروردی" کو ہوا تو وہ آپ کے پاس آئے اور پوچھا تمہارا کیا مقصد ہے؟ آپ نے عرض کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی اپنی زبان مبارک سے ہی ارشاد فرما دیں "کہ مجھے تمہاری جان کی ضرورت ہے" مرزا صاحب نے فرمایا اگر تمہارا یہ مقصد تمہاری ظاہری زندگی میں ہی پورا ہو جائے تو پھر؟ صوفی صاحب نے کہا کہ تو گویا پھر میں اپنا مقصد حیات پا گیا۔ مرزا صاحب" انہیں لے کر حضرت قبلہ" کی خدمت میں حاضر ہو گئے تاکہ انہیں حلقہء ارادت میں داخل کرا کر انہیں ان کے دلی مقصد سے ہم کنار کرا دیں۔ حضرت قبلہ" نے انہیں توبہ استغفار کرا کے اپنے حلقہء ارادت میں لے لیا' یہ جب واپس دکان پر آئے تو مرزا صاحب" کے چھوٹے بھائی نے سعادت بیعت حاصل ہونے پر مبارک دی تو صوفی صاحب نے کہا کہ میں نے تو بیعت نہیں کی۔ مرزا صاحب" حیران ہوئے اور انہیں ساتھ لے کر حضرت قبلہ" کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت قبلہ کے استفسار پر صوفی صاحب نے عرض کی: قبلہ کیا مجھے کوئی سرکار دو عالم صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کا حکم ہوا ہے؟ حضرت قبلہؒ مسکرائے اور فرمایا اچھا کل صبح فجر کو آنا' دوسرے دن آپ پھر حاضر ہوئے مگر بات نہ بنی۔ آخر تیسرے دن حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی: قبلہ مجھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوگیا ہے اس لئے آج میں آپکی بیعت کا اقرار کرتا ہوں۔

مجاہدہ : آپ کی اوائل عمر اور جوانی سیاسی سرگرمیوں میں گزری اس لئے طبیعت میں جوش و جذبے کا غلبہ تھا بڑے سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیں رات کو اکثر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر وظائف ادا کرتے شب بیداری مجاہدۂ نفس' ہر لحظہ ورد اور اسباق کی پابندی گویا آپ کی غذا تھی۔ آپ کے دوسرے تین ساتھی ملک مراتب علی سہروردی' ملک محمد ظفر سہروردی (محلہ ککے زئیاں لاہور) اور محمد اشرف خان عطا سہروردی (صحافی روزنامہ زمیندار لاہور) نے جو آپ کے ساتھ ایک ہی دن حضرت قبلہؒ سے بیعت ہوئے تھے حضرت قبلہ کے روبرو ایک مجلس میں برملا اس بات کا اظہار کیا کہ: "سرکار! ہم میں نذیر کی طرح مجاہدوں کی ہمت نہیں"۔

آپ پر اپنے دادا پیر حضرت قبلہ باباجیؒ حیات گڑھی کی بھی خصوصی توجہ تھی' ان کی خدمت میں بھی حاضری کا شرف اکثر و بیشتر حاصل ہوتا رہا چنانچہ انہوں نے بھی خاصی باطنی تربیت فرمائی گویا آپ پر دو آتشہ اثر تھا۔ آپ خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

مسئلہ طے الارض : ایک دن آپ کے ایک دوست جس کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور وہ ایم اے عربی تھا اس نے حضرت قبلہؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف "صحیفہء غوثیہ" پر اعتراض کیا اور کہا کہ میں حضور غوث پاکؒ کے اس فرمان کو کہ "میرا مرید جب مجھے پکارے تو میں پہنچتا ہوں" بالکل تسلیم نہیں کرتا صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس کی اس بات سے میرے دل میں بھی وسوسہ پیدا ہوا کہ نہ جانے حضرت غوث پاکؒ کا یہ فرمان مبنی بر صداقت بھی ہے یا نہیں۔ اسی اثنا میں مجھے ایک ضروری کام کے سلسلہ میں سیالکوٹ جانا پڑ گیا' صحیفہء غوثیہ ساتھ لے گیا اور اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پڑھتے پڑھتے نیند آگئی' خواب میں ایک بزرگ آئے جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی مگر اس کے باوجود میرا دل متذبذب رہا۔ اگلے دن بذریعہ ریل لاہور آگیا اور گھر جانے کی بجائے سیدھا حضرت قبلہؒ کی خدمت میں قلعہ گوجر سنگھ حاضر ہوگیا' ابھی جا کر بیٹھا ہی تھا کہ کوئی رائے ونڈ سے' کوئی خانیوال سے' کوئی امرتسر سے اور کوئی سیالکوٹ وغیرہ سے مختلف دوست آنے شروع ہو گئے اور باری باری سب نے آکر حضرت قبلہؒ سے یہی پوچھا کہ: "سرکار خیر تو تھی جو آپ رات کو ہمارے ہاں تشریف لائے بھی اور قیام کئے بغیر ہی واپس تشریف لے گئے دور دراز سے مختلف جگہوں سے مختلف جگہوں سے آنے والے احباب کی اس بات سے مجھ پر یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ یہ میری ذہنی الجھن کا ہی حل ہے کہ درویش کئی مختلف مقامات پر بیک لحظہ اور اسی وقت پہنچ سکتا ہے اس کے لئے زمان و مکان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جب وہ اصحاب چلے گئے تو حضرت قبلہؒ نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیوں بھئی! پیر حاضر ہوتا ہے کہ نہیں؟" میں نے عرض کی حضور واقعی حاضر ہوتا ہے اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک اور فرمان سو فیصدی حق پر مبنی ہے۔

بیوی کی خوش نصیبی : صوفی نذیر صاحب نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ ایک دن میں اور میری بیوی

marfat.com

حضرت قبلہ" کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اندرون خانہ حضرت علیہ اماں جی" نے میری بیوی سے پوچھا: "کیا تمہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی زیارت ہوئی ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں' اماں جی" نے فرمایا: تمہارے میاں کو تو ہوئی ہے۔ گھر واپس آکر میری بیوی اصرار کرنے لگی کہ حضرت قبلہ" سے میری سفارش کرو تاکہ مجھے بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔ اگلے دن میں اسے لے کر حضرت قبلہ" کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کی' حضرت قبلہ! نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "جاؤ! جاؤ! ہو جائے گی" خیال فرمایئے کہ حضرت قبلہ" کے یہ الفاظ مبارک نہ وظیفہ ہیں' نہ تسبیح اور اسی رات میری بیوی زیارت حضور علیہ السلام سے مشرف ہو گئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ صوفی صاحب" کا کشف القبور بلا کا تھا' حضرت داتا گنج بخش علیہ رحمتہ کے مزار اقدس پر اکثر حاضری دیتے اور کافی عرصہ مراقب رہتے۔ اپنے اصحاب کو بھی ہمراہ لے جاتے اور انکی اغراض کا جواب بحکم باطنی بیان کر دیتے۔

ایک دفعہ آپ کے محلے کے دو مرزائی انہیں کہنے لگے کہ خلیفہ بشیر الدین محمود آئے ہوئے ہیں تجھے ان کے پاس لے چلتے ہیں۔ جب تجھ پر ان کا اثر ہو گا تو تو خود مرزائی ہو جائے گا' آپ نے فرمایا اس سے کچھ نہیں بنے گا۔ خیر وہ اسے ساتھ لے گئے اور مرزا بشیر کے سامنے جا بٹھایا اور کہا یہ لڑکا ہمارے محلے کا ہے آپ سے کچھ سمجھنا چاہتا ہے؟ آپ نے کہا میں تو کچھ نہیں سمجھنا چاہتا' یہ دو محلے دار کہتے تھے چلو تمہیں کچھ سمجھا لائیں۔ میں نے جو کچھ سمجھنا تھا سمجھ چکا ہوں' مرزا کہنے لگا نہیں حق کی تلاش بری چیز نہیں۔ آپ نے کہا میں بالکل ان پڑھ ہوں' آپ خود کو نبی زادہ کہتے ہیں ہم مسلمانوں کی نبوت کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں آپ کی نبوت کل کی ہے' مجھے کوئی آیت یا حدیث نہ سنانا' میں ایک درویش کامل کا غلام ہوں ذرا وہ جوہر جو تجھ میں ہے مجھ پر وارد کر پھر سمجھوں گا کہ تم سچے ہو ورنہ وہ کیفیت جو مجھے بتائی گئی ہے اگر تم پر وارد ہو جائے تو یقین کر لینا۔ مرزا کا رنگ اڑ گیا' ان لڑکوں کو جو آپ کو ہمراہ لائے تھے کہنے لگے اسے کیوں لائے ہو؟ اس کا دماغ صحیح نہیں' اسے باہر ہوا میں پھراؤ' آپ نے کہا مرزا صاحب ناراض کیوں ہوتے ہیں میں نے کوئی آپ کی توہین نہیں کی' میں نے تو ایک حقیقت بیان کی ہے کہ میں ایک درویش کا مرید ہوں۔ آپ نبی زادہ ہیں اگر آپ میں نبوت کے طفیل واقعی کوئی چیز ہے تو مجھ پر وارد کر دیں ورنہ جو کیفیت درویشوں کے جوتوں کے طفیل مجھے حاصل ہے وہ اگر آپ پر وارد ہو جائے تو خود سیدھی راہ پر ہو جانا۔ مرزا دوسری دفعہ لڑکوں کو پھر ناراض ہوا کہ اسے لے جاتے کیوں نہیں' اسے جان چھڑانا مشکل ہو گئی۔

خلافت وغیرہ : آپ کو دستار خلافت الحاج میاں معراج الدین سہروردی کے دست مبارک سے دسمبر ۱۹۸۴ میں اور حج کی سعادت ۱۹۹۴ میں حاصل ہوئی' آپ کا حلقہ ارادت خاصہ وسیع ہے۔ ارادتمندوں میں سید محمد اویس سہروردی خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو بلند پایہ صاحب قلم ہیں۔

۲۷ دسمبر ۱۹۹۵ء بروز بدھ (۲۰ رجب ۱۴۱۶ ہجری کو وصال ہوا اور نیو شاد باغ لاہور میں مدفون ہوئے۔

چوہدری فضل دین سہروردی

آپ کے والد کا نام چودھری رحمت اللہ تھا جو چک منگل جلال پور ڈاک خانہ میانی پٹھاناں تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور (بھارت) کے مکین تھے۔ پیشہ کھیتی باڑی تھا' چودھری فضل دین ۳۰ اکتوبر

marfat.com

۱۹۱۸ء کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پرائمری تک وہیں سے حاصل کی' قیام پاکستان کے بعد چک نمبر ۲۷۸ گ ب ضلع فیصل آباد میں مقیم ہو گئے۔ نوجوانی میں ہی (پیر طریقت سہروردیہ) الحاج چودھری محمد شفیع سہروردیؒ سے منسلک ہو گئے' انہیں کی وساطت سے ریلوے میں ملازم ہو کر تمام عمر انہیں کی خدمت و محبت میں رہے۔ درویشی کا رنگ بھی وہیں چڑھا اور انہیں کی وساطت سے حضرت قبلہؒ کی بیعت کی سعادت ۱۹۳۸ء میں حاصل ہوئی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی تہجد گزاری' اپنے اوراد و وظائف میں باقاعدگی اور مجاہدۂ نفس سے جلد ہی کشف کونی حاصل ہو گیا۔ محبت شیخ نے "فنافی الشیخ" کی صورت اختیار کر لی اور چند سالوں میں ہی اعلیٰ روحانی مقام حاصل کر لیا۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت قبلہ علیہ رحمت حقہ نوشی فرمایا کرتے تھے اسی سنت کو کچھ عرصہ الحاج چودھری محمد شفیع سہروردیؒ اور چودھری فضل سہروردی نے برقرار رکھا جب حضرت شیخ نے ترک حقہ نوشی کی تو ان اصحاب نے بھی اس شغل کو خیرباد کہہ دیا۔ ۱۹۴۹ء میں قیام جہلم کے دوران فضل صاحب کئی دفعہ اس امر کا اظہار فرما دیتے کہ حضرت قبلہ علیہ رحمت باطنی طور پر تشریف لائے تھے اور حقہ نوش فرما کر واپس تشریف لے گئے ہیں ۱۹۴۹ء میں چودھری محمد شفیع صاحب سہروردی جہلم میں بحیثیت پلیٹر تعینات تھے راقم الحروف اور برادرم چوہدری ظفر سہروردی بالعموم چودھری صاحب کے بنگلے پر حاضر ہوتے رہتے۔ چودھری فضل صاحب کئی مرتبہ بتاتے کہ ابھی ابھی حضرت قبلہ علیہ رحمتہ تشریف لائے تھے اور یہ فرما گئے ہیں غرضیکہ چودھری فضل سہروردی کا رنگ ہی نرالا ہے۔ آپ بڑے متحمل مزاج اور خوش مزاج درویش ہیں' طبیعت میں بے حد انکسار ہے ۱۹۸۴ء تک الحاج چودھری شفیع صاحب کے ساتھ ہی مقیم رہے۔ ۱۹۸۴ء میں موٹر سائیکل کے حادثہ میں ٹانگ ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے پھر اپنے گاؤں منتقل ہو آئے۔ تادم تحریر اپنے بیٹے چودھری محمد اشفاق کے پاس شالیمار کالونی لاہور میں مقیم ہیں اور خلق خدا کو فیض یاب فرما رہے ہیں' کشف القبور اور کشف کونی عنایت درجہ کا حاصل ہے۔

الحاج صوفی فضل الرحمٰن خان سہروردی

ابتدائی حالات : آپ محمد یٰسین خان چشتی کے فرزند ارجمند ہیں۔ دادا کا نام گراؤ خان اور پردادا کا محمد یٰسین خان تھا جو موضع بہادا ضلع پرتاب گڑھ یوپی انڈیا کے رہنے والے تھے۔ صوفی فضل الرحمٰن ۴ نومبر ۱۹۲۵ء کو اپنے مذکورہ آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے اور میٹرک پرتاب گڑھ سے ۱۹۴۰ء میں پاس کیا۔ آپ کے والد ان دنوں بنگال ناگپور ریلوے میں بمقام کھرگ پور میں ملازم تھے انہیں کی وساطت سے آپ ۲ جولائی ۱۹۴۲ء کو ریلوے میں کلرک بھرتی ہو گئے' وہیں شادی ہوئی۔ پاکستان بننے پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء میں بمبئی کے راستے بذریعہ بحری جہاز کراچی اور ازاں بعد لاہور آ گئے۔ کوئی ٹھکانہ نہ تھا اس لئے مہاجر کیمپ میں کچھ عرصہ مقیم رہنے کے بعد محلہ کمال گنج لاہور میں کرایہ کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ فروری ۱۹۴۸ء میں بیوی کے انتقال کی خبر سن کر دل برداشتہ ہو گئے' اطمینان کے لئے دین کی طرف رجوع فرمایا اور حضرت شاہ کمالؒ کے مزار اقدس پر حاضری کا معمول بنا لیا وہیں قرآن حکیم ناظرہ میں روانی پیدا کی۔

بیعت : ستمبر ۱۹۴۸ء میں آپ کے رفیق کار چودھری محمد یوسف سہروردیؒ نے جو حضرت قبلہؒ کے

marfat.com

نامور مرید اور مرکزی مجلس سہروردیہ کے سیکرٹری جنرل تھے انہیں کہا کہ سلسلہ سہروردی کا سالانہ جلسہ میلاد النبیؐ حضرت قبلہؒ کے زیر سرپرستی ہوتا ہے اس میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ آپ نے مبلغ پانچ روپے پیش کئے کہ یہ ختم شریف میں میری طرف سے ڈال دینا میں انشا اللہ حاضری کی سعادت ضرور حاصل کروں گا۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے مغرب کی نماز حضرت شاہ کمالؒ کے مزار کی ملحقہ مسجد میں ادا کی اور پھر دو رکعت نماز نفل پڑھ کر گیارہ قدم بجانب روضہء اقدس حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق معروف "یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شی للہ" پڑھ کر دعا کی کہ یا اللہ حضرت غوث الاعظمؒ کے طفیل مجھے چوبیس گھنٹوں میں ایسا پیر کامل عطا فرما جیسے کہ حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند چشتیؒ، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ اور حضرت خواجہ فرید گنج شکرؒ ہیں"۔

اگلے دن دفتر پہنچا تو چوہدری یوسف صاحب نے بتایا کہ حضرت قبلہؒ نے فرمایا ہے کہ فضل الرحمٰن خود آکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں نذرانہ پیش کرے لہٰذا دفتر سے فارغ ہو کر بعد عصر چوہدری یوسف سہروردی کے ہمراہ قلعہ گوجر سنگھ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نذرانہ گزارا۔ مغرب کی نماز کے بعد بیعت کی درخواست کی آپ مجھے دوسرے کمرے میں لے گئے اور فرمایا دوزانو ہو کر بیٹھ جاؤ اس کے بعد میرا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ میں لیا۔ پہلا، دوسرا اور تیسرا کلمہ پڑھوا کر سبق تلقین فرمایا، اس کے بعد فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد تیسرا کلمہ اور عشا کی نماز کے بعد درود شریف پڑھا کرو۔ تعداد کا تعین نہ فرمایا، ساتھ ہی حکم دیا کہ ان ہر دو اسباق کا طریق چودھری یوسف سے سیکھ لینا، اس طرح میری دعا چوبیس گھنٹوں کے اندر ہی پوری ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے روزانہ حاضری کا معمول بنا لیا۔ آپ نومبر ۱۹۸۵ میں اسٹنٹ پرسانل آفیسر ریلوے کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

زیارت رسالت مآبؐ : ایک رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک پہاڑ پر جلوہ افروز ہیں اور میں لڑکپن کی حالت میں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام میں میری مدد کرو گے؟ میں نے عرض کی "جی حضور" سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پہاڑی پر سے کیسے اترو گے اور بغیر رقم کے کس طرح دین کی خدمت کرو گے؟ میں حضور علیہ السلام کی طرف دیکھتا جا رہا ہوں اور آپ کی معیت مبارک میں نیچے آتا جا رہا ہوں، نیچے کچھ داؤ پر رقم لگا رہے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کی نظر کرم سے میں ان سے رقم جیت کر دین کی خدمت کے لئے آپ کو دوں گا، اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ حضرت قبلہؒ کے ہمراہ سفر میں کئی مرتبہ رہے۔ بہت سے واقعات کے آپ راوی ہیں بلکہ جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی "تاریخ سہروردیہ" ہیں۔

افراد : ڈاکٹر صوفی عبدالحق سہروردی (جو حضرت قبلہؒ کے محبوب مریدوں میں سے تھے) کی شادی کے موقع پر حضرت قبلہؒ نے ماڈل ٹاؤن لاہور میں ان کا نکاح پڑھایا اور خطبہ دیا۔ اسی مجلس میں ایک صاحب نے پوچھا کہ غوثیت کے آگے بھی کوئی درجہ ہے؟ حضرت قبلہؒ نے فرمایا: ہاں ہے اور وہ درجہ افراد کا ہے جن پر غوثیت کا تصرف نہیں ہوتا صوفی فضل الرحمٰن سہروردی بیان فرماتے ہیں کہ اس

marfat.com

مقام پر حضرت قبلہ علیہ رحمت کا چہرہ مبارک چمک اٹھا' آپ نے فرمایا: اللہ کے ولی کا جو مرتبہ افراد میں سے ہوتا ہے اس پر شیطان کا تصرف کسی طور پر بھی نہیں چل سکتا کیونکہ اس کا اول آخر کی طرف لوٹ آتا ہے اور وہ خدائے لم یزل کے ساتھ منفرد ہو جاتا ہے' ایسے فرد درویش کی نگاہ سب پر ہوتی ہے اور اس کا ادراک عام لوگ نہیں کر سکتے۔

تبلیغی سرگرمیاں : آپ نے ۱۹۷۶ء میں حج کی سعادت حاصل کی' نہایت بلند پایہ خطیب اور واعظ خوش بیان ہیں عرس مبارک اور مجلس سہروردیہ کے سالانہ جلسوں کے موقع پر سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ کلام میں بے حد تاثر ہے وعظ و نصیحت کا ہر لفظ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ ماہانہ ختم شریف جو حضرت قبلہ" کے مزار پرانوار پر منعقد ہوتا ہے اس میں باقاعدگی سے تقریباً" ایک گھنٹہ وعظ فرماتے ہیں اور ختم شریف پڑھتے اور پڑھواتے ہیں۔

خرقہء خلافت : آپ کو دستار خلافت بوساطت خلیفہ مجاز میاں معراج الدین سہروردی" آف ہنجروال ۶ دسمبر ۱۹۸۴ عیسوی کو عطا ہوئی چنانچہ کئی ارادت مند آپ سے بیعت ہو کر فیوضِ باطنی حاصل کر رہے ہیں' حلقہء ارادت خاصہ وسیع ہے۔

ایک مجلس میں آپ نے حضرت قبلہ" سے عرض کی: قبلہ! آپ نے دیوبند میں جس حدیث کا مطلب اساتذہ سے پوچھا تھا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "دین اسلام قرب قیامت میں مکہ مکرمہ سے ایسے واپس آجائے گا جس طرح ایک سانپ اپنے بل میں گھستا ہے" اس کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سانپ کا قائدہ یا فطرت ہے کہ وہ اپنے بل سے جسے اس نے پہلے پہل اپنا مسکن بنایا ہوتا ہے وہاں سے جب نکل آتا ہے تو پھر چاروں طرف پھرتا پھراتا ہے اور دور دور نکل جاتا ہے پھر اس مسکن میں (تازیست) واپس نہیں آتا' ہاں جب اس کا آخری وقت آ جاتا ہے تو پھرتا پھراتا وہیں اپنے پہلے بل میں جہاں سے نکلا تھا واپس آ جاتا ہے۔ اسلام کا مسکن بلدالامین مکہ معظمہ ہے جہاں سے یہ نکلا' قرب قیامت میں فتنہء دجال کے موقع پر اس وقت جو مومنین بچ رہیں گے دنیا کے گوشے گوشے سے نکل کر مکہ معظمہ میں جمع ہو جائیں گے۔ گویا دین اسلام بلدالامین میں ہی واپس آ جائے گا جہاں سے اس کا ظہور ہوا تھا یہیں پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو گا حج کے دوران مومنین انہیں پہچان لیں گے اور ان کی بیعت کرلیں گے۔

تعبیر خواب۔ ضرورت و اہمیت بیعت : برادر طریقت صوفی فضل الرحمٰن نے بتایا: ۱۹۵۴ء میں حضرت صاحب قبلہ" سکھر اور کراچی دورے پر تشریف لے گئے اور مجھے بھی اپنی ہمراہی کا شرف بخشا۔ سکھر میں ان دنوں جو Rehabilitation Commisioner تھے وہ حضرت قبلہ" کے مرید تھے سکھر دریائے سندھ کے کنارے ان کی کوٹھی تھی' اپریل کا مہینہ تھا وہاں سخت گرمی تھی' وہاں اس قیام کے دوران ایک روز ایک شخص جو برادر طریقت ہومیوپیتھک ڈاکٹر محمد یعقوب علی خان سہروردی (ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر) کا ملنے والا تھا حاضر ہوا اور کہنے لگا: "حضرت! پچھلے رمضان شریف میں تراویح پڑھ کر گھر آیا' پیاس لگی ہوئی تھی میرا مکان بہت چھوٹا سا اور تنگ تھا' پانی کا گھڑا وہاں پڑا تھا جہاں میرے بچے سو رہے تھے میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا اور کوٹھے پر جا کر سو گیا' کیا دیکھتا ہوں کہ میں

marfat.com

ایک ہرے بھرے پھولوں سے لدے جنگل سے گزر رہا ہوں بہت خوشبو آ رہی تھی اسی سرور میں آگے بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ ایک چار دیواری نظر آئی جس کے دروازے پر چار بزرگ پہرہ دے رہے تھے اس کے اندر ایک نہایت ہی خوشنما باغ تھا' اندر خوش پوش لوگ بیٹھے تھے جہاں انہیں شربت پلایا جا رہا تھا' مجھے پیاس لگی ہوئی تھی اس لئے چاہتا تھا کہ اندر جا کر میں بھی شربت پیوں' جب اس کے دروازے پر پہنچا تو ایک بزرگ نے مجھے دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا کہ تم اندر نہیں جا سکتے' دوبارہ کوشش کی تو دوسرے بزرگ نے دھکا دے کر پہلے سے بھی دور پھینک دیا' تیسری بار کوشش کی تو تیسرے بزرگ نے دھکا دے کر اس سے بھی دور جگہ پھینک دیا۔ مجھے چونکہ پیاس کی شدت نے تنگ کیا ہوا تھا اس لئے پھر آگے بڑھا تاکہ کسی طرح باغ کے اندر داخل ہو جاؤں اور پیاس بجھاؤں مگر چوتھے بزرگ نے اتنے زور سے دور پھینکا کہ میں کافی دور جا گرا۔ اب مجھ میں آگے جانے کی سکت نہ رہی اور وہیں سے حسرت بھری نگاہوں سے باغ کو دیکھتا رہا اتنے میں چند بزرگ میرے پاس سے گزرے اور آگے نکل گئے۔ تھوڑی دور جا کر پھر واپس لوٹ آئے ان میں سے ایک بزرگ نے مجھ سے پوچھا کیا تم باغ کے اندر جانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی جی حضرت! لیکن وہ چار بزرگ جو دروازے کے باہر کھڑے ہیں مجھے اندر نہیں جانے دیتے' انہوں نے فرمایا چلو تم میرے ساتھ آؤ' میں ان کے ہمراہ باغ کے دروازے پر پہنچا تو کسی بزرگ نے نہ روکا' اندر آ گیا۔ دیکھا کہ ایک خوبصورت میز بچھا ہے وہ سب اس میز کے گرد بیٹھ گئے' میں بھی بیٹھ گیا' اتنے میں چند بے حد خوبصورت بچے شربت لے کر آ گئے اور سب کو شربت پلانے لگے۔ اس بزرگ نے مجھے پوچھا تم بھی شربت پیو گے؟ میں نے عرض کی جی حضور انہوں نے ایک گلاس مجھے بھی دے دیا۔ میں نے وہ شربت پی لیا' ابھی وہ سرور اور کیفیت ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اتنے میں شور اٹھا کہ تعظیم کے لئے اٹھو! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ ایک طرف سے اتنی تیز روشنی آئی کہ میں اسے برداشت نہ کر سکا اور نیچے زمین پر گر گیا' ہوش آیا تو فجر کی اذان ہو رہی تھی بیدار ہوا تو اس شربت کی مٹھاس اور چاشنی کی لذت موجود تھی' میں زبان سے اپنے ہونٹوں کو چاٹنے لگا اور اس مٹھاس کی لذت محسوس کرتا رہا۔

صبح نماز کے بعد وہ جنگل تلاش کرنے کے لئے آس پاس گیا مگر کوئی ایسا جنگل نظر نہ آیا۔ قبلہ! دیکھئے میں نے زبان سے اپنے ہونٹ چاٹ چاٹ کر زخمی کر لئے ہیں مگر ابھی تک سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ عالم بیداری کا واقعہ تھا یا خواب کیونکہ شربت کی مٹھاس اور چاشنی بدستور قائم ہے۔ آپ کا نام سن کر حاضر ہوا ہوں کہ حقیقت حال واضح فرمائیں میں سخت پریشانی اور تذبذب کے عالم میں ہوں۔

حضرت قبلہؒ یہ ماجرا سن کر مسکرائے اور فرمایا: بھئی! وہ باغ تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ تھا اور وہ چار بزرگ جو مین گیٹ پر تشریف فرما تھے اور تمہیں اندر نہیں جانے دیتے تھے وہ چاروں ان اکابر سلسلوں کے بانی ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر اب کوئی جنت میں نہیں جا سکتا' وہ بزرگ جو تمہیں اپنے ہمراہ لے گئے تھے وہ تمہارے خاندان میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں جو صاحب نسبت تھے وہ تمہیں پہچان کر اپنے ہمراہ اندر لے گئے اور انہیں کی رعایت سے ان چار بزرگوں نے تمہیں اندر جانے سے نہ روکا مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے پھر بھی تم محروم رہ گئے اس لئے

marfat.com

کہ تم ابھی تک کسی سلسلہ میں بیعت نہیں ہو اس لئے برخوردار کسی کامل کی بیعت بہت ضروری ہے۔

"لسان حسان" سید ریاض الدین سہروردی

تعارف : آپ کے آباء اجداد ریاست جے پور (بھارت) میں مقیم تھے وہیں آپ کی ولادت اپریل ۱۹۱۹ء میں ہوئی، کچھ عرصہ بعد آپ کا خاندان کشمیر میں منتقل ہو آیا اور پھر وہاں سے تکیہ سادھواں لاہور منتقل ہو آئے۔ کچھ عرصہ بعد امرتسر چلے آئے اور پھر وہیں منتقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ کے والد محترم کٹڑہ کرم سنگھ میں امرتسر کی جامع مسجد (حاجی جان محمد والی) کے خطیب و امام مقرر ہوئے سید ریاض الدین شاہ سہروردی کو دینی شغف ورثے میں ملا اللہ تعالیٰ نے شعر گوئی اور خوش الحانی کا ملکہ وافر عطا فرمایا تھا چنانچہ اوائل عمری میں ہی نعت گوئی و نعت خوانی شروع کردی۔ عالم شباب میں قدم رکھا تو برصغیر کے اعلیٰ پیمانے کے خوش الحان نعت خوانوں کے زمرہ میں خاصی شہرت حاصل کرلی۔ مرزا غلام حسین سہروردیؒ کے سسر مرزا عزیز الدین نے ایک دفعہ خلیفہء مجاز مرزا غلام محی الدین سہروردی سے ذکر کیا کہ ہمارے ہاں امرتسر میں ایک نوجوان سید زادہ نہایت ہی خوش الحان نعت خوان ہے اسے کسی پیر کامل کی تلاش و جستجو بھی ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ آپ اسے اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ علیہ رحمتہ سے بیعت کرادیں۔ چنانچہ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پیشتر آپ کو انہیں کی وساطت سے حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد آپکا خاندان ہجرت کرکے لاہور میں آباد ہوگیا اس طرح شاہ صاحب کو حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔

آپ کا شمار حضرت قبلہؒ کے محبوب ارادتمندوں میں ہوتا ہے، حضرت قبلہؒ نے آپ کو "لسان حسان" کا خطاب عطا فرمایا تھا ۱۹۵۵ء میں حضرت قبلہ نے آپ کو کراچی منتقل ہونے کا حکم دیا چنانچہ آپ وہاں مارٹن کوارٹرز میں رہائش پذیر ہو گئے۔ کچھ عرصہ مدرس بھی رہے ازاں بعد جامع مسجد بغدادی (مارٹن کارٹرز کراچی) کے امام و خطیب مقرر ہوئے اور آج تک وہیں تبلیغ دین و ترویج سلسلہ سہروردیہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خوش الحانی کے ساتھ تاثیر کلام سے بدرجہ اتم نوازا ہے چنانچہ جامع بغدادی میں دور دراز سے تشنگان علم دین حاضر ہوتے ہیں۔ حمد و نعت اور منقبت وغیرہ عشق رسول اللہ صلی اللہ میں ڈوب کر پڑھتے ہیں تو سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کراچی میں آپ "علامہ سہروردی" کے نام سے بالعموم مشہور ہیں۔

آپ اکہرے بدن کے میانہ قد بزرگ ہیں، سرخ و سفید چہرہ جس پر نور برستا اور تقدس بشرے سے پھوٹا پڑتا ہے، شخصیت میں بلا کی جاذبیت ہے جو ایک ہی ملاقات میں گرویدہ بنا دیتی ہے۔ بڑے با اخلاق، شیریں زبان اور مرنجان مرنج درویش ہیں یہی وجہ ہے کہ حلقہ احباب خاصہ وسیع ہے۔

صاحب قلم : آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات اب تک منظر عام پر آچکی ہیں :

(۱) حسین ابن علی: یہ کتاب محمود احمد عباسی کی کتاب (جو انہوں نے یزید بن معاویہ کے حق میں لکھی) کی تردید میں آپ نے تحریر فرمائی۔ (۲) علم لدنی تصوف کے موضوع پر ہے، ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔

(۳) دین میں اختلاف کیونکر ہوا (۴) حزب اللہ اور حزب الشیطان (۵) خاندانی منصوبہ بندی (۶) دیوان ریاض (۷) ریاض رسول حصہ اول' دوم' سوم (۸) گلدستہء نعت حصہ اول' دوم' سوم۔

جامع مسجد بغدادی کراچی کے قریب ۱۹۷۰ء میں آپ نے "نعت کالج" کا اجرا فرمایا جہاں نعت خوانی کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نعتیہ بزم "انجمن عندلیبان ریاض" کے بانی اور صدر ہیں اور پاکستان کے مختلف شہروں میں باوجود پیرانہ سالی صدارت فرمانے کے لئے سفر کرتے رہتے ہیں۔

خلافت : پیر طریقت سید ممتاز حسین سہروردیؒ نے بیان فرمایا کہ شاہ صاحب کو خرقہء خلافت صاحبزادہ سید فیض احمد سہروردیؒ نے ستمبر ۱۹۶۴ء میں میرے ساتھ ہی عطا فرمایا تھا' سید ریاض شاہ صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ حضرت قبلہؒ نے مجھے اپنی ٹوپی مبارک اور تسبیح عطا فرمائی تھی۔
آپ نے پیری مریدی کا سلسلہ پیر طریقت چودھری محمد اقبال حمید سہروردیؒ کے اصرار پر ۱۹۷۹ء میں شروع فرمایا اور بفضل تعالیٰ خدمت سلسلہ اور تبلیغ دین میں نمایاں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپکے صاحبزادے سید فصیح الدین سہروردی بھی نہایت خوش الحان نعت خوان ہیں جو ریڈیو اور ٹی وی پر بھی نعتیں پڑھتے ہیں۔

چوہدری مظفرالدین ظفر سہروردی

ابتدائی حالات : آپ ۳ نومبر ۱۹۲۰ء کو جہلم کے ایک نواحی گاؤں لنگرپور میں پیدا ہوئے' والد ماجد کا نام چوہدری امام الدین (بن موج دین بن فتح شیر) تھا جو گاؤں کے صاحب حیثیت زمیندار' متقی و پرہیزگار تھے اور "ملاجی" کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف سے بیعت تھے اور لنگرپور میں مدفون ایک قدیمی بزرگ حضرت بخاری بادشاہؒ قادری سے فیض یافتہ تھے' ان کے مزار پر باقاعدہ حاضری آپ کا معمول تھا۔ آپ پنجاب پولیس میں ملازمت کے بعد ریٹائر ہوئے اور ۱۹۳۱ء میں انتقال فرما گئے۔
ظفر صاحب کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی' ظفر صاحب پر اپنے والد ماجد کی خصوصی توجہ تھی اس لئے بچپن میں ہی اولیائے کرام کی محبت دل میں گھر کر گئی۔ اکثر و بیشتر حضرت بخاری بادشاہؒ کے مزار پرانوار پر حاضری دیتے رہتے۔

آپ نے ۱۹۳۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۴۲ء میں راولپنڈی ریلوے ڈویژن کے انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں بطور ٹائم کیپر ملازم ہو کر علاقہ غیر ہیرزو ریلوے سٹیشن پر تعینات ہوئے۔ یہاں ہیرزو میں ان دنوں چودھری محمد شفیع سہروردی P.W.I. (پلیٹیر) تھے جو ان کے آفیسر انچارج تھے۔ ان کی صحبت نے طبیعت میں فقر کی صحیح جلا پیدا کر دی۔ ظفر صاحب بتاتے ہیں کہ چودھری صاحبؒ انتہائی خلیق و شفیق اور مہمان نواز تھے' انہوں نے کئی مہینے مجھے اپنے پاس ہی مہمان رکھا اور مجھے میرے علیحدہ سرکاری کوارٹر میں خورد و نوش کا انتظام نہ کرنے دیا' خود بھی مجرد تھے۔ ان کا خانساماں فضل محمد سہروردی بھی بڑا دین دار نوجوان تھا جو چودھری صاحب کا پیر بھائی بھی تھا اس لئے علاقہ غیر کی تنہا اور خشک فضاؤں میں ان دو شفیق ہستیوں نے مجھے غریب الوطنی اور اجنبیت کا احساس نہ ہونے دیا۔ مجھے بالکل گھر جیسا مشفقانہ ماحول میسر آ گیا۔ ان دنوں چودھری صاحب کا کشف زوروں پر تھا' انہوں نے مجھے حضرت بخاری بادشاہؒ

marfat.com

کے حلیہ مبارک اور مزار شریف کا پورا محل وقوع بتایا حالانکہ آپ کبھی اس سے پہلے لنگرپور نہیں گئے تھے۔ انہیں دنوں حضرت قبلہؒ بسلسلہ تبلیغ و سیاحت باطنی ہیرو ریلوے سٹیشن پر چودھری صاحب کے ہاں تشریف لائے تو ان کو بھی حضرت قبلہؒ کی نیاز مندی کا شرف حاصل ہو گیا اور آپؒ نے بیعت سے مشرف فرما کر سبق تلقین فرما دیا۔

زیارت حضور علیہ السلام : ظفر صاحب بتاتے ہیں کہ بیعت کے آٹھ نو ماہ بعد اوائل ۱۹۴۳ء میں جبکہ میں تئیس (۲۳) سالہ کنوارا نوجوان تھا ہیرو ریلوے کی محدود کالونی میں مقیم ایک سترہ سالہ دوشیزہ سے میری راہ و رسم پیدا ہو گئی' تعلقات بڑھے تو انہیں سردیوں کی ایک رات کو وہ میرے کوارٹر میں آ گئی جہاں میں تن تنہا رہتا تھا۔ خیال فرمایئے کہ الھڑ نوجوان جوڑا' پرسکون کنج تنہائی' شدید سردیوں کی تیرہ و تار رات' بے لگام جذبات کی گرمی سے بظاہر پھسلنے میں کوئی شے مانع نہ تھی مگر ہوا یہ کہ جونہی وہ میرے بستر پر آئی ایسے ہوا کہ میری مردانہ قوت یکدم سلب ہو گئی' میں پریشان ہی نہیں بلکہ عالم ندامت میں منہ چھپانے لگا تو وہ اٹھ کر بے نیل و مرام بادل ناخواستہ واپس لوٹ گئی۔

اس واقعہ کو ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت قبلہؒ ہیرو تشریف لے آئے' بعد نماز عشا میں اکیلا کمرے میں ان کے پاؤں دبا رہا تھا کہ حضرت قبلہؒ نے فرمایا: ظفر صاحب! کوئی بات سناؤ؟ میرے ذہن میں اس وقت نہ کوئی جواب تھا اور نہ قابل ذکر واقعہ لہٰذا خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا: اس رات کا حال بتاؤ۔ آپ کے اس واضح اشارے سے میں کانپ کر رہ گیا اور شدید سردی میں فرط ندامت سے پسینہ آ گیا۔ آپ لیٹے ہوئے تھے' اٹھ بیٹھے اور جلال میں آ کر پنجابی زبان میں ارشاد فرمایا: ظفر صاحب! "اوہ مالی' مالی کہلان دا حقدار نہیں جنہیں اک بوٹا لایا ہووے تے بوٹے وچوں اک لغروی نہ نکلی ہووے تے اونہوں اک جنگلی بکری آ کے کھا جاوے۔ اج منگ لوؤ جو کجھ منگنا جے" (یعنی وہ مالی ہرگز مالی کہلانے کا حق دار نہیں جس نے ایک بوٹا لگایا ہو اور ابھی اس میں سے ایک شگوفہ بھی نہ پھوٹا ہو اور اسے ایک جنگلی بکری آ کر کھا جائے۔ آج جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو) میں نے بڑے ادب سے عرض کی قبلہ! حضور علیہ السلام کی زیارت کی تمنا ہے' اسی رات خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گئی۔ الحمدللہ علی ذالک۔

ایک خطرہ قلبی کا ازالہ : ظفر صاحب نے بتایا کہ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کالا باغ تشریف لائے۔ چودھری محمد شفیع سہروردیؒ ان دنوں وہاں بیلسٹر تھے ان کے ہاں آپ نے چند دن قیام فرمایا' ایک دن بعد نماز عصر اپنے ارادتمندوں ریلوے کے افسران اور عمائدین شہر (جو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے) کے ہمراہ دریائے سندھ کے کنارے کنارے سیر و تفریح کے لئے نکلے۔ حفظ مراتب کے پیش نظر میں سب سے پیچھے پیچھے چل رہا تھا' میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت قبلہؒ کے ہمراہیوں میں سب سے کمتر میں ہوں' ان مقتدر حضرات کے درمیان میری کیا وقعت اور حیثیت ہے۔ اس احساس کمتری نے دل میں گھٹن پیدا کر دی۔ واپس لوٹ آنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ حضرت قبلہؒ چلتے چلتے رک گئے اور پوچھا "ظفر صاحب کہاں ہیں؟" کسی نے عرض کی قبلہ! وہ سب سے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ حضرت قبلہؒ نے باواز بلند پکارا "ظفر صاحب! میرے پاس آگے آؤ" میں دوڑ کر آگے بڑھا' حضرت قبلہؒ

marfat.com

نے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر پھر چلنا شروع کر دیا۔ دریا کے کنارے کنارے سیر کے دوران نماز مغرب کا وقت ہو گیا' وہیں ایک چھوٹی سی مسجد میں صف بندی ہوئی۔ خلیفہ ء مجاز مرزا غلام محی الدین سہروردیؒ نے اذان کہنے کے لئے اجازت چاہی' حضرت قبلہؒ نے فرمایا: "اذان ظفر صاحب کہیں گے اور اقامت بھی" تو اس طرح میرے خطرۂ قلبی سے آگاہ ہو کر میری دلجوئی فرمادی۔

مردم شناسی : ۱۹۵۲ء میں حضرت قبلہؒ جہلم تشریف لائے اور ظفر سہروردی کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ ایک مجلس میں ظفر صاحب نے عرض کی قبلہ! آپ کی توجہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مردم شناسی کا ملکہ وافر پیدا ہو گیا ہے' مخاطب کا مافی الضمیر عیاں ہو جاتا ہے۔ اس کی بات کا جواب اسی سیاق و سباق کے پیش نظر دے دیتا ہوں مگر اکثر اوقات میرے کئی عزیز میری نیت پر شبہ کرنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے بڑی ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ حضرت قبلہؒ مسکرائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ کھوٹے کھرے کو پرکھنے کی تمیز اور حقیقت کے ادراک کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے یہ کڑھنے کا مقام نہیں بلکہ مقام شکر ہے' لوگوں کی باتوں سے بے نیاز ہو جاؤ۔

وسیع و عریض رہائش گاہ : حضرت قبلہؒ کے ارادتمندوں میں صاحب حیثیت حضرات کی بھی خاصی تعداد تھی۔ حضرت قبلہؒ جہلم کے ایک قیام کے دوران ظفر صاحب کے کوارٹر کے باہر ریلوے کالونی میں کئی کاریں کھڑی تھیں' ظفر صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ کاش میری ذاتی رہائش گاہ اس پایہ کی ہوتی جہاں کاروں کا یہ جمگھٹ اس رہائش گاہ کے شایان شان ہوتا۔ حضرت قبلہؒ نے ظفر صاحب کے اسی خطرۂ قلبی پر آگاہ ہوتے ہوئے مسکراتے ہوئے فرمایا: گھبراؤ نہیں وہ وقت بھی جلد آجائے گا' اللہ تعالیٰ کی قدرت ملاحظہ فرمائیے کہ چند سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکستان ٹوبیکو کمپنی کے عین بالمقابل جی ٹی روڈ پر (لب سڑک) ساڑھے تین بیگھے زمین عطا فرمادی جس پر انہوں نے کچھ عرصہ بعد برف خانہ' وسیع رہائشی بنگلہ اور پھل و پھول دار باغ بنا لیا جو آجکل انکی مستقل رہائش گاہ ہے۔

خصائل وغیرہ : آپ کی طبیعت میں رواداری' راست گوئی اور معاملہ فہمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ مہمان نواز' مرنجان مرنج درویش ہیں' دوسروں کے کام آنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ پنجابی اور اردو زبانوں کا ادبی ذوق کماحقہ اور سننے والا اپنے آپ کو "شنیدہ" کے باوجود "دیدہ" کے زمرے میں محسوس کرتا ہے۔ گفتار کردار کی آئینہ دار ہے اس لئے ہر کوئی گرویدہ ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حلقہ ء احباب بہت وسیع ہے جن میں دانشور اور مقتدر ذی علم حضرات کے علاوہ عوام الناس بھی بکثرت ہیں۔ ہر مزاج اور مسلک کے لوگ ان کی طبعی رواداری اور حسن اخلاق کی وجہ سے رونق محفل بنے رہتے ہیں۔ راقم الحروف کی ان سے پہلی ملاقات مارچ ۱۹۴۶ء میں بمقام جہلم ہوئی جب میں میانوالی سے جہلم بحیثیت ڈسٹرکٹ گیم انسپکٹر (محکمہ شکار پنجاب) تبدیل ہو کر آیا اور آٹھ سال جہلم رہا۔ اس قیام جہلم کے اوائل کے چار سال آپ کا ہم پیالہ و ہم نوالہ رہا ہم دونوں غیر شادی شدہ تھے انہیں کے کوارٹر میں رہائش رکھی یہیں خلیفہ ء مجاز چودھری محمد شفیع سہروردیؒ صاحب سے ۱۹۴۹ء میں ملاقات ہوئی اور قبلہ چودھری صاحبؒ کی وساطت سے ہی حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت قبلہ باباجیؒ : ایوب میڈیکل کالج ایبٹ آباد سے ملحقہ ایک بلند پہاڑی پر ایک نہایت ہی بلند

marfat.com

پایہ نجیب الطرفین سید سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معمر بزرگ مقیم تھے جو گرد و نواح میں "حضرت باء جی" کے لقب سے مشہور تھے۔ ظفر صاحب کو ان کے ایک مرید (محمد یعقوب نقشبندی بلیسٹر محکمہ ریلوے) کے ذریعے ان کی زیارت کا شرف ۱۹۷۴ء میں حاصل ہوا تو انہوں نے خود ہی حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کا تفصیلی حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا: تساں دے پیر لاہور ہندے نیں۔ بڑے کامل اکمل نیں' تساں تے بڑی توجہ اے (یعنی تمہارے پیر لاہور ہوتے ہیں نا' بڑے کامل و اکمل ہیں' تم پر ان کی بڑی توجہ ہے) یہ فرما کر ظفر صاحب کو بغل میں لے لیا اور خصوصی توجہ فرما کر "فنافی الشیخ" کی کیفیت طاری کر دی جو چند لمحے قائم رہی اور تھوڑی دیر بعد ظفر صاحب اپنی اصل حالت میں نزول کر آئے۔ راقم الحروف کو بھی کئی بار ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ نیم مجذوب سالک متشرع بزرگ تھے' عمر پچاسی سال کے لگ بھگ ہو گی' ان کی توجہ میں بے پناہ اثر تھا' توجہ کی گرمی رگ و پے میں سما جاتی اور اپنا رنگ بہار خوب دکھاتی۔ سبحان اللہ علی ذالک۔ ۱۹۹۰ عیسوی کے لگ بھگ آپ کا وصال ہو گیا اور وہیں اس پہاڑی پر مدفون ہوئے۔

نیم مجذوبیت : جولائی ۱۹۷۲ء میں ظفر صاحب پر نیم مجذوبانہ کیفیت طاری ہو گئی جو تقریباً" تین چار ماہ قائم رہی اس دوران کشف کونی اور کشف القلوب خوب زوروں پر تھا جس کا اظہار غیر اختیاری اور عدم ضبط کی وجہ سے ہو جاتا۔ جن واقعات کا اظہار کرتے وہ انجام کار حرف بحرف صحیح ثابت ہوتے' بعض ناواقف حال قریبی رشتہ داروں نے اس کیفیت کو "دیوانگی" پر محمول کرنے سے بھی گریز نہ کیا مگر اہل دل خوب آگاہ تھے کہ:

عجب دیوانگی چھائی ہے عقل اہل دنیا پر — جو دانائے جہاں ہو اسکو یہ دیوانہ کہتے ہیں

تبلیغ و خدمت دین : آپ اپنی رہائش گاہ پر ہی در پردہ خاموش تبلیغی خدمات بسلسلہ ترویج سلسلہ انجام دے رہے ہیں' اور ان کی وساطت سے متعدد حضرات صاحبان اجازت کے دامان فیض سے وابستہ ہو کر دینی و دنیاوی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی چودھری فیروز الدین سہروردی اور بعض دوسرے احباب کو آپ کی ہی وساطت سے حضرت قبلہؒ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

چوہدری فیروز الدین سہروردی : آپ ۳ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۱۵ رجب ۱۳۳۶ ہجری بمقام لنگر پور نزد شہر جہلم میں پیدا ہوئے۔ اردو پنجابی شعر و شاعری کا نہایت ہی بلند ذوق رکھتے تھے۔ آپ کا انداز گفتگو نہایت سلجھا ہوا اور موثر تھا۔ علاقے کے سرپنچ اور بی ڈی ممبر بھی رہے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی' ۱۹۴۶ء میں اپنے چھوٹے بھائی چودھری ظفر سہروردی کی وساطت سے حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف ہوا۔ آپ نہایت مہمان نواز' یار باش اور مرنجان مرنج' سخی اور مخلص درویش تھے۔ بقول پیر طریقت سہروردیہ چودھری محمد شفیع سہروردی "طبیعت غزنوی قسمت ایازی" کے مالک تھے۔ خدمت خلق آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ ۱۷ اپریل ۱۹۸۷ء کو وفات پا گئے اور اپنے آبائی قبرستان لنگر پور میں مدفون ہوئے۔

چوہدری دیوان علی سہروردی : آپ لنگر پور تحصیل و ضلع جہلم میں ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے' والد کا نام چوہدری فضل داد تھا' ورنیکلر مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۶ء میں ریلوے ورکشاپ جہلم میں ملازم ہو گئے' اگست ۱۹۷۱ء میں بسلسلہ ملازمت چٹاگانگ گئے جہاں ۱۹۷۱ء میں بھارت اور پاکستان کی جنگ میں

marfat.com

جنگی قیدی ہو گئے دو سال بعد رہا ہو کر واپس پاکستان آ گئے اور ۸ ستمبر ۱۹۷۶ء کو ریٹائر ہو گئے۔ چودھری ظفر سہروردی کی وساطت سے ۱۹۴۸ء میں حضرت قبلہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ بیعت سے چند ماہ پیشتر خواب میں دیکھا کہ ہر طرف نور ہی نور ہے' ایک جگہ سیڑھی لگی ہوئی ہے اس پر چڑھتے ہیں وہاں بھی نور ہی نور ہے۔ دو تین سیڑھیاں نیچے اترتے ہیں وہی نور کا عالم ہے اس طرح دو تین دفعہ کبھی اوپر جاتے ہیں کبھی نیچے چند سیڑھیاں اترتے ہیں اس خواب کے بعد بیعت کی سعادت حاصل ہو گئی۔ ۱۹۸۳ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کے روضہء اقدس پر آٹھ دن بعد جب الوداعی حاضری دی تو نہایت عاجزی سے عرض کی حضور اس عاجز غریب کو دوبارہ حاضر ہونے کی اب کہاں استطاعت؟ روتے ہوئے واپس مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ تہجد کے وقت حرم شریف حاضر ہوتے ایک دن پیچش کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے اپنی غیر حاضری پر سخت رنجیدہ تھے اونگھ آ گئی خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں دست مبارک سے مصافحہ فرمایا تو یہ جھک گئے۔ حضور علیہ السلام نے بائیں دست مبارک سے پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں جہاں بھی جاؤ گے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ کھیتی باڑی کرتے ہوئے دوپہر کو تھک کر کسی درخت کے نیچے ستانے کے لئے کبھی لیٹ جاتے اور اونگھ آ جاتی تو نماز ظہر کے لئے غیبی آواز آ جاتی: اٹھو! تم ابھی تک سوئے ہوئے ہو نماز کا وقت ہو گیا ہے چنانچہ فوراً" بیدار ہو کر وضو کرتے اور نماز ظہر ادا کر لیتے اس طرح کا واقعہ کئی دفعہ پیش آیا' آپ نہایت ہی متقی اور پابند صوم و صلوٰۃ بزرگ ہیں۔

حکیم شیخ محمد مودود سہروردیؒ

آپ سوجان پور (بھارت) میں ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے' طب کی سند حکیم اجمل خان طبیہ کالج دہلی سے حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان پر لاہور منتقل ہو آئے اور ٹمپل روڈ (چوک بھونڈ پورہ) کے قریب مطب شروع کیا انہی دنوں حضرت قبلہؒ کے مرید ہوئے۔ آپ انتہائی شب بیدار تھے انتہائی مجاہدہ و ریاضت کیا' تسبیح ہر وقت ہاتھ میں ہوتی اور ورد و وظائف سے کسی لمحہ بھی غافل نہ رہتے۔ حضرت قبلہؒ کے معالج خاص تھے کئی دفعہ خود قلعہ گوجر سنگھ حاضر ہوتے اور کبھی کبھی حضرت قبلہؒ ان کے مطب پر انہیں شرف بازیابی عطا فرماتے۔ حکیم صاحب کے ایک صاحب دل دوست کی ڈیوٹی لگی کہ حکیم صاحب کو ہر جمعہ حضرت داتا گنج بخش علیہ رحمتہ کے مزار پر ادا کرنا ہے لہٰذا انہیں وہاں پہنچانا اور پھر واپس لانا تمہارے ذمے ہے چنانچہ حکیم صاحب مسلسل کئی سال تادم زیست جمعہ وہیں ادا کرتے رہے۔

ایک دفعہ آپ حضرت داتا صاحب علیہ رحمتہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو وہاں ایک درویش حکیم صاحب کے پاس آیا اور ان کے گلے میں ہار ڈال دیا۔ ہار کا گلے میں پڑنا تھا کہ حکیم صاحب کا باطنی سلسلہ ایک دم سلب ہو گیا۔ دراصل اس شخص کا وطیرہ ہی یہ تھا کہ وہ حضرت داتا صاحبؒ کے مزار پر صاحب نسبت بزرگوں کی کیفیات باطنی سلب کر لیتا۔ حکیم صاحب فوراً" قلعہ گوجر سنگھ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا' حضرت قبلہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے

marfat.com

اور حکیم صاحب کو ساتھ لے کر حضرت داتا صاحب علیہ رحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ عرض کی: قبلہ میں اللہ کے بندوں کو اللہ کا راستہ بتاتا ہوں اور ان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہوں مگر آپ کے دربار پر ایک شخص نے یہ حرکت کی ہے۔ حضرت قبلہؒ کا وہاں یہ عرض کرنا تھا کہ بفضل ایزدی اسی وقت حکیم صاحب کا باطنی سلسلہ بحال ہوگیا۔ اس شخص کو جس نے باطنی سلسلہ سلب کیا تھا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے باطنی طور پر حکم فرمایا کہ یہاں سے فوراً باہر نکل جاؤ اور آئندہ بڑی سڑک سے آگے آنے کی تمہیں اجازت نہیں۔ وہ شخص نکل گیا اور تین چار دن بعد سڑک کے اس پار ہی مرگیا۔

حکیم صاحب نے اپنی والدہ کی بہت خدمت کی یہاں تک کہ ان کی بیماری کے دوران بول براز بھی خود صاف کرتے بیوی سے نہ کراتے۔ ایک دفعہ والدہ نے آواز دی مودود! آپ حاضر ہوئے' والدہ نے فرمایا میرا جوتا پکڑاؤ' آپ نے جوتا پکڑا دیا۔ والدہ نے حکیم صاحب کو پانچ سات جوتے رسید کردیئے اور کہا میں نے تین چار آوازیں تمہیں دی تھیں پہلی آواز پر کیوں نہیں آئے اس لئے تمہیں جوتے مارے ہیں یہ جوتا اب زمین پر رکھ دو حکیم صاحب نے عرض کی اماں! لاؤ میں آپ کا بازو دبا دوں آپ کو جوتے مارنے میں کافی تکلیف ہوئی ہوگی۔ والدہ محترمہ کا دل پسیج گیا غصہ دور ہوگیا اور بہت پیار کیا۔

ایک دفعہ صوفی محمد نذیر غوری سہروردیؒ کے تمام اہل خانہ سخت بیمار ہوگئے اور کئی دن صاحب فراش رہے ایک رات خواب میں انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور پھر سب بفضل تعالیٰ صحت مند ہوگئے۔ صوفی نذیر صاحب بمعہ حضرت صاحب قبلہ علیہ رحمتہ حکیم صاحب کے ہاں تشریف لائے تو حکیم صاحب نے عرض کی کہ قبلہ آج رات مجھے خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی ہے۔

ایک دفعہ حکیم صاحب نے حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی خدمت میں عرض کی کہ قبلہ! تکمیل منازل نہیں ہوسکی متفکر رہتا ہوں۔ حضرت قبلہؒ مسکرائے اور فرمایا یہ آپ کی ظاہری زندگی کے بعد ہوگی" ادھر آپ کی میت قبر کی مٹی سے مس ہوگی ادھر آپ کی تکمیل منازل ہو جائے گی۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوق خدا آپ کی قبر سے فیض یاب ہوگی گویا۔

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

۱۹ مئی ۱۹۶۱ء بروز جمعہ (۳ ذوالحج ۱۳۸۰ ہجری) کو آپ حسب معمول جمعہ کی نماز کے لئے تیار ہو کر مطب میں آئے اپنی کرسی پر بیٹھنے کے لئے ہاتھ کرسی پر ابھی پہنچا بھی نہیں تھا کہ واصل بحق ہوگئے اور لاہور کے میانی قبرستان احاطہ طاہر بندگیؒ میں آسودۂ خاک ہوئے۔

سید شریف حسین گیلانی سہروردیؒ

آپ کا تعلق حضرت شیخ ابو محمد طاہر بندگیؒ (ولادت ۹۸۴ ہجری' وصال ۱۰۴۰ ہجری' مرید و خلیفہ شاہ سکندر کیتھلیؒ اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندی علیہ رحمت کے فیض یافتہ نیز ان کے فرزندان ارجمند کے اتالیق) کے ایک خلیفہؒ اعظم کے خاندان سے ہے۔ حضرت طاہر بندگیؒ نے جس مقام پر مدرسہء عالیہ قائم فرمایا اور اپنی مستقل رہائش رکھی وہیں بعد وصال مدفون ہوئے۔ وہی جگہ بعد میں

marfat.com

قبرستان میانی صاحب کہلائی' میانی پنجابی زبان میں بزرگ اور عالم دین کو کہتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ ء اعظم بھی اس مدرسہ ء عالیہ سے منسلک رہے' اس مدرسہ سے بڑے بڑے علمائے کرام اس زمانے میں کافی عرصہ تک فارغ التحصیل ہوتے رہے۔

سید شریف شاہؒ ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ لاہور میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد سید مبارک علی شاہ گیلانی طاہریؒ بھی بڑے پائے کے بزرگ اور عالم دین تھے گویا شاہ صاحب کو دینی علم اور فقیری کی چاشنی ورثے میں ملی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم میٹرک تک سینٹ ا۔تھونی ہائی سکول سے حاصل کی اور اس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم ایف سی کالج سے حاصل کی۔ ابتدائے حال میں قوالی سننے کا بھی شوق رہا' حضرت صابرؒ کے بڑے معتقد تھے' ایک دفعہ قوالی کے موقع پر حضرت صابر پیاؒ کی منقبت قوالوں نے گائی تو وجد میں آگئے چھ ہزار روپے نقد نچھاور کردیئے' اپنی کلائی گھڑی اور بش شرٹ بھی قوالوں کے آگے پھینک دی' طبیعت بحال ہوئی تو کسی شناسا نے چادر پیش کردی جسے اوڑھ کر گھر واپس لوٹے۔

حضرت قبلہؒ کی بیعت کا شرف ۱۹۴۴ء کے لگ بھگ ہوا' شروع شروع میں اپنے سلسلہ ء سہروردیہ کے بزرگوں حضرت شاہ دولا دریائی گجراتیؒ اور بابا جنگو شاہ قلندرؒ کا نام آتا تو طبیعت میں جوش و جنون کا غلبہ عود کر آتا۔ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ شاہ دولا دریائیؒ کے کسی "فقیر" سے آمنا سامنا ہوتا تو دست بستہ اس کے سامنے آکر نذرانہ پیش کر دیتے۔ شاہ صاحب کا اپنا پریس تھا (گیلانی الیکٹرک پریس) کاروبار بفضل تعالیٰ زوروں پر رہا' پریس کی وجہ سے صحافی طبقے اور سیاسی شخصیات سے گہرے مراسم تھے۔ میاں ممتاز دولتانہ سے تو بالخصوص انتہا کے گہرے اور برادرانہ تعلقات تھے' مسلم لیگ پنجاب کے کچھ عرصہ جنرل سیکرٹری اور فنانس سیکرٹری بھی رہے۔ فیلڈ مارشل ایوب خان کے عہد صدارت میں کینیڈا کی سفارت کی پیشکش بھی ہوئی مگر آپ نے انکار کردیا آپ نہایت ہی حسین و جمیل تھے' خاندانی شرافت' سیادت اور وجاہت چہرے بشرے سے ٹپکی پڑتی تھی سرخ و سفید رنگ' خوش لباس بھی انتہا درجہ کے تھے۔ بیعت کے بعد اگرچہ متشرع داڑھی بڑھالی مگر لباس انگریزی طرز کا ہی رکھا' اندازِ گفتگو بڑا مسحور کن اور رسیلا تھا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور باذوق ہونے کے ناطے صحافی اخبار نویس اور دیگر دانش ور طبقہ سے خاص میل جول اور رابطہ تھا۔ رہائش اور انداز شاہانہ اور بلا کے سخی و فیاض اور مہمان نواز تھے۔ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؔ' محمد اشرف عطا جو نامور صحافی تھے آپ کی وساطت سے ہی حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت سے شرف یاب ہوئے۔

اندر والا فون : کاروباری مصروفیات کی وجہ سے شاہ صاحب کی حاضری مہینہ میں ایک بار ہوتی مگر محبت شیخ اور ادب آپ کی طبع مبارک اور گفتگو سے عیاں ہوتا تھا۔ ایک دن حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضر تھے' سالانہ جلسہ متعلقہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایام تھے' دور دراز کے مقامات سے دیگر احباب بھی مجلس میں تھے کہ عرض کی سرکار! اگر اجازت دیں تو آپ کی میز پر ٹیلی فون سیٹ لگوا دوں تاکہ مقدور رکھنے والے دوستوں کو ہم کلامی میں آسانی ہو جائے اور بوقت ضرورت آپ کے بھی کام آئے۔ حضرت قبلہؒ مسکرائے اور فرمایا: شاہ صاحب جب ہمارے اندر والا فون کام نہ کرے گا تو لگوا دینا' ابھی اللہ عزوجل شانہ کے فضل و کرم سے اس فون کے ہوتے ہوئے

marfat.com

کبھی کسی دوسرے فون کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

شب اسریٰ : چودھری محمد یوسف سہروردی بیان کرتے ہیں "ایک مجلس میں نماز عشاء کے بعد میں اور شاہ صاحب حضرت قبلہ" کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ شب اسریٰ کی کیفیات جو آپ پر وارد ہوئیں بیان فرما رہے تھے جو میں بھی سن رہا تھا۔ انداز بیان سے کیفیت ایسی پیدا ہو گئی کہ گویا ہم دونوں سننے والے بھی معراج کی لذتوں سے حصہ لے رہے ہیں' عجب پر اسرار ماحول تھا' شاہ صاحب سے نہ رہا گیا بے اختیار قدم بوس ہو کر عرض کی: قبلہ! اللہ اللہ! اتنا شرف اور یہ بلندی' حضرت قبلہ" نے فوراً امر کے تحت جواب دیا: "شاہ صاحب! یہ کون سی بڑی بات ہے' صاحب کے ساتھ اس کا کتا بھی کوٹھی میں داخل ہو سکتا ہے" اور اس طرح اپنی ایسی پستی دکھائی کہ ہم دونوں چکر میں آ گئے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں آپ کے ہمراہ ان کے والد بزرگوار سید مبارک علی شاہ گیلانی طاہری" جو صاحب تلقین و ارشاد بزرگ تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی قبلہ ایک مسئلہ مجھے اب تک تذبذب میں ڈالے ہوئے ہے' میری عمر اس وقت ستر سال سے کچھ اوپر ہے کئی علماء سے اپنی اس خلش کو دور کرنے کے لئے رجوع کر چکا ہوں مگر تسلی بخش جواب نہ ملنے پر اطمینان نصیب نہیں ہو رہا سخت پریشان ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی تذبذب میں جان نکل جائے اور میرا اگلا جہان تاریک ہو جائے اس لئے شریف شاہ کو ساتھ لے کر حاضر ہوا ہوں میرا یہ خلجان دور فرمایئے۔ آپ نے پوچھا فرمایئے کیا مسئلہ ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ سورۃ فتح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے " **انا فتحنا لک فتحا مبینا ○ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر و یتم نعمتہ علیک و یھدیک صراطا مستقیما ○** میں نے تقریباً" سب ہی ترجمے اور تفسیریں پڑھی ہیں اکثر مترجمین یہی لکھتے ہیں: "ہم نے تم کو فتح مبین دی تاکہ اللہ تمہارے اگلے گناہ اور پچھلے گناہ بخش دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے"۔ میرے ذہن میں یہ خلش ہے کہ انبیاء کرام تو "معصوم عن الخطا" ہیں اور پھر حضور علیہ السلام تو سید المرسلین و سرور الانبیاء ہیں اگر ان سے نعوذ باللہ خطا سرزد ہوئی ہے اور ان کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے ہیں تو پھر اس ترجمہ کی روشنی میں تو نعوذ باللہ سارے دین اور کلام پاک کے خطا میں ہونے کا احتمال پایا جاتا ہے' پھر دین مکمل کیسے ہوا؟

حضرت قبلہ" نے فرمایا یہ کیسے ترجمے ہوئے ہیں بھلا دیکھو تو سہی کہ کلام پاک کا اسلوب بیان کیا ہے اور ان لوگوں نے سمجھا کیا ہے۔ یہاں **لیغفر لک** میں "ل" جو ہے وہ حرف "عطف" نہیں جس کے معنی "تاکہ" ہیں بلکہ یہ حرف علت ہے جس کے معنی "کیونکہ" ہیں اس لئے اس کے معنی یہ ہیں: "کیونکہ آپ کے ذمے نہ اگلے گناہ تھے اور نہ پچھلے ہیں اس لئے آپ کو کھلی فتح لکھ دی اور چونکہ "فتح" "فتحنا" ماضی کے صیغے میں استعمال ہوا ہے اس لئے حضورؐ کی عظمت و عصمت پہلے سے ہی قائم ہو چکی ہے خیال فرمایئے کہ اسکی توجیہہ کی کیا ضرورت ہے کہ حضور علیہ السلام کے ذمے گناہ تھے یا ہونگے۔

شاہ صاحب نے عرض کی قبلہ! اس کے حق میں قرآن پاک سے کوئی دلیل ہے؟ فرمایا ہاں ہے' سورۃ "الانفال" میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یا ایھا الذین امنوا ستجیبو للہ و الرسول اذ دعا کم لما یحیکم** یہاں بھی **لما** میں حرف "ل" علت کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے معنی ہیں "کیونکہ وہ

marfat.com

تمہیں زندگی دیتے ہیں۔" شاہ صاحب بے ساختہ پکار اٹھے سبحان اللہ' سبحان اللہ یا حضرت! آج میرا شک نکل گیا اور میں پاک ہو گیا۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کی کہ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے سورۃ فتح کی ان آیات کا ترجمہ یہ کیا ہے: "بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے"۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا یہ ترجمہ نہیں خوش عقیدگی ہے۔

دور ابتلا : شاہ صاحبؒ پر جب دور ابتلا آیا تو کاروبار بالکل ٹھپ ہو کر رہ گیا' پریس بک گیا اور اپنے پاس کوڑی تک نہ رہی مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ دور ابتلا گزرا تو پھر خوشحالی آگئی **فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا** دور ابتلا میں بیماری نے آ لیا' حکندر پھوڑا اور ساتھ ہی اختلاج قلب جیسے موذی مرض نے لاچار کر دیا' نقاہت اس حد تک ہوئی کہ اشاروں سے بات کرتے' ڈاکٹروں نے ان کے پاس شور کو مہلک قرار دیا بالکل اونچی آواز سے ان کے روبرو بات کرنے کی بھی ممانعت کر دی۔ اسی اثنا میں بابا جنگو شاہؒ کے مزار سے تین فقیر آ گئے جن میں سے ایک کے پاس ڈھولک اور دوسرے کے پاس چمٹا تھا انہوں نے صاحبزادہ سید عابد حسین شاہ سے شریف شاہؒ سے ملاقات پر اصرار کیا کہ ہم باطنی حکم کے تحت آئے ہیں۔ صاحبزادہ نے انہیں شاہ صاحب کی کیفیت بیان کی مگر وہ نہ مانے' شاہ صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے انہیں ملاقات کی اجازت دے دی' فقیروں کے تیسرے ساتھی نے شاہ صاحب کو تھپکی دی کہ اللہ رحم کرے گا بیماری دور ہو جائے گی دوسرے ساتھیوں نے اپنے روایتی انداز سے ڈھولک اور چمٹا بجانا شروع کر دیا تیسرے نے منقبت گانا شروع کر دی' کوئی پندرہ منٹ یہ سلسلہ جاری رکھا۔ شاہ صاحب نے صاحبزادہ سے اپنا سوٹ کیس منگوایا اور اس میں سے اپنے نئے تین نہایت قیمتی ان سلے کپڑوں کے جوڑے ان کی نذر کئے اور اشارے سے معذرت چاہی' وہ تھپکی دے کر چلے گئے۔ اسی اثنا میں شاہ صاحب نے فرمایا بارش ہو رہی ہے صاحبزادہ نے کہا نہیں تو' آپ نے فرمایا اوپر چھت پر جا کر دیکھو' انہوں نے اوپر جا کر دیکھا مطلع صاف تھا دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ شاہ صاحب نے فرمایا نہیں بارش ہو رہی ہے' دراصل یہ انوار و تجلیات کی بارش رحمت تھی جو درحقیقت شاہ صاحب کو بچشم باطن نظر آ رہی تھی۔ حکمت خداوندی اسی دوران میں پھوڑا پھٹ گیا اور مواد خارج ہو گیا' شاہ صاحب کی طبیعت بحال ہو گئی' شاہ صاحب ڈاکٹر نذیر احمد سہروردی اور ڈاکٹر محمد یوسف کے زیر علاج تھے۔ حسن اتفاق ڈاکٹر نذیر تشریف لے آئے' ڈاکٹر صاحب نے مکمل چیک کیا' بیماری کے آثار نہیں تھے حیران ہو کر کہنے لگے شاہ صاحب آپ تو بالکل نارمل ہیں۔ دو ہزار روپے آپ کے سرہانے کے نیچے رکھ کر واپس چلے گئے۔ اسی طرح اور دوست آتے رہتے اور کچھ نہ کچھ رقم آپ کے سرہانے کے نیچے رکھ کر رخصت ہو جاتے۔

حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد ہر سال سالانہ عرس مبارک اور عید میلادالنبیؐ کے موقع پر مزار پرانوار پر خیمہ زن ہوتے نوکر چاکر ہمراہ اور بڑی رئیسانہ شان استغنائی و انکساری سے اپنی گرہ سے مہمانوں اور پیر بھائیوں کی خدمت کرتے۔

marfat.com

وصال : ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۹ء بہ عمر تقریباً" تریسٹھ سال وصال فرمایا اور حضرت طاہر بندگی علیہ رحمتہ کے مزار اقدس سے ملحقہ مسقف عمارت میں آسودۂ خاک ہوئے۔

الحاج چودھری یوسف علی سہروردیؒ

آپ کا تعلق لاہور کے مشہور کمبوہ خاندان سے ہے جس میں کئی نامور اور اولی العزم ہستیاں پیدا ہوئیں۔ حاجی یوسف علی ۱۹۲۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے' مستقل رہائش آبائی گھر واقعہ گڑھی شاہو میں تھی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد ریلوے میں ملازم ہو گئے جہاں سے ۱۹۸۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ بے حد حسین و جمیل تھے' سرخ و سفید رنگ' حلیم الطبع اور مرنجان مرنج درویش' دینی خدمت کا جذبہ بفضل تعالیٰ اوائل عمر میں پیدا ہو گیا۔ ۱۹۵۰ء میں حضرت قبلہؒ کی بیعت کا شرف حاصل ہو گیا اپنے اوراد و وظائف کی پابندی اور مجاہدوں سے بہت جلد باطنی ترقی حاصل کر لی اور حضرت قبلہ کے محبوب مریدوں میں مقام پایا۔ آپ حضرت قبلہؒ کے حاضر باش مریدوں میں سے تھے' ۱۹۷۴ء میں مرکزی مجلس سہروردیہ کے جنرل سیکرٹری کی خدمات سرانجام دیں۔ مزید برآں "جامعہ نعیمیہ لاہور" کی مجلس انتظامیہ کے ممبر اور یکے از بانیان جامعہ بھی تھے۔ محترم حضرت مولانا محمد حسین نعیمیؒ سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ نومبر ۱۹۸۷ء میں جامعہ نعیمیہ کے ہی تبلیغی کام کے سلسلہ میں سائیکل پر جاتے ہوئے حادثہ کا شکار ہو گئے جنرل ہسپتال میں داخل رہے مگر جب لاعلاج قرار دیئے گئے تو حضرت مولانا نعیمیؒ جامعہ نعیمیہ میں انہیں لے آئے جہاں تقریباً" ایک ہفتہ بعد ۳۰ نومبر ۱۹۸۷ء بروز پیر مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۴۰۸ ہجری وصال فرما گئے اور قبرستان گڑھی شاہو میں مدفون ہوئے۔ آپ کی وساطت سے کئی سعادت مند حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

الحاج سید ممتاز حسین شاہ سہروردی

تعارف : آپ کا تعلق موضع چھینتاں والا حال معروف منصور پور ریاست پٹیالہ (بھارت) سے ہے آباؤ اجداد ہجرت کر کے یہاں مقیم ہو گئے تھے۔ نجیب الطرفین سید ہیں' مختلف واسطوں سے سلسلہء نسب حضرت امام تقی علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے : سید ممتاز حسین بن سید ذاکر حسین بن سید حسن علی بن سید مرتضیٰ بخش بن سید حسین بخش بن سید غلام شاہ بن سید برہان جن کا نسب چند واسطوں سے حضرت امام تقی علیہ السلام سے پیوست ہے۔

آپ کی ولادت ۱۱ اپریل ۱۹۲۳ء کو ھنڈہ میں ہوئی۔ والد ماجد سپرنٹنڈنٹ پولیس برنالہ ڈسٹرکٹ (پٹیالہ ریاست) کے دفتر میں ملازم تھے۔ انتہائی متقی اور پرہیزگار لہٰذا کسی تھانہ میں تعیناتی سے گریز کرتے رہے اور تھانے داری کی بجائے دفتری ملازمت کو ترجیح دی تاکہ صدق مقال کے ساتھ رزق حلال میسر رہے۔ سید ممتاز حسین کے ننھیال ھنڈہ میں مقیم تھے۔ شاہ صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو آپ کے نانا جان انہیں اپنے ہاں لے آئے' یہیں سے آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ازاں بعد واپس برنالہ آ گئے۔ ۱۹۴۰ء میں میٹرک کیا' پھر ھنڈا سے ۱۹۴۲ء میں انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد ۱۹۴۳ء میں سٹیٹ بنک میں بطور اکاؤنٹنٹ (Accountant) ملازم ہو گئے۔ قیام پاکستان پر خانیوال آ کر مقیم ہو گئے' والدین اور بھائی راستے میں ہی شہید ہو گئے۔ خانیوال میں انگریزی فرم B.C.G.A میں

marfat.com

بطور اکاؤنٹنٹ اور ۱۹۴۹ء میں جب R.C.A (رابرٹس کاٹن ایسوسی ایشن) کی تشکیل ہوئی تو بطور اسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر تعینات ہوئے اور ترقی کرکے اکاؤنٹس ایگزیکٹو ہوگئے۔ منشی فاضل اور بی اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔

بیعت : آپ کو تقویٰ و طہارت اور دین داری ورثے میں ملی۔ بچپن سے ہی نہایت عبادت گزار، داد و ستد کے کھرے اور راست گفتار تھے۔ کسی مرد کامل سے وابستگی کا شوق دل میں چٹکیاں لیتا رہتا مگر طبیعت کسی در پر جمتی نہ تھی آخر قسمت نے یاوری کی اور حضرت قبلہ کی زیارت کا شرف ۱۹۵۲ء میں حاصل ہوا۔ دل بے اختیار ہو گیا حضرت قبلہ کے چہرہ انور کی زیارت، آپ کی شفقت بھری دلنشین گفتگو اور لبوں کی دائمی مسکراہٹ قلب مضطرب کو ایسا بھائی کہ نقد دل پہلی ملاقات میں ہی دے بیٹھے اور بیعت سے مشرف ہو کر ہی دربار سے لوٹے۔

آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری امیر خسرو

خلافت : کشت طبع فطرتاً اور خاندانی لحاظ سے ہی زرخیز و نم دار تھی اس لئے تلقین شدہ اسباق کی باقاعدگی، مجاہدہ نفس، شب بیداری اور استقامت قلبی نے تھوڑے عرصے میں ہی اپنا رنگ جما دیا جس کا اثر چہرے بشرے اور جبین سعادت سے چھلکا پڑتا ہے۔ سادات کی ازلی فیاضی، حلیمی، راست گوئی اور ایثار و ہمدردی کے جوہر نمایاں ہو کر متعلقین اور شناساؤں کو آپ کی بھرپور شخصیت کی طرف کشاں کشاں لانے لگے جس سے ذی علم احباب کا خاصہ حلقہ قائم ہو گیا ادھر پیر و مرشد کامل کی محبت نے "فنا فی الشیخ" کے مقام سے ترقی کرتے ہوئے سلوک کی منازل طے کرنے میں ایسی شان دلربائی دکھائی کہ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد صاحبزادہ فیض احمد سہروردی نے ۱۹۶۴ء میں خرقہء خلافت سے نواز دیا۔ چند سال بعد ملتان میں علامہ پیر سید احمد سعید کاظمی قادری علیہ رحمتہ کی حاضری کا شرف ہوا تو انہوں نے بھی اس جوہر قابل کی پیشانی سے نور سعادت کو بھانپ کر

"قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری"

کے مصداق چاروں سلسلوں کا خرقہ عطا فرما دیا۔ حج کی سعادت دو دفعہ یعنی ۱۹۵۷ء اور ۱۹۶۴ء میں نصیب ہوئی۔

خدمت سلسلہ : آپ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں بحیثیت اکاؤنٹس ایگزیکٹو ریٹائر ہوئے اور پھر ہمہ وقت ترویج سلسلہ میں مصروف ہیں۔ حلقہء ارادت خاصہ وسیع ہے، ارادتمندوں کی تربیت باطنی بڑے انہماک سے کرتے ہیں، تحریر و تقریر نیز شعر گوئی کا ملکہء خداداد بھی حاصل ہے۔

صوفی محمد رمضان سہروردی

آپ پٹیالہ (بھارت) کے ایک مذہبی گھرانے میں خان عبدالغفور خان کے ہاں ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے جو محکمہ انہار میں ملازم تھے اور زیادہ تر گھر سے دور تعینات رہے۔ صوفی صاحب نے ابتدائی تعلیم پٹیالہ میں حاصل کی۔ آپ کے نانا جان نے جو صاحب دل بزرگ تھے آپ کو اپنی خصوصی تربیت میں لے لیا، آپ بچپن سے ہی صوم و صلوٰۃ کے پابند اور راست گفتار تھے۔ پٹیالہ میں ہی ۱۹۴۷ء تک مقیم رہے اور میٹرک کے بعد بلدیہ پٹیالہ میں خزانچی مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان پر آپ کا گھرانہ ۱۹۴۷ء میں خوشاب میں منتقل ہو آیا جہاں حکومت کی طرف سے مہاجرین کو غلہ پارچات وغیرہ تقسیم کرنے کی

marfat.com

ڈیوٹی تفویض ہوئی' چھ ماہ خوشاب میں قیام کے بعد خانیوال منتقل ہو کر R.C.A میں بطور خزانچی ملازم ہو گئے اور وہیں خانیوال میں ہی مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ازاں بعد وہاڑی اور جہانیاں تبدیلی ہوئی بلاخر ترقی کر کے ۱۹۵۲ء میں انسپکٹر اکاؤنٹس ہو کر پھر خانیوال میں ہی مقیم ہو گئے جہاں سے ۱۹۸۶ء میں ریٹائر ہوئے۔ حضرت قبلہ" کی ارادت کا شرف ۱۹۵۲ء میں حاصل ہوا' بڑی ریاضت کی' کشف القبور بلا کا حاصل تھا۔ حضرت قبلہ" کے وصال (۱۹۵۸ء) کے بعد صاحبزادہ ابوالشاہد سید فیض احمد سہروردی" کی خدمت میں حاضری دیتے رہے جنہوں نے ۱۹۶۴ء میں آپ کو خرقہء خلافت سے سرفراز فرمایا۔

صوفی صاحب انتہائی متحمل مزاج اور خوش اخلاق تھے' خلقت خدا کی باطنی تربیت بڑے شد و مد سے فرماتے' اور وسیع حلقہء ارادت اپنے پیچھے چھوڑا۔ علامہ پیر سعید احمد شاہ کاظمی قادری ملتانی" نے بھی آپ کو خرقہء خلافت سے نوازا خانیوال سے جو لوگ حضرت قبلہ کاظمی صاحب" کی خدمت میں ملتان بغرض دعا حاضر ہوتے تو آپ انہیں فرماتے : "ارے خانیوال میں ہمارے دوست صوفی محمد رمضان موجود ہیں ان سے دعا کے لئے کہیں اور میرے لئے بھی دعا کروائیں "۔ ان الفاظ سے جہاں ایک طرف حضرت کاظمی" کی منکسرالمزاجی عیاں ہوتی ہے تو دوسری طرف صوفی محمد رمضان" کے عظیم المرتبت اور مستجاب الدعوات ہونے کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔ ایک مجلس میں حضرت قبلہ کاظمی" صاحب نے صوفی صاحب کو فرمایا "صوفی صاحب! میں آپ کے پیچھے پیچھے جنت میں جاؤں گا" صوفی صاحب نے دست بستہ عرض کی : "حضور! اس میں کیا شک ہے ایسا ہی ہو گا' کیونکہ بھیڑ بکریوں کو پالنے والا (راعی) ہمیشہ ریوڑ کے پیچھے ہوتا ہے اور بکریاں ہمیشہ آگے ہوتی ہیں' ہم تو حضور بکریاں ہیں آپ ہم کو ہانک کر جنت میں لے جائیں گے "۔ حضرت قبلہ کاظمی صاحب" اس جواب باصواب سے بڑے محظوظ ہوئے۔

وصال : آپ ۱۱ ذوالحج ۱۴۱۴ ہجری مطابق ۲۳ مئی ۱۹۹۴ء بعد نماز مغرب وصال فرما گئے' نماز جنازہ حضرت قبلہ کاظمی صاحب علیہ رحمتہ کے صاحبزادے علامہ مظہر سعید کاظمی نے ملتان سے آکر پڑھائی' مرقد پرانوار خانیوال میں ہے۔

صاحبزادہ فضل الرحمٰن خان : آپ کے سجادہ نشین آپ کے صاحبزادے خان فضل الرحمٰن خان سعیدی ہیں جو علامہ سید احمد سعید کاظمی قادری" کے مرید ہیں اور خدمت دین کے لئے کوشاں ہیں۔ صاحبزادہ شاہد رسول سہروردی مئی ۱۹۹۴ء میں خانیوال صوفی صاحب کے قل شریف کے ختم میں آئے تو خان فضل الرحمٰن صاحب سعیدی کی دستار بندی فرمائی اور اسباق سہروردیہ تلقین فرما کر خدمت سلسلہ کی اجازت بخشی۔

الحاج چوہدری شاہ محمد سہروردی"

تعارف : آپ کا تعلق بھی رائے پور ارائیاں (کپور تھلہ) کے متمول زمیندار خاندان سے ہے۔ والد ماجد کا نام محمد ابراہیم بن غلام غوث تھا' چودھری یوسف سہروردی کے قریبی عزیزوں میں سے تھے ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے' چودھری یوسف" کی وساطت سے ہی حضرت قبلہ" کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ قیام پاکستان پر آپ کا خاندان شاہ کوٹ ضلع فیصل آباد میں آباد ہو گیا۔ آپ نے چمن بلوچستان میں ڈرائی فروٹ کا وسیع پیمانے پر کاروبار شروع کیا اور جلد ہی چمن کی تاجر برادری میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

marfat.com

حضرت قبلہؒ نے تین یا چار مرتبہ ماہ رمضان آپ ہی کے ہاں گزارا اور اس طرح مسلسل صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے آپ کی وساطت سے چمن کے کئی حضرات کو حضرت قبلہ کی ارادت کا شرف حاصل ہوا۔
زیارت حرمین شریفین : حج کی سعادت ۱۹۵۷ء میں حاصل ہوئی۔ واپسی پر آپ نے حضرت قبلہ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق پیر و مرشد ہر وقت مرید کے ساتھ ہوتا ہے کیا دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں آپ کا ساتھ نصیب ہوا۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کیوں نہیں ہم ہر وقت آپ کے ساتھ تھے' آپ کو یاد ہو گا کہ مدینہ منورہ جاتے وقت راستہ میں مقام بدر پر جب آپ کی لاری بعد دوپہر آرام کرنے کے لئے ٹھہری تو آپ اور چودھری یوسف بدر کی پانی والی کریز پر نہانے کے لئے گئے' نہانے کے بعد آپ دونوں ساتھ والی کچی مسجد میں نماز ظہر کے لئے داخل ہوئے' نماز سے فارغ ہو کر آپ دونوں نے تلاوت شروع کر دی' کیا آپ نے وہاں نہیں دیکھا تھا کہ دو آدمی آپس میں عربی زبان میں باتیں کرتے تھے وہ شخصیتیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

دوسرا واقعہ یوں ہے کہ چوہدری شاہ محمد بمعہ دیگر برادران طریقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کی جانب جالی سے ہٹ کر مسجد کی دیوار کے ساتھ کھڑکی کے نیچے بیٹھا کرتے اور روضہء اقدس کو روبرو رکھتے اور دیکھا کرتے کہ دو شخص روزانہ عین جالی کے قریب بیٹھے تسبیح پھیرا کرتے ہیں اور ہماری طرف دیکھ کر کبھی کبھی مسکرا بھی دیا کرتے ہیں' حضرت قبلہؒ نے چودھری شاہ محمد سہروردی کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سب دوست ان دو شخصیتوں کو دیکھ کر حیران بھی ہوتے تھے کہ یہ کیسے جالی کا قرب حاصل کئے ہوئے ہیں اور شرتی (محافظ سپاہی) ان کو یہاں سے نہیں اٹھاتے۔ ان میں سے ایک حضرت صدیق اکبرؓ تھے اور دوسرے حضرت عمر فاروقؓ اعظم تھے' ان کا وجود باجود صرف آپ لوگوں کو نظر آتا تھا اور دوسرے لوگوں کی نظروں سے وہ شخصیتیں اوجھل تھیں۔ چند سالوں بعد چودھری شاہ محمد سہروردی چمن سے کوئٹہ آ گئے اور پھر وہاں نسلی فسادات کی وجہ سے واپس شاہ کوٹ منتقل ہو آئے کچھ عرصہ بعد چیچاوطنی اپنے بیٹوں کے پاس رہائش اختیار کر لی ازاں بعد حالات نارمل ہونے پر واپس چمن میں ہی مقیم ہو گئے اور ۲ جون ۱۹۹۶ء کو وصال فرما کر وہیں مدفون ہوئے۔ آپ بڑے فیاض' مہمان نواز' متحمل مزاج اور مرنجان مرنج درویش تھے۔ انتہائی دھیمے لہجے میں مسکراتے ہوئے گفتگو فرماتے آپ کی وساطت سے کئی مشتاقان راہ سلوک سلسلہ سہروردیہ سے منسلک ہو کر فیض یاب ہوئے۔

الحاج چودھری نظام الدین سہروردی

آپ کے والد ماجد کا نام چودھری میراں بخش تھا جو رائے پور ارائیاں ریاست کپور تھلہ کے متمول زمیندار تھے۔ حاجی صاحب اپنے آبائی گاؤں میں ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجر ہو کر ضلع ملتان تحصیل بورے والا آ کر آباد ہو گئے' آپ چودھری یوسف سہروردی کے بزرگوں میں سے ہیں اور انہی کی وساطت سے حضرت قبلہؒ کی بیعت کا شرف ۱۹۵۵ء میں حاصل ہوا۔ بڑے منکسر المزاج اور خاموش طبع بزرگ ہیں' آپ نے ایک دفعہ بتایا کہ حضرت قبلہؒ کی صحبت میں دیگر پیر بھائیوں کی

marfat.com

موجودگی میں اپنے ان پڑھ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں انقباض رہتا اور اپنی کم مائیگی کی وجہ سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ حضرت قبلہؒ کو یہ عجز و انکسار اتنا پسند آیا کہ باطنی سلسلہ کا در کھول دیا اور تصور باطنی میں ہی سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مزید التفات نگاہ یہ ہوا کہ کشف القبور بھی حاصل ہو گیا۔ آپ بڑے عبادت گزار، ہنس مکھ اور دھیمے مزاج کے بزرگ ہیں، خلوص اور محبت طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اکثر حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے رہتے ہیں اور سلسلہء عالیہ کی ترویج میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو مزید بڑھائے۔ خرقہء خلافت ۶ دسمبر ۱۹۹۴ء کو بوساطت حاجی معراج الدین سہروردیؒ عطا ہوا۔

آپ کے صاحبزادے چودھری محمد ابراہیم سہروردی بھی بڑے عبادت گزار اور متقی ہیں انہیں ۱۹۵۰ء میں حضرت قبلہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا قیام مغل پورہ ریلوے سٹیشن کے نزدیک ہے اور سلسلہ کی خدمات انجام دینے میں پیش پیش ہیں آپ کی پیدائش ۱۹۲۶ء میں اپنے آبائی گاؤں میں ہوئی۔

الحاج ڈاکٹر یعقوب علی خان سہروردیؒ

آپ حضرت قبلہؒ کے متقدمین ارادت مندوں سے تھے، قیام پاکستان سے پیشتر حضرت قبلہ ہر سال باقاعدگی کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی نقش بندیؒ کے مزار اقدس پر ان کے عرس کے موقع پر حاضری دیتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب سرہند میں ریلوے سٹیشن ماسٹر تھے، حضرت قبلہ کا قیام دوران سرہند انہی کے ہاں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب ۱۹۳۴ء میں کنڈا گھاٹ (بھارت) میں سٹیشن ماسٹر تھے۔ انہی دنوں حضرت قبلہؒ کی بیعت کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔ ڈاکٹر صاحب قصبہ سنبل حسن پور ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد فیروز پور سے ہجرت کر کے سکھر آگئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ سکھر تملہ مین بازار مشہور مقام ہے، ریٹائرمنٹ کے بعد وہاں ہومیو پیتھی کی پریکٹس شروع کر دی اور خلق خدا کی ظاہری بیماری کے علاج کے ساتھ ان سعادت مندوں کی باطنی اصلاح بھی کرتے رہے جن کا حصہ قسام ازل کی طرف سے سہروردی سلسلے میں مقدر ہو چکا تھا۔

آپ دبلے پتلے اکہرے بدن کے اور میانہ قد کے بزرگ تھے، گفتگو میں مٹھاس اور اثر تھا، ارادتمندوں کی باطنی تربیت کا ملکہء خداداد حاصل تھا۔ دستار خلافت صاحبزادہ سید فیض احمد سہروردیؒ نے ۱۹۷۳ء میں عطا فرمائی۔ حلقہء ارادت خاصہ وسیع تھا، وہیں اپنے مطب میں ہی ظاہری باطنی علاج فرمایا کرتے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۷۳ء بروز بدھ وصال فرما گئے اور سکھر میں مدفون ہوئے۔ ولادت ۱۸۹۷ء میں ہوئی، گویا عمر ۷۷ کے لگ بھگ تھی، آپ کی اولاد نرینہ بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھی۔

چوہدری جیون محمد سہروردی نے حضرت قبلہؒ کے سالانہ عرس منعقدہ جولائی ۱۹۹۷ء میں راقم الحروف کو بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کے دو بیٹے تھے مگر وہ اوائل عمر میں ہی یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے، ایک کی عمر ڈیڑھ سال تھی اور دوسرے کی تین سال۔ ان بچوں کی وفات کے کچھ ماہ بعد حضرت قبلہؒ سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عرس مبارک پر تشریف لے گئے، مزار اقدس پر چودھری جیون ڈاکٹر صاحب اور کئی دوست ہمراہ تھے۔ حضرت قبلہؒ مزار اقدس پر مراقب ہو گئے، جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ڈاکٹر یعقوب رو رہے ہیں، حضرت قبلہؒ نے پوچھا ڈاکٹر صاحب کیوں رو رہے ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے

marfat.com

عرض کی قبلہ اپنے دونوں بیٹے جو فوت ہو گئے ہیں وہ یاد آ گئے ہیں اس لئے رو رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا آنکھیں بند کر لو۔ چودھری جیون بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حاضرین نے آنکھیں بند کر لیں۔ سب نے ان دونوں بچوں کو کھیلتے ہوئے پایا ایک بچہ ڈیڑھ سال کا تھا اور دوسرا تین سال کے قریب تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا "اب آنکھیں کھول لو" ہم سب نے آنکھیں کھول دیں۔ حضرت قبلہؒ نے ڈاکٹر صاحب کو فرمایا کہ بچے تو زندہ ہیں تم کہتے ہو کہ فوت ہو گئے ہیں' یہ تو تمہیں نجات کا راستہ دکھائیں گے اس کے بعد پھر فرمایا آنکھیں بند کر لو ہم نے آنکھیں بند کر لیں' تھوڑی دیر کے بعد کھولیں تو کچھ بھی نہ تھا۔

مرزا غلام حسین سہروردیؒ

آپ خلیفہ مجاز مرزا غلام محی الدین سہروردی علیہ رحمتہ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے ۱۹۰۵ء کے لگ بھگ لاہور میں پیدا ہوئے انہیں کی وساطت سے حضرت قبلہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ بڑے پرشکوہ با جلال اور انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے سالانہ جلسوں وغیرہ اور لنگر و تبرک کی تقسیم آپ کے ذمے تھی' یہ خدمت آپ نے تادم زیست نہایت خوش اسلوبی سے نبھائی۔ حضرت داتا صاحب علیہ رحمتہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر حضرت قبلہ علیہ رحمتہ باقاعدگی سے حاضری دیا کرتے وقت بالعموم عصر اور مغرب کے درمیان ہوتا اور مزار پرانوار کے سرہانے تھوڑی دیر قیام پذیر ہو کر مراقب ہوتے۔ یہ جگہ گزشتہ تقریباً" پچاس سال سے اب تک سہروردی اصحاب کے لئے مخصوص ہے جہاں عرس کے تینوں دنوں میں پہلے تو مرزا غلام محی الدینؒ حاضر رہ کر خدمات انجام دیتے رہے' ان کے وصال کے بعد مرزا غلام حسین اپنے پیر بھائیوں کی نشست و برخواست کا انتظام سر انجام دیتے رہے ہیں۔ سہروردی احباب عرس مبارک کے دوران مراقب ہوتے اور ذکر و اذکار میں مشغول ہوتے ہیں مرزا صاحب کے وصال کے بعد ۱۹۵۲ء سے اگست ۱۹۹۲ء تک یہ فریضہ مرزا غلام حسین نے (تادم زیست) چالیس سال نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا اور اب یہ فریضہ ان کے صاحبزادے محمد افضال مرزا نبھا رہے ہیں۔ حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد ان کے مزار پرانوار کی تزئین و آرائش بھی انہی حضرت کے ذمہ رہی ہے اور ہے۔ مرزا صاحب انتہائی خدمت گزار اور شفیق تھے' دوسرے کے کام آنا ان کا شیوہ تھا' حضرت قبلہ کی خدمت میں روزانہ حاضری ان کا معمول تھا۔

زیارت حضرت شاہ حسن ولیؒ : آپ مجذوب درویش تھے' ضلع ہوشیار پور (بھارت) کے شہر ہون پی کے رہنے والے تھے۔ اپنی خرق عادات و کرامات کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ نہایت قد آور تنومند شخصیت چھ فٹ سے نکلتا قد پہلوان دکھائی دیتے تھے جسم کو صرف ایک سفید چادر سے ڈھانپے رکھتے چہرہ از حد نورانی تھا۔ گفتگو بظاہر بے معنی ہوتی مگر اسی میں سالکوں اور حاجت مندوں کے مسائل حل فرما دیتے' کسی کو اپنے نزدیک پھٹکنے نہ دیتے' انتہائی با جلال اور دبدبے والے فقیر تھے۔ ۱۹۴۱ کے لگ بھگ ایک قتل کے مقدمہ میں لاہور جیل میں مقید تھے' باوجودیکہ آپ کے کمرے کے ہر تالا لگا رہتا تھا لیکن اکثر اوقات باہر چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ آپ کی ولایت و کرامات کا چرچا

marfat.com

دور دور تک پھیل گیا۔

مرزا غلام حسین سہروردی نے ایک مرتبہ بتایا کہ ان دنوں راہ سلوک میں میرا ابتدائی دور تھا اس لئے اولیاء کرام کے درجات سے بے بہرہ تھا، حضرت شاہ حسن ولیؒ کی کرامات کا شہرہ سنا تو دل میں ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا کہ میں نے کبھی کسی ولی کو نہیں دیکھا، چلو اس کامل ولی کی زیارت کر آتا ہوں۔ میرے ماموں ان دنوں جیل میں ملازم تھے اس لئے اندرون جیل ان سے ملاقات کوئی مسئلہ نہیں تھا میں ہر روز صبح حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن ان کی خدمت میں جانے کی بجائے سیدھا جیل کی طرف چلا آیا اپنے ماموں سے ملا انہوں نے کہا ملاقات کرانا تو کوئی مسئلہ نہیں مگر وہ بڑے صاحب جلال مجذوب بزرگ ہیں مجھے ڈر ہے کہ تم کوئی نقصان نہ اٹھا بیٹھو۔ میرے اصرار پر انہوں نے شاہ صاحب کی بیرک تک مجھے پہنچا دیا، مگر شاہ صاحب نے صورت تک نہ دکھائی۔ چار پانچ دن مسلسل جاتا رہا مگر زیارت سے محروم رہا لہٰذا قلعہ گوجر سنگھ اپنی چار پانچ دن کی غیر حاضری کے بعد حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، ابھی دہلیز پر قدم ہی رکھا تھا کہ حضرت قبلہؒ نے فرمایا: مرزا صاحب! ولی کو مل آئے ہو؟ تم نے آج تک کوئی ولی نہیں دیکھا؟ میں نے عرض کی: جی سرکار میں نے آج تک ولی نہیں دیکھا اسی لئے تو شاہ حسن ولیؒ کی زیارت کے لئے جاتا رہا ہوں مگر ان کی زیارت نہیں ہو سکی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا: ''اچھا کل جانا اور میرا سلام کہنا''۔ اگلے دن میں انہیں ملنے کے لئے جیل کے اندر گیا، دیکھا کہ آپ سیڑھیوں پر کھڑے ہیں، دیکھتے ہی مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: آؤ یار آؤ، میں تو کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں، یہ بتاؤ کہ کس شخص نے تمہیں میری ملاقات سے روکا تھا؟ آج رات کو مجھے تمہارے حضرت صاحب قبلہؒ نے شکایت کی ہے کہ میرا آدمی آپ کو ملنے کے لئے آتا رہا ہے مگر آپ اس سے نہیں ملے۔ میں نے عرض کی قبلہ! میرے حضرت قبلہؒ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حضرت شاہ حسن ولیؒ نے بڑے حیران کن لہجے میں فرمایا: ''ہیں (ہائیں) وہ تو ولیوں کے ولی ہیں، انہوں نے مجھے سلام کہا ہے'' یہ فرما کر مجھے بازو سے پکڑا اپنے کمرے میں لے آئے اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے اصرار کیا۔ میرے انکار پر مجھے زبردستی چارپائی پر بٹھایا اور فرمانے لگے ''تم نے ولیوں کے ولی کے آگے میری شکایت کردی ہے بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کروں؟'' میں حیران تھا کہ مجذوب ہوتے ہوئے آپ مجذوبانہ نہیں بلکہ ہوشیاری کی باتیں کر رہے ہیں۔ اسی دوران میں آپ ایک دودھ سے بھرا ہوا ڈول اٹھا لائے، ایک چینی کی پیالی میں شکر ڈال کر دودھ ہلانے لگے، میں حیرانی کے عالم میں دیکھ رہا تھا کہ ایک دودھ سے بھرا ہوا ڈول ایک عام پیالی میں کیسے سما رہا ہے؟ جب پیالی کا دودھ ڈول میں ڈالتے تو ڈول بھر جاتا اور جب ڈول کا دودھ پیالی میں انڈیلتے تو سارا دودھ اس پیالی میں سما جاتا اور ایک قطرہ بھی باہر نہ گرتا۔ دودھ کی پیالی مجھے پلانے کے بعد فرمانے لگے ''مانگو کیا مانگتے ہو؟ ولیوں کے ولی، سردار کے بھیجے ہوئے آئے ہو کہیں پھر شکایت نہ کر دینا''۔ میں نے بھلا اب کیا مانگنا تھا دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا تھا کہ میں تو ولیوں کے ولی کی خدمت میں پل رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں نے کوئی ولی نہیں دیکھا اس لئے خاموش ہی رہا۔ آپ نے جوش میں آ کر اپنے تہ بند کا ایک کونہ پھاڑ کر اس کا ایک ٹکڑا مجھے دے کر

marfat.com

فرمایا: لو اسے اپنے پاس رکھنا' اس کے بعد آپ نے اجازت دے دی اور میں واپس لوٹ آیا۔ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اچھا! تم نے آج تک کسی ولی کو نہیں دیکھا' میں دست بستہ شرمندگی کے عالم میں نظریں جھکائے کھڑا رہا اور کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ تھی۔

وصال : ہفتہ ۲۹ اگست ۱۹۹۲ء مطابق ۲۹ صفر المظفر ۱۴۱۳ ہجری کو وصال فرمایا' اگلے دن قبرستان میانی صاحب کے احاطہ دربار غوثیہ میں اپنے برادر بزرگ خلیفہ مجاز مرزا غلام محی الدین سہروردیؒ کے قریب دفن ہوئے۔

الحاج منشی مختار علی سہروردی

ابتدائی حالات : آپ کے آباؤ اجداد چندر بنسی راجپوتوں کی ایک شاخ "بھان" سے تھا جو ضلع ہوشیار پور میں آباد تھے۔ قبول اسلام کے بعد یہ خاندان منشی مشہور ہوا آپ کے والد کا نام منشی محمد علی تھا دادا منشی غلام نبی تھے جو میو کالج دہلی کے سند یافتہ تھے اور انہیں استاد الاطبا اور فخرالعلما کا خطاب ملا تھا۔ فارسی زبان کے ماہر تھے' آپ نے "سکندر نامہ" کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ پڑدادا منشی رحمت خان ولد حافظ حسین بخش تھے جو بچوں اور بچیوں کو قرآن حکیم کی تعلیم بھی دیا کرتے ان کے شاگردوں میں ایک جن بھی شامل تھا۔ ایک دفعہ حافظ صاحب نے بچوں کو مٹی لانے کا حکم دیا تو وہ ایک چھوٹی مٹی کی پہاڑی اٹھا لایا۔ مختار صاحب ہوشیار پور میں ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے' ۱۹۴۱ء میں میٹرک کیا اور ۱۹۴۲ء میں لاہور ریلوے اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہو گئے۔ بچپن سے ہی آپ کو بزرگوں سے وابستگی تھی چنانچہ شاہ نور جمالؒ کے مزار شریف پر جو ہوشیار پور سے کوہ شوالک کی پھیلی ہوئی پہاڑیوں پر سات میل پر واقع ہے اکثر اوقات پا پیادہ سلام کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہوشیار پور سیدن شاہ کے قبرستان میں ایک دفعہ بارش کی طغیانی سے قبریں ننگی ہو گئیں ایک قبر میں ایک دو سو سالہ قدیم بزرگ لکڑی کے تابوت میں مدفون تھے اس تابوت کا ایک تختہ اکھڑ گیا' جس کی وجہ سے حضرت کا چہرہ مبارک نظر آنے لگا جو بڑا نورانی اور ایسا تر و تازہ تھا گویا ابھی ابھی دفن ہوئے ہیں' ہزاروں افراد نے ان کی زیارت کی۔ مختار صاحب کہتے ہیں کہ میں ان دنوں لڑکا ہی تھا حضرت کی داڑھی مبارک کے بال میں نے اپنے ہاتھوں پر تبرکاً لگائے۔

مختار صاحب نے اپنے خاندان کے پیر سید عبدالخالق شاہؒ نقش بندیؒ سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی جو اپنے وقت میں بڑے روحانی بزرگ گزرے ہیں۔

بیعت : اپنے رفیق کار ہومیوپیتھک ڈاکٹر محمد اسماعیل سہروردی سے حضرت قبلہؒ کی تصنیف "الفقر فخری" پڑھنے کا موقع ملا تو گویا جس پیر کی تلاش تھی اس کی نشاندہی ہو گئی چنانچہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا رات کو پوچھ کر بتائیں گے اگر اس سلسلہ میں آپ کا حصہ ہوا تو بیعت کر لیں گے۔ تیسرے دن فرمایا کہ اجازت ہو گئی ہے چنانچہ آپ نے اپنے روبرو دو زانو بٹھا کر آنکھیں بند کر کے دل پر نظر رکھنے کا فرمایا۔ اپنی آنکھیں بند فرما کر میرے دل پر نگاہ فرمائی اور تھوڑی دیر بعد سبق تلقین فرما کر رخصت کی اجازت دے دی' رات کو خواب میں ایسی روحانی سیریں ہوئیں کہ سبحان اللہ۔

marfat.com

زیارت سرکار دو عالم صلی اللہ و آلہ وسلم : مختار صاحب بتاتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت قبلہ کی خدمت میں اکیلا ہی بیٹھا تھا اور حضرت کے چہرہ پرنور کو دیکھتا جا تا تھا' معاً" میرے جسم کو اک جھٹکا سا لگا اسی اثنا میں دیکھا کہ تخت پوش پر جہاں حضرت قبلہؒ تشریف فرما تھے ان کی جگہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما ہیں چنانچہ میں نے دل ہی دل میں درود شریف الصلوۃ والسلام علیک یا رسول! الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھنا شروع کر دیا اور حضورؐ کی طرف دیکھتا جا تا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سرکارؐ نے مجھے اپنی طرف اشارے سے بلایا میں نزدیک حاضر ہوا تو میرے کندھے کو دو تین دفعہ تھپتھپایا' میں نے سلام عرض کی تو آپ نے مسکرا کر میرا سلام قبول فرمایا۔ چند لمحوں میں یہ کیفیت بدل گئی اور دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بجائے اب حضرت قبلہؒ تخت پوش پر تشریف فرما ہیں۔

خواب میں برہنہ حالت : ایک رات میں نے حضرت قبلہؒ کو خواب میں بالکل برہنہ حالت میں دیکھا صبح حاضر خدمت ہو کر خواب بیان کیا تو مسکرا کر فرمایا کہ "بھئی! تم نے ہم کو کسی مجذوبانہ حالت میں دیکھا ہے"۔

والدہ کی تمنا : مختار صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ صاحبہ ایک دفعہ فیصل آباد سے لاہور آئیں اور کہا کہ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کی بڑی تڑپ ہے تین سال پہلے حج کیا تھا وہاں بھی یہ تمنا پوری نہ ہوئی وہیں ایک رات خواب میں تم آئے اور مجھے کہا کہ چلو اماں اب گھر چلو' آج میں تمہارے پاس آئی ہوں کہ اپنے حضرت صاحب سے دعا کراؤ۔ میں انہیں لے کر حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا بی بی! تمہیں دو دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدار کا موقع عنایت فرمایا مگر تم محروم رہیں پہلی دفعہ بحری جہاز میں جب یہ موقع نصیب ہونے کو تھا تو تمہاری ایک ساتھی باتونی عورت نے تمہیں اپنی طرف اپنی باتوں میں متوجہ کر لیا' دوسری دفعہ مدینہ منورہ میں موقع ملنے کو تھا کہ ایک بیمار عورت سد راہ بن گئی اب تم یہ سبق میرے تصور کے ساتھ پڑھا کرو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا چنانچہ چند ہی دنوں کے اندر حضرت قبلہ کی خصوصی توجہ سے انہیں حضور علیہ السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو گئی۔

بیٹی کی شفایابی : مزید بیان کرتے ہیں کہ میری بڑی بچی کو جو ان دنوں نو سال کی تھی ٹائیفائیڈ ہو گیا جو ازاں بعد بگڑ گیا اور اسے لکنت اور ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو گئے۔ گھر والوں نے بڑا علاج کرایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا میں تو توجہ نہ دے سکا چونکہ دفتر سے سیدھا روزانہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضری دیتا تھا اور رات گئے واپس آتا تھا گھر والے مجھ سے سخت تنگ تھے ایک دن کہنے لگے کہ اسے کسی بڑے ہسپتال میں دکھا کر لاؤ چنانچہ میں اسے سائیکل پر بٹھا کر روانہ ہوا راستہ میں خیال آیا کہ میرے بڑے ڈاکٹر تو حضرت قبلہؒ ہیں چنانچہ ہسپتال جانے کی بجائے سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور بچی کو گود میں لے کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ آپ نے تسلی فرمائی اور بازار سے شہد اور عرق سونف لانے کا حکم دیا۔ بچی کو میں نے وہیں چھوڑا اور خود یہ دونوں دوائیں لے کر حاضر ہو گیا آپ نے دونوں چیزوں اور بچی پر دم کیا اور فرمایا دونوں چیزوں کو نیم گرم کر کے ایک

marfat.com

ایک چمچ پلاتے جاؤ اللہ رحم فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے چند دنوں میں وہ بالکل تندرست و توانا ہو گئی' یہی بچی اب بفضل تعالیٰ کئی بچوں کی ماں ہے اپنے شوہر کے ہمراہ سعودی عرب چھ سال رہی اور حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئی۔

قیام' تہجد : ایک دفعہ آپ نے مجھے فرمایا تہجد پڑھا کرو رات کی تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور آہ و زاری بڑا کام دیتی ہے۔ چنانچہ جب رات کے دو تین بجتے تو میرے کانوں میں تنکا پھرنا شروع ہو جاتا' کبھی ادھر کروٹ بدلتا کبھی ادھر لیکن کان میں تنکے کا پھرنا سونے نہ دیتا آخر اٹھنے پر مجبور ہو جاتا وضو کرتا اور نفل ادا کرتا' یہ تنکے والا معاملہ اس وقت تک جاری رہا جب تک مجھے تہجد ادا کرنے کی مستقل طور پر عادت نہ پڑ گئی۔

حضرت داتا صاحبؒ کی زیارت : ایک دن ایک صاحب حاضر ہوئے کہ حضرت داتا صاحبؒ کے مزار اقدس پر مدت سے جا رہا ہوں مگر زیارت نصیب نہیں ہوتی آپ نے فرمایا وہاں جانے سے پہلے ہماری طرف سے ہو جایا کرو چنانچہ جب اس نے اس ارشاد پر عمل کیا تو حضرت قبلہ داتا صاحبؒ کی زیارت نصیب ہو گئی۔ مختار صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس سے پہلے حضرت داتا صاحبؒ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ میرے دل میں بھی زیارت کا شوق پیدا ہوا' اسی رات خواب میں دیکھا کہ داتا صاحبؒ کے بازار میں لوگ دو قطاروں میں کھڑے ہیں اور سامنے سے ایک جلوس جس میں ایک بزرگ سفید داڑھی والے گلے میں گلاب کے ہار پہنے ہوئے نمایاں تھے تشریف لا رہے ہیں' مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں میرے پاس ایک کالی داڑھی والے نوجوان نے میرا کندھا ہلا کر پوچھا کیا آپ ان بزرگوار کو جانتے ہیں؟ میرے انکار پر اس نے بتایا کہ یہ حضرت داتا صاحب (علیہ رحمتہ) ہیں صبح جب میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رات والا خواب بیان کیا آپ نے مسکرا کر فرمایا یہ بہت اچھا ہوا۔ انشا اللہ پھر بھی ملاقات ہو گی۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آیا کہ مجھے داتا صاحبؒ نے آپ کے پاس میرا فلاں کام کرنے کے لئے بھیجا ہے' آپ نے فرمایا جھوٹ نہیں بولا کرتے قلعہ گوجر سنگھ کوئی دور نہیں ہے حضرت داتا صاحبؒ نے تمہیں ہمارے پاس بھیجا ہوتا تو مجھے بھی حکم فرما سکتے تھے کہ اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں' جاؤ اپنا کام کرو اور اس قسم کی باتوں سے اجتناب کرو۔

سفر و سعادت حرمین شریفین : ایک رات خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ رنگ برنگی قمقموں سے آراستہ ہے اور لوگوں کے ہجوم میں اپنے آپ کو میں نے وہاں بازاروں اور گلیوں میں گھومتے پایا۔ صبح حضرت قبلہؒ کی خدمت میں خواب عرض کیا تو فرمایا کہ انشا اللہ حج کی سعادت نصیب ہو گی چنانچہ ۱۹۷۲ء میں براستہ خشکی یہ سعید گھڑی آ گئی۔ حرمین شریفین روانگی سے پیشتر حضرت قبلہؒ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر عرض کی کہ بقول آپ کے پیر و مرشد مرید کے ساتھ ہوتا ہے۔ چوہدری شاہ محمد صاحب اور چودھری یوسف صاحب کو ان کی حج سے واپسی پر آپ نے دوران سفر پیش آمدہ واقعات کی تصریح فرمائی تھی۔ اگر میرے ساتھ کوئی خاص واقعہ پیش آئے تو براہ کرم مجھے آگاہی عطا فرما دیں۔ چنانچہ بغداد شریف میں ایک مسجد سے ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت غوث الاعظمؒ کے مزار پر انوار کی

marfat.com

زیارت کے لئے روانہ ہوتا تھا کہ ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی مجھے پیچھے کی طرف کھینچ رہا ہے میں نے دوستوں سے کہا کہ آپ ٹھہریں میں ذرا اس مسجد کا محل وقوع دیکھ کر آتا ہوں باہر نکلا تو قریب ہی ایک مزار شریف نظر آیا ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھتے پڑھتے آپ کے سرہانے ایک تختی دکھائی دی جس پر حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ" کا نام مبارک لکھا ہوا تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کس طرح مجھے حضرت امام اعظمؒ کے لئے فاتحہ خوانی کی باطنی طور پر راہنمائی فرمائی ہے۔

حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء اقدس پر باقاعدہ حاضر ہوتا رہا ایک دن مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے بعد واپس آ رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے دو شخصوں کو آہستہ آہستہ باتیں کرتے اور مسکراتے سنا۔ میں نے چاہا کہ مڑ کر دیکھوں کہ یہ کون ہیں؟ میرے مڑنے سے پیشتر ہی ان میں سے ایک نے مجھے پیچھے سے اپنی آغوش میں لے لیا ان کا چہرہ مبارک مجھے آغوش میں لینے کی وجہ سے میرے دائیں کندھے سے آگے نکل آیا تھا میں نے بے اختیار چوم لیا۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ دونوں حبشی نژاد حضرات تھے جسے میں نے چوما وہ دوسرے صاحب سے دراز قد تھے میرے بوسہ زنی کے بعد وہ دونوں حضرات ہنستے ہنستے آگے بڑھ گئے انہیں چومنے کی وجہ سے عجیب سی سوہانی خوشبو میرے تن بدن میں سما گئی کچھ لمحے اسی کیفیت میں گزر گئے ہوش میں آیا تو دل میں کھٹک اور خلش پیدا ہوئی کہ یہ کون بزرگ تھے۔ اسی عالم میں حضرت قبلہ" کا تصور کیا تو آپ کی آواز آئی "یہ حضرت بلالؓ ہیں" آنکھ اٹھا کر ادھر دیکھا تو وہ دونوں حضرات نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے چند دن باقی رہ گئے تو دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ اب روضہء اقدس پر جا کر عرض کروں گا کہ زندگی کا جب آخری سانس ہو تو آپ کا در ہو یہ سعادت نصیب فرما دیں۔ یہ مصمم ارادہ کر کے اگلی صبح مسجد نبوی میں داخل ہوا اور ابھی حضور کی پائینتی مبارک سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھا کہ سامنے حضرت قبلہ" کو کھڑے پایا آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا جن کے دربار عالیہ میں کھڑے ہو یہ تمہارے ماتحت ہیں یا تم ان کے ماتحت ہو' غلام ہوتے ہوئے تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنی مرضی منواؤ وہ دو جہان کے بادشاہ ہیں اپنی رضا کو ان کی رضا پر چھوڑ دو اور ہمیشہ خیال رکھو کہ دعا مانگتے وقت حضور علیہ السلام کی رضا کو مقدم رکھو۔ میرے اٹھتے ہوئے قدم وہیں رک گئے' حضرت قبلہ" سے معافی مانگی کہ آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا کہ اپنی خواہش کا اس میں دخل نہ ہو۔

نجف اشرف میں : حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا' ابھی چوکھٹ پر جھکا ہی تھا اور بوسہ بھی نہیں دیا تھا کہ رقت طاری ہو گئی زبان پر آپ کا خطاب "باب العلم" جاری ہو گیا۔ عرض کی: "باب العلم! علم اور حکمت کے خزانہ سے کچھ اس بھکاری کو بھی عطا فرما دیں"۔ سر چوکھٹ پر تھا' آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں نے دہلیز کو گیلا کر دیا تھا اور جسم میں رقت کی وجہ سے لرزہ طاری تھا میری داڑھی دہلیز مبارک پر جھاڑو کا کام انجام دے رہی تھی کہ یکایک دائیں طرف سے بارعب آواز "السلام علیکم" سنائی دی۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ دیکھوں کہ یہ کون عظیم ہستی ہے جو مجھ گنہگار کو آپ کے دربار عالیہ میں سلامتی کی دعا دے رہی ہے' آواز مبارک میں دبدبے کی وجہ سے

marfat.com

کوشش کے باوجود نظر آپ کے سینے مبارک سے اوپر نہ بڑھ سکی بمشکل سلام کا جواب عرض کیا۔
تھوڑی دیر کے بعد پھر کوشش کی کہ چہرہ مبارک کی زیارت کروں مگر اب یہ ہستی غائب ہو چکی تھی۔
(یہ اخی رسولؐ زوج بتولؓ باب مدینۃ النبویؐ تھے)

مختار صاحب چند دیگر پیر بھائیوں کے ہمراہ حضرت قبلہؒ کے وصال یعنی ۱۹۵۸ء سے تا حال (۱۹۹۸ تک) باقاعدگی سے آپ کے مزار پرانوار پر شب قدر' شب برات' شب معراج' آخری چہار شنبہ اور عید میلادالنبی پر شب باشی فرما رہے ہیں یہیں ایک لیلتہ القدر کی سعادت انہیں عین نوافل کی ادائیگی کے دوران حاصل ہوئی۔

آپ دسمبر ۱۹۸۲ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے' حضرت قبلہؒ کے مزار پر ماہانہ ختم میں باقاعدہ حاضر ہوتے ہیں مرکزی مجلس سہروردیہ ہنجوال کے فنانس سیکرٹری ہیں اور تمام مالی امور متعلقہ دربار شریف کی خدمات حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد آج تک بڑی تن دہی سے سرانجام دے رہے ہیں' سلسلہ کی ترویج میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔

الحاج صوفی چودھری محمد شریف سہروردی

تعارف : آپ ریاست کپور تھلہ (بھارت) کے ایک گاؤں رائے پور ارائیاں کے رہنے والے ہیں' والد ماجد کا نام رحمت علی ولد غلام محمد ہے۔ پیدائش وہیں اپنے گاؤں میں ۱۱ اپریل ۱۹۲۴ء کو ہوئی اور ابتدائی تعلیم وہیں سے ۱۹۳۹ء میں مکمل کی۔ ۱۹۴۷ء کے اوائل میں لاہور آگئے اور فروری ۱۹۴۷ء سے محکمہ ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہو گئے جہاں سے ۱۹۸۴ء میں ریٹائر ہوئے قیام پاکستان کے بعد سارا گھرانہ لاہور ہجرت کر آیا تو دھرم پورہ (مصطفیٰ آباد) میں مکمل سکونت اختیار کر لی۔

واقعہ بیعت : آپ چودھری محمد یوسف سہروردیؒ کے قریبی عزیزوں میں سے ہیں اپنی بیعت کے متعلق فرمایا کہ میں پیروں بزرگوں کا قائل نہیں تھا ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء کے دوران بھائی یوسف کی ایما پر گاہے گاہے حضرت قبلہؒ کے در دولت پر حاضر ہوتا رہتا مارچ ۱۹۵۱ء میں داڑھی رکھ لی اپریل ۱۹۵۲ء میں حضرت قبلہؒ بسلسلہ تبلیغ کراچی تشریف لے گئے تھے جہاں سے آخری ہفتہ میں انہیں واپس لاہور آنا تھا۔ میں چودھری یوسف سہروردی اور صوفی فضل الرحمٰن سہروردی کے ہمراہ سٹیشن پر حضرت قبلہؒ کو لینے کے لئے آگیا۔ چند روز پہلے ایک دفعہ خواب میں حضرت قبلہؒ کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ میں نے بھائی یوسف سے کہا کہ میں اب حضرت قبلہؒ سے بیعت ہوئے بغیر واپس نہیں گھر جاؤں گا۔ حضرت قبلہؒ بذریعہ خیبر میل تشریف لے آئے وہیں سٹیشن پر چودھری یوسف صاحب نے میرے متعلق عرض کی' حضرت قبلہؒ نے مسکراتے ہوئے مجھے تھپکی دی اور چودھری یوسف صاحب کو فرمایا "اہنیں ہور کتھے جانا ایں" یعنی اس نے اور کہاں جانا ہے' کل اسے لے آنا۔ دوسرے دن حاضر ہوا تو مجھے اپنے تخت پوش پر اپنے روبرو بیٹھنے کا کہے بعد دیگرے دو دفعہ حکم دیا مگر میں از راہ ادب ہچکچاتا رہا' تیسری دفعہ فرمایا "الامر فوق الادب" چنانچہ میں بیٹھ گیا اور مجھے سبق تلقین کر کے تاکیداً فرمایا کہ چودھری یوسف کی صحبت میں رہنا' یہ واقعہ ۲۹ اپریل ۱۹۵۲ء کا ہے۔ ازاں بعد یہ عالم ہوا کہ پیرو مرشد کے در کی حاضری میں حضرت قبلہؒ کی حیات ظاہری تک ناغہ نہ آنے دیا اور یوں حضرت قبلہؒ کے

marfat.com

حاضرباش غلاموں کی صف میں آپ شامل ہو گئے۔

خصائل : آپ بڑے عبادت گزار اور شب بیدار ہیں' چہرے بشرے پر نورانیت کے آثار آپ کے زہد و تقویٰ' بزرگی اور شدت مجاہدہ کے غماز ہیں۔ انتہائی حلیم الطبع' صائب الرائے اور مرنجان مرنج درویش ہیں۔ اپنے پیر و مرشد کی محبت و خدمت کا اثر آپ کی زندگی کے ہر پہلو سے نمایاں ہے۔ شدید محبت شیخ آپ کی گفتار اور کردار سے چھلکتی ہے' اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ اور خوش الحانی عطا فرمائی ہے۔ سوز عشق نے کلام میں حد درجہ تاثیر پیدا کردی ہے' مزار پرانوار پر ماہانہ ختم شریف اور سالانہ تقریبات پر جب نعت یا منقبت عشق شیخ و عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر پڑھتے ہیں تو سامعین کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بعض کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑتے ہیں اور بعض کی زبان سے عالم وجد میں ''سبحان اللہ' ماشاء اللہ'' کے کلمات بے ساختہ نکل جاتے ہیں۔ اس وقت تک مصرع یا شعر دہراتے رہتے ہیں جب تک کہ آگے پڑھنے کا اذن باطنی نہیں مل جاتا' سبحان اللہ کیا شان ادائیگی اور حسن ادا ہے۔ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد سے آج تک ان کے مزار پرانوار پر باقائدہ حاضری معمولات میں شامل ہے آپ بھی چودھری یوسف سہروردیؒ کے ان اصحاب ستہ (چھ دوست) میں شامل ہیں جنہوں نے حضرت قبلہؒ کے وصال ۱۹۵۸ء سے لے کر آج تک گزشتہ چالیس سالوں سے لیلتہ القدر' عید میلادالنبیؐ' آخری چہار شنبہ' معراج شریف' شب برات میں شب باشی اپنا وظیفہ بنا رکھا ہے۔ چودھری یوسف سہروردیؒ کی زندگی میں رمضان شریف کے آخری عشرہ میں ایک دفعہ لیلتہ القدر کی ساعت بھی نصیب ہوئی جو عین تراویح یا نوافل کی ادائیگی کے دوران کیفیات کے ورود سے عیاں ہوئی۔ سبحان اللہ' یہ نصیب اللہ اللہ لوٹنے کی جائے ہے۔

۱۹۷۴ عیسوی میں آپ کو حج کی سعادت نصیب ہوئی تبلیغ دین اور فروغ سلسلہ سہروردیہ کے ضمن میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

خان محمد عبدالرحمٰن خان سہروردی

بحوالہ ''جدید کلید سہروردیہ'' (مولفہ سید محمد سلطان سہروردی حیدر آبادی' ماخوذ از قلمی نسخہ محررہ خان خورشید علی خان سہروردی حیدر آبادی) آپ یوسف زئی پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آباؤ اجداد شہنشاہ اکبر کے دور میں افغانستان سے ہجرت کر کے سوات (پاکستان) میں مقیم ہوئے' ازاں بعد آپ کے خاندان کے ایک بزرگ سانبھر ریاست جودھپور (بھارت) میں منتقل ہوگئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام عظیم خان اور دادا کا خواجو خان تھا۔ آپ کی ولادت سانبھر میں ۱۳۳۲ ہجری مطابق ۱۹۱۴ عیسوی میں ہوئی' آپ کے خاندان میں کئی ولی اللہ گزرے ہیں جن میں حضرت جان محمد مستے خان المعروف دیوانے باباؒ کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں ان کا مزار بونیر ریاست سوات میں مرجع ء خلائق ہے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد باطنی تربیت کے لئے حضرت خواجہ حسام الدین چشتیؒ سے نسبت قائم کی۔ جوان ہوئے تو تلاش معاش کے لئے اجمیر شریف آگئے اور اجمیر پاور ہاؤس میں ملازمت اختیار کرلی' ڈیوٹی کے بعد زیادہ وقت حضرت سلطان الہندؒ کی درگاہ میں گزارتے۔ قیام پاکستان پر ۱۹۴۷ میں ہجرت کر

marfat.com

کے حیدر آباد سندھ آ گئے اور پاور ہاؤس میں ملازم ہو گئے' واپڈا پاور ہاؤس میں مسجد کی خدمت و امامت بلا معاوضہ انجام دیتے رہے' ۱۹۶۰ء میں گلزار گلی نزد دو قبر (بالمقابل پکا قلعہ حیدر آباد سندھ) میں مکان الاٹ ہو گیا جہاں آپ منتقل ہو گئے اور وہی آپ کا موجودہ مسکن ہے' یہی "آستانہ عالیہ سہروردیہ حیدر آباد" کے نام سے موسوم ہوا جہاں آپ کے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی تبلیغ و ترویج فرما کر بے شمار مخلوق کو فیض یاب فرما رہے ہیں۔ آپ نے مدرسہ "تعلیم القرآن سہروردیہ" بھی قائم کیا ہے جہاں بچوں کو مفت دینی تعلیم دی جاتی ہے مزید بر آں میرپور خاص بھی آپ کی سرپرستی میں انجمن سہروردیہ ترویج سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے۔ آپ کو سلسلہء سہروردیہ میں بیعت کا شرف قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد چودھری نذیر احمد سہروردی کی وساطت سے ہوا جہاں حضرت قبلہ" (ابوالفیض قلندر علی سہروردی) گاہے گاہے بسلسلہ سیاحت و ترویج سلسلہ تشریف لایا کرتے تھے۔ چوہدری نذیر احمد سہروردی حضرت قبلہ" کے خلیفہء مجاز چودھری محمد شفیع سہروردی" کے حقیقی بھائی تھے اور ان دنوں امریکن کوارٹرز حیدر آباد (سندھ) میں رہائش پذیر تھے۔

خان صاحب نے بڑی ریاضتیں اور مجاہدات کئے' بقول آپ کے حضرت قبلہ" نے فرمایا کہ "ہزاروں فکروں میں صرف ایک فکر زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ یہ کہ رب ناراض نہ ہو جائے اور دوسرے یہ کہ اپنے آپ کو مٹی کی مانند سمجھو اور مصلے پر بیٹھ جاؤ۔ یہ دو باتیں مد نظر رکھو گے تو سلوک کی منازل آسانی سے طے ہو جائیں گی"۔ خان صاحب موصوف حیدر آباد میں حضرت سید عبدالوہاب شاہ قادری" کے مزار پرانوار پر باقاعدگی سے حاضر ہوتے ہیں اور ہر جمعرات کو وہاں محفل میلاد کا انعقاد فرماتے ہیں جہاں ان کے مریدوں کے علاوہ کئی حضرات شامل ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ کے اصحاب میں مرزا مختار احمد بیگ سہروردی' خورشید علی خان سہروردی' سید محمد شبیہ سہروردی حاجی بشیر احمد سہروردی' اور مرزا اسرار بیگ سہروردی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سید محمد سلطان سہروردی حیدر آبادی نے تصوف اور تذکرہ کے سلسلہ میں ایک کتاب "کلید جدید سہروردیہ" بھی مرتب کی ہے۔

میاں غلام محمود صالح قریشی سہروردی

تعارف : آپ خلیفہء مجاز میاں سعید احمد قریشی سہروردی کے صاحبزادے ہیں ۷ فروری ۱۹۲۳ کو اپنے آبائی گاؤں کوٹ محمد خان ضلع امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے چند دن پہلے آپ کے دادا جان میاں نور احمد نقش بندی جو اہل نظر درویش تھے اکثر اپنی خاص کیفیت میں پکارا کرتے : "او صالح! او صالح!" چنانچہ آپ کی پیدائش پر آپ کے اصلی نام غلام محمود کے ساتھ "صالح" کا لاحقہ عرف عام ہو گیا۔ سارا گھرانہ دین دار اور متشرع تھا لہٰذا اوائل عمر میں ہی خاصی دینی تعلیم حاصل کر لی۔ مروجہ تعلیم کے لئے ۱۹۳۷ء میں لاہور قلعہ گوجر سنگھ میں منتقل ہو آئے اور ۱۹۳۹ میں میٹرک پاس کیا۔ اپنے والد ماجد کی وساطت سے حضرت صاحب قبلہ" کی خدمت میں حاضری گاہے بگاہے ہوتی رہتی' صاحبزادہ فیض احمد سہروردی صاحب" آپ کے ہم جماعت تھے اس لئے ان سے گہرے مراسم ہو گئے' ایک دفعہ ۱۹۳۸ میں اپنے گاؤں سے سکول کی فیس آنے میں دیر ہو گئی۔ آپ حسب معمول حضرت قبلہ" کے سلام کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ" نے چھوٹے صاحبزادے کو آواز دی: "فیاض میاں!

marfat.com

صالح کو آٹھ روپے لا کر دے دو اس نے ابھی فیس ادا نہیں کی۔" صالح صاحب نے بتایا کہ میں معمول کے مطابق آپ کے سلام کے لئے حاضر ہوا تھا اور فیس طلب کرنے کا خیال بھی دل میں نہ آیا تھا مگر اس کے باوجود حضرت قبلہ" نے از خود میری حاجت روائی فرمادی۔

۱۹۴۱ء میں آپ اپنے بڑے بھائی کے پاس انبالہ چلے گئے' چند ماہ قیام کے بعد دہلی اور پھر کچھ عرصہ بعد ۱۹۴۲ء میں بمبئی آگئے یہاں مرکزی محکمہ انڈسٹریز میں ملازمت اختیار کرلی جہاں سے اسی سال تبدیل ہو کر لاہور آگئے۔ پابند صوم و صلوٰۃ ہونے کے باوجود لباس انگریزی طرز کا ہی پہنتے۔

بیعت : اپنی بیعت کے متعلق فرمایا کہ میں علی الصبح سیر کرنے کا عادی تھا نکر اور سفید قمیض یا بش شرٹ پہن کر لمبی واک کیا کرتا تھا۔ ۱۹۵۱ کی بات ہے کہ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے صبح کو سیر کے لئے تو جاتے ہی ہو اسی سیر کے دوران چلتے پھرتے "یہ سبق" بھی پڑھتے رہا کرو گویا یہ میری بیعت تھی۔ تلقین شدہ سبق کا میں نے بفضل تعالیٰ کبھی ناغہ نہیں کیا' حضرت قبلہ کی ظاہری زندگی یعنی ۱۹۵۸ء تک گاہے بگاہے حاضر ہوتا رہا۔ آپ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۹ء تک کراچی میں مقیم رہے۔ ۱۹۷۸ء میں خلیفہ مجاز چودھری محمد اقبال حمید سہروردی" کی خدمت میں حاضر ہونے کا باطنی اشارہ ہوا' چودھری صاحب ان دنوں جیکب لائنز کراچی میں مقیم تھے اور اپنی روزانہ نشست کے علاوہ ہر جمعہ کو صبح باقاعدگی سے ختم شریف خواجگان سہروردیہ کرایا کرتے چنانچہ ان کی ملاقات کے لئے وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ تو اب "پاکستان کوارٹرز میں منتقل ہو گئے ہیں چنانچہ آپ وہاں پہنچے تو بتایا کہ وہ قریبی مسجد میں تشریف فرما ہیں' وہاں گئے تو دیکھا کہ آپ ایک کونے میں بیٹھے مراقب ہیں۔ جب وہ فارغ ہوئے تو اپنا تعارف کرایا کہ میں میاں سعید احمد سہروردی" کا بیٹا ہوں' آپ بہت خوش ہوئے اور اٹھ کر بغل گیر ہو گئے اور فرمایا: آپ تو میرے پیر بھائی ہیں۔ چودھری صاحب" کی ظاہری زندگی یعنی ۱۹۸۴ء تک ہر جمعہ کو باقائدہ ختم شریف میں شامل ہوتے رہے' چودھری صاحب" بڑی شفقت اور توجہ فرمایا کرتے۔ ۱۹۸۹ء میں آپ مستقل طور پر لاہور منتقل ہو آئے اور اب ۱۹۵ اعوان ٹاؤن لاہور میں خدمت سلسلہ اور مخلوق کی حاجت روائی فرما رہے ہیں۔ آپ بڑے متحمل مزاج' نفیس طبع' خوش پوشاک' و نعدار اور مرنجان مرنج درویش ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے آج تک اس شخص کے لئے بھی کبھی بد دعا نہیں کی جس نے مجھے عمداً بھی نقصان پہنچایا ہو۔ شاکر اور راضی برضا رہتا ہوں' سبحان اللہ' آپ پر محبت شیخ کا رنگ حد درجہ غالب ہے بالعموم تصور شیخ میں ہی ڈوبے رہتے ہیں اور "فنافی الشیخ" میں حاجت مندوں کی حاجت روائی صرف اشارۂ باطنی کے تحت ہی فرماتے ہیں۔

ابو الضیا سید اکرام الاسلام گیلانی سہروردی"

آپ حضرت سید جعفر شاہ ولی گیلانی" کی اولاد سے ہیں جن کا مزار پر انوار پلاٹ کوٹلی باجوہ ضلع نارووال میں ہے اور جد سادات کوٹلی باجوہ ہیں' مکمل شجرہ نسب حسب ذیل ہے :

سید اکرام الاسلام بن سید بشیر احمد بن سید شمس الدین بن سید نور الدین بن سید علی محمد شاہ بن سید حسین شاہ قادری" (مدفون کوٹلی باجوہ) بن سید محکم الدین" بن شاہ بھولا" بن سید شاہ شرف الدین" بن سید شاہ محمد" بن سید جعفر شاہ ولی" (جد سادات پلاٹ کوٹلی باجوہ) بن سید محمد صالح" بن سید شاہ معروف" بن سید

marfat.com

مبارک" بن سید محمد غوث گیلانیؒ (اوچ شریف) بن سید سعید میر" بن سید سعید" بن سید مسعود" بن سید احمد" بن سید صوفیؒ بن سید ابوالمنصور" بن حضرت سید عبدالوہاب سیف الدین" بغداد شریف بن شاہ بغداد حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی محی الدین سید عبدالقادر گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مختصر حالات : آپ ۱۶ اگست ۱۹۳۰ء کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور میٹرک نارووال سے کیا ۱۹۵۱ء میں ریلوے میں ملازم ہو گئے، ملازمت کے دوران منشی فاضل کا امتحان پاس کیا، لاہور میں ہی مستقل مقیم ہو گئے۔ ۱۹۵۲ء میں الحاج چودھری محمد یوسف سہروردی کی وساطت سے حضرت قبلہ علیہ رحمتہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور شیخ کامل کے حاضر باش مریدوں میں شامل ہو گئے۔ آپ انتہائی شب بیدار، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور تلاوت قرآن حکیم باقاعدگی سے کرتے۔ مجاہدہ نفس اور اپنے اوراد و وظائف میں باقاعدگی سے جلد ہی اعلیٰ مقام حاصل کر لیا اور حضرت شیخ کی خصوصی توجہ کے مستحق ٹھہرے۔ آپ نہایت ہی بلند اخلاق، دھیمے مزاج والے اور کم گو درویش تھے، صرف ضرورت کے وقت ہی بڑے نپے تلے الفاظ میں لب کشائی فرماتے۔ آپ ان اصحاب ستہ کی فہرست میں شامل ہیں جنہوں نے حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے مزاراقدس پر ہر سال باقاعدگی کے ساتھ فضیلت کی راتیں (یعنی لیلتہ القدر، شب قدر، شب معراج، آخری چہار شنبہ اور ۱۲ ربیع الاول) شب بیداری کے عالم میں گزاریں اسی دوران ۱۹۶۸ء میں لیلتہ القدر عین نماز کے دوران نصیب ہوئی جو عرفان بے پایاں کا سبب بنی اور یہ "اصحاب ستہ" یعنی صوفی محمد شریف سہروردی، منشی مختار علی سہروردی، سید اکرام الاسلام سہروردی، غازی سراج الدین سہروردی اور [redacted] مظہر الدین سہروردی جو الحاج چودھری محمد یوسف سہروردی کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کر رہے تھے۔ فیضان نور و رحمت کے غلبہ میں اولاً" رقت و گریہ کے عالم سے ثانیاً" اطمینان قلب کی نعمت سے سرفراز ہو کر دفعتاً" بے اختیاری میں پھول کی طرح کھل اٹھے والحمد للہ علیٰ ذالک۔

وصال : ۱۸ اپریل کو جی ٹی روڈ پر حادثے کا شکار ہو گئے اور ۴ مئی ۱۹۸۶ء بروز اتوار ۲۴ شعبان ۱۴۰۶ ہجری کو وصال فرما کر قبرستان مومن پورہ داروغہ والا میں مدفون ہوئے۔

الحاج مولانا محمد یوسف سہروردی" فیصل آبادی

آپ تحصیل فیصل آباد کے گاؤں چک ۱۹۶ گھونہ میں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد علم دین اور طب میں کمال حاصل کیا۔ تیرہ سال مدرسہ نعمانیہ لاہور میں زیر تعلیم رہے اور پھر طبیہ کالج لاہور سے حکیم حاذق کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نہایت بلند پایہ خطیب تھے۔ ۱۹۵۵ء کے لگ بھگ بہاول پور میں مطب کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا فریضہ بھی ادا کرتے رہے، ازاں بعد فیصل آباد منتقل ہو آئے اور ڈسٹرکٹ خطیب مقرر ہوئے۔ اکیس (۲۱) سال مسجد نور طارق آباد میں خدمت دین فرماتے رہے۔ آپ کا وعظ بڑا دل پذیر اور پر اثر ہوتا جو سامعین کے دل میں گھر کر جاتا۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ کو دستار خلافت الحاج میاں معراج الدین سہروردیؒ نے دسمبر ۱۹۸۴ء میں عطا فرمائی۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۹۳ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۴۱۳ ہجری وصال فرما گئے اور فیصل آباد میں مدفون ہوئے۔

marfat.com

الحاج سائیں رحیم بخش سہروردیؒ

آپ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے ظاہری تعلیم سے تو آراستہ نہ تھے مگر حضرت قبلہؒ کی خصوصی توجہ سے نور" علیٰ نور ہو گئے۔ محکمہ ریلوے میں چوکیدار تھے او چودھری محمد یوسف سہروردیؒ کی وساطت سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت قبلہؒ نے ایک دو مرتبہ فرمایا: "یوسف صاحب! سائیں صاحب کا خیال رکھنا ان سے سلسلے کا کام لینا ہے" چودھری صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قبلہؒ کے اس ارشاد پر ایک دفعہ عرض کی کہ قبلہ میں خیال رکھنے والا کون ہوں اور اس کا کیا خیال رکھ سکتا ہوں؟ دوسرے یہ ان پڑھ شخص سلسلے کا کیا کام سرانجام دے سکتا ہے تعلیم سے بالکل کورا ہے اور آداب و اخلاق کی پختگی سے بھی محروم ہے بھلا ایسے شخص کو سلسلے کا کونسا کام سونپا جا سکتا ہے"۔ "حضرت قبلہؒ مسکرائے اور فرمایا: آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

چودھری صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس راز سے بالکل بے بہرہ تھا، خاموش رہتا، آخر آپ کے وصال کے بعد جب سائیں صاحب نے ستمبر ۱۹۵۸ میں ملازمت سے ریٹائر ہو کر منصب مجاوری سنبھالا تو یہ راز مجھ پر کھلا کہ واقعی آپ سے سلسلہ کا یہ کام وابستہ ہے چنانچہ اتنے عظیم الشان روضہ کی ظاہری دیکھ بھال، احباب کی حاضری پر ان کی خورد و نوش اور رہائش کا اہتمام اور عرس کے موقع پر مکمل انتظام یہ سب سائیں صاحبؒ بطریق احسن انجام دیتے رہے۔ حرمین شریفین کی زیارت اور حج کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے اور ان کی ظاہری بے سروسامانی کچھ آڑے نہ آئی۔

حضرت قبلہؒ کی تدفین کے بعد سائیں صاحب نے جب مجاوری سنبھالی تو ہنجروال کا یہ قبرستان وسیع و عریض قطعہء اراضی پر پھیلا ہوا تھا، یکہ و تنہا جگہ آبادی اور سڑک سے ہٹ کر ہو حق کے اس عالم میں مرقد مبارک سے چند گز کے فاصلے پر ایک "ون" کے درخت کے نیچے اس مرد درویش نے ڈیرہ ڈال لیا۔ صحبت یار کے علاوہ کوئی ساز و سامان نہ تھا محکمہ ریلوے سے حاصل شدہ قلیل پنشن سے گزر اوقات کرتے تقریباً" دو سال کے بعد ایک معمولی پختہ کوٹھڑی تعمیر کرانے کے قابل ہوئے اور اسی میں مہمانوں کی آؤ بھگت کا اہتمام کرتے۔ اس مجاہدہ نے ایسا رنگ دکھایا کہ بلا کا کشف حاصل ہو گیا۔ باطنی اشارات کے تحت حاجت مندوں کی حاجت برآری کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے آپ کا ڈیرہ بھی مرجع ء خلائق بن گیا اور فتوحات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا جو آپ مہمانوں اور عرس کے موقع پر فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے۔ دسمبر ۱۹۷۹ء کے پہلے عشرے میں کسی کم بخت ڈاکو نے لوٹنے کیلئے رات کو عالم خوابیدگی میں آپ کا گلا گھونٹ دیا اور آپ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء کو وصال فرما گئے، عمر ۸۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ حضرت قبلہؒ کے مزار پر انوار کے احاطہ کے باہر بیرونی دروازہ کے قریب دفن ہو کر اپنے پیر و مرشد کے قدموں میں زندۂ جاوید ہوئے۔

الحاج شیخ سراج الدین احمد سہروردیؒ

خاندانی پس منظر : آپ کے بزرگان سلف اروڑہ کھتری تھے جو کھتریوں کی ایک مشہور گوتھ ہے۔ خاندانی سینہ بہ سینہ روایت کے مطابق یہ بزرگ حضرت شاہ شمس سبزواریؒ ملتانی کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت شمس سبزواریؒ ۶۶۵ ہجری (مطابق ۱۲۶۷ء) میں وارد ملتان ہوئے اور

marfat.com

۶۷۵ ہجری مطابق ۷۷-۱۲۷۶ء میں وصال فرما کر ملتان میں مدفون ہوئے۔ یہ زمانہ حضرت غوث العالمین بہاء الحق ذکریا ملتانی سہروردیؒ کی ظاہری زندگی کے آخری دو سال اور ان کے فرزند اکبر صدر الدین عارف سہروردیؒ کے عہد پر مشتمل ہے' کتریوں کی متعدد گوتھیں Sub Castes جن میں اروڑہ' وڈیرہ' چوپڑہ' ودھاون' بہل' بیدی' نندہ' کپور' دت' وغیرہ کافی مشہور ہیں۔ ان کے اسلاف بر صغیر میں مسلمان حکمرانوں بالخصوص دور مغلیہ میں اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔ بعد از قبول اسلام بھی اپنی خداداد قابلیت' ذہانت' محنت اور خاندانی وجاہت کے پیش نظر مقتدر سرکاری عہدوں پر فائز رہے اور اب تک ہیں' عہد مغلیہ میں انہیں چونکہ قانونگو Law makers کہا جاتا تھا' اسی بنا پر یہ خاندان بعد از قبول اسلام شیخ "قانونگو" کہلایا۔ دہلی' قرب و جوار میرٹھ' پنجاب اور کشمیر میں اس خاندان نے کئی نامور' مقتدر اور ذی علم شخصیات پیدا کیں جن میں عارف باللہ حضرت عبدالنبی نقش بندیؒ شام چوراسی' سر شیخ عبدالقادر' دیوان عبدالحمید وزیر اعظم ریاست کپور تھلہ' شیخ سوداگر وزیر اعظم جموں و کشمیر' شیخ عزیز احمد وزیر خارجہ' شیخ منظور قادر وزیر خارجہ' شیخ انوار الحق چیف جسٹس پاکستان مولوی عبدالحق "بابائے اردو" وغیرہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

شیخ سراج الدین سہروردی کے آباؤ اجداد ملتان سے ہجرت کر کے ضلع گورداسپور کے موضع مان کھیرہ میں آ کر آباد ہوئے جو بٹالہ سے ۱۲ میل کے قریب واقع ہے۔ آپ کے دادا شیخ عنایت اللہ بٹالہ کی مشہور دینی درسگاہ کے فارغ التحصیل علوم فارسیہ اور عربیہ تھے ان کا دور ملازمت (محکمہ پولیس) زیادہ تر دہلی میں گزرا چنانچہ پنجاب کی روایتی جفاکشی' شجاعت و غیرت کے دوش بدوش اس خاندان کے افراد کی طینت میں دہلوی لب و لہجہ' نفاست اور تہذیب بھی شامل ہو گئی۔ آپ کے والد محترم شیخ محمد امین نے ۱۸۸۵ء میں میٹرک کیا جو اس دور میں اپنے علاقہ کے واحد میٹرکولیٹ تھے وہ پابند صوم و صلوٰۃ اور مخیر طبع بھی تھے۔ شیخ سراج الدین سہروردی ۱۱ فروری ۱۹۰۲ء کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے' علمی ذوق اور شرافت و نجابت ورثے میں ملی۔ ایف اے اور آنرز ان پرشین کرنے کے بعد معاشی زندگی کا آغاز اسلامیہ ہائی سکول فتح گڑھ چوڑیاں (تحصیل بٹالہ) میں بحیثیت ہیڈ پرشین ٹیچر کیا' طبعی رجحان تجارت کی طرف تھا لہٰذا درس و تدریس کے ساتھ کاروباری سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔

۱۹۴۷ء کے وسط میں اعلان قیام پاکستان پر غیر مسلموں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو آپ نے اپنے موضع اور قرب و جوار میں اسلحہ تقسیم کرنے کی مہم شروع کر دی۔ موضع مان کھیرہ میں سکھوں کی اکثریت تھی اور زیادہ تر وہی مالکان اراضیات تھے' شیخ صاحب کے مقتدر خاندانی دبدبے کے باعث اس علاقہ کے مسلمان بفضل تعالیٰ "خونی ہولی" سے محفوظ رہ کر بالآخر پاکستان بحفاظت ہجرت کر آئے' شیخ صاحب کے بیان کے مطابق: "میں نے ایک پورا دن اپنے مکان کی چھت پر گزارا' ہاتھ میں بندوق تھی اور اس کی نالی کا رخ غیر مسلموں کے ان مکانوں کی طرف تھا جو چھتوں پر چڑھ کر مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنا رہے تھے۔ میری بندوق کا نشانہ بن کر وہ واصل جہنم ہو رہے تھے"۔ قیام پاکستان پر آپ نے لاہور اکبری دروازہ بازار میں "اکبری جنرل سٹور" قائم کیا جو اب پاکستان میں سیال اور خشک کیمیکلز کے ایک ممتاز ادارہ کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

marfat.com

۱۹۵۰ء میں اپنے ایک عزیز دوست ڈاکٹر شیخ عبدالحق سہروردی (ماڈل ٹاؤن لاہور) کی وساطت سے حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا اور جلد ہی مجاہدہ نفس' اوراد و وظائف کی پابندی اور اپنے شیخ کامل کی خصوصی توجہ سے اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ آپ کو مطالعہ کتب کا از حد شوق تھا۔ آپ کی لائبریری میں موجود مختلف علوم و فنون کی بلند پایہ کتب اس کا بین ثبوت ہیں۔ ذاتی غور فکر' گہرے مطالعہ' اہل علم شخصیات سے وابستگی اور بالخصوص اپنے شیخ کامل کی صحبت اور خصوصی توجہ نے آپ کے افکار و نظریات میں حزم و احتیاط کا حسین رنگ اور خاص طور پر تصوف اور عقائد شرعیہ حقہ حنیفہ کے امتیازی پہلو کا دلکش امتزاج پیدا کر دیا۔ طبیعت میں اعتدال پسندی کا رجحان غالب تھا اور اسلام میں تفرقہ بندی کو قطعاً" پسند نہ کرتے' فرمایا کرتے کہ مذہب کا مقصود محض فلسفیانہ موشگافیاں نہیں بلکہ نیک عمل' بلند سیرتی اور اخلاق حسنہ ہیں ہماری کامیابی کا راز وحدت ملی' اسلام کے ولولہ' جوش کردار' خوف خدا کے جذبے' عبادت' ریاضت' ذکر الٰہی' پابندیء احکام خداوندی اور اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے ۱۹۵۷ء میں حج اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت ملی۔ ان دنوں آپ سخت بیمار تھے' روانگی سے پیشتر بعض احباب نے صعوبات سفر کا ذکر کیا تو فرمایا: "میرے عزیزو! توشہء آخرت کے مقابلہ میں اس سفر کی صعوبتیں ہیچ ہیں' اگر راہ خدا میں میری موت واقع ہو جائے تو میں اسے عظیم خوش نصیبی سمجھوں گا' بقول علامہ اقبال علیہ رحمتہ۔

بر تر از اندیشہء سود و زیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

حرم نبویؐ میں : الحاج چوہدری محمد یوسف سہروردی بیان کرتے ہیں کہ ایک شام ہم چھ برادران طریقت یعنی چودھری شاہ محمد سہروردی (چمن) شیخ سراج الدین احمد سہروردی (لاہور) سید ممتاز حسین سہروردی (خانیوال) چودھری نظام الدین (بورے والا) اور چودھری لال خان (بلوچستان) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کی جانب مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کا ذکر خیر شروع ہوا۔ میں نے ان دوستوں سے کہا کہ آپ ایک ایک کر کے اپنا اندازہ لگائیں اور بتائیں کہ کیا آپ میں سے کوئی بھی قرعہ اندازی کی بنا پر جو حکومت نے مقرر کی ہوئی ہے' یہاں آئے ہیں' سب نے حیران ہو کر نفی میں جواب دیا اور کہا کہ جب قرعہ اندازی میں ناکامی ہوئی تو ہم نے فردا فردا حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے در اقدس (قلعہ گوجر سنگھ لاہور) پر حاضری دی' آپ نے ہر ایک کو یہی فرمایا: "کراچی چلے جاؤ وہاں جا کر کوشش کرنا۔ رب العزت جل شانہ کی رحمت بڑی وسیع ہے انشاء اللہ کام بن جائے گا۔" چنانچہ ہم نے اسی طرح کیا گویا ہم سب حضرت صاحب قبلہ علیہ رحمتہ کے بھیجے ہوئے ہیں "حکومت کے بھیجے ہوئے نہیں۔

شیخ صاحب بلند پایہ اہل قلم بھی تھے' آپ کی تصنیف "تاریخ کا ایک ورق" بڑی بلند پایہ تحقیقی تاریخی کتاب ہے جو جون ۱۹۶۹ء میں طبع ہوئی اور ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور محض "قانونگو شیخوں" کی تاریخ ہی نہیں بلکہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے اقوام پاک و ہند کی تاریخ و تحقیق پر قابل قدر علمی اضافہ ہے نیز برصغیر کی قدیم اور جدید اقوام کا تحقیقی جائزہ لینے کے دوش بدوش منو شاستر کی طبقاتی ناہمواری پر بصیرت افروز تبصرہ بھی ہے۔

marfat.com

آپ نہایت ہی صاحب الرائے اور متحمل مزاج درویش تھے' سائل اور مخاطب کی بات بڑے غور سے سنتے اور نہایت دھیمے لہجے اور نپے تلے الفاظ میں اپنے شافی جواب سے اسے مطمئن کرتے۔ مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی' فیاض تھے مزید برآں رفاہی اور تبلیغی امور میں گراں بہا خدمات سر انجام دیں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی مسئلہ معراج پر مشہور تصنیف "سیاح لامکاں" چھپوا کر تقسیم کی ترویج سلسلہء سہروردیہ اور تبلیغ دین میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔

وصال : آپ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۰ء مطابق ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۹۰ ہجری کو صبح چھ بجے وصال فرما گئے اور گلبرگ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

چودھری جیون محمد سہروردی : آپ ماروا ضلع بسی پٹھاناں تحیل سرہند سابق ریاست پٹیالہ (بھارت) کے رہنے والے ہیں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے والد محترم چودھری نتھو ارائیں متمول زمیندار تھے کھیتی باڑی خود ہی کرتے۔ چودھری جیون محمد نے بھی اوائل عمری میں والد محترم کا زراعت میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا اس لئے تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ حضرت صاحب قبلہؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عرس مبارک پر ہر سال قیام پاکستان سے پہلے باقاعدگی کے ساتھ حاضری دیا کرتے تھے اور ڈاکٹر محمد یعقوب علی خان (ہومیوپیتھ) سہروردی جو محکمہ ریلوے میں وہاں سٹیشن ماسٹر تھے کے ہاں بھی قیام پذیر ہوا کرتے۔ چوہدری جیون محمد صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ ۱۹۴۰ء میں مجھے حضرت قبلہؒ کی زیارت کا شرف وہیں ڈاکٹر صاحب کے بنگلے پر ہوا اور مجھے وہیں بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرے علاوہ اسی دن آپ نے چار اصحاب کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ ایک میں تھا' دوسرے اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر محمد حسن جالندھری' تیسرے عطا اللہ خان جو ڈاکٹر صاحب کے بہنوئی تھے اور محکمہ پولیس میں ملازم تھے اور چوتھے سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع سرہند تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں۔ قیام پاکستان کے بعد آپ ۱۹۴۷ء میں کوٹ سبزل تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں آباد ہو گئے جہاں ایک مربعہ زمین آپ کو الاٹ ہوئی آپ خود ہی کھیتی باڑی کا کام کرتے رہے اور اب ان کے بیٹوں نے کھیتی باڑی کا کام سنبھال لیا ہے۔ چودھری جیون بڑے خوش اخلاق' مہمان نواز اور مرنجان مرنج درویش ہیں سلسلہء عالیہ کی باقاعدہ خدمت کر رہے ہیں اور مخلوق خدا کو فیضان باطنی سے مالا مال فرما رہے ہیں۔

چوہدری دین محمد سہروردیؒ : آپ کا تعلق موضع رائے پورا ارائیاں (ریاست کپور تھلہ) کے متمول زمیندار گھرانے سے ہے والد محترم کا نام چوہدری عمردین تھا ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے' مروجہ تعلیم میٹرک تک حاصل کی اور محکمہ ریلوے میں ملازم ہو گئے جہاں سے ۱۹۷۰ء میں بحیثیت انسپکٹر لوکو شاپ ریٹائر ہوئے۔ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف ۱۹۳۲ء میں حاصل ہوا' بڑے عبادت گزار اور متحمل مزاج بزرگ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور (دھرم پورہ) مصطفیٰ آباد میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ۱۱ نومبر ۱۹۸۴ء کو وفات پائی اور قبرستان حضرت میاں میر علیہ رحمتہ میں مدفون ہوئے۔

چوہدری صادق علی سہروردی : آپ ۸ ستمبر ۱۹۲۷ء بمقام بھروال تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوئے والد محترم چودھری جیون خان کا پیشہ زمینداری تھا۔ چودھری صادق علی نے ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی' قیام پاکستان پر ۱۹۴۷ء میں چک نمبر ۲۸۵ گ ب تحصیل سمندری

marfat.com

ضلع فیصل آباد میں جہاں زمین الاٹ ہوئی رہائش اختیار کرلی۔ ۱۹۴۸ء میں جھنگ سے پنوار کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۵۰ میں سنٹرل ریکارڈ آفس لاہور میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۵۱ میں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ دوران ملازمت میٹرک اور ادیب فاضل کیا۔ اپنی خداداد قابلیت اور محنت شاقہ سے تحصیلدار ہو گئے اور ۱۹۸۷ء میں ریٹائر ہوئے۔ فیصل آباد کے مشہور نقش بندی بزرگ الحاج دین محمد نقش بندیؒ (جو ماہر طب بھی تھے) سے گہرے تعلقات پیدا ہو گئے۔ حضرت قبلہؒ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد خیال آیا کہ کیوں نہ تجدید بیعت کے لئے حکیم صاحب دین محمد نقش بندی سے رجوع کروں' اسی خیال کے تحت اگلے دن ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ رات کو حضرت قبلہؒ خواب میں تشریف لائے اور اپنی چھڑی کو جو اس وقت آپ کے دست مبارک میں تھی زور سے زمین پر مارتے ہوئے فرمایا: "تم سمجھتے ہو ہم مرگئے ہیں اس لئے دوسرے دروازے پر جانے کا ارادہ کرلیا ہے' ہم زندہ ہیں اور اپنے دوستوں (مریدوں) کو دوسروں کا محتاج نہیں ہونے دیتے"۔ چوہدری صادق علی پریشانی کے عالم میں بیدار ہو گئے اور اپنے ارادے پر سخت نادم ہوئے۔ اپنے تلقین شدہ اوراد کو زیادہ شدت اور دلجمعی سے شروع کر دیا اور تھوڑی مدت کے بعد خاصی باطنی ترقی حاصل کرلی۔ خدمت خلق آپ کا محبوب مشغلہ تھا' انتظامی صلاحیت بدرجہ اتم تھی چنانچہ حاجی چودھری یوسف علی سہروردیؒ کے وصال کے بعد ۱۹۸۷ میں مرکزی مجلس سہروردیہ کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ مسجد سہروردیہ کی تعمیر اور حضرت قبلہؒ کی چند تصانیف کی مکرر طباعت کے سلسلہ میں گراں قدر حصہ لیا۔ آپ کا وصال ہفتہ ۶ مئی ۱۹۹۵ء کو ہوا اور حضرت قبلہؒ کے مزار مبارک کے احاطے کے شرقی بیرونی مین دروازے کے دائیں جانب مدفون ہوئے۔

آپ کے بڑے بھائی چودھری محمد اسلم سہروردی بھی آپ کے ساتھ ۱۹۵۱ء میں بیعت ہوئے ۱۹۹۸ء میں راقم الحروف کو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایف اے کا امتحان دیا تو فیل ہو گیا چنانچہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ناکامی کا بتایا۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا مجھے اپنی تحریر میں لکھ کر دکھاؤ کہ: "محمد اسلم کا نتیجہ کامیاب رہا' خدا کرے آخرت میں بھی کامیاب رہے" میں نے یہ الفاظ لکھ کر دکھائے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اگلے سال کامیاب ہو گیا اور اپنے اوراد و وظائف میں بھی باقاعدگی قائم کرلی۔

چوہدری محمد صدیق سہروردی : آپ موضع رائے پور ارائیاں (ریاست کپور تھلہ) میں ۵ اپریل ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے والد ماجد چودھری امام الدین ولد خیر الدین ریلوے میں فورمین تھے اس لئے پنجاب کے مختلف شہروں میں مقیم رہے۔ چودھری صدیق نے فیصل آباد سے ۱۹۵۱ء میں میٹرک اور ۱۹۵۴ء میں راولپنڈی سے ایف اے کیا پھر ٹیکسٹائل انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی اور کوہ نور ٹیکسٹائل فیصل آباد میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۵۷ء میں بورے والا ٹیکسٹائل ملز میں آ گئے' انہیں دنوں حضرت قبلہؒ بورے والا اپنے مریدین کے پاس تشریف لائے تو آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ قبلہ! چار سلاسل میں کون سا سلسلہ فضیلت رکھتا ہے تاکہ اس طرف رجوع کیا جائے۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا: "یوں سمجھو کہ ایک کمرہ ہے جس کی چار دیواریں ہیں اور اس کی چھت پر چڑھنا ہے'

marfat.com

آپ ان چاروں اطراف میں سے کسی ایک دیوار کے ساتھ سیڑھی لگا کر چھت پر پہنچ سکتے ہیں"۔
صدیق صاحب کہتے ہیں کہ یہ جواب اس قدر جامع اور مدلل تھا کہ میں بے حد متاثر ہوا کیونکہ اس میں ہر سلسلہ کی اپنی اپنی حیثیت نمایاں اور قائم دائم تھی نیز اس میں کسی بھی سلسلہ کی تنقیص یا ایک دوسرے پر برتری کا پہلو نہ نکلتا تھا چنانچہ میں نے بے اختیار ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت قبلہؒ نے مسکراتے ہوئے مجھے سبق تلقین فرما دیا اور اپنی بیعت سے مشرف فرما لیا ازاں بعد میرے بورے والا کے قیام کے دوران حضرت قبلہ دو دفعہ وہاں تشریف لائے اور میرے غریب خانہ پر قیام فرما کر مجھے اپنی خدمت کی سعادت سے نوازا۔

آپ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۸ء تک لارنس پور وولن ملز میں ٹیکسٹائل انجینئر رہے۔ پھر لاہور چھاؤنی میں ڈیری فارم کے نزدیک اپنی مستقل رہائش میں مقیم ہو گئے۔ آج کل آپ بلال انجینئرنگ گروپ آف انڈسٹریز مریدکے سے وابستہ ہیں۔ بڑے متحمل مزاج اور صاحب الرائے اور خوش خلق درویش ہیں سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کی دامے درمے سخنے خدمت انجام دینے میں پیش پیش ہیں۔

ملک محمد اکبر سلطان سہروردیؒ : آپ کا تعلق اندرون لاہور شہر کی مشہور ککے زئی فیملی سے ہے، والد ماجد کا نام حاجی حافظ محمد نذیر احمد سلطان تھا ملک اکبر سہروردی ۱۹ جولائی ۱۹۱۲ بروز پیر لاہور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کرنے کے بعد لاہور ہائی کورٹ میں ملازم ہو گئے۔ اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر تمغہ "ستارۂ پاکستان حاصل ہوا۔ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف ۱۹۴۰ء میں حاصل ہوا اور اکثر و بیشتر حاضر خدمت ہوتے رہے۔ آپ بڑے صاف گو اور صاحب جلال درویش تھے، طبیعت میں جوش تھا اپنے اوراد و وظائف کی پابندی سے اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ ۴ رجب ۱۴۰۰ ہجری جمعرات ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء کو وصال فرمایا اور حضرت قبلہؒ کے احاطہ مبارک کے مین گیٹ کے پاس مدفون ہوئے۔

صوفی عبدالغنی چوہدری سہروردی : آپ ویرووال ضلع امرتسر بھارت میں ۱۳ مارچ ۱۹۳۹ء عیسوی کو پیدا ہوئے والد ماجد کا نام چوہدری محبوب علی تھا جو ویرووال کی مشہور ارائیں برادری سے تھے قیام پاکستان کے بعد چک ۳۶۶ گ ب "فیصل آباد ضلع میں آباد ہو گئے۔ محکمہ ریلوے میں فٹر تھے، والد کی ملازمت بمقام مچھ (بلوچستان) میں تھی۔ صوفی صاحب نے ۱۹۴۸ء میں پرائمری پاس کیا اور ۱۹۵۴ میں بورے والا ٹیکسٹائل ملز میں ملازم ہو گئے طبیعت میں جذب کی کیفیت کا غلبہ تھا۔ بازاروں میں گھومتے پھرتے رہتے، ۱۹۵۸ء میں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ چودھری محمد صدیق سہروردی ٹیکسٹائل انجینئر بورے والا کے ہاں تشریف لائے تو صوفی صاحب کو بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد جذب کا غلبہ ماند پڑ گیا، اپنے اوراد و وظائف میں باقاعدگی اور انہماک سے جلد ہی سلوک کی منازل طے کر لیں۔ آپ نہایت عبادت گزار، شب بیدار اور متدین درویش ہیں، تبلیغ دین و ترویج سلسلہ میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حکیم محمد بشیر احمد سہروردی : آپ ۴ نومبر ۱۹۲۸ء کو اپنے آبائی گاؤں بیگو والا (ضلع سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد دیوان تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد گوجرانوالہ سے ۱۹۵۱ء میں میٹرک کیا اور ۱۹۵۲ء میں ریلوے ورکشاپ لاہور میں ملازم ہو گئے۔ اوائل عمری میں ہی طبیعت پر دینی رجحان غالب تھا جید علماء کی تقاریر سننے چلے جاتے جن میں ملا شور بازار افغانی، مفتی احمد یار گجراتی، علامہ محمد یوسف، سید امانت علی

marfat.com

چشتی، مولانا غلام محمد ترنم امرتسری، صاحبزادہ فیض الحسن اور علامہ عبدالغفور ہزاروی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر سے ہی تقریر کا ڈھب سیکھا اور جلد ہی بلند پایہ مقررین میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ اپنے رفیق کار سید نگار محمد سہروردی کی صحبت میں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کا ذکر سنتے بیعت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ ۱۹۵۴ء میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "بڑی سرکارؒ سے پوچھ لینے دیجئے۔ آپ جمعرات کو پتہ کرلیں۔" اس دن حاضر ہوئے تو آپ نے بیعت سے سرفراز فرمالیا۔ حکیم صاحب نے "افتخار الاطباء" کا کورس بھی کرلیا اور اس طرح دفتری اوقات کے بعد طبابت سے خلق خدا کی خدمت شروع کردی۔ اردو، عربی اور فارسی کا نہایت بلند پایہ ذوق بھی حاصل ہے اور اعلیٰ پائے کے خوش نویس بھی ہیں۔ مسلسل مطالعہ دین اور تربیت باطنی کے فیض سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج و خدمت میں منہمک ہیں۔

چودھری محمد نواز سہروردی : آپ اپنے آبائی گاؤں چک مبارک تحصیل و ضلع گجرات میں یکم نومبر ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں انٹرمیڈیٹ کیا اور دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل سندھ کراچی میں بطور کلرک ملازم ہوگئے۔ آپ کے بڑے بھائی چودھری محمد اقبال کراچی میں مقیم تھے اور پیر طریقت سہروردیہ چودھری محمد اقبال حمید سہروردیؒ سے بیعت تھے چنانچہ انہیں کی وساطت سے یہ بھی چودھری صاحب قبلہؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ وسط ۱۹۵۶ء میں حضرت صاحب قبلہ علیہ رحمتہ کراچی تشریف لائے تو اپنی لاہور تبدیلی کیلئے گزارش کی۔ حضرت قبلہؒ نے تسلی فرمائی۔ بفضل تعالیٰ دو ماہ بعد جولائی کے آخر میں تبدیل ہو کر لاہور آگئے۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دنیاوی حالات سے دل برداشتہ ہو کر حضرت قبلہ کے قدموں میں آکر گر گئے اور عرض کی میں آپ کے قدموں میں ہی اب مرجاؤں گا۔ آپ نے تسلی فرمائی اور کہا کہ تم ابھی نہیں مرو گے۔ ابھی سلسلہ سہروردیہ کا فیض تم سے جاری ہونا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں حضرت قبلہ حیات گڑھ اپنے پیرو مرشد کے مزار شریف کی تعمیر کے سلسلہ میں تشریف لائے تو عرض کی کہ سنا ہے کہ آپ حج پر تشریف لے جارہے ہیں۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا تم بھی حج پر جاؤ گے چنانچہ ۱۹۹۴ء میں عمرہ۔ ۱۹۹۶ء میں حج اور پھر ۱۹۹۷ء میں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ستمبر ۱۹۵۸ء میں حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد صاحبزادہ سید فیض احمدؒ سہروردی کی خدمت میں حاضری کو معمول بنالیا ۱۹۶۵ء میں حضرت قبلہؒ نے خواب میں فرمایا کہ تم بھی اپنی ترقی کیلئے محکمانہ ایس اے ایس کا امتحان دو۔ چنانچہ آپ نے امتحان کی تیاری شروع کردی۔ ۱۹۷۰ میں امتحان پاس کرکے S.A.S اکاؤنٹنٹ ہوگئے اور چند سالوں بعد آڈٹ آفیسر ہو کر ۱۹۹۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ اپنے اوراد و وظائف کی پابندی اور محنت شاقہ سے منازل سلوک طے کرلیں۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء میں صاحبزادہ عالی مقام نے خرقہ خلافت سے نواز دیا۔ آپ بڑے حلیم طبیعت، کم گو درویش ہیں اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی خدمت میں منہمک ہیں۔

الحاج ڈاکٹر محمد اسماعیل سہروردیؒ : آپ ۱۹۳۸ء میں بمقام سنبھڑیال پیدا ہوئے والد ماجد کا نام حاجی نور محمد تھا میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں ریلوے لوکو شاپ لاہور میں ملازم ہوگئے جہاں سے ۱۹۸۸ء میں ریٹائر ہوئے دوران ملازمت ہومیوپیتھی کی تعلیم حاصل کی اور اپنا مطب بھی کھول لیا۔ چودھری محمد یوسف سہروردی کے رفیق کار تھے انہیں کی وساطت سے حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی بیعت کا شرف ۱۹۵۱ء

marfat.com

میں حاصل ہوا' ۱۹۹۱ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی- ۱۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو وفات پائی اور قبرستان میاں میر صاحبؒ مدفون ہوئے- آپ بڑے متحمل مزاج اور مرنجان مرنج اور شیریں گفتار درویش تھے اور حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے حاضر باش مریدوں میں سے تھے-

آپ کے فرزند میاں فرزند علی صاحبزادہ عالی مقام سید فیض احمد سہروردیؒ سے بیعت ہیں نہایت ہی خوش الحان نعت خوان ہیں ۲۶ مارچ ۱۹۶۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے ۱۹۷۹ء میں میٹرک کیا اور واپڈا میں ملازم ہو گئے-

چودھری محمد اسماعیل سہروردی : آپ کے والد کا نام چودھری اللہ دتا تھا' چودھری اسماعیل ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے' چھ جماعتوں تک مروجہ تعلیم حاصل کی اوائل عمر میں ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ پرنٹنگ پریس لاہور میں ملازم ہوئے جہاں سے ۱۹۷۱ء میں ریٹائرمنٹ لے لی- طبیعت میں دینی رجحان اور درویشی لائن کا ذوق و شوق تھا- صوفی چنن دین سہروردی کے مرید ہوئے مگر ازاں بعد حضرت قبلہ علیہ رحمتہ نے ان کا سبق تبدیل کر دیا- آپ بڑے عبادت گزار اور متدین بزرگ ہیں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے متعلق ایک واقعہ آپ نے بیان فرمایا کہ ۱۹۵۴ء میں ایک دن میں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے فرمایا کہ پندرہ دن کی رخصت لے لو اور میرے ہمراہ کراچی چلو' کراچی میں آپ پر ایک دن جلالی کیفیت طاری ہوئی اور اسی حالت میں فرمایا: ناظم الدین اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے؟ اگلے دن خواجہ ناظم الدین کی حکومت ختم ہو گئی-

الحاج میاں محمد منیر سہروردی : آپ سمانی کھوئی (نزد ہنجروال) جو از مضافات لاہور ہے ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے- پیر طریقت حاجی میاں معراج الدین سہروردیؒ کے سگے بھتیجے اور داماد ہیں' پرائمری تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کی میٹرک مسلم ماڈل سکول نزد لاہور کچہری سے ۱۹۵۰ء میں کیا- دینی تعلیم اور درویشی کا شغف ورثے میں پایا اور مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم میں مہارت حاصل کر لی آپ بڑے عبادت گزار اور شب بیدار ہیں- ۱۹۷۶ء میں حج کی سعادت حاصل کی اور اسی سال حج سے پیشتر اپنے عم محترم حاجی میاں معراج الدین سہروردی سے بیعت ہوئے- ورد وظائف میں پابندی اور شدید مجاہدوں سے راہ سلوک طے کرتے رہے حتی کہ دسمبر ۱۹۸۴ء میں خرقہء خلافت عطا ہوا چنانچہ تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ میں منہمک ہو گئے- آپ نہایت ہی صائب الرائے' خاموش طبع اور حلیم درویش ہیں اور خلق خدا آپ سے فیض یاب ہو رہی ہے-

حاجی میاں محمد انور سلطان سہروردی : آپ پیر طریقت الحاج میاں معراج الدین سہروردیؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں' سمانی کھوئی (از مضافات لاہور) میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے- پرائمری تعلیم وہیں سے حاصل کی ازاں بعد مسلم ماڈل ہائی سکول لاہور سے ۱۹۵۰ء میں میٹرک کیا' وسیع قطعہء اراضی کے مالک ہونے کی وجہ سے زمیندارہ نظام سنبھالا- حاجی صاحب علیہ رحمتہ کی آپ پر خصوصی توجہ تھی ۱۹۷۰ء میں حضرت قبلہ ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ کے عرس کے اختتام پر دل میں خیال آیا کہ جس نہج پر والد محترم (حاجی میاں معراج الدینؒ) اپنے پیرو مرشد کے عرس مبارک اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہر سال بڑے تزک و احتشام سے انعقاد فرما رہے ہیں اس سلسلہ کو والد محترم کی زندگی کے

marfat.com

بعد بھی اسی طرح جاری و ساری رہنا چاہئے اور مجھے خود اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے اسی خیال کا اظہار والد محترم کے روبرو کیا اور ان سے بیعت ہونے کے متعلق عرض کی تو آپ نے اظہار مسرت فرمایا چنانچہ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر حضرت میاں صاحب علیہ رحمتہ نے آپ کو اپنی ارادت مندی میں لے لیا۔ ۱۹۷۶ء میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا اور زمیندارہ انتظام کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کی طرف منہمک ہو گئے۔ مئی ۱۹۹۵ء میں چودھری صادق علی سہروردی (جو مرکزی مجلس سہروردیہ ہنجروال کے جنرل سیکرٹری تھے) کی وفات کے بعد آپ جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے اور اس دن سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ آپ اپنے والد محترم اور پیرو مرشد کے سجادہ نشین بھی ہیں۔ دستار خلافت فضل الرحمٰن خان سہروردی نے جون ۱۹۹۹ء میں عطا فرمائی۔

ابوالرضوان سید ضیا الحق گیلانی سہروردی : آپ سید اکرام السلام گیلانی سہروردی کے فرزند اکبر ہیں' ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا (شمس الدین گیلانیؒ) نے آپ کا نام رکھا' دین سے رغبت اور درویشی میں انہماک ورثے میں ملا۔ مروجہ تعلیم میٹرک تک ۱۹۶۷ء میں حاصل کی ازاں بعد پولی ٹیکنیکل کا تین سالہ ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد اسی شعبہ میں انسٹرکٹر تعینات ہو گئے ازاں بعد محکمہ ٹیلی فون میں سپروائزر مقرر ہوئے' ۱۹۸۴ء میں B.Tech کیا اور ۱۹۹۲ء میں A.E.N ہو گئے۔ والد محترم کی وفات کے بعد ۱۹۸۶ء میں پیر طریقت الحاج فضل الرحمٰن سہروردی نے انہیں بتایا کہ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ نے باطنی طور پر حکم فرمایا ہے کہ آپ سب بھائی سلسلہء سہروردیہ میں بیعت ہو جائیں چنانچہ سید ضیا الحق اپنے دو بھائیوں شاہد حسین اور زاہد حسین سمیت صاجزادہ سید محمد شاہد رسول سہروردی کی بیعت سے سرفراز ہو گئے۔ آپ بڑے حلیم اور کم گو ہیں بالکل اپنے والد محترم کی طرح ہمہ صفت موصوف درویش ہیں' چند سالوں میں ہی مجاہدہ نفس میں کمال حاصل کر لیا اور ۲۴ جون ۱۹۹۸ء کو حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے چالیسویں سالانہ عرس پر اپنے پیر کامل صاجزادہ شاہد رسول سہروردی کے دست مبارک سے دستار خلافت حاصل کی۔ خاندان سادات کی فیاضی' خوش خلقی اور خدمت خلق کا شیوہ آپکا محبوب مشغلہ ہے اور بشرے سے ہی بزرگی کے آثار نمایاں ہیں۔ سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی ترویج اور تبلیغ میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مادر زاد ولی فرزند : آپ کے چار صاجزادوں میں سب سے چھوٹے سید مہر علی شاہ گیلانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ صاجزادہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۹ء کو پیدا ہوا۔ ستمبر کے آخری ہفتے میں حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے مزار پرانوار پر سالانہ عرس کی محفل تھی جس میں سید ضیا الحقؒ گیلانی سہروردی حاضر تھے انہوں نے صوفی نظام الدین سہروردی آف بورے والا سے (جو صاحب کشف القبور بزرگ ہیں) اس نومولود کے نام کے لئے حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ سے رجوع کے لئے عرض کی' صوفی صاحب مراقب ہوئے تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جو نام ہم تجویز کریں گے وہی رکھنا ہو گا' ضیا صاحب نے عرض کی انشا اللہ وہی رکھیں گے۔ صوفی صاحب نے دوبارہ مراقبہ میں پھر رجوع فرمایا تو حضرت قبلہ علیہ رحمتہ نے تکرار اپنے پہلے الفاظ دہرائے' ضیا صاحب نے دوبارہ یہی عرض کی کہ یقیناً وہی نام رکھا جائے گا جو حضور تجویز فرمائیں گے۔ چنانچہ تیسری دفعہ جب صوفی صاحب مراقب ہوئے تو حضرت قبلہ علیہ رحمتہ

marfat.com

نے فرمایا کہ بچے کا نام "مہر علی" رکھو انشا اللہ اسے "پیر مہر علی" بنا دیں گے عطائے الٰہی ملاحظہ ہو کہ اس بچے پر (جس کی عمر تادم تحریر نو سال کے لگ بھگ ہے) سعادت کے آثار ہویدا ہیں' اسے کشف و مشاہدہ حاصل ہے اور کئی خرق عادت حالات وقوع پذیر ہو رہے ہیں' چونکہ ہر چیز اپنے وقت کے لئے رہن ہے لہٰذا والدین بچے کی باطنی کیفیات کو حتی الامکان پردۂ اخفا میں رکھنے میں کوشاں رہتے ہیں۔

میاں محمد نعیم طاہر سہروردی : آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق لدھیانہ (بھارت) کے ایک متدین خاندان سے ہے۔ جن میں حضرت مولانا میاں خدا بخش لدھیانوی" قادری نقشبندی بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں ریاست کپور تھلہ (بھارت) کا راجہ انہیں کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا۔ میاں صاحب کا مزار مبارک لدھیانہ شہر میں ہے' بعد میں یہ خاندان ضلع جالندھر کے قصبہ کنیاں حسینی میں آباد ہو گیا۔ نعیم طاہر صاحب کے دادا مولانا حکیم عبد العزیز صاحب جالندھری مدرسہ دیو بند کے فارغ التحصیل تھے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری" سے دورۂ حدیث کیا' مولانا ذکریا (کراچی) اور مولانا خیر محمد جالندھری بانی "جامعہ خیر المدرس ملتان" آپ کے ہم درس تھے۔ میاں صاحب نے علم طب کی سند حکیم اجمل خان دہلوی سے حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد ساہیوال آ گئے اور اپنا مطب کرتے رہے' جامعہ رشیدیہ میں کئی سال تک حدیث شریف کا درس بھی دیتے رہے ۱۹۸۴ء میں وصال پایا۔ نعیم طاہر صاحب کے والد محترم میاں عبد الوحید صاحب جامعہ خیر المدرس جالندھر کے فارغ التحصیل تھے' کچھ عرصہ دارالعلوم سہارن پور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ آباد کاری کے سلسلہ میں ۱۹۴۰ء میں موضع سنجر پور ضلع رحیم یار خان میں آکر آباد ہو گئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول سنجر پور میں ایس وی استاد مقرر ہوئے' عربی اور فارسی زبان پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ ۱۸ اگست ۱۹۹۷ء میں وصال فرما گئے۔ آپ کی قلمی یادگاریں (۱) نفائس نافعہ (طب) (۲) بیاض وحیدی (طب) دو جلد (۳) روحانی علاج (۴) بیاض عملیات ہیں۔

محمد نعیم طاہر ۸ ستمبر ۱۹۵۸ء بمقام سنجر پور پیدا ہوئے' ۱۹۷۷ء میں میٹرک' ۱۹۸۹ء میں بی ایڈ اور ۱۹۹۱ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم اے کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ ہائی سکول سنجر پور میں استاد مقرر ہوئے۔ آپ نے طب ہومیو پیتھک کا کورس بھی کیا ہوا ہے اور یہ تالیفات مکمل کر چکے ہیں:۔ (۱) احوال و آثار حضرت شیخ الشیوخ سہروردی" اس پر حضرت علامہ شمس بریلوی" نے ۵۰ صفحات پر مشتمل مقدمہ تحریر فرمایا ہے (۲) معارف سہروردیہ (۳) انوار قدسیہ (۴) تاریخ مشائخ سہروردیہ جلد اول (۵) ضیاء النعمت فی احوال آثار حضرت قاضی نعمت اللہ شاہ چشتی نظامی۔

آپ ۱۹۸۴ میں صاحبزادہ سید شاہد رسول سہروردی سے بیعت ہوئے۔ آپ بڑے حلیم الطبع' سنجیدہ مزاج' متدین نوجوان ہیں' اپنے اسباق و اوراد کی پابندی اور مجاہدہ نفس میں بڑی شدت سے کوشاں ہیں۔ آپ کا شمار دور حاضر کے سہروردی اہل قلم حضرات میں بلا مبالغہ کیا جا سکتا ہے۔

ملک محمد انور اعوان سہروردی : آپ جون ۱۹۲۹ عیسوی میں محلّہ اعواناں یکہ پورہ سیالکوٹ شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ کاروباری سلسلہ میں ازاں بعد گڑھی شاہو لاہور منتقل ہو آئے۔ ۱۹۸۱ عیسوی میں صاحبزادہ سید فیض احمد سہروردی" سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اپنے

marfat.com

اوراد و وظائف میں باقاعدگی اور مجاہدہ نفس سے بہت جلد کمال باطنی حاصل کرلیا۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء میں صاجزادہ صاحب نے انہیں خلافت کی ذمہ داری سونپتے ہوئے کلاہ (ٹوپی) مرحمت فرما دی ان کے وصال کے بعد صاجزادہ شاہد رسول سہروردی کی خدمت میں حاضری معمول بنا لی۔ آپ انتہائی حلیم الطبع' صائب الرائے اور مخیر درویش ہیں۔ رفاہ عامہ اور دینی کاموں میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی تبلیغ و ترویج میں کوشاں ہیں۔

سید اویس علی سہروردی : آپ یکم اکتوبر ۱۹۵۳ء جمعرات مطابق (۲۲ محرم ۱۳۷۳ ہجری) کو لاہور میں پیدا ہوئے' والد محترم پیر سید علی شاہ چشتی صابری سلسلہ کے اہل دل بزرگ تھے۔ سید اویس علی نے ۱۹۸۵ء میں پنجابی میں ایم اے اور پھر فلسفہ میں ایم اے کیا۔ زاں بعد نیشنل بنک آف پاکستان میں ملازم ہو گئے۔ آپ باسکٹ بال کے بین الاقوامی کھلاڑی بھی رہے ہیں' ۱۹۷۸ء میں اسی سلسلہ میں جاپان گئے تو وہاں ایک عیسائی پادری سے بحث کے بعد دینی علوم کے حصول کی اہمیت کا شدید احساس ہوا چنانچہ ادیان عالم کا مطالعہ شروع کیا۔ قلبی اطمینان حاصل نہ ہوا تو پھر ہر مذہب کے تصوف کا مطالعہ شروع کر دیا بقول آپ کے دلی سکون اسلامی تصوف کے گہرے مطالعے سے ہی حاصل ہوا چنانچہ اس کی عملی تربیت کے لئے شیخ طریقت کی تلاش شروع کردی۔ درویشی کا ذوق یوں تو ورثے میں ملا تھا اس لئے تصوف کے گہرے مطالعے نے مہمیز کا کام کیا' جنوری ۱۹۷۹ء میں کسی بزرگ نے فرمایا کہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر جمعرات کو مقصد فی الذہن کے ساتھ حاضری دو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا چنانچہ حاضر ہوتے رہے اور عرض یہی کی کہ یا حضرت ایسے بزرگ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دیجئے جن اوصاف کا ذکر آپ نے اپنی معرکہ الارا تصنیف "کشف المحجوب" میں فرمایا ہے۔ اسی ضمن میں شیخ المشائخ حضرت ابوالفیض سید قلندر علی سہروردی علیہ رحمتہ کے صاجزادے سید امتیاز احمد تاج سہروردی سے ملاقات ہو گئی' انہوں نے فرمایا کہ ہمارے سلسلے میں اس وقت صوفی محمد نذیر غوری سہروردی بلند پایہ درویش ہیں ان سے رابطہ کرو۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: میرے لائق خدمت؟ عرض کی حضور علیہ السلام سے نسبت پیدا ہو جائے انہوں نے فرمایا کہ آپ یہاں آتے جاتے رہا کریں واپس گھر آئے تو عصر کے وقت دل نے چاہا کہ آپ کے پاس اعظم مارکیٹ میں حاضری دوں مگر سستی غالب آ گئی۔ ایک ہفتہ یونہی گزر گیا' آخر سات دن بعد عصر کے وقت حاضر خدمت ہوئے تو غوری صاحب نے فرمایا: "شاہ جی! پورا ہفتہ ہو گیا ہے آپ کا انتظار کر رہا ہوں" ان کے اس ارشاد کا دل پر گہرا اثر ہوا چنانچہ تقریباً" سال بھر بوقت عصر حاضر خدمت ہوتے رہے دسمبر ۱۹۷۹ء میں آپ نے بیعت سے سرفراز فرما لیا۔ اویس صاحب بتاتے ہیں کہ صوفی صاحب صرف ایک لمحے کے لئے میری طرف دیکھتے گویا اس طرح توجہ باطنی فرماتے رہے نسبتاً" طبیعت میں خاصی تبدیلی آ گئی مسنون داڑھی بڑھالی رات دو بجے خود بخود جاگ اٹھتا تہجد شروع کردی لیکن بعض اوقات تھکاوٹ کی وجہ سے سستی کر جاتا اور ناغہ ہو جاتا۔ ایک دن حضرت صوفی صاحب فرمانے لگے شاہ جی! اگر تہجد کے وقت جاگ آ جاتی ہے تو نفل کیوں نہیں پڑھتے؟ تہجد حضور علیہ السلام پر فرض تھی درویش پر بھی فرض ہے۔ تم درویش کے ملنے والے ہو اس لئے پڑھ لیا کرو۔

marfat.com

ایک سال اسی طرح گزر گیا مگر حضور علیہ السلام کی زیارت نہ ہوئی' سوچا کہ اب جانا چھوڑ دوں تہجد کے وقت خواب میں حضرت قبلہ غوث زماں ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ کی زیارت نصیب ہوئی' آپ نے اس حقیر کو بغل میں لے لیا فیوض باطنی سے نواز کر اطمینان قلب عطا فرماتے ہوئے سلسلۂ سہروردیہ کی ٹھوس عملی خدمات کا جذبہ دل کی گہرائیوں میں اجاگر فرما دیا۔

ایک مجلس میں پیرو مرشد غوری صاحب نے فرمایا: "سلسلۂ سہروردیہ کی ٹھوس عملی و تبلیغی کاوشوں کو منظر عام پر ابھی تک نہیں لایا گیا"۔ یہ وہ فقرہ تھا جو میں نے ہر اس محقق سے کہا جس سے بھی ملاقات کا موقع ملا زہے نصیب کہ یہ دلی خواہش بھی پوری ہو گئی اور ستمبر ۱۹۸۶ء میں "سہروردیہ فاؤنڈیشن" کی بنیاد رکھ دی گئی الحمد للہ۔ مارچ ۱۹۹۸ء تک "مجلہ سہرورد" کے گیارہ شمارے منظر عام پر آ چکے ہیں جو تصوف پر بلند پایہ تحقیقی مضامین پر مشتمل ہیں۔ اس مجلہ کے علاوہ سید اویس علی نے حضرت قبلہ عالیہ رحمتہ کی چند تصنیفات بھی شائع کی ہیں' سیاح لامکاں کا انگریزی میں ترجمہ کرا کر بیرون ممالک بھی بھجوایا' "مشائخین سہرورد" ۱۹۸۶ء میں شائع کی جو حضرت قبلہ بابا جیؒ اور حضرت قبلہ ابوالفیض سہروردیؒ کا مختصر اور جامع تذکرہ ہے۔ سید اویس۔ "در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری" کی جیتی جاگتی تصویر ہیں اور آپ کی ٹھوس علمی خدمات سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے لئے قابل قدر ہیں۔ آپ کی انہیں خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر "مرکزی مجلس سہروردیہ ہنجروال" نے آپ کو سیکرٹری نشر و اشاعت مقرر کر دیا ہے۔

ملک اعتزاز الدین محمود سہروردی : آپ ضلع گجرات کی مشہور اعوان برادری سے تعلق رکھتے ہیں' والد محترم ملک محمد اسحاق چشتی بسلسلۂ ملازمت لاہور میں مستقل طور پر آباد ہو گئے یہیں ۲۱ مارچ ۱۹۳۵ء کو آپ پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں میٹرک کیا اور ۱۹۵۶ء میں منشی فاضل پھر گورنمنٹ پرنٹنگ پریس پنجاب لاہور میں ملازم ہو گئے جہاں سے مارچ ۱۹۹۵ء میں ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں پیر طریقت الحاج میاں معراج الدین سہروردیؒ سے بیعت ہوئے اور پھر انکے در کی باقاعدہ حاضری اپنا معمول بنالی چنانچہ پیرو مرشد کے محبوب ارادتمندوں میں شمار ہونے لگے۔ حضرت میاں صاحبؒ کی انتہائی شفقت اور توجہ شامل حال رہی' اپنے ورد و ظائف میں استقامت اختیار کرلی۔ محبت شیخ میں مجنونانہ انداز ہے ان کے ذکر خیر میں چہرے کی کیفیت بدل جاتی ہے اور انداز مجذوبیت اپنا رنگ آشکار کئے دیتا ہے۔ طبیعت میں جلال کا عنصر غالب ہے' بڑے صاف گو اور صاف باطن درویش ہیں۔ اپنے مافی الضمیر کا اظہار بغیر کسی لگی لپٹی کے برملا کر دیتے ہیں۔ آواز کھڑک دار اور پر شکوہ ہے۔

ڈاکٹر عبدالحمید قریشی سہروردی : آپ یکم اپریل ۱۹۲۸ء کو چک بدھو نزد جہلم پیدا ہوئے۔ میٹرک کرنے کے کچھ عرصہ بعد محکمہ ٹیلی کمیونیکیشن میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۵۰ء میں سید ریاض الدین سہروردی کی وساطت سے حضرت قبلہؒ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا: آپ کو ڈاکٹر نہ بنا دیں۔ چنانچہ اسی حکم کے تحت آپ نے ڈسپنسر کا امتحان پاس کیا اور حضرت قبلہؒ کے حکم کے تحت ہی جہلم شہر میں مطب کھول لیا۔ تین حج اور متعدد عمرے کر چکے ہیں۔ جون ۱۹۹۹ء میں فضل الرحمٰن خان سہروردی نے دستار خلافت عطا فرمائی۔ آپ بڑے شیریں گفتار' حلیم الطبع درویش ہیں۔ سلسلہ کی خدمت میں پیش پیش ہیں۔

marfat.com

صاحبزادہ سید سجاد احمد گیلانی سہروردی : آپ حضرت قبلہ" کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد ٹیلی ویژن کارپوریشن میں ملازم ہو گئے۔ دینی اور درویشی ماحول ہوش سنبھالتے ہی گھر میں میسر تھا جس نے طبیعت میں بتدریج جلا پیدا کر دی۔ راولپنڈی میں مقیم ہونے کی بناء پر حضرت امام بری" کے مزار پر انوار پر حاضری کو معمول بنالیا اور باطنی فیوض سے مالامال ہو گئے۔ حضرت قبلہ" کی توجہ بھی شامل حال تھی۔ اوائل ۱۹۹۹ء میں فضل الرحمٰن خان سہروردی کو حضرت قبلہ نے باطنی طور پر فرمایا: سجاد میاں کو اپنی ارادت میں لے لیں کیونکہ اس پر کیفیات جذب کے غالب آنے کا احتمال ہے۔ چنانچہ آپ نے انہیں بیعت کر لیا اور ۲ جون ۱۹۹۹ء کو دستار خلافت بھی عطا فرمادی۔ آپ بڑے حلیم الطبع شیریں زبان اور درویش ہیں۔ دھیمے لہجے میں گفتگو فرماتے ہیں۔ وعظ میں بڑی تاثیر ہے۔ سلسلہ کی خدمت میں ہمہ تن مشغول ہیں۔

صاحبزادہ سید کاشف رسول سہروردی: آپ حضرت قبلہ" کے پوتے اور صاحبزادہ سید امتیاز احمد تاج سہروردی" کے فرزند اکبر ہیں۔ ۲۴ اگست ۱۹۶۸ء لولاہور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ اپنے والد محترم کے زیر تربیت رہے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین ہوئے۔ بیعت فضل الرحمٰن سہروردی سے کی جنہوں نے جون ۱۹۹۹ء میں دستار خلافت عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے والد محترم کے عقیدت مندوں اور مریدوں کی تربیت اب آپ کے ذمے ہے۔ آپ بڑے منکسر المزاج، حلیم الطبع اور مہمان نواز ہیں۔ گفتگو میں بڑی مٹھاس ہے۔

چوہدری محمد رشید سہروردی : آپ صوفی محمد شریف سہروردی کے چھوٹے بھائی ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ آپ ۱۹۳۴ء میں رائے پور ارائیاں میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد مستقل قیام بورے والا میں کیا۔ وہیں ٹیکسٹائل ملز میں اکاؤنٹنٹ ہو گئے۔ حضرت قبلہ" کی بیعت کا شرف ۱۹۵۷ء میں حاصل ہوا۔ دستار خلافت فضل الرحمٰن خان سہروردی نے جون ۱۹۹۹ء میں عطا فرمائی۔

الحاج میاں ظفر اقبال سہروردی : آپ پیر طریقت الحاج میاں معراج الدین سہروردی" کے فرزند ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۸۳ء میں حج کیا۔ ۱۹۹۸ء میں فضل الرحمٰن خان سہروردی سے بیعت ہوئے جنہوں نے وسط ۱۹۹۹ء میں دستار خلافت عطا فرمادی کہ جذب کی کیفیات غالب آنے کا اندیشہ تھا۔

غازی سید سراج الدین سہروردی : آپ ناگپور (بھارت) میں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد ریلوے کیرج شاپ میں ملازم ہو گئے۔ حضرت قبلہ" کی بیعت کا شرف ۱۹۵۰ء میں حاصل ہوا۔ آپ بھی ان چھ اصحاب میں شامل ہیں جنہیں حضرت قبلہ" کے مزار پر انوار پر مخصوص راتوں میں شب باشی کے دوران ایک مرتبہ لیلۃ القدر کی ساعت نصیب ہوئی۔ آپ بڑے بلند اخلاق، خوش خلق اور دھیمے مزاج کے درویش ہیں۔ ظاہری و باطنی حسن و جمال کا پیکر ہیں۔ سادات کی ازلی سعادت تقویٰ و طہارت چہرے سے نمایاں ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کراچی میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے ہیں اور سلسلہ کی خدمت میں منہمک ہیں۔

❁

حصہ اول بفضل تعالیٰ ختم ہوا۔ اب ہم حصہ دوم میں مرشدنا حضرت قبلہ" کے شجرۂ طریقت کے بزرگانِ عظام کے علاوہ ان مشاہیر بزرگان سہروردیہ کا ذکر خیر کرتے ہیں جن کے حالات تک حتی الامکان ہماری رسائی ممکن ہو سکی۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ دوم

باب اول

حضرت ابو نجیب ضیاء الدین سہروردیؒ کے دیگر خلفاء اور مابعد کے چند بزرگوں کے حالات بیان کرنے سے پیشتر ہم درج ذیل شجرۂ طریقت ناگزیر سمجھتے ہیں۔

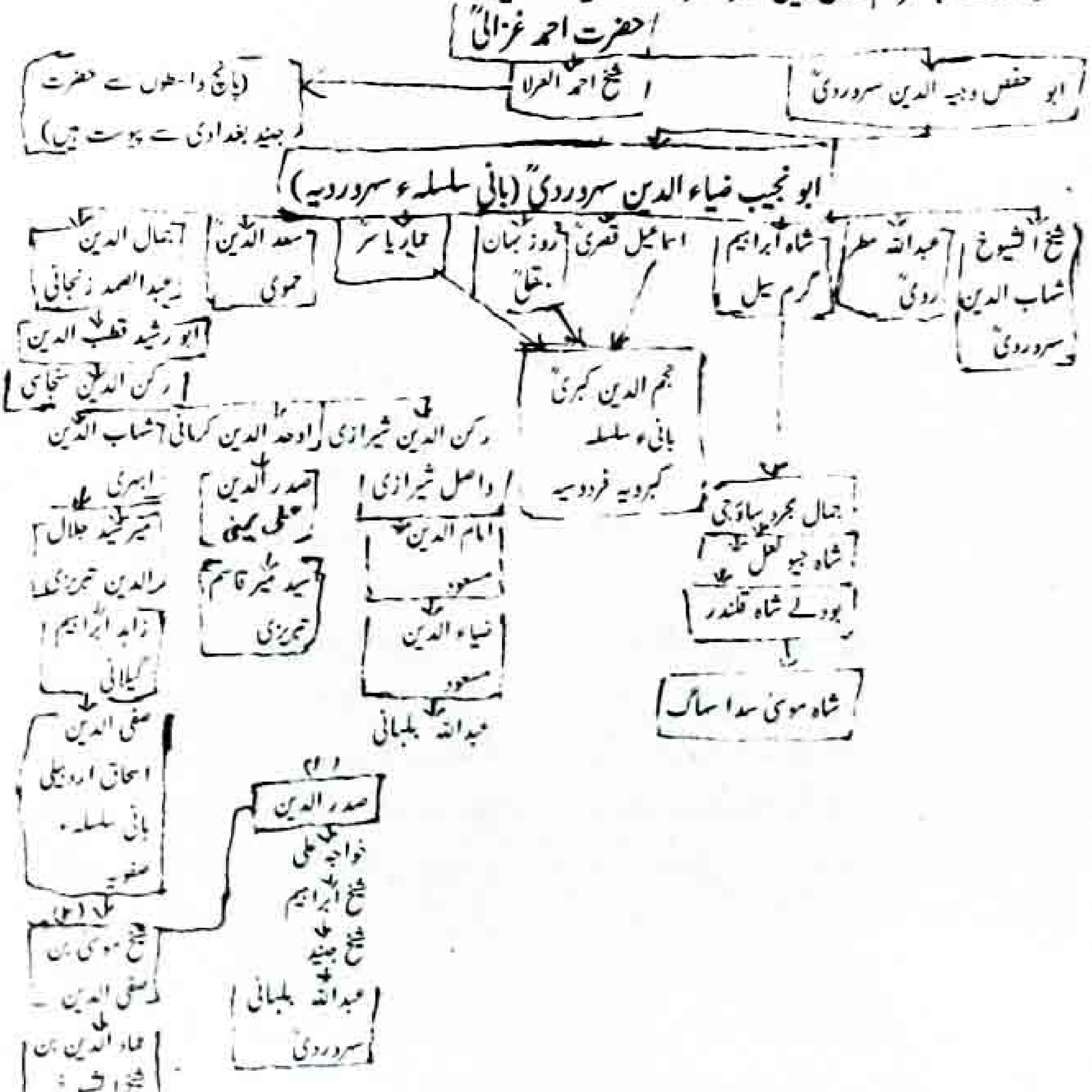

حضرت اسماعیل قصریؒ

آپ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ آپ کی صحبت میں رہے اور خرقہ حاصل کیا۔ شریعت و طریقت میں کامل و اکمل تھے۔

آپ کا وصال ۵۸۹ ہجری (۱۱۹۳ عیسوی) بمقام مصر ہوا۔ مزار پر انوار وہیں ہے (بستان الانبیا)

مرشد کی تلاش میں مشہور زمانہ بزرگ شیخ نجم الدین کبریٰؒ ابتدائے حال میں تبریز سے خوزستان آئے

marfat.com

سفر کے دوران جوڑوں کے درد میں مبتلا ہوگئے۔ خوزستان میں صرف حضرت اسماعیل قصریؒ کی خانقاہ میں ٹھکانہ مل سکا وہاں رات کو محفل سماع ہوتی جو آپ کو ناگوار خاطر ہوتی۔ ایک رات اس بات کی حضرت شیخ قصریؒ سے شکایت کی تو شیخ نے انہیں اٹھا کر چکر دینے شروع کئے جس سے ان کا جوڑ جوڑ ہل کر رہ گیا۔ پھر حضرت شیخ نے انہیں دیوار کے سہارے بٹھا دیا یہ بے ہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے تو اپنے آپ کو بالکل تندرست و توانا پایا چنانچہ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ جس شیخ کے مرید حضرت نجم الدین کبریٰؒ ہوں ان کے مدارج و مرتبہ کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ سبحان اللہ وبحمدہ۔ صاحب "مراۃ الاسرار" کے مطابق شیخ اسماعیل قصریؒ نے شیخ محمد مانکیلؒ سے بھی خرقہء خلافت حاصل کیا۔ شیخ مانکیلؒ کا سلسلہ نو واسطوں سے خواجہ کمیل بن زیادؓ سے جا ملتا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

روزبہان بقلی شیرازیؒ

بموجب "نفحات الانس" آپ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اکثر اوقات استغراق کے مقام میں رہا کرتے تھے۔ "تحفۃ البررہ" میں ہے کہ میں نے اپنے شیخ ابو الجنابؒ (نجم الکبریٰ) سے سنا کہ شیخ روزبہانؒ فرماتے تھے کہ مجھے بارہا یہ کہا گیا کہ تم نماز چھوڑ دو کیونکہ تمہیں اس کی حاجت نہیں لیکن میں نے عرض کی: اے پروردگار! میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ نماز چھوڑ دوں۔ ہاں! کسی اور شے کی مجھے تکلیف دے۔

صاحب "مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ کی کنیت ابو محمد بن ابی نصر بقلیؒ ہے۔ آپ کی ولادت ۵۴۹ ہجری ۱۱۵۴ عیسوی میں بمقام فسوس میں ہوئی جو شیراز کے نواح میں ایک موضع ہے۔ موضع بقل میں اپنے والدین کے ہمراہ رہے ابتدائے حال میں عراق، حجاز اور شام کا سفر کیا۔ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے ساتھ اسکندریہ میں صحیح بخاری کے درس میں شریک تھے اس کے بعد طریقت میں قدم رکھا اور خرقہ خلافت شیخ سراج الدین محمودؒ بن خلیفہ بن عبدالسلام بن احمد بن ابو الحسنؒ سے بھی حاصل کیا جو شیخ ابو سلمہ فسویؒ کے اصحاب میں سے تھے اور شیخ علی رودباریؒ اور سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ شیراز کے پہاڑوں میں سخت ریاضات میں مشغول دائما" استغراق و وجد میں رہتے تھے۔ عشق کی آگ کبھی سرد نہ ہوتی تھی اور آنسو کبھی نہ تھمتے تھے۔ شیخ ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ روزبہانؒ مکہ معظمہ میں مقیم تھے آپ پر اس قدر حال کا غلبہ ہوا اور اس طرح آہ و بکا کرتے کہ تمام طواف کرنے والے پریشان ہو جاتے۔ یہ رباعی آپ کی ہے۔

آنچہ ندید است دو چشم زماں   و آنچہ شنید است دو گوش زمیں
در گل ما رنگ نمود ست آں   خیز و بیا در گل ما آں بہ بیں

(وہ چیز کہ نہ خلق کی آنکھ نے دیکھی ہے، نہ کانوں نے سنی ہے میرے ضمیر کے اندر رکھ دی گئی ہے اور میرے اندر اس کا مشاہدہ کرو) آپ کی تصنیفات بہت ہیں جن میں "تفسیر عرائس بیان" اور "کتاب الانوار فی کشف الاسرار" بہت مشہور ہیں۔ آپ پچاس سال تک جامع عتیق شیراز میں وعظ میں مشغول رہے۔

ایک دن ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ بٹی اپنے حسن و جمال کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرو۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا: "بی بی! یہ درست ہے لیکن حسن اس سے راضی نہیں رہتا کہ

marfat.com

اکیلا رہے۔ حسن یہ چاہتا ہے کہ عشق کے ساتھ رہے کیونکہ حسن و عشق کے درمیان ازل سے عہد ہو چکا ہے کہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔"

آپ صاحب سماع تھے لیکن آخر عمر میں سماع ترک کردیا تھا۔ کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: اب کہ حصول معرفت کا وقت ہے میں اپنے آپ سے سنتا ہوں۔ اس لئے جو کچھ غیراللہ سے سنا تھا اب اس سے روگردانی کرلی ہے۔ شیخ ابو طاہرؒ جو شیخ روز بہانؒ کے اصحاب کبار میں سے تھے فرماتے ہیں کہ میں ہر صبح شیخ کے ساتھ قرآن پڑھتا تھا ایک عشر آپ اور ایک عشر میں پڑھتا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو دنیا میرے لئے تاریک ہوگئی۔ آخر شب میں نے اٹھ کر نماز ادا کی۔ نماز کے بعد شیخ کے مزار پر جاکر قرآن شریف پڑھنا چاہتا تھا کہ مجھ پر گریہ طاری ہوگیا اور دل میں خیال کیا کہ اب اکیلا قرآن پڑھ رہا ہوں۔ جب میں نے عشر ختم کیا تو میں نے مزار سے شیخ کی آواز سنی کہ دوسرا عشر پڑھ رہے تھے۔ جب اور لوگ آگئے تو آواز بند ہوگئی۔ غرضیکہ مدت تک یہی حال رہا لیکن جب میں نے اس کا ذکر اپنے ایک پیر بھائی سے کیا تو وہ بات ختم ہوگئی۔

آپ کا وصال ۱۱ محرم ۶۰۶ ہجری (مطابق ۱۶ جولائی ۱۲۰۹ء جمعرات) بعہد سلطان محمد خوارزم شاہ ہوا۔ مزار مبارک شیراز میں ہے۔

شیخ عمار یاسرؒ

صاحب "نفحات الانس" کے مطابق آپ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید و خلفائے عظام میں سے تھے اور ناقصوں کی تکمیل اور مریدوں کی تربیت اور اس کے واقعات کشف میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ تبریزیؒ فاتح الجمال میں لکھتے ہیں کہ جب میں شیخ عمارؒ کی خدمت میں پہنچا اور ان کے حکم سے خلوت میں آیا تو میری طبیعت میں یہ گزرا کہ جب سے میں نے علوم ظاہری پڑھے ہیں اور جس وقت غیبی فتوحات حاصل ہوں گی تو پھر منبر پر بیٹھ کر انہیں طالبان حق کو سناؤں گا۔ جب میں اس نیت سے خلوت میں آیا تو خلوت کا پورا ہونا میسر نہ ہوا۔ تب میں باہر نکل آیا۔ شیخ نے فرمایا دل کی نیت کو صحیح کرو اس کے بعد خلوت کرو۔ آپ نے نور باطن کا پرتو میرے دل پر چمکایا۔ میں نے کتابوں کو وقف کردیا اور کپڑے فقراء کو دے ڈالے صرف ایک جبہ جو پہنا ہوا تھا وہ رہنے دیا۔ میں نے کہا یہ خلوت خانہ میری قبر ہے اور میرے اس کفن کے جبہ کو دوبارہ باہر آنا ممکن نہ ہوگا۔ میں نے قصد کرلیا کہ اگر باہر آنے کی خواہش پیدا ہوئی تو اس جبہ کو پھاڑ ڈالوں گا تاکہ ستر باقی نہ رہے اور حیا باہر نکلنے کو مانع ہو۔ شیخ نے مجھے دیکھا اور فرمایا۔ "چلے آؤ۔ مبارک ہو کیونکہ اب تم نے نیت درست کرلی ہے" جب میں آیا تو خلوت پوری ہوگئی اور شیخ کی ہمت کی برکت سے فتوحات کے دروازے مجھ پر کھل گئے۔ اپنے پیر و مرشد حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے وصال ۵۶۳ ہجری (۱۱۶۸ عیسوی) کے بعد مدرسہ نظامیہ درس و تدریس کے فرائض تا حیات انجام دیتے رہے۔ صاحب "خزینۃ الاصفیاء" کے مطابق آپ کا وصال ۵۸۲ ہجری (۱۱۸۶ عیسوی) میں ہوا۔

شیخ قطب الدین ابو رشید ابہریؒ

آپ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بمطابق "مراۃ الاسرار" آپ کا سلسلہ شیخ صفی الدین اسحٰق اردبیلیؒ (جو آذربائیجان میں واقع ہے) منتہی ہوتا ہے۔ آپ حضرت ابو نجیبؒ کے

marfat.com

اکابر خلفاء میں سے تھے اور آپ کے خلفاء میں شیخ رکن الدین سنجاسیؒ بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں جن کے ایک مشہور خلیفہ و مرید میر سید اوحد الدین کرمائیؒ تھے۔

میر سید اوحد الدین کرمائیؒ : بحوالہ " نفحات الانس " آپ شیخ رکن الدین سنجاسیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ شیخ قطب الدین ابو رشید ابہریؒ کے اور وہ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید بر آں شیخ محی الدین عربیؒ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ شیخ اوحد الدین کرمائیؒ فرماتے ہیں کہ میں جوانی میں اپنے شیخ کی خدمت کرتا تھا۔ شیخ عماری میں تشریف فرما تھے اور انہیں پیٹ کی بیماری تھی۔ جب ہم مارستان (سانپوں کی جگہ) پر پہنچے تو میں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو دوا لاؤں شیخ نے میرے اضطراب کے پیش نظر مجھے اجازت دے دی۔ میں گیا تو دیکھا کہ ایک شخص خیمہ میں بیٹھا ہوا ہے اس کے ملازم پیادہ کھڑے ہیں اور اس کے سامنے شمع جل رہی ہے۔ میں اس کو پہچانتا نہیں تھا اور نہ وہ مجھے پہچانتا تھا۔ جب اس نے مجھے نوکروں میں دیکھا تو اٹھ کر میرے پاس آیا اور وجہ آمد پوچھی میں نے شیخ کی بیماری کا ذکر کیا انہوں نے اسی وقت دوا حاضر کی اور میرے ساتھ باہر نکلے میں نے عرض کی کہ آپ واپس چلے جائیں دوا لیکر میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور اس شخص کی تعظیم و تکریم کا ذکر کیا۔ آپ مسکرا پڑے اور فرمایا بیٹا میں نے تمہاری بے قراری کی وجہ سے تمہیں اجازت دے دی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ امیر ممکن ہے تمہاری طرف توجہ نہ کرے چنانچہ میں اس کی شکل میں اس کی جگہ بیٹھ گیا اور دوائی تمہیں دے دی۔

شیخ رکن الدولہ سمنائیؒ فرماتے ہیں کہ جس روز قافلہ منیٰ میں تھا ہم حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ کے ایک مرید کی زیارت کو گئے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شیخ اوحد الدین کرمائیؒ کو بدعتی کہتے ہیں انہوں نے کہا ہاں! مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شیخ اوحد الدینؒ مظاہر صوری یعنی تعینات میں مشاہدۂ حق کرتے تھے اور جمال مطلق کو مقید صورتوں میں دیکھتے تھے اس لئے حضرت نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ بات جب شیخ کرمائیؒ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرا نام حضرت شیخ الشیوخؒ کی زبان مبارک پر آیا ہے۔ جب ان کی یہ بات حضرت شیخ الشیوخؒ تک پہنچی تو آپ نے شیخ کرمائیؒ کے خلق کی بہت تعریف کی۔ ایک دفعہ خواجہ شمس الدین تبریزیؒ نے آپ سے پوچھا کہ آج کل کیا کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں۔ خواجہ تبریزیؒ نے فرمایا اگر آپ کی گردن پر دنبل (پھوڑا) نہیں ہے تو چاند کو سیدھا آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔ ایک دفعہ مولانا رومیؒ کے سامنے کسی نے کہا کہ شیخ کرمائیؒ شاہد باز ہیں۔ آپ نے فرمایا کاش کہ ہوتا اور گزر جاتا۔ آپ کی یہ رباعی بھی آپ کے مسلک پر دلالت کرتی ہے۔

زاں مے نگرم بچشم سر در صورت　　زیرا کہ ز معنی است اثر در صورت
ایں عالم صورت است و ما در صوریم　　معنی نتواں دید مگر در صورت

(میں چشم سر یعنی ان ظاہری آنکھوں سے ظاہری صورتوں میں حق کو دیکھتا ہوں اس لئے حقیقت کا مجازی اثر صورتوں پر ہے۔ یہ سارا جہان صورت ہے اور ہم صورتوں میں مقید ہیں اس لئے حقیقت کو صورتوں میں دیکھے بغیر مشاہدۂ حق ممکن نہیں)

marfat.com

آپ فرماتے ہیں کہ اہل تحقیق و توحید کے نزدیک کامل وہ شخص ہے کہ جو جمال مطلق حق سبحانہ تعالیٰ کا ظاہری صورتوں میں مشاہدہ کرتا ہے نیز جو لوگ مظاہر میں مشاہدۂ جمال حق کرتے ہیں وہ مطلق کو مقید میں دیکھ سکتے ہیں اور وحدت کو کثرت میں دیکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ مقام بہت بلند ہے جو قسمت والوں کو حاصل ہوتا ہے چنانچہ بعض بزرگوں نے فرمایا: "پناہ می بریم بحق تعالیٰ از ناشناختن بعد از شناختن و از حجاب صور کونیہ بعد از حقیقت انکشاف حقیقت" چنانچہ اس کی وضاحت میں بعض نے لکھا ہے کہ اکابر کی ایک جماعت مثل شیخ احمد غزالیؒ، شیخ فخر الدین عراقیؒ اور شیخ اوحد الدین کرمانیؒ جنہوں نے جمال مطلق کا مشاہدہ ظاہری صورتوں میں کیا ہے ان کے ساتھ حسن ظن بلکہ صدق اعتقاد یہ ہے کہ انہوں نے فی الواقع ظاہری صورتوں میں مشاہدۂ جمال حق کیا ہے اور ظاہری صورتوں میں مقید نہیں ہوئے اور اگر بعض بزرگوں نے ان سے انکار کیا ہے تو ان کا مقصد یہ ہے کہ محجوبان (ظاہر بین لوگ جو حقیقت بینی سے معذور ہیں) اس بات کو سند نہ بنالیں اور اپنے حال کا قیاس ان کے حال پر نہ کریں۔ شیخ کرمانیؒ کے بہت سے مریدین صاحب حال و کمال ہیں ان میں ایک شیخ صدر الدین علی یمنیؒ ہیں جو میر سید قاسم تبریزیؒ کے شیخ طریقت ہیں آپ کے دوسرے مرید شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ ہیں جو مثنوی جام جم کے مصنف ہیں۔ یہ مثنوی حدیقہ شیخ سنائی کے وزن پر ہے۔

شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ کا وصال بحوالہ "مراۃ الاسرار" ۶۳۸ ہجری (۱۲۴۱ عیسوی) میں ہوا اور تبریز میں مدفون ہیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے بھی آپ سے ملاقات فرمائی تھی۔

"منتخب التواریخ" کے مطابق شیخ کرمانیؒ کا وصال ۶۳۵ ہجری (۱۲۳۸ عیسوی) میں بغداد میں ہوا لیکن "حبیب السیر" کے مطابق آپکی وفات الغا خان بن ہلاکو خان کے عہد میں ہوئی۔ "مصباح الارواح" آپکی مشہور منظوم کتاب ہے۔

امیر سید قاسم تبریزیؒ : بحوالہ "نفحات الانس" اوائل حال میں آپ شیخ صدر الدینؒ بن شیخ صفی الدین اردبیلیؒ کے مرید ہوئے اس کے بعد شیخ صدر الدین علی یمنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو شیخ اوحد الدین کرمانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کا دیوان بھی ہے جو حقائق و معارف کشف و عرفان اور ذوق و وجدان سے لبریز اشعار پر مشتمل ہے۔ آپ پر مشرب توحید کا غلبہ تھا اور جمیع امور میں آپ کی نظر مبداء (ذات حقیقی) پر تھی۔ اس وجہ سے آپ لوگوں کے اعتراضات سے بالاتر ہو کر رہتے تھے۔ طبیعت مائل بہ کرم تھی اس لئے جس قدر فتوح ہوتی تھی لنگر میں خرچ کر دیتے تھے اور نفس پرست لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اور آپ کے ظاہری اقوال کے مقلد تھے لیکن آپ کی ذات اس سے بالاتر تھی۔ خواجہ ناصر الدین عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ایسا نظر آتا تھا کہ ساری کائنات آپ کے گرد گھوم کر آپ کے اندر سما رہی ہے نیز فرماتے ہیں کہ آپ کے دادا حضرت خواجہ نقش بندؒ کے مرید تھے اس لئے اس نسبت سے بھی محبت تھی۔ جب بادشاہ وقت کو ہرات میں کسی نے زخم لگایا تو آپ اس ہنگامے سے گریز کر کے بلخ و سمرقند چلے گئے اور وہاں سے آکر جام میں سکونت اختیار کرلی۔ آخر ۸۳۷ ہجری (۱۴۳۳ عیسوی) میں وصال پایا۔ مزار پر انوار خرخرد جام میں زیارت گاہ خلق ہے۔ بحوالہ "اخبار الصالحین" شیخ صدر الدین علی یمنیؒ کا وصال جام میں ۸۷۳ ہجری (۱۴۶۹ عیسوی) میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے اور شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ کا انتقال

marfat.com

۷۳۸ ہجری (۱۳۳۸ عیسوی) بمقام تبریز ہوا۔

شیخ عبداللہ (اوحد الدین) بلبانیؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ شیخ ابو علی دقاقؒ کی اولاد سے ہیں۔ شجرہ نسب یوں ہے۔ عبداللہ بن مسعود بن علی احمد بن عمر بن ابو علی دقاقؒ۔ شیخ ابو علی دقاقؒ کے دو بچے تھے۔ ایک لڑکا اسماعیل اور لڑکی فاطمہ بانو جو شیخ ابو القاسم قشیریؒ کی اہلیہ تھیں۔ آپ نے خرقہ خلافت اپنے والد ضیاء الدین مسعودؒ المعروف امام الدین مسعودؒ سے حاصل کیا۔ (شجرۂ طریقت یوں ہے۔ شیخ عبداللہ، مرید و خلیفہ مسعودؒ، عن رکن الدین شیرازیؒ عن رکن الدین سنجاسیؒ عن قطب الدین ابو رشید ابہریؒ اور جمال الدین عبدالصمد زنجانیؒ سے اور ان ہر دو کے حضرت ابو نجیب سہروردیؒ سے) بموجب صاحب "نفحات الانس" آپ کو شروع میں گوشہ نشینی پسند تھی۔ گیارہ سال پہاڑ میں معتکف رہے واپس آکر ایک زاہد ابو بکر ہمدانیؒ کی صحبت اختیار کی۔ ان کا ورد تھا کہ ہر رات اٹھ کر لوہے کا عصا اپنی ٹھوڑی کے نیچے دے کر کھڑے ہو جاتے اور صبح تک اسی حالت میں رہتے۔ شیخ عبداللہؒ نے بھی یہی طریق اختیار کرلیا۔ شیخ ابوبکرؒ کبھی کبھی پیچھے نظر کرتے تو شیخ عبداللہؒ کو منع کرتے کہ جاؤ اور سو جاؤ۔ شیخ عبداللہؒ بیٹھ جاتے لیکن پھر ان کے پیچھے اسی طرح کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ان کا حال شیخ کے دل میں پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد شیخ عبداللہ نے تنہائی اختیار کرلی۔ شیخ ابوبکرؒ کی ان پر خصوصی توجہ ہوگئی اور وہ بہت مہربانی سے پیش آتے۔ پیار سے انہیں "لولی" پکارتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے کہ لولی آیا اور مجھ سے کچھ حاصل کرکے کہیں چلاگیا ہے معلوم نہیں کہاں گیا ہے؟ چند دنوں بعد شیخ عبداللہ حاضر خدمت ہوگئے تو شیخ نے پوچھا کہاں تھے اور کیا لائے ہو؟ لیکن آپ ادب کی وجہ سے خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ نے پھر اپنا سوال دہرایا تو شیخ عبداللہ نے عرض کی من غیر حق نیستم (میں غیر حق نہیں ہوں) حضرت شیخ نے کہا منصور کی سی بات کر رہے ہو۔ شیخ عبداللہ نے عرض کی اگر میں ایک آہ نکالوں تو منصور جیسے ہزاروں پیدا ہو جائیں۔ یہ سن کر شیخ زاہد ابوبکرؒ نے اپنا عصا ان پر پھینکا لیکن وہ ایک طرف ہوگئے اور عصا زمین پر گر پڑا۔ زاہدؒ نے غصے میں آکر کہا کہ منصور کو سولی پر چڑھایا گیا اور وہ نہ بھاگا۔ تو ایک ڈنڈے سے بھاگ گیا ہے۔ شیخ عبداللہؒ نے عرض کی: وہ ناتمام تھا ورنہ بھاگ جاتا کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک سب ایک ہیں۔ یہ سن کر شیخ زاہد ابوبکرؒ نے کہا: شاید تم نے گھاس کھائی ہے۔ انہوں نے عرض کی: جی کھائی ہے لیکن حقیقت کی چراگاہ سے کھائی ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا: خوب کھائی ہے اور اچھا کیا' اب آؤ اور سجادہ پر بیٹھ کر اس کا حق ادا کرو۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے پوچھا کہ تم نے کہا تھا کہ منصور ناتمام تھا اور نہ بھاگا اور اسے پھانسی دے دی گئی اس کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ شیخ عبداللہ بلبانیؒ نے عرض کی: دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سوار ہونے کا دعویٰ کرے اور گھوڑے پر قابو پالے تو اس نے سچ کہا لیکن اگر وہ گھوڑے کو اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا تو وہ سواری میں ناتمام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منصور مغلوب الحال تھے۔ یہ سن کر شیخ نے کہاں کہ ہاں تم نے درست کہا ہے۔ میں نے تجھ سے زیادہ عارف نہیں دیکھا۔

شیخ عبداللہ بلبانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سنا کہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے ایک مرید و خلیفہ شیخ نجیب الدین علی برغشؒ شیراز میں آئے ہوئے ہیں۔ میں بہت خوش ہوا اس لئے کہ جس قدر صوفیائے کرام کے احوال میں نے حاصل کئے تھے اور سنے تھے ان سے

marfat.com

تصدیق کرانا چاہتا تھا نیز میرے والد نے مجھ سے کہا تھا کہ میں جو کچھ حق تعالیٰ سے چاہتا تھا وہ تجھے مل گیا ہے اور جو کچھ میں کھڑکی سے حاصل کرنا چاہتا تھا مجھے دروازے سے مل گیا ہے (یعنی تھوڑا مانگتا تھا اور زیادہ مل گیا) الغرض میں شیراز گیا اور شیخ نجیب الدین علی برغش ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اپنے احوال و مقالات بیان کئے۔ انہوں نے سب کچھ اچھی طرح سنا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں باہر چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت شیخ علی برغش ؒ کی خدمت میں پھر حاضر ہو کر دیکھتا ہوں کہ کیا فرماتے ہیں۔ جب میں ان کے گھر کے دروازے پر پہنچا تو لوگوں نے بتایا کہ آپ اندر ہیں۔ بیٹھ جاؤ شیخ آنے والے ہیں۔ میں شیخ کی نشست کے قریب بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ شیخ کی مسند کے پاس ایک کاغذ پڑا ہے جس پر میرے سب سوالوں کے جوابات لکھے ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ شیخ لکھنے کے محتاج تھے لیکن مجھ پر ان کا حال نہ کھل سکا غرضیکہ اسی حالت میں واپس آ گیا۔ جب گازرون (جو شیراز کے قریب ہے) کے پاس پہنچا تو میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور پھر بے نیاز ہو کر خلوت میں بیٹھ گیا اور جو کچھ میں حق تعالیٰ سے مانگتا تھا اس خلوت میں پانچ دن کے اندر مل گیا۔

بحوالہ "نفحات الانس" آپ کا ایک مرید پہاڑ میں گوشہ نشین تھا۔ ایک دفعہ ایک سانپ اس کے سامنے آیا جسے اس نے پکڑ لیا۔ سانپ نے اسے ڈس لیا جس سے اس کا سارا بدن سوج گیا۔ یہ خبر جب آپ (شیخ عبداللہ) کو پہنچی تو آپ نے اسے بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے عرض کی: آپ نے فرمایا تھا کہ غیر حق کوئی نہیں ہے میں نے اس سانپ کو غیر حق نہ سمجھا اور اسے پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا جس وقت تم حق تعالیٰ کو لباس قہر میں دیکھو تو اس سے گریز کرو اور اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ پھر اس کا سر پکڑ کر فرمایا: آئندہ یہ گستاخی نہ کرنا اس کے بعد دعا فرمائی۔ اس کی سوج جاتی رہی اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

صاحب "نفحات الانس" لکھتے ہیں کہ ایک دن شیخ عبداللہ بلیانیؒ شیخ روز بہانؒ کے مزار کی زیارت کے لئے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ان کے صاحبزادے شیخ صدر الدینؒ اپنے والد کی قبر کے سرہانے بیٹھے ہیں۔ جب شیخ عبداللہ قبر کے قریب پہنچے تو شیخ صدر الدینؒ ان کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے اور کافی دیر تک کھڑے رہے اور شیخ صدر الدینؒ کی طرف کوئی التفات نہ فرمایا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو شیخ صدر الدینؒ نے کہا کہ اے شیخ! کافی دیر سے میں پاؤں میں کھڑا ہوں لیکن آپ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ نے فرمایا: مجھے شیخ روز بہانؒ نے انار عنایت فرمایا تھا اسے کھانے میں مصروف تھا۔

آپ کی تصنیفات میں ایک رسالہ ہے جس کا نام "بلیانی" ہے اور حقائق و معارف سے لبریز ہے۔ آپ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:-

ما جملہ ز خدائے پاک و پاکیم　　نے ز آتش و باد و آب و خاکیم
از ہستی و نیستی ہمیشہ　　عریاں شدہ ایم و جامہ چاکیم
تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہردم　　از پائے طلب می نہ نشینم ہر دم
گویند خدا بچشم سر نتواں دید　　آں ایشانند من چنیں ام ہر دم

حقیقت جز خدا دیدن روا نیست　　کہ بے شک ہر دو عالم جز خدا نیست
نہ می گویم کہ عالم او شدہ نہ　　عریاں شدہ بہ او کردن روا نیست
نہ او عالم شدہ نہ عالم او شد　　(ا) ہمہ او را چنیں دیدن خطا نیست

(یعنی ایک شے دوسری بن گئی کہنا دوئی کو ثابت کرنا ہے لیکن سب کو وہی دیکھنا خطا نہیں کیونکہ یہاں

marfat.com

دوئی نہیں ہے)

ارشادات : فرماتے ہیں: درویشی نہ نماز ہے نہ روزہ ہے اور نہ رات کا جاگنا ہے۔ یہ سب اسباب بندگی ہیں۔ درویشی کسی کا دل نہ دکھانے کا نام ہے۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو واصل ہو جائے گا۔ نیز فرماتے ہیں: خدا دان بنو۔ اگر خدا دان نہیں بنتے تو خود دان بنو کیونکہ جب خود دان ہو گے تو خدا دان ہو جاؤ گے۔ مزید فرمایا: اس سے بہتر یہ کہتا ہوں کہ "خدا باشید اگر خدا نہ باشید خود مباشید کہ اگر خود نہ باشید خدا باشید" آپ کا وصال منگل دس محرم ۶۸۶ ہجری (مطابق ۲۵ فروری ۱۲۸۷ عیسوی) کو ہوا۔

سید جمال مجرد ساوَجیؒ : آپ ساوَ (ساوَجی) کے رہنے والے تھے۔ یہ علاقہ پر رونق، علوم و فنون کا مرکز اور سرسبز و شاداب تھا۔ ہمدان سے تیس فرسنگ پر واقع تھا۔ اس مردم خیز خطہ کے تین مشاہیر قابل ذکر ہیں۔ (۱) سلمان ساوَجی مشہور فارسی قصیدہ گو شعراء کے طبقہ میں (۲) علی ساوَجی محدثین کے گروہ میں جن کا ذکر "الدوالکامنہ" میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ (۳) حضرت جمال مجرد ساوَجیؒ جو صوفیائے قلندری روش کے حلقہ سے تھے۔ آپ مشرباً" قلندر اور نسباً" سید تھے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے عہد میں بہت مرتاض اور عالم تبحر تھے۔ سہروردیہ فیض سے بھی بہرہ ور ہوئے جو حضرت ابو نجیب سہروردیؒ پر منتہی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شاہ ابراہیم گرم سیلؒ سے بھی روحانی فیض حاصل کیا جنہوں نے حضرت ابو نجیب سہروردیؒ سے خرقہء خلافت پہنا۔ بحوالہ "بوستان غوثیہ" حضرت جمال مجرد ساوَجیؒ کا مزار دمیاط میں ہے۔ اہل مصر آپ کو یوسف ثانی کہتے تھے۔ آپ سے تین گروہ جاری ہوئے۔ (۱) طیفوریہ کے تحت جو حضرت بایزید بسطامیؒ سے پیوست ہے۔ (۲) اس قلندری طبقے میں حضرت عبدالعزیز علم بردار" قابل ذکر ہیں جن کا مدفن پاک پتن شریف سے ایک فرلانگ پر واقع ہے۔ (۳) شاہ موسیٰ والا "سدا سہاگ" جو شیخ ابراہیم مجرد گرم سیلؒ سے پیوست ہوتا ہے۔ بحوالہ خزینۃ الاصفیا شجرۂ طریقت یوں ہے۔ حضرت جمال مجرد ساوَجیؒ مرید و خلیفہ حضرت ابراہیم مجرد عن حضرت شیخ عامل شاہ گر عن مسکینؒ عن مرتضیٰ سبحانیؒ عن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔ اس سلسلہ میں کئی باکمال بزرگ گزرے ہیں۔

ابتدائی حالات : یوں ہیں کہ آپ مصر کے مفتی تھے اور اتنے بڑے علامہ تھے کہ جس مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی آپ بغیر کتاب دیکھے حل کر دیتے تھے اس لئے اہل مصر انہیں "کتب خانہء رواں" کہتے تھے۔ آپ کے حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ یوسف ثانی کہلاتے تھے۔ سوئے اتفاق سے مصر کی ایک امیرزادی ان پر عاشق ہو گئی۔ آپ نے اس سے ہرچند پیچھا چھڑانے کی کوشش کی مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ آخر تنگ آ کر ایک دن آدھی رات کو مصر سے بھاگ نکلے یہاں سے سات آٹھ منزلوں کے فاصلے پر دمیاط کا مقام پڑتا تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے ویران چلا آتا تھا وہاں پہنچ کر ایک قبرستان میں قیام کیا۔ مصری عورت کو ان کے فرار کا پتہ چلا تو وہ بھی بیتاب ہو کر تعاقب میں روانہ ہوئی۔ سید جمال مجردؒ یہ خبر سن کر بڑے گھبرائے اور دعا کی: اے پروردگار یہ حسن جو میرے لئے فتنہ بن گیا ہے اس کو تبدیل کردے کہ کسی کی رغبت میری طرف نہ ہو۔" اس دعا کے بعد جب انہوں نے اپنے دست مبارک چہرے پر پھیرے تو ان کی مونچھیں، داڑھی اور بھنویں سب گر گئیں

marfat.com

اس کے بعد آپ نے اس مصری عورت کو جو ان پر عاشق تھی اپنے پاس بلایا جب اس عورت نے ان کی یہ ہیئت دیکھی تو روگرداں ہو کر واپس لوٹ گئی۔ سید جمال مجردؒ پر اس تبدیلی کے وقت پہلے تو کئی دن بیہوشی طاری رہی لیکن پھر کچھ ہوش میں حیرت زدوں کی طرح بیٹھ گئے اور نماز روزہ وغیرہ سب کچھ چھوٹ گیا۔ یہ خبر جب اہل مصر کو پہنچی تو ملک العلماء سخت برہم ہوئے اور علماء کی ایک جماعت ساتھ کرکے دمیاط پہنچے ان پر الحاد اور رفض کا الزام لگا کر قلعی گرم کرکے ان کے حلق میں ڈلوائی لیکن جب انہیں کچھ ضرر نہ پہنچا تو سب معتقد ہو گئے۔ سید جمالؒ کی باقی زندگی اسی مقام پر گزری۔ ان کے انتقال پر جو بھی حضرت کا جانشین مقرر ہوا اس نے داڑھی مونچھ اور ابرو کا صفایا کرکے قلندرانہ لباس پہنا۔ آہستہ آہستہ ان کے دوسرے معتقدوں نے بھی یہ ہیئت کذائی اختیار کرلی چنانچہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ کا مزار مبارک دمیاط میں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ سدا سہاگؒ : آپ کا شجرۂ طریقت یوں ہے۔ شاہ موسیٰ سدا سہاگؒ مرید و خلیفہ قلندر بودلے شاہؒ عن شاہ جیو لالؒ عن حضرت جمال مجرد ساؤجیؒ عن حضرت شاہ ابراہیم گرم سیلؒ عن حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ۔

فقرا "سدا سہاگ" سرخ دوپٹہ اوڑھتے ہیں۔ چوڑیاں پہنتے ہیں۔ رقص کرتے ہیں۔ ہر قدم پر "لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ" کہتے جاتے ہیں اور پیران سلسلہ کے نام کا ورد کرتے ہیں اور ان سے امداد طلب کرتے ہیں۔ جب اس کیفیت میں رقص کرتے ہیں تو ان پر یکسوئی طاری رہتی ہے ان کی آواز پر تاثیر ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے سلسلہ کے کسی مکمل و اکمل شیخ کے مقلد اور دست گرفتہ ہوں ورنہ اس رنگ میں نقال بکثرت نظر آتے ہیں جنہوں نے اس روش کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ان کے نعروں میں تاثیر نہیں ہوتی۔ شاہ موسیٰ سہاگؒ زنانہ لباس میں رہتے۔ سر پر سرخ دوپٹہ اور ہاتھوں میں چوڑیاں انگلیوں کے ہر پور میں چھلے ہوتے۔ رقص کرتے ہوئے ہر قدم پر لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ کہتے جاتے۔ ایک دن علماء نے ان سے کہا کہ نماز پڑھو۔ وضو کرکے نماز ادا کرنے کو چلے تو علماء نے کہا کہ سرخ لباس اتار دو اور سفید لباس پہنو کیونکہ سرخ لباس میں نماز جائز نہیں۔ آپ نے سرخ لباس اتار دیا اور سفید لباس پہن کر نماز میں شامل ہو گئے۔ جب امام نے تکبیر کہی تو آپ کا سفید لباس خود بخود ہی سرخ ہو گیا۔ نماز کے اختتام پر آپ نے فرمایا: "میرا میاں کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے مجھے کہتے ہیں تو رانڈ ہو جا"

آپ حضرت مخدوم محمد بخاری المعروف شاہ عالم سہروردیؒ کے ہم عصر تھے جن دنوں آپ احمد آباد (کاٹھیا واڑ) میں مقیم تھے تو فقراء کے ہمراہ گاتے بجاتے رہتے تھے۔ احمد آباد میں بارش کا قحط ہو گیا۔ بادشاہ نے قاضیء شہر کو کہلا بھیجا کہ بارش کیلئے دعا کریں۔ قاضی روشن ضمیر تھا بادشاہ سے عرض کی کہ میری دعا سے فائدہ نہ ہوگا ہاں اگر شاہ موسیٰ سہاگؒ کو بلا کر عرض کی جائے تو یقیناً بارش ہوگی چنانچہ آپ کی خدمت میں دعا کیلئے عرض کی گئی آپ نے چشم پر نم سے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ "میرے خاوند! تو اگر ابھی پانی نہ برسائے گا تو میں بھی اپنا سہاگ چھوڑتی ہوں" یہ کہہ کر قریب تھا کہ آپ اپنی چوڑیاں توڑ دیں کہ یکایک ابر چھا گیا اور ایسا پانی برسا کہ سبحان اللہ۔

marfat.com

آپ نے بمقام احمد آباد (گجرات کاٹھیاواڑ) بحوالہ "تذکرہ الفقراء" از مرزا اختر دہلوی دس رجب جمعہ ۸۵۳ ہجری (۲۹ اگست ۱۴۴۹ عیسوی) وصال فرمایا حضرت شاہ عالم سہروردیؒ کو جب بذریعہ کشف آپ کے وصال کا علم ہوا تو آپ نے اپنے خلیفہ قاضی میاں مخدوم سہروردیؒ سے فرمایا کہ جلدی جا کر شاہ موسیٰ سدا سہاگ کی تجہیز و تکفین میں شامل ہو جاؤ اور خبردار رہنا کہ کوئی ان کی چوڑی نہ اتارے وہ جس رنگ میں ہیں اسی میں دفن کرنا چنانچہ آپ اسی طرح دفن ہوئے۔ آپ کے جنازے میں مولانا سید عماد الدینؒ، حضرت وجیہہ الدین گجراتی، احمد آباد کا قاضی، شہر کے علماء اور مشائخ شریک ہوئے۔ حضرت شاہ موسیٰ سہاگؒ کے بالکے کو سید عماد الدینؒ نے اپنے ہاتھ سے چوڑی اور زنانہ لباس دیا اور سرخ اوڑھنی اوڑھائی۔ اس دن سے آپ کی طریقت میں چوڑی اور دیگر زنانہ لباس جاری ہے اور آپ کے فقراء "سدا سہاگن" کہلاتے ہیں۔

شیخ صفی الدین ابو الفتح اسحاق سہروردیؒ : "مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ کو اہل عراق و خراسان شیخ صفی الدین اردبیلی کہتے ہیں۔ آپ کا مزار بھی اردبیل (آذربائیجان) میں ہے۔ آپ شیخ زاہد گیلانیؒ کے مرید تھے جو سید جمال الدین تبریزیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ بیعت تھے شیخ شہاب الدین ابہری سے وہ شیخ رکن الدین سنجاسیؒ سے وہ شیخ قطب الدین ابہریؒ سے اور وہ شیخ ابو نجیب ضیاء الدین سہروردی سے۔ سلسلہء نسب چند واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ آپ جو خواب دیکھتے تھے اپنی والدہ سے بیان کرتے اور وہ تعبیر بتاتیں۔ ایک دن آپ نے خواب دیکھا تو اس کی تعبیر میں والدہ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر مرشد کامل کے پاس ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتی چنانچہ آپ مرشد کامل کی تلاش میں گھر سے نکلے بارہ سال تک سرگرداں پھرتے رہے۔ کسی نے کہا کہ آپ کا مقصود شیخ زاہد گیلانیؒ کے پاس ہے چنانچہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے پہلی مجلس میں ہی آپ کے خواب کی تعبیر بیان فرما دی چنانچہ آپ اپنی والدہ محترمہ کے اشارے کو پا کر ان کے مرید ہو گئے۔ شیخ نے آپ کو ایندھن اکٹھا کرنے کی خدمت سپرد کی جو آپ کئی سال تک سرانجام دیتے رہے۔ ایک رات شیخ زاہدؒ نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے فرزند کو تم نے ایندھن پر لگایا ہے اور ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ خواب سے بیدار ہو کر آپ نے شیخ صفی الدین کو بلا کر خرقہء خلافت عطا فرما دیا، بے حد نوازش کی اور اپنی لڑکی ان کے عقد میں دے دی اس کے بعد مشائخ سہروردیہ کا خلافت نامہ لکھ کر انہیں دیگر اردبیل کی طرف روانہ فرما دیا جو آپ کا اصلی وطن ہے۔ یہاں آ کر آپ مسند ارشاد پر متمکن ہو گئے۔ آپ حضرت علاؤ الدین سمنانی کے ہم عصر تھے۔ کثیر التعداد مخلوق نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک دن ایک چور نے آ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مرید ہوا۔ آپ نے اپنا خرقہ اسے پہنایا اور از روئے عزت فرمایا کہ ہوشیار رہنا میرا خرقہ یا سر لیتا ہے یا سربلند کرتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد بشریت نے غلبہ کیا اور رات کے وقت وہ پھر چوری کے لئے نکلا۔ وہ خرقہ بھی زیب تن تھا۔ کسی پہاڑ پر جا رہا تھا وہاں سے ایسا گرا کہ ایک درخت میں اٹک گیا اور اسی جگہ مر گیا۔ ملفوظات میں یہ بھی لکھا ہے کہ علاقہ خلخال میں حضرت شیخ کا ایک مرید رہتا تھا جو بڑا

marfat.com

صاحب حال تھا جب سماع سنتا تھا تو پانچ چھ دن بے خود رہتا۔ ایک دفعہ شیخ کی خدمت میں آیا ہوا تھا۔ اس نے شیخ سے بیباکانہ کلام کیا اور شیخ کے مصلی پر قدم رکھ دیا۔ شیخ نے غصہ میں آ کر فرمایا کہ سنگسار ہو گا۔ جب وہ خستلان واپس گیا تو اس کی حالت دگرگون ہو گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسے سنگسار کر دیا گیا۔ ایک مرید حضرت شیخ کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ راستے میں اس قدر برف باری ہوئی کہ وہ برف کے نیچے دب گیا۔ ذرا سی جان باقی تھی کہ اس نے حضرت شیخ کا تصور کیا۔ شیخ فوراً" گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا۔ جب اس نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو اردبیل میں پایا اور جا کر حضرت شیخ کی قدم بوسی کی۔

حضرت نے بارہ محرم ۷۳۵ ہجری ۱۲ ستمبر ۱۳۳۴ عیسوی کو سلطان ابو سعید کے عہد حکومت میں وصال فرمایا۔ مزار پر انوار اردبیل آذربائیجان میں ہے۔

شیخ موسیٰؒ بن صفی الدینؒ : آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے شیخ موسیٰ مسند نشین ہوئے انہوں نے بھی اپنے والد کے قدم بقدم سلوک طے کئے اور ظاہری و باطنی کمالات سے مزین ہوئے۔ امیر تیمور صاحب قران ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور فتح روم کی بشارت پائی۔ امیر تیمور حضرت شیخ زین الدین ابوبکر تایبادی کا مرید تھا اور اکثر امیر برکہؒ کی صحبت میں رہتا تھا لیکن شیخ صدر الدینؒ کا بھی معتقد تھا اور ترکمان قوم جسے روم سے قید کر کے لایا تھا ان کی سفارش سے رہا ہوئی وہ لوگ شیخ صدر الدینؒ کے مرید ہو کر اسی جگہ مقیم ہو گئے۔

شیخ صدر الدین موسیٰؒ : آپ شیخ صفی الدینؒ کے بیٹے تھے جو بی بی فاطمہ بنت شیخ زاہد گیلانیؒ کے بطن سے پیدا ہوئیں تقریباً" نوے سال عمر پائی اور امیر تیمور کے عہد میں فوت ہو کر اردبیل میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

خواجہ علی : آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ خواجہ علی بن شیخ صدر الدین موسیٰؒ مسند نشین ہوئے اور مریدین کی تربیت فرمائی۔ اس کے بعد زیارت حرمین شریفین کو گئے اور واپسی پر یکم ربیع الاول ۷۳۲ ہجری پیر ۲ دسمبر ۱۳۳۱ عیسوی کو بیت المقدس میں فوت ہو گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

شیخ ابراہیمؒ : خواجہ علیؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ ابراہیمؒ مسند نشین ہوئے جو ۷۷۰ ہجری (۱۳۶۹ عیسوی) میں اردبیل میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

شیخ جنیدؒ : شیخ ابراہیم کے بعد ان کے بیٹے شیخ جنیدؒ مسند پر بیٹھے لیکن اپنے چچا شیخ جعفر کی عداوت اور آذربائیجان کے بادشاہ جہان شاہ کے وہم کی وجہ دیار بکر چلے گئے۔ دیار بکر کے والی دادزون حسن نے بادشاہ جہان شاہ کی رقابت کی وجہ سے اپنی بہن خدیجہ بیگم کا نکاح ان سے کر دیا جن کے بطن سے سلطان حیدر پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد شیخ جنید سلطان خلیل والیٔ شیرواں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور سلطان حیدر اپنے والد کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ ۸۹۳ ہجری (۱۴۸۸ عیسوی) میں وصال فرمایا۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ
(بانیٔ سلسلہ ٔ کبرویہ فردوسیہ)

بحوالہ "نفحات الانس" و "مراۃ الاسرار" آپ کا اصل نام احمد بن عمر بن محمد بن عبداللہ اجنوتی

marfat.com

ہے۔ آپ کو عبداللہ الحموی" بھی کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے عالم معاملہ میں کنیت "ابوالجناب" عطا فرمائی۔ سلطان سنجر سلجوقی کے عہد میں ۵۴۰ ہجری (۱۱۴۵ عیسوی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب کبریٰ تھا جس کی وجہ تسمیہ حضرت امام یافعیؒ اپنی "تاریخ" میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایام جوانی میں تحصیل علم کے دوران آپ کو مناظرہ کا بہت شوق تھا جس سے مناظرہ کرتے اس پر غالب آتے تھے چنانچہ آپ کا لقب "طامتہ الکبریٰ" پڑ گیا اور اسی لقب کے ساتھ مشہور ہوئے تو زاں بعد کثرت استعمال سے صرف کبریٰ رہ گیا۔ آپ طبقہء کبرویہ (سہروردیہ) کے سردار ہیں۔ آپ کو "ولی تراش" بھی کہا جاتا ہے جس کی وجہ صاحب "نفحات الانس" نے یہ بیان کی ہے کہ غلبات وجد میں جس کسی پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ درجہء ولایت کو پہنچ جاتا۔ آپ کے نزدیک سکر صحو سے زیادہ عزیز تھا۔ آپ اکثر فنائے احدیت میں مستغرق رہتے تھے جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا فوراً" ہو جاتا تھا۔ آپ نے باطن کی تربیت شیخ اسماعیل قصریؒ شیخ عمار یاسرؒ اور شیخ روز بہان مصریؒ (جو حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے خلفائے عظام تھے) سے حاصل کی۔ "لطائف اشرفی" میں سید اشرف جہانگیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک خرقہء خلافت آپ کو براہ راست شیخ ابو نجیب سہروردیؒ سے بھی ملا ہے۔ نیز حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا خرقہ مبارک بے واسطہ آپ کو عطا فرمایا۔ بحوالہ "نفحات الانس" جب آپ تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو اسناد حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک دن جب استاد کے سامنے شرح اسناد پڑھ رہے تھے تو ناگاہ ایک باہیبت درویش اندر آئے۔ آپ نے انہیں پہلے دیکھا نہیں تھا۔ ان کی صورت دیکھتے ہی آپ کی حالت متغیر ہوگئی۔ بے قرار ہو کر پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ کسی نے بتایا کہ بابا فرج تبریزیؒ ہیں جو مجذوبان و محبوبان حق میں سے ہیں۔ آپ کی تمام رات بے قراری میں گزری۔ صبح استاد سے عرض کی کہ آیئے بابا فرج کی زیارت کو چلیں۔ چنانچہ سب باباجی کی خانقاہ پر پہنچے۔ بابا کے خادم شاداں نے اندر جا کر اطلاع دی تو باباجی نے فرمایا کہ جس طرح خدائے عز و جل کی درگاہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں اس طرح آنا چاہیں تو اندر آسکتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں چونکہ باباجی کی نظر مبارک سے بہرہ مند ہو چکا تھا اس لئے ان کے فرمان کا مطلب سمجھ گیا اور کپڑے اتار کر دست بستہ ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی میری موافقت کی۔ ایک لمحہ کے بعد بابا فرج کی حالت متغیر ہوگئی اور صورت پر عظمت و جلال ہوگئی۔ چہرہ آفتاب کی طرح چمکنے لگا اور جسم کا لباس پرزے پرزے ہوگیا۔ جب ایک پہر کے بعد حالت سنبھلی تو اٹھے اور وہ لباس مجھے پہنا دیا اور فرمایا: "ترا وقت دفتر خواندن نیست' وقت است کہ سر دفتر جہاں شوی" میری حالت متغیر ہوگئی اور دل غیر حق سے منقطع ہوگیا۔ جب ہم لوگ باہر آئے تو استاد نے کہا کہ "شرح السنہ" تھوڑی رہ گئی ہے۔ دو تین روز میں اسے پڑھ ڈالو پھر جو چاہے کرنا۔ دوسرے دن استاد کے پاس پڑھنے کے خیال سے میں پھر گیا تو دیکھا کہ بابا فرج موجود ہیں اور فرمایا: "دیروز ہزار منزل از علم الیقین بگذشتی امروز باز بہ سر علم می روی" یہ کلمہ سن کر میں نے درس ترک کردیا اور خلوت و ریاضت میں مشغول ہوگیا۔ اس شغل میں علوم لدنی اور واردات غیبی ظاہر ہونے لگے۔ میں نے کہا حیف ہے اگر یہ ضائع ہو جائیں آؤ انہیں لکھ لوں۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ بابا فرجؒ اندر آئے اور فرمانے لگے کہ شیطان نے تجھے

marfat.com

تشویش میں ڈال دیا ہے۔ ان باتوں کو مت لکھو میں نے قلم دوات پھینک دیئے اور ہر طرف سے خاطر کو یک سو کر کے مشغول بحق ہو گیا۔

امیر اقبال سیستانیؒ ملفوظات حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ میں لکھتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے ہمدان جا کر وہاں سے اجازت حدیث حاصل کی۔ اس کے بعد سنا کہ اسکندریہ میں ایک بہت بڑے محدث ہیں وہاں گئے اور ان سے بھی اجازت حاصل کی۔ "نفحات الانس" میں ہے کہ آپ حضرت سے اجازت حدیث حاصل کر کے واپس ہو رہے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عالم خواب میں ہوئی۔ شیخ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے کوئی کنیت عطا فرمایئے۔ حضور علیہ اسلام نے فرمایا: "ابو الجناب" پھر عرض کی کہ نون مخفف کے ساتھ یا مشدد کے ساتھ۔ ارشاد عالیہ ہوا: لا نون مشدد کے ساتھ اس واقعہ کے بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ یہ اشارہ انقطاع تام کی طرف ہے۔ دنیا سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد آپ تمام علائق دنیاوی سے مجرد ہو کر مرشد کی تلاش میں روانہ ہوئے جہاں جاتے وہاں کے بزرگ کو ملتے مگر دل نہ جمتا کیونکہ خود زبردست عالم تھے۔ خوزستان پہنچے تو بیمار ہو گئے۔ کہیں قیام کرنا چاہا مگر کسی نے جگہ نہ دی۔ عاجز ہو کر کسی سے پوچھا کہ یہاں کوئی ایسا مسلمان بھی ہے جو بیمار پردیسی کو اپنے ہاں قیام کرنے دے۔ اس نے کہا کہ فلاں شیخ کی خانقاہ ہے اگر وہاں جاؤ تو تمہاری خدمت ہو گی۔ نام پوچھا تو اس نے کہا شیخ اسماعیل قصریؒ! شیخ نجم الکبریٰؒ وہاں گئے۔ شیخ نے درویشوں کے چبوترے پر جگہ دی۔ فرماتے ہیں میری بیماری نے طول پکڑا لیکن طبیعت کی مناسبت اور ذوق کے مطابق بیماری کی اتنی تکلیف محسوس نہ کرتا جتنی کہ درویشوں کی آواز سماع سے، اس لئے کہ مجھے سماع سے سخت نفرت تھی لیکن مجبور تھا کیونکہ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے سے لاچار تھا۔ ایک رات محفل سماع گرم تھی کہ شیخ اسماعیل قصریؒ گرمیء سماع کی حالت میں میرے سرہانے آئے اور پوچھا کہ اٹھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں! آپ نے میرا ہاتھ تھاما اور بغل میں لیکر جہاں سماع ہو رہا تھا وہاں لے گئے اور تھوڑی دیر تک مجھے خوب چکر دیئے۔ پھر ایک دیوار سے لگا کر چھوڑ دیا۔ میں نے سمجھا کہ اب گر پڑوں گا لیکن جب ہوش درست ہوئے تو دیکھا کہ بیماری نہیں رہی اور میں بالکل تندرست ہو گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد مجھے شیخ سے عقیدت ہو گئی اور دوسرے دن جا کر مرید ہوا اور سلوک میں مشغول ہو گیا۔ کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہا۔ جب احوال باطن سے واقف ہوا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب مجھے علم باطن حاصل ہو گیا ہے لیکن میرا ظاہری علم شیخ کے علم سے زیادہ ہے۔ صبح ہوئی تو شیخ نے مجھے طلب کر کے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ اور شیخ عمار یاسرؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ میں سمجھ گیا کہ شیخ کو میرے دل کے خطرے کا علم ہو گیا ہے۔ میں چپ چاپ اٹھا اور شیخ عمار یاسرؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہو گیا۔ "فوائح الجمال" میں شیخ نجم الدینؒ فرماتے ہیں کہ جب میں شیخ عمارؒ کی خدمت میں پہنچا اور ان کی اجازت سے خلوت میں بیٹھا تو دل میں یہ خیال آیا کہ علوم ظاہری چونکہ میں نے حاصل کر لئے ہیں بس جو غیبی فتوحات حاصل ہونگی انہیں منبر پر بیٹھ کر طالبان حق کے سامنے بیان کروں گا۔ چونکہ نیت یہ تھی اس لئے اہتمام خلوت نہ ہو سکا اور میں خلوت سے باہر نکل آیا۔ شیخ نے فرمایا پہلے نیت صحیح کرو اس کے بعد خلوت میں جانا۔ شیخ کے نور باطن کا ایک پرتو میرے دل پر پڑا۔ اپنی کتابیں میں نے وقف کر دیں اور

marfat.com

کپڑے فقراء کو دے دیئے۔ ستر پوشی کیلئے صرف ایک جبہ رہ گیا۔ میں نے دلی نیت کی کہ یہ خلوت خانہ میری قبر ہے اور یہ جبہ میرا کفن ہے۔ اب یہاں سے باہر نہ نکلوں گا پھر بھی اگر باہر نکلنے کا ارادہ پیدا ہوا تو اس جبہ کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا تاکہ برہنگی کے خیال سے حیاء باہر نکلنے نہ دے۔ میں اسی ذہنی کشمکش میں تھا کہ شیخ نے میری طرف نظر کی اور فرمایا "ہاں! اب نیت درست کی ہے" اس کے بعد میں خلوت میں بیٹھا چلہ پورا کرسکا اور شیخ کی ہمت کی برکت سے فتوحات کے دروازے مجھ پر کھل گئے۔ ایک مدت تک وہاں رہا لیکن ایک رات پھر وہ خیال دل میں آیا کہ علم باطن مجھے حاصل ہو ہی گیا ہے اور علم ظاہر تو شیخ کے علم سے زیادہ ہی ہے۔ صبح ہوئی تو شیخ نے فرمایا کہ اٹھو اور شیخ روز بہان ؒ کی خدمت میں مصر جاؤ تاکہ وہ ایک ضرب لگا کر تمہارے دل سے یہ خیال نکال دیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ جب میں مصر پہنچا اور حضرت کی خانقاہ میں گیا تو آپ وہاں نہیں تھے۔ سب مرید مراقبہ میں تھے اس لئے کسی نے بھی میری طرف توجہ نہ کی۔ کسی دوسرے سے شیخ کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ باہر وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر گیا دیکھا کہ شیخ روز بہان مصریؒ تھوڑے سے پانی سے وضو کر رہے ہیں۔ میرے دل میں خطرہ گزرا کہ شیخ یہ بھی نہیں جانتے کہ اتنے تھوڑے سے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ کیسے شیخ ہیں؟ اتنے میں حضرت نے وضو ختم کیا اور ہاتھ میرے منہ پر پھیرا۔ جیسے ہی پانی میرے چہرے پر لگا مجھ پر ایک گونہ بے خودی طاری ہوگئی۔ شیخ خانقاہ میں تشریف لائے اور تحیۃ الوضو کے نفل ادا کرنے میں مشغول ہوگئے اور میں منتظر کھڑا رہا کہ سلام کب پھیرتے ہیں۔ اسی حالت میں میری بے خودی بڑھ گئی اور میں اپنے آپ میں نہ رہا۔ اس غیبت میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور دوزخ سامنے لائی گئی اور لوگوں کو پکڑ پکڑ کر آگ میں ڈال رہے ہیں۔ دوزخ کی راہ میں ایک پشتہ ہے جس پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ جو کوئی کہتا ہے کہ میرا اس شخص سے تعلق ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں ناگاہ مجھے بھی پکڑا اور کھینچتے ہوئے لے چلے۔ جب اس پشتہ کے پاس پہنچا تو میں نے بھی کہا کہ اس شخص سے میرا تعلق ہے۔ پکڑنے والوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں پشتہ کے اوپر چڑھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بزرگ حضرت روز بہانؒ ہیں۔ میں ان کے قدموں میں گر پڑا۔ انہوں نے ایک ایسی دھول میری گدی پر لگائی کہ اس کی شدت میں زمین پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا اب اس کے بعد اہل حق سے منکر مت ہونا جب ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ نے نماز سے سلام پھیرا ہے۔ میں سامنے گیا اور پیروں پر گر پڑا۔ شیخ نے اس عالم شہادت میں بھی اسی طرح سے ایک مکہ میری گردن پر مارا اور وہی الفاظ فرمائے جس سے مرض باطنی کا ازالہ ہوگیا اور اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ اب شیخ عمارؒ کی خدمت میں واپس چلے جاؤ۔ صاحب نفحات الانس شیخ روز بہان مصریؒ کے حال میں لکھتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبریٰ آں جا بریاضت اشتغال نمودہ و خلوت ہانشستہ و شیخ وے را بہ دامادی قبول کردہ است و وے را از دختر شیخ دو پسر آمدہ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نجم الدین کبریٰؒ ایک عرصہ تک حضرت روز بہان مصریؒ کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت عمار یاسرؒ کو حضرت روز بہانؒ نے شیخ نجم الکبریٰؒ کے ہاتھ خط بھیجا کہ آپ کے پاس جس قدر تانبے کی طرح ہوں میرے پاس بھیج دو تاکہ میں انہیں زر خالص بنا دوں اور پھر آپ کے پاس بھیج دوں۔ چنانچہ شیخ کبریٰؒ حضرت شیخ عمار یاسرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدت تک ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہ کر سلوک تمام کیا۔ اس کے بعد شیخ نے

marfat.com

حکم دیا کہ خوارزم چلے جاؤ آپ نے عرض کی کہ وہاں کے لوگ سخت ہیں اور کرامات کے منکر ہیں۔ شیخ عمارؒ نے فرمایا جاؤ اور کسی کی پرواہ نہ کرو۔ آپ نے خوارزم آکر تلقین و ارشاد کا سلسلہ شروع کردیا اور آپ کے فیض یافتہ بزرگوں میں کئی یگانۂ روزگار ہوئے۔ مولانا جامیؒ صاحب "نفحات الانس" نے یہ نام لکھے ہیں :- شیخ مجد الدین بغدادیؒ، شیخ سعد الدین حمویؒ، بابا کمال جُندیؒ، شیخ رضی الدین علی لالہؒ، شیخ سیف الدین باخرزیؒ، شیخ نجم الدین رازی دایہؒ، شیخ جمال الدین گیلیؒ اور بقول بعض مولانا بہاء الدین ولد غلبہ وجد میں جس پر نظر پڑتی اسے مرتبۂ ولایت پر پہنچا دیتے جس ملک سے وہ آیا ہوتا اسے اسی ملک کا خلافت نامہ لکھ کر دے دیتے تاکہ وہ اپنے ملک میں جاکر مخلوق کو فیض یاب کرے۔ شیخ سعد الدین حمویؒ آپ کے مریدوں میں سے تھے ایک مرتبہ انہیں خیال آیا کہ اس وقت میں اب کوئی ایسا کامل بھی ہے کہ اس کی صحبت کا اثر اصحاب کہف کے کتے کی طرح نظر آئے۔ حضرت شیخ نے فراست باطنی سے آگاہ ہو کر خانقاہ کے دروازہ کی طرف قصد فرمایا۔ وہاں اتفاق سے ایک کتا کھڑا ہوا دم ہلا رہا تھا۔ شیخ کی ایک نگاہ اس پر پڑی کتا متحیر و بے خود ہوگیا اور شہر سے نکل کر قبرستان کی طرف چلا گیا شہر کے کتے اس کے گرد جمع ہوتے اور سر دھنتے تھے۔ چند روز کے بعد وہ مرگیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اسے دفن کردیں۔ مولانا رومؒ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں :-

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم ز ابنائے جنس　　سگ کہ شد منظور نجم الدین سگاں را سرور است

شیخ مجد الدین بغدادیؒ آپ کے محبوب ترین مرید تھے آپ نے انہیں اپنا فرزند بنالیا تھا۔ وہ شیخ کے سامنے مسند ارشاد پر بیٹھ کر خلق کی ہدایت میں مشغول ہوگئے تھے۔ ایک دن وہ اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپ پر سکر کی حالت طاری ہوگئی اور کہا: "میں دریا کے کنارے پر ایک بطخ کے انڈے کی طرح پڑا تھا۔ شیخ نجم الدینؒ نے مرغ کی طرح میری تربیت فرمائی حتی کہ میں انڈے سے باہر آیا میں چونکہ بطخ کا بچہ تھا دریا کے اندر چلا گیا لیکن شیخ کنارے پر رہ گئے۔" شیخ نجم الکبریٰؒ کو نور فراست سے اس کا علم ہوا تو ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "دریا میں جاتا ہے" شیخ مجد الدینؒ جب صحو میں آئے تو حضرت شیخ کے الفاظ سن کر بہت ڈرے اور شیخ سعد الدین حمویؒ کے پاس جاکر عرض کی کہ جس وقت حضرت شیخ خوش بیٹھے ہوں تو مجھے اطلاع دینا تاکہ اس وقت حاضر ہو کر معافی مانگوں۔ ایک دن حضرت سماع سن رہے تھے اور بہت خوش تھے تو شیخ سعد الدینؒ نے آکر انہیں مطلع کیا۔ شیخ مجد الدینؒ اس وقت ننگے پاؤں تھے اور سر پر آگ کا طشت تھا اسی حالت میں دوڑے دوڑے حضرت کی خدمت میں جوتوں کی جگہ آکر کھڑے ہوگئے۔ حضرت شیخ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا چونکہ تم نے درویشوں کے دستور کے مطابق معافی مانگ لی ہے تم دین و ایمان سلامت لے گئے لیکن دریا میں مرو گے۔ میں بھی مارا جاؤں گا اور خوارزم کا سلطان اور سب سردار مارے جائیں گے اور ملک تباہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر شیخ مجد الدینؒ حضرت نجم الکبریٰؒ کے قدموں میں گر گئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ان کی یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ اس واقعہ کا ظہور یوں ہوا:-

شیخ مجد الدینؒ بڑے صاحب جمال تھے۔ آپ خوارزم میں وعظ کیا کرتے تھے۔ سلطان محمد شاہ خوارزم کی والدہ آپ کے وعظ میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ وہ بڑی حسین و جمیل تھیں اور کبھی کبھی زیارت سے بھی مشرف ہوا کرتی تھیں۔ حاسد موقع کی تلاش میں تھے ایک دن جب سلطان بہت

marfat.com

مست تھا تو انہوں نے عرض کی کہ جہان پناہ کی والدہ نے حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق شیخ مجد الدین کے ساتھ نکاح کرلیا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر بڑا غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا جائے حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب یہ خبر شیخ نجم الدین الکبریٰؒ کو ہوئی تو آپ کو بڑا افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ میرے فرزند مجد الدینؒ کو دریا میں ڈال دیا گیا اور وہ مر گیا۔ پس آپ نے سجدہ کیا اور دیر تک اسی حالت میں رہے اس کے بعد فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ میرے فرزند کے خون بہا میں سلطان محمد شاہ خوارزم سے ملک چھین لیا جائے اور حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو بہت پشیمان ہوا اور حضرت شیخ کی خدمت میں آکر سونے سے بھری طشت' تلوار اور کفن پیش کیا۔ ننگے سر جوتیوں کی جگہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ اگر خون بہا کی ضرورت ہے تو یہ زر پیش بحضور ہے۔ اگر قصاص لینا ہے تو یہ تلوار حاضر ہے۔ حضرت شیخ نے جواب دیا۔ **کان ذالک فی الکتاب مسطورا** ۔ یعنی لوح محفوظ میں لکھا جاچکا تھا۔ اس کا خون بہا تمہارا سارا ملک ہے اور تیرا سر اور تمام خلقت کے سر اور میرا سر سب قصاص میں آئیں گے۔ سلطان محمد نا امید ہو کر واپس چلا گیا۔

واقعہ شہادت : کفار تاتار کے حملہ سے سلطان محمد خوارزم شاہ پریشان ہو کر بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ تاتاریوں کو علم ہوا کہ وہ خوارزم میں ہے۔ چنانچہ انہوں نے ادھر کا رخ کیا۔ یہاں خوارزم میں حضرت نجم الکبریٰؒ نے اپنے ساتھ حضرات کو جن میں سعد الدین حمویؒ رضی الدین علی لالاؒ وغیرہ موجود تھے فرمایا : اپنے اپنے ملکوں کو جلد چلے جاؤ۔ ایک آگ مشرق سے اٹھی ہے اور مغرب تک جلاتی چلی جائے گی۔ بعض اصحاب نے عرض کی کہ حضرت دعا فرمائیں کہ یہ بلا مسلمانوں پر سے دفع ہو جائے۔ آپ نے فرمایا یہ قضائے مبرم ہے دعا سے دفع نہیں ہوگی۔ پھر اصحاب نے فرمایا کہ سواریاں تیار ہیں حضرت شیخ بھی ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ ہمراہ رکاب سب خراسان چلیں۔ شیخ نے فرمایا نہیں میرے لئے یہاں شہادت مقسوم ہے۔ باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس کے بعد ان کو آپ نے روانہ کردیا اور خود بقیہ چند اصحاب کے ساتھ اٹھے اور فرمایا **قوموا علی اسم اللہ نقاتل فی سبیل اللہ** (یعنی آؤ خدائے عز و جل پر توکل کرکے اٹھیں اور اس کی راہ میں جہاد کریں) آپ مکان میں اندر تشریف لائے۔ خرقہ پہنا کمر مضبوط باندھی اور نیزہ ہاتھ میں لیکر باہر آئے۔ سلطان خوارزم تو پھرتا پھراتا راستے میں ہلاک ہوگیا اور اس کی اولاد کا بھی نام و نشان نہ رہا۔ چنگیز خان کے چار لڑکے تھے اس نے تولا خان کو اپنے پاس رکھا۔ جوجی خان' حقتائے خان' اوکتائے خان تینوں بیٹوں کو اسی اسی ہزار سوار دے کر شہر خوارزم پر تعینات کیا۔ اس نے شیخ نجم الدینؒ کے کمالات کی خبر سن کر کہلا بھیجا کہ آپ خوارزم سے باہر چلے جائیں تا کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ایام راحت میں میں ان لوگوں کے ہمراہ رہا ہوں اب مصیبت کے وقت بھی ان کا ساتھ دوں گا۔ جب کفار کا مقابلہ ہوا تو آپ نے پہلے سنگ باری شروع کی۔ کفار نے تیر مارنے شروع کئے حتی کہ ایک تیر سینہ مبارک کو لگا۔ آپ نے نکال کر پھینک دیا اور اسی طرح زخمی لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت ایک کافر کا پرچم پکڑ لیا تھا۔ شہادت کے بعد دس آدمیوں سے مل کر بھی یہ نہ ہوسکا کہ شیخ کے ہاتھ سے پرچم نکال لیں۔ آخر پرچم کو کاٹنا پڑا۔ بعض کہتے ہیں کہ مولانا رومؒ کی ایک غزل میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے:-

marfat.com

ما ازاں محتشانیم کہ ساغر گیرند نہ از مفلساں کال بز لاغر گیرند
بہ یکے دست مے خالص ایماں نوشند بہ یکے دست دگر پرچم کافر گیرند

آپ کی شہادت بحوالہ نفحات الانس ۶۱۸ ہجری (۱۲۲۱ عیسوی) میں ہوئی۔ مزار پر انوار خوارزم میں ہے۔ آپ صاحب تصانیف بھی تھے۔ آپ کے ملفوظات شیخ مجد الدین بغدادی نے "تحفتہ البررہ" نامی کتاب میں جمع کیے ہیں۔ آداب تصوف پر بزبان فارسی سات ابواب پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ بھی لکھا جو "اخبار الصالحین" میں نقل کیا گیا ہے۔ جس کو مختصراً بزبان اردو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

باب اول: جو کوئی اس راہ (سلوک) میں آئے اسے چاہئے کہ پیر سے خرقہ پہنے۔ علم شریعت و طریقت و حقیقت کو نیک جانے تاکہ عالم ہو باصول شریعت' عارف ہو باداب طریقت' واقف ہو باسرار حقیقت۔ تاکہ مرید کو جب کوئی اشکال ہو تو وہ علم سے بیان کرے اور جب طریقت کا مسئلہ ہو تو بحیثیت پیر معرفت سے روشن کرے۔ جب حقیقت میں راز پیدا ہو تو بصیرت سے حل کرے۔ صوف کے تین حرف ہیں: صاد سے مراد صدق و صفا و صیامت و صبر و صلاح خود سے طلب کرے۔ واؤ سے مراد وقت و صلت و وعدہ نگاہ میں رکھے۔ فا سے فرح خود سے طلب کرے۔ اسی طرح مرقع اس نیت سے پہنے کہ یہ میراث آدم ہے۔

باب دوم میں نشست و برخواست کے آداب۔ باب سوم میں سفر سے آنے کے بعد خانقاہ میں آمد کے آداب۔ باب چہارم میں کھانے پینے کے آداب ہیں۔ پانچویں باب میں طلب دعوت کا بیان ہے کہ جب اسے مدعو کیا جائے تو وہ دعوت کو قبول کرے اور جب وہاں جائے تو اسی جگہ بیٹھے جہاں صاحب خانہ بٹھائے۔ چھٹا باب سماع کے متعلق ہے کہ تین چیزوں کا خیال رکھے۔ مکان' زمان' اخوان۔ مکان فراخ و کشادہ ہو اور اغیار کی نظر سے پوشیدہ۔ زمان کی حقیقت وقت کی حقیقت ہے اور اخوان کی حیثیت جنس سے ہے کہ سب یک رنگ و یکساں ہوں ناجنس نہ ہوں۔ چھٹا باب سفر کرنے کے بیان میں ہے کہ سفر کی غرض و غایت ان تین چیزوں کے علاوہ نہ ہو۔ اول: زیارت: دوم ریاضت اور سوم: دیدار مشائخ۔

نسبت ارادت : آپ کی نسبت ارادت دو طرف تھی۔ ایک عمار یاسرؒ کی طرف دوسری شیخ اسمٰعیل قصریؒ کی طرف۔ بحوالہ "نفحات الانس" و "مراۃ الاسرار" سلسلہء فردوسیہ کبرویہ حضرت شیخ نجم الکبریٰ سے جا ملتا ہے۔ آپ حضرت وجیہ الدین ابو الحفصؒ کے اشارے سے حضرت شیخ ابو نجیبؒ سے بیعت ہوئے خرقہ خلافت پایا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو اسی روز سے سلسلہء فردوسیہ ظاہر ہوا۔ "نفحات الانس" میں ہے کہ آپ نے حضرت شیخ اسماعیل قصریؒ کی صحبت میں رہ کر بھی خرقہ حاصل کیا۔ انہوں نے حضرت شیخ محمد مانکیلؒ سے انہوں نے شیخ محمد داؤدؒ سے انہوں نے ابو العباس بن ادریس سے انہوں نے ابو القاسم بن رمضان سے انہوں نے یعقوب طبری سے انہوں نے ابو عبداللہ عثمان المکی سے انہوں نے ابو یعقوب شہرجوری سے۔ انہوں نے یعقوب السوسی سے انہوں نے حضرت عبدالواحد بن زید سے انہوں نے حضرت کمیل بن زیادؒ سے اور انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خرقہ پایا۔

حضرت کے اکابر خلفاء اور مابعد کے چند بزرگان کا شجرہ ہم یہاں درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں:

marfat.com

نجم الدین کبریٰ (شیخ الکل) سلسلہ کبرویہ فردوسیہ

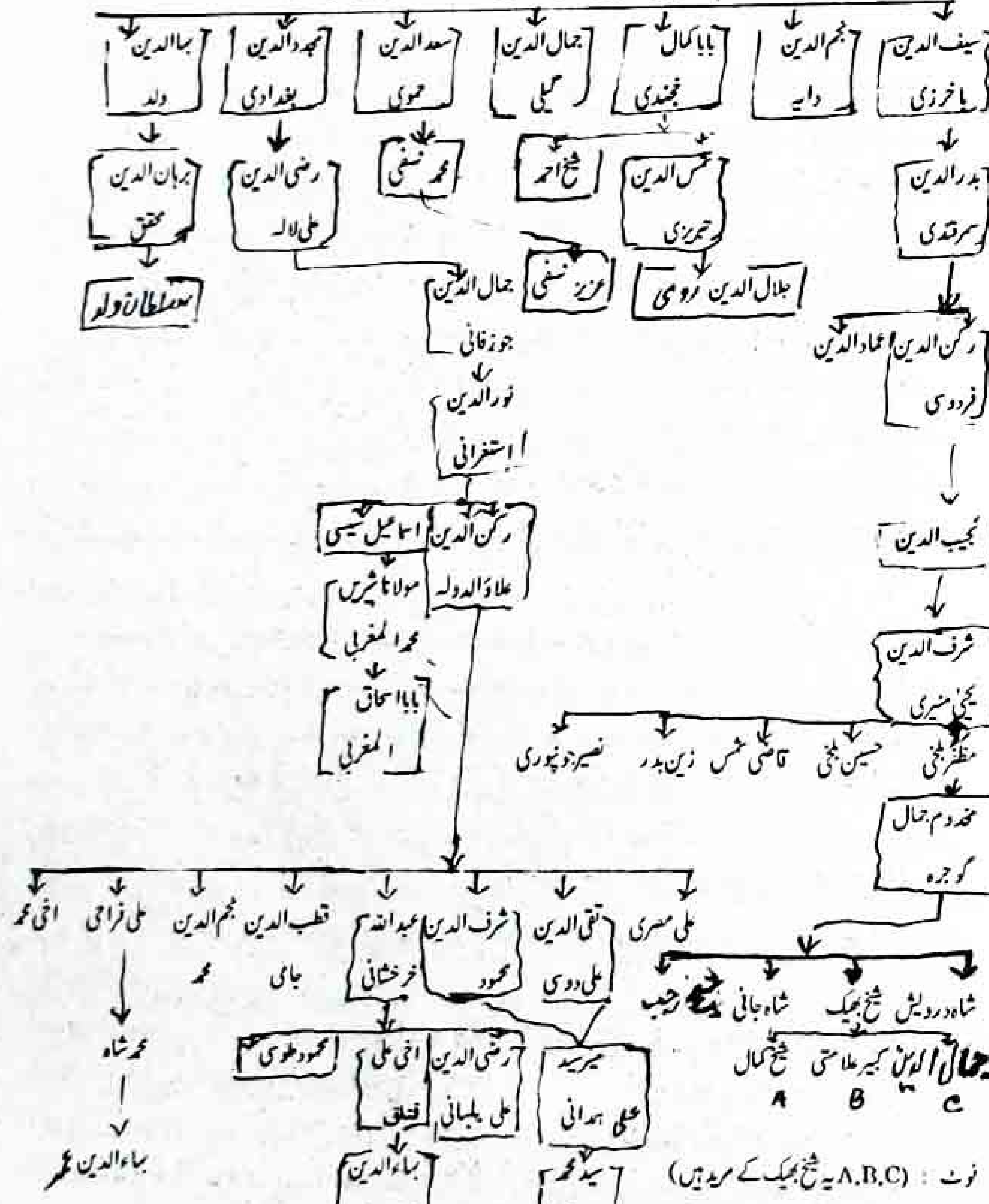

نوٹ : (A.B.C یہ شیخ بھیک کے مرید ہیں)

خلفاء حضرت نجم الدین کبریٰ

شیخ مجد الدین بغدادیؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ کی ولادت انوار یکم جمادی الاخر ۵۵۱ ہجری (مطابق ۲۲ جولائی ۱۱۵۶ عیسوی) کو ہوئی۔ پورا نام مجد الدین بن المویدبن ابی الفتح بغدادی ہے۔ کنیت ابو سعید ہے۔ خوارزم شاہ نے خلیفہ وقت سے ایک طبیب طلب کیا تو اس نے آپ کے والد کو بھیج دیا۔ آپ کا وطن قصبہ بغداد ہے جو خوارزم کے نواح میں ہے۔ آپ شاہ خوارزم کے مقربان میں سے تھے۔ نہایت حسین اور ظریف طبع تھے۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے اکمل خلفاء میں سے تھے حضرت نے

marfat.com

آپ کو اپنا فرزند بنایا ہوا تھا اور انہیں وضو کرانے کی خدمت پر لگایا تھا۔ آپ کی والدہ نے جب یہ سنا تو کہلا بھیجا کہ میرا بیٹا بہت نازک ہے اگر فرمان ہو تو میں دس ترک غلام آپ کی خدمت میں بھیج دوں تاکہ وضو کرائیں اور میرے بیٹے کو آپ اور کام پر لگائیں۔ شیخ نے فرمایا کہ تم طبیب ہو۔ علم طب سے واقف ہو تم نے عجیب بات کہی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا بیٹا صفراوی بخار میں مبتلا ہو اور میں اسے جذام کی دوا دوں تو کیا وہ صحت یاب ہو جائے گا؟ پس شیخ مجد الدین نے حضرت شیخ کی خدمت کرتے کرتے اس قدر ترقی کی کہ صاحب ارشاد ہو گئے اور اپنے شیخ کی موجودگی میں خدمت ارشاد پر مامور ہو گئے۔

شیخ علا الدولہ سمنانی کبرویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت بایزید بسطامیؒ کے سلسلہ کے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ آپ بایزید کے خاندان کے معتقد ہیں لیکن سلوک کا علم حاصل کرنے کیلئے دوسرے سلسلے (کبرویہ سہروردیہ) میں داخل ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا مجھے اور تو کوئی علم نہیں لیکن ایک دفعہ میں وضو کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ کی دیوار کھل گئی ہے اور اس کے پیچھے مجھے فضا میں آسمان اور ستارے اور مشتری نظر آنے لگے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے کسی نے جواب دیا کہ یہ بایزید بسطامیؒ کا نور ہے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ایک اور آسمان دیکھا جو سورج کی طرح منور تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کسی نے کہا یہ مجد الدین بغدادیؒ کا نور ہے۔ یہ سن کر وہ آدمی حیران ہو گیا۔ میں نے کہا میں نے یہ بات اس لئے نہیں کہی کہ کسی کے مراتب بیان کروں یا شیخ مجد الدینؒ کو سلطان بایزید بسطامیؒ پر ترجیح دوں لیکن ہر شخص کو حق تعالیٰ نے کوئی خاص مقام عطا فرمایا ہے جس سے اسکے اعلیٰ مراتب ظاہر ہوئے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مراتب کا فرق تو قیامت میں ظاہر ہو گا اور اس دنیا میں بلند مقام کی علامت تو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔ جو شخص زیادہ اتباع کرتا ہے مقامات میں زیادہ بلند ہوتا ہے۔

شیخ نجم الکبریٰؒ کی خدمت میں قصبہء بسکرد آباد کا باشندہ ایک درویش رہتا تھا۔ اسے زنگی بسکردی کہا کرتے تھے۔ اس کا مقام بہت بلند تھا۔ سوائے سماع کے خلوت سے باہر نہیں آتا تھا۔ ایک دن سماع میں اس پر کیفیت طاری ہوئی۔ زمین سے اٹھا پاس ہی ایک بلند طاق تھا اس پر جا کر بیٹھ گیا۔ نیچے اترتے وقت وہ شیخ مجد الدینؒ کی گردن پر سوار ہو گیا۔ وہ درویش طویل قد اور فربہ تھا اور شیخ مجد الدینؒ بہت دبلے پتلے تھے لیکن شیخ مجد الدینؒ اسی طرح وجد میں چکر لگاتے رہے جب آپ سماع سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ زنگی میری گردن پر سوار ہے یا کوئی چڑیا ہے۔ جب زنگی انکی گردن سے نیچے اترا تو انکے چہرہ کو دانتوں سے پکڑ لیا چنانچہ اس کا نشان آپکے چہرہ پر رہ گیا۔ شیخ مجد الدینؒ نے فرمایا کہ میرے لئے قیامت میں یہی فخر کافی ہے کہ زنگی کے دانتوں کا نشان میرے چہرے پر ہے۔

بقول شیخ علاء الدین علاء الدولہؒ حضرت مجد الدینؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضورؐ! ابن سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایک مرد تھا جس نے ارادہ کیا تھا کہ میرے واسطے کے بغیر خدا تک پہنچے سو میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے روک دیا اس طرح حتی کہ وہ دوزخ میں گر گیا۔ میں نے یہ حکایت استاد

marfat.com

مولانا جلال الدین چلپی" کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس پر تعجب کیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں بغداد سے شام کو جاتا تھا کہ وہاں سے روم کو جاؤں تو ایک رات مسجد جامع میں تھا سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے وہاں نہیں جاتے ہو کہ فائدہ حاصل کرو۔ میں نے دیکھا تو ایک جماعت حلقہ مار کر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک حضرت ان کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے جن کا نور ان کے سر سے لیکر آسمان تک پہنچتا تھا وہ باتیں کر رہے تھے اور سب مودب ہو کر سن رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ ہستی کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں آگے بڑھا سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب دیا اور مجھ کو حلقہ میں جگہ دی۔ جب میں بیٹھ گیا تو عرض کی یا رسول اللہ! حضور بو علی سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا **رجل اضل اللہ تعالی علی علم** (یعنی وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے گمراہ کردیا) میں نے پھر عرض کی کہ حضور! شہاب الدین مقتول کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: **ھو من متبعیہ** (یعنی وہ اسی کے تابع ہے) اس کے بعد میں نے فخر الدین رازی کے متعلق پوچھا۔ فرمایا: **ھو رجل معاتب** یعنی وہ مرد ہے جس پر عتاب کیا گیا ہے۔ پھر میں نے حضرت امام غزالی" کے متعلق پوچھا۔ فرمایا **ھو رجل وصل الی مقصودہ** (یعنی وہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے مقصود تک پہنچ گیا ہے) پھر میں نے امام الحرمین کے متعلق پوچھا۔ فرمایا **ھو لمن نصر دینی** (یعنی وہ شخص ہے جس نے میرے دین کی حمایت کی ہے) پھر میں نے امام ابو الحسن اشعری کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا: **انا قلت و قولی صدق الایمان یمان والحکمۃ یمانیہ**۔ (یعنی میں پہلے کہہ چکا ہوں اور میری بات سچی ہے کہ ایمان یمن والوں کا ہے اور حکمت یمانی ہے) ایک شخص جو میرے نزدیک بیٹھا تھا اس نے مجھے کہا کہ ان سوالات کو کیوں کرتا ہے دعا کیلئے درخواست کر کہ جس سے تجھے فائدہ ہو۔ چنانچہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھایئے۔ حضور نے فرمایا کہو **الھمم تب علی حتی اتوب واعصمنی حتی لا اعود وحبب الی الطاعات وکرہ الی الخطیات** (یعنی اے پروردگار میری طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ میں توبہ کروں اور مجھ کو بچالے یہاں تک کہ پھر گناہ نہ کروں۔ مجھے عبادت کی محبت اور گناہوں کی کراہت دے) اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ روم کی طرف۔ فرمایا: **الروم ما دخلہ المعصوم** (یعنی روم میں معصوم داخل نہیں ہوتا) جب میں اس خواب سے بیدار ہوا وہاں ایک بالا خانہ تھا جس میں مولانا موفق الدین کواشی رہتے تھے اور آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ میں ان کی زیارت کو گیا۔ انہوں نے پوچھا کون ہو؟ میں نے بتلایا۔ پھر پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا بغداد سے۔ پوچھا اب کہاں جاؤ گے؟ میں نے عرض کی روم کو۔ فرمایا: روم کو جاتے ہو؟ **الروم ما دخلہ المعصوم** جب انہوں نے یہ کلمہ فرمایا تو میں بڑا متعجب ہوا اور عرض کی: شاید آپ کل کی مجلس میں موجود تھے؟ فرمایا **دعنی! دعنی!** (مجھے چھوڑ مجھے چھوڑ) یعنی یہ بات نہ پوچھ۔ آخر میں وہاں سے واپس آگیا۔

ایک قوال نے شیخ مجد الدین کی محفل میں یہ شعر پڑھا۔

خوش یافتہ اند در ازل جامہ عشق   گر یک خط سبز بر کنارش بودے

(عاشقوں کو ازل سے کیا ہی اچھا لباس عشق ملا ہے۔ اگر اس کے ایک کنارے پر ایک سبز رنگ

marfat.com

کی لکیر ہوتی) شیخ نے اپنی داڑھی پکڑی اور داڑھی کے نیچے گردن پر ہاتھ سے تلوار چلانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "گریک خط سرخ بر کنارش بودے" اور بے شک اس سے اپنی شہادت کا اشارہ کیا۔
زاں بعد یہ رباعی پڑھی:

در بحر محیط غوطہ خواہم خوردن یا غرق شدن یا گہر بر آوردن
کار تو بخاطر است خواہم کردن یا سرخ کنم روئے زتو یا گردن

(بحر بیکراں میں غوطہ لگاؤں گا یا غرق ہو جاؤں گا یا گوہر باہر نکالوں گا۔ کوئی نہ کوئی کام ضرور کروں گا یا تیرے دیدار سے سرخ رو ہوں گا یا تیرے عشق میں گردن سرخ کروں گا یعنی شہید ہو جاؤں گا)
چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سلطان قطب الدین محمد خوارزم نے اپنی والدہ کے عشق کی تہمت میں آپ کو دریائے دجلہ میں غرق کرا دیا اور خود چند روز بعد اپنے خاندان سمیت ہلاک ہوگیا۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے ذکر خیر میں بیان کردی گئی ہے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ۶۱۶ ہجری (۱۲۱۹ عیسوی) اور دوسری روایت کے مطابق ۶۰۴ ہجری (۱۲۰۷ عیسوی) میں خوارزم میں پیش آیا ان کی بیوی جو نیشاپور کی تھیں ان کو وہاں سے لے گئیں اور پھر اسفرائین میں لے گئے (نفحات الانس)

شیخ سعد الدین حمویؒ

آپ کا پورا نام محمد بن موید بن ابی بکر بن ابی الحسین بن محمد بن حمویہ ہے۔ آپ حضرت نجم الدین کبریٰؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ مدت تک کوہ قاسون کے دامن میں اور صالحہ دمشق میں مقیم رہے اس کے بعد خراسان چلے گئے۔ بحوالہ "مراۃ الاسرار" حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ اوائل حال میں آپ کی صحبت میں رہے ہیں۔ دونوں حضرات کے درمیان بڑی محبت تھی ایک دفعہ مکہ سے بغداد آئے تو ان کی بڑی شہرت ہوگئی۔ خلقت ٹوٹ پڑی۔ ان دنوں بغداد میں کافی لوگ بیمار ہوگئے تھے آپ کے سامنے ذکر کیا تو فرمایا کہ جو شخص بیمار ہو میرے پاس لے آؤ چنانچہ بیمار آتے گئے آپ ہر بیمار پر ہاتھ پھیرتے تھے اور وہ فوراً تندرست ہو جاتا تھا غرضیکہ ہزاروں لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور آپ کی برکت سے صحت یاب ہوگئے۔

"لطائف اشرفی" میں لکھا ہے کہ شیخ سعد الدین حمویؒ نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ کتاب "محبوب" بڑی مشہور ہے۔ بحوالہ "نفحات الانس" آپ کی تصنیفات میں رموز کی باتیں، مشکل کلمات، رقمیں، شکلیں، دائرے ایسے بکثرت ہیں کہ عقل و فکر کی نظر اس کے کشف و حل سے عاجز ہے اور بے شک جب تک بصیرت کی آنکھیں کشف کے نور سے نہ کھلیں ان کا سمجھنا مشکل ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص تیری بات کو حسن قبول اور اعتقاد کے ساتھ میرے ذکر اور میری تعریف میں سنے تو اس میں علم اور معرفت کا مایہ خمیر موجود ہوگا اور اگر بالفعل اس پر وہ امر مشتبہ ہو لیکن اس کے لئے ایک قسم کا حصہ موجود ہو جائے گا۔

شیخ موید الدین جنیدیؒ "فصوص الحکم" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شیخ صدر الدین قونویؒ ایک دن سماع کی مجلس میں شیخ سعد الدین حمویہؒ کے ساتھ حاضر تھے۔ شیخ سعد الدینؒ نے سماع کے درمیان اس

marfat.com

صفہ کی طرف منہ کیا جو اس مکان میں تھا اور پورے ادب سے کھڑے ہوگئے۔ اس کے بعد اپنی آنکھیں چھپالیں اور آواز دی کہ صدر الدین" (قونوی) کہاں ہے۔ جب وہ آئے تو ان کے سامنے آپ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صفہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے چاہا کہ وہ آنکھیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک سے مشرف ہوئی ہیں پہلے آپ کے منہ پر کھولوں۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ میری روح کو عروج ہوا اور وہ قالب سے علیحدہ ہوگئی۔ تیرہ دن تک اسی حالت میں (مردہ) پڑا رہا کوئی حرکت نہ کرتا تھا جب روح قالب میں آئی تو جسم کھڑا ہوگیا اسے خبر ہی نہیں تھی کہ کتنے دن یونہی پڑا رہا اوروں نے جو حاضر تھے بتایا کہ تیرہ دن ہوگئے ہیں کہ آپ کا جسم ایسے ہی پڑا رہا۔ آپ کے چند اشعار کتاب "محبوب" سے درج ذیل ہیں۔

یا راحتہ محبتی و نور البصر　　استیقظ قلبی بک وقت السحر
تاجبت ضمیر خاطری یا قمری!　　انی انا فیک و انت لی فی نظری

(اے میری جان کی راحت اور آنکھوں کی بینائی! میرا دل تیرے لئے صبح کے وقت بیدار ہوا اور میرے دل نے سرگوشی کی کہ اے میرے چاند! میں تجھ میں ہوں اور تو میری نظر میں ہے)

کافر شوی ار زلف نگارم بینی　　مومن شوی اگر عارض یارم بینی
در کفر میا میز و در ایماں منگر　　تا غیرت یار انکسارم بینی

(میرے محبوب کی زلف سیاہ دیکھو تو کافر ہو جاؤ۔ اگر اس کا منور چہرہ دیکھو تو مومن ہو جاؤ' نہ کفر سے جھگڑا کرو نہ ایمان کو دیکھو ایسا نہ ہو کہ غیرت یار کی وجہ سے ذلت حاصل ہو)

بے تو نظرے نیست مرا در کارے　　بے روئے تو خویش نیا مدم گلزارے۔
در باغ رضائے چوں تو زیبا یارے　　پیدا و نہاں روئے تو دیدم بارے

(اے محبوب اگر تو نہ ہو تو مجھے نظر یعنی بینائی درکار نہیں' تیری عدم موجودگی میں مجھے گلزار بھی اچھا نہیں لگتا۔ رضا کے باغ میں تجھ جیسا حسین دوست میں نے پوشیدہ اور ظاہر دیکھا)

بے تو نہ بہشت بایدم نے رضواں　　نے کوثر و زنجبیل و بحر حیواں
با قہر تو دوزخ است دار رضواں　　با لطف تو دوزخ ہمہ روح و ریحاں

انت قلبی و انت لہ حبیب　　والسقم القلوب انت طبیب
لیس لی القلب من یحبک صدقا　　غیر ذکراک حالت یستطیب
انت سقمی و صحتی و شفائی　　وبک الموت والحواۃ یطیب
و اذا ما نظرت لی بلطف　　من فوادی را عنی لا تغیب
لک سری و محبتی و ضمیری　　ساجد شاھد و مالی نصیب

(یعنی تو میرا دل ہے اور اس میں تو حبیب ہے اور دلوں کی بیماری کا تو طبیب ہے۔ اس شخص کے دل میں جو تجھے دوست رکھتا ہے تیرے ذکر کے سوا اور کوئی ایسی حالت جو اچھی ہو نہیں ہے۔ تم ہی

marfat.com

بیماری اور صحت و شفا ہو۔ تیرے ساتھ مرنا جینا اچھا معلوم ہوتا ہے اور جب تو میری طرف بنظر لطیف دیکھتا ہے تو میرے دل اور آنکھ سے غائب نہیں ہوتا۔ تیرے لئے میرا باطن جان و دل سجدہ کرنے والے اور حاضر ہیں اور میرا اس میں کچھ حصہ نہیں یعنی سب کچھ تیرا ہی ہے)

آپ دس ذی الحج ۶۵۰ یا ۶۶۵ ہجری مطابق یکم ستمبر ۱۲۶۷ عیسوی میں تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ مزار شریف بحر آباد میں ہے۔

شیخ سیف الدین باخرزیؒ

بحوالہ مراۃ الاسرار آپ کی ولادت سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے عہد حکومت میں ۵۷۶ ہجری (مطابق ۱۱۸۰ عیسوی) میں ہوئی۔ آپ بڑے قوی الحال اور باہمت تھے اور ذوق و شوق میں زندگی بسر کرتے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد شیخ نجم الدین الکبریٰؒ کی خدمت میں آکر تربیت حاصل کی۔ شروع میں شیخ نے ان کو خلوت میں بٹھایا دوسرے چلے میں حضرت شیخ نے ان کے کمرے کے دروازے پر آ کر دستک دی کہ اے سیف الدین!

تو معشوقے ترا با غم چہ کار است　　منم عاشق مرا غم ساز وار است

(یعنی تو معشوق ہے تجھے غم سے کیا کام۔ میں عاشق ہوں اور غم کا سزاوار ہوں) اٹھو اور خلوت سے باہر آؤ چنانچہ ہاتھ پکڑا اور خلوت سے باہر لے آئے۔ اس کے بعد خرقۂ خلافت عطا فرما کر بخارا کی طرف روانہ کر کے وہاں کی ولایت آپ کے سپرد کی۔ ایک دفعہ حضرت نجم الکبریٰؒ کیلئے کسی نے کنیز نذر کی۔ اس رات آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج رات ہم لذت شرعی حاصل کریں گے تم بھی میری موافقت میں ریاضت ترک کر کے آج رات آرام سے سو رہو۔ لیکن شیخ سیف الدینؒ گرم کپڑا اوڑھ کر حضرت شیخ کے دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے اور ساری رات کھڑے کھڑے گزار دی۔ جب صبح کے وقت شیخ باہر آئے تو انہیں دیکھ کر فرمایا کہ میں نے نہ کہا تھا کہ آج رات لذت اور حضور میں بسر کرو تم نے اپنے آپ کو کیوں ناحق ریاضت میں ڈالا؟ آپ نے عرض کی کہ حضور کا فرمان تھا کہ ہر شخص لذت حضور میں مشغول ہو جائے اور میرے لئے اس سے زیادہ لذت کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کے آستانہ پر کھڑا رہوں۔ حضرت بڑے خوش ہوئے اور فرمایا تجھے بشارت ہو کہ سلاطین تیرا رکاب تھام کر دوڑیں گے چنانچہ ایک وقت آیا کہ ایک دن ایک بادشاہ آپ کی زیارت کو آیا اور گھوڑا نذر کر کے عرض کی کہ اگر تکلیف نہ ہو تو باہر تشریف لے آئیں تاکہ میں خود اپنے ہاتھ سے آپ کو گھوڑے پر سوار کروں۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے مگر گھوڑے نے اس وقت سرکشی کی اور پچاس قدم کے قریب بادشاہ حضرت شیخ کی رکاب پکڑے ہوئے ساتھ دوڑتا رہا۔ یہ دیکھ کر آپ نے بادشاہ سے فرمایا کہ گھوڑے کی سرکشی میں یہ حکمت تھی کہ میرے مرشد نے ایک دن بشارت دی تھی کہ سلاطین تمہاری رکاب پکڑ کر دوڑیں گے اب وہ بات پوری ہو گئی ہے۔

"نشر المجالس" میں حضرت امام عبداللہ یافعی سہروردیؒ لکھتے ہیں کہ شہر بخارا کا قاضی صدر الشریف شیخ سیف الدین باخرزیؒ اور ان کے اصحاب کے سماع کے سخت خلاف تھا۔ ایک دن شیخ اپنے اصحاب سمیت سماع میں مشغول تھے کہ قاضی اپنے لوگوں کے ساتھ ڈنڈے ہاتھ میں لئے پہنچ گئے۔ شیخ

marfat.com

نے قوالوں کو اشارہ فرمایا اور وہ خاموش ہو گئے لیکن آلات سماع یعنی دف اور نے سے اسی طرح آواز نکلتی رہی۔ یہ دیکھ کر قاضی اور اس کے ساتھی حضرت شیخ کے ہاتھ پر تائب ہو گئے کہ آئندہ ہم سماع سے انکار نہیں کریں گے۔

"راحت القلوب" میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں جب میں بغداد سے واپس ہو کر بخارا پہنچا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا آپ میری طرف نظر کرتے اور ہر مرتبہ فرماتے کہ یہ لڑکا مشائخ روزگار ہو گا اور سارا جہان اس کے مریدوں اور فرزندوں سے پر ہو جائے گا۔ اس وقت ایک سیاہ گلیم آپ کے کندھوں پر تھی آپ نے میری طرف پھینک کر فرمایا کہ اسے پہنو۔ میں نے تعمیل کی اور چند دن حضرت کی خدمت میں رہا۔ کون دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ ہزار آدمی آپ کے دستر خوان پر کھانا نہ کھاتے ہوں جب طعام باقی نہ بچتا تو بھی کوئی آنے والا محروم نہ جاتا اس کو آپ ضرور کچھ دیکر رخصت فرماتے۔

حضرت فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ شیخ سیف الدینؒ نے اپنے پیر شیخ نجم الکبریٰؒ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے بہت شوق ملاقات فرمایا۔ اس واقعے کے بعد آپ ہجر و فراق میں تڑپنے لگے اور اپنے مواعظ میں اکثر ہجر و فراق بیان فرماتے۔ اس پر لوگ حیران تھے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک دن آپ نے سب اصحاب کو جمع کر کے فرمایا: مجھے میرے شیخ نے اپنے پاس بلایا ہے اور میں جا رہا ہوں یہ کہہ کر آپ ممبر سے نیچے اترے اور گھر چلے گئے۔ وصال کی رات آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور مشعل جلا کر ہجر و فراق کی باتیں کرتے رہے۔ رات کا تہائی حصہ گزرا ہو گا کہ ایک بزرگ صوف کا لباس زیب تن کئے اور ایک سیب ہاتھ میں لئے آئے اور وہ سیب شیخ سیف الدینؒ کو دیا۔ آپ نے اسے سونگھا اور سونگھتے ہی جاں بحق ہو گئے۔ حضرت فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں۔

در کوئے تو عاشقاں چناں دہند جاں کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

(اے محبوب تیرے کوچے میں عاشق اس طرح جان دیتے ہیں کہ ملک الموت کی بھی وہاں رسائی نہیں ہوتی) آپ بڑے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل رباعیاں آپ کی ہیں۔

ہر شب مثال پاسبان کوئے می گردم گرد آستان کویت
باشد کہ بر آید اے صنم روز حساب نام ز جریدہ سگان کویت

(ہر شب میں چوکیدار کی طرح تیرے کوچہ میں پھرتا رہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اے محبوب قیامت کے دن تیرے کتوں کی فہرست میں میرا نام نکل آئے)

ہر چند گہے ز عشق بیگانہ شوم با عافیت آشنا و ہم خانہ شوم
ناگاہ پری روئے من بر گذرد برگردم ازاں حدیث و دیوانہ شوم

(جب کبھی میں عشق سے بیگانہ ہوتا ہوں تو ذرا آرام اور عافیت محسوس کرتا ہوں لیکن جونہی پری چہرہ محبوب کا گذر ہوتا ہے تو دیکھتے ہی دیوانہ ہو جاتا ہوں)

ایک دن کسی درویش کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ لوگوں نے عرض کی اے شیخ! آپ اس کو تلقین فرمائیں۔ تب آپ [illegible] کے پاس آئے اور یہ رباعی پڑھی۔

marfat.com

گر من گنہ جملہ جہاں کرد ستم　　لطف تو امید است کہ گیرد دستم
گفتی کہ بوقت عجز دست گیرم　　عاجز تر ازیں مخواہ کہ اکنوں ہستم

بحوالہ مراۃ الاسرار آپ کا وصال منکو خان بن تولی چنگیز خان کے عہد میں ۶۵۸ ہجری (۱۲۶۰ عیسوی) میں ہوا۔ مدفن مبارک بخارا میں ہے۔ منکو خان کی والدہ نے ایک ہزار دینار دے کر آپ کی قبر پر خانقاہ تعمیر کرائی اور چند گاؤں خرید کر مزار کے لئے وقف کر دیئے۔

شیخ العالم عین الزماں جمال الدین گیلی ؒ

بحوالہ "نفحات الانس" آپ بھی حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے خلیفہ تھے۔ بڑے عالم فاضل تھے۔ شروع میں جب آپ نے ارادہ کیا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں کتب خانہ میں آئے اور علوم عقلی و نقلی کے لطائف میں سے مجموعہ انتخاب کیا جو سفر میں ان کا غم خوار رہے۔ جب خوارزم کے پاس پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ رات کو خواب میں شیخ ان سے کہتے ہیں کہ اے گیلی! اپنی گٹھڑی پھینک کر آؤ جب جاگے تو سوچنے لگے کہ گٹھڑی کیا ہے؟ میرے پاس تو دنیا میں کچھ نہیں اس کے جمع کی مجھے فکر نہیں ہے دوسری اور تیسری رات بھی اسی طرح خواب میں دیکھا۔ آخر شیخ سے پوچھا کہ حضرت وہ گٹھڑی کیا ہے؟ فرمایا وہ مجموعہ جو تم نے جمع کیا ہے۔ پھر جب جاگے تو اس کو دریائے جیحوں میں پھینک دیا۔ جب شیخ کے حضور میں پہنچے تو فرمایا اگر تم اس مجموعہ کو نہ پھینکتے تو تم کو کچھ فائدہ نہ ہوتا پھر ان کو خرقہ پہنا دیا اور چلہ میں بٹھایا۔ چلے پورے ہونے کے بعد عین الزمان گیلی لقب رکھا۔

شیخ جمال الدینؒ قزوین میں رہتے تھے وہاں کے سادات میں سے ایک سید کا شیراز جانے کا ارادہ ہوا۔ شیخ سے التماس کی کہ شیراز کے بادشاہ کی طرف جو آپ کا بڑا معتقد ہے سفارش لکھ دیں۔ شیخ نے ایک ٹکڑا کاغذ کا منگوایا اور اس پر لکھ دیا "عسل و رازیانہ" (دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ "عسل ورا زیانہ" یعنی شہد نقصان نہیں دیتا) اس کو یہ پرچہ دے دیا۔ جب وہ سید شیراز میں گئے اور بادشاہ کی ملاقات کا ارادہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ ان کے شکم میں درد ہے اور حمام میں گئے ہیں۔ وہ سید حمام پر پہنچا دیکھا کہ بادشاہ حمام میں بیٹھے ہیں اور درد شکم سے بڑے پریشان ہیں۔ سید نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ عرض کی قزوین سے۔ بادشاہ نے حضرت شیخ کا حال پوچھا۔ سید نے وہ پرچہ بادشاہ کو دے دیا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا عسل ورا زیانہ (شہد اور رازیانہ) بادشاہ نے کہا کہ شیخ نے اپنے نور فراست اور کرامت سے میرا علاج لکھ دیا ہے حکم دیا کہ یہ دوا جلد لاؤ چنانچہ شہد اور رازیانہ لایا گیا۔ بادشاہ نے جب کھایا تو اسی وقت اس کو آرام آگیا۔ اس سید کی بڑی خاطر و خدمت کی۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔

حضرت بابا کمال جندیؒ

"مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے اکمل خلفاء میں سے تھے۔ آپ بڑے قوی الحال اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ آپ کے کمالات کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شیخ شمس الدین تبریزیؒ جیسے شاہباز نے آپ سے تربیت حاصل کی۔ صاحب "نفحات الانس" فرماتے ہیں کہ جب بابا کمال جندیؒ حضرت شیخ نجم الکبریٰؒ سے تربیت حاصل کر چکے تو شیخ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا

marfat.com

کر کے فرمایا کہ ترکستان جاؤ وہاں مولانا شمس الدین مفتی کا ایک لڑکا ہے ان کو بھی سب لوگ مولانا کہتے ہیں۔ میرا خرقہ ان تک پہنچادو اور اس کی تربیت میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔ جب بابا کمالؒ قصبہء جند سے ترکستان پہنچے تو وہاں کچھ بچوں کو دیکھا جو کھیل رہے تھے اور مولانا احمد بھی جو ابھی بچے تھے ان کے ساتھ تھے لیکن کھیل نہیں رہے تھے بلکہ ان کے کپڑوں کی نگہبانی کر رہے تھے۔ جب انہوں نے بابا کمال کو دیکھا تو اٹھ کر استقبال کیا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ میں کب تک دوسرے کے کپڑوں کی نگہبانی کروں گا۔ آپ ان کی نگہبانی کریں۔ بابا کمالؒ نے ان کو دیکھا اور کنارہ کشی کرتے ہوئے مفتی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ مفتی صاحب نے کہا میرا یہ لڑکا مجذوب ہے شاید آپ کی خدمت میں رہ کر شائستہ ہو جائے۔ بابا نے فرمایا ہم اپنے شیخ کے حکم سے مولانا احمد کے پاس آئے ہیں۔ پس بابا کمال کی صحبت میں رہ کر قلیل عرصے میں انہوں نے تربیت حاصل کرلی اور مرتبہ کمال کو پہنچ گئے۔ اس سے بابا کمالؒ کی بڑی شہرت ہوگئی اور بے شمار طالبان حق جمع ہو کر تربیت پانے لگے۔ ان میں سے ایک خواجہ بہاء الدین کبریؒ ہیں جنہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو جن کا نام مولانا محمد دانش مند تھا ان کے حوالہ کردیا اور شیخ بہاء الدین نے اپنے بیٹے ابوالفتح کو دانشمند مولانا کے حوالہ کردیا۔ یہ وہی ابوالفتحؒ ہیں جن کی طرف سے خواجہ ابوالوفا خوارزمیؒ کو خرقہ ملا تھا۔ شیخ ابوالوفا کو مشائخ اہل توحید و مواجید سے بڑی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ آپ بھی چھٹی صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) کے اکمل درویشوں میں سے ہیں۔

شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایہؒ

"مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ کی ولادت سلطان علاء الدین تکش بن الپ ارسلان از سلاطین خوارزم شاہیہ کے زمانے میں ۵۷۳ ہجری (۱۱۷۸ عیسوی) میں ہوئی۔ بقول صاحب "نفحات الانس" آپ شیخ نجم الدین کبریؒ کے مریدوں اور خلفاء میں سے تھے۔ شیخ نے ان کی تربیت کیلئے انہیں شیخ مجد الدینؒ کے حوالے کردیا تھا۔ "مرصاد العباد" اور تفسیر "بحرالحقائق" کے آپ ہی مصنف ہیں۔ آپ کو کشف حقائق اور شرح دقائق میں پوری قوت و قدرت تھی۔ چنگیز خان کی لڑائی کے موقع پر خوارزم سے روم میں چلے گئے۔ وہاں شیخ صدر الدینؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ سے ملاقات کا اتفاق ہوا تھا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک مجلس میں سب جمع تھے۔ شام کی نماز کھڑی تھی آپ سے امامت کی درخواست کی گئی۔ آپ نے دونوں رکعتوں میں سورت۔ **قل یا ایھا الکافرون**۔ پڑھی۔ جب نماز پڑھی جا چکی تو مولانا جلال الدین رومیؒ نے شیخ صدر الدین باخرزیؒ سے خوش طبعی کے طور پر کہا کہ ظاہرا" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے ایک بار یہ سورت تمہارے لئے پڑھی ہے اور ایک بار ہمارے لئے۔

آپ کی وفات ۶۵۴ ہجری (۱۲۵۶ عیسوی) میں ہوئی۔ مزار شریف "شونیزیہ محلہ" بغداد میں حضرت شیخ سری سقطیؒ اور حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے مزارات پر انوار کے باہر واقع ہے۔ آپ کی رباعیات میں یہ رباعی بڑی مشہور ہے۔

شمع ار چہ چو من داغ جدائی دارد ۔۔۔ با گریہ و سوز آشنائی دارد
سر رشتہء شمع بہ کہ سر رشتہء من؟ ۔۔۔ کاں رشتہ سرے بروشنائی دارد

شیخ بہاء الدین ولدؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ کا اسم مبارک محمد بن حسین بن احمد خطی البلخی

marfat.com

الکبریٰ تھا۔ آپ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد سے تھے۔ تمام علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ صاحب "لطائف اشرفی" کے قول کے مطابق آپ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ آپ کی والدہ علاء الدین محمد خوارزم شاہ کی بیٹی تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بادشاہ کو فرمایا کہ اپنی لڑکی حسین خطی کے نکاح میں دے دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور شادی کے نو ماہ بعد حضرت بہاء الدین ولدؒ پیدا ہوئے۔ جب آپ دو سال کے ہوئے تو آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علوم دینی اور معارف یقین میں مشغول ہوگئے۔ آپ کا کمال اس حد تک پہنچا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلطان العلماء کا لقب عطا فرمایا اور آپ مرجع خلائق بن گئے۔ علماء کی ایک جماعت مثل امام فخرالدین رازی وغیرہ نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شیخ بہاء الدین ولدؒ آپ سے بغاوت کے منصوبے بنا رہا ہے لہٰذا آپ کو ناچار بلخ چھوڑنا پڑا۔ اس وقت آپ کے بیٹے مولانا جلال الدین رومیؒ صغیر سن تھے وہاں سے روانہ ہو کر آپ نیشاپور گئے اور حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ سے ملاقات کی اس کے بعد بغداد ہوتے ہوئے مکہ معظمہ کا عزم کیا جب آپ بغداد پہنچے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: **من اللہ والی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ** یعنی خدا سے آ رہے ہیں، خدا کی طرف جا رہے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈر ہے نہ خوف۔ جب شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ بات کہنے والا بہاء الدین ولدؒ کے بغیر کوئی نہیں ہوسکتا۔ پس آپ مولانا بہاء الدین ولدؒ کے استقبال کو نکلے جب قریب پہنچے تو اونٹ سے اتر کر مولانا کے زانو کو بوسہ دیا اور اپنی خانقاہ میں لے جانے کی استدعا کی۔ مولانا نے فرمایا مدرسہ کے قریب میں قیام بہتر رہے گا۔ لہٰذا آپ نے مدرستہ **المستنصریہ** میں قیام فرمایا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اپنے ہاتھ سے ان کا موزہ نکالا۔ تیسرے دن آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے وہاں سے فارغ ہو کر ولایت روم کا عزم کیا۔ آپ چار سال آذر بائی جان میں رہے اور سات سال لارند میں قیام فرمایا۔ آپ نے وہاں مولانا رومؒ کی اٹھارہ سال کی عمر میں شادی کر دی اور ۶۲۳ ہجری (۱۲۲۶ عیسوی) میں سلطان ولد پیدا ہوئے۔ جب سلطان ولد بڑے ہوئے تو لوگ ان کو مولانا رومؒ کا بھائی سمجھتے تھے اس کے بعد بادشاہ وقت آپ کو لارند سے قونیہ لے آئے جہاں مولانا بہاء الدین ولدؒ کا انتقال جمعہ کے دن بتاریخ اٹھارہ ماہ ربیع الاخر ۶۱۸ ہجری (مطابق ۱۱ جون ۱۲۲۱ عیسوی) میں ہوگیا۔

شیخ بدر الدین سمرقندیؒ

بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ کا مشائخ محققین میں شمار ہوتا ہے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ سلسلہء کبرویہ فردوسیہ میں سے آپ پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان میں وارد ہوئے اور آپ کی بدولت اس سلسلہء عالیہ نے بہت شہرت حاصل کی۔ صاحب "اخبار الاخیار" لکھتے ہیں کہ آپ حضرت شیخ مجم الدین کبریٰؒ کے مرید تھے لیکن کتاب "مناقب الاصفیا" جس میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ سے لیکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام فردوسی مشائخ کے حالات درج ہیں اس کتاب میں ہے کہ آپ نے تربیت اور خلافت شیخ سیف الدین باخرزیؒ سے (جو حضرت نجم الکبریٰؒ کے اعظم

marfat.com

خلفاء میں سے تھے) حاصل کی تھی۔ شیخ بدر الدین سمرقندیؒ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے عہد میں دہلی تشریف لائے اور سلوک میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ سماع میں آپ کو بہت غلو تھا اور حالت سماع میں جس شخص کی طرف متوجہ ہوتے اس پر بھی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ بڑے قوی الحال تھے اور مریدین کی تربیت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ "سیر الاولیاء" میں لکھا ہے کہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی دہلویؒ کے ساتھ آپ سماع سنتے تھے۔ بہت خوبصورت و نیک سیرت تھے۔ وفات دہلی میں ہوئی اور سنگوار کے مقام پر دفن ہوئے۔ وفات کے تیسرے دن مجلس سماع ہوئی۔ سلطان المشائخ بھی موجود تھے لیکن مجلس سے دور دوسرے احاطے میں بیٹھے تھے۔ جب سماع گرم ہوا اور صوفی اٹھ کر وجد کرنے لگے تو آپ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ مجلس سے دور ہیں بیٹھے رہیں لیکن سلطان المشائخ نے فرمایا: "موافقت شرط ہے" تاریخ ولادت اور وصال نہیں مل سکی مگر مندرجہ بالا حالات کے پیش نظر کہ آپ حضرت خواجہ بختیار کاکی چشتیؒ کے زمانہ مسعود میں دہلی تشریف لائے تو حضرت بختیار کاکیؒ علیہ رحمتہ کا مستقل قیام دہلی میں (بحوالہ "دہلی کے بائیس خواجہ") ۵۹۰ ہجری تا نومبر ۶۲۲ ہجری یعنی ۱۱۹۴ عیسوی تا ۱۲۲۵ عیسوی ہے۔ گویا اس لحاظ سے آپ چھٹی صدی ہجری آخر یعنی بارھویں صدی عیسوی کے شروع میں ہی دہلی تشریف لائے ہوں گے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب دہلوی (وصال ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ ہجری مطابق ۴ اپریل ۱۳۲۵ عیسوی) کے عہد میں آپ کا وصال ہوا بالفاظ دیگر آپ آٹھویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی کے بزرگ ہیں اور عمر سو سال کے لگ بھگ بنتی ہے۔

شیخ مجد الدینؒ بغدادی کبروی فردوسی کے سلسلہ کے دیگر بزرگ

خواجہ شیخ فرید الدین عطارؒ

بحوالہ "نفحات الانس" آپ شیخ مجد الدین بغدادی کبروی کے مرید ہیں۔ حضرت عطارؒ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف کے دیباچہ میں انہیں سے منسوب لکھتے ہیں کہ میں ایک دن امام مجد الدین بغدادیؒ کی خدمت میں آیا ان کو دیکھا کہ روتے ہیں میں نے کہا خیر تو ہے؟ فرمایا: اچھے سپہ سالار ہیں جو اس امت (محمدیہ) میں گزرے ہیں کہ "علماء امتی کانبیائے بنی اسرائیل" (یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل جیسے ہیں) پھر فرمایا: میں اس لئے روتا ہوں کہ میں نے کل کہا تھا: خداوندا! تیرے کام بے سبب نہیں مجھ کو اس قوم میں سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے بنا کیونکہ میں تیری قسم نہیں چاہتا۔ روتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی نسبت اویسی ہے۔ مولانا جلال الدینؒ کے کلام میں مذکور ہے کہ منصور حلاجؒ کا نور ڈیڑھ سو سال کے بعد فرید الدین عطارؒ کی روح پر چمکا اور اس کا مربی ہوا۔ خواجہ صاحب نے اگرچہ کئی بزرگوں سے فیض پایا مگر خرقۂ فقرو خلافت حضرت مجد الدینؒ سے حاصل کیا تھا۔ "مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ کے والد کا نام ابراہیم بن اسحاق عطار نیشاپوری ہے لیکن آپ کی اصل جائے ولادت قصبہ کرگین ہے جو نیشاپور کے نواح میں ہے۔ ولادت ماہ شعبان ۵۱۳ ہجری (۱۱۱۹ عیسوی) بعہد سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی میں ہوئی۔ آپ نے عہد کے تقریباً ۲۹ سال شاد باغ (بازرگان) میں اور پچھتر سال نیشاپور میں بسر کئے۔ شاعری آپ کا شیوہ

marfat.com

نہیں بلکہ آپ کے غیبی واردات ہیں۔ تذکرہ "دولت شاہی" کے مطابق آپ نے بے شمار اکابر مشائخ کی صحبت پائی اور اہل طریقت کی چار سو کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آخر حال میں مرتبہ فنا کو پہنچ کر معتکف ہوگئے۔ بچپن میں آپ پر حضرت شیخ قطب الدین حیدرؒ کی نظر قبولیت تھی آپ کے والد انہیں کے مرید تھے۔ ایام شباب میں حضرت عطارؒ نے حیدری نامہ منظوم لکھا۔ ابتدائے حال میں توبہ کا سبب یہ تھا کہ والد کی وفات کے بعد دکان پر بیٹھے تھے کہ ایک درویش نے آکر شیا "للہ شیا" للہ کہا لیکن آپ متوجہ نہ ہوئے۔ درویش نے کہا اے خواجہ! تم کیسے مرو گے؟ آپ نے کہا جیسے تم مرو گے۔ درویش نے کہا کیا تم میری طرح مر سکتے ہو؟ آپ نے کہا: ہاں! درویش کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا سر پر رکھ کر کہا "اللہ" اور جان دے دی۔ یہ دیکھ کر حضرت خواجہ عطارؒ کا حال دگرگوں ہوگیا۔ دکان کو لٹا کر شیخ العارف رکن الدین اکافؒ کی خانقاہ میں گئے اور توبہ کر کے ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوگئے۔ چند سال کے بعد آپ بیت اللہ کی زیارت کو گئے جہاں بہت سے مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ ستره سال اہل اللہ کے حالات جمع کرتے رہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ حضرت خواجہ عطارؒ کے نیازمندوں میں سے ہیں۔ بلخ سے نیشاپور جاتے ہوئے آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خواجہ عطارؒ نے اپنی کتاب "اسرار نامہ" انہیں عطا فرمائی چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

گرد عطار گشت مولانا از دست تمت بودش نوش

دوسرے مقام پر مولانا لکھتے ہیں:۔

عطار روح بود و سنائی دو چشم او ما از پے سنائی و عطار آمدیم

آپ کی بہت گرانقدر تصنیفات ہیں۔ مثنوی کے علاوہ چالیس ہزار اشعار کہے ان میں سے بارہ ہزار رباعیات ہیں۔ مشائخ کے اقوال و سیرت پر آپ کی کتاب "تذکرۃ اولیاء" اولین ماخذ میں شمار ہوتی ہے۔ اخوان الصفاء' اسرار نامہ' مصیبت نامہ' اشتر نامہ' وصیت نامہ' مختار نامہ' جواہر لذت' منطق الطیر' بلبل نامہ' وصل نامہ' پسر نامہ' نحل نامہ' حیدر نامہ' پند نامہ اور ان کے علاوہ چالیس اور رسالے آپ سے منسوب ہیں۔ قصیدے کے دو تین شعر اور ان کی جو شرح کی گئی ہے درج ذیل ہے۔

اے روئے در کشیدہ بہ بازار آمدہ خلقے بایں طلسم گرفتار آمدہ

(محبوب حقیقی اپنے چہرے کو یعنی نور ذات کو تعینات کے پردے میں چھپا کر بازار ظہور میں آئے اور خلقت کثرت تعینات مختلفہ اور آثار متباینہ (مختلف صورتوں) کی وجہ سے محبوب حقیقی سے بعد' ہجر اور غفلت میں گرفتار ہوگئی ہے اور چونکہ پرتو جمال حق صور (جمع صورت) مختلفہ میں سرائیت کئے ہوئے ہے اس لئے خلق بلائے عشق میں گرفتار ہوگئی۔ بعض عشق مجازی بعض عشق حقیقی میں)

تو معنی و بیرون تو اسم است توئی گنج و ہمہ عالم طلسم است

(تو ہی معنی ہے اور تیرا خارج (بیرون) تیرا اسم ہے۔ تو خزانہ ہے اور سارا جہاں طلسم ہے)

صورت کے عاشق یعنی عشاق مجازی' معشوق حقیقی سے دور جا پڑے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ کس کے عاشق ہیں اور ان کا دلربا کون ہے)

میل خلق جملہ عالم تا ابد گر شناسند وگرنہ سوئے تست

(تمام خلقت کی محبت کا مرجع ابد تک تو وہی ہے خواہ وہ تجھے پہچانیں یا نہ پہچانیں ان کی توجہ کا

marfat.com

مرکز تو ہے)

کلام : مولانا فریدی کے مطابق صوفیانہ شاعری کے چار ارکان ہیں جو سنائی، اوحدی، مولانا روم اور خواجہ فرید الدین عطارؒ مانے گئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے تصوف کے جو خیالات ادا کئے ہیں وہ حکیم سنائی سے زیادہ دقیق نہیں لیکن زبان کی صفائی قابل دید و ستائش ہے۔ ہر قسم کے خیالات اس بے تکلفی اور سادگی سے ادا کرتے ہیں کہ نثر میں بھی اس سے زیادہ واضح نہیں ہوسکتے۔ ساتھ ہی بلند درجہ قوت تخیل ہے۔ بعض پامال مضامین کو اچھوتے اور نئے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً"

ع۔ معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد۔

کاملے گفت است اے باید بے عقل و حکمت تا شود گویا کے

باز باید عقل بے حد و قیاس تا شود خاموش یک حکمت شناس

نیز شد از دوست ہر دو کون و لیک سوئے او راہ زہرۂ اشارت نیست

روزہ حفظ دل ست از خطرات پس بود با مشاہدہ افطار

حج چہ باشد ز خود سفر کردن بہ کجا؟ جانب بدارت کار

وحی چہ بود؟ ہر آنچہ در دل تو سر زند از نتائج اسرار

بیگانہ شدم ز ہر دو عالم وانگہ کہ آشنائے من کیست

وصل تو گنجے است ہم پنہاں ز خود ہر کہ گویا یافتم دیوانہ است

شہادت : جن دنوں چنگیز خان دنیا کو زیر و زبر کر رہا تھا خواجہ صاحبؒ نیشا پور میں تھے۔ جب چنگیز خان کا داماد تناچار نوریاں قتل ہوگیا تو اس نے قتل عام کا حکم دے دیا۔ یہ واقعہ ۶۲۷ ہجری (۱۲۳۰ عیسوی) کا ہے۔ قتل عام کے سلسلہ میں ایک مغل نے ان کو پکڑ کر قتل کر دینا چاہا۔ برابر سے ایک مغل بولا ہزار روپے میں اسے میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔ خواجہ صاحبؒ نے مغل سے کہا اتنی قیمت پر کبھی نہ بیچنا میرے دام بہت زیادہ ہیں۔ ایک اور مغل آنکلا اس نے کہا اس غلام کو میرے ہاتھ ایک توبرہ گھاس کے عوض فروخت کردو۔ خواجہ صاحبؒ نے کہا ضرور بیچ ڈالو میری قیمت اس سے کہیں کم ہے۔ خواجہ صاحبؒ کی بات پر جھنجلا کر اس نے آپ کو شہید کر ڈالا لیکن جب اسے آپ کی عظمت کا حال معلوم ہوا تو توبہ کرکے بعد ازاں ان کے مزار پر مجاور ہوگیا اور مرتے دم تک جدا نہ ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار نیشا پور سے باہر محلہ شاد باغ میں ہے جسے شہر بازرگان بھی کہتے ہیں۔ آپ کی عمر ایک سو چودہ سال تھی۔ (اس لحاظ سے آپ کی ولادت بحساب ہجری ۵۱۳ اور بحساب عیسوی ۱۱۱۶ بنتی ہے)

آپ کی شہادت کے بعد قاضی یحیٰؒ بن ساعد (جو نیشا پور کے بزرگ تھے) کے بیٹے نے وفات پائی۔ لوگوں نے مصلحتاً" اس لڑکے کو حضرت شیخ کے پاؤں کی طرف دفن کردیا لیکن قاضی یحیٰؒ کو گوارا نہ ہوا کہ ان کا بیٹا آپ کے قدموں کی طرف دفن ہو اس لئے اسے دوسری جگہ دفن کر دیا۔ اس رات قاضی صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ شیخ عطارؒ کے روضۂ مقدس پر تمام ابرار و اخیار اقطاب اور رجال اللہ جمع ہیں اور روضہ پر انوار و برکات کی بارش ہو رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں مشعلیں روشن ہیں۔ تمام اکابر نہایت ادب سے شیخ کے مزار کے سامنے مراقب ہیں۔ قاضیؒ یہ منظر دیکھ

marfat.com

کر بڑا شرمندہ ہوا اور اولیاء کی مجالس میں شامل ہوئے بغیر واپس آ گیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ زار و قطار رو رہا ہے۔ اس نے کہا اے باپ تم نے غلطی کی کہ مجھے رجال اللہ کی برکت سے محروم کر دیا۔ میری بہشت بزرگوں کے قدم ہیں۔ جلدی کرو مجھے شیخ عطارؒ کے قدموں میں رکھو۔ صبح ہوتے ہی قاضی شیخ عطارؒ کے رشتہ داروں کے پاس گئے اور ان کی اجازت طلب کر کے بیٹے کو دوبارہ شیخ کے قدموں کی طرف دفن کر دیا۔ خود تائب ہو کر شیخ کے مریدوں اور معتقدوں میں شامل ہو گیا اور آپکے مزار پر ایک عالی شان عمارت تعمیر کرائی۔ کچھ عرصہ بعد میر علی شیر نے سلطان حسین مرزا کے عہد حکومت میں ایک نہایت اعلیٰ اور بلند روضہ آپ کے مزار پر تعمیر کرایا جو آج تک موجود ہے اور لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔

رضی الدین علی لالہ غزنویؒ

صاحب "نفحات الانس" کے مطابق آپ حکیم سنائی کے خاندان سے تھے یعنی آپ کے والد ابن سعید حکیم سعید کے چچا زاد بھائی تھے۔ حج بیت اللہ کے ارادے سے خراسان گئے اور شیخ ابو یعقوب ہمدانیؒ کی خدمت میں پہنچ کر تربیت حاصل کی۔ انہی دنوں شیخ نجم الدین کبریٰؒ طلب حدیث میں ہمدان گئے۔ ہمدان سے ایک کوس دور ایک قصبہ تھا جس میں شیخ علی لالاؒ رہتے تھے۔ شیخ نجم الکبریٰؒ اس قصبہ میں اترے۔ اتفاقاً اسی رات شیخ علی لالاؒ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان تک ایک سیڑھی لگی ہوئی ہے۔ سیڑھی پر ایک بزرگ کھڑے ہیں اور لوگ ایک ایک کر کے ان کے پاس جاتے ہیں اور وہ بزرگ ان کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر ایک بزرگ کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جو ان کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ شیخ علی لالاؒ بھی اسی طرح ہاتھ پکڑ کر آسمان پر پہنچ گئے۔ جب انہوں نے یہ واقعہ اپنے والد سے بیان کیا تو انہوں نے پوچھا کیا تم اس بزرگ کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں پہچانتا ہوں اور ان کا نام بھی جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا انہیں کو طلب کر کیونکہ چابی ان کے ہاتھ میں ہے۔ پس علی لالہؒ ان کی طلب میں مشغول ہو گئے اور کئی سال ادھر ادھر پھرتے رہے لیکن ان کا کوئی پتہ نہ چلا حتیٰ کہ ایک دفعہ شیخ نجم الکبریٰؒ خوارزم تشریف لائے اور طریقت کی تبلیغ کرنے لگے۔ اس وقت شیخ علی لالاؒ ترکستان میں خواجہ احمد یسویؒ کی خانقاہ میں مقیم تھے۔ ایک دن ایک شخص خوارزم سے آیا۔ شیخ احمد یسویؒ نے اس سے دریافت کیا کہ خوارزم میں کوئی درویش رہتے ہیں اور وہاں کے لوگ کیا کرتے ہیں؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ آجکل وہاں ایک جوان آئے ہوئے ہیں جو ہدایت خلق میں مشغول ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا شیخ نجم الکبریٰؒ جب شیخ علی لالاؒ نے اپنی خلوت گاہ سے یہ نام سنا تو باہر آئے اور سفر کی تیاری کرنے لگے۔ شیخ احمد یسویؒ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ سردی کا موسم گزر جانے دو۔ انہوں نے کہا مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ پس وہ وہاں سے شیخ نجم الکبریٰؒ کی خدمت میں پہنچے اور سلوک میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ شیخ مجد الدینؒ بغدادی کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہو گئے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانیؒ کا سلسلہ دو واسطوں سے ان تک جا پہنچتا ہے۔ ان کے بعد شیخ مجد الدین بغدادیؒ سے مل کر شیخ نجم الدین کبریٰؒ تک جا پہنچتا ہے۔ شیخ علی لالاؒ اگرچہ شیخ مجد الدینؒ کے مرید تھے لیکن سلوک میں ان سے اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے پہلے داخل ہوئے تھے۔ آپ ابھی ظاہری علوم حاصل کر رہے تھے کہ بہت سے مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ آپ نے ایک سو چوبیس

marfat.com

کامل مشائخ سے خرقہ حاصل کیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد ایک سو سولہ خرقے موجود تھے۔ آپ نے ہندوستان کا سفر بھی اختیار کیا تھا اور حاجی رتن بابا صحابی کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔

ابو الرضاء حاجی رتن بابا ہندی : حضرت ابو الرضاء المعروف حاجی رتن بابا ہندی رضی اللہ عنہ' شہر بھٹنڈا ریاست پٹیالہ میں رہتے تھے۔ آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور ہندوستان سے عرب جا کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ راقم الحروف کے مرشد کامل حضرت سید ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ اپنی تصنیف "جمال رسول" کے باب "مبشرات" میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایک بزرگ بابا رتن تھے جو خود حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور حضور علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے چھ کھجوریں ان کو کھلائیں اور ان کے طویل العمر ہونے کی دعا فرمائی اور ایک اپنا پیراہن مبارک بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت حاجی بابا رتن رضی اللہ عنہ کی عمر چھ سو بتیس سال کی ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بھٹنڈہ سٹیشن کے قریب ریاست پٹیالہ میں ہے۔ میر سید اشرف جہانگیرؒ "لطائف اشرفی" میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ فقیر حضرت ابو الرضا رتن ہندیؒ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے بہت لطف و کرم فرمایا اور خرقہء خلافت عطا فرمایا جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے عمر دراز عطا فرمائی۔ آپ نے ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بھٹنڈہ میں آج تک زیارت گاہ خلق ہے۔ بعض کے نزدیک ابو الرضا رتن ہندیؒ سے مراد گورکھ ناتھ جوگی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ علی لالہؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو الرضا رتن بابا ہندیؒ کے صحبت یافتہ تھے۔ صاحب "نفحات الانس" فرماتے ہیں کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ کبروی فردوسی نے وہ کنگھی خرقہ میں لپیٹ کر ایک کاغذ پر لکھ دیا تھا کہ یہ کنگھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھیوں میں سے ہے۔ جو اس فقیر کو ابو رضا رتن ہندی رضی اللہ عنہ سے ایک واسطے سے ملی ہے گویا یہ امانت تھی جو انہیں ملی۔ شیخ رضی الدین علی لالہؒ جمیع کمالات انسانی سے آراستہ تھے اور بڑے بلند ہمت' صاحب تصرف اور عارف کامل تھے۔ یہ اشعار ان کے ہیں۔

ہم جان بہ ہزار دل گرفتار تو است ہم دل بہ ہزار جان خریدار تو است
اندر طلبت نہ خواب آید نہ قرار ہر کس کہ در آرزوئے دیدار تو است

(میری جان ہزار دل کے ساتھ تیری گرفتار ہے اور میرا دل ہزار جان کے ساتھ تیرا خریدار ہے۔
جو شخص کہ تیرے دیدار کا طلب گار ہے نہ اسے نیند ہے نہ قرار)

شہادت : بنی عباس کے آخری خلیفہ معتصم باللہ کے عہد میں ہلاکو خان کے ہاتھوں دس صفر ۶۵۶ ہجری (مطابق ۱۶ فروری ۱۲۵۸ عیسوی) آپ اور آپ کے چار بیٹے دیگر رشتہ دار اور ایک ہزار آٹھ سو مسلمان شہید ہوئے۔ نفحات کے مطابق حضرت شیخ کا وصال ۲ ربیع الاول ۶۴۲ ہجری (یکم اگست ۱۲۴۴ء کو ہوا)۔

شیخ جمال الدین احمد جوزفانیؒ : آپ شیخ رضی الدین علی لالہؒ کے اکمل اصحاب میں سے تھے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ "چہل مجالس" میں فرماتے ہیں کہ شیخ احمد جوزفانی بڑے ذاکر' شاغل اور عالی

marfat.com

مرتبہ بزرگ تھے اور میں نے عالم غیب میں ان کے مقام کو شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کی طرح اور شیخ رضی الدین علی لالاؒ کے مقام کو سلطان بایزید بسطامیؒ کی طرح پایا۔ صاحب "نفحات الانس" لکھتے ہیں کہ شیخ علی لالاؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمارے احمد جوزفانیؒ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو کچھ لوگ حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ سے حاصل کرتے ہیں وہ اس سے حاصل کرتا ہے۔ ایک دن شیخ سعد الدین حمویؒ جوزفان گئے اور کسی کو شیخ احمدؒ کے پاس بھیجا۔ شیخ احمد بڑے متوکل تھے نہ آئے۔ انہوں نے دوبارہ آدمی بھیجا کہ آپ کو آنا چاہئے کیونکہ مجھے اشارہ ہوا ہے کہ جس طرح تمہارے لئے شیخ علی لالاؒ نے اجازت نامہ لکھا ہے میں بھی لکھ دوں۔ شیخ احمد نے جواب کہلا بھیجا کہ میں حق تعالیٰ کی پرستش اجازت کے ذریعے نہیں کروں گا۔

ایک دن شیخ احمدؒ نے دیکھا کہ ان کے ایک مرید مراقبہ کر رہے ہیں۔ جوتا اتار کر اس کی گردن پر مارے۔ مرید نے عرض کی میں تو مراقبہ کر رہا ہوں اور حضرت شیخ مجھ سے ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مراقبہ اسے روا ہے جس نے ایک ہفتہ بھر کچھ نہ کھایا ہو اور جب پاؤں کی آہٹ سنے تو اس کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ (شخص) میرے لئے کھانا لا رہا ہے۔ آپ کا وصال ربیع الاخر ۶۶۹ ہجری (دسمبر ۱۲۷۰ عیسوی) میں ہوا۔

شیخ نور الدین عبدالرحمٰن اسفرائینی : آپ شیخ احمد جوزفانیؒ کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے۔ ارشاد طالبان اور تربیت مریدان اور ان کے حالات کے کشف میں شان عظیم رکھتے تھے۔ بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ کی ولادت ماہ شوال ۶۳۹ ہجری (اپریل ۱۲۴۱ عیسوی) میں ہوئی۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے پوچھا کہ اس زمانے میں کون اولیاء باقی ہیں۔ میں نے کہا شیخ ابن مجیلؒ یمن میں، تستر میں شیخ شمس الدین ساوجیؒ اور خواجہ حاجی ہیں جو انہرو میں رہتے ہیں۔ اسی طرح میں نے چند مشائخ کے نام لئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ جب یہ اولیاء اللہ موجود ہیں تو تم نے نور الدین عبدالرحمٰنؒ سے کیوں بیعت کی ہے؟ اور ان دوسرے بزرگوں میں سے کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ میں نے جواب دیا کہ میرے دل میں ایک خواہش تھی جو ارشاد کے بغیر پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے سلوک کی طرف توجہ کی تاکہ اس طریق کو معلوم کروں اس وقت ان کے سوا دنیا میں کوئی بزرگ نہ تھا اور مجھے زیادہ معلوم نہ تھا کہ بزرگ کس طرح ہوتے ہیں تاکہ جو زیادہ بزرگ ہوتا اسی کے پاس جاتا کیونکہ اگر کسی کو لوہار سے کام ہے اور سنار کی دکان پر چلا جائے تو لوگ اس پر ہنسیں گے۔

شیخ علاء الدین سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر آخر زمانے میں شیخ نور الدین عبدالرحمٰنؒ کا وجود نہ ہوتا تو سلوک کا نام و نشان نہ رہتا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طریق کو باقی رکھنا تھا ان کے ذریعے اسے زندہ کیا۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن میں جماعت خانہ میں غائب ہو گیا۔ میں نے حضرت امام غزالیؒ کو دیکھا کہ سر زانو پر اور قلم ہاتھ میں لئے حیران بیٹھے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ امام! آپ کس فکر میں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں کیوں متفکر نہ ہوں کہ میں نے دنیا میں سیمرغ کی تمیں صفات لکھی تھیں۔ اب دیکھتا ہوں کہ یہ سب غلط ہیں میں نے ان سے کہا آپ نہیں جانتے کہ سیمرغ مظہر

marfat.com

قدس حق ہے۔ میں نے یہ واقعہ شیخ نور الدین عبدالرحمٰنؒ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا عجیب ہے۔ میں بھی ایک دفعہ موضع شغال میں تھا اس وقت مجھے حقائق و معارف میں بھی کافی درک تھا۔ میں نے عالم غیب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ مجھے فرمارہے ہیں کہ تجھے امام غزالی کی حسرت کا علم نہیں کیونکہ کوئی حسرت ان کی حسرت کے برابر نہیں ہوسکتی۔ وہ یہ کہ سلوک تمام کئے بغیر ہمارے پاس آیا ہے۔ اس کے بعد میں غیب سے باہر آیا اور میری زبان پر عقدہ واقع ہوا۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی اور اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ شیخ نور الدین عبدالرحمٰنؒ کے کمالات کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ جیسے بزرگ آپ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کا وصال ۲۴ جمادی الاول ۷۰۰ ہجری مطابق ۱۱ فروری ۱۳۰۱ عیسوی بروز ہفتہ بعہد سلطان خازان بن ارغون خان بن ابقا خان بن ہلاکو خان بمقام اسفرائن میں ہوا۔

شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانیؒ

بحوالہ ”مراۃ الاسرار“ و ”نفحات الانس“ آپ سمنان کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ماہ ذی الحج ۶۵۹ ہجری نومبر ۱۲۶۱ عیسوی میں ہلاکو خان کے عہد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام ملک شرف الدین تھا۔ ”چہل مجالس“ میں آپ لکھتے ہیں کہ میرے چچا ملک جلال الدین سمنانی بادشاہ وقت ارغون کے وزیر تھے اور میرے ماموں قاضی ضیاء الدین تمام مملکت کے قاضی اور بادشاہ کے مصاحب تھے۔ آپ خود بھی شاہ ارغون کے مقرب تھے جو چنگیز خان کے خاندان سے تھا۔ اپنی تصنیف ”عروۃ الوثقیٰ“ میں لکھتے ہیں کہ ۶۸۳ ہجری (۱۲۸۴ عیسوی) میں جبکہ میں چوبیس سال کا نوجوان تھا۔ شاہ ارغون کے لشکر میں شامل تھا اور سلطان احمد کے لشکر کے ساتھ قزوین میں پہنچا۔ چاہا کہ دشمن پر گھوڑا دوڑاؤں لیکن عین اس وقت میرے سامنے سے پردہ اٹھ گیا اور میں گھوڑے کی پیٹھ پر اسی طرح متحیر اور بے ہوش بیٹھا رہا اور دونوں لشکر جنگ سے فارغ ہو کر چلے گئے۔ میرا دل دنیاوی خواہشات سے سرد ہوگیا۔ نوکری چھوڑ دی بال بچوں کو ان کا حق دے کر اور سب مال تقسیم کرکے تحصیل علم باطنی میں مصروف ہوگیا اور سلوک کو جس طرح کہ حضرت شیخ ابو طالب مکیؒ کی کتاب ”قوت القلوب“ میں ہے اپنے اوپر لازم کرلیا۔

آپ ۶۸۷ ہجری میں شیخ نور الدین عبدالرحمٰن کبرویؒ کے مرید ہوگئے اور پھر بغداد سے حجاز آئے۔ واپسی پر ۶۸۹ ہجری (۱۲۹۰ عیسوی) میں خلافت اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ ۷۲۰ ہجری (۱۳۲۵ عیسوی) کے بعد خانقاہ سکاکیہ میں سولہ سال کے عرصے میں آپ نے ایک سو چالیس چلے کئے اس کے علاوہ باقی عمر میں ایک سو تیرہ چلے اور کئے۔ بحوالہ ”نفحات الانس“ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں مشہد طوس کی زیارت کو گیا تھا امیر نوروز خراسان سے مجھے ملنے آیا اور کہا جب تک آپ خراسان میں رہیں میں آپ کا ساتھ دینے کی خواہش رکھتا ہوں۔ چند دن اس کی مصاحبت کا اتفاق ہوا۔ ایک دن وہ دو خرگوش لیکر آیا کہ میں نے خود شکار کئے ہیں۔ انہیں تناول فرمایئے میں نے انکار کیا اور کہا کہ خرگوش حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کے مطابق حرام ہے اور جب بزرگوں میں سے ایک نے اس کو حرام جانا ہے تو اس کا نہ کھانا بہتر ہے چنانچہ وہ واپس چلا گیا۔

marfat.com

اقوال : فرمایا: کسی شخص کے لئے مرتبہء ولایت پر پہنچنا ناممکن ہے بجز اس کے کہ حق تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے اور لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھے۔ حدیث شریف "**اولیائی تحت قبائی**" (میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں) کے معنی یہی ہیں اور یہ قبا صفات بشری ہے نہ کہ پردہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی اچھی صفات کو بھی عیب کی صورت میں لوگوں کی نظروں میں ظاہر کرتا ہے اور **لا یعرفھم غیری** (میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچانتا) کے معنی یہ ہیں کہ جب تک اس کے باطن کو منور نہیں کیا جاتا اسے کوئی نہیں پہچانتا پھر بھی وہ نور پہچانا جاتا ہے نہ کہ وہ شخص۔

ایک دن ایک درویش نے شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ جب اس جسم کی مٹی کو ادراک نہیں یعنی جب مردہ جسم میں کوئی ادراک نہیں اور جب روح جسم سے نکل کر عالم ارواح میں چلی جاتی ہے تو کسی بزرگ کی قبر پر جا کر اس کی طرف متوجہ ہونے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جس جگہ بیٹھ کر ہم ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کی روح وہاں موجود ہوتی ہے (جو بدن کہ روح سے فائدہ حاصل کرتا تھا اس سے جدا ہو گیا اور عالم ارواح میں تو کوئی پردہ نہیں پھر کیا ضرورت ہے قبر پر جایا جائے) آپ نے فرمایا وہاں جانے میں بہت سے فائدے ہیں ایک تو یہ کہ جب کسی بزرگ کی زیارت کو جاتا ہے جس قدر کہ چلے گا اسی قدر اس کی توجہ زیادہ ہوگی اور جب اس کی قبر پر پہنچے گا اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا تو اس کی حس بھی اس کی طرف مشغول اور پورے طور پر متوجہ ہو جاتی ہے اور بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہرچند ارواح کو حجاب نہیں ہے اور تمام جہان یکساں ہے لیکن جس جسم کے ساتھ اسے ستر سال (یا ظاہری زندگی تک) صحبت رہی ہے اور قیامت کے دن بھی اسی جسم کے ساتھ اٹھے گا اور ابد الاباد تک اس کے ساتھ رہے گا اس جسم کے ساتھ اسے گہرا تعلق ہوتا ہے اور یہ بات اہل معانی پر محقق ہو چکی ہے--- تو چاہئے کہ ایسے بدن میں جو (وہ بزرگ) کئی سال تک اس (جسم) کے ساتھ رہے ہوں زیادہ مزہ حاصل ہو لیکن ایسا نہ چاہئے کہ قبر کی طرف دیکھنے میں مشغول رہے اور توجہ میں قصور ہو جائے (ہمہ تن صاحب مزار کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر فیض یاب ہو) آخر جس خرقہ میں اہل دل پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس کا ذوق مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ بدن تو خرقہ سے زیادہ نزدیک ہے زیارت کے بڑے فائدے ہیں جو شخص مدینہ منورہ جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس کے سفر اور رنج راہ سے باخبر ہوتی ہے اور جب وہاں جاتا ہے اور اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء پاک کو دیکھتا ہے اور پوری طرح متوجہ ہوتا ہے تو اس فائدہ کو اس فائدہ سے کیا نسبت۔ اہل مشاہدہ کو یہ مطلب ثابت ہے۔ مزید فرماتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام اس لئے آئے ہیں کہ لوگوں پر ان کے اپنے عیب اور حق تعالیٰ کا کمال ظاہر کریں۔ ان کا عجز اور حق کی قدرت ان کا ظلم اور حق کا عدل' ان کے جہل اور حق کے علم' ان کی ذات اور حق کی عزت' ان کی بندگی اور حق کی الوہیت' ان کے فقر اور حق کے غناء' ان کی تقصیر اور حق کی نعمت' ان کی ضیاء اور حق کی بقاء ان پر واضح کریں۔ اسی طرح شیخ کا بھی یہی کام ہے کہ مریدوں کی آنکھیں کھول کر مندرجہ بالا حقیقت سے آگاہ کریں۔

نیز فرمایا کہ مرشد (۱) طلب (۲) اخلاق (۳) عشق کے سوا مرید کو سب کچھ سکھا سکتا ہے اور یہ تینوں چیزیں مواہبات میں سے ہیں (یعنی قدرت کی طرف سے انسان کے اندر ودیعت کی جاتی ہیں اور

maarfat.com

کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتیں) جس کی قسمت ہوتی ہے اسے ملتی ہیں۔ فرمایا: حق تعالیٰ کسی بزرگ (ولی اللہ) کو لوگوں کا محتاج نہیں کرتا۔ حق تعالیٰ کے دوست کیوں حق کے سوا کسی دوسرے کے محتاج رہیں۔ آخر یہ دنیا تمام نعمتوں کے ساتھ اہل اللہ کے دم سے قائم ہے بلکہ تخلیق کائنات کا باعث یہی لوگ ہیں۔ فرمایا: چاہئے کہ درویش سعی کریں کہ کھانا کھانے کے وقت اچھی طرح حاضر رہیں کیونکہ اعمال کے تخم انسانی قالب کی زمین میں ایک لقمہ ہیں جب غفلت سے بیج ڈالیں گے تو ممکن نہیں کہ جمعیت خاطر حاصل ہو سکے اگرچہ لقمہ حلال ہی کیوں نہ ہو۔ فرماتے ہیں: ایک روز بغداد میں شیخ قدس سرہ' کی خدمت میں تھا۔ آپ نے فرمایا جو لوگ یہ کہتے ہیں بدایۃ الاولیاء نہایت الانبیاء۔ اس مقولہ سے یہ مطلب ہے۔ بدایۃ انبیاء نہایت اولیاء فی الشریعۃ و نہایت الاولیاء بدایۃ الانبیاء فی الطریقت۔ یعنی شریعت میں اولیاء کی ابتداء اور انبیاء کی انتہا ہوتی ہے اور طریقت میں اولیاء کی نہایت انبیاء کی ابتدا ہوتی ہے کیونکہ جب شریعت کا کمال نبی کے آخر کام میں تمام ہو چکا **الیوم اکملت لکم دینکم** (یعنی آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو پورا کردیا) اور ولی جب تک شریعت کو پورے طور پر نہ پکڑے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ پس جو کچھ کہ نبی کو احکام شرع میں انتہاء میں کام ہوتا ہے وہ ولی کو ابتداء میں پڑتا ہے اس لئے کہ جو شخص ان احکام پر چلے جو کہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئے تھے اور ان احکام کی کہ آخر عمر میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پروا نہ کرے تو ہرگز ولی نہیں ہو سکتا بلکہ اگر انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔ پس ابتدائے ولایت یہ ہے کہ تمام احکام شرع کو پورے طور پر قبول کرے اور ان کی اتباع کرے لیکن طریقت یہ ہے کہ ہرچند ولی سعی کرے اور اس کا مرتبہ عالی ہو اس کی روح کو وہ معراج جو نبی کو جسم سے ہوئی ہے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا ہونا محال ہے۔ پس جب ولایت کے انتہائی درجہ پر ولی کی روح جسم نبی سے مشابہت حاصل کرلیتی ہے تو اب طریقت میں نہایت اولیاء' بدایت انبیاء ہوئی۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام عمداً" گناہ سے معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء گناہ کی لذت سے محفوظ۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ **ان تغفر اللھم فاغفرھما وای عبدلک لا الما** (یعنی اے پروردگار بخشتے ہو تو سب کو بخشو کیونکہ تیرا کونسا بندہ ہے جو گنہگار نہ ہو) اس عاجز کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ بندہ اپنے آپ کو مجرم اور قصوروار نہ جانے۔ (نفحات الانس)

کون سا فرقہ ناجیہ ہے؟ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ اپنی کتاب "عروۃ الوثقیٰ" میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب میری امت تہتر فرقوں یا اس سے کم میں منقسم ہو جائے گی لیکن اس میں سے نجات پانے والا ایک فرقہ ہوگا باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ اب یہ حدیث صحیح ہے اور ہر فرقہ کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نجات والے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کون سا فرقہ حق پر ہے تاکہ تو طاعت اور عبادت اسی فرقے کے مطابق بجالائے۔ اور اپنے اعمال کی بنیاد اس کی تعلیمات پر رکھے کیونکہ عقل و نقل کا یہی تقاضا ہے۔ شیطان کے اس وسوسے کے بعد میں نے حق تعالیٰ کے دربار میں عرض کی تو عنایت الٰہی سے مجھے انکشاف ہوا کہ اس خیر الانبیاء علیہ السلام کی امت تفرقے کے باوجود سات گروہوں میں منقسم ہے یعنی

marfat.com

جبریہ- قدریہ- معطلہ- مشبہ- خارجی- رافضی اور اہل سنت و جماعت- پس تم اس فرقے کی متابعت کرو جو غلو (مبالغہ) اور تقصیر (کمی) سے پرہیز کرتا ہو- جب میں نے ان کے اندر غور کیا تو فرقہ جبریہ توحید کے بارے میں مبالغہ کر رہا تھا اور قدریہ اس میں تقصیر کرتا تھا- فرقہ معطلہ تنزیہ میں حد سے گزر گیا تھا اور فرقہ مشبہ حق تعالیٰ کی صفات میں بے ادب تھا- خارجی اہل بیت کے حق میں سفیہ (بے وقوف) اور بد دیانت تھا کیونکہ حق تعالیٰ نے خود اہل بیت کی مدح فرمائی ہے اور اس خاندان کے وجود کو پاک کرنے والا ہے- حق تعالیٰ نے خود اس خاندان کی محبت کا حکم دیا- **قل لا اسئلکم علیہ اجرا" الا المودة فی القربی-** (اے نبی کہہ دو میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا بجز اس کے کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو) اور رافضیوں کو دیکھا کہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے میں ان کو ایک قسم کا خبط ہے حالانکہ حق تعالیٰ نے کلام پاک کی چند آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین کو اہل بیت سے سیکھو- رافضی جہالت اور حماقت کی وجہ سے صحابہ کرام کو بھی برا کہتے ہیں حالانکہ کلام پاک میں کئی مقامات پر ان کی تعریف بھی کی گئی ہے- لیکن میں نے دیکھا کہ اہل سنت و جماعت کے چاروں آئمہ کرام دوسرے فرقوں کی نسبت بہت زیادہ متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کرتے ہیں اور میں نے ان کا ہر قول عقل و نقل کے مطابق پایا- جب میں نے ان چاروں اماموں کو قرآن و حدیث کے مطابق پایا تو ان کے اتباع کی طرف مائل ہوا لیکن جھگڑے فساد اور تعصب (مابین علمائے ظاہر) میری طبیعت گھبرا گئی---- تاوقتیکہ حق تعالیٰ نے کرم لم یزلی سے میرے دل سے پردہ اٹھالیا- میں نے عالم غیب میں بطریق کشف اہل صفا کے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے مبارک چہروں پر صالحین کے سے نشان ہیں انہوں نے کہا کہ ہم بندگان خدا ہیں اور تین شرائط یعنی سیاست و عبادت و طہارت کی پابندی صورتاً" و معناً" دل و جان سے بجا لاتے ہیں- دین محمدی اور ملت حنفی (ملت ابراہیمی) کی متابعت ہمارا وظیفہ ہے- ہمارا طریق یہ ہے کہ ہم غلو اور تقصیر سے پرہیز کرتے ہیں- کسی کلمہ گو کو ہم کافر نہیں کہتے--- ہمارے گروہ کو صوفیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ہمارے سات طبقات ہیں-

پہلا طبقہ طالبین کا ہے- دوسرا مریدین کا- تیسرا سالکین کا- چوتھا سائرین یعنی چلنے والوں کا- پانچواں طائرین یعنی اڑنے والوں کا- چھٹا واصلین کا اور ساتواں قطب ارشاد کا کہ اس کا قلب' قلب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور وہ ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے چنانچہ قطب ابدال بھی ایک ہوتا ہے اور اس کا قلب' قلب اسرافیل پر ہوتا ہے اور دنیا میں پوشیدہ رہتا ہے اور قلب ارشاد خلق کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم لدنی کا وارث ہوتا ہے اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں پوری طرح لطیفہء حقیقت پر ہوتا ہے- واصل اسے کہتے ہیں کہ لطیفہء خفی اس کا قوی اور مرکزی لطیفہ بن چکا ہو (لطیفہ روحانی مرکز کو کہتے ہیں) طائر اسے کہتے ہیں جو لطیفہء روحی پر پہنچ گیا ہو اور سائر اسے کہتے ہیں کہ جس کا لطیفہ سر قوی مرکز بن گیا ہو اور مرید اسے کہتے ہیں کہ جس کا لطیفہ نفس قوی مرکز بن چکا ہو اور طالب اسے کہتے ہیں جس کا لطیفہ قلب قوی مرکز بن چکا ہو یعنی ہر ایک عالم غیب میں دس ہزار حجاب قطع کرکے اپنے (لطیفے) تک پہنچ گیا ہو- (الحمد للہ) ظاہری دنیا میں مجھے ان صوفیاء

marfat.com

باصفا کی صحبت نصیب ہوگئی میں تفرقہء ظاہر اور تردد باطن سے آزاد ہوگیا اور مجھ پر صحبت کا طریق روشن ہوگیا اور میرا نفس طریق عبادت پر نہ کہ طریق عادت پر ثابت قدم ہوگیا۔

مزید فرماتے ہیں کہ اہل وصول اور ارباب وصول دو گروہ ہیں۔ اول اہل حدیث جن کے احکام کی بناء نصوص (یعنی قرآن و حدیث) پر ہے اور یہ حجازی ہیں (شافعی)۔ دوسرے ارباب رائے کہ جن کے احکام کی بناء بر وجہ رائے و قیاس میں یا استنباط ہے یہ عراقی ہیں (حضرت امام اعظمؒ) مزید لکھتے ہیں کہ بہتر فرقوں کے علاوہ ایک اور فرقہ ہے جسے اہل سنت و جماعت کہتے ہیں۔ وہ اصول میں اشاعرہ (یعنی ابوالحسن اشعری کے تابعین جو جماعت معتزلہ کے سخت مخالف تھے) کی مطابعت کرتے ہیں۔ مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں سے کسی ایک کے مطابق عمل کرتے ہیں اور جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ فرقہء ناجیہ (نجات پانے والا) وہ ہے جو میری اور میرے اصحاب کی روش پر ہے۔" اس طائفہ یعنی اہل سنت و جماعت کی روشن فوز و فلاح کے قریب تر ہے اور ان کو نجات سے نسبت دینا بہت مناسب ہے کیونکہ اس جماعت کے احکام کی بناء حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور متابعت پر اور اہل بیت و صحابہ کرام کی روش پر ہے جن کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اہل بیتی کمثل سفینتہ نوح" (یعنی میرے اہل بیت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہیں یعنی نجات کا ذریعہ ہیں) دوسری حدیث میں ہے کہ "**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**" (یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کسی کی متابعت کروگے ہدایت پاؤ گے) ان احادیث سے اہل بیت اور صحابہ کرام کی ہدایت و دیانت ثابت ہے۔ پس یہ گروہ یعنی اہل سنت و جماعت اعتدال یعنی صراط مستقیم پر ہیں اور افراط و تفریط سے پرہیز کرتے ہیں اور محبت حق تعالیٰ و محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت خلفاء اور آئمہ کرام سے متصف ہیں کہ عین مطابق شرع شریف ہے اور انہوں نے اپنے لوح دل کو تعصب کی میل سے پاک صاف رکھا ہے اور تنگنائے تقلید محض سے گزر کر خالص تحقیق تک پہنچ گئے ہیں۔

خدایا نفس سرکش را زبوں کن   تعصب از نہاد ما بروں کن
مرا تحقیق بنما سوئے توحید   رہائی بخش از زندان تقلید

حضرت علاء الدولہ سمنانیؒ کا وصال ماہ رجب ۷۳۶ ہجری مارچ ۱۳۳۶ عیسوی کو سلطان ابو سعید بہادر خان بن سلطان محمد خدا بندہ بن ارغون خان بن ابقا خان بن ہلاکو خان کے عہد میں ستتر سال کی عمر میں ہوا اور قطب الزمان عماد الدین عبدالوہابؒ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ سلطان ابو سعید مذکور سلطان محمد تغلق کا ہم عصر تھا۔ آپ کی تصنیفات میں عروۃ الوثقیٰ، چہل مجالس اور جواہر التفسیر بڑی بلند پایہ ہیں جو اہل تصوف کے ہاں بڑی مقبول ہیں۔

خلفائے شیخ علاء الدولہ کبرویؒ

ابوالبرکات تقی الدین علی دوسیؒ : بموجب "مراۃ الاسرار" آپ رکن الدین علاء الدولہ کبرویؒ کے اعظم خلفاء سے ہیں۔ مراۃ الاسرار میں ہے کہ آپ شیخ کے سامنے مرتب تکمیل و ارشاد کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور بلاواسطہ تقرب حق سے بہرہ ور ہوئے۔ ایک دن حضرت علاء الدولہؒ فرما رہے تھے کہ

marfat.com

سالک پر جب تجلی صوری ہوتی ہے تو اسے تجلی صوری تصور کرنا چاہئے اور حق تعالیٰ کو اس صورت سے منزہ سمجھنا چاہئے لیکن اسے حق تعالیٰ کی تجلی سمجھنا چاہئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے یہ الفاظ سنے انی انا اللہ (تحقیق میں اللہ ہوں) اب جو شخص درخت کو حق سمجھے کافر ہے اور جو شخص یہ کہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی وہ بھی کافر ہے۔ پس تجلی صوری کے متعلق یہی اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اس روز علی دوسیؒ موجود تھے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس سال مجھے علی دوسیؒ کی ایک بات پسند آئی ہے جو درویشوں کے ایمان تازہ کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہے۔ اس سال حق تعالیٰ نے اس پر ایک مرتبہ کل موجودات کی صورت میں تجلی فرمائی جس پر انہوں نے اس تجلی کو لفظی صورت کو اپنے الفاظ میں حق تعالیٰ کی تنزیہ اور حمد کے طور پر بیان کیا۔ حق تعالیٰ نے ان سے پوچھا کیا تو نے مجھے دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی "نہیں" حق تعالیٰ نے فرمایا یہ جو کچھ تم نے دیکھا کیا تھا؟ عرض کی: باری تعالیٰ یہ تیرے صفات کے آثار و افعال تھے لیکن تو اس سے منزہ اور پاک ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا۔

شیخ عبداللہ خرجستانیؒ : "مراۃ الاسرار" میں ہے کہ آپ بچپن میں ہی والد کے سایہ سے محروم ہوگئے۔ ان کی والدہ نے دوسری شادی کرلی اور شیخ عبداللہ نے درویشوں کی صحبت اختیار کرلی۔ انہیں کے ساتھ حضرت رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ کی نظر جب ان پر پڑی تو نور فراست سے ان کے قلب کی حالت دیکھ کر اپنے پاس رکھ لیا یہ دیکھ کر دوسرے درویش خفا ہوگئے اور حاکم وقت کے پاس جاکر شکایت کی۔ چونکہ حضرت شیخ کی حقانیت سب پر ظاہر تھی اس لئے ان کا واویلا سود مند ثابت نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ ان کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔ آپ کی نظر کرم سے بلند مقامات پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ تربیت باطنی کی تکمیل کے بعد خرقہ خلافت عطا فرمایا اور طوس بھیج دیا جہاں بے شمار مخلوق آپ سے فیض یاب ہوئی۔ بحوالہ "نفحات الانس" بادشاہ وقت نے ان سے التماس کی کہ اس کے ساتھ بعض لڑائی میں کہ دشمنوں سے اس کو اتفاق پڑا تھا ہمراہ رہیں۔ آپ اس کے ہمراہ گئے اور اسی لڑائی میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ آپ کے جسم مبارک کو طوس میں لے گئے آپ کا مزار وہیں ہے۔

شرف الدین محمود بن عبداللہ مضرو کانیؒ : آپ بھی حضرت علاء الدولہؒ کے کامل مرید تھے جو کمالات ظاہری و باطنی میں ممتاز تھے۔ آپ کی بلند مرتبتی کی دلیل حضرت میر سید علی بن شہاب الدین ہمدانیؒ کی ذات ستودہ صفات ہے جو حضرت شرف الدین محمودؒ کی تربیت میں نور علی نور ہوئے۔ حضرت میر ہمدانیؒ نے پہلے شیخ تقی الدین علی دوسیؒ سے تربیت باطنی حاصل کی اور ان کے بعد شیخ محمودؒ کی صحبت اختیار کی۔ میر سید اشرف جہانگیرؒ نے بھی خورد سالی میں آپ سے تربیت حاصل کی جس کا ذکر "لطائف اشرفی" میں آیا ہے۔

شاہ علی فراہی کبرویؒ : "نفحات الانس" میں ہے کہ آپ کے والد فرہ کے حاکم تھے اور بوڑھے ہوگئے تھے انہوں نے چاہا کہ حکومت چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائیں اور طاعت و عبادت میں باقی زندگی گزار دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لئے شاہ علی فراہیؒ کو بادشاہ وقت ...

marfat.com

فرمان اپنے حق میں لے لیں۔ شاہ علی کا گزر سمنان کے اطراف میں ہوا جہاں ڈاکوؤں سے لڑائی ہوگئی۔ آپ کے سب ساتھی مارے گئے۔ انہیں بھی بہت زخم آئے اور مردوں میں پڑ گئے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ کو غیبی اشارہ ہوا کہ فلاں جگہ مردے پڑے ہیں ان میں ایک زندہ باقی ہے وہ پوری قابلیت رکھتا ہے اس کو لانا چاہئے۔ آپ وہاں گئے مگر کوئی زندہ نہ پایا دوبارہ حکم ہوا پھر گئے مگر کوئی زندہ نہ پایا تیسری دفعہ پھر حکم ہوا۔ گئے اور بصد تلاش پتہ چلا کہ واقعی ایک شخص ابھی زندہ ہے اسے اٹھا کر اپنی خانقاہ پر لے آئے۔ علاج و خدمت کی وہ تندرست ہوگئے۔ شیخ علاء الدولہؒ نے فرمایا کہ اب تم تندرست ہوگئے ہو مرضی ہے خواہ بادشاہ کے پاس جاؤ یا اپنے والد کے پاس۔ شیخ علی فراہیؒ نے عرض کی کہ میری طبیعت نہیں چاہتی کہ آپ کو چھوڑ کر کہیں اور جگہ جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا دامن پکڑ کر بیعت ہو جاؤں۔ اس کے بعد آپ اپنے باپ کے پاس گئے اور اس کی اجازت سے حضرت شیخ کے مرید ہوگئے۔ شیخ نے بڑی محنت سے تربیت فرمائی اور آپ مقامات عالیہ پر پہنچے۔

نجم الدین محمد بن محمد الادکانیؒ : آپ بھی شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ کے مرید تھے۔ "نفحات الانس" میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان **علیکم با السواد الاعظم ای با القران** (یعنی بڑی جماعت کی تابعداری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تابعداری کرو) آپ نے اسی سال عمر پائی اور ۷۷۸ ہجری (۱۳۷۷ عیسوی) میں اسطرین کے علاقہ میں وفات پائی اور وہیں قلعہ میں دفن ہوئے۔

اخی محمد دہقانیؒ : آپ بھی شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ کے مرید تھے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چلے کے انتالیسویں عالم غیب میں یہ دیکھا کہ مسافروں کی ایک جماعت آئی ہے ان میں ایک ایسا جوان ہے کہ پروردگار کی اس کی طرف عنایت ہے اور اسے میرے حوالے کر دیا ہے چلے کے بعد میں نے جامع مسجد میں نماز پڑھی اور واپس اپنی خانقاہ میں آگیا۔ خادم نے کہا کہ درویشوں کی ایک جماعت آئی ہے جس میں ایک نوجوان ہے جو ان سب کی خدمت کرتا ہے۔ میں نے اسے بلوایا اور پہچان لیا الغرض اس جوان کو میں نے اپنے پاس رکھ لیا اور خدمت میں مشغول کر دیا۔ اس نے بڑی خدمت کی تین سال تک ذکر کرتا رہا اور اس پر عالی واردات کا نزول شروع ہوگیا۔ اس کے دل میں غرور پیدا ہوا میں نے وہ دور کر دیا۔ پھر اس کے بعد صمدی تجلی سے روشن ہوا وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں سالک کی سب کی طرف سے حاجت جاتی رہتی ہے (یعنی بے نیازی) اس پر پھر اس حالت سے غرور پیدا ہوگیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ نہ کھانا خدا کی صفت ہے سو مجھ کو حاصل ہوگئی ہے اس کے دل میں خدائی وسوسے آنے شروع ہوگئے اور اس نے کھانا پینا ترک کر دیا۔ میں نے اسے پیٹا اور لکڑی سے اس کے حلق میں لقمہ ڈالتا۔ شربت انڈیلتا مگر وہ باہر نکال دیتا اس طرح چھ سال گزر گئے۔ وہ خدمت برابر کرتا رہا۔ اس کی ایک سعادت تھی کہ اپنے آپ کو مجھ سے کبھی بے نیاز نہ سمجھتا تھا اگر یہ چیز اس میں نہ ہوتی تو ہلاک ہو جاتا۔ میں نے اپنے ستائیس سالہ دور تربیت میں اپنے طالبوں میں محمد دہقانی جیسا مرد نہیں دیکھا جس کو دنیا میں اپنی لذت نفس سے کچھ میلان نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ چھ سال تک وہ نہ کھانے کے مقام میں رہا جب ہم مدینہ منورہ میں پہنچے تو میں نے اسے کہا کہ دیکھ اگر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

وسلم کی امت ہے اور میرا مرید ہے تو چاہئے کہ وہ کام کرو جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور میں کرتا ہوں ورنہ اٹھ اور چلا جا کہ اس سے زیادہ میرے ساتھ تم نہیں رہ سکو گے۔ تقی الدین علی دوسیؒ (شیخ کے مرید و خلیفہ) حاضر تھے انہوں نے اس کے منہ میں لقمہ ڈالا۔ میں نے تین لقمے معین کردیئے کہ ایک دن میں کھالیا کرے اس کے بعد مکہ مکرمہ میں آئے۔ میں نے اسے کہا کہ جس طرح دوسرے درویش کھاتے ہیں تم بھی کھایا کرو چنانچہ اس نے اس بھنور سے خلاصی پائی۔

اخی علی مصریؒ : "نفحات الانس" میں ہے کہ آپ ملک شام روم میں شیخ تھے جہاں آپ کے کافی لوگ مرید ہوگئے۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ میں نے ابھی تک کوئی مرشد نہیں پایا۔ سنا ہے کہ خراسان میں ایک مرد کامل ہیں چلو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں چنانچہ وہ حضرت رکن الدین علاؤ الدولہؒ کی خدمت میں بمعہ اپنی جماعت کے آئے اور مرید ہوگئے۔ شیخ علاؤ الدولہؒ نے انہیں فرمایا کہ تمہارے مریدوں کا عقیدہ پہلے تمہارے ساتھ ہے تمہارا وسیلہ انہیں نفع دے گا کیونکہ میرے نزدیک شیخ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہرچند کہ خرقے زیادہ ہوں گے راستہ زیادہ روشن اور سلوک زیادہ آسان ہوگا بخلاف اسناد حدیث کہ وہاں پر ہرچند واسطہ کم تر ہوگا۔ حدیث زیادہ ہوگی کیونکہ وہاں جبکہ خبر ہے جس قدر کہ واسطہ زیادہ ہوں گے تغیر کا احتمال زیادہ ہوگا لیکن یہاں (راہ سلوک میں) کہ خرقہ ہے جس قدر کہ مشائخ کا نور زیادہ ہوگا اسی قدر راستہ زیادہ روشن ہوگا اور ان کی مدد (استعانت) ہوگی۔

ایک دن اخی علی مصریؒ نے شیخ (علاؤ الدولہؒ) سے منصور حلاجؒ کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جن دنوں میرا حال گرم تھا میں ان کے مزار پر زیارت کو گیا۔ جب میں نے مراقبہ کیا تو ان کی روح کو علیین میں عالی مقام پر پایا۔ میں نے دعا مانگی اور رب العزت کے حضور عرض کی کہ یہ کیا بات ہے کہ فرعون نے **انا ربکم الاعلی** (یعنی میں تمہارا بڑا رب ہوں) کہا اور حسین حلاج نے **انا الحق** (یعنی میں خدا ہوں) کہا گویا دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر حسین منصور حلاجؒ کی روح تو اعلیٰ علیین میں پہنچی اور فرعون کی روح سجین میں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ میرے باطن میں یہ ندا آئی کہ فرعون خود بینی میں پڑ گیا اور اس نے صرف اپنے آپ کو دیکھا اور ہم کو گم کر دیا تھا جبکہ حسین منصور حلاجؒ نے سب کو چھوڑ کر مجھے دیکھا اور اپنے آپ کو گم کردیا۔ دیکھ تو کس قدر فرق ہے؟

خواجہ قطب الدین یحییٰ جامیؒ نیشاپوری : بحوالہ "نفحات الانس" آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ جام کے رہنے والے تھے اور پیدائش نیشاپور میں ہوئی۔ علوم ظاہری اور احوال باطنی سے موصوف و معروف تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہؒ، شیخ صفی الدین اردبیلیؒ، شیخ صدر الدین اردبیلیؒ، شیخ شرف الدین درگزینیؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ سات دفعہ حج کئے۔ ایک دن جنگل میں اپنے ریوڑ کے پیچھے تھے کہ وہاں ان کو بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ پختہ ہوگیا وہیں سے روانہ ہوگئے اور یہ رقعہ اپنے اصحاب کو لکھا کہ کل مجھے ایک جماعت کے ساتھ جنگل کیلئے باہر سیر جانے کا اتفاق ہوا۔

با دوست بوستان شدی رہگذری بر گل نظرے نگندم از بے خبری
دل دار بطعنہ گفت شرمت بادا رخسار من ایں جا و تو بر گل نگری

اتفاقاً" خدا کی غیرت **لا تدع مع اللہ الٰہا اخر** کی گھات سے باہر نکلی (یعنی مت پکارو سوائے

خدائے عز و جل کے) اور خدائی جذبوں کی کمند کو مبتلائے دل کی گردن میں ڈال دیا۔

گر نیاید بخوشی موئے کشائش آرید ع

وطن کی جانب نہ گیا اور نہ دیکھا۔ فکر چھوڑ کر جنگل ہی سے اس آیت کے اشارہ سے **واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا** (یعنی لوگوں کو پکارو کہ حج کے لئے تیرے پاس آئیں) پیدل بیت اللہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

چوں نزود از پئے صاحب کمند آہوئے بیچارہ بگردن اسیر

والسلام علی من اتبع الھدی (یعنی سلام ان لوگوں پر جو ہدایت کی اتباع کرتے ہیں)

آپ نے جمعہ ۲۱ جمادی الاخر ۷۴۰ ہجری مطابق ۱۳۴۰ عیسوی وصال فرمایا۔ مزار فیروز آباد کے دروازے کے باہر ہرات میں ہے۔

بابا محمود طوسی کبرویؒ : آپ شیخ عبداللہ خرجستانی کبرویؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ نفحات الانس میں ہے کہ ایک دفعہ شیخ عبداللہؒ نے درویشوں کی ایک جماعت کو چلہ میں بٹھایا ہوا تھا۔ ایک رات اپنے خادم سے فرمایا کہ آج رات درویشوں کے قوی حال واقع ہوگا۔ دھیان رکھنا کہ وہ مستی نہ کرنے پائیں اور خلوت سے باہر نہ آجائیں۔ اتفاقاً بابا محمود طوسیؒ نعرہ لگاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے خلوت سے باہر آگئے اور ایک اور درویش جس کا نام الیاس ہندو تھا وہ بھی بابا محمودؒ کے پیچھے نکل آئے۔ خادم ان دونوں کے پیچھے دوڑا اور ہندو الیاس تک پہنچ کر اسے پکڑ لیا لیکن بابا محمودؒ نے پہاڑ اور جنگل کا راستہ لیا اور قابو نہ آئے۔ ہندو الیاسؒ شیخ کی تربیت اور سیاست سے فی الجملہ ہوش میں آگئے مگر بابا محمودؒ ویسے ہی مجذوب رہے اور اسی عالم میں عمر گزاری۔ ان سے بہت کرامات و خرق عادات ظاہر ہوئے۔

اخی علی تلق شاہ کبرویؒ : آپ بھی شیخ عبداللہ خرجستانیؒ کے مریدوں میں سے ہیں اور ان کی حسن تربیت سے کمال مرتبہ تک پہنچ گئے تھے۔ جس زمانے میں شیخ عبداللہ کو سلطان نے جنگ کیلئے لشکر میں بلایا تھا اخی علی تلقؒ بھی ہم سفر تھے۔ شیخ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہم تو اس جنگ میں شہادت کی سعادت حاصل کریں گے۔ ہمارے بعد ہماری جگہ پر اخی علی کو بٹھا دینا چنانچہ شیخ کی شہادت کے بعد آپ مسند نشین ہوئے اور خلقت کو فیض یاب فرمایا۔

شیخ محمد شاہ فراہی کبرویؒ : آپ شاہ علی فراہیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آخر عمر میں حج کا ارادہ کیا۔ ہرمز کی راہ سے جب فوجان پہنچے تو بیمار ہوگئے اور وہیں وفات پائی اور وہیں آپ کا مرقد ہے۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ حج کے سفر میں ایک شہر میں پہنچے جہاں بد چلن لوگ تھے۔ آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ چیخ ماری۔ ایک عالم نے جو وہاں ہمراہ تھا اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس شہر کے خراب لوگوں کا حال مجھ پر منکشف ہوا ہے۔ ان میں ایک نہایت خوبصورت عورت میں نے دیکھی۔ خداوندا! اس عورت کو میرے لئے بخش دے۔ میرے دل میں یہ آواز آئی کہ یوں نہیں کہتے کہ تجھے اس کی وجہ سے بخش دیں۔ اس عورت نے اسی وقت توبہ کی توفیق حاصل کی۔

شیخ بہاء الدین عمر کبرویؒ : آپ شیخ محمد شاہ فراہیؒ کے بھانجے اور مرید ہیں۔ وہ حضرت علاء الدولہؒ کے متعلق فرمایا کرتے کہ اس زمانے میں شاید ہی کوئی بزرگ ان کا ہم پلہ ہو۔ آپ بچپن سے ہی

marfat.com

مجذوب تھے۔ نماز ادا کرتے وقت کسی کو پاس بٹھا لیتے تاکہ ہر رکعت کے شمار کی اطلاع دیتا رہے ایک دفعہ رہ سلوک کی تشنگی کے سلسلہ میں اپنے شیخ سے عرض کی تو شیخ محمد شاہ فراہیؒ نے یہ شعر پڑھا۔

اگر نالد کے نالد کہ یارے در سفر دارد   تو بارے از چہ می نالی کہ یارے در بغل داری

آپ کی عادت تھی کہ مسجد میں حکام اور خواص سے مسلمانوں کے مقاصد کے کفایت کے بارے میں باتیں کرتے۔ کسی دوست نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اگر میں ان باتوں کا ذکر نہ کروں تو مغلوب و حواس باختہ ہو جاتا ہوں۔ بڑے عبادت گزار اور دائمی روزہ دار تھے۔ مولانا سعد الدین کاشغریؒ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو ایک دفعہ جنگل میں قیام کے دوران ایک مرض ہوگیا۔ ہرچند ساتھی اصرار کرتے مگر آپ نے روزہ افطار نہ کیا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ مردان غیب کی ایک جماعت آپ کے مکان کی طرف جا رہی تھی جب ان کے دروازے پر پہنچے تو اندر نہ آئے اور پھر دوبارہ آئے۔ میں نے یہ واقعہ شیخ بہاء الدینؒ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں وہ قطب تھے ان کے اصحاب جب میرے ہاں آئے تو میں نے پاؤں لمبے کئے ہوئے تھے چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔ میں نے پاؤں سمیٹ لئے۔ تب وہ واپس آگئے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور چلے گئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اسی دن سے صحت کے آثار ظاہر ہونے لگے اور اس بات کی حاجت نہ رہی کہ وہ روزہ افطار کریں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو ان کا یہ شعر یاد ہے جبکہ بعض فقراء کو توجہ کی ہمیشگی اور مطلوب حقیقی کی طرف متوجہ ہونے کیلئے ترغیب دلا رہے تھے۔

دل آرائے کہ داری دل درو بند   وگرنہ چشم از ہمہ عالم فروبند

وصال: بحوالہ "نفحات الانس" آپ کا وصال منگل ۲۹ ربیع الاول ۸۵۷ ہجری (مطابق ۱۰ اپریل ۱۴۵۳ عیسوی) (موضع چغارہ میں جہاں آپ بیٹھا کرتے) ہوا۔ سلطان وقت کی خواہش پر ہرات شہر کی عید گاہ کے شمال کی جانب دفن کیا گیا۔ مزار شریف پر بڑا عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا۔ قبر شریف مرکز انوار و برکات ہے۔

حافظ بہاء الدین عمر ابرو ہویؒ: بحوالہ "نفحات الانس" آپ اخی علی تغلق شاہؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بچپن میں ہی والد کے سایہ سے محروم ہوگئے چنانچہ انہیں ایک درزی کی دکان پر کام سیکھنے کیلئے بھیج دیا گیا۔ انہیں دنوں مولانا رضی الدین علی مایائیؒ جو شیخ عبداللہ خرجستھائیؒ کے مرید و خلیفہ تھے آپ کے گاؤں ابرو ہہ میں پہنچے اور پوچھا کہ عمر کا لڑکا کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ درزیوں کا کام سیکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا درزیوں کے پاس زیان میں رہے گا چنانچہ اسے بلوایا اور اپنے ہمراہ طوس لے گئے اور قرآن مجید حفظ کرنے کیلئے ایک نیک بخت حافظ کے سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا رضی الدین مایائیؒ حافظ کے پاس گئے اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بہاء الدین کو وہی کھانا دیتے ہو جو خود کھاتے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ حضرت کیا کروں؟ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ اور ہوتا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے ساتھ ابرو ہہ جاؤ اور وہاں رہ کر اسے تعلیم دو چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ شیخ حافظ بہاء الدین بن عمر فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں مجھے جب راہ سلوک میں تلاش حق کی خواہش پیدا ہوئی تو اس زمانے میں دو بزرگ تلقین و ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک مولانا شمس الدین خلیفہؒ شہر نیشا پور میں اور دوسرے شیخ علی تغلق شاہؒ ایک ویرانہ گاؤں میں تھے۔ میں ان دنوں متردد تھا کہ ان

marfat.com

دونوں میں سے کس بزرگ کے حلقہء ارادت میں شامل ہونے کیلئے حاضری دوں۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان کی بڑی بلند عمارت ہے وہاں پر ایک جماعت خانہ ہے جو نہایت پاک اور عمدہ ہے اس کے سامنے ایک چھجہ ہے جس پر پردہ لٹکا ہوا ہے۔ جماعت میں بہت لوگ اور بزرگ ہیں اور چھجہ میں مولانا شمس الدین خلیفہ" ایک کنارے پر تشریف فرما ہیں۔ اس جماعت کے درمیان ایک تاج لٹک رہا ہے۔ مولانا کہتے ہیں کہ یہ تاج جس کے سر پر پورا آئے گا ہم اسی کے حوالے کردیں گے۔ ہر شخص آتا لیکن فائز المرام نہ ہوتا۔ میں ایک گوشے میں کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اتفاقاً" مولانا شمس الدین " نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: بیٹا! تم بھی آگے آؤ۔ میں نے چاہا کہ آگے بڑھوں کہ اچانک چھجے کا پردہ سرکا اور اس کے پیچھے سے ایک شخص رعب داب سے باہر نکلا اور مجھے پکڑ کر شیخ علی تلتؒ کی گود میں بٹھا دیا اور انہیں فرمایا کہ اس لڑکے کو لو اور دودھ دو۔ اس خواب کی ہیبت سے مجھے جاگ آگئی اور سمجھ گیا کہ مجھے اخی علی" کی خدمت میں بھیجا گیا ہے چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے حافظ! مدت کے بعد دودھ لینے آئے ہو۔ میں نے بیعت کا ہاتھ انہیں دیا۔ توبہ کی اور تلقین حاصل کی۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ جب میں عرب کے سفر میں بغداد پہنچا تو شیخ نور الدین عبدالرحمٰن اسفرائنی" کی خانقاہ میں جا اترا۔ اس وقت ان کے پوتے شیخ نور الدین عبدالرحمٰن شیخ الاسلام بغداد تھے اور مسند ارشاد پر فائز تھے۔ وداع کے وقت انہوں نے مجھے فرمایا کہ جب تمہیں روضہ منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو تو میرا نیاز مندانہ سلام پہنچانا اور یہ عرض کرنا کہ ایک بوڑھا گنہگار حضورؐ کی امت کے گنہگاروں میں عبدالرحمٰن بغدادی ہے اس نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا ہے۔ چنانچہ جب میں شرف زیارت سے مشرف ہوا اور اس کے شرائط ادا کر چکا تو شیخ کا پیغام یاد تھا اور جن الفاظ میں انہوں نے سلام عرض کرنے کا فرمایا تھا وہی الفاظ پیش بحضورؐ کیے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی ظاہر فرمائی اور مجھے فرمایا کہ تم ایسے مت کہو کیونکہ انہوں نے نہایت تواضع سے ایسا کہا ہے وہ میری امت کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد بغداد آ کر میں نے حضرت شیخ کو یہ حال بیان کیا جسے سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور مجھے دعائے خیر کہی۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ اس ولایت میں بڑی وبا پڑ گئی۔ اکثر لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ انہی دنوں شیخ رضی الدین مایائی" موضع مایاں سے موضع ابرد ہہ میں تشریف لائے۔ گاؤں سے باہر اترے اور مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہ حکم ہے کہ تم میرے ہمراہ آؤ اور شیخ محمد خالد" کی تربت مبارک پر موضع اجیل میں قرآن ختم کرو شاید کہ خدا تعالیٰ اس بلا کو دور کرے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ ان دنوں خواجہ عبدالرحمٰن گہوارہ گر" کہ خدا رسیدہ محبوب و مجذوب بزرگ تھے۔ اجیل گاؤں میں ایک پتھر کے اوپر جو شیخ خالد" کے مزار کے دروازے پر تھا بیٹھے رہتے اور باواز بلند باتیں کرتے رہتے تھے جبکہ مولانا رضی الدین علی" نہایت پابند شرع تھے۔ میں متفکر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا امر ہو جائے کہ لوگ بلا اور وبا کو پھر طلب کریں۔ جب میں اجیل پہنچا تو ایک شخص گاؤں سے باہر ملا۔ میں نے اس سے خواجہ عبدالرحمٰن مجذوب" کا حال پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ابھی اسی پتھر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اچانک کہا: "فوج آتی ہے میں اس کے گلے کا حریف نہیں ہوں" یہ کہہ کر پتھر سے اٹھ کر قریب ہی ایک خراس میں

marfat.com

چلے گئے اور وہاں ایک گڑھے میں چھپ گئے۔ جب ہم گاؤں میں آئے اور زیارت گاہ میں حاضر ہوئے تو گاؤں کے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ اس وقت یہ خبر ملی کہ امیر علی بیگ جو کہ اس ولایت کا حاکم ہے خواجہ کی زیارت کو آتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے مولانا سے کہا کہ خواجہ آپ کی وجہ سے خراس میں چلے گئے ہیں۔ اگر علی بیگ آیا اور خواجہ کو اس نے نہ دیکھا تو ممکن ہے ہم پر خفا ہو جائے۔ مولانا خراس میں آئے اور خواجہ سے فرمایا: کیا مہمان کی یہی خاطر کرتے ہیں؟ خواجہ نے مولانا کے کان میں کچھ کہا جس سے مولانا رونے لگے عرصہ تک وہیں کھڑے رہے۔ ایک شخص نے آ کر بتایا کہ حاکم امیر علی بیگ آ گیا ہے اور مزار پر وہ انتظار کر رہا ہے۔ میں (مولانا) نے خواجہ کو اس بات کی خبر دی چنانچہ خواجہ باہر نکلے اور جا کر امیر علی بیگ سے ملاقات کی اور فرمایا: مغلوک (چھوٹا مغل) چلا گیا کہ میں ایک عزیز مہمان رکھتا ہوں علی بیگ چلا گیا۔ خواجہ نے اس کے پیچھے نعرہ مارا۔ "ہے ہے! مغلوک دوڑتا ہے" وہ حقیقتاً" دوڑا جا رہا تھا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا اس کے بعد خواجہ اور مولانا زیارت کے لئے اندر آئے۔ شیخ حافظ بہاء الدین عمر ابرویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس خوف سے کہ خواجہ اونچی آواز میں نہ بولیں۔ مولانا سے کہا کہ میں قرآن شریف ایک دن رات میں ختم کر سکتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ تین رات دن کا حکم ہے چنانچہ میں نے ختم شروع کیا۔ تلاوت کے دوران خواجہ نے اونچی آواز میں بولنا شروع کیا۔ مولانا نے چلا کر انہیں روکا پھر آخر تک خواجہ نے کوئی بات نہ کی۔ جب ختم شریف پورا ہوا اور دعا سے فارغ ہوئے تو ایک دوسرے کو رخصت کیا۔ حق سبحانہ' تعالیٰ نے اس بلا کو محض اپنی رحمت و عنایت سے دفع فرما دیا۔

مولانا شیریں المعروف محمد مغربیؒ کبروی فردوسی : بحوالہ "نفحات الانس" آپ حضرت شیخ اسماعیل سیسیؒ کے مرید تھے جو شیخ نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے مغرب (الجزائر و مراکش) پہنچے جہاں ایک بزرگ سے جن کی نسبت شیخ محی الدین ابن عربیؒ سے تھی خرقہ حاصل کیا۔ آپ شیخ کمال خجندیؒ کے ہم عصر تھے اور اکثر ان کے ہم صحبت رہے۔ ایک دفعہ شیخ کمالؒ نے یہ مطلع کہا۔

چشم اگر این ست و ابر و این و ناز و عشوہ این الوداع اے زہد و تقویٰ الفراق اے عقل و دیں

(اگر دوست کی چشم جادو اثر اور ابرو اور عشوہ و ناز و غزہ اسی طرح ہے تو زہد و تقویٰ اور عقل و دین کو ہم الوداع کہتے ہیں)

مولانا مغربیؒ نے جب یہ شعر سنا تو فرمایا شیخ کمال خجندیؒ بڑے بزرگ ہیں وہ ایسے شعر کیوں کہتے ہیں کہ جن سے سوائے مجاز کے اور کوئی مضمون نہ نکل سکے۔ شیخ کمالؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو دوران ملاقات فرمایا کہ چشم عین ہے اور عین سے اشارہ عین ذات کی طرف ہے اور ابرو چونکہ آنکھ پر یا عین ذات پر پردہ ہے اس لئے اس سے مراد صفات ایسی ہیں جو ذات پر حجاب ہیں۔ جب مولانا مغربیؒ نے یہ توضیح سنی تو تواضع سے پیش آئے اور داد دی۔ اس شعر کی مزید تشریح یوں کی گئی ہے کہ:

چشم، ابرو اور ناز و عشق سے مراد تعینات ہیں جو صفات باری تعالیٰ ہیں یعنی محبوب حقیقی کے حسن و جمال کا جو تمام تعینات پر بکھرا ہوا ہے یہ عالم ہے کہ مشاہدہ کرتے ہی ہم عقل و ہوش کھو بیٹھے

marfat.com

ہیں اور عقل گم ہوتے ہی تکلف شریعت سے آزاد ہو کر دین کو بھی الوداع کہہ دیتے ہیں اور ذات میں محو اور مستغرق ہو جاتے ہیں اور یہ مقام فنا فی اللہ ہے۔ اگر چشم و ابرو سے مراد تعینات عالم بھی نہ لیا جائے تب بھی شعر کے یہ معنی واضح ہیں کہ جب محبوب حقیقی کے حسن و جمال پر نظر پڑتی ہے تو عقل و ہوش گم ہو جاتی ہے اور یہی فنا فی اللہ کا مقام ہے۔ گویا:

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت　　چہرۂ خندان شمع آفت پروانہ شد

نیز

مست گشتم از دو چشم ساقیء پیمانہ نوش　　الوداع اے ننگ و ہستی الفراق اے عقل و ہوش

ایک دفعہ شیخ اسماعیل سیسیؒ درویشوں کو چلے میں بٹھا رہے تھے۔ آپ نے مولانا مغربیؒ کو بھی طلب فرمایا۔ مولانا مغربیؒ نے اس وقت یہ غزل پیش کی۔

ما مہر تو دیدیم ز ذرات گزشتیم　　از جملہ صفات از پے آں ذات گزشتیم

در خلوت تاریک ریاضات کشیدیم　　در واقع از سبع سموات گزشتیم

دیدیم کہ ایں ہا ہمہ خواب است و خیالات　　مردانہ ازیں خواب و خیالات گزشتیم

بابا سخن از کشف و کرامات چہ گوئی　　چوں ما ز سر کشف و کرامات گزشتیم

اے شیخ اگر جملہ کمالات تو این ست　　خوش باش کزیں جملہ کمالات گزشتیم

ایں ہا بحقیقت ہمہ آفات طریق اند　　ما در طلب از جملہ آفات گزشتیم

ما را زپئے نورے کہ بود مشرق انوار　　از مغربی و کوکب و مشکواۃ گزشتیم

ترجمہ: ہم نے آفتاب عالم تاب کا مشاہدہ کرلیا ہے اور ذرات سے گزر چکے ہیں۔ یعنی چھوٹے موٹے تعینات کائنات سے گزر کر ذات احدیت تک رسائی حاصل کرچکے ہیں اور سارا جہان چھوڑ کر اس ذات باری تک پہنچ چکے ہیں۔ تنگ و تاریک خلوت گاہوں میں مجاہدات کر کے اب سات آسمانوں سے در حقیقت گزر چکے ہیں۔ یہ دنیا خواب و خیالات کا مجموعہ ہے۔ ہم مردانہ وار اس خواب و خیال کو چھوڑ کر واجب الوجود ہستی تک پہنچ چکے ہیں۔ ہمارے ساتھ کشف و کرامات کی باتیں کیوں کرتے ہو کیونکہ یہ عالم صفات سے متعلق ہیں اور ہم عالم صفات سے گزر کر ذات حق تک رسائی حاصل کرچکے ہیں۔ اے شیخ اگر آپ کے سب کمالات یہی ہیں یعنی کشف و کرامات وغیرہ تو ہم ان کمالات کو پیچھے چھوڑ کر ذات حق تک پہنچ گئے ہیں۔ اس دنیائے رنگ و بو کی ہر چیز دوست کی راہ میں آفت ہے لیکن ہم طلب صادق رکھتے ہیں اور بفضل تعالیٰ ان آفات سے گزر چکے ہیں۔ ہم اس ایک نور کی خاطر جو مشرق الانوار ہے یعنی جہاں سے سب نور نکلتے ہیں۔ مغربی اور کوکب و مشکواۃ سے گزر چکے ہیں۔ (مغربی شاعر کا تخلص بھی ہے اور سورج کو بھی مغربی کہتے ہیں کیونکہ آخر میں سورج مغرب میں چلا جاتا ہے نیز اس شعر میں آیہء کریمہ **نور السموات والارض** کی طرف اشارہ ہے جس میں کوکب شرقی، غربی اور مشکوۃ کا ذکر ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام سمات و جوانب اور زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر اس ایک نور مطلق کو پاچکے ہیں جس سے تمام انوار نکلتے ہیں)

شیخ اسماعیل سیسیؒ نے جب یہ غزل سنی تو بہت خوش ہوئے اور آفرین کہی۔ شیخ مغربی کی تصانیف میں

marfat.com

ایک رسالہ "جام جہاں نما" بھی ہے جو آپکے بلند مقام پر دلالت کرتا ہے۔ آپکا وصال ساٹھ سال کی عمر میں میر سید نعمت اللہ ولیؒ اور مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور کے زمانے میں ۸۰۹ ہجری میں ۱۴۰۶ عیسوی میں ہوا۔

بابا اسحاق مغربیؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ شیخ مغربیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جنہوں نے ریاضات و مجاہدات کے علاوہ چالیس حج با پیادہ کیے تھے۔ شیخ محمد مغربیؒ کا سلسلہ کبرسنی کی وجہ سے دو تین واسطوں سے حضرت شیخ ابو مدین مغربیؒ سے جا ملتا ہے۔ بابا اسحاق مغربی اپنے شیخ کی وفات کے بعد تین چار دن مزار پر بیٹھے رہے۔ ہر روز خادم آکر لنگر کا خرچ طلب کرتا تھا اور آپ مزار کی پائینتی سے اٹھا کر دے دیتے۔ چوتھے دن بابا اسحاقؒ نے خیال کیا کہ لنگر کے خرچ کیلئے روزانہ شیخ کی خدمت میں عرض کرنا اچھا نہیں ہے پس آپ نے رخصت کی درخواست کی۔ آپ کو ہندوستان کی طرف جانے کا حکم ملا۔ آپ سیر کرتے ہوئے سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں اجمیر شریف پہنچے اور مدت تک حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر مقیم ہوئے۔ ایک رات آپ کو حضرت خواجہ بزرگؒ سے بشارت ملی کہ قصبہ کھتو جاؤ جو ناگور کے قریب ہے پس آپ وہاں جاکر متوطن ہوگئے اور ساری عمر فقر و فاقہ اور مسکنت اور استغنا میں گزار دی۔ آپ اپنی ولایت کے جمال کو لوگوں سے ہمیشہ چھپا کر رکھتے تھے لیکن دوستان حق سے کیسے چھپا رہ سکتا ہے آخر سلطان فیروز شاہ تغلق نے آپ کی خدمت میں نیاز مندی اختیار کی اور دوسرے لوگ بھی اطراف و جوانب سے آنے لگے۔ ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے قصبہ میر تمہ کی طرف تشریف لے گئے اور ندی کے کنارے توت کے درخت کے نیچے چند دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد خراسان چلے گئے اور کئی سال کی سیر و سیاحت کے بعد دہلی واپس آئے اور بہت شہرت پائی وہاں سے آپ میرٹھ چلے گئے اور اسی ندی کے کنارے ڈیرہ ڈال دیا وہاں جو توت کا درخت تھا اور جس کے پتے جھڑ چکے تھے آپ کی برکت سے سرسبز ہوگیا۔ اس کرامت کی شہرت سے خلقت کا ہجوم ہوگیا اور لوگوں نے آپ سے بڑا فیض پایا۔ ایک مالدار ہندو مہیش نامی بے اولاد تھا وہ آپ کا معتقد ہوگیا اس نے اولاد کی درخواست کی۔ فرمایا: **"یا حی یا قیوم"** کی برکت سے تیرے پانچ لڑکے ہوں گے لیکن شرط یہ ہے کہ بڑا لڑکا مجھے دینا۔ ایک مشہور بزرگ جو احمد کھتو کے نام سے مشہور ہیں ان کی پرورش و تربیت بھی آپ نے ہی فرمائی تھی اور چشتیہ سلسلہ کی نعمت و فیض انہیں عطا فرمایا۔ "تحفۃ المجالس" (مولفہ شیخ محمود بن سعید ایرجی) شیخ احمد کھتو کے ملفوظات ہیں۔ بحوالہ مراۃ الاسرار بابا اسحاقؒ نے سترہ شعبان کو وصال فرمایا۔ سال وفات درج نہیں۔ مزار موضع کھتو میں ہے۔

سید علی بن شہاب الدین المعروف میر سید علی ہمدانیؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ شیخ تقی الدین فردوسیؒ کے مرید و خلیفہ تھے ان کے انتقال کے بعد شیخ شرف الدین بن عبداللہ مزدقانیؒ کی طرف رجوع فرمایا اور فیض پایا۔ یہ دونوں بزرگ شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کا ایک سلسلہء نسبت چند واسطوں سے خواجہ کمیل بن زیادؒ سے بھی جا ملتا ہے۔ آپ نے تین مرتبہ دنیا کی سیر و سیاحت کی ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ کی صحبت حاصل کی۔ چار سو اولیاء کو ایک مجلس میں دیکھا اور سب مشائخ سے فیضان حاصل کیا۔ آپ کی امیر تیمور سے مخالفت ہوگئی جس کی وجہ سے آپ کو ملک چھوڑنا پڑا اور آپ اشارہ باطنی کے تحت کشمیر تشریف لے آئے۔ اس طرح آپ ان اولین

marfat.com

بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے کشمیر جنت نظیر کو اسلام سے مشرف فرمایا۔ آپ کے کچھ حالات باب ہفتم میں "اولیائے کشمیر" کے ضمن میں درج کئے گئے ہیں۔ آپ تمام علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ آپ کی تصانیف میں "سرالنقط" "شرح اسماء اللہ" شرح نصوص الحکم اور قصیدہ حمزہ فارضیہ بڑی مشہور ہیں۔ آپ کا وصال ۶ ذوالحج ۷۸۶ ہجری (مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ عیسوی) دوران سفر "کرہ سواد" کی ولایت میں ہوا جہاں سے آپ کا جسد مبارک ختلان لایا گیا جو بدخشان کے نواح میں ہے۔ وہیں آپ دفن ہوئے۔ مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

سید برہان الدین محقق : آپ سید حسینی تقی اور سادات ترمذ میں سے تھے۔ مولانا بہاء الدین ولد" کے مرید و خلیفہ تھے جو شیخ نجم الدین کبریٰ" کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ صاحب "نفحات الانس" کے مطابق آپ ترمذ اور خراسان میں سید سرون کے نام سے مشہور تھے۔ اپنے مرشد کے انتقال کے بعد مولانا جلال الدین رومی" کی تربیت کے لئے قونیہ روانہ ہوئے اور نو سال تک مولانا روم" کمال نیاز مندی سے آپ کی خدمت میں رہے اور تربیت حاصل کی۔ جب حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی" سید برہان الدین" کی زیارت کیلئے قونیہ گئے تو آپ خاکستر پر بیٹھے تھے۔ شیخ الشیوخ دور سے تعظیم کرتے ہوئے آئے اور بیٹھ گئے لیکن دونوں حضرات میں کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ مریدوں نے خاموشی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ اہل حال کے سامنے زبان حال چاہئے نہ کہ زبان قال۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے انہیں کیسے پایا۔ فرمایا: وہ در معانی اور حقائق محمدی کا ایک سمندر ہیں جو نہایت آشکار اور نہایت پنہاں ہے۔

شیخ صلاح الدین" آپ کے اکمل مریدوں میں سے تھے۔ شیخ نے ان کے متعلق فرمایا کہ میں نے اپنا حال انہیں عنایت کیا اور قال مولانا روم کو۔ آپ کی تاریخ وفات نظر سے نہیں گزری مگر آپ حضرت شیخ الشیوخ کے ہم عصر تھے۔ (یعنی ساتویں صدی ہجری مطابق تیرھویں صدی عیسوی) آپ کا مزار دار الفتح قیصریہ میں ہے۔ ("مراۃ الاسرار")

شیخ عزیز بن محمد نسفی" : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ اپنے والد شیخ محمد نسفی" کے مرید تھے۔ وہ شیخ سعد الدین حموی کے اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ" کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے شیخ سعد الدین حموی" سے بھی تربیت حاصل کی۔ آپ کی تصانیف کشف الحقائق اور اقصیٰ و تنزیل بڑی مشہور ہیں۔ کشف الحقائق میں لکھتے ہیں کہ ۶۷۱ ہجری (۱۲۷۲ عیسوی) میں کفار کا لشکر ماوراالنہر میں حملہ آور ہوا۔ یہ درویش بمعہ دیگر اصحاب بخارا میں تھے۔ ماہ رجب میں چنگیز خان کا لشکر شہر میں داخل ہوا اور قتل و غارت شروع کردی چنانچہ ہم خراسان روانہ ہوگئے اور مارے مارے پھرتے رہے اس لئے مذکورہ کتاب ۶۸۰ ہجری میں مکمل ہو سکی۔ میں نے چاہا کہ اس تصنیف کو احباب کی نظروں سے گزاروں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا: "جب تک میری ہجرت کو سات سو سال نہیں ہو جاتے یہ کتاب خلق کے سامنے ظاہر نہ کرنا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سات سو سال کے بعد لوگوں کے دلوں سے غرور اور تکبر کم ہو جائے گا اور حقائق اشیاء کا ظہور ہوگا۔ دوسری یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مذاہب کا اختلاف کم ہوجائے گا اور لوگ ایک مذہب پر ہو جائیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر دور کے بعد لوگ زیرک تر (زیادہ دانا) ہو جاتے ہیں خاص طور پر دور قمر میں۔ جب دور قمر ختم ہوگا تو

marfat.com

لوگ بے حد دانا ہو کر یک رنگ اور یک مذہب ہو جائیں گے۔ صاحب "مراۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ جس طرح آج ہے اسی طرح ہمیشہ رہے گا ہاں ممکن ہے کہ کسی ملک میں لوگوں کے اندر اختلاف مٹ جائے اور سب ایک قوم اور ایک مذہب اختیار کرلیں اور ان کا غرور اور تکبر کم ہو جائے اور حقائق و معارف ان کے اندر ظاہر ہوں۔ اپنی کتاب "مقصد اقصیٰ" میں فرماتے ہیں کہ جوہر اول روح محمدؐ ہے اور جوہر اول دو کام کرتا ہے۔ ایک یہ کہ فیض حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ دوم یہ کہ فیض خلق تک پہنچاتا ہے۔ اب جاننا چاہئے کہ یہ جو جوہر اول فیض حق سے لیتا ہے اس کا نام ولایت ہوا اور یہ جو فیض خلق کو پہنچاتا ہے اس کا نام نبوت ہوا۔ پس ولایت نبوت کا باطن ہوا اور نبوت ولایت کا ظاہر ہوا اور یہ دونوں صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ شیخ سعد الدین حمویؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ جوہر اول کی دونوں طرفوں کے دو مظہر ہیں۔ اس جہان میں اس طرف کے مظہر جس کا نام نبوت ہے خاتم انبیاء ہیں اور اس طرف کے مظہر جس کا نام ولایت ہے صاحب الزمان ہے۔ جب کبھی نبوت کا ظہور ہوا تو صورت کی بنیاد پڑ گئی اور اس صورت کے محل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل کیا۔ جب یہ کام ختم ہوگیا تو نبوت ختم ہوگئی اب نبوت ولایت ہے جو ظاہر ہوگی اور حقائق ظاہر کرے گی۔ جب حقائق آشکار ہوں گے تو قیامت ظاہر ہوگی اور یہ ہے یوم قیامت کی حقیقت جو حق تعالیٰ کے اس قول میں بیان کی گئی ہے۔ **انکم سترون ربکم یوم القیمتہ کما ترو ک القمر لیلتہ البدر** (یعنی تحقیق تم جلدی اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھو گے جس طرح ہر چاند کو چودھویں رات میں دیکھتے ہو) آپ اکمل محققین میں سے تھے۔ آپ کے اقوال بڑے دقیق ہیں۔

کے بود خود ز خود جدا ماندہ من و تو رفتہ' خدا ماندہ

خواجہ شمس الدین محمد تبریزیؒ : بحوالہ "نفحات الانس" آپ بابا کمال جندیؒ کے مرید ہیں جو شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ شیخ رکن الدین سنجاسیؒ کے مرید ہیں جو قطب الدین ابہریؒ کے مرید و خلیفہ اور وہ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ ابوبکر زنبیل باف تبریزیؒ کے مرید ہیں۔ مولانا جامیؒ صاحب "نفحات الانس" لکھتے ہیں کہ ممکن ہے آپ نے ان سب سے تربیت و فیض باطنی حاصل کیا ہو۔ مولانا شمس الدین تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ میں ابھی مکتب میں تھا اور بالغ نہ ہوا تھا مگر چالیس روز تک سیرت محمدی کے عشق کی وجہ سے کھانے سے بے نیاز رہتا۔ لواحقین یا احباب اگر کھانے کی بات کرتے تو میں سر یا ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیتا تھا۔ آخر حال میں آپ ہمیشہ سیر و سیاحت میں رہتے تھے اور کالا نمد پہنے رہتے۔ بغداد میں شیخ اوحد الدین کرمانیؒ سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کس حال میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ چاند کو پانی کے طشت میں دیکھتا ہوں (یعنی حق تعالیٰ کا عکس خلق میں دیکھتا ہوں) آپ نے فرمایا اگر تمہاری گردن پر دنبل (پھوڑا) نہیں تو اسے آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے (یعنی عین حق کا مشاہدہ کیوں نہیں کرتے اور صرف عکس پر کیوں اکتفا کر رہے ہو)

سلطان ولدؒ کے بیٹے (یعنی مولانا روم کے پوتے) فرماتے ہیں کہ جس وقت خواجہ شمس الدین تبریزیؒ بابا کمال جندیؒ کی صحبت میں رہتے تھے تو شیخ فخر الدین عراقی سہروردیؒ بھی غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کے حکم سے وہاں قیام پذیر تھے۔ شیخ فخر الدین عراقیؒ کو جو کشف ہوتا اسے

marfat.com

آپ نظم یا نثر کی صورت میں بیان کرتے اور بابا کمال" کی خدمت میں پیش کرتے اور خواجہ شمس" کو نہ بتاتے۔ ایک دن بابا کمال" نے ان سے کہا: اے بیٹے! شمس الدین! میرے بیٹے فخر الدین کو تو بہت کشف ہوتا ہے کیا تجھے کوئی کشف نہیں ہوتا؟ خواجہ شمس" نے جواب دیا کہ مشاہدات تو ہوتے ہیں لیکن چونکہ اصطلاحات سے ناواقف ہوں اس لئے انہیں ظاہر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ بابا کمال" نے فرمایا: ایک دن اللہ تعالیٰ تجھے ایسا مصاحب عطا کرے گا کہ حقائق و معارف اولین و آخرین تمہارے نام پر بیان کرے گا۔ اسرار و رموز اس کے دل سے اتر کر زبان پر جاری ہوں گے اور الفاظ و حروف کی صورت میں ظاہر ہو کر تمہارے نام پر بیان کئے جائیں گے۔ یہ پیشین گوئی یوں پوری ہوئی کہ ۶۴۲ ہجری (۱۲۴۴ عیسوی) میں سفر کرتے ہوئے خواجہ شمس الدین تبریزی" قونیہ پہنچے۔ ان دنوں وہاں مولانا روم" درس و تدریس میں مشغول تھے۔ ایک دن علماء کی ایک جماعت کے ساتھ حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور چند کتابیں سامنے پڑی تھیں کہ خواجہ شمس الدین" آن پہنچے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے جواب دیا: ایں قیل و قال است تو نمی دانی (اسے قیل و قال کہتے ہیں تم اسے نہیں جانتے) خواجہ شمس تبریزی" نے کتابیں اٹھا کر پانی میں پھینک دیں۔ مولانا نے کہا ہائے ہائے! درویش تو نے یہ کیا کیا؟ ان میں سے بعض کتابیں میرے والد کی تصنیفات تھیں اور اب نایاب ہیں۔ خواجہ نے پانی کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک ایک کر کے سب کتابوں کو باہر نکال دیا کتابیں بالکل خشک تھیں اور ان پر پانی کا مطلقاً" کوئی اثر نہ تھا۔ مولانا روم" نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا (راز ہے)؟ خواجہ" نے فرمایا ایں ذوق و حال است تو نمی دانی (یہ ذوق و حال ہے تجھے اس کی کیا خبر؟) مولانا پر کیفیت طاری ہو گئی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت خواجہ" کی صحبت و خدمت اختیار کر لی اور مراتب کمال کو پہنچے جیسا کہ مثنوی میں خود ارشاد فرماتے ہیں:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلام شمس تبریزی نہ شد

ایک دن خواجہ شمس الدین" نے مولانا سے پوچھا حضور علیہ السلام فرماتے ہیں **ما عرفنا ک حق معرفتک** (یعنی ہم نے تجھ کو حق معرفت نہیں پہچانا) اور بایزید" کہتے ہیں **سبحانی ما اعظم شانی و انا سلطان السلا طین۔** (یعنی میں پاک ہوں میری بڑی شان ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں) اس کا کیا مطلب؟ مولانا روم" نے جواب دیا کہ بایزید" کی پیاس ایک گھونٹ سے بند ہو گئی اس لئے سیرابی کا دم مارنے لگے اور ان کے ادراک کا کوزہ اس سے بھر گیا۔ وہ نور اس کے گھر کے سوراخ کے برابر تھا لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (بعد از خدا بزرگ تر ہستی) کی تشنگی لامحدود تھی۔ آپ کا سینہء اطہر **الم نشرح لک صدرک** (یعنی کیا ہم نے آپ کا سینہ انوار بے محابا کیلئے نہیں کھول دیا) کے مطابق اور "**والا رض الوا سعہ**" یعنی رب العزت کی فراخ ترین زمین و گنجینہ بنا ہوا تھا اس لئے آپ نے ہر لحظہ و ہر روز قربت کی زیادتی کا تقاضا کیا اور تشنگی کا اظہار فرمایا۔ مولانا شمس الدین" نے یہ جواب باصواب سنا تو نعرہ مارا اور گر پڑے۔ مولانا نے شاگردوں کو حکم دیا کہ انہیں اٹھا کر مدرسہ میں لے جائیں جب تک انہیں ہوش نہ آیا مولانا ان کا سر مبارک زانو پر رکھے رہے۔ پھر ہوش آنے پر مولانا کا ہاتھ پکڑا انہیں خلوت میں لے گئے اور تین مہینے رات دن صوم وصال کے ساتھ خلوت میں بیٹھے اور ہرگز باہر نہ آئے۔ کسی کو جرات نہ تھی کہ ان کے پاس خلوت میں حاضر ہو۔ (یہ واقعہ غالباً"

marfat.com

حضرت مولانا رومؒ کی کیفیت بدلنے سے پہلے کا ہے)

واقعہ شہادت : بحوالہ "نفحات الانس" ایک رات خواجہ شمس الدینؒ مولانا رومؒ کے ساتھ خلوت میں بیٹھے تھے۔ ایک آدمی نے دروازے کے باہر سے حضرت خواجہؒ کو اشارہ کیا کہ باہر آئیں۔ آپ فی الفور اٹھ کھڑے ہوئے اور مولانا سے کہا کہ مجھے قتل کرنے کیلئے بلاتے ہیں۔ مولانا نے کچھ توقف کے بعد فرمایا **الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین** (دیکھو' خبردار رہو اسی کیلئے خلق اور امر ہے۔ وہ اللہ رب العالمین بابرکت ہے) باہر سات شخص ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھات میں کھڑے تھے حضرت خواجہؒ باہر آئے تو انہوں نے چھری چلائی شیخ نے نعرہ مارا وہ جماعت بے ہوش ہوگئی اور گر پڑی۔ ان ساتوں میں سے ایک مولانا کا فرزند علاء الدین بھی تھا۔ جب وہ جماعت ہوش میں آئی تو سوائے خون کے چند قطروں کے وہاں اور کچھ نہ تھا۔ یہ واقعہ ۶۴۵ ہجری (۱۲۴۷ عیسوی) میں وقوع پذیر ہوا۔ وہ سب بدبخت ایک ایک کر کے کسی نہ کسی بیماری و بلا میں مبتلا ہو کر انہیں دنوں ہلاک ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ شمسؒ مولانا بہاء الدین ولدؒ کے پہلو میں دفن ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان بدبختوں نے آپ کے بدن مبارک کو کنویں میں ڈال دیا تھا ایک رات سلطان ولدؒ نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ شمس تبریزیؒ نے اشارہ کیا ہے کہ میں فلاں کنویں میں سوتا ہوں۔ تب آدھی رات کو محرم دوستوں کو جمع کیا اور مولانا کے مدرسہ میں بانیء مدرسہ امیر الدین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ منتخب التواریخ کی ایک روایت کے مطابق مولانا رومؒ بھی چند روز کے بعد وصال فرما گئے۔

شیخ ابو الوفا خوارزمیؒ : بابا کمال الدین جندی فردوسیؒ کے ذکر خیر میں ہم نے شیخ احمدؒ کا ذکر کیا ہے جن کی تربیت بابا کمالؒ نے فرمائی تھی۔ اسی ضمن میں ہم نے یہ بھی لکھا کہ بحوالہ نفحات الانس شیخ احمد فردوسیؒ سے خواجہ بہاء الدین کبرویؒ نے فیض پایا انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو محمد دانش مند کے حوالے کردیا اور شیخ بہاء الدین نے اپنے بیٹے ابو الفتح کو دانشمند کی تربیت میں دیا یہ وہی ابو الفتح ہیں جن کی طرف سے شیخ ابو الوفا خوارزمیؒ کو خرقہء خلافت عطا ہوا اور سلسلہء سہروردیہ کی فردوسی شاخ کے شیوخ سے نسبت کی وجہ سے مشائخ اہل توحید و مواجید کی بڑی نعمت حاصل ہوئی۔ آپ بڑے بلند پایہ شاعر بھی تھے ان کی چند رباعیات درج ذیل ہیں۔

اے آنکہ توئی حیات جانم — در وصف تو گرچہ عاجز و حیرانم
بینائی چشم من توئی می بینم — دانائی عقل من توئی می دانم

(اے محبوب تو میرے جسم کی جان ہے اور میں تیرا وصف بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ تو میری آنکھ کی بینائی ہے جس سے میں دیکھتا ہوں اور تو میری عقل کی دانائی ہے جس سے مجھے سب علم حاصل ہے)

من از تو نہ جدا بودہ ام تا بودم — ایں است دلیل طالع مسعودم
من در ذات تو تا پدیدم از معدوم — وز نور تو ظاہرم و گر موجودم

(میں جب تک رہا تجھ سے جدا نہ رہا' یہ ہے میری خوش قسمتی کی دلیل۔ میں نے تیری ذات میں عدم سے اپنے آپ کو دیکھا اور میں تجھ سے ظاہر اور موجود ہوں)

چوں بعض ظہور ذات حق آمد باطل — نیں منکر باطل نشود جز جاہل
در کل وجود' ہر کہ جز حق بیند — باشد ز حقیقت الحقائق غافل

(چونکہ بعض ظہورات حق ظل یعنی سایہ (سایہء وجود) کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں بعض جہلاء اس کے

marfat.com

منکر ہوگئے ہیں- کائنات میں جو شخص حق کو نہیں دیکھتا حقیقت الحقائق سے غافل ہوتا ہے)

او ہست نہاں و آشکار است جہاں بل عکس بود شود اہل عرفاں
بل اوست ہمہ چہ آشکا را چہ نہاں گر اہل حقے غیر یکے ہیچ مداں
بد کردم و اعتذار بدتر ز گناہ چوں ہست دریں خلدسہ دعویٰ تباہ
دعویٰ وجود، دعویٰ قدرت و فعل لا حول ولا قوۃ الا باللہ

آپکے اس قسم کے اشعار و حکمات حقائق بہت ہیں- آپکا وصال ۸۳۵ ہجری (۱۴۳۵ عیسوی) میں ہوا-

شیخ رکن الدین فردوسیؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ شیخ بدر الدین سمرقندی فردوسیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جن کے حالات درج کئے جاچکے ہیں- اپنے شیخ کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے- سلسلہء فردوسیہ نے آپ کی وجہ سے بہت ترقی کی حتی کہ برصغیر پاک و ہند بھر میں جہاں کہیں فردوسی بزرگ ہیں وہ شیخ رکن الدین فردوسیؒ سے اپنی نسبت درست کرتے ہیں- آپ نے بچپن سے ہی شیخ بدر الدین سمرقندیؒ کے ہاں پرورش اور تربیت پائی اور ان کے فیض سے مرتبہ کمال پر پہنچ کر خلق کی ہدایت میں مشغول ہوئے- آپ دہلی میں قیام پذیر تھے جب سلطان فخر الدین کیقباد نے کیلو کھری میں نیا شہر آباد کیا تو آپ دہلی سے وہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے- آپ حضرت محبوب دہلوی نظام الدین اولیاءؒ (جن کا سال ولادت ۶۳۶ ہجری اور وصال ۷۲۵ عیسوی ہے) کے ہم عصر تھے ان ہی کی زندگی میں وصال فرمایا- گویا آپ ساتویں صدی ہجری اور تیرھویں چودھوی صدی عیسوی کے بزرگ ہیں-

شیخ عماد الدین فردوسیؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ شیخ رکن الدینؒ کے بھائی، مرید اور خلیفہ تھے اور ان کی وفات کے بعد مسند نشین ہوئے- آپ بڑے صاحب حال اور صاحب کرامات تھے لیکن ہمیشہ پوشیدہ رہنے کی کوشش کرتے تھے اس لئے کم لوگ آپ کے محرم حال ہوتے تھے- "مناقب الاصفیاء" میں ہے کہ آپ شیخ رکن الدین فردوسیؒ کے بھائی اور شیخ نجیب الدینؒ (جو حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے پیرو مرشد تھے) کے والد ماجد تھے-

شیخ نجیب الدین فردوسیؒ : آپ شیخ رکن الدین فردوسیؒ کے بھتیجے مرید اور خلیفہ تھے- ابتدائے حال سے لیکر انتہائے سلوک تک انہیں سے تربیت حاصل کی اور خرقہء خلافت حاصل کیا- آپ کے کمالات کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ شیخ شرف الدین منیریؒ جیسے بزرگ بھی آپ کے مرید اور تربیت یافتہ تھے- آپ نے انہیں جب خرقہء خلافت عطا فرما کر رخصت کیا تو فرمایا کہ اگر تجھے راستہ میں کوئی خبر ملے تو واپس نہ آنا- آپ راستے میں تھے کہ پیچھے سے کسی نے آپ (شیخ شرف الدینؒ) کو آ کر اطلاع دی کہ حضرت شیخ نجیب الدینؒ کا وصال ہوگیا ہے- آپ نے واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن جب شیخ کی وصیت یاد آئی تو بہار کی طرف چلے گئے- شیخ نجیب الدینؒ کی وفات سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں ہوئی-

شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰ منیری فردوسیؒ

بحوالہ "اخبار الصالحین" آپ جنوبی بہار کے قریب ایک قصبے منیر کے رہنے والے تھے جو عظیم

marfat.com

آباد کے جنوب مشرق کی جانب اٹھارہ کوس پر ہے اور جسے سنسکرت میں "دیہار" (موجودہ بہار) یعنی دارالعلوم کہتے تھے۔ یہ مقام مہاتما گوتم بدھ کی روحانی سلطنت کا جلوہ گاہ اور اس کے مذہب کے پیرو راجہ چکروتی اشوک کا پایہء تخت رہا ہے۔ یہ شہر اس زمانے میں علوم ظاہری و باطنی دنوں کا دارالعلوم تھا۔ یہیں سے ہندوستان میں بدھ مذہب پھیلا۔ منیر بھی کسی زمانے میں ہندوؤں کا دارالسلطنت رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایرانی بادشاہ منوچہر کے ہم عصر فیروز رائے ایک ہندی راجہ نے آباد کیا تھا۔ اسی قصبہ میں سلطان ناصر الدین محمود کے عہد میں شیخ یحییٰؒ کے ہاں شعبان ۶۶۱ ہجری میں آخری جمعہ کے روز (مطابق ۷ جولائی ۱۲۶۳) حضرت شرف الدین احمدؒ پیدا ہوئے۔ آپ کا نام احمد رکھا۔ آپ کا نسب حضرت عبدالمطلب تک جا کر خاندان نبوت سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی رضیہ سیدانی تھیں اور سلسلہ کے لحاظ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے چودھویں پشت میں تھیں۔ آپ نے بغیر وضو کبھی بھی انہیں دودھ نہیں پلایا۔ آپ کا خاندان بیت المقدس سے آکر ہندوستان میں آباد ہوا تھا اور مولانا تاج الدینؒ اس خاندان کے پہلے رکن تھے۔ شیخ احمدؒ کے نانا سید شہاب الدین پیر جگ جوتؒ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے۔ آپ کے والد شیخ سید یحییٰ منیریؒ بھی صاحب علم اور صاحب ذوق بزرگ تھے اور شیخ تقی الدین سہروردیؒ کے مرید تھے۔ جن کا مزار "مہ سوں" (ماہی سنتوش) میں ہے۔ شیخ یحییٰ منیریؒ کے چار بیٹے تھے۔ شیخ جلیل الدین محمدؒ، شیخ شرف الدین احمدؒ، شیخ خلیل الدین اور شیخ حبیب الدین۔

بحوالہ "مراۃ الاسرار" قصبہ منیر میں ایک بزرگ رہتے تھے جو صاحب کشف و کرامات تھے اور شیخ شرف الدین احمدؒ کے والد جس وقت ان کے پاس جاتے تو وہ تعظیم کے طور پر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ ایک دفعہ وہ حسب دستور انہیں ملنے گئے تو انہوں نے تعظیم نہ کی۔ آپ کے والد نے حیران ہوئے کہ نہ جانے کیا ماجرا ہے۔ اس بزرگ نے ان کے دل کی بات سے آگاہی پا کر خود ہی فرمایا کہ جس شخص کی میں تعظیم کرتا تھا اب وہ (آپ کے صلب سے) شکم مادر میں منتقل ہو گیا ہے۔ بحوالہ "اخبار الصالحین" پیدائش کے بعد صغیر سنی میں تعلیم شروع کی۔ قرآن حکیم حفظ فرمایا زاں بعد والد ماجد کی اجازت سے دہلی کے مشہور فاضل شیخ شرف الدین ابو توامہ (مصنف "نام حق") کی خدمت میں تحصیل علوم ظاہری کیلئے سنار گاؤں ان کے ہمراہ تشریف لے گئے (سنار گاؤں جسے ڈھاکہ میں پنام کہتے ہیں) وہاں تفسیر، فقہ، حدیث، اصول، کلام، منطق، فلسفہ، ریاضی اور دیگر علوم متداولہ میں کامل دستگاہ حاصل کی لیکن جو آگ جذبہء الٰہی کی اندر ہی اندر سلگ رہی تھی وہ اپنا کام کرتی رہی چنانچہ ریاضت و مجاہدہ اور روزہ ہائے طے میں بھی مشغول رہے۔ زاں بعد تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہوئے۔ اسی دوران ۱۱ شعبان ۶۹۰ ہجری (۹ اگست ۱۲۹۱ عیسوی) کو آپ کے والد انتقال فرما گئے۔ سنار گاؤں کے قیام کے دوران آپ کے استاد نے اپنی صاحب زادی کی شادی آپ سے کر دی تھی جن سے دو بیٹیاں (جو کم سنی میں ہی فوت ہو گئیں) اور ایک صاحبزادے ذکی الدین پیدا ہوئے۔ والد ماجد کے انتقال کی خبر سن کر بمعہ اہل و عیال اپنی والدہ ماجدہ کے پاس منیر آ گئے۔ چند دنوں کے بعد آتش طلب الٰہی نے بیقرار کر دیا چنانچہ بیوی اور صاحبزادہ کو والدہ کے سپرد کر کے تلاش مرشد کیلئے نکل پڑے۔ دہلی

marfat.com

پہنچ کر حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپ نے بیعت نہ کیا اور فرمایا "حوالہء شماء بخانوادہ فردوسیہ است" یہاں سے آپ حضرت شرف الدین بو علی قلندرؒ کی خدمت میں پانی پت پہنچے لیکن انہیں مغلوب الحال دیکھ کر اپنے بھائی جلال الدین کے ہمراہ واپس دہلی آ گئے۔ ۶۹۱ ہجری (۱۲۹۲ عیسوی) میں حضرت شیخ نجیب الدین فردوسیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ شیخ نے ایک اجازت نامہ لکھ کر رخصت فرمایا اور بہت کچھ وصیتیں کیں نیز فرمایا کہ اگر راہ میں کچھ خبر سنو تو لوٹنے کا قصد مت کرنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ: "من چوں بخواجہ نجیب الدین فردوسی پیوستم حزنے در دل من نہادہ شد کہ ہر روز آں حزن زیادہ می شود" غرضیکہ اسی حزن میں واپس ہوئے۔ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ شیخ کے وصال کی خبر سنی مگر وصیت کے پیش نظر واپس نہ لوٹے اور جوں جوں آگے سفر کرتے طبیعت بے اختیار ہوتی جاتی تھی۔ حتی کہ بہیا پہنچ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ بارہ برس تک اس جنگل میں رہے۔ اس کے بعد را جگیر اور دیگر جنگلوں میں رہے (را جگیر وہی مقام ہے جو گوتم بدھ کا مسکن اور قدیم مگدھ کا پائے تخت تھا۔ یہ مقام ہندو جوگیوں کی عبادت گاہ تھا اور بکثرت ہندو اور مسلمان وہاں مشغول بحق نظر آتے ہیں۔ یہاں گرم چشمے بکثرت ہیں) اس جنگل میں ایک گرم چشمہ ہے جسے مخدوم کنڈ کہتے ہیں۔ اس کے متصل ایک حجرہ ہے جس میں بن باس رہنے کے آخر زمانہ میں آپ مشغول ریاضت رہتے تھے۔

صاحب "مراۃ الاسرار" نے سلسلہء فردوسیہ میں آپ کی بیعت اور خلافت کا واقعہ تفصیلاً یوں لکھا ہے: چونکہ آپ نہایت بلند ہمت تھے۔ آپ نے شیخ ابو تمامہ کی تربیت پر اکتفانہ کیا۔ سنار گاؤں سے واپس آ کر آپ اپنی والدہ کے ہاں منیر چلے گئے۔ سنار گاؤں میں آپ کو ایک بیماری لگ گئی تھی۔ سب طبیبوں نے اتفاق رائے سے کہہ دیا کہ اس مرضؔ کا علاج شادی ہے چنانچہ آپ کی شادی ہو گئی اور ایک لڑکا پیدا ہوا۔ انہوں نے لڑکے کو اپنی والدہ کے حوالہ کر کے فرمایا کہ اسے میرا قائم مقام سمجھو اور مجھے راہ حق میں چھوڑ دو کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں۔ پس والدہ سے رخصت ہو کر آپ دہلی گئے اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "حوالہ شمابہ خانوادہ فردوسیہ است"۔ کچھ دیر کے بعد سلطان المشائخ نے انہیں تنبول کا پتہ دے کر رخصت فرمایا اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ شہباز ہے لیکن ہمارے جال میں پھنسنا اس کے مقدر میں نہیں ہے۔ باہر آ کر ان کے دل میں خیال گزرا کہ اگر شیخی یہی ہے تو میں بھی شیخ ہوں۔ وہاں سے آپ پانی پت گئے اور شیخ شرف الدین بو علی قلندر علیہ رحمتہ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے لیکن وہاں سے بھی یہ کہہ کر چل دیئے کہ شیخ تو ہیں لیکن مغلوب الحال ہیں۔ دوسروں کی تربیت نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے وقت حضرت بو علی قلندرؒ نے اتنا فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہ حرا (غار حرا) میں فتح باب ہوئی (یعنی دروازہ کھلا) اور تمہاری کوہ را جگیر میں فتح باب ہوگی۔ اس کے بعد ان کے بڑے بھائی نے خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ کا ذکر کیا اور ان کی بڑی تعریف کی۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ دہلی کا جو قطب ہے (یعنی سلطان المشائخ) انہوں نے تو مجھے ترک کر کے واپس موڑ دیا۔ دوسرے کے پاس کیسے جاؤں۔ آپ کے بھائی نے کہا۔ بزرگوں کے حق میں ایسی بات نہیں

marfat.com

کہنی چاہئے۔ اس سے آپ پشیمان ہوئے اور خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کی خدمت میں چلے گئے لیکن آپ کے دل میں کچھ دہشت پیدا ہونے لگی۔ دل میں خیال آیا کہ جب حضرت نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دہشت نہ تھی۔ اب کیا بات ہے اس میں کوئی راز ہے کہ اب مجھے دہشت ہو رہی ہے۔ جب حضرت خواجہ (نجیب الدین فردوسیؒ) کے سامنے گئے۔ تنبول کا پتہ اسی طرح منہ میں تھا۔ خواجہ نجیب الدینؒ نے دیکھ کر فرمایا۔ "منہ میں بھی پتہ ہے اور دستار میں بھی لیکن کہتا یہ ہے کہ میں بھی شیخ ہوں" یہ سنتے ہی آپ نے پتہ منہ سے نکال کر پھینک دیا اور دہشت کی حالت میں دو زانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بیعت کی درخواست کی اور مرید ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ (نجیب الدین فردوسیؒ) نے مہربانی فرمائی اور سلسلہء فردوسیہ کے تمام اذکار و مشاغل تعلیم فرمائے اور عقائد مذہب صوفیہ خصوصاً" وحدت الوجود سے آشنا کیا اور خرقہء خلافت تمام تبرکات سلسلہ سمیت عطا فرمایا۔ اس وقت شیخ شرف الدین منیریؒ نے عرض کی کہ یہ بڑا کام ہے مجھ بے چارہ سے کس طرح انجام ہوگا۔ خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے فرمایا میں نے یہ اجازت نامہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا ہے۔ مرتبہ نبوت تمہاری تربیت کرے گا۔ میرے مشائخ کی ولایت بھی تمہارے کام میں لگی ہوئی ہے اس بات کا فکر نہ کرو۔ اس کے بعد رخصت فرمایا اور حکم دیا کہ اگر راستے میں کوئی خبر موصول ہو تو واپس نہ آنا ایک دو منزل گئے تھے کہ حضرت خواجہ کے وصال کی خبر سنی۔ واپس جانا چاہا لیکن ان کی وصیت یاد آئی اس لئے آگے چلتے رہے۔ جب بنارس سے گزر کر ایک دو منزل آگئے تو اجازت نامہ اور تبرکات اپنے بھائی کے حوالہ کرکے جنگل میں گھس گئے ا. ہمراہیوں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔

حضرت کو بیعت اگرچہ خاندان فردوسیہ میں تھی لیکن بطریقہ او ۔ یہ بھی فیضان باطنی پہنچا۔ آپ ابھی را بگیر ہی میں تھے کہ آپ کی بہت شہرت ہوگئی اور مخلوق کا ہجوم ہونے لگا ان میں حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ کے مرید مولانا نظام مغربیؒ کو درجہء اختصاص حاصل تھا۔ آپ نے ان لوگوں کی سہولت کیلئے ہر جمعہ کو بہار کی جامع مسجد میں آنا شروع کردیا۔ بالآخر وہاں دار الاقامہ تعمیر کرا دیا گیا تاکہ حضرت وہاں منتقل ہو آئیں۔ بہار میں اقامت گزیں ہونے کے بعد آپ کی والدہ' صاحبزادہ اور اکثر اعزاء اور مرید بہار چلے آئے۔ یہاں آپ ساٹھ سال مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ صاحب "سیرۃ الشرف" لکھتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں ہر شخص آزادی سے سوال جواب کرسکتا تھا اور ہر شخص اختلاف و اتفاق رکھنے کا حق رکھتا تھا۔ آپ کے نامور مریدوں میں مولانا مظفر بلخیؒ' قاضی شمس الدینؒ' زین بدر عربیؒ' حسین بلخیؒ اور مولانا نصیر الدین جونپوریؒ بہت مشہور ہیں۔

تصنیفات : مکتوبات بست و ہشت بنام مولانا مظفر بلخیؒ ہیں۔ یہ مکتوب ان خطوں میں سے بچ کر رہ گئے جو مولانا کی وصیت کے موافق ان کے ہمراہ دفن کردیئے گئے تھے۔ آپ کے دوسرے خطوط " مکتوبات صدی" کے نام سے مشہور ہیں جو قاضی شمس الدینؒ کے نام ہیں۔ مزید برآں فوائد رکنی' شرح آداب المریدین' اجوبہ و ارشاد الطالبین' ارشاد السالکین' لطائف المعانی' رسالہ مکیہ' عقائد شرفی' تحفہ غیبی' خوان پر نعمت' معدن المعانی اور ملفوظات ہیں جو زین بدر عربیؒ اور شیخ شہاب الدین عماد حاجیؒ

marfat.com

نے جمع کئے ہیں۔ ایک دفعہ تمام مشائخ وقت یکجا تھے ان میں سے ہر ایک بزرگ نے اپنی اپنی خواہش کا اظہار کیا جب شیخ شرف الدینؒ کی نوبت آئی تو آپ نے کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرا نام نہ اس جہان میں ہو نہ اس جہان میں حدیث پاک **اذا اتم الفقر فھو اللہ** (جب فقر کی تکمیل ہوتی ہے تو (اللہ ہی اللہ ہوتا ہے) کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

صاحب "مراۃ الاسرار" کے مطابق شیخ غن کاکوئیؒ اور احمد بہاریؒ صاحب مقامات اور مست وحدت تھے۔ یہ دونوں مجذوب بزرگ آپ سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں یہ دونوں بزرگ اتفاقاً" دہلی گئے اور غلبۂ حال کی وجہ سے کچھ بے پردہ باتیں کہیں جس پر علمائے بجواہر نے ان کے قتل کا فتویٰ صادر کردیا۔ باوجودیکہ دہلی میں بے شمار بزرگ تھے کسی نے انہیں دیوانگی کا عذر دیکر بچانے کی کوشش نہ کی۔ جب یہ خبر شیخ شرف الدین منیریؒ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ جس شہر میں ایسے موحدین کا خون گرایا جائے وہ کب آباد رہ سکتا ہے چنانچہ کچھ عرصے کے بعد امیر تیمور نے حملہ آور ہو کر دہلی میں قتل عام کیا اور تاخت و تاراج کردیا۔

وصال : آپ کا وصال چھ شوال ۷۸۲ ہجری (مطابق ۳ جنوری ۱۳۸۱ عیسوی جمعرات) میں سلطان فیروز تغلق کے عہد میں ہوا۔ (آب کوثر میں ۵ جنوری ۱۳۷۱ء عمر ۱۰۸ سال لکھا ہے) نماز جنازہ سید میر اشرف جہانگیر نے پڑھائی جو اشارۂ غیبی اور حضرت شیخ کی پیشن گوئی متعلقہ نماز جنازہ کے بموجب وہاں پہنچے تھے۔ عمر شریف ایک سو اکیس برس تھی۔ (مراۃ الاسرار)

خلفاء : مناقب الاصفیاء کے مطابق آپ کے ایک لاکھ سے زیادہ مرید تھے۔ ان میں سے تین سو واصل باللہ تھے۔ ایک روایت کی رو سے چالیس مرید واصل باللہ تھے ان چالیس میں سے تین مرد نکلے۔ شیخ مظفر بلخیؒ ملک زادہ فضل اللہ اور مولانا نظام الدین درون حصاری۔ مزید برآں شیخ شہاب الدین عماد حانفی، شیخ زین بدر عربی، قاضی شمس الدین اور مولانا برہان الدین شمسی بڑے بلند پایہ اور ممتاز ہیں۔ شیخ مظفر بلخیؒ کے حالات علیحدہ درج کردیئے گئے ہیں۔ شیخ زین بدر الدینؒ آپ کے کاتب تھے انہوں نے آپ کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں۔ شیخ شہاب الدین عماد حانفیؒ نے بھی آپ کے ملفوظات جمع کئے اور "مخ المعانی" نام رکھا۔

قاضی شمس الدینؒ کے نام جو مکتوبات چھپے ہیں وہ "مکتوبات صدی" کے نام سے مشہور ہیں۔ قاضی صاحب قصبہ جوسا کے حاکم تھے اور موانع روزگار کے باعث ملازمت خدمت سے محروم رہتے تھے اس وجہ سے ایک دفعہ درخواست کی کہ اہل سلوک کے مراتب و مقامات اور معاملات، توبہ، ارادت، توحید و معرفت، عشق و محبت، گردش و کوشش، بندہ بودن و بندگی کردن، تجرید و تفرید، سلامتی و ملامتی اور شیخی و مریدی پر کچھ تحریر فرمایا جائے تاکہ اس عاجز کے لئے باعث ہدایت ہو غرضیکہ اس طریق پر ۷۴۷ ہجری (۱۳۴۶ عیسوی) میں یہ مکتوبات لکھے گئے تھے۔ زین بدر عربیؒ جو حضرت کے کاتب تھے انہوں نے ایک نقل کرکے رکھ لی تھی تاکہ پڑھنے والوں کے لئے باعث ہدایت ہو۔

شیخ محمد اکرام صاحب "آب کوثر" تحریر فرماتے ہیں: "حضرت چراغ دہلی کی وفات کے بعد دہلی میں صوفیائے کبار کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور اس کے بعد جو بزرگان کرام ہوئے (مثلاً "بنگ کے نور قطب

marfat.com

عالمؒ، اوچ کے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، گلبرگہ کے حضرت سید گیسو درازؒ) ان کی حیثیت بڑی حد تک صوبجاتی اور مقامی تھی لیکن اس زمانے میں بھی ایک بزرگ ایسے تھے جو شاید اولیائے کرام کی بالکل پہلی صف میں تو نہیں آتے اور دارالسلطنت سے بھی ان کا خاص تعلق نہیں رہا لیکن انہوں نے اپنی تصانیف و تالیف کی بنا پر جو ملک کے مختلف حصوں میں رائج ہوگئیں ایک طرح کی مرکزی حیثیت حاصل کرلی۔ یہ بزرگ بہار کے شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ تھے۔

اسلامی تصوف پر سب سے پہلی فارسی تصنیف "کشف المحجوب" لاہور (پاکستان) میں لکھی گئی لیکن حکومت دہلی کے زمانے میں اس کتاب کا ذکر کثرت سے نہیں آتا۔ ہندوستان کے علمی صوفیانہ حلقوں میں جو کتاب سب سے زیادہ رائج تھی وہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی "عوارف المعارف" ہے جس میں تصوف کے اصول اور مسائل اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ وہ شرعی حدود سے باہر نہیں جاتے۔ اسلامی دور میں بالعموم "عوارف المعارف" صوفیائے کبار کے علمی حلقوں میں بڑی مقبول رہی اور اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں لیکن اس کے بعد ("فوائد الفواد" جیسے ملفوظات کو چھوڑ کر) جن صوفیانہ رسائل نے سب سے زیادہ شہرت پائی اور صوفیائے کبار کے نزدیک قریباً ایک دستور العمل کی حیثیت حاصل کرلی وہ "مکتوبات شرف الدین یحییٰ منیری" تھے۔

شیخ شرف الدینؒ کے والد مخدوم یحییٰ منیریؒ بھی ایک صاحب علم اور صاحب ذوق بزرگ تھے۔ انہیں عقیدت و ارادت مولانا شیخ تقی الدین عربی سہروردیؒ سے تھی جو شیخ احمد دمشقیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ موخر الذکر یا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ یا شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کے مرید تھے۔ مولانا تقی الدین عربی کی ذات اس لئے بھی بڑی دلچسپی کی حامل ہے کہ ان کا مزار مسون (موجودہ ماہی سنتوش) میں ہے جو پہلے ضلع دیناج پور میں تھا اور اب مشرقی پاکستان کے ضلع راج شاہی کی شمالی سرحد پر واقع ہے۔ مولانا تقی الدین سہروردی مسونؒ (ماہی سنتوش) میں تشریف رکھتے تھے اور "احیاء العلوم" (مصنفہ امام غزالیؒ) کا درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے غزالیؒ کی اس مبسوط کتاب کا اختصار بھی مرتب کیا تھا۔ مخدوم یحییٰ منیریؒ مسون (ماہی سنتوش) میں جو مشرقی سرحد پر واقع ہے۔ اب کھنڈرات بہت ہیں کہ اس صدی کے شروع میں جب تذکرہ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ مرتب ہوا تو مسون کی درگاہ قائم تھی اور سجادہ نشین صاحب کا نام شاہ عبدالغفور تھا۔ (کاش مشرقی پاکستان کا کوئی بزرگ اس مسئلے پر زیادہ روشنی ڈال سکے)

فلسفہ میں (اقبال کے فلسفہء خودی و بے خودی سے پہلے) اسلامی پاک و ہند کا سب سے بڑا کارنامہ فلسفہء شہود کی توضیح و تکمیل ہے جسے پیش تو شیخ علاء الدین سمنانیؒ نے کیا تھا لیکن جس کی تکمیل عہد جہانگیری میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہاتھوں ہوئی۔ اس سے پہلے بھی فلسفہ اور تصوف کے مخلوط مسائل پر کئی بزرگوں نے اپنے خیالات ترتیب دیئے۔ ابتدائی اہل قلم میں سے قاضی حمید الدین ناگوریؒ، شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ، مخدوم علی مہائمیؒ، سید گیسو درازؒ کی تحریریں خاص مطالعہ اور غور و فکر کی مستحق ہیں۔ علمی حلقوں میں ان سب سے زیادہ رواج شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی تصانیف کو ہوا اور امید ہے کہ جو کوئی پاک و ہند میں اسلامی فلسفے کی تاریخ مرتب کرے گا اور بیان و

marfat.com

زبان اور طرز تفکر کی الجھنوں کو صاف کر کے قدیم خیالات کو زمانہء حال کی اصطلاحات میں پیش کرے گا اسے شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے قیمتی مواد ملے گا۔"

ارشادات : آپ کے خلیفہ شیخ مظفر بلخی نے پوچھا: کیا اولیاء اللہ کھانا کھاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مگر دوا کے طور پر۔ دنیا کے متعلق فرمایا: دنیا تین قسم کی ہے۔ ایک مقدار ضرورت' دوسرے مقدار حاجت' تیسرے مقدار فضول۔ فرمایا: جس نے مشائخوں کا طاقیہ پہنا اسے چاہئے کہ رسوم کے بت توڑ ڈالے اور زنار عادت کو کاٹ ڈالے۔ فرمایا: کلمات مشائخ اس زمین پر خدا کے لشکر کی مانند ہیں اگر پڑھنے والا مرد ہوگا تو اسے شیر مرد اور اگر نامرد ہوگا تو اسے مرد بنا دیں گے۔ فرمایا: مرید کو اپنے پیر سے کوئی چیز نہیں چھپانا چاہئے خواہ کتنی ہی بری کیوں نہ ہو۔ فرمایا: اول جامہ و تن و لقمہ پاک و حلال ہونا چاہئے۔ اس کے بعد حواس خمسہ معصیت اور بری باتوں سے پاک صاف رہیں اور دل کو جملہ اوصاف مذمومہ سے مثلاً" بغض و حسد سے پاک صاف رکھیں اور اس مرحلہ کو طے کرنے کیلئے استقامت شرط ہے۔

فرمایا: نفس کافر کی مخالفت تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ بھوک اور پیاس سے اسے مارنا چاہئے اس لئے کہ یہ کافر جتنا بھوک پیاس سے نرم و مطیع ہوتا ہے کسی سے نہیں ہوتا۔ فرماتے ہیں کہ ترک دل سے ہونا چاہئے یعنی دل سے کسی شے کی طرف میل و محبت اور طلب نہ رہے۔ وجد اور حال کے سلسلہ میں فرمایا جو حالت حرکت ظاہر میں رونما ہوتی ہے وہ وجد ہے اور جو کیفیت باطن میں پیدا ہوتی ہے اسے حال کہتے ہیں۔ فرمایا: علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خدائے عز و جل تک پہنچاتا ہے دوسرا وہ جو خدا سے غافل کرتا ہے اور ان دونوں کی تحصیل تمام آدمیوں پر فرض ہے۔ پھر ان دو قسموں کی بالا جماع دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو تعلیم و مطالعہ سے آتا ہے اور دوسرا وہ جو درون سینہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ آخر الذکر کی پھر تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خدائے عز و جل و علاء کی طرف سے پیغمبروں کے دلوں میں اترتا ہے اسے وحی کہتے ہیں دوسرا وہ جو اولیاء اللہ کے دلوں میں اترتا ہے اسے الہام کہتے ہیں۔ تیسرا وہ ہے جو پیغمبروں کے سینوں سے صدیقوں کے سینوں میں اور پیروں کے سینوں سے مریدوں کے سینوں میں اترتا ہے چنانچہ حدیث شریف **الشیخ فی قومہ کا النبی فی امتہ** کے یہی معنے ہیں نیز فرمایا خلق اللہ کے کام آنا بڑی دولت ہے۔ تصوف کا ایک معرکتہ الاراء مسئلہ ہے کہ **الشیخ یحی و یمیت** اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ اس قول کے تین معنی ہیں۔ ایک یہ کہ یحی و یمیت سے مراد لی جائے کہ شیخ مرید کو طاعت سے زندہ اور معصیت سے مردہ کرتا ہے اس لئے کہ طاعت حیات ہے اور معصیت موت۔ دوسرے یہ کہ یحی کے معنی ہوں یحیٰی بہ حیات قلبہ' اور یمیت کے معنی لئے جائیں **یمیت عن حیات نفسہ** اور تیسرے یہ کہ اگر خدا عز و جل فضل فرمائے اور مستجاب الدعوات کرے تو خدا عز و جل کے حکم سے اور اس مرتبہ ولایت کی بدولت اسی کے حکم سے زندہ اور اسی کے حکم سے مردہ بھی کر سکتا ہے۔ اتباع سنت کے متعلق آپ کا ارشاد گرامی ہے:

با شرع بہوش باش و با خدا دیوانہ　　باعشق آشنا باش و با عقل بے گانہ

رہبانیت اور مجاہدات نامشروع کو آپ سخت ناپسند فرماتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی اپنے اعضاء میں سے کسی عضو میں سوئی کی نوک چبھو کر یہ کہے کہ میں اپنے نفس پر قہر کرتا ہوں تو درگاہ

marfat.com

رب العزت میں گنہگار ہوگا۔ نیز فرمایا روزہ نفل کی قضا ہے لیکن شکستگی دل کی قضا نہیں۔ آپ بڑے متواضع، منکسر المزاج اور خلق اللہ سے بے حد ہمدردی رکھنے والے تھے اور کسی کی دل شکنی نہیں فرماتے تھے۔ شیخ مظفر کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ فی المثل اگر دونوں عالم تمہیں حوالہ کردیں اور کہیں کہ جو چاہو ان میں تصرف کرو تو خبردار کہیں اس شے سے جو فوق الدنیا والآخرۃ ہے محجوب نہ ہو جانا۔ کشف و کرامات کے بارے میں انہیں لکھا کہ اس راہ کے چلنے والوں کو طرح طرح کے امتحان درپیش آتے ہیں انہیں کشف و کرامات کہتے ہیں ان سے پرہیز کرنا اور اپنی ہمت کے بت اور زنار سمجھنا اور **ما زاغ البصر وما طغی** کو فراموش نہ کرنا۔

فرمایا: اہل توحید کے نزدیک ایمان کے چار درجے ہیں۔ ایک یہ کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہے اور دل میں اعتقاد نہ ہو یہ منافقوں کا مذہب ہے۔ دوم یہ کہ زبان سے بھی کہے اور دل میں بھی اعتقاد رکھے اس کا ثمرہ دوزخ سے نجات اور دائم رہنے والی جنت ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بندہ کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ یہ دیکھتا ہے کہ تمام کاموں کے اصل ایک ہی ہیں اور فاعل حقیقی صرف ایک ہی ہے یہ عارفوں کی توحید ہے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ اس کا باطنی نور اس قدر آشکار اور مستولی ہو جائے کہ اس کی آنکھ کے سامنے تمام ذرات وجود اس نور میں غائب ہو جائیں اسے اہل تصوف فنائی التوحید کہتے ہیں۔ ان چار درجوں کے بعد بھی ایک فنا عن الفنا کا مرتبہ ہے جس میں کمال استغراق کی وجہ سے سالک کو خود اپنی فنا کے آگاہی نہیں رہتی۔ مزید فرماتے ہیں کہ توحید کا اول درجہ بادام کے اوپر کے پوست کی مانند ہے اور دوسرا درجہ دوسرے پوست کی طرح اور درجہ سوم بہ منزلہ مغز کے ہے اور چوتھا درجہ مغز مغز ہے جسے روغن کہتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ اس راہ کی پہلی منزل توبہ نصوح **توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون۔** اے برادر ہرچند کہ تو آلودہ گناہ ہے توبہ کا قصد کر اور امیدوار رہ کہ سحر فرعون سے آلودہ تر اور اصحاب کہف سے زیادہ ملوث تر اور طور سینا سے زیادہ جماد تر اور چوب حنانہ سے زیادہ بے قیمت تو نہیں ہے۔ فرمایا: گناہ تین قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ایک تو جو کچھ تجھ پہ واجب ہے اسے ترک کرے مثلاً" نماز، روزہ وغیرہ۔ دوم خدا اور اس کے بندے کے درمیان کا گناہ مثلاً" شراب، جوا اور زنا وغیرہ۔ سوم: وہ گناہ جو تیرے اور بندگان خدا کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً" حقوق العباد۔ ان کا کفارہ سب سے زیادہ دشوار ہوا کرتا ہے اور دشمنوں کو خوش کرنا اسی تیسری قسم کے تحت آتا ہے۔ فرماتے ہیں کسی ساعت تجدید توبہ سے غافل نہ رہنا چاہئے اور یہ ہمت رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ توبہ کی حقیقت نصیب کرے۔

فرماتے ہیں: راہ طریقت میں دنیا و نفس و شیاطین الانس و جن سب راہزن ہیں۔ بغیر کسی صاحب دل و صاحب ولایت کو ہمراہ لئے یہ راہ طے نہیں ہوسکتی۔ فلاسفہ، دہریہ، معتزلہ، اباحتیہ اور دیگر اہل بدعت نے بغیر شیخ کامل و مقتدائے واصل کے اس راہ میں اپنی سرمایہ عقل کے بھروسے پر قدم رکھا تھا اس لئے بادیہ گمراہی میں ہلاک ہوگئے۔ جو لوگ کہ صاحب توفیق و سعادت ہیں وہ ایک صاحب دولت کی پناہ میں اس دشوار راستہ کی تمام گھاٹیوں سے گزر جاتے ہیں اور سلامت رہتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے

maarfat.com

ایسے بندے بھی ہیں جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کل کائنات سے عبور کرکے اس کی تجلیات صفات جلال و جمال میں اپنی ہستی کو گم کردیا ہے اور مقام **فاذا احببتہ کنت لہ سمعا" وبصرا" ویدا ولسانا** پر فائز ہیں۔ اگر شفقت و ہمت کی نظر سے بیگانہ کو دیکھ لیں تو یگانہ ہو جائے۔ گنہگار کو دیکھ لیں تو مطیع ہو جائے اور اگر مطیع پر نظر ڈالیں تو تخت ولایت پر بٹھا دیں اس لئے کہ ان کا ارادہ حق تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ متحد ہوگیا ہے۔ **من کان للہ کان اللہ لہ**

فرماتے ہیں: جس طرح شریعت میں نیت ضروری ہے اسی طرح طریقت میں ارادت لازمی ہے اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اور ارادت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک دنیا کی' ایک آخرت کی اور ایک مولیٰ کی۔ **منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ** آخرت کا ارادہ دنیا کے ارادہ سے شریف تر ہے مگر ارادت مولیٰ آدمی کی دید و بصیرت کشادہ کرکے تمام مکنونات سے اس کی ہمت کو بلند تر رکھتی ہے۔ **من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعا** جس کا یہ ارادہ ہوتا ہے وہ ماسواء اللہ کو زنار و بت راہ شمار کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ تجلی سے مراد ذات و صفات الوہیت کا ظہور ہے۔ روح کی بھی تجلی ہوا کرتی ہے۔ بعض سالکان راہ روح کی تجلی سے دھوکہ میں آجاتے ہیں اور اسے تجلی حق کہنے لگتے ہیں اور اگر پیر کامل و صاحب تصرف کی امداد نہ ہو تو اس درجہ سے خلاصی حاصل کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ سالکان راہ میں بعض صاحب دولت ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کا دل صفات بشریت و زنگار طبیعت سے صاف ہو جاتا ہے تو بعض روحانی صفتیں ان کے دل پر تجلی کرنے لگتی ہیں۔ کبھی روح اپنی جملہ صفتوں کے ساتھ متجلی ہوتی ہے اور کبھی ذات روح جو خلیفہ ء حق ہے تجلی فرماتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس تجلی کے بعد سالک بخلاف خود انا الحق کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جملہ موجودات کو تخت خلافت روح کے سامنے سجدہ میں دیکھ کر دھوکہ میں پڑ جاتا ہے کہ یہی حضرت حق ہے۔ سوائے خدائے عز و جل کی عنایت اور پیر کی ضمانت کے اس گھاٹی سے نکلنا بہت دشوار ہے۔ فرماتے ہیں: تجلی روحانی اور تجلی ربانی میں یہ فرق ہے کہ تجلی روحانی میں حدوث کی علامتیں ہوتی ہیں اور صفات بشری کو فنا کرنے کی قوت اس میں نہیں ہوتی ہے۔ ظہور کے وقت صرف عارضی ازالہ اس سے ہو جاتا ہے مگر تجلی ربانی میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ علاوہ اس کے تجلی روحانی کے حصول سے دل میں تاریکی نظر آتی ہے اور شوائب شک و ریب سے خلاصی نہیں ہوتی۔ در معرفت کا پورا ذوق حاصل نہیں ہوتا مگر تجلی ربانی اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ تجلی روحانی سے غرور و پندار پیدا ہوتا ہے اور خوف و نیاز میں کمی آجاتی ہے۔ بخلاف اس کے تجلی ربانی سے یہ سب باتیں رفع ہو جاتی ہیں اور درمیان سے ہستی زائل ہو جاتی ہے اور طلب و تشنگی بڑھتی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ انسان جناب باری تعالیٰ کی ذات و صفات کا آئینہ ہے۔ جب آئینہ صاف ہو جائے گا تو جس صفت میں کہ حق جل و علی چاہے گا تجلی فرمائے گا۔ تجلی سے یہ سمجھنا چاہیے کہ "ہمہ از حق بیند و از آں حق بیند نہ از خویشتن و از آں خویشتن" جب سامنے سے بشریت اٹھ جاتی ہے تو عالم غیب نظر آنے لگتا ہے۔ اسی کو تجلی کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں: اگر دعا کرتے وقت طبیعت میں بسط معلوم ہو تو دعا کرنا بہتر ہے اور اگر زجر و قبض معلوم ہو تو خاموش رہنا

marfat.com

بہتر ہے لیکن اگر حالت مساوی ہو تو اس وقت اگر علم غالب ہو تو دعا کرنا بہتر ہے اور اگر معرفت غالب ہو تو خاموش رہنا بہتر ہے۔ فرماتے ہیں: مومنوں کے ارواح کا جوہر معرفت حق ہے۔ جسے یہ نصیب نہیں وہ دراصل وجود ہی میں نہیں آیا۔ معرفت کا پہلا قدم یہ ہے کہ تمام آفرینش کو مقہور و عاجز و اسیر حق سمجھے اور اپنی نسبت کو تمام اشیاء سے منقطع کر کے جانے کہ خدائے عز و جل ایک ہے اس کی ذات و صفات قدیم ہیں۔ لیس کمثلہ شیء وھوا لسمیع العلیم۔ فرماتے ہیں: حدیث شریف میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کے نفس کو اس کا واعظ بنا دیتا ہے اور دل کی راہ سے اسے زجر و توبیخ کرتا اور امر و نہی فرماتا رہتا ہے۔ فرماتے ہیں: سالکان حق کا مدار بارہ علوم پر ہے۔ علم توحید، علم معاملت، علم معرفت، علم حالت، علم مکاشفت، علم مشاہدت، علم خطاب، علم سماع، علم وجد، علم معرفت روح، علم معرفت نفس اور علم معرفت عقل ان میں سے ہر ایک کے اصول و فروع ہیں جن کا جاننا لابدی ہے اور جو اس راہ میں آنا اور اس کام کو اختیار کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ اس طائفہ کے مشائخوں اور پیروں میں جو مشار الیہ اور صاحب اشراق ہو اس کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کرے تاکہ اس کی راہ میں جس قدر مزاحمتیں ہوں سب دور کر دے اور اس کے نفس کے عیوب اسے دکھائے اور اس راہ کی آفات سے اسے مطلع کرے۔

خلفاء احمد بن یحییٰ منیریؒ

شیخ مظفر بن شمس الدین بلخیؒ : بحوالہ "اخبار الصالحین" "مناقب للاصفیا" کے مطابق آپ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے محبوب ترین خلیفہ تھے اور جو درجہ اختصاص شیخ مظفر کو حاصل تھا اور آتش عشق ان کے اندر شعلہ افگن تھی کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ آپ کے والد شمس الدین بلخیؒ ابتدا" دہلی میں سرکاری ملازم تھے لیکن تائید الٰہی شامل حال ہوئی اور ملازمت ترک کر کے میدان تجرید میں قدم رکھا آپ شیخ احمد چرم پوش بہاریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ مظفر حضرت منیریؒ کی جامعیت علوم صوری و معنوی سے متاثر ہو کر ان کے مرید ہو گئے۔ سالہا سال ریاضتیں اور محنتیں کیں اور اس درجہ کو پہنچے کہ پیر و مرشد انہیں امام مظفر کے لقب سے پکارنے لگے اور فقرائے خانقاہ کی خدمت آپ کے سپرد کی۔

"اخبار الاخیار" میں ہے کہ پچیس سال تک شیخ مظفرؒ اپنے واقعات، معاملات و حالات جو راہ سلوک میں پیش آتے رہے وہ اپنے پیر و مرشد کو لکھتے رہے اور حضرت شیخ خطوط میں ان کے جوابات اور تمام مشکلات کا حل تحریر فرماتے رہے چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت احمد منیریؒ تحریر فرماتے ہیں: "مکتوبات من ہمہ حل مشکلات و معاملات آں برادر است۔ باید کہ کسے را نہ نماید کہ موجب افشائے سر ربوبیت گردد"۔ اسی وجہ سے آپ نے ان خطوط کو مخفی رکھا جن کی تعداد انداز" دو سو تھی۔ بوقت رحلت آپ نے وصیت کی کہ یہ خطوط میرے ساتھ دفن کر دیئے جائیں چنانچہ بموجب وصیت آپ کے کفن میں رکھ دیئے گئے مگر صرف ایک خریطہ (بستہ) باقی رہ گیا جو خطوط اس میں تھے وہ آج تک . محفوظ ہیں اور طبع ہو چکے ہیں ان کی تعداد بست و ہشت (اٹھائیس) ہے۔ بحوالہ "مراۃ الاسرار" ایک دفعہ شیخ نے آپ سے چلہ کرایا لیکن طبیعت شغل باطن پر نہیں جمتی تھی بلکہ ہر وقت بیوی کی شکل نظر میں رہتی تھی جس سے بہت خلل واقع ہوتا۔ آپ نے شیخ سے عرض کیا کہ میری منکوحہ میرے کام میں حارج ہے لہٰذا میں نے اسے طلاق دی۔

marfat.com

الغرض طلب حق میں اس قدر صادق تھے کہ تمام حجابات ہٹاتے گئے۔ آپ پر حال اس قدر غالب تھا کہ حسین بن منصورؒ اور عین القضاۃ ہمدائیؒ کی طرح مست ہو کر نعرے لگاتے تھے لیکن شیخ کی توجہ سے آپ مقام تمکین اور ارشاد کو پہنچ گئے۔

ایک دن آپ شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص منہاج الدین بھی آگیا اور فریضہء حج کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ احمد منیریؒ پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ حج تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور اپنے حاجی ہونے پر فخر کا اظہار کیا لیکن حضرت شیخ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی اور کھڑے ہو گئے۔ یہ گستاخانہ حرکت اور کلمات شیخ مظفرؒ کو برے لگے اور اس شخص سے بحث کے دوران اسے اپنی آستین کے اندر خانہ کعبہ کا مشاہدہ کرا دیا جس سے وہ لاجواب ہو گیا۔ جب یہ بات حضرت شیخ (احمد منیریؒ) تک پہنچی تو آپ نے شیخ مظفر کی کرامت کو ناپسند فرمایا اور کہا کہ جس قدر تم اپنی کرامت میں مشغول ہوئے اسی قدر اپنے مقصود سے دور ہٹ گئے۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد شیخ مظفر کو حکم دیا کہ تجھے زیارت حرمین شریفین کیلئے فوراً جانا چاہیے چنانچہ آپ حج پر روانہ ہو گئے۔ زیارت اور حج سے واپسی پر اپنے پیرو مرشد کے وصال کی خبر سنی تو آپ نے ہندوستان واپس آنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ان ایام میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی جس میں سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ فی الحال واپس گھر چلے جاؤ۔ دوسری مرتبہ اپنے بال بچوں سمیت آنا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ آپ اپنے اعزاء بمعہ اپنے بھتیجے شیخ حسین بن معزالدین مکہ معظمہ پہنچے وہاں پہنچ کر فرمایا میں اس پاک سرزمین میں رہ کر ایک رسالہ لکھنا چاہتا ہوں لیکن سمجھے گا کون؟ حضرت شیخ ہوتے تھے تو لکھنے میں مزہ آتا تھا اب ہندوستان میں مرد حق نہیں ہے۔ شیخ حسین بلخیؒ نے عرض کی مشہور تو ہے کہ کوئی جگہ مردان حق سے خالی نہیں کیونکہ مردان حق کے وجود سے (نظام عالم) قائم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ صلحاؒ (نیک لوگ) ہوتے ہیں۔ مرد حق اور ہوتا ہے۔ اگر کوئی مرد حق مل جائے تو اس کے گھر کا مجاور بن جاؤں۔ اس کے بعد آپ نے ساری عمر مکہ معظمہ میں گزار دی۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اکیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی سے کوئی بات نہ کی لیکن شیخ حسینؒ (اپنے بھتیجے) سے اس قدر کہا کہ میں حضرت شیخ کو دیکھ رہا ہوں لیکن کچھ فرماتے نہیں۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ ایک اور دفعہ شیخ حسین سے فرمایا میں تجھے ایک راز بتاتا ہوں من احب بقا اللہ احب اللہ لقا (جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیدار کا جتنا طالب ہوتا ہے اللہ اس کا اتنا ہی طلب گار ہوتا ہے) یہ کہہ کر آپ استغراق میں چلے گئے۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو مشائخ فردوسیہ کی امانت اور خلافت اپنے بھتیجے (شیخ حسینؒ) کے سپرد کی اور واصل بحق ہو گئے۔ آپ کا وصال اپنے پیرو مرشد (حضرت احمد بن یحییٰ منیریؒ) کے پانچ یا چھ سال بعد ہوا اس لحاظ سے وصال ۷۸۷ ہجری مطابق ۱۳۸۸ عیسوی میں ہوا۔

شیخ حسین بلخی بہاریؒ : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ شیخ مظفر بلخی فردوسیؒ کے سگے بھتیجے تھے اور انہیں کے مرید اور خلیفہ تھے۔ تربیت اور خلافت انہیں سے پائی۔ اوائل میں آپ دہلی میں تحصیل علم کرتے رہے اس کے بعد جذبہء طلب حق رونما ہوا تو سب کچھ ترک کر کے راہ حق اختیار کیا۔ منقول ہے کہ آپ نے کتاب "عوارف المعارف" کا نصف حصہ حضرت شیخ شرف الدین احمد منیریؒ سے پڑھا تھا اور آپ نے کمال جوہر شناسی سے ان کو "نوشہء توحید" کہا۔ جب آپ کے مرشد اور چچا شیخ مظفرؒ کا وقت آخر آیا تو شیخ حسینؒ کو فکر لاحق ہوا۔ آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا: بابا حسین فکر مت کرو میرے بعد حضرت شیخ بدیع

marfat.com

الدین مدارؒ اس ولایت میں آئیں گے تم باقی نصف کتاب (عوارف المعارف) ان سے پڑھ لینا۔ چند سال کے بعد جب حضرت شاہ مدارؒ جونپور تشریف لائے تو آپ بہار سے روانہ ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ مدارؒ کی عادت تھی کہ منہ پر ہمیشہ برقعہ رکھتے تھے۔ شاہ حسین کے آتے ہی انہوں نے برقعہ اتار کر فرمایا: آؤ توحید کے سمندر! خوش آمدید! میں تمہارے انتظار میں تھا۔ شیخ حسینؒ نے سر زمین پر رکھ کر یہ شعر فی البدیہہ کہا:-

کہ می گوید کہ حق صورت نہ بندد   من اینک دیدہ ام ذات مصور

(کون کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی صورت نہیں ہے میں اس وقت صورت حق دیکھ رہا ہوں)

یہ سن کر شاہ مدارؒ بہت خوش ہوئے اور ان کو بغل میں لے کر بہت نوازش فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے نصف کتاب "عوارف المعارف" آپ سے ہی پڑھی اور روحانی فیض حاصل کئے۔ زاں بعد اپنے چچا شیخ مظفرؒ سے تربیت حاصل کی اور سلوک تمام کیا اور ان کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کے لئے گئے۔ مکہ معظمہ میں جب شیخ مظفر کی وفات کا وقت قریب آیا تو مشائخ فردوسیہ کا خرقہء خلافت شیخ حسین کو عطا کر کے اپنا سجادہ نشین مقرر کیا اور وصال فرما گئے۔ ان کی وفات کے بعد شیخ حسینؒ واپس آ گئے اور بہار میں سکونت اختیار کر لی اور شیخ شرف الدین احمد منیریؒ کے مریدوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے فیض صحبت سے اکثر لوگ مرتبہء ارشاد و تکمیل کو پہنچے۔ آپ کی اولاد اب تک بہار میں موجود ہے اور سلسلہء ارشاد جاری ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے آپ کے مکتوبات بہت مشہور ہیں جو آپ نے شیخ شرف الدین احمد منیریؒ کے مکتوبات کی طرز پر لکھے ہیں اور حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک مکتوب "دربیان معیت حق باخلق" حسب ذیل ہے۔

برادران دوستان! اس خط میں اسرار الوہیت میں سے ایک سر (راز) بیان کرتا ہوں:- جو شخص شیخ الاسلام شیخ مظفرؒ کی متابعت میں گامزن ہوتا ہے حق پر ہوتا ہے نہ کہ باطل پر۔ اپنے دل کے اندر اس راز کو محفوظ کرتا ہے اور زندقہ (گمراہی) سے بچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وھو معکم اینما کنتم** (اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو) اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور کسی چیز کے دوسری چیز کے ساتھ ہونے کو معیت کہتے ہیں اور یہ یکجا ہونا مجازی ہوتا ہے یا حقیقی؟ علماء ظواہر کا مذہب یہ ہے کہ یہ یکجا ہونا مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ حق تمام ذرات عالم کے ساتھ ہے لیکن ذات سے نہیں بلکہ علم سے ہے اور تمام ذرات پر قادر ہے۔ عام متکلمین کا مذہب بھی یہی ہے لیکن صوفیائے کرام ظاہری معنوں پر قناعت نہیں کرتے بلکہ حقیقت سے آگاہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ تمام ذرات کے ساتھ معیت حق حقیقی ہے یعنی اللہ تعالیٰ بالذات یا ذات کے تمام اشیاء کے ساتھ ہے حقیقتاً" نہ کہ مجازاً" لیکن یہ معیت جسمی نہیں کیونکہ حق تعالیٰ مجسم نہیں ہے۔ نہ یہ معیت اس قسم کی ہے جو جوہر کی عرض کے ساتھ ہوتی ہے (جس طرح کپڑے پر رنگ) کیونکہ حق تعالیٰ جوہر نہیں ہے اور نہ یہ معیت عرض کی جوہر کے ساتھ معیت کی طرح ہے کیونکہ وہ عرض نہیں ہے۔ پس متکلمین کے نزدیک معیت کی یہی تین قسمیں ہیں لیکن صوفیائے کرام کے نزدیک ایک اور معیت ہے جسے چوتھی معیت کہتے ہیں یہ متکلمین کے مفہوم کے علاوہ ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی کل کائنات کے ساتھ معیت اس طرح ہے جس طرح روح انسان کے جسم کے ساتھ ہے کیونکہ

marfat.com

روح نہ جسم کے اندر ہے نہ باہر ہے نہ متصل ہے نہ منفصل (علیحدہ) بلکہ روح عالم ارواح کی چیز ہے اور لوازمات جسم سے یعنی دخول (داخل ہونا) خروج (باہر جانا) اتصال (باہم ہونا) انفصال (علیحدہ ہونا) سے پاک ہے۔ روح جسم کے ذرات میں سے نہیں ہے اور دونوں کی حقیقت علیحدہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں روح اور جسم ایک ذات سے نہیں ہیں۔ کائنات کے ذرات کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت اسی قسم کی ہے **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا یعنی جس نے روح ور جسم کی معیت کی حقیقت کو سمجھ لیا اس نے حق تعالیٰ اور کائنات کی معیت کو سمجھ لیا) اس حدیث پاک کا اشارہ اسی حقیقت کی طرف ہے (بعض کے نزدیک یہ حدیث نہیں ہے بلکہ بزرگوں کا قول ہے)

اب اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حق تعالیٰ ہر گندی جگہ پر موجود ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جس طرح گندی چیزیں پیدا کرنے سے حق تعالیٰ کیلئے کوئی عیب و نقص نہیں ہے گندی چیزوں کی معیت سے بھی کوئی نقص واقع نہیں ہوتا کیونکہ فعل بلا فاعل اور صفت بلا موصوف ممکن نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح روح جسم کے اندر متصرف ہے اور جسم کے تمام اجزاء اسی سے قائم ہیں لیکن جسم کی غلاظت مثلاً" بول براز اور خون وغیرہ سے اس کی پاکی اور طہارت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اسی طرح ذات حق تعالیٰ میں اشیائے کائنات کی معیت سے کوئی نقص یا خلل واقع نہیں ہوتا لیکن متکلمین حضرات' ذات احدیت کی اشیاء کے ساتھ معیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں لہٰذا تاویل پر مجبور ہیں۔ **واللہ الھادی الی الصواب** (اللہ تعالیٰ نیکی کا راستہ دکھانے والا ہے) نظم

تو کے دیدی آں رخسار را | چشم مجنوں باید آں دیدار را
تا نیاید عشق مجنونے پدید | کے بود لیلی بہ خاتونے پدید
گر بہ چشم من بہ بنی روئے او | توتیا سازی ز خاک کوئے او

ترجمہ (تو لیلیٰ کے چہرے کو کیسے دیکھ سکتا ہے اس کے دیدار کیلئے تو مجنوں کی آنکھ چاہئے۔ جب تک مجنوں کا عشق نہ ہو لیلیٰ کیسے نظر آسکتی ہے۔ اگر تو میری آنکھ سے دیکھے تو محبوب کی گلی کی خاک کا سرمہ بنا لے)

چونکہ مریدین کے دل میں طلب حق کی آگ ٹھنڈی ہوگئی ہے اس لئے ان کی حوصلہ افزائی کیلئے قلم اٹھائی گئی ہے تاکہ اگر تصفیہ قلب کی نعمت سے محروم رہ جائے تو مراقبہ میں اپنے آپ کو حق کے ساتھ اور حق تعالیٰ کو اپنے ساتھ سمجھے اور اکثر لوگ اس وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں کہ اپنے آپ کو معیت حق سے دور سمجھتے ہیں اور بے ادبی سے حق کی رضا کے خلاف کام کرتے ہیں۔ صاحب "مراۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے انسان کے قرب کا کمال اسی خط سے ظاہر ہے۔

مخدوم شیخ جمال گوجرہ" : بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ کو شیخ جمال اولیاء بھی کہتے ہیں۔ آپ شیخ مظفر بلخی کے مرید و خلیفہ تھے۔ بعض اوقات آپ طعام کی دیگ سر پر رکھ کر پھرتے تھے اور جو غریب ملتا تھا اسے تقسیم کرتے تھے۔ ایک دن شاہ موسیٰ عاشقان کے گھر فاقہ تھا۔ آپ دیگ سر پر اٹھا کر ان کے گھر پر گئے اور سارا طعام ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: جزاک اللہ! اپنے جمال کے صدقے گوجران کے رنگ کی دیگر اٹھائے پھرتے ہو اور عشق کے عوض فروخت کرتے ہو۔ اسی وقت سے آپ کا لقب شیخ جمال گوجرہ ہو گیا۔ آپ بڑے بلند مقام بزرگ تھے اور آپ کے اندر بہت کشش تھی۔ آپ نے اپنے پیر کے حکم کے مطابق اودھ شہر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور شاہ موسیٰ عاشقان جو شیخ حاجی چراغ ہند" کے خلیفہ تھے ان کے ہم عصر تھے نیز شیخ فتح اللہ اودھی" کے بھی معاصر تھے اور ان کے ساتھ محرمانہ صحبتیں ہوا کرتی تھیں۔ ان

marfat.com

دنوں شیخ احمد عبدالحق ردولوی" اودھ تشریف لے گئے۔ آپ کو ان سے بڑی محبت و عقیدت ہو گئی اور اکثر اوقات ان کی خدمت میں رہے۔ شاہ احمد عبدالحق" کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے بھکر سے پندوہ تک سیر کی لیکن مجھے کوئی مسلمان نظر نہ آیا سوائے ایک بچہ کے جو مجھے راستے میں ملا۔ بچہ سے آپ کی مراد شیخ جمال گوجرہ ہے۔ شیخ جمال نے حضرت شاہ صاحب سے بہت فیض حاصل کیا چنانچہ آپ صاحب ارشاد ہوئے اور آپ کے فیض تربیت سے کافی لوگ مرتبہ تکمیل کو پہنچے۔

آپ کا مزار اودھ میں زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کے خلفاء کا ذکر بحوالہ "مراۃ الاسرار" حسب ذیل ہے۔

مخدوم شیخ بھیک" : آپ مخدوم شیخ جمال گوجرہ" کے مرید اور خلیفہ تھے۔ بڑے عبادت گزار اور عالم مقام بزرگ تھے۔ ایک دفعہ لومڑی کے غار میں گھس گئے اور غلبہ استغراق میں چند سال اس غار کے اندر رہ کر مقام فنا حاصل کیا۔ اس کے بعد خلق خدا کی تربیت میں مصروف ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں ایک شیخ جمال الدین ہیں جن کا مزار جونپور کے علاقے میں بدہزار کے مقام پر ہے۔ مخدوم بھیک کا مزار پرانوار موضع بلہری میں ہے جو شہر اودھ سے چار کوس کے فاصلے پر ہے۔

شاہ جانی" اور شاہ درویش" : یہ دونوں حضرات بھی شیخ جمال گوجرہ" کے مرید اور خلیفہ تھے جن کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ ان کے مزار پرگنہ انزولہ علاقہ گورکھ پور میں ہیں۔

شیخ رجب : آپ بھی مخدوم شیخ جمال" کے مرید اور خلیفہ تھے اور قوم جائنگ سے تھے۔ آپ کا مزار موضع رام دیہ میں ہے جو حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی" کے آستانہ مبارک سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے۔

شیخ کبیر ملامتی" : آپ پہلے شیخ تقی بن شیخ رمضان جائنگ سہروردی" کے مرید تھے (جن کا مزار الہ آباد کے قریب موضع بھونسی میں ہے) لیکن بعد میں راما نند بیرا کی صحبت میں جا پڑے جہاں انہوں نے بہت مجاہدات کئے اور ان پر توحید کا غلبہ ہو گیا جس کی وجہ سے اہل ظواہر کی رعایت کا خیال ان سے ترک ہو گیا اور بے پرواہ کلمات ان سے سرزد ہونے لگے چنانچہ ظاہر بین لوگوں نے آپ پر کفر کے فتوے صادر کئے لیکن اہل معرفت کے نزدیک آپ صحیح معنوں میں موحد تھے۔ وہاں آپ کا مشرب رندانہ اور ملامتیہ تھا۔ آخر میں آپ حضرت مخدوم بھیک" کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سلسلہء فردوسیہ کا خرقہ خلافت پایا۔ آپ کا طریق صلح کل تھا۔ آپ کا مزار گورکھ پور کے علاقہ میں قصبہ بکھر میں واقع ہے۔

شیخ کمال" : آپ شیخ کبیر ملامتی" کے بیٹے تھے اور اپنے والد سے تربیت حاصل کی۔ آپ کا مسلک بھی ملامتیہ تھا بلکہ اپنے والد سے زیادہ بے باک تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ گجرات چلے گئے جہاں حضرت شاہ محبوب عالم" آپ سے بہت عزت و اکرام سے پیش آئے۔ اس سے آپ کی بہت شہرت ہوئی۔ آپ کا مزار احمد آباد گجرات میں ہے۔

حرف آخر : بحوالہ "مراۃ الاسرار" تکمیل تالیف ۱۰۶۵ ہجری مطابق ۱۶۵۵ عیسوی اس سے قبل سلسلہء فردوسیہ حضرت شیخ جمال" اور آپ کے خلفاء کی وجہ سے اس علاقے میں قائم تھا اور اب یہ سلسلہ شیخ امان اللہ صدیقی ساکن قصبہ سندیلہ (بھارت) کے دم سے قائم ہے اور آپ حضرت شاہ دولت منیری" کے مرید و خلیفہ ہیں جن کا ذکر رسالہ "مرات الولایت" میں آیا ہے اور وہ شیخ بدین منیری" کے خلیفہ ہیں اور وہ حضرت شیخ سلطان" اور وہ حضرت شیخ احمد لنگر دریا" کے اور وہ اپنے باپ شیخ حسین معز بلخی" اور وہ اپنے چچا شیخ مظفر بلخی" کے۔

marfat.com

باب دوم

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ

کے دیگر خلفائے عظام و چند بزرگان مابعد

حضرت نوح بھکریؒ سلسلہء سہروردیہ کے سب سے پہلے بزرگ ہیں جو برصغیر میں تشریف لائے اور سندھ میں مقیم ہوئے مگر سلسلہء سہروردیہ کی ترویج و تشہیر جو برصغیر میں کماحقہ ہوئی اس کا سہرا حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہٗ کے سر ہے جن کا تفصیلی ذکر ہم حصہ اول باب چہارم میں کرچکے ہیں۔ تحفتہ الکرام میں لکھا ہے: "شیخ نوح بھکری سہروردیؒ از اجلہ اولیائے سندھ و اکمل مریدان شیخ شہاب الدین سہروردی است" جب حضرت غوث العالمین بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ اپنے پیر و مرشد کامل حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ بغداد شریف سے رخصت ہونے لگے تو حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کہ سندھ کے ایک شہر بھکر میں ہمارے ایک مرید و خلیفہ شیخ نوح سہروردیؒ ہیں ان سے جاتے ہی ملیں کیونکہ وہ چراغ، بتی اور تیل لے کر آئے تھے اور انہیں صرف روشن کرنے کی ہی ضرورت تھی چنانچہ اس فرمان کی تعمیل میں حضرت ذکریا ملتانی سہروردیؒ بھکر تشریف لائے تو اس وقت شیخ مخدوم نوحؒ کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت نوح بھکریؒ نے حضرت ذکریا ملتانیؒ سے پہلے حضرت شیخ الشیوخ سے خلافت حاصل کی تھی۔ (بحوالہ "لاہور کے اولیائے سہرورد" از میاں کلیم)۔

شیخ شمس الدین صفی شیرازی سہروردیؒ

بحوالہ صاحب "نفحات الانس" شیخ سعید الدین فرغانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت نجیب الدین علی برغشؒ سے سنا تھا کہ شمس الدین صفیؒ جامع مسجد شیراز کے امام بڑے پاک نیک بخت بزرگ تھے۔ ان کے تمام اوقات ذکر و تلاوت و طرح طرح کی عبادات میں ہی مشغول و آباد رہتے تھے لیکن کسی سے ذکر کی تلقین نہ تھی (یعنی کسی کے مرید نہیں تھے) ایک دن خواب میں اپنے ذکر کو جو نور کی صورت میں متشکل تھا مشاہدہ کیا۔ ان کے منہ سے جدا ہوتا تھا اور زمین پر جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں کہا کہ یہ علامت بہتر نہیں ہے کیونکہ قرآن شریف میں تو الیہ یصعد الکلم الطیب ہے (یعنی اس کی طرف پاک کلمہ چڑھتے ہیں) اور میرے ذکر کی صورت جو سامنے آئی ہے وہ اس کے برخلاف ہے چونکہ یہ نیچے زمین کی طرف جاتا ہے شاید یہ نقصان یا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ذکر کی تلقین کسی شیخ کامل سے حاصل نہیں کی۔ پس میں نے حضرت شیخ روز بہان رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید کی طرف رجوع کیا اور ان سے ذکر کی تلقین حاصل کی۔ اسی رات واقعہ میں اپنے ذکر کو ایسے نور میں مشاہدہ کیا کہ اوپر کو جاتا ہے اور آسمان کو پھاڑتا ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور فیضان باطنی سے کماحقہ، بہرور ہوئے۔ ایک دفعہ آپ اپنے برادر طریقت شیخ علی برغش شیرازی سہروردیؒ کے ہمراہ بغداد میں حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے انہیں خلافت سے سرفراز فرمایا اور مزید بیس عدد ٹوپیاں عطا فرمائیں۔ ہر ٹوپی پر ایک ایک بزرگ کا نام لکھا ہوا تھا کہ ہماری نیابت سے اس بزرگ کو پہنا دینا۔ اس

marfat.com

واقعہ کا ضمناً" ذکر حضرت علی بر غش سہروردیؒ" کے حالات میں بھی کیا گیا ہے۔ آپ چھٹی ساتویں ہجری کے اکمل بزرگوں میں تھے۔

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی سہروردیؒ

ابتدائی حالات : شرف الدین نام، مصلح الدین لقب اور سعدی تخلص تھا۔ ولادت شیراز میں ۵۸۹ ہجری مطابق ۱۱۹۳ عیسوی میں ہوئی۔ آپ کے والد عبداللہ شیرازیؒ ایک باخدا اور عابد انسان تھے۔ انہوں نے آپ کو بھی شب بیداری کا عادی بنا دیا تھا۔ "گلستان" میں اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات والد محترم کی خدمت میں بیٹھا تھا تمام رات عبادت میں رہا۔ چند لوگ ساتھ ہی سوئے رہے اور انہیں بیدار ہو کر دوگانہ ادا کرنے کی بھی توفیق نہ ہوئی۔ میں نے والد محترم سے عرض کی : "چناں در خواب غفلت خفتہ کہ گوئی مردہ اند" والد محترم نے میری اس بات پر اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا "اے جان پدر! اگر تو نیز خفتی ازاں بہ کہ در پوستین خلق افتی" (جان پدر اگر تو بھی سویا رہتا تو یہ بہتر تھا بجائے اس کے خلق خدا کی چغلی ادھیڑتا) ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی۔ والد کا سایہ نوجوانی میں ہی اٹھ گیا۔ بغداد جا کر مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے۔ ان دنوں علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن جوزیؒ پرنسپل تھے جو حدیث اور تفسیر میں امام زمانہ تھے۔ شیخ نے انہی کی نگرانی میں علوم متداولہ کی تکمیل کی یہ وہ دور تھا جب خلافت عباسیہ دم توڑ رہی تھی۔ بغداد کی تباہی و بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ خلیفہ معتصم باللہ کیا مٹا عراق و عرب کا سلطان مٹ گیا۔ گویا :

ہمارے بعد بہت روئے ہم کو اہل وفا　　　کہ اپنے مٹنے سے مہر و وفا کا نام مٹا

سیر و سیاحت : مدرسہ نظامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد سالہا سال تک ایشیاء اور افریقہ، ایشیائے کوچک، برصغیر، مشرق وسطیٰ، کاشغر گویا تقریباً" ساری دنیا گھومی۔ ایک جغرافیہ دان کا بیان ہے کہ مشرقی سیاحوں میں ابن بطوطہ کے سوا شیخ سعدیؒ سے بڑھ کر اور کوئی سیاح ہم نے نہیں سنا۔ چودہ حج پاپیادہ کئے اور متوکل علی اللہ درویشوں کی طرح تمام سفر کئے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے خلافت پائی۔ کئی سال حضرت شیخ الشیوخ کے ہمراہ رہے۔ اپنے شیخ کی ایک نصیحت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

مرا پیر دانائے فرخ شہابؒ　　　دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر خویش خود بیں مباش　　　دگر آں کہ بر غیر بد بیں مباش

صاحب "مراۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ آپ نے شیخ فرید الدین عطارؒ کی زیارت کے لئے نیشا پور کا سفر کیا لیکن شیخ نے اس لئے ملنے سے انکار کر دیا کہ تم نے سفر کے دوران ایک دنیا دار کی ملازمت اختیار کی اور اس کی مدح لکھی ہے۔ آپ چھ ماہ تک حضرت عطارؒ کے دروازہ پر بیٹھے رہے کہ جب تک زیارت نہ کروں گا واپس نہ جاؤں گا۔ غرضیکہ چھ ماہ کے بعد حاضر ہونے کی اجازت ہوئی۔ شیخ سعدیؒ نے چاہا کہ شیخ کے ہاتھ پر بوسہ دیں لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ کو آستین کے اندر کر لیا۔ شیخ سعدیؒ نے آستین پر بوسہ دے دیا۔ شیخ نے آستین کا وہ حصہ یہ کہہ کر کاٹ ڈالا کہ اس کے باطن کا اسی قدر حصہ بادشاہوں سے زنگ آلود ہو چکا تھا اس لئے میں نے کاٹ ڈالا۔

تاثیر کلام : آپ نے مدت تک بیت المقدس اور شام میں سقہ کا کام کیا اور لوگوں کو پانی پلاتے رہے حتیٰ

marfat.com

کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آکر آپ کو آب زلال سے سیراب کیا۔ یہ سب مقبولیت اسی وجہ سے تھی۔
شیخ نصیرالدین محمودؒ اودھی "خیرالمجالس" میں فرماتے ہیں کہ امیر خسروؒ اور خواجہ میر حسنؒ نے بہت چاہا کہ شیخ سعدیؒ کے طریق پر شعر کہیں لیکن میسر نہ ہوا۔ شیخ سعدیؒ نے جو کچھ کہا ہے "حال" سے کہا ہے۔

درجات رفیعہ : "نفحات الانس" میں ہے کہ ایک اکابر السادات و اشراف میں سے کسی نے شیخ سعدیؒ کو سخت سست کہا۔ رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے ناراض ہیں۔ جب وہ بیدار ہوا تو جا کر شیخ سے معافی مانگی۔ اسی طرح ایک بزرگ آپ کے منکر تھے ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور فرشتے نور کے طباق ہاتھوں میں لئے کھڑے ہیں۔ اس بزرگ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا یہ سعدی شیرازی کیلئے تحفہ ہے کیونکہ انہے ایک شعر کہا ہے جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوا ہے اور وہ شعر یہ ہے :-

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

(یعنی سبز درختوں کے پتوں میں سے ہر ایک پتہ خالق کائنات کی معرفت کا ایک دفتر ہے) وہ بزرگ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اسی وقت رات کو شیخ سعدیؒ کے مکان پر خوش خبری دینے کیلئے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سعدیؒ چراغ جلا کر یہی شعر گنگنا رہے ہیں۔

تصانیف : آپ کی تصانیف میں گلستان اور بوستان کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ (۱) کریما (۲) دیوان غزلیات تین جلدیں، (۳) تاریخ عباسیہ تاریخ بغداد آٹھ جلدیں، (۴) تصوف میں چند مسائل (۵) قصائد عربی و فارسی (۶) جزائر افریقہ چار جلدیں۔ ارباب ادب نے آپ کو "پیغمبر سخن" تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں :

در شعر سہ کس پیمبر انند قولے است کہ جملگی بر آنند
فردوسی و انوری و سعدی ہر چند کہ لا نبی بعدی

کلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں فرسودگی اور غرابت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جس وقت جس رنگ میں پڑھیئے نیا لطف آتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیا موز کاں سوختہ را جان شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبر اند کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد
افسوس بر آں دیدہ کہ روئے تو ندیدہ است یا دیدہ و بعد از تو بر روے نگریدہ است

حضرت امیر خسروؒ نے مندرجہ بالا شعر حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ کے روبرو پڑھا تو حضرت نے فرمایا شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے۔

اے کریمے! کہ از خزانہء غیب گبرو ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری
کرم بین و لطف خداوندگار گناہ بندہ کرد است او شرمسار

marfat.com

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دل آویز تومستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

بزرگے دیدم اند کوہسارے قناعت کردہ از دنیا بہ غارے
چرا گفتم بہ شہر اندر نیائی کہ بارے پندار دل بر کشائی
بگفت آنجا پری رویان نخراند چوگل بسیار شد پیلاں بلغزرند

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کروند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

غزل

غم کز تو دارم بہ پیش کہ گویم دوائے دل درد مند از کہ جویم
گرکشتہ شوم بہ تیغ جفایت بہ پیش کس ایں ماجرا نگویم
مسیم تو باشی، علاج از کہ خواہم اسیر تو باشم خلاص از کہ جویم
زسعدی چہ گوئم، چہ بویم، چہ جوئم غم کز تو دارم بہ پیش کہ گوئم

"مراۃ الاسرار" میں لکھا ہے کہ اس غزل پر مولانا شمس الدین یحییٰ کا حال دگرگوں ہوگیا۔ مجلس سے اٹھ کر قوالوں کے سامنے آئے اور ہاتھ سینے پر ملتے جاتے تھے اور وجد کر رہے تھے حتی کہ مجلس ختم ہوگئی اور مولانا لذت سماع میں عاشقانہ حرکات و سکنات کرتے ہوئے گھر آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیرہن میں وجود نہ تھا اسی مستانہ حالت میں آپ چند روز زندہ رہ کر رحلت فرما گئے۔

بالفاظ سید محبوب حسن واسطی ("مجلہ سہرورد" مارچ ۱۹۹۱ء) شیخ سعدی شیرازیؒ کی صوفیانہ شاعری اور آپ کے نثری کلام میں ہمیں حضرت شیخ الشیوخؒ کی تعلیمات کی گونج ملتی ہے۔ وہی فضائل اخلاق کی تعلیم جن کا ذکر "عوارف المعارف" میں موجود ہے اور حضرت شیخ الشیوخؒ کی صحبتوں سے سعدی نے جن کا کسب فیض کیا اور رذائل اخلاق سے بچنے کی تعلیم جو اسلامی تصوف کی اساس ہے سعدیؒ کی صوفیانہ شاعری اور ان کے نثری کلام میں جا بجا محض ظاہری تصوف یعنی صوفیوں کی سی شکل بنالینا اور حقیقی تصوف یعنی اسلامی تصوف کی روح کو اپنانا اور شائستہ اسلامی اخلاق سے اپنے جسم اور روح کو سنوارنا ان دونوں کا فرق واضح کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ظاہر درویشی جامہ ژندست و موئے سترده • حقیقت آں دل زندہ و نفس مردہ

نقل ہے کہ آپ نے ایک دفعہ سومنات کا مندر بھی (دوران سیاحت) توڑا تھا۔

شیخ ضیاء الدین برنی اپنی کتاب "تاریخ فیروز شاہی" میں لکھتے ہیں کہ جب سلطان غیاث الدین بلبن متوفی ۶۸۵ ہجری (۱۲۶۷ عیسوی) نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد قاآن ملک متوفی ۷۸۴ ہجری (۱۳۸۲ عیسوی) جو خان شہید کے نام سے مشہور ہے ولی عہد اور ملتان اور سندھ کا گورنر بنا کر بھیجا تو امیر خسرو متوفی ۷۲۵ (۱۳۲۵ عیسوی) اور خواجہ میر حسن متوفی ۷۳۸ ہجری (۱۳۲۸ عیسوی) اس کے ہمراہ اور

marfat.com

مصاحب تھے۔ انہیں بزرگوں سے اس نے تربیت پائی تھی۔ خان شہید بڑے علم دوست تھے ملتان پہنچتے ہی اس نے دو دفعہ قاصد مع خرچ شیراز بھیج کر شیخ سعدیؒ کو طلب کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ شیخ کے لئے ملتان میں خانقاہ تیار کر کے اس کے لئے دیہات وقف کردے لیکن شیخ سعدیؒ بڑھاپے کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور دونوں دفعہ خان شہید کے پاس اپنے ہاتھ سے غزل لکھ کر ارسال کی اور نہ آنے کی وجہ تحریر کی۔

وصال : آپ کا وصال شب جمعہ ماہ شوال ۶۹۱ ہجری مطابق ۱۲۹۱ عیسوی میں بمقام شیراز میں ہوا۔ آپ حضرت ابو عبداللہ خفیفؒ کی خانقاہ شریف کے مجاور بھی رہے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک حجرہ بنوایا۔ اسی میں دن رات رہا کرتے۔ بادشاہ و امراء اور دیگر لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بقدر ظرف فیض یاب ہوتے۔ اسی حجرہ میں وفات پائی۔ مزار پر انوار "دل کشا" سے کچھ فاصلے پر دامن کوہ میں ایک بڑی عمارت میں ہے۔ اس مقام کا نام "سعدیہ" ہے۔ اہل شیراز ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ یافعی سہروردیؒ

صاحب "مراۃ الاسرار" کے مطابق شیخ عفیف الدین ابو عبداللہ یافعیؒ یمن کے رہنے والے تھے لیکن آپ ہمیشہ حرمین شریفین میں رہتے تھے آپ کا شمار اکابر مشائخ میں ہوتا ہے۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب تصنیف تھے جن میں "تاریخ مراۃ الجنان" اور "روضۃ الریاحین" زیادہ مشہور ہیں۔ شعر بھی کہتے تھے۔ "خزانہء جلالی" کے مطابق آپ نے خرقہء خلافت حضرت رشید الدین ابی عبداللہ بغدادیؒ کے ہاتھ سے پہنا (یعنی مرید ہوئے) جو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کو ایک خرقہ اپنے والد شیخ جمال الدینؒ سے بھی ملا اور ایک خرقہ شیخ عز الدین ابو العباس احمد فاروقیؒ سے حاصل کیا جو حضرت شیخ الشیوخؒ کے خلیفہ تھے۔ امام عبداللہ یافعیؒ کو ایک خرقہ سلسلہء قادریہ ایک خرقہ حضرت شیخ ابو مدین مغربیؒ کے سلسلہ سے اور ایک سید احمد کبیر رفاعیؒ سے بھی ملا۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ امام یافعی کی خدمت میں دو سال مدینہ منورہ میں رہے اور فیوض حاصل کئے۔ "عوارف المعارف" اور دوسری تصوف کی کتابیں ان سے پڑھیں۔ شیخ علاؤ الدین خوارزمیؒ فرماتے ہیں ایک رات شام کے ایک شہر میں عشاء کے بعد چند رجال الغیب میرے خلوت خانہ میں پر اسرار طریقے سے تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا سلام اپنے استاد عبداللہ یافعیؒ کو دے دینا۔ میں نے عرض کی وہ تو حجاز میں ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں! وہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح ۷۴۲ ہجری (۱۳۴۲ عیسوی) میں ساحل شام پر میں خلوت گزیں تھا کہ چند رجال الغیب تشریف لائے اور فرمایا ہمارا سلام عبداللہ یافعیؒ کو پہنچا دیں اور پھر فوراً غائب ہو گئے۔ "مراۃ الجنان" میں ۷۵۰ ہجری (۱۳۴۹ عیسوی) تک حضرت امام عبداللہ یافعیؒ نے واقعات لکھے ہیں معلوم نہیں اس کے بعد کتنے سال زندہ رہے۔

میر سید نعمت اللہ ولی سہروردیؒ

تذکرہ "دولت شاہی" میں لکھا ہے کہ آپ نے بے شمار اکابر اولیاء سے تربیت حاصل کی لیکن "مجالس المومنین" کے مطابق آپکی بیعت حضرت امام عبداللہ یافعیؒ سے تھی۔ آپکا فتح باب بلخ کے نواح میں ایک

marfat.com

پہاڑ پر ہوا تھا۔ یہ پہاڑ رجال اللہ کی منزل گاہ مشہور تھا۔ اسی جگہ آپ نے چلہ کیا تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

ظاہرم اندر کستان ' باطنم در کوہ صاف صوفیاں صاف را صد مرحبا باید زدن

(میرا ظاہری جسم کوہستان میں ہے اور باطن کوہ پاک میں یعنی ذات حق میں ہے لہذا صوفیان پاک کو صد آفرین کہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں) آپ نے شیخ صدر الدین شیرازیؒ کی صحبت بھی پائی۔ آپ کو حکام اور اہل دنیا کی طرف سے بکثرت نذرانے اور تحائف پیش ہوتے تھے آپ اس میں سے خود بھی کھاتے اور مستحقین میں بھی تقسیم کردیتے تھے۔ ایک دفعہ مرزا شاہ رخ نے آپ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مشتبہ غذا کھاتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ آپ نے یہ شعر لکھ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔

گر شود چوں جملہ مالا مال کے خورد مرد خدا الا حلال

شاہ رخ نے کسی کی بکری غصب کرکے پکوائی اور آپ کو کھانے پر مدعو کیا۔ آپ نے بلا تکلف وہ گوشت کھالیا۔ بادشاہ نے کہا آپ نے مشتبہ مال کھایا ہے آپ نے فرمایا تحقیقات کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ بکری کے مالک نے وہ بکری حضرت میر صاحب کیلئے نذر کررکھی تھی لیکن بادشاہ کے کارندے اسے زبردستی اٹھا کر لے گئے تھے۔ شاہ رخ بڑا شرمندہ ہوا اور اس پر واضح ہوگیا کہ حق تعالیٰ اولیاء اللہ کے باطن کو حرام سے محفوظ رکھتے ہیں۔ آپ کے ہرات جانے کا سبب یہ تھا کہ اہل کرمان نے آپ پر کئی تہمتیں لگائیں مرزا شاہ رخ آپ کی امداد کررہا تھا۔ ایک بزرگ نے آپ کی شان میں فرمایا:

دست در ہند شرقہ در ماہان ایں چنیں بخشش کنند شاہاں

(ہاتھ ہندوستان میں ہے یعنی ملک ہند آپ کے تصرف میں ہے جبکہ آپ کی رہائش ماہان میں ہے۔ آپ جسے چاہتے ہیں سلطنت عنایت فرماتے ہیں)

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب سلطان فیروز شاہ بہمن شاہ دکن نے جس کا دارالخلافہ گلبرگہ شریف میں تھا اپنے بھائی سلطان احمد پر حملہ کرکے اسے شہربدر کردیا تو وہ غم واندوہ کی حالت میں منہ لپیٹے ایک ندی کے کنارے پڑا تھا۔ ناگاہ وہاں ایک عظیم بزرگ آئے اور انہوں نے بارہ ترکی تاج اس کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا اس ملک کی حکومت اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے تمہارے سپرد کی چنانچہ وہ گلبرگہ کی طرف چل پڑا اور سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہوتے گئے اور سلطان فیروز شاہ کے امراء بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ فیروز شاہ غیرت کی وجہ سے بیمار ہو کر مرگیا اور سلطان احمد (اگست ۱۴۲۲ عیسوی ۵ شوال ۸۲۵ ہجری کو دوبارہ تخت نشین ہوگیا) تحقیق کے بعد جب سلطان احمد کو پتہ چلا کہ یہ عنایت میر سید نعمت اللہ ولیؒ کی وساطت سے ہوئی ہے تو اس نے بہت سے نذرانے اور تحفے بھجوائے۔ حضرت شیخ نے اپنے فرزند شاہ خلیل اللہ کو دکن کی طرف بھیج دیا تاکہ اس ملک کو نور ہدایت سے منور کرے چنانچہ سلطان بمعہ اہل و عیال اور امراء ان کا مرید ہوگیا۔ آپ کا وصال شاہ رخ بن امیر تیمور کے عہد میں ۸۲۷ ہجری (۱۴۲۴ عیسوی) میں بمقام ماہان میں ہوا اور وہیں پر آپ کا مزار پر انوار ہے۔

شیخ محمد یمنی سہرورددیؒ

آپ حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ "نفحات الانس" میں لکھا ہے کہ شیخ

marfat.com

نجیب الدین علی بر غش سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں چند اصحاب کی جماعت کے ساتھ حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ کی خدمت اقدس میں کھڑا تھا کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یاروں میں سے کوئی خانقاہ سے باہر جائے اور ایک مسافر جو باہر ملے اسے اندر لے آئے کیونکہ میرے دماغ میں محبت کی خوشبو آ رہی ہے۔ ایک یار باہر گیا تو وہاں پر کسی کو نہ پایا۔ واپس آکر عرض کی کہ میں نے تو کسی کو نہیں پایا۔ شیخ نے جلال میں آکر فرمایا دوبارہ جاکر دیکھو تمہیں مل جائے گا وہ دوبارہ گیا تو ایک حبشی نوجوان کو دیکھا جس پر مسافرت کے آثار تھے۔ اسے کہا کہ حضرت شیخ الشیوخؒ تمہیں خانقاہ میں بلاتے ہیں۔ اس نوجوان نے اندر آکر جوتیوں میں بیٹھنا چاہا تو حضرت نے فرمایا: اے شیخ محمد (یمنی) نزدیک آؤ کہ تم سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ وہ آگے بڑھا اور آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے اس سے اسرار کی کچھ باتیں کیں۔ پھر اسی حبشی نے حضرت کی ران پر بوسہ دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ دستر خوان بچھاؤ۔ کچھ کھانا لایا گیا۔ میں (علی بر غش سہروردی) روزہ دار تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص روزہ دار ہے اپنے حال پر رہے۔ دستر خوان پر انار بھی تھے جو آپ نے نوش فرمائے اور ان میں سے چند دانے دہن مبارک سے نکال نکال کر سامنے رکھتے گئے۔ میرے دل میں آیا کہ میں یہ دانے اٹھالوں کیونکہ حضرت شیخ الشیوخؒ کے منہ کی برکت ان تک پہنچی ہے میں اس سے روزہ افطار کروں گا۔ جب یہ بات میرے دل میں گزری تو اس حبشی نوجوان نے ہاتھ بڑھایا اور وہ دانے اٹھاکر خود کھالئے میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ میں نے جانا کہ اسنے میرے دل کی بات کو (از روئے کشف) معلوم کرلیا ہے۔

جب دستر خوان بڑھا دیا گیا تو حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کہ شیخ محمدؒ (یمنی) حافظ قرآن ہے لیکن کچھ عرصہ سے تنہا پڑھتا رہتا ہے لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ کسی حافظ کے سامنے روزانہ کچھ تلاوت کیا کرے۔ مجلس میں جو حفاظ موجود تھے انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں میرے دل میں بھی خیال آیا کہ اپنی خدمات پیش کروں مگر زبان پر نہ لایا اور آپ کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ آخر شیخ الشیوخؒ نے فرمایا شیخ محمد! تم ہر روز علی شیرازی کے پاس جایا کرو اور قرآن شریف سنایا کرو۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو شیخ عیسیٰؒ جو کہ حضرت شیخ الشیوخؒ کا خادم تھا ایک انار لے کر آیا کہ کچھ دانے اس میں سے کھائے ہوئے تھے۔ وہ انار مجھے دیکھ کر کہا حضرت شیخ الشیوخؒ نے اس میں سے کچھ دانے کھائے ہیں اور بقیہ تمہارے روزہ افطار کرنے کیلئے بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہیں کہہ دوں کہ یہ انار کے ان پس خوردہ دانوں کے عوض ہے جو شیخ محمد یمنیؒ نے کھالئے تھے۔ پھر میں نے اسی سے روزہ افطار کیا اور اللہ کا شکر بجالایا۔

اگلے دن نماز فجر پڑھ کر میں (حضرت علی بر غشؒ) اپنے گھر آیا تو شیخ محمد یمنیؒ بھی آگیا اور سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ وہ بیٹھ گیا مگر خاموش رہا۔ میں نے بھی کوئی بات نہ کی کیونکہ اس کے چہرے پر ایک ہیبت تھی۔ ایک پارہ پڑھ کر واپس چلا گیا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا۔ تیسرے دن جب اپنا وظیفہ پڑھا تو کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا میرے اور آپ کے درمیان استادی شاگردی کا حق ہوگیا ہے۔ میں یمنی ہوں اور شیراز نہیں دیکھا مجھ کو شیراز کے مشائخ کی تعریف سناؤ چنانچہ اس زمانے کے سب مشائخ شیراز کا نام لینا شروع کیا۔ جب سب کا نام لے چکا تو اس کے ہوش جاتے رہے۔ میں ڈر گیا کہ شاید مرگیا ہے کیونکہ اس کا سانس منقطع ہوگیا تھا۔ کافی دیر اسی حال میں رہا۔ اس کے بعد ہوش میں آیا

marfat.com

اور کہا کہ میں شیراز گیا اور سب کو دیکھ آیا ہوں۔ اب آپ ہر ایک کے نام لیتے جائیں تاکہ میں ان کا حال بیان کروں۔ میں نے ہر ایک کا نام لینا شروع کیا تو وہ ان کی ایسی تعریف بیان کرتا تھا کہ ان کا سلوک، ان کا حال، ان کے لباس کی تفصیل جو بیان کرتا گویا ان کے پاس بیٹھا ہے اور انہیں دیکھتا ہے۔ میں نے تعجب کیا۔ آخر میں اس سے میں نے پوچھا کہ ایک شخص حسین فلاں ہے وہ مرتبہء ولایت سے گرا دیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ کہنے لگا کہ اس سے بادشاہ شیراز اتابک ابوبکر کو عقیدت ہوگئی تھی وہ اس کے پاس حاضر ہوتا اور مال و نعمت دیتا اس وجہ سے خدا کی نظر سے گر گیا۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ مجھے کہنے لگا کہ میں شیراز پھر گیا تھا۔ ان زاہدوں میں سے جن کا تم نے نام لیا ہے ایک زاہد نے تمہیں نشانی دی ہوئی ہے جو تمہارے پاس ہے وہ بیان کرو تاکہ میں اس کو دیکھوں۔ میں نے ہرچند سوچا مگر یاد نہ آیا۔ اس نے میرے جوتے کو دیکھ کر کہا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے فوراً" یاد آگیا کہ شیراز میں ایک زاہد تھا جو جوتی سیا کرتا تھا جب میں سفر کو باہر آنے لگا تو اس نے مجھے جوتوں کا جوڑا بطور تبرک پیش کیا اور عرض کی کہ یہ ایک میری طرف سے نشانی ہے کہ مجھے دعائے خیر سے یاد کرنا۔ غرضیکہ مجھے اس کی صحبت میں خوب راحتیں اور خوشیاں میسر آئیں۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے اسے خرقہ پہنایا اور اسے اپنے وطن (یمن) جانے کی اجازت بخشی جہاں وہ جا کر بہت مشہور ہوا۔ مرقد پر انوار یمن میں ہے۔

سلطان سخی سرور سہروردیؒ

ابتدائی حالات : بحوالہ "سیارہ ڈائجسٹ" (اولیائے کرام نمبر اپریل ۱۹۸۶ء) حضرت سید احمد سلطان المعروف سخی سرور شہیدؒ کے والد بزرگوار حضرت شیخ زین العابدینؒ سرزمین پاک و ہند میں تشریف لانے سے پیشتر بائیس سال سے روضہء رسول اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے چلے آرہے تھے۔ ایک روز آپ کو خواب میں حضور علیہ اسلام کی طرف سے ہندوستان جانے کا حکم ہوا چنانچہ آپ نے رخت سفر باندھا اور شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ پنجاب میں پہنچ کر سکونت اختیار کرلی یہ واقعہ ۵۲۰ ہجری مطابق ۱۱۲۶ عیسوی کا ہے۔ آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ گذر اوقات کے لئے زراعت کے علاوہ بھیڑ بکریاں بھی پال رکھی تھیں۔ دو سال بعد آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی امنہؒ کا وصال ہوگیا۔ ان کے بطن سے اس وقت تک تین بیٹے تھے۔ حضرت سلطان قیصر، حضرت سید محمود اور حضرت سید سرا، شاہکوٹ کا نمبردار پیر اراہان حضرت زین العابدین کا مرید تھا اس نے اپنی کھوکھر برادری سے مشورہ کے بعد اپنی بڑی بیٹی بی بی عائشہ کو آپ کے حبالہء عقد میں دے دیا۔ ان کے بطن سے ۵۲۴ ہجری (۱۱۳۰ عیسوی) میں حضرت سید احمد سلطانؒ پیدا ہوئے اور ان کے بعد حضرت عبدالغنی المعروف خان جی یا خان ڈھوڈا نے جنم لیا۔

حضرت سید احمد نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی زاں بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور تشریف لے آئے اور مولانا سید محمد اسحٰقؒ کے حلقہء تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر شاہ کوٹ واپس آگئے اور کھیتی باڑی بھی شروع کردی۔ ۵۲۵ ہجری (۱۱۳۱ عیسوی) میں آپ کے والد محترم کا وصال ہوگیا جن کا مدفن مبارک شاہ کوٹ میں ہے۔ والد محترم کی وفات کے بعد آپ کے خالہ زاد بھائیوں، ابی، جودھا، نیلوں، گلو، ملو نے آپ کو تنگ کرنا شروع کردیا اور آپ کے نانا پیر اراہن

marfat.com

کی وفات کے بعد زرخیز زمین اپنے قبضے میں کر لی اور بنجر زمین آپ کے حوالے کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ بنجر زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ آپ کی شادی گھنو خان حاکم ملتان کی بیٹی بی بی بائی سے ہوئی۔ حاکم ملتان نے دل کھول کر خرچ کیا اور بہت جہیز بھی دیا۔ غربا اور مساکین کو آپ نے بے تحاشا مال و دولت سے نوازا۔ اس دن سے آپ سخی سرور' لکھ داتا' لکھی خان' لالا نوالا' پیر خانو' شیخ راو ٹکور وغیرہ مختلف القابات سے نوازے گئے۔ والدہ محترمہ کی وفات کے بعد آپ کے سوتیلے بھائی سید محمود اور سید سرا بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور شاہکوٹ میں ہی دفن ہوئے۔ آپ انکی وفات کے بعد دل برداشتہ ہو گئے اور کسی مرد حق کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کیلئے تلاش حق میں بغداد شریف پہنچے اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ سلسلہ ء چشتیہ میں حضرت خواجہ مودود چشتیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ نیز سلسلہ ء قادریہ میں حضرت غوث الاعظمؒ سے فیض یاب ہوئے۔

بغداد شریف سے واپسی پر آپ نے چند دن لاہور میں قیام فرمایا۔ پھر وزیر آباد کے نزدیک سوہدرہ میں دریائے چناب کے کنارے یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ عشق' مشک اور اولیائے اللہ کبھی چھپے نہیں رہتے یہ الگ بات ہے کہ عام دنیا دار انسان ان کے قریب ہو کر بھی فیض یاب نہ ہوں۔ اکناف و اطراف سے لوگ اکٹھے ہونے شروع ہوئے اور آپ کو سخی سرور اور سخی داتا کے نام نامی سے یاد کرنے لگے۔ دھونکل میں بھی آپ نے چند سال قیام فرمایا۔ یہاں کے نمبردار کا لڑکا مفقود الخبر ہو گیا اس نے آکر عرض کی تو فرمایا مطمئن رہو شام تک لوٹ آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وطن مالوف واپس آ گئے مگر خالہ زاد بھائیوں کی دشمنی پھر عود کر آئی چنانچہ آپ نقل مکانی فرما کر ڈیرہ غازی خان تشریف لے آئے اور کوہ سلیمان کے دامن میں نگاہہ کے مقام پر قیام فرمایا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل آپ کا مزار اقدس ہے۔ اسے اب کرسی کوٹ کہتے ہیں۔

آپ کا شجرہ نسب یوں ہے۔ سید احمد سخی سرور بن زین العابدین بن سید عمر بن سید عبداللطیف بن سید شیخار بن سید اسماعیل بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت حسین بن حضرت علی علیہ السلام۔

آپ کے ارادتمند اور مرید لاتعداد تھے مگر چار اصحاب خاص الخاص تھے جو چار یار کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ کی معیت میں ہی شہید ہو کر وہیں مدفون ہوئے یہ ہیں۔ سید علی شہیدؒ' سید نور شہیدؒ' سید عمر شہیدؒ اور سید اسحاق شہیدؒ' بجانب مغرب جدھر آپ کا چہرۂ انور ہے ان چاروں کی قبور ہیں۔ سید علی اور سید نورؒ کی پختہ قبریں ایک پہاڑی کی چوٹی پر ہیں جبکہ سید عمر اور سید اسحاقؒ کی کچی قبور دوسری پہاڑی کی چوٹی پر ہیں۔

شہادت : آپ کے خالہ زاد بھائی جم غفیر لیکر شاہ کوٹ سے آئے ان دنوں آپ کے سگے بھائی سید عبدالغنی (خانہ ڈھوڈا) قصبہ نگاہیہ سے بارہ کوس دور قصبہ وددو میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے انہیں اطلاع ہوئی تو تن تنہا مقابلہ پر نکلے اور بہتر(۷۲) اشخاص کو قتل کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ دشمن پھر نگاہہ پہنچے حضرت سخی سرور نماز پڑھ رہے تھے چند خادم اور "چار یار" موجود تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر گھوڑی پر سوار ہوئے اور جنگ میں چار یاروں سمیت شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۲۲ رجب

marfat.com

الرجب ۵۷۷ ہجری مطابق ۱۱۸۱ عیسوی کو ترپین سال کی عمر میں ہوا۔ آپ نے دم واپسیں وصیت فرمائی کہ میرے چار یاروں کو مجھ سے بلند مقام پر دفن کیا جائے۔ آپ کی مسجد میں اونچی جگہ پر دو بہت بڑی دیگیں پڑی ہیں کہتے ہیں کہ حضرت کی حیات میں بجز آگ جلائے ان دیگوں میں جو چاہتے پکا لیا کرتے تھے۔

سید نور الدین مبارک غزنوی سہروردیؒ

صاحب "مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ صاحب شان عظیم تھے اور تصرف قوی رکھتے تھے۔ سلطان شمس الدین نے آپ کو شیخ الاسلام دہلی مقرر کیا۔ لوگ آپ کو امیر دہلی کہتے تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ شیخ محمد اجل شیرازیؒ فرماتے تھے کہ سید مبارکؒ نے اولاً" نعمت ان سے حاصل کی۔ وہ یوں کہ شیخ اجلؒ کا ایک سوداگر مرید تھا ایک دن اس نے آکر شیخ شیرازی کی خدمت میں عرض کی کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس پر نظر شفقت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کل صبح کی نماز کے وقت بچے کو لے آنا اور میری دائیں جانب بچے کو ظاہر کرنا۔ اتفاقاً" اسی دن سید مبارک بھی پیدا ہوئے ان کے والد اس مجلس میں بیٹھے یہ باتیں سن رہے تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ میں بھی اپنے بچے کو لا کر شیخ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اگلی صبح نماز کے وقت وہ سوداگر اپنے بچے کو لے کر آگیا۔ سید مبارکؒ کے والد بھی ایک طرف کھڑے تھے۔ شیخ اجل شیرازیؒ نے نماز ادا کی۔ سید مبارکؒ کے والد نے شیخ کی دائیں جانب جا کر بچہ پیش کیا۔ شیخ نے سید مبارکؒ پر شفقت کی نظر فرمائی اور یہ بزرگی جو انہیں حاصل ہوئی سب اسی ایک نظر لطف کی وجہ سے تھی۔ اس کے بعد سوداگر نے اپنا بچہ پیش کیا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ سید زادہ کی قسمت میں تھی۔

آں را کہ بداند' بدادند ‌‌ ‌‌ کاں را کہ نداند' ندادند' ندادند

تذکرہ اولیائے ہند میں ہے کہ ایک بار دہلی میں امساک باراں تھا۔ لوگوں نے شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو آگھیرا کہ آپ برائے باران رحمت دعا فرمایئے۔ آپ اسی وقت اٹھ کر سید نور الدین مبارک غزنویؒ کے مزار پر تشریف لائے اور فرمایا: سیدی! میرا آپ کا جو نزاع تھا اسے معاف فرما کر صلح فرمایئے تاکہ پانی برسے۔ سارا شہر ابر رحمت کا خواہاں ہے۔ مزار مبارک سے آواز آئی: میں نے تجھ سے سلوک کیا' دعا کر' پانی برسے گا۔" یہ مژدہ سن کر حضرت محبوب الٰہیؒ اپنی خانقاہ پر تشریف لائے اور تمام خلقت کے روبرو آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی: الٰہی! باران رحمت کو بھیج ورنہ میں تاقیامت آبادی میں نہ جاؤں گا۔" بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کر کے منبر سے نیچے اتر آئے۔ اسی وقت بارش شروع ہوگئی۔ آپ کے خادم قطب الدین نے عرض کی کہ ہمارا آپکے ساتھ پکا اعتقاد ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کو حق تعالیٰ کے ساتھ نیاز مندی ہے لیکن آپ نے یہ کس طرح کہا کہ اگر بارش نہ دو گے تو کسی آبادی میں نہ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا دوست' دوست سے جو کہتا ہے وہ ضرور قبول کرتا ہے۔ دوسرا امر یہ کہ سید نور الدین مبارکؒ کی رنجش تھی۔ آج صفائی ہوئی' انہوں نے بھی دعا کے واسطے فرمایا۔

marfat.com

وصال : بحوالہ صاحب مراۃ الاسرار وصال محرم ۶۳۲ ہجری (۱۲۳۵ عیسوی) میں ہوا جبکہ "تذکرہ اولیائے ہند" میں ۶۴۷ ہجری (۱۲۴۹ عیسوی) لکھا ہے۔ مزار حوض شمسی کے شرقی جانب دہلی میں ہے۔

شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی سہروردیؒ

صاحب "تذکرہ اولیائے ہند" کے مطابق آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ ترک تجرید میں یگانہ تھا۔ علاقہ خیوہ سے دہلی تشریف لائے اور شہر کے باہر مقیم ہوئے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ شاہ ترکمان بھی اکثر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔

ایک قلندر آپ کے پاس آئے ان کے ہمراہ دو شیر ببر تھے۔ انہوں نے حضرت سے پوچھا کہ انہیں کہاں باندھوں آپ نے فرمایا میری بکریوں میں چھوڑ دو۔ قلندر نے عرض کی کہ بکریوں کو شیر کھا جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نام پر چھوڑ دو۔ اس قلندر نے دونوں شیر بکریوں میں چھوڑ دیئے۔ قدرت خدا ان بکریوں نے شیروں کو ایسا تنگ کیا کہ دونوں شیر شور مچاتے باہر نکل آئے۔

ایک ساہوکار دہلی سے کہیں جاتا تھا اس کے دشمن اس کے پیچھے ہو لئے۔ جب اس نے دشمنوں کو آتے دیکھا تو ڈر کے حضرت کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ صحن میں بیٹھ گیا اتنے میں وہ لوگ بھی آگئے۔ حضرت سے کہا کہ ایک شخص ابھی ابھی آپ کے پاس آیا ہے وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دیکھ لو۔ انہوں نے آپ کی جھونپڑی اور اس کے آس پاس خوب دیکھا مگر کہیں نہ پایا۔ ناچار واپس چلے گئے وہ مہاجن سب کو دیکھتا تھا لیکن خود نظر نہ آیا۔ یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور ترک مال و منال کر کے فقیر ہوا۔

سلطان شمس الدین نے ایک بار عرض کی کہ شہر میں قیام فرمایئے کہ آپ کی برکت انفاس سے خلق خدا کو نفع ہوگا۔ فرمایا: اگر خدا کو منظور ہوگا تو یہیں آبادی ہو جائے گی چنانچہ اول فیروز شاہ کے عہد میں اس جگہ آبادی ہوئی اور مسجد بنائی گئی۔ ترکمان دروازہ آپ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی وفات سلطانہ رضیہ بیگم کے عہد میں ہوئی۔ مزار پر انوار سے فیض عام جاری ہے۔ شب کو صراحی پانی کی لاکر مزار پر رکھتے ہیں اور صبح لے جاکر مریضوں کو پلاتے ہیں جس سے انہیں صحت ہو جاتی ہے۔ آپ صاحب سلسلہ بھی ہیں۔ آپکے اکثر فقیر پہاڑوں میں رہتے ہیں ان میں ایک بزرگ صاحب اکسیر بھی گزرے ہیں۔

میر سید معزالدین سہروردیؒ

صاحب "مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ عظیم القدر ولی اللہ اور صاحب حال قوی تھے اور حضرات ابدال میں سے تھے جو اسم الٰہی "القاہر" کی صفت سے موصوف تھے۔ آپ ولایت ہندوستان میں قہر و غلبہ کے طریق پر تصرف کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے زمانہ میں ۱۱۹۵ عیسوی کے لگ بھگ بغداد سے ہندوستان میں تشریف لائے اور قصبہ سندیلہ میں مقیم ہوئے وہیں آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ آپ شیر بیشہ حقیقت ہیں جو اپنی قوت ولایت سے آج تک حکومت کر رہے ہیں۔ صاحب "مراۃ اسرار" لکھتے ہیں کہ مجھے ان کے مزار پر دو دفعہ حاضری کا شرف حاصل ہوا اور نیاز مند پر اس قدر انعامات ہوئے کہ

marfat.com

دائرہ تحریر سے باہر ہیں۔

شیخ ضیاء الدین رومی سہروردیؒ

آپ بھی حضرت شیخ الشیوخؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی ان کا مرید تھا اور بڑا اعتقاد رکھتا تھا۔ سلطان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان قطب الدین مبارک شاہ ان کا مرید ہوا۔ بموجب صاحب "تذکرہ چشتیہ" آپ نے ۷۲۱ ہجری (۱۳۲۱ عیسوی) میں وصال فرمایا۔ حضرت کی عمر ۱۳۵ سال بیان کی جاتی ہے گویا حضرت شیخ الشیوخؒ کے بعد اکانوے سال زندہ رہے۔ سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ سے سخت پرخاش تھی۔ حضرت نے شیخ ضیاء الدین رومیؒ کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنے مرید کو سمجھائیں کہ درویشوں کو آزار پہنچانا کسی مذہب میں جائز نہیں مگر اس پیغام کے پہنچنے سے پہلے شیخ کا وصال ہوگیا۔ آپ کی خانقاہ پر بادشاہ اور اس کے تمام اکابر امراء فاتحہ خوانی کیلئے حاضر ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے بھی اس مجلس میں شرکت فرمائی۔ مزار اقدس دہلی میں ہے۔

شیخ شہاب الدین جگجوتؒ : حضرت شیخ الشیوخؒ کے ایک اور مرید و خلیفہ شیخ شہاب المعروف جگجوت تھے۔ وہ پورب چلے گئے اور پٹنہ کے قریب ایک قصبہ جھٹلی میں آپ کا مزار ہے۔ بہار کے مشہور صوفی شیخ شرف الدین یحیٰ منیری ان کے حقیقی نواسے تھے۔ (آب کوثر)

مولانا مجد الدین حاجی سہروردیؒ : آپ بھی حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔

سرور شکوٹ بخاری سہروردیؒ : آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا حسین علیہ السلام سے ملتا ہے۔ نام سید زین العابدین ہے۔ سلسلۂ ارادت حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ سے ملتا ہے۔ آپ پر حضور غوث الثقلین کی براہ راست نظر عنایت بھی ہوئی۔ زہد و ورع میں یکتا تھے۔ اپنے پیر طریقت کے اشارے پر اپنے وطن بخارا سے آکر موضع شکوٹ جو دراصل سہ کوٹ (یعنی تین بستیاں) میں سکونت پذیر ہوئے جو ضلع ملتان میں ہے۔ آپ نے اسی قصبہ میں علم و عرفان کا فیض جاری رکھا۔ یہیں وصال ہوا اور سہ کوٹ (تین قدیم بستیوں) میں مزار شریف ہے۔

ابو القاسم شیخ جلال الدین تبریزیؒ

"اخبار الصالحین" کے مطابق آپ اولاً شیخ المشائخ بدر الدین ابو سعید تبریزیؒ کے مرید ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد آپ تبریز سے بغداد آئے اور سات سال حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی خدمت میں سفر و حضر میں رہے۔ ہر سال حضرت شیخ الشیوخؒ کے ہمراہ حج کو جاتے اور مدینہ طیبہ میں زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا کرتے۔ حضرت شیخ الشیوخ چونکہ معمر ہوگئے تھے اس لئے محافہ میں سفر کرتے تھے۔ آپ انکے ہمرکاب رہتے۔ انکے طعام کیلئے دیگ دان آگ اور توا وغیرہ سر پر لئے چلتے تھے تاکہ جہاں ضرورت ہو حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں گرم گرم کھانا پیش کرتے۔

شیخ حق شناس : ایک دفعہ حضرت شیخ الشیوخ حج کے بعد واپس بغداد پہنچے تو خلق خدا جوق در جوق قدم بوسی کیلئے حاضر ہوئی اور کچھ نہ کچھ ہدیہ پیش کیا۔ ان میں ایک صالحہ عورت نے ایک درم پیش کیا جو حضرت نے ہدایا کے ڈھیر کے اوپر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا جس کا جو جی چاہے ان ہدایا میں سے

marfat.com

لے لے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق چیزیں لے لیں لیکن حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے وہی ایک دہم اٹھایا جو اس صالحہ بی بی نے لا کر پیش کیا تھا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے یہ دیکھ کر ان سے فرمایا کہ جو کچھ برکت تھی وہ تو تم ہی نے اٹھالی۔

جود و سخا : شیخ اوحد الدین کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سفر میں شیخ تبریزیؒ کے ہمراہ تھا جب ہم قبیلہ بنی لام میں پہنچے تو راستہ بہت سخت اور تکلیف دہ تھا۔ سواری کے اکثر اونٹ ہلاک ہوگئے اور فقراء و غربا جو ہمراہ تھے ان کے پیروں میں آبلے پڑ گئے اتنے میں بنی لام کے لوگ اونٹ فروخت کرنے آگئے اور بیس اشرفی سے کم کسی کی قیمت طلب نہ کی جو لوگ مقدور نہیں رکھتے تھے وہ خرید نہ سکے حضرت نے شتربانوں سے تمام بقایا اونٹ جو پانچ سو کے قریب تھے خرید کر مستحقین میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت عطار کی عظمت کا اثر : بموجب "سیر العارفین" جب غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانی بغداد سے حضرت شیخ الشیوخؒ سے اجازت لیکر ملتان واپس ہوئے تو حضرت جلال تبریزیؒ بھی اپنی محبت کی وجہ سے حضرت غوث العالمینؒ کے ہمراہ عازم ہندوستان ہوئے۔ راہ میں جب نیشا پور پہنچے تو شیخ جلالؒ حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کی قدم بوسی کیلئے گئے۔ حضرت شیخ نے پوچھا کہ بغداد میں مشغولان حق میں سے کون کون ہیں؟ شیخ جلالؒ نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریاؒ کے پاس واپس آکر اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے حضرت شیخ الشیوخؒ کا نام کیوں نہ لیا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عطارؒ کی عظمت استغراق اس قدر غالب ہوئی کہ مجھے حضرت شیخ الشیوخؒ کا نام یاد نہ آیا۔ یہ بات حضرت غوث العالمینؒ کو پسند نہ آئی چنانچہ اس کے بعد دونوں حضرات الگ الگ عازم سفر ہوئے۔

رہائش بیت الجن : آپ جب دہلی پہنچے تو سلطان التمش نے آپ کی بہت عزت و احترام فرمایا۔ یہ بات شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو پسند آئی کیونکہ اس نے اس عزت افزائی کو اپنے اقتدار کیلئے خطرہ کی گھنٹی سمجھا۔ بادشاہ نے اسے پوچھا کہ حضرت کو کہاں ٹھہرایا جائے جگہ ایسی ہو جو شاہی محل کے قریب ہو تاکہ وقت بے وقت میں حاضر ہوسکوں۔ نجم الدین صغریٰ نے تجویز پیش کی کہ انہیں "بیت الجن" میں ٹھہرایئے جہاں آسیب اور جن رہا کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ مرد کامل ہیں تو تکلیف نہ پائیں گے اور اگر ناقص ہیں تو سزا پائیں گے۔ بادشاہ ابھی راضی نہ ہوا تھا کہ حضرت جلال تبریزیؒ کو اس کی خبر ہوئی آپ نے نجم الدین کو فرمایا اس مکان کی کنجی کہاں ہے بھیج دو تاکہ اترنے سے پہلے ایک درویش کو بھیج کر اس کی صفائی کا انتظام کرا لوں۔ کنجی منگوائی گئی آپ نے اسے تراب نامی درویش کو دے کر فرمایا کہ قفل کھول کر مکان میں داخل ہو کر باواز بلند پکار دو کہ: "اے جنو! شیخ جلال الدین تبریزی یہاں آئے ہیں عرصہ تک تم یہاں رہے اب حضرت شیخ یہاں رہیں گے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ نیز میری یہ حمائل شریف وہاں ٹانگ دینا خادم نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جنوں نے مکان خالی کردیا اور حضرت باآرام تمام وہاں مقیم ہوگئے۔

دوسرے دن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت کی ملاقات کیلئے اپنے رہائش کیلو کہری سے نکلے تو آپکو بھی علم ہوگیا چنانچہ آپ بھی اپنے مکان سے نکل پڑے۔ راستہ میں دونوں حضرات کی باہم

marfat.com

ملاقات ہوئی۔ اسی دن بیت الجن میں رات کو قوالی ہوئی اور یہ غزل گائی گئی جس کا مطلع ہے:

در میکدۂ وحدت ہشیار نمی گنجد　　در عالم بے رنگی اغیار نمی گنجد

ملامت سے بے نیازی : حضرت تبریزیؒ کسی قید سے آزاد تھے اور صفائے باطن کی بہت کوشش کرتے تھے۔ اکثر آپ صبح کی نماز عشاء ہی کے وضو سے اول وقت پڑھ کر نماز چاشت کے وقت پلنگ پر آرام فرمایا کرتے۔ قیام دہلی کے زمانہ میں آپ نے ایک صاحب جمال غلام خریدا۔ ایک دن موسم بہار میں سلطان نے نجم الصغریٰ کو صبح تڑکے کسی کام سے بلایا۔ حضرت جلال تبریزیؒ کے مکان کا صحن محل کے اس مقام سے نظر آتا تھا شیخ نجم الدین نے دیکھا کہ حضرت جلال تبریزیؒ رضائی اوڑھے سو رہے ہیں اور وہ خوبصورت غلام ان کے پاؤں دبا رہا ہے۔ نجم صغریٰ نے سلطان کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ حضرت جلال تبریزیؒ نے کشف سے یہ حالات معلوم کرکے رزائی روئے مبارک سے ہٹائی اور بلند آواز سے فرمایا: "اے نجم الدین اگر تم پہلے آتے تو اس غلام کو میری گود میں دیکھتے" یہ فرما کر رزائی پھر اوڑھ لی اور شغل باطن میں مشغول ہو گئے۔

جھوٹی تہمت سے خلاصی : نجم الدین صغریٰ کا حسد انتہاء کو پہنچ گیا اور وہ شیخ تبریزیؒ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا اور اس کوشش میں رہنے لگا کہ اب کوئی ایسی تہمت لگائی جائے جس سے سلطان ان سے بدظن ہو جائے چنانچہ اس نے ایک مطربہ گوہر تائی جو نہایت حسین اور خوش گلو تھی رشوت دے کر فسق کی تہمت پر آمادہ کرلیا اور ایک محضر تیار کرکے تمام علماء و مشائخ کو بلا بھیجا۔ حضرت غوث العالمینؒ بھی ملتان سے دہلی پہنچ گئے۔ بعد نماز جمعہ سلطان کے روبرو پیش ہو کر مطربہ کو وہیں بلوایا تاکہ وہ تہمت عائد کرے۔ نجم صغریٰؒ نے حضرت بہاء الدین کو منصف بنوایا اس خیال سے کہ نیشا پور میں حضرت فرید عطارؒ کے واقعہ میں (جو پہلے یہاں درج کیا جاچکا ہے) آپ کی حضرت جلال تبریزیؒ سے شکر رنجی ہوئی تھی اس کا فائدہ اٹھایا جائے۔ حضرت بہاء الدین نے مطربہ کو سامنے بلا کر فرمایا کہ دوستان حق سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ تجھے لازم ہے کہ سچ بولے ورنہ جھوٹ کی سزا پائے گی۔ مطربہ نے باواز بلند کہا کہ حق تعالیٰ حاضر و ناظر ہے یہ الزام محض دروغ و افترا ہے حضرت جلال تبریزیؒ آب حیات سے زیادہ پاک و صاف ہیں۔ شیخ نجم الدین صغریٰؒ نے مجھے پانچ سو دینار میں سے نصف فلاں بنئے کے سامنے دیکر یہ الزام لگانے کا حکم دیا تھا۔ بقایا نصف یعنی اڑھائی سو دینار اس تہمت کے بعد مجھے ملنے تھے چنانچہ ہندو بنئے کو بلا کر دریافت کیا گیا تو سچ ظاہر ہوگیا اور باطل مٹ گیا۔ سلطان نے نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلامی کے عہدہ سے برطرف کرکے حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کو شیخ الاسلامی کے عہدے پر تعینات فرمادیا۔ شیخ تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اس شہر دہلی میں آیا تو زر خالص تھا اب اس وقت چاندی ہو کر رہ گیا ہوں دیکھئے آگے چل کر کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن دہلی سے بدایوں روانہ ہو گئے۔

نجم صغریٰ کی غائبانہ نماز جنازہ : قیام بدایوں کے دوران ایک روز اپنے دوستوں کے ہمراہ دریا کے کنارے تشریف فرما تھے کہ یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "آؤ! نجم الدین صغریٰ کے جنازے کی نماز پڑھیں اس وقت انہوں نے انتقال فرمایا ہے اگرچہ ان کی تہمت کے باعث میں شہر دہلی سے

marfat.com

نکل آیا ہوں لیکن میرے مرشد کی برکت سے وہ دنیا ہی سے رخصت ہوگئے ہیں۔

شیخ علی : بدایوں کے قیام کے دوران ایک روز ایک ہندو گوالا جو ڈاکوؤں کی جماعت میں سے تھا دہی کی ٹھلیا سر پر رکھے آپ کے سامنے سے گزرا حضرت نے ایک نگاہ اس پر ڈالی جس کے ساتھ ہی وہ بے تاب ہوگیا اور حاضر خدمت ہو کر توبہ کی اور مسلمان ہوگیا آپ نے اس کا نام علی رکھا اور چند دنوں میں ہی اسے مرتبہء عرفان تک پہنچا دیا۔ جب آپ بدایوں سے بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے تو فرمایا اے علی اس شہر کو تیرے حوالے کیا۔ اسے خلافت عطا فرمائی۔ اگرچہ بدایوں میں مشائخ کی کثرت تھی لیکن لوگ شیخ علی کی ہی طرف متوجہ ہوتے۔

عرش پر نماز : ایک روز آپ قاضی کمال الدین صغریٰ کے مکان پر گئے۔ خادموں نے عرض کی کہ قاضی صاحب اس وقت نماز میں مشغول ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا قاضی صاحب کو نماز پڑھنا بھی آتی ہے؟ قاضی صاحب نے یہ سنا تو پوچھا کہ آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھنا نہیں جانتا حضرت نے پوچھا تم کس جانب نماز پڑھتے ہو۔ قاضی نے جواب دیا کعبہ کی جانب۔ حضرت شیخ نے پوچھا کیا کعبہ نظر بھی آتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: "اے قاضی! فقراء جب تک کہ رب کعبہ کو نہیں دیکھتے اللہ اکبر نہیں کہتے۔ پہلا مرتبہ ان کا یہ ہے کہ نماز عرش کے نیچے پڑھتے ہیں۔ اسی شب قاضی صاحب نے واقعہ دیکھا کہ شیخ جلال تبریزیؒ بالائے عرش نماز پڑھ رہے ہیں صبح ہوتے ہی شیخ کے ہاتھ پر تائب ہوئے اور اپنے لڑکے کو بھی حضرت کا مرید کرایا۔

بنگال میں : جب بنگال پہنچے تو اس ملک کی تمام خلقت امنڈ آئی اور مرید ہونے لگی۔ حضرت نے وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی اور لنگر قائم کیا۔ اس کے بعد بندرگاہ دیو محل میں تشریف لائے جہاں کفار کا ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جہاں کفار جوق در جوق آتے۔ آپ نے تصرف باطنی سے ان بتوں کو لا الہ کی ایک ضرب سے ہی پاش پاش فرما دیا۔ آپ کی اس کرامت کا اثر یہ ہوا کہ لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے یہاں اپنا تکیہ قائم فرمایا اور مخلوق خدا کی خدمت کیلئے اس جگہ کو مرکز بنا لیا۔ آپ کا قول ہے کہ جس کسی نے صانع کو چھوڑ کر مصنوع سے دل لگایا وہ دنیا کا بندہ ہوگیا۔ آپ نے شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کو ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر فرمایا کہ جس کسی نے عورتوں کے سرینوں سے محبت کی اس کی فلاح نہیں ہو سکتی۔

بحوالہ "آب کوثر" شیخ جلال الدین تبریزیؒ بنگالے میں ۱۱۹۵ء اور ۱۲۰۰ء کے درمیان کسی ایسے وقت میں پہنچے جب وہاں لکشمن سین کا راج تھا اور مسلمانوں نے بنگالہ فتح نہیں کیا تھا۔

حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ کے مبینہ ملفوظات "افضل الفوائد" میں ہے: "ولایت اسی بات کا نام ہے جو شیخ جلال الدین تبریزیؒ کو حاصل تھی چنانچہ جب آپ نے ہندوستان جانے کا ارادہ کیا تو آپ ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک دیو ہر رات آدمی کھایا کرتا تھا۔ آپ نے اس دیو کو کوزے میں بند کردیا۔ اس شہر کے باشندے سب کے سب ہندو تھے۔ جب انہوں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو سب مسلمان ہوگئے۔ آپ کچھ مدت وہاں رہے اور حکم دیا کہ خانقاہ بناؤ۔ خانقاہ تیار ہوگئی تو ہر روز ایک گداگر لا کر اس کا سر مونڈتے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خدا رسیدہ بنا دیتے۔ اس طرح آپ نے پچاس

marfat.com

آدمیوں کو صاحب سجادہ اور صاحب کرامت کیا اور پھر ان کو وہاں قائم کر کے آپ آگے چل دیے۔
حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات "جوامع الکلم" میں ہے: "یہاں بدایوں سے شیخ (تبریزی) دیوہ محل آئے۔ ایک کمہار یا مالن کے ہاں قیام کیا۔ دیکھا کہ اس کے گھر میں آہ و شیون کا طوفان برپا ہے۔ پوچھا تو پتہ چلا کہ اس شہر میں ایک رسم یہ تھی کہ راجہ کے حکم کے مطابق ہر روز ایک نوجوان دیو کے سامنے بھیجا جاتا اور وہ اسے کھالیتا۔ اس روز شیخ کے میزبان کے بیٹے کی باری تھی۔ شیخ نے کہا کہ اپنے بیٹے کو نہ بھیجو مجھے بھیجو لیکن وہ نہ مانا کہ اگر دیو نے تمہیں قبول نہ کیا تو راجہ مجھے قتل کر دے گا چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو نہلایا دھلایا' نئے کپڑے پہنائے اور اسے بت خانے میں لے گیا۔ شیخ بھی ساتھ تھے۔ بت خانے میں پہنچ کر شیخ نے نوجوان کو تو رخصت کردیا اور خود دیو کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیو اپنے معمول کے مطابق ظاہر ہوا تو شیخ نے اسے اپنے عصاء کی ضرب سے ہلاک کر دیا۔ صبح کو راجہ اپنے لشکریوں کے ساتھ بت کی پرستش کو آیا۔ دیکھا کہ اس بت خانے میں ایک آدمی سیاہ کپڑے اور سیاہ ٹوپی پہنے کھڑا ہے اور لوگوں کو بلا رہا ہے۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران تھے راجہ خود آگے بڑھا شیخ نے کہا تم بغیر کسی ہراس کے آگے آؤ۔ دیو کو میں نے ہلاک کردیا ہے۔ لوگوں نے دیکھا واقعی ایسا ہی تھا چنانچہ سب لوگ ایمان لے آئے اور مسلمان ہوگئے۔"

وصال : سیر العارفین' تاریخ آئین اکبری اور خزینۃ الاصفیا کے مطابق آپ کا وصال ۶۴۲ ہجری مطابق ۱۲۴۴ عیسوی میں ہوا لیکن ان کے مزار کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ کہاں واقع ہے۔ "سیر العارفین" اور ابو الفضل کے بیان کے مطابق بندر دیوہ محل میں ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلا کہ یہ بندر کہاں ہے۔ خان بہادر محمد حسین کے سفرنامہ کے حواشی میں لکھا ہے کہ بنگالہ کے قدیم دار الخلافہ پانڈوہ کے قریب دیو تھل ایک جگہ ہے ممکن ہے اس جگہ مزار ہو۔ پنڈوہ (ضلع مالدہ صوبہ مغربی بنگال) سے آٹھ دس میل دور قصبہ تبریز آباد کے نواح میں ایک جگہ دیو تد یا "دیو تلاؤ" ہے لیکن یہاں بھی حضرت جلال الدین تبریزیؒ کا چلہ خانہ ہے مزار نہیں۔ جناب شیخ محمد اکرام مولف "آب کوثر" لکھتے ہیں کہ بنگالہ کے سفر میں بعض اہل تحقیق نے راقم الحروف سے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ شیخ نے آخیر عمر میں عزلت نشینی اختیار کرلی تھی اور اب وہ گوہاٹی (صوبہ آسام) سے چند میل دور ایک پہاڑی پر ایک دشوار گزار اور نسبتاً" غیر معروف بلکہ ہیبت ناک جنگل میں مدفون ہیں (شیخ جلال الدین تبریزی کے حالات میں بنگالی حروف میں لکھی ہوئی ایک سنسکرت کتاب دستیاب ہوئی ہے اس کے مطابق آپ ۱۲۲۳ عیسوی میں بنگال سے چلے گئے) پنڈوہ میں جہاں آپ کے چلہ خانہ اور مسجد (بائیس ہزارہ) سے بائیس ہزار ایکڑ کی زمین وابستہ تھی آپ کا عرس ۲۱-۲۲ رجب کو (ہر سال) ہوتا ہے۔

خواجہ علی سہروردیؒ : آپ حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے خلیفہ تھے جنہیں بدایوں میں خلق کی تلقین و تربیت کیلئے حضرت نے مامور فرمایا۔ آپ کھیڑے کے گھنے جنگل کے ایک گاؤں دوانہ کے رہنے والے تھے جو بدایوں کے قریب واقع ہے۔ آپ ۷۶۳ ہجری (۱۳۶۱ عیسوی) کو بحوالہ "بستان الانبیاء فی انوار الاصفیاء" پیدا ہوئے۔ ہندو تھے۔ حلقہ بگوش اسلام کا واقعہ حضرت تبریزیؒ کے حالات میں اوپر بیان ہوچکا ہے۔ بحوالہ مندرجہ بالا منقول ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جب علوم ظاہریہ سے باقاعدہ فارغ

marfat.com

التحصیل ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے اس وقت کے اپنے شہر کے مشہور مشائخ و علماء کی دعوت کی اور وہ عمامہ (پٹکا) جو اپنے ہاتھوں سے روئی کات کر بنایا تھا خواجہ نظام الدین کو عطا فرمایا جسے وہ اپنے ہاتھ میں لیکر گھر سے باہر علماء و مشائخ کی مجلس میں تشریف لائے اور شیخ علی کے ہاتھ پر وہ پٹکا رکھا۔ شیخ علیؒ نے عمامے کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں رکھا اور دوسرا کونہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سر پر رکھ کر دستار بندی فرمائی اس کے بعد حضرت محبوب الٰہیؒ نے اپنا سر شیخ علی کے سامنے خم کیا۔ شیخ علیؒ نے آپ کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح معنوں میں عالم دین بنائے اور منتہائے ہمت تک پہنچائے۔

"خیر المجالس" میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بدایوں میں دو علی مولا تھے۔ ایک چھوٹے اور ایک بڑے علی مولا جو شیخ تبریزیؒ کے مرید تھے اور جنہیں خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی دستار بندی کیلئے مدعو کیا گیا تھا۔ آپ بڑے صاحب یقین بزرگ تھے عظیم شہرت اور مقبولیت عامہ رکھتے تھے۔ نیز یہ کہ آپ کچھ پڑھے لکھے نہ تھے صرف پنج گانہ نماز ادا کرتے تھے۔ نہایت ہی صادق القول تھے۔ اس زمانے کے تمام مشائخ اور دوسرے لوگ آپ سے خیر و برکت حاصل کرتے تھے اور آپ کی زیارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا آپ میں ایسا وصف غالب آگیا تھا کہ دیکھنے والا فوراً" کہہ اٹھتا کہ یہ خدا کے بزرگ اور خدا رسیدہ ہیں۔ آپ کا وصال بحوالہ "بستان الانبیاء" ۸۴۰ ہجری (۱۴۳۶ عیسوی) میں ہوا۔ مزار شریف بدایوں میں ہے۔

شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازیؒ

صاحب "نفحات الانس" کے مطابق آپ کے والد ایک بڑے امیر کبیر تاجر تھے جو ملک شام سے شیراز آکر سکونت پذیر ہوئے۔ یہیں شادی کی۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس کھانا لائے ہیں اور ساتھ بٹھا کر کھایا ہے اور خوشخبری دی کہ حق تعالیٰ تجھے ایک صالح اور نجیب فرزند عنایت کرے گا چنانچہ آپ کی پیدائش پر آپ کا نام علی اور لقب نجیب الدین رکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایام طفولیت میں ایک دفعہ میں شیراز کی جامع مسجد عتیق میں جمعہ کی نماز پڑھنے گیا خلقت کا بے حد ہجوم تھا وہاں شیخ روز بہان ۔بقلی شیرازیؒ بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ جا کر شیخ کی زیارت کرلوں لیکن ہجوم کی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ اس اثناء میں شیخ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا اس لڑکے کو میرے پاس آنے دو۔ لوگوں نے مجھے راستہ دے دیا۔ میں نے قریب جا کر ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور انہوں نے میرے سر پر بوسہ دے کر دعا کی۔ آپ ابتدائے حال سے ہی فقراء کی صحبت رکھتے' عمدہ لباس اور خوراک سے اجتناب فرماتے جب طلب حق کا غلبہ بڑھ گیا تو کمرے میں تنہا ہی رہنے لگے۔ ایک رات خواب دیکھا کہ ایک بزرگ شیخ کبیرؒ کے مقبرے سے نکلے ہیں اور چھ اور بزرگ ان کے پیچھے جا رہے ہیں۔ پہلے بزرگ شیخ نجیب الدین شیرازی کو دیکھ کر مسکرائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر آخری بزرگ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کی تمہارے پاس امانت ہے۔ اس کے بعد آپ بیدار ہوگئے اور صبح اٹھ کر اپنے والد کو خواب سنایا والد نے فرمایا اس خواب کی تعبیر شیخ ابراہیمؒ کے سوا کوئی نہیں دے سکے گا۔ شیخ ابراہیم

marfat.com

اس زمانے میں عقل مند دیوانوں میں مشہور تھے کسی کو ان کے پاس بھیجا کہ اس خواب کی تعبیر دریافت کرے۔ شیخ ابراہیمؒ نے جب یہ بات سنی تو کہا کہ یہ خواب سوائے علی بر غش کے اور کسی کو نہیں آیا۔ پیر اول شیخ کبیرؒ ہیں اور باقی بزرگ ان کے سلسلے کے مشائخ ہیں وہ آخری بزرگ اب زندہ ہوں گے کیونکہ انہوں نے شیخ نجیب الدین کو ان کے سپرد کیا ہے اب اسے چاہئے کہ انہیں تلاش کرے اور مقصد حاصل کرے چنانچہ والد سے اجازت لے کر آپ حجاز گئے وہاں آپ نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کو دیکھا تو پہچان لیا کہ وہی آخری بزرگ ہیں جنہیں آپ نے خواب میں دیکھا تھا۔ شیخ کو بھی آپ کے خواب کا حال معلوم ہو چکا تھا انہوں نے سارا حال شیخ نجیب الدین کو سنایا اس کے بعد آپ ان کے مرید ہو گئے اور کئی برس آپ نے ان کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ شیخ الشیوخؒ کی تصنیفات خود شیخ کی خدمت میں ہی پڑھیں اور اجازت حاصل کر کے شیراز مراجعت فرمائی۔ یہاں شادی کی اور خانقاہ تیار کی اور طالبان حق کو تعلیم دینے لگے۔ آپ کے حالات اور کرامتوں کا شہرہ بہت ہوا۔

صاحب "نفحات الانس" لکھتے ہیں کہ آپ کے کلمات لطیف بشکل تصنیف موجود ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے آ کر عرض کی کہ سر توحید کو کسی عمدہ واضح مثال کے ساتھ بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا "سیب و دو آئینہ" یعنی دو آئینے اور ایک سیب۔ مگر "مراۃ الاسرار" میں ہے کہ فرمایا "دو آئینہ و بس" یعنی شیشہ دیکھو اور بس۔ وہاں ایک بزرگ بھی موجود تھے انہوں نے ان الفاظ کو یوں نظم فرمایا۔

شیخ کامل نجیب پیر کہن ایں حرف دو آورد بصحرائے کہن
گفتا کہ اگر وحدت ز مثالے خواہی "دو آئینہ و بس" تصور می کن
(یعنی کائنات وجود حق تعالیٰ کا عکس ہے اور بس)

شیخ علی بر غشؒ جب اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں بغداد گئے تو شیخ شمس الدین صفیؒ بھی آپ کے رفیق راہ تھے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے ان دونوں کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ نے چالیس کلاہ منگوائے ان میں سے بیس شیخ علی بر غشؒ کے سپرد کئے ہر ایک پر شیراز کے ایک ایک بزرگ کا نام لکھا اور فرمایا یہ کلاہ ہماری نیابت میں انہیں پہنانا۔ اسی طرح بیس کلاہ شیخ شمس الدین صفیؒ کے سپرد کئے۔

آپ کے خلفاء میں آپ کے فرزند ظہیر الدین عبدالرحمنؒ، شیخ نور الدین عبدالصمد نظیریؒ، شیخ عز الدین محمود کاشیؒ، شیخ کمال الدین عبدالرزاقؒ کاشیؒ بہت مشہور ہیں۔ شیخ محمود کاشیؒ نے عوارف کا ایک بے نظیر ترجمہ بھی کیا ہے۔

آپ کا وصال بروز جمعہ ماہ شعبان ۶۷۸ ہجری مطابق دسمبر ۱۲۷۹ عیسوی بزمانہ ابقا خان بن ہلاکو خان ہوا۔ مدفن مبارک شیراز میں ہے۔

شیخ سعد الدین الفرغانی : بحوالہ "نفحات الانس" آپ شیخ نجیب الدین علی بر غش سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور اسی نسبت سے خرقہ حاصل کرنے کی تفصیل و ترتیب بیان کی ہے۔ اپنے شیخ کے وصال کے بعد شیخ صدر الدین قونویؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے فیضان باطنی حاصل کیا۔ آپ

marfat.com

بڑے کامل اور صاحب ذوق و وجدان بزرگ تھے۔ "شرح قصیدہ تائیہ فارضیہ" کے دیباچہ میں مسائل علم حقیقت کو اس ربط و ضبط سے بیان فرمایا ہے کہ اس کی ہر دور میں تعریف کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ "مناہج العباد الی المعاد" تصنیف کی جس میں مذاہب آئمہ اربعہؒ کے بارے میں عبادات اور بعض معاملات کے مسائل درج کئے ہیں جس طریق سے سالکوں کو گریز نہیں اور آداب طریقت میں کہ احکام شریعت کی توضیح کے بعد راہ حقیقت پر چلنا اس کے بغیر حاصل ہونا دشوار ہے۔ لکھتے ہیں کہ مریدوں کا مشائخ کی طرف منسوب ہونا تین طریق سے ہوتا ہے۔ (۱) خرقہ سے (۲) تلقین سے (۳) صحبت و ادب و خدمت سے۔ مزید یہ کہ خرقہ دو ہیں ایک تو خرقہء ارادت ہے اور اس کو ایک شیخ سے دوسرے سے لینا جائز نہیں۔ دوسرا خرقہء تبرک ہے اور اس کو بہت سے مشائخ سے تبرک کے طور پر لینا جائز ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ نسبت ارادت اور نسبت تلقین ذکر میں دو شیوخ سے خرقہ لینا برا ہے۔ ہاں نسبت صحبت میں عمدہ ہے لیکن بشرط اجازت (پیر و مرشد) یا شیخ اول کی صحبت کے فوت ہو جانے پر (کوئی مضائقہ نہیں)

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن علی برغشؒ : بحوالہ "نفحات الانس" آپ اپنے والد کے مرید اور خلیفہ تھے۔ جب آپ کی والدہ امید سے تھیں تو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ان کے لئے اپنے خرقہ مبارک کا ایک ٹکڑا ارسال فرمایا چنانچہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو انہیں اس مبارک ٹکڑے میں لپیٹ دیا گیا گویا اول خرقہ جو دنیا میں پیدائش پر پہنا وہ آپ نے (اس طور) پہنا ہے۔ جب بڑے ہوئے تو باپ کی خدمت میں مشغول ہوئے اور تربیت پائی۔ باپ کی زندگی میں ہی حج پر گئے۔ عرفہ کی رات کو دیکھا کہ میں روضہ شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا ہوں اور سلام عرض کیا ہے۔ حجرہ مبارک سے آواز آئی۔ "علیک السلام یا ابا النجاشی" آپ کے والد محترم حضرت نجیب الدین علی برغشؒ اس سعادت پر مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنے اہل کو اس خواب کی خبر دے کر خوشخبری سنائی کہ مقصود حاصل ہو گیا ہے۔ اس عنایت خصوصی کے بعد شیخ ظہیر الدینؒ نے درس دینا شروع کیا اور حدیث کی روایت فرمائی۔ تصنیفات کا کام شروع کیا۔ عوارف کا ترجمہ کیا اور اس میں بہت سی تحقیقات جو بر کشف و الہام سے معلوم ہوئیں تحریر فرمائیں۔ آپ مقامات بلند پر پہنچے اور عمدہ کرامات آپ سے صادر ہوئیں۔ حضرت شیخ الشیوخؒ کے یہ شعر اکثر پڑھا کرتے:-

وقد کنت لا ارضی من الوصل بالرضی   واخذنا من فوق الرضی مرتبنا
فلما تفرقنا وشط ما لنا   تنعت بطیف منک یاتی مسلما

(یعنی میں پہلے اس وصل کی رضا سے راضی نہ ہوتا تھا اور ہم نے رضا سے بلند تر مرتبہ ملول خاطر لے لیا۔ جب ہم ہو گئے اور ہمارا رجوع دور تک ہو گیا تو میں نے تیرے خیال پر قناعت کی جو سلام کرتا ہوا آتا ہے)

آپ کا وصال دسمبر ۱۳۱۶ عیسوی ماہ رمضان ۷۱۶ ہجری میں ہوا اور شیراز میں دفن ہوئے۔

شیخ نور الدین عبدالصمد نظیریؒ : آپ بھی شیخ نجیب الدین علی برغشؒ کے اکمل مرید و خلفاء میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ شیخ عز الدین محمود کاشیؒ اور شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی

marfat.com

"جیسے اکابر بزرگ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ جس سے حضرت شیخ کے علوئے مرتبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شیخ کمال" تاویلات کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بے شک میں نے اپنے شیخ مولانا نور الدین عبدالصمد" سے سنا انہوں نے اپنے باپ سے کہ ایک درویش شیخ کبیر شہاب الدین سہروردی" کی خدمت میں مقام وحدت اور فنا میں تھا۔ اس کو بڑا ذوق تھا۔ اتفاقاً" وہ ایک دن رونے لگا اور افسوس کرنے لگا۔ شیخ نے اس کا حال پوچھا تو کہا کہ میں کثرت سے وحدت میں آگیا ہوں اور مقام وحدت سے مردود ہو گیا ہوں۔ اب میں اپنے حال کو نہیں پاتا۔ اس کے بعد شیخ نے اسے خبردار کیا کہ یہ مقام بقا ہے اور اس کا یہ حال زیادہ بلند اور عالی ہے اور اس درویش کو اس وضاحت سے مطمئن کردیا۔

شیخ عز الدین محمود الکاشی سہروردی" : بحوالہ "نفحات للانس" آپ مولانا نور الدین عبدالصمد نظیری" بن شیخ علی اصفہانی" کے اکمل مریدین و خلفاء میں سے تھے آپ نے "عوارف المعارف" کا ترجمہ کیا ہے اور "قصیدہ تائیہ فارضیہ" کی شرح لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بہت سے بلند حقائق اور عمدہ معارف درج کئے ہیں۔ قصیدہ کی مختصر مفید شرح لکھی ہے اور اپنے علم عرفان و ذوق وجدان کے مطابق بغیر کسی شرح دیکھنے کے اس کی مشکلات کو حل فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں: میں نے اس کی تصنیف میں کسی شرح کے مطالعہ کی طرف رجوع نہیں کیا تاکہ میرے دل پر اس شرح سے اوروں کے رسوم و آثار نقش پذیر نہ ہو جائیں کہ جن سے فتوح کا دروازہ بند ہو جائے یعنی امور غیبیہ بند ہو جائیں اور روح کو مقید کردیں پھر میں دوسروں کا تابع ہو جاؤں اور سیر میں ان کے قدم بقدم چلوں۔ تحریر میں میری عادت یہ ہے کہ دل کو ایسی چیز سے خوش کروں جس میں شک کا گمان نہ ہو اور اپنے دل کو شہرستان غیب کی طرف متوجہ کروں اور اس توجہ سے نئے فیض کے اتر آنے کو اور مزید دروازوں کی کشادگی کی طلب کروں۔ آپکی معارف سے لبریز چند رباعیاں اور قطعے درج ذیل ہیں۔

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم کن گرت بدیں دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ — در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

اے عکس رخ تو دادہ نور بصرم — تا در رخ تو بنور تو می نگرم
گفتی منگر بغیر ما آخر کو؟ — غیر از تو کسے کہ آید اندر نظرم

اے دوست میان من جدائی تاکے؟ — چوں من تو ام ایں توئی و نہ آئی تاکے؟
با غیرت تو مجال غیرے چوں نماند — پس در نظر ایں غیر نمائی تاکے؟

کثرت چو نیک در نگری عین وحدت است — ما را شکے نماند دریں گر ترا شکے است
در ہر عدو ز روئے حقیقت چو بنگری — گر صورتش بہ بنی وز ماده یکے است

تا توئی درمیانہ خالی نیست — چہرۂ وحدت از نقاب ست یکے
گر حجاب خودی بر اندازی — عشق و معشوق و عاشق ست یکے

شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی" : "نفحات الانس" کے مطابق آپ بھی مولانا نور الدین عبدالصمد نظیری" کے اکمل مریدین و خلفاء میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ تصنیفات میں "تفسیر تاویلات"

marfat.com

کتاب "اصطلاحات صوفیہ" "شرح فصوص الحکم" اور "منازل السائرین" وغیرہ ہیں۔ آپ شیخ رکن الدین علاء الدولہ" کے ہم عصر تھے۔ دونوں بزرگوں کے درمیان وحدت الوجود کے نظریہ میں اختلاف و مباحث رہے ہیں اور خط و کتابت بھی ہوتی رہی ہے۔ نفحات الانس میں آپ کا خط اور نظریہ متعلقہ وحدت الوجود اور حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ کا نظریہ وحدت الشہود پر تفصیلی جواب ہے یہ چونکہ ایک دقیق صوفیانہ بحث ہے اس لئے ہم طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کر رہے۔ اہل ذوق حضرات " نفحات الانس " میں ان کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ یہ کتاب عام دستیاب ہے۔ مزید بر آں ان ہر دو نقطہ ہائے نظر پر اب تک کافی مواد شائع ہو چکا ہے جو عوام الناس کی نسبت اور مبتدیوں کی بجائے راہ سلوک کے منتہیوں کے لئے ہی نافع ہے چونکہ وہی حقیقی معنوں میں راہ شناس اور واقفان حال ہیں اور اس کا تعلق قیل و قال سے نہیں بلکہ واردات قلب و مشاہدات باطن سے ہے۔

شیخ نور الدین عبد الرحمٰن مصری" : بمطابق " نفحات الانس " آپ اپنے وقت میں طالبین کے قبلہ تھے اور مصر کی ولایت میں ان کی تربیت اور ارشاد میں متعین تھے۔ ابتدائے حال میں آپ مصر کے ایک شیخ کے مرید ہوئے لیکن ان سے تکمیل باطنی نہ ہو پائی چنانچہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مزید تربیت باطنی اور تکمیل عجم کے ایک شیخ کے ذمے ہے جو خود یہاں تشریف لا کر تمہیں فیض یاب کریں گے چنانچہ آپ اس شیخ کے منتظر رہے چنانچہ ایک دن مصر میں شیخ جمال الدین کورانی" تشریف لے آئے جن کی نسبت دو شیوخ نجم الدین محمود اصفہانی" اور حسام الدین کشمیری" سے تھی اور یہ دونوں بزرگ شیخ نور الدین عبد الصمد نطنزی" کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ نور الدین نے شیخ جمال کورانی کی صحبت اور ارادت اختیار کر لی اور بیس روز سے کم مدت میں شیخ نے ان کا کام پایہ ء تکمیل تک پہنچا دیا۔ خرقہ ء خلافت عطا فرمایا اور مصر کی ولایت میں طالبین کی تلقین و تربیت پر مامور فرما دیا چنانچہ کثیر خلقت آپ سے فیض یاب ہوئی۔

شیخ زین الدین ابو بکر خوافی" : آپ شیخ نور الدین عبد الرحمٰن مصری" کے مرید اور خلیفہ تھے جنہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں خصوصی توجہ اور تربیت فرما کر عظیم مرتبے پر پہنچا دیا۔ آپ نے بڑے سخت مجاہدات اور ریاضات کئے تھے۔ آپ نے اکثر مشائخ کی صحبت پائی تھی۔ صاحب " نفحات الانس " کے مطابق حضرت خواجہ محمد پارسا نقش بندی" آپ کو بہت چاہتے تھے اور خطوط میں ان سے نہایت احترام اور تواضع سے پیش آتے تھے۔ شیخ زین سہروردی" علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ابتدائے حال سے انتہاء تک آپ شریعت اور سنت نبوی پر سختی سے قائم رہے اور محققین صوفیاء کے نزدیک یہ سب سے بڑی کرامت ہے۔ شیخ عبد الرحمٰن مصری" نے تربیت دیکر مرتبہ ء تکمیل و ارشاد پر پہنچایا اور خلافت دیکر خراسان بھیجا جہاں آپ کا اصلی وطن خواف واقع ہے وہاں جا کر آپ تربیت مریدین میں مشغول ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں جو خلافت نامہ مجھے عطا ہوا تھا وہ گم ہو گیا اور کئی سال کے بعد جب میں مصر میں گیا تو شیخ کا وصال ہو چکا تھا لیکن جب میں آپ کے خلوت خانہ میں گیا تو خلافت نامہ جوں کا توں وہاں موجود تھا اور جب میں مصر سے بغداد پہنچا تو جو کلاہ شیخ نے مجھے عطا فرمایا تھا اور دوسرے مشائخ سے بھی پہنچا تھا میرے ساتھ تھا۔ وہاں سراج گیلانی" سے میری ملاقات ہوئی تو وہ کلاہ انہوں نے مجھ سے طلب کیا۔ میں نے فقر و درویشی کے احوال کے تحت انہیں دے دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کلاہ میرے ساتھ جھگڑا کر رہا ہے اور جن جن بزرگوں کے ہاتھوں سے وہ گزرا تھا ان کے نام گن گن کر کہہ رہا ہے کہ میں فلاں فلاں

marfat.com

بزرگان کے پاس رہا اور اب تم نے مجھے ایک شرابی کے حوالے کر دیا ہے۔ میں بڑا پریشان و مغموم ہوا۔ صبح اٹھ کر ان کے ساتھی کے ذریعے مجھے معلوم ہوا کہ وہ شراب خانے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا تو وہ مست پڑے تھے اور کلاہ اسی طرح ان کے سر پر تھا۔ اس ساتھی نے کلاہ ان کے سر سے اتار کر میرے حوالے کر دیا۔

نحات اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے شیخ احمد درویش سمرقندی "شیخ زین خوافی" کے مرید اور خلیفہ تھے اور مشائخ کے کلمات کو ممبر پر خوب بیان کرتے تھے اور فصوص الحکم کے درس و تدریس میں بھی مشغول رہتے تھے۔ میں نے ان کے ہاتھ سے فصوص کے آخر میں لکھا دیکھا کہ ماہ ربیع الاول ۸۲۹ ہجری (فروری ۱۴۲۶ عیسوی) میں درویش آباد میں خلوت گزیں ہوا خلوت کی دوسری شب میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی زیارت کی۔ آپ نے سفید پوشاک زیب تن کی ہوئی تھی اور سیاہ بالوں کو شانہ لگائے عصا ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ آپؐ نے میری گردن میں زنبیل ڈالی اور شہر ہرات کے بازار فیروز آباد میں کچھ دیر "شیاً للہ" فرماتے رہے۔ اس زمانے میں یہی حلال ترین نعمت ہے۔ اس حالت میں خلفائے راشدین نے میری زنبیل کو جواہرات سے بھر دیا۔ اس کے بعد دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی زیارت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے مجھے فصوص الحکم کا درس دینے کا حکم فرمایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! حضور! فرعون کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہی کہو جو (کتاب میں) لکھا ہے۔ اس کے بعد عرض کیا کہ وجود کے متعلق کیا فرمان ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تم نے نہیں دیکھا کہ اس میں لکھا ہے کہ وجود قدیم میں قدیم ہے اور حادث میں حادث ہے۔

نحات میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ زین الدین خوافی" کو آخیر عمر میں ایسا وقت آیا کہ تین شبانہ روز آپ اپنے آپ سے بالکل گم تھے اس حالت سے نکلنے کے بعد ایک سال کے قریب خاموش رہے اور بہت کم بات کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے درویش احمد سمرقندی" سے پوچھا کہ کیا تم نے کسی جگہ دیکھا ہے کہ جذبات کا غلبہ ہو اور جذبات پے در پے وارد ہوتے ہوں اور بالکل منقطع نہ ہوں۔ درویش احمد نے جواب دیا کہ میں نے ایسی کوئی جگہ نہیں دیکھی۔

وصال : شیخ زین الدین ابو بکرؒ نے شب یک شنبہ دو شوال ۸۳۸ ہجری (یکم مئی ۱۴۳۵ عیسوی) کو مرزا شاہرخ بن امیر تیمور قصبہ مالین نزد ہرات وفات پائی۔ وہاں سے آپ کو درویش آباد لے گئے اور شہر ہرات کی عید گاہ کے قریب دفن کیا۔

مولانا محمد شمس الدین محمد اسد سہروردی" : آپ زین الدین خوافیؒ کے مرید تھے۔ ظاہری علوم میں طبیعت کی جودت اور تیز فہمی میں بڑے مشہور تھے۔ آپ نے شیخ بہاء الدین عمرؒ سے اور مولانا سعد الدین کاشغری" سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ کے ارشادات بڑے عالی ہیں۔ فرماتے ہیں جب خدا تعالیٰ اپنی ذات سے کسی پر تجلی فرماتا ہے تو وہ شخص تمام اشیاء و صفات و افعال کو اس کی ذات و افعال کی شعاعوں میں فنا دیکھتا ہے اور تمام موجودات کے ساتھ اپنے نفس کی ایسی نسبت پاتا ہے کہ گویا وہ ان موجودات کا مدبر ہے اور یہ موجودات اس کے اعضاء ہیں اور ان موجودات میں سے کوئی چیز نہیں اترتی مگر یہ خیال کرتی ہے کہ میں اس کے ساتھ اتری ہوں۔ اپنی ذات کو وہی ایک ذات خیال کرتی ہے اپنی صفت کو اس کی صفت اور اپنے فعل کو اسی کا فعل سمجھتی ہے کیونکہ یہ بالکل عین توحید میں ہلاک ہو چکی ہے۔ انسان کیلئے اس مرتبہ کے سوا اور کوئی مقام توحید نہیں ہے اور جب

marfat.com

روح کی بینائی جمال ذات کے مشاہدہ کی طرف کھنچی جاتی ہے تو عقل کا وہ نور جو اشیاء میں فرق کیا کرتا ہے ذات قدیمہ کے نور سے غلبہ میں چھپ جاتا ہے۔ قدم و حدوث میں فرق جاتا رہتا ہے کیونکہ حق میں آنے کے وقت باطل مٹ جایا کرتا ہے اس حالت کا نام جمع رکھا گیا ہے۔ ایک دفعہ خربوزہ چکھتے ہی چھوڑ دیا اس خیال سے کہ میرا نفس اس سے لذت حاصل کرنا مجھ کو اس حالت سے جس میں اب ہوں باز رکھتا ہے۔ آپ کا حال اور وجد کامل تھا۔ آپ کا وصال بمطابق " نفحات الانس " ماہ رمضان ۸۶۸ ہجری (مئی ۱۴۶۴ عیسوی) میں ہوا اور شیخ الاسلام کے مزار کے قریب دھوبی گھاٹ میں دفن ہوئے۔

شیخ سراج الدین عالم ملتانیؒ : بحوالہ " مراۃ الاسرار " آپ شیخ زین الدین ابوبکر خوافیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے ہرات میں پرورش پائی۔ آپ کے مرشد زین خوافیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہزاروں آدمی میرے مرید ہوئے لیکن سراج الدین کی طرح کسی نے میری دلجوئی نہیں کی۔ اس نے سالہا سال میرے در کی مجاورت کی اور خدمت میں مشغول رہا۔ آخر عمر میں آپ ہندوستان آگئے کیونکہ ملتان کے رہنے والے تھے۔ نہروالا قدیم پٹن گجرات کاٹھیاواڑ میں سکونت اختیار کرلی اور خلق خدا کی تلقین و تربیت میں مشغول رہے۔ آپ کا مزار نہروالا (قدیم پٹن) میں ہے۔

قاضی محمد حمید الدین ناگوری چشتی سہروردیؒ

آپ کی ولادت ۴۶۳ ہجری (۱۰۷۱ عیسوی) میں ہوئی بموجب "سیر العارفین" آپ بخارا کے تھے اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والد عطاء اللہ محمود کے ہمراہ بخارا سے سلطان معزالدین سام کے زمانہ میں دہلی تشریف لائے۔ آپ علم ظاہری میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ ناگور کے قاضی مقرر ہوئے اور تین سال تک اس عہدہ پر رہے۔ ایک رات خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ حضورؐ اپنے پاس طلب فرما رہے ہیں چنانچہ صبح بغیر کسی کو اطلاع کئے ناگور سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب بغداد پہنچے تو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے ایک سال ان کی خدمت میں رہے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ شیخ المشائخ قطب الدین اوشیؒ بھی ان دنوں وہیں تھے ان سے ملاقات ہوئی اور پھر بڑے گہرے ہمراسم ہو گئے۔ بغداد سے مدینہ منورہ آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر تقریباً سوا سال مجاور رہے وہاں سے مکہ معظمہ آئے اور تین سال وہاں بھی مجاور رہے۔

ظاہری متابعت سہل ہے : ایک مرتبہ ایک بزرگ کو طواف کعبہ کرتے دیکھا تو ان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا اور بہ نظر برکت ان کے قدم کی جگہ اپنا قدم رکھ دیتے۔ اس بزرگ نے جب یہ اطلاع پائی تو آپ کی جانب رخ کیا اور فرمایا: "اے حمید ظاہری اطاعت کر لینا آسان ہے مجھ کو جو چیز طواف میں حاصل ہے؟ اس کی متابعت کر آپ نے پوچھا مخدوم آپ کو طواف میں کیا حاصل ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے ہر قدم پر ختم کلام اللہ حاصل ہے۔ آپ کے دل میں خیال گزرا کہ شاید قرآن کے معانی ان کے دل پر گزرتے ہوں گے۔ اس بزرگ نے آپ کے خطرۂ دل سے آگاہ ہو کر فرمایا: اقرا الملفوظا " لا موہوما " (یعنی میں زبان سے پڑھتا ہوں وہم و خیال سے نہیں پڑھتا) اس پائے کے درویشوں سے ملاقات کے بعد سلطان التمش کے عہد میں دہلی واپس آ گئے اور حضرت قطب الدین بختیار اوشیؒ کے ساتھ تمام عمر اکٹھے رہے۔

صاحب "اخبار الاخیار" فرماتے ہیں: اگرچہ وے از سلسلۂ سہروردیہ است مرید و خلیفہ شیخ شہاب الدین

marfat.com

سرور زی" بود اما بر مشرب وے وجد سماع غالب بودہ است"۔ سید اشرف جہانگیر "لطائف اشرفی" میں فرماتے ہیں کہ شیخ ناگوری کو خواجہ بختیار کاکیؒ نے بھی خرقہ ء خلافت عطا فرمایا تھا اور یہ سب وجد و ذوق اسی نسبت کی وجہ سے تھا۔

اگرچہ صغیر اما کبیر : آپ کی طبیعت میں کافی لطافت تھی اور اکثر سخن بے لطائف و ظرافت نہ ہوتے۔ ایک روز شیخ کبیر خوارزمی" مولانا برہان الدین بلخیؒ دونوں عراقی گھوڑوں پر اور قاضی ناگوریؒ ایک متوسط القامت خچر پر سوار اکٹھے سفر کر رہے تھے کہ شیخ کبیر خوارزمیؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ آپ کا گھوڑا صغیر (بہت چھوٹا) ہے۔ قاضی صاحب نے برجستہ فرمایا۔ "اگرچہ صغیر است فاما در روش بہ از کبیر است" یعنی اگرچہ چھوٹا ہے لیکن چال میں کبیر (بڑے) سے بہتر ہے۔

صاحب تصنیف : قاضی صاحب کو حضرت بابا فرید گنج شکرؒ سے نہایت محبت تھی۔ ایک مجلس میں قاضی صاحب کی ذیل کی رباعی جو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں حضرت کو تحریر فرمائی تھی سن کر حضرت بابا جیؒ پر حالت ذوق و شوق پیدا ہو گئی اور وجد فرمانے لگے۔

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد   آں روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال   آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

آپ کی تصانیف میں "طوالع الشموس" جو اسماء الحسنیٰ کی شرح ہے حقیقت و معرفت سے لبریز ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں۔ اے برادر! عالم سلوک میں جمعیت محال ہے۔ الی فا ہیا لمی دیی سیھلعن پس کسی کو اگر جمعیت نصیب ہو سکتی تو "سیھلعن" نہ کہتے۔ جب بندہ واصل ہو جاتا ہے تو تفرقہ ضلالت کہا جاتا ہے۔ "انا الحق و سبحانی" اسی معنی کو آشکار کرتے ہیں۔ جس مقام پر "انا" کہنا چاہئے وہاں "ھو" کہنا گمراہی ہے اور جہاں "ھو" کہنا چاہئے وہاں "انا" کہنا محال ہے۔ اے برادر! جس کا اشارہ محسوسات کی طرف ہوتا ہے اور وہم کا اشارہ موہومات کی طرف ہوتا ہے اور عقل کا اشارہ معقولات کی طرف ہوتا ہے۔ خالق جل و علی کی ذات پاک ان عوالم سے نسبت نہیں رکھتی۔ اس کی طرف اشارہ کرنا شرک کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ غائب ہے تو کس کی طرف تم اشارہ کرتے ہو اور اگر حاضر ہے تو اشارہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خالق الخلق ہم سب کو دیکھتا ہے لیکن اسے کوئی نہیں دیکھتا۔ خدائے عزوجل کی عزت کی قسم اس کی طرف اشارہ کرنا بس غفلت دل ہی سے ہوتا ہے۔ "لا الہ الا اللہ" جس دل پر اس کی عظمت کی تجلی ہوتی ہے اسے اس کی یادداشت کی پروا نہیں رہتی چونکہ دل یادداشت سے باز نہیں رہ سکتا اس لئے زبان بھی یاد کرنے سے باز نہیں رہ سکتی۔

اے برادر! تو اپنے آپ کو بھول جا اور چپ رہ۔ یہی خود فراموشی عجیب طرح پر یاد کرنے میں داخل سمجھی جائے گی۔ اذکرو ربک اذا نسیت فلما نسیتنفسک اے عزیز! اسم "ھو" اس ذات کی طرف اشارہ کرتا ہے جو موجود ازلی ہست لم یزلی۔ موصوف باوصاف کمال مقدس از نقائص و زوال ہے۔ وہ ایسا موجود ہے کہ اس کی ازلیت کی ابتدا نہیں ہے اور ایسا ہست ہے کہ اس کی ہمیشگی کی انتہاء نہیں ہے اور "ھو" پہلا اسم ہے جو غیب کے پردوں سے عالم ظہور میں آیا ہے۔ اے برادر! یہی "اسم ھو" اسم ذات مطلق ہے۔ یہ نہ مشتق ہے اور نہ معلوم۔ اسم مشتق اشتراک غیر سے خالی نہیں ہوتا اور وحدت کی بنیاد بلند اس پر قائم نہیں ہوتی۔ تمام عشاق کا اتفاق ہے کہ اسم معظم "ھو" مشتق نہیں ہے اور سوائے وحدت مطلق اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہے۔ اس

marfat.com

نسبت کے لحاظ سے بھی "ھو" اسم معظم ہے جو اسم کسی چیز سے مشتق نہیں ہے۔ وقت طلب، طالب کی نظر دو چیزوں پر پڑتی ہے اور عقل کا حق یہ ہے کہ جب کسی چیز پر نظر ڈالے تو جب تک اس کی حقیقت معلوم نہ ہو جائے دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ یہ لفظ کسی چیز سے مشتق نہیں ہے تاکہ طالب میں دو رنگی پیدا کرے۔ طالب کو یہ غیر سے منقطع کر کے مطلوب سے ملا دیتا ہے۔

قل ھو اللہ احد۔ اس میں ھو اللہ اور احد تین اسماء باری تعالیٰ ہیں۔ راہ عشق کے چلنے والے بھی تین ہیں۔ ظالم، مقتصد، سابق، مراتب نفوس بھی تین ہیں۔ امارہ، لوامہ، مطمئنہ۔ اسم مقربان سابق کو ملا جو ارباب نفس مطمئنہ ہیں اور پر تو انوار احدیت میں جل بھن گئے ہیں۔ غیر کے دیکھنے سے انہوں نے اپنی آنکھ سی لی ہے اور مقام استغراق میں ہر شے سے بے شعور ہیں اور اس کے لطف کے نور میں جذب ہو گئے ہیں۔ "اسم ھو" اسم اللہ کی منتہا ہے۔ جس کی جان بادشاہ کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہے وہی اس راز سے آگاہ ہے۔ اے عزیز! جس کی کو ہیبت محبوب کے عالم میں حاضری کی اجازت دی گئی ہے وہ اپنی انانیت میں نہیں پڑتا بلکہ غلبہء مشاہدہ جلال سے گھل جاتا ہے اور اپنے بے شعور اور اس نور کے سایہ میں چلا جاتا ہے۔ مقامات و کرامات اور سکر و صحو اور اثبات و محو اور فنا و بقا، خوف و رجا، بسط و قبض، نفل و فرض، انس و ہیبت اور سرور و ہیبت کی اس کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی۔ جیسا محبوب بے نشان ہے وہ بھی بے نشان ہو جاتا ہے۔ اے برادر! جو اسے پہچان لیتا ہے شان بیچونی سے پہچانتا ہے۔ بے چون کی طرف اشارہ کرنا محال ہے اور بیچون کی حقیقت عبارت میں لانا اضلال ہے۔ انجام کار یہی کہنا پڑتا ہے **لا احصی ثنا علیک انت کما اثنیت علی نفسک**۔ اپنی جان کی قسم اگر شروع ہی میں وہ معنی معلوم ہو جاتے جو انتہائے کار میں زبان کو گنگ کر دیا کرتے ہیں تو ہر روز سو بار استغفار کرنا پڑتا۔ ننانوے ناموں کے حساب سے ننانوے بار اور استغناء کے واسطے ایک مرتبہ استغفار۔ اے برادر! جس کسی کی زبان تحمید میں نہ کھلی وہ مقام توحید میں کیا دم مار سکتا ہے۔ **لا احصی ثنا علیک لا الہ الا اللہ**۔

احب مناجات الحبیب باوجہ ولکن لسان العاشقین کلیہا

(یعنی اپنے حبیب سے میں طرح طرح مناجات کرنا پسند کرتا ہوں لیکن کیا کروں عاشقوں کی زبان گنگ ہو جاتی ہے)

ما ہر چہ داشتیم فدائے تو کردہ ایم حال را اسیر بندۂ ہوائے تو کردہ ایم
ما کردہ ایم ترک خود و ہر دو کون نیز دیں ہا کہ کردہ ایم برائے تو کردہ ایم

(ماخوذ از اخبار الصالحین)

تصنیفات میں "طوالع الشموس" کے علاوہ مشہور کتاب "لوائح" بھی ہے۔ مزید برآں "راحت الارواح" کا بھی ذکر ہے۔ سلوک و اسرار کے موضوع پر حضرت ناگوریؒ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں مندرجہ بالا بہت ممتاز ہیں۔ جب قطب الدین کاشانی دہلی میں پہنچے تو کہا کرتے کہ میں شیخ حمید الدین ناگوریؒ کی محبت کی وجہ سے دہلی میں آیا ہوں۔ انہوں نے ایک دن حضرت کا مجموعہء رسائل طلب کر کے دیکھنا شروع کیا اور اپنے ہمراہی علماء سے فرمایا: اے دوستو! سمجھو اور واقف ہو جاؤ کہ ہم نے اور تم نے جو کچھ پڑھا ہے وہ سب ان رسائل میں ہے اور جو کچھ ہم نے اور تم نے نہیں پڑھا ہے اور نہ سمجھا ہے وہ بھی ان رسائل میں ہے۔

وصال : بقول حضرت سلطان المشائخ محبوب دہلویؒ آپ کی وفات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دس

marfat.com

برس بعد ہوئی۔ ۹ رمضان ۶۴۱ ہجری (۲۸ جنوری ۱۲۴۶ء) کی شب بعد ادائے نماز تراویح ودتر سر سجدہ میں رکھا اور جان بحق تسلیم فرمائی۔ یہ سلطان ناصر الدین کا عہد حکومت تھا۔ بموجب وصیت خواجہ بختیار کاکیؒ کی مرقد مبارک کے پایان مدفون ہوئے۔

قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے خلفاء

"سیر العارفین" میں سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری اپنے کمال کے باوجود کسی کو مرید نہ کرتے تھے ماسوائے مندرجہ ذیل چار اصحاب کے جن کے مختصر حالات بحوالہ "مراۃ الاسرار" درج ذیل ہیں:۔

۱۔ شیخ احمد نہروالیؒ : حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ احمد نہروالیؒ کی مشغولی اور استغراق دس صوفیوں کا سرمایہ ہے۔ شیخ نصیر الدین اودھیؒ "خیر المجالس" میں فرماتے ہیں کہ آپ پر بھی کبھی کبھی ایسی حالت طاری ہوتی تھی کہ غائب ہو جاتے تھے۔ آپ کام نہیں کرتے تھے لیکن آپ کے کپڑے خود بخود سل جاتے تھے۔ ایک دن قاضی حمید الدینؒ نے فرمایا کہ احمد کب تک اس کام میں مشغول رہو گے۔ جب آپ گھر آئے تو چاہا کہ میخ کو حکم کردیں کیونکہ وہ ست ہو چکی تھی۔ جونہی آپ نے میخ پر ہاتھ رکھا آپ کے چوٹ لگی۔ آپ نے کہا اے میرے پیر میرا ہاتھ توڑ دیا۔ اسی دن سے آپ نے یہ کام ترک کردیا اور پورے طور پر حق میں مشغول ہو گئے۔ آپکے مرید بہت تھے۔ جمعہ کی نماز کیلئے جاتے وقت آپ بڑی ہاو ہو سے جاتے تھے۔ آپ کا مزار قصبہ بدایوں میں ہے۔

۲۔ شیخ عین الدین قصابؒ : آپ قاضی ناگوریؒ کے دوسرے مرید تھے۔ آپ کی دکان دہلی میں نوبتہ بازار میں تھی اور گوشت بیچتے تھے۔ آپ اہل کشف وکرامت تھے اور جو بات منہ سے نکلتی تھی پوری ہو جاتی تھی۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں دیکھا ہے اور ان کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ اکثر خلائق ان سے فیض یاب ہوئی ہے۔ قاضی فخر الدین ناقلہ آپ کے پاس بہت جایا کرتے تھے۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کسی جگہ کی قضا درکار ہے۔ بس اسے قضا مل گئی۔ مولانا وجیہہ الدین ابتدائے حال میں آپ کے پاس گئے۔ آپ نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ عالم ربانی ہو جاؤں چنانچہ ان کی مراد پوری ہوئی۔ ایک دفعہ مولانا احمد آپ کے پاس آئے اور عرض کی کہ مجھے حق تعالیٰ کی محبت کی خواہش ہے چنانچہ وہ بھی واصلان حق میں سے ہو گئے۔

۳۔ شیخ محمود موئینہ دوزؒ : آپ قاضی ناگوریؒ کے تیسرے مرید تھے۔ مزید براں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے مصاحبین اور معتقدین میں سے تھے۔ آپ کا مزار حضرت خواجہؒ کے روضہ مبارک نزد حوض شمسی دہلی کی طرف ہے جس کسی کو کوئی مہم پیش آتی ہے وہ آپکے مزار سے پتھر اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتا ہے۔ جب مراد پوری ہو جاتی ہے تو پتھر کو شکر سے تول کر آپکی روح کو ایصال ثواب کرتا ہے۔

۴۔ شیخ حسن رسن تابؒ : آپ حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے چوتھے اور محبوب ترین مرید تھے۔ بدایوں میں رسن تالی کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ کو شیخ شاہی موئے تاب بھی کہتے ہیں لیکن قاضی صاحب آپ کو شیخ روشن ضمیر کہتے تھے۔ جس روز قاضی ناگوریؒ نے انہیں خرقہ پہنایا تو شیخ محمودؒ سے رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ آپ نے بہت اچھا کیا ہے کیونکہ جو کام آپ سے سرزد ہو گا مستحسن اور

marfat.com

پسندیدہ ہوگا۔ اس کے بعد حضرت ناگوریؒ نے آپ کو بدایوں کی طرف رخصت فرمادیا جہاں آپ سے کثیر خلقت فیض یاب ہوئی۔

بحوالہ سیر العارفین ایک دفعہ شیخ نظام الدین ابو المؤید (شیخ جمال کے دادا) جن کا مزار کول (علی گڑھ) میں ہے دہلی سے بدایوں جا کر بیمار ہوگئے۔ شیخ نظام نے دعا کیلئے عرض کی آپ نے فرمایا میرا ایک دوست شرف الدین ہے جو درزی کا کام کرتا ہے ان سے رجوع کریں۔ شیخ نظامؒ نے انہیں بلوا بھیجا۔ شیخ حسن رسن تابؒ نے انہیں فرمایا کہ شیخ نظامؒ بیمار ہیں۔ ناف سے اوپر میری ذمہ داری ہے اور ناف کے نیچے آپ کی۔ چنانچہ دونوں حضرات مراقب ہوگئے اور شیخ نظامؒ اسی وقت تندرست ہوگئے۔

بدایوں میں ایک اور درویش محمد نجاشیؒ نام رہتے تھے جو سیاہ فام تھے۔ ایک دن شیخ حسنؒ کی ان سے ایک مسجد میں ملاقات ہوئی۔ شیخ نجاشی نے شیخ حسن کو کہا: "اے سیہ کار! تم نے بہت ہنگامہ برپا کر رکھا ہے مجھے ڈر ہے کہ تو جل نہ جائے" اللہ کا حکم ایسا ہوا کہ انہیں دنوں میں شیخ شاہی حسن رسن تابؒ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ اندر ہی جل گئے۔ آپ کا مزار بدایوں میں مرجع خلائق ہے۔

شیخ احمد سروانیؒ : آپ کے متعلق بھی صاحب "مراۃ الاسرار" نے لکھا ہے کہ شیخ احمد بڑے بابرکت اور مقبول بزرگ تھے۔ کپڑا بننے کا کسب کرتے تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے مرید تھے اور حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ سے محبت اور اعتقاد رکھتے تھے۔ جس مجلس میں حضرت خواجہ کا وصال ہوا اس میں آپ بھی حاضر تھے۔

میر سید علاء الدین جاوری سہروردیؒ : "مراۃ الاسرار" کے مطابق آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے اکمل خلفاء میں تھے۔ آپ سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ عمر دراز پائی۔ مزار مبارک موضع جاور میں ہے جو شہر دہلی کے قریب ہے۔

میر سید امیر ماہؒ : "مراۃ الاسرار" کے بموجب آپ کے والد میر سید نظام الدینؒ بغدادی کے عالی نسب سادات سے تھے اور حادثہء ہلاکو خان کے وقت ہندوستان تشریف لائے اور آکر بہرائچ (بھارت) میں مقیم ہوئے۔ اسی جگہ وصال ہوا۔ میر سید امیر ماہؒ ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد میر سید علاؤ الدین جاوریؒ کے مرید ہوئے خرقہء خلافت حاصل کرنے کے بعد بہرائچ میں مسند ارشاد پر بیٹھے اور خلق خدا کو فیض پہنچایا۔ آپ کا ایک لڑکا تھا جن کا نام سید تاج ماہؒ تھا۔ وہ قوی الحال اور غلبہ ء استغراق میں مستغرق رہتے تھے۔ انہوں نے طریق ملامتیہ اختیار کر لیا تھا اور اپنے جمال ولایت کو اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ سید امیر ماہؒ سخت بیمار ہوگئے۔ بچنے کی امید نہ رہی ان کے بیٹے سید تاج ماہؒ نے کمال بلند ہمتی سے اپنے والد کی بیماری خود اپنے ذمے لے لی۔ ادھر باپ نے صحت پائی ادھر بیٹا باپ پر نثار ہوگیا۔ سید تاج ماہؒ کی وفات کے بعد سید امیر ماہؒ کو خیال گزرا کہ نہ جانے میرے بیٹے کا وفات کے بعد کیا حال ہوا ہوگا۔ اتفاق سے اسی رات سید تاج ماہؒ کی قبر کے پاس ایک مجاور سویا ہوا تھا کہ یہ شعر اس کے ہاتھ پر سبز رنگ میں لکھا ہوا ظاہر ہوا اور جب تک وہ مجاور زندہ رہا یہ تحریر محو نہ ہوئی۔ شعر تھا:

بگو اے مرغ زیرک حمد مولا کہ جان تاج مہ بر عرش بردند

حضرت سید امیر ماہؒ صاحب تصنیف بھی تھے ایک رسالہ "رسالہ المطلوب فی عشق المحبوب"

marfat.com

تصنیف فرمایا جس میں لکھتے ہیں:- اے عزیز! آدم علیہ السلام کو سلطان عشق نے اس دن منہ دکھایا جب وہ بہشت سے باہر لائے گئے اور دنیا میں تن تنہا چھوڑ دیا۔ نوح علیہ السلام کو سلطان عشق نے طوفان کے اندر کشتی میں منہ دکھایا۔ یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کے وقت یعقوب علیہ السلام کو اس وقت جب یوسف علیہ السلام ان سے جدا ہوئے۔ یوسف علیہ السلام کو اس وقت جب وہ بازار مصر میں سترہ درم کے عوض فروخت ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت جب وہ مصر سے باہر نکلے اور فرعون ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ سلیمان علیہ السلام کو اس وقت جب ان کی انگوٹھی گر گئی اور ان کے ملک سے باہر جا پڑی۔ ذکریا علیہ السلام کو اس وقت جب ان کے سر پر آرہ چلایا گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روز سلطان عشق نے منہ دکھایا جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حسین بن منصور کو اس روز جب انہیں دار پر چڑھایا گیا۔ عین القضاۃ ہمدانیؒ کو اس وقت جب بوریا میں لپیٹ کر آگ میں پھینکا گیا اور اس رسالہ کے جمع کرنے والے (یعنی مصنف سید امیرماہؒ) کو اس روز سلطان عشق نے منہ دکھایا جب خطہ بھڑائچ میں جو اس فقیر کی جائے پیدائش ہے پہ سالار سعد الدین مسعود غازی علیہ رحمتہ کے پائنتی کتاب "فرحت العاشقین" کے مطالعہ میں مشغول تھا۔ اسی وقت خواجہ خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی آپ نے ایک عالم کی صورت میں ہوا میں کھڑے ہو کر فرمایا: "اے فرزند! ہوشیار ہو جاؤ کہ لشکر عشق دوڑا ہوا آ رہا ہے۔ اسی ہفتہ کے اندر کفار کے لشکر نے جمع ہو کر بھڑائچ پر حملہ کیا اور گھروں کو جلا دیا۔ خانقاہ میں بھی چند آدمی شہید ہو گئے اور اس فقیر کو بھی زدوکوب کیا بلکہ عشق کی ضربیں منہ پر پڑیں جیسے کہ چاند کے منہ پر ہیں۔ میں شکر بجا لایا کہ عشق نے اس فقیر کو منہ دکھایا اس وجہ سے وہاں سے ترک سکونت کر کے ادھر چلا گیا کیونکہ یہ عشق بازی ہے بلکہ جان بازی ہے۔"

آپ شیخ نصیر الدین محمودؒ کے وقت سے لے کر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے وقت تک زندہ رہے۔ سید اشرف جہانگیر لکھتے ہیں کہ یہ درویش (سید جہانگیر) اور سید امیرماہؒ سالار مسعود غازی شہید کے مزار پر اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں یکجا تھے۔ ہم خضر علیہ السلام سے اکثر مشائخ کے حالات اور مقامات مشیخیت کے متعلق دریافت کرتے تھے۔

"خزینۃ الاصفیاء" کے مطابق ۷۷۲ ہجری (۱۳۷۱ عیسوی) میں قصبہ بھڑائچ میں وفات پائی۔ مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ سلطان فیروز شاہ ۷۷۰ ہجری (۱۳۷۱ عیسوی) میں حضرت سے ملاقی ہوا اور فیض حاصل کیا۔

عین الدین قتالؒ : بموجب "مراۃ الاسرار" شیخ عین الدین قتالؒ بن شیخ سعد اللہ کیسہ داری کنتوری نے سید میرماہؒ سے تربیت حاصل کی۔ طریقہ ملامتیہ اختیار کئے رکھا اور اپنے جمال ولایت کو ملامت کے پردے میں پوشیدہ رکھا۔ آپ نے سہروردی سلسلہ کے علاوہ اپنے والد بزرگوار سے بھی ان کے وصال پر خواجگان چشت کی امانتیں حاصل کیں اور مریدین کی خوب تربیت فرمائی۔ مزار کنتور میں ہے ان کی اولاد میں اکثر صاحب حال بزرگ گزرے ہیں جن میں شاہجہان کے دور کے شیخ مصطفیٰ بہت مشہور ہیں جن کا انتقال ۱۰۴۰ ہجری (۱۶۳۱ عیسوی) میں ہوا۔

marfat.com

حضرت مخدوم نوح آف ہالا سہروردیؒ

بحوالہ مجلہ "سہرورد" (سلسلہ نمبر ۶ ماہ جولائی ۱۹۸۸ء) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رقم طراز ہیں کہ آپ شب جمعتہ الوداع ۲۷ رمضان المبارک ۹۱۱ ہجری مطابق ۲۱ فروری ۱۵۰۴ عیسوی کو بمقام ہالا سندھ (نزد حیدر آباد سندھ) پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی لطف اللہ ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے۔ مخدوم لطف اللہ سہروردی بن نعمت اللہ بن محمد اسحاق بن شہاب الدین بن فخر الدین۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا پھر علوم متداولہ کی تحصیل فرمائی اور سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور سلسلہء سہروردیہ کا فیض حاصل کیا۔ خرقہء خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضور علیہ السلام کی طرف سے چار چیزیں (براہ راست) مرحمت ہوئی ہیں (۱) تلقین ذکر (۲) تفسیر قرآن (۳) بیان حدیث شریف (۴) تعبیر خواب۔ تلقین ذکر کے سلسلہ میں آپ طریقت سہروردیہ کے مطابق افضل الذکر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی مزاولت فرمایا کرتے تھے اور آپ نے بیعت کیلئے چار چیزیں ضروری قرار دی تھیں۔ (۱) اتباع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) مقدرات خداوندی پر کامل یقین (۳) تفہیم تفسیر (۴) نماز با جماعت۔

آپ سندھ کے سرکردہ اولیاء عظام میں سے تھے۔ قرآن پاک کے فارسی ترجمہ سے سب سے پہلے آپ نے مستفیض فرمایا۔ مخدوم نوحؒ کے اکابر خلفاء میں ایک سید ابوبکرؒ تھے اور دوسرے بہاء الدین گودریہؒ تھے۔ موخر الذکر نے سید ابوبکرؒ کی فرمائش پر حضرت مخدوم نوحؒ کے فارسی ترجمے کی کتابت کی تھی۔

آپ نے جمعرات ۲۷ ذی قعد ۹۹۸ ہجری مطابق ۱۷ ستمبر ۱۵۹۰ء کو وصال فرمایا۔ مزار پرانوار بمقام ہالہ سندھ مرجع خلائق ہے۔ آپ کے خلفاء میں شیخ نعمت اللہ الملقب حاجی دیوان سہروردیؒ کا نام نامی بھی تذکروں میں آتا ہے جن کے کوائف ہم یہاں درج کر رہے ہیں۔

شیخ نعمت اللہ الملقب حاجی دیوان سہروردیؒ : آپ موضع لاؤ وانہ متعلقہ ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ اصل نام اسماعیل تھا اور قوم ڈوگر کے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت لاہور میں ہی حاصل کی۔ کوچہ ڈوگراں واقع نیوین مسجد میں زیر تعلیم رہے۔ ازاں بعد حضرت مخدوم نوح بھکریؒ سندھی کے مرید ہوئے اور ان سے خلافت پائی اس کے بعد خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ میں آکر آباد ہوئے اور عبادت و خلق خدا کی تربیت میں مشغول ہوئے اس وقت مسمی مسور قوم ڈوگر اس مقام پر بطور خانہ بدوش رہتا تھا وہ حضرت کا مرید ہوا ازاں بعد جب آپ کی خدا پرستی کا شہرہ ہوا تو بے شمار لوگ مرید ہوئے یہاں تک کہ آبادی کی صورت قائم ہوگئی چنانچہ اس آبادی کا نام "خانقاہ ڈوگراں" مشہور ہوا۔ پھر حضرت کی اولاد نے اس گاؤں کی تمام ملکیت مسمی مولن شاہ کو (جو حضرت کی چوتھی پشت میں مزار پر سجادہ نشین تھا) ہبہ کردی۔ احاطہ مزار بارونق ہے اور اس میں پانچ روضے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۰۱۱ ہجری (مطابق ۱۶۰۲ عیسوی) بعہد جلال الدین اکبر بادشاہ ہوا۔ آپ کے دو اکابر خلفاء میں حضرت شاہ سروانیؒ صاحب ہیں جن کا مقبرہ بمقام پنڈوری کلاں ضلع گوجرانوالہ میں ہے اور دوسرے خلیفہ شاہ لاغرمستانؒ ہیں جن کا مزار بھی وہیں (پنڈی کلاں) میں ہے۔ ("لاہور کے اولیائے سہرورد" از میاں محمد دین کلیم)

marfat.com

باب سوم

غوث العالمین بہا الحق ذکریا ملتانیؒ کے دیگر خلفاء

اور چند مابعد کے اولیائے سہرورد

شیخ محمد اکرام "آب کوثر" میں بحوالہ ملتان کے گز۔ٹر (مرتبہ سر ایڈورڈ میکلیگن) لکھتے ہیں کہ ممالک اسلامی خراسان اور مغربی ایران کی تاتاریوں کی تباہ کاریوں سے ایک لحاظ سے مغربی پنجاب کو فائدہ پہنچا کیونکہ اس کی وجہ سے علماء و صلحا کی ایک کثیر تعداد یہاں آگئی جن میں سے بعض تو دارالسلطنت دہلی کی طرف چلے گئے لیکن بہت سے ملتان کے علاقے میں ہی بس گئے۔ غوری افغانوں کی ابتدائی ہل چل کے زمانے میں ہی گردیزی سیدوں کا ایک خاندان اس ضلع میں آباد ہوا تھا اس سے کچھ عرصہ بعد لیہ ضلع مظفر گڑھ کے قریب کوٹ کروڑ میں خوارزم سے آکر قریشیوں کا ایک خاندان آباد ہوا جس میں شیخ بہاء الدین ذکریاؒ پیدا ہوئے جنہوں نے تمام اسلامی دنیا کی سیر و سیاحت کے بعد ملتان کو اپنا مستقر بنایا۔ اوچ میں سید جلال بخاری سہروردیؒ جو ملتان مظفر گڑھ اور بہاولپور کے کئی خاندانوں کے مورث اعلیٰ ہیں اسی زمانے میں تشریف لائے اور الٰہی ایام کے لگ بھگ سلطان سخی سرور سہروردی نے فروغ پایا جن کے والد بخارا سے آکر آباد ہوئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں اور ان کے خاندان وغیرہ کی وجہ سے اوچ' دہلی' پنڈوہ' جونپور' اودھ اور بلاد شرقی کے کئی خانوادے' لکھنؤ کے قوام الدین' ایرج کے شیخ یوسف بدھ' گجرات کاٹھیاواڑ' جنوبی ہند بعید وغیرہ سب اسی خاندان سہروردیہ سے کافی حد تک فیض یاب ہوئے (جن کا ذکر اپنی اپنی جگہ پر کیا جا رہا ہے)۔

سندھ کی طرف سہروردیوں کے مورث اعلیٰ حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ نے توجہ فرمائی "تحفتہ الکرام" میں لکھا ہے "اہل سندھ اغلب از مریدان آں در آمدہ اول کے از مشائخ سلسلہ ارشاد جنبانیدہ اوست" آپ کے برادر طریقت اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید شیخ نوح بھکری سہروردیؒ ان سے پہلے سندھ میں موجود تھے۔ وہ بڑے پاک سیرت بزرگ تھے لیکن ان سے ارشاد و ہدایت کا سلسلہ اتنا وسیع نہیں ہوا جتنا حضرت ذکریا ملتانیؒ سے۔ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے مشہور مرید جن کا ذکر ہندوستان کے تذکروں میں عام ملتا ہے اور جن کا مزار سندھ کی سب سے بڑی زیارت گاہ ہے حضرت مخدوم لال شہباز قلندرؒ ہیں۔ "تحفتہ الکرام" میں لکھا ہے کہ آپ پھرتے پھراتے حضرت بو علی قلندر (پانی پتی) کی خدمت میں پہنچے لیکن انہوں نے فرمایا کہ ہندوستان میں تین سو (۳۰۰) قلندر ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ سندھ میں تشریف لے جائیں چنانچہ آپ سیوستان میں مقیم ہوئے اور بڑی شہرت پائی سہروردیہ سلسلہ میں بالعموم سماع کا رواج نہیں اور شرع کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے مگر بعض بزرگ جذب و سکر کے غلبہ کی وجہ سے غیر ارادی طور پر آزاد قلندرانہ مشرب پر بھی نظر آتے ہیں مثلاً لال شہبازؒ' شیخ احمد معشوق اور احمد آباد کے موسیٰ سہاگؒ' "جلالیہ" نیز رسول شاہی جو سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ذیلی شاخیں ہیں اور شیخ حسین لاہوریؒ اور مادھو لال حسینؒ لاہوری قادری سہروردی بزرگ ہوئے ہیں۔

marfat.com

شیخ عثمان مروندی الملقب بہ لال شہباز قلندرؒ
(یکے از چہار یار و پنج پیر)

پنجاب' سرحد بالخصوص ایبٹ آباد اور کشمیر میں دوران سیاحت جن بزرگوں نے باہم سفر کیا اور چہار یار اور ازاں بعد پنج پیر کہلائے یہ ہیں: (۱) شیخ عثمان مروندی (لال شہباز قلندرؒ)' (۲) سید میر جلال سرخ بخاری اوچیؒ' (۳) حضرت بابا فرید گنج شکر چشتی' (۴) سلطان سخی سرورؒ اور بعد میں جو شامل ہونے والے پانچویں بزرگ حمیدالدین حاکم سہروردیؒ ہیں۔

شجرہ نسب : بحوالہ "تذکرۃ الفقرا": لعل شہباز بن سید حسن کبیرالدین بن سید شمس الدین بن سید صلاح الدین بن سید شاہ بن سید خالد بن سید محب بن سید مشتاق بن سید نور الدین بن سید اسماعیل بن سیدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔ والدہ ماجدہ مروند کے حاکم سید سلطان شاہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے آباؤ اجداد کا وطن مروند تھا جو افغانستان میں شہر ہرات کے نواح میں واقع ہے۔ ماہنامہ عارف لاہور مئی ۱۹۶۶ء کے مطابق آپ آذر بائیجان کے تخت گاہ شہر تبریز سے چالیس میل دور شمال مغرب کی جانب قصبہ مروند (افغانستان) میں ۵۷۳ ہجری مطابق ۱۱۷۷ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پہلے بیعت آپ نے اپنے وطن ہی میں حضرت بابا ابراہیمؒ سے کی اور پھر سیر و سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

بموجب "تذکرہ بہا الدین ذکریا ملتانیؒ (از مولانا نور احمد فریدی) آپ سندھ کے مجذوب ولی تھے۔ لال لباس پہنتے اور بھنگ و پوست اعلانیہ پیتے تھے۔ آپ پر ہروقت سکر کا عالم طاری رہتا تھا' جذب اور مستی کے افراط کے سبب احکام شرع کے پابند نہیں رہ سکتے تھے' نماز میں تکبیر کہتے ہی ان کے رونگٹے سے خون پھوٹ نکلتا تھا۔ قاضی قطب الدین کاشانی کو جب ان کی اس کیفیت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فسق کا فتویٰ لگا دیا آپ ان دنوں ملتان کے کسی قریبی گاؤں میں ٹھہرے ہوئے تھے اپنی بابت قاضی صاحب کی یہ جسارت برداشت نہ ہوئی۔ برہم ہو کر اٹھے' اپنی جماعت کو للکارا اور شیر پر سوار ہو کر ملتان کو چل دیے حضرت غوث العالمین بہا الدین ذکریا ملتانیؒ مسند ارشاد پر تشریف رکھتے تھے دفعتا" شور اٹھا کہ سندھ سے شیخ عثمان نامی کوئی بزرگ عجیب ہیئت سے چلے آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاضی قطب الدین کاشانی کو میرے حوالے کردو ورنہ ملتان کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ حضرت غوث العالمینؒ نے اپنے جواں سال بھتیجے شیخ حسن ولد مخدوم عبدالرشیدؒ کو بھیجا کہ انہیں نرمی سے سمجھاؤ اگر باز آ جائیں تو بہتر ورنہ جس طرح ممکن ہو ان کے سر سے اہل ملتان کو نجات دلاؤ چنانچہ شیخ حسن بیل پر سوار ہو کر مقابلے کو نکلے۔ آپ کے بیل نے شیر کو سینگوں پر اٹھا کر درخت کے تنے پر پھینکا جس سے وہ مرگیا پھر شیخ عثمان گرز سنبھال کر بڑھے مگر مغلوب ہوئے۔ شیخ حسن نے انہیں بمعہ ان کے رفقاء کے آگے دھر لیا اور حضرت غوث العالمینؒ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ ان کے حسن اور روحانیت سے از حد متاثر ہوئے' حضرت غوثؒ نے آپ کو بغل میں لے کر خوب بھینچا اور اسی صورت میں حلقہء ارادت میں داخل کرلیا۔ آپ نے شیخ عثمان کو "لعل شہباز" کے لفظ سے پکارا تھا چنانچہ آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔

marfat.com

صاحب "معراج الولایت" لکھتے ہیں: "چوں جذب و مستی بغایت داشت پابند احکام شرع نبود' لباس سرخ داشتہ و خطاب شہباز از پیش گاہ پیر روشن ضمیر بوے عطا شدہ بود' در خلق بسبب طریق ملامتے وے بہ حضرت شہباز قلندر اشتہار یافت"۔ صاحب "تحفۃ الکرام" لکھتے ہیں "شیخ عثمان مروند عرف مخدوم لعل شہباز یکے از چہار یار بود کہ یکجا سیاحت کردند" ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ سیوان کے قریب پہاڑ پر چشمہ واہی ایک عجیب مقام ہے' جلدی امراض کے اکثر مریض یہاں آکر غسل کرتے اور شفا پاتے ہیں۔

سیارہ ڈائجسٹ کے "اولیائے کرام نمبر" جلد سوم مطبوعہ مئی ۱۹۸۷ء میں ہے کہ آپ نے سیاحت کے دوران دنیا کا کونا کونا دیکھا بہت سارے بزرگان دین سے ملاقاتیں کیں' فیض و برکات کی دولتوں سے اپنا دامن مراد بھرا پھر مکہ معظمہ پہنچے حج کیا پھر حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر حاضری دی۔ آپ کو کسی مرشد کامل کی تلاش تھی' سیاحت کے دوران آپ مشہد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مزار پر پہنچے یہاں پر آپ کی ملاقات شیخ جمال مجردؒ کے مرید کامل بابا ابراہیمؒ سے ہوئی جنہیں خواب میں حضرت لعل شہباز کو بیعت کرنے کا حکم ملا تھا آپ نے انہیں پہچان کر اپنا مرید کرلیا۔ مرشد نے آپ کو ایک گلوبند عطا فرمایا جو انہیں اپنے پیر سید جمال مجردؒ سے ملا تھا اس کے علاوہ خرقہء خلافت اور بادام کی لکڑی کا بنا ہوا ایک عصا بھی عطا فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں یعنی گلوبند اور عصا مبارک آج بھی حضرت کے دربار پر موجود ہیں' عصا کے متعلق روایت ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس عصا کو اپنے دست رحمت میں رکھا کرتے تھے اور ان کے بعد یہ مختلف اکابرین اور اولیائے کرام کے واسطوں سے حضرت ابراہیمؒ (گرم سیل) تک پہنچا پھر ان کے بعد حضرت لعل شہباز کو ملا۔ حضرت جمال مجرد ساوجیؒ کا ذکر حضرت غوث العالمین علیہ رحمتہ کے حالات میں آچکا ہے ان کے ایک مرید سید عبد القدوس موصلیؒ کو بھی حضرت غوث العالمینؒ ہی عالم سکر سے عالم صحو میں لائے تھے اور ان کا شمار بھی حضرت غوث العالمینؒ کے اکابر خلفاء میں ہوتا ہے ان کا ذکر بھی اس سے پہلے آچکا ہے۔

حضرت جمال ساوجی کے متعلق سید نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ یہ لمبے عرصے تک مصر میں مفتی کے عہدہ پر فائز رہے۔ دقیق سے دقیق مسئلہ اور کٹھن سے کٹھن الجھن آن واحد میں حل فرما دیا کرتے تھے۔ آپ کا مطالعہ خاصا وسیع تھا اور آپ کے کتب خانے میں اعلیٰ سے اعلیٰ کتب کا ایک خزانہ موجود تھا۔اس عمیق مطالعہ اور تجسس و تحقیق کی بدولت آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ نے مجذوبوں کی وضع قطع اختیار کرلی اور کفن پہن کر ایک طویل عرصہ تک ایک شکستہ قبر میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر وقت آسمان کی طرف غور سے دیکھتے رہتے تھے' حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ فرماتے ہیں: "سید جمال مجرد کی مجذوبیت پر ان کا اپنا کوئی اختیار نہ تھا' یہ بے خودی کی کیفیت ان پر ہاتف غیبی نے خود طاری کی تھی" آپ کا مزار دمیاط میں ہے۔

مجذوبیت و قلندری دراصل سکر کا مظہر ہے' اہل سکر و جذب رسوم و عادات کی نفی کرتے ہیں۔ ریاء اور دو رخ پن پر ضرب کاری لگاتے ہیں' حسن نیت اور اخلاص کا پرچار کرتے ہیں۔ اسی طرح

marfat.com

قلندری جذب اور سکر کی دو رخی حیثیت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ تصوف کی تاریخ اور تصوف کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ اسلام' یہ ایک ایسا مذہب یا مسلک ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نبی آخرالزمان و ذی شان صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کامل دین قرار دیا ہے' اسلام کے اندر کسی غیر اسلامی فلسفہ کو دخل نہیں' پھر قلندرانہ افعال اور سکر و جذب کی کیفیات غیر اسلامی کیونکر ہو سکتی ہیں کیونکہ ایمان کا نور جب عقل اور پھر قلب میں جذب ہو کر اس حد تک غالب آ جائے کہ وہ دنیا کے مصالح اور اس کے نفع و نقصان کو بھول جائے تو ایسی حالت اس انسان سے مشابہ ہوتی ہے جس پر نشہ چڑھا ہوا ہو' جسے رب تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں انسان موت کو محبوب سمجھتا ہے وہ مرض کو اس لئے محبوب سمجھتا ہے کہ وہ گناہ سے دور رکھتی ہے۔ فقر و مسکینی اس وجہ سے اسے اچھی لگتی ہے کہ اس کی بدولت وہ حق تعالیٰ کے سامنے متواضع رہتا ہے۔

قلندر اولیا اللہ میں ایسا طبقہ ہوتا ہے جو ایک خاص مزاج اور ایک مخصوص رنگ نسبت سے مشرف ہوتا ہے' ان لوگوں کو خدا کے ساتھ ایک خاص کیفیت استحضاری نصیب ہوتی ہے' یہ لوگ ہر وقت اپنے سروں پر نسبت کا ایک پہاڑ رکھا ہوا تصور کرتے ہیں۔ نوافل کی کثرت' وظائف کی بہتات ان کا خاصہ نہیں ہوتی' یہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے دل کو حق تعالیٰ سے غافل نہیں رکھتے۔ معاشرتی ریاکاری طبقاتی بے حسی کے خلاف مجاہدانہ سعی و عمل کو فروغ دینا ان کا اصل نقطہ نظر ہوتا ہے۔

حضرت شہباز قلندرؒ کا فرمان ہے "کہ تارک الدنیا تہجد گزار اور نفسانی لذتوں سے پاک فرد کو قلندر کہتے ہیں نیز یہ کہ قلندروں کا طریق ہے کہ وہ دنیا سے آزاد ہو کر صرف معبود میں محو ہو جاتے ہیں۔

آپ سیف البیان تھے جو بات زبان سے نکل جاتی رب العزت اسے پوری فرما دیتے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اگر انسان کے دل میں درد ہو اور وہ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی تڑپ محسوس کرتا ہو تو حقیقت میں انسان کی یہی معراج ہے۔ آپ میں سخاوت کا جذبہ بدرجہء اتم وجود تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کو سخی شہباز قلندر کہا جاتا ہے۔ سیون شریف جس محلّہ میں آپ کا قیام تھا اس میں کسبیوں اور فاحشہ عورتوں کے گھر کافی تعداد میں تھے وہ علاقہ شراب و شباب کا مرکز تھا جہاں راتیں جاگتی تھیں اور دن سوتے تھے' آپ کی عبادات و ریاضت کے اوقات دن اور رات پر مشتمل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آمد کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ایسا نقشہ بدلا کہ وہ ساری طوائفیں از خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے گناہ آلود زندگی سے کنارہ کش ہو گئیں۔ آپ نے گرد و نواح میں اسلام کا نور پھیلایا' لوگوں کو اخلاق کی تعلیم دی سچائی اور نیکی کی لگن انسانوں کے دلوں میں پیدا کی۔ حضرت خواجہ فرید گنج شکرؒ جب سیاحت کے دوران سیوستان آئے تو انہوں نے آپ کی صحبت میں وقت گزارا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کو سعادت بخشتا ہے اس پر وہ ذکر کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ علاوہ قضائے حاجت کے ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے۔

آپ کے مجموعہ کلام پر ایک کتاب "عشقیہ" منسوب ہے آپ کے کلام میں مستی کا عنصر غالب تھا' جذبہء انانیت اور جوش کا اظہار کھل کر کرتے تھے عثمان تخلص تھا۔ فرماتے ہیں :

وجود محض مطلق را ہمہ جا ہر زماں دیدم   بہر سوئے بہر کوئے بہر صورت عیاں دیدم

marfat.com

ہمہ وحدت ہمہ کثرت ز کثرت ہم ہماں وحدت — بیک پرواز می بینم کہ شہبازم و حق گوئم
بنور چشم باطن عین خود را عین آں دیدم

بحوالہ "آب کوثر" برٹن نے "ہسٹری آف سندھ" میں لکھا ہے کہ آپ بڑے عالم اور لسانیات اور صرف و نحو میں ماہر تھے۔ دو مشہور کتابیں "میزان الصرف" اور "صرف صغیر" آپ کی تحریر کردہ بتائی جاتی ہیں۔ مشہور صوفی شاعر اور بزرگ شاہ عبد اللطیف بھٹائی کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اس کے علاوہ سید نین شاہ جو سندھی زبان کے بزرگ شاعر تھے آپ کے مرید تھے انہوں نے حضرت کی شان میں کافیاں لکھیں۔

دھمال و نوبت : عبد الرحمٰن شاہ موسوی نے اپنی کتاب "سرہان" میں بیان کیا ہے کہ لعل شہباز قلندرؒ کے شیدائی عملی طور پر ذکر و فکر کے قائل ہوتے ہیں اور جب ان پر نیند کا غلبہ طاری ہونے لگتا ہے تو یہ لوگ راگ الاپتے ہیں اور دھمال ڈالتے ہیں اس طرح ان کو دوبارہ ذکر و فکر کرنے کا از سر نو موقع مل جاتا ہے حضرت دھمال کو پسند فرماتے تھے ان کا یہ طریقہ مولانا رومیؒ کے مریدوں کی محفل سماع سے ملتا جلتا ہے کیونکہ مولانا کے ہاں بھی سماع کے وقت لوگ دف بجاتے اور پھر ان میں سے بعض کھڑے ہو کر چکر لگاتے ہوئے رقص کرتے ہیں۔ دھمال ایک سر کا نام ہے دھمال میں دھل یا نقارہ خاص وجد پیدا کرتا ہے۔ اس راگ کے بلند ہو جانے کے بعد فقرا وجد میں آ جاتے ہیں اور حلقہ باندھ کر "مست قلندر" دما دم مست قلندر" کا نعرہ بلند کرتے ہیں دھمال ڈالتے ہیں حتیٰ کہ ان کو اپنا ہوش بھی نہیں رہتا۔ اس سماع اور مشرب دھمال کے متعلق حضرت شہباز قلندرؒ کا قول ہے کہ "سماع اور رقص و سرور جائز ہے' اس سے قلب میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور نرمی سے محبوب کی توجہ حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح سرور و سماع محبوب حقیقی کے وصال کا وسیلہ بن جاتا ہے۔"

قلندر نامہ کے مصنف "ردا المختار" نوبت اور دھمال کا جواز نکال کر یوں لکھتے ہیں کہ نوبت چوکس اور بیدار رکھنے کے لئے بجائی جاتی ہے۔ سہ پہر سے شام تک لگنے والی نوبت نزع کے عالم کی تفسیر بیان کرتی ہے' شام سے تہجد تک لگنے کی نوبت موت کی حقیقت بیان کرتی ہے اور تہجد سے صبح تک لگنے والی نوبت قیامت کی آمد کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

کلید سرداری : "تحفتہ الکرام" کے مطابق حضرت کی درگاہ کی کلید قدیم زمانے سے شیخوں کے پاس تھی ایک مرتبہ مقامی سادات برادری نے وہ چابی زبردستی شیخوں سے لے لی مگر باوجود ہزار کوشش تالا نہ کھل سکا' لوہاروں کو طلب کیا گیا وہ بھی ناکام رہے چنانچہ چابی مجبوراً" شیخوں کے حوالے کر دی گئی اور اس وقت شیخ مکھن نامی نے آ کر درگاہ کا تالا کھولا پھر ایک عرصہ تک چابی شیخوں کے پاس ہی رہی مگر ازاں بعد انہوں نے اپنی مرضی سے سادات کے ایک بزرگ سید ولی محمد کے حوالے کر دی چنانچہ اب سادات کلید بردار ہیں۔

وصال : آپ کی آخری زندگی مکمل جذب و سکر میں گزری' تاریخ سندھ کے مطابق آپ کا وصال ۲۱ شعبان ۶۵۰ ہجری (۲۷ اکتوبر ۱۲۵۲ عیسوی) ہے جبکہ دیگر مورخ ۱۸ شعبان یا ۲۱ شعبان لکھتے ہیں آپ کا عرس ہر سال ۱۸ تا ۲۱ شعبان منایا جاتا ہے' آپ کا روضہ مبارک سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانے

marfat.com

میں اس کے مقرر کردہ سیوستان کے والی اختیار الدین نے تعمیر کرایا جو چھ گنبدوں پر مشتمل ہے۔

نواب الاولیا شیخ موسیٰ قریشیؒ

بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" آپ حضرت غوث العالمینؒ کے چچا زاد بھائی اور مخدوم احمد غوثؒ کے فرزند تھے۔ حضرت غوث العالمینؒ نے خرقہء خلافت عطا فرما کر ارشاد فرمایا: "ولایت سندھ بتو بخشیدم" آپ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہر طرف "موسیٰ نواب" کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ آپ بحکم مرشد روانہ سندھ ہوئے اور قلعہ سرواہی کے دامن میں ایک درخت کے نیچے سامان رکھوا کر بیٹھ گئے۔ سعادتمند روحیں جوق در جوق زیارت کے لئے آنا شروع ہوئیں جس پر حضرت کی نظر پڑتی وہ صدق دل سے مسلمان ہو جاتا۔ حضرت غوث العالمینؒ کو جب نواب الاولیاؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کی اطلاعات پہنچیں تو حضور بہت خوش ہوئے چنانچہ آپ اپنے یاران با صفا کے ہمراہ سرواہی پہنچے' جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا وہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے اور چار یاروں کی مسجد کہلاتی ہے۔

کثیر تعداد میں اسلام لانا : نواب اولیاؒ روزانہ دریا کے کنارے تشریف لے جاتے اور وہاں مصروف عبادت ہوتے۔ ایک دن چند ڈاکو تیرتے ہوئے حضرت کی خدمت میں آگئے اور عرض کی کہ ہم ڈاکو ہیں لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں ہمیں خدا کے لئے اپنی پناہ میں لے لیجئے' آپ نے ان پر چادر ڈال دی' اسی اثنا میں تعاقب کرنے والے آپہنچے انہوں نے ادھر ادھر دیکھا مگر وہ ڈاکو انہیں نظر نہ آئے چنانچہ وہ واپس چلے گئے' ڈاکوؤں نے جب یہ حال دیکھا تو حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور صدق دل سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح بھارہ قبائل نے جو راجپوت تھے ڈیراور کے چولستان علاقہ سے آکر اسلام قبول کیا اور سرواہی کے گرد و نواح اور مضافات سے بھی لوگ جوق در جوق حاضر ہو کر اسلام لے آئے۔

میاں جیا اندھڑ : ایک دفعہ آپ راجپوتانہ کے علاقہ کی طرف تشریف لے گئے جہاں اندھڑ قبیلہ آباد تھا اس کا سردار میاں جیا حاضر ہوا اور حضرت کے ارشادات سنتا رہا پھر آگے بڑھا اور حضور کے قدموں میں گرنا چاہتا تھا کہ آپ نے تھام کر گلے لگا لیا۔ میاں صاحب کے باقی ساتھی بھی ہالہ کی صورت میں حضرت کے گرد بیٹھ گئے اور پھر سب حضرت کے حلقہء ارادت میں شامل ہو گئے' چند دنوں بعد حضرت نے واپس سرواہی کا ارادہ فرمایا تو میاں جیا بمعہ اپنے خاندان کے حضرت کے ہمراہ ہو لیا اور اپنا سارا مال و متاع حضرت کے لنگر میں دے دیا' حضرت نے خوش ہو کر فرمایا: "میاں جیا اور اس کا خاندان بھی سرواہی کے مضافات پر حکومت کرے گا۔ میاں صاحب تو سرواہی میں ہی مقیم ہو گئے اور ان کے خاندان نے دریا کے کنارے چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنالیں' سرائیکی میں جھونپڑی کو "بھونگڑی" کہتے ہیں' یہ بھونگڑیاں بعد میں خاصے قصبے کی شکل اختیار کر گئیں اور آج کل اس کا نام بھونگڑی سے "بھونگ" ہو کر رہ گیا ہے۔

وصال : سندھ راجپوتانے' بھکر اور ٹھٹھہ میں حضرت نواب الاولیاؒ کے ارادتمند اور خلفاء نے تبلیغ اسلام کا نمایاں کام کیا' (۲۵ اگست ۱۲۶۹ء اتوار ۲۵ ذی الحج ۶۶۷ ہجری کو حضرت غوث العالمینؒ کا یہ مایہء ناز خلیفہ راہی ملک عدم ہو کر سرواہی میں مدفون ہو کر مرجع ء خلائق ہوا۔

marfat.com

خلفاء : حضرت نواب الاولیا کی اولاد نرینہ نہیں تھی' خلفائے عظام میں میاں جیاؒ کا نام زیادہ مشہور ہے' حکومت سندھ نے حضرت نواب موسیٰؒ کے وصال کے بعد بیسل میر کی جاگیر کے عوض سرداہی کے مضافات میں بہت بڑی جاگیر عطا فرمائی جو اس وقت بھونگ اور راجن پور کے نام سے شہرت رکھتے ہیں اور اس وقت میاں جیاؒ کی اولاد کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ دوسرے خلفاء میں شیخ احمدؒ کا نام آتا ہے' یہ میاں جیاؒ کے چھوٹے بھائی تھے' ان کی اولاد میں بڑے بڑے علما اور مشائخ پیدا ہوئے۔ حضرت سلطان' ہونده سلطان اور دائم سلطان بہت مشہور ہوئے ان کے مزارات چیچڑا شریف عرف بگا شیر میں ہیں ان کی اولاد میں سے محمد حسین شہیدؒ بڑے صاحب مرتبت ہوئے ہیں ان کی اولاد میں سے میاں محمد مستقیم خاص شہرت رکھتے ہیں بگا شیر انہیں کا لقب ہے۔

اندھڑوں میں حضرت مولانا محمد جایؒ نے بڑی شہرت پائی آپ کو حضرت نواب اولیاؒ سے عشق تھا' آپ نے اپنے پیر و مرشد کے روضہ کو دوبارہ تعمیر کرایا اور ایک ایک اینٹ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا۔ ان کا مزار "قبہ جای" کہلاتا ہے ان کے خلفا میں مولانا محمد ابراہیم سرحدیؒ' میاں محکم الدین سیرائیؒ' میاں محمد جلال الدینؒ' مولانا شمس الدینؒ اور مولانا محمد ابو بکرؒ بہت مشہور ہیں۔

میاں جیا اندھڑ کی اولاد میں بھی عظیم خلفا ہوئے جنہوں نے تلقین و ارشاد اور لنگر جاری رکھا' اس خاندان کے رئیس غازی محمد خان اندھڑ نے صادق آباد اور بھونگ میں عالیشان مساجد تعمیر کرائیں۔ بھونگ کی مسجد کا شمار "عجائبات" میں ہوتا ہے' نہایت دیدہ زیب اور حسن تعمیر و رعنائی کا مرقع ہے۔

سید جلال الدین منیر شاہ المعروف میر سرخ بخاریؒ

صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق آپ کا سلسلہء نسب صحیح النسب بخاری سادات سے جا ملتا ہے۔ سید جلال الدین میر سرخ بخاری بن سید ابو المؤید علی بن سید علی جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبد اللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن امام محمد تقی علیہ السلام۔

آپ کے جد ہفتم سید علی اصغر کے دو بیٹے تھے ایک سید عبد اللہ دوسرے سید اسماعیل' یہ دونوں بزرگ اور سید عبد اللہ کے سب اجداد بخاری سادات ہیں۔ سید اسماعیل بھاکری سادات کے جد اعلیٰ ہیں چنانچہ سادات بخاری اور سادات بھاکری اپنے دو بزرگوں کی اولاد ہیں سید جلال الدین کا لقب شیر شاہ تھا آپ کی والدہ سلطان محمود بادشاہ توران کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت میر سرخ بخاری کی ولادت ۵۹۵ ہجری مارچ ۱۱۹۹ عیسوی میں ہوئی۔

صاحب "مظہر جلالی" مخدوم جلال الدین جہاں گشتؒ کے ملفوظات سے نقل کرتے ہیں کہ سید میر سرخ مادر زاد ولی تھے۔ ایک دن آپ نابالغی کی عمر میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے' اسی حالت میں شہر سے باہر آئے جہاں لوگ ایک میت کی نماز جنازہ ادا کر رہے تھے لوگوں نے بتایا کہ فلاں آدمی کی میت ہے نماز جنازہ کے بعد اسے زمین میں دفن کر دیں گے۔ آپ یہ سن کر کانپ اٹھے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا مردہ کے سرہانے گئے اور فرمایا قم باذن اللہ' وہ فوراً زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا اور چل پڑا۔ چالیس سال تک وہ شخص زندہ رہا' جب یہ خبر آپ کے والد سید ابو المؤید کو پہنچی تو آپ نے انہیں ملامت فرمائی اور کہا: "آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کرنا اس سے شریعت غرا میں رخنہ پیدا ہوتا ہے" آپ

marfat.com

نے عرض کی اگر آپکی ممانعت نہ ہوتی تو بخارا میں کوئی شخص نہ مرتا اور اگر مرتا تو زندہ ہو جاتا۔

"مظہر جلالی" سے منقول ہے کہ جب آپ بخارا سے نجف اشرف آئے تو حضرت علی المرتضیٰؓ کے مرقد سے فیوض باطنی حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے وہاں سے شام گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے مزار پر مجاور رہے وہاں سے پھر مدینہ منورہ آئے یہاں کے سادات کرام نے آپ کے سید ہونے کا انکار کیا اور صحیح النسب سید ہونے کی سند طلب کی۔ بہت جھگڑا ہوا آخر فیصلہ ہوا کہ اس سلسلہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر جا کر استفسار کیا جائے چنانچہ سید جلال سادات مدینہ کے ساتھ روضہ ءعالیہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے یہاں آکر عرض کی: **"السلام علیک یا والدی"** روضہ مبارک کے اندر سے آواز آئی: **"یا ولدی' قرۃ العینی و سراج کل امتی' انت منی و عن اہل بیتی"** یہ آواز سن کر تمام سادات نے آپ کی شرافت کی گواہی دی اور آپ کی بے حد تعظیم و توقیر کی۔ اس کے بعد آپ مکہ آئے' حج کیا ازاں بعد دنیا کی سیاحت کے لئے نکل پڑے اور جھنگ سیالوں کے شہر میں جو پنجاب میں مشہور و معروف ہے فروکش ہوئے۔

"سیر العارفین" اور تذکرہ بہا الدین ذکریا ملتانی" کے مطابق جن دنوں حضرت غوث العالمین بخارا میں مقیم تھے ایک نجیب الطرفین سید علی کو آپ سے بڑی عقیدت ہو گئی آپ کے ملتان شریف سے آنے کے بعد وہ ہمیشہ اپنے ہاں حضرت غوث العالمینؒ کا ذکر خیر فرماتے رہے۔ ان کے نوجوان صاحبزادے سید جلال اپنے والد کی زبان سے حضرت کا ذکر سن کر بے حد معتقد ہو گئے اور ایک دن اپنے والد محترم سے اجازت لے کر ملتان چل پڑے اور حضرت غوث العالمینؒ کے حلقہء ارادت میں شامل ہو گئے۔ ایک دن خانقاہ غوثیہ میں بیٹھے تھے شدت کی گرمی تھی' حضرت غوث العالمینؒ کمرہٴ محل سرا میں تشریف فرما تھے۔ باہر برآمدے میں بیٹھے آسمان کی طرف نظر کی اور لمبی سانس کھینچ کر فرمایا: آہ یخ بخارا در چنیں حرارت کجا یابم؟ حضرت غوث العالمینؒ کے حالات میں یہ واقعہ تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے' حضرت نے اسی روز خرقہء خلافت مرحمت فرمایا' ازاں بعد اوچ شریف میں مقیم ہونے کا حکم فرمایا۔

کاسہء آب نوشی کا ذکر : سید السادات حضرت میر جلال بخاریؒ مکمل تیس برس خانقاہ غوثیہ ملتان میں رہے' حضرت غوث العالمینؒ کے وصال کے بعد بھی چند سال حضرت صدر الدین عارفؒ کی صحبت حاصل رہی۔ "مظہر جلالی" میں لکھا ہے کہ ایک دن سید جلال بخاریؒ اپنے حجرہ میں تشریف فرما نہیں تھے' دروازہ باہر سے بند تھا' مسجد غوثیہ نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی' دفعتاً حجرہ سے نفی اثبات کے ذکر کی آواز سنائی دینے لگی' حاضرین نے شیخ العارفؒ سے سوال کیا کہ حضرت! سید جلال کی عدم موجودگی میں حجرہ کے اندر ذکر کرنے والا کون شخص ہو سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: "یہ سید السادات کے پانی پینے کا (لکڑی کا بنا ہوا) پیالہ ہے اب تک بطور تبرک ہمارے پاس محفوظ چلا آتا ہے"

اوچ میں آمد : جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت غوث العالمینؒ نے اپنی ظاہری زندگی میں ہی سید السادات کو "اوچ" میں قیام پذیر ہونے کا حکم دے دیا ہوا تھا چنانچہ حضرت کے وصال کے چند

marfat.com

سال بعد آپ اوچ مستقل طور پر منتقل ہو گئے۔ اس زمانے میں اوچ کا خطہ سندھ اور پنجاب کے درمیان واقع ہونے کے سبب بڑی اہمیت رکھتا تھا اور اکثر صوبیدار یہیں رہا کرتے تھے۔ ڈیراور' بھاگلہ' جیسلمیر کے قلعے راجپوتوں کے قبضے میں تھے اور ان کا رویہ مسلمانوں سے متشددانہ تھا۔ تبلیغی مرکز قائم کرنے کے لئے یہاں کسی مرد آہن کی ضرورت تھی جسے حضرت سید السادات" جیسی عظیم الرتبت ہستی ہی پورا کر سکتی تھی۔اوچ کو ۱۱۷۵ عیسوی میں سلطان محمد غوری کے لشکر نے فتح کیا تھا' ۱۲۱۰ء میں قباچہ نے اسے پایہء تخت بنایا اور ۱۲۲۸ء تک یہ شہر اس کے قبضے میں رہا اس کے بعد سلطان شمس الدین ا یلتمش کے تصرف میں آگیا۔ قباچہ سے ٹکر لینے کے لئے خود سلطان ا یلتمش اوچ تک تشریف لائے تھے اور فتح کرنے کے بعد یہ علاقہ نظام الملک جنیدی کی تحویل میں دے کر واپس دہلی چلے گئے تھے۔ مولانا نور احمد خان فریدی کی تحقیق کے مطابق حضرت سید السادات" ۱۲۰۷ء کے لگ بھگ تشریف لائے۔

اولاد : "ملفوظ المخدوم" کے مطابق: انہوں نے خطہء اوچ میں سکونت اختیار کی اور متاہل ہوئے ان کے تین لڑکے پیدا ہوئے' سید احمد کبیر' بہا الدین اور سید محمد۔ صاحب "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ یہ حضرت کی وہ اولاد ہے جو بی بی فاطمہ اور بی بی زہرا کے بطن عفت سے تولد ہوئی تھی' ان کے علاوہ دو صاحبزادے سید علی اور سید جعفر شاہ بخارا کی شہزادی سے بخارا میں پیدا ہو چکے تھے یہ دونوں صاحبزادے حضرت کے ہمراہ بخارا سے ملتان تک آئے کافی عرصہ ملتان رہے اور پھر بخارا واپس تشریف لے گئے۔

درویش تغلق پر عتاب : شیخ جمال الدین اوچی کے ملفوظات میں ہے کہ ایک درویش تغلق نام' افغان قوم سے تھا اسے ظاہری و باطنی تصرف حاصل تھا وہ سندھ سے اوچ میں آیا' راستے میں جس درویش کو دیکھتا اس کی ولایت سلب کر لیتا۔ اوچ آکر اس نے اپنے خادم کو حضرت سید السادات" (میر جلال بخاری) کو بلانے کے لئے بھیجا' خادم جب مسجد میں پہنچا تو حضرت حجرہ میں مشغول بحق تھے رعب و جلال کی تاب نہ لا کر واپس چلا گیا اور تغلق کو حال بتایا۔ وہ خود سوار ہو کر مسجد کے دروازے پر آیا اور تصرف کرنا چاہا مگر ناکام رہا' آخر بول اٹھا: یہ سید کامل و اکمل ہے مگر افسوس کہ شادی شدہ ہے' اس کی بہت سی اولاد ہو گی حتیٰ کہ ایک عالم اس کی اولاد سے بھر جائے گا۔ ان میں بہت سے گنہگار اور سیاہ کار بھی ہوں گے۔ اگر یہ شادی شدہ نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا۔ اچانک یہ آواز سید السادات" کے کان تک بھی جا پہنچی' حضرت کی آتش جلال جوش میں آگئی' حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نظر جلال سے اس درویش کو دیکھا۔ اس کی فطرت میں فوراً آگ ڈال دی' وہ اسی وقت جل کر مر گیا' جب اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اسے قبول نہ کیا' سات دن تک اس کی نعش قبر کے باہر پڑی رہی حضرت جمال الدین المعروف خنداں رو" کو رحم آگیا آپ نے حضرت کی خدمت میں سفارش کی جو قبول ہوئی اور پھر اسے زمین میں دفن کر دیا گیا' زمین نے اس کے تن مردہ کو قبول کر لیا۔

مناکحت : صاحب "اخبار الاخیار" فرماتے ہیں کہ جب سید جلال بخاری" بھکر شہر میں تشریف لے گئے تو آپ نے سید بدر الدین بھکری" کی صاحبزادی سے نکاح کرنا چاہا' انہوں نے شرافت و سیادت کی سند طلب کی تو فرمایا: "آج رات ثابت ہو جائے گا" چنانچہ اسی رات خواب میں سید بدر الدین بھکری کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "بیٹا! جلال الدین بخاری ہمارے بیٹوں میں سے ہے۔ اپنی بیٹی کا

marfat.com

نکاح اس سے کر دو اور اس بارے میں شک نہ کرو" چنانچہ انہوں نے اپنی صاحبزادی آپ کے نکاح میں دے دی' کچھ عرصہ وہاں رہے' وہاں سے ملتان اور ازاں بعد حسب الحکم غوث العالمینؒ اوچ شریف میں سکونت پذیر ہوئے۔

وصال : آپ کا وصال "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق ۱۹ جمادی الاول ۶۹۰ ہجری (۲۰ مئی ۱۲۹۱ عیسوی) ہے عمر شریف ۹۵ سال اور مزار شریف اوچ شریف میں ہے سال ولادت ۵۹۵ ہجری تحریر کیا گیا ہے۔

سید صدر الدین احمد المعروف میر حسینیؒ

"سیر العارفین" اور "تذکرہ بہا الدین ذکریا ملتانی" کے مطابق سید صدر الدین احمدؒ سید نجم الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ "نفحات الانس" کے مطابق آپ غور کے دیہات میں سے ایک گاؤں گزہ پوست کے رہنے والے تھے' سید نجم الدین ہرات کے بہت بڑے سوداگر تھے' ایک دفعہ تجارتی قافلے کے ہمراہ ملتان تشریف لائے اور حضرت غوث العالمینؒ کا شرف نیاز حاصل کیا۔ حضرت سید صدر الدین احمد المعروف میر حسینیؒ بھی اپنے والد کے ہمراہ آئے تھے اور حضرت غوث العالمینؒ کی زیارت و قدم بوسی کے بعد واپس ہرات چلے گئے' میر حسینیؒ نے ہرات کی شاہی فوج میں ملازمت اختیار کرلی۔ ایک روز شکار کے لئے گئے اور ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تیر سے اسے شکار کرنے کا ارادہ کیا تو ہرن آپ کی طرف متوجہ ہو کر نہایت وضاحت سے بولا "اے سید! خدا تعالیٰ ترا از اہل بیت محمدؐ پیدا کردہ' محض برائے کار طاعت و عبادت خود آفریدہ نہ برائے شکار کہ کار بیکاران است۔ حالا تو ہمہ کارہائے خود را بیکار ساختی و بکار شکار من پرداختی"۔ یہ کہہ کر ہرن نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ سید میر حسینی کے سینے میں آتش عشق الٰہی بھڑک اٹھی گھر واپس آکر تمام اثاثہ راہ خدا میں لٹا دیا اور ایک قافلہ کہ ملتان کو جا رہا تھا اس کے ہمراہ ہو لئے اور ملتان پہنچ کر سرائے شاہی میں آ قیام کیا۔ اسی رات حضرت غوث العالمین ذکریا کو خواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: "فرزندم میر حسینی در قافلہ است او را از ایشاں بیروں آر و بکار حق مشغول کن" علی الصبح حضرت غوث العالمینؒ خود بنفس نفیس کاروان سرائے تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا: "میر حسینی درمیان شما کیست؟ حسینی بصد ادب و احترام آگے بڑھے اور قدموں میں گر پڑے' حضرت نے اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور اپنی خانقاہ میں لے آئے اور اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر لیا۔ آپ تین سال ان کی خدمت میں رہے بڑی بڑی ریاضتیں کیں اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

آپ اپنے زمانے کے بہت بلند پایہ شاعر اور صاحب تصنیف تھے' نثر میں "نزہت الارواح" اور "طرب المجالس" اور نظم میں زاد المسافرین اور کنز الرموز حضرت غوث العالمینؒ کی آغوش خدمت میں بیٹھ کر تحریر فرمائیں ان کے مسودات حضرت مطالعہ فرماتے اور میر حسینی کی کاوش کو سراہتے۔ وہ سوالات جن کے جواب میں علامہ محمود شوستریؒ نے گلشن راز تصنیف کی تھی میر حسینیؒ نے یہیں مرتب فرمائی تھی۔

آپ حضرت غوث العالمینؒ کے ہمراہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کے محضر کے قضیئے میں دہلی بھی گئے تھے۔

marfat.com

وصال : حضرت غوث العالمین کے وصال کے بعد آپ اپنے وطن ہرات واپس چلے گئے اور وہیں وفات پائی'' "نفحات الانس" کے مطابق آپ کا وصال ۱۶ شوال ۷۱۸ ہجری کو ہوا۔ تذکرہ دولت شاہ میں ۷۱۹ ہجری درج ہے لیکن اودھ کے کتب خانہ کے کیٹلاگر "اسپرنگر" کا بیان ہے کہ ان کی تصنیف زادالمسافرین میں حسب ذیل شعر درج ہے جس میں کتاب مذکور کی تکمیل ۷۲۹ ہجری ۱۳۲۹ عیسوی لکھی ہے۔

در ہفت صد و بست نہ ز ہجرت گشت آخر این کتاب ختمت

اس لحاظ سے گویا آپ ۷۲۹ ہجری تک بقید حیات تھے اور وصال ۷۲۹ ہجری (۱۳۲۹ عیسوی) کے لگ بھگ ہی ہوا ہوگا۔ آپ کا مدفن مبارک ہرات میں حضرت عبد اللہ طیارؓ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند تھے کے مزار کے باہر ہے۔ "خزینۃ الاصفیا کے مطابق آپ کی عمر ۱۱۷ سال تھی اور پورا نام حسن بن سید عالم بن سید ابی الحسینی لکھا ہے۔

شیخ زندہ بجستانی : بمطابق "سیر العارفین" آپ حضرت غوث العالمین بہا الحق ذکریا ملتانیؒ کے مریدوں میں سے تھے' لاہور میں رہتے تھے' بہت صاحب کمال اور اہل حال تھے انہوں نے عید کے دن نماز کے بعد آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا "اے خدا عید کا دن ہے ہر بندہ اپنے آقا کے سامنے ہاتھ بڑھاتا ہے اور عیدی چاہتا ہے مجھ کو تو اپنے خزانے سے عیدی عطا فرما"۔ جب یہ بات ختم ہوئی تو اسی وقت دیکھا کہ ایک ریشمی کپڑا جو خط سبز میں تحریر تھا اترا اور ان کے ہاتھ میں آگیا' اس پر تحریر تھا "ہم نے دوزخ کی آگ تجھ پر حرام کی اور تجھے تکلیف اور گرمی سے نجات دی" حاضرین نے جب یہ حال دیکھا تو سب بطور تبرک ان کے ہاتھ پاؤں پر بوسہ دیا اسی دوران میں ان کے مخلصین میں سے ایک شخص جو ان کا معتقد تھا ان کی جانب متوجہ ہوا اور عرض کی: اے شیخ آپ نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے عیدی پالی۔ آپ اب مجھے عیدی عطا فرمائیں۔ حضرت نے اسی وقت وہ ریشمی کپڑا اپنی بغل سے نکالا اور اسے بخش دیا اور کہا یہ تیری عیدی ہے کل قیامت کو میں جانوں اور دوزخ۔

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

مولانا فخر الدین عراقی سہروردیؒ

بحوالہ تذکرہ "بہا الدین ذکریا ملتانی" آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے بھانجے تھے' ہمدان کے ایک گاؤں باکونجان میں پیدا ہوئے والد کا نام ابراہیم تھا' پانچ سال کی عمر میں پڑھنے بیٹھے اور نو ماہ میں پورا کلام پاک حفظ کر لیا۔ ہمدان کے لوگ آپ کی خوش گلوئی پر فریفتہ تھے' اس کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں معقولات و منقولات پڑھ کر فارغ ہو گئے۔ ازاں بعد ہمدان میں "سیر العارفین" کے مطابق اور دمشق میں' خزینۃ الاصفیا کے مطابق مدرس مقرر ہوئے۔ صاحب "بزم صوفیہ" لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ مدرسہ میں درس دے رہے تھے کہ دفعتاً" قلندروں کی ایک جماعت پہنچی اور آپ کو دیکھ کر یہ غزل پڑھنے لگی:

ما رخت ز مسجد بہ خرابات کشیدیم خط بر ورق زہد و کرامات کشیدیم
در کوئے مغاں در صف عشاق نشستیم جام از کف رندان خرابات کشیدیم
از زہد و مقامات گزشتیم کہ بسیار کاس تعب از زہد مقامات کشیدیم

ان اشعار کے سنتے ہی مولانا پر وجد کا عالم طاری ہو گیا۔ قلندروں کی جماعت میں ایک حسین و

marfat.com

جمیل لڑکا بھی تھا، شیخ کی نظر اس پر پڑی تو فدا ہو گئے، کئی روز تک قلندروں کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور پر تکلف دعوتیں کھلاتے رہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ ختم ہو کر رہ گیا، قلندر زادہ ذرا او جھل ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی اور سیماب وار تڑپنے لگتے۔ قلندر اس صورت حال سے تنگ آ گئے ایک دن بوریہ بستر لپیٹ دمشق سے چل کھڑے ہوئے۔ عراقی ان کے بغیر کیسے رہ سکتے تھے یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے، قلندروں نے کہا حضرت! آپ بزرگ اور عالم آدمی ہیں۔ آپ کا اور ہمارا گزارہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر آپ بھی چار ابرو کا صفایا کرالیں تو البتہ آپ کو ہمراہ لے چلیں گے۔ شیخ نے فوراً کپڑے پھاڑ ڈالے، عمامہ سر سے اتار پھینکا اور چارا برو کا صفایا کرا کر یہ کہتے ہوئے قلندروں میں جذب ہو گئے :

چہ خوش باشد کہ دلارم تو باشی ندیم و مونس و یارم تو باشی

عراق سے ہمدان، ہمدان سے خراسان اور وہاں سے قلندروں کا یہ ٹولہ ملتان میں وارد ہوا اور حضرت غوث العالمین" کی سرائے میں بوریہ بستر بچھا لیا۔ حضرت جب سرائے سے گزرے ایک نظر ان پر ڈالی، مولانا عراقی نے بھی حضرت کی طرف سے کشش محسوس کی اور قلندروں سے کہا: "بر مثال مقناطیس کہ آہن را کشد، شیخ مرا جذب ے کند و مقید خواہد کرد۔ ازاں جا زود تر می باید رفت"

چنانچہ رات کے پچھلے پہر ملتان سے دہلی چل پڑے، دہلی سے سومنات کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں سخت آندھی آئی اس طوفان میں کسی کو ایک دوسرے کا ہوش نہ رہا، جس طرف کسی کا منہ ہوا ادھر کو چل پڑا۔ مولانا عراقی ادھر ادھر پریشان پھرتے بلا ارادہ خانقاہ غوثیہ پر حاضر ہو گئے۔ حضرت نے کشف کے ذریعے معلوم کر لیا کہ عراقی دروازے پر کھڑا ہے انہیں اندر بلایا اور فرمایا: "عراقی! از ما بگریختی؟--- عراقی بے اختیار قدموں میں گر گئے اور گلوگیر آواز میں عرض کی :

از تو نگریزد دل من یک زماں کالبدرا کے بود از جاں گزیر

دایہء لطفت مرا در بر گرفت داد بیش از مادر صد گونہ شیر

حضرت غوث العالمین" نے عراقی کو اٹھا کر گلے سے لگا لیا، حضرت کے سینہء بے کینہ سے مس ہونا تھا کہ عراقی کے دل سے قلندر زادے کا خیال محو ہو گیا اور اس کی جگہ عشق حقیقی کی آگ بھڑک اٹھی۔ حضرت اپنا لباس پہنا کر عراقی کو اپنے خلوت خانہ کے قریب ایک حجرے میں لے گئے تاکہ خلوت میں اطاعت الٰہی میں مشغول ہوں، دس دن اطمینان سے گزرے، گیارہویں دن ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، روتے تھے اور یہ غزل پڑھتے تھے۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی وام کردند

چوں بے خود خواستند اہل طرب را شراب بے خودی در کام کردند

برائے صید مرغ جان عاشق ز زلف فتنہ جویاں دام کردند

بہ عالم ہر کجا رنج و بلا بود بہم بردند و عشقش نام کردند

چوں گوئے حسن در میدان نہادند بیک چوگان دو عالم رام کردند

زبہر نقل مستان از لب و چشم مہیا شکر و بادام کردند

چوں خود کردند راز خویشتن فاش
عراقی را چرا بد نام کردند

marfat.com

حضرت غوث العالمینؒ کے ارادتمندوں نے مولانا عراقیؒ کو حجرہ میں نغمہ سرائی کرتے دیکھا تو حضرت کو اطلاع دی کہ ہمارے مسلک میں تو ان چیزوں کی ممانعت ہے عراقی اس امر کے مرتکب کیوں ہو رہے ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا: "شما را ازیں چیز منع است او را منع نیست" اس کے کچھ دنوں بعد حضرت کے خادم خاص مولانا عماد الدین شہر میں گئے ایک خرابات سے گزر رہے تھے کہ رندوں کو مندرجہ بالا غزل چنگ و چغانہ سے گاتے سنا شہر سے واپس آئے تو حضرت کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا اور پوری غزل دہرائی، جب مقطع پر پہنچے تو حضرت غوث العالمینؒ نے فرمایا "کار عراقی تمام شد"۔ اسی وقت اٹھ کر عراقیؒ کے حجرے میں گئے اور فرمایا: عراقی! مناجات در خرابات مے کنی، بیرون آ" مولانا حجرے سے باہر نکلے اور حضرت کے قدموں میں گر گئے آپ نے اٹھا کر سینہ مبارک سے لگا لیا عراقی نے اسی وقت یہ غزل کہی :

در کوئے خرابات کسے را کہ نیاز است
ہشیاری و مستیش ہمہ عین نماز است

از من بپذیرید صلاح و ورع و زہد
آنچہ از تو پذیرند دراں کوئے نیاز است

اسرار خرابات بجز مست نداند
ہشیار چہ داند کہ دراں کوئے چہ راز است

تا مستی رندان خرابات بدیدم
دیدم بحقیقت کہ جز آں کار مجاز است

خواہی کہ درون حرم عشق خرامی
در میکدہ بنشیں کہ رہ کعبہ دراز است

ہاں! تا ننہی پائے ببازی تو دریں راہ
زیرا کہ دریں راہ بسے شیب و فراز است

از میکدہ ہا نالہء دل سوز برآمد
در زمرۂ عشاق ندانم کہ چہ راز است

زاں روئے کہ از روئے بتاں شعلہ برافروخت
جاں ہمہ مشتاق چہ در سوز و گداز است

در زلف بتاں تاب فریب است کہ پیوست
محمود پریشاں ز سر زلف ایاز است

چوں بر در میخانہ مرا بار نداند
رفتم بدر صومعہ، دیدم کہ فراز است

آوازہ زمیخانہ برآمد کہ عراقی
درباز تو خود را کہ در میکدہ باز است

حضرت غوث العالمینؒ نے اسی وقت اپنا خرقہ اتار کر عراقیؒ کو پہنا دیا اور اسی مجلس میں اس سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔ بیس یا پچیس سال حضرت کی خدمت میں رہے۔ حضرت کے وصال کے بعد پھر ان پر کیف و سکر کا عالم طاری ہو گیا اور وہ مغلوب الحال ہو کر اپنے جذبات کا اظہار شعر و شاعری میں کرنے لگے، مولانا کے اس حال کو خانقاہ کے درویشوں نے شدت سے محسوس کیا کیونکہ سہروردیہ سلسلے میں ذکر مراقبہ اور تلاوت قرآن حکیم کے سوا دوسری کوئی چیز مروج نہ تھی اور ان کی غزل خوانی سے ان درویشوں کی یکسوئی میں فرق آتا تھا چنانچہ مولانا نے ملتان کو خیرباد کہا اور حجاز کو روانہ ہو گئے۔ حضرت غوث العالمینؒ کی صاحبزادی کے بطن سے آپ کے بیٹے کا نام کبیر الدین عراقی ہے جو صاحب "تذکرہ صدر الدین عارف" کے مطابق مولانا کی روانگی پر بیس ملتان میں مقیم رہے اور حضرت غوث العالمینؒ کے ہی مرید ہوئے اور انہیں سے خرقہء خلافت حاصل کیا۔

"بقول اخبار الصالحین" حضرت عراقیؒ حرمین شریفین کے بعد روم پہنچے اور حضرت صدر الدین قونویؒ سے ملاقات کی اور کچھ تربیت بھی حاصل کی، "فصوص الحکم" کے درس میں شریک ہوئے اور

marfat.com

اسی اثنا میں اپنی مشہور زمانہ کتاب "لمعات" تصنیف فرمائی۔ بموجب "مراۃ الاسرار" آپ نے "لمعات" حضرت صدر الدین عارف ملتانیؒ کی خدمت میں بھجوائی جو انہوں نے بہت پسند فرمائی۔ معین الدین پروانہ جو روم کے امرا میں سے تھا حضرت عراقیؒ کا مرید ہوگیا اور آپ کی بہت خدمت و مدارات کی، محفل سماع میں مشہور قوال حسین طلب کیا گیا آپ نے اس موقع پر ایک غزل فرمائی جسکا مطلع ہے:۔

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است کز زخمہء او نہ فلک اندر تگ و تاز است

کچھ عرصہ بعد آپ شام تشریف لے آئے چھ ماہ دمشق میں قیام فرمایا اسی دوران میں آپ کے فرزند شیخ کبیر الدین عراقیؒ ملتان سے یہاں تشریف لے آئے اور ایک مدت تک اپنے والد ماجد کی خدمت میں رہے۔ ایک دن شیخ عراقیؒ کو معلوم ہوا کہ وقت رحلت اب قریب آگیا ہے اپنے بیٹے اور تمام اصحاب کو بلا کر وصیت فرمائی اور یہ رباعی پڑھی:۔

در سابقہ چوں مدار عالم دادند مانا کہ نہ مراد آدم دادند
زاں قاعدہ و قرار کاں روز افتاد نے بیش بہ کس وعدہ نے کم دادند

(جب ازل سے کائنات کی بنیاد رکھی گئی ہر شخص کے لئے اس کا حصہ مقرر ہوا جو کچھ کسی کے لئے مقرر ہوا اس سے نہ زیادہ نہ کم ملا)

وصال سوموار بیس ذی قعد ۶۸۸ ہجری (مطابق ۵ دسمبر ۱۲۷۹ عیسوی) ملک الظاہر کے عہد میں بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی اور شیخ ابن عربیؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ کبیر الدین عراقی کی قبر بھی آپ کے پہلو میں ہے۔

شیخ کبیر الدین عراقی سہروردیؒ : آپ شیخ فخر الدین عراقیؒ کے فرزند اور حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانیؒ کے نواسے تھے ۶۴۳ ہجری (۱۲۴۵ عیسوی) کے لگ بھگ پیدا ہوئے خاندان غوثیہ میں پرورش پائی اور حضرت غوث العالمینؒ سے خرقہء خلافت پایا۔ اپنے والد فخر الدین عراقیؒ کے ملتان سے اپنے وطن روانہ ہونے کے باوجود پندرہ برس تک ملتان شریف میں مقیم رہے۔ ۶۸۷ ہجری (۱۲۸۸ عیسوی) میں جب ان کے والد مصر کی شیخ الاسلامی چھوڑ کر دمشق پہنچے تو اپنی ایک نئی تصنیف اپنے فرزند (کبیر الدین) کو بھیجی جس میں چند اشعار تھے۔

ایک شعر تھا :

ی خواست پدر کہ باتو باشد ہمہ عمر اما جبر چواں کرد چنیں بر تقدیر

ان اشعار نے آپ کو بے تاب کر دیا اور باپ کی تلاش میں ملتان سے روانہ ہوگئے اور بقول صاحب "تذکرہ صدر الدین عارف" اعجازی طور پر دمشق پہنچ گئے اور باپ سے ملاقی ہوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد ہی یعنی ۶۸۸ ہجری (۱۲۸۹ء) میں مولانا عراقیؒ کا انتقال ہوگیا چنانچہ انہوں نے مسند ارشاد سنبھال لی اور تلقین وارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ مولانا عماد الدین خراسانیؒ کے مطابق شیخ کبیر الدین عراقیؒ کا انتقال ۷۳۶ ہجری (۱۳۳۶ء) میں ہوا۔ خواجہ قطب الدین جام نے تیمارداری کی اور نماز جنازہ پڑھائی۔ عمر شریف پچانوے سال تھی "دمشق میں اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہوئے" (جو مسجد صالحہ دمشق میں واقع ہے)۔

اولاد امجاد : "تذکرہ صدر الدین عارف" کے مطابق ملا نادر نے جو ملتان کے قاضی القضاۃ تھے اپنی منظوم تاریخ میں خواجہ فخر الدین عراقیؒ کی اولاد کا ذکر کیا ہے ان کا ماخذ مولانا عماد الدین خراسانی کی مشہور کتاب "تذکرۃ الانساب" ہے۔

marfat.com

شیخ ابراہیم عراقی : آپ شیخ کبیر الدین" کے صاحبزادے تھے۔ (۱۲۷۳ عیسوی) ۶۷۱ ہجری میں بمقام ملتان پیدا ہوئے اور ۶۸۷ ہجری (۱۲۸۸ عیسوی) میں اپنے والد کے ہمراہ دمشق پہنچے۔ والد کے انتقال کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور بقایا زندگی وہیں گزاری ۱۰۱ سال کی عمر پائی ۱۳۷۰ عیسوی) ۷۷۲ ہجری میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

شیخ حمید الدین عراقی : آپ نے خراسان میں علم حاصل کیا۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد مسند ارشاد سنبھالی، ۹۳ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ کمال الدین" اور شیخ بدر الدین" شیخ کمال الدین" والد کے اصرار پر خراسان تشریف لے آئے اور (۱۴۴۳ عیسوی) ۸۴۶ ہجری میں وفات پا کر وہیں سپرد خاک ہوئے لیکن شیخ بدر الدین" مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہے اور وہیں فوت ہو کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

شیخ حسام الدین عراقی : آپ نے اپنے والد شیخ کمال الدین" سے خرقہء خلافت حاصل کیا۔ اپنے زمانے کے جید عالم اور زاہد تھے ۹۰۱ ہجری میں بہ عمر اسی سال فوت ہوئے مزار پر انوار خراسان میں ہے۔

شیخ معین الدین عراقی : آپ شیخ حسام الدین" کے صاحبزادے تھے ۹۳۹ ہجری (۱۵۲۳ عیسوی) میں وفات پائی۔ مزار شریف خراسان میں ہے۔

شیخ وجیہہ الدین عراقی : آپ شیخ معین الدین عراقی" کے فرزند تھے۔ علوم متداولہ میں یکتائے روزگار تھے، حضرت غوث العالمین" کے مزار پر انوار کی کشش ملتان لے آئی۔ علامہ کاشانی کی درسگاہ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ارغون کے حملہ نے ملتان شہر کو کافی غارت کیا جس کی وجہ سے بمعہ اہل و عیال واپس خراسان آگئے۔ آپ کی شادی ملتان کے قریشی خاندان میں ہوئی تھی۔ خراسان میں آپ کے ہاں دو صاحبزادے شیخ عبد الکریم" اور شیخ عبد الرحیم" تولد ہوئے۔ آخر عمر میں دوبارہ ملتان تشریف لے آئے اور حسب سابق علامہ کاشانی کی درسگاہ میں درس دینا شروع کیا (۱۵۶۳ء) ۹۷۱ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا اور علامہ کاشانی کے پہلو میں ہی ملتان میں دفن ہوئے۔

شیخ عبد الکریم عراقی : آپ خراسان میں تلقین و ارشاد فرماتے رہے۔ ۱۰۳۶ ہجری (۱۶۲۷ عیسوی) میں فوت ہوئے اور وہیں خراسان میں دفن ہوئے۔

شیخ محمود عراقی : آپ شیخ عبد الکریم عراقی" کے فرزند ارجمند تھے ۱۳۰ سال عمر پائی والد کے بعد مسند ارشاد سنبھالی اور (۱۶۹۳ء) ۱۰۹۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔

شیخ عبد اللہ" : آپ شیخ محمود" کے فرزند تھے اور حاجی موسیٰ کے نام سے مشہور ہوئے ۱۱۲۸ ہجری (۱۷۱۶ عیسوی) میں وفات پائی۔

شیخ حافظ علی محمد" : آپ شیخ عبد اللہ" کے فرزند تھے یہ ملا نادر کے پیر و مرشد تھے ۱۱۷۳ ہجری (۱۷۶۱ عیسوی) میں وفات پائی۔ مزار خراسان میں ہے۔

سلطان الاولیا حافظ محمد" : آپ حافظ علی احمد" کے بیٹے تھے قرآن حکیم کے حافظ، قاری اور جید عالم تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد ملتان تشریف لے آئے یہ نواب شجاع خان سدوزئی کا عہد حکومت تھا ان کے نامور فرزند نواب مظفر خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ آپ کے حلقہء تلامذہ میں محبوب الٰہی

marfat.com

مولانا خدا بخش خیر پوری نے بڑا نام پایا۔ حافظ صاحب ۹۱ برس کی عمر میں ۱۲۰۹ ہجری (۱۷۹۵ عیسوی) میں فوت ہوئے۔

مولانا خواجہ محمد موسیٰ پاک : حضرت مولانا محمد (حیات") کے بعد ان کے فرزند مولانا محمد موسیٰ پاک" مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ حافظ قرآن تھے اور با کمال درویش بھی۔ جب حافظ محمد جمال اللہ" کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بھی حضرت مولانا خیر پوری" کو حلقہ میں لینے کی طرح خوشی سے اچھل پڑے اور فرمایا: "ایں ہم غوث وقت و قطب دوران است" بعد تکمیل انہیں خرقہ ء خلافت عطا فرمایا آپکا وصال بدھ ۱۱ رجب ہجری (۱٦ اگست ۱۸۴۵ عیسوی) میں ہوا اور ملتان میں سپرد خاک ہوئے۔

خواجہ خدا بخش ملتانی" : آپ خواجہ محمد موسیٰ" کے فرزند تھے۔ انہوں نے امام بخش نام رکھا مگر جب مولانا خیر پوری کی خدمت میں بغرض بیعت آئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں بے اولاد ہوں انہیں آئندہ خدا بخش کے نام سے پکارا جائے آپ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے ۲۵ جمادی الاول ۱۳۱۱ ہجری (پیر ۴ دسمبر ۱۸۹۳ عیسوید کو وصال ہوا۔

مولانا محمد نظام بخش" : آپ خواجہ خدا بخش" کے فرزند تھے اور انہیں کی طرح یکتائے روزگار تھے۔ تفسیر، فقہ اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے۔ ۹ ذی الحج ۱۳۲٦ ہجری مطابق ہفتہ ۱۱ جوری ۱۹۰۸ عیسوی کو وصال فرمایا۔ ان کا شمار خواجہ فخر الدین عراقی" کے خاندان کے متاخرین میں ہوتا ہے جو صحیح العقیدہ اور اپنے بزرگان کے نقش قدم پر استقامت فرماتے رہے۔

پیر عمر سہروردی"

"بحوالہ اولیائے ملتان" آپ عین عالم شباب میں سندھ سے ملتان آئے، اور حضرت غوث العالمین" کے مرید ہوئے حضرت کی ایک نگاہ کیمیا اثر نے مدارج و مراتب روحانی طے کرا دیئے۔ عمر کے آخری ایام میں آپ کے پاس ایک نواب کی بیگم اس ارادہ سے آئیں کہ آپ کی دعائے مستجاب سے میاں بیوی میں محبت و الفت کا رشتہ استوار ہو جائے۔ آپ نے ایک ٹھیکرا اٹھایا اور اس پر لکھا: "اگر نواب اپنی بیگم سے محبت کرے تو عمر کو کیا؟ اور اگر نہ کرے تو کیا؟ نواب کی بیگم کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس ٹھیکرے کو اپنے پاس ہی رکھے اس کی برکت سے میاں بیوی میں گہری محبت و الفت ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد بیگم نے از راہ تشکر اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک ہمیانی خدمت اقدس میں پیش کی، آپ نے دانستہ طور پر ایک اشرفی اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ بیگم بول اٹھی: "سرکار! یہ کھانے کی چیز نہیں ہے، آپ نے فرمایا: اگر کھانے کی چیز نہیں تھی تو پھر تم لائی کیوں؟ آپ نے وہ اشرفیاں بیگم کو واپس کر دیں اور اپنی قبر کے لئے ایک قطعہ ء اراضی طلب کیا اس خاتون نے آپ کو حضرت شیخ العارف سہروردی" کے محلوں کے شرقی جانب شہر ملتان میں ایک کشادہ قطعہ اراضی نذر کر دیا۔ انتقال کے بعد آپ اسی زمین میں مدفون ہوئے، ہوتے ہوتے یہ قطعہ اراضی ایک قبرستان کی صورت اختیار کر گیا جو ان دنوں گورستان کے نام سے مشہور ہے۔

شاہ دانا شہید سہروردی" : آپ حضرت شیخ بہا الدین ذکریا ملتانی" کے جانثار خدام میں سے تھے۔ آپ کو "شاہد شہید" کہہ کر پکارا جاتا ہے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھا۔ باطن حضرت غوث

marfat.com

العالمینؒ" سے رنگا ہوا اور ظاہر حضرت بابا فرید شکر گنجؒ کے انوار سے تابناک: حضرت غوث العالمینؒ کو ان پر حد درجہ اعتماد تھا اور ان کی پرورش اور دیکھ بھال اپنی اولاد کی طرح کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت غوث العالمینؒ کے وصال کے بعد آپ حضرت صدر الدین عارف ملتانیؒ کے معتمد خاص کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ شیخ العارفؒ ہی کے حین حیات میں وفات پائی' مزار دہلی دروازہ ملتان کے اندر ہے۔

پیر در بر شاہ سہروردیؒ : آپ بھی حضرت غوث العالمینؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ ملتان میں جلال الدین فیروز کی صوبیداری کے زمانہ میں ملتان آئے اور حضرت سے فیض یاب ہو کر تلقین و ارشاد فرماتے رہے وصال (۱۲۴۶ عیسوی) ۶۴۴ ہجری میں ہوا۔ مزار پر انوار حضرت غوث العالمینؒ اور شاہ رکن عالمؒ کے مزارات کے درمیان واقع ہے چونکہ ان دو عظیم بزرگ ہستیوں کے دائیں بائیں پہلو میں آسودہ ہیں اس لئے پیر در بر شاہ کے وصفی نام سے مشہور ہیں۔ اصل نام نا معلوم ہے۔ مزار پر یہ شعر لکھا ہے:

روئے پاکاں ہر کہ بیند صبح و شام　　آتش دوزخ بود بر وے حرام

درگھ اور ڈھول اقوام میں سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے پہلے داعی شیخ اسماعیل قریشی عمرپوری

صاحب تذکرہ "صدر الدین عارف" کے مطابق آپ موضع حجرہ (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ مادر زاد ولی تھے۔ ذات کے قریشی صدیقی تھے دس سال کی عمر میں حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانیؒ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بیس برس کے ہوئے تو حضرت نے انہیں شُہنی (مقام اتصال دریائے چناب و ستلج) کے جنگل میں چلہ کشی پر مامور فرمایا۔ ریاضت شاقہ سے فارغ ہو کر حضرت کی خدمت اقدس میں روزانہ حاضری کو معمول بنا لیا۔ ان سے والہانہ محبت تھی۔ اگرچہ حضرت غوث العالمینؒ کے لنگر خانہ میں کسی چیز کی کمی نہ تھی لیکن یہ بزرگ ایک عرصہ تک دودھ کا منکا گھر سے سر پر اٹھا کر ملتان پہنچاتے رہے ایک رات موسلادھار بارش اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں رعد کی کڑک اور بجلی کی چمک نے بھی ناغہ نہ آنے دیا۔ دریائے راوی کو عبور کر کے خضری دروازے سے ہوتے ہوئے خانقاہ میں پہنچ گئے۔ بارش کی رم جھم جاری تھی جب برآمدے سے گزر کر حجرہ شریف کے قریب پہنچے تو حضرت غوث العالمینؒ کو باہر کھڑے اپنا منتظر پایا' دودھ کا منکا ایک طرف رکھا اور حضرت کے قدموں میں گر گئے۔ حضرت نے لپک کر اٹھایا اور فرمایا: اس قدر تکلف کی کیا ضرورت تھی؟ عرض کی: "تکلیف تو حضور کو ہوئی کہ برستی بارش میں برآمدے میں کھڑے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ یہ دودھ کا منکا لانا تو ایک بہانہ ہے اصل مقصد تو حضور کی زیارت ہے"۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہ است بجاں　　شرط اول قدم آں است کہ مجنوں باشی

حضور مسکرائے۔ آغوش میں لیا اور نگاہ فیض سے پایہ ء تکمیل تک پہنچا دیا۔ پھر درگھ اور ڈھول اقوام کی اصلاح حال پر متعین فرمایا آپ نے ہزارہا گم گشتگان بادیہ ء ضلالت کو صراط المستقیم پر گامزن کیا۔ اسی سال کی عمر میں وفات پائی' مزار پر انوار عمرپور میں مرجع ء خلائق ہے۔ مولانا فریدی تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اسماعیلؒ کی وفات کے بعد ایک بزرگ بادا کوری نام' دہلی سے اس نواح میں تشریف لائے

maarifat.com

اور کشف سے اس خانقاہ کی برکت دیکھ کر متعلقین کو وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے یہاں دفن کرنا چنانچہ یہ درویش حضرت کی آغوش میں محو خواب ہے۔

شیخ موسیٰ ہندیؒ : خلفائے حضرت غوث العالمینؒ کے ضمن میں صاحب "تذکرہ صدر الدین عارف" نے ایک بزرگ "موسیٰ" نامی کا بھی ذکر کیا ہے جن کا مزار مبارک "اہل کی نگری" (ضلع حیدر آباد سندھ) میں واقع ہے۔ مولانا فریدی بحوالہ تحفتہ الکرام" تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ علاؤ الدین خلجی کے زمانہ میں ہندوستان سے بمعہ اپنے ساتھیوں حاجی جوگی شاہ خراسان اور سیٹھ لیلا بھٹی یہاں تشریف لائے تھے۔ راجہ اہل کی راجکماری بی بی خوندی مسلمان ہو گئی تھی اور اس نے حضرت (شیخ موسیٰ) کی غلامی میں ہی زندی بسر کردی چنانچہ اس بی بی کی قبر بھی مقبرہ شیخ موسیٰؒ کے مشرقی پہلو میں موجود ہے۔ مقامی روایت یہ ہے کہ شیخ موسیٰ ہندیؒ حضرت غوث العالمینؒ کے خلفاء میں سے تھے، ایک مہم پر دہلی بھیجے گئے تھے۔ یہ لوگ آپ کے کشف و کرامت سے متاثر ہو کر ہیں آپ کے مرید ہو گئے اور آپ کے ساتھ چلے دیئے۔ اس علاقے میں بھی انہیں حضرت غوث العالمینؒ نے مامور فرمایا تھا' اس روایت کی تصدیق مخدوم بھورل شاہؒ صاحب کے سجادہ نشین شاہ عنایت رضوی اور ان کے عم محترم حاجی نبی بخش شاہ نے مولانا فریدی صاحب سے بوقت ملاقات فرمائی تھی۔

مزید بر آں : صاحب "مرآۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ میر کالو جو علاقہ روح میں مدفون ہیں اور بڑے مشہور بزرگ ہیں وہ بھی حضرت غوث العالمینؒ کے خلیفہ ہیں مزید بر آں شاہ عالم سہروردیؒ جو ٹھٹھہ میں دفن ہیں اور کشف و کرامات کے سبب بہت مشہور ہیں وہ بھی آپ کے ہی خلیفہ ہیں۔

مولانا بلال سندھیؒ : مولانا جمالی سہروردیؒ صاحب "سیر العارفین" نے ٹھٹھہ کے ایک بزرگ مولانا بلال سندھیؒ کا بھی ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ علاقہ ٹھٹھہ (سندھ) میں خاندان (غوثیہ سہروردیہ) کے اکثر مرید ہیں جو مجاہدہ و ریاضت میں مشہور ہیں' اس زمین کو ریل کہتے ہیں۔ قصبہ سیوہان کے پاس ایک موضع بگری نام کا ہے اس گاؤں میں ایک درویش تھے جن کا نام مولانا بلال تھا وہ بہت ریاضت کرنے والے اور پاک اعتقاد تھے (دوران ملاقات) میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے عوارف (المعارف) رکھی تھی اور اس حقیر (جمالیؒ) سے چند مقامات پوچھے وہ صاحب دل انسان تھے۔" سیر العارفین کے مترجم پروفیسر محمد ایوب قادری نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مخدوم بلالؒ عارف کامل اور عالم شہیر تھے۔ فقہ و حدیث پر گہری نظر تھی' علی شیر قانع ٹھٹوی (صاحب " تحفتہ الکرام) نے لکھا ہے کہ ان کو شعر و سخن سے بھی مناسبت تھی اور مندرجہ ذیل اشعار بطور نمونہ نقل کئے ہیں :

در راہ خدا ز سرقدم باید ساخت سرمایہء انحصار خود می باید باخت
کفرست بخود نمائی بروں بجہاں از خویش بروں شدہ بسوئش می باید تاخت

آپ کا جہاں مزار واقع ہے وہ مقام آج کل "مخدوم بلال" کہلاتا ہے۔ معصوم بھکری کے مطابق آپ کا وصال ۹۲۹ ہجری (مطابق ۱۵۲۳ عیسوی) میں ہوا لیکن حدیقتہ الاولیا کے مطابق ۳۰ صفر ۹۳۱ ہجری (منگل ۲۶ دسمبر ۱۵۲۵ عیسوی) ہے۔

حاجی آرام سندھیؒ : مولانا جمالی سہروردیؒ مزید لکھتے ہیں "ان سے بھی زیادہ اس گاؤں میں ایک

maarfat.com

اور درویش تھے جو نہایت عزیز الوجود اور عبادت الہٰی میں مستغرق رہتے تھے۔ وہ حاجی الحرمین تھے۔ ان کو حاجی آرام کہتے تھے۔ ان کا بھیڑوں اور گایوں کا بڑا ریوڑ تھا وہ اکثر اس (دودھ) سے کھیر پکواتے تھے اور درویشوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ان کے ریوڑ کا کوئی چرواہا یا نگہبان نہ تھا جو اس کو چراتا اور (جنگل) سے واپس لاتا۔ اس نواح میں یہ مشہور ہے کہ ایک زمانہ گزر گیا ہے مگر ان کے ریوڑ کی کوئی گائے یا بھیڑ کسی کے کھیت میں نہ تو چرتی ہے اور نہ منہ ڈالتی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ (سہروردی) کے خاندان در خاندان کے کشف و کرامات میں کسی کو شبہ نہیں ہے' یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔"

سہروردی سلسلہ کے افغان مشائخ

شیخ محمد اکرام صاحب "آب کوثر" لکھتے ہیں: شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ اور ان کے خلفا کا اثر صرف مغربی پنجاب اور سندھ تک محدود نہ تھا بلکہ افغان علاقے میں بھی ان کے معتقد تھے۔ افغان اپنا سلسلہ ءنسب بنی اسرائیل سے ملاتے ہیں جو نینوہ کے حاکم بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کی بربادی کے بعد فلسطین سے نکلے اور پھرتے پھراتے کوہستان غور میں آباد ہو گئے۔ سلطان شہاب الدین غوری نے انہیں کوہستان غور سے نکال کر علاقہ روہ میں آباد کیا تاکہ وہ غوری حکومت کی پشت و پناہ بنیں اور ان سے ہندوستان میں جہاد کا کام لیا جا سکے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کا بیان ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک بیشتر افغان غیر مسلم تھے۔ روسی مستشرق بارتوالڈ کا بھی خیال ہے کہ افغانوں میں اسلام بارہویں صدی عیسوی کے قریب پھیلنا شروع ہوا اور قریب قریب یہ وہی زمانہ تھا جب ۱۱۸۲ عیسوی میں شیخ بہا الدین ذکریاؒ کی ولادت ہوئی اور تعلیم و تربیت اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے موجودہ مغربی پاکستان میں اپنے آپ کو ارشاد و ہدایت کے لئے وقف کر دیا (آپ سے پہلے شیخ وتو شوریانی خو-تگی متوفی ۱۱۵۵ عیسوی کا نام ملتا ہے جنھوں نے چشت جا کر خواجہ مودود چشتیؒ سے فیض حاصل کیا اور مرشد کے ایماء پر واپس آکر وطن میں منبع ءہدایت بنے۔

شیخ یحیٰ کبیرؒ : "مخزن افغانی" میں شیخ بہا الدینؒ ذکریا سہروردی کے دوسرے افغان مریدوں (مثلاً حیدر زرکنیؒ) کے نام ملتے ہیں۔ مزید برآں خواجہ یحیٰ بختیار سہروردیؒ کا ذکر تفصیل سے درج ہے جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور جنہیں حضرت مخدومؒ نے کبیر کا خطاب عطا فرمایا تھا اور وہ اب خواجہ یحیٰ کبیرؒ کے نام سے ہی مشہور ہیں' ان پر شروع سے ہی محبت الہٰی غالب تھی اور لڑکپن میں بھی کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی چنانچہ راہ نما کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک دفعہ خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ تمہیں مخدوم جہانیاں سے فیض ملے گا چنانچہ وہ ہرپو سے کوہ سلیمان اور وہاں سے اوچ شریف آئے اور مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مخدوم سید جلال بخاریؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ مرید ہو کر کئی چلے طے کئے اور بے شمار فیوض سے مالا مال ہوئے۔ شیخ یحیٰ کبیر کا زیادہ وقت کوہ سلیمان میں گزرا لیکن سہروردی بزرگوں کی طرح بڑے سفر کئے' حج کے علاوہ ان کے قرمل (افغانستان) غزنی' سمرقند' ہرپو پہنچنے کا ذکر ملتا ہے ایک سو ستائیس سال کی عمر پائی ۲۰ ستمبر ۱۴۳۰ عیسوی کو وصال ہوا۔ ان کے اپنے خاندان اور خادمان درگاہ

marfat.com

میں ہی انتیس ایسے بزرگوں کے نام لئے جاتے ہیں جو درجہ ء ولایت کو پہنچے۔ سب سے زیادہ مشہور آپ کے بھائی شیخ علیؒ تھے جنہیں سخت ریاضتوں کی وجہ سے "شیخ علی وتکر" یعنی شیخ علی لاغر کہا کرتے تھے (آب کوثر)۔

شیخ احمد بن موسیٰ شیروانی سہروردیؒ : مخدوم بہاء الدین ذکریاؒ کے جس افغان مرید سے سہروردی سلسلے کو سب سے زیادہ فروغ ہوا اور ارشاد و ہدایت کا ایک بڑا مرکز قائم ہو گیا وہ شیخ احمد ولد موسیٰ شیروانیؒ تھے جو غریب خاندان سے تھے ان کے والد بھیڑ بکریاں پالا کرتے تھے اور یہ نو عمر احمد ان کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔ ایک دفعہ وہ دامن کوہ میں بھیڑ بکریاں چرا رہے تھے کہ ابدال مراتب کے چند قلندروں کا اس طرف گزر ہوا شیخ احمد نے ان کی بڑی خدمت کی انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے مہمان ہیں' اگرچہ آپ کا لڑکپن تھا مگر خندہ پیشانی سے اپنی چالیس بکریاں ذبح کر کے کباب بنا کر کھلا دیں۔ ان کے کمالات سے متاثر ہو کر چاہا کہ ان کے ساتھ ہی چل دیں لیکن قلندروں نے روکا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قلندری اور بے نوائی کے لئے پیدا نہیں کیا۔ تم سے بہت بڑے کام لئے جائیں گے اور بڑی خلقت تم سے راہ ہدایت پائے گی تمہیں چاہئے کہ مخدوم شیخ بہا الدین ذکریا ملتانیؒ کی خدمت میں پہنچو اور ان کے مریدوں میں شامل ہو جاؤ۔ قلندروں نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ شیخ احمدؒ پر اس کے بعد ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اور وہ گھربار' ماں باپ چھوڑ کر حضرت شیخ بہا الدین ذکریا ملتانیؒ کی خدمت میں پہنچ کر ان کے حلقہ ء ارادت میں شامل ہو گئے۔ مرشد کی نظر سے وہ مرتبہ ء کمال کو پہنچے اور خرقہ ء خلافت حاصل کیا اور پھر اپنے وطن آ کر سلسلہ ء رشد و ہدایت جاری کیا۔ آپ کا مزار کوہ سلیمان کی چوٹی پر ہے۔

آپ کے جانشین : شیخ احمدؒ کی وفات کے بعد ان کا سلسلہ ء فیض جاری ہوا۔ ان کے تین فرزند تھے سعدینؒ (سدو) محمودؒ اور سلیمان دانا تینوںؒ کامل ولی تھے مگر سجادہ نشین سلیمان داناؒ ہوئے جو حضرت شیخ صدر الدین عارف سہروردیؒ کے مرید تھے۔ "مخزن افغانی" میں لکھا ہے کہ مرشد کی بشارت کے مطابق شیخ سلیمانؒ علاؤ الدین خلجی کے حملہ ء چتوڑ کے وقت وہاں موجود تھے۔ جب چتوڑ کی فتح کے بعد راجپوت عورتوں نے رسم جوہر ادا کی اور مرد لڑائی میں کام آئے تو جو لوگ بچ گئے تھے ان میں سے ایک راجپوت لڑکی کے ساتھ شیخ سلیمان داناؒ نے نکاح کیا جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے جو دونوں مرتبہ ء ولایت کو پہنچے۔ بڑے بیٹے کا نام محمود تھا اور چھوٹے نے ملی قتال کے نام سے شہرت پائی۔

شیخ ملی قتالؒ : آپ نے ابتدائی عمر میں ہی سفر اختیار کیا اور سیوان شریف (سندھ) میں جا کر حضرت مخدوم لال شہباز قلندر سہروردیؒ کے مرید ہوئے عبادت و ریاضت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ خرقہ ء خلافت حاصل کیا' بے شمار خلقت نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ان کو دو وجہ سے قتال کہا جاتا ہے ایک تو یہ کہ جو کچھ انہیں فتوحات کی قسم سے پہنچتا اسے بے دریغانہ خرچ کر دیتے' دوسرے یہ کہ جو کوئی ان کی نسبت بے ادبی کے الفاظ منہ سے نکالتا وہ اسی وقت کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ کے دو بیٹے تھے شیخ علیؒ اور بایزیدؒ وہ بھی مرتبہ ء ولایت کو پہنچے۔ شیخ ملی کے بڑے بھائی شیخ محمود حاجی اپنے والد کی جگہ سجادہ نشیں ہوئے ان کے دو بیٹے تھے' شیخ محمد حاجیؒ اور شیخ بر مرید سڑنی۔ دونوں

marfat.com

بڑے صاحب سطوت بزرگ تھے ان کے علاوہ شیخ محمودؒ کے کئی خلفاء تھے۔ شیخ ملیؒ اور شیخ محمودؒ کی اولاد اور خلفا کی بدولت سہروردیہ سلسلے کو افغانوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

شیخ اسماعیل سڑبنیؒ : آپ کے خاندانی حالات کا ذکر اور سڑبنی کی وجہ تسمیہ وغیرہ کا ذکر ہم "اولیائے بلوچستان" کے ضمن میں کر رہے ہیں۔ "مخزن افغانی" میں شیخ اسماعیل سڑبنیؒ کا بھی تفصیلی ذکر آتا ہے لکھا ہے کہ آپ نے بڑے سفر کئے اور کئی مشائخ بزرگ کی خدمت میں پہنچے بالآخر اپنے وطن واپس آکر روہ میں مقام خواجہ خضر کے پاس ہدایت و رشد کا سلسلہ شروع کیا۔ روہ میں اس وقت شیخ احمد بن موسیٰ شیروانیؒ بھی مسند ارشاد و ہدایت کو زینت دے رہے تھے' دونوں بزرگوں میں بہت میل جول تھا اور وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے۔ شیخ اسماعیلؒ کا مزار وادیء خواہ میں ہے جہاں ہر سال موسم گرما میں ہزارہا افغان جمع ہوتے ہیں اور دونوں بزرگوں کی روح کو ایصال ثواب کے لئے بے شمار بھیڑ بکریاں ذبح کرتے ہیں۔ شیخ اسماعیل سڑبنیؒ کی بھی بحیثیت سہروردی بزرگ شہرت بیان کی جاتی ہے۔ آپ کا زمانہ ۵۰۰ ہجری مطابق ۱۱۰۶ عیسوی بتایا جاتا ہے۔

سید حسن افغانؒ : صوفیاء کے عام تذکروں میں حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانیؒ کے جس افغان خلیفہ کا زیادہ تر نام ملتا ہے وہ شیخ حسن افغانؒ ہیں' آپ خوجند کے سید زادہ تھے' شجرہ شریف یوں ہے: سید حسن المعروف خوندی بن ابو محمد بن سید علی بن سید جعفر بن سید موسیٰ بن ابراہیم اصغر بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق علیہ السلام۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ مرشد کو ان پر اتنا ناز تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ روز قیامت اگر مجھ سے حضرت باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ ہماری سرکار میں تم کیا تحفہ لائے ہو تو میں کہوں گا کہ "مشغولی و عبادت حسن افغان" میرا تحفہ ہے۔

بحوالہ "آب کوثر" حسن (افغان) اصل میں خوجند کے ایک سید زادہ تھے' وہاں کی ایک خاتون کے ساتھ جس کی ہمشیرہ ملتان میں بیاہی ہوئی تھیں آپ قحط سالی کے زمانے میں یہاں آئے' اس خاتون نے غرغشتی قبیلہ کے ایک افغان (دادی) سے شادی کر لی اور حسن بھی افغانوں میں بس کر اور شادی بیاہ کر کے افغان ہی ہو گئے۔ ان کی اولاد کو خوندی' خووندی یعنی خوجندی کہتے ہیں۔ "مخزن افغانی" میں لکھا ہے کہ آپ شروع شروع میں ان بچوں کی طرح جو ماں باپ کی نگرانی سے محروم رہ گئے ہوں آوارہ آزاد ہوئے بلکہ چوری اور ڈکیتی کا پیشہ شروع کیا اور غرغشتی قبیلے کے لوگوں نے پشتو میں آپ کا عرف ہی ہجو یعنی چور رکھ دیا لیکن پھر عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ گناہوں سے یک قلم توبہ کی اور شیخ بہاالدین ذکریاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ ایک عرصہ ان کی خدمت میں گزارا اور بالآخر ایک کامل ولی ہو گئے۔ اس کے بعد مرشد نے حکم دیا کہ جا کر افغانوں میں ہدایت و ارشاد کا سلسلہ شروع کرو (اے حسن برو! در قوم افغاناں ہدایت حق کن) چنانچہ وہ اپنے وطن واپس آئے اور غرغشتیوں میں ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا' آپ کے قبیلے کے لوگ زیادہ تر قندھار کے گرد و نواح میں رہتے ہیں۔

صاحب "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ آپ علوم ظاہر میں بالکل ناخواندہ تھے مگر علوم باطنی میں یوں معلوم ہوتا تھا گویا تمام لوح محفوظ آپ کے سینے میں لکھ دی گئی ہے۔ لوگ آپ کا امتحان لینے کے

marfat.com

لئے ایک کاغذ پر تین سطریں لکھتے' ایک سطر میں قرآن شریف کی آیت' دوسری میں حدیث شریف اور ایک سطر میں قول مشائخ' یہ کاغذ آپ کے سامنے رکھا جاتا کہ بتائیے ان سطروں میں کیا کیا لکھا ہے؟ آپ ایک سطر پر ہاتھ رکھتے اور کہتے یہ قرآن کی آیت ہے۔ پھر حدیث والی سطر پر ہاتھ رکھ کر کہتے یہ حدیث شریف ہے اسی طرح قول مشائخ پر انگلی رکھ دیتے لوگ حیران ہو کر پوچھتے کہ آپ تو امی محض ہیں' آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آپ فرماتے میری پہچان کا سبب یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں ایک سطر سے نور نکل کر لامکاں تک محیط ہو گیا ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ ایک سطر سے نور نکل کر ساتویں آسمان تک پہنچ رہا ہے تو یہ حدیث شریف ہے' قول مشائخ والی سطر سے نور نکل کر زمین سے آسمان تک پھیل جاتا ہے۔

کعبہ سامنے : ایک دفعہ ملتان سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے' راستے میں دیکھا کہ ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے جہاں بڑے بڑے علما موجود ہیں اور قبلہ درست ہونے کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ آپ بھی وہاں کچھ دیر کے لئے کھڑے ہو گئے اور قبلہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا "جس طرف میرا منہ ہے اسی طرف محراب کی بنیاد رکھو' کچھ علما نے آپ کی بات نہ مانی اور فضول اعتراض کئے۔ آپ نے انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف منہ کیا اور فرمایا "اگر میرے قول پر اعتماد نہیں ہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ قبلہ کس طرف ہے جب لوگوں نے ظاہری آنکھ سے وہیں کعبۃ اللہ کی زیارت کر لی تو آپ کے معتقد ہو گئے اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

ایک دفعہ مسجد میں نماز با جماعت ادا کی' نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے امام کا ہاتھ پکڑا مسجد کے ایک کونے میں لے گئے اور کہا: جناب! آپ اس نماز میں امام تھے' پہلے دہلی سے ہندوستان گئے وہاں سے چادریں خریدیں' انہیں ملتان لائے وہاں سے عرب گئے وہاں چادریں بیچیں بہت سا نفع اٹھایا' ادھر بے چارہ یہ حسن آپ کے پیچھے ہاتھ باندھے ننگے پاؤں پھرتا رہا' آپ پوری نماز میں یوں ہی سرگرداں و حیران رہے میں ایسی نماز کو کیسی نماز کہوں کہ دل کام میں رہا اور جسم خدا کے حضور رہا۔

آپ کا وصال ۶۸۹ ہجری ۱۲۹۰ عیسوی کو ملتان میں ہوا اور مرشد پاک کے روضے کے نیچے ایک بلند جگہ پر مدفون ہوئے۔

بلوچستان کے اولیائے سہروردیہ

شیخ حسن کٹہ متی زئی سہروردیؒ : بحوالہ "صوفیائے بلوچستان" (مولفہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر) آپ کا شجرہ نسب یوں ہے : شیخ حسن (کٹہ) ابن شیخ یوسف بن شیخ متی بن عباس بن عمر بن خلیل بن ابراہیم بن شہاب الدین محمود بن شمس الدین بن خلیل بن لقمان بن خداداد بن منصور بن محمد بن احمد بن جابر بن حضرت ابوایوب انصاریؓ۔

آپ ۷۸۸ ہجری مطابق ۱۳۸۶ عیسوی کی عظیم شخصیت تھے۔ شعر و ادب' تاریخ و عرفان کے دوش بدوش اپنے وقت کے روحانی پیشوا اور غوث تھے۔ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر' حضرت شیخ علی لوانڈی اور خوشحال خان خٹک کے ہم عصر تھے۔ شیخ حسن کٹہ متی زئی کے وابستگان میں بھی کچھ عرصہ مقیم رہے۔ آپ نے ایک کتاب "ارغونی پشتانہ" لکھی جس میں پشتون بزرگان و مشاہیر کا تذکرہ ہے۔

marfat.com

آپ کی والدہ محترمہ قوم زمند سے تھیں جن کا نام بی بی مراد بخت تھا۔ آپ کے والد شیخ یوسف اپنے والد شیخ متی کے سجادہ نشین تھے، شیخ محمود المعروف شیخ متی (آپ کے دادا) قلات بابا کے نام سے معروف تھے جن کا مزار قلات غلزائی کی اونچی پہاڑی پر زیارت گاہ خاص و عام ہے اور سلسلہ ء سہروردیہ میں حضرت غوث العالمین بہاالدین ذکریا ملتانیؒ کے مرید تھے۔ عالم و عارف اور پشتو زبان کے ادیب اور مورخ تھے۔ آپ کی پیدائش ۶۲۳ ہجری ۱۲۲۶ عیسوی اور وصال ۶۶۸ ہجری ۱۲۶۹ میں ہوا۔

شیخ حسن کڑ کے دو سگے بھائی تھے شیخ کاکا اور شیخ بابا، سوتیلے بھائیوں میں یعقوب، الیاس، اجو اور ابو سعید تھے شیخ حسن نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی بی بی زینو معذر زئی سے شیخ سلطان اور شیخ ثابت پیدا ہوئے، دوسری بیوی سے ملک باجی اور حاجی سلیمان اور تیسری بیوی سے شیخ محمود المعروف بہ شیخ ممی (جن کا نام تاریخ پشاور میں شیخ علی لکھا گیا ہے) شیخ سلطان کے چار بیٹے تھے بڑے بیٹے شیخ میر داد وہ جلیل القدر بزرگ تھے جن کی اولاد پشین کے میرداد زئی کہلاتی ہے۔ حضرت شیخ حسن کڑ کے سجادہ نشین پہلے شیخ سلطان اور ان کے بعد میرداد ہوئے۔

شیخ کڑ کا وصال پشین میں ہوا اور وہیں مزار پر انوار مرجع ء خلائق ہے۔

پیر لاکھا سہروردیؒ : بحوالہ "تذکرہ صوفیائے بلوچستان" جھیل مگسی" کے ایک ہندو کے ہاں باوجود علاج معالجہ کوئی اولاد نہ ہوئی، اس کے ایک مسلمان دوست نے اسے حضرت لال شہباز قلندرؒ کی خدمت میں بغرض دعا بھجوا دیا، وہ حضرت کی خدمت میں بمعہ بیوی حاضر ہو کر طالب دعا ہوا حضرت نے مراقبہ فرما کر دربار خداوندی میں دعا کی اور ان دونوں میاں بیوی کو بچے کی خوشخبری دے کر رخصت فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں (تقریباً" ایک سال کے اندر) بہت حسین لڑکا عطا فرمایا جس کے ہونٹ قدرتی طور پر سرخ رنگ کے تھے، ہونٹوں کی سرخی کی وجہ سے والدین نے اس کا نام "لاکھا" رکھا۔ لاکھا ہندی لفظ ہے اور پان کے اس سرخ رنگ کو کہتے ہیں جو عورتیں خوبصورتی کے لئے ہونٹوں پر جماتی ہیں۔ لاکھا جب جوان ہوا تو انہیں دنوں حضرت شہباز قلندرؒ بلوچستان تشریف لائے اور جھیل مگسی سے گزرے۔ لاکھا کے والدین کو جب حضرت کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ بڑی عقیدت سے حضرت کے سلام کے لئے حاضر ہوئے، لاکھا بھی ہمراہ تھا، حضرت نے لاکھا کو سینے سے لگایا، اسی لمحے کفر کی ظلمات اس کے دل سے دور ہو گئیں اور وہ مسلمان ہو گیا۔ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا اور حضرت کی تلقین اور فیضان کی برکت سے مرتبہ ء کمال تک پہنچ گیا، اور بالاخر ایک دن خرقہ ء خلافت بھی مرحمت ہو گیا۔ انہوں نے جھیل مگسی اور گردو نواح میں بے شمار مخلوق کو نور ہدایت سے فیض یاب کیا۔ آپ کی کرامتوں کے قصے بھی مشہور ہیں۔

(۱) ایک دفعہ آپ نے آک کے پتوں کو ہاتھ میں لیا تو وہ روٹی بن گئے، لوگوں نے کھا کر دیکھا تو وہ اصلی روٹیاں تھیں اور ان میں ذرہ بھر بھی آک کی تلخی اور زہر کا اثر نہ تھا (۲) بلوچستان میں پانی کی قلت کی وجہ سے اکثر زمینیں بے آباد اور بنجر پڑی تھیں۔ ایک دن چند لوگوں نے آکر پانی کے لئے عرض کی تاکہ ان کی زمینیں سیراب ہو جائیں، آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر اپنے دونوں پاؤں

marfat.com

زمین پر مارے تو زمین سے پانی بہنے لگا اس کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ سندھ کا کچھ حصہ بھی زیر آب آ گیا۔ حضرت شہباز قلندرؒ کو باطنی طور پر جب اس امر کی آگاہی ہوئی تو باطنی طور پر حضرت نے اپنے اس با کمال مرید کو فرمایا: "دنیا میں تباہی نہ مچاؤ لوگ پریشان ہو گئے ہیں"۔ حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ پانی کم ہونا شروع ہو گیا' آج کل اس جگہ پانی کے تالاب ہیں جن میں مچھلیاں بھی ہیں۔ اس پانی کی یہ عجیب خاصیت ہے کہ اگر جلدی امراض کے مریض اس پانی سے غسل کریں تو وہ شفایاب ہو جاتے ہیں۔ آج بھی اس قسم کے مریض دور دراز سے آ کر اس پانی سے غسل کر کے بفضل تعالیٰ صحت یاب ہوتے ہیں۔ لورالائی کے موضع لغاری کوٹ میں بھی آپ کی کرامت سے تین چشمے پھوٹے جہاں نو ایکڑ زمین متصل چشمہ آپ کے نام پر وقف ہے۔

وصال سے پیشتر آپ نے ارادتمندوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے "جھیل گمی" میں اس مقام پر دفن کیا جائے جہاں میں اور حضرت لال شہباز قلندرؒ پہلی مرتبہ ملے تھے۔ چنانچہ اس جگہ پر آپ کو دفن کیا گیا' یہ جگہ بلوچستان میں درہ مولا میں جھیل گمی سے بیس میل دور جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ ہر سال جیٹھ کے مہینے کے ابتدائی تین دنوں میں حضرت کا عرس ہوتا ہے اور دور دراز کے لوگ بالخصوص کچھی اور سندھ سے کثیر تعداد آتی ہے۔

"شعر جنگ بھنبڑی" میں ایک شعر آتا ہے جس میں پیر لاکھا کا ذکر اس طرح آتا ہے :

پیر لاکھہ ناہڑ مستیں گوں سرور ء   اے مدت گیراں مرتضیٰ سردار ء سرء

ترجمہ: (پیر لاکھہ ' ناہڑ مست اور سخی سرور یہ سب سردار مرتضیٰ خان کے مددگار ہیں)۔

مست توکلی : بحوالہ "تذکرہ صوفیائے بلوچستان" آپ مری/ شیرانی/ درکانی قبیلہ میں ۱۲۴۴ ہجری ۱۸۲۸ عیسوی کے موسم بہار میں (وسط مارچ تا وسط اپریل) میں پیدا ہوئے' اصل نام طوق علی تھا ہوش سنبھالا تو ریوڑ چرانے لگے۔ والدہ محترمہ بچپن میں ہی فوت ہو گئیں۔ چودہ سال کی عمر میں والد بھی داغ مفارقت دے گئے۔ قحط سالی کے دنوں میں مخمار' جان دران' شالنگ' تمذری' استرانی پہاڑ' کوٹ منڈائی' ڈون گان پہاڑ' تکل اور مادند آپ کی چراگاہیں تھیں انہی دنوں دھرپی پہاڑ پر ریوڑ چرانے گئے' بارش شروع ہو گئی' دور ایک خیمہ نظر آیا' وہاں گئے آدھی رات کو جب گھر کی مالکہ خیمے کی طنابیں کسنے کے لئے اٹھی تو آپ کی نظر اس پر پڑی اور بس پھر دیکھتے ہی رہ گئے یہی ان کی ازلی و ابدی محبوبہ "سمو" تھی' اس جرم کی سزا میں کئی بار ان کے قتل کا ارادہ ہوا مگر ان کی بے اختیاری کیفیت کے پیش نظر میر کرم خان بجارانی اور سردار گزین خان مری نے سمو کے شوہر کو سمجھایا کہ یہ عشق حقیقی کا مجازی رنگ ہے لہٰذا ان سے اعراض کیا گیا۔

آپ نے روحانی فیض حضرت شہباز قلندرؒ سے پایا' اکثر و بیشتر حضرت کے دربار پر حاضر ہوتے' کبھی کبھی سلطان سخی سرور سہروردیؒ "شاہ کشٹےؒ" سید جلال بخاریؒ اور غوث العالمین حضرت بہا الدین ذکریا ملتانیؒ کے درباروں پر حاضری دیتے اور شب و روز وہاں گزارتے' ہوتے ہوتے آپ کی ولایت کا شہرہ عام ہو گیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان کی محبوبہ بھی مقام ولایت پر پہنچ گئی۔

آپ اکثر "رحم" "رحم" کی صدا لگایا کرتے اور کسی سائل کو سمو کی اجازت یا اس کی مرضی

marfat.com

کے بغیر کچھ نہ دیتے۔ دوران سفر ایسے کئی واقعات رونما ہوئے جو ان کے صاحب حال اور صاحب کشف و کرامت ولی اللہ ہونے کی دلالت کرتے ہیں :

(۱) ابتدائے حال میں ایک دفعہ آپ ڈیرہ غازی اور بلوچستان کے درمیان سرحدی پہاڑوں پر سفر کر رہے تھے کہ اچانک رکے اور پہاڑ کے نشیبی حصے کی طرف اکیلے چلے گئے دیکھا کہ ایک درویش نیچے ڈھلوان پر بیٹھا کچھ گھونٹ پی رہا ہے۔ مست توکلی نے بلوچی شعر میں اسے کہا "اے اونٹ کی طرح لمبے کان والے فقیر! تھوڑی سی بھنگ مجھے بھی پلا تاکہ میں سمو کی جدائی کا کرب بھول جاؤں" اس نے اوپر دیکھا اور مست توکلی کی روحانی قوت سلب کرلی۔ اب آپ نے اس شعر کو ذرا ترمیم کے ساتھ پیش کیا تو اس نے آپ کی قوت آپ کو لوٹا دی' ذرا سی تلچھٹ پینے کو دی اور آپ کی روحانی کیفیت کو چار چاند لگا دیئے۔

(۲) ایک سفر میں معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ پہاڑ میں معتکف ہیں' ساتھیوں کو روک کر خود پہاڑ کے نشیبی حصے والے غار میں جہاں وہ بزرگ معتکف تھے آئے اور سلام عرض کیا۔ تین دن ان کی خدمت میں سامنے بیٹھے رہے' نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ کوئی بات کی' تیسرے دن بھوک کی شدت سے بزرگ کی خدمت میں کھانے کی آرزو کی' بزرگ نے ہاتھ ڈیرہ غازی خان کی طرف بڑھایا اور دکان سے چنے اٹھا لائے' مست نے چنے لے کر کہا کہ آپ نے ہاتھ تو کچھ اس انداز سے بڑھایا تھا جیسے سارے کا سارا شہر اٹھا لائیں گے لیکن لائے آپ صرف چنے ہی' بزرگ نے کہا کہ تمہارے مقدر میں ہی یہی تھا' آپ نے چنے کھائے تو دنیا ہی بدل گئی روحانیت پہلے سے بہت بڑھ گئی۔

(۳) ماڑک بند میں آپ کے بھائی بیرک نے خود کشی کی تو صاحب ولایت سردار گزین نے خط لکھا اور ہوا میں پھینک دیا اور کہا کہ "جا مست کے پاس پہنچ"" خط مست کی گود میں آگرا۔ خط ملتے ہی آپ روانہ ہوئے اور چند گھنٹوں میں سینکڑوں میل طے کئے' خود تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔ ان کا سارا مال و متاع سوائے سرود کے خیرات کر دیا۔ وہ سرود کو ٹھڑی کی ایک اونچی ڈھلان پر ایسی جگہ پر رکھ دیا جہاں اسے کوئی بھی چھو نہ سکے۔ وہیں آپ نے ایک شعر میں کہا تھا: اسے فرشتے بجائیں گے اور گدھ اس کی آواز پر کان دھریں گے" یہ حقیقت ہے کہ اب تک ہر جمعہ کی رات کو اس سرود کی آواز آتی ہے اور لوگ اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔

(۴) ایک دن دیوا خان کے گھر میں ایک عورت نے اپنا بچہ جو نزع کے عالم میں تھا آپ کی گود میں رکھ کر روتے ہوئے گزارش کی کہ مست سائیں دعا کریں یہ مر رہا ہے' آپ نے سر اٹھایا' عورت کو دیکھا' پھر بچے کو' پھر مسلسل بچے کو دیکھتے رہے اور سر ہلا کر فرماتے رہے "نہ جانے زندہ رہے گا یا مرے گا"' پھر کچھ دیر اسے دیکھتے رہے اور "رحم۔ رحم" پکارتے رہے۔ آخر آپکا چہرہ جلال سے سرخ ہوگیا اور آپ نے کہا "اب رحم ہوگیا" اٹھا اپنے بچے کو" عورت نے بچہ اٹھایا وہ ۔ننند صحت یاب ہو چکا تھا۔

(۵) وزیر خان شیرانی مقدم کے والد پہلوان روایت کرتے ہیں کہ ابتدائی پہاڑ کے سفر کے دوران ایک جگہ آپ کے حکم سے پڑاؤ ڈالا گیا اور مسجد کے لئے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔ اتنے میں بھوک لگی تو پہلوان پتھر کے بوجھ تلے نقاہت کے مارے لڑکھڑانے لگے حضرت سمجھ گئے' انہیں بلایا

marfat.com

اور سامنے پھیلی ہوئی خالی چادر پر ہاتھ مار کر گرم روٹی اٹھائی اور ان کو دی۔ قافلے میں تیس آدمی تھے ان کو قطار میں ٹھہرا کر سب کو ایک ایک گرم روٹی دیتے گئے اور کہنے لگے "خیال کرو نیچے نہ گرنے پائے"۔

(۶) پھڑا کے مقام پر بوادھی مریوں نے گزارش کی کہ حضرت یہاں ایک بہت بڑا اژدہا ہے جس سے ہم سب بہت تنگ ہیں آپ وہاں غار کے سامنے ٹھہرے' آواز دی کہ سمو کی بکری باہر نکل آ' وہ اژدہا نکل آیا اور آپ اسکی پیٹھ پر سوار ہوئے اور اسے حکم دیا کہ "تکمل پہاڑ کی جانب چلو' تکمل پہاڑ کے ایک غار کے پاس آپ اترے اور اسے کہا "جا! اب یہی غار تیرا ٹھکانا ہے' آیندہ کسی کو نقصان نہ پہنچانا۔

وصال : آخر عمر سردار جمال خان لغاری کی معیت میں بحری جہاز کے ذریعے جدہ شریف ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے حج کیا' حرمین شریفین کی زیارت کے بعد واپس آئے۔ ۱۲۹۸ ہجری مطابق ۱۸۸۱ عیسوی کو رمضان مبارک میں سمو فوت ہوئی اور اس کے پندرہ سال بعد ۱۳۱۳ ہجری مطابق ۱۸۹۵ عیسوی میں حضرت مست توکلی کا وصال ہوا' انہیں میدان گری میں دفن کیا گیا' وصیت کے مطابق ان کا مزار تکمل پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا۔

سید نور احمد شاہ بخاریؒ : بحوالہ "تذکرہ صوفیائے بلوچستان" آپ بڑے برگزیدہ بزرگ ہوئے ہیں' شعائر اسلام کے سخت پابند تھے حلال و حرام کی بہت زیادہ تمیز کرتے تھے۔ آپ کا مزار لورا لائی چھاؤنی میں ہے' مزار کی تکمیل ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۱۵ ہجری میں ہوئی۔

موج دین پیرؒ : بحوالہ "تذکرہ صوفیائے بلوچستان" آپ رند قوم کی "پیروزانی" شاخ سے تعلق رکھتے ہیں' رند قوم کے زوال کے بعد یہ قبیلہ بگٹیوں سے جا ملا' آپ چرواہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مس سلویا اے میتھسن اپنی کتاب "دی ٹائیگرز آف بلوچستان" (مطبوعہ لندن در ۱۹۶۷ء) میں لکھتی ہیں کہ ایک دفعہ چاروں خلفائے راشدین آپ کے سامنے ظاہر ہوئے اور آپ سے ایک بکری مانگی' ریوڑ میں صرف ان کی اپنی ایک بکری تھی (باقی تمام دوسرے لوگوں کی تھیں جو وہ چرایا کرتے تھے) چنانچہ وہ بکری انہوں نے ان نفوس قدسیہ کی نذر کر دی۔ وہ انہوں نے وہیں بھونی اور کھائی' جاتے ہوئے وہ آپ سے فرما گئے کہ جب کبھی تم بے روزگار ہو تو اپنی بکری خود لے لینا اور انہیں الگ رکھنا۔ اس نسل کی نظیر نہیں ہو گی' علاوہ ازیں ایک لاٹھی بھی عطا فرمائی کہ جب کبھی پانی کی ضرورت پڑے تو اسے زمین میں گاڑ دینا وہاں سے پانی نکل آئے گا۔ چنانچہ اس کے بعد پیر سہری صاحب پانی کی تلاش میں ریوڑ کو میلوں میل لئے پھرنے کی بجائے لاٹھی کو زمین میں گاڑ دیتے تو وہاں سے پانی پھوٹ پڑتا۔ آپ کو سہری یا سوری یعنی سرخ پیر بھی کہا جاتا ہے' ریوڑ کے مالک کو جب اس کرامت کا علم ہوا تو اس وقت تک بکریاں چرانے کی خدمت کے صلہ میں ایک بکری کا مالک بن چکا تھا' یہ بکری حکم کی تعمیل میں انہوں نے دوسرے ریوڑ سے علیحدہ باڑے میں رکھی جب دوسری شب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ سارا باڑہ بکریوں سے بھرا ہوا ہے' ان بکریوں کے کان سرخی مائل خاکی ہیں اور اس نسل یا قسم کی کوئی بکری اس علاقے میں کسی نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ایک دن بلیدیوں کے ایک گروہ نے ان کا سر قلم کر دیا اور ان کا ریوڑ ہانک کر لے گئے' آپ

marfat.com

نے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا اور ڈاکوؤں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ ڈاکو یہ حال دیکھ کر دہشت زدہ ہو کر تھر تھر کانپنے لگے اور ان کے پاؤں پڑ کر معافی مانگنے لگے۔ آپ نے انہیں معاف کر دیا اور اسی کیفیت میں اپنا سر ہاتھوں میں اٹھائے واپس گھر پہنچ گئے اور آکر اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ میری جان نکل جانے پر میت کو اونٹ کے ساتھ باندھ دیں۔ جہاں جا کر اونٹ بیٹھ جائے اور آگے جانے سے انکار کر دے وہاں مزار بنا دینا۔ اونٹ نے چار مختلف مقامات پر توقف کیا' ان چاروں جگہوں پر "کاہر" کے درخت پیدا ہوئے اور آخر کار اس علاقے کی ایک سخت اور کھردری چٹانوں کے سلسلے کی چوٹی پر اونٹ بیٹھ گیا اور وہاں سے ہلنے کا نام نہ لیا چنانچہ آپ کا مزار اسی جگہ بنا دیا گیا یہ جگہ ڈیرہ بگٹی کے قریب پہاڑ کی عین چوٹی پر واقع ہے' ہر سال ہزاروں لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

پیر شاہ محمودؒ : بحوالہ "صوفیائے بلوچستان" آپ اوچ شریف کے تھے' بھیڑ کے دودھ پر گزر اوقات کرتے تھے۔ تحصیل بارکھان کے علاقہ میں آباد ہوئے۔ روایت ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے دہتی اور بھراہی کے مواضعات میں پانی کا چشمہ پھوٹ بہا تھا کوہلو کے زرغون' کیتزانی اور ڈکی (لورالائی) کے لسونی آپ کے بڑے معتقد ہیں اور ہر سال بھیڑوں کے ایک گلے سے ایک بھیڑ آپ کی اولاد کو پیش کرتے ہیں جبکہ "سندناہار" اپنی زمین کی پیداوار کا سولھواں حصہ نذر کرتے ہیں مزار کے متصل تیس ایکڑ زمین بھی ہے جس کا مالیہ معاف ہے۔ مزارات جغدان پہاڑیوں میں چوتی اور بارکھان میں دہتی (لغاری بارکھان سرکل) کے مقام پر واقع ہیں اور قیاس ہے کہ ان میں سے ایک مزار یادگاری ہے یعنی حضرت موصوف کا ہے۔

مولوی قادر بخش خان گولہؒ : بحوالہ "صوفیائے بلوچستان" آپ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۸۳۷ عیسوی میں پیدا ہوئے' والد ماجد کا نام بنگل جان تھا جو جیکب آباد کے معزز زمیندار خاندان سے تھے۔ آپ بچپن ہی میں والدین کے سایہء عاطفت سے محروم ہو گئے' دس سال کی عمر تک ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے ملا سے حاصل کی ازاں بعد سکھر کے قصبہ رستم کے مولوی عبدالستار صاحب کے مدرسہ سے تحصیل علم کیا۔ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن سندھ کے مشہور شیخ کاہاریؒ کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا۔ دوران تعلیم اپنے گھر اکتارے کی دھن میں محو ہو جایا کرتے ایک دن پنجاب سے ایک عالم دین ان کے مدرسے میں آئے' استاد صاحب نے انہیں شاگردوں کے امتحان کے لئے کہا تاکہ جو شاگرد پاس ہو جائیں ان کی دستار بندی انہیں عالم دین سے کرا دیں مگر کوئی شاگرد بھی پاس نہ ہوا۔ استاد نے غصے میں آکر آواز دی قادرو کوری کہاں ہے؟ آپ حاضر ہو گئے اور عرض کی کہ مجھے اپنے شفیق استاد کو جواب دینا ہے یا دوسرے مولوی صاحب کو؟ پھر خود ہی بیان کرنا شروع کر دیا کہ الحمد للہ مجھے علم لدنی حاصل ہے اور ایسے مسائل اور نکات بیان کئے جسے سن کر اہل محفل دنگ رہ گئے' استاد بہت خوش ہوئے دستار بندی کرائی اور پھر آپ سلسلہء تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

ایک دن کسی عزیز کی شادی میں محبت پور گئے وہاں ایک رقاصہ کو جھومر کرتے ہوئے محو رقص دیکھا تو عشق حقیقی کی چنگاری بھڑک اٹھی۔ جبہ و دستار سے بے نیاز رقص کرتے کرتے وجد

marfat.com

طاری ہوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے' شاگرد اٹھا کر واپس مدرسہ لے آئے' ہوش آیا تو سب کچھ ترک کر دیا۔ پھر مجذوب ہو گئے اور سات سال اسی عالم میں سرگرداں پھرتے رہے۔ آخر مولوی محمد میوہ صاحب آپ کو حضرت شہباز قلندرؒ کے مزار اقدس پر سیہون شریف (سندھ) لے آئے۔ سجادہ نشین میاں محمد کامل صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے (مولوی قادری بخش کو) کمرے میں لٹا دیا اور فرمایا: قادر بخش نے سات سال کا عرصہ بے خوابی میں گزارا ہے اسے سونے دو"۔ چنانچہ مولوی صاحب سات دن سوئے رہے' بیدار ہوئے تو پیر صاحب میاں محمد کامل صاحب نے فرمایا: پانچ سال تک حضرت قلندرؒ کے مزار کی جاروب کشی کرو' چنانچہ آپ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ایک روز میاں کامل صاحب تخلئے میں عبادت میں مشغول تھے کہ مولوی صاحب نہایت ادب کے ساتھ بغیر اجازت اندر چلے گئے۔ میاں صاحب نے فرمایا: مولوی صاحب اجازت لئے بغیر داخل ہوئے ہو' خیر! حضرت لعل شہباز قلندرؒ بفضل تعالیٰ تم سے راضی ہو گئے ہیں اور تمہیں دوبارہ درس و تدریس کا حکم دیتے ہیں۔ ہمارا ہاتھ حضور انور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ہے اور تمہارا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں ہے جو دامن پکڑے گا اس کا ہاتھ ہمارے دامن میں ہو گا۔ "چنانچہ آپ وہاں سے فائز المرام ہو کر واپس اپنے مدرسے میں آ گئے اور حسب ارشاد درس و تدریس کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔

آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ مدرسہ کے قریب کوئی پانی نہیں تھا' تین میل سے شاگرد پانی لایا کرتے تھے۔ ایک دن شاگردوں نے روزانہ پانی لانے کی تکلیف کا اظہار کیا تو آپ نے ایک گدھا منگوایا اس پر کجاوہ رکھ کر دو خالی گھڑے رکھ دیئے اور ایک کتے کو حکم دیا کہ گدھے کے ساتھ جایا کرو اور روزانہ پانی لانے کا کام کرو۔ چنانچہ ہر روز گدھا اور کتا تین میل کی مسافت طے کرتے' پانی کے جوہڑ پر پہنچنے پر وہاں کوئی نہ کوئی خدا کا بندہ مولوی صاحب کے گدھے کو پہچان کر گھڑوں میں پانی بھر کر رکھ دیتا اور گدھا اور کتا واپس لے آتے۔ ایک دن حسد کے مارے ایک شخص نظر محمد کھوسہ نے مولوی صاحب کے کتے کو دھتکارا اور کہا دور ہو پلید کتے۔ اس کے بعد کتا خاموشی سے بیٹھ گیا اور کام سے کنارہ کشی کر لی۔ آپ کو پتہ چلا تو کتے کو مخاطب ہو کر فرمایا "یار ان لوگوں کو کیا پتہ کہ تم پلید ہو یا پاک' اپنا کام کیا کرو"۔ اس کے بعد کتا پھر سے کام میں مستعد ہو گیا۔

مولوی صاحب لاولد فوت ہوئے۔ پچاسی سال کی عمر میں ۱۳۴۱ ہجری ۱۹۲۳ عیسوی میں وصال ہوا۔ مزار پر انوار گوٹھ عاشق آباد نزد صحبت پور تعلقہ جھٹ پٹ (بلوچستان) میں ہے ہر سال ۲۵ تا ۲۷ ذی الحج کو عرس ہوتا ہے۔ آپ بڑے بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کے سجادہ نشین مولوی احمد خان نے آپ کی سیرت اور کلام "گلزار کا ہاری" کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ نمونہ کلام:

سینہ پر دارم ز سوز شمع حسن گل رخاں — زاں براہ عشق بازی بلبل و پروانہ ام
در جہاں شوریدہ شیدا حال قادر بخش شد — در درون دل جمع با ہمت مردانہ ام

سسی پنوں کا ایک بیت سرائیکی میں ہے جس کا ترجمہ ہے: "اے ہندو لڑکی تجھے اتنا ہوش نہ رہا کہ ہوت تمہارا ہم قوم نہ تھا اونٹوں کے لادنے والوں کے لئے تم نہ جاگ سکیں بلکہ نیند نے تمہیں آ گھیرا ان کے لئے تم نے فاقے نہیں کئے اور نہ ہی تم نے اپنے آپ کو اس قابل بنایا قادر بخش کہتا ہے انہیں کے کام بنتے ہیں جو جاگا کرتے ہیں۔

marfat.com

حضرت صدر الدین عارف ملتانیؒ کے دیگر خلفائے عظام

شیخ صلاح الدین درویش سیستانیؒ

صاحب "مرآۃ الاسرار" کے مطابق آپ قریش الاصل ہیں سلسلہء نسب اسد قریشی تک جا پہنچتا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کی والدہ ماجدہ کے دادا تھے بعض کے نزدیک شیخ عبد اللہ مکیؒ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ شیخ صدر الدین عارف ملتانیؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے آپ اکثر کشمیر کے پہاڑوں میں رہتے تھے اس لئے بعض لوگ آپ کو کشمیری کہتے ہیں۔

شیخ صلاح الدین درویشؒ : اسی طرح ملتان شریف کے ایک اور بزرگ شیخ صلاح الدین درویشؒ (ولادت ۶۴۸ ہجری ۱۲۵۲ء) حضرت صدر الدین عارفؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ یہ بزرگ اپنی سیف زبانی کے سبب صوفیا میں مشہور تھے آپ نے انہیں فرمایا: اگرچہ یہ دور صوفیا کے لئے قطعاً" ناسازگار ہے اور اعلائے کلمتہ الحق میں خطرات بہت ہیں تاہم ہمارے مشائخ اس میدان میں پیش پیش رہے ہیں آج کل دارالسلطنت دہلی کو تم جیسے مجاہدین کی سخت ضرورت ہے جاؤ اور "ہم چوں ذوالفقار علی سیف زبان بے نیام دار۔ خدائے حی و قیوم کے سوا کسی سے مت ڈرو انشا اللہ تم ہر مصیبت سے محفوظ رہو گے" آپ نے انہیں کھڑا کر کے اپنے دست خاص سے خرقہ پہنایا اور بغل گیر ہو کر حصانت الٰہی میں دہلی کو رخصت کیا۔ یہ بزرگ جب رخصت ہوئے تو شیخ العارفؒ پر دفعتاً" ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کا چہرہ آفتاب کی طرح دمک اٹھا اور وجد انگیز طریق سے یہ اشعار گنگنانے لگے :

ما ازاں محتشانیم کہ ساغر گیرند   نہ ازاں مفلساں کاں بز لاغر گیرند
بہ یکے دست' مئے خالص ایمان نوشند   بہ یکے دست دگر "پرچم کافر" گیرند

("پرچم کافر گیرند" سے اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا کہ شیخ نجم الدین کبری سہروردیؒ جو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہم عصر تھے' تاتاری حملے میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت انہوں نے تاتاریوں کا جھنڈا قابو کر لیا۔ دس کافروں نے مل کر زور لگایا مگر شیخ کے ہاتھ سے جھنڈا نہ چھڑا سکے۔ آخر انہوں نے اس کے پھریرہ کو کاٹ لیا۔) شیخ صلاح الدین درویشؒ نے حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی ہمسائیگی میں قیام فرمایا۔ ان کے ساتھ رابطہ اتنا بڑھا کہ دونوں بزرگ یک جان و دو قالب نظر آنے لگے۔ سلطان بلبن کے بعد حکومت کمزور ہو گئی۔ نمک حرام خسرو خان نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ سلطان غیاث الدین تغلق نے سلطنت کو سنبھالا دیا مگر وہ درویشوں کا چنداں معتقد نہ تھا۔ اس سے حضرت رکن عالم سہروردیؒ اور محبوب الٰہیؒ کو سخت روحانی اذیتیں پہنچیں۔ محمد تغلق کا دور آیا تو تمام مشائخ اس وقت ناقابل برداشت مصائب میں پھنس گئے' سب سے بڑا وار اس نے خواجہ چراغ دہلویؒ پر کیا انہیں اپنی جامہ داری یعنی کپڑے پہنانے پر مامور کیا۔ شیخ نے انکار کیا تو ان کو جیل میں ٹھونس دیا۔ اسی طرح شیخ ضیا الدین سنامیؒ' مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا کمال الدینؒ' مولانا عماد الدین غوریؒ' شیخ قطب الدین منورؒ اور مولانا فخر الدین زرادی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابر اولیا کو دربار میں طلب کر کے روحانی کلفتیں پہنچائیں۔ یہ تمام اہل

marfat.com

اللہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے مرید و خلفاء کرام تھے اور ان کی وصیت کے احترام میں خاموش رہے۔ شیخ شہاب الدینؒ "حق گو" نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے زبان کھولی تو سلطان کی سیاست کا شکار ہوئے۔ اس ماحول میں کس کو شہنشاہ کے خلاف لب کشائی کی جرات ہو سکتی تھی لیکن شیخ العارفؒ کے محبوب خلیفہ صلاح الدین درویشؒ اس موقع پر "افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان الجابر" کی تعمیل میں سلطان کو خلق خدا پر رحم کرنے کی نصیحتیں فرماتے رہے اور کبھی کبھی سر دربار ایسی کھری کھری سناتے کہ امراء دم بخود ہو جاتے اور اس کے باوجود سلطان کے عتاب سے بفضل تعالیٰ محفوظ رہے۔ ارباب دانش سمجھ سکتے ہیں کہ اتنی سیف بیانی کے باوجود ظالم اور سخت گیر سلطان کی سیاست اور عتاب سے بچ نکلنا کرامت سے خالی نہیں تھا اور شیخ العارفؒ نے انہیں ملتان سے دہلی روانہ ہوتے وقت جو دعا دی تھی وہ سایہ کی طرح انکے ساتھ رہی اور سپر کا کام دیتی رہی۔ سبحان اللہ!

کہتے ہیں کہ شیخ صلاح الدینؒ کی نگاہ میں بلا کا اثر تھا اور کوئی ان سے نظر ملا کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کسی پر خفگی کی نظر کرتے تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ صاحب "اخبار الاخیار" حضرت محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک جوان گھوڑے پر سوار جاتا تھا' اور وہ گھوڑا بہت خوبصورت اور خوش رفتار تھا' دفعتاً" اس نے گھوڑے کو چابک مارا۔ شیخ صلاح الدینؒ پاس سے گزر رہے تھے اور ان کی نظر گھوڑے پر تھی وہ اس کی خوبصورتی اور سبک رفتاری پر خوش ہو رہے تھے کہ تڑاخ سے چابک پڑنے کی آواز آئی' شیخ اچھل کر ایک جانب کو ہٹ گئے اور سوار پر قہر و غضب کی ایسی نگاہ ڈالی کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس حادثہ کو دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جو نشان چابک لگنے سے گھوڑے پر پڑا تھا وہ اسی شکل میں اور اسی جگہ شیخ کے اندام پر موجود تھا۔

شیخ صلاح الدین درویش کو حضرت چراغ دہلویؒ سے محبت و عقیدت تا زیست رہی آپ کا وصال "تذکرہ العارف" کے مطابق ۱۳۳۹ عیسوی ۷۴۰ ہجری ہے جبکہ "بستان الانبیا فی انوار الاصفیا" میں ۷۴۹ ہجری (مئی ۱۳۴۸ عیسوی) تحریر کیا گیا ہے۔ ہر سال ۲۲ صفر کو آپ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ آپکا مزار حضرت محبوب الٰہیؒ کے مقبرہ سے تین میل دور حضرت چراغ دہلویؒ کے مزار اقدس کے قریب ہے۔ حضرت محدث دہلویؒ نے ایک مناجات آپ سے منسوب فرمائی ہے جسکے چند جملے یہ ہیں :

"الٰہی! بہ حرمت آں وقت و ساعت کہ صلاح درویش را فیل سفید "خواندی۔ "الٰہی! بہ حرمت آں وقت و ساعت کہ صلاح درویش را در زیر درخت برگد در مقام امروہہ اللہ تبارک و تعالیٰ یقرئک السلام "گفتی۔۔۔ الی آخرہ) اس "مناجات صلاح" کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ مجھے اس گھڑی اور وقت کی قسم جبکہ تونے صلاح الدین درویش کو سفید ہاتھی کہا۔ اے اللہ مجھے قسم اس وقت اور گھڑی کی جب تونے صلاح درویش کو امروہہ میں ایک بوہڑ کے درخت کے نیچے فرمایا کہ اللہ یقرئک السلام" (کہ اللہ تجھ کو سلام کہتے ہیں) اور اسی قسم کی مختلف باتیں اس مناجات میں ہیں۔

اولاد امجاد : "مرآۃ الاسرار" کے مطابق حضرت شیخ خاصہ بن شیخ خضر صالحیؒ جن کا مزار قصبہ ایسیحی میں ہے شیخ صلاح الدین درویشؒ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا نے کسی تقریب کے موقع پر دہلی سے جا کر جام لور میں سکونت اختیار کرلی اور شیخ خضر یعنی شیخ خاصہ" کے والد اسی جگہ پیدا ہوئے اور قصبہ

marfat.com

انجونی میں شادی کر کے وہیں رہ گئے۔ مخدوم شاہ خاصہ" وہاں سے نقل مکانی کر کے انیٹھی میں مقیم ہو گئے چنانچہ آپ کی اولاد علم و عرفان سے آراستہ آج تک قصبہء مذکور میں موجود ہے۔ خاصہ" کی وفات ۹۲۲ ہجری (۱۵۱۶ عیسوی) میں ہوئی۔

شیخ احمد معشوق" : صاحب "خزینتہ الاصفیا" کے مطابق شیخ احمد نامی ایک سوداگر قندھار میں رہتا تھا بہت خوبصورت نوجوان تھا اسے شراب کی اتنی لت پڑ چکی تھی کہ بے پئے ایک لحظہ زندگی بسر کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی اتفاق سے شیخ احمد اپنا اسباب تجارت ملتان لے آیا اور بازار میں ایک شاندار دکان کرایہ پر لے کر کاروبار شروع کر دیا۔ کام خوب چل نکلا' شہر بھر میں اس کی شہرت ہو گئی' خوب کمایا اور خوب کھایا اس کی مے خوری کا کسی نے حضرت شیخ العارف" سے بھی ذکر کر دیا اور عرض کی کہ شہر کے تمام بے فکرے اس کے ہاں جمع رہتے ہیں اور دن بھر شراب کا دور چلتا رہتا ہے۔ آپ نے کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا "جب میں بازار سے گزروں تو مجھے وہ نوجوان دکھانا۔ بہرحال میرے شہر میں وہ پردیسی ہے اس سے الجھنا اور بگڑنا بھی تو مناسب نہیں"۔ بات رفت گشت ہو گئی' ایک دن اتفاق سے شیخ العارف" حضرت غوث العالمین" کے مقبرہ کی زیارت کو تشریف لئے جاتے تھے جب اس کی دکان سے گزرے تو غلام نے عرض کی حضور یہی وہ سوداگر ہے جس کی مے خوری کا چرچا حضرت تک پہنچا ہے شیخ نے مڑ کر دیکھا تو ایک بانکا' رنگیلا' چھیلا نوجوان مسند پر بیٹھا پایا اس کی جبین سے سعادت کے آثار ظاہر تھے آپ نے خادم سے فرمایا جس طرح بھی ممکن ہو اس نوجوان کو میرے پاس لے آ۔ حضرت زیارت سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ خادم نے شیخ احمد کو لا کر پیش کر دیا حضرت اسے اپنے ہمراہ حجرہ شریف میں لے آئے۔ گرمی کا موسم تھا خدام نے شربت کا پیالہ پیش کیا' آپ نے اس میں سے ایک دو گھونٹ نوش فرمائے اور پھر وہ پیالہ شیخ احمد کی طرف بڑھا دیا اور فرمایا "بنوش" اس کے پیتے ہی نوجوان کا باطن انوار الٰہی سے جگمگا اٹھا۔ غفلت و بدمستی سے آنکھیں کھل گئیں۔ شیخ کے سراپا پر نظر ڈالی تو کچھ اور ہی کیفیت نظر آئی وہاں شیخ عارف" کہاں تھے معرفت الٰہی کا ایک نور تھا جو زمین سے اٹھ کر آسمان تک باتیں کر رہا تھا۔ شیخ احمد وحدت کے نشے سے مخمور ہو کر شیخ کے قدموں میں گرے اور بیعت کی التماس کی۔ حضرت نے اسے اٹھا کر گلے سے لگایا اور سہروردیہ طریقہ کے مطابق اپنے حلقہء بیعت میں شامل کر لیا۔ شیخ احمد خانقاہ غوثیہ سے واپس روانہ ہوا مگر اس حال میں کہ آنکھیں پر آب تھیں اور نظر قدموں سے اٹھنے کا نام نہ لیتی تھی۔ بازار سے گزرے دکان پر پہنچے تو یاروں کا ٹھٹھ لگ رہا تھا انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ قسم قسم کے چٹکلے چھوڑے شراب کا پیالہ پیش کیا لیکن یہاں تو کایا ہی پلٹ چکی تھی۔ شیخ احمد نے حسرت بھری نظروں سے اس مجمع کو دیکھا اور فرمایا: دوستو! معاف کیجئے میں اب ایسی شراب پی کر آ رہا ہوں جس کا ایک گھونٹ ہمیشہ کے لئے مست بنا دیتا ہے اگر تم بھی ایسے کیف و سرور سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہو تو حضرت شیخ العارف" کے قدموں کی خاک پاک کو سرمہء بصیرت بناؤ اس میخانہ سے کوئی رند بادۂ الست شاکی نہیں۔ جب مجھ سے غریب الوطن پر یہ عنایت ہوئی ہے تو تم جو اس ذات مقدس کے ہم وطن ہو محروم کیسے رہ سکتے ہو۔" شیخ احمد اسی وقت دکان کا تمام مال و اسباب گاڑیوں پر لدوا کر خانقاہ معلی پر لے آیا اور فقراء و مساکین میں بانٹ کر اس طریق سے تجرید

marfat.com

اور تفرید کی زندگی شروع کی کہ سات سال صرف ایک تہمد میں گزار دیے۔ جس مست شباب کی پہر پہر کے بعد پوشاک بدلتی تھی اب اس تن نازنین پر سوائے ایک کہنہ چادر کے اور کوئی پارچہ نظر نہیں آتا تھا' سخت سردیاں اور گرمیاں اسی ایک تہمد میں گزر گئیں۔

معشوق کی وجہ تسمیہ : صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ احمدؒ پر ہر وقت جذب و سکر کا عالم طاری رہتا تھا اور کمال استغراق کے سبب مشغولی سے آنکھ نہیں کھولتے تھے۔ ایک دفعہ سردی کے موسم میں سخت سرد ہوا چل رہی تھی اور پانی جم کر یخ ہو رہا تھا۔ اسی عالم میں آپ غسل کے لئے دریا پر آئے اور کافی دیر تک پانی میں کھڑے رہے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: "اے پروردگار عالم تو بادشاہ ہے اور اپنے بندوں کی اطاعت سے قطعاً" بے نیاز ہے محض اپنی عنایت بے غایت سے بے بضاعت بندوں کو سرفراز فرماتا ہے۔ میں اس محبت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں جو اس ذرۂ بے مقدار کو تیری ذات بے ہمتا سے ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ تیری بارگاہ میں کتنا قرب اور مرتبہ حاصل ہے اس دریا سے قدم باہر نہیں رکھوں گا"۔ ندا آئی: "تیرا مرتبہ ہماری درگاہ میں اتنا ہے کہ قیامت کے دن ایک بڑی مخلوق جو گناہوں سے آلودہ ہو گی تیری سفارش سے آتش دوزخ سے نکال کر بہشت بریں میں داخل کروں گا"۔ شیخ احمد مچل گئے اور عرض کی: "اے پروردگار! تیری رحمت کا کوئی شمار نہیں تیری نعمتوں کا کوئی حساب نہیں' میں اس پر اکتفا نہیں کروں گا۔" جواب ملا: "اے شیخ احمد! تمام طالبان حقیقی نے اپنے آپ کو میرا عاشق بنایا ہے لیکن میں تجھے سرفراز کرتا ہوں اور اپنا معشوق بناتا ہوں"۔ شیخ احمد نے جب یہ مژدۂ فرحت اثر سنا تو فوراً دریا سے باہر نکل آئے' اپنا لباس پہنا اور پیرو مرشد کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں جہاں سے گزرتے لوگوں کی زبانی یہ آواز سنائی دیتی کہ "شیخ احمد معشوقؒ" تشریف لا رہے ہیں' آخر میں آپ پر اس قدر استغراق طاری ہوا کہ سب کچھ ترک کر دیا۔

عدم ادائیگی نماز کی مجبوری : محمد قاسم مولف "تاریخ فرشتہ" لکھتے ہیں کہ شیخ احمدؒ کا جذبہ و عشق یہاں تک پہنچا کہ انہیں جہان اور اہل جہان کی خبر تک نہ رہی۔ مدہوشی کے عالم میں انہیں ادائیگی فرائض کا احساس تک بھی نہ ہوتا۔ ملتان کے علماء ظاہر نے اصرار کیا کہ برائے تقلید شرع بے شعوری و مستی کی بجائے ہوشیاری و حق پرستی کی ضرورت ہے اور نماز پنجگانہ ادا کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا: صاحبو! میں معذور ہوں نماز ادا کرنے کی قدرت مجھ میں نہیں ہے لیکن جب ان کا اصرار بڑھ گیا تو فرمایا: "اچھا اگر مجبور کرتے ہو تو تمہاری خاطر نماز پڑھ لیتا ہوں لیکن سورہ فاتحہ نہیں پڑھوں گا"۔ علماء حضرات نے کہا کہ نماز بغیر فاتحہ کیونکر درست ہو سکتی ہے؟ آپ نے فکر مند ہو کر فرمایا: "اچھا سورہ فاتحہ بھی پڑھ لیتا ہوں لیکن ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھنے پر اصرار نہ کریں"۔ علما نے برہم ہو کر کہا آپ کیسی بات کرتے ہیں کیا اس آیہ کریمہ کے بغیر فاتحہ درست ہو سکتی ہے؟ آپ کو فاتحہ بھی پڑھنا ہو گی اور یہ آیت بھی۔ انجام کار علما کے اصرار پر آپ مصلی پر نماز پڑھنے کے لئے آ کھڑے ہوئے اور نماز شروع کی لیکن جب ایاک نعبد پر پہنچے ان کے ہر بن مو سے خون جاری ہو گیا یہاں تک کہ آپ کی تمام پوشاک خون سے تر ہو گئی' آپ نے نماز توڑ ڈالی اور فرمایا: "بزرگو! اب میں زن حائضہ کے حکم میں

marfat.com

ہوں مجھ پر نماز فرض نہیں رہی" سلطان المشائخ حضرت محبوب دہلویؒ سے فوائد الفواد میں منقول ہے کہ شیخ احمد پر جذب غالب تھا اور کمال استغراق کی وجہ سے آنکھ نہیں کھول سکتے تھے۔

مولانا حسام الدینؒ : آپ شیخ الاسلام صدر الدین عارفؒ کے جلیل القدر خلیفہ تھے اور سالہا سال ان کی خدمت میں رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ صدر الدینؒ کی خدمت میں حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے روضہ مبارک پر حاضر تھا شیخ صدر الدین عارفؒ زیارت سے فارغ ہونے کے بعد باہر تشریف لائے' میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت غوث العالمینؒ کی پائینتی ایک مزار کی زمین کے لئے درخواست کروں تاکہ ان کے قریب ہونے کی برکت سے دوزخ سے نجات پا جاؤں۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "مولانا حسام الدین! زمین از برائے مزار شما دریغ نیست اما حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم زمینے پاک برائے مزار شما در خطہء بدایوں اشارت فرمودہ است' البتہ خاک شما در آنجا آسودہ خواہد شد" (کہ مولانا حسام الدین! میری طرف سے تمہارے مزار کی زمین کے لئے کوئی عذر نہیں ہے لیکن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے مزار کے لئے زمین شہر بدایوں میں تجویز فرمائی ہے' تمہاری مٹی یقیناً وہیں کی ہو گی)۔ حضرت محبوب دہلویؒ کا بیان ہے کہ جب قضا و قدر مولانا حسام الدین کو بدایوں لے گئی تو ایک رات خواب میں حضرت جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جگہ وضو فرما رہے ہیں' صبح کو اس مقام پر گئے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ زمین وضو کے پانی سے بھیگی ہوئی ہے اور وضو کا نشان ظاہر ہے۔ حضرت مولانا نے وصیت کی کہ مجھے اسی مقام پر دفن کیا جائے چنانچہ بعد وفات وہاں دفن کئے گئے۔ آپ کا وصال ۶۸۷ ہجری مطابق ۱۲۸۷ء کو ہوا۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ شیخ حسام الدینؒ قاضی جمالؒ کے نام سے بھی موسوم کئے جاتے تھے چنانچہ محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں آپ کا ذکر قاضی جمالؒ کے نام سے ہی کیا ہے۔

مولانا علاء الدین ملتانیؒ : بمطابق صاحب "تذکرہ صدر الدین عارف" مولانا علاؤ الدین بہترین خطیب' عمدہ قاری اور اپنے دور کے مسلمہ محدث اور مفتی تھے۔ شیخ العارفؒ کے مرید ہوئے آپ نے بھی شفقت فرمائی اپنے حجرہ کے قریب انہیں رہنے کی جگہ دی اور اس محبت اور توجہ سے تربیت فرمائی کہ مولانا تھوڑے سے عرصہ میں درجہء کمال کو پہنچ گئے۔ پیر اور مرید کی یہ الفت روز بروز بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ حضرت محل سرائے سے باہر تشریف لاتے تو مولانا کی طلبی ہوتی۔ گھڑی دو گھڑی آرام کے لئے حرم میں جانے لگتے تو مولانا کے کندھے پر ہاتھ رکھے مہمان خانہ اور حجرہ نشین درویشوں کی بابت ہدایات دیتے چلے جاتے گویا پہلی اور آخری ملاقات مولانا سے ہی ہوتی تھی۔ مولانا کی زبان ہر وقت مصروف تلاوت قرآن رہتی' کلام پاک کا ایک ختم دن کو اور ایک ختم رات کو بالالتزام کیا کرتے اور زندگی بھر یہ معمول رہا۔ اتنے مرتبے اور خصوصی توجہ کے باوجود مولانا کی تشنگی بڑھتی ہی گئی اور حضرت العارفؒ کو بھی ان کی سچی تڑپ کا شدید احساس تھا۔ ایک رات کڑاکے کی سردی میں حضرت تہجد کے لئے باہر نکلے تو کوئی درویش گٹھڑی سا بنا قدموں میں آ گرا۔ حضرت العارفؒ نے پہچانا تو وہ مولانا علاء الدین تھے سردی سے ان کا بدن کپکپا رہا تھا اور اعضا سن ہو چکے تھے' آپ نے انہیں اٹھا کر

marfat.com

گلے سے لگایا اور فرمایا "مولانا! محبوب اللہ شدہٗ دیگر چہ می خواہی؟" یعنی تم خدا کے محبوب تو بن چکے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ مولانا یہ اعزاز پا کر بے خود سے ہو گئے اور وجد میں آ گئے۔ خدا کی شان صبح کو ہر طرف اس امر کا چرچا ہو گیا اور جو بھی ملتا مولانا کو "محبوب اللہ" کہہ کر خطاب کرتا۔

حضرت شیخ العارف بالعموم عصر کے بعد وعظ فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی طبیعت ناساز ہوتی تو مولانا کو وعظ کا حکم دیتے لیکن وہ منبر پر کیسے چڑھتے' ہاں البتہ منبر کو بوسہ دے کر پہلو میں کھڑے ہو جاتے اور ایسی درد انگیز تقریر کرتے کہ حاضرین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتیں۔ تقریباً" چودہ سال اس نہج پر مولانا نے بسر کر دیئے۔ جب حضرت العارف" کا وصال ہو گیا تو حضرت قطب الاقطاب" کی غلامی میں اوقات بسری اختیار کی اور جب وہ بھی پردہ فرما گئے تو پھر مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری سہروردی" سے نیاز مندی کا رشتہ جوڑا اور ۷۴۰ ہجری (۱۳۴۰ عیسوی) میں وصال فرما گئے' مزار شریف ملتان میں ہے۔

حضرت رکن الدین رکن عالم ملتانی" کے دیگر خلفائے عظام
سلطان التارکین حمید الدین حاکم سہروردی"

"تذکرہ حمیدیہ" کے مطابق آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ ہجری جمعہ (۱۱ اکتوبر ۱۱۷۴ عیسوی) کو ہوئی "اذکار قلندری" میں پیر فرح بخش" نے آپکا شجرہ نسب یوں بیان کیا ہے: "حمید الدین حاکم بن سلطان بہاء الدین بن سلطان قطب الدین بن سلطان رشید الدین بن سلطان ابو علی بن شیخ محمد موسیٰ بن شیخ ابو طاہر بن شیخ ابراہیم ابو الحسن علی الہاشمی الہنکاری بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد عمر بن شیخ عبد الوہاب بن حضرت زید بن زیاد بن ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف"۔

آپ کیچ مکران کے بادشاہ تھے آپ نے عنفوان شباب میں ہی تخت و تاج چھوڑ دیا اور تلاش مرشد کے لئے اپنے نانا سید احمد توختہ" کی خدمت میں لاہور آ گئے کچھ عرصہ عبادت و ریاضت کے بعد حضرت توختہ" نے فرمایا: اے حاکم! فلاں کھنڈر میں میرا ایک مرید یاد الٰہی میں مصروف ہے اس سے جا کر پانی مانگو جب وہ آئے تو مٹی کا وہ برتن توڑ ڈالو اور دوبارہ پانی لانے کا حکم دو جب لے آئے تو اسے بھی توڑ دو حتیٰ کہ اس کے پاس کوئی برتن نہ رہے پھر اسے ایک دو گھونسے مار کر واپس چلے آؤ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور سب برتن توڑنے کے بعد اسے دو تین گھونسے لگا دیئے وہ بجائے برا ماننے کے عرض کرنے لگا حضرت میرے جسم پر پوست اور ہڈی کے سوا مجاہدوں نے کچھ نہیں چھوڑا مجھے افسوس ہے کہ آپ کے ہاتھوں کو تکلیف پہنچی ہے۔ سلطان کو اس درویش کی اس تسلیم و رضا پر گہرا اثر ہوا اور دل سے کبر و نخوت کا سارا گرد و غبار دھل گیا۔ آپ کچھ عرصہ نانا بزرگوار کی خدمت میں رہے اور ان کے وصال کا جب وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا نصیبہ سلسلہ ء سہروردیہ میں ہے چنانچہ حضرت توختہ" کے وصال کے بعد آپ بغداد میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی" کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے اپنا مصلیٰ عنایت فرمایا اور کہا تمہارا مرشد ابھی پیدا نہیں ہوا وہ شیخ رکن الدین ہے جو غوث العالمین بہا الدین ذکریا ملتانی" کے پوتے ہوں گے۔ چنانچہ آپ واپس روانہ ہوئے راستے میں مو

marfat.com

نامی ایک قصبہ میں پہنچ کر قیام فرمایا اس شہر کا راجہ لکھ سنگ تھا وہ معہ اپنے خویش و اقارب مسلمان ہو گیا' آپ نے مئو مبارک (بہاول پور کے قریب) میں مستقل اقامت اختیار فرمالی۔

حضرت رکن الدین سہروردی ؒ کی ولادت پر آپ نے ان کی کم سنی میں ہی بیعت کرلی۔ "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق ایک دن آپ سے ملنے کے لئے سلطان غیاث الدین تغلق کا وزیر آیا اس وقت آپ اپنے خرقہ کا بخیہ کر رہے تھے۔ وزیر بد ظن ہوا کہ یہ تو ایک فقیر بے نوا ہے جو اپنا خرقہ سی رہا ہے' آپ نے اس کے خیال سے آگاہ ہو کر اپنے سر کی ٹوپی ذرا ٹیڑھی کی۔ اس کے ساتھ ہی اس وزیر اور اس کے ہمراہیوں کے چہرے ٹیڑھے ہو گئے چنانچہ وہ حضرت کے قدموں میں گر گئے اور معافی مانگی حضرت نے رحم فرمایا اپنی ٹوپی سیدھی کرلی اور ساتھ ہی ان کے چہرے بھی سیدھے ہو گئے۔

"رسالہ حمیدیہ" میں شیخ جمال الدین اوچی ؒ لکھتے ہیں کہ ایک درویش آپ کی خدمت میں آیا' اس وقت شیخ کے ایک خادم کو باؤلے کتے نے کاٹا تھا جس کی وجہ سے اس خادم پر دیوانگی کی وجہ سے حالت خراب تھی۔ حضرت شیخ اس کی غم خواری فرمارہے تھے' آنے والے درویش کے دل میں خیال گزرا کہ حضرت اتنے باکمال درویش ہوں اور ان کے مرید کی باؤلے کتے کے کاٹنے سے یہ حالت ہو؟ آپ نور باطن سے اس کے خیال سے آگاہ ہوئے' اپنے خادم کو فرمایا کہ اپنے زخم پر اپنا لعاب دہن لگاؤ ٹھیک ہو جائے گا۔ میری دعا ہے کہ تو اور تیری اولاد قیامت کے دن تک جب بھی دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے پر اپنا لعاب دہن لگائے گی وہ مریض اچھا ہو جائے گا' خادم نے ایسا ہی کیا اور اسی وقت تندرست ہو گیا۔ اس کی اولاد اس فیض سے بہرہ ور ہوئی۔

وصال : "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق آپ کا وصال ۲۲ ربیع الاول ۷۳۷ ہجری منگل ۲۹ اکتوبر ۱۳۳۶ء میں ہوا۔ سہروردیہ بزرگوں میں سے کسی نے اتنی لمبی عمر نہیں پائی۔

خلفاء : شیخ رکن الدین حاکم ؒ آپ کے سوتیلے بھائی اور فرزندان میں شیخ نور الدین ؒ اور شیخ تاج الدین ؒ زیادہ مشہور ہیں۔ شیخ عثمان سیاح ؒ روایت کرتے ہیں کہ شیخ پیر محمد حرم کعبہ میں ذکر الٰہی میں مشغول تھے' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا کہ میرے فرزند حمید الدین حاکم کے پاس جا کر اپنا باقی نصیبہ وصول کرو اسی رات حضرت حاکم کو بھی باطنی طور پر اشارہ فرمادیا۔ شیخ پیر محمد مئو مبارک حاضر ہو کر عالی مرتبہ پر پہنچے' آپ کا مزار ماتیلہ میں مرجع خلائق ہے۔

شیخ صلاح الدین درویش ؒ سے منقول ہے کہ سلطان بہا الدین غوری خواہر زادہ سلطان علاؤ الدین غوری اور شیخ سکندر غوری بھی شاہی ملازمت ترک کر کے حضرت کے مرید ہو گئے تھے۔ یہ دونوں حق پرست امرا حضرت کے زمانے میں ہی کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ شیخ سکندر غوری کو مئو کے اندر اور شیخ بہاؤ الدین المعروف شیخ بہاول کو قلعہ کے باہر دفن کیا گیا۔

شیخ وجیہہ الدین عثمان سیاح سنامی ؒ

بحوالہ "تذکرہ شاہ رکن العالم" آپ قطب الاقطاب شاہ رکن عالم کے مرید اور قاضی حمید الدین منہاج کے بیٹے تھے۔ حضرت نے بعد تکمیل باطنی انہیں دہلی حضرت محبوب الٰہی ؒ کی خدمت میں روانہ کر دیا اور فرمایا میرا سلام پہنچانا اور جہاں رہنے کا حکم دیں وہیں سکونت اختیار کرلینا چنانچہ تعمیل ارشاد

marfat.com

میں دہلی پہنچے اور حضرت کی خدمت میں مستقل رہ پڑے۔

"خزینۃ الاصفیاء" میں بیعت کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ آپ سنام سے دہلی آئے بڑے پریشان حال تھے، محرری کی نوکری کے لئے تگ و دو کرتے رہے۔ ایک دن دریا کی طرف جانے کا اتفاق ہوا وہاں قطب الاقطاب رکن عالم سہروردیؒ نماز پڑھ رہے تھے ان کی محبت کی کشش نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ حضرت کے قدموں میں گر گئے اور مرید ہوئے ازاں بعد انہیں کے ہمراہ دہلی سے ملتان آئے اور اپنی تربیت مکمل کی۔ ملتان سے اجازت لے کر روئے زمین کی سیاحت کے لئے نکل پڑے۔ بیت اللہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس جیسے مقامات، انبیا و اولیا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک دن بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، گرمی کا موسم تھا حضرت خضر علیہ السلام نے ان پر سایہ کیا اور اپنا لباس معہ دستار کے آپ کو پہنایا اور فرمایا کہ دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں جا کر آرام کرو۔ چنانچہ حضرت محبوب الٰہیؒ سے خاندان چشت کا فیض حاصل کیا۔ ان دنوں سلطان غیاث الدین تغلق نے سماع کی بندش کا حکم جاری کر دیا ہوا تھا کسی قوال کو یہ جرات نہ تھی کہ نغمہ سرائی کرے اسی دوران امیر حسن قوال شیخ عثمان کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اسے فرمایا: آہستہ سے کوئی بیت یا شعر جو دل کو گرمی پہنچائے میرے کان میں پڑھو۔ امیر حسن نے دروازہ بند کر کے دھیمی آواز میں گانا شروع کیا، پہلے یہ شعر پڑھا :

زاہد زدیں بر آمد و صوفی ز اعتقاد　　　ترسا محمدی شد و عاشق ہماں کہ ہست

خزینۃ الاصفیا میں یہ شعر یوں لکھا ہے :

زاہد ز دیں بر آمد و ملا ز استماع　　　کافر محمدی شدو صوفی چنانکہ ہست

شیخ عثمانؒ بے قابو ہو گئے اور اونچی آواز کے ساتھ گانے کی فرمائش کی دروازہ کھول دیا، جب سماع کی آواز باہر آئی تو ہزارہا صوفی اہل سماع آ گئے اور ان کے وجد سے غوغائے عظیم برپا ہو گیا۔ سلطان کو خبر ہوئی تو بہت ناراض ہوا اور حکم دیا کہ نمک حرام خسرو خان نے مشائخ کو جو نذریں پیش کی تھیں وہ فرد اٹھا لاؤ۔ فہرست پیش ہوئی تو اس میں حضرت عثمانؒ کا نام نہیں تھا سلطان بہت خوش ہوا شیخ کو اپنے پاس بلایا سب کی دعوت کی اور قوالوں کو انعام دیا۔ ازاں بعد سماع کی ممانعت کا حکم منسوخ کر دیا۔

آپ کا وصال ۷۳۸ عیسوی مطابق ۱۳۳۸ عیسوی میں ہوا، مزار دہلی میں سلطان محمد تغلق کے تعمیر کردہ پل کے قریب واقع ہے۔

علی بن احمد غوریؒ : آپ حضرت قطب الاقطاب رکن عالم ملتانیؒ کے اعظم خلفا میں ہیں۔ "الاوراد" کے شارح ہیں شیخ عمر غوریؒ بھی آپ کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں۔ "کنزالعبادی شرح الاوراد ابہائیہ) خالص فقہی کتاب ہے اور سہروردی سلسلے میں آئین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے مصنف (علی بن احمد غوری سہروردی) نے یہ کتاب حضرت قطب الاقطابؒ کی وفات کے بعد جا کر ختم کی۔

حاجی صدر الدین "چراغ ہند" جونپوری

بموجب "خزینۃ الاصفیا" آپ حضرت قطب الاقطاب رکن عالم ملتانیؒ کے عظیم القدر خلفا میں

marfat.com

سے تھے۔ خرقہ ء خلافت حاصل کرنے کے بعد ولایت ظفر آباد کی روحانی تربیت پر مامور ہوئے۔ آپ کو وہاں گئے تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ میر اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے مرشد شیخ علاؤ الدین علا الحق بنگالیؒ نے انہیں جونپور کی طرف روانہ فرما دیا۔ حضرت سمنانیؒ نے عرض کی کہ وہاں شیخ رکن عالمؒ کے خلیفہ حاجی چراغ ہندؒ متعین ہیں مگر آپ کے مرشد نے انہیں ظفر آباد ہی جانے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے وہاں لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنا شروع کیا۔ حضرت جہانگیر سمنانیؒ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے بھی فیض یاب ہوئے تھے اور مختلف سلاسل کے صاحب اجازت تھے۔ اور آپ کا خاصہ شہرہ ہوا چنانچہ بہ حکمت ربی سہروردی سلسلہ کے دوش بدوش اس علاقہ میں سلسلہ چشتیہ کو بھی بفضل تعالیٰ بہت فروغ حاصل ہوا اور مخلوق خدا نے بے حد فیض پایا۔ الحمد للہ

حاجی چراغ ہندؒ نے ۷۴۴ ہجری (۱۳۴۴ عیسوی) میں وصال فرمایا۔ مزار پر انوار ظفر آباد میں ہے۔ آپکے حسب ذیل خلفاء میں بادشاہ موسیٰ عاشقاں اور شیخ رکن الدین مسکین کے نام زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ رکن الدین مسکینؒ : آپ حاجی چراغ ہندؒ کے فرزند مرید اور خلیفہ تھے اور مخدوم حسام الدین کے ہم عصر تھے دونوں کا آپس میں گہرا رابطہ تھا ایک دفعہ مخدوم جون پور جاتے ہوئے ظفر آباد سے گزرے تو آپ کے ہاں تشریف لائے۔ شیخ کے گھر ان دنوں بچہ پیدا ہو چکا تھا جو اس وقت چھ ماہ کا تھا' حضرت اسے آپ کی خدمت میں دعا کے لئے اٹھا لائے اور عرض کی کہ میرے کئی لڑکے ضائع ہو چکے ہیں آپ اس کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "انشا اللہ بڈھا ہو گا"۔ شیخ رکن الدین مسکین نے عرض کی "علم بھی نصیب ہو۔ فرمایا: ہو گا"۔ عرض کی! "علم بغیر عرفان غذائے بے نمک ہے" حضرت مخدوم حسام الدین سہروردی اس فقرے پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: عالم بھی ہو گا اور عارف بھی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اپنے والد کی وفات کے بعد مسند نشین ہوا۔

شمس الدین بڈھن سہروردیؒ : مخدوم حسام الدین سہروردیؒ کی زبان سے جو نکلا تھا "انشا اللہ بڈھا ہو گا" تو لفظ "بڈھن" آپ کی عرفیت قرار پایا۔ حضرت شمس الدین بڈھنؒ سے دو سلسلے چلتے ہیں ایک شاہ حبیب اللہ کا جن کے مریدوں میں سید شاہ غلام علی حسینی سہروردیؒ بہت مشہور ہیں اور جن کی خانقاہ پیر نگر ضلع ہگلی (بنگال) میں ہے۔ آپ آج سے دو سو برس پہلے دہلی سے آ کر یہاں مقیم ہوئے تھے۔ اس خانقاہ کا سلسلہ سہروردیہ تیرہ واسطوں سے حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ سے ملتا ہے:۔

سید غلام علی سہروردی پیر نگری عن سید غلام رسول عن شاہ محمد ولی عن شاہ امان اللہ عن شاہ ضیا الحق عن شاہ سراج الحق عن شاہ نور الحق عن شاہ بدر الحق عن شاہ حبیب اللہ عن شیخ شمس الدین ولی عن شیخ رکن الدین مسکین عن حاجی صدر الدین چراغ ہند عن حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالم ملتانیؒ عن شیخ صدر الدین عارف ملتانی عن غوث العالمین حضرت بہا الحق ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت شمس الدین بڈھن کے دوسرے نامور اور ممتاز خلیفہ حضرت قطب الدین بینا دلؒ ہیں۔

خاندان کنبوہ کے سہروردی بزرگ

حضرت شاہ حمزہؒ مارہرہ کے کنبوہوں کا ذکر اپنی کتاب "کاشف الاستار" میں یوں کرتے ہیں :

marfat.com

دریں شہر (مارہرہ) محلہ عمدہ از قوم کنبویاں است و ریاست قانونگوئی چودھری و ... ی ازیں قوم است۔ کنبویاں از قدیم در ملتان و آں حدود توطن داشتہ اند و از آنجا منسوب شدہ ... نا قرار گرفتہ اند و توطن پیدا کردہ اند چنانچہ در شہر میرٹھ، شاہجہان آباد سنبھل، بریلی، کوئل، مارہرہ، دھول پور و گوالیار وغیرہ آباد ہستند۔ گروہے از ابتدا ازاں فریق بردست حضرت مخدوم بہاالدین ذکریا سہروردیؒ و پسر ایشاں صدر الدین قدس اللہ اسرار ہما بشرف اسلام مشرف شدند۔ تا حال در ملتان کنبوئے ہند و نیز ہستند۔ اما روش ایشاں ہمہ پسندیدہ و شرافت لازم ذات ایں فرقہ است"۔

حاجی جمال الدین کنبوہ ملتانیؒ : آپ حضرت غوث العالمین بہا الدین ذکریاؒ کے مرید تھے۔ ایک دفعہ کسی سائل نے حضرت غوث العالمینؒ سے عرض کی کہ اللہ کریم نے جتنے نبی مبعوث فرمائے ہیں مجھے اتنی اشرفیاں عنایت کی جائیں۔ چونکہ انبیا علیہ السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی جاتی ہے اس لئے اتنی بڑی رقم کا مطالبہ خاصہ وزن رکھتا تھا۔ حضرت ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ سائل کو کس طرح راضی کیا جائے کہ حاجی جمال کنبوہ دست بستہ کھڑا ہو گیا اور عرض کی: قبلہ عالم! اس شخص کو میرے حوالے فرمائیں۔ اس کا سوال میں پورا کروں گا"۔ حضرت نے مسکرا کر سائل کو حاجی جمال کنبوہ کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا حاجی جمالؒ نے گھر پہنچ کر سائل کے آگے اشرفیوں کا ڈھیر لگا دیا اور کہا اب تم ایک ایک پیغمبر کا نام لیتے جاؤ اور اشرفیاں وصول کرتے جاؤ۔ سائل حاجی جمال کی اس تصریح سے گھبرا گیا مگر بات معقول تھی ناچار چند نام جو اسے یاد تھے سنا کر ان کی تعداد کے مطابق اشرفیاں وصول کیں اور رخصت ہو گیا۔ حضرت غوث العالمینؒ کو جب حاجی جمال کی اس فراست کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "انشا اللہ! تمہارے خاندان کا ذہن اچھا رہے گا۔" حاجی جمال کنبوہؒ نے کافی عمر پائی، اکثر تذکرہ نگاروں نے ایک سو تیرہ سال عمر لکھی ہے۔ قطب الاقطاب شاہ رکن عالم سہروردیؒ نے انہیں دہلی کی طرف بھیجا تاکہ اپنی قوم کے افراد میں اسلام کی تبلیغ کریں چنانچہ "سلسلۂ عالیہ" کا مولف عنایت حسین لکھتا ہے: "بارشاد حضرت مخدوم رکن الدین رکن العالم نبیرہ حضرت مخدوم بہاء الدین ذکریا قدس سرہما از ملتان بر آمدہ بدہلی رسیدہ توطن گرفت و بہ بزرگی اشتہار یافت"

حاجی جمال کنبوہؒ کے دو صاحبزادے تھے، ایک فخر الدین کنبوہ عرف شیخ احمد۔ یہ ملتان میں رہ گئے، حضرت سماء الدین سہروردیؒ انہی کے فرزند تھے۔ دوسرے بہاء الدین کنبوہ تھے جو والد ماجد کے انتقال کے بعد لاہور چلے آئے اور یہیں آباد ہو گئے۔ اکبری دور کے مشہور کنبوہ امیر شہر اللہ کمبوہ المعروف شہباز خان انہی کی اولاد میں سے تھے۔

شیخ احمد کنبوہ سہروردیؒ : آپ بڑے پایہ کے درویش تھے ایک دفعہ آدھی رات کے وقت انہوں نے اپنے فرزند سماء الدین سہروردیؒ کو طلب کر کے قیمتی نصائح کیں اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی: "الہا! بادشاہا! سما الدین را از کرم عمیم خود ابواب سعادت ابدی و اسباب دولت سرمدی مفتوح و میسر گرداں۔" چنانچہ والد ماجد کی اسی دلی دعا نے سعادت مند بیٹے کو عرفان الٰہی کی منازل طے کرنے میں بڑا اثر دکھایا، شیخ احمد حضرت راجن قتال سہروردیؒ کے مرید تھے۔

شیخ سما الدین کنبوہ سہروردیؒ

آپ حضرت کبیر الدین اسماعیل سہروردیؒ کے (جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے پوتے،

marfat.com

مرید اور خلیفہ تھے) نامور مرید اور خلیفہ تھے ان کا اکثر وقت مرشد کی صحبت میں بمقام دہلی گزرتا تھا۔

حضرت سماء الدین اور مولانا اسحاق کنبوہ دونوں حقیقی بھائی تھے یعنی شیخ احمد کے فرزند۔ دونوں علم و ادب اور فقر و ولایت کے آسمان پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ شیخ اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سماء الدینؒ بارہ برس کی عمر سے نماز تہجد باقاعدگی سے پڑھنے لگے تھے۔ والد ماجد شیخ احمدؒ نے انہیں ایک ستارہ دکھایا ہوا تھا کہ جب یہ ستارہ فلاں جگہ پر پہنچے تہجد ادا کی جائے' چنانچہ وہ حجرے میں سر لحاف سے نکالے ستارے کو دیکھتے رہتے اور وقت پر اٹھ کر تہجد ادا فرماتے۔

مولانا فریدیؒ تذکرہ "قطب الاقطاب شاہ رکن عالم" میں شیخ سماء الدین کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت کبیر الدینؒ کی خدمت میں بیعت کی گزارش کرتے ہوئے عرض کی کہ "خداوند پاک نے پیری اور مریدی کا معاملہ ربط قلب اور فرط محبت پر رکھا ہے اور میں اس معاملے میں اپنے آپ کو حضرت مخدوم کی طرف مستحکم اور مستقیم پاتا ہوں" تو یہ جملہ سنتے ہی حضرت نے مجھے اپنی بغل میں لے لیا اور اپنے حجرہ میں لے جا کر ذکر کی تلقین فرمائی اور دوگانہ کے بعد خرقہء خاص عنایت فرمایا۔ ازاں بعد میرے دل میں خیال آیا کہ درس و تدریس کا سلسلہ ختم کر کے صفائی باطن کی طرف پوری توجہ دوں تو حضرت نے بذریعہ کشف آگاہ ہو کر فوراً فرمایا: نہ بھائی! درس و تدریس کا سلسلہ ختم نہ کیجئے' میں نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی کہ اہل ظواہر و بواطن دونوں تجھ سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ ہمارے پیران عظام ظاہر اور باطن دونوں نعمتوں سے بہرہ مند تھے میں بارگاہ الٰہی سے امید رکھتا ہوں کہ تو بھی ان دونوں نعمتوں سے بہرہ ور ہو گا۔"

۸۲۵ ہجری (۱۴۳۲ عیسوی) میں مرشد طریقت کے وصال کے بعد مولانا اپنے وطن ملتان واپس آ گئے مگر جب ملتان کی حکومت پر رائے سہرہ لنگاہ نے غاصبانہ قبضہ کر لیا تو آپ ملتان سے رنتھمبور اور وہاں سے بیانہ ہوتے ہوئے دہلی آ کر مستقل طور پر متمکن ہو گئے۔

مولانا جمالی "صاحب سیر العارفین" لکھتے ہیں کہ جن دنوں حضرت سماء الدینؒ بیانہ میں قیام فرما تھے سلطان احمد جلوانی نے معہ اکابر و امرا حاضر ہو کر عرض کی کہ سلطان حسین جونپور' دہلی پر حملہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ احقر اس کا حلیف ہے اس لئے اس کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت سخت برہم ہوئے اور فرمایا سلطان بہلول لودھی بڑا زاہد اور عابد ہے اس کے خلاف دعا کیونکہ کر سکتا ہوں' چنانچہ سلطان احمد واپس چلا گیا۔ مولانا جمالی سہروردیؒ مزید لکھتے ہیں ایک دفعہ حضرت نے عین القضاۃ ہمدانیؒ کے مکتوبات کے مطالعہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ہمدانی موصوف کو ایک دفعہ بیس جگہوں سے دعوت کے لئے بلاوا آیا۔ وہ اپنے حجرے سے باہر نہ آئے مگر بیسوں جگہ انہیں شریک دعوت پایا گیا۔ مولانا جمالیؒ فرماتے ہیں میں ان دنوں سلوک کی ابتدائی منزل میں تھا اس لئے میرے دل میں خیال گزرا کہ ایک شخص بیک وقت بیس مقررہ مقامات پر کیونکر حاضر ہو سکتا ہے؟ میں خاموش ہی رہا کچھ وقت گزرا اور پھر ظہر کی نماز کا وقت آ گیا میں حسب معمول وضو کے لئے آفتابہ اور طشت لے کر حجرہ میں گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ حجرہ کے چاروں گوشوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت عین القضاۃ ہمدانیؒ کی کرامت کے سلسلے میں جو خطرہ میرے دل پر گزرا تھا اس کی مجسم تردید کر دی اور

marfat.com

فرمایا: "درویشاں را قوت تمثیل بدیں حد باشد کہ اگر خواہند در یک وقت صد جا حاضر شوند و از خانہء خود ہم قدم بیرون نہ نہند"۔

سلطان بہلول کی حاضری : مولانا سہروردیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت پیر و مرشد (سماء الدین سہروردی) کی خدمت میں حاضر تھا کہ سلطان بہلول لودھی نے حاضر خدمت ہو کر عجز و انکساری سے عرض کی: "اس معتقد کی ظاہری اور باطنی نگاہیں حضرت کے چہرہ اشرف کی طرف لگی ہوئی ہیں کیونکہ حقیقت میں بادشاہ درویش لوگ ہوتے ہیں اور ہم ان کے ریزہ چین ہیں"۔ حضرت نے فرمایا: "ریزہ چیدن از صورت ایشاں ایں معنی دارد کہ اگر کسے را توفیق رفیق، طریق احوال ایشاں نیاید، بارے براہ افعال و اعمال ایں قوم .شاید تا اثر صورت ظاہر درویشاں زنگ کدورت باطن ایشاں نبرداید"۔ پھر کچھ توقف کے بعد فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں پر سخت عذاب ہو گا، ایک وہ بوڑھا جو آخیر تک گناہوں پر کمربستہ رہے۔ دوسرا وہ جوان، جو توبہ کی امید میں اپنے باطن کو معصیت کے حوالے کر دے اور تیسرا وہ بادشاہ جو اپنی بادشاہت کے سفید و سیاہ کا مالک ہو اور پھر جھوٹ سے اپنی زبان آلودہ کرے۔

(۱) بوڑھے آدمی سے ارشاد ہو گا کہ اے سفید بالوں والے سیاہ دل انسان! تجھے ضعف پیری کے بعد جینے کی کیا امید ہو گئی تھی کہ تو نے توبہ کی دیوار کو محکم نہ کیا بلکہ تو نے معصیت کی قوت سے اس کی بنیاد کھود ڈالی۔ (۲) جوان سے خطاب ہو گا کہ اے خطا کار! کیا تو جانتا تھا کہ موت بچے، بوڑھے اور جوان کو نہیں دیکھتی اور تو بڑھاپے کی امید میں صحرائے معصیت میں بصد نخوت رواں دواں تھا اور دیکھ لیا کہ بڑھاپے کی سرحد کو دیکھے بغیر آخرت کے میدان میں آ نکلا۔ (۳) جھوٹے بادشاہ سے رب العزت فرمائیں گے: اے غافل روزگار! تو جھوٹ کس لئے بولتا تھا، سوائے اس کے دنیا سے کچھ فائدہ اٹھا لے آخر تجھے کس چیز کی کمی تھی کہ تو نے اعمال کی کھیتی میں کذب و دروغ کے بیج کو بونے کی کوشش کی۔ اتنا کچھ فرمانے کے بعد شیخ رک گئے اور پھر بادشاہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: اے سلطان! تو بڑھاپے میں تاج و تخت کا مالک بنا ہے، تیرا دل خوف خدا سے شناسا ہے، اپنے آپ کو جھوٹ اور گناہوں سے بچا کر رکھ اور ہر وقت منعم حقیقی کی نعمتوں کا شکر کرتا رہ تاکہ: "لئن شکرتم لا زیدنکم" کے مصداق نعمتوں میں اضافہ پائے۔ نعوذ باللہ ایسا نہ ہو کہ (لئن کفرتم ان عذابی لشدید کا مصداق بنے۔ شیخ کی تقریر کا بادشاہ کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ روتے روتے اس کی داڑھی بھیگ گئی اور عرض کی : "حضرت مخدومی! باوجود اتنے گناہوں کے درویشوں کی محبت اپنے اندر لحظہ بہ لحظہ زیادہ پاتا ہوں، امید ہے کہ حق تبارک تعالیٰ اس گروہ کی محبت کے صدقے مجھے آخرت کے عذاب سے بچالے گا"۔ حضرت نے اپنا خاص مصلیٰ سلطان کو عنایت فرمایا جسے وہ سر پر اٹھا کر رخصت ہوا۔

سلطان بہلول لودھی کی وفات پر حضرت اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فاتحہ و اخلاص کے بعد قدرے مراقبہ فرمایا، پھر اٹھے اور ارشاد فرمایا: "اس شخص نے دنیا میں بھی عیش و عشرت سے زندگی بسر کی اور مرنے کے بعد بھی درویشوں سے محبت رکھنے کے سبب بلند مرتبے پر فائز ہوا۔"

marfat.com

همہ کس طالب یار : مولانا جمالی سہروردیؒ مزید لکھتے ہیں کہ سلطان بہلول لودھی کے فرمان نویس شہاب خان کا لڑکا شیخ محمد فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ ایک دن وہ مستی کی حالت میں حضرت شیخ کی مجلس میں گھس آیا' یہ درویش (جمالی) بھی موجود تھا چاہا کہ اسے نکال دے کہ حضرت نے میرے ارادے کو بھانپ لیا' اس لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا :

همہ کس طالب یار اند' چہ ہشیار' چہ مست   همہ جا خانہء عشق است چہ مسجد چہ کنشت

اس شعر کے سنتے ہی اس لڑکے (شیخ محمد) پر ایک حالت طاری ہو گئی' فوراً سر حضرت کے قدموں میں رکھا اور مرید ہو گیا اور پھر عمر بھر فسق و فجور کے قریب نہ پھٹکا۔

وصال : وصال کے آخری ہفتہ میں حضرت پر استغراق مع اللہ کی کیفیت رہی' کسی سے گفتگو نہ فرماتے تھے' زبان قرآن مجید کی تلاوت میں اور باطن کی نگاہیں حق تعالٰی کے مشاہدہ میں مشغول رہتیں۔ نماز کے وقت وضو کی تجدید فرماتے اور اپنے آپ کو بحر احدیت میں ڈال دیتے۔ منگل ۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ ہجری (۲ فروری ۱۴۹۶ء) عشا کی نماز ادا کرنے کے بعد تبسم فرما کر عالم باقی کو رخصت ہو گئے۔

حامد بن فضل اللہ جمالی سہروردیؒ

آپ ذات کے کنبوہ اور مولانا سماء الدین سہروردیؒ کے داماد' مرید اور خلیفہ تھے۔ بچپن میں ہی ماں باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے' ذاتی استعداد سے علوم متداولہ حاصل کئے اور شعر و شاعری میں نام پیدا کیا۔ قصیدہ غزل اور مثنوی تینوں اقسام میں طبع آزمائی فرمائی "مثنوی مہر و ماہ" شہزادی مہر اور شہزادہ ماہ کی داستان محبت ہے۔ مولانا کی تصانیف میں "سیر العارفین" کو خاص مقام حاصل ہے اس تذکرہ میں آپ نے چشتیہ سلسلہ کے چھ اور سہروردیہ سلسلہ کے سات مشہور مشائخ کے حالات لکھے ہیں ضمنی طور سے بھی بہت سے دیگر مشائخ و صوفیہ کے حالات و واقعات اس کتاب میں آ گئے ہیں۔ پاکستان کی علمی و روحانی اور ثقافتی و تہذیبی تاریخ کے اعتبار سے "سیر العارفین" ایک اہم تذکرہ ہے۔ اس کی تالیف کے متعلق مولانا جمالیؒ لکھتے ہیں کہ جب وہ بلاد اسلامی کے سفر سے واپس آئے اور وہاں کے عجائب و آثار' علماء و صلحا کی ملاقات اور انبیاء و اولیا کی زیارت کے حالات و واقعات احباب کو سنائے تو محبین اور مخلصین اور ارباب صدق و صفا نے ان سے خواہش کی کہ یہ علمی و روحانی روداد سفر قلمبند کر دی جائے تاکہ دوسرے لوگ بھی فوائد و برکات حاصل کر سکیں۔ اس وقت برصغیر میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلے کے مشائخ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور مسلم معاشرے کی تعمیر و تہذیب میں وہ مشغول تھے۔ ان کی سرگرمیاں لاہور و ملتان سے لے کر بنگال و بہار تک برگ و بار لا رہی تھیں اور مسلم معاشرے کو استحکام بخش رہی تھیں۔ بہر حال "سیر العارفین" ایک اہم تذکرہ ہے اس میں جمالیؒ نے اپنے سفر کی جو مختصر روداد جا بجا قلم بند کر دی ہے اس سے اس کی قدر و قیمت میں خاصہ اضافہ ہو گیا ہے اور اس میں بعض ایسے قیمتی اشارے ملتے ہیں جو علمائے تاریخ اور تذکرہ نویسوں کو مستقل دعوت فکر دیتے ہیں۔ اس تذکرہ کے چند واقعات چونکہ ہم نے "سیر العارفین" کے حوالے سے حضرت غوث العالمینؒ حضرت صدر الدین عارفؒ' رکن عالم سہروردیؒ' مخدوم جہانیاںؒ' سید جلال تبریزیؒ' قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ سماء الدینؒ کے حالات میں درج کر دیئے ہیں اس لئے یہاں ان

marfat.com

کا اعادہ نہیں کیا جا رہا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے مولانا جمالیؒ کی مولانا جامیؒ سے ملاقات کا دلچسپ تذکرہ کیا ہے جو ہم تذکرہ شاہ رکن عالمؒ کے حوالے سے درج کر رہے ہیں:۔

مولانا کی شکل و صورت سے وقار ٹپکتا تھا' طبیعت میں شگفتگی اور ذکاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لئے مجمع پر چھا جاتے تھے۔ جس زمانے میں مولانا حرمین شریف کو جا رہے تھے راستہ نہایت دشوار اور پر صعب تھا۔ سامان قزاقوں نے لوٹ لیا کپڑے پھٹ گئے' بدن سفر کے غبار سے گرد آلود ہو رہا تھا۔ مولانا جامیؒ کی شہرت سن کر انہیں ملنے کے لئے ہرات گئے' مولانا جمالیؒ نے بوقت ملاقات اول اپنا حال ظاہر نہ کیا اور پاس جا بیٹھے' تن برہنہ' فقط لنگ باندھے تھے' فقیرانہ حالت تھی۔ مولانا جامیؒ نے پوچھا؟ "میان تو و خرچند فرق است؟" مولانا جمالیؒ نے بالشت بیچ میں رکھ دی۔ حضرت جامیؒ نے تحمل فرمایا اور پوچھا کیستی؟ (کون ہو) انہوں نے کہا: "از خاکساران ہند" حضرت جامیؒ نے پوچھا؟ از سخنان جمالی چیزے یاد داری؟"' آپ نے یہ شعر پڑھے :

دو سہ گز کہ بوریا و پوستکے دلکے پر درد دوستکے
لنگکے زیر و لنگکے بالا نے غم دزد و نے غم کالا
ایں قدر بس بود جمالی را عاشق رند و لاابالی را

حضرت جامیؒ نے پوچھا؟ طبع شعرداری؟ (یعنی کچھ شعر کہتے ہو؟) مولانا جمالیؒ نے یہ مطلع پڑھا:

ما را ز خاک کویت پیراہن است بر تن آں ہم ز آب دیدہ صد چاک تا دامن

یہ کہا اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے' بدن پر تمام گرد پڑی تھی سینہ پر جو آنسو پڑے گرد چاک چاک ہو گئی۔ جامیؒ فراست باطنی سے سمجھ گئے کہ یہی جمالی ہے' اٹھ کر گلے ملے اور تعظیم و تواضع سے پیش آئے۔

مولانا جامیؒ کے علاوہ آپ کی ہرات میں شیخ صوفی مولانا محمد رومی' شیخ عبد العزیز جامی' مولانا مسعود شروانی' مولانا حسین واعظ اور قاضی معین واعظ سے نیز اس سفر میں مولانا جلال الدین محمود دوانی سے بھی نیاز حاصل ہوا۔

غیبی امداد شیخ : مولانا جمالی لکھتے ہیں "کہ سفر میں چند مقامات پر جبکہ بندہ آبادی یا صحرا جہاں کہیں کسی خطرے میں محصور ہوتا اور ہلاکت قریب دکھائی دیتی تو وہیں اپنے پیر و مرشد کی زیارت ہو جاتی۔ حضرت پان کی گلوری پیش کرتے اور وہ تکلیف رفع ہو جاتی۔ اسی طرح سلطان سکندر لودھی کے بعد جب سلطان ابراہیم تخت نشین ہوا اور امراء نے سلطان کو آپ کے خلاف ابھارا تو اس وقت بھی شیخ کی روح پر فتوح آڑے آئی۔

سفر آخرت : مولانا جمالی شہنشاہ ہمایوں کے ہمراہ گجرات کاٹھیاواڑ کی مہم پر گئے ہوئے تھے' جمعہ ۱۰ ذی قعد ۹۴۳ ہجری (۲۰ اپریل ۱۵۳۷ عیسوی) کو وہیں فوت ہو گئے اپنی وصیت کے مطابق اپنے حجرے میں (بمقام دہلی) دفن ہوئے۔

کلام : آپ کا یہ نعتیہ شعر بہت مشہور ہے :

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات تو عین ذات می نگری در تبسمی

یہ ایک رباعی بھی بہت مشہور ہے۔

marfat.com

طال شوقی الی مناز لکم ایسا الفا بون عن نظری
روز و شب مونسم خیال شماست فاسئلوا عن خیا لکم خبری

چند اور شعر ملاحظہ ہوں :

عشق را طے لسانی است کہ صد سالہ سخن دوست با دوست بیک چشم زدن مے گوید
اے از جمالت ایں ہمہ غوغا برائے چیست؟ چوں جملہ حسن تست تماشا برائے چیست؟
امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست؟
زاہد بہ طعنہ گفتہ کہ روئے بتاں مبیں اے بے خبر! دیدۂ بینا برائے چیست؟
می کشی از تیغ جورم، میکنی دل شاد ہم چوں من ریزی و می گوئی مبارک باد ہم
من از کمال غیرت تا دیگرے نہ بوسد از خون دیدہ بوسم ہر دم نشان پایت
صبر و آرام و دل و دیں جمالی ہمہ رفت تو مرو، باش! اگر ہیچ نباشد غم نیست
ترا در نیکوئی کردند مشہور جمالی را نکو خواہ آفریدند
بگفتمش کہ بہ عشاق رحم کن، نہ جفا بخندہ گفت، لکم دینکم ولی دینی
گویند کہ آب لعلش سر چشمہ حیات است ما تشنہ جاں بہ پر دیم، از وے چہ سود مارا
اے جمالی از دہانت تا "بلی" آمد پدید بر تو نازل شد بلائے عشق از روز الست
طائر قدسی بشاخ سدرہ وارد آشیاں زیر دام ز لف او حال گرفتاراں خوش است
گروہے را بدیں ارشاد کردم جہانے را بدیں ارشاد کردم
بحمد للہ، ز فضل لا یزالی جہاں را مرشد دیں شد جمالی

ذیل میں ہم مولانا سماء الدین اور مولانا جمالی سہروردی کے خلفاء اولاد امجاد کا ذکر بحوالہ "تذکرہ قطب العالم رکن عالم" کرتے ہیں۔

شیخ عبد اللہ بیابانی سہروردی : آپ مولانا سما الدین سہروردیؒ کے بڑے بیٹے اور خلیفہ تھے علوم ظاہری و باطنی میں بے نظیر تھے، مجاہدہ ریاضت اور تجرید و توکل میں لاجواب تھے۔ ساٹھ سے زیادہ سال لق و دق بیابان میں گزارے۔ سردی گرمی اور بارش میں بھی کبھی جھونپڑے کا سہارا نہ لیا، اور اس دوران درختوں کے پتے یا پھل کھا کر روزہ افطار کرتے رہے ہر روز کلام پاک کا ختم اپنے اوپر لازم کر لیا رکھا تھا۔ شیر، چیتے، ہرن اور دوسرے وحشی جانور ان سے مانوس ہوگئے تھے اور بغیر کسی جھجک کے ان کے گرد منڈلاتے رہتے۔ صاحب "خزینۃ الاصفیا لکھتے ہیں کہ اوائل میں ان کی شادی ہوئی تھی، مگر جب دیکھا کہ بیوی زہد و ورع میں سنگ راہ بنتی ہے تو اسے طلاق دے دی۔ حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ کے مقبرے پر معتکف رہتے اور ہر نماز کے وقت کپڑے دھوتے اور غسل فرماتے سلطان دہلی نے چند سادات قید کر لئے۔ آپ نے سفارش کی مگر بادشاہ نے قبول نہ کی چنانچہ دہلی کو چھوڑ کر مانڈہ چلے گئے اور بقیہ عمر قلعہ مانڈہ سے چند میل کے فاصلے پر لق و دق صحرا میں بسر کردی وہیں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات بقول صاحب "خزینۃ الاصفیا" ۹۳۶ ہجری (۱۵۳۰ء) ہے۔

marfat.com

شیخ نصیر الدین سہروردیؒ : آپ مولانا سماء الدین سہروردیؒ کے دوسرے فرزند تھے' سفر و حضر میں اپنے والد کے ہمراہ رہے' ان کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے۔ صورت و سیرت سے آراستہ و پیراستہ تھے' زندگی بھر سنت نبوی علیہ السلام کے خلاف کوئی کام نہ کیا مزار شریف دہلی میں ہے۔

شیخ عبد الغفور المعروف شیخ لادنؒ : آپ شیخ نصیر الدینؒ کے فرزند تھے انہیں سے خرقہ خلافت پایا۔ آپ کے دادا شیخ سماء الدین سہروردیؒ فرمایا کرتے کہ شیخ عبد الغفور "چراغ خانہء ما است" آپ کے صاحبزادوں میں شیخ محمد کنبوہی کا نام علمائے معقول میں سر فہرست ہے۔ ان کے فرزند شیخ احمد کنبوہی تھے جن کا شمار علمائے منقولات میں ہوتا ہے (جن کی وفات ۱۰۱۴ ہجری ۱۶۰۵ء کو ہوئی) شیخ لادن کی ولادت بحوالہ (مولف "خاندان زبیری کنبوہی" ۸۸۶ ہجری (۱۴۸۱ عیسوی) اور وفات ۹۳۵ ہجری (۱۵۲۸ عیسوی) میں ہوئی۔ دہلی میں مدفون ہوئے۔

شیخ ادھن زین العابدینؒ : آپ حضرت مولانا عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمتہ کے جد مادری تھے اور مولانا سماء الدین کے اکابر خلفا میں سے تھے حد درجہ متورع اور متعبد تھے۔ طبیعت میں انکساری اور نیاز مندی بدرجہء غایت تھی۔ اکثر اوقات روزہ سے رہتے اور افطاری میں بڑی احتیاط کرتے۔ حضرت محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت والدم فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو گھر کے اندر اور باہر یکساں رہتا ہو لیکن شیخ جس آداب اور اوضاع سے دیوان خانہ میں اوقات بسر کرتے بالکل اسی طرح درون خانہ یعنی خلوت خاص میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ہمیشہ ذکر ذات میں مصروف رہتے۔ نہایت حسین اور چہرہ اقدس سے نور برستا تھا۔ علم اور تقویٰ آپ کی جبین اقدس سے ظاہر تھا' آپ مولانا عبد اللہ تلنبی کے شاگرد تھے' وصال ۹۳۸ ہجری (۱۵۲۸ء) کو ہوا اور دہلی حوض شمسی کے قریب مدفون ہوئے۔

مولانا جمالی سہروردیؒ کے جانشین و خلفاء وغیرہ

شیخ گدائی سہروردیؒ : یہ مولانا جمالیؒ کے صاحبزادے تھے اور باپ کی طرح دربار شاہی میں بلند مقام تھا۔ پہلے ہمایوں بادشاہ کے مصاحب بنے جب دہلی پر شیر شاہ نے غلبہ پایا تو یہ مع اہل و عیال ارض مقدس چلے گئے۔ شہنشاہ اکبر تخت نشین ہوا تو واپس آئے اور خان خاناں محمد بیرم خان کی وساطت سے صدر الصدور بنے۔ جب بیرم خان کا ستارہ گردش میں آیا تو آپ نے زندگی کا آخری حصہ جیسلمیر میں گزارا۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے دہلی واپس آئے اور ۹۷۶ ہجری (۱۵۶۸ عیسوی) میں انتقال فرمایا۔

شیخ عبد الحی حیاتی سہروردیؒ : آپ مولانا جمالیؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ علم و فضل اور اخلاق حمیدہ میں بے مثال اور انشا پردازی میں یکتائے روزگار تھے۔ فی البدیہہ شعر کہتے تھے' ہمیشہ احباب کو راضی رکھتے اور ہر گروہ سے محبت سے ملتے۔ سلطان سلیم شاہ سوری آپ کا بڑا معتقد تھا بڑے مہمان نواز تھے۔ ۳۶ سال کی عمر میں ۹۵۹ ہجری (۱۵۵۲ء) میں فوت ہوئے قبر شیخ جمالیؒ کے مزار کے باہر صفہ پر ہے۔

شہاب خان کنبوہؒ : آپ مولانا سماء الدین سہروردی کے قریبی عزیز تھے' اصل نام شہر اللہ تھا' آپ کے والد کا نام صدر الدین اور دادا شیخ بہا الدین اور جد امجد حاجی جمال الدین کنبوہ سہروردی تھے جن کا

marfat.com

ذکر پہلے آ چکا ہے۔ شہاب خان اکبر اعظم کا مصاحب تھا اگرچہ نہ عالم تھا اور نہ صوفی مگر دل میں دین کی محبت اور غیرت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ بیربل نے اسلام پر چوٹ کی تو سر دربار اسے ڈانٹ پلائی۔ ایک دفعہ شہنشاہ اکبر کے ہمراہ چہل قدمی کے دوران نماز کا وقت آ گیا تو بادشاہ کا ہاتھ (جو اس نے دوران چہل قدمی پکڑا ہوا تھا) جھٹک کر چھڑا لیا اور وہیں نماز کی نیت باندھ لی۔

شیخ عنایت اللہ کنبوہؒ : آپ سلطنت مغلیہ کے عہدیدار تھے' آخری عمر میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت الٰہی اور مذہبیات کے مطالعہ میں منہمک ہو گئے دور شاہجہان کی "تاریخ دلکشا" اور "بہار دانش" مشہور تصنیفات ہیں جو اسلامی دور میں بطور امداد کتب پڑھائی جاتی تھیں۔

ملا صالح کنبوہؒ : آپ شیخ عنایت اللہ کے بھانجے اور داماد تھے۔ اورنگ زیب کے استاد تھے' عالمگیری دور کی مفصل تاریخ "عمل صالح" آپ کی مشہور تصنیف ہے' آپ نے موچی دروازہ لاہور میں ایک مسجد بھی بنوائی جو مسجد ملا صالح کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ عنایت اللہ اور ملا صالح کا مقبرہ ایمپرس روڈ نزد ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس ایک گرجے کے احاطہ میں اب تک موجود ہے۔

marfat.com

باب چہارم
خاندان غوثیہ کے چند دیگر بزرگ
مخدوم صدر الدین محمد ثانیؒ

بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" حضرت رکن عالم ملتانیؒ کی اولاد نرینہ نہیں تھی' انہوں نے اپنے بھتیجے صدر الدین بن عماد الدین اسماعیلؒ کو بطور اولاد پرورش کیا تھا۔ بڑے جید علما ان کی تعلیم و تربیت پر مامور فرمائے۔ سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ ان کے نگران اعلیٰ تھے جو کبھی کبھی خود بھی انہیں پڑھاتے تھے۔ بوقت وصال حضرت رکن عالمؒ نے ان کے حق میں جانشینی کی وصیت فرمائی تھی چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وہی سجادہ نشین خانقاہ غوثیہ ہوئے۔ حضرت حاکمؒ ۲۲ ربیع الاول ۷۳۷ ہجری (۲۹ اکتوبر ۱۳۳۶ء منگل) کو وصال فرما گئے جس کا حضرت مخدوم کو بڑا صدمہ ہوا شیخ الاسلامی کا منصب اس خاندان میں چلا آتا تھا وہ حضرت رکن عالمؒ کے وصال کے بعد ختم ہو گیا کیونکہ سلطان محمد تغلق اپنے تشدد کے باعث بہت بد نام ہو رہا تھا اس لئے حضرت مخدوم صدر الدین ثانیؒ نے حکومت سے رابطہ قائم رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ سلطان محمد تغلق دوران سفر ٹھٹھہ سندھ میں اتوار ۲۱ محرم ۷۵۲ ہجری (۲۰ مارچ ۱۳۵۱ عیسوی) میں فوت ہو گیا تو اس کی جگہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے عنان حکومت سنبھال لی جو نہایت نیک نفس اور فقیر دوست تھا۔ سلطان محمد تغلق کی ٹھٹھہ کی مہم میں شہزادہ کمال الدین (جو اب فیروز تغلق تھے) بھی ہمراہ تھے۔ اس کی وفات کے بعد سلطان فیروز سیوان اور ٹھٹھہ سے ہوتا ہوا ملتان آیا اور اکابر بزرگان بالخصوص حضرت غوث العالمینؒ کے مزارات پر حاضری دی۔ اس موقع پر مخدوم صدر الدین محمد ثانیؒ نے خطیر رقم بطور ہدیہ پیش کی جس پر سلطان نے کہا: "صاحبو! اس وقت ضرورت کے پیش نظر آپ کا یہ ہدیہ قبول تو کر لیتا ہوں مگر یہ مجھ پر قرض ہے۔ دہلی پہنچ کر واپس کردوں گا" چنانچہ دہلی پہنچ کر سلطان نے یہ رقم واپس کردی ملتان حاضری کے دوران سلطان نے حضرت مخدوم کو دہلی آنے کی دعوت دی جو حضرت نے قبول فرمالی۔ قصر شاہی میں دربار منعقد ہوا' سلطان نے آپ کو شیخ الاسلامی کے منصب کو قبول کرنے کی درخواست کی جو حضرت مخدوم نے قبول فرمالی اور واپس ملتان آ گئے۔ شیخ الاسلامی کے عہدے کی صراحت اگر ہم یہاں کر دیں تو مناسب ہو گی۔ شہاب الدین ابو العباس احمد دمشقی المتوفی ۷۴۷ ہجری (۱۳۴۸ عیسوی) نے "مسالک الابصار فی ممالک الامصار" کے نام سے ایک ضخیم کتاب (جو بیس جلدوں پر مشتمل تھی) مرتب کی تھی جس میں شیخ مبارک کی روایت سے سلطان محمد تغلق کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اس میں منصب شیخ الاسلامی کی بابت لکھا ہے کہ "اسلامی دور میں قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلامی کے دو موقر عہدے ہوتے تھے جنہیں دس دس قصبات جاگیر میں ملتے تھے۔ قاضی القضاۃ کا کام مقدمات کی سماعت اور احکام سزا وغیرہ دینا تھا۔ شیخ الاسلام کا کام شرع کے مطابق مسائل عامہ طے کرنا تھا۔ علما و فقہا کے جملہ امور قاضی القضاۃ سے اور مشائخ و فقرا کے تمام معاملات شیخ الاسلام کی وساطت سے طے پاتے تھے"۔

عفیف شمس سراج مصنف تاریخ "فیروز شاہی" سلطان سے حضرت مخدوم کی ایک ملاقات کا

marfat.com

حال یوں بیان کرتے ہیں :

ایک روز شیخ الاسلام صدر الدین" محمد بادشاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور وجہ ء معاش کا ذکر ہو رہا تھا' بادشاہ نے ان دنوں رعایا کے لئے وظائف کا کوئی تازہ حکم جاری کیا تھا' اس پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے فرمایا: "رحلت کے وقت مومن کے قلب پر دو رنج و الم طاری ہوتے ہیں' ایک اندوہ دینی اور دوسرا رنج دنیاوی۔ اندیشہ ء دینی سے یہ مراد ہے کہ لحات آخر میں یا تو مومن اپنی فطری خصلت و کیفیت کے مطابق رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں اس کو نجات کی بشارت ہوتی ہے یا عذاب آخرت کی۔ اس لئے کہ کسی شخص کو اپنے خاتمہ کا صحیح علم نہیں ہے اور یہ کہ سوائے انبیا علیہم السلام اور عشرہ مبشرہ کے کوئی فرد عصمت انسانی کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ دوسرا اندوہ جو مومن کے قلب پر طاری ہوتا ہے وہ دنیاوی رنج و الم ہے۔ ہر شخص سکرات کے عالم میں اسی فکر و الم کا شکار ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بال بچے کس حالت میں زندگی بسر کریں گے۔ جہاں پناہ نے اپنے عہد معدلت مہد میں ہر مومن کو دنیاوی فکر و رنج سے نجات دے دی ہے۔ اس حکم میں رعایا کے لئے اطمینان اور حضرت بادشاہ کے لئے بے شمار ثواب ہے اور میرا ایمان ہے کہ آپ نے جو کہ تخلق کا درجہ رکھتے ہیں مومن کے قلب کو دنیاوی رنج و غم سے نجالت دلا دی ہے تو پروردگار عالم جو خالق مطلق ہے اور جس کا رحم و کرم بے شمار ولا محدود ہے اپنے بندے کو دینی فکر (عاقبت کے غم) سے بھی نجات دے دے گا اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دارالسلام میں جگہ عنایت فرمائے گا"۔ سلطان آبدیدہ ہو گیا اور عرض کی: "حضرت آپ کو معلوم ہے کہ قدیم سلاطین نے صرف چند روز دنیا میں حکمرانی کی اور اس کے بعد دنیا سے چل بسے ہم کو بھی ایک روز اس جہان فانی سے سفر کرنا ہے"۔ اس کے بعد بادشاہ نے یہ شعر پڑھا :

چوں بزم ما بہ بنی خالی ز ما بگوئی ۔۔۔ روزے دریں محلت غوغا زدے حسابی

یہی درویش صفت سلطان جب ۷۶۵ ہجری (۱۳۶۳ عیسوی) میں ملتان آیا تو حضرت مخدوم" نے اپنا خواب سلطان کو سنایا جس میں حضرت غوث العالمین" نے انہیں فرمایا کہ تم لوگوں نے قطب الاقطاب (رکن عالم") کو میری پائنتی دفن کر دیا ہے جس کی وجہ سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے چنانچہ سلطان کی موجودگی میں ہی حضرت رکن عالم" کا جسد مبارک موجودہ جگہ ء مزار پر منتقل کیا گیا جس کی تفصیل حضرت کے حالات میں درج کی جا چکی ہے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بموجب "خلاصتہ الاحباب" شیخ صدر الدین ثانی" کا وصال ۷۶۶ ہجری (۱۳۶۵ عیسوی) میں ہو گیا اور وہ اپنے آباء کرام کے پہلو میں دفن ہوئے۔

غوث زمان مخدوم بہاء الدین ثانی"

آپ حضرت صدر الدین شہر اللہ" کے فرزند تھے ان کے وصال پر ۹۲۰ ہجری (۱۵۱۴ عیسوی) میں صاحب سجادہ بنے صاحب "تحفتہ الکرام" لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے' سندھ کے اکثر مشائخ اور عامتہ المسلمین ان کے مرید تھے ان کی اولاد میں سے بے شمار نفوس قدسیہ نے سیر و سیاحت اور رشد و ارشاد کی غرض سے سندھ کو نوازا ہے اور ان کے پر شکوہ مزارات مختلف جگہوں پر

maarfat.com

ہیں۔ بحوالہ "تذکرہ صدرالدین عارف" سندھ کے اکابر خلفاء میں شیخ جیو" راجی سومرائی" جرکس ڈناتی" ابراہیم ناگورائی" گاڑھو صدر" اور شیخ برکیہ" کے اسمائے گرامی زیادہ مشہور ہیں اور حضرت مخدوم حضرت غوث العالمین قدس سرہ کے پہلے سجادہ نشین ہیں جنہوں نے ارادتمندوں کی تربیت باطنی کے لئے سندھ کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ ان دنوں جب آپ ٹھٹھہ میں منزل انداز تھے' چند سندھی جاہل مریدوں نے طے کیا کہ حضرت مخدوم" (بہا الدین ثانی) کو شہید کر کے یہاں مقبرہ بنالیں تاکہ سندھ کے لوگوں کو ملتان کے سفر کی صعوبتوں سے نجات مل جائے۔

چراغ حرم شیخ جیو" : شیخ جیو" ولد شیخ نعمت اللہ حضرت مخدوم" کے مرید اور قریبی رشتے دار تھے اور وہ سلاطین سمہ کے زمانے سے ٹھٹھہ میں مقیم تھے۔ جب انہیں اس سازش کا علم ہوا تو انہوں نے شیخ پر تصدق ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وقوعہ کی رات کو حضرت مخدوم دیر تک مصلی پر بیٹھے رہے اور جب خواب گاہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو شیخ جیو" نے قدم بوس ہو کر عرض کی کہ میں عرصہ سے ایک آرزو دل میں لئے پھرتا ہوں اگر اجازت ہو تو عرض کر دوں۔ فرمایا ہاں کہو' شیخ جیو" نے عرض کی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے ہجرت فرمائی تھی تو اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو استراحت کرنے کا شرف بخشا تھا میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی آج یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع بخشئے۔ حضرت کی جبین مبارک پر شکن کے آثار ظاہر ہوئے کچھ تامل کرنے کے بعد فرمایا: کیا تم نے اس کے نتائج پر غور کر لیا ہے؟ شیخ نے عرض کی جی حضور' حضرت مخدوم نے فرمایا: "بہتر"۔ اس کے بعد پیر اور مرید نے اپنی اپنی خوابگاہیں تبدیل کریں۔ آدھی رات کو چند سائے حضرت غوث زمان کی خوابگاہ کی طرف بڑھے۔ بیک وقت چند تلواریں چمکیں اور شیخ جیو" اپنے مرشد پر قربان ہو گیا۔ صبح کے دھندلکے میں حضرت مخدوم شیخ جیو" کی خوابگاہ میں داخل ہوئے اور شیخ کے جسم کے ٹکڑے دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ ادھر ان جاہل قاتلوں نے جب حضرت کو بخیریت دیکھا تو دم بخود ہو گئے۔ شیخ جیو شہادت کا مرتبہ لے گیا' حضرت مخدوم نے خود انہیں قبر میں اتارا اور فرمایا "شیخ جیو مکی جو ڈیوو" (یعنی شیخ جیو چراغ حرم ہے)۔ چنانچہ وہ بخت بیدار آج تک اسی لقب سے مشہور ہے اس کا مزار مکلی کی پہاڑی پر واقع ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا مریدوں کے لئے میرا یہ حکم ہے کہ جو میری قبر کی زیارت کو ملتان آئیں پہلے اس جانثار کے مزار پر حاضری دیں چنانچہ آج تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ زائرین کی جماعت جب سندھ سے ملتان روانہ ہونے لگتی ہے تو پہلے اس کی خانقاہ پر حاضری دیتی ہے اور ہر سندھی "شیخ جیو مکی جو ڈیوو" کے مزار پر عقیدت کے پھول چڑھاتا ہے۔

بموجب "تحفتہ الکرام" ہر مہینے کی پہلی سوموار کی رات ان کے مزار پر عظیم اجتماع ہوتا ہے اور درگاہ پر غائت نورانیت کا سماں ہوتا ہے۔ بحوالہ "اذکار قلندری" حضرت مخدوم نے اس واقعہ کا گہرا اثر لیا اور ملتان واپس پہنچ کر ایک اعلان عام کے ذریعے سندھیوں کو ملتان آنے سے منع فرما دیا چنانچہ کچھ عرصہ یہ سلسلہ بند رہا تو ارادت مندوں نے سندھ کے خدا رسیدہ درویشوں راجی سومرائی" جرکس ڈناتی" ابراہیم ناگورائی" اور گاڑھو صدر" کی طرف رجوع کیا کہ وہ ملتان جا کر حضرت مخدوم سے سندھیوں کی خطا معاف کرائیں کیونکہ ٹھٹھہ کے چند جاہلوں کی حماقت کا تمام سندھیوں کو تو خمیازہ نہ

marfat.com

بھگتنا پڑے۔ چنانچہ سندھ کو درویش ابراہیم ناگورانی کی امان میں چھوڑ کر باقی درویش ملتان روانہ ہوئے ملتان شہر پہنچنے پر ندی حائل ہوئی مگر کشتی پر ملاح نے سوار کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ کشتی سندھی پیر کشوں کے لئے نہیں ہے اس پر ایک درویش اپنے کشکول کو کشتی بنا کر اس پر سوار ہو گیا' جب محلرائے غوثیہ کے قریب پہنچا تو حضرت مخدوم کو کشف کے ذریعے معلوم ہو گیا۔ حضرت نے فصیل کے قریب جھانک کر غضب کی نگاہ ڈالی جس سے سندھی فقیر کی کشتی ہچکولے کھانے لگی' درویش نے عرض کی حضرت! اگر پیر و مرشد کا غصہ فقیر کے غرق ہونے سے فرو ہو سکتا ہے تو زہے سعادت لیکن خدا کے لئے سندھی غلاموں کو معاف فرما دیجئے۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا "ہم نے معاف کیا" اس طرح ملتان کا داخلہ سندھیوں کے لئے کھل گیا۔

وصال : حضرت کی زندگی آستانہ ء عالیہ پر ہی گزری اور ہزاروں سعید روحوں نے فیض حاصل کیا جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۹۵۰ ہجری مطابق (۱۵ جون ۱۵۴۳ عیسوی) کو وصال فرمایا۔

اولاد : حضرت کی شادی پیر خواجہ نوریؒ ولد پیر علی قتالؒ کی دختر بی بی فاطمہ سے ہوئی تھی جن کے بطن عفت سے دو صاحبزادے تولد ہوئے ایک شیخ کبیرؒ اور دوسرے شیخ محمد یوسف الملقب بہ لعل عیسنؒ۔

مخدوم شیخ محمد اسمٰعیل قریشیؒ

یہ حضرت مخدوم صدر الدین شہر اللہؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے' نہایت عالم' زاہد اور بڑے مرنجان مرنج بزرگ تھے' بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" جب شاہ حسن ارغون نے ملتان پر (۱۵۲۸ عیسوی) ۹۳۸ ہجری میں دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اہل ملتان نے برسم رسالت حضرت مخدوم کو اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ حملہ کے ارادے سے باز آ جائے مگر وہ باز نہ آیا۔ حضرت مخدوم نے اہالیان شہر کو مطلع فرما کر خود بدین (جو بلوچستان میں ایک قصبہ اور ریلوے سٹیشن ہے) ہجرت فرما کر وہیں مستقل آباد ہو گئے اور اس تمام علاقہ اور گرد و نواح کو رشد و ہدایت سے فیض یاب فرمایا۔

سسی پنوں : صاحب "تحفۃ الکرام" نے حضرت مخدوم کے متعلق بسلسلہ "سسی پنوں" ایک دلچسپ حکایت بیان کی ہے جو برائے وضاحت عرض ہے کہ سسی شہر بھنبور کی ایک حسینہ تھی۔ کیچ کا شہزادہ پنوں اس پر عاشق ہو گیا۔ بڑی مشکلات کے بعد ان کی شادی ہوئی لیکن عین شب عروسی میں اسے پنوں کے بھائی دھوکے سے اٹھا کر لے گئے سسی پیادہ پا ان کے تعاقب میں بیابان میں دوڑی مگر ہلاک ہو گئی۔ پنوں خان کو جب ہوش آیا تو وہ اس کی تلاش میں دوڑا اور اس کی قبر پر آیا' اس میں شگاف ہوا اور یوں یہ طالب و مطلوب مل گئے۔ حضرت مخدوم اونٹ پر سوار ہو کر ان کی قبر پر تشریف لائے' اونٹ کو جنگل میں چھوڑ دیا اور قبر پر معتکف ہو کر بیٹھ گئے کہ جب تک اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ نہ لوں گا کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔ تین دن اسی طرح گزر گئے' چوتھے دن ایک بڑھیا کھانا لے کر آئی اور شیخ کو پیش کیا' حضرت نے فرمایا کہ جب تک سسی پنوں کو دیکھ نہ لوں کچھ نہیں کھاؤں گا' بڑھیا نے کہا: اے درویش سسی میں ہی ہوں۔ پنوں کو دیکھنے کا خیال چھوڑ دے' حضرت نے فرمایا میں کیسے یقین کر لوں کیونکہ سسی تو نوجوان اور حسن و جمال کا پیکر تھی اور تو بوڑھی عورت ہے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ غائب ہو گئی اور اس کی جگہ ایک خوبرو حسینہ ظاہر ہوئی جس کے ہاتھوں اور پیروں پر

marfat.com

سہاگ کی مسندی لگی تھی اور کہا: اے مرد درویش میں نے تیرا کہا مانا اب کھانا کھالے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے تجھے تو دیکھ لیا ہے مگر تیرے محبوب کو دیکھے بغیر کھانا کیسے کھا سکتا ہوں تو جانتی ہے کہ یہ فقیر کا عہد ہے اور درویش عہد توڑا نہیں کرتے۔ سسی نے آبدیدہ ہو کر عرض کی کہ آپ کے پاس اونٹ ہے اور میں پہلے ہی اونٹ والوں سے اپنا محبوب چھنوا چکی ہوں دوبارہ کیسے دھوکا کھاؤں۔ حضرت نے فرمایا: بی بی میں قریشی ہوں اور حضرت غوث العالمین" کا پوتا ہوں نہ بلوچ ہوں اور نہ بلوچوں کا وکیل، وہم نہ کر اور پنل کو لے آ ورنہ فاقوں سے جان دے دوں گا" سسی مجبوراً قبر میں گئی اور پنوں خان کو کمر تک باہر نکال لائی اس کے بعد دونوں روپوش ہو گئے۔

منقول ہے کہ اکثر بزرگوں نے ان دونوں عاشقوں کو مختلف حالتوں میں دیکھا ہے لیکن کوئی مسافر جو اس طرف سے گزرے اور ان کے حالات کی تفتیش کرے تو کسی نہ کسی مصیبت میں ضرور پھنس جاتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جو مسافر اس مقام پر شب بیداری کرے اسے غیب سے طعام پہنچتا ہے (تاریخ سندھ از مرزا محمد کلیم برلاس)

وصال : حضرت مخدوم کا وصال بدین میں ہوا' مزار پر انوار دیہہ سال میں میروا کے کنارے واقع ہے اور مرجع ء خلائق ہے۔

مخدوم محمد صدر الدین" : آپ مخدوم شیخ شہر اللہ" کے تیسرے صاحبزادے تھے ان کی اولاد میں بھی کئی قطب اور ابدال ہوئے ہیں۔ ان سب کا رخ پنجاب' سرحد اور کشمیر کی طرف ہوا چنانچہ میانوالی' سرگودھا' جہلم' لاہور اور گوجرانوالہ کے اضلاع میں ان کے بے شمار خانوادے آباد ہیں آپ کے تین فرزند تھے' حضرت پیر علی قتال"' شیخ شمس الدین لاہوری" اور شیخ ابوبکر" ان میں سے جن حضرات کے حالات دستیاب ہو سکے ہیں ان کا اجمالی ذکر ہم مناسب مقامات پر کریں گے۔

عبد اللہ شاہ" المعروف شان ابن نکر والا : بحوالہ "تحفۃ الکرام" آپ شیخ اسمٰعیل" کے بڑے صاحبزادے تھے یہ صاحب فضل و کمال نکرا بن شاہ میں مدفون ہیں' ان کی اولاد موضع بہاالدین پور میں آباد ہے جن میں شیخ امام الدین" ابن شاہ ثانی" اور شیخ امام الدین" ثانی ہر ایک صاحب آیات و کرامت تھے اور شیخ بدر الدین" بھی سہروردی سلسلہ کے صاحب اثر بزرگ تھے۔ شیخ بنی لدہ وار ثالث شیخ علیم الدین' علامہ علی قانع مصنف "تحفۃ الکرام" کے زمانہ میں اپنے بزرگوں کی مسند سہروردیہ پر فائز تھے۔

سید علی شیر" : آپ شیخ شہاب الدین المعروف راجن شاہ" کے فرزند اور سلسلہ سہروردیہ کے صاحب کمال درویش تھے۔ علامہ قانع کے بقول بارہویں صدی میں مریدوں کی درخواست پر "کچھ" ریاست میں تشریف لے گئے وہاں کے رؤسا نے زرخیز اراضی کے ٹکڑے نذر کئے چنانچہ ناڑاپلی شریف میں آپ نے مستقل سکونت اختیار کر لی اور سلسلہ ء سہروردیہ کی ترویج فرمائی۔

پیر محمد باقر شاہ قلندر سہروردی" : بحوالہ "تحفۃ الکرام" آپ مخدوم شہاب الدین" بن شاہ سلیمان بن شیخ علی شیر" کی اولاد سے تھے جو پانچ واسطوں سے مخدوم اسمٰعیل قریشی" سے مل جاتے ہیں۔ پیر شہاب الدین" اس سلسلہ کے پہلے بزرگ ہیں جو بدین سے نقل مکانی فرما کر ریاست کچھ کے قصبہ ناڑاپلی میں جا کر آباد ہوئے۔ مخدوم باقر قلندر" اسی خاندان کے بزرگ تھے۔ بحوالہ "روضۃ السادات"

marfat.com

آپ جب بارہ برس کے ہوئے تو جذب و سکر کی حالت میں ناڑاپی سے نکل پڑے۔ مہاراشٹر پہاڑ میں شہر جوناگڑھ سے تین کوس مشرق کی طرف جہاں غار، گپھائیں اور مندر ہیں اور جہاں ہندو جوگی آکر تپسیا کرتے تھے حضرت مخدوم ان غاروں میں معتکف ہو گئے۔ ایک دفعہ آپ کے دادا نے خواب میں فرمایا کہ بیٹا اب اپنے وطن کو واپس آ جاؤ۔ صبح کو اٹھے تو اپنے آپ کو ناڑاپی شریف کے باہر پایا۔ آپ نے ناڑاپی شریف سے دو میل کے فاصلے پر ایک سمندری کھاڑی کے کنارے ایک حجرہ بنوایا۔ یہاں پانی کی بے حد تکلیف تھی کیونکہ سمندری کنارہ ہونے کی وجہ سے پانی نمکین تھا چنانچہ آپ نے حجرہ کے قریب ایک پہاڑی ٹیلہ پر کچا کنواں کھدوایا جس سے بفضل تعالیٰ میٹھا پانی نکلا یہ چشمہ آج تک موجود ہے جس سے گرد و نواح کے لوگ اور مسافر فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپکی طبیعت میں بے حد استغنا تھا۔

ایک دفعہ آپ اپنے دادا کے مزار پر لکھپت گئے جو ریاست کچھ کا دارالخلافہ ہے۔ راؤ صاحب نے اپنا معتمد خاص بھیج کر آپ کو بلوایا اور دعا کی درخواست کی اس نے گاؤں ایوا پور نذر کیا مگر آپ نے فرمایا ہم قلندر لوگ ہیں گاؤں لے کر کیا کریں گے۔

ایک دفعہ ایک ہندو چارن نے حاضر ہو کر عرض کی کہ بیٹی کی شادی کرنی ہے کچھ دلوا دیجئے آپ نے اسے فرمایا: بیٹھ جاؤ' وہ تین دن بیٹھا رہا۔ چوتھے دن نماز پڑھنے کے بعد آپ کو چارن کا خیال آیا' اسے بلوایا اور فرمایا کہ سامنے والی بیری کو ہلاؤ اس نے بیری کو ہلایا تو اس میں سے پانچ سو سکے گر پڑے وہ حیران ہوا آپ نے فرمایا: لالہ جی یہ تمہیں کافی ہوں گے' لے جاؤ"۔

ایک دفعہ ایک راجہ کا وہاں سے گزر ہوا اسے پتا چلا کہ یہاں پر چشمہ کا پانی فقیر صاحب کی کرامت سے میٹھا ہے اس نے خیال کیا کہ یہ چھوٹا سا چشمہ میرے لشکر کی کیا کفالت کرے گا حضرت نے بباطن اس کے تردد سے آگاہ ہو کر فرمایا: راجہ جیو! کوئی فکر نہ کرو اگر آپ جیسے بیس راجاؤں کا لشکر آجائے تو بھی اس چشمہ سے سیراب ہو سکتا ہے۔

ایک دفعہ "کچھ" کے ایک رئیس نے عرض کی: حضرت! جن کتنے قسم کے ہوتے ہیں' آپ نے نام لے لے کر چند جنوں کو پکارا اتنے میں چند ہیبت ناک شکلیں حاضر ہو گئیں۔ لوگ انہیں دیکھ کر ڈرنے لگے چنانچہ آپ نے جنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب چلے جاؤ گنگھار جی نے تم کو دیکھ لیا ہے۔

آپ عموماً" پیدل چلا کرتے' ایک دفعہ آپ کے ایک عزیز صوبیدار شاہ گھوڑا لے کر آئے اور عرض کی اس پر سوار ہو کر چلئے۔ آپ نے فرمایا تم گھوڑے پر جاؤ میں ابھی پیدل آجاتا ہوں' جب منزل پر صوبیدار شاہ پہنچا تو دیکھا کہ حضرت اس سے پہلے ہی وہاں موجود ہیں۔ آپ کے عقیدت مندوں میں ہندو بھی تھے۔ ایک ہندو جاگیردار اور رئیس لیلات و ۔سل بھی اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ حضرت کے تکیہ پر مقیم ہو گیا اور فیض یاب ہوا۔

آپ کا وصال ۱۳۱۴ ہجری (۱۸۹۶ عیسوی) میں ہوا مزار پر انوار نڑاپو شریف میں ہے۔

اولاد امجاد مخدوم اسمٰعیل قریشیؒ بن شہراللہؒ

پیر یحیٰ عثمان علی شاہ سہروردیؒ: بحوالہ "اذکار قلندری" از سید علی گوہری آپ مخدوم شہاب الدینؒ بن شیخ اسمٰعیل قریشیؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے جد امجد پیر اللہ درایا شاہؒ بدین سے ترک

marfat.com

سکونت کر کے قصبہ متو، میں آبسے۔ یہیں پیر عثمان پیدا ہوئے، آپ بے حد سخی تھے۔ ایک دفعہ آپ کسی عزیز کی شادی میں شرکت کے لئے بمعہ اہل و عیال اونٹ پر سوار ہو کر جا رہے تھے، راستے میں ایک سائل نے خدا کے نام پر ان سے اونٹ طلب کیا آپ نے بلا توقف کجاوہ اتروا کر اونٹ راہ خدا اسے بخش دیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک ساربان ایک اونٹ لئے آپ کے پاس سے گزرا آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں جاتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ فلاں رئیس نے پیر عثمان شاہ کے لئے یہ اونٹ بھیجا ہے انہیں پہنچانے کے لئے جا رہا ہوں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہی عثمان شاہ ہیں چنانچہ اس نے اونٹ آپکے حوالے کیا۔ آپ بچوں کو سوار کر کے اپنی منزل کو روانہ ہو گئے۔

آپ کے پاس بکریوں کا بہت بڑا ریوڑ تھا جس میں سے آپ سائلوں کو بکریاں عنایت فرما دیتے آپ کے چھوٹے بھائی جعفر شاہ نے کہا کہ آپ بکریاں خیرات کئے جاتے ہیں اس طرح ریوڑ کیسے پھلے پھولے گا اس لئے آپ بکریوں کے بجائے بکرے خیرات کیا کریں، بکریاں آیندہ میری ملکیت ہوں گی۔ قدرت الٰہی اس سال بکرے ہی بکرے پیدا ہوئے جو آپ نے سب خیرات کر دیئے۔ یہ حال دیکھ کر جعفر شاہ نے کہا اس سال میں آپ کو بکروں کی بجائے بکریاں دوں گا۔ خدا کی قدرت اس سال صرف بکریاں ہی پیدا ہوئیں چنانچہ جعفر شاہ نے آیندہ مخل ہونے سے توبہ کر لی۔

ایک دفعہ آپ ٹنڈو غلام علی میں کسی مجمع میں کھڑے تھے، کسی سوالی نے آکر کہا: "سخی عثمان! اپنے بدن کے سارے کپڑے خدا کی راہ میں اتار دیجئے" آپ نے کسی سے تہمد عاریتاً لے کر سب کپڑے اتار کر سائل کو دے دیئے۔

آپ کا وصال پیر ۵ جمادی الاول ۱۳۰۳ ہجری مطابق (۸ فروری ۱۸۸۶ عیسوی) میں ہوا اور قصبہ متو میں دفن ہوئے اس کے قریب ہی آپکا گاؤں ہے جو گوٹھ سخی عثمان علی شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

سید علی شیرازیؒ : صاحب "تحفۃ الکرام" نے آپ کا ذکر یوں کیا ہے کہ آپ ترخان حکومت کے دوران درویشانہ وار ٹھٹھہ میں وارد ہوئے اور میر سید علی شیرازی کے باغ میں جا نکلے کنواں چل رہا تھا پاس ہی ایک گھنا سایہ دار درخت تھا آپ وہاں مقیم ہو گئے۔ مالی سر شام کنواں بند کر کے بیلوں کو باندھ کر گھر چلا گیا۔ حضرت کو کنویں کی آواز اتنی پسند آئی کہ اس کا بند ہونا گوارا نہ ہوا۔ قدرت الٰہی کنواں رواں ہو گیا اور ساری رات چلتا رہا جس سے ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ مالی صبح آیا تو دیکھ کر سید علی شیرازی کے پاس دوڑا گیا اور ماجرا سنایا سید شیرازی نے حکم دیا کہ اس فقیر کو باغ سے نکال دو۔ حضرت اس وقت ٹہل رہے تھے اور نظر تختۂ گل کی طرف تھی، مالی نے باہر نکلنے کا اشارہ کیا، آپ اٹھ کر باہر نکلے تو پھولوں کی کیاری بھی ساتھ ہی منتقل ہو آئی۔ مالی نے جا کر سید شیرازی کو بتایا وہ فوراً حاضر ہوئے اور وہ باغ حضرت کی نذر کر دیا۔ ہزاروں لوگ وہاں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپ کوہ مکلی پر منتقل ہو آئے اور تازیست وہیں قیام فرمایا، آپ کا مزار وہیں کوہ مکلی پر ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے جن میں ابو محمدؒ مادر زاد ولی تھے۔ دو جلد فوت ہو گئے چوتھے صاحبزادے کا نام محمد واصلؒ تھا وہ آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

ابو محمدؒ : شیخ علیؒ کے یہ فرزند ایک دفعہ کھڑے اپنے خادموں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ دفعتاً" آپ

marfat.com

نے اپنا تہمد چست کیا اور اسی لمحے لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں پنڈلیاں کیچڑ سے آلودہ ہیں۔ خدام نے وجہ پوچھی تو فرمایا کچھ نہیں ایک خادم کشتی پر سوار ہماری طرف چلا آتا تھا کہ اس کی کشتی کیچڑ میں دھنس گئی اس نے گھبرا کر ہمیں یاد کیا' میں فوراً وہاں پہنچا اور ابھی ابھی اسے ورطہء ہلاکت سے باہر نکال کر آ رہا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد وہ خادم حاضر ہوا تو اس نے اس واقعہ کی حرف بحرف تصدیق کی۔ آپ کا وصال بھی اپنے والد ماجد شیخ علی کی زندگی میں ہوا۔

پیر علی محمد قریشی سہروردیؒ : آپ کھارا ضلع کراچی کے غوث پوتہ خاندان سے تھے۔ "تحفتہ الکرام" کے مطابق یہ پیر صاحبان دو قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں ایک راجن شاہ کی اولاد اور دوسری جمن شاہ کی اولاد کہلاتی ہے۔ پیر ابن شاہ ٹکرؒ والے کی اولاد کی ایک شاخ کا تعلق انہیں پیر صاحبان سے ہے۔ ان میں سے پیر غازی شاہ کا مقبرہ ریاست کچھ کے دارالخلافہ لکھپت میں ہے۔ پیر علی محمدؒ حضرت پیر احمد شاہؒ قلندر سے بیعت تھے۔ آپ کا مشرب قلندرانہ تھا' ایک روایت کے مطابق آپ نے مخدوم بہا الدین رابع سجادہ نشین حضرت غوث العالمین سے بھی بیعت کی تھی ہفتہ ۵ ذی قعد ۱۲۸۱ ہجری کو مطابق یکم اپریل ۱۸۶۵ عیسوی آپ کا وصال ہوا آپ کا مزار ٹنڈو غلام حیدر ضلع حیدر آباد میں ہے' بے شمار مخلوق نے حضرت سے فیض پایا۔

پیر علی قتال سہروردیؒ : بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" حضرت پیر علی قتالؒ کوٹ کہروڑ میں آباد تھے' چند رئیس مریدوں کی استدعا پر موضع پیل غازی ضلع خوشاب (پنجاب) میں تشریف لے گئے اور وہیں مستقل طور پر آباد ہو گئے آپ فصیح البیان خطیب تبحر عالم اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ گرد و نواح کے ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ ملک وال جنکشن کے قریب ایک موضع چک نو بہار آپ کے فرزند پیر نو بہار شاہؒ کا آباد کردہ ہے۔ حضرت پیر علی قتالؒ کا مقبرہ پیل غازی میں ہے جو اب پیل پیراں کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے' پیر محمد شاہ (لا ولد فوت ہوئے) دوسرے مخدوم الملک پیر خواجہ نوری شاہؒ تھے جو اپنے زمانہ کے شیخ الکل تھے ان کی شادی حضرت شمس الدینؒ کی معصومہ بی بی سیدہ بانو سے ہوئی جن سے تین صاحبزادے پیر محمد حسینؒ، پیر ابن شاہؒ اور پیر عالم شاہؒ پیدا ہوئے۔ دو صاحبزادیاں تھیں' ایک بی بی فاطمہ جو مخدوم بہا الدین ثانیؒ ابن مخدوم شمر اللہ ملتانیؒ کے حبالہء نکاح میں تھیں اور دوسری بی بی صفیہ تھیں جو پیر فتح شاہؒ سکنہ بھیرہ سے بیاہی گئیں۔

موضع کرولی : بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" کرولی کا گاؤں کوہستان نمک (ضلع جہلم) پر واقع ہے جب پیر محمد حسینؒ یہاں آئے تو اپنے ملازم کو پانی لانے کا فرمایا' اس نے عرض کی حضرت اس جگہ پانی کہاں؟ آپ نے اپنا عصا ایک پتھر پر مارا جس سے چشمہء آب شیریں جاری ہو گیا۔ آپ نے وضو کیا اور کلی فرمائی چونکہ ونہار کے علاقہ میں کلی کو کرولی کہتے ہیں اس لئے اس جگہ کا نام کرولی پڑ گیا۔ اسی مقام پر حضرت نے اپنے اہل و عیال کو آباد کیا اور بعد انتقال یہیں مدفون ہوئے۔ حضرت کی شادی راجہ بہادر جان جنجوعہ سکنہ بلوٹ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی آپ کے آٹھ بیٹے تھے کرولی پہاڑوں کے درمیان واقع ہے صرف شمال کی طرف نزدیک قصبہ تھا جسے ایک یہ راستہ جاتا تھا۔ علاقے

marfat.com

کا والی مل نامی راجہ تھا جو بڑا سخت گیر اور مغرور تھا اس نے پیروں کے اس خاندان پر عرصہء حیات تنگ کر رکھا تھا چنانچہ اس سے جنگ کرنے کا فیصلہ ہوا مگر ایک بھائی نے اتفاق نہ کیا کہ راجہ سے مقابلہ کرنا ہم درویشوں کا کام نہیں چنانچہ وہ علیحدہ ہو کر قصبہ کھردیر (جس کا موجودہ نام خیرپور ہے اور ضلع چکوال میں ہے) چلے گئے وہاں بھی پانی نایاب تھا' انہوں نے حکم دیا کہ گاؤں کے مشرق میں ایک زبردست چٹان ہے اسے اکھیڑ کر کنواں کھودو میں اپنے حصے کا پانی کرولی سے اس جگہ لے آیا ہوں۔ چنانچہ جب چٹان ہٹا کر کنواں کھودا گیا تو شیریں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ کرولی کے پیروں نے مل کر راجہ مل کا مقابلہ کیا وہ شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا اور اس کی تمام جائیداد پیران کرولی کے قبضہ میں آئی' اب کرولی میں جانے کے چار راستے ہیں اور ہر ایک راستے پر ایک ایک فقیر کی قبر ہے۔

شاہ جمال قریشی سہروردیؒ : پیر محمد حسینؒ کی اولاد میں شاہ کرم اللہ المعروف پیر مٹھہ شاہ شہراللہ بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں ان کی اولاد کرولی پیراں میں آباد ہے پیر کرم شاہ کے صاحبزادے پیر شاہ جمال ارادتمندوں کے اصرار پر کوہ نمک سار کی ایک بلند چوٹی پر آکر مقیم ہو گئے۔ یہاں بھی پانی نایاب تھا' اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ایک چٹان کے نیچے سے پانی جاری ہوا جو آبشار کی طرح نیچے گرتا ہے' پاس ہی ایک ٹنڈ منڈ درخت تھا حضرت نے اس پر ہاتھ پھیرا وہ ہرا بھرا ہو گیا۔ اس درخت کے قریب ہی ایک گہری اور طویل غار ہے آپ کئی سال اس میں معتکف رہے۔ حضرت کا روضہ سڑک کے کنارے مرجع خلائق ہے جہاں سے دریائے جہلم کا نظارہ نہایت دلفریب دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے چھ صاحبزادے تھے' اس خاندان کے مشاہیر کا اجمالی ذکر ہم یہاں کرتے ہیں جسے ہم نے "تذکرہ صدر الدین عارف" سے اخذ کیا ہے۔

حافظ پیر رکن الدین سہروردیؒ : آپ جمال قریشیؒ کے بڑے صاحبزادے تھے اور سخاوت و مروت میں بے مثل تھے ان کی اولاد میں پیر زمان شاہؒ بہت مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ریلوے کے ٹھیکیدار تھے' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ باطنی پر ٹھیکیداری چھوڑ دی اور خوشاب میں ایک درویش کی قبر پر معتکف ہو گئے' وہاں سے فیض یاب ہو کر کرولی آئے اور خلق خدا کی تربیت میں مشغول ہو گئے یہیں انتقال فرمایا۔ اسی خاندان کے دوسرے مشہور بزرگ پیر رکن عالم بن پیر لعل شاہؒ تھے جو اوائل عمر میں ہی درویش تھے' جوان ہونے تک سلوک کی منازل طے فرمالیں۔ پہلے پولیس میں ملازم تھے جب کشف و کرامات کا اظہار ہوا تو نوکری چھوڑ کر سرحد چلے گئے اور وہیں بیعت ہو کر مرشد کے قدموں میں بقایا زندگی گزار دی۔

شاہ پھاگلہ علاقہ سوہرن : اس شاخ کے مورث اعلیٰ حافظ پیر چنن دین شاہؒ تھے راجہ ہوتی سنگھ آپ کا بڑا معتقد تھا اس نے موضع سلوتری لنگر خانے کے لئے نذر کیا۔ موضع پھاگلہ آپ نے بطور اجارہ حاصل کیا آخر عمر میں اپنے وطن ڈھوک پیراں آگئے یہیں آپکا مقبرہ ہے آپکے فرزندوں میں پیر سید شاہ جوانی میں فوت ہو گئے اور خاندان غوثیہ کے یہ پہلے بزرگ ہیں جو پھاگلہ میں استراحت فرما ہیں۔

پیران اوچھالا وگاہی

پیر موج الدین شاہؒ : اس شاخ کے بزرگ پیر موج دین شاہؒ صاحب تھے ان کے ایک فرزند پیر

marfat.com

بھاون شاہ تھے جنہوں نے موضع گاہی میں سکونت اختیار کی دوسرے پیر رکن الدین شاہؒ تھے جن کے پوتے پیر علی شیرؒ نے جموں اور کشمیر میں سلسلہء سہروردیہ کی ترویج فرمائی۔ جنوبی کشمیر میں اب بھی اکثریت سہروردی صوفیا کی ہے ان کے علاوہ ڈنہ شاہ ستار میں پیر ستار شاہؒ موضع سیلاں میں پیر باقر شاہؒ موضع ہڑی چوہان میں پیر معمر شہیدؒ درہ سانگلا میں مولانا کریم شاہؒ کوہ گرجن پر پیر رتن شاہؒ اور علاقہ سرہن میں پیر جموں شہیدؒ کے نام سے جو مجاہدین محو خواب ہیں یہ بھی سہروردی سلسلہ کا عظیم تبلیغی کام کر گئے ہیں۔ پیر جموں شاہؒ کا اصل نام شیخ جمال الدین ہے ان کا سلسلہ نسب یوں ہے شیخ جمال الدین المعروف شیخ جموں بن قطب الدین بن عطا اللہ بن نعمت اللہ بن قطب الدین بن شہاب الدین نوری بن حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ حافظ پیر رکن الدینؒ کے تیسرے صاجزادے پیر محمد اشرف شاہ کی اولاد میں پیر عبد اللہ شاہؒ بڑے بلند مرتبہ درویش ہوئے ہیں' یہ حضرت بجائے خود صاحب سلسلہ تھے ان کے فرزند نور شاہ نے کلرو کٹل میں سلسلہء سہروردیہ کی ترویج کی' آپ بڑے بلند پایہ عالم بھی تھے' لاولد تھے۔

پیر محمد اشرف شاہ کے دوسرے بیٹے پیر علی قتالؒ تھے جو بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں ان کی اولاد پنڈ دادن خان میں آباد ہے۔

پیر ابن شاہؒ بن مخدوم الملک خواجہ پیر نوریؒ : آپ کی اولاد بیل پیراں تحصیل چکوال میں آباد ہے اس خاندان میں میاں متین شاہ کی اولاد میں سے پیر جیون شاہ سکنہ کھنوال شریف تحصیل چکوال بڑے عارف اور ولی اللہ گزرے ہیں۔

شیخ عبد اللہ سکنہ پلاسی (ہزارہ) : آپ پیر عالم شاہ بن مخدوم الملک خواجہ پیر نوری کے خاندان سے تھے پلاسی میں مقیم ہوئے دنیائے معرفت میں آپکا بڑا مقام ہے' سلسلہ سہروردی کی خاصی ترویج فرمائی۔

شیخ شمس الدین لاہوری بن شیخ محمد صدر الدینؒ سہروردی

بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" آپ کے تین صاجزادے تھے اور تینوں ہی بڑے بلند پایہ درویش تھے۔ پیر برہان الدین کی اولاد میں شاہ عنایت اللہؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی تھے' روزانہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔

پیر جمال شاہ نوریؒ : آپ بھی اس خانوادہ کے بڑے بلند مرتبہ بزرگ گزرے ہیں بڑے مرتاض تھے' سترہ سال تک یہ معمول رہا کہ عشا کی نماز پڑھ کر دریائے جہلم کے کنارے تشریف لے جاتے اور ایک اونچی جگہ پر مصلی بچھا کر دو رکعتوں میں قرآن مجید ختم کر کے واپس آتے اور صبح کی نماز محلہ کی مسجد میں باجماعت پڑھتے آپ کے شیخ طریقت نے جو غازی شیر محمدؒ کے مرید اور خلیفہ تھے جب دیکھا کہ آپ کی تکمیل باطنی ہو گئی ہے تو آپ کو علاقہ ونہار تحصیل چکوال میں خلقت کی تلقین و تربیت کے لئے مامور فرمایا اس علاقہ میں جابجا آپ کی بیٹھکیں موجود ہیں جس سے آپ کی بسلسلہ تبلیغ و ترویج سلسلہ اور سیاحت کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ کا وصال موضع مور جھنگ میں ہوا' وقت وصال وصیت فرمائی کہ مجھے بھیرہ میں دفن کیا جائے۔ ساون کا مہینہ تھا دریائے جہلم میں طغیانی آئی ہوئی تھی' اتنی کشتیاں ... نہیں تھیں کہ جنازے کے جم غفیر کو پار اتارا جا سکے اس لئے حضرت پیر کرم شاہؒ

marfat.com

جو حضرت جمال نوریؒ کے بھتیجے اور خلیفہ اعظم تھے کچھ دیر متامل رہے اس کے بعد دفعتاً حکم دیا کہ حضرت کی چارپائی پانی پر رکھ دو اور دریا کو عبور کرنا شروع کر دو چنانچہ لوگ بے دھڑک دریا میں داخل ہو گئے۔ گہرا دریا اب پایاب تھا جب تمام لوگ دریا عبور کر گئے تو حضرت کی چارپائی کو اٹھا لیا گیا اور دریا پھر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔

پیر کرم شاہ قریشیؒ المعروف پیر کھارا : آپ کا مولد بھیرہ ہے قرآن حفظ کرنے کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل کی اور اپنے چچا پیر شاہ جمال نوریؒ کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ صائم الدہر تھے۔ بلا ناغہ روزہ رکھتے آپ بے حد سخی اور مہمان نواز تھے۔ موسم سرما کی آمد پر ایک مکان میں کمبلوں اور جوتوں سے بھر لیتے اور مسکین و نادار لوگوں کو ایک ایک کمبل بمعہ جوتوں کا جوڑا عطا فرماتے جس شخص کو سنگ مثانہ کی تکلیف ہو وہ حضرت کے آستانہ کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے شفایاب ہو جاتا ہے اور بغیر کسی عمل جراحی کے سنگ مثانہ خارج ہو جاتا ہے۔

پیر امیر شاہ قریشیؒ سہروردی چشتی : بحوالہ "تذکرہ صدر الدین عارف" شیخ شمس الدین لاہوریؒ کے دوسرے صاحبزادے شیخ نظام الدینؒ تھے ان کی اولاد میں شیخ محمد رفیعؒ، شیخ وسدیؒ، شیخ آبا دائیؒ، پیر عبد اللہ سروبہ والےؒ، محمد غوث شاہؒ، اور پیر قلندر شاہؒ بڑے پایہ کے درویش گزرے ہیں مگر ان بزرگوں کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ اسی خاندان کے پیر محمد غوثؒ کی اولاد میں پیر امیر شاہؒ بڑے بلند پایہ درویش گزرے ہیں' مادر زاد ولی تھے۔ ایام طفولیت میں ہی اپنی دایہ سے معصومانہ انداز میں پوچھتے "مائی بھاگے! اللہ کتھے اے" یعنی اماں بھاگاں' اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ ہوش سنبھالا تو زہد و ریاضت میں روز شب گزارتے۔ متعدد اولیائے کرام کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ بچپن سے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ بھیرہ میں خاندان غوثیہ کے ایک مشہور عارف حضرت بہادر شاہؒ سے بیعت کی اور کچھ عرصہ ان سے تربیت باطنی پائی۔ ازاں بعد خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر خرقہ خلافت پایا۔ ہر روز دریائے جہلم کے کنارے جا کر عصر کی نماز کے بعد مصروف عبادت ہو جاتے اور صبح تشریف لاتے گرمی و سردی سے بے نیاز وہیں مصروف عبادت رہتے۔ دولت کدہ پر تشریف لا کر خلق خدا کو فیض یاب فرماتے۔ تقریباً بہتر (۷۲) سال کی عمر میں ۵ نومبر ۱۹۲۷ بروز ہفتہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۴۶ ہجری کو وصال فرمایا۔ مزار پر انوار بمقام بھیرہ مرجع خلائق ہے۔

شاہ رحمت اللہ قریشی سہروردی : بحوالہ "حدیقۃ الاولیا" یہ بزرگ غوث العالمین حضرت بہا الدین ذکریا ملتانیؒ سہروردی کی اولاد میں سے تھے اور ملتان سے لاہور آئے مرد عابد و زاہد' خدا پرست اور صاحب کشف و کرامت تھے۔ بہت سے لوگ ان کے مرید ہوئے اب بھی ان کی اولاد لاہور اور موضع ڈھولن وال میں موجود ہے۔ ملتانی' لاہوری اور امرتسری جولاہے' دریائی باف اس خاندان کے زیادہ مرید ہیں۔ آپ عہد عالمگیر میں ایک کامل بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی اولاد میں بہاون شاہ مجاور مشہور ہوا ہے۔ مزار لاہور ریلوے ہیڈ کوارٹرز اور محمد نگر کے درمیان واقع ہے قبر ایک چبوترے پر واقع ہے نزدیک ہی ایک مسجد بھی ہے۔ سکھوں کے عہد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جرنیل "کورٹ" نے جو فرانسیسی تھا مزار شریف کی اینٹیں اکھڑوا کر اپنی چھاؤنی میں لگوا لیں اور عمارات و

marfat.com

آثار کو تباہ و برباد کر دیا- چنانچہ بعد میں بہاون شاہ مجاور نے دوبارہ عمارت مرمت و تعمیر کرائی-

مفتیان لاہوری سہروردی

مخدوم مفتی شیخ محمد قریشی سہروردیؒ معروف بہ میاں کلاں : حضرت غوث العالمین بہا الدین ذکریا ملتانیؒ کے خاندان کے یہ پہلے "مفتی" بزرگ ہیں جو ملتان سے لاہور آکر آباد ہوئے۔ بحوالہ "حد-یقتہ الاولیا" آپ کا شجرہ نسب یوں ہے: شیخ مخدوم محمد قریشی المشہور میاں کلاں بن شیخ قطب الدین بن شیخ شہاب الدین نور بن شیخ بہا الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ العزیز- سلطان بہلول لودھی نے آپ کو ملتان سے عہدہ افتاء پر مامور کر کے لاہور بھیجا تھا اور ہیبت پور (موجودہ پٹی قبل تقسیم ہند ضلع لاہور حال ضلع امرتسر بھارت) بطور مدد معاش عطا کیا تھا- آپ لاہور آکر محلہ علاول خان لوہانی (حال گزر حویلی میاں خان اندرون شہر لاہور) میں اقامت گزین ہوئے اپنی سکونت کے لئے ایک حویلی تعمیر کی اور ایک محلہ آباد کیا جو کوٹلی مفتیاں کے نام سے مشہور ہوا- آپ نے ۸۹۱ ہجری (۱۴۸۶ عیسوی) میں انتقال فرمایا- زبردست عالم ظاہری باطنی تھے اور کثیر خلق خدا کی تعلیم و تربیت فرمائی- مفتی غلام سرور لاہوری سہروردی کا تعلق اسی خاندان عالیہ سے ہے اور بحوالہ "اولیائے سہرورد" ان کا شجرہ نسب یوں ہے:- غلام سرور بن محمد بن صالح بن ہدایت اللہ بن فیض اللہ بن جیون بن قطب الدین بن شہاب الدین نور بن بہا الدین ذکریاؒ-

مفتی کمال الدینؒ سہروردی لاہوری : آپ میاں کلاں کے صاحبزادے تھے' والد ماجد کی وفات کے بعد عہدۂ افتا پر متمکن ہوئے اپنے والد کی نگرانی میں تعلیم مکمل کی اور انہیں سے سہروردیہ سلسلہ میں خلافت حاصل کی- آپ کا شمار لاہور کے ممتاز علما میں ہوتا ہے- سلطان سکندر لودھی آپ کا بے حد معتقد تھا- شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی سہروردیؒ حضرت شیخ کاکو چشتیؒ اور حضرت موسیٰ آہنگرؒ آپ کے معاصر اولیاء اللہ لاہور میں سے تھے-

مسجد مفتیاں : آپ نے لاہور میں ایک عظیم الشان مسجد المشہور "مسجد مفتیاں" تعمیر کرائی جو تاریخی حیثیت رکھتی ہے اس کے ساتھ مدرسہ اور لائبریری قائم کی- طلبا کے لئے حجرے تعمیر کرائے' کئی پشتوں تک مفتی کمال الدین سہروردیؒ کی اولاد نے اس مدرسہ میں دینی علوم کی شمع جلائے رکھی- سکھوں کے زمانہ میں اس مدرسہ کی حالت نہایت ابتر ہو گئی' محلہ اور حجرے مسمار کر دیئے گئے' ستم بالائے ستم یہ کہ کنور نونہال سنگھ کے داروغہ اصطبل دلاور خان رامپوری نے مسجد کے صحن کی زمین پر زبردستی قبضہ کر کے اپنی حویلی تعمیر کرالی- مفتی کمال الدین کا انتقال ۹۲۸ ہجری مطابق ۱۵۲۱ عیسوی کو ہوا-

شیخ السلام مفتی عبد السلامؒ سہروردی : آپ مفتی عنایت اللہ (بن مفتی کمال الدین) کے فرزند تھے والد سے تعلیم و تربیت اور خلافت پائی- انہوں نے اپنی زندگی میں ہی ۱۰۱۳ ہجری مطابق ۱۶۰۴ عیسوی میں انہیں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور امامت مسجد مفتیاں' خطابت' تولیت اور فتویٰ نویسی کے فرائض تفویض کر دیئے تھے- ۱۰۳۱ ہجری مطابق ۱۶۲۱ عیسوی میں انتقال فرما گئے- آپ کے ہم نام مفتی عبد السلام بن عبد العزیز (متوفی ۱۰۳۷ ہجری ۱۶۲۸ء) بھی نامور عالم گزرے ہیں جو "نافع المسلمین" کے مصنف تھے-

marfat.com

حافظ مفتی محمد تقی سہروردیؒ : آپ مفتی غلام سرور لاہوری کے جد امجد پنجم تھے اور مفتی کمال الدین خرد کے فرزند اکبر تھے لاہور کے جید علما میں آپ کا شمار ہوتا تھا (۱۷۱۹ عیسوی) ۱۱۳۶ ہجری میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دوسرے بھائی کا نام محمد ولی تھا جن کے پوتے محمد مکرم مشہور عالم و بزرگ ہوئے ہیں۔

مفتی رحمت اللہ سہروردیؒ : آپ حافظ محمد تقی کے فرزند خلیفہ اور جانشین تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور طب وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس و تدریس اور تلقین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کا زمانہ حیات بہت ہی پر آشوب تھا۔ پاک و ہند مرہٹہ گردی، سکھوں کا ظلم و ستم اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا شکار ہو کر رہ گیا تھا مگر ان حالات کے باوجود آپ کے معمولات میں فرق نہ آیا۔ ۱۱۹۰ ہجری مطابق ۱۷۷۶ عیسوی میں وصال فرمایا۔

مفتی رحیم اللہ سہروردیؒ : آپ اپنے والد مفتی رحمت اللہ کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں ہی درس و تدریس اور تلقین و ارشاد کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کا دور سکھ گردی کی بد ترین مثال تھا۔ آپ کا خاندان دو دفعہ سکھوں کی غارتگری کا نشانہ بنا۔ مسجد ویران ہوئی اور برسوں کا جمع شدہ کتب خانہ بھی برباد ہو گیا لیکن آپ کے پائے استقلال کو جنبش نہ آئی اس حال میں بھی یہیں مقیم رہے اور ہدایت فرماتے رہے۔ ۱۲۳۵ ہجری مطابق (۱۸۱۹ عیسوی) میں انتقال فرمایا یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا عہد تھا سکھ گردی کی وجہ سے آپکے خاندان کے کئی افراد ہجرت کر گئے۔

مفتی غلام محمد سہروردیؒ : آپ مفتی رحیم اللہؒ کے فرزند شاگرد اور جانشین تھے۔ بڑے عابد و زاہد شب بیدار اور طبیب حاذق تھے۔ سارا دن تدریس و تعلیم معالجہ مریضان اور تلقین و ارشاد میں گزرتا تمام عمر کوئی نماز فوت نہ ہوئی۔ آخری دم تک لب مبارک ذکر الٰہی میں ہلتے رہے اور انگلیاں بغیر رشتہ تسبیح کے جنبش کرتی رہیں۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد کے علاوہ مولانا غلام رسول لاہوری سے بھی حاصل کی وفات ۹ ربیع الاول ۱۲۷۶ ہجری (مطابق اتوار ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۹ عیسوی) میں ہوئی اور قبرستان بی بی پاک دامناں میں مدفون ہوئے۔

مفتی غلام سرور سہروردیؒ : آپ مفتی غلام محمد کے فرزند سوم تھے ۱۲۴۴ ہجری مطابق ۱۸۳۷ء میں اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ طب بھی انہیں سے پڑھی اور انہیں کے مرید ہو کر خلافت پائی۔ مولانا غلام اللہ لاہوری سے علوم تفسیر و حدیث، فقہ، ادب، صرف و نحو، معانی و منطق اور تاریخ کی تکمیل کی اور اپنے زمانے کے بے مثل عالم ادیب شاعر، مورخ اور شہرۂ آفاق تذکرہ نویس ہوئے ہیں۔ تمام عمر تصنیف و تالیف میں گزاری۔ ابتدائی دور میں کچھ عرصہ سردار بھگوان سنگھ رئیس لاہور و جاگیردار فتح گڑھ چوڑیاں کی جائیداد کے مہتمم رہے۔ طبع عالی میں حد درجہ استغنا تھا ۱۸۸۴ میں سر سید احمد خان جب علی گڑھ کالج کی مالی امداد کے سلسلہ میں پنجاب آئے اور خان بہادر ڈپٹی برکت علی کے ہاں قیام فرمایا تو مفتی صاحب بھی سر سید مرحوم سے وہیں متعارف ہوئے۔ سر سید آپ سے بڑے متاثر ہوئے، آپ کی عمر عزیز تصنیف و تالیف اور تلقین و ارشادات میں گزری۔ یہ دور نہایت ہی پر آشوب تھا مسلمانوں پر ہر طرف سے

marfat.com

قافیہ تنگ کیا جا رہا تھا ان کی تہذیب و تمدن' اخلاق و اطوار اور اسلاف کے کارناموں کو رد کر کے بے دینی کی فضا قائم کی جا رہی تھی ایسے حالات میں اسلاف کے کارناموں اور دینی سرگرمیوں کو قائم رکھنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ مفتی صاحب موصوف کی گراں قدر خدمات لائق تحسین ہیں آپ کی بلند پایہ تصنیفات درج ذیل ہیں :

(۱) حدیقۃ الاولیا' پنجاب کے ۲۴۴ صوفیا کرام کے حالات سلطان محمود غزنوی سے لے کر ۱۲۹۲ ہجری (۱۸۷۵ء) تک۔

(۲) خزینۃ الاصفیا (فارسی) صوفیائے کرام خصوصا" برصغیر کے مجمل حالات پر بہترین تذکرہ جو بہترین ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۳) گلدستہء کرامت' "مناقب غوثیہ" تالیف شیخ محمد صادق شیبانی کا اردو ترجمہ۔

(۴) مدینۃ الاولیا (اردو) صوفیائے کرام کا عام تذکرہ (۵) تحفۃ الابرار پند نامہ عطار کا اردو ترجمہ (۶) اقوال الاخرت منظوم پنجابی (۷) مخزن حکمت (اردو نثر و نظم) حکمائے متقدمین و متاخرین اور صوفیہ کے حالات (۸) تحفہء سروری (منظوم اردو) اخلاق و تصوف پر (۹) جامع اللغات' عربی فارسی ترکی الفاظ کے معنی (۱۰) زبدۃ اللغات' اردو زبان میں معانی (۱۱) مخزن کرامت۔ اخلاق پر (۱۲) نعت سروری (اردو منظوم) (۱۳) دیوان سروری مناقب حضرت غوث الاعظم (۱۴) بہارستان شاہی۔ برصغیر کی مختصر عام تاریخ (۱۵) گلشن سروری۔ اخلاق سیاست مدنی (۱۶) تارخ مخزن پنجاب۔ اردو میں عام تاریخ (۱۷) گنجینہء سروری سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور صوفیائے کرام کے سنین وفات (۱۸) اخلاق سروری اردو (۱۹) انشائے یادگار اصغری' دیوان حمد ایزدی (اردو)۔

وصال : جون ۱۸۹۰ میں آپ اپنے بھتیجے مفتی جلال الدین بن مفتی سید محمد کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ۲۰ ذی الحج کو آپ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہیضہ کا شکار ہو گئے اور جمعرات ۲۴ ذی الحج ۱۳۰۷ ہجری مطابق ۱۴ اگست ۱۸۹۰ کو فوت ہو گئے منزل بیر بالا حسانی (مضافات جنگ بدر) میں مدفون ہوئے۔ (ماخوذ از مقدمہ بر حدیقۃ الاولیا از پروفیسر محمد اقبال مجددی)

مفتی محمد مکرم بن محمد اعظم قریشی سہروردی : بحوالہ حدیقۃ الاولیا آپ مفتی محمد تقی (جد پنجم غلام سرور سہروردی لاہوری) کے دوسرے بیٹے محمد ولی کے پوتے تھے' لاہور کے علما و فضلا میں یہ بزرگ صاحب شریعت و طریقت اور واقف علوم فقہ و حدیث و تفسیر تھے۔ آخر عملہ ارباد شاہان مغلیہ میں عہدہ افتاء و قضا دونوں انکے سپرد تھے ازاں بعد احمد شاہ درانی نے یہی مناصب برقرار رکھے۔

خواجہ ایوب قریشی سہروردی : آپ مفتی محمد تقی کے شاگرد اور داماد تھے' صاحب تفرید و تجرید تھے۔ اغنیا کی صحبت سے متنفر رہے۔ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے بیعت تھے۔ "تذکرۃ اسلی" کے مطابق منگل ۲۱ جمادی الاول ۱۱۵۵ ہجری (۱۲ جولائی ۱۷۴۲ عیسوی) بعہد محمد شاہ رنگیلا وفات پائی۔ تصانیف میں مثنوی مخزن عشق اور شرح مثنوی مولانا روم ہیں جسے شرح ایوبی بھی کہا جاتا ہے۔ مزار شریف محمد نگر لاہور میں ہے۔

marfat.com

باب پنجم

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے چند خلفا و دیگر بزرگ

شیخ سراج الدین سوختہؒ سہروردی

صاحب "اخبار الاخیار" کے مطابق آپ ابتدائے حال سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے پیوست ہو گئے تھے اور مدت تک آپ سے تربیت حاصل کرتے رہے ایک دفعہ حضرت مخدومؒ نے فرمایا سراج جب تک کعبہ کو نہیں دیکھ لیتا تکبیر تحریمہ نہیں کہتا آپ اخفائے راز میں ہمہ کوشاں رہتے تھے۔ ان دنوں قادر شاہ بن سلطان محمود کالپی کا حکمران تھا حضرت سراجؒ کے ہم عصر مشہور بزرگ حضرت بدیع الدین المعروف شاہ مدارؒ کا ان دنوں بہت چرچا تھا۔ قادر شاہ حضرت شاہ مدارؒ کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا مگر حضرت شاہ مدارؒ کی خلوت کی وجہ سے خادموں نے اسے حضرت کی خدمت میں جانے کی اجازت نہ دی جس پر قادر شاہ ناراض ہو گیا اور خادموں سے کہا کہ آپ حضرت شاہ مدار کو کہہ دیں کہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔ جب یہ بات حضرت کو معلوم ہوئی تو خلوت سے باہر تشریف لائے اور ندی کے کنارے بیٹھ کر قادر شاہ کے حق میں بد دعا کی چنانچہ جونہی قادر شاہ وہاں سے رخصت ہو کر گھر پہنچا اس کے جسم پر آبلے نکل آئے۔ وہ بے چین ہو کر حضرت شیخ سراج الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اپنا پیراہن خاص عنایت فرمایا اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آبلے ختم ہو گئے۔ حضرت شاہ مدارؒ کے خادم نے ان سے یہ ماجرا بیان کر دیا جسے سن کر حضرت شاہ مدارؒ نے فرمایا "سراج کیوں نہ جل گیا"۔ جونہی آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے حضرت شیخ سراج کے جسم پر آبلے نکل آئے اور وہ اسی عارضہ سے انتقال فرما گئے گویا انہوں نے اپنے آپ کو شاہ قادر پر قربان کر دیا اسی وجہ سے وہ شیخ سراج سوختہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار پر انوار کالپی میں ہے۔ مولانا فریدی نے سال وصال ۸۳۰ ہجری (۱۴۲۷ عیسوی) تحریر فرمایا ہے۔

شیخ اخی راجگیریؒ سہروردی

"مرآۃ الاسرار" کے مطابق آپ کا اسم گرامی جمشید ہے۔ جب آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کمال لطف سے آپ کو اخی (بھائی) کہا اسی وجہ سے آپ کا لقب "اخی" ہو گیا' آپ مجرد تھے اور تمام خلائق دنیا سے آزاد تھے آپ کا توکل بہت بڑھا ہوا تھا۔ آپ قدوائی قوم سے تعلق رکھتے تھے جس کا سلسلہ نسب انبیا بنی اسرائیل سے جا ملتا ہے آپ کا اصل وطن زہر موت تھا جو پرگنہ دریا آباد میں واقع ہے۔ عین عالم شباب میں حضرت مخدومؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سالہا سال کی خدمت سے تربیت حاصل کی اور مرتبہ تکمیل و ارشاد پر پہنچے۔ حضرت مخدومؒ نے اجازت الہامی کے تحت آپ کو جونپور بھیج دیا چنانچہ پہلے قنوج آئے اور ازاں بعد پھرتے پھراتے موضع راجگیر میں جو دریائے گنگا کے کنارے پر ہے قیام فرمایا۔ آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ سلطان الشرق خواجہ جہانیاں بادشاہ جونپور آپ کے فیض سے جونپور کا بادشاہ ہو گیا تھا۔

قطب وقت حضرت شیخ نظام الدین امیٹھیؒ حال میں آ کر اکثر فرمایا کرتے کہ "شیخ سعد خیر آبادیؒ

marfat.com

صاحب حال تھے اور اخی را بگیری بے پردہ تھے۔" لیکن ان درجات عالیہ کے باوجود آپ مشرب عشق اور ذوق و شوق میں بے اختیار تھے اور اہل ظاہر کے تعلقات اور خلق کی مدح و ذم کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عاشق صادق اپنی ہستی کو ذات احدیت میں گم کر کے عالم کثرت میں ہر وقت جمال وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے اور ہر مظہر اور ہر حال میں اس کا ذوق ذات کے سوا اور کوئی مطلوب نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ مخدوم شیخ اخیؒ عالی ذوق و شوق میں بیٹھے وجود مطلق میں مستغرق تھے کہ ہندوؤں کا ایک گروہ ہولی کا تہوار مناتے ہوئے گاتے بجاتے رقص کرتے خوبصورت لڑکوں کے ہمراہ وہاں سے گزرا۔ آپ بے اختیار ہو کر ان کے ساتھ گانے اور رقص کرنے لگے تین شبانہ روز تک ناچتے کودتے رہے، گرد و نواح اور قنوج میں ایک شور برپا ہو گیا جس شخص کی حضرت پر نظر پڑتی وہ کپڑے پھاڑ کر اس ہنگامے میں شریک ہو جاتا۔ قاضیء شہر اور بعض علمائے ظاہر نے فتویٰ دے دیا کہ شیخ اخی دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا ہے اسے سزا دینی چاہیے چنانچہ محضر نامہ تیار ہوا جب میر سید احمد مجھلیؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے دستخط کرنے سے انکار فرما دیا اور کہا ہم لوگ نفس پرست ہو گئے ہیں ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ حق تعالیٰ کے دوستوں کے حال میں مزاحم ہوں پس وہ فتویٰ ختم ہو گیا علمائے ظاہر جو محضر نامہ میں شامل تھے گوناگوں مصائب میں گرفتار ہو گئے لیکن میر سید احمد کو حق تعالیٰ نے اس قہر سے پناہ بخشی شیخ اخیؒ نے دعا دی کہ میر سید احمد کی دیگ قیامت تک گرم رہے گی۔ اس دعا کا اثر آج تک ظاہر ہے اور ان کی اولاد بڑی معظم و محترم ہوئی۔

حضرت شیخ اخی را بگیریؒ کا انتقال دس شوال بروز منگل ہوا۔ آپ کے گھر میں ایک عورت تھی جس نے چلانا شروع کیا کہ افسوس اتنے بڑے شیخ نے منگل جیسے منحوس دن کو وفات پائی ہے۔ آپ نے کفن سے سر نکال کر کہا کہ اگر تمہارے نزدیک آج کا دن منحوس ہے تو ہم کل اس جہان سے جا ملیں گے آپ نے بدھ کے دن وفات پائی۔ سال وفات متحقق نہیں ہے لیکن آپ سلطان ابراہیم شرقی کے آخر عہد تک زندہ رہے۔ سلطان ابراہیم تقریباً چالیس سال حکومت کر کے ۸۴۴ ہجری (۱۴۴۰عیسوی) کو فوت ہوا گویا وصال ۱۴۴۱ عیسوی کے لگ بھگ ہے۔ شیخ اخیؒ نے شادی نہیں کی تھی چنانچہ آپ نے اپنے ہمشیرہ زادہ شیخ نور ولد شیخ قیام الدین (ساکن موضع رہڑا موڑ) کی اپنے فرزند کی طرح تربیت فرمائی اور اپنا جانشین مقرر کیا ان میں سے ایک شیخ فتح اللہ را بگیری بہت مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔

شیخ قوام الدینؒ سہروردی

آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے مرید تھے لیکن تربیت اور خلافت حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے حاصل کی۔ شیخ محمد میناؒ حضرت مخدومؒ کے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ شیخ قوام الدینؒ ترک و تجرید میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ ایک دن آپ سماع سن رہے تھے لیکن رنگ نہیں جمتا تھا، آپ نے گھر جا کر دیکھا کہ شاید سامان دنیا میں سے کوئی چیز گھر آئی ہے۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ گھر میں گڑ کا ایک ٹکڑا پڑا ہے جو آپ کی حاملہ بیوی کے لئے رکھا گیا تھا۔ جب تک آپ نے اس گڑ کے ٹکڑے کو

marfat.com

گھر سے باہر نہ نکالا آرام نہ آیا۔

ایک دن آپ گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک کتا بھوک کے مارے بے چین پڑا ہے۔ آپ نے بلند آواز سے پکارا کہ میں اپنے سات حج دو روٹی کے عوض فروخت کرتا ہوں' کوئی ہے خریدنے والا؟ ایک آدمی آگیا' آپ نے سات حج کے بدلے اس سے چند روٹیاں لے کر اس کتے کے آگے ڈال دیں۔

جب مخدوم جہانیاںؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے شیخ قوام الدینؒ سے پوچھا کہ میں اپنے مشائخ کی نعمت و امانت کس کے سپرد کروں؟ آپ نے شیخ صدر الدین راجو قتالؒ کی سفارش فرمائی' جب حضرت مخدوم کی اہلیہ محترمہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ مشورہ دیا ہے اس کی اولاد بھی محروم رہے گی۔ یہ سن کر حضرت قوام الدینؒ پر وجد طاری ہو گیا اور عرض کی الحمد للہ انہوں نے میرے ایمان کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ اگر میری اولاد محروم رہے گی تو میری معنوی اولاد بہت ہے چنانچہ آپ کی روحانی وراثت شیخ مینا لکھنویؒ کو ملی جن کی تربیت اپنے خلیفہ شیخ سارنگؒ کے حوالے کی۔ حضرت قوام الدینؒ کا مزار لکھنؤ میں زیارت گاہ خلق ہے' آپ کا وصال بموجب "تذکرہ شاہ رکن عالم" ۸۴۰ ہجری (۱۴۳۷ عیسوی) میں ہوا۔

شیخ سارنگ سہروردیؒ : شیخ میناؒ ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ آپ اہل ہنود کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے' جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو آپ کی بہن کا نکاح سلطان محمد بن فیروز شاہ سے ہوا تو آپ بادشاہ کے ہاں رہنے لگے۔ لوگ آپ کو ملک سارنگ کہتے تھے۔ مالوہ میں شہر سارنگ پور آپ کا آباد کردہ ہے' ایک دفعہ شیخ راجو قتالؒ دہلی میں سلطان فیروز شاہ کے ہاں آئے آپ نے مخدوم جہانیاںؒ اور شیخ راجوؒ کے ساتھ مل کر کھانا کھایا جس سے نور معرفت آپ کے دل میں سرایت کر گیا اور آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ چند روز بعد آپ نے شیخ قوام الدینؒ سے بیعت کرلی: محمود بن سلطان محمد کے وقت تجرید و تفرید میں قدم رکھا' پھر بال بچوں سمیت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ رہنے کے بعد واپس ہندوستان تشریف لے آئے اور شیخ یوسف بدھ ایرجیؒ سے پیوست ہو گئے۔ جب شیخ قوام الدینؒ کا وقت آخر آیا تو شیخ سارنگ لکھنؤ میں نہیں تھے۔ حضرت نے لحات آخر میں فرمایا اگر شیخ سارنگ یہاں ہوتا تو میں خرقہ پیراہن اسے عنایت کرتا اب قبر میں ساتھ لئے جاتا ہوں مگر اپنی کفنی (پیراہن بے آستین و بے سلائی) حاضرین کے حوالے کی اور فرمایا کہ اس امانت کو شیخ سارنگؒ کے سپرد کر دینا چنانچہ تیسرے دن وہ آئے اور کفنی کو اپنی موت کا سامان بنا کر رکھ لیا۔

شیخ سارنگؒ نے بمطابق "خزینتہ الاصفیا" ۸۴۸ ہجری (۱۴۴۴ عیسوی) اور بموجب "تذکرۃ الانساب (۱۴۵۱ء) ۸۵۵ ہجری) میں انتقال فرمایا۔ حضرت مخدوم حسام الدین سہروردیؒ کو اطلاع دی گئی وہ تشریف لائے' جنازے کو کندھا دیا اور دفن میں شریک ہوئے۔ اپنی اولاد سے وصیت فرمائی کہ ان کا عرس ہوا کرے اور اس میں پابندی سے شرکت کی جائے۔

شیخ سارنگؒ نے خرقہء خلافت محمد مینا کو عطا فرمایا' جو دنیائے تصوف میں "غلام مینا" کے نام سے مشہور ہیں اور شیخ قطب الدین کے فرزند تھے جو حضرت شیخ قوام الدین سہروردیؒ کے مرید تھے۔

شیخ محمد المعروف شیخ مینا لکھنوی

آپ شیخ قطب الدینؒ کے فرزند تھے آپکے شیخ مینا کے نام سے موسوم ہونے کا واقعہ نہایت

marfat.com

عبرت انگیز ہے۔ صاحب "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ شیخ قوام الدین سہروردیؒ کا ایک فرزند تھا "نظام الدین محمد مینا"۔ آپ نے بڑی توجہ سے اس کی تربیت کی، وہ عالم فاضل بننے کے بعد درویشی کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ دارالسلطنت میں ایک بہت بڑے عہدے پر فائز ہو گئے جس کی وجہ سے آپ کے والد شیخ قوام الدینؒ ناراض ہو گئے۔ یہ اپنے والد کو منانے کے لئے گھوڑے پر سوار باپ کی خدمت میں آئے تو شیخ نے فرمایا: "کیا تو درویشوں کی مسند پر گھوڑے چڑھائے گا" اسی اثنا گھوڑے کا قدم پھسلا اور شیخ نظام مینا گھوڑے سے گر کر فوت ہو گئے۔ اس وقت حضرت شیخ کے مرید قطب الدین سہروردیؒ آپ کی خدمت میں حاضر تھے انہیں فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ باری تعالیٰ تجھے فرزند عنایت کرے اور وہ شیخ محمد مینا سے موسوم ہو کر میری تربیت میں آئے اور میرے متوفی بیٹے کا نعم البدل بنے"۔ کچھ مدت بعد قطب الدین کے ہاں شیخ محمد مینا تولد ہوئے جس کی حضرت قوام الدینؒ نے اولاد کی طرح پرورش کی اور جب سفر آخرت پیش آیا تو اسے شیخ سارنگ کے سپرد کر دیا، شیخ میناؒ مادر زاد ولی تھے راہ سلوک میں انہوں نے سخت ریاضتیں کیں۔

شیخ سارنگؒ کے بیٹے کا نام بھی محمد مینا تھا۔ آپ نے اسے مخدوم حسام الدین سہروردیؒ کی تربیت میں دے دیا تھا۔ جب شیخ سارنگ کا وقت آخر آیا تو آپ نے انہیں طلب فرمایا مگر وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ اتفاق سے آپ کے مرید قطب الدین سہروردیؒ کے فرزند محمد مینا جو وہاں موجود تھے حاضر ہو گئے اور عرض کی: "غلام مینا حاضر ہے"۔ تین بار ایسا ہی ہوا بالآخر شیخ سارنگؒ نے انہیں فرمایا: "نعمت فقرا میرے بیٹے کی قسمت میں نہیں، آگے بڑھو کہ مشیت تمہیں چاہتی ہے" چنانچہ شیخ میناؒ ادب سے آگے بڑھے اور خرقہء خلافت حاصل کر کے مدارج عالیہ پر سرفراز ہوئے۔ جب شیخ سارنگ کے صاحبزادے محمد مینا آئے اور انہیں معلوم ہوا کہ درویشی کی نعمت کوئی اور لے گیا ہے تو وہ رنجیدہ ہوئے اور صورت نزاع پیدا ہونے لگی تھی کہ خواب میں دونوں کو بشارت ہوئی کہ خرقہ ہماری قبر پر رکھ دو جو اٹھا لے وہی خلافت اور خرقہ کا حقدار ہو گا، محمد مینا فرزند شیخ سارنگ تو نہ اٹھا سکے اور غلام مینا نے اٹھا لیا اور وہی سلسلہ سہروردیہ کے یہاں خلیفہ قرار پائے۔ آپ کا وصال (۱۴۶۶ عیسوی) ۸۷۰ ہجری کو ہوا۔ مگر "مرآۃ الاسرار" کے مطابق تاریخ وصال ۳ صفر ۸۸۴ ہجری (اپریل ۱۴۷۹ء)۔ مزار میڈیکل کالج لکھنؤ کے قریب ہے، سرہانے یہ شعر کندہ ہے :

ہر کہ خواہد چشم دل بینا کند　　سرمہء خاک در مینا کند

خواجہ امیر مینائی اور خواجہ حسن مینائی آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔ بحوالہ "مراۃ الاسرار" آپ کے خلفاء میں شیخ مخدوم سعد خیر آبادی بڑے صاحب کمال اور اہل سلوک بزرگ ہوئے ہیں۔ شیخ سعد خیر آبادی کے خلفا میں شیخ مخدوم صفی سائی پوری اور میر سید خورد زید پوری بڑے کامل بزرگ شمار ہوتے ہیں سید خورد کے خلفاء میں شیخ اللہ دیا خیر آبادی کا نام تذکروں میں آتا ہے جو علوم ظاہری و باطنی میں یکتا تھے آپ کا مزار موضع ستور میں ہے۔

مخدوم عالم بن سید اسماعیلؒ سہروردی

بحوالہ "تحفۃ الکرام" آپ حضرت امام سید موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور حضرت

marfat.com

مخدوم جہانیاںؒ کے مرید تھے۔ پٹن میں جو ان دنوں گجرات کاٹھیاواڑ کا صدر مقام تھا رہائش پذیر تھے راستی خان کا اس شہر پر قبضہ تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے اس کی تنبیہہ کے لئے اپنے ایک امیر ظفر خان کو روانہ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو راستی خان پٹن سے بھاگ کر کھمبایت چلا گیا۔ ظفر خان مخدوم عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک خنجر جو انہیں حضرت مخدوم جہانیاں سے ملا تھا ظفر خان کو عنایت فرمایا اور کہا کہ انشاء اللہ تم اس ملک کے حاکم ہوگے۔ دوسرے دن حضرت مخدوم ظفر خان کو ملنے لگے تو اس نے مسجد سنگین کی تعمیر کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے الف خان سنجر نے ۶۵۵ ہجری میں بزمانہ سلطان سنجر تعمیر کرایا تھا چنانچہ ظفر خان نے اس مسجد کی مرمت بھی کرائی اور گنبد بھی تعمیر کرایا۔ اس مسجد کے امام و خطیب اور مدرس مولانا یعقوبؒ بہ عہد الف خان مقرر ہوئے۔ حضرت مولانا پانچ واسطوں سے مخدوم عالمؒ بن سید اسماعیلؒ کے جد امجد تھے۔

خواجہ احمد بن محمد سہروردیؒ : آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مرید و خلیفہ تھے آپکا مزار نہروالا مسجد کاٹھ کے نیچے ہے۔

شیخ محمد خلوتی سہروردیؒ : آپ بھی حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مزار پر انوار پٹن میں شیخ سلیمان کے قریب واقع ہے۔

مولانا سید تاج الدین سہروردیؒ : آپ بھی حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مرید و خلیفہ تھے مزار مرزاں پور میں ہے۔ ۲ شوال کو عرس ہوتا ہے۔

سید شرف الدین شہیدؒ

بحوالہ "تحفۃ الکرام" آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے داماد اور خلیفہ تھے۔ اپنے پیرو مرشد کے ہمراہ اکثر سیر و سیاحت پر رہتے۔ حضرت مخدوم نے رخصت کے وقت ایک مسواک عنایت فرمایا کہ جہاں کہیں آپ قیام فرمائیں اس مسواک کو زمین پر گاڑ دینا جہاں پر سرسبز ہو جائے اور اس کے پتے نکل آئیں وہیں آپ کی سکونت ہو گی چنانچہ بھڑوچ میں مسواک ہرا بھرا ہو گیا اس لئے حضرت نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کا وصال ۸ رجب ۸۰۸ ہجری (۳۰ دسمبر ۱۴۰۵عیسوی) بروز بدھ ہوا۔ مزار بھڑوچ میں ایک کوس مشرق کو واقع ہے آپکی اولاد امجاد بھڑوچ اور احمد آباد میں آباد ہے۔

سید سکندر بن مسعود سہروردیؒ

بحوالہ "تاریخ گجرات" آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے آپ کو فوج دے کر منگرول فتح کرنے پر مامور فرمایا۔ سید سکندر نے اس مہم میں شاندار کامیابی حاصل کی جس کے صلے میں ان کو ایک گاؤں ملا اور وہ وہیں مقیم ہو گئے۔ آپ کے پوتے سید رکن الدین کے ایک خط سے بھی واضح ہوتا ہے کہ باطنی طور پر حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی طرف سے بھی آپ کو منگرول میں قیام کی ہدایت ہوئی تھی چنانچہ وہ ایک خط میں حضرت شاہ عالم بخاری سہروردیؒ گجرات کاٹھیاواڑ کو لکھتے ہیں: "میرے جد امجد سید سکندرؒ حضرت مخدوم جہانیاںؒ جہاں گشتؒ کے فرمان کے بموجب منگرول میں آکر قیام پذیر ہوئے تھے اور غیر مسلموں کی تبلیغ کا فریضہ

marfat.com

انجام دیتے رہے"۔ سید سکندرؒ نے علاقہ منگرول اور گرد و نواح میں سلسلہ کی ترویج میں نمایاں کام کیا۔ ان کے بعد سید آدم سہروردیؒ نے بھی رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ سرگرمی سے جاری رکھا۔ ان کے فرزند سید رکن الدین سہروردیؒ کے وقت گرنار کے ہندو حاکم نے مسلمانوں پر مظالم کیے جس پر انہوں نے حضرت مخدوم شاہ عالم سہروردیؒ کو عریضہ لکھا چنانچہ بفضل تعالیٰ یہ ملک ہندو حاکم کے قبضے سے نکل کر گجرات کاٹھیاواڑ کی مسلمان حکومت میں آگیا' ان تمام بزرگوں کے مزارات منگرول میں ہیں۔

سید علم الدین پلاوئیؒ سہروردی

بمطابق "مرآۃ الاسرار" آپ کو سلیم علم الدین بلا متین کہتے ہیں پرگنہ بدایوں کے تمام سادات آپ کی اولاد ہیں۔ آپ کا شمار اولیائے روزگار میں ہوتا ہے۔ امیرانہ لباس میں سلوک طے کیا' حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے اکمل خلفاء میں سے تھے اور مخدوم اخی راج گیریؒ کے ہم صحبت تھے۔ میر سید کمال الدین ترمذیؒ ہلاکو خان کے فتنہ میں سلطان علاء الدین کے عہد میں ہندوستان آئے اور قصبہ کیتھل میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس کے بعد ان کے بیٹے جو میر سید علم الدین کے پردادا تھے کیتھل سے قنوج چلے گئے۔ ان کی اولاد تین مقامات پر آباد ہے۔ میر سید عبد الغفار عموی اور میر سید صدر جہان قنوج سے نکل کر قصبہ بھانی پرگنہ برور آباد چلے گئے۔ ان کے دوسرے بھائی قنوج میں رہ گئے' میر سید بہا الدینؒ قنوجی وغیرہ ان کی اولاد ہیں۔ میر سید علم الدینؒ مخدوم اخی جمشیدؒ کے اشارے کے مطابق سلطان ابراہیم شرقی کے ہاں نوکر ہو گئے۔ کفار کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے سلطان نے مشہور مقامات پر مضبوط قلعے تعمیر کئے اور وہاں تجربہ کار اور مشہور و معروف حکمران مقرر کئے ملک شمون کو جو میر سید اشرف جہانگیرؒ کا مرید تھا اسے ردولی کے علاقے کا حاکم مقرر کیا۔ اثر درخان بدخشی کو دریا آباد کے علاقے کا حاکم تعینات کیا اور میر سید علم الدینؒ کو جو کمال بزرگی اور اعلیٰ حسب و نسب کی وجہ سے ممتاز تھے سدھور کے علاقے کا حاکم مقرر کیا۔ چونکہ وہاں کے کفار بہت سخت تھے اور مغلوب نہیں ہوتے تھے آپ نے شیخ اخی جمشید راجگیریؒ کی خدمت میں درخواست کی چنانچہ مخدوم اخیؒ خود وہاں تشریف لے گئے اور قلعہ کی مضبوطی اور اہل اسلام و سادات کے لئے دعا کی: "سادات پلاؤں تا قیامت دریں جا باشند۔" اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تمام فتنے رفع ہو گئے اور سادات کی اولاد آج تک وہاں قائم ہے۔ میر سید علم الدینؒ کا مزار قصبہ پلاؤن میں زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کا وصال ۸۰۸ ہجری ۱۴۰۶ء میں ہوا۔ آپ میر سید اشرف جہانگیرؒ کے ہم عصر تھے اور اپنے اکثر حالات ان کی خدمت میں لکھا کرتے اور توجہ کی درخواست کیا کرتے تھے۔ صاحب "مراۃ الاسرار" نے سید علم الدینؒ کے ایک خط کا جواب جو حضرت میر جہانگیرؒ نے ارسال فرمایا نقل کیا ہے۔ جس کی تلخیص ہم یہاں درج کرتے ہیں :

"اکابر نے فرمایا ہے کہ جو کچھ کتاب و سنت اور صحابہ کرام کے عمل کے مطابق نہیں ہے ارباب معنی اور ارباب دین کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں اور اہل تحقیق اور اصحاب طریقت کے خلاف عمل کرنا گمراہی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم ان کو عنقریب آفاق اور نفوس میں اپنی نشانیاں دکھا دیں گے حتیٰ کہ حق ان پر واضح ہو جائے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ کافی نہیں ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ بلا

marfat.com

شبہ یہ لوگ اپنے رب کے دیدار کے متعلق شک کرتے ہیں حالانکہ وہ تو ہر چیز پر حاوی ہے۔

لوگوں کے تین طبقات ہیں پہلا طبقہ اہل نفس کا ہے یہ لوگ دنیا اور حرص و ہوس کے بندے ہیں اور حق تعالیٰ سے حجاب میں ہیں اور منکر ہیں جب کوئی شخص اس گمراہ فرقے سے نکل کر راہ ہدایت اختیار کرتا ہے تو نجات حاصل کرتا ہے اور آتش دوزخ سے بچ جاتا ہے دوسرا طبقہ اہل قلب کا ہے۔ اس طبقہ کے لوگ اس مرتبے سے ترقی کرتے ہیں اور ان کا آئینہ دل شکوک کے زنگ سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اس طبقہ کے لوگ آیات الٰہی اور تصرفات نامتناہی سے استدلال کرتے ہیں اور مقامات کریمہ میں تفکر اور کلمات عظیمہ میں تدبر کرتے ہیں وہ حق تعالیٰ کے علم و قدرت و حکمت کا ایسی چشم عقل سے مشاہدہ کرتے ہیں جو آشوب حرص و ہوا سے پاک ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ لوگ قرآن اور حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جاتا ہے کہ وہی حق ہے اور یہ لوگ اہل برہان ہوتے ہیں۔ تیسرا طبقہ ارباب روح کا ہے' یہ لوگ مرتبہء تجلیات صفات سے گزر کر مقام مشاہدہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ عالم خفا سے گزر کر عالم شہود احدیت میں پہنچ جاتے ہیں اور اسماء و صفات اور کثرت تعینات کے حجابات سے نکل کر حضرت احدیت میں مقیم ہو جاتے ہیں' یہ لوگ خلق کو آئینہ حق سمجھتے ہیں یا حق تعالیٰ کو آئینہ حق میں دیکھتے ہیں۔ اس سے اوپر ذات احدیت میں فنا کا مقام ہے اور اس حقیقت **کل شئی ھالک الا وجھہ** کے معنوں سے سوائے اس آخری طبقہ کے لوگوں کے کوئی آگاہ نہیں ہے۔ **ھو الاول ھو الاٰخر ھو الظاھر ھو الباطن** کی یہی معنی ہیں اور تمام تعینات میں حق تعالیٰ کا شہود یہی ہے۔ محققان روزگار اور صوفیائے نام دار جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو پکار اٹھتے ہیں کہ: **اینما تولوا فثم وجہ اللہ** (جس طرف دیکھو اللہ تعالیٰ کا چہرہ یعنی ذات ذو الجلال ہے)۔ خط کے آخر میں یہ تین شعر تحریر فرمائے ہیں :

ہر کرا با دودمان مرتضیٰ حقد و کینہ سرزدہ سر زد بہ پا
در براہ دوستی آید بہم دوستدار حیدر است و مصطفیٰ
کافراں را گر بود انگیز جنگ فوج علوی ے دہد او را سزا

ترجمہ : جو شخص حضرت علی المرتضیٰؓ کے خاندان سے حسد و کینہ رکھے گا سر کے بل گرے گا اور جو شخص ان سے محبت سے پیش آئے گا وہ حضرت علی علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کا دوست ہے۔ کافر لوگ جنگجوئی کرتے ہیں۔ علوی فوج ان کی سرکوبی کے لئے کافی ہے۔

سلطان سید حاجی احمد سہروردیؒ

''تذکرہ قطب العالم'' کے مطابق آپ کے والد سلطان سید جلال الدینؒ حضرت پیر عادل شاہؒ کی اولاد سے تھے جن کا مقبرہ ڈیرہ غازی خان میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ دہڑور واہن (ضلع ملتان) میں آکر مقیم ہوئے آپ کے چھ صاحبزادے تھے سید حسن' سید معارف' سید علی اکبر' سید وڈا' سلطان ابوبکر' سلطان حاجی احمد رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ سلطان حاجی احمدؒ اوچ جا کر حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مرید ہوئے اور خرقہ حاصل کیا۔ اپنے بھائی سلطان ابوبکر کو اپنا مرید بنایا دونوں بھائیوں نے اپنے علاقہ میں کافی غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ سلطان ابوبکر (۱۴۱۷ء) ۸۲۰ ہجری میں اور سلطان سید حاجی احمد

marfat.com

(۱۴۲۷ء) ۸۳۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ سلطان ابوبکر کا مقبرہ ۹۵۵ ہجری (۱۵۴۸ء) میں حاکم وقت نے بنوایا جہاں درمیانی تربت سلطان ابوبکرؒ کی ہے۔ غربی جانب آپ کے فرزند سلطان یارنؒ اور مشرقی پہلو میں آپ کے پوتے اور سلطان یارن کے فرزند محو خواب ہیں۔ ان مقابر کے تقریباً پچاس کرم کے فاصلے پر سلطان سید حاجی احمد علیہ رحمتہ کی خانقاہ ہے اس میں بڑی تربت حاجی احمدؒ کی ہے اور باقی مزارات ان کی اولاد کے ہیں۔

شیخ عبداللہ جہانیاں سہروردیؒ

بحوالہ مذکورہ بالا آپ بھی حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے خلیفہ و مرید تھے۔ حضرت مخدومؒ کے آخری لمحات تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ حضرت نے اپنے وقت آخر میں انہیں جبہ مبارک حضرت سرور کائنات علیہ السلام، شمشیر حضرت سید جلال بخاریؒ اور تسبیح عنایت کر کے خرقہء فقر سے ممتاز فرمایا۔ حضرت مخدومؒ کے وصال کے بعد آپ شیخو واہن آ گئے، جو ریلوے سٹیشن بھی ہے۔ یہیں آخر عمر تک قیام فرما رہے اور یہیں دفن ہوئے، ریلوے سٹیشن سے خانقاہ تقریباً دو میل شمال کی جانب ہے۔ ۹ ذی الحج کو آپ کا عرس ہوتا ہے اور جبہ شریف کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے۔

داؤد جہانیاں سہروردیؒ

آپ مظفر گڑھ کے ایک زمیندار تھے۔ ایک دفعہ حضرت مخدومؒ سیر و سیاحت کرتے آپ کے گاؤں سے گزرے تو فرمایا: کوئی ایسا شخص اس گاؤں میں ہے جو درویش کو دودھ پلائے اور بھینس مروائے۔ میاں داؤد آگے بڑھے اور عرض کی "بھینس تو کیا اگر خدا کے نام پر جان طلب کریں تو اس سے بھی انکار نہیں" اس کے بعد گھر گئے اور گلاس میں بھینس کا دودھ لے کر حاضر ہو گئے گھر میں کہہ آئے کہ اگر بھینس مرنے لگے تو فوراً ذبح کر دینا۔ ادھر حضرت مخدومؒ نے دودھ کا گلاس منہ سے لگایا اور ادھر بھینس کے گلے پر چھری پھر گئی۔ اس واقعہ کو پانچ سال گزر گئے۔ میاں داؤد کی بھینس ایک سیاہ رنگ کی بچھڑی چھوڑ گئی تھی وہ اب جوان ہو کر دودھ دے رہی تھی کہ اچانک کسی نے آ کر بتایا کہ وہی درویش پھر آئے ہیں اور وہی صدا لگا رہے ہیں گاؤں کے کسی آدمی نے جرات نہ کی۔ میاں داؤد اٹھے بھینس کو دوہا اور دودھ لے کر روانہ ہو گئے۔ گھر والوں نے بھینس ذبح کرنے کی تیاری کر لی۔ ادھر درویش دودھ پی کر روانہ ہوا ادھر بھینس پر پھر چھری پھر گئی۔ بھینس ڈیڑھ ماہ کی بچھڑی چھوڑ گئی تھی جو پانچ سال بعد جوان ہو گئی اور دودھ دینے لگی تھی وہی درویش پھر آ گیا اور وہی صدا دی۔ کوئی بھی گاؤں میں آمادہ نہ ہوا۔ میاں داؤد پھر حاضر ہو گئے، درویش نے کہا کیا پھر بھینس مروانا چاہتے ہو؟ آپ نے کہا حضرت بھینس مرے یا جئے مگر آپ کو دودھ ضرور پلاؤں گا۔ یہ کہا اور گھر جا کر بھینس کو دوہا اور دودھ لے کر حاضر ہو گئے ادھر درویش نے دودھ کا برتن منہ سے لگایا ادھر بھینس کی گردن پر چھری پھر گئی۔ اس دفعہ درویش رخصت نہ ہوا کچھ دیر بعد میاں داؤد کو فرمایا: میاں داؤد! میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ دونوں یعنی مرید اور مراد دریا کی طرف چلے جا رہے تھے ایک صاف ستھری جگہ پر حضرت ٹھہر گئے، دریا کے پانی سے وضو کیا نماز پڑھی اور پھر فرمایا: میاں داؤد! تمہاری بھینس کا کیا نام تھا؟ میاں داؤد نے عرض کی "سوہنی"۔ آپ نے فرمایا دریا کی روانی کے ساتھ ساتھ چلتے جاؤ۔ پیچھے دیکھے بغیر سوہنی، سوہنی پکارتے

marfat.com

جاؤ۔ میاں داؤد نے ایسا ہی کیا' اسے محسوس ہوا کہ بے شمار بھینسیں پیچھے چلی آ رہی ہیں' اور سوچا کہ میں اتنی بھینسوں کو کیا کروں گا چنانچہ اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو بھینسوں کا ایک گلہ بڑھا چلا آ رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا: میاں داؤد! یہ کیا کیا؟ اگر تم پیچھے نہ دیکھتے تو ہر طرف بھینسیں ہی بھینسیں ہوتیں۔ عرض کی حضرت میں انہیں کہاں سے چارا ڈالوں گا؟ فرمایا ہر چیز کا رزق اللہ کریم کے ذمے ہے تم جو کچھ گھاس لا سکو گے وہی تمہیں کفالت کرے گا یہ درویش حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ تھے۔ میاں داؤد نے نوکر رکھ لیا' خود مٹکا بھر کر روزانہ اوچ جاتے اور حضرت مخدومؒ کے لنگر میں دودھ داخل کرتے اسی طرح کئی سال گزر گئے۔ ایک دن حضرت نے میاں داؤد کا ہاتھ پکڑا مرید کیا اور فرمایا: میاں داؤد ہم بھی پیر جہانیاں ہیں اور تم بھی پیر جہانیاں ہو۔" اس روز سے آپ "پیر داؤد جہانیاں" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے گھر کو جا رہے تھے دریائے جہلم کے کنارے ایک جگہ آپ نے شیشم کی خشک لکڑی زمین میں گاڑی' قدرت الٰہی سے وہ اسی وقت ہری بھری ہو گئی۔ یہ مقام "ٹاہلی پیر جہانیاں" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ سرائیکی اور پنجابی زبان میں شیشم کو ٹاہلی کہتے ہیں۔ پیر داؤد کی یہ بیٹھک جگو والا ضلع ملتان سے تین میل بجانب شمال مغرب واقع ہے جس شخص کو دنبل (پھوڑا) نکلتا ہے وہ اس مکان کی ریت لے کر گرم کر کے لگاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شفایاب ہو جاتا ہے۔ حضرت پیر داؤد جہانیاںؒ کا مزار ضلع مظفر گڑھ میں ہے اور پیر جہانیاں کے نام سے مشہور ہے۔

سید علاء الدین سہرورد یؒ بن سید حسین گردیزی

آپ حضرت مخدوم کے شاگرد اور خلیفہ تھے' آپ نے بھی دہلی کے قیام کے دوران حضرت مخدوم کے ارشادات کو "جامع العلوم" کے نام سے جمع کیا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ "الدر المنظوم" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ بھی حضرت مخدوم کی خدمت میں عمر بھر رہے اور فوت ہونے کے بعد اوچ میں دفن ہوئے۔ سید معزالدین گردیزی جو آپ کے بھائی تھے وہ بھی آپ کے پہلو میں قبرستان حضرت مخدوم جہانیاںؒ اوچ میں محو خواب ہیں۔

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ چشتی سہروردی

بحوالہ مرآۃ الاسرار آپ کو چودہ سلاسل سے خلافت حاصل تھی۔ سلسلہ چشتیہ میں آپ علاؤ الدین علا الحق (بن اسعد لاہوری ثم بنگالی) اور سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے دست بیعت تھے۔ آپ کے والد ماجد سلطان ابراہیم سادات نور بخشیہ میں سے تھے اور سمنان کے بادشاہ بھی تھے۔ میر سید اشرف جہانگیرؒ مادر زاد ولی تھے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن سات قرات کے ساتھ حفظ کر لیا تھا۔ چودہ سال کی عمر میں آپ اکثر علوم عقلی و نقلی سے فارغ التحصیل ہو گئے تھے اور احادیث نبوی کی سماعت بھی کر چکے تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد جانشین تخت ہوئے لیکن آپ اس سے متنفر تھے اور اکثر شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ کبروی اور دیگر مشائخ وقت کی خدمت میں رہتے تھے۔ ایک رات حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ ابھی آپ نے سلطنت کا کام کرنا ہے لیکن مجمل طریق پر اسم مبارک "اللہ" کے معانی کا ملاحظہ بلا واسطہ لسان اپنے قلب پر کرتے رہو (یعنی زبان سے نہیں بلکہ دل سے اللہ اللہ کرتے رہو اور واقف انفاس بھی رہنا

marfat.com

چاہئے یعنی شغل پاس انفاس میں مشغول رہنا چاہئے) پس آپ دو سال تک اس کام میں مشغول رہے چنانچہ آپ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے اور انہوں نے آپ کو اذکار او۔یہ تعلیم فرمائے چنانچہ سات سال تک آپ اس کام میں لگے رہے۔ ایک دفعہ ماہ رمضان کی ستائیسویں شب کو عالم شب بیداری میں پھر حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی جنہوں نے فرمایا کہ سلطنت کے امور کے ساتھ وصال دوست مشکل کام ہے اٹھو اور ہندوستان جاؤ کیونکہ تمہارا ہادی و مرشد شیخ علاؤ الدین وہاں ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے سلطنت کو خیرباد کہا تخت و تاج اپنے بھائی سلطان محمد کے سپرد کر کے اپنی والدہ سے رخصت طلب کی۔ آپ کی والدہ خدیجہ بیگم حضرت خواجہ احمد یسوی" کی اولاد سے تھیں والدہ نے فرمایا: میرے بیٹے! تمہاری ولادت سے پہلے حضرت خواجہ احمد یسوی" کی روحانیت نے مجھے آگاہ کیا تھا کہ تیرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا کہ جس کے نور ولایت سے دنیا منور ہو گی۔ اب وہ وقت آگیا ہے' مبارک باد میں نے اپنا حق تجھے بخشا اور تجھے خدا کے سپرد کیا۔ پس آپ تیئس سال کی عمر میں سمنان سے روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ علاؤ الدولہ" نے چند منازل تک آپ کا ساتھ دیا اور نہایت قیمتی اسباق سکھانے کے بعد رخصت فرمایا۔ براستہ سمرقند اوچ شریف (تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور) پہنچے اور کچھ عرصہ حضرت مخدوم جلال الدین بخاری المعروف جہانیاں جہاں گشت سہروردی" کی صحبت میں رہ کر نعمت بیکراں اور قطبی غوثی درجے کی بشارت حاصل کی اس کے بعد دہلی تشریف لائے مشائخ چشت کی زیارت سے مشرف ہوئے' وہاں سے بہار آئے اور حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری" کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد بنگال بغرض خدمت اقدس شیخ علاء الدین علاء الحق" بن اسعد لاہوری ثم بنگالی روانہ ہوئے۔ حضرت علاء الحق "حضرت خضر علیہ السلام کے باطنی اشارہ کے تحت استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لا کر انہیں اپنے ہمراہ لائے' حجرہ شریف میں بیعت سے مشرف فرما کر خاندان چشتیہ کے اذکار و اشتغال تعلیم فرمائے اور اپنا لباس خاص ان کو پہنایا اس وقت آپ کی عمر ستائیس برس تھی۔ کچھ عرصہ بعد خواجگان چشت کی نعمت اور سلطان المشائخ (حضرت محبوب الٰہی دہلوی") کا خرقہ ء خاص جو آپ نے اخی سراج" سہروردی سے حاصل کیا تھا عطا کرنے کے بعد آپ کو پسران عظام کے تمام تبرکات بھی عطا فرمائے اور ولایت جونپور آپ کے سپرد کی اور آپ کی سکونت کے لئے کچھوچھ مقرر فرمایا نیز آپ کو جھنڈا' گھنٹہ اور نقارہ بھی مرحمت فرمایا۔ آپ مزید دو سال شیخ کی خدمت میں رہے۔

کچھوچھہ (آپ نے اس کا نام روح آباد رکھا) میں ایک جوگی اپنے پانچ سو چیلوں سمیت جو خود طالب حق تھا حضرت کی قوت ولایت کے تحت مسلمان ہو گیا اور بابا کمال نام پایا۔ "لطائف اشرفی" کے مطابق مکہ معظمہ کے سفر میں ایک دفعہ شیخ بدیع الدین شاہ مدار" بھی آپ کے ہم سفر تھے۔ حضرت اشرف" مدینہ منورہ' نجف' کربلا اور روم بھی گئے اور مولانا روم" کے فرزند سلطان ولد" اور دیگر مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ صالحہ ،مشق میں حضرت ابن عربی" کے مزار کی زیارت کی ازاں بعد شام میں شیخ عبد الرزاق کاشی" سے فصوص الحکم' فتوحات مکیہ اور اصطلاح کبیر پڑھیں۔ ماوراء النہر آ کر حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند" سے خرقہ ۔ .فت حاصل کیا۔ وطن واپس آ کر کچھوچھ مقیم ہو گئے اور اپنے

marfat.com

شیخ کی وفات کے بعد جونپور تشریف لے گئے' بادشاہ جونپور نے اپنے دو بیٹوں کو آپ کا مرید کرایا۔ ایک سو سے زاید اولیا کرام سے فیض حاصل کرنے کے بعد جب آخری مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں سہروردیؒ کی خدمت میں اوچ آئے تو حضرت مخدوم نے وہ دولت کہ انہوں نے چار سو سے زاید مشائخ سے حاصل کی تھی تمام آپکے حوالے کردی اور غوثی قطبی رتبے پر پہنچادیا۔ آپ اکثر اوقات عالم تحیر میں رہتے اور اگر کوئی شخص توحید یا معارف کے متعلق سوال کرتا تو دیر کے بعد جواب دیتے۔

بموجب "مرآۃ الاسرار" آپ اپنے سب چھوٹے بڑے مریدوں کو شغل نسبت (مراقبہ ذات) کا امر فرماتے تھے حضرت کا ارشاد ہے جب تعین کی سرحد پر پہنچ جائے تو شغل نسبت شروع ہو جاتا ہے تعین کی سرحد وہ ہے جہاں سے لاتعین شروع ہوتا ہے (یعنی مراقبہء ذات حق اور فنائی اللہ کی ابتدا)۔ صوفیا کی اصطلاح میں نسبت اسے کہتے ہیں کہ ہمیشہ قولہ' تعالیٰ' "**فنفخت فیہ من روحی**" (ہم نے آدم کے اندر اپنی روح پھونکی) کے تصور میں مستغرق رہے اور غیر حق کا خیال دل میں نہ آنے دے کیونکہ اسی میں سالک کا کمال ہے۔ ایک مرتبہ بنارس میں چند ہندو علما کے ساتھ آپ کی بحث ہوئی تو آپ نے ایک بت کو زندہ کر دیا اور بت نے فوراً کلمہ توحید پڑھا۔ یہ دیکھ کر اس روز ایک لاکھ ہندو مسلمان ہوئے۔ آپ نے اس جگہ جہاں آپ کا مزار ہے اپنے ہاتھ سے درخت لگائے' وہ درخت اب جنگل نما بن گئے ہیں لیکن ان درختوں پر کوئی پرندہ گھونسلا نہیں بناتا اور آپ کے حوض کا پانی بھی ہرگز گندہ نہیں ہوتا۔ حوض کا پانی آسیب زدہ کے لئے شفا ہے۔ جب محرم کا چاند دیکھا جاتا تو حضرت کا حال دگرگوں ہو جاتا اور عجب ذوق کی حالت طاری ہو جاتی تھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ محرم میرے دادا امام حسین علیہ السلام کے وصال کا مہینہ ہے آپ کا دستور تھا کہ غرہ محرم میں عاشورہ دور کرتے تھے۔

۲۷ محرم ۸۰۸ ہجری (۱۴۰۵ عیسوی) ظہر کی نماز کے بعد قوالوں کو طلب فرمایا۔ سماع شروع ہو گیا' قوالوں نے حضرت شیخ سعدیؒ کی غزل پڑھی آپ بھی غلبہء شوق وصال کی وجہ سے قوالوں کے ساتھ شعر دہراتے رہے' ان میں ایک شعر یہ ہے :

گر بدست تو آمدست **اجلم** قد رضینا بما جری القلم

(اے دوست اگر تیرے ہاتھ میں میری اجل ہے تو جس طرح قلم چل چکی ہے میں بھی اس پر راضی ہوں)

آپ نے عین ذوق و شوق اور مشاہدہ جلال حق میں اٹھائیس ۲۸ محرم ۸۰۸ ہجری (اتوار ۲۶ جولائی ۱۴۰۵ عیسوی) کو وصال فرمایا۔ عمر شریف ایک سو چھ سال یا ایک سو دس سال تھی۔ سلطان ابراہیم شرقی کا عہد تھا آپکا مزار پر انوار پھو ہتہ (روح آباد) میں زیارت گاہ خلائق اور مرجع انوار و برکات ہے۔

راجن کتالؒ سہروردی کے خلفا و چند بزرگ

سید کبیر الدین اسماعیل سہروردیؒ

"تذکرہ رکن عالم" اور "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے پوتے اور مرید تھے۔ حضرت مخدوم کے وصال کے بعد حضرت راجن کتالؒ کی خدمت میں تربیت پائی اور تکمیل باطنی حاصل کی۔ ابتدائے حال میں جب آپ حضرت راجن کتالؒ سے عوارف کا درس

marfat.com

لیا کرتے تو معمول تھا کہ آدھی رات کو بلا ناغہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے مقبرے میں جاتے۔ تہجد ادا کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ایک دن شیخ یحییٰ نامی ایک مجذوب نے آکر حضرت راجن کتالؒ سے عرض کی کہ صاحبزادے کے کمالات کا یہ عالم ہے کہ حضرت مخدوم کے مقبرے کا قفل انگلی کے اشارے سے کھولتے اور بند کرتے ہیں۔ شیخ کبیر الدین اسماعیلؒ کو بذریعہ کشف اس بات کا علم ہو گیا' آپ شرم کے سبب حضرت راجنؒ کی خدمت میں درس لینے کے لئے حاضر نہ ہوئے' حضرت مخدوم راجوؒ خود تشریف لے گئے اور انہیں عوارف کا سبق دیا اور اپنے ہمراہ لے آئے۔

فرزندان : حضرت کبیر الدین اسماعیلؒ کے دو فرزند تھے' عبد الشکور اور عبد الغفور' دونوں ظاہری اور باطنی جمال کے جامع تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے عالم و عامل اور کامل و اکمل تھے۔ اپنے والد کے مرید تھے انہیں سے صوری و معنی تربیت حاصل کی۔ وفات کے دن آپ نے اپنے ان دونوں بیٹوں کو پاس بلوایا' خرقہء خاص سے سرفراز کیا اور فرمایا: "میرے بعد جب بھی تمہیں کوئی مشکل پیش آئے میری قبر کے پاس آکر ظاہر کرنا تمہیں اس کا درست حل مل جائے گا" چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایسا ہی ہوا' دونوں صاحبزادے کسی مشکل یا مہم پیش آنے پر حضرت کی قبر کے سرہانے حاضر ہوتے اور فوراً ہی جواب مل جاتا۔ یہ دونوں شہزادے شہید ہوئے' شہادت کے بعد ان کے لب ہائے مبارک تلاوت قرآن میں معروف تھے۔ بمطابق "خزینۃ الاصفیا" آپ کا وصال ۸۲۵ ہجری (۱۴۲۲ عیسوی) میں ہوا۔ آپ کے عظیم خلفاء میں شیخ سماء الدین "کنبوہ سہروردیؒ" بہت مشہور ہیں جو حامد بن فضل اللہ جمالی سہروردیؒ مصنف "سیر العارفین" کے پیر و مرشد تھے۔

مخدوم سید فضل اللہ فیض اللہ بخاریؒ

بحوالہ "تذکرہ رکن عالم ملتانیؒ" آپ حضرت مخدوم ناصر الدین محمودؒ کے فرزند اور حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے پوتے تھے۔ تبلیغ دین کا کام بڑے وسیع پیمانے پر کیا کئی ہندو قومیں لانگ' کھاکھی' دھونتر اور نون آپ کی بدولت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ملتان اور مظفر گڑھ میں اس خاندان کے لاکھوں عقیدت مند موجود ہیں۔ جلال پور اور اوچ کے وہ محلات جن میں حضرت مخدومؒ سکونت فرمایا کرتے تھے وہ بھی اسی خاندان کے تصرف میں چلے آتے ہیں۔ "باقر الانوار" کے مصنف سید محمد باقر بھی اسی خاندان سے تھے۔ دیوان سید عبد الجلیل' دیوان سید عبد اللہ' دیوان سید عبد الجلیل ثانی' دیوان سید زین العابدین اول و ثانی' دیوان سید احمد' دیوان سید مسیح اللہ' دیوان محمد باقر اول و ثانی و ثالث تک تمام سجادگان اور ان کے لاکھوں ارادت مند سلسلہء سہروردیہ کے تابع رہے' اور اسی کے مطابق خلق خدا میں اصلاح احوال اور تربیت روحانی کا کام سرانجام دیتے رہے۔ دیوان سید زین العابدین رابع کے زمانے میں چشتیہ خاندان کا اثر و نفوذ اس خاندان پر غالب آگیا اور یہ حضرات مٹھن کوٹ کے چشتی بزرگوں کے مرید ہو گئے چنانچہ دیوان غلام جہانیاں' دیوان عنایت شاہ' دیوان باقر شاہ رابع' سید ولایت شاہ اور ان کے افراد خاندان سلطان الاولیا حضرت خواجہ عاقل محمد چشتی نظامی علیہ رحمتہ کے خاندان سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

سید السادات عبد الوہاب بخاری سہروردی اوچیؒ

"تذکرہ شاہ رکن عالم" کے مطابق آپ سید جلال بخاری اوچیؒ کی اولاد اور مخدوم صدر الدین راجن قتالؒ کے داماد اور مرید تھے صاحب "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنے پیر و

marfat.com

مرشد کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت (راجن قتال) نے فرمایا: "اس جہان میں ابھی دو نعمتیں ایسی ہیں جو دنیا بھر کی نعمتوں پر تفوق رکھتی ہیں لیکن لوگ ان کے حصول کی کوشش نہیں کرتے۔ ایک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے جو بصفت حیات مدینہ منورہ میں موجود ہے مگر اس سعادت کے حصول میں غفلت سے کام لے رہے ہیں۔ دوسرا قرآن مجید ہے کہ پروردگار عالم اس کے ذریعے بغیر کسی واسطہ کے انسان سے کلام فرماتا ہے لیکن خلق خدا اس طرف بھی متوجہ نہیں ہوتی"۔

سید عبد الوہاب نے یہ ارشادات سنتے ہی حضرت شیخ سے اجازت طلب کی اور براہ خشکی مدینہ منورہ روانہ ہو گئے اور حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد واپس مرشد کی خدمت میں آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد مرشد (حضرت راجن قتال") کا وصال ہو گیا اور لنگاہوں کے ابتدائی دور میں اتنا ہولناک قحط پڑا کہ بہت سے خاندان ملتان اور اوچ سے دہلی اور لاہور کو ہجرت کر گئے۔ اس زمانے میں حضرت سید عبد الوہاب" بھی دہلی تشریف لے آئے یہ سکندر لودھی کا زمانہ تھا۔ سلطان نے آپ کی بہت عزت و تکریم کی، کچھ عرصہ بعد آپ حج اور زیارت مدینہ منورہ روانہ ہوئے، وہاں ایک رات خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دہلی میں قیام کرنے کی ہدایت ہوئی چنانچہ براہ اوچ آپ دہلی تشریف لے آئے، آپ مذہبی امور میں بڑے متشدد تھے چنانچہ سلطان کو داڑھی منڈھوانے پر آپ نے ٹوکا کہ تم مسلمانوں کے بادشاہ ہو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے سلطان پر شوکت شاہی کا تفاخر غالب آ گیا اور اس نے شیخ سے توجہ ہٹا لی۔ آپ کی عدم موجودگی میں سلطان نے سید عبد الجلیل (جو سید فضل الدین فیض اللہ" کے صاحب سجادہ تھے اور سید وہاب" کے قریبی عزیز تھے) کے روبرو حضرت کو ملامت کی جو سید عبد الجلیل" کو ناگوار خاطر ہوئی انہوں نے واپس آ کر حضرت کو آگاہ فرمایا جس پر آپ نے فرمایا: "سلطان نے آل رسول کی تحقیر کی ہے جس حلق سے یہ الفاظ نکلے ہیں انشاء اللہ وہ بند ہو جائے گا" چند دن بعد سلطان کا حلق بند ہو گیا اور اسی مرض سے اس کا انتقال ہو گیا۔

سید وہاب" اپنے پیرو مرشد راجن قتال" کے وصال کے بعد شیخ عبد اللہ قریشی (جو شیخ محمد یوسف قریشی ملتانی سہروردی" فرماں روائے ملتان کے بڑے فرزند تھے) سے روحانی روابط استوار کر لئے وہ بھی لنگاہوں کے ملتان پر تسلط کے سبب دہلی آ گئے ہوئے تھے۔ شیخ عبد اللہ قریشی" نے علم فقر و تصوف جو کچھ ان کے پاس تھا سید عبد الوہاب" کو عنایت فرما دیا، آپ صاحب تصنیف بھی تھے جن میں ان کی تفسیر زیادہ مشہور ہے۔

وصال : بقول صاحب "اخبار الاخیار" سید عبد الوہاب" نے ۹۳۲ ہجری (۱۵۲۶ء) میں وصال فرمایا آپ کا مقبرہ شاہ عبد اللہ" کے جوار میں دہلی میں ہے۔ آپ کے جانشین شیخ مدثر قرار پائے، شیخ عبد الوہاب" کے فرزندوں میں میر سید محمد بخاری" بہت بڑے عالم تھے ان سے شیخ عبد العزیز" سہروردی نے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے۔ ملا عبد القادر بدایونی (اکبری دور کے مورخ) انہیں کے شاگرد تھے۔

شیخ عبد العزیز سہروردی" : بحوالہ "تذکرہ رکن عالم" آپ کے آباء کرام ملتان کے رہنے والے تھے شیخ محمد یوسف قریشی" کے دور حکومت میں جب رائے سہرہ لنگاہ نے ملتان پر حملہ کیا تو آپ کے جد امجد شیخ طاہر نے ملتان سے ہجرت کر کے دہلی کا رخ کیا۔ ان دنوں دہلی پر بہلول لودھی کا تسلط ہو چکا تھا

marfat.com

مگر آپ آگے بڑھتے چلے گئے۔ جونپور میں شیخ طاہر کا انتقال ہو گیا۔ ان کے فرزند شیخ حسنؒ نے راجی سید حامد شاہؒ کی بیعت کر لی، خرقۂ خلافت اور کمال الحق کا خطاب پایا شیخ حسنؒ جونپور سے آگرہ ہوتے ہوئے دہلی آئے اور "بدیع منزل" میں قیام کیا۔ یہ جگہ اب "پیچ منڈل" کے نام سے موسوم ہے، آپ نے ۹۰۹ ہجری (۱۵۰۳ عیسوی) میں وصال فرمایا۔ آپ کے چار بیٹے تھے، شیخ عبد العزیز سب سے چھوٹے تھے مگر مرتبے کے اعتبار میں سب سے بڑے تھے، شیخ عبد العزیز جوان ہوئے تو حاجی عبد الوہاب سہروردیؒ کے فرزند سید محمد بخاری سہروردیؒ سے علوم متداولہ حاصل کئے اور "فصوص الحکم" اور "فوائد الفواد" کو ان سے سبقاً پڑھا۔ میر سید محمد بخاریؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت سہروردیہ سے نوازا اور فرمایا: جب تک عبد العزیز کو اپنی مثل نہ بنالوں گا اس دنیا سے نہ جاؤں گا" چنانچہ بلاشبہ شیخ عبد العزیز نے مرشد کی توجہ سے وہ مرتبہ پایا کہ اپنے عہد کے تمام مشائخ پر چھا گئے۔ آپ تیئیس تصانیف کے مالک تھے وصال دہلی میں سوموار ۶ جمادی الثانی ۹۷۵ ہجری (۳ نومبر ۱۵۶۷ عیسوی) کو ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

سید احمد الملقب بہ مخدوم جہان شاہ رضویؒ: "تذکرہ شاہ رکن عالم" کے مطابق آپ اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد مانک پور سے اوچ تشریف لے آئے اور حضرت سید راجن قتال سہروردیؒ کے مرید ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مرشد کی اجازت سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت نے گلیم عبا (چادر پنج تن پاک) حضرت قطب العالم برہان الدین سہروردیؒ (گجرات کاٹھیاواڑ) کے لئے عنایت فرمائی چنانچہ سید احمد نے پٹن پہنچ کر یہ گلیم حضرت قطب العالم کی خدمت میں پیش کی۔ صاحب "تحفتہ الکرام" لکھتے ہیں کہ اس گلیم پاک کا ایک ٹکڑا ۱۱۷۴ ہجری (۱۷۶۱ء) میں مولانا نور الدین جامی کی اولاد کے پاس میں نے دیکھا تھا اور اس کی زیارت کی تھی۔

سید احمدؒ نے اپنے چچا بزرگوار سید خدا بخشؒ کے گھر میں نزول فرمایا جو حضرت راجن کتالؒ کے مرید تھے اور جو قطب العالم برہان الدینؒ کو گجرات کاٹھیاواڑ لائے تھے۔ حضرت قطب العالمؒ نے خواب میں دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: "**اعط جبیک لی عقد ولدی احمد تسلیما**" حضرت قطب العالمؒ بلا توقف سید خدا بخش کے گھر میں آئے اور سید احمد کو بلا کر ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کر دیا اور پھر اپنے گھر میں لے آئے۔ پانچ ماہ بعد سید احمد ارض مقدس کو روانہ ہوئے اور بارہ سال وہاں رہ کر حج کئے اور زیارت رسول مقبولؐ سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ہوئی "اے میرے بچے سید احمد! تم واپس جاؤ اور نہروالا میں سکونت اختیار کرو کیونکہ وہاں کے گنہگار افراد تیری زیارت کے طفیل عتاب دوزخ سے نجات پائیں گے اور جو لوگ تیری قبر پر فاتحہ پڑھیں گے ان کی شفاعت مجھ پر واجب ہو جائے گی" حضرت قطب عالمؒ اور شیخ الاسلام حضرت شیخ احمد کھٹوؒ سید احمد کا بڑا احترام کرتے تھے۔ کسی شخص نے شیخ احمد کھٹوؒ سے پوچھا: "کیا وجہ ہے کہ جب سید احمد آپ کی مجلس میں آتے ہیں تو آپ ان کا بڑا احترام کرتے ہیں؟" حضرت نے فرمایا: ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ سید احمد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک پر سر رکھے سو رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "یا شیخ احمد! **انا احمدٌ و ہذا ولدی احمد**" سید احمدؒ کی تاریخ ولادت ۷۸۹ ہجری (۱۳۸۷ عیسوی)

marfat.com

اور تاریخ وصال منگل ۹ ذوالحج ۸۸۹ ہجری (۲۸ دسمبر ۱۴۸۴ عیسوی ہے)۔

شیخ یوسف بدھ" چشتی سہروردی : آپ ایرج (بھارت) کے رہنے والے تھے خواجہ اختیار الدین" کے مرید اور خلیفہ تھے لیکن حضرت مخدوم راجن قتال سہروردی" سے بھی نعمت خلافت اور اجازت حاصل کی تھی۔ آپ صاحب تصانیف ہیں' "منہاج العابدین" مصنفہ حضرت امام غزالیؒ کا ترجمہ اور اشعار کے چند دیوان آپ سے منسوب ہیں۔ آپ نے بحالت سماع ۸۳۴ ہجری (۱۴۳۱ عیسوی) میں وصال فرمایا۔

خواجہ کرک سہروردی" : بموجب "مرآۃ الاسرار" آپ شیخ اسماعیل سہروردی" کے مرید تھے جو حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے بھیجے تھے۔ شیخ اسماعیل سہروردی" باطنی اشارہ پا کر ملتان سے الہٰ آباد تشریف لے گئے اور موضع نہروالی میں جو الہٰ آباد سے چار کوس غرب کی طرف واقع ہے سکونت پذیر ہوئے' آپ کا مزار بھی اسی جگہ زیارت گاہ خلائق ہے۔ جب شیخ اسماعیل" کا شہرہ عام ہوا تو خواجہ کرک" جو وہاں کے فضلا میں سے تھے آپکے مرید ہو گئے۔ تربیت کے بعد ان پر عظیم الشان واردات کا ظہور ہونے لگا جس میں مستغرق ہو گئے اور خلق سے بالکل بے نیاز ہو گئے چنانچہ شیخ اسماعیل" نے انہیں خلافت عطا فرما کر رخصت کر دیا اور وہ قصبہ کرہ میں مقیم ہو گئے۔ غلبہء حال کی وجہ سے انہوں نے طریق ملامتیہ اختیار کر لیا۔ آپ سے بے اختیار کرامات کا ظہور ہونے لگا آپ شعر بھی کہتے تھے' دو رباعیات حسب ذیل ہیں۔

اندر طلب دوست چو مردانہ شدم — اول قدم از وجود بیگانہ شدم
او علم نے شنید' لب بر بستم — او عقل نے خرید دیوانہ شدم

(ترجمہ: دوست کی طلب میں جب میں نے دلیری سے قدم رکھا تو پہلے قدم پر اپنے وجود سے بیگانہ ہو گیا چونکہ دوست کو میرے علم کی ضرورت تھی میں نے لب بند کر لئے اسے عقل درکار نہ تھی تو میں دیوانہ ہو گیا۔

کرک نہ پوشیدہ گہنے خرقہ — سر نہ تراشید زموئے زرہ
خرقہ چہ پوشی و تراشی چہ سر — ہر دو دکان است ازیں درگزر

(ترجمہ: خواجہ کرک نے نہ کبھی خرقہ پہنا نہ سر منڈایا' خرقہ پہننے اور سر منڈانے کی کیا ضرورت' یہ دکانداری ہے اسے ترک کرنا بہتر ہے)

تاریخ نظامی میں لکھا ہے کہ جب ملک علاؤ الدین جو سلطان جلال الدین خلجی کا داماد اور حاکم کرہ اور مانکپورہ تھا دیوگر کو فتح کر کے بے شمار مال و دولت سمیت واپس لوٹا تو سلطان خلجی خائف ہو کر علاؤ الدین خلجی کو قبضہ میں کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ خبر سن کر علاؤ الدین کو فکر لاحق ہوئی وہ خواجہ کرک" کی خدمت میں امداد باطنی کے لئے حاضر ہوا (کرک ضلع بدایون میں ہے) خواجہ کرک" نے فرمایا:

ہر کس کہ کند با تو جنگ — سر در کشتی تن در گنگ

(جو شخص تیرے ساتھ جنگ کرے گا اس کا سر کشتی میں ہو گا اور سر دریائے گنگا میں) ملک علاؤ الدین یہ بشارت سن کر واپس آیا ۱۷ رمضان ۶۹۵ ہجری (جولائی ۱۲۹۶ عیسوی) میں سلطان جلال الدین قتل ہوا اور اس کی جگہ علاؤ الدین خلجی تخت نشین ہو گیا۔ خواجہ کرک" کا مزار قصبہ کرہ میں ہے آپ سلطان

marfat.com

الشائخ حضرت محبوب دہلویؒ کے ہم عصر تھے۔ تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانیؒ کے بموجب ۷۲۶ ہجری (۱۳۲۶ عیسوی) میں وصال پایا بعد کنڈہ مانک پورہ میں مدفون ہوئے۔ بحوالہ "تذکرۃ الاصفیا" یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت قطب الدینؒ نے انہیں خرقہ بھجوایا تھا' آپ نے اسے آگ میں ڈال دیا' آدمی جو خرقہ لایا تھا اسے یہ امر ناگوار گزرا اس نے خواجہ قطب الدین کی خدمت میں یہ سارا ماجرا جا کر عرض کیا' آپ نے فرمایا کہ تم پھر خواجہ کرکؒ کے پاس جاؤ اور ان سے وہ خرقہ طلب کرو اصل راز تم پر منکشف ہو جائے گا۔ چنانچہ جب آپ سے یہ خرقہ طلب کیا گیا تو آپ نے الاؤ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میاں آگے بڑھ کر نکال لو' وہ آدمی آگے بڑھا اور دیکھا کہ اس دہکتی ہوئی آگ میں نہ صرف وہ خرقہ محفوظ پڑا ہے بلکہ اس کے ساتھ اور بھی کپڑے محفوظ پڑے ہیں۔

اولاد امجاد سید ناصر الدین بخاری سہروردیؒ

سید حامد کبیر بخاریؒ : آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے منظور نظر پوتے تھے' سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ علوم متداولہ کے بحر بیکراں اور حدیث و تفسیر کے علامہ تھے۔ اپنے والد ماجد مخدوم سید ناصر الدین کی وفات کے بعد مسند ارشاد سنبھالی اور عوام و خواص کو فیوض و برکات سے بہرہ ور کیا۔ وصال بعمر ۵۵ سال ربیع الاول ۸۲۵ ہجری (مارچ ۱۴۲۲ عیسوی) کو ہوا اور اوچ شریف میں مدفون ہوئے۔

سید رکن الدین ابو الفتح بخاریؒ : آپ مخدوم سید حامد کبیر بخاریؒ کے صاحبزادے اور مرید تھے' ان کے بڑے صاحبزادے سلطان علی اکبر تھے جن کی اولاد میں سید اسمٰعیل' سید سلطان محمود' سید محمد' سید منور شاہ' سید سلطان اکبر اور سید زندہ لعل تھے۔ سید زندہ لعل بڑے صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ والدہ محترمہ بی بی مریم خاتون تھیں۔ "ذکر کرام" کے مطابق آپ کا مزار اوچ سے چار میل شمال کی جانب نندے لعل کے نام سے مشہور ہے' ان کا خلیفہ قوم جیکال سے تعلق رکھتا ہے۔ اس خانقاہ کا تعلق بھی دوسری خانقاہوں کی طرح حضرت مخدوم صاحب سجادہ نشین اوچ بخاری کے ساتھ ہے۔

مخدوم سید کیمیا نظر بخاریؒ : آپ سید رکن الدین ابوالفتح کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ والدہ محترمہ کا نام بی بی مراد خاتونؒ تھا جو داؤد خان لنگاہ کی بیٹی تھیں' آپ اپنے والد ماجد کے بعد مسند نشین ہوئے۔ ان کے ایک صاحبزادے سید حامد کبیر ثانیؒ تھے جو ان کے بعد صاحب سجادہ ہوئے۔ سید حامد کبیر ثانیؒ کے زمانے میں شاہ حسین ارغون نے اوچ پر حملہ کیا اور شہر کو تاخت و تاراج کر دیا اور تمام مال کشتیوں میں بھر کر بھر لے گیا مخدوم حامد بخاریؒ آئے دن کے حملوں سے تنگ آ کر عیسیٰ خیل (ضلع میانوالی) کی طرف منتقل ہو گئے' آپ کو "حامد بڈھا" بھی کہتے ہیں۔

مخدوم راجن عرف سدا بھاگؒ : شیخ حامد کبیر ثانیؒ کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مخدوم راجنؒ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے انہوں نے مبارک خان لنگاہ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ ان کے بڑے صاحبزادے سید زین العابدینؒ آپ کی زندگی میں ہی انتقال فرما گئے اس لئے ان کے پوتے مخدوم حسنؒ جہانیاں جاں نشین ہوئے۔

marfat.com

مخدوم حسن جہانیاںؒ : شاہ حسین ارغون کے حملے کے وقت مخدوم سید حامد بخاریؒ تو عیسیٰ خیل کی جانب چلے گئے تھے ان کی عدم موجودگی میں سید رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغؒ نے جن کا خاندان کئی پشتوں سے سید السادات جلال بخاریؒ کا جانشین چلا آتا تھا تمام خانقاہوں پر قبضہ کر لیا۔ اب چونکہ حالات پر سکون ہو چکے تھے اور اوچ مغلوں کی عملداری میں آگیا تھا اس لئے مخدوم راجنؒ نے اپنے پوتے سید حسن جہانیاںؒ کو حکم دیا کہ اوچ پہنچ کر سید رحمت اللہ سے خانقاہیں چھین لو اور انہیں اوچ سے نکال دو' چنانچہ مخدوم حسن جہانیاں مریدوں کی ایک جماعت لے کر اوچ پر حملہ آور ہوئے اور "سادات بہاولی" کو شکست دے کر خانقاہوں اور جاگیروں پر قبضہ کر لیا۔ مخدوم رحمت اللہ شاہ اوچ سے کہروڑ لال عیسن منتقل ہو آئے۔ اس طرح سید جلال بخاری میر سرخؒ کی سجادگی مخدوم حسن جہانیاںؒ کے قبضے میں آگئی اور اب تک سجادگی اسی خاندان میں چلی آتی ہے۔ "بہاولی سادات" کے ضمن میں ہم یہاں وضاحت کئے دیتے ہیں کہ سید السادات جلال بخاری کے سجادہ نشین ان کے بڑے فرزند سید علی ہوئے تھے۔ ان کے اور سید بہاول حلیم المتوفی ۷۰۷ ہجری (۱۳۰۷ء) نے مسند جلالیہ کو رونق بخشی اور ان کی اولاد "بہاولی" کہلائی۔

مخدوم ناصرالدین ثانیؒ : آپ مخدوم حسن جہانیاں کے انتقال کے بعد مسند نشین ہوئے۔ خانقاہوں کے ساتھ جو جاگیر تھی وہ اب تک "سادات بہاولی" کے نام چلی آئی تھی' آپ نے دربار اکبری سے یہ جاگیر اپنے نام منتقل کرالی۔

مخدوم نو بہار اولؒ : آپ اپنے والد مخدوم ناصرالدین ثانی کے بعد سجادہ نشین ہوئے' اس وقت حضرت سید السادات جلال بخاریؒ جسد اطہر مخدوم راجن کتال کے متصل دفن تھا۔ مخدوم نو بہار کلاں نے وہاں سے نکال کر جو تھی جگہ جہاں پر اب مقبرہ موجود ہے ۱۰۲۱ ہجری ۱۶۲۸ عیسوی میں دفن کیا۔

مخدوم حسن جہانیاں ثانیؒ : آپ اپنے والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے' ان کی اولاد نہیں تھی طبع مبارک تنہائی پسند تھی۔ آپ نے اپنے بھائی شیخ راجو کو اپنا جانشین مقرر کر کے لطف پور تحصیل شجاع آباد (ضلع ملتان) میں منتقل ہو گئے' بعد وصال وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا عرف آہن مروڑ تھا یعنی آپ میں اتنی طاقت تھی کہ لوہے کو مروڑ لیتے تھے۔

مخدوم ناصرالدین ثالثؒ : شیخ راجو اپنے بھائی مخدوم حسن جہانیاں ثانی کے تشریف لے جانے کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ اوچ کی سکونت ترک کر کے جہان پور میں رہائش اختیار کرلی۔ آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔

مخدوم راجنؒ : مخدوم ناصرالدین ثالث کے سجادہ نشین تھے' شکار کے بڑے دلدادہ تھے' ایک دفعہ خوش ہو کر نوکروں کو سونے کے کنگن پہنائے تھے اس لئے "مخدوم راجن کنگنانوالا" آپ کا لقب پڑ گیا۔ آپ بڑے کامل بزرگ تھے' اب تک تمام بخاری سادات اپنے بچوں کی پہلی موتراشی (جھنڈ) آپ کے مزار پر ادا کرتے ہیں۔

مخدوم نو بہار ثانی : مخدوم حامد نو بہار ثانی بن سید لال قلندرؒ اپنے چچا مخدوم راجنؒ کے انتقال کے بعد نو بہار ثانی کے لقب سے سجادہ نشین ہوئے' آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ وفات (۱۷۳۵ عیسوی)

marfat.com

۱۱۵۸ ہجری میں ہوئی۔ ان کے زمانے میں خاندان عباسی کے تاجداروں نے شکارپور سے اس علاقے میں آکر سکونت اختیار کی اور قلعہ دیراور فتح کیا۔

مخدوم ناصر الدینؒ : مخدوم نوبہار ثانی کی وفات کے بعد اپنے خسر کے سجادہ نشین ہوئے۔ خوش طبع اور با اخلاق بزرگ تھے عمر بھر درس و تدریس میں مصروف رہے انہیں عوام "ساڑھی والا پیر" کہتے تھے۔ ان کے عہد میں نواب مبارک خان بانیء مبارک پور اور نواب محمد بہاول خان بانیء بہاول پور کی وفات ہوئی اور نواب محمد بہاول خان ثانی تخت نشین ہوئے۔

مخدوم حامد نو بہار ثالث : آپ مخدوم ناصر الدین کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ اب تک یہ گدی سلسلہء عالیہ سہروردیہ سے منسلک چلی آتی تھی۔ آپ پہلے سجادہ نشین ہیں جنہوں نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتیؒ سے بیعت کی اور ایک ہزار بیگھہ جاگیر "تھیلن والی" بھی اپنے پیر کی نذر کی جو اب تک مہاروی صاجزادگان کے قبضے میں چلی آتی ہے اس طرح اس آستان کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے منقطع ہو گیا۔ مندرجہ بالا حالات کے بعد مولانا نور احمد خان فریدی صاحب "تذکرہ رکن عالم ملتانیؒ" تبصرہ فرماتے ہیں: "اگر اس آستان کا تعلق حضرات چشت اہل بہشت سے مربوط رہتا تو پھر بھی کوئی بات نہ تھی کیونکہ ان خانوادوں نے ہمیشہ یکجہتی سے خلق خدا میں اصلاح نفس کا کام کیا ہے خود حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سہروردی و چشتی تھے لیکن افسوس ہے کہ روحانیت کا یہ بہت بڑا مرکز نہ صرف ان خانوادوں سے چھن گیا بلکہ اہل سنت والجماعت کی آغوش شفقت سے بھی نکل گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

اوچ میں مسلک شیعہ اور تعزیہ داری

صاحب تذکرہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" پروفیسر محمد ایوب قادری نے اوچ شریف میں مسلک شیعہ اور رسم تعزیہ داری کے آغاز کا واقعہ بایں الفاظ تحریر فرمایا ہے۔

"مخدوم حامد نو بہار ثالث بن مخدوم ناصر الدین خامس اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ نو بہار ثالث خواجہ نور محمد مہاروی (وصال ۱۲۰۵ ہجری مطابق ۱۷۹۱ عیسوی) کے مرید تھے۔ ان (نوبہار ثالث) کے بھائی مخدوم قلندر بخش نے ان کے ملازم "دایہ یارا" کے ہاتھ سے ان کو زہر دلا دیا۔ ان (نوبہار ثالث) کے دو بیٹے جندوڈہ شاہ اور غلام شاہ تھے، مخدوم قلندر بخش نے نواب محمد بہاول خان ثانی والیء بہاول پور سے خانقاہ اوچ کی تولیت حاصل کرلی اور حامد نوبہار ثالث کی بیوی کو قتل کر کے ان کے بیٹے غلام شاہ کو اوچ میں نظربند کر دیا۔ دوسرے بیٹے جندوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر سہراب خان کی تربیت و صحبت کے اثر سے شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ ۱۲۲۴ ہجری مطابق ۱۸۰۹ عیسوی میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں پہنچا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے خانقاہ جلال بخاریؒ کا سجادہ نشین بن گیا۔ مخدوم قلندر بخش احمد پور شرقیہ چلے گئے، اسی ضمن میں مولوی حفیظ الرحمٰن بہاول پوری مصنف "تاریخ اوچ" لکھتے ہیں:

"جندوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لا کر اوچ اور ریاست بہاول پور میں مروج کیا۔۔۔ اور اپنے بزرگان کے مذہب اہل سنت والجماعت اور حنفی مشرب اور

marfat.com

طریقت سہروردیہ کو ترک کر کے مسلک شیعہ اختیار کیا اور رسم تعزیہ داری کا رواج ڈالا۔"

شیخ الاسلام سید محمد اسماعیل بخاری سہروردیؒ : آپ سید حامد کبیرؒ کے فرزند ارجمند اور مرید تھے۔ اوچ سے، تبلیغ اسلام کے ارادے سے چنیوٹ منتقل ہو گئے' یہاں ان دنوں ایک ہندو راجہ حکمرانی کرتا تھا جس کے ظلم سے مسلمان سخت نالاں تھے آپ نے اسے مسلمان کیا' راجہ نے اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے دی چنانچہ آپ چنیوٹ میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے' اس نواح میں آپ کی جو اولاد ہے وہ اسی راجکماری کے بطن سے ہے۔ لاکھوں آپ کے فیض سے مسلمان ہوئے' سیال' رجبانہ' جنجیانہ' سرمانہ' کملانا' پیر دوانہ' بدھووانہ' سرانا' سرگانہ' کریمانہ' کرنانہ وغیرہ تمام قبائل نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی چنانچہ یہ لوگ اب تک آپ کے خاندان کے عقیدت مند اور پیروکار چلے آتے ہیں۔ آپ کا مزار چنیوٹ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے صاحبزادے سید فتح شاہؒ تھے جو ہمانہ قبیلہ کے مورث ہیں۔ سید اسماعیل کی اولاد شیخ ہمانہ کہلاتی ہے۔ سید فتح شاہؒ کے ایک فرزند سید زین العابدینؒ پیر محل (ضلع فیصل آباد) منتقل ہو گئے اور اس علاقے میں اصلاح حال اور تزکیہ نفس کا قابل قدر کام کیا' آپ کی اولاد قتال پور' برجھ اور کورنگا وغیرہ مواضعات میں آباد ہے۔

سید بہاء الدین سہروردیؒ : آپ سید حامد بخاریؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے' ان کے فرزند سید محمودؒ اور پھر ان کے بیٹے سید عثمانؒ تھے جو شاہ جھولہ بخاریؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ شاہ رحمت اللہ کے اوچ بلوٹ منتقل ہونے پر جاگیروں کا نظام درہم برہم ہو گیا تھا چنانچہ مخدوم صاحب سجادہ نشین بارگاہ جلالیہ نے آپ کو دہلی برائے تصفیہ اراضیات بھیجا چنانچہ شہنشاہ دہلی کی طرف سے آپ کو وہ جگہ بطور جاگیر ملی جہاں اب بٹالہ (مشرقی پنجاب بھارت) آباد ہے۔

سید عثمان بخاری المعروف شاہ جھولا سہروردیؒ : آپ اپنے والد سید محمود بخاری اوچیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شہنشاہ دہلی کی طرف سے آپ کو بٹالہ کا علاقہ جاگیر میں ملا تھا۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:

سید عثمان بن سید محمود اوچی سہروردی بن سید بہاء الدین بن سید حامد بخاری بن سید محمد شاہ بن سید رکن الدین ابوالفتح بخاری بن سید حامد الملقب (نو بہار) بن سید ناصر الدین بخاری بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ۔

صاحب "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ سید عثمان اپنے آبائے کرام کی طرح سہروردی مسلک رکھتے تھے "ہمہ حضرات بیعت دست بر دست آبائے کرام خود بسلسلۂ عالیہ سہروردیہ داشتند"۔ سید عثمان کو "شاہ جھولا" اس لئے کہتے تھے کہ ان کے بازو میں رعشہ تھا پنجابی زبان میں رعشہ کو "جھولا" کہتے ہیں' جب حضرت اوچ سے اونٹ پر سوار ہو کر لاہور روانہ ہوئے تو اونٹ کو تیز چلا رہے تھے اور بازوئے مبارک حرکت کر رہا تھا۔ اس عالم میں آپ نے اپنے بازو کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "یہ کیا حرکت ہے؟ کیا تجھے جھولا یعنی رعشہ ہو گیا ہے؟ زبان سے یہ فقرہ نکلنا تھا کہ بازو میں رعشہ ہو گیا جو آخر عمر تک رہا۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے لاہور میں آنے پر بے شمار لوگ آپکے مرید ہوئے۔ عوام و خواص فیض یاب ہوئے' بڑے روشن ضمیر مرشد تھے۔ آپ کا وصال ۹۱۲ ہجری (۱۵۰۶ عیسوی) بمقام لاہور بعهد سکندر لودھی ہوا۔ مزار پر انوار قلعہ لاہور میں ہے۔ یہاں اور مزارات بھی

marfat.com

تھے اور یہ مقام شیخ حسینی اور پنج پیر کے نام سے مشہور تھا' اکبر اعظم کو یہ جگہ قلعہ کے لئے موزوں معلوم ہوئی تو اس نے قبر شریف کو تہہ خانے کی صورت میں محفوظ کر کے اس کے گرد و پیش عمارتیں تعمیر کرائیں۔ عقیدت مند لوگ اب بھی وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

سید شاہ محمد بن سید عثمان بخاریؒ : آپ والد ماجد کے انتقال کے بعد کلانور (تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور) جا رہے تھے' ایک اجتماع کثیر آپ کے ہمراہ تھا' جب چک سردا پہنچے تو نوکروں کو حکم دیا کہ جانوروں کو پانی پلاؤ وہ جانوروں کو سارنگ زمیندار کے کنویں پر لے گیا مگر اس نے پانی پلانے سے انکار کر دیا' نوکروں نے آکر حضور کو بتایا' حضور جلال میں آگئے اور اپنا نیزہ زمین پر مارا' فوراً آب شیریں کا چشمہ جاری ہو گیا سارنگ یہ کرامت دیکھ کر حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ اب تک کئی مواضعات مثل آلو داؤد پسران سارنگ کے آباد ہیں۔ حضرت کا وصال بمقام ہلکہ (ضلع لاہور) جمعہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۰۲ ہجری مطابق ۲ جنوری ۱۶۹۱ عیسوی کو لاہور میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے (۱) سید عماد الملک (۲) سید بہاء الدین (۳) شاہ عالم (۴) بہاون شاہ (۵) نورنگ شاہ پانچوں ہی سلوک میں بلند مرتبہ تھے۔

سید عماد الملک بن سید محمد شاہ بخاریؒ : بمطابق مصنف "تاریخ لاہور" آپ مادر زاد ولی تھے۔ نقل ہے کہ ایک شخص نے پارس کا ایک ٹکڑا آپ کی خدمت میں نذر کیا اس خیال سے کہ لنگر کے اخراجات کے لئے دقت نہ ہو' آپ نے فرمایا: اسے میرے مصلے کے نیچے رکھ دو' وہ رکھ کر چلا گیا' کچھ عرصہ بعد واپس لاہور آیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خیال کیا کہ حضرت نے پارس سے کافی فائدہ اٹھایا ہو گا۔ آکر حضرت سے اپنا پارس طلب کیا آپ نے فرمایا جہاں رکھا تھا وہیں سے اٹھالو' جونہی اس نے آگے بڑھ کر مصلے کا کونہ اٹھایا تو وہاں سینکڑوں پارس کے پتھر پڑے دیکھ کر حیران رہ گیا اور عرض کی حضرت میں اپنا پتھر نہیں پہچانتا' حضرت نے ہاتھ بڑھا کر اس کا پتھر اٹھا کر اس کے حوالے کر دیا' وہ شخص سخت نادم ہوا اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔ حضرت نے وصال ۱۰۳۹ ہجری مطابق ۱۶۳۰ عیسوی میں فرمایا۔ بحوالہ "تذکرہ رکن عالم" آپ کا روضہ عالیہ مزار سید جھولن شاہ بخاریؒ کے متوازی تھا' سکھوں نے مسمار کر کے جسد اطہر وہاں سے نکالا اور مزار شاہ بلاول قادریؒ کے متصل ایک علیحدہ چبوترے پر دفن کرا دیا۔ حضرت کے سابقہ روضہ کی مسجد تاحال موجود ہے۔

سید جھولن شاہ بخاری المعروف "گھوڑے شاہؒ" : آپ کا اصل نام سید بہاء الدین ہے اور حضرت شاہ محمد بخاریؒ کے فرزند ہیں۔ مادر زاد ولی تھے پانچ سال کی عمر سے ہی کرامات صادر ہونے لگی تھیں۔ اسی عمر میں ہی گھوڑے کی سواری کا شوق اور رغبت تھی اس لئے جو اہل مراد مٹی کا گھوڑا لا کر حاضر کرتا اس کی مراد پوری ہو جاتی۔ آپ کی کرامت کا شہرہ دور دراز تک پہنچا تو آپ کے والد سید شاہ محمد بخاریؒ سخت ناراض ہوئے اور دعا کی: "اے پروردگار! اس لڑکے کو جو کہ باعث انکشاف اسرار الٰہی ہو رہا ہے دنیا سے اٹھالے"۔ جونہی یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلے حضرت جھولن شاہ المعروف گھوڑے شاہ کا انتقال ہو گیا' اس وقت آپ کی عمر ایک قول کے مطابق پانچ اور دوسرے کے مطابق دس سال تھی۔ یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول جمعرات ۱۰۰۳ ہجری (۱۴ نومبر ۱۵۹۴ عیسوی) کو ہوا۔ مزار شریف چاہ میراں

marfat.com

روڈ لاہور اور بھوگی وال کے درمیان "گھوڑے شاہ" مشہور و معروف ہے۔
سید شہباز و سید گوہر شاہؒ : سید جھولن شاہ کے انتقال کے بعد سید شہباز بن عماد الملک جمعرات ۱۷ رجب ۱۰۴۱ ہجری (۱۸ جنوری ۱۶۳۲ء) اور گوہر شاہ بن عارف شاہ بن عماد الملک بدھوار ۲۲ رجب ۱۰۵۰ ہجری (۲۷ نومبر ۱۶۴۰ء) کو فوت ہو کر جھولن شاہؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔
سید محمود المشہور "شاہ نورنگ جھولہ بخاریؒ" : آپ سید شاہ محمد بخاری کے پانچویں صاحبزادے تھے' تفرید و تجرید میں بلند مقام رکھتے تھے تمام عمر اہل دنیا سے بے نیاز رہے۔ آپ کی دعا بیماروں کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی تھی' آپ نے اپنی زندگی میں فرمادیا تھا کہ میرے انتقال کے بعد جو بیمار میری قبر کی خاک کھائے گا یا قبر کا کنکر یا سنگریزہ گلے میں لٹکائے گا شافیء مطلق کے حکم سے شفائے کلی پائے گا۔ بقول صاحب "خزینۃ الاصفیا" (۱۶۴۳ء) ۱۰۵۳ ہجری کو وصال فرمایا' لاہور باغبانپورہ سے تھوڑا آگے موضع محمود بوٹی میں آپ کا مزار ہے۔
سید شاہ عالمؒ : آپ بھی سید شاہ محمد کے فرزند تھے' چک سردا (مضافات کلانور بھارت) میں آ گئے۔
سید بھاون شاہؒ : آپ بھی سید شاہ محمدؒ کے فرزند تھے اور لاہور میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

سید علم الدین سہروردیؒ

آپ مخدوم ناصر الدین اوچی سہروردی کے فرزند اور بے شمار اولیاء اللہ کے جد امجد ہیں۔ میراں محمد شاہ المعروف سید موج دریا بخاری (لاہور) کا سلسلہ نسب و ارادت چند واسطوں سے آپ تک ملتا ہے۔ سید علم الدینؒ کے چار صاحبزادے تھے: (۱) سید ابوالخیر (۲) سید جمال الدین (۳) سید جلال الدین (۴) بہاء الدین (یہ لاولد تھے) سید جمال الدین بٹالہ (ضلع گورداسپور بھارت) میں آباد ہوئے اور ان کی اولاد بھی وہیں ہے۔

سید ابوالخیر کے پانچ بیٹے تھے' سید حمید (لاولد) سید ابوبکر' سید مبارک' سید اللہ داد اور سید اللہ دتا۔ ان میں سے سید ابوبکر سادات جلال پور پیر والہ کے مورث اور جد امجد ہیں (جلال پور پیر والا حضرت مخدوم جہانیاںؒ کا آباد کردہ شہر ہے جو دریائے چناب اور ستلج پر مشہور تجارتی شہر ہے) آپ کی اولاد میں سید سلطان احمد قتالؒ بڑے پایہ کے درویش گزرے ہیں۔
سید سلطان احمد قتالؒ : آپ کا نسب نامہ یوں ہے۔سید سلطان احمد بن سید دولت علی بن سید غیاث الدین بن سید عمر بن سید ابوبکر بن سید ابوالخیر بن سید علم الدین بن مخدوم ناصر الدین اوچی بخاری سہروردیؒ۔ آپ مادر زاد صاحب کرامت ولی تھے۔ مخدوم علی سرورؒ (کہروڑپکا) سے بیعت کی اور انہیں کے ہمراہ حرمین شریفین اور بغداد شریف حاضری دی۔ فیض یاب ہو کر علاقہ نیلی بار (پنجاب) میں لکھویرہ اور سلوہرہ اقوام کو مسلمان کیا۔ ۹۹۰ ہجری ۱۵۸۲ء میں جلال پور پیر والا مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ ۱۰۴۱ ہجری (۱۶۳۲ء) میں وصال ہوا۔ حضرت علوم باطنی کے علاوہ مسخرات کے بھی زبردست عامل تھے' جنہیں جن بھوت کا آسیب ہوتا ہے وہ آپ کی خانقاہ پر حاضری دیتے ہیں اور شفایاب ہو جاتے ہیں اس خاندان میں دیوان کا لقب بھی چلا آتا ہے' آپ کے دو بیٹے تھے شیخ عالم پیر اور شاہ اسماعیل' سید عالم پیر کی اولاد شیخ اور سید اسماعیل کی اولاد دیوان کہلاتی ہے اور مقابر ضلع مظفر گڑھ میں

marfat.com

ہیں۔

حضرت میراں محمد شاہ المعروف "موج دریا" بخاری سہروردی"

"خزینۃ الاصفیا" کے مطابق آپ کی ولادت ۹۴۰ ہجری (۱۵۳۴ عیسوی) بمقام اوچ ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب نو واسطوں سے حضرت میر سرخ بخاری سہروردی" سے جا ملتا ہے یعنی: میراں محمد شاہ بن سید صفی الدین بن سید نظام الدین' سید علم الدین ثانی بن سید جلال الدین بن سید علم الدین (اول) بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر بن سید جلال الدین الاعظم میر سرخ بخاری اوچی"

میراں محمد شاہ (موج دریا بخاری) اپنے دور کے شیخ الوقت اور مقتدائے زمانہ تھے ابتدا میں اوچ میں رہتے تھے۔ جلال الدین اکبر شہنشاہ ہند سے چتوڑ کا قلعہ فتح نہ ہو سکا تو امراء کے مشورہ پر آپ سے دعا کے لئے استدعا کی چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے قلعہ فتح ہو گیا۔ بادشاہ بے حد متاثر و معتقد ہو گیا اور اس نے آپ کو بٹالہ کے علاقہ میں جاگیر عطا فرمائی چونکہ لاہور کے قرب و جوار میں بھی آپ کی اراضیات تھیں اس لئے حضرت کی مستقل سکونت لاہور میں ہی رہی۔ آپ کے دو حرم تھے' بڑی بی بی سید عبدالقادر ثالث بن عبد الوہاب بن سید محمد غوث بالا پیر گیلانی کی دختر نیک اختر تھیں جو لاہور میں قیام پذیر تھیں آپ کے دو فرزند تھے' بڑے کا نام اپنے والد ماجد کے نام پر صفی الدین رکھا اور چھوٹے کا نام بہاء الدین۔ دوسری بی بی نورنگ تھیں جو بٹالہ میں رہتی تھیں ان کے بطن سے سید شہاب الدین نہرا پیدا ہوئے جو اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ بٹالہ میں رہتے تھے۔ آپ کا لنگر تین جگہ جاری ہوا' ایک لاہور میں دوسرا موضع خان فتا میں اور تیسرا ہسیاں والا میں۔

ایک دن ایک شخص آپ کی محفل میں آیا' حضرات سادات کا تذکرہ ہو رہا تھا' دوران گفتگو اس نے کہا: سید سنی نہیں کاٹھ دی کنی نہیں (یعنی یہ ممکن نہیں کہ سید اہل سنت والجماعت میں سے ہو جس طرح کہ ہنڈیا کبھی بھی لکڑی کی نہیں ہوتی) اس نے مزید یہ کہا کہ پہلے لوگ کہا کرتے تھے کہ سید آگ میں گر پڑے تو اس کے سر کا بال بھی نہیں جلتا۔ اب ایسے اصیل و نجیب سیدوں کا پیدا ہونا کہاں ممکن ہے؟ یہ گفتگو سن کر حضرت جلال میں آ گئے۔ خدام کو حکم دیا کہ لکڑی کی ہنڈیا لائی جائے' جب آ گئی تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو چولہا بنا کر درمیان میں آگ جلا دی' آپ ہنڈیا میں چاول پکا کر منکر سادات کے سامنے لے آئے اور فرمایا: دیکھا سید سنی ہے' دیگ بھی لکڑی کی ہے اور سید کے پاؤں پر آگ کا اثر بھی نہیں ہوا۔ بمطابق حدیقۃ الاولیا آپ کا وصال ۱۰۱۴ ہجری مطابق ۱۶۰۵ عیسوی بعمر ستر سال موضع خان فتا میں ہوا۔ شہنشاہ اکبر نے آپ کی وفات سے قبل ہی آپ کے لئے لاہور میں ایک عظیم الشان مقبرہ بنوا دیا ہوا تھا چنانچہ جسد مبارک لاہور لا کر دفن کیا گیا موضع خان فتا میں بھی آپ کی ایک قبر بنائی گئی ہے۔ آپ کا سلسلہ "میراں شاہیہ" کہلاتا ہے' یہ شعر۔

میاں موج دا دریا کھولو رحم دی گلی   دم صابر ولی الصمد اللہ اللہ

اکثر فقراء کی نوک زباں پہ رہتا ہے۔ جناب غلام دستگیر نامی نے آپکے چوتھے فرزند کا ذکر فتح اللہ شاہ المعروف فتح شاہ بخاری بھی کیا ہے جو امرتسر (بھارت) میں لوہگڑھ اور لاہوری دروازے کے باہر مدفون ہیں۔

marfat.com

سید سلطان جلال الدین حیدر بخاری سہروردیؒ

آپ حضرت میراں محمد شاہؒ کے سگے بھائی تھے علوم ظاہری و باطنی میں یکتا' کمالات صوری و معنوی میں منفرد' عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھے جب حضرت موج دریاؒ شہنشاہ اکبر کی درخواست پر لاہور تشریف لائے اور جاگیر عطا ہوئی تو سید جلال الدین حیدرؒ بھی اوچ سے لاہور تشریف لے آئے آپ کے والد ماجد سید صفی الدین بخاریؒ اوچ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کی وفات ۱۰۱۶ ہجری مطابق ۱۶۰۷ عیسوی بہ عہد شہنشاہ نور الدین جہانگیر لاہور میں ہوئی اور آپ کو حضرت سیال پاک دامن واقع محمد نگر نزد گڑھی شاہو دفن کیا گیا۔ آپ کی اولاد بھوگی وال نزد باغبانپورہ میں ہے ایک قبر آپ کے فرزند سید علم الدینؒ اور دوسری آپ کے نبیرہ زین العابدینؒ کی بھی ہے۔

سید صفی الدین سہروردیؒ : جب آپ کے والد گرامی حضرت موج دریا بخاریؒ کا وصال بٹالہ کے نزدیک خان فتا کے قصبے میں ہوا تو آپ ہی ان کے جسد مبارک کو لاہور لائے تھے۔ والد ماجد نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا سجادہ نشین مقرر کر دیا تھا۔ آپ کے تین بیٹے تھے سید عبد الرحیمؒ' سید حسینؒ' اور سید حسنؒ۔ آخرالذکر دونوں صاحبزادے لاولد فوت ہوئے۔ سید عبد الرحیمؒ کے دو صاحبزادے تھے سید محمد شاہؒ اور سید فرزند علی المشہور زندہ امامؒ۔ سید صفی الدین اور سید عبد الرحیم کی قبور حضرت موج دریا بخاریؒ کے گنبد کے اندر واقع ہیں جبکہ ان کی والدہ ماجدہ کی قبر آپ کے روضہ سے ہٹ کر ایک روڈ پر ایک مسجد کے عقب میں واقع ہے "لاہور کے اولیائے سہرورد" (AIK)

سید بہاء الدین بخاریؒ : آپ حضرت موج دریا بخاریؒ کے دوسرے فرزند اور سید صفی الدینؒ کے حقیقی بھائی تھے' اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہی زہد و ورع کے پیکر تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے سید نظام' میر مون' سید صادق یہ تینوں لاولد رہے' تینوں اپنے والد حضرت موج دریا بخاریؒ کے گنبد میں ہی مدفون ہیں۔

سید شہاب الدین نہراؒ : آپ حضرت موج دریا بخاریؒ کے صاحبزادے تھے' حضرت کی زوجہ دوم بی بی نور نگؒ کے بطن سے تھے اور ۹۶۵ ہجری مطابق ۱۵۵۷ عیسوی بمقام خان فتا نزد بٹالہ پیدا ہوئے۔ شہنشاہ ہمایوں کا عہد تھا' اپنے وقت کے قطب تھے بٹالہ کے علاقہ کی جاگیر کا انتظام والد محترم کی طرف سے آپ کے سپرد تھا' نہایت حسین و جمیل اور دبدبے والے تھے' علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ تمام عمر ذوق الٰہی اور ہدایت خلق میں بسر ہوئی۔ کہتے ہیں کہ شیر شاہ حاکم پنجاب اپنے آپ کو صحیح النسب سید جانتا تھا اور دوسرے کسی سید کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ سادات کے امتحان کے لئے اس نے ایک شیر کو پنجرے میں قید کر رکھا تھا اور ایک لوہے کی زنجیر اور ایک لکڑی کی کلہاڑی اس کے پاس تھی' سادات سے کہتا کہ اگر تم سید ہو تو شیر کی سواری کرو اور لوہے کی زنجیر کو لکڑی کی کلہاڑی سے دو ٹکڑے کر دو اور گرم تنور میں جا کر سلامت نکل آؤ۔ جو سید یہ کام نہ کر سکتا اسے اپنے ہاں قید کر لیتا' اس خوف سے اکثر سادات بھی اپنی سیادت کو پردۂ اخفا میں رکھتے۔ ایک دفعہ وہ موضع چونڈہ میں (جو سیالکوٹ اور پسرور کے درمیان ہے) آنکلا اس وقت حضرت بٹالہ میں تھے' جونہی آپ کو یہ خبر ملی اپنے خادم محمد رفیع لوہار کو ہمراہ لے کر چونڈہ پہنچے' دیکھا کہ ہزاروں کو اس نے قید کر رکھا ہے۔ لوگ

marfat.com

آپ کو دیکھ کر متردد ہوئے اور عرض کی کہ آپ واپس چلے جائیں ورنہ یہ شخص قید میں ڈال دے گا۔ آپ نے فرمایا: گھبراؤ مت' اللہ ہمارے ساتھ ہے' اس کے خوف سے ہم اپنی سیادت سے منکر کیوں ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لعنۃ اللہ علی خارج النسب و دخل النسب" (جو اپنے نسب سے نکلے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور جو کسی کے نسب میں داخل ہو اس پر بھی لعنت) اس کے بعد آپ شیر کے پنجرے کے پاس تشریف لے گئے' دروازہ کھولا اور شیر کو کان سے پکڑ کر یہ فرماتے ہوئے نکالا کہ افسوس ہے کہ تجھ جیسا دلیر جانور پنجرے میں قید رہے جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ اس کے بعد لکڑی کی کلہاڑی سے لوہے کی زنجیر دو ٹکڑے کر ڈالی' اسی دوران شیر شاہ بھی اطلاع پاکر آ گیا اور کہا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ صحیح النسب سید ہیں لیکن ایک اور شرط جو باقی رہ گئی ہے اسے بھی پورا فرما دیں' آپ نے ہنس کر فرمایا ٹھیک ہے قادر مطلق کی قدرت کا مشاہدہ کر۔ چنانچہ تنور گرم کیا گیا' جب اس میں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے تو محمد رفیع لوہار کو اپنا رومال عطا کرتے ہوئے فرمایا: تو لوہار ہے' آگ سے کھیلنا تیرا کام ہے' تنور میں داخل ہو جا' انشاء اللہ (فقیر کے رومال کی برکت سے) آتش تنور تیرے لئے گلزار بن جائے گی اور رب غفار تیرا حامی ہو گا"۔ وہ جانثار فوراً تنور میں کود پڑا حضرت نے تنور کا ڈھکن اوپر سے بند کر دیا' کافی دیر کے بعد ڈھکنا اٹھایا' بفضل تعالیٰ آگ کا نشان تک نہ تھا اور محمد رفیع لوہار بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ شیر شاہ نے جب یہ کرامت دیکھی تو بے اختیار قدموں میں گر پڑا اور صدق دل سے حضرت کا مرید ہو گیا۔ حضرت نے حکم دیا کہ تمام سادات جو تیری قید میں ہیں انہیں چھوڑ دے اور انہیں اجازت دے کہ مال و اسباب جو تو نے جمع کر رکھا ہے سب لوٹ کر لے جائیں چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اس کے پاس صرف ستر پوشی کے کپڑے رہ گئے' فرمایا یہ بھی اتار کر تقسیم کر دے اور ستر عورت کے لئے چٹائی کمر سے لپیٹ اور یہاں ہی بیٹھا رہ۔ شیر شاہ کی قسمت نے یاوری کی اس نے دنیا کی ملامت سے بے نیاز ہو کر تمام کپڑے اتار کر فقرا کو دے ڈالے اور کمر پر چٹائی لپیٹ لی حضرت کو اس کی سعادت مندی بہت پسند آئی نگاہ فرمائی اور اسے کامل بنا دیا۔ وہیں چونڈہ میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور بالآخر وہیں وفات پائی اسکا مزار مرجع خلائق ہے۔

جس دن سے حضرت شہاب الدین نے شیر کو پنجرہ سے آزاد فرمایا اسی دن سے آپ کا لقب "نہرا" پڑ گیا' نہرا کے معنی ہیں شیر۔ آپ نے ۱۰۴۱ ہجری (۱۶۳۲ عیسوی) میں انتقال فرمایا۔ مزار شریف بھوگی وال موضع لاہور میں خام حالت میں ہے کسی کو اجازت نہیں کہ آپ کا مزار پختہ کرے۔

سید زندہ علی بخاریؒ : "بحوالہ تذکرہ رکن عالم ملتانیؒ" آپ سید عبد الرحیمؒ کے فرزند اور شیخ صفی الدینؒ (بن میراں محمد شاہ موج دریا بخاریؒ) کے پوتے تھے' اپنے والد ماجد کے مرید اور خلیفہ تھے مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ خانقاہ میراں محمد شاہ بخاریؒ کے گرد و پیش کی زمین شور اور پانی تلخ تھا۔ اس جگہ کے لوگ حضرت کے خدام بوڈا اور لوڈا کی وساطت سے حاضر ہوئے اور آب شیریں کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ نیا کنواں کھودو انشاء اللہ میٹھا پانی نکلے گا چنانچہ انہوں نے نیا کنواں کھودا جو حضرت کی دعا کی برکت سے ٹھنڈا بھی اور میٹھا بھی نکلا' بلکہ اس جگہ کے دیگر تمام کنوؤں کا پانی بھی میٹھا ہو گیا۔ (۱۷۰۲ عیسوی) میں حضرت کا وصال ہوا مزار روضہ موج دریا بخاریؒ کے داخلی دروازے کے

marfat.com

پاس ہے۔

سید عبد الرزاق المشہور سید مکیؒ سبزواری : آپ سبزوار کے تارک الدنیا درویش تھے۔ پہلے غزنی سے پشاور قیام فرمایا اور پھر دہلی پہنچے شاہی لشکر میں ملازم ہو گئے' پھر بہت جلد حضرت موج دریا بخاریؒ کے فقر و ولایت کا سن کر لاہور آ گئے اور ترک دنیا کر کے حضرت کے مرید ہو گئے۔ آپ تمام رات مرشد کے ساتھ گزارتے اور دن بھر ایک حجرہ کے اندر مصروف عبادت رہتے۔ ان دنوں لاہور میں شاہ بلاول قادریؒ شاہ جمال قادری سہروردیؒ' سید غلام غوثؒ' سید عبد القادرؒ' شاہ بدر گیلانیؒ' سید حسین قادریؒ' اور شاہ شمس الدینؒ نے الگ تربیت روحانی کے مراکز قائم کر رکھے تھے۔ ۱۰۴۸ ہجری (۱۶۳۶ عیسوی) میں وصال ہوا۔ مزار پر انوار مسجد نیلا گنبد سے ملحقہ ہے۔ آپ کو "رزاق شاہیہ" کا شیخ الکل بھی بعض کتابوں میں لکھا گیا ہے۔

سید احمد مجنوں بخاریؒ : "تذکرہ رکن عالم" میں مولانا سید غلام حسنین پھلواری کے ایک مضمون (مطبوعہ آستانہ ذکریا مارچ ۱۹۵۹) کے مطابق ملک بنگالہ میں بھی ایک بخاری خانقاہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ شہنشاہ شاہجہان کے آخری دور حکومت میں اوچ شریف سے بخاری خاندان کے ایک شیخ حضرت سید احمد مجنوں بخاریؒ یو پی و بہار کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے ضلع بیر بھوم (بنگالہ) کے ایک جنگل میں اقامت گزیں ہوئے اور مرجع خلائق بن گئے۔ یہاں پر انسانی آبادی بڑھتی گئی اور آپ کی مناسبت سے آپ کی بستی کا نام "حضرت پور" پڑ گیا۔ اس بزرگ کا نام سید احمد مجنوں بخاریؒ تھا۔ مجنوں اس لئے کہ ایک عرصہ تک آپ پر جذبی کیفیت طاری رہی اسی حضرت پور میں آپ کا مزار اور آپ کی خانقاہ اب تک مرجع خلائق ہے۔ مزید لکھا ہے کہ آپ کے والد ماجد سید ابو محمد ناصر الدین کو شہید کر دیا گیا تھا چنانچہ یہ بزرگ گھر کے ویران و برباد ہونے کی وجہ سے بال بچوں سمیت اوچ سے ہجرت فرما گئے اور پھرتے پھراتے اس جگہ مقیم ہو گئے جسے اب حضرت پور کہتے ہیں جہاں بعد میں (نواب شائستہ خان گورنر بنگالہ بعہد اورنگ زیب عالمگیر) نے مدد معاش کے لئے ان کے فرزند و جانشین سید عنایت اللہ بخاریؒ کو جاگیر عطا کی خانقاہ کے موجودہ جانشین سید محمد رضا بخاری کے پاس جو شجرہ نسب ہے اسے سہو کتابت وغیرہ کی وجہ سے مولانا فریدی نے محل نظر قرار دیا ہے کیونکہ سید احمد مجنوں بخاریؒ کے والد ماجد سید ابو ناصر الدین محمدؒ کو سکھوں کے ہاتھوں شہید و برباد ہونے کے ذکر کی وجہ سے سکھوں کا اوچ شریف پر حملہ ان کے نزدیک شاہجہان کے آخری دور یا جہانگیر بادشاہ کے عہد حکومت میں تاریخی شواہد سے ثابت نہیں ہوتا نیز متداول شجرہ ہائے کے مطابق مذکورہ شجرہ بھی نامکمل معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خاندان اوچ بخاری کے دیگر بزرگان عظام

سید اسماعیل قطب بخاریؒ : آپ حضرت مخدوم سید ناصر الدینؒ کے فرزند ارجمند اور سید کبیر الدینؒ کے والد ماجد ہیں۔ علوم دینیہ کے ماہر اور بحر عرفان کے زبردست شناور تھے (۱۳۷۳ عیسوی) ۷۷۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کے فرزند سید قطب الدین بخاریؒ بھی بڑے پایہ کے عالم اور عابد تھے سوموار ۲۵ محرم ۸۲۵ ہجری (۱۹ جنوری ۱۴۲۲ عیسوی) کو بمقام اوچ پیدا ہوئے اور ۵ شوال ۸۹۵

marfat.com

ہجری (۱۴۹۰ عیسوی) کو فوت ہوئے ان کی چھٹی پشت سے سید عبد الوہاب دین پناہؒ ہیں جو بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔

سید عبد الوہاب دین پناہؒ : آپ سید حسین بخاریؒ کے فرزند تھے ظاہر و باطن میں کامل و اکمل تھے عمر کا بیشتر حصہ صحراؤں اور بیابانوں میں بحالت تجرید و تفرید گزرا۔ دن کو روزہ دار اور قائم الیل تھے۔ فریضہ ء حج و زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوٹ کروڑ تشریف لائے اور مکول قوم کے لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ دن کو دریائے سندھ میں ایک کشتی میں مصروف عبادت رہتے اور رات کو باشارہ غیبی جہاں کشتی کنارے لگتی اس گاؤں میں تشریف فرما ہو کر رشد و ہدایت کرتے۔ اپنی ولایت اور کرامت مخفی رکھتے اس طرح دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر فیوض جاری رکھے (۱۵۹۸ عیسوی) ۱۰۰۷ ہجری کو انتقال فرمایا۔ تدفین کے معاملہ میں مریدوں کے دو گروہ ہو گئے۔ خواب میں حضرت نے ایک معتقد کو فرمایا کہ دو صندوق تیار کر کے باہر پڑا رہنے دو انشا اللہ دونوں صندوقوں کو خالی نہیں چھوڑوں گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا صبح دونوں صندوقوں میں حضرت کا جسم اطہر موجود تھا چنانچہ ایک صندوق کو تونسہ کے قریب دریائے سندھ کے دائیں کنارے اور دوسرے کو دریا کے بائیں کنارے کوٹ ادو کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔ چونکہ دین حنفی کی خدمت میں آپ کا لقب "دین پناہ" پڑ گیا تھا اس لئے دونوں جگہیں ڈیرہ یا "دائرہ دین پناہ" کے نام سے آج تک مشہور ہیں (بحوالہ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار و تحفۃ السلوات) سید عبد الوہابؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے روحانی مقتدا تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے ہوت فرمانروا اور جسکانی ریاست کے بلوچ نواب آپ کے ارادت مند تھے۔ نواب ادو خان بھی بڑا عقیدت مند تھا۔ آپ اپنے بزرگوں کی طرح مسلک کے لحاظ سے سہروردی اور حنفی تھے۔

سید زین العابدین بخاری سہروردیؒ : آپ سید قطب الدین بخاری کے فرزند اور سید احمد شاہ بخاری کے بھائی تھے۔ بدھوار ۱۳ رجب ۸۵۵ ہجری (۱۱ اگست ۱۴۵۱ء) میں پیدا ہوئے اور اتوار ۱۹ رجب ۹۰۹ ہجری (۷ جنوری ۱۵۰۴ء) کو وصال فرمایا اپنے آباؤ کرام کی طرح حنفی اور سہروردی تھے۔ غایت درجہ عابد و زاہد تھے ہر وقت غور و فکر میں سرنگوں رہتے۔ مزار پر انوار اوچ شریف میں ہے۔

سید صدر الدین عارف بخاری سہروردیؒ : آپ کے والد سید زین العابدینؒ نے اپنے (آبائی) پیر طریت حضرت صدر الدین عارف ملتانیؒ کے نام پر آپ کا نام سید صدر الدین عارف رکھا۔ ہفتہ ۱۴ جمادی الثانی ۸۷۵ ہجری (۸ دسمبر ۱۴۷۰ء) کو اوچ میں پیدا ہوئے۔ قرآن اور حدیث شریف کے عالم، صائم الدہر اور قائم الیل بزرگ تھے۔ جود و سخا میں بے نظیر تھے ۱۱ ذوالحج ۹۳۰ ہجری سوموار (۱۰ اکتوبر ۱۵۲۴ عیسوی) میں وصال ہوا اور اوچ میں مدفون ہوئے۔

مخدوم سید حسین "بحر العلوم" بخاری سہروردیؒ : آپ سید صدر الدین عارف بخاری اوچیؒ کے فرزند تھے سوموار ۱۰ ہجری (۴ مئی ۱۵۰۶ء) کو پیدا ہوئے۔ فطرتاً ذکی اور ذہین تھے، فصاحت و بلاغت میں لاجواب تھے بیس برس کی عمر میں جملہ علوم متداولہ سے فارغ ہو کر "بحر العلوم" کا لقب پایا۔ جاگیرات کے تصفیہ کے لئے آپ کی برادری کے ہمراہ مخدوم بخاری سجادہ نشین اوچ نے دہلی شہنشاہ ہمایوں کے پاس بھجوایا تھا چنانچہ دربار شاہی سے آپ کو دیپال پور کے مضافات میں جاگیر عطا

marfat.com

ہوئی۔ اکبر اعظم نے نہ صرف اس کی توثیق کی بلکہ مزید خلعات اور قیمتی گھوڑے عنایت کیے۔ آپ نے اوچ آ کر دیپال پور منتقل ہو جانے کا ارادہ کیا چنانچہ بمعہ اہل و عیال اور پچاس خدام' امام مسجد' حکیم اور دستکار وغیرہ سوموار ۲۲ رجب ۹۶۳ ہجری (کیم جون ۱۵۵۶ء) ڈیڑھ سو نفوس پر مشتمل اور دیگر مویشی و جانور و ساز و سامان کے ساتھ یہ قافلہ دیپال پور پہنچا۔ حاکم وقت نے بڑی عزت کی چنانچہ دریائے بیاس کے کنارے آپ آباد ہوئے اور شہر کی بنیاد رکھی جو "چونیاں" کے نام سے مشہور ہوا۔ صاحبزادگان میں شاہ پیر کمال بندگیؒ سید محمودؒ اور سید زین الملکؒ بھی ہمراہ تھے ان کے نام پر الگ الگ آبادیاں قائم ہوئیں' یہ جاگیر کافی وسیع تھی۔ سید حسین "بحر العلوم" نے یہاں روحانی تربیت کا مرکز قائم کیا' ہر سال مخدوم سید جلال بخاریؒ کے عرس پر تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ ایسے آئے کہ پھر واپسی نہ ہو سکی یعنی جمعرات ۱۷ رجب ۹۷۹ ہجری مطابق ۱۷ اگست ۱۵۸۱ عیسوی کو اوچ میں ہی انتقال فرمایا اور یہیں دفن ہوئے۔ (تذکرہ رکن عالم)۔

بندگی سید محمود سید وڈا بخاریؒ : آپ ۱۸ ذوالحج ۹۳۶ ہجری ہفتہ (۱۳ اگست ۱۵۳۰ء) بمقام اوچ پیدا ہوئے اپنے والد حضرت بحر العلوم کے ہمراہ دیپال پور آئے۔ آپ کے نام سے جو شہر آباد ہوا اس کا نام "چونیاں بندگی سید محمود" رکھا گیا۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے مگر اولاد صرف سید بدر الدین سے چلی۔ بندگی سید محمود کچھ عرصہ چونیاں میں رہے مگر بعد میں دیپال پور میں منتقل ہو گئے۔ آپ نے دیپال پور میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی' کہتے ہیں کہ اس مسجد میں ستر ستون سنگ مرمر کے نصب کئے گئے تھے۔ ایک ستون کا مصالحہ کم ہو گیا اور وہ مکمل نہ ہو سکا' معماروں نے حضرت کو اطلاع دی آپ نے فرمایا: "تمہیں رخصت ہے تم جاؤ' اسے قدرت خود ٹھیک کردے گی"" دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ وہ ستون بھی دوسرے ستونوں کی طرح بالکل مکمل تھا۔ حضرت کا وصال بروز ہفتہ ۲۱ شوال ۹۹۸ ہجری (۸ اگست ۱۵۹۰ء) کو ہوا اور وصیت کے مطابق مسجد کے بیرونی احاطے میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد پھر چونیاں منتقل ہو گئی اور دیپال پور میں مسجد اور خانقاہ کی خدمت کے لئے چند خدام مقرر کر دیئے ۱۱۱۴ ہجری (۱۷۰۳ عیسوی) تک اس خاندان کی مالی حالت درست رہی۔ سکھوں کے دور میں مکانات اور زمینیں سکھاگردی کی شکار ہو گئیں جب چونیاں پر حملے ہوتے تو سادات سر چھپانے کے لئے دیپال پور چلے جاتے اور جب امن ہوتا تو واپس چونیاں آجاتے۔ رنجیت سنگھ بر سر اقتدار آیا تو اس نے عطر سنگھ تھرنا کو چونیاں جاگیر میں دے دیا اس وقت سید محکم شاہ صاحب معمر بزرگ تھے انہیں ایک سکھ جوند سنگھ نے (جو مہاراجہ کا رشتہ دار تھا) سید صاحب کو کہا کہ مہاراجہ یہاں آنے والا ہے آپ اسے مل کر حال بتائیں وہ جاگیر واپس کر دے گا چنانچہ جب راجہ آیا تو آپ نے ایک گھوڑے پر زین ڈالنے اور ایک بطور نذر کے لئے خادم کو حکم دیا' دوسرے نوکر کو فرمایا جاکر دیکھو کہ مہاراجہ اس وقت کس شغل میں ہے؟ اس نے آکر بتایا کہ ایک کرسی پر مہاراجہ' دوسری پر موراں طوائف اور تیسری پر مہاراجہ کا پستہ کتا بیٹھا ہے' حضرت نے ملازم سے فرمایا گھوڑے پر سے زین اتار دو جہاں یہ حالت ہے وہاں محکم شاہ نہیں جا سکتا۔ مہاراجہ بڑی مہربانی کرے گا تو مجھے بھی طوائف موراں اور اپنے پستہ کتے کے پہلو میں ایک کرسی دے دے گا اور کیا کرے گا اس طرح سکھوں کے عہد میں یہ مقتدر

marfat.com

خاندان بالکل مفلس و قلاش ہو گیا۔ حضرت بندگی سید محمودؒ نے لاکھوں روپے سے جو عظیم الشان شہر دیپال پور میں تعمیر کرائی تھی وہ شہید کر دی گئی اور اس کے قیمتی پتھر نیلام ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سید زین الملک بخاری سہروردیؒ : آپ سید حسین بخاری "بحرالعلوم" کے دوسرے صاحبزادے تھے' (۱۳ جون ۱۵۳۲ عیسوی) ۹ ذی قعد ۹۳۸ ہجری کو پیدا ہوئے والد کی وفات کے بعد "لوہیاں ڈھیریا" تشریف لے گئے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی ہفتہ ۲۵ محرم ۹۹۶ ہجری (۲۶ دسمبر ۱۵۸۷ء) کو فوت ہو کر وہیں دفن ہوئے۔ حضرت کی اولاد بھی اسی جگہ آباد تھی۔ صاحب "تذکرہ رکن عالم" تحریر فرماتے ہیں ۱۹۴۷ء کی انتقال آبادی کے بعد یقیناً یہ لوگ پاکستان کو ہجرت کر آئے ہوں گے مگر معلوم نہیں کہ کہاں آباد ہیں۔

سید پیر کمال جہانیاںؒ : آپ بدھوار ۷ رمضان ۹۳۹ ہجری (مطابق ۲ اپریل ۱۵۳۳ عیسوی) کو پیدا ہوئے۔ آپ کے نام پر ایک شہر "چونیاں پیر کمال جہانیاں" آباد ہوا تھا' اسی شہر میں سید بحرالعلومؒ نے اپنے خاندان کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرائے تھے۔ پیر کمال جہانیاںؒ چونیاں میں ہی مقیم رہے اور یہیں آپ کا انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہوئے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے مگر " تحفۃ السادات" کے مولف نے صرف آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید شجاع الملک کی اولاد درج کی ہے جن میں سید احمد کبیر' سید مبارک لعل شاہ اور اسماعیل شاہ زیادہ مشہور ہیں۔

حضرت مخدوم ناصر الدین کے باقی صاحبزادوں میں ایک سید علاء الدین کشمیری ہیں جو خلق خدا کی رہنمائی کے لئے کشمیر منتقل ہو گئے تھے ان کے تین صاحبزادے تھے سید فخر الدین' سید ضیا الدین اور سید تاج الدین۔ حضرت مخدوم کے ایک صاحبزادے سید شرف الدین بھی تھے ان کا صرف ایک بیٹا تھا سید نظام الدین۔ سید تیفور کے بھی ایک صاحبزادے تھے سید محمد کریم ان کے دو بیٹے تھے' (۱) سید عبد الشکور کے پانچ فرزند تھے' (۲) سید عبد القادر جن کے دو بیٹے تھے سید عبد الغفور اور سید داؤد۔ صاحب تذکرہ رکن عالم ملتانیؒ کے مطابق حضرت مخدوم ناصر الدین کے باقی صاحبزادے لاولد فوت ہوئے۔

سید کبیر الدین حسن بخاریؒ سہروردی

بموجب "خزینۃ الاصفیا" آپ کا بخارا کے سادات عظام سے تعلق تھا' حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے خاندان نے بہت فیض پایا اس کے بعد دنیا کی سیاحت کے لئے نکلے آخر اوچ واپس آئے اور وہیں وفات پائی۔ صاحب اخبار الاخیار کے مطابق آپ کی عمر ایک سو اسی برس تھی۔ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے' مشہور ترین کرامت یہ تھی کہ مسلمان ہو غیر مسلمان جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تائب ہو جاتا اسلام کی تصدیق کرتا اور اسلام قبول کرنے میں بے اختیار ہو جاتا۔ ہزاروں لوگ ہدایت یافتہ ہوئے' وفات کے بعد بھی آپ کی بعض اولاد میں یہ کرامت باقی رہی۔ بموجب "اخبار الاخیار" آپ نے ۸۹۶ ہجری (مطابق ۱۴۹۳ عیسوی میں وفات پائی' مزار اوچ شریف میں ہے۔

marfat.com

باب ششم

سہروردی مشائخ در خطۂ بنگال

سب سے پہلے جو بزرگ شمالی ہندوستان کے راستے بنگال تشریف لے گئے شیخ جلال الدین تبریزی سہروردیؒ تھے جن کا ذکر خیر ہم حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلفا میں کر چکے ہیں۔ تقسیم پاک و ہند کے بعد اس وقت مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کی سب سے اہم زیارت سلہٹ میں ہے جو سلطان شمس الدین فیروز شاہ والیٔ بنگالہ کے عہد حکومت میں حضرت شیخ جلال مجرد سہروردیؒ کی مدد سے ۷۰۳ ہجری مطابق ۱۳۰۳ عیسوی میں فتح ہوا' اس وقت کا راجہ گوڑ گوبند تھا۔

حضرت جلال مجرد سلہٹی سہروردیؒ : آپ سید احمد کبیر سہروردیؒ (بن سید جلال شاہ' میر سرخ بخاری سہروردیؒ) کے بھانجے اور حضرت جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ کے پھوپھی زاد تھے' خرقۂ خلافت اپنے ماموں سید احمد کبیر سہروردیؒ (اوچ شریف) سے پایا۔ ابتدائی حالات بحوالہ "سہیل یمن" آب کوثر میں یوں ہیں کہ آپ کے والد کا نام محمد بن ابراہیمؒ تھا جو ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے اور قریشی تھے۔ شیخ جلال کی والدہ خاندان سادات سے تھیں اور آپ کی پیدائش کے تین ماہ بعد انتقال کر گئیں' آپ کے والد بھی جہاد میں شہید ہوئے اس پر آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے ماموں سید احمد کبیر سہروردیؒ نے اپنے ذمے لی جو خود ایک بلند پایہ درویش تھے اور مشہور بزرگ جلال الدینؒ (میر سرخ بخاریؒ کے فرزند و خلیفہ) کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ نے تیس سال تک ایک غار میں عبادت کی' اس کے بعد آپ کے پیر و مرشد (سید احمد کبیر سہروردیؒ) نے آپ کو مٹی کی ایک مٹھی دی اور کہا کہ اب تم دنیا کی سیاحت کرو اور جس جگہ اس رنگ و بو کی مٹی ملے وہاں اقامت اختیار کرو۔ بحوالہ "گلزار ابرار" مولفہ غوثی مانڈوی مالوی (محررہ ۱۶۱۳ عیسوی) آپ کے مرشد بزرگوار نے آپ کے بزرگ خلفا میں سے سات سو آدمی آپ کے ہمراہ کئے۔ راستے میں جہاں کہیں لڑائی ہوئی آپ کو فتح حاصل ہوئی۔ جو گھاٹیاں اور اراضی فتح ہوتیں ہمراہیوں میں سے آپ کسی ایک کو دے کر وہاں اسلام کی اشاعت اور راہنمائی اس کے سپرد کر دیتے تھے۔ جب آپ صوبہ بنگال کے ایک مقام سریہٹ (سلہٹ) پر پہنچے تو تین سو تیرہ ہمراہی باقی رہ گئے تھے' ایک لاکھ پیادہ اور کئی ہزار سوار کا ملک گوڑ گوبند وہاں کا حکمران تھا اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت سے راجہ مارا گیا اور آپ کو فتح حاصل ہوئی۔ آپ نے تمام مفتوحہ زمین کا حصہ کر کے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دی اس تقسیم میں ایک حصہ شیخ نور الہدیٰ ابو الکرامات سعیدی حسنیؒ کے حصے میں بھی آیا وہاں پر وہ عیال مند ہو گئے۔ شیخ علی شیر (عہد اکبری کے مشہور بزرگ شیخ غوث گوالیاریؒ کے خلفاء میں سے تھے) بڑے عالم اور صاحب تصانیف تھے (۹۷۰ ہجری۔ ۱۵۶۳ عیسوی کے لگ بھگ وفات پائی)' انہیں کی نسل سے ہیں۔

"سہیل یمن" کے مطابق حضرت کے قیام سلہٹ اور راجہ سے جنگ کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں سلہٹ میں ایک مسلمان برہان الدین نامی رہتا تھا' اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا تو اس نے تقریب پر ایک گائے ذبح کی' قضا را چیل گوشت کا ایک ٹکڑا لے گئی جو اس سے ایک برہمن کے گھر میں گر پڑا۔ برہمن اس پر بہت بگڑا اور سلہٹ کے راجہ گوڑ گوبند کے پاس شکایت لے کر گیا راجہ نے تحقیق

marfat.com

حالات کے بعد حکم دیا کہ نومولود بچے کو تو قتل کردیا جائے اور اس کے باپ کا ایک ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس پر برہان الدین فریاد لے کر گوڑ پہنچا جو بنگال میں مسلمانوں کا دارالحکومت تھا وہاں سے سلطان سکندر کے زیر قیادت جو بادشاہ وقت کا بھانجا تھا ایک لشکر اس ظلم کا انتقام لینے کے لئے روانہ ہوا لیکن یہ لشکر ناکام رہا۔ سلطان سکندر نے اپنے ماموں کو اطلاع دی تو وہاں سے ایک اور فوج نصیر الدین سپہ سالار کی زیر سرکردگی روانہ ہوئی اور فیصلہ ہوا کہ شاہ جلالؒ جو تین سو ساٹھ فقیروں کے ساتھ اس علاقے میں معروف جہاد تھے مدد کی درخواست کی جائے چنانچہ سلطان سکندر اور نصیر الدین حضرت جلالؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دعا فرمائی اور کہا کہ میں اور میرے ساتھ فقیر تمہاری فوج میں شامل ہو کر دشمن کو نیست و نابود کردیں گے چنانچہ جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فتح بخشی۔ شاہ جلالؒ نے اس دوران میں دیکھا کہ سلہٹ کی مٹی خوشبو اور رنگ میں اس مٹی سے ملتی ہے جو ان کے ماموں اور مرشد نے ان کو دی تھی چنانچہ انہوں نے ان فقیروں کے ساتھ جو اس پر آمادہ ہوئے سلہٹ میں بس جانے کا فیصلہ کیا۔

"سہیل یمن" کے علاوہ نہایت قدیمی کتبے (محررہ ۹۱۸ ہجری ۱۵۱۲ عیسوی جو ڈھاکہ میوزیم میں بھی موجود ہیں) اس امر کے شاہد ہیں کہ سلہٹ کی فتح "بہ عزمت شیخ المشائخ، مخدوم شیخ جلال الدینؒ مجرد بن محمد" وقوع پذیر ہوئی۔ یہ فتح ۱۳۰۳ عیسوی میں ہوئی۔ قیام سلہٹ کے سینتیس سال میں آپ نے کچھ وقت تو ظاہری انتظامات میں گزارا اور باقی عبادت اور ارشادات و ہدایت میں۔ ضلع سلہٹ پر چار ایسے مشہور مقامات ہیں جہاں مقامی روایات کے مطابق حضرت جلال مجردؒ نے اپنے ساتھی پیروں کو بسایا اور ان سے ارشاد و ہدایت کا کام لیا، یعنی سلہٹ لاتو، باہینہ ٹیلہ، ہنگ ٹیلہ۔ آپ کا وصال ۲۰ ذی قعد ۷۴۰ ہجری مطابق جمعرات ۱۸ مئی ۱۳۴۰ عیسوی میں ہوا، آپ کے مزار کے پاس ایک قدیمی مسجد ہے جس کے اخراجات کے لئے حکومت سے زر امداد ملتا ہے بلکہ انگریزی حکومت کی ابتدا میں ہر نئے حاکم ضلع (کلکتہ) کو شیخ جلالؒ کے مزار پر حاضری دینی پڑتی تھی۔ شیخ جلالؒ کے ساتھ فقرا کی قبریں سلہٹ کے گلی کوچوں میں پائی جاتی ہیں۔

بنگال کے غازی اولیا : بحوالہ "آب کوثر" بنگال کی روحانی تاریخ کی ایک دلچسپ خصوصیت "غازی اولیا" یا ایسے بزرگوں کی افراط ہے جن کی دلچسپی تو خدا اور دوسری دنیا سے تھی لیکن جنہیں حالات کے تحت عسکری کوششوں (جہاد) میں حصہ لینا پڑا۔۔۔ بنگال میں غازی اولیاء میں سب سے اہم سلہٹ کے شاہ جلالؒ ہیں ملک کے اکثر حصوں میں ایسے بزرگوں کے مزارات ہیں جن کی نسبت مشہور ہے کہ انہوں نے ہندو راجاؤں سے کشمکش کے بعد علاقے میں اسلامی جھنڈا بلند کیا مثلاً پنڈوہ (ضلع ہگلی) منگل کوٹ ضلع بردوان میں پیر راہی اور رنگ پور میں شاہ اسماعیل غازی (مشہور مزار کانتا دوار میں ہے جہاں کے مجاور سے گزشتہ صدی میں پیر محمد شطاری کا لکھا ہوا "رسالۃ الشہدا" ملا تھا) اسی طرح ضلع ڈھاکہ میں سونار گاؤں کے بکرم پور کے مقام پر بابا آدم شہید کا مزار ہے جس کے قریب بادشاہ بنگالہ نے ایک مسجد ۱۴۸۳ عیسوی میں تعمیر کرائی تھی۔ باگھاٹ (کھلنا کے قریب) خان جہان علیؒ کا مزار ہے جو ۱۴۵۸ء میں وفات پاگئے جنہوں نے اس علاقے میں سندربن کے وسیع جنگلات صاف کر

maarfat.com

کے اور دلدلی علاقوں کو صاف کر کے وسیع پیمانے پر کاشتکاری شروع کرائی اور ویران علاقے کو آباد کیا۔

"تاریخ بنگالہ" مرتبہ سر جادو ناتھ سرکار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "بلبنی سلاطین" (یعنی بنگالے کے وہ بادشاہ جو بغرا خان بن سلطان غیاث الدین بلبن کی نسل سے تھے) کے عہد حکومت میں نہ صرف اسلام کو وسعت نصیب ہوئی بلکہ اس کی بنیادیں بھی اور گہری ہو گئیں یہ وہ زمانہ تھا جب اولیائے کرام نے جو برہمنوں اور ہندو سادھوؤں سے عمل پارسائی' قوت عمل اور دور اندیشی میں بڑھ کر تھے وسیع پیمانے پر تبلیغ شروع کی جس کی کامیابی کا باعث طاقت نہ تھی بلکہ ان کا مذہبی جوش اور ان کی عملی زندگی تھی --- ہندو سوسائٹی بالخصوص نچلے طبقے کے ہندو' اولیا اور غازیوں کی کرامات کی بدولت آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ ہندو تیرتھوں پر اس یورش کی سب سے نمایاں مثالیں دو ہیں' ایک راجگیر میں "سرنگی رشی کنڈ" کا "مخدوم کنڈ" بن جانا اور دوسرے دیوار تا روایات کے معجزہ باز بدھ کا ایک مقدس مسلمان "ولی مخدوم صاحب" میں تبدیل ہو جانا۔

بنگال میں اشاعت کے سلسلے میں شاہ جلال تبریزی سہروردی' حضرت شیخ نور قطب عالم چشتی اور شاہ جلال مجرد سلہٹی اور ان کے لاتعداد ساتھیوں کی سعیء تبلیغ' رشد و ہدایت کے دوش بدوش اسلامی روحانیت اور مساوات کو بڑا دخل حاصل ہے کیونکہ اس کے پھیلانے والے باخدا لوگ تھے جنہوں نے توحید و مساوات کا مژدہ ایسی قوم کو سنایا جو ذات پات کی تقسیم کی وجہ سے ذلیل سمجھے جاتے تھے"۔

مشائخ سہروردی در دکن و جنوبی ہند بعید

طبل عالم سید نطہر ولی : بحوالہ "آب کوثر" جو بزرگ سب سے پہلے ہندوستان کے بالکل جنوبی علاقے میں آئے اور اندرون ملک میں ارشاد و ہدایت کا مرکز بن گئے ان میں ترچناپلی کے سید سلطان نطہر ولی (الملقب طبل عالم) خاص طور پر مشہور ہیں جن کا وصال ۱۰۲۵ء میں ہوا آپ کے جد امجد ممالک روم کے امرا و حکام میں سے تھے۔ پہلے آپ نے سید علی بادشاہ جولق' خلیفہ بابا ابراہیم کی بیعت کی اور ایک مدت تک مرشد کی خدمت کے بعد اپنے رفقا اور مریدین کے ہمراہ جن کی تعداد نو سو بتائی جاتی ہے سعادت حج سے شرف یاب ہوئے اس دوران میں آپ کو اشارہ (باطنی) ہوا کہ آپ دکن جا کر دین اسلام کی ترویج کریں چنانچہ آپ مریدین کے ہمراہ تنگمات میں تشریف لائے جہاں کا حاکم وسا سرادیو ایک ہندو تھا۔ مذہبی سرگرمیوں کی وجہ سے تو آپ کی اس کے ساتھ کوئی چپقلش نہ ہوئی لیکن وہ ایک بڑھیا کے بیٹے کو کسی بات پر قتل کرنا چاہتا تھا' بڑھیا فریاد کرتی ہوئی آپ کے پاس آئی' آپ نے اس کے بیٹے کو پناہ دی' اس پر راجا کی آپ کے ساتھ جنگ ہوئی جس میں آپ اور آپ کے رفقا غالب آئے۔ اس کے بعد ترچناپلی چلے گئے اور وہیں ۴۲۲ ہجری یعنی ۱۰۲۵ء میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی بدولت مدورا اور ترچناپلی کے اضلاع کے کئی مسلمان جنہیں راوتھر (گھڑ سوار) کہتے ہیں مسلمان ہوئے۔ آپ کا مزار پر انوار ترچناپلی میں مرجع خلائق ہے۔

سید ابراہیم شہید : یہ حضرت آپ کے جانشین تھے ۱۱۴۲ عیسوی (۵۵۷ ہجری) کے قریب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور پھر ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں آپ کی پانڈیا حکمرانوں کے ساتھ جنگ ہوئی' آپ غالب آئے بارہ سال مسند ارشاد پر رہے' دوسری دفعہ مقامی راجہ سے جنگ میں شہید ہو گئے۔

marfat.com

بابا فخر الدینؒ قادری سہروردی : آپ بھی سید نطہر ولیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے، آپ کے والد علاقہ سیستان میں حکمران تھے آپ کو عالم رویا میں اشارہ ہوا کہ آپ کے مرشد بابا نطہر ولیؒ "طبل عالم" ترچناپلی میں ہیں وہاں جا کر ان سے بیعت کرو چنانچہ آپ نے ترک دنیا کر کے ہندوستان کا رخ کیا۔ راستے میں آپ کی حضرت بابا فرید گنج شکرؒ سے ملاقات ہوئی اور ان کے نام پر آپ کے بھتیجے کا نام (آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی) شاہ فرید رکھا گیا حضرت سید نطہر ولیؒ نے کشف باطنی سے آپ کی تشریف آوری کا پتا کر کے اپنی صاحبزادی کو سو قلندروں کے ساتھ پیشوائی کے لئے بھیجا۔ بابا فخر الدین آ کر حضرت کے مرید ہوئے عبادت و ریاضت کے بعد خرقہء خلافت حاصل کیا اور بے شمار مخلوق کو فیض یاب کیا۔ ایک مندر کے ہندو پجاری اور رودیکالا (نداف) قوم کے لوگ آپ کی بدولت مسلمان ہوئے۔ ۱۲۹۴ عیسوی میں پنو کوڑا ضلع اننت پور (مدراس) میں وفات پائی۔ آپ کا مزار سلطان ٹیپو نے تعمیر کرایا۔

سید عبد القادر ولی ناگوریؒ : آپ بھی اسی سلسلے کے فیض یافتہ تھے اگرچہ آپ کی پیدائش حضرت نطہر ولیؒ کے بہت بعد ہوئی۔ آپ شمالی ہند کے شہر مانک پور میں پیدا ہوئے اور حج کے بعد مالدیپ لنکا کے راستے جنوبی ہند میں آئے۔ ترچناپلی میں حضرت طبل عالمؒ کے مزار پر معتکف ہو کر فیض یاب ہوئے اور علاقہ تنجور (مدراس) میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا ترام میں ایک مسجد تعمیر کی اور پھر ناگور میں آ کر مقیم ہو گئے۔ گرد و نواح کے علاقے دھنا سری کے حاکم اور اس کی رعایا کو مسلمان کیا، جنوبی ہند میں ناگور اب ایک اہم اسلامی بستی بن چکی ہے۔ تنجور کا راجہ آپ کے معتقدین میں سے تھا۔ آپ کا انتقال ۱۵۷۰ عیسوی میں ہوا۔

بابا شرف الدین عراقیؒ : آپ کا شمار بھی دکن کے قدیم بزرگوں میں ہوتا ہے آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ بتائے جاتے ہیں، بابا شرف الدین عراق عرب سے شمالی ہندوستان اور وہاں سے دکن تشریف لائے۔ یہاں آ کر آپ نے ایک پہاڑی پر جو موجودہ شہر حیدر آباد دکن سے چار میل مغرب کی جانب ہے قیام فرمایا اور عبادت الہی، ریاضت اور مریدوں کی تلقین و تربیت میں مصروف ہوئے۔ ان دنوں اہل دکن میں مسلمانوں سے خاص بغض و عناد تھا۔ مہاراشٹر اور دکن کے ہندو شمالی ہند اور ساحلی لوگوں کی نسبت زیادہ متعصب تھے اور بقول صاحب "تذکرہ اولیائے دکن" شیخ قطب الدین۔ مسلمانوں کی صورت دیکھنا مکروہ سمجھتے تھے بلکہ اگر کوئی مسلمان مسافر وارد ہوتا تو اس کے ہاتھ کھانے پینے کا سامان بھی فروخت نہ کرتے لیکن بابا صاحب کے حسن سلوک اور روحانیت سے یہ لوگ بھی متاثر ہوئے اور آپ کا بڑا ادب کرنے لگے۔ آپ کی وفات ۶۸۷ ہجری ۱۲۸۸ عیسوی میں ہوئی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی بابا شاب الدین بھی تشریف لائے تھے وہ بھی بڑے بلند پایہ اور صاحب سطوت بزرگ تھے انہوں نے بھی بے شمار مخلوق کو فیض یاب کیا اور (۱۲۹۲ عیسوی) ۶۹۱ ہجری میں وصال فرما گئے۔ آپ کا عرس بھی ہر سال بڑے تزک و احتشام سے ہوتا ہے جس میں بے شمار خلقت عقیدت کے پھول نچھاور کرتی ہے۔

در خطہ گجرات کاٹھیاواڑ

اب ہم حضرت قطب العالم برہان الدین سہروردی کے فرزندان و خلفاء وغیرہ کے مختصر حالات بحوالہ "تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانیؒ" و دیگر معتبر تذکروں کی روشنی میں درج کرتے ہیں:۔

marfat.com

سید ناصر الدین ابوالحسن محمود المعروف شاہ وڈاؒ : آپ حضرت قطب العالم برہان الدین سہروردی کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور مخدوم شاہ وڈا کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۲۳ رمضان المبارک جمعرات ۸۰۹ ہجری (۳ مارچ ۱۴۰۷ء) بمقام پٹن پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ سلطان خاتون ایک امیر کبیر خداوند خان کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت شاہ وڈا نے خرقۂ خلافت و اجازت اپنے والد ماجد سے پایا۔ مخدوم صدر الدین راجن قتالؒ ابھی حیات تھے انہوں نے بھی خلافت نامہ مع خرقہ ارسال فرمایا۔ شہزادے اور اکثر امراء آپ کے مرید تھے یکم ذی قعد ۸۸۰ ہجری (پیر ۲۸ جنوری ۱۴۷۶ء) کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک قبہ قطبیہ میں جانب مغرب واقع ہے' آپ کے پانچ بیٹے تھے (۱) شاہ پیارنؒ (۲) سید ذاکر محمد (۳) سید محمد (۴) سید جلال الدین شاہ شیخ جیو (۵) شاہ عتیق اللہ۔

سید شیخ جیوؒ : آپ ۸۵۲ ہجری (۱۴۴۸ء) میں بمقام اساول پیدا ہوئے۔ اگرچہ سب سے کم سن تھے مگر کمالات میں سب سے بڑھ گئے۔ آپ کی ولادت کی خبر جب حضرت قطبیہؒ کو ملی تو اتفاق سے شاہ محمود پاس بیٹھے تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' "بھائی محمود! خوش ہو' اساں تھیں وڈا تساں تھیں وڈا ساڈے گھر جلال جہانیاں آیا۔" شیخ جیوؒ اجازت و ارادت اپنے والد بزرگوار سے رکھتے تھے۔ خرقۂ خلافت و اجازت حضرت قطبیہؒ سے حاصل کی اور تربیت حضرت شاہیہ (اپنے عم محترم) سے پائی۔ حضرت شاہ عالمؒ نے انہیں اپنے سینے پر لٹایا' سلایا اور فرمایا: "آنچہ من حاصل کردہ ام بہ شیخ جیو دادم (جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے شیخ جیو کو بخشا)۔

سلطان مظفر شاہ ثانی نے اپنے بڑے بیٹے سکندر خان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا' سلطان کے چھوٹے بیٹے بہادر خان کی جاگیر بٹوہ کے متصل تھی وہ اکثر شیخ جیوؒ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا آپ نے اسے یہی دعا دی تھی کہ بالاخر گجرات کا بادشاہ تو ہی بنے گا۔ حضرت شیخ جیوؒ نے بہتر (۷۲) سال کی عمر میں بروز ہفتہ ۱۷ ربیع الثانی ۹۳۱ ہجری (۱۱ فروری ۱۵۲۵ء) وصال فرمایا۔ مسجد قطبی کے سامنے مرقد پرانوار ہے۔ آپ کے خلفا میں قاضی محمود بیرپوری و بندگی حضرت سید طیب المتوفی ۲۵ رجب ۹۶۰ ہجری بروز جمعہ (۷ جولائی ۱۵۵۳ء) کا بڑا مقام ہے ان کے مزارات عیس پور کے قلعہ میں جانب شرق واقع ہیں۔ سلطان مظفر شاہ ثانی کے بعد اس کا بیٹا سکندر خان تخت نشین ہوا اس کی مخدوم وڈا سے مخالفت ہو گئی جس پر اس نے بٹوا کی جاگیر ضبط کر کے آپ کے چچا زاد بھائی سید محمد بخاریؒ کو پیش کی مگر انہوں نے ٹھکرا دی۔ ۲۹ مئی ۱۵۲۶ کو سلطان سکندر قتل ہو گیا اور ۱۱ جولائی ۱۵۲۶ کو سلطان بہادر شاہ گجرات کا سلطان بنا۔ اس طرح شیخ جیوؒ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ بد قسمتی سے بہادر شاہ کچھ عرصہ بعد حدود شرعی سے متجاوز کرنے لگا اور بالاخر بحیرہ عرب میں غرق ہوا۔

سید محمد شاہ المشہور شاہ عالم بخاریؒ شیخ الکل سلسلۂ شاہیہ : آپ کے حالات "حصہ اول" میں درج کیے جا چکے ہیں۔

سید احمد بخاریؒ : آپ بھی اپنے والد حضرت قطب العالم کے مرید و خلیفہ تھے۔ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ۸۸۲ ہجری (۱۴۷۷ عیسوی) انتقال فرمایا۔

شاہ حامد بخاریؒ : یہ بھی اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۴ شعبان ۹۰۹ ہجری فروری ۱۵۰۴

marfat.com

عیسوی میں فوت ہوئے۔

سید صالح بخاریؒ : اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ تھے' علوم عربیہ کے عالم اور ظاہری و باطنی علوم میں بے مثل تھے ہر سال ۲۹ ذوالحج کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

بندگی شاہ امین اللہ بخاریؒ : اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ اور سید محمد زاہد کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو پہلی رات خواب میں سید محمد زاہدؒ نے فرمایا کہ میری انگلی صندوق کے تختہ کے نیچے دب گئی ہے اسے نکالئے' سید صاحب نے خیال کیا کہ خواب کی بات ہے اس کا مطلب کچھ اور ہو گا مگر دوسری اور تیسری رات بھی یہی معاملہ پیش آیا تو تیسرے دن صندوق کھولا' دیکھا کہ واقعی ان کے پاؤں کی انگلی تختہء تابوت کے درمیان آگئی ہے اور خون ٹپک رہا ہے' آپ نے فوراً انگلی کو باہر نکالا اور قبر کو درست کر دیا۔

دیوان سید محمد زاہد بخاریؒ : آپ حضرت قطب العالمؒ کے فرزند اور حضرت شاہ عالم بخاریؒ کے چھوٹے بھائی تھے ولادت ۹ رجب ۸۴۸ ہجری (ہفتہ ۱۹ ستمبر ۱۴۴۴ء) کو ہوئی۔ زبردست عالم' عارف اور زاہد تھے' حضرت شاہ عالمؒ نے اپنے وصال کے وقت طلب کر کے فرمایا "اے محمد زاہد آگے آ کہ تجھے حضرت رب العزت کا سلام پہنچاؤں اور خزائن غیب کی چابیاں جو میرے پاؤں سے بندھی ہیں تیرے حوالے کروں۔" یہ کہہ کر حضرت شاہ عالمؒ نے اپنے پاؤں کو ہلایا تو لوگوں نے چابیوں کے ٹکرانے کی آواز سنی' شاہ عالمؒ کے سینے سے لگے تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے خوب بھینچا اور مقصد دلی پایا آپکا وصال بعمر ۴۴ سال ہفتہ ۶ شعبان ۸۹۲ ہجری (۲۸ جولائی ۱۴۸۷ عیسوی) کو بمقام بٹوہ ہوا۔

سید محمد اصغر المعروف شاہ شیخ محمد بخاریؒ : آپ نے سلوک کی تعلیم سید ناصرالدین میاں وڈا سے پائی' ہر سال عرس ۲۶ رمضان کو ہوتا ہے۔

سید محمد صادق بخاریؒ : آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی میاں وڈا سے تربیت پائی' بیس سال کی عمر میں وصال ہوا' عرس ۲۱ رجب کو ہوتا ہے۔

سید محمد راجوؒ : حضرت قطبیہؒ کے مرید اور حضرت شاہ عالمؒ کے خلیفہ تھے' بچپن میں کھیل کے وقت بھائیوں نے زمین پر گرا کر پیٹھ پر مکے مارے' سید راجوؒ روتے ہوئے حضرت قطب العالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے' شکایت کی تو آپ نے فرمایا: "بیٹا تیرے بھائیوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ تیری قسمت میں اولاد نرینہ نہیں ہے اس لئے انہوں نے ہر مکے پر تمہارے لئے فرزند طلب کیا ہے۔ مبارک ہو اب تو بارہ بیٹوں کا باپ ہو گا چنانچہ بموجب صاحب " تحفۃ الکرام " آپ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۷ صفر کو ہوتا ہے مزار محمد آباد عرف چنپانیر میں ہے۔

سید شاہ عالمؒ : اپنے والد کے مرید اور بڑے بھائی کے خلیفہ تھے۔ سماع کا بڑا ذوق تھا' بعض اوقات تین شبانہ روز تک وجد اور حال کی کیفیت طاری رہتی اور کھانے پینے کا احساس تک نہ ہوتا۔ عرس ہر سال ۸ شعبان کو ہوتا ہے' مرقد قطبیہ کے باہر جانب شرق ہے۔

سید علم الدین بخاریؒ : شیر خوارگی میں ہی انتقال فرما گئے۔

marfat.com

خلفاء حضرت قطب العالم برہان الدین سہروردیؒ

آپ کے خلفاء بے شمار تھے مگر صاحب "تحفۃ الکرام" نے صرف چند مشاہیر کا ذکر فرمایا ہے:

میر سید محمد المروف سید خدا بخشؒ : آپ حضرت حسین مریدؒ کے صاحبزادے اور مخدوم صدر الدین راجوؒ کے مرید تھے، حضرت قطب العالم برہان الدینؒ کو اوچ سے لے کر گجرات (کاٹھیاواڑ) آئے اور باقی عمرانہی کی غلامی میں بسر کر دی۔ فقیہ کامل اور محدث عامل تھے حضرت قطب العالم نے خرقہء خلافت عطا فرمایا تھا۔ ۸۴۷ ہجری (۱۴۴۳ عیسوی) میں وصال فرمایا۔

سید عثمان المشہور بہ شمع برہانیؒ : آپ حضرت قطب العالم کے مرید و خلیفہ تھے، آپ طریق توکل اور فقر اختیاری رکھتے تھے، جب ان کے پوتے سید عالم کی شادی شیخ داؤد نبیرہ کان شکرؒ کی صاحبزادی سے مقرر ہوئی تو حضرت داؤدؒ جو ظاہری شکوہ کے بھی مالک تھے اس لئے حضرت سید عثمانؒ کے خدام کو فکر ہوا کہ آپ شادی کا خرچ کیونکر برداشت کریں گے تو آپ نے خدام کو فرمایا خاطر جمع رکھو اللہ کا نام کافی ہے۔ یہ کہہ کر حضرت قطب العالمؒ کے مزار پرانوار پر مراقب ہوئے جہاں سے خوشخبری ملی کہ ہم نے تمہیں اور عزیز شاہ عالم کو گنج باطنی کا مالک بنا دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے واپس آ کر خادم سے کہا کہ دریائے سابرمتی پر جاؤ اور خرچ یومیہ کے مطابق اس جگہ سے لے آؤ مگر زیادہ نہ لانا، یہ برکت کئی سال تک آپ کے خاندان میں قائم رہی۔ ایک دفعہ حضرت قطب العالمؒ نے فرمایا کہ کئی ہزار افراد کی تلقین و تربیت آپ سے وابستہ ہے اگر یہاں بطریق ادب میرا قرب مانع ہے تو کسی اور جگہ نقل مکانی کر لو چنانچہ حضرت نے کچھ فاصلے پر بمقام بہاء الدین پور قیام فرمایا۔ یہاں امراء و سلاطین کی آمد و شد اتنی ہوئی کہ لوگوں کا راستہ رک گیا چنانچہ آپ سب کچھ راہ خدا میں بانٹ کر دریا کے اس پار چلے گئے اور اپنے حرم کے لئے پشمینہ کا خیمہ کھڑا کر لیا اور تجدید وضو کے لئے دریا کے کنارے تشریف لے آئے۔ اپنا مال چونکہ سب اللہ کی راہ میں لٹا چکے تھے اس لئے کوئی برتن پاس نہ تھا جس میں اپنی اہلیہ محترمہ کے وضو کے لئے پانی لے جائیں کہ اسی اثنا میں ایک ہندو لڑکا گدا دھر نامی ادھر آنکلا اس کے ہاتھ میں مسی برتن تھا وہ پانی بھرنے وہاں آیا تھا، آپ اس سے برتن مانگ کر پانی اپنی بیوی کے لئے لے گئے۔ آکر گدا دھر کو فرمایا جب اس جگہ گاؤں آباد ہو جائے تو تم بھی یہیں آکر آباد ہو جانا، لڑکے نے عرض کی حضرت ہم بہت غریب ہیں مکانات بنوانے کی ہمت نہیں۔ آپ نے اسے کہا کہ جا ندی پر جا کر اپنا برتن بھر لا، وہ وہاں گیا تو دیکھا کہ ندی میں پانی کی بجائے اشرفیاں بہہ رہی ہیں وہ اپنا برتن اشرفیوں سے بھر لایا، آپ نے اسے فرمایا کہ انہیں اپنے باپ کو دے دو تاکہ وہ مکان اور سامان کا بندوبست کر لے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی حضرت کے خیمہ کے گرد و نواح اچھا خاصا قصبہ آباد ہو گیا جو عثمان پور کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کا وصال ۱۵ جمادی الاول کو ہوا جہاں اب عالی شان مقبرہ اور مسجد بھی ہے۔ آپکی اولاد اس شہر اور اسکے اطراف میں آباد ہے۔

آپ طبع سخن بھی رکھتے تھے۔ صاحب "تذکرہ رکن عالم ملتانیؒ" نے مندرجہ ذیل غزل درج کی ہے۔

آپ نویں صدی ہجری (پندرہویں صدی عیسوی) کے مشاہیر بزرگوں میں سے ہیں۔

marfat.com

عرش فرش است کہ در خلوت درویشان است
رنج گنج است کہ ہم صحبت درویشان است
خلعت دولت جاوید اگر می خواہی
خرقہ با عظمت کسوت درویشان است
قصہء غرق شدن عالم و آں طوفان را
خواندہ باشی کہ ہم از رحمت درویشان است
گرچہ طاؤس ملائک بہ جہاں شہباز است
مگس مائدہٗ نعمت درویشاں است
ظل ماسول کہ خورشید حوادث باشد
سایہء بارگہء دولت درویشاں است
کار گاہے کہ دربستہ کلید در او
نفس فاتحہء حضرت درویشاں است
سینہء بے کینہء عثمان شدہ گنجینہء عشق
ایں فتوح از زمرہٗ ہمت درویشان است

شیخ علی خطیب سہروردیؒ

بحوالہ "تحفتہ الکرام" آپ بارہ برس کے ہی تھے کہ دنیا سے منہ موڑ کر طاعت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جنگلی گھاس سے روزہ افطار کرتے بارہ سال اسی طرح گزارے اور اتنی صفائی قلب حاصل ہوئی کہ ملائکہ کی تسبیح سنائی دیتی تھی۔ پانچوں وقت کی نماز سابر ندی کے کنارے ادا کرتے۔ گھر سے جب روانہ ہوتے تو راستے میں ایک مجذوب جو وہاں پڑا ہوتا پکار کر کہتا "علی! مسلمان ہو جا" آپ کو اس کا مفہوم سمجھ نہ آیا اور طاعت و ریاضت میں زیادہ کوشش کرتے۔ ایک دن اس مجذوب نے کھانا پکا رکھا تھا اور لوگوں میں بانٹ رہا تھا' جب آپ وہاں سے گزرے وہ دوڑ کر آپ سے لپٹ گیا اور زور سے زمین پر پٹخ کر دو تین طعام کے لقمے ان کے منہ میں ٹھونس دیئے اور ساتھ ہی گردن پر دو مکے مار کر دھکا دیتے ہوئے کہا: "علی! مسلمان شو" آپ خاک آلودہ گھر لوٹ آئے اور کافی دیر بے ہوش پڑے رہے۔ ہوش آیا تو سمجھ آئی کہ مجذوب کسی مرشد طریقت کا دامن پکڑنے کی تلقین کر رہا ہے' ان دنوں شیخ احمد کھٹو کی شہرت ہو رہی تھی لیکن ان دنوں گاہے گاہے حضرت قطب العالمؒ کی مجلس میں محفل سماع بھی ہوتی تھی اس لئے آپ وہاں کی بجائے شیخ احمد کھٹو کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بہلی پر سوار ہو کر "سہ کھینچ" کو روانہ ہوئے۔ جب سابر ندی کے کنارے پہنچے تو بیل دفعتاً" رک گئے باوجود ہزار کوشش آگے نہ بڑھتے تھے۔ اسی اثنا میں شیخ علی نے محسوس کیا کہ کسی نے اس کی پیٹھ پر تھپڑ دے مارا ہے پھر ایسے معلوم ہوا کہ کوئی گریبان سے پیچھے کی طرف کھینچ رہا ہے' شیخ علی نے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہ تھا البتہ قمیض پر جہاں ہاتھ پڑا تھا شوربہ کا نشان موجود تھا۔ شیخ نے ساتھیوں سے فرمایا: "کوئی مجھے پیچھے کی طرف کھینچ رہا ہے' بیلوں کو چھوڑ دو جہاں لے جائیں وہی میری منزل ہو گی۔" خدام نے بیلوں کو چھوڑ دیا' وہ اساول کہنہ کی طرف جہاں حضرت قطبؒ کا مسکن تھا روانہ ہوئے۔ ادھر حضرت قطبؒ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ شیخ علیؒ مرشد کی تلاش میں بھٹک رہا ہے' انہوں نے کھانا کھانے کی حالت میں تصرف فرمایا اور علیؒ کو اپنی طرف کھینچا۔ چونکہ ہاتھ شوربہ سے آلودہ تھا اس لئے اس کا نشان شیخ علی کی قمیض پر پڑ گیا۔ حضرت قطبؒ نے اپنا پس خوردہ رکھوا دیا اور ان آدمیوں سے جو مرید ہونے کو آئے ہوئے تھے فرمایا: تھوڑا اور توقف کرو تمہارا پیر آ رہا ہے"۔ اتنے میں شیخ علی آ پہنچے' انہوں نے دل میں سوچ رکھا تھا کہ پہلے

marfat.com

خلافت حاصل کروں گا بعد میں ارادت کے لئے ہاتھ بڑھاؤں گا۔ چنانچہ حضرت قطبیہؒ نے شیخ علی کو دیکھتے ہی فرمایا: "اول خلافت بعدہ ارادت۔ آپ چراغ کا روغن اور فتیلہ سب تیار کر کے لائے ہیں بس اب روشن کرنے کی دیر ہے۔" یہ فرمانے کے بعد حضرت نے پہلے خلافت سے نوازا اور پھر حلقہء ارادت میں داخل کیا۔ خادم اشارہ پا کر کھانا اٹھا لایا۔ شیخ نے اس میں سے دو تین لقمے ہی کھائے تھے کہ جوش محبت نے بے قرار کر دیا' زاروزار روتے' نعرہ مارتے اور رقص کرتے بعض کہتے ہیں کہ آلات سرور جو وہاں رکھے تھے از خود بجنے لگ گئے۔ حضرت قطبیہؒ نے قوالوں کو حکم دیا کہ کچھ گاؤ' شیخ علی اب اہل سماع سے ہو گیا ہے۔ دیر تک شیخ رقص اور وجد میں رہے جب صحو میں آئے تو حضرت قطبیہؒ نے ان لوگوں کو جو مرید ہونے کے لئے آئے ہوئے تھے قریب بلا کر شیخ علیؒ کے سپرد کیا کہ انہیں بیعت کرو چنانچہ شیخ علی نے انہیں حضرت قطب العالمؒ کی موجودگی میں مرید کیا۔ ازاں بعد حضرت نے انہیں رخصت کیا۔ آپ کا مزار قدن پور میں ہے' اس وقت سے قدن پور اور قطب پور آپ اور آپ کی اولاد کی تصرف میں ہے۔

شیخ عبدالطیف سہروردیؒ

آپ کے آباؤ اجداد ملتان کے رہنے والے تھے' شجرہ نسب یوں ہے: شیخ عبدالطیف بن جمال اللہ بن سراج الدین بن صدر الدین بن شیخ عمر فاروقی ملتانی۔ محمد تغلق کے عہد میں شیخ عمر فاروقی ملتان سے ناگور چلے آئے تھے' شیخ حسام الدین آپ کے نسبتی بھائی تھے بحوالہ "تحفتہ الکرام" شیخ عبد الطیفؒ حضرت قطب العالمؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور بڑے متقی متوکل اور عالم ربانی تھے' آپ کا مستقل قیام پٹن میں تھا۔ حضرت قطبیہؒ آپ سے بہت محبت کرتے وہ اپنی ظاہری و باطنی توجہات آپ پر مرکوز رکھتے' آپ نے نو کتابیں تصنیف فرمائیں جو نواح میں متداول تھیں۔ اکثر فقر و فاقہ میں رہتے' ایک دن آپ کے اہل و عیال نے تنگ آ کر کہا کہ آپ کسی سے کچھ قبول نہیں کرتے تو کیا ہمارے کھانے پینے کے اخراجات آپ کے مصلے کے نیچے سے پیدا ہوں گے' آپ نے فرمایا کہ الفقر فخری میرا شیوہ ہے' اگرچہ میرے مرشد نے خزائن الٰہی پر تصرف کی اجازت بخشی ہے لیکن میں اس طرف متوجہ نہیں ہوتا' اسی وقت دفور جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے' حجرے کا دروازہ کھولا اور فرمایا کہ ضرورت کے مطابق اٹھالو' آپ کے کنبے کے افراد حجرے میں داخل ہوئے تو دیکھا حجرہ جواہرات اور اشرفیوں سے بھرا پڑا ہے' مٹی کے چند طشت جو وہاں پڑے تھے وہ بھی خالص سونے کے بن چکے تھے' حضرت کی اہلیہ حسب ضرورت اٹھا کر لے گئیں۔ آپ کا وصال ۴ رمضان ۱۰۴۱ ہجری (۱۵ مارچ ۱۶۳۲ عیسوی) کو ہوا۔ ہر سال ۴ رمضان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کے صاحبزادے صدر الدین المعروف شیخ سوہن سہروردیؒ آپ کے مرید و خلیفہ اور جانشین ہوئے۔ پٹن میں ہی آپ کا مزار ہے۔

شیخ سراج الدین سہروردیؒ

بحوالہ "تحفتہ الکرام" آپ حضرت قطب العالمؒ کے مرید تھے مگر خلافت شیخ علی خلیبؒ سے پائی۔ سید جعفر بدر عالم اپنی کتاب "صد حکایات شاہی" میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی روحانیت کو طبابت کے پردے میں چھپا رکھا تھا' ایک دفعہ حضرت شاہ عالمؒ نے آپ سے فرمایا کہ "سلطان محمود

marfat.com

بیکر کو ایک دن طلب الٰہی کا درد اٹھے گا' اس کا علاج آپکے ہاتھ مقدر ہو چکا ہے' تاویل نہ کرنا اور اس کی حاجت پوری کرنا۔ چنانچہ جب وہ وقت آیا تو آپ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا مگر بظاہر حکیم تھے دربار شاہی میں رسائی نہیں رکھتے تھے' اتفاق سے انہی دنوں سلطان کا ایک خدمت گار بیمار ہو گیا' کہیں سے اسے آرام نہ آیا تو لوگ اسے آپ کے پاس لے آئے۔ قدرت الٰہی سے وہ شفایاب ہو گیا' آپ نے اس کی روانگی پر اسے رازدارانہ طور پر کہا کہ اگر کبھی سلطان کو علاج معالجہ کی ضرورت پڑے تو میرا نام لے دینا اور عرض کرنا کہ یہ وہی حکیم ہے جس کے لئے حضرت شاہ عالمؒ نے سفارش فرمائی تھی۔ اگر روحانی معالجے کی ضرورت ہو تو کبھی کبھی خلوت میں طلب کر لیں لیکن بظاہر بطور حکیم ملازم رکھ کر بحیثیت طبیب سلوک کریں۔ چنانچہ اس پیغام پر سلطان نے آپ کو بطور شاہی طبیب ملازم رکھ لیا' کچھ عرصہ بعد خلوت میں طلب کیا اور سر ان کے قدموں میں رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا آپ کے دل میں محبت الٰہی کس قدر ہے؟ سلطان نے عرض کی کہ حضرت! "جتنی آپ کے دل میں محبت الٰہی ہے اگر اس کا عشر عشیر بھی مل جائے تو میں تمام دنیا کی بادشاہت کو اس پر نثار کر دوں"۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ آپ کو جو مقام حاصل ہے اسکے باعث ترک دنیا لازمی نہیں۔ اسکے بعد سلطان پر توجہ فرمائی اور عرفان کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔ آپکا عرس ہر سال ۶ ربیع الاول کو ہوتا ہے۔

سید خوند میرؒ : بحوالہ "تحفۃ الکرام" آپ بھی حضرت قطب العالم کے مرید تھے' والد کا نام سید وڈا بن سید یعقوب ہے۔ شیر خوارگی کے زمانے میں آپ کی والدہ بی بی جیؒ دودھ دینے سے پہلے تجدید وضو فرما کر دوگانہ ادا کرتیں اور عرض کرتیں: "اے پروردگار! اگر یہ بچہ تیرے مقبولوں میں سے ہے تو اسے اپنی نگاہ میں رکھ ورنہ اسے سنبھال لے"۔ اس کے بعد دودھ دیتیں' جب اڑھائی سال کے ہوئے تو سید خوند میرؒ کے والد فوت ہو گئے۔ چچا نے اپنی تربیت میں لے لیا' گیارہ سال کے ہوئے تو یہ سہارا بھی ٹوٹ گیا چنانچہ آپ کی والدہ حضرت بی بی جیؒ انہیں احمد آباد لے آئیں اور حضرت قطب العالمؒ کی خدمت میں پیش کیا جہاں سے آپ نعمت باطنی سے فیض یاب ہوئے سید خوند میر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شیخ طریقت سے جو نعمت پائی ہے اس کے تین حصے کئے ہیں' ایک حصہ اپنے لئے' دوسرا فرزندوں کے لئے اور تیسرا بندگان خدا کے لئے۔ آپ نے ۱۰ ربیع الاول ۸۷۴ ہجری اتوار (۱۷ دسمبر ۱۴۷۷ عیسوی) کو وصال فرمایا اور بی بی پور میں دفن ہوئے۔

حضرت بی بی جیؒ : آپ سید خوند میرؒ کی والدہ محترمہ تھیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے' جب بیٹا اس نعمت سے فیض یاب ہو کر روشن ہوا تو ان سے ہی بیعت کی۔ ایک دفعہ بی بی صاحبہ نے سید صاحب کے والد ماجد کو ایک اشرفی دی کہ بازار سے کپڑا خرید لائیں۔ اتفاق سے اشرفی راستے میں گر گئی' جب تلاش کرنے کے لئے زمین پر نظر کی تو دو اشرفیاں دکھائی دیں' آپ نے دونوں کو پھینک دیا اور گھر لوٹ آئے۔ بی بی جی نے پوچھا کہ آپ کپڑا کیوں نہیں لائے؟ تو انہوں نے کہا اشرفی گر گئی تھی جب اٹھانے کو جھکا تو دو اشرفیاں نظر آئیں۔ دل میں خیال آیا کہ شاید دوسرے کا حق ہو اس لئے دونوں سے دستبردار ہو گیا بی بی جیؒ نے فرمایا کہ جونہی اشرفی آپ کے ہاتھ سے گری تھی فوراً مجھے مل گئی تھی چنانچہ میں نے اسے طاق میں رکھ چھوڑا ہے۔

marfat.com

حضرت بی بی جی" کو اپنی قبر کے لئے زمین کی ضرورت ہوئی' اپنے بیٹے سید خوند" سے فرمایا کہ ملک شعبان وزیر احمد آباد سے میرے لئے زمین طلب کرو اتفاق سے اس وقت ملک شعبان کا بیٹا ملک خوش باش اس وقت حاضر خدمت تھا' اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنے لئے مقبرہ تعمیر کرا رکھا ہے حضرت مخدومہ اسے قبول فرمالیں۔ حضرت بی بی جی" بہلی پر سوار ہو کر مقبرہ دیکھنے گئیں' مٹی کو سونگھ کر فرمایا کہ بس یہی میری جگہ ہے لیکن ہم میں سے جو پہلے فوت ہوا سے یہاں دفن کیا جائے۔ مشیت ایزدی ملک خوش باش کا انتقال پہلے ہوا اور اس مقبرہ میں دفن ہوا' بی بی جی" کا مقبرہ اسی نواح میں تعمیر کیا گیا۔ آپ کا وصال ۱۴ جمادی الثانی کو ہوا' سید میر خوند" کو بھی یہیں جگہ ملی۔

اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بخاری سہروردی"

صاحب "تذکرہ رکن عالم" تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قطب العالم" کے بڑے صاحبزادے شاہ وڈا" کی اولاد تین پشتوں تک بر سر اقتدار رہی۔ حضرت شاہ عالم بخاری کے صاحبزادے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے باوجود ان کے تابع فرمان ہو کر خاموشی سے زندگی بسر کرتے رہے اس لئے سیرت نگاروں نے ان کا کہیں تفصیل سے ذکر نہیں کیا۔ شاہ بھیکن" کا تذکرہ ملک فخرالدین کے ضمن میں ملتا ہے جو حضرت شاہ عالم" کے فرزند ارجمند تھے ان کا ذکر ہم حضرت شاہ عالم" کے حالات میں کر چکے ہیں۔

سید جلال الدین ماہ عالم" : آپ کا نسب نامہ پانچویں پشت میں حضرت شاہ عالم" سے ملتا ہے' آپ سید شیر محمد" بن سید عرف شاہ بن حضرت سید محمد زاہد بن حضرت شاہ عالم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس زمانے میں حضرت قطب العالم" کے سجادگان میں انتشار پیدا ہو چکا تھا اور ان کا علمی اور روحانی پایہ بھی وہ نہیں رہا تھا۔ خانقاہوں اور مہمان خانوں کا انتظام تلپٹ ہو کر رہ گیا تھا خان اعظم جب احمد آباد آئے اور آستانہائے سہروردیہ بخاریہ کی افسوس ناک صورت حال مشاہدہ کی تو شہنشاہ اکبر کی اجازت سے سید جلال الدین ماہ عالم کو سہروردی آستانوں کا متولی اور سجادہ نشین مقرر کیا جس سے تمام نظام درست ہو گیا اور مسند ارشاد ایک دفعہ پھر وارث رسول کے دم قدم سے آباد ہو گئی۔

بحوالہ "تحفۃ الکرام" آپ میں جود و کرم بہت تھا' ایک دفعہ سید ابو تراب شیرازی" نے ضیافت پر مشائخ کو بلایا سید ماہ عالم" بھی تشریف لے گئے سردی کا موسم تھا گھر سے کمبل اوڑھ کر نکلے ہی تھے کہ کسی نے کمبل کا سوال کر دیا جس پر آپ نے اپنا کمبل اتار کر سائل کو دے دیا اور صرف قمیض پہنے مجلس میں چلے آئے۔ ضیافت کے دوران اپنے خادم خاص سید محمد امین" سے فرمایا کہ سردی لگ رہی ہے دوشالہ لے آؤ سید امین حسب الحکم اٹھ آئے مگر حیران تھے کہ دوشالہ کہاں سے لاؤں کیونکہ حضرت کے ہاں دوسرا دوشالہ تھا ہی نہیں۔ اسی اثنا میں ایک مرید نے آگے بڑھ کر دوشالہ پیش کیا اور عرض کی کہ میں یہ دوشالہ حضرت کی خدمت میں نذر کرنے کے لئے لایا تھا کافی دیر سے باہر کھڑا ہوں۔ سید امین وہ دوشالہ لے کر اندر آئے اور حضرت ماہ عالم" کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ میں سخاوت اس قدر تھی کہ گھر کے برتن بھی اٹھا کر سائلوں کو دے دیتے۔ وصال جمعہ ۱۴ ذی قعد ۱۰۰۳ ہجری (۱۱ جولائی ۱۵۹۵ عیسوی) کو ہوا قبر شریف حضرت شاہ عالم بخاری" کے قدموں میں ہے۔

maritat.com

سید محمد مقبول عالمؒ : آپ سید ماہ عالمؒ کے صاحبزادے تھے تاریخ ولادت ہفتہ ۱۲ رجب ۹۸۹ ہجری (۱۲ اگست ۱۵۸۱ء) کو ہوئی والد محترم نے اپنے وصال سے دو سال قبل خرقہ و سجادہ ان کے سپرد کر دیا تھا۔ صاحب تصنیف تھے' اوراد پر مشتمل "جمعات شاہی" زیادہ مشہور ہے۔ ہر جمعرات کو پانچ سو محمودی (سلطان محمود سے منسوب سکہ رائج الوقت) فقرا میں تقسیم فرماتے۔ ہر سائل کو دو سکے دیتے ایک دفعہ تقسیم کرنے کے لئے مولانا عبد الشکور خادم خاص کو بلا کر پوچھا کہ خزانہ میں کچھ ہے؟ اس نے عرض کی کہ صرف بارہ سکے ہیں فرمایا انہیں چھ آدمیوں میں تقسیم کر دو اور باقی لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر اور صبر کریں۔ یہ فرمایا اور مراقبے میں چلے گئے' اسی اثنا میں آپ کے صاحبزادے سید جلال مقصود عالمؒ نے دو ہزار روپے لا کر پیش کر دیئے جو آپ نے مستحقین میں بانٹ دیئے۔

شہنشاہ جہانگیر احمد آباد آیا اور آپ سے مل کر بڑا متاثر ہوا چنانچہ لکھتا ہے: "خالی از فضیلتے و معقولیتے نیست"۔ آپ کا وصال ۱۲ رجب ۱۰۴۵ ہجری (ہفتہ ۱۲ دسمبر ۱۶۳۵ء) کو ہوا مزار پر حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین نصب ہیں' آپکا مزار سیف خان نے تعمیر کرایا تھا۔

سید جلال مقصود عالمؒ : آپ سید محمد مقبول عالمؒ کے صاحبزادے تھے ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۰۲ ہجری (۲۶ فروری ۱۵۹۴ عیسوی) کو پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا' مولانا حسین سیستانی اور شیخ عبد العزیز (مرید و شاگرد حضرت مقبول عالمؒ) سے علوم متداولہ حاصل کئے۔ باطنی تعلیم والد ماجد سے پائی' بموجب "مرآۃ الاحمدی" شاہ جہان بادشاہ سے منصب شش ہزاری اور صدارت کا عہدہ برائے خدمت خلق قبول فرمالیا تھا۔ ظاہر میں امیرانہ ٹھاٹ تھے لیکن خلوت ریاضت و مجاہدات میں بسر ہوتی تھی۔ سوموار ۲۰ ربیع الثانی ۱۰۵۹ ہجری (۲۳ اپریل ۱۶۴۹ء کو وصال فرمایا' مزار پر انوار رسول آباد میں ہے' آپ کی یہ رباعی بڑی مشہور ہے:

خم خم مئے عشق را نہاں نوش رضا وز گفتن سر عشق خاموش رضا
گر خرقۂ فقر مصطفیٰ می خواہی عیب ہمہ راچوں مرتضیٰ پوش رضا

سید جعفر بدر عالمؒ : بموجب "تذکرہ رکن عالم آپ اپنے والد سید جلال مقصودؒ کے مرید و خلیفہ تھے' اتوار ۱۲ شعبان ۱۰۲۳ ہجری ۴ ستمبر ۱۶۱۴ عیسوی کو ولادت ہوئی۔ ظاہری و باطنی تعلیم اپنے والد سے ہی پائی اور ان کی زندگی میں ہی خلق خدا کی تربیت تفویض ہوئی۔ بے شمار تصنیفات ہیں جس میں "روضات شاہی" چالیس جلدوں پر مشتمل بڑی مشہور کتاب ہے۔ پہلی جلد میں بزرگان دین کے حالات ہیں اور آخری چار جلدوں میں احادیث و تفاسیر پر بحث ہے۔ بڑے زود نویس تھے۔ کلام اللہ کی کتابت اٹھارہ پہروں میں فرمائی اور اس مصحف عزیز قلمی کو اپنے ہمراہ رکھتے۔ ایک رات تہجد کے وقت حضرت شاہ عالم کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر باہر نکلے تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر قرآن مجید کا سوال کیا۔ فرمایا کہ صبح کو کتاب خانہ سے تلاش کر کے دے دیا جائے گا۔ درویش نے کہا کہ یہ مصحف مقدس جو آپ نے بغل میں لے رکھا ہے کیوں نہیں دے دیتے یہ کہہ کر خود ہی اسے ہاتھ میں لیا اور نظر سے غائب ہو گیا۔ شاہجہان بادشاہ نے حضرت مقصود عالمؒ کے وصال کے بعد انہیں صدارت کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور اپنے بھائی سید علی رضوی خان کو یہ منصب دلایا اور خود

marfat.com

درویشی اختیار کرلی۔ وصال بدھوار ۹ ذی الحج ۱۰۸۵ ہجری (۲۵ فروری ۱۶۷۵ عیسوی) کو ہوا' والد ماجد کے غربی پہلو میں دفن ہوئے۔

سید محمد ابوالمجد محبوب عالمؒ : صاحب "تذکرہ رکن عالم" کے مطابق آپ ۲ ربیع الاول ۱۰۴۷ ہجری (۱۵ جولائی ۱۶۳۷ عیسوی) کو پیدا ہوئے اپنے والد ماجد سے ہی ظاہری باطنی علوم حاصل کر کے کامل ہوئے اور انہیں کے مرید و خلیفہ بنے بے شمار دینی تصنیفات کیں۔ بزبان فارسی ایک تفسیر بروایت اہل بیت' دوسری عربی میں بطرز جلالین' حدیث میں "زینت النکات" مشکواۃ شریف کی شرح میں تحریر فرمائی آپ نو سال کے تھے کہ بادشاہ شاہجہان نے آپ کو تولیت کا شقہ شاہی اپنے دست خاص سے عنایت کیا' آپ لے کر بہت خوش ہوئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ فرمان کو طلائی روشنائی میں لکھا دیکھ کر خوش ہوئے' فرمایا: سونے کی ہمیں پرواہ نہیں خوشی اس بات پر ہوئی کہ یہ فرمان آپ کے دست خاص سے لکھا ہوا ہے۔ آپ کا وقت درس و تدرس' تدوین کشف اور ریاضت و عبادت میں گزرتا۔ بدھوار ۹ جمادی الثانی ۱۱۱۱ ہجری (۲۲ نومبر ۱۶۹۹ عیسوی) کو وصال فرمایا قبر شریف قبہ متبولیہ میں بطرف شرق ہے۔ اس قبہ میں چار ایسے بزرگ محو خواب ہیں جو جود و سخاوت میں لاجواب تھے۔

خلفاء : آپ کے خلفا میں شیخ نور الدین اور سید محمد مراد شاہ زیادہ مشہور ہیں۔

سید جلال الدین حمید عالمؒ : صاحب "تذکرہ رکن عالم" نے آپ کی ولادت جمعرات ۲ جمادی الاول ۱۰۶۲ ہجری یکم اپریل ۱۶۵۲ عیسوی) تحریر کی ہے۔ اپنے والد ماجد سید محبوب عالمؒ کے مرید و خلیفہ تھے' آپ کی تصنیفات میں خواب کی تعبیروں میں "مرآت الرویا" اور دوسرا رسالہ جو اشغال و اعمال میں ہے "مفتاح الحاجات" کے نام سے مشہور ہیں سوموار ۲۰ ذوالحج ۱۱۱۴ ہجری (۲۶ اپریل ۱۷۰۳ء) کو انتقال فرمایا۔

سید جعفر مجید عالمؒ : آپ سید جلال حمید عالمؒ کے صاحبزادے تھے۔ جمعرات ۱۸ ربیع الثانی ۱۰۸۱ ہجری (۲۵ اگست ۱۶۷۰ عیسوی) کو پیدا ہوئے والد ماجد سے ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کی۔ صاحب حال و جذب تھے' سیف زبان تھے جو بات زبان سے نکل جاتی وہ اکثر پوری ہو جاتی۔ وفات منگل وار ۱۸ محرم ۱۱۰۹ ہجری (۲۷ جولائی ۱۶۹۷ عیسوی) کو ہوئی۔

سید محمد محمود عالمؒ : آپ سید جعفر مجید عالمؒ کے صاحبزادے تھے' اگرچہ ابتدائے احوال میں لہو و لعب میں مشغول رہے مگر انجام کار تائب ہو کر جذب الٰہی حاصل کیا اور درویشانہ زندگی میں اتوار ۲۶ شعبان ۱۱۴۹ ہجری (۱۹ دسمبر ۱۷۳۶ عیسوی) کو وفات پائی۔ آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے آپ کے بھتیجے سید عبد الشکورؒ ولد سید موسیٰؒ صاحب سجادہ قرار پائے۔

مخدوم العالم مولاناؒ شیخ نور الدینؒ : آپ حاجی شیخ محمد کے صاحبزادے اور سید محبوب عالمؒ کے اعظم خلیفہ تھے ولادت ۱۰ جمادی الاول ۱۰۶۳ ہجری (منگل ۲۹ مارچ ۱۶۵۳ء) کو ہوئی۔ آثار سعادت و ہدایت بچپن سے ہی جبین منور سے ظاہر تھے چنانچہ صغر سنی میں ہی اپنی والدہ سے سات دنوں میں "گلستان سعدی" پڑھ لی۔ اخوند مولانا احمد اور مولانا سلیمان سے ظاہری علوم حاصل کئے۔ قرات و علم حدیث اپنے پیر و مرشد سید محبوب عالمؒ سے حاصل کیا۔ آپ اپنے وقت کے عالم اجل تھے' آپ کے مریدوں میں شیخ الاسلام محمد اکرام الدینؒ بڑے مشہور ہیں جنہوں نے احمد آباد میں "مدرسہ ہدایت

marfat.com

بخش" جاری فرما کر علوم ظاہری و باطنی کا مرکز ۱۱۰۹ ہجری (۱۶۹۷ عیسوی) میں قائم فرمایا۔ صاحب "تحفتہ الکرام" نے مولانا کے فضل و کمال کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جس کا ملخص یہ ہے :

(۱) مولانا اپنے زمانے کے جید عالم' نہایت متقی اور سخی تھے (۲) آپ نے ایک سو ستر کے قریب کتابیں تصنیف فرمائیں جو خاصی ضخیم تھیں' صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر بارہ ہزار اشعار میں کی' تفسیر پارہ الم تقریباً" ساٹھ ہزار ابیات پر محیط ہے۔ (۳) مقررہ اوراد کے علاوہ ہر روز قرآن حکیم کا ختم کرتے تھے (۴) ہر رات میں دو بار صلوٰۃ الیل ادا فرماتے (۵) جب بھی پہلو بدلتے ہزار بار اللہ اکبر اور ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے (۶) پندرہ سال کی عمر سے لے کر لحات آخر تک کبھی چلہ اور اعتکاف کا ناغہ نہ کیا (۷) عمر بھر کسی بادشاہ سے اپنے نام پر وظیفہ اور یومیہ قبول نہ فرمایا (۸) اسباب ظاہری رکھنے کے باوجود کسی نے آپ کے ہاتھ سونا چاندی نہ دیکھا۔ آپ نے ۹۱ سال کی عمر پائی وصال ۹ شعبان ۱۱۵۵ ہجری (۲۱ ستمبر ۱۷۴۲ء منگل) کو ہوا۔

شیخ محمد صالحؒ : آپ حضرت مولانا نور الدینؒ کے صاحبزادے تھے۔ مادر زاد صالح' علم و حلم تقویٰ و سخاوت میں بے نظیر تھے اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ سات برس کی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حفظ کر لیا تھا۔ محمد اعظم حاکم صوبہ نے موضع تاج پور بطور انعام مرحمت کیا' دو دفعہ بہ زمانہ سلطان فرخ سیر اور بہ زمانہ محمد شاہ دہلی میں تشریف لے گئے۔ اکثر امراء و فضلا آپ کی قابلیت اور صلاحیت کے معترف تھے۔ ہفتہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۱۴۷ ہجری مطابق (۲ نومبر ۱۷۳۴ عیسوی) بمقام شاہجہان آباد وصال فرمایا۔ اپنے والد کی زندگی میں ہی جس وقت والد (شیخ نورالدینؒ) کی عمر ۸۳ سال تھی داغ مفارقت دے گئے چنانچہ انہوں نے آپ کا تابوت شاہجہان آباد سے منگوا کر اپنے دادا بزرگوار ملا محمودؒ کے مقبرے میں دفن کیا۔ مولانا نور الدین نے خواب میں دیکھا کہ فرزند ارجمند محمد صالح کہہ رہے ہیں کہ مجھے خطاب "مراد بخش" عطا ہوا ہے۔ مولانا نے "مراد بخش" کی عددی قیمت نکالی تو ۱۱۴۷ ہجری نکلی چنانچہ یہی خطاب تاریخ وفات قرار پایا۔ مولانا کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام انہوں نے سہروردی بزرگوں کے اسمائے گرامی کی رعایت سے ہی رکھے۔

حضرت شاہ عالمؒ کے دیگر اکابر خلفاء

مولانا شیخ احمد المشہور میاں مخدومؒ : آپ سلطان محمد غوری کی اولاد سے تھے۔ آپ کے اجداد میں سے محمد خان غوری ناگور کے حاکم تھے۔ شیخ احمد کے والد شیخ برہان کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی وہ شیخ احمد کھٹوؒ کے مرید تھے ان سے اولاد نرینہ کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا کہ اس کا نام میرے نام پر رکھنا وہ بڑے مرتبے کا انسان ہو گا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شیخ برہان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام احمد رکھا گیا۔ مولانا صدر جہان اس دور کے بہت بڑے عالم تھے شیخ احمد کو ان کی تربیت میں دے دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد انہوں نے علوم متداولہ میں مہارت حاصل کر لی۔ شیخ احمد حضرت شاہ عالم گجراتیؒ کے مرید ہوئے۔ بارہ سال حضرت کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں اور دوسرے بارہ سال بطور خادم خاص گزار کے چونسٹھ (۶۴) سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ احمد آباد کے مضافات میں بمقام تلج پورہ میں آپ کا مزار ہے۔

marfat.com

سلطان شاہ غزنیؒ : آپ سلاطین گجرات کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ ابتدائے احوال میں رہزنی کیا کرتے' ایک دفعہ شیخ احمد میاں مخدومؒ حضرت شاہ عالمؒ کے لئے سودا سلف بازار سے خرید کر لا رہے تھے کہ سلطان شاہ نے آکر لوٹ لیا۔ آپ نے آکر حضرت شاہیہؒ سے شکایت کی آپ نے مسکرا کر فرمایا: غزنی کے دل کی زمین میں ارادت کا بیج بویا جا چکا ہے۔ بہت جلد وہ تمہیں یہیں نظر آئے گا"۔ چند دنوں بعد حضرت شاہ عالمؒ بہلی پر سوار ہو کر جا رہے تھے' میاں احمد بھی ہمراہ تھے کہ اتفاقاً شاہ غزنی بھی گھوڑے پر سوار اسی راستے پر آ رہا تھا اس نے حضرت کی پرواہ نہ کی اور گردن اکڑائے بغیر علیک سلیک آپ کے پاس سے گزر گیا۔ میاں احمد مخدومؒ نے حضرت کی خدمت میں اس کی رعونت کی طرف توجہ دلائی تو آپ نے ہندی زبان میں فرمایا: "جو راجن جی کا اوبھایا ہوئے تو تجھ جیسے فقیروں کی برسوں کناسی کرے" آپ کا یہ فرمانا تھا کہ غزنی گھوڑے سے گر پڑا دست بستہ حاضر ہو کر تائب ہوا اور حضرت کا مرید ہو گیا۔ حضرت نے اس کی تربیت شیخ احمد کے سپرد کر دی چنانچہ بہت جلد منازل سلوک طے کر کے خرقہء خلافت پایا۔ وفات جمعہ ۲۰ صفر ۹۲۲ ہجری (۱۴ مارچ ۱۵۱۶ء) کو ہوئی۔ مرقد احمد آباد میں ہے' سلطان غزنیؒ کے خلفا میں شاہ فضل اللہ کاشانیؒ بہت مشہور ہیں۔

میاں قطب الدینؒ : آپ شیخ الیاس کی اولاد سے تھے' جب ارادت کے لئے حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی دستار مبارک ان کے سر پر رکھی اور تربیت باطنی کے لئے شیخ احمد "میاں مخدوم" کے سپرد کر دیا۔ شیخ میاں قطب الدینؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت نے از خود مجھے فرمایا "قطب الدین شریعت کے آدمی قاضی کے حکم سے نہیں آتے انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا جاننا چاہئے اور ان کی تعظیم و تکریم بجا لانی چاہئے"۔ مجھے حضرت کے اس ارشاد کا مفہوم سمجھ میں نہ آیا اور سر تسلیم خم کر کے چپ ہو رہا جب وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گھر رسول آباد آئے تو دیکھا کہ چند لوگ جن سے بہ زمانہ سپاہ گیری میں نے کچھ قرض لیا تھا' قاضی کے پیادوں کو ہمراہ لئے بڑھے چلے آ رہے ہیں' جونہی انہوں نے مجھے دیکھا برا بھلا کہنے لگے۔ مجھے اسی وقت حضرت پیر و مرشد کا ارشاد یاد آگیا اور میں ان کے ساتھ بڑی تواضع سے پیش آیا۔ اپنا یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد میاں قطب الدینؒ نے کہا: آداب مریدان حضرات شاہیہ آنست کہ فرمان شرع شریف بر جمیع امور مقدم دارند"۔ آپ کا وصال سوموار ۲۰ جمادی الثانی ۹۴۳ ہجری (مطابق ۴ دسمبر ۱۵۳۶ء) کو ہوا۔ مزار خانپور (نزد احمد آباد) میں ہے۔ آپ کے مریدوں میں شیخ عماد الدین محمد طاریؒ بڑے مشہور ہوئے ہیں۔

قاضی العالم شاہ حمادؒ : آپ کے والد ماجد قاضی محمد حضرت قطب العالمؒ کے مرید تھے جن کے تین بیٹے تھے (۱) قاضی حماد (۲) قاضی حمید المشہور قاضی جالندہ (جو قاضی محمود کے والد تھے) (۳) قاضی حامد یہ تینوں حضرت شاہ عالمؒ کے مرید تھے۔ شاہ حامد نے پہلے بارہ سال تحصیل علم میں گزارے پھر بارہ سال سپاہیوں کے لباس میں کفار سے برسرپیکار رہے اور اکل حلال و صدق مقال پر کاربند رہے۔ آپ کے تقویٰ سے آپ کی سواری بھی اثر پذیر ہو چکی تھی کہ حرام کا گھاس اور دانہ نہیں کھاتی تھی پھر بارہ سال ہر چیز کو ترک کر کے مصروف عبادت رہے۔ طبیعت میں اس قدر جلال تھا کہ اگر کسی پر

marfat.com

نظر پڑتی تو وہ فاتر العقل ہو جاتا اس لئے اغلب اوقات پردہ میں رہتے۔ خادم پس پردہ ہی درخواستیں پیش کرتا۔ کسی کے جواب میں "دے دہم" (میں دیتا ہوں) اور بعض کے جواب میں "نمی دہم" (میں نہیں دیتا) فرما دیتے۔ اس وقت کے علما نے آپ کے خلاف قتل کا فتویٰ لکھ کر سلطان کی خدمت میں بھیج دیا کہ یہ شیخ خدا کا نام درمیان میں نہیں لاتا اور جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے کہتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ منصور کے قتل نامہ پر جس طرح حضرت جنید بغدادیؒ نے دستخط کئے تھے اس محضرنامہ پر اگر قاضی حمادؒ کے بھائی قاضی حمید جالندہؒ گواہی کر دیں تو میں اس کے قتل کا حکم دے سکتا ہوں۔ شہر کے علما قاضی جالندہ کے پاس آئے' قاضی صاحب نے کہا میں بھائی کے پاس جاتا ہوں اور انہیں سمجھاتا ہوں چنانچہ وہ آپ کے پاس آئے اور نصیحت کرنا شروع کی۔ قاضی حمادؒ نے فرمایا: بھائی جان! اگر وہ لوگ نہیں جانتے تم تو جانتے ہو کہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا' کہلانے والا دوسرا ہے' جس شخص نے اس فتنہ کو کھڑا کیا ہے اسے میں درمیان سے اٹھا دیتا ہوں۔ دراصل اس محضرنامے کا باعث ایک مولانا "میاں جی" نامی تھے جو شاہ حمادؒ اور قاضی جالندہؒ کے استاد تھے۔ قاضی صاحب گھبرا گئے اور عرض کی "ہاں ہاں ایسا نہ کیجئے حق استاد ضائع نہیں کرنا چاہئے" ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ خبر پہنچی کہ مولانا "میاں جی" بعارضہ درد شکم قریب المرگ ہو رہے ہیں۔ قاضی جالندہؒ نے شاہ حمادؒ سے عرض کی توجہ کیجئے کہ مولانا کو آرام آ جائے۔ شاہ حمادؒ نے کہا اگر مولانا میرے پاس آئیں اور اپنا فتویٰ واپس لے لیں تو ان کی جان بچ سکتی ہے۔ قاضی صاحب دوڑے دوڑے مولانا کے پاس پہنچے مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ تریسٹھ (۶۳) سال میں نے شریعت کی راہ میں مستقیم الحال ہو کر گزارے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر ان کی خدمت میں چلا جاؤں تو صحت یاب ہو سکتا ہوں لیکن چند دنوں کے لئے شریعت کو پس پشت ڈالنا نہیں چاہتا' القصہ مولانا فوت ہو گئے۔ تیسرے دن شاہ حمادؒ اور قاضی جالندہؒ مولانا کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا کے تمام شاگرد وہاں جمع تھے ہر کوئی گل پاشی کر رہا تھا' جب شاہ حمادؒ نے قبر پر پھول چڑھائے تو وہ پھسل کر نیچے جا پڑے' دوسری دفعہ پھر پھول چڑھائے تو دوبارہ پھسل کر پھول نیچے جا پڑے' حاضرین کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ میاں حمادؒ نے کہا: کیا کروں حق استاد درمیان میں ہے ورنہ جس طرح لذت دنیا سے محروم کیا ہے اسی طرح راحت عقبیٰ سے بھی محروم کر دوں "یہ کہنا تھا کہ قبر کو لرزہ ہوا اور میاں حمادؒ نے پھر جو قبر پر پھول چڑھائے تو وہ پھر نہ پھسلے اور ٹک گئے۔ شاہ حماد علیہ رحمتہ نے چھتیس (۳۶) برس کی عمر میں وفات پائی۔

قاضی محمود دریائی بیرپوریؒ : آپ قاضی حمید جالندہؒ کے بیٹے تھے جو حضرت شاہ عالمؒ کے مرید تھے۔ صاحب "تحفتہ الکرام" لکھتے ہیں کہ جب قاضی جالندہؒ عمر آخر کو پہنچے تو قاضی محمودؒ نے خواب میں حضرت غوث العالمین (بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ) کو دیکھا کہ فرماتے ہیں: "تم درجہء محبوبیت پر جو کہ میرا مقام ہے پہنچ چکے ہو لیکن مناسب ہے کہ بیعت و خلافت اپنے والد ماجد سے حاصل کرو کیونکہ یہ اہل سلاسل کے لئے ضروری ہے"۔ صبح قاضی صاحب نے یہ خواب اپنے والد ماجد کو سنایا' انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرا وقت آخر قریب آ چکا ہے' اپنی وفات سے ایک دن پہلے تمہاری بیعت قبول کر لوں گا اور خلعت خلافت عنایت کروں گا" یہ خبر سن کر دوسرے کئی لوگ بھی

marfat.com

حلقہء ارادت میں داخل ہونے کے منتظر ہو بیٹھے۔ اتفاق سے اسی دن قاضی حمید چالندہؒ نے اپنے صاحبزادے قاضی محمودؒ اور دوسرے حاضر الوقت اصحاب کو طلب کر لیا' پہلے قاضی محمودؒ کے بیٹے کو داخل سلسلہ کیا پھر دوسرے لوگوں کو مرید کیا۔ سب سے آخر قاضی محمودؒ کو اپنی ارادت میں قبول فرمایا اور خرقہء خلافت عنایت کیا اور فرمایا: اب میرا کام انجام کو پہنچ گیا"۔ دوسرے روز شاہ چالندہؒ نے وصال فرمایا اور قاضی محمودؒ نے باپ کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر مخلوق خدا کو راہ ہدایت پر گامزن کرنا شروع کر دیا۔ بے شمار مخلوق فیض یاب ہوئی۔ خدمت "عالم آب" ان کے متعلق تھی' اکثر کشتیاں آپ کی ہی توجہ سے ساحل مراد کو پہنچتیں اس لئے آپ "دریائی" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

صاحب "تحفتہ الکرام" لکھتے ہیں کہ قاضی محمود صغیر سنی میں اپنے والد کے ہمراہ جب حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھ کر فرمایا "قاضی شملہء دراز دارد" اس سے اشارہ یہ تھا کہ ان کی کرامتیں تمام عالم میں مشہور ہو جائیں گی اور یہ درجات عالیہ حاصل کریں گے۔ چنانچہ بفضل ایزدی ایسا ہی ہوا۔ آپ کا وصال جمعرات ۱۳ ربیع الثانی ۹۴۱ ہجری (مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۵۳۴ء) کو ہوا جبکہ آپ کی عمر اڑسٹھ (۶۸) سال کی ہو چکی تھی آپ نے مجلس سماع مرتب کی' سماع کے دوران آپ پر وجد کی حالت طاری ہو گئی' رقص کرتے ہوئے سر سجدہ میں رکھا اور دار فانی سے عالم باقی کو رخصت ہو گئے۔ مزار پر انوار بیرپور میں واقع ہے۔

ملک عبد الطیف داور الملک المشہور "شاہ داول" : بمطابق تاریخ "مرآت سکندری" آپ سلطان محمود بیکڑہ کے امرا میں سے تھے۔ سلطان سے آپ کو "داور الملک" کا خطاب ملا۔ حضرت شاہ عالمؒ کے عظیم خلیفہ تھے حضرت کو وضو کرانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی' ایک دن آپ پیرو مرشد کو تہجد کی نماز کے لئے تجدید وضو فرما رہے تھے کہ دکن کا شہزادہ جو جذام اور برص کی بیماری میں مبتلا تھا اور مایوس العلاج ہو چکا تھا حضرت کی خدمت میں برائے دعا حاضر خدمت ہوا تو آپ نے ملک عبد الطیف کو فرمایا کہ طشت کا پانی اس عزیز پر انڈیل دو۔ ملک نے تعمیل ارشاد کی اور باقی پانی خود پی لیا۔ شہزادہ اسی وقت تندرست ہو گیا' آپ نے ملک عبد الطیف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "چونکہ اکثر اوقات عوام اپنی حاجات خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اس لئے آپ ان لوگوں کو سالار مسعود غازیؒ کے حوالے کر دیتے تھے اور خود اس جھنجھٹ سے فارغ ہو جاتے تھے لہٰذا مجھے بھی یونہی کرنا چاہئے خود کو اس کام سے فارغ کر لینا چاہئے"۔ یہ فرمان سن کر داور الملک نے دل میں سوچا کہ سالار مسعود غازیؒ جیسا تصرف کیسے ظاہر ہو گا۔ حضرت شاہ عالمؒ نے ان کے اس خیال سے مطلع ہو کر فرمایا: حیران نہ ہو جانا چاہئے' حق سبحانہ تعالیٰ تمہیں یہ مرتبہ بخشے کہ تم شہید ہو جاؤ اور مخلوق کی حاجات پوری کرنے لگو"۔ آپ باوجود امیر کبیر ہونے کے زہد و تقویٰ میں زندگی بسر کرتے تھے' چونکہ آپ سپہ سالار تھے اور ہر وقت آپ کے محل پر ضرورت مندوں اور سپاہیوں کا جمگھٹ لگا رہتا تھا اس لئے آپ نے ہمسایوں سے کہلا بھیجا کہ "میرے مکان کے لئے خریدار تلاش کرو۔" وہ متعجب ہوئے مگر آپ اپنے محل سے نکل آئے اور دوسری جگہ سکونت اختیار کر لی۔ فرمایا: وہاں لوگوں کے ہجوم سے مجھے خطرہ ہو گیا تھا کہ چیزیں گراں نرخ پر فروخت ہوں گی اور ہمسایوں کو تکلیف

marfat.com

ہو گی۔ اپنی جاگیر کے باشندوں سے بھی بموجب حکم شرع شریف سلوک کرتے۔ سلطان محمود نے آپ کو تھانہ امرون بھیج دیا جو ریاست گجرات کی سرحد پر واقع ہے آپ نے وہاں جا کر قوت خداداد سے وہاں کی رعایا کو مطیع کر لیا اور کرایہ قبیلہ کے لوگ بھی فرمانبردار ہو گئے۔ آپ کو اکثر کفار سے جہاد کرنا پڑتا' اتفاقاً ایک روز آپ کے لشکر نے دریا عبور کیا اور ایک آباد علاقہ میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے ایک درخت کے نیچے سو گئے جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ہمراہیوں نے اپنے گھوڑے ہرے بھرے کھیتوں میں چھوڑ رکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا دوستو! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ غریبوں کی کھیتیاں گھوڑوں سے پامال کرا رہے ہو؟' سپاہیوں نے کہا آج انسان اور حیوان سب بھوکے ہیں' ہم نے تو ضبط کیا ہے مگر حیوان میں یہ شعور کہاں کہ وہ بھی ضبط نفس سے کام لے۔ آپ نے فرمایا اگر آپ لوگوں کا تحمل فی سبیل اللہ ہوتا تو آپ کا جانور ضرور آپ سے موافقت کرتا' یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کی لگام اتروائی اور اسے کھلا چھوڑ دیا مگر وہ آگے جا کر رک گیا اور اس نے کھیتوں کا رخ تک نہ کیا۔

صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق قصبہ امرون کے کرایہ قبیلہ کے ایک بدمعاش شریر نے ایک عدیم المثال تلوار کو اس کے ایک رشتہ دار کی طرف سے اسے دکھانے کے لئے آمادہ کیا' تلوار کا مالک آپ کی خدمت میں آیا اور جب آپ نے دیکھنے کے لئے تلوار مانگی تو اس کے چند ساتھیوں نے جو چھپ کر آئے تھے دھوکے سے حضرت کو شہید کر ڈالا۔ یہ واقعہ بروز منگل ۱۳ ذی قعد ۸۷۹ ہجری (۲۱ مارچ ۱۴۷۵ء) کو رونما ہوا۔ آپ کا مقبرہ امرون میں ہے گردو نواح کے جو لوگ کسی مجبوری کی وجہ سے عرس کے موقع پر امرون نہیں جا سکتے وہ آپکی بی بی فتح شاہ کے مقبرہ پر حاضر ہو کر فاتحہ ادا کرتے ہیں۔

خواجہ احمد بن ڈوکن : آپ بھی حضرت شاہ عالمؒ کے اکابر خلفا میں سے تھے "روضان شاہیہ" میں لکھا ہے کہ آپ کو جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو اس کے لئے دست احتیاج دراز نہ کرتے اور سمجھ لیتے کہ گویا دنیا میں اور کوئی زندہ موجود نہیں ہے کہ اس کے ہاں التجا لے جائیں۔ فرماتے تھے کہ یہی راستہ مردان خدا کا ہے' جو بھی اس راہ میں جرات سے کام لیتا ہے ظفریاب ہوتا ہے' پھر فرماتے: تیغ فقیر خوردن آسان نیست۔ ارادت صادق باید تا فرد گردد۔

معشوق از ہر دو عالم چوں فرو شد بخوبی — عاشق بباید بیروں از ہر دو کون فردے

ہر روبہی نیارد در راہ عشق رفتن — در راہ عشق تابد مردے و شیر مردے

مزار پر انوار احمد آباد میں ہے۔

قاضی سید اسمٰعیل اصفہانیؒ : آپ بندرگاہ بھڑوچ کے قاضی تھے' حضرت شاہ عالمؒ کا ایک دفعہ اس طرف سے گزر ہوا تو آپ حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ فقیری رنگ میں شاہی کرتے تھے' جتنا عرصہ حضرت شاہیہ بھڑوچ میں قیام فرما رہے یہ باقاعدگی سے حاضر خدمت ہوتے رہے۔ ایک دفعہ حضرت کی مجلس میں شراب طہور کا ذکر آیا" وسقھم شرابا طھورا " ۔ قاضی صاحب نے ازراہ شوق و تمنا سوال کیا کہ "کیا یہ شراب طہور خارج میں کوئی وجود رکھتی ہے یا اس سے مراد محض محبت و معرفت ہے نیز کیا لوگ اس کو پی سکیں گے یا اس سے بھی صرف قابلیت و استعداد

marfat.com

مراد ہے؟" حضرت شاہ عالمؒ نے مسکرا کر فرمایا: "ہاں! شراب طہور خارج میں بھی وجود رکھتی ہے اور اسے پیا جا سکتا ہے"۔ سید صاحب نے پھر سوال کیا: حضرت! کیا اس عالم میں بھی شراب طہور میسر آ سکتی ہے؟ حضرت نے فرمایا: "ہاں یہ بھی ممکن ہے"" سید صاحب نے انتہائی نیاز مندی سے حضرت کی طرف دیکھا اور عرض کی کہ جو اس کمترین کے دل پر گزر رہی ہے حضور اس سے بخوبی آگاہ ہیں اگر اس دنیا میں شراب طہور میسر آ سکتی ہے تو پھر اس غلام کو اس سے محروم نہ رکھئے۔ حضرت نے فرمایا: بہتر! چند راتیں بلا ناغہ تہجد کے وقت میرے پاس رہو، ممکن ہے تمہیں یہ نعمت میسر آ جائے۔ سید صاحب باقاعدگی سے حاضر ہوتے رہے' ایک رات حضرت نے طلب فرمایا اور کہا "منہ کھولو"۔ حضرت نے شراب طہور کی ایک بوند سید صاحب کے حلق میں ٹپکائی جس سے ان پر دوزخ اور بہشت کا حال منکشف ہو گیا۔

ایک ہفتہ کے بعد سلطان محمود بیکرہ نے حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں عرض کی کہ سید اسمٰعیل کو حکم دیا جائے کہ وہ احمد آباد کی قضا قبول فرمالیں ورنہ شہر ویران ہو جائے گا۔ حضرت شاہیہؒ نے سید اسمٰعیل کو فرمایا کہ مصلحتاً" چند دن کے لئے یہ عہدہ قبول کر لو مگر سید صاحب نے معذرت کرتے ہوئے عرض کی :

لذت دیوانگاں را دیدہ ام باد شرم باز اگر عاقل شوم

لیکن حضرت کے اصرار پر سید صاحب نے عرض کی کہ میں یہ عہدہ قبول کرتا ہوں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ذوق و حال جواب مجھے عنایت فرمایا ہے مرنے سے پیشتر پھر عود کر آئے۔ حضرت شاہ عالمؒ نے کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا: "اللہ عزوجل شانہ کی خدمت میں درخواست کی جائے گی کہ تجھے پھر اسی حالت میں لے آئے اور فقرا کے ساتھ محشور کرے"۔ کہتے ہیں کہ سید اسماعیل اصفہانیؒ کا جنازہ حضرت شاہ عالم بخاری سہروردیؒ نے ہی پڑھایا تھا۔ (تذکرہ رکن عالم)

مولانا محمد صدیقیؒ : رسالہ "دہ حکایت" اور "شرافت محمودیہ" کے مطابق آپ کا اصلی وطن ٹھٹھہ تھا اور لاہور میں بھی کچھ عرصہ رہے تھے۔ حضرت شاہ عالمؒ کی بزرگی کا سن کر صالح قطری جام جونا (جام جونا اور اس کے والد ماجد دونوں مولانا سے نسبت مریدی رکھتے تھے) سے فرمایا کہ ابھی جاہلیت کی رسوم آپ کے خاندان کے بعض افراد سے نہیں گئیں۔ آپ کے چچا فتح خان نے اپنی صاحبزادی حضرت قطب العالمؒ سے منسوب کی تھی آپ بھی اپنی صاحبزادی اس پاک خاندان سے منسوب کر دیں چنانچہ جام جونا نے اپنے دو صاحبزادوں جام خیرالدین اور جام صلاح الدین کو آپ کے خلیفہ ء راشد شیخ عبد اللہ کے پاس چھوڑا اور اپنی دو صاحبزادیوں کو ساتھ لے کر مولانا صدیقی کے ہمراہ گجرات روانہ ہوا اور پٹن پہنچ کر اپنی بڑی صاحبزادی اجمل بی بی شہزادہ احمد خان کے حبالہ نکاح میں دی جن کے بطن سے سلطان محمود بیکرہ پیدا ہوا اور دوسری صاحبزادی بی بی مرکی حضرت شاہ عالمؒ کی زوجیت میں دے دی۔ سلطان احمد کے انتقال پر اتفاق سے بی بی مرکی کا بھی وصال ہو گیا اس لئے بی بی اجمل کو حضرت شاہ عالم نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ مولانا صدیقی حضرت شاہ عالم کے مرید ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔ قطب پور کے قریب سابر ندی کے کنارے سکونت اختیار کر لی اور جام نے بھی اسی جگہ قلعہ تعمیر کرالیا جو "ملک گوٹ" کے نام سے مشہور ہوا۔ مولانا صدیقی کا مزار دریا کے کنارے اور جام صاحب ان کے قریب مدفون ہیں بی بی مرکی صاحبہ کی مرقد اپنے والد کے پہلو میں ہے۔ چونکہ ابھی بخاری سادات کا مقبرہ نہیں بنا تھا اس لئے شاہ مسکین کو اپنے نانا بزرگوار جام جونا کے شرق

marfat.com

دفن کیا گیا۔

قاضی نجم الدین گجراتیؒ : آپ بھی حضرت شاہ عالمؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب "مرآۃ سکندری" کے مطابق قاضی صاحب اوائل حال میں سخت متشدد تھے اور شریعت کی پابندی میں کسی کالحاظ نہیں رکھتے تھے ان کی مریدی کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ ایک دن ایک سنار سلطان محمود بیکرہ کے تاج کے لئے طلائی زیورات تیار کر کے جا رہا تھا' آپ کی اس پر نظر پڑی تو طلائی تاج چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سلطان کو جب علم ہوا تو اس نے کہا: قاضی اگر دین کے معاملے میں اتنا راسخ ہے تو وہ حضرت شاہ عالمؒ کو سرود سننے سے منع کیوں نہیں کرتا؟ چنانچہ قاضی اس بات سے متاثر ہو کر خانقاہ شریف حضرت عالمؒ میں آ گیا۔ حضرت بعد نماز جمعہ عصر کے وقت حجرہ شریف سے باہر صحن میں تشریف لایا کرتے اور مریدوں کی تربیت فرمایا کرتے' قاضی صاحب بھی ہاتھ میں کاغذ پکڑے موجود تھے' جونہی ان کی نظر حضرت کے چہرۂ اقدس پر پڑی تو قاضی صاحب کی قوت گویائی حضرت کے رعب و جلال کی وجہ سے سلب ہو گئی۔ حضرت قاضی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: قاضی تیرے ہاتھ میں یہ کیا کاغذ ہے؟ قاضی صاحب نے وہ کاغذ حضرت کی خدمت میں بڑھا دیا جب حضرت نے کاغذ کو پکڑا اور نظر فرمائی تو قاضی صاحب کی تحریر کردہ عبارت محو ہو گئی۔ حضرت نے وہ کاغذ قاضی صاحب کو واپس کرتے ہوئے فرمایا دیکھئے قاضی صاحب اس پر کیا لکھا ہے؟ قاضی صاحب نے دیکھا تو کاغذ بالکل صاف تھا' ان کے ہوش اڑ گئے اور حضرت کے قدموں میں گر گئے اور صدق دل سے مرید ہو گئے۔ قاضی صاحب کا وصال ۹۱۱ ہجری (۱۵۰۶عیسوی) میں ہوا۔

شریف ابوبکر عید روسیؒ : آپ بھی حضرت شاہ عالمؒ کے ممتاز خلفا میں سے تھے' صاحب "تحفۃ الکرام" کے مطابق حضرت شاہ عالمؒ کے فیوض و برکات چار آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے ان میں سے ایک شریف ابوبکر عید روسیؒ تھے۔ آپ میں عجز و انکساری اور فروتنی اس قدر تھی کہ فرمایا کرتے کہ اگر کوئی میری پابوسی کرتا ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا اس نے میری آنکھ میں تیر مارا ہے اور اگر کوئی میرے ہاتھ کو چومتا ہے تو گویا وہ مجھے تھپڑ مارتا ہے۔ آپ نے ۲۵ رمضان کو وصال فرمایا' مزار جوہری وارہ (احمد آباد) میں ہے آپ کے فرزند سید عبد اللہ شاہؒ جو آپ کے جانشین مرید و خلیفہ تھے کا مزار بھروچ میں اور پوتے کا مزار سورت میں ہے۔

میاں الولکؒ : احمد آباد سے انیس میل کے فاصلے پر ایک قصبہ نزیار واقع ہے جہاں "شیخ محمد" ایک صاحب حال رہتے تھے' ایک دفعہ حضرت شاہ عالمؒ کا وہاں سے گزر ہوا تو شیخ محمد اپنے مکان کے سامنے بیٹھے ساگ صاف کر رہے تھے' انہوں نے جب حضرت کو آتے دیکھا تو ان کی طرف پشت کر لی اور دل میں خیال کیا کہ آج اگر حضرت شاہ عالمؒ کسی خطاب سے مجھے مخاطب فرمائیں تو لطف آ جائے۔ حضرت شاہ عالمؒ قریب پہنچے تو کچھ توقف کیا اور ان کا نام لے کر پکارا' شیخ محمد خاموش رہے' حضرت نے دوبارہ نام پکارا مگر آپ پھر بھی خاموش رہے' تیسری بار پکارا تو پھر بھی چپ بیٹھے رہے۔ حضرت شاہ عالمؒ نے مسکرا کر فرمایا: "ارے میاں الولک! بولتے کیوں نہیں؟" الولک کے معنی صاحب تحفۃ الکرام نے "نازمست" لکھے ہیں یعنی ناز بھرے' شیخ محمد یہ سن کر فوراً اٹھے اور حضرت کے قدموں میں گر پڑے۔ ان کا مزار نزیاڑ قصبہ کے باہر واقع ہے۔

قاضی محمود گجراتیؒ : آپ بھی حضرت شاہ عالمؒ کے مرید و خلیفہ تھے ہر وقت عشق الٰہی میں سرشار رہتے'

marfat.com

گاہے گاہے ذوق و محبت کے عالم میں ہندی زبان میں اشعار بھی کہتے تھے جو اب تک اس علاقے میں روحانی مجلسوں میں گائے جاتے ہیں جن کے سننے سے صوفیا پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق آپ (۱۵۱۴عیسوی) ۹۲۰ ہجری کو فوت ہوئے۔ انتقال کے بعد جب آپ کو دفن کرنے کے لئے لحد میں رکھا گیا تو آپ کے والد ماجد نے منہ دیکھنے کے لئے کفن چہرے سے ہٹایا' آپ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر والد ماجد کی طرف نظر کی' باپ نے کہا: "بابا محمود! یہ کیا بچوں جیسی حرکت کر رہے ہو" یہ سنتے ہی قاضی محمودؒ نے فوراً آنکھیں بند کر لیں۔ صاحب "بستان الانبیا" کے مطابق آپ کی ولادت ۸۴۶ ہجری (۱۴۴۱عیسوی) میں ہوئی ابتدائی دور میں رئیسانہ ٹھاٹ باٹھ سے رہا کرتے ان دنوں گجرات میں سلطان "مظفر بن سلطان محمود کی حکومت تھی۔ آپ ۹۲۰ ہجری (۱۵۱۴عیسوی) میں اپنے آبائی وطن قصبہ بسرپور (گجرات کاٹھیاواڑ) میں چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ صاحب سکر اور صاحب ذوق بزرگ تھے آپ کا مزار بھی قصبہ بسر پور میں ہے وصال ۹۲۵ ہجری (۱۵۱۹عیسوی) لکھا ہے۔

شیخ مینا چشتی سہروردیؒ کے خلفاء و بزرگان مابعد

شیخ سعد الدین خیر آبادیؒ : تذکرہ "شاہ رکن عالم ملتانی" بحوالہ "ماثر الکرام": آپ قاضی بڈھن کے صاحبزادے اور قصبہ انام (اناؤں) کے باشندے تھے کم سنی میں ہی والد کا انتقال ہو گیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد مولانا اعظم لکھنویؒ سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی اور پھر شیخ مینا چشتی سہروردیؒ سے باطنی فیوض حاصل کئے۔ شیخ کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ لکھنؤ رہے اور ۸۷۴ ہجری (۱۴۷۴عیسوی) کے لگ بھگ مرشد کی طرف سے خیر آباد کی طرف منتقل ہونے کا باطنی اشارہ ملا چنانچہ آپ خیر آباد میں مستقل طور پر منتقل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بڑی آسودگی عطا فرمائی لیکن سب کچھ مہمانوں پر خرچ کر دیتے اور بالکل درویشانہ زندگی بسر کی۔ سالہا سال تک مسند تدریس و ارشاد پر رونق افروز رہے۔ متعدد درسی کتب پر شرحیں تحریر فرمائیں مثلاً شرح بروزی و حسامی قافیہ' مصباح وغیرہ۔ اپنے پیرو مرشد شیخ مینا کے ملفوظات اور حالات پر مشتمل کتاب "مجمع السلوک" تدوین فرمائی۔ آپ کے اکابر خلفاء یہ ہیں: شیخ صفی الدینؒ' شیخ مبارک سندیلہؒ' میر سید خوردؒ زید پوری اور شیخ اللہ دیا خیر آبادیؒ۔

شیخ صفی الدین سائی پوریؒ : آپ شیخ سعد الدین خیر آبادیؒ کے اکابر خلفا میں سے تھے۔ اپنے مرشد کی طرح اپنی عمر تجرد میں بسر کر دی بارہ سال کی عمر میں خیر آباد آ کر شیخ سعد کے مکتب میں داخلہ کے لئے آئے۔ شیخ کی نظر پڑی تو پوچھنے پر بتایا کہ شیخ علم الدین سائی پوری کا فرزند ہوں تو حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اور اپنی خصوصی توجہ اور تربیت میں لے لیا۔ ازاں بعد ان کے مرید بھی ہو گئے' ایک رات شیخ نے آپ کو تربوز لانے کا حکم دیا یہ موسم تربوز کا نہ تھا' تعمیل ارشاد میں آدھی رات کو تلاش کے لئے نکل پڑے لیکن مراد بر نہ آئی آخر یہ کم سن تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گیا اور رونے لگا۔ ایک آدمی رونے کی آواز سن کر باہر آیا اور رونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ تربوز درکار ہے مگر سارا شہر پڑا سوتا ہے کس سے سوال کروں؟ اس نے کہا برخوردار اس موسم میں تربوز کہاں؟ اسی اثنا میں

marfat.com

ایک بی بی نے آواز سن کر بتایا کہ فلاں شخص کے گھر میں تربوز کی بیل میں نے دیکھی ہے چنانچہ ایک دو آدمیوں کے ہمراہ اس کے گھر گئے اور اسے جگایا' وہ شخص اندر جا کر بیل سے دو تربوز توڑ لایا اور پانی سے دھو کر صفی الدین" کے حوالے کئے آپ دونوں تربوز لے کر اپنے مرشد شیخ سعد" کی خدمت میں لے آئے آپ بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی کہ تیرے لئے ہر کام آسان ہو جائے گا اس کے بعد حضرت شیخ نے انہیں چلے میں بٹھا دیا۔ تیسرے دن شیخ صفی" پر تمام علویات اور سفلیات مکشوف ہو گئے' مرشد نے خرقہء خلافت عنایت فرما کر مسند ارشاد پر بٹھایا اور پھر یہ مقام نصیب ہوا کہ اپنے شیخ طریقت کی موجودگی میں ہی طالبان حق کی تربیت فرماتے تھے۔ بقول صاحب "مرآۃ الاسرار" آپ پر عشق و سماع کا غلبہ رہتا تھا۔ سیر و سلوک میں آپ نے بڑی ترقی حاصل کی تھی۔

میر عبد الواحد بلگرامی اپنی مشہور تصنیف "سنابل" میں لکھتے ہیں کہ خانقاہ شیخ سعد الدین" میں ایک غلام بچہ رہتا تھا جس کا نام صفیا تھا' جب بھی کوئی اسے پکارتا شیخ صفی فوراً جواب دیتے اور حاضر ہو جاتے' دل میں یہ کبھی خیال نہ آیا کہ مجھے صفیا کہہ کر کون پکار سکتا ہے۔

سرورا! سرہنگ را فرمان بدہ دست دربان بشکند یا پائے من

شیخ صفی" نے مصرع ثانی دہراتے ہوئے فرمایا۔ دست دربان بشکند جز پائے من۔ حضرت شیخ کا وصال ۱۹ محرم ۹۴۳ ہجری بروز جمعہ (۲۶ اکتوبر ۱۵۳۶ عیسوی) کو ہوا مزار پر انوار سائی پور میں ہے۔ آپ کے خلفاء میں سید ابراہیم" قاضی اللہ داد قدوائی" سید محمد طاہر" بلگرامی" اور شیخ حسین سکندری" مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

شیخ میر سید خورد زید پوری چشتی سہروردی" : بمطابق "مرآۃ الاسرار" آپ شیخ سعد خیر آبادی کے خلیفہ تھے چنانچہ آپ کے کمال کا اثر آپ کے فرزندان سے ظاہر ہے۔

شیخ مبارک سندیلہ" : حضرت محدث دہلوی" تحریر فرماتے ہیں: "شیخ مبارک سندیلہ با حکام شریعت و آداب طریقت موصوف بود"۔ آپ کے خلفاء میں سید صفی" شیخ اوحن بلگرامی" اور شیخ بدر الدین سربلندی" (سرہندی) بہت مشہور ہیں۔

شیخ اللہ دیا خیر آبادی" : بحوالہ "اخبار الاخیار" آپ سعد الدین خیر آبادی کے اکابر خلفاء میں سے تھے' آپ کے والد ماجد میر میرن کے نام سے مشہور ہیں ان کے دو فرزند تھے۔ ایک میر نصیر الدین دوسرے میر نظام الدین جو جوان ہو کر شیخ اللہ دیہ" کہلائے۔ ان دونوں بزرگوں کی والدہ ماجدہ مخدوم سید علاء الدین سندیلوی" کی ہمشیرہ اور سید جان" کی صاحبزادی تھیں۔ شیخ اللہ دیہ" نے بڑی عمر پائی اور بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ کے طلب کرنے پر دہلی گئے تو اہل شہر نے آپ کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ محض تعظیم و تکریم ہی نہ کی بلکہ عوام نے آپ سے آثار عظمت و کرامت مشاہدہ ہوئے۔ حضرت محدث دہلوی" کے ارشاد کے مطابق آپ کا وصال ۹۹۳ ہجری (۱۵۸۵ عیسوی) میں ہوا۔ خلفاء میں عبد الرحیم بلگرامی" شیخ ابوالفتح خیر آبادی' مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی" بہت مشہور بزرگ ہیں۔

بلگرام کے چشتی سہروردی بزرگان عظام

سید محمد طاہر بلگرامی" : بحوالہ "مآثر الکرام" آپ سید طاہا کے لقب سے مشہور تھے۔ تعلیم ظاہری حاصل کرنے کے بعد مخدوم صفی" کے مرید اور خلیفہ ہوئے صاحب "سنابل" لکھتے ہیں کہ شہنشاہ بابر

marfat.com

کے عہد میں چند مغل حضرت مخدوم صفیؒ کی ملاقات کو آئے۔ سادات کے نسب کی بات چل نکلی، انہوں نے کہا ہندوستان میں کوئی سید نہیں ہے۔ حضرت نے ہر چند انہیں قائل کرنے کی کوشش کی مگروہ نہ مانے اور بولے کہ ہمارے ملک میں صحیح الاصل، متقی، متدین، زاہد اور عابد سادات ہیں ان کے سید ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اگر ان کے بال کو آگ میں ڈالا جائے تو اسے آنچ تک نہیں آتی۔ حضرت نے فرمایا کہ ہندوستان میں بھی ایسے سید موجود ہیں انہوں نے کہا تو پھر کسی ایک ہی سید کو پیش کیجئے۔ حضرت نے سید محمد طاہر المعروف طاہا کو (جو صاحب "سنابل" میر عبد الواحد بلگرامی کے چچا تھے) طلب فرمایا، ان کا سراپا ان کے نام کی طرح طاہر تھا۔ ان کے بالوں کی ایک لٹ قینچی سے کاٹ کر جلتی ہوئی آگ میں ڈال دی، لٹ کافی دیر تک آگ میں پڑی رہی مگر اسے آنچ تک نہ آئی۔ جب اسے آگ سے نکالا تو اسی طرح ٹھنڈی (اور صحیح سالم) برآمد ہوئی۔ منکرین بڑے نادم ہوئے اور کبھی حضرت کے پاؤں پکڑتے تھے اور کبھی شیخ طاہرؒ کے قدموں میں پڑتے تھے، دیر تک معذرت کرتے رہے۔ حضرت طاہا (محمد طاہر) کا وصال ۹۵۰ ہجری (۱۵۴۳ عیسوی) میں ہوا۔

شیخ حسین سکندرویؒ : بحوالہ "ماثرالکرام" آپ بھی شیخ صفیؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے، امرا میں سے تھے۔ تیر اندازی چوگان اور دیگر فنون سپہ گری میں یکتائے روزگار تھے اور نہایت سخی تھے۔ دفعتاً طبیعت میں انقلاب آگیا اور تمام مال اسباب درویشوں میں تقسیم کر کے جنگل میں مقیم ہو گئے اور استغراق کے عالم میں بیٹھے رہتے۔ اسی حالت میں ارض پاک کی کشش نے کھینچا تو روضہ مدینہ منورہ پر حاضر ہو گئے۔ ایک رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ جلد ہندوستان پہنچو اور سائی پور کے مقام میں شیخ صفی الدینؒ سے اپنا نصیبہ وصول کرو۔ شیخ حسینؒ فرماتے ہیں کہ جب میں سائی پور پہنچا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ شیخ صفیؒ مجھے خلوت میں بلا کر بغیر میری استدعا کے اپنی کلاہ مبارک بخشیں اور ایک حجرہ عبادت کے لئے عنایت فرمائیں۔ جونہی میں حضرت کے دروازے پر پہنچا تو شیخ نے خادم سے فرمایا کہ دروازے پر شیخ حسین کھڑا ہے اسے کہو اندر آ جائے، خادم باہر آیا اور آواز دی کہ شیخ حسین کون ہے؟ میں قلندرانہ ہیت میں کھڑا ہوا تھا اسے کہا کہ میرا نام حسین ہے مگر شیخ نہیں ہوں۔ خادم واپس لوٹ گیا اور شیخ کو عرض حال کیا، آپ نے فرمایا شیخ حسین یہی ہے اسے ہمراہ لے آؤ۔ چنانچہ خادم مجھے اپنے ساتھ اندر لے گیا، آپ نے بڑی شفقت فرمائی، اپنی کلاہ عنایت فرمائی اور خانقاہ میں رہنے کی اجازت بخشی۔ دو چلوں کے بعد حضرت شیخ نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اب تم سکندرہ چلے جاؤ اور وہاں خلق خدا کی تربیت کرو۔ حضرت نے پچاس سال سکندرہ میں گزار کر ۹۷۶ ہجری (۱۵۶۸ عیسوی) کو وصال فرمایا۔

میر عبد الواحد بلگرامی سہروردیؒ : آپ اپنی تصنیف "سنابل" میں اپنے مرید ہونے کے متعلق لکھتے ہیں "یہ فقیر مخدوم شیخ صفیؒ کا مرید اور مخدوم شیخ حسین سکندری کا خلیفہ ہے۔ شیخ حسین میرے باپ کے دوست تھے انہوں نے بڑی توجہ سے میری تربیت فرمائی اور خرقۂ خلافت سے نوازا"۔ شیخ عبد القادر بدایونی جو آپ کے ہم عصر تھے لکھتے ہیں کہ شیخ عبد الواحد بلند پایہ درویش تھے" آپ نے "نزہۃ الارواح" کی محققانہ شرح لکھی ہے اور اصطلاحات صوفیہ پر کئی رسائل مدون فرمائے ہیں، ان

marfat.com

میں سے سنابل خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ میر عبد الواحد اپنی تصنیف "حل شبہات" میں لکھتے ہیں کہ ابتدائے احوال میں شریعت اور طریقت کی چند اشکال سے سابقہ پڑا ہرچند مشائخ سے دریافت کرتا مگر شافی جواب نہ ملتا' آخر میں نے ٹھان لیا کہ جہان کی سیر کروں ممکن ہے کوئی درویش ایسا مل جائے جو یہ مشکلات حل کر دے چنانچہ میں سفر کو روانہ ہو گیا۔ پہلی منزل میں جبکہ دوپہر کو سو رہا تھا خواب میں حضرت مخدوم صفی" کی زیارت ہوئی آپ نے مجھ پر بڑی توجہ فرمائی' فقیر کے دل میں آیا کہ اب تو حضرت مخدوم موجود ہیں مجھے سفر پر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تجدید وضو کے لئے اٹھ کر باہر آیا' قاضی اللہ داد قدوائی" جو شیخ کے مرید اور خلیفہ تھے وہ بھی میرے پیچھے آئے اور کہا کہ حضرت تجھے یاد کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ عبد الواحد کہیں جائے۔ میں جلدی واپس لوٹا' حضرت کے قدم بوس ہوا اور عرض کیا کہ قاضی اللہ داد نے مجھے اس طرح کہا ہے' آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اور اسی طرح ہے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو سفر اور اقامت کے بارے میں تردد ہوا' آخر میں نے فیصلہ کیا کہ اگر دوسری بار یہی خواب آیا تو ضرور لوٹ جاؤں گا۔ چنانچہ وہی خواب دوبارہ نظر آیا جس پر میں فوراً واپس لوٹا۔ مزار پر انوار کی پائنتی میں کم و بیش چالیس روز معتکف رہا اور ان تمام اشکال کا شافی جواب مل گیا۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ (۱۱۳۵ عیسوی) میں جب بندہ دہلی آیا اور شاہ کلیم اللہ چشتی" کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے میر عبد الواحد" (بلگرامی) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں سو رہا تھا۔ خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت' نہایت محبت کے ساتھ ایک شخص سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ میں نے سید صبغتہ اللہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ شیخ عبد الواحد بلگرامی ہیں۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد شاہ کلیم اللہ چشتی" نے فرمایا کہ اس خواب کے بعد شیخ عبد الواحد" سے میری محبت اور ارادت کئی گنا بڑھ گئی' شیخ عبد الواحد" کے فضل و کمال کا شہرہ جب اکبر اعظم تک پہنچا تو اس نے آپ کو طلب کیا اور مدد معاش کے لئے پانچ سو بیگھے اراضی بلگرام میں نذر کی۔ میر غلام علی آزاد مزید لکھتے ہیں کہ ایک رات ایک چور آپ کے مکان میں گھس آیا اور اندھا ہو گیا۔ اس کی چیخ پکار پر حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے اور چوری سے تائب کرا کر دعا فرمائی جس پر وہ اسی وقت بینا ہو گیا۔ نیز لکھتے ہیں کہ ایک کافر جن ان کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا تھا' وہ ہر وقت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتا تھا۔ آپ نے ۳ رمضان المبارک جمعہ کی شب ۱۰۱۷ ہجری (مطابق یکم دسمبر ۱۶۰۸) وصال فرمایا جبکہ آپ کی عمر سو سال سے زاید تھی۔ مزار پر انوار بلگرام میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

بحوالہ "مآثر الکرام" "سنابل" سے ایک اقتباس درج ذیل ہے جس سے شیخ کے انداز تحریر اور اسلوب زبان کا اندازہ ہو سکتا ہے' حضرت سیدنا ابوبکر صدیق" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"روزے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جملہ اموال خود را در راہ رضائے خداوند تعالیٰ تصدق کرد۔ حضرت رسول علیہ الصلوۃ والسلام از و پرسید ما خلفت لعیالک' فقال اللہ و رسولہ۔ جبرئیل امین در

marfat.com

رسید- گفت یا رسول اللہ! فرمان می شود، پرس از ابوبکرؓ من تنہا پسند نبودم کہ با نام من نام رسول را ہم ذکر می کردی- سبحان اللہ و بحمدہ کثیرا- ایں کدام منزلت و ایں چہ رتبت و قرب است کہ حق سبحانہ بر گرفتن نام رسول غیرت می برد- دانش ہا و بینش ہا ایں جائے گم کنند- بخاطر رکیک ایں ضعیف مے رسد کہ سر عتاب، آن است کہ اے ابوبکرؓ! پایہء معرفت تو بجائے رسیدہ است کہ رسول را از ما جدا نمے بنی- زیرا کہ او در ما محو است و مادر او ثابت- پس چرا ذکر می کردی کہ گفتہ اند:-

از عرش تا فرش محمد را غلام چوں حق متجلی شد محمد کدام

و نیز بخاطری رسد کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب بر قدر مقام عیال و اہل بیت خود گفتہ است نہ بر وفق مقام خود چہ رسول علیہ السلام از و ما خلقت لعیالک پرسیدہ بود و اگر ما خلقت لنفسک پرسیدے جواب از مقام معرفت خود دادے یعنی اللہ وحدہ گفتے-"

میر عبد الجلیل بلگرامیؒ : آپ میر عبد الواحدؒ کے فرزند اور مرید تھے، جوانی میں ہی کچھ ایسی وارفتگی طاری ہوئی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل و بیابان میں چلے گئے اور بارہ سال اسی ہیت میں گزار دیئے- درختوں کے پتے وغیرہ خوراک تھی، ازاں بعد ایک جماعت کے ہمراہ حضرت بدیع الدین شاہ مدارؒ کے عرس پر بلگرام وارد ہوئے جن کا مزار بلگرام سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے اتفاقاً آپ اس کوچہ سے گزرے جہاں آپ کی ہمشیرہ کا گھر تھا- میر صاحب پر اس وقت بے خودی کی کیفیت طاری تھی، آہ کھینچتے اور نعرہ لگاتے تھے- بہن نے آواز پہچان لی، باہر نکلیں اور بھائی سے بغل گیر ہو کر زار زار رونے لگیں- میر صاحب نے ہر چند بچ نکلنے کی کوشش کی مگر بہن نے ایک نہ چلنے دی اور انہیں اپنے گھر کے اندر لے آئیں- آہستہ آہستہ مانوس کر کے لباس پہنایا- کچھ مدت بعد ان کی طبیعت میں سکون آگیا اور کچھ عرصہ بعد ان کی شادی کر دی، تین فرزند ہوئے- آخر عمر میں آپ بلگرام سے آگرہ چلے گئے اور قصبہ مارہرہ میں سکونت اختیار کر لی یہیں ۸ صفر ۱۰۵۷ ہجری بروز جمعہ (۵ مارچ ۱۶۴۷ عیسوی) کو وصال ہوا- آپ کے وصال کے بعد آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے میر سید اویس جو علم و عرفان میں سب بھائیوں سے بڑھ کر تھے حضرت کے مرید اور جانشین ہوئے- نہایت رحم دل تھے، خدمت خلق و تربیت میں یگانہ تھے بدھوار ۲۰ رجب ۱۰۹۷ (۲ جون ۱۶۸۶ عیسوی) کو وصال فرمایا-

میر سید فیروز بلگرامیؒ : آپ میر عبد الواحد بلگرامیؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے، والد ماجد کے ہی زیر تربیت رہے اور مرید بھی ہوئے- علوم متداولہ پر عبور حاصل کیا- والد ماجد کے وصال کے بعد جملہ ارادتمند آپ کے سجادہ نشین بننے کے آرزو مند تھے مگر آپ نے اپنے چھوٹے بھائی میر سید طیب کو مسند نشین کیا اور خود درویشوں کی خدمت اپنے ذمے لے لی "مآثر الکرام" کے مطابق ایک سو برس کے قریب عمر پائی- ایک لمحہ بھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہوئے- تمام رات مصلے پر کٹتی اوراد و وظائف مراقبہ اور وظائف میں مستغرق رہتے- جمعرات ۵ محرم ۱۰۶۶ ہجری (۲۵ اکتوبر ۱۶۵۵ عیسوی) کو وصال فرما گئے- سجادہ نشین میر سید طیبؒ ان کی وفات پر سخت غمگین ہوئے لیکن جب انہیں دفن کر چکے تو ان کے چہرے پر شگفتگی کے آثار تھے لوگ بڑے متعجب ہوئے، وجہ پوچھی تو فرمایا: "بھائی صاحب نے فرمایا ہے کہ زیادہ غم نہ کرو انشاء اللہ دو ماہ کے بعد تم میرے پاس آ جاؤ گے- آخر وہی ہوا اور ٹھیک دو ماہ بعد

marfat.com

سید میر طیب بلگرامیؒ نے انتقال فرمایا۔

میر سعد اللہ بلگرامیؒ : آپ سید مرتضیٰ کے فرزند اور میر سید فیروزؒ کے پوتے تھے۔ صغر سنی میں ہی دادا جان کے مرید ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم امروہہ کے ملا فیضی سے حاصل کی اور بعد میں ملا عبد الرحیم سے جو مراد آباد کے قاضی اور مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی کے بلا واسطہ شاگرد اور کامل عالم تھے ان سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ واپس آکر مسند ارشاد سنبھالی' بڑی مدت تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ اس کے بعد حرمین شریفین سے فیض یاب ہو کر واپس گجرات (کاٹھیاواڑ) آئے اور شہر احمد آباد میں مدرسہ مولانا نور الدینؒ میں فروکش ہوئے۔ اپنے حجرے سے بہت کم نکلتے' ریاضت' مراقبہ و اذکار میں وقت گزرتا بے شمار مخلوق نے حضرت سے فیض حاصل کیا۔ بقول سید غلام علی آزاد بلگرامی آپ نے ۱۱۱۹ ہجری (۱۷۰۷ عیسوی) میں وفات پائی اور شاہ بھیکن نبیرہ شاہ عالم بخاری سہروردیؒ کے روضہ مبارک میں دفن ہوئے۔

میر طفیل محمد بلگرامیؒ : بموجب "ماثر الکرام" آپ سید سعد اللہ کے مرید اور سید شکر اللہ سکنہ اترولی کے صاحبزادے تھے۔ ولادت بروز جمعہ ۷ ذوالحج ۱۰۷۳ ہجری (۳ جولائی ۱۶۶۳ عیسوی) کو ہوئی۔ سات برس کی عمر میں اپنے چچا سید احسن اللہؒ کے ہمراہ اترولی سے شاہ جہان آباد (دہلی) آئے۔ پہلا سبق بطور تبرک سید حسن رسول نماؒ سے حاصل کیا۔ شرح ملا جامی تک اپنے چچا سے استفادہ کیا' پندرہ سال کی عمر میں بلگرام آئے اور اپنے پیر سعد اللہ سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے اور تا زیست بلگرام رہے۔ کبھی کبھی مشائخ اور فقرا کی زیارت کے لئے پنجاب اور کشمیر میں بھی تشریف لے جاتے۔ تقریباً ستر سال مسند تدریس پر رہ کر ہزاروں طالبان دین کو فیض یاب کیا۔ صاحب "ماثر الکرام" آپ کو "استاد المحققین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ آخر جمیع صحابہ تھے کیونکہ آپ نے مکہ مکرمہ میں ۱۰۲ ہجری میں وفات پائی تھی اسی طرح میر طفیل بلگرامیؒ بلگرام کے آخری عالم ربانی ہیں۔ خود میر غلام علی آزاد اور میر محمد یوسف آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے سوموار ۲ ذوالحج ۱۱۵۱ ہجری (۲۶ مارچ ۱۷۳۹ عیسوی) کو انتقال فرمایا اور اپنی وصیت کے مطابق باغ محمود میں سپرد خاک ہوئے۔ یہ باغ مقبرہ علامہ عبد الجلیل بلگرامی کے متصل تھا۔ آپ کے وصال پر صاحب "ماثر الکرام" میر غلام علی آزاد بلگرام میں موجود نہیں تھے' کیونکہ آپ حج پر گئے ہوئے تھے جب انہیں حضرت کے وصال کی اطلاع ملی تو انہوں نے عربی میں ایک طویل مرثیہ لکھا۔

میر سید یحییٰ بلگرامیؒ : آپ حضرت میر عبد الواحد بلگرامیؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے' صاحب ماثر الکرام" (تالیف شدہ ۱۱۸۰ ہجری) لکھتے ہیں کہ سید یحییٰ اس آیہء کریمہ کے مصداق تھے **وسلام علیک یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا** - کامل عالم تھے اور شروع سے انتہا تک حضرت والد ماجد کے ہی شاگرد رہے۔ نہایت ہی خوش الحان تھے' صاحب تصانیف بھی تھے' جن میں سے "میزان الاعمال و معیار الاحوال" سلوک میں ایک معتبر کتاب خیال کی جاتی ہے۔ میر عبد الواحدؒ کی قبر شریف کے نزدیک ایک علیحدہ چبوترے پر آپ کی مرقد مبارک ہے۔

میر سید طیب بلگرامیؒ : آپ میر عبد الواحد بلگرامی سہروردیؒ کے چوتھے فرزند' مرید اور صاحب

marfat.com

سجادہ تھے بحوالہ "مآثر الکرام" ولادت ۹ ربیع الاول ۹۸۶ ہجری (۱۸ مئی ۱۵۷۸ عیسوی) اتوار کو ہوئی۔ صاحب "مرآۃ المبتدین" آپ کے ہم عصر تھے لکھتے ہیں کہ میر سید طیبؒ مادر زاد ولی' قطب و ابدال اور غوث و اوتاد سبھی کچھ ہیں۔ جب سے ہوش سنبھالا نماز قضا نہیں ہوئی سید کرم اللہ سید العارفین سید شاہ لدھاؒ کے والد ماجد فرمایا کرتے کہ اگر کوئی فرشتے کو زمین پر دیکھنا چاہتا ہے تو وہ میر سید طیب کو دیکھ لے۔ آپ نے ظاہری و باطنی کمالات کا اکتساب اپنے والد ماجد سے کیا اور ان کے بعد ہزاروں طالبان مولا کو فیض پہنچایا۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ و سلم کے سختی سے پابند تھے اور ساری عمر بقدر امکان کسی سنت کو فوت نہ ہونے دیا' جید عالم تھے۔ ایک روز ایک عزیز نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھری مجلس میں مسائل توحید میں سے کوئی مشکل مقام دریافت کیا مگر آپ نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں اس مسئلے سے واقفیت نہیں رکھتا۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو حضرت نے آہستگی سے سائل کو فرمایا "گھر کی بات بازار میں نہیں کہنا چاہئے' اب جو چاہتا ہے دریافت کر۔"

صاحب "مآثر الکرام" لکھتے ہیں سید طیبؒ اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے درمیان بڑی محبت تھی اور شیخ محدثؒ سید صاحبؒ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں شیخ طیبؒ سے خطاب کرتے تھے۔ ایک دفعہ عالم پیری میں شیخ محدثؒ درس دے رہے تھے' کتاب میں ایک مقام ایسا تھا جہاں آپ رک گئے اس وت آپ نے انہیں یاد کرتے ہوئے فرمایا "اگر میر صاحب ہوتے تو اس مقام کو آسانی سے حل کر دیتے"۔ اتفاق سے حضرت میر سید بھی دہلی کے ارادے سے نکلے ہوئے تھے جونہی حضرت محدثؒ نے آپ کا نام لیا فوراً آپ داخل ہوئے۔ شیخ عبد الحقؒ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا مرحبا ہم آپ کی ہی یاد میں تھے اور واقعہ کو دہراتے ہوئے کتاب سامنے رکھی' میر صاحب نے کتاب کو ہاتھ میں لے کر کچھ دیر تامل کیا اور پھر عبارت کو اس طریقے سے ادا کیا کہ مطلب بغیر کسی تقریر کے خود بخود حل ہو گیا۔

ایک دفعہ سید ضیا اللہ بلگرامیؒ حضرت کو ملنے کے لئے آئے اور خیال کیا کہ اگر آج حضرت پان کی گلوری اپنے ہاتھ سے عنایت فرمائیں تو ان کی درویشی کو تسلیم کرلوں گا۔ مجلس میں حضرت نے سب حاضرین کو ماسوائے سید ضیا کے گلوریاں تقسیم فرمائیں جب مجلس برخواست ہو گئی اور صرف سید ضیا اللہ رہ گئے تو حضرت نے اپنے ہاتھ سے گلوری کھول کر سید کے حوالے فرمائی' وہ سخت شرمندہ ہوئے' حضرت میر طیب نے گرم ہو کر فرمایا: شاہ صاحب! درویشوں کا امتحان نہیں لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان کا غصہ ابل پڑے۔

ایک دفعہ حضرت میر طیبؒ وضو کر رہے تھے' دفعتاً" مٹی کا لوٹا جس سے وضو فرما رہے تھے دیوار سے پٹخ دیا' حاضرین اس پر حیران ہوئے۔ چند روز بعد آپ کا خادم جو سفر کو گیا ہوا تھا واپس آیا' اس نے بیان کیا کہ میں صحرا میں سفر کر رہا تھا اچانک ایک شیر سامنے آ گیا' اس نے چاہا کہ مجھ پر حملہ کرے' میں نے پیر دستگیر کو یاد کیا "یا پیر سید طیب میر المدد" غیب سے ایک لوٹا نمودار ہوا اور شیر کی کھوپڑی پر اس تڑاخ سے لگا کہ وہ بد حواس ہو کر جنگل کی طرف بھاگ گیا جب تاریخوں کا مقابلہ کیا گیا تو وہ دونوں واقعات اس گھڑی میں ہی وقوع میں آئے تھے۔ آپ کا وصال اتوار ۵ ربیع الاول ۱۰۶۶ ہجری (۲۳ دسمبر ۱۶۵۵ عیسوی) میں ہوا۔ عمر اناسی (۷۹) سال کے قریب تھی۔

marfat.com

میر عبدالواحد اصغر بلگرامیؒ : آپ میر سید طیب بلگرامیؒ کے فرزند، مرید اور صاحب سجادہ تھے۔ جدامجد کی نسبت سے آپکو اصغر کہا جاتا ہے، طالبان مولیٰ کے آئینہ طبیعت سے زنگار نفسانیت صاف کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ وصال ۱۱۰۰ ہجری (۱۶۸۹ عیسوی) میں ہوا اور والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

میر عبدالهادی بلگرامیؒ : آپ نے ابتدائی تعلیم میر سید اسماعیل بلگرامیؒ سے پائی ازاں بعد سید قطب الدین شمس آبادی اور ملا قطب شہید سہالویؒ سے استفادہ کیا۔ باطنی تربیت اپنے والد ماجد میر عبدالواحد اصغرؒ سے پائی اور ۲۰ ربیع الاول ۱۱۳۳ ہجری (جنوری ۱۷۲۱ عیسوی) کو وصال فرمایا۔

میر مبلیٰ بلگرامیؒ : بحوالہ "ماثر الکرام" آپ میر عبدالغنی کے فرزند اور مرید تھے حافظ قرآن علوم دینیہ کے ماہر اور زبردست عارف تھے آپ کے استادوں میں سید اسمٰعیل بلگرامی، شیخ یاسین قنوجی اور ملا ابوالواعظ ہرگامی قابل ذکر ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسند ارشاد سنبھالی اور طالبان دین کو ظاہری و باطنی تربیت سے فیض یاب فرمایا۔ استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامیؒ فرماتے تھے کہ شیخ محمد عاقل اترولی صاحب کمال بزرگ تھے میں نے ان کی زیارت کی تھی انہوں نے علوم ظاہری کی تعلیم سید مبلیٰؒ سے پائی تھی۔ ایک دفعہ سید مبلیٰ کسی تقریب سے قصبہ مارہرہ سے ہوتے ہوئے اترولی تشریف لائے شیخ محمد عاقل نے حضرت کا استقبال کیا اور ادب سے اپنے مکان میں لے گئے، شیخ نے اپنی دستار صحن خانہ میں بچھا رکھی تھی اور عرض کی کہ قدم مبارک دستار پر رکھتے ہوئے صحن خانہ کو طے فرمائیں۔ حضرت میر معذرت کرتے، ادھر سے اصرار ہوتا آخر حضرت میر کو شیخ عاقلؒ کی بات ماننا پڑی۔

ایک روز گفتگو کے دوران میں آپ نے شیخ محمد عاقلؒ سے فرمایا ہم نے سنا ہے کہ آپ کی توجہ بڑی موثر ہے اور بے خودی کی حالت طاری کر دیتی ہے۔ علوم ظاہری جو میری بساط میں تھے میں نے ان کی تعلیم میں دریغ نہیں کیا، اب آپ کو چاہئے کہ مجھ پر توجہ باطنی مبذول کرنے میں دریغ نہ فرمائیں۔ شیخ نے ادب استاد کے پیش نظر عذر کیا مگر حضرت میر نے اس قدر مبالغہ فرمایا کہ ان کے لئے تعمیل حکم کے سوا چارۂ کار نہ رہا۔ انجام کار شیخ مراقب ہو بیٹھے، میر صاحب نے محسوس کیا کہ اگر میں نے مدافعت نہ کی تو شیخ کی توجہ مجھے بہا لے جائے گی چنانچہ انہوں نے مدافعت میں توجہ صرف کی۔ تھوڑی دیر بعد شیخ محمد عاقلؒ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور مسکرا کر فرمایا کہ فقیر نے تو پہلے سے ہی اپنے عجز کا اعتراف کر لیا تھا۔ حضرت سید مبلیٰؒ کا وصال منگل ۱۴ شعبان ۱۱۶۷ ہجری (۲۰ نومبر ۱۷۵۵ عیسوی) کو ہوا۔

سید سعد الدین بلگرامیؒ : آپ سید مبلیٰؒ کے پوتے تھے۔ اکثر کتابوں کے مصنف، مترجم اور مولف تھے۔ "ماثر الکرام" کے مطابق آپ نے کچھ عرصہ سرکاری ملازمت کی مگر جلد ہی نوکری چھوڑ کر اپنے وطن میں مقیم ہو گئے اور درسی کتب تالیف فرمائیں۔

میر سید نعمت اللہ بلگرامیؒ : صاحب "ماثر الکرام" کے مطابق آپ میر سید محمد زاہدؒ کے فرزند اور میر عبدالواحد اصغرؒ کے پوتے تھے سید محمد زاہدؒ نے سجادگی سے معذرت فرمائی تھی اس لئے معتقدین نے ان کے صاحبزادے میر نعمت اللہؒ کو صاحب سجادہ تسلیم کر لیا آپ علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا میر عبدالهادیؒ سے حاصل کی۔ ازاں بعد ملا قطب الدین شہیدؒ سہالوی کے

marfat.com

درس میں شامل ہوئے اور بعد تکمیل اپنے وطن واپس آکر مسند سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔ مولانا آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ میں بالعموم حضور کی مجلس میں حاضر رہتا۔ حضور کا نورانی چہرہ بدر منیر کی طرح تاباں دکھائی دیتا تھا اور جبین اقدس سے برکات و فیوض تجلیات منعکس ہوتی نظر آتیں۔ وصال ۵ رمضان ۱۱۴۰ ہجری (اپریل ۱۷۲۸عیسوی) کو ہوا اور سید طیبؒ کے پائین دفن ہوئے۔

سید طیب بلگرامیؒ : آپ سید نعمت اللہ کے فرزند اور مرید تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی' اس کے بعد میر عبدالہادیؒ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی' حدیث شریف قطب المحدثین سید مبارکؒ سے پڑھی' عربی اور فارسی کا خط نہایت دیدہ زیب تھا بقول "ماثر الکرام" بڑے سرعت نویس تھے۔ ایک بڑا کتب خانہ اپنے عمدہ خط میں بطور یادگار چھوڑا۔ دنیاوی مصروفیتوں کے باوجود تصفیہ و تخلیہء باطن میں خاص مقام رکھتے تھے۔ والد ماجد کی وفات کے وقت احمد آباد بسلسلہ ملازمت مقیم تھے ان کی وفات کی خبر سن کر نوکری چھوڑ کر وطن واپس آ گئے اور مسند نشین ہو کر طاعت و ریاضت اور درس و تدریس میں باقی عمر گزاری۔ ۷ رجب ۱۱۵۲ ہجری (ستمبر ۱۷۳۹عیسوی) میں وصال فرمایا۔

میر سید دین محمد بلگرامیؒ : میر غلام علی آزاد بلگرامی کے زمانے میں آپ سجادہ نشین تھے۔ اپنے آباء کرام کی طرح سہروردی مسلک پر قائم اور زہد و ورع کی روشن مثال تھے۔

میر محمود اصغر بلگرامیؒ : آپ سید حسین کے فرزند اور میر عبدالواحد اکبرؒ کے مرید اور خلیفہء اعظم تھے بحوالہ "ماثر الکرام" ابتدائی تعلیم قنوج سے حاصل کی جو بلگرام سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد گھر واپس روانہ ہوئے' راستہ میں قصبہ سانڈی میں میر سید عبدالواحدؒ کے متعلق علم ہوا تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ بڑے مجاہدے کئے' حضرت شیخ نے بڑی توجہ اور شفقت سے تربیت فرمائی مزید بر آں اپنی صاحبزادی کا ان سے نکاح بھی کر دیا۔ حضرت میر عبدالواحدؒ کو اپنی اس صاحبزادی سے اس قدر محبت تھی کہ باوجودیکہ اہل و عیال بلگرام میں سکونت رکھتے تھے مگر خود صاحبزادی صاحبہ کے ہاں توطن اختیار کر لیا۔ سید محمودؒ بھی گھر سے باہر نہ جاتے اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں منہمک رہتے صرف ایک دفعہ دہلی گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام فرما کر شیخ عبدالحق دہلویؒ سے استفادہ کیا اور واپس آکر پھر خانہ نشین ہو گئے اور طالبان حق کی تربیت اور فیض رسانی میں عمر گزاری۔ وصال بدھ وار ۲۱ رمضان ۱۰۲۴ ہجری (۴ اکتوبر ۱۶۱۵ عیسوی) کو ہوا بقول "ماثر الکرام" آخری عمر میں قرآن مجید لکھنا شروع کیا تھا جو (۱۶۱۰ عیسوی) ۱۰۱۹ ہجری کے آخر ختم ہوا۔ یہ مصحف اب تک حضرت کے خاندان میں ہے۔

شیخ الاسلام ادھن بلگرامیؒ : بحوالہ "ماثر الکرام" آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (پیر و مرشد سلطان الہند اجمیریؒ) کی اولاد سے ہیں آپ شیخ مبارک سندیلہؒ (خلیفہ حضرت سعد خیر آبادیؒ) کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ صاحب "مرآۃ المبتدین" لکھتے ہیں کہ شیخ ادھن شہر کے استاد تھے۔ دور دراز کے طالبان علم فیض یاب ہوتے یہاں تک کہ ملا محمد خرازی جو کہ ملا احمد جنیدی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے جب ہندوستان تشریف لائے تو وہ بھی حضرت کے شاگردوں میں شامل ہوئے۔ شیخ اودھنؒ فرمایا کرتے تھے کہ درویشی میں خلاف شرع بات یہ ہے کہ آدمی کسی فعل کے مرتکب ہونے کے بعد پشیمانی

marfat.com

کا اظہار کرے یعنی۔ "چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"

کسی نے آپ سے پوچھا کہ سب سے بڑی عبادت کونسی ہے؟ فرمایا:"ملاحظہء ادب در جمیع اوقات" یعنی ہر وقت ادب پیش نظر رہے۔ آپ مستقل طور پر خانقاہ میں معتکف رہتے تھے' اب تک ان کے خانوادہ میں یہی طریقہ مروج ہے کہ جانشین مسجد اور خانقاہ کی حدود سے باہر نہیں آتا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے بلگرام کے حاکم کو معزول کر دیا۔ شہر سے روانگی سے پیشتر وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حضرت اپنی مسجد کے لئے اینٹیں تیار فرما رہے تھے' اس نے قدم بوس ہونے کے بعد عرض کی کہ اگر میں بحال ہو گیا تو اس مسجد کو ذاتی مصارف سے دوبارہ تعمیر کرا دوں گا۔ حضرت نے فرمایا : تیرے دل میں نیکی کی لہر اٹھی ہے اس لئے امید ہے کہ تو بحال ہو جائے گا اور ساتھ ہی ہاتھ اٹھا کر اس کے لئے دعا فرمائی اسی دن بادشاہ کی مجلس میں کسی نے اسی حاکم کی تعریف کی جس پر بادشاہ نے خوش ہو کر بحالی کا پروانہ لکھ بھیجا۔ جب شاہی فرمان پہنچا اور لوگوں نے تاریخ اجراء پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ وہی دن و وقت خاص تھا جس میں حضرت ادھنؒ نے اس حاکم کے لئے دعا فرمائی تھی۔

"مآثر الکرام" کے مطابق حضرت کے وصال کے بعد ان کے بڑے لڑکے شیخ عبدالجلیلؒ جانشین ہوئے مگر بہت جلد ان کا انتقال (۱۱۰۰ ہجری میں) ہو گیا۔ خلفا نے انہیں شیخ ادھنؒ کے پہلو میں دفن کیا۔ وہ قبر شیخ ادھنؒ کی طرف قدرے خمیدہ ہو گئی بالکل ایسے جس طرح کوئی شخص بزرگوں کا احترام کرتا ہے۔ ان کے بعد شیخ ابوالمعالیؒ کو دفن کیا گیا ان کی قبر بھی بزرگوں کی جانب خمیدہ ہو گئی' ہرچند درست کرتے ہیں مگر نشیب قائم رہتا ہے۔

میر ابوالمعالی بلگرامیؒ : بحوالہ "مآثر الکرام" آپ شیخ عبدالجلیل کے چھوٹے بھائی اور شیخ ادھنؒ کے فرزند و مرید تھے۔ بھائی کی وفات کے بعد شیخ الاسلام ثانی کے لقب سے مسند نشین ہوئے بڑے صاحب کمال اور دولت صوری و معنوی سے بہرور تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے ہونہار فرزند شیخ صوفی بلگرامی کو مسند نشین کر کے آباء کرام کا خرقہ پہنایا اور خود جمیع اولیا کرام کے مزارات کی زیارت کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ آپ اس قدر خوش الحان قاری تھے کہ سننے والوں کا دل پگھل جاتا تھا۔ ان کے حسن قرات کا ذکر کسی نے شاہجہان سے کر دیا' اتفاق سے یہ رمضان شریف کے ایام تھے' بادشاہ نے انہیں اپنے محل میں آنے کی دعوت دی اور عرض کی کہ رمضان المبارک کے حق میں کوئی ایک آیت پاک تلاوت فرمایئے۔ آپ نے اپنی دلفریب آواز میں **شھر رمضان الذی انزل فیہ القران** کو پڑھنا شروع کیا' اس کے سننے سے بادشاہ پر رقت طاری ہو گئی۔ بادشاہ نے دوبارہ تلاوت کے لئے عرض کی آپ نے ایک اور جگہ سے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ بادشاہ بے حد خوش ہوا اور کرولی نام ایک آباد گاؤں آپ کو نذر کیا۔ اس فرمان پر ۱۰۶۰ ہجری درج ہے' (مطابق ۱۶۵۰ عیسوی)۔

شیخ صوفی بلگرامیؒ : بحوالہ مآثر الکرام آپ حضرت ابوالمعالیؒ کے فرزند ارجمند تھے بڑی عظمت و جلالت کے مالک تھے۔ آپ سے سلسلہء سہروردیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا' سخاوت و مروت کے پیکر تھے۔ ایک دفعہ ایک پٹھان حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ نے مجھ سے پانچ سو روپے قرض لئے تھے وہ ادا کر دیجئے۔ شیخ نے گواہ طلب کئے' اس نے کہا گواہ تو نہیں البتہ اگر حضور قسم اٹھالیں تو میں مطالبہ سے

maktabah.org

دستبرار ہو جاؤں گا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر اندرون خانہ گئے اور اپنی اہلیہ محترمہ کے زیور اور اثاثہ البیت فروخت کر کے پٹھان کو پانچ سو روپے لاکر دیئے۔ وہ بے تکلف اٹھ کر چل دیا، کافی عرصہ بعد شیخ صوفی اپنے یاران طریقت کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ وہی پٹھان دنعتاً مجلس میں آ گیا اور آتے ہی حضرت کے قدموں میں گر گیا، عرض کی: حضور! میں مفلس محض تھا چونکہ میرا دل گواہی دیتا تھا کہ آپ قسم نہیں اٹھائیں گے اور مجھے رقم دے دیں گے اس لئے میں نے جھوٹا دعویٰ کر کے آپ سے رقم وصول کی۔ میں نے وہ رقم تجارت میں لگا دی جس سے بے حد نفع ہوا اور اب بڑا دولت مند ہو گیا ہوں۔ اس وقت پٹھان نے دو ہزار روپے نقد اور چند تھان کپڑوں کے حضرت کی خدمت میں پیش کئے اور قبول فرمانے کی درخواست کی۔ حضرت نے روپوں کی تھیلی واپس کر دی اور فرمایا: "چیزے کہ دادہ باشیم نے گیریم" یعنی جو چیز ہم دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔

صوفی ست : بلگرام میں بلبدر نامی ایک برہمن رہتا تھا جو حضرت شیخ صوفیؒ کا بے حد معتقد تھا، اس نے "نورس سنگار" میں ایک کتاب مدون کی اور شیخ کے نام کی رعایت سے کتاب کا نام "صوفی ست" رکھا، کتاب کے آغاز میں اس نے حضرت کی تعریف میں چند دوہے بھی لکھے جن میں سے دو یہ ہیں :

جولی جنگم سادھ رکھ راجا رانی رائی — تے لچھے سون ہت کریں سو یہ دیت لٹائی
کرے کاماں کوت کوئی کے اپنو حال — بردے سوئے پلک میں صوفی کلپ تمال

شیخ مبارک سندیلویؒ کے دوسرے خلفا : شیخ مبارکؒ کے دوسرے خلفا میں شیخ بدر الدین سر بلندی (سرہندی) اور سید صفیؒ کے نام زیادہ مشہور ہیں۔ اول الذکر کی بابت تو کچھ معلوم نہیں ہو سکا البتہ سید صفیؒ کے بارے میں حضرت محدث دہلویؒ کا یہ نوٹ "اخبار الاخیار" میں ملتا ہے کہ "سید صفیؒ انبالہ (مشرقی پنجاب بھارت) کے تھے، اوصاف درویشاں سے موصوف اور احوال میں متحقق مگر اپنے آپ کو پردۂ اخفا میں رکھتے تھے۔ شیخ اللہ دیہؒ خیر آبادی جو شیخ سعد الدینؒ کے تیسرے نامور خلفا میں سے تھے ان کے اکابر خلفا کا مختصر حال بحوالہ "ماثر الکرام" درج ذیل ہے :

شیخ عبد الرحیم بلگرامیؒ : آپ شیخ اللہ دیاؒ سہروردی کے اکابر خلفا میں سے ہیں، شیخ صفی سہروردیؒ نے انہیں اپنا خلیفہ بنانا چاہا تھا۔ آپ نے عرض کی کہ میری ماں زندہ ہے ان سے اجازت لینے دیں، چنانچہ آپ اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ صفیؒ کی خواہش کا ذکر کیا تو مخدومہ نے فرمایا "اتنی بڑی دولت تجھے مل رہی تھی، افسوس تو نے اس کی قدر نہ جانی، اب بھی جلدی واپس جا شاید قسمت تیری رہنمائی کرے"۔ ادھر شیخ صفیؒ کا وقت آخر آ گیا، انہوں نے حاضرین سے فرمایا: شیخ عبد الرحیم نے آنے میں دیر کی ہے ہم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے، اگر وہ آئے تو کہنا کہ تیرا نصیبہ شیخ اللہ دیہؒ کے پاس ہے چنانچہ شیخ عبد الرحیم یہ پیغام سن کر شیخ اللہ دیاؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان کے فیضان سے مقتدائے زمانہ بنے۔ شیخ عبد الرحیمؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سعد اللہ اور بھتیجے شیخ بھیکنؒ نے بھی دنیائے تصوف میں بڑا درجہ پایا۔

شیخ ابو الفتح خیر آبادیؒ : آپ شیخ اللہ دیہؒ کے فرزند اور خلیفہ تھے، والد ماجد کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے اور بے شمار خلقت کو فیض یاب کیا۔

marfat.com

سید عمر بلگرامیؒ : آپ سید محمد صغریؒ کی اولاد سے تھے' والد سید بدرالدینؒ محلّہ سید واڑہ کے چار قبائل میں سے ایک قبیلہ کے سردار تھے' سید عمر نے سیدالسادات سید حسین دہلی وال بلگرامی کے کتب سے تعلیم حاصل کی' باطنی تعلیم کے لئے حضرت شیخ ابوالفتحؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے' طویل عرصہ پیر و مرشد کی خدمت میں رہے اور بڑی ریاضتیں کیں۔ خرقہء خلافت حاصل کرنے کے بعد وطن مالوف واپس آئے اور خلق خدا کو فیض یاب فرمایا۔ ۹۸۷ ہجری (۱۵۷۹ عیسوی) میں وصال ہوا' مقبرہ موضع چاند پور میں واقع ہے۔

سید شریف• بلگرامیؒ : آپ سید عمرؒ کے فرزند تھے انہیں سے علوم متداولہ کی تعلیم پائی اور پھر شیخ ابوالفتحؒ کے مرید ہوئے اور خرقہء خلافت پا کر بلگرام واپس آئے۔ آپ کا اکثر وقت مطالعہء کتب اور اقوال و احوال صوفیہ میں بسر ہوتا تھا۔ مشائخ اور فقرا کے حالات پر ایک کتاب مدون فرمائی اور کسر نفسی کے پیش نظر اسے "مرآۃ المبتدین" سے موسوم کیا اس میں مشائخ عظام کے جمع کلمات' اوراد اور وظائف درج فرمائے۔ مشائخ بلگرام کے حالات میں یہ کتاب بہترین ماخذ ہے۔

مخدوم محمد رکن الدین بلگرامیؒ : آپ شیخ اللہ دیا خیرآبادیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور میر نصیر الدین خیر آبادیؒ کے صاحبزادے تھے اپنے عم بزرگوار کے مرید ہوئے اور بڑی ریاضت و مجاہدے کئے۔ صاحب "ماثرالکرام" نے آپ کے خیرآباد سے بلگرام منتقل ہونے کا واقعہ یوں درج کیا ہے کہ جب سید عمر بن سید بدرالدین بلگرامی حضرت شیخ ابوالفتح بلگرامیؒ کے مرید ہوئے تو آپ نے شیخ سے درخواست کی کہ ہمارے وطن کے بوڑھے اور کمزور آدمی بعد مسافت کے سبب حضور سے اکتساب فیض نہیں کرسکتے اگر حضور کسی مخدوم زادے کو بلگرام منتقل ہو جانے کی اجازت دے دیں تو وہاں کے لوگوں کو انوار سعادت سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو جائے۔ شیخ ابوالفتحؒ نے حضرت شیخ اللہ دیاؒ کی روح پرفتوح سے رجوع کیا اور ان کی اجازت سے مخدوم رکن الدین کو اہل بلگرام کی تربیت باطنی پر مامور کیا چنانچہ مخدوم محمد رکن الدینؒ خیر آباد سے بلگرام منتقل ہو آئے اور اس خطہ کو اپنے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمایا۔

مخدوم شیخ محمد قادری سہروردیؒ : آپ مخدوم رکن الدین سہروردی کے بیٹے تھے' انہیں سے علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم و تربیت پائی اور ان کے ہی دست حق پرست پر بیعت ہو کر سہروردی سلسلے میں داخل ہوئے۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے ایک رات خواب میں حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ ٹھٹھہ (سندھ) میں پہنچ کر میرے فرزند سید عبداللہ جیلانیؒ سے خرقہء خلافت حاصل کرو۔ ادھر حضرت سید عبداللہؒ کو بھی باطنی اشارہ ہوا چنانچہ مخدوم محمد ٹھٹھہ پہنچے' ان سے خرقہ حاصل کیا اور عنایت خاص الخاص سے ممتاز ہو کر واپس بلگرام تشریف لے آئے اور بقیہ عمر ہدایت و ارشاد میں بسر کر دی۔

مخدوم تاج معین الدین سہروردیؒ : آپ حضرت شیخ محمد قادری سہروردیؒ کے فرزند' مرید اور خلیفہ تھے' ان کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ مولانا آزاد بلگرامیؒ لکھتے ہیں کہ آپ بڑے عالی مرتبہ بزرگ بلند پرواز عالم قدوسیت' غایت درجہ متقی اور دعوت اسماء میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ

marfat.com

کے دو صاحبزادے تھے ایک شاہ امام الدین جو اپنے والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ چھوٹے شاہ رکن الدین تھے جو قوی جذبہ کے مالک تھے۔ مولانا آزاد بلگرامی نے انہیں "عقلا مجانین" میں شمار کیا ہے، جو زبان سے نکلتا وہ ہو کر رہتا اور وہ ہمیشہ درویشانہ لباس میں مستانہ وار پھرتے رہتے (۱۶۸۹ عیسوی) ۱۱۰۰ ہجری کے قریب وصال ہوا اور مخدوم رکن الدینؒ کے مقبرہ کے سایہ میں دفن ہوئے۔

شاہ امام الدین بلگرامیؒ : صاحب ماثرالکرام" لکھتے ہیں کہ آپ نے آباء کرام کے معمول کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے خوب فروغ دیا۔ ساری عمر یاد الٰہی اور تلقین اصحاب میں بسر کر کے ۱۱۰۰ ہجری (۱۶۸۹ عیسوی) کے قریب وصال فرمایا۔

شاہ یٰسین سہروردیؒ : آپ شاہ امام الدینؒ کے فرزند مرید اور خلیفہ تھے۔ والد کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے، انتہائی سادہ مزاج تھے، جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ فتوحات انہیں آتیں اسی وقت فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیتے شہر کے خورد و کلاں آپ پر فریفتہ اور والہ و شیدا تھے، جمعہ ۴ جمادی الاول ۱۱۶۶ ہجری (۵ مارچ ۱۷۵۳ عیسوی) کو وصال فرمایا۔

مخدوم شاہ محمد حافظ بلگرامیؒ : آپ حضرت یٰسین بلگرامیؒ کے فرزند، مرید اور خلیفہ تھے۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور سینکڑوں طالبان کو معرفت حق سے آشنا کیا، بڑے بلند مرتبت صاحب کشف بزرگ تھے۔ شنبہ ۲۸ ذی قعد ۱۱۷۳ ہجری (مطابق ۱۲ جولائی ۱۷۶۰ عیسوی) کو وصال فرمایا۔

marfat.com

باب ہفتم

اولیائے کرام خطہ ء کشمیر جنت نظیر

تاریخی پس منظر : بحوالہ "آب کوثر" کشمیر میں اگرچہ راجا ہرش کے عہد حکومت ۱۰۸۵ء سے ۱۱۰۱ء تک بعض کشمیری فوج میں اکے دکے مسلمان آتے رہتے مگر صحیح معنوں میں اسلام چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں داخل ہوا۔ سوات کے ایک بزرگ شاہ مرزا ۱۳۱۵ عیسوی میں کشمیر کے راجا سنگھ دیو (یا سمہا دیو) کے ملازم ہوئے اور اپنی خداداد قابلیت سے بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ ان کے بیٹوں کو بھی راجا نے بڑے اختیارات دیئے اور خود ان کو راجہ سنگھ دیو کے ایک جانشین نے اپنا وکیل مطلق مقرر کیا۔ آخر میں جب ملک کا نظام درہم برہم ہونے لگا تو ۱۳۴۳ عیسوی میں شاہ مرزا (المعروف شاہ میر) شمس الدین شاہ کے نام سے تخت نشین ہوئے اور اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ لیکن اس خطہ جنت نظیر میں اسلام کے پہلے کامیاب مبلغ حضرت بلبل شاہؒ تھے، جنکی بدولت کشمیر میں اسلام پھیلا۔ اسکے بعد امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور حمزہ کشمیری سہروردیؒ ہیں جنہوں نے بڑی خدمات سرانجام دیں۔

کشمیر کی تقریباً نصف آبادی مشائخ عظام کی بلند کرداری اور تبلیغ و تلقین سے حلقہ بگوش اسلام ہوئی۔ سلطان "زین العابدین" کی وفات کے بعد کشمیر میں پھر کھلبلی مچی۔ بحوالہ "آب کوثر" ۱۴۸۷ عیسوی میں عراق سے میر نور بخش کا مرید شمس الدین کشمیر میں آیا اور اس ملک میں نور بخشی عقائد کی اشاعت شروع کی جو اسماعیلی فرقے کی ہی ایک تحریک تھی یہ لوگ میر نور بخش کو مہدی آخرالزمان سمجھتے ہیں اور باقی عقیدوں میں شیعوں سے ملتے جلتے ہیں۔ تھوڑے عرصے میں چک قوم کے لوگوں نے جو بعد میں کشمیر کے حکمران ہوئے یہ مذہب اختیار کر لیا اور کشمیر میں شیعہ سنی مسئلے کا آغاز ہوا۔ شیعوں نے فقط سنی مسلمانوں میں ہی اپنے خیالات کی تلقین نہیں کی بلکہ ہندوؤں میں بھی اپنے عقائد خوب پھیلائے۔ سنیوں پر عرصہ ء حیات تنگ کر دیا اس صورت حال کا جب حضرت سید جمال الدین بخاریؒ اوچی مقیم دہلی کو علم ہوا تو آپ کشمیر تشریف لے گئے۔ آپ سید عبدالوہاب بخاریؒ کے چھوٹے بھائی مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کافی عرصہ کشمیر میں مقیم رہے اور اسی دوران حضرت شیخ حمزہ کشمیریؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور خرقہ ء خلافت حاصل کیا۔ آپ کی ان تھک روحانی اور تبلیغی کوششوں نیز آپ کے خلفا کی وجہ سے اس فتنہ کا سدباب ہوا۔ ۹۹۴ ہجری (۱۵۸۶ عیسوی) تک کشمیر حکومت دہلی کے اثر سے آزاد رہا۔ بالا خر بابا داؤد خاکیؒ سہروردی شیخ احمد چاگلیؒ، مہدی ملک اور شیخ یعقوبؒ صرفی وغیرہ کا ایک وفد شہنشاہ اکبر کے پاس دہلی میں فریاد لے کر گیا۔ اکبر نے اسی سال یہ ملک (کشمیر) فتح کر کے اپنے مقبوضات مغلیہ میں شامل کر لیا، یہ واقعہ یوں بھی منقول ہے کہ حاکم کشمیر علی شاہ چک کے عہد میں شیعہ سنی تعصب نے انسانی زندگی تلخ بنا دی تھی علی شاہ کو چک آپ کا بڑا عقیدت مند تھا آپ نے دونوں فرقوں کے درمیان صلح کرادی مگر افسوس کہ یہ فرقہ وارانہ مخاصمت دیرپا نہ رہ سکی۔ چک خاندان نے شیعیت کو فروغ دینے کے لئے جبر و تشدد سے کام لینا شروع کر دیا جس سے نظام سلطنت باطل ہو کر رہ گیا کئی سنی علماء و صلحا شہید کر دیئے گئے کچھ عرصہ بعد قاضی موسیٰ کشمیری یعقوب خان چک حاکم کشمیر کے حکم سے شہید کر دیئے گئے جس سے سنی بہت مشتعل ہو گئے۔ شہنشاہ اکبر کو بابا فتح اللہ حقانی فرزند بابا عمر سے جو باپ کے قائم مقام تھے بہت عقیدت

maarfat.com

تھی چنانچہ ایک وفد شیخ یعقوب صرفیؒ' مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی خواجہ محمد اسحاقؒ' بابا نصیر الدینؒ اور خواجہ داؤد خاکیؒ وغیرہ ہم بانہال کے راستے بابا عمر کے پاس پہنچا اور ان کی وساطت سے اس وفد نے شہنشاہ اکبر کو حالات و واقعات بیان کیے' شہنشاہ نے جرنیل مرزا محمد قاسم خان کی قیادت میں فوج دے کر کشمیر فتح کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ کشمیر فتح ہو کر سلطنت ہند مغلیہ میں شامل کر دیا گیا۔ حاکم کشمیر یعقوب خان جان بچا کر بھاگ گیا اور چار پانچ سال تک روپوش رہ کر بغاوت کرتا رہا آخر ۹۹۹ ہجری (۱۵۹۱ عیسوی) میں گرفتار ہوا۔

شرف الدین ''بلبل شاہ سہروردی''

آپ کا اصل نام شرف الدین عبد الرحمن تھا' شاہ نعمت اللہ ولی فارسیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے جو سلسلہء سہروردیہ کے ممتاز بزرگ تھے۔ صاحب ''مرآۃ الاسرار'' کے مطابق آپ کا شجرۂ طریقت یوں ہے: عبد الرحمن ''بلبل شاہ'' سہروردیؒ مرید و خلیفہ میر سید نعمت اللہ ولی فارسی سہروردیؒ عن عفیف الدین امام عبد اللہ یافعیؒ عن رشید الدین ابی عبد اللہؒ عن حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ۔

بابا بلبل شاہ سہروردیؒ ۷۲۴ ہجری (۱۳۲۴ء) میں اپنے مرشد کے حکم پر رنجن دیو حاکم کشمیر کے عہد میں ترکی سے کشمیر آئے۔ رنجن دیو کا پورا نام ''مہاجن بن ڈنگوس گرب تھا'' جو ۱۲۹۰ سے ۱۳۲۰ء تک لداخ کا حکمران رہا پھر ۱۳۲۰ء میں تخت کشمیر پر بیٹھا۔ تفصیل بحوالہ ''آب کوثر'' یوں ہے کہ حضرت بلبل شاہ نے سرینگر میں آکر شہر کے باہر لب آب قیام کیا' اس وقت تبتی نسل کے ایک راجہ رنجن دیو نے ملک پر قبضہ کر لیا ہوا تھا وہ خود بودھ مذہب کا پیرو تھا لیکن اس کی طبیعت اپنے مذہب سے مطمئن نہ تھی۔ ملک میں عام طور پر ہندو مذہب رائج تھا لیکن اس نے شاہ میر کی وجہ سے جو ابھی تک ایک باا ثر درباری تھا اسلام سے آشنائی حاصل کر لی تھی وہ چاہتا تھا کہ بودھ مت چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے چنانچہ بڑی سوچ بچار کے بعد ایک رات اس نے فیصلہ کیا کہ کل علی الصبح سب سے پہلے جو مجھے قابل عظمت اور مقدس ہستی نظر آئے گی میں اس کا مذہب اختیار کر لوں گا۔ اگلے روز جب وہ اٹھا اور مغرب کی طرف نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک بزرگ فرشتہ صورت پتھریلی زمین پر بڑے وقار اور خضوع و خشوع سے نماز ادا کر رہا ہے۔ راجا اسے دیکھ کر بڑا متاثر ہوا' پاپیادہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا' یہ بزرگ شرف الدینؒ المعروف بلبل شاہ تھے' بلبل کی وجہ تسمیہ مقبول کریری شاعر کشمیر نے یہ بیان کی ہے کہ آپ کے شانے پر ہر وقت ایک بلبل ہوتا تھا' آپ جب نماز پڑھتے تو وہ آپ کے سر مبارک کے اوپر چکر لگاتا رہتا تھا' راجہ ان کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے اہل خانہ اور امرا کبار مسلمان ہوئے۔ کل تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے' رنجن دیو کا اسلامی نام حضرت نے صدر الدین رکھا۔

''تواریخ اعظمی'' کے مصنف خواجہ اعظم نے بابا بلبل شاہ سہروردیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''حق تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ میں غذا اور سروسامان کے بغیر خوشی سے زندگی بسر کروں اور اسی بدن کے ساتھ روح کے جدا ہوئے بغیر دار البقا کو جاؤں اور اس جسم کو ابد الاباد تک محفوظ رکھوں لیکن چونکہ یہ سب امور سنت نبویؐ کے خلاف ہیں میں ان کا مرتکب نہیں ہوتا سنت کی پیروی میرے نزدیک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے'' آپ علوم و فنون کے زبردست عالم بھی تھے اور ترکستان سے منگولوں کے حملوں کے خوف کی وجہ سے ایک ہزار پناہ گزینوں کے ہمراہ کشمیر آئے تھے۔ راجہ نے آپ کی ایما پر ایک بڑی خانقاہ کی بنیاد

marfat.com

رکھی اور ساتھ ایک عظیم مسجد بھی بنوائی حضرت کی وفات ۷۲۷ ہجری (۱۳۲۶ء) میں ہوئی اور اپنی خانقاہ "لنگر بابا بلبل شاہ" میں مدفون ہوئے۔

سلطان صدرالدین (رنجن شاہ)' آپ کے وصال کے اڑھائی سال بعد وفات پا گیا اور حضرت کے مزار کے قریب دفن ہوا۔ اس کی وفات کے بعد ملک میں پھر بد نظمی پیدا ہوئی اور شاہ میر صاحب سلطان شمس الدین کے نام سے تخت نشین ہوئے انہیں تین چار سال سے زیادہ حکومت نصیب نہ ہوئی لیکن ایک مضبوط اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ گئے' تقریبا" دو سو پچاس سال تک ان کا خاندان ملک کشمیر میں برسراقتدار رہا۔

امیر کبیر سید علی ہمدانی کبرویؒ

آپ کی ولادت ۱۲ رجب ۷۱۴ ہجری بروز پیر (مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۳۱۴ عیسوی) بمقام ہمدان میں ہوئی شجرہ نسب والد ماجد سید شہاب الدین کی طرف سے چودہ پشتوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کے والد (سید شہاب الدین) ہمدان کے حاکم اور امیر تھے اس لئے آپ کو بھی امیر کے لقب سے نوازا گیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے خالو سید علاء الدینؒ سے حاصل کی اور بارہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت پائی۔ بحوالہ "مجلہ سہرورد" سلسلہ نمبر ۶ آپ کی والدہ کا نام سیدہ فاطمہ" تھا۔ سید علاء الدولہ سمنانیؒ (وصال ۷۳۶ ہجری ۱۳۳۶ء) آپ کے عم زاد تھے' آپ کے نام پر "امیر" یا "میر" کا اضافہ احتراما" ہے۔ علی ثانی' حواری کشمیر اور شاہ ہمدان آپ کے معروف القاب ہیں۔ آپ یوں تو کئی بزرگوں سے مستفید ہوتے رہے مگر علاء الدولہ سمنانیؒ' شیخ اخی علی دوسی سمنانیؒ (وصال ۷۳۴ ہجری) شیخ محمود مزدقانی رازی (وصال ۷۶۶ ہجری) اور شیخ محمد بن محمد ازکانی اسفرائینیؒ (وصال ۷۷۹ ہجری) ان کے باقاعدہ مربی اور مرشد رہے' آپ کے احوال و آثار پر مشتمل قدیم کتابیں دو ہیں :

(۱) خلاصۃ المناقب مولفہ شیخ نور الدین جعفر بدخشی در سال ۷۸۷ ہجری جبکہ مولف کا انتقال ۷۹۷ ہجری (۱۳۹۵ عیسوی) میں ہوا۔ (۲) منقبۃ الجواہر یا مستورات نوشتہ حیدر بدخشی قرن نہم ہجری جو سید عبداللہ برزش آبادی مشہدی متوفی (۸۷۲ ہجری مطابق ۱۴۶۸ عیسوی) کے مرید تھے۔

میر سید ہمدانی جب بارہ سال کے ہوئے تو سید علی الدولہ سمنانیؒ نے آپکو اپنے خلیفہ تقی الدین علی دوسی سمنانیؒ کے سپرد کر دیا مگر چند دنوں کے بعد ہی آپ نے اشارہ غیبی کے تحت شیخ محمود مزدقانیؒ کبروی سے بیعت کی۔ ۷۳۴ ہجری (۱۳۲۴ء) تک قیام کے بعد سیر و سیاحت کی اس دوران ۷۴۱ ہجری مطابق ۱۳۴۱ عیسوی میں آپ وادیء جموں کشمیر سے گزرے تھے اور ۰عمر چالیس سال ہمدان لوٹے اور وہاں شادی کی۔ جمہوریہ تاجکستان کے موجودہ مقام کولاب (پرانا نام ختلان) آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز رہا جہاں آپ نے خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی اور ۷۷۳ ہجری (۱۳۷۲ عیسوی) تک متمکن رہے امیر تیمور کے مظالم کے خلاف حق گوئی کی پاداش میں ملک بدر کر دیئے گئے اور ۷۷۴ ہجری (۱۳۷۳ عیسوی) میں وادیء کشمیر میں وارد ہوئے یہ سلطان قطب الدین شاہ میر (برادر سلطان شہاب الدین) کا عہد تھا یعنی ۷۵۰ تا ۷۶۶ ہجری (۱۳۴۹ عیسوی تا ۱۳۶۵ عیسوی) لیکن "آب کوثر" کے مطابق آپ ۱۳۶۹ عیسوی میں کشمیر آئے آپ کے ہمراہ کئی سو دیگر سادات بھی آئے جو یہاں آکر مقیم ہو گئے۔ ان حضرات کے ذریعے خطہء کشمیر اسلامی

marfat.com

ایرانی تہذیب اور فارسی زبان و ادب کا اہم ترین مرکز بن گیا اور ایران صغیر کے لقب سے موسوم ہونے لگا۔ آپ نے بارہ حج کئے۔ زندگی کے آخری دس بارہ سال کشمیر اور نواحی علاقوں بلتستان (تبت) اور گلگت وغیرہ میں گزرے۔ کشمیر میں اسی آٹھویں صدی ہجری چودھویں صدی عیسوی کے اوائل سے باقاعدہ طور پر اسلام کا تداول ہوا۔ سید عبدالرحمٰن المعروف بلبل شاہ" ترکستانی (وصال ۷۲۷ ہجری ۱۳۲۷ عیسوی) یہاں کے پہلے مبلغ اسلام تھے۔ خود شاہ ہمدان" (میر سید علی ہمدانی) کی کوششوں سے کوئی چالیس ہزار افراد نے اسلام قبول کیا روایت ہے کہ آپ وادی چھوربٹ سے سرینگر کی طرف لوٹے تھے۔ آپ سلاطین شاہ میری کے ہم عصر سلطان کی دعوت پر اس وادی میں آئے تھے۔ آپ ذی الحج ۷۸۶ ہجری (فروری ۱۳۸۵ عیسوی) میں ہزارہ کے حاکم سلطان خضر شاہ کے مہمان تھے اور یہاں وعظ و ارشاد فرما رہے تھے کہ بیمار ہو گئے یہیں مانسہرہ کے مقام پکھلی پر ۶ ذی الحج کو آپ وصال فرما گئے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو ختلان (کولاب) میں دفن کیا گیا۔

آپ نے امراء و حکام کے ذریعے کئی رفاہ عامہ کے کام انجام دلوائے خود ٹوپیاں سی کر کسب معاش کرتے رہے، آپ عربی اور فارسی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ کی معرکۃ الارا تصنیف "ذخیرۃ الملوک" اس پر دال ہے چند اشعار بطور نمونۂ کلام حسب ذیل ہیں۔

تو مرا مونس رواں بودی لیک از چشم من نہاں بودی
ار تو می یافتم خبر بگماں چوں شرم بے خبر عیاں بودی
جانم اندر جہاں مرا می جست تو خود اندر میان جاں بودی
من خود اندر حجاب بودم ورنہ با من تو درمیاں بودی

آپ نے رکن الدین علاء الدولہ" اور ان کے خلیفہ تقی الدین علی دوسی" سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ان کے وصال کے بعد شیخ شرف الدین محمود مزدقانی" کے حلقۂ ارادت میں آئے اور کچھ عرصہ بعد عرض کی کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے انہوں فرمایا کہ تمام جہان کی سیاحت کرو اور دنیا بھر کے اولیا کی زیارت کرو چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے ایک ہزار چار سو اولیا اللہ سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا لیکن آپ کا اصل تعلق کبرویہ سلسلے سے تھا جو سہروردیوں کی ایک شاخ ہے۔ بحوالہ "آب کوثر" آپ ۱۳۶۹ عیسوی (۷۷۰ ہجری) میں ایران چھوڑ کر سات سو سادات کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ بادشاہ وقت آپ کے ساتھ بڑی عقیدت سے پیش آیا اور آپ اور آپ کے رفقا نے بڑی سرگرمی سے اشاعت اسلام کی، آپ کی کوششوں سے سینتیس ہزار غیر مسلم کشمیری دائرۂ اسلام میں آئے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں مثلاً مجمع الاحادیث، شرح اسما الحسنیٰ، شرح فصوص الحکم، مراۃ التائبین، ذخیرۃ الملوک (جو امور ملکی اور سیاسی مصلحتوں کے متعلق ہے)۔ "سرینگر میں محلہ علاء الدین پورہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ "رسالہ اورادیہ اور فقریہ" بھی تصنیف فرمایا سلطان شہاب الدین بادشاہ کشمیر کا بھائی سلطان قطب الدین آپ کا بڑا معتقد تھا۔

"تواریخ اعظمی" کے مطابق آپ نے تین مرتبہ ربع مسکون کی سیر کی اور اس سلسلہ میں تین دفعہ کشمیر آئے، پہلی مرتبہ ۷۷۱ ہجری (۱۳۷۰ عیسوی) میں تشریف لائے تھے۔ پانچ وقت کی نماز دریا کے کنارے جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے ادا فرماتے اور خلقت کو فیض یاب فرماتے۔ سلطان قطب الدین اکثر

marfat.com

حاضر ہوتا۔ اس نے ایک خلاف شرع حرکت کر رکھی تھی یعنی دو سگی بہنوں کو اپنے نکاح میں لے آیا تھا حضرت کے ارشاد پر اپنی غلطی کا ازالہ کیا اور ایک عورت کو طلاق دے دی۔ شروع شروع میں سلطان ہندووانہ لباس پہنتا تھا حضرت کے ارشاد پر ترک کر کے اسلامی لباس کرتہ اختیار کیا جسے کشمیری زبان میں پھرن کہتے ہیں جو آج تک خطہء کشمیر میں مروج ہے۔ "تاریخ رشیدی" کے مطابق آخری مرتبہ چالیس روز سے زیادہ کشمیر میں قیام نہیں فرمایا۔ آپ کا وصال بحوالہ "مشائخ کشمیر" ۵ جمادی الاول ۷۸۶ ہجری (مطابق جون ۱۳۸۴ عیسوی) میں ضلع ہزارہ اور بقول بعض کافرستان کے علاقہ میں ہوا لیکن جسد مبارک ترکستان کے شہر ختلان میں لے جا کر دفن کیا گیا۔ حضرت کے کشمیر سے چلے جانے کے بعد آپ کے اکثر رفقاء خلفا یہیں بس گئے اور آپ کی خانقاہ کشمیر میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا مرکز بن گئی۔ آپ اولیائے کشمیر کے سہروردیہ، "کبرویہ" سلسلہ کے "شیخ الکل" ہیں۔ لہٰذا یہاں ہم متعلقہ شجرہ طریقت ناگزیر سمجھتے ہیں:۔

شجرہ سہروردیہ کبرویہ مشائخ کشمیر

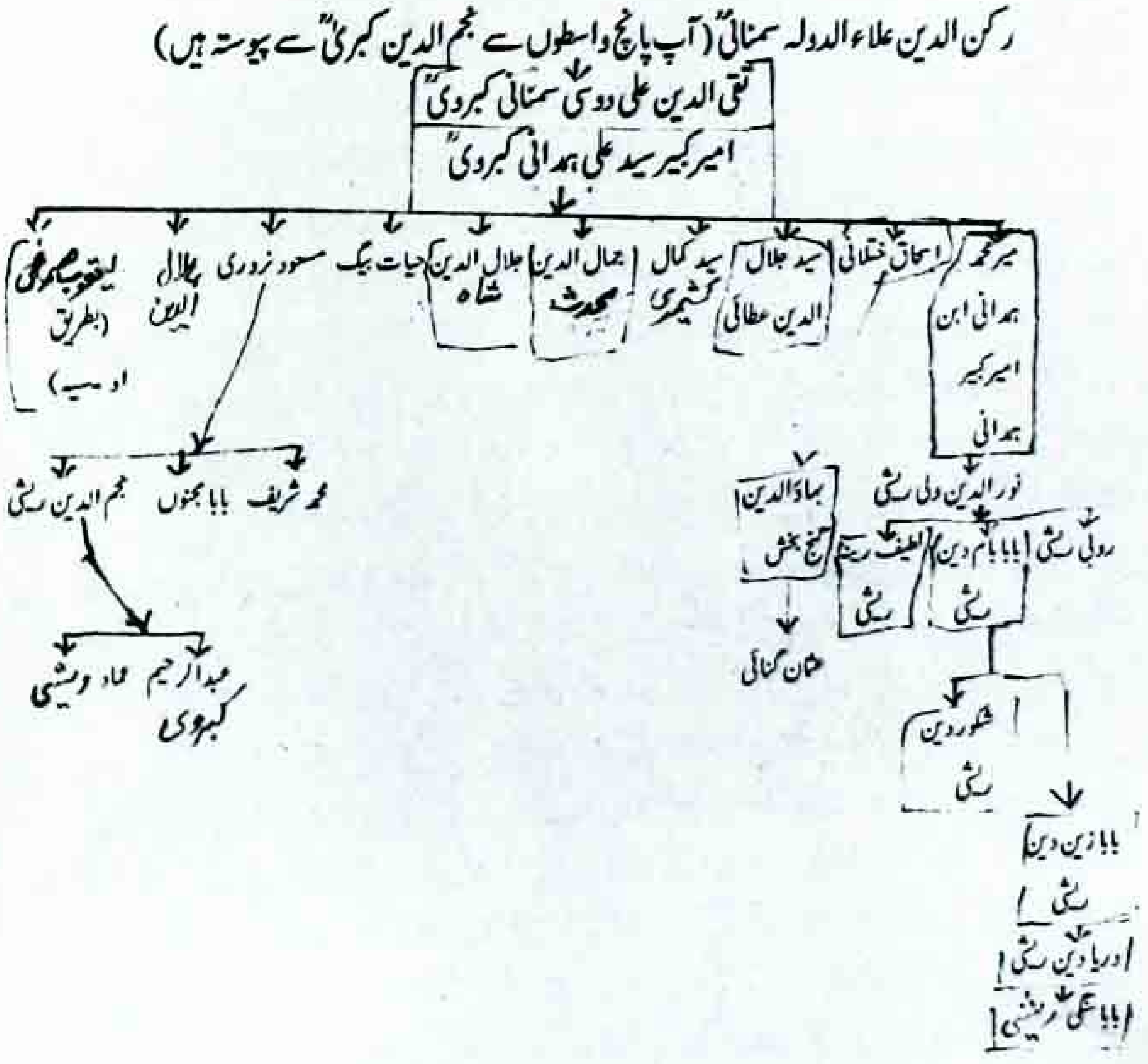

خلفائے حضرت امیر کبیر ہمدانیؒ : بحوالہ آب کوثر حضرت امیر کبیرؒ کے خلفا میں سے ایک میر سید حسین سمنانیؒ تھے جنہیں حضرت نے کشمیر آنے سے پہلے دریافت حالات کے لئے بھیجا تھا اور ان کی طرف سے اطلاع آنے پر خود کشمیر میں تشریف لائے تھے۔

شیخ سلیمان کشمیریؒ : دوسرے شیخ سلیمان کشمیریؒ تھے' وہ امرائے ہنود میں سے تھے۔ مسلمان ہو کر قرآن مجید حفظ کیا لیکن ترک مذہب کی وجہ سے ان کے عزیز و اقارب ان کے خلاف ہو گئے اور انہیں سخت پریشان کیا چنانچہ وہ برگشتہ ہو کر بمقام کولاب حضرت امیر کبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ہمرکاب رہنے لگے۔ حضرت کشمیر تشریف لائے تو وہ بھی ساتھ تھے اور چونکہ اب کشمیر کے حالات بہتر ہو گئے تھے یہیں اقامت پذیر ہو گئے۔

شیخ محمد کاظمؒ : تیسرے خلیفہ جناب محمد کاظم المشہور سید قاضیؒ تھے جنکی تحویل میں حضرت امیر کبیرؒ کا کتب خانہ تھا۔ انہوں نے علاقہ لتاپور میں اشاعت اسلام کی اور وہاں کے باشندوں کو مسلمان کیا۔

میر محمد ہمدانیؒ : حضرت امیر کبیرؒ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانیؒ کئی سو ہمراہیوں کے ساتھ کشمیر تشریف لائے اور بارہ سال تک (بلکہ بقول دیگر بائیس سال تک) اشاعت اسلام میں سرگرم رہے۔ حاکم وقت سلطان سکندر بت شکن ان کا بڑا معتقد تھا اور وزیر شاہ سنہا بھٹ بھی جو آپ کی آمد کے بعد مسلمان ہوا اور ملک سیف الدین کے لقب سے ملقب ہوا آپ کا بے حد پاس کرتا تھا' اس نے آپ سے اپنی بیٹی بیاہ دی تھی۔ آپ نے بادشاہ کے ایما پر کئی کتابیں لکھیں۔ ایک علم تصوف میں ہے' ایک رسالہ "شرح منطق" ایک رات میں ختم کیا۔ آپ کے زمانے میں احکام شرع کشمیر میں اس طرح نافذ ہوتے تھے کہ سماع بالمزامیر اس خطے میں بالکل نہ تھا اور نوبت بھی دروازہ شاہی کے سوا کہیں نہ بجتی تھی۔

صاحب "مرآة الاسرار" تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان سکندر کے زمانے میں اطراف و جوانب سے سادات' اشراف علماء و فضلا آ کر کشمیر میں سکونت پذیر ہوئے ان میں سے ایک میر سید محمد اصفہانی تھے جو "کتاب تنویر در شرح فرائض سراجی" کے مصنف ہیں دوسرے میر سید محمد خاوری تھے جو "خاور نامہ" کے مصنف ہیں' یہ ان کے کلام کا مجموعہ ہے۔ "شرح لمعات" بھی انہوں نے لکھی ہے۔ یہ دونوں بزرگ میر سید محمدؒ بن سید علی ہمدانیؒ کے خاص مرید تھے۔ قاضی سید محمد حسنی جو شیراز کے قاضی تھے وہ بھی میر سید محمدؒ کے مرید تھے۔ ان کو کشمیر کی قضاء بھی مرحمت ہوئی' احادیث نبویہ ان کی جمع کردہ ہیں ایک اور بزرگ جو اس زمانے میں مدینہ سے اہل و عیال سمیت آ کر کشمیر میں متوطن ہوئے میر سید محمد مدنیؒ تھے جن کا مقبرہ اہل کشمیر کے لئے قبلہء حاجات ہے۔ بابا بلبل شاہؒ جو شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے مرید تھے کا مزار بھی کشمیر میں ہے بڑے بابرکت مرد تھے غرضیکہ جب میر سید محمدؒ کو اطمینان ہو گیا کہ کشمیر میں اسلام مستحکم ہو گیا ہے تو آپ نے سلطان سکندر سے اجازت حاصل کر کے زیارت بیت اللہ کا قصد کیا اور وہاں سے آپ ختلان تشریف لے گئے۔ ۸۰۰ ہجری (۱۳۹۷ عیسوی) میں آپ نے خطہء کشمیر کو خیرباد کہا اور حج کے لئے روانہ ہوئے۔ رخصت کے وقت بادشاہ کو اشاعت اسلام کی تاکید فرمائی حج سے واپسی کے بعد اپنے آبائی وطن ختلان (ترکستان) چلے گئے وہیں ۸۰۸ ہجری

marfat.com

(۱۴۰۵ء) میں وفات پائی اور اپنے والد بزرگوار کے پاس دفن ہوئے۔ صاحب "اولیائے کشمیر" صاحبزادہ محمد طیب حسین نقشبندی سہروردی کشمیری لکھتے ہیں کہ علم حدیث آپ نے اپنے والد بزرگوار سید احمد کبیرؒ سے حاصل کیا انہیں کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد بائیس سال کی عمر میں کشمیر آئے۔ سلطان سکندر نے آپ کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرائی جو بمقام چشمہ بون (۱۳۹۰ عیسوی) ۷۹۹ ہجری میں ایک سال کے اندر تعمیر ہوئی۔

اسحاق ختلانیؒ : صاحب اولیائے کشمیر کے مطابق آپ بھی حضرت امیر کبیرؒ کے مرید و خلیفہ تھے ان کے نامور خلیفہ شیخ بہاء الدین گنج بخشؒ تھے۔

سید جلال الدین عطائیؒ : آپ بھی سید امیر کبیرؒ کے ہمراہ کشمیر آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی بارمولہ کے نواح کج بامہ موضع چھترپورہ میں مدفون ہیں اس مقام پر آپ کے ہمراہی سادات بھی مدفون ہیں اور مزارات مرجع ء خلائق ہیں۔

سید کمال کشمیریؒ : آپ بھی شاہ ہمدان امیر کبیرؒ کے ہمراہ کشمیر آئے اور انکے ارشاد پر سلطان قطب الدین کو شریعت کے احکام سکھانے کیلئے مامور ہوئے۔ مزار پر انوار قطب الدین پورہ سرینگر میں ہے۔

سید جمال الدین محدث کشمیریؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ مرید و خلیفہ شاہ ہمدانؒ کے تھے اور ان کے فرمان پر ہی کشمیر میں مستقل سکونت اختیار کی آپ کو سلطان قطب الدین نے التجا کر کے ادب دین سکھانے پر مامور کیا تھا۔ ولیء کامل ہونے کے علاوہ علامہ و محدث تھے دریائے جہلم کے کنارے محلہ آروت میں مزار پر انوار ہے' وصال (۱۷۸۶ عیسوی) ۱۲۰۰ ہجری میں ہوا۔

سید جلال الدین شاہ کشمیریؒ : بحوالہ اولیائے کشمیر آپ سید جمال الدین شاہ کشمیری کی اولاد سے ہیں اور سید علی ہمدانی کے مرید و خلیفہ تھے آپکا مزار اپنے والد گرامی کے مزار کے نزدیک موضع سمبور میں ہے جو دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے' حضرت کا وصال ۱۲۱۷ ہجری (۱۸۰۲ عیسوی) میں ہوا۔

بابا مسعود نروری سہروردیؒ : آپ سید محمد بن امیر کبیر ہمدانیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شہر کے اغنیا میں سے تھے' آباؤ اجداد کرمان سے ملتان آئے اور وہاں سے کشمیر آکر سکونت اختیار کی رد رفض و بدعت کے سلسلہ میں بڑا کام کیا۔ آپکے مریدوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپکی اولاد میں کئی مشہور بزرگ گزرے ہیں جن میں بابا مجنون نروریؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ بہت مشہور ہیں۔

شیخ بہاء الدین گنج بخش سہروردیؒ : آپ شیخ اسحاق ختلانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جن کا شمار حضرت امیر کبیر ہمدانیؒ کے اعظم خلفا میں ہوتا ہے۔ مزید برآں سید محمد مدنیؒ اور شیخ نور الدین ولیؒ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ بڑی خلقت آپ سے فیض یاب ہوئی ایک رات آپ موضع کرشہ بل میں لب دریا مراقب تھے کہ چوروں کی ایک جماعت مال و متاع لوٹ کر شہر سے آئی اور رات کی تاریکی میں مال تقسیم کر لیا' جب حضرت کی موجودگی کا علم ہوا تو اس خیال سے کہ راز فاش نہ ہو جائے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ نے کچھ عرصہ پیشتر وصیت فرمائی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے پاؤں میں رسہ باندھ کر کشاں کشاں قبرستان لے جا کر دفن کرنا۔ بادشاہ وقت جو آپ کا بڑا معتقد تھا اس نے حکم دیا کہ وصیت پوری کی جائے' میت کو گہوارا میں رکھ کر رسہ باندھ کر گہوارا لے جایا جائے چنانچہ اس

marfat.com

طرح حضرت کا جنازہ اٹھا۔ یہ واقعہ (۱۴۴۵ عیسوی) ۸۴۹ ہجری کا ہے حضرت کا مزار ہری پربت کے دامن کوہ میں قلعہ کے باہر ہے۔ جنازے میں بادشاہ وقت کے علاوہ حضرت بابا عثمان گنائیؒ اور بے شمار مخلوق شامل تھی۔

بابا عثمان گنائیؒ : آپ سرینگر کے رؤسا میں سے تھے' حرمین شریفین گئے حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کی وہاں خواجہ اسحاق ختلانیؒ سے ملاقات ہوئی اور بیعت کی خواہش ظاہر کی آپ نے فرمایا تمہارے گھر میں گنگا بہہ رہی ہے۔ زیارت حرمین سے فارغ ہو کر سیدھے گھر جاؤ اور شیخ بہاء الدین گنج بخش سہروردیؒ سے بیعت ہو کر مقصد دلی حاصل کرو چنانچہ واپس آ کر ان کے مرید ہوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد خرقہء خلافت حاصل کر لیا۔ مزید بر آں شیخ نور الدین ولیؒ اور حاجی ادھمؒ سے بھی فیض باطنی پایا "تذکرۃ الحضرات" کے مطابق ۷۷۱ ہجری (۱۳۷۰ عیسوی) میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۸۶۱ ہجری (۱۴۵۷ عیسوی) میں وفات پائی۔ ملک الشعرا مرزا حیدر کاشغری کے پہلو میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی اولاد امجاد میں بابا رجب گنائیؒ' بابا زینی گنائیؒ' ملا فیروز گنائیؒ' ملا نتو گنائیؒ' ملا لوئی گنائیؒ اور میر علی گنائیؒ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

شیخ ہلال الدین کبرویؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ کشمیر کے صاحب حال و قال اور با کمال بزرگ تھے' سلطان زین العابدین کے عہد سلطنت میں ہدایت و مشیخیت کا علم بلند فرمایا اور سینکڑوں طالبان حق کو فیضان پہنچایا۔ فیض روحانی بطریق او۔یہ سلسلہ نقشبندیہ کا تھا اور کبروی سہروردی سلسلے کا فیض سید محمد ہمدانیؒ ابن سید امیر کبیر ہمدانیؒ سے پایا انہیں سے خرقہء خلافت حاصل کیا۔ آپ کا وصال ۸۶۳ ہجری (۱۴۵۹ عیسوی) کشمیر میں ہوا اور وہیں مزار ہے۔

سید جان باز ولی سہروردیؒ کشمیری : بحوالہ "اولیائے کشمیر" (مولفہ پیرزادہ محمد طیب حسین کشمیری نقشبندی سہروردی) آپ کا اصل نام محمد رفاعیہ تھا۔ آپ اصفہان سے کشمیر میں بعہد سلطان زین العابدین تشریف لائے مرید اور خلیفہ حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت کے تھے علوم ظاہری و باطنی میں اکمل تھے کشمیر میں پہلے سید رفائیؒ کے نام سے مشہور رہے پھر ریاضت کاملہ کی وجہ سے سید جان باز ولی کے نام سے مشہور ہوئے۔ بادشاہ کے اصرار پر نوشہرہ (کشمیر) میں مقیم ہوئے' ازاں بعد ہجوم خلق سے کنارہ کشی کرتے ہوئے بارہ مولا میں سکونت اختیار کر لی۔ بادشاہ زینہ لنک کی تعمیر کے لئے بغرض دعا آپ کے ساتھ کشتی میں سوپور تک آیا' آپ کا قیام عین دامن کوہ میں دریا کے کنارے پر اس جگہ تھا جہاں آج کل موضع خانپور آباد ہے۔ بادشاہ نے خدام اور لنگر کے اخراجات کے لئے تین گاؤں جاگیر میں نذر کئے اور ایک وسیع چراگاہ بھی خدام کے گھوڑوں کے لئے عنایت فرمائیں اسی چراگاہ کے مقام پر آج جان باز پورہ ایک چھوٹا سا گاؤں آپ کے نام پر آباد ہے۔

آپ نے سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی تبلیغ و ترویج میں بڑی جانفشانی فرمائی اور بے شمار مخلوق کو فیض یاب کیا۔ اتوار ۲۲ ربیع الثانی ۸۴۲ ہجری (مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۴۳۸ عیسوی) کو آپ کا وصال ہوا' مزار پر انوار خانپورہ (کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے۔

سید محمد امین منطقی بیہقی المعروف میر بابا ریشیؒ : صاحب "شباب کشمیر" مولانا محمد دین فوق لکھتے

marfat.com

ہیں کہ آپ سید محمد حسن منطقی کے صاحبزادے تھے اور یہی وہ بچہ تھا جس کو آپ نے بڈھ شاہ کو بطور تبرک دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کا نام محمد امین رکھنا۔ بڈھ شاہ کی ایک بیوی لاولد تھی جو خاندان بیہقی کی تھی وہ اس وجہ سے غمگین رہتی۔ یہ بچہ جب بیگم کے سپرد ہوا تو انہوں نے ابتدائی تعلیم خواجہ ہلال رستم سے حاصل کی اور خرقہء خلافت بھی انہیں سے پایا۔ بادشاہ نے بڑی دلجوئی کی اور انہیں ہر وقت اپنے ہمراہ رکھتا۔ آپ کو بطریق اویسیہ بھی فیض باطنی حاصل ہوا' مخدوم شیخ حمزہؒ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک مخالف فرقہ نے آپ کو ۸۸۹ ہجری (۱۴۸۵عیسوی) میں شہید کر دیا' مرتے وقت یہ شعر آپ نے پڑھا۔

من ہم آں رند جہاں گرد مسیحا نفسے   کہ من ایں ہر دو جہاں را نہ شمارم بہ خسے

"ریشی" یا "ننده ریشی" بابے

ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی کشمیر کی تاریخ موسومہ "کشیر" میں لکھتے ہیں: راجپوتوں کے دو بڑے قبیلے جو بارہ مولہ اور کوہالہ کے درمیان دریائے جہلم کے کنارے آباد ہیں سلطان زین العابدین کے عہد حکومت میں مسلمان ہوئے۔ حضرت علی ہمدانیؒ اور ان کے صاحبزادے اور رفقائے کار کی سرگرمیوں نے کشمیر میں ہلچل پیدا کر دی تھی اور اب مقامی اولیا اور مبلغین کا ایک ایسا گروہ برسرپیکار آیا جنہیں "بابا" یا مسلمان "رشی" (یا ریشی) کہتے تھے۔ یہ لوگ نہایت سادہ زندگیاں بسر کرتے اور ہندو اور مسلمان دونوں انہیں نگاہ احترام سے دیکھتے۔ ہندو انہیں ننده ریشی کہتے ہیں' ان میں سب سے زیادہ شہرت شیخ نور الدین ولیؒ نے پائی جو تمام ریشیوں کے مرشد تھے۔

شیخ العالم نور الدین ولیؒ

آپ خطہء کشمیر کے سب سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے غار میں چلہ کشی کی۔ چالیس سال غار میں معتکف رہے اس عرصہ میں صرف کانسی کے پتوں سے دس دن کے بعد روزہ افطار کرتے۔ آپ راجگان کشتوڑ کے خاندان سے تھے جو ہندو تھے' والد بزرگوار "سلار سز" یا سمین ریشی بزرگ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے جنہوں نے ان کا نام سلار دین ریشی رکھا۔ وہ ۷۷۹ ہجری (۱۳۷۷عیسوی) میں کیموہ قصبہ (کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ شیخ العالم کی والدہ کا نام سدرہ مانجی (ماں جی) تھا جو راجہ کشتواڑ کی صاحبزادی تھیں' آپ نہایت نیک اور زاہدہ تھیں۔ حضرت نور الدین ولیؒ کی ولادت کی پیش گوئی اس وقت کی ایک عارفہ نے دی جن کا نام للہ تھا' انہوں نے فرمایا: سدرہ ماں جی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو مادر زاد ولی ہو گا چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو پانچ دن تک دودھ نہ پیا۔ پانچ دن بعد للہ عارفہ کا ادھر سے گزر ہوا وہ آپ کے پاس آئیں اور آپ کو دودھ پلانے لگیں تو آپ نے پی لیا۔ پھر للہ عارفہؒ نے آپ کو مخاطب ہو کر کہا: تم کو شرم نہیں آتی میں تمہاری ماں تو نہیں' اپنی ماں کا دودھ پیو' چنانچہ اس ارشاد کے بعد آپ اپنی ماں کا دودھ پینے لگے۔

بحوالہ "تواریخ اعظمی" آپ سید میر محمد ہمدانیؒ بن امیر کبیر ہمدانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے حج پر تشریف لے جانے کے بعد میر سید حسین سمنانی شیخ بہاء الدین کشمیری و شیخ سلطان پکھلی حاجی بابا ادھم کشمیری سے بھی ظاہری و باطنی علوم کا اکتساب کیا۔ کشمیر میں مناجات سوز و گداز سے پڑھی تو

marfat.com

آپ کے خلیفہء خاص بابا نصیر الدینؒ ریشی نے عرض کی کہ حضرت کوئی آخری آرزو ہو تو ارشاد فرمائیں تو کہا: میری آرزو اللہ اور اس کے رسول ہیں غیر اللہ سے مجھے کوئی واسطہ نہیں پھر تین دفعہ حق حق حق کا نعرہ مارا اور جان دے دی۔ وفات ۸۴۳ ہجری (۱۴۳۸ عیسوی) میں بعہد سلطان زین العابدین ہوئی مزار سرینگر کے قریب چرارِ شریف میں ہے۔ صاحب "اولیائے کشمیر" نے آپ کے چند اشعار مناجات لکھے ہیں :

لوک چیار لراوئم منزل غفلتس   ویں پیام ثرت گریک وزنوں
بڈھنہ سودا کیاہ عبادتس
ہاکاوَ گراوَ تس تس حضرتس   عرضن میاہن کرو ستخط
ننده ریشوں تھا وز نہ انده جنتس

اردو ترجمہ : جوانی غفلت اور آوارگی میں گزری ابھی ہوش آیا جیسے زخم پر نمک پڑتا ہے۔ اگر بوڑھا ہو کر عبادت کرنے لگا تو اس کا کیا فائدہ؟ اے ہوا میری عرض لے جا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کر کہ میری عرض پر دستخط کریں تاکہ میں جنت کی ہوا سے دور نہ رہوں۔

صاحب "اولیائے کشمیر" نے حضرت (نور الدین ولیؒ) کا ختم شریف حسب ذیل درج کیا ہے :

درود شریف ہزارہ	سورہ فاتحہ	سورۃ اخلاص	تسمیہ	شیاً للہ یا حضرت نور الدین ولی صاحب المدد
۱۰۰ بار	۱۰۰ بار	۷۷ بار	۱۰۰ بار	۱۰۰ بار

آپ کے خلیفہ بابا داؤد خاکیؒ نے آپ کی منقبت میں جو اشعار لکھے ان میں سے تین شعر ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

شیخ نور الدین ریشی' پیر جمیع ریشیاں   زاہدے خوش بود با حق داشت بسیار اشتغال
بود با تجرید و تفرید اہل صوم دہر نیز   تارک لحم و بصل' شیر و عسل' بسیار سال
صاحب کشف و کرامت بود و نطق خوب داشت   ہم اویسی بود گفت ایں داؤدی صاحب مقال

آپ کا سلسلہء طریقت : بابا نور الدین ولیؒ مرید و خلیفہ میر محمد ہمدانیؒ عن امیر کبیر سید علی ہمدانی کبرویؒ عن تقی الدین علی دوسی سمنانیؒ عن رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کبرویؒ عن نور الدین عبدالرحمٰن اسفرائیؒ عن جمال الدین جور جانی کبرویؒ عن رضی الدین لالہ کبرویؒ عن حضرت مجد الدین بغدادیؒ عن حضرت نجم الدین کبریٰ شیخ الکل سلسلہ کبرویہ فردوسیہ۔

سخی بابا نجم الدین ریشیؒ : آپ خواجہ مسعود نروریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ منازل سلوک طے کرنے کے بعد موضع خوشی پورہ میں قیام پذیر ہو گئے' کچھ عرصہ مرشد کے حکم سے کوہ ماراں (کشمیر) کے زیرِ دامن موضع شاہ کوٹ میں سکونت اختیار کی۔ آپ پر وجد و تفرید کی کیفیت اکثر طاری رہتی تھی' بادشاہ وقت' امراء اور منصب دار آپ کے بڑے معتقد تھے' وصال ۱۰۷۳ ہجری (۱۶۶۳ عیسوی) میں ہوا۔ مزار پر انوار موضع خوشی پورہ کشمیر میں ہے۔

شیخ محمد شریف کبروی المشہور "بشوک بابا" : آپ سرینگر کے رہنے والے تھے دفعتاً حالت

marfat.com

استغراق طاری ہو گئی اور دنیا سے لا تعلق ہو کر بیابان میں چلے گئے۔ ابتدائی کیفیت میں لوگوں نے سمجھا کہ دیوانہ ہو گئے ہیں مگر کچھ عرصہ بعد خواجہ مسعود نروری سہروردیؒ کی خدمت میں لے گئے آپ نے اپنے حجرۂ خاص میں طلب فرما کر باطنی نگاہ سے کیفیت بدل دی مرید کیا اور عبادت میں مشغول کرا دیا تکمیل باطنی فرمانے کے بعد اپنے باقی مریدوں کی تربیت بھی آپ کے سپرد کر دی۔ مرشد کے وصال کے بعد آپ مسند نشین ہو گئے اور اکثر پیر و مرشد کی جدائی میں کشمیری اشعار پڑھا کرتے اور وجد میں آ کر رقص کرنا شروع کر دیتے۔ آپ کے ایک برادر طریقت نے کہا کہ ہمارے سلسلہ کبرویہ سہروردیہ میں یہ حالت وجد نہیں ہے' آپ نے فرمایا: "بشوک مرد روا است" یعنی "بہ شوق" کو "بہ شوک" کہا۔ اس وجہ سے عرف عام میں "بشوک بابا" مشہور ہو گئے۔ "تواریخ بہاء الدین متو" کے مطابق ۲۰ یا ۲۱ محرم ۱۰۲۷ ہجری (۱۶۱۸ عیسوی) کو وصال ہوا۔ مزار سرینگر کے محلہ نرور مرشد کے قریب واقع ہے۔

بابا لالہ ریشیؒ : آپ بخی بابا نجم الدین ریشیؒ کے بھانجے مرید اور خلیفہ تھے' اپنے وقت کے اکابر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں صائم الدہر' قائم الیل اور متقی و زاہد تھے۔ صاحب "تواریخ اعظمی" خواجہ محمد اعظم دیدہ مری لکھتے ہیں کہ میرے والد خواجہ خیر الدین الملقب خیر الزمان کو بچپن سے زبان میں اس قدر لکنت پن تھا کہ اچھی طرح بات بھی نہ کر سکتے تھے' انہیں حضرت بابا لالہ ریشیؒ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ بچے کو دو ہفتے متواتر میرے پاس لاؤ' چنانچہ دو ہفتے متواتر حاضر خدمت ہوتے رہے۔ حضرت نے ان دو ہفتوں کے دوران ان کے حال پر ظاہرا" کوئی توجہ نہ فرمائی۔ آخر چودھویں دن اپنی بچی ہوئی روٹی میں سے ایک ٹکڑا میرے والد کو دیا' جب انہوں نے کھایا تو لکنت بالکل جاتی رہی۔ بابا لالہ ریشی کا وصال (۱۶۹۴ عیسوی) ۱۱۰۵ ہجری میں ہوا' مزار شریف موضع دو کر پورہ کشمیر میں ہے۔

شیخ عبد الرحیم کبرویؒ : آپ کشمیری ہندوؤں میں سے تھے اور بابا نجم الدین ریشیؒ کے ہاتھ پر اسلام لائے کچھ عرصہ ان کے زیر تربیت رہے اور منازل سلوک طے کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بابا نجم الدین ریشیؒ کے وصال کے بعد "شمس الدین کبرویؒ" کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔ وصال ماہ شوال ۱۱۲۰ ہجری (جنوری ۱۷۰۹ عیسوی) کشمیر میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

مرزا حیات بیگ کبرویؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ میر محمد کبرویؒ کے خلفا میں سے تھے' شیخ آدم بنوری نقشبندیؒ سے بھی فیض حاصل کیا شریعت اور طریقت کی تعلیم و تلقین سے کثیر خلقت کو فیض یاب کیا۔ آپ کی مجلس اس قدر پر تاثیر اور عشق کے ذوق و شوق سے معمور ہوتی کہ جو شخص آتا مدہوش ہو جاتا اور اٹھنے کا نام نہ لیتا۔ وصال ماہ ذوالحج ۱۱۳۰ ہجری (نومبر ۱۷۱۸ عیسوی) میں ہوا' مزار باغ حسین آباد میں ہے۔

بابا شکور الدین ریشیؒ : آپ بابا زین الدین ریشیؒ کے مرید اور خلیفہ اور بابا رجب الدین ریشیؒ کے بھائی تھے' اصل نام شکور میر تھا بڑے صاحب جلال و کمال بزرگ تھے ہمیشہ باغات میں پھرا کرتے' سلطان زین العابدین کے عہد میں پیدا ہوئے اور سلطان محمد شاہ کے آخری عہد میں فوت ہوئے' مزار جمیل دیر میں ہے۔

marfat.com

بابا دریا دین ریشیؒ : آپ بابا زین الدین ریشیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے' بابا شکور دینؒ' بابا بام دین ریشیؒ' بابا حنیف الدینؒ اور شیخ شمس الدین ریشیؒ کے ہم صحبت رہے۔ اکثر مست الست رہتے اور تمام عمر غار میں گوشہ نشین رہے' ایک دفعہ آپ کے خدام کا سامان چوروں نے لوٹ لیا اور جب وہ وہاں سے چل پڑے تو خدام نے آکر عرض حال کیا۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی' ان لٹیروں کی بینائی سلب ہو گئی اور واپس آکر انھوں نے مال واپس کر دیا اور تائب ہو کر آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔ وفات سے پہلے آپ نے فرمایا کہ میں چالیس دن کا چلہ عبادت الٰہی میں گزارنا چاہتا ہوں کسی کو اجازت نہیں کہ میری عبادت میں خلل ڈالے' جب چالیس دن پورے ہو جائیں تو پھر میری فاتحہ پڑھ کر تقسیم کر دینا چنانچہ جب چلہ پورا ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ وہاں نہیں تھے۔ بطور الہام آپ نے کسی مرید صادق کو فرمایا کہ یہاں ہی میری تربت بنادی جائے۔ مزار شریف کشمیر میں چل پھک میں واقع ہے۔

بابا سینگی ریشیؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ بابا دریا دین ریشی کے مرید و خلیفہ تھے۔ تمام عمر غار نشین رہے' زعفران کاشت کر کے روزی حاصل کرتے' صائم الدہر' قائم اللیل اور بلند پایہ درویش تھے۔ مزار شریف پان پور میں ہے۔

مخدوم حمزہ کشمیری سہروردیؒ : آپ کو چونکہ اولیائے کشمیر کے "یکے از شیخان کل" بھی کہا جاتا ہے لہٰذا یہاں ہم آپ اور آپ کے سلسلہ کے مابعد کے چند مشہور اولیائے کرام کا شجرہ طریقت درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو یوں ہے :

مخدوم سید عبدالوہاب بخاری اوچی سہروردی مرید و خلیفہ راجن قتالؒ

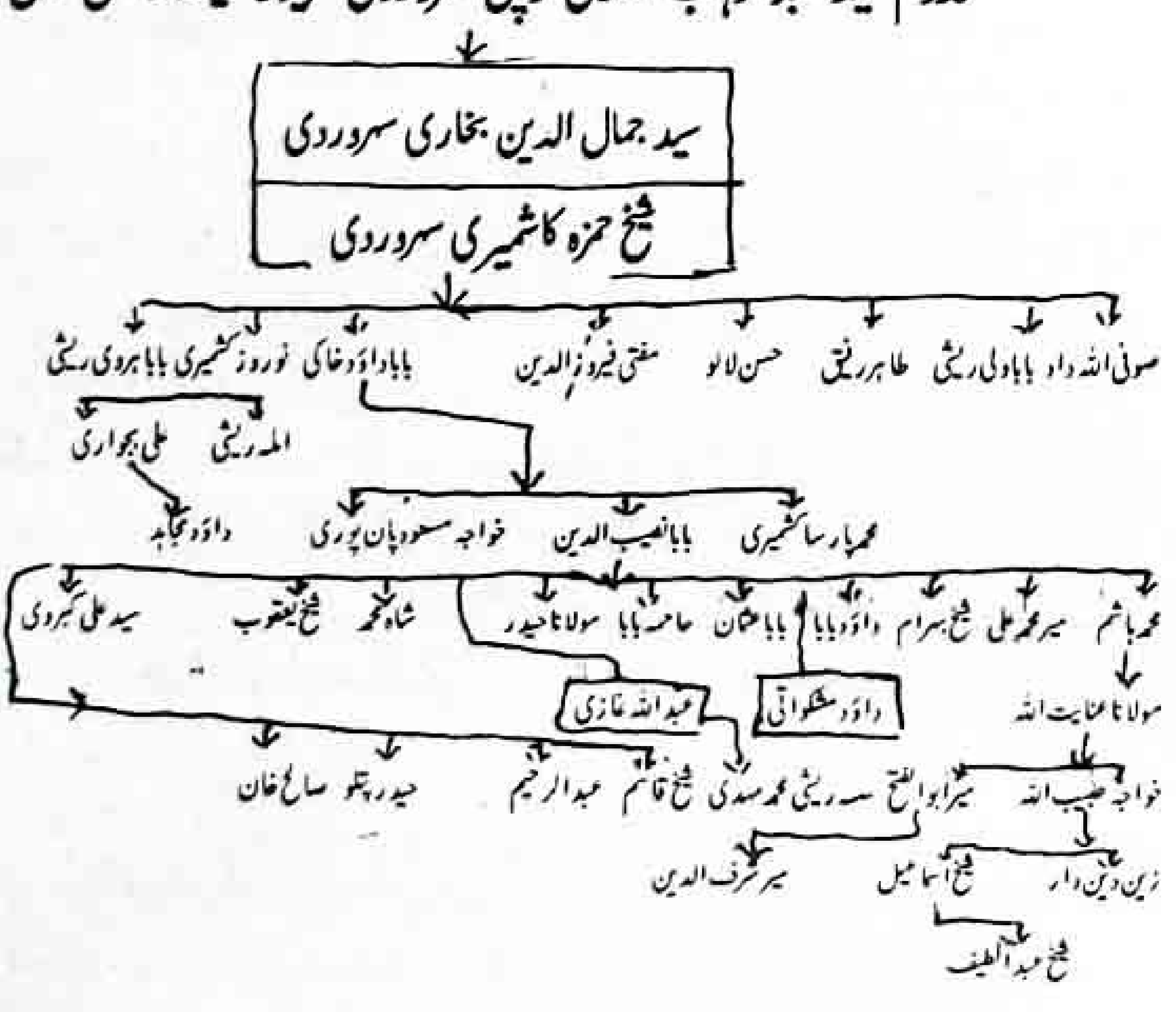

marfat.com

مخدوم شیخ حمزہ کشمیری سہروردیؒ

آپ پرگنہ رینہ کرہ کے رہنے والے تھے، بچپن میں ہی جذبۂ عشق ربانی سے سرشار شہر کے قریب دامن کوہ میں معتکف ہو گئے۔ آپ کا نسبی تعلق مول چند بنسی خاندان سے ہے والد بزرگوار کا نام ملک عثمان رینہ تھا آپ کا خاندان حضرت بلبل شاہ سہروردیؒ کے دست مبارک پر اسلام لایا۔ شجرہ نسب یوں ہے: شیخ حمزہ رینہ بن ملک عثمان بن زیتی رینہ بن ملک جہانگیر رینہ بن موسیٰ رینہ بن ملک احمد ریتو رینہ بن سنجر رینہ بن ہمت رینہ بن چندر عرف رام چندر رینہ۔ آپ سلطان محمد شہاب الدین احمد کے عہد میں ۹۰۰ ہجری (۱۴۹۵ عیسوی) میں تجر پرگنہ اوتر مچھی پورہ میں پیدا ہوئے۔ رینہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رینہ "مدار المہام" کو کہتے ہیں یہ زمانہ راجہ سہ دیو کا تھا جسے سہ پٹ بھی کہتے ہیں۔ جب ذوالقدر خان نے ملک پر غلبہ پایا تو وہ کشتواڑ بھاگ گیا اس کے بعد اس کے وزیر رام چندر نے حکومت سنبھال لی جسے ازاں بعد رچن شاہ نے قتل کر دیا اس کے بیٹے لادرن کو وزیر بنایا اور جب وہ مسلمان ہو گیا تو اسے "رینہ" کے خطاب سے نوازا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اور قرآن مجید بھی وہیں حفظ کیا، فقہ اور ادب کی تعلیم کے لئے سری نگر آ گئے یہ زمانہ بروی خاندان کے ایک مشہور بزرگ حضرت اسمٰعیل برویؒ کا تھا انہوں نے دارالشفاء کے نام سے ایک مدرسہ کوہ ماراں سری نگر کی شمال مشرقی حدود میں قائم کر رکھا تھا جہاں علم و ادب کے دوش بدوش سلوک کے درس بھی دیئے جاتے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے تفسیر فقہ اور ادب کی تعلیم مکمل کر لی۔ آپ فرماتے ہیں: "خداوند کریم نے مجھ پر بچپن ہی سے دو اوصاف ودیعت کئے تھے، ایک یہ کہ جب بھی ہمارے گھر میں کوئی صوفی منش بزرگ وارد ہوتا تھا تو میں ہر کام اور لہو و لعب سے دست کش ہو کر اس صوفی کے پاس بیٹھ جاتا اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتا۔ گھر کے سب افراد درویشوں کے ساتھ میری محبت و میلان طبع پر حیران ہوتے۔ دوسری صفت یہ کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا بلکہ اگر کسی کے متعلق مجھے شک گزرتا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو میرے دل میں اس کے لئے نفرت پیدا ہو جاتی میں اس کذاب کا مقابلہ کرنے پر اتر آتا اور اسے برا بھلا کہتا۔

بقول آپ کے خلیفۂ مجاز بابا داؤد خاکیؒ: ابھی آپ بچے ہی تھے کہ ایک دن آپ کے والد بابا عثمان کی بھیڑ بکریوں کا نگہبان چرواہا مردہ بھیڑ کا سر کاٹ کر بابا عثمان کے پاس لے آیا اور اسے مذبوحہ ظاہر کیا تاکہ لنگر خانہ کے کام آئے اتنے میں حضرت مخدوم حمزہؒ آ گئے۔ آپ کو باطنی طور پر صحیح صورت حال کا علم ہو چکا تھا، آپ نے چرواہے کو علیحدہ بلا کر پوچھا تو وہ شرمندہ ہو کر التجا کرنے لگا کہ حضرت میری پردہ پوشی فرمائیں اور مجھے بابا عثمان کے عتاب سے بچائیں حضرت مخدوم ادھر ادھر گھومتے ہوئے لنگر خانہ میں داخل ہوئے اور گوبر کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اس دیگ میں ڈال دیا جس میں گوشت پک رہا تھا نتیجۃً "وہ گوشت پھینک دیا گیا۔

ایام شیر خوارگی میں جب آپ کی والدہ محترمہ کے دودھ میں کمی آ گئی تو مجبوراً دودھ پلانے والی عورت کو بلایا گیا مگر حضرت شیخ حمزہؒ نے دو ہفتے تک اس اجنبی عورت کے دودھ کو منہ تک نہ لگایا گھر والے بہت متفکر ہوئے کہ بچہ بغیر دودھ پئے زندہ کیسے رہے گا مگر خدا کی قدرت کہ آپ کی نشوونما میں

marfat.com

کوئی فرق نہ آیا۔ جب آپ کے دودھ نہ پینے کے متعلق تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ عورت اپنی چار ماہ کی لڑکی کو چھوڑ کر اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر چلی آئی تھی۔ حضرت مخدومؒ نے اپنی کم سنی کے واقعات سناتے ہوئے فرمایا: بچپن کے زمانہ میں خانقاہ ملک شمس چک میں میری کم عمری کی وجہ سے ایک مرد صالح کو میرے حجرے کا ساتھی بنایا گیا' یہ مرد صالح ہمیشہ نصف شب اٹھ کر سورہ کہف کی تلاوت کرتا تھا میں بھی خواب غفلت چھوڑ کر وضو کرتا اور قرآن شریف سنتا رہتا۔ ایک دن میں نے اس بزرگ سے کہا کہ آپ جو سورہ شریف رات کو اٹھ کر پڑھتے ہیں وہ مجھے ساری کی ساری یاد ہو گئی ہے۔ وہ بہت حیران ہوا میں نے انہیں امتحان لینے کے لئے کہا' اس نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر سنا تو یہ جان کر حیران ہوا کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے مجھے ساری سورت ازبر ہو گئی تھی۔ ابتدائی ایام میں اگر میں کسی رات کو نماز تہجد پر بیدار نہ ہوتا تو کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا یا زنجیر در ہلاتا اور زور زور سے پکارتا اور کہتا: "اے بابا حمزہ! اٹھو دیر ہو گئی' اٹھ اور وضو کر کے نماز ادا کر۔" گاہ گاہ مجھے خواب میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہء کرام کی زیارت سے مشرف فرمایا جاتا اور حضور علیہ السلام مجھے نصائح سے سرفراز فرماتے۔ بچپن ہی سے غار میں معتکف ہو کر اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہو کر فرمایا: "تم میرے معنوی فرزند ہو" اور فیوض باطنی سے مالا مال فرما دیا بحوالہ "تواریخ اعظمی" حضرت مخدوم کو لڑکپن کی عمر میں ہی عبادت میں ایسا استغراق حاصل ہو گیا کہ کسی دنیا دار سے نہ ملتے اور اویسی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی پیدا ہوئی کہ "فنا فی الرسول" ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے تحت جب حضرت سید جمال الدین بخاریؒ سہروردی کشمیر میں تشریف لائے تو یہ بھی حضور علیہ السلام کے فرمان کے تحت دیدہ مری کی خانقاہ میں ان سے ملاقی ہوئے۔ بیعت اور خرقہء خلافت کے بعد پیر و مرشد نے انہیں فرمایا: اگر طالب صادق پیش آید اورا دستگیری کن و ایں ودیعت را بہ او برساں (اگر سچا ذوق رکھنے والا یعنی طالب صادق تمہارے پاس آئے تو اس کا ہاتھ تھامنا اور روحانیت سے اسے فیض یاب کرنا) آپ کے مرشد حضرت مخدوم عبدالوہاب بخاریؒ اوچی ثم دہلوی کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے اور انہیں کے مرید و خلیفہ تھے انہوں نے (۱۵۴۱ عیسوی) ۹۴۸ ہجری میں دہلی میں وصال فرمایا۔ مخدوم وہابؒ کے بڑے بھائی ۹۳۲ ہجری (۱۵۲۶ عیسوی) میں فوت ہوئے۔ حضرت میر سید جمال الدینؒ کے حالات میں "جمال عرفان" نامی کتاب معرض تحریر میں آئی' آپ کے حقیقی بھائی نے قرآن حکیم کی تفسیر صوفیانہ انداز میں لکھی ہے اور ایک کتاب "شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" آپ کی تصنیف ہے حضرت کا شجرہ نسب یوں ہے: حضرت میر سید جمال بخاری سہروردی مرید و خلیفہ عن حامی سید عبدالوہاب بخاری عن سید صدر الدین راجن قتال بن سید احمد کبیر بخاری اوچی عن سید جلال الدین بخاری اوچی المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ۔

اعتکاف غار میں عبادت و ریاضت کی کثرت نے آپ کی روح کو اس قدر لطیف بنا دیا کہ بواسطہ اویسی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے استفاضہ کرتے تھے۔ ابھی بیعت نہیں تھے اس لئے پیرو مرشد کے حصول کی التجا کرتے آخر غیب سے ندا آئی کہ تیرا مرشد طریقت خود

marfat.com

تیرے پاس آئے گا چنانچہ حضرت سید جمال بخاریؒ دہلی سے تشریف لے آئے تو اشارۂ باطنی کے تحت ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ نہایت ہی بلند مرتبہ درویش کامل تھے' سماع و مزامیر سے بے تعلق رہے' نابینا' مفلوج اور مصروع ہر قسم کے بیمار حاضر ہو کر شفایاب ہوتے۔ آپ کے خلیفۂ اعظم بابا داؤد خاکیؒ اپنی تصنیف "وردالمریدین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ مراتب ابدالی رکھتے تھے اور آپ کو تمام سلاسل سے اجازت تلقین حاصل تھی۔ آپ نے بہ عہد علی شاہ چک آخری چہار شنبہ ۹۸۴ ہجری ۲۴ صفر (۲۳ مئی ۱۵۷۶ عیسوی) بمقام سرینگر وصال فرمایا' مزار مبارک قلعہ ہری پربت کوہ ماراں پر ہے۔ بابا داؤد خاکیؒ علامہ فیروز الدین مفتیؒ شیخ نوروز کشمیریؒ بابا روپی رشیؒ اور علی رینہ آپ کے اعظم خلفا میں سے ہیں۔

صاحب "اولیائے کشمیر" کے مطابق ختم شریف شیخ حمزہ مخدومیؒ یوں ہے :

درود شریف ہزارہ' سورہ فاتحہ' سورہ اخلاص' کلمہ استغفار' کلمہ تمجید' اسم اعظم کلمہ طیب' یا اللہ یا رحمن یا رحیم' خذ بیدی شیئا" للہ یا حضرت سلطان شیخ حمزہ مخدومی رحمتہ اللہ علیک المدد' یا وہاب یا تواب یا کریم' درود شریف ہزارہ ہر ایک کلمہ اکتالیس بار پڑھنا ہے۔

بابا داؤد خاکی سہروردیؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر (اور مجلہ سہرورد شمار نمبر ۳) آپ سرینگر کے گنائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ پیدائش ۹۲۷ ہجری مطابق (۱۵۲۱ عیسوی) میں ہوئی۔ ملا یعقوب صرفی سہروردیؒ کے خالہ زاد بھائی تھے' ابتدائی تعلیم سید شاہ اسماعیل ہمدانی سے مدرسہ محلہ علاء الدین پورہ (نزد خانقاہ معلی) میں حاصل کی۔ قرآن مجید اخوند ملا بصیرؒ سے (جو اپنی مسجد خندہ بون نواکدل میں سکونت رکھتے تھے) سے حفظ کیا ملا بصیر کوہامیؒ کے ہم عصر مولانا میر رضی الدین (جو کہ محلہ قطب الدین پورہ بمقام لنگر ہٹہ متصل صراف کدل بر کنارہ دریا دارالعلوم کے صدر مدرس اور متولی تھے) علم و ادب اور عمل کی تعلیم حاصل کی بحوالہ "خوارق السالکین" آپ نے علم الاحادیث کی تکمیل حضرت شیخ یعقوب صرفی سہروردیؒ سے کی' علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر شاہ کشمیر کے اتالیق مقرر ہوئے۔ مزید بر آں سید احمد کرمانیؒ محمد مخدوم قادریؒ اور میر اسمٰعیل شامی قادریؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق مخدوم حمزہ کشمیریؒ کے مرید ہوئے تو دنیا کو ترک کر کے ان کے غلاموں میں شامل ہو گئے گھاس کا جوتا پہنے کمر باندھے اور دامن سمیٹے حضرت کی سواری کے آگے آگے دوڑتے تھے۔ شیخ سے عقیدت و محبت کا یہ عالم ہوا کہ "فنا فی الشیخ" ہو گئے۔ ورد المریدین اس کی شرح دستور السالکین' قصیدہ جلالیہ اور "رسالہ عالیہ" تصنیف فرمائے۔ آپ امام اعظم ثانی کے لقب سے مشہور ہوئے اپنے پیران طریقت کے مزارات کی زیارت کے لئے ملتان اور اوچ کا سفر کیا۔ چک قوم کے شاہ کشمیر نے جب موسیٰ کشمیریؒ کو شہید کردیا تو آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ علی الاعلان پکار کر فرمایا : "حالا سلطنت ملک چکاں آخر رسید و ظالمان خود بیخ خود ازیں ملک بر کندیدند تا وقتیکہ بیخ ایشاں کندہ نہ شود ماندن کشمیر بر ما حرام است" (یعنی اب سلاطین چک کی حکومت ختم ہوئی۔ ظالموں نے اپنی جڑ اس ملک سے خود اکھیڑ ڈالی' جب تک اس ملک سے ان کی جڑ نہیں کٹتی میرا یہاں رہنا حرام ہے) چنانچہ اپنے چند معتمد ساتھیوں کے ہمراہ ملتان' اوچ اور دہلی کے اپنے پیران طریقت کے مزارات

marfat.com

پر حاضری دے کر شہنشاہ اکبر کے دربار میں پہنچے اور سلاطین چک کے مظالم کے خلاف فریاد کی جس پر جرنیل مرزا محمد قاسم خان کی سرکردگی میں ایک عظیم لشکر کشمیر پر قبضہ کے لئے بھیجا گیا۔ یہ ۹۹۴ ہجری تھا (مطابق ۱۵۸۶ عیسوی) حضرت بھی اس فوج کے ہمراہ آئے اور اسی سال وفات پا گئے۔ پہلے آپ کو اسلام آباد کشمیر میں دفن کیا گیا۔ لیکن آپ کے ارادتمند ازاں بعد آپ کا جسد اطہر وہاں سے نکال کر سرینگر لے آئے اور انہیں حضرت حمزہ کشمیری کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کے خلفا میں مسعود پان پوری، محمد یار ساکشمیری اور بابا نصیب الدین غازی بڑے مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔

شیخ نوروز ریشیؒ : آپ سلطان کشمیر کے امراء میں سے تھے اور بڑے ظالم و جابر مشہور تھے۔ سیر شکار کے لئے ایک دن نکلے تو جنگل میں ایک جگہ شیخ نیک ریشیؒ کا آستانہ تھا جو سلسلہ کبرویہ کے ایک بہت بڑے ولی تھے۔ آپ لشکر کو چھوڑ کر درویش کے حالات کا مشاہدہ کرنے کے لئے ان کے نزدیک چھپ کر جا بیٹھے اور خیال کیا کہ شیخ ان کے حال سے بے خبر ہوں گے۔ شیخ ریشی کے گرد جنگلی درندوں جانوروں اور پرندوں کا ایک جم غفیر اپنی اپنی خوراک کھا رہا تھا جو شیخ نے مہیا کیا ہوا تھا' اتفاقاً" ایک ریچھ نے گیدڑ کی خوراک کے حصے پر ہاتھ بڑھایا۔ گیدڑ نے حضرت شیخ کی خدمت میں فریاد کی' آپ نے ریچھ کو ڈانٹ کر فرمایا: "ظاہرا" نوروز ظالم کے جنگل میں آنے کا اثر تجھ پر پڑا ہے کہ تو نے گیدڑ کے مال پر دست درازی کی ہے اور تو خدا سے نہیں ڈرا" نوروز نے جب یہ کلمات سنے تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بڑے عجز و انکسار اور ذوق و شوق سے حاضر ہو کر توبہ کی۔ اس کے بعد تارک الدنیا ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ شیخ کی زندگی تک ان کی خدمت میں مصروف رہے' انکے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے آخر جب مخدوم حمزہ کشمیریؒ کی شہرت سنی تو پیری چھوڑ کر آپکی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور مقامات سلوک طے کرنے کے بعد خرقہء خلافت پایا۔ بحوالہ "خزینۃ الاصفیاء" (۱۵۸۰عیسوی) ۹۸۸ ہجری میں وصال پایا' مزار شریف کشمیر میں مرجع ء خلائق ہے۔

بابا روپی ریشیؒ : بحوالہ "خزینۃ الاصفیا" آپ مخدوم حمزہ کشمیریؒ کے اکابر خلفا میں سے تھے۔ ان کی خدمت میں تھوڑی سی مدت میں ہی منازل سلوک طے کر لیں۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ ایک سو نو سال تک صائم الدہر اور گیارہ سال تک صائم رہے' وفات کے دن بھی روزہ تھا اور اسی حالت میں دنیا سے کوچ فرمایا۔ سوائے ایک خرقہء پشمینہ کے اور کچھ سامان دنیا نہ تھا۔ "تواریخ اعظمی" کے مطابق آپ کی وفات (۱۶۱۵ عیسوی) ۱۰۲۴ ہجری میں ہوئی' مزار شریف کشمیر میں محلہ کدل میں ہے۔ بابا نصیب الدین ریشیؒ بھی اکثر اوقات حاضر خدمت ہو کر فیض یاب ہوتے رہے۔

علامہ فیروز الدین مفتی کشمیریؒ : بحوالہ "خزینۃ الاصفیا" آپ کشمیر کے جید عالم و بزرگ تھے' کشمیر کے گنائی خاندان سے تھے' جوانی میں حرمین شریفین پہنچے' حج کیا اور روضہء نبوی علیہ السلام کی زیارت کے بعد بدایون آئے۔ علوم ظاہری کی تحصیل میں کوشاں ہوئے مگر کامیابی نہ ہوئی' زہے قسمت ایک دن حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی ان سے دلی خواہش عرض کی جنہوں نے چالیس دن آکر تعلیم دی اور علم فقہ' حدیث و تفسیر میں کمال حاصل کر لیا۔ آپ کے علم و فضل کی جب شہنشاہ اکبر کو خبر ہوئی تو اس نے دربار میں بلوا کر بڑی عزت و تکریم کی۔ دہلی سے کشمیر واپس آ گئے اور مفتی اعظم مقرر

marfat.com

ہوئے اور کمال دیانت سے احکام شریعت نافذ کئے باطنی تعلیم کے لئے مخدوم حمزہ کشمیریؒ کے مرید ہو کر خرقۂ خلافت پایا۔ حسین شاہ والیٔ کشمیر کے عہد میں شیعہ فرقے کے ہاتھوں ۹۷۳ ہجری (۱۵۶۵ عیسوی) میں شہید ہوئے' اس وقت آپ کی عمر ستر سال تھی' مزار شریف سرینگر میں ہے۔ آپکے بعد آپکے فرزند علامہ عبدالوہاب مفتی مقرر ہوئے وہ کئی کتابوں کے مصنف و مولف تھے۔

بابا قدس المعروف ہروی ریشی سہروردیؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ مادر زاد ولی تھے اور قبیلہ آہن گراں سے تعلق رکھتے تھے آپ کے متعلق شیخ نور الدین ولی ریشیؒ المتوفی (۱۴۳۸ عیسوی) ۸۴۸ ہجری نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میرے سو سال بعد ایک بزرگ پیدا ہوں گے جو مادر زاد ولی ہوں گے۔ بچپن سے ہی آپ کو اللہ تعالیٰ کی لو تھی اور بطریق ریشی ذکر و شغل میں معروف رہتے۔ ریشی درویش آبادیوں سے دور بیابانوں' جنگلوں اور غاروں میں انتہائی خلوت پسند ہو کر نفس کشی کرتے ہیں اور پرہیز جلال و جمال بدرجہ اتم کرتے ہیں یہ سلسلہ کبرویہ اور سہروردیہ ہے' گو ابتدائے حال میں بظاہر کسی سے بیعت نہیں کی تھی مگر پھر بھی تمام رات قیام اور دن ریاضت و عبادت میں گزارتے۔ خلق محمد اور مہمان نوازی غایت درجہ کی تھی۔ بحوالہ "تواریخ اعظمی" آپ کے بچپن کے زمانے میں ایک مہمان آپ کے ہاں آیا آپ کی والدہ ماجدہ مہمان کے کھانے کے لئے بازار سے ایک چھوٹی مچھلی خرید کر لائیں اور طشت میں رکھ دی۔ اتفاقاً ایک چیل آئی اور مچھلی لے گئی والدہ نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے معصومانہ انداز میں فرمایا: رزق دینے والے نے اگر یہ مچھلی ہمارے مقدر میں رکھی تھی تو چیل کیوں لے گئی؟ ابھی یہ بات ہوئی تھی کہ چیل دفعتاً اڑتی ہوئی آئی اور وہ مچھلی واپس طشت میں رکھ کر اسی طرح اڑتی چلی گئی۔

حضرت ہرویؒ نے پچھلی عمر میں حضرت مخدوم حمزہ کشمیری سہروردیؒ سے بیعت فرمائی تھی اور ازاں بعد خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا' آپ کے کمالات اور خوارق کا تذکرہ بابا داؤد خاکی سہروردی نے اپنی کتاب "وردالمریدین" میں کیا ہے۔ آپ کا وصال (۳۰ دسمبر ۱۵۷۸ منگل) یکم ذی قعد ۹۸۶ ہجری میں ہوا' مزار پر انوار کشمیر میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

خواجہ طاہر رفیق آشائی کشمیریؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ خواجہ ابراہیم کے فرزند ارجمند تھے' عین شباب میں بزازی کا کام کرتے تھے۔ پھر اس پیشہ کو ترک کر کے کھیتی باڑی شروع کر دی' جو کچھ حاصل ہوتا محتاجوں اور یتیموں میں میں تقسیم کر دیتے حضرت مخدوم حمزہ کشمیریؒ سے بیعت کی۔ عبادت و ریاضت شاقہ کی اور پیر و مرشد سے خرقۂ خلافت پایا۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے بھی فیض باطنی نصیب ہوا۔ وصال ذی الحج ۱۰۰۱ ہجری (اگست ۱۵۹۳ عیسوی) میں ہوا۔ مزار محلہ کدل کشمیر میں ہے۔

بابا المہ ریشیؒ : آپ کشمیر کے ایک موضع سرہامہ کے ایک کمہار کے فرزند تھے' گاؤں کے بچوں کے ساتھ کھیلنے گئے ایک غار میں بیٹھے تھے کہ ناگہاں غار کے آگے مٹی کا تودا گر گیا اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ آپ کے ساتھی بچے ڈر کر بھاگے اور ان کے گھر والوں کو یہ واقعہ بتایا' آپ وہیں اس غار میں یاد الٰہی میں مصروف ہو کر مست ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد اس غار سے بابا قدس المعروف بابا ہروی ریشیؒ کا گزر ہوا'

marfat.com

آپ کو باطنی طور پر املہ ریشیؒ کی گوشہ نشینی کا علم ہوا چنانچہ آپ نے انہیں غار سے نکال کر سینے سے لگا لیا اور معرفت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ بحوالہ "اولیائے کشمیر" مزار پمپارہ علاقہ کشمیر میں ہے۔

بابا جنتی شاہ مجذوب کشمیریؒ : آپ کا شمار کاملین مجذوبوں میں ہوتا ہے، جو کوئی حاضر خدمت ہوتا اس کے بغیر بتائے اس کے مافی الضمیر کے مطابق اس کی تسلی کر دیتے۔ شیخ حمزہ کشمیریؒ اور بابا داؤد خاکیؒ کے ہم عصر تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے رہے اور مسائل طریقت و حقیقت پر اظہار خیال فرماتے۔ آپ نے اپنے انتقال کی خبر پیشتر ہی دے دی تھی۔ ۹۸۱ ہجری (۱۴۸۶ عیسوی) میں وصال ہوا۔ مزار احاطہ شیخ ہردی ریشیؒ کے پہلو میں ہے۔

شیخ یعقوب صرفی عاصمی سہروردیؒ : آپ خواجہ حسن عاصمیؒ کے فرزند تھے جو کشمیر کے امراء میں سے تھے اور گنائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحب "اولیائے کشمیر" کے مطابق ۹۰۸ ہجری (۱۵۰۲ عیسوی) میں پیدا ہوئے، دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، حضرت مولانا حاجیؒ کے شاگرد مولانا محمد سے تعلیم حاصل کی اور دربار اکبری میں حاجی ثانی کا لقب عطا ہوا۔ روحانی فیض (بطریق اویسیہ) حضرت امیر کبیر ہمدانیؒ سے پایا۔ ازاں بعد سمرقند میں شیخ خوارزمی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور مرشد کامل نے کشمیر میں رشد و ہدایت کے لئے واپسی کی اجازت بخشی اور بے شمار خلق خدا کو فیض یاب کیا۔ دو دفعہ حج کے لئے گئے اور حرمین شریفین میں کئی روحانی پیشواؤں سے فیض حال کیا۔ آخری دفعہ جب واپس آئے تو چک قوم کی حکومت نے سنی مسلمانوں پر قافیۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، شیعہ سنی فسادات کی وجہ سے ملک شورش کا شکار تھا۔ اسی دوران ۹۹۳ ہجری میں قاضی موسیٰ شہید کو علی شاہ چک بادشاہ نے قتل کر کے ہاتھی کے ساتھ باندھ کر سارے شہر میں پھرایا تو آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا چنانچہ آپ بابا داؤد خاکی، بابا مہدی، بابا اسمٰعیل قادری آنچاری وغیرہ کے ہمراہ دربار دہلی میں گئے اور شہنشاہ اکبر کے روبرو فریاد کی جس نے ۹۹۴ ہجری (۱۵۸۶ عیسوی) میں لشکر بھیج کر کشمیر کو فتح کر کے اپنی عملداری میں لے لیا۔ آپ بلند پایہ شاعر اور مفسر بھی تھے، تصنیفات میں تفسیر قرآن، اخبار لیلیٰ مجنوں، مغازی النبوت، مقالات مرشد، مناسک حج اور شرح بخاری شائع ہو چکی ہیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" میں لکھتے ہیں کہ یعقوب صرفی کابل گئے وہاں مولانا جلال الدین دوانی، میر عبداللہ اور ابوالمعالی سے فیض یاب ہوئے کولاب میں بھی بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ تاشقند، یارقند، مشہد، طوس، شام، خراسان اور عراق سے ہوتے ہوئے بغداد گئے جہاں سے آپ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا خرقہ حاصل کیا اور ہندوستان واپس آئے۔ گجرات میں سید محمد مہدیؒ سے بلوچستان میں ابراہیم خاموشؒ سے، سرہند میں حضرت مجدد الف ثانیؒ سے، دہلی میں شاہ عبدالعزیزؒ سے اور لاہور میں شیخ موسیٰ آہنگر سہروردیؒ سے فیض حاصل کیا۔ نیز مجدد الف ثانیؒ سے علم حدیث اور تصوف کا درس لیا، آپ کی یہ رباعی بڑی مشہور ہے:۔

مقصود تو صرفی کہ بہ محبوب رسی　　یا یوسف خوشتن چو یعقوب رسی
گر ہست مناسبت بہ مطلوب ترا　　امید کہ از قلب بہ مطلوب رسی

وصال مبارک ۱۲ ذی قعد ۱۰۰۳ ہجری مطابق ۹ جولائی ۱۵۹۵ عیسوی بعد از نماز عشاء بعہد شہنشاہ اکبر ہوا،

marfat.com

مزار شریف زینہ کدل (پل) میں ہے۔
قاضی موسیٰ شہیدؒ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے بڑے بلند پایہ عالم دین اور بزرگ تھے۔ علی شاہ چک والیء کشمیر نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ سنیوں کو اذان میں اشہدان علی ولی اللہ کے اضافہ کی ترغیب دیں۔ آپ کے انکار پر اس نے انہیں شہید کرا کر جسد مبارک کو ہاتھی کی دم سے باندھ کر تمام شہر میں پھرایا تاکہ سنی دہشت زدہ ہوں۔ "اولیائے کشمیر" میں لکھا ہے کہ جب آپ کے جسد مبارک کو گشت کراتے ہوئے آپ کے مکان سے گزرے تو آپ کی والدہ ماجدہ اپنے مکان سے باہر تشریف لائیں، اپنے عظیم شہید بیٹے کی لاش دیکھ کر نہ تو ماتم کیا نہ نوحہ خوانی کی بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ شکر ہے پروردگار کا کہ میرا بیٹا اپنا سر راہ خدا میں کٹوا کر شہید ہوا۔ یعقوب خان چک شکست کھا کر بھاگ گیا اور روپوش ہو کر ۹۹۸ ہجری (۱۵۹۰ عیسوی) میں اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ فاعتبرو یا اولیٰ ابصار۔
بابا زین الدین رشیؒ : صاحب "اولیائے کشمیر" کے مطابق آپ کا شجرہ نسب راجگان کشتواڑ سے ملتا ہے۔ کشتواڑ کے رہنے والے تھے بچپن میں ہی یتیم ہو گئے۔ ایک رات آپ کی والدہ نے خواب میں شیخ العالم نور الدین ولیؒ کو دیکھا، صبح اس زمانے کے بزرگ بابا بام دین ولیؒ کی خدمت میں بمعہ اپنے بیٹے زین دینؒ حاضر ہوئیں جو نور الدین ولی کے پیرو مرشد تھے، عرض کی کہ میں خواب کی تعبیر معلوم کرنے آئی ہوں۔ اتنے میں وہاں بابا نور الدین رشیؒ بھی تشریف لے آئے آپ کی والدہ نے پہچان لیا اور دونوں ماں بیٹا حضرت کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گئے۔ آپ نے بچے کا نام زین الدین رکھا ازاں بعد آپ انہیں کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ آپ نے بمقام عشی (یا عاش) قیام فرمایا اور برسوں عبادت و ریاضت میں مصروف رہے پھر مختلف مقامات کی سیرو سیاحت فرمائی۔ ایک دفعہ آپ علاقہ زینہ گر میں موضع شیوہ میں تھے (جو سو پورہ سے بجانب شمال دامن کوہ میں ہے) تو ان دنوں سلطان زین العابدین بڈھ شاہ وہاں آپ کی ملاقات کو آیا، آپ اس وقت مصروف عبادت تھے اس لئے سلطان کی تعظیم کے لئے نہ اٹھے بادشاہ ملول خاطر ہو کر بغیر ملے واپس چلا گیا۔ بابا صاحب جب عبادت و مراقبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ چٹائی دھو ڈالو یہ آلودہ ہو گئی ہے کسی نے سلطان کو اس امر کی اطلاع دی تو اس نے حکم دیا کہ اگر میں اتنا ہی ناپاک ہوں تو بابا کو کہو کہ وہ میری راجدھانی سے نکل جائے چنانچہ آپ اپنے مریدوں کی جماعت کے ہمراہ تبت میں ہجرت کر گئے یہ (۱۴۵۴ عیسوی) ۸۵۸ ہجری کا واقع ہے۔
آپ کے ملک بدر ہونے کے بعد سلطان بیمار ہو گیا اور کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا بادشاہ کو احساس ہو گیا کہ یہ لاعلاج مرض اس درویش کو ملک بدر کر دینے کی وجہ سے ہے چنانچہ اس نے اپنے ایک وزیر اور بیٹے حیدر خان کو تبت کی طرف روانہ کیا کہ وہ درویش جہاں ملے عذر خواہی کر کے واپس لائیں۔ بابا زین الدینؒ ان دنوں تبت چیلاس میں مقیم تھے، شہزادے نے قدم بوسی کے بعد ان کی واپسی کے لئے التجا کی چنانچہ آپ رضامند ہو کر روانہ ہوئے۔ سلطان کو جب آپ کی واپس روانگی کا علم ہوا تو باوجود درد عظیم کے معہ اراکین دربار استقبال کے لئے نکلا۔ "تاریخ دیدہ مری" کے مطابق جوں جوں سلطان شیخ زین الدینؒ کی قدم بوسی کے لئے ان کے نزدیک آتا گیا توں توں اس کا درد کم ہو تا گیا۔ جب حضرت کے روبرو آیا تو درد بالکل جاتا رہا اور سلطان تندرست ہو گیا۔

marfat.com

حضرت نے بمقام عیش پور انتقال فرمایا۔ رحلت سے پہلے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر تابوت میں رکھ دینا اور پردۂ غیب سے جو ظہور ہونا ہے اس کا انتظار کرنا۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا' ازاں بعد دفن کرنے کے لئے تابوت کو اٹھانے لگے تو وہ خالی تھا چنانچہ اسی تابوت کی جگہ زیارت بنا دی گئی۔

بابا روپی ریشیؒ : آپ شیخ نور الدینؒ ولی کے ارادتمندوں سے تھے' "اولیائے کشمیر" کے مطابق آپ پرگنہ اولر کے گاؤں لورہ گام کے باشندے تھے بڑے صاحب حال و قال اور خلوت پسند تھے۔ کوچہ مولہ گاؤں میں پانی کے چشمے کے کنارے مسجد تعمیر کرائی اور پچاس سال اس مسجد میں گوشہ نشین رہے۔ کبھی کبھی جنگل میں بھی چلے جاتے اور پھر واپس آ کر اسی مسجد میں معتکف ہو جاتے۔ صائم الدہر تھے' کبھی کبھی تو مہینے دو مہینے کچھ نہ کھاتے اور کبھی ایک ہی دن میں نو سیر کھانا کھا جاتے۔ جذب و شوق میں شیخ نور الدینؒ ولی کے شعر گاتے رہتے۔ مزار شریف بھی وہیں کوچہ مولہ (کشمیر) میں ہے۔

بابا بام الدین ریشیؒ : صاحب "اولیائے کشمیر" کے مطابق آپ کا اصل نام بوما ساد ہو تھا' برہمن تھے اور اپنی رسوم کے مطابق جانکاہ تپسیا کیا کرتے کشمیر کے بڑے مندر میں حاضر ہوتے پانچ تیرتھ سے اشنان کر کے سورج نکلنے سے پہلے اپنی کٹیا میں واپس پہنچ جاتے ان تمام تیرتھوں کی مسافت بیسیوں میل بن جاتی۔ شیخ نور الدین ولیؒ کو ان کی ریاضت شاقہ کا علم ہوا تو انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی' انہیں کے ہاتھوں مسلمان ہوئے اور مرید ہو گئے' آپ نے ان کا نام بام الدین رکھا۔ مرشد سے عرض کی کہ آج کس چیز سے روزہ افطار کروں' حضرت نے ایک سفید پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (وہ پتھر آج تک کشمیر میں موجود ہے) فرمایا کہ اسے تھوڑا سا گھسا کر افطار کرو اس واقعہ کے بعد بارہ سال زندہ رہے اور اس پتھر کو تھوڑا سا پیس کر پانی کے ساتھ پی لیتے تھے۔ چراغ میں تیل یا گھی کے بدلے پانی ڈال کر جلایا کرتے تھے۔ آپ کی کرامت سے ایک چشمہ بھی نکلا جو پتھر پر عصا مارنے پر جاری ہوا' اسی کا پانی استعمال کرتے' لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے تھے۔ مزار پر انوار "بومہ زدہ" قریہ کشمیر میں ہے۔

بابا لطیف رینہ ریشیؒ : آپ کا اصل نام لدی رینہ تھا' حضرت مخدوم حمزہؒ کے اسلاف سے تھے' ایک دن شیخ نور الدین ولیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کی: دیدار کے لئے۔ حضرت نے فرمایا جب تک دوست دوست کا کام نہ کرے دوستی کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے' عرض کی: حضرت دوست کا کیا کام ہوتا ہے؟ فرمایا: حق کا حکم بجا لانا۔ عرض کی: حق کا بجا لانا کیا ہے؟ فرمایا: مسلمان ہونا۔ اپنے معبود کا بندہ ہونا' عرض کی: میں مسلمان نہیں ہوں گا' ہاں اللہ کا بندہ ہو جاؤں گا۔ حضرت نے پوچھا معبود کون ہے؟ عرض کی: صنم' حضرت نور ولیؒ نے فرمایا: رزق حلال کھاؤ' عابد قسم کے ہو جاؤ"۔ اتنا کہنا تھا کہ یہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے' ہوش آیا تو مسلمان ہو گئے اور مرید ہو گئے بقایا عمر عبادت و ریاضت میں گزار دی' مقبرہ کشمیر میں ہے۔

خواجہ مسعود پان پوریؒ : "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق آپ کا تعلق کشمیر کے بڑھیوں سے تھا' کاروبار کے دوران حق کی محبت ایسی غالب آئی کہ کاروبار چھوڑ کر صحرا کی راہ لی اور کھائے سوئے بغیر

marfat.com

تین ماہ عبادت و ریاضت میں گزار دیے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی انہوں نے بابا داؤد خاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا چنانچہ ان کے مرید ہو گئے اور کمالات سلوک حاصل کر کے خرقہء خلافت حاصل کیا۔ علاوہ ازیں بابا ہروی ریشیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ اپنے گاؤں پان پور میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور خلقت کی تلقین و تربیت میں مشغول ہو گئے۔ زعفران کی کاشت سے رزق حلال کماتے اور آمدنی فقراء پر صرف کر دیتے۔ آپ کا وصال ۱۰۲۱ ہجری (۱۶۱۲ عیسوی) میں ہوا مزار شریف کشمیر کے قصبہ پان پور میں ہے۔

ابوالفقراء بابا نصیب الدین سہروردیؒ

اصل نام نصیر الدین تھا آپ موضع بجبارہ (کشمیر) میں (۱۵۷۰ عیسوی) ۹۷۸ ہجری کو سلطان علی چک کے دور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام شیخ میر حسین رازیؒ تھا۔ اخوند ملا یوسف گنائی کوہای سے قرآن شریف پڑھا اور فقہ تفسیر و حدیث ملا اخوند کمال الدین کشمیریؒ سے حاصل کیے۔ بڑے تارک الدنیا بزرگ تھے موسی پتے کھا کر گزارہ کرتے۔ نہ گوشت روٹی کھاتے اور نہ ٹھنڈا پانی پیتے۔ صاحب "تاریخ اعظمی" کے مطابق شہروں اور دیہات میں جا کر تبلیغ دین کرتے اور وہاں مساجد' خانقاہیں اور دینی ادارے قائم کیے۔ باطنی تربیت حضرت بابا داؤد خاکیؒ سے حاصل کی ان کے خلیفہء اعظم تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کی ترویج میں نمایاں کارکردگی کی اور ہمہ وقت فقراء' مساکین کی خدمت کے لے کمربستہ رہے۔ ہندو رسومات و بدعات کا اعلانیہ اور بے خوف ازالہ کیا۔ تقریباً دو لاکھ سے بھی زاید آدمیوں کو اپنی ارادت مندی میں داخل کیا۔ مساکین کو مطلوبہ جنس کے علاوہ نقدی بھی عطا فرماتے اور ابوالفقراء کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپ نے زندگی بھر کسی خاص مقام پر سکونت نہیں فرمائی بغرض فیض رسانی قریہ بہ قریہ گھومتے رہے' دوران سفر تین چار سو آدمی آپ کے ہمراہ ہوتے' آپ نے حضرت ایشاں نقش بندیؒ اور اخوند ملا محمد شاہ بدخشانیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔

صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق آپ کا ایک مرید تبت میں قتل کے الزام میں گرفتار ہو گیا اور مارا جانے والا تھا کہ آپ طے الارض کرامت کے تحت تبت پہنچے' اپنے مرید کو قید خانہ سے نکال کر چشم زدن میں اپنے ساتھ کشمیر لے آئے' اسی طرح پہاڑی راجوں میں سے ایک راجہ کثرت خانی نے آپ کے ایک مرید کو اپنے قید خانہ میں قید کر دیا' شیخ نے نور باطنی سے اس کا حال بھانپ لیا' رات آئی تو اپنے آپ کو راجہ پر ظاہر فرمایا اور اپنے مرید کو رہا کرنے کی تاکید کی' راجہ نے اسی وقت اسے رہا کر دیا۔ بڑی منت سماجت سے شیخ کو اپنے پاس بلایا اور رعایات سمیت آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا۔ تصنیفات میں "نور نامہ" یا ریشی نامہ ہے جس میں آپ نے شیخ نور الدین ولیؒ عارفہ لقہؒ اور حضرت خاوند ایشاںؒ کے حالات درج کیے ہیں یہ قابل قدر کتاب کشمیری زبان میں ہے "اولیائے کشمیر" کے مطابق حضرت مخدوم حمزہ کاشمیریؒ نے فرمایا تھا: کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب نصیب الدین کا ہے اس کا وارث بھی وہ ہے' وہ میرا بیٹا ہے۔ "تواریخ اعظمی" کے مطابق وصال ۱۳ محرم ۱۰۴۷ ہجری (مطابق ۲۸ مئی ۱۶۳۷ عیسوی اتوار) کو ہوا' مزار شریف بجبارہ (کشمیر) میں ہے۔

شیخ عبدالرحیم سہروردیؒ : ابتدائے حال میں حضرت میاں میر قادری لاہوریؒ کے مرید ہوئے۔

marfat.com

ازاں بعد ملا شاہ قادریؒ کے ہمراہ کشمیر چلے گئے وہاں بابا نصیب الدین سہروردیؒ کی صحبت نصیب ہوئی اور ان سے خرقہء خلافت پایا۔ آپ قادری اور نقشبندی سلاسل میں بھی بیعت کرنے کے مجاز تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی طالب دنیا کسی اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مراد حاصل کرتا ہے تو اسے صدق و یقین کے ساتھ اہل اللہ سے محبت ہو جاتی ہے اور یہی محبت آہستہ آہستہ دین میں منتقل ہو جاتی ہے اور وہی طالب دنیا سلوک کی منزلیں طے کرتا عرفان کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے۔ نقشبندیہ کی خلافت آپ کو خواجہ نظام الدین خاوندؒ ابن معین الدین خاوندؒ سے حاصل ہوئی تھی۔ بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ نے ۳۹ سال عمر پائی اور بعارضہ فالج (۱۷۰۳عیسوی) ۱۱۱۵ ہجری کو انتقال فرمایا۔ مزار شریف آستانہ خواجہ حیدر الدین معمارؒ میں ہے۔ جو علاقہ کشمیر میں قریہء معمار کے نام سے مشہور ہے۔

بابا حاجہ کشمیری سہروردیؒ : آپ بابا نصیب الدینؒ کے اکابر خلفا میں سے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے صرف اتنا ہی تحریر فرمایا ہے: "از اعظم ہائے خلفائے بابا نصیب الدین بود۔"

بابا عثمان قادری سہروردیؒ : آپ بابا حاجہؒ کے فرزند تھے پہلے اپنے والد سے بیعت ہوئے ان کی وفات کے بعد خواجہ محمد طیبؒ و خواجہ ابوالفتح کلو کے مرید ہوئے اور خرقہ پایا ازاں بعد خواجہ ابوالحسن جو شاہ محمد فاضل لاہو کے بھائی تھے ان سے سلسلہ شطاریہ کا فیض پایا۔ (۱۷۰۵عیسوی) ۱۱۱۷ ہجری میں وفات پائی، مزار شریف لنگر بلبل سرینگر میں ہے۔

شیخ حسن لالو سہروردیؒ : بحوالہ "خزینۃ الاصفیا" آپ حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کی اولاد سے تھے۔ مخدوم جمال الدین بخاری دہلویؒ سے بیعت ہوئے اور مخدوم حمزہ کشمیری سہروردیؒ سے تربیت حاصل کی ان کے وصال کے بعد بابا نصیب الدینؒ سے خرقہء خلافت پایا۔ آپ کو لالو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کشمیر میں لالوں کی مسجد میں رہتے تھے۔ لالو کشمیر کا ایک قبیلہ ہے، آپ اسی نام گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کپڑے کے تاجر تھے، شیخ حسنؒ کا وقت تجرید و تفرید میں گزرا۔ کبیر سنی میں بھی مدرسہ ابوالفتح میں تشریف لے جاتے اور مسائل دینی پر بحث کرتے "تواریخ اعظمی" کے مطابق (۱۶۸۸عیسوی) ۱۰۹۹ ہجری میں وصال فرمایا۔ زندگی کا بیشتر حصہ محلہ خلاص پورہ کشمیر میں گزرا جہاں خلقت کی تلقین و تربیت فرماتے۔ مزار حضرت مخدوم حمزہ کشمیریؒ کے جوار میں ہے۔

شیخ بہرام سہروردیؒ : صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق ابتدا میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے ازاں بعد سب کچھ ترک کر کے حرمین شریفین گئے واپس آ کر بابا نصیب الدینؒ کے مرید ہو گئے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، ترک لذات اور کثرت زہد و ریاضت سے آپ کا جسم اتنا لاغر ہو گیا کہ ہڈیوں پر چمڑا رہ گیا۔ گوشت قسم کی کوئی چیز نہ تھی، کشمیری لوگوں کی طرح گھاس کا جوتا پہنتے، ہر موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی رہائش گاہ پر پانی کا چشمہ جاری کر دیا جس کا پانی سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا ہوتا تھا شیخ اسی سے وضو اور غسل فرماتے۔ صاحب "تواریخ اعظمی" لکھتے ہیں ایک دن شیخ مراد ننگ کشمیری نقشبندیؒ (جو حضرت عبدالاحد سرہندیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے) آپ کی ملاقات کے لئے آئے، راستہ میں خیال کیا کہ "اگر آج حاجی بہرامؒ ہمارے لئے بابرے (ایک کشمیری لذیذ کھانا) پیش کریں اور ہم مل کر کھائیں تو یہ ان کی کرامت

marfat.com

سے بعید نہیں"۔ ملاقات کے دوران جو کھانا آیا وہ بابرے تھا اور دونوں بزرگوں نے مل کر کھایا۔ اس وقت حاجی بہرامؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا آج کتنا اچھا دن ہے کہ آپ اور ہم نے مل کر بابرے کھایا ہے۔" آپ ویسے اظہار کشف و کرامات سے پرہیز فرماتے تھے کیونکہ لوگ آپ کے اوقات عبادت و ریاضت میں مخل ہوتے۔ سنت نبوی کے بڑے پابند تھے اور اپنے ارادتمندوں کو بھی سنت نبوی کی پابندی کی تلقین فرماتے۔ بحوالہ "تواریخ اعظمی" نوے سال کی عمر میں (۱۶۹۰ عیسوی) ۱۱۰۱ ہجری میں وصال فرمایا۔ مزار پر انوار خطہء کشمیر میں ہے۔

شیخ یعقوب کشمیری سہروردیؒ : صاحب "خزینتہ الاسرار" کے مطابق ابتدائے حال میں قصہ خوانی اور طبل نوازی میں وقت گزارتے رہے جب بابا نصیب الدینؒ کے مرید ہوئے اور مجاہدہ اختیار کیا تو مستانہء عشق حقانی ہوئے۔ مرشد کے عاشق جانباز اور یار ہمراز تھے' استغراق کلی کا یہ عالم ہوا کہ تن بدن کی بھی ہوش نہ رہی۔ شیخ داؤد مشکوتیؒ صاحب "کتاب الاسرار" لکھتے ہیں کہ ایک بار آپ کوہ کشمیر کی ایک غار میں خلوت نشین ہوئے ڈیڑھ ماہ تک بغیر کھائے پیئے اور سوئے مصروف عبادت رہے۔ ایک بار پیر پنجال کے زمینداروں کے ہاں تشریف لے گئے' رات کافی جا چکی تھی کسی نے دروازہ نہ کھولا' آخر برف پر بیٹھ گئے اور صبح تک ذکر اور حبس نفس میں مشغول رہے۔ ذکر کی گرمی سے وہاں کی برف پانی پانی ہو گئی اور خشک زمین نمودار ہوئی۔ مدہوشی و سرمستی کا یہ عالم تھا کہ پاؤں میں گھنگھرو باندھتے' مرغ کا پر اپنے سر پر رکھتے اور رقص کرتے' یہ رقص پورے ٹھہراؤ اور جماؤ کے ساتھ ہوتا۔ وصال (۱۶۹۵ عیسوی) ۱۱۰۶ ہجری میں ہوا اور اسلام آباد (نزد سرینگر) میں مدفون ہوئے۔ آپ کے ارادتمند آج تک آپ کی طریقت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

مولانا حیدر کاشمیری نقشبندی سہروردیؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ خواجہ فیروز الدین مفتی کشمیریؒ کے فرزند تھے جو خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ایک دن انہوں نے خواجہ احرارؒ سے عرض کی کہ میری چار لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں اس لئے مغموم رہتا ہوں حضرت خواجہ احرارؒ نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فرزند عطا فرمائے گا جو مادر زاد ولی ہو گا۔ چنانچہ آپ کی ولادت ہوئی تو سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ "خزینتہ الاصفیا" کے مطابق گیارہ سال کی عمر میں تفسیر' حدیث اور فقہ کی جملہ کتب پر عبور حاصل کر لیا۔ زہد و ورع اور سنت و تقویٰ میں لاجواب تھے۔ پہلے اپنے والد کے مرید ہوئے ان کے انتقال کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کے شاگرد ہوئے اور صاحب فتویٰ بنے۔ یہاں سے کشمیر واپس لوٹے اور بابا نصیب الدین سہروردیؒ سے بیعت کر کے عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ کمال باطنی حاصل کر کے خرقہء خلافت سہروردیہ حاصل کیا ان ایام میں کشمیر کا حاکم تین بار حاضر خدمت ہوا اور التجا کی کہ آپ عہدۂ قضاء قبول فرمائیں مگر حضرت نے معذرت فرما دی جب اس طرف سے زیادہ اصرار بڑھا تو راتوں رات کشمیر چھوڑ کر موضع پکھلی میں آ گئے۔ جب دوسرا شخص قاضی مقرر ہو گیا تو پھر واپس کشمیر چلے آئے۔ وصال ۱۰۵۷ ہجری (۱۶۴۷ عیسوی) میں ہوا اور کشمیر میں آپ کا مزار حاجت گاہ خاص و عام ہے۔

marfat.com

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک المعروف "حضرت بل"

حضور علیہ السلام کا موئے مبارک سید عبد اللہ شاہؒ متولی روضہء اقدس کی تحویل میں تھا ۱۰۲۴ ہجری (۱۶۱۶ عیسوی) مدینہ منورہ سے برصغیر میں بعہد شاہجہان منتقل ہو کر ریاست بیجا پور جلوہ فگن ہوا جہاں شاہجہان نے انہیں جاگیر عطا فرمائی تھی۔ ازاں بعد (۱۷۰۰ عیسوی) ۱۱۱۱ ہجری میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر یہ خواجہ نور الدین ایشہ بری کشمیری کی تحویل میں آکر کشمیر جنت نظیر میں منتقل ہو کر جھیل ڈل کے کنارے سرینگر میں موجب برکات و حسنات ہوا۔ اس کا تاریخی پس منظر "وقائع کشمیر" "اسرار الابرار"، "واقعات کشمیر" "تاریخ باغ سلیمان" اور "تاریخ حسن" میں بیان ہوا ہے جسے اجمالی طور پر ہم بحوالہ "تاریخ حسن" یہاں بیان کرتے ہیں :

مدینہ منورہ میں روزہ مطہرہ کے متولی سید عبد اللہ شاہؒ اپنی بزرگی اور تقویٰ کی وجہ سے بہت مشہور تھے، غیر اللہ کا ڈر یا خوف ان کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ غیر شرعی احکام کو ہرگز خاطر میں نہ لاتے۔ گیارہویں صدی کے پہلے تین عشروں کی ابتدا میں آپ نے خلیفۃ المسلمین کے کسی بے جا حکم کی تعمیل سے گریز فرمایا جس کی بنا پر خلیفہ نے انہیں مدینہ منورہ سے جلاوطنی کا حکم صادر کر دیا۔ مدینہ منورہ کے گورنر نے شاہی حکم کی تعمیل میں سید صاحب (۱۶۱۵ عیسوی) ۱۰۱۴ ہجری میں نہ صرف ہندوستان کی جانب روانہ ہونے پر مجبور کر دیا بلکہ ان کا تمام مال و اسباب اور جائیداد بھی بحق سرکار ضبط کر لی چنانچہ سید عبد اللہؒ نے بادل نخواستہ مدینہ منورہ کو الوداع کہا اور عازم ہندوستان ہو گئے۔ اس وقت ان کی تحویل میں تین انتہائی متبرک اشیا تھیں (۱) حضور علیہ السلام کے گیسوئے مبارک کا ایک موئے مبارک (۲) حضور علیہ السلام کا عمامہ مبارک (۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھوڑے کی زین۔ آپ تینوں تبرکات کو لئے مغل شہنشاہ شاہ جہان کے عہد میں ہندوستان پہنچے۔ شاہ جہان نے نہ صرف حضرت عبد اللہ شاہؒ کی بے حد تعظیم و توقیر کی بلکہ بیجا پور میں ایک جاگیر بھی بخش دی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا اور تبرکات حضرت کے بیٹوں کی تحویل میں آ گئے۔ شاہ جہان کے انتقال کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے شاہ صاحب کے بیٹوں کی جاگیر اس الزام میں ضبط کر لی کہ وہ شہزادہ دارا شکوہ کے طرف دار تھے۔ سید عبد اللہ شاہؒ کے بیٹوں کو شاہ جہان آباد جانا پڑا چونکہ ان کی آمدنی کے ذرائع ختم ہو چکے تھے اور وہ گزر اوقات کے لئے بڑے پریشان تھے چنانچہ انہوں نے کشمیر کے ایک بہت بڑے تاجر خواجہ نور الدین ایشہ بری سے (جن کی کوٹھی اردو بازار سرینگر میں واقع تھی) اخراجات کے لئے ایک بھاری رقم بطور قرض لے لی۔ کافی عرصہ بعد اورنگ زیب عالمگیر نے جاگیر واگزار کر دی مگر اس مدت میں وہ بہت مقروض ہو چکے تھے اور قرضہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اس لئے انہوں نے انتہائی مجبوری کے عالم میں موئے مبارک اور میدانش نامی غلام جس کی مجاوری (سپردگی) میں موئے مبارک تھا قرض کے عوض ہبہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ خواجہ نور الدین ایشہ بری نے اس پیش کش کو سعادت دارین سمجھا اور بڑی خوش دلی سے دستبرداری کے بارے میں تحریر لکھ کر دے دی اور موئے مبارک حاصل کر کے کشمیر کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرکاری جاسوسوں نے

marfat.com

اورنگ زیب عالمگیر کو اس واقعہ کی خبر دی تو اس نے حکم دیا کہ جہاں بھی موئے مبارک ہو واپس لا کر اسے دیا جائے۔ خواجہ نور الدین ابھی لاہور ہی پہنچے تھے کہ انہیں گرفتار کر لیا گیا اور سرکاری اہلکاروں نے ان سے موئے مبارک حاصل کر کے میدانش غلام سمیت بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ نے موئے مبارک کی زیارت کے بعد حکم دیا کہ موئے مبارک کو اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خانقاہ میں رکھا جائے درگاہ کے خادم موئے مبارک لے کر اجمیر شریف پہنچے اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ خانقاہ میں رکھ دیا۔ موئے مبارک کو اجمیر شریف میں پہنچے ابھی صرف نو دن ہی ہوئے تھے کہ اورنگ زیب کو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' آپ نے فرمایا کہ میرا موئے (مبارک) اجمیر میں رکھا گیا ہے اسے کشمیر بھیج دیا جائے اور اس کے وہاں بھیجنے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے سرکار دو عالم صل اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی فوری تعمیل کی اور موئے مبارک معہ میدانش غلام اجمیر شریف سے فوراً واپس منگوا کر میدانش کو انعام و اکرام اور خلعت عطا کر کے کشمیر روانہ کر دیا۔ میدانش جب لاہور پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ خواجہ نور الدین ایشہ بری دق کی بیمار میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے ہیں چنانچہ اس نے خواجہ صاحب کی میت بھی ساتھ لی اور کشمیر کو روانہ ہو گیا۔ کشمیر میں جب یہ خبر پہنچی کہ حضور علیہ السلام کا موئے مبارک آ رہا ہے تو وہاں کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ اور خواص و عوام عاشقان رسول کا ایک جم غفیر استقبال کے لے بیرہ پور پہنچ گیا۔ حضرت شیخ محمد رادھوؒ ننگے پاؤں بھمبر تک اس کی پیشوائی کرتے رہے وہاں سے موئے مبارک کے صندوق کو سر پر رکھ کر وجد و حال کی کیفیت میں واپس روانہ ہوئے۔ بزرگان دین کی یہ جماعت عوام و خواص کے ہمراہ شہر پہنچی اور موئے مبارک کو خواجہ معین الدین نقش بندیؒ کے مزار میں رکھا۔ دوسرے روز لوگوں کا ہجوم بہت زیادہ ہو گیا۔ شیخ محمد رادھوؒ نے موئے مبارک کی نشاندہی کر کے عوام کو زیارت کرائی۔ ہجوم اس قدر زبردست اور زیادہ تھا کہ کئی آدمی پیروں تلے آ کر جاں بحق ہو گئے لہٰذا علماء اور مشائخ نے فیصل کیا کہ موئے مبارک کو آبادی سے دور کھلی جگہ میں منتقل کیا جائے چنانچہ صوبیدار کشمیر فاضل خان سے مشورہ کر کے جھیل ڈل (سرینگر) کے کنارے باغ صادق خان کو مناسب مقام سمجھ کر منتخب کیا گیا اور اس جگہ کے مالک سے وقف نامہ حاصل کر کے موئے مبارک کو وہاں منتقل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ (۱۶۹۹ یا ۱۷۰۰ عیسوی) ۱۱۱۱ ہجری کا ہے مرزا قلندر بیگ نے موئے مبارک کشمیر پہنچنے پر یہ تاریخی قطعہ نظم کیا:

محتاجاں را بوقت حاجت طلبی موئے مدد است یا رسول عربی
تاریخ نزول "مو" بہ من ہاتف گفت کشمیر مدینہ شد از موئے نبی

(حاجت مند لوگوں کو بوقت ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے مدد ملتی ہے۔ موئے مبارک کے کشمیر میں آنے کی تاریخ مجھے فرشتہ غیب نے بتائی کہ کشمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے مدینہ ہو گیا ہے)۔

اس وقت سے مرتے دم تک حضرت شیخ محمد رادھوؒ موئے مبارک کی زیارت کراتے رہے' ان کے وصال کے بعد کسی کو نشاندہی کرانے کی جرات نہ ہوئی۔ بعد ازاں رئیسوں اور معززین نے خواجہ

marfat.com

نور الدین ایشہ بری کے داماد خواجہ بلاقی بانڈے کو نشاندہی کرنے اور زیارت کرانے کا حقدار تسلیم کر کے یہ مبارک کام ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت سے خواجہ بلاقی بانڈے کے خاندان والے اس "درگاہ حضرت بل" کے متولی چلے آ رہے ہیں اور اپنی اپنی باری پر زیارت کراتے ہیں۔ زیارت سال میں دس دن کرائی جاتی ہے عید میلاد النبی کے تین دن' معراج النبی کے موقع پر تین دن اور چاروں خلفائے راشدین کے یوم وصال والے دن۔ فارسی زبان میں موئے' اردو میں "بال" اور کشمیری زبان میں "بل" ہے اس لئے موئے مبارک کو "حضرت بل" کہا جاتا ہے۔

شاہ بابا عبد اللہ غازی سہروردیؒ : صاحب "اولیائے کشمیر" کے مطابق آپ کی ولادت دسویں صدی ہجری کے نصف میں (۱۵۴۵ عیسوی کے لگ بھگ) موضع لاریال پرگنہ ولر (کشمیر) میں ایک بلند پایہ ولی حضرت حسنی بابا قریشیؒ کے ہاں ہوئی۔ آپ کے اسلاف زہد و تقویٰ کے پابند تھے' ابتدائی ظاہری و باطنی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی' کم سنی میں ہی کشف و کرامات کا ظہور شروع ہو گیا۔ عبادت و ریاضت و ذکر الٰہی میں مشغول رہتے جوان ہوئے اور عشق الٰہی کی آتش شوق مزید تیز ہوئی تو بابا نصیب الدین غازی سہروردیؒ کے مرید ہو گئے ان کے خلیفہ خاص بابا حاجہؒ سے بھی تربیت باطنی حاصل کی بعد تکمیل خرقہء خلافت حاصل کیا اور خلق خدا کی تلقین و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ آپ مرد حق آگاہ زاہد و مرتاض اور ذاکر و شاکر درویش تھے۔ کشمیر کے سینکڑوں ہندو آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے اور بے شمار مخلوق نے آپ کے وسیلے سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کئے۔ آپ نے کئی کنویں' پل و مسافر خانے اور مساجد تعمیر کرائیں جن سے آج تک لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔ حاکم مظفر آباد مظفر نامی آپ کا مرید تھا' جس نے آپ کے ارشاد پر شہر تعمیر کرایا اور مظفر آباد نام رکھا اس شہر کی سب سے پہلی مسجد بابا عبد اللہ غازیؒ نے بنوائی جو آپ کے نام سے مشہور ہے اسی طرح علاقہ کرناہ سے کچھ فاصلے پر آپ نے ایک آبادی کی بنیاد رکھی جہاں کشمیر کے مشہور خاندان رینہ قوم کا ایک فرد جو پہلے ریشی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا بعد میں آپ کے ارادتمندوں میں داخل ہوا اس کا نام عبدل بیگ رینہ عرف بیگ ریشی رینہ تھا۔ اس کے علاوہ چلاس' اسکردو' دراوائیل' کاغان' گڑھی حبیب اللہ ان تمام جگہوں پر آپ کی مسجدیں اور کنویں موجود ہیں۔ "تاریخ کبیر کشمیر" میں لکھا ہے کہ جب خدا کا نام سنتے تو "حی اللہ" کا نعرہ جوش و خروش سے بلند کر کے خرقہ ڈال کر آنے والی نماز تک بیہوش اور مستی میں رہتے اور اسی سبب سے لوگ آپ کو "مستانہ بابا" بھی کہتے ہیں۔ صاحب "اقوام کشمیر" مولانا محمد دین فوق لکھتے ہیں کہ شاہ بابا عبد اللہ غازیؒ تین سو ستر (۳۷۰) مساجد کے بانی ہیں' اسلام کی ترویج و اشاعت میں ہمہ وقت مصروف رہے۔ آپ کے ساتھ ہر وقت چار سو مرید ہوتے۔

آپ کی شادی کے متعلق روایت یوں ہے کہ جوانی میں جب آپ کے والد ماجد نے دیکھا کہ آپ ہمہ وقت مست الست رہتے ہیں تو آپ کی شادی کا فیصلہ کر لیا۔ شادی کی تقریب شروع ہوئی تو خویش و اقارب کے علاوہ "گمبا" گاؤں کے ایک بزرگ حاجی بابا فتح الدین صاحب بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے آپ کے والد سے پوچھا کہ کس کی شادی ہے تو آپ نے کشمیری زبان میں بتایا "عبس چھو خاندر کی" گھر میں آپ (عبد اللہ غازی) کو پیار سے عبس (معنی ابو) کہتے تھے۔ جب آپ (عبد اللہ

marfat.com

غازی) نے سنا تو رٹ لگائی "عبس چھو خاندر بے سود" یعنی عبد اللہ کی شادی کرنی بے فائدہ ہے' اور دوڑ کر گمبلا کے چشمہ سر میں چھلانگ مار کر ڈبکی لگا گئے۔ گھر کے تمام افراد پریشان ہو گئے اور صف ماتم بچھ گئی' جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے ایک پہاڑی پر جو وہاں سے بیس میل کے فاصلے پر ہے اذان کہی بطور کرامت آپ کی اذان حاجی بابا فتح الدین بزرگ" نے سنی۔ غازی عبد اللہ نے پہاڑی پر پانی نکال کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ سب لوگ وہاں پہنچے اور آپ سے عرض کی کہ شادی کریں تاکہ آپ کی اولاد ہو جو آپ کے بعد دین کی خدمت کرے۔ مگر آپ نہ مانے اور فرمایا اگر آپ نیک اولاد چاہتے ہیں تو اس نیک سیرت لڑکی کا نکاح میرے پیارے اور خدا ترس بھائی شاہ یوسف بابا کے ساتھ کر دیں' ان سے جو اولاد ہو گی وہ میری ہی کہلائے گی اور میری ہو گی چنانچہ آپ کی تجویز پر عمل کیا گیا جس سے آپ کے خلیفہ ء اعظم حضرت شاہ موسیٰ بابا" پیدا ہوئے جو بڑے بلند پایہ ولی اللہ گزرے ہیں انہیں شہنشاہ عالمگیر نے مظفر آباد میں جاگیر عطا کی لیکن آپ نے وہاں مسجد بنا کر تمام قطعہ ء زمین مسجد کے ساتھ ملا دیا۔ مظفر آباد پرانے قلعے کے ساتھ آپ کا تکیہ بھی ہے۔ حضرت بابا عبد اللہ غازی" کا وصال ۷ محرم ۱۱۱۷ ہجری (جمعہ ۱۰ اپریل ۱۷۰۶ عیسوی) میں ہوا۔ مزار شریف گزریال (کشمیر) میں ہے۔

بابا محمد مہدی سہروردی" : آپ حضرت بابا عبد اللہ شاہ غازی" کے خلیفہ ء اعظم تھے۔ مرشد کے انتقال کے بعد حسب وصیت شیخ آپ مسند نشین ہوئے اور خلق خدا کی تلقین و تربیت فرماتے رہے۔ رزق حلال کے لئے کھیتی باڑی کرتے' کافی عرصہ بارہ مولا میں مقیم رہے ازاں بعد شہر میں تشریف لا کر خلق خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔ "تذکرہ شاہ عبد اللہ غازی" مولفہ غلام حسن گزریالی لکھتے ہیں کہ آپ سنت نبوی کے بڑے پابند تھے اور اسلاف کے طریقوں کی پیروی کرنے میں بڑی ہمت رکھتے تھے۔ جہاں جاتے وہاں مسجد راستہ اور مسافر خانہ تعمیر کراتے۔ کافی سیر و سیاحت کی تبت' اسکردو' لداخ اور علاقہ دراور تک گئے۔ تقریباً" ایک سو پچیس (۱۲۵) سال کی عمر پا کر ۱۰۵۱ ہجری (۱۶۴۱ عیسوی) میں وفات پائی اور محلہ سید عبد اللہ نرودی میں مدفون ہوئے۔

شیخ محمد ہاشم چشتی سہروردی" : آپ کشمیر کے تجارت پیشہ خاندان سے تھے۔ جوانی میں سفر کو نکلے اور پٹنہ پہنچ کر حضرت یحییٰ چشتی" سے بیعت ہوئے۔ خرقہ ء خلافت حاصل کرنے کے بعد واپس کشمیر آگئے' یہاں بابا نصیب الدین غازی سہروردی" کی خدمت میں رہے اور سلسلہ ء سہروردیہ کا فیض حاصل کیا۔ خانیار (کشمیر) میں سکونت اختیار فرمائی وصال (۱۷۰۶ عیسوی) ۱۱۱۸ ہجری میں ہوا۔

میر محمد ہاشم قادری سہروردی" : آپ حسنی سادات میں سے تھے بحوالہ "تذکرہ رکن عالم" (اپریل ۱۷۲۳ عیسوی) یکم شعبان ۱۱۳۵ ہجری میں کشمیر میں وارد ہوئے۔ شب و روز تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور خلقت کے میل جول سے اجتناب فرمایا۔ بحوالہ صاحب "ثمرات الاشجار" بعارضہ دنبل ۲۷ شوال ۱۱۳۵ ہجری (ہفتہ ۲۰ جولائی ۱۷۲۳ عیسوی کو وصال فرمایا مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کا شمار سہروردی مشائخ میں کیا ہے۔ مولانا فریدی کے مطابق قیاس اغلب یہی ہے کہ ان دنوں بابا نصیب الدین غازی" سے جو سہروردیوں کے اعظم شیخ تھے بیعت فرمائی ہو گی۔

شاہ محمد قادری سہروردی" : آپ حسینی و گیلانی سادات سے تھے۔ نکاح کی طرف رجوع نہیں تھا'

marfat.com

کسی غیبی اشارے کے تحت متاہل ہوئے اور خطہء تاتار سے کشمیر تشریف لائے۔ تقریباً" ایک سو افراد مع اہل و عیال، خدام، غربا اور فقراء آپ کے سایہء عاطفت میں تھے۔ حد درجہ متوکل تھے، جو فتوحات آتیں اسی وقت مستحقین میں تقسیم کر دیتے سہروردیہ سلسلہ کا فیض بابا نصیب الدین غازیؒ سے پایا۔ (۱۷۰۵ عیسوی) ۱۱۱۷ ہجری میں وصال پایا اور کشمیر میں مدفون ہوئے۔

صالح خان عرف خان مالوؒ : بحوالہ "تاریخ کبیر" آپ موضع خان مالو پورہ کشمیر کے رہنے والے تھے۔ بابا نصیب الدین سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے بارہ برس تک مجذوبیت کی کیفیت طاری رہی اس کے بعد صحو میں آگئے اور عبادت و ریاضت اور اتباع شریعت میں کامل ہوئے (۱۶۵۹ عیسوی) ۱۰۶۹ ہجری میں وصال فرمایا اور مزار شریف خان مالو پورہ میں ہے۔

داؤد بابا مشکواتیؒ : آپ کے والد گرامی کا نام مسعود غوری ہے۔ جن کے جد اعلیٰ وہاں سے کشمیر آئے اور منصب سپہ سالار و مدار المہامی پر مقرر ہوئے۔ بابا داؤد مشکواتیؒ بڑے بلند پایہ محدث اور ولیء کامل تھے۔ بابا نصیب الدین غازی سہروردیؒ کے اکمل خلفا میں سے تھے۔ آپ کو چونکہ تمام مشکوۃ شریف زبانی یاد تھی اس لئے آپ کو مشکواتی کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ شیخ فرید الدین عطارؒ کے پندنامہ "منطق الطیر" کے طرز پر ایک کتاب بھی لکھی جو کشمیر میں دستیاب ہے۔ (۱۶۸۶ عیسوی) ۱۰۹۷ ہجری میں وفات پائی مزار شریف بجباڑہ (کشمیر) میں ہے۔

بابا سہ ریشیؒ : "اولیائے کشمیر" کے مطابق آپ بڑے متقی بزرگ تھے، کھیتی باڑی کر کے روزی حلال کماتے اور غرباء مساکین کو بھی خدمت کرتے۔ ایک دن بابا مشکواتیؒ آپ کے کھیت میں گئے۔ بابا سہ ریشیؒ نے انہیں کہا آؤ بابا! میرے ساتھ نلائی کرو (مکئی کی گوڈی کرنے کے بعد جب ایک مہینہ بیل باندھ کر چلایا جاتا ہے تو اس کو نلائی کہتے ہیں) بابا مشکواتیؒ نے کہا کہ میں ریشی ہوں، ریشی کسی جاندار چیز کا خون کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ بابا سہؒ نے کہا کہ میں بھی ریشی ہوں بابا مشکواتی نے کہا کہ یہ سبز گھاس بھی جاندار ہے تمہارے ہاتھ سے مرجاتی ہے خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟ بابا نے جب یہ بات سنی تو بیہوش ہو گئے۔ اس غم میں بیمار رہ کر ۱۰۴۲ ہجری (۱۶۳۲ عیسوی) میں وصال پایا۔ مزار دارا سید پورہ (کشمیر) میں ہے۔

میر محمد علی قادری سہروردیؒ : آپ میر محمد نازک قادریؒ کے فرزند تھے اپنے والد کے مرید ہوئے ازاں بعد سہروردیہ کے سلسلہ سے فیض حاصل کیا۔ ان کے زمانے میں ایک دفعہ کشمیر میں سخت قحط پڑا، شاہجہان کی طرف سے نواب علی مردان خان کشمیر کے گورنر تھے انہوں نے مہادیو نامی ایک ہندو پیش کار کو غلہ فروخت کرنے پر مقرر کیا مگر وہ اپنی فطری کنجوسی کی وجہ سے یہ خدمت انجام نہ دے سکا۔ حکومت کے گوداموں میں بے شمار غلہ موجود تھا مگر کشمیری فاقوں پر مجبور تھے انہوں نے تنگ آکر بلوہ کر دیا اور مہادیو کو آگ میں زندہ جلا دیا۔ نواب صاحب نے شہنشاہ کو دہلی اطلاع دی جس پر کشمیر کے اکابر، امرا اور علماء طلب کر لئے گئے ۔ میر محمد علیؒ بھی اس جماعت کے ساتھ دہلی گئے اور سب کو باعزت رہا کرا لائے۔ آپ نے (۱۶۶۰ عیسوی) ۱۰۷۰ ہجری میں وصال فرمایا، مزار کشمیر میں ہے۔

آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی انہوں نے اپنے نواسے ابوالفتح کو اپنی تولیت میں لے لیا تھا وہ ان

marfat.com

کے جانشین ہوئے ۱۱۲۵ ہجری (۱۷۱۳ عیسوی) میں وفات فرما گئے میر ابوالفتح کے شاگردوں میں بابا حبیب کشمیری کا بڑا مقام ہے ان کی ساری عمر درس و تدریس اور تلقین میں گزری۔ میر محمد علیؒ کے مریدوں میں خواجہ حبیب اللہؒ بڑے پائے کے درویش گزرے ہیں ان کے خلیفہ شیخ عبدالطیفؒ بھی بلند مرتبہ درویش تھے جنہوں نے ۱۱۳۴ ہجری (۱۷۲۲ عیسوی) میں انتقال فرمایا۔

شیخ داؤد المشہور قلندر مالو سہروردیؒ : آپ نمک فروش تھے کبھی کبھی خواجہ یوسف کانجو کشمیریؒ کی مجلس میں جایا کرتے انہوں نے بابا علی بجواری (جو بابا ہروی ریشیؒ کے خلفا میں سے تھے) کی خدمت میں بھیج دیا چنانچہ ان کے مرید ہو گئے۔ اگرچہ ان پڑھ تھے لیکن مرشد کی نظر عنایت سے ظاہری و باطنی علوم کے دروازے کھل گئے۔ قرآن اور حدیث سے شریعت و طریقت کے معانی بیان کرتے نمک فروشی چھوڑ کر کھیتی باڑی شروع کر دی اور اس طرح اخراجات پورے کرتے۔ "اولیائے کشمیر" میں لکھا ہے کہ آپ کے ایک مرید صادق محسن خوش نویس نے بطور کشف تاریخ وصال ۱۰۷۰ ہجری (۱۶۶۰ عیسوی) تحریر فرمائی ہے۔

بابا بقا شاہ کشمیریؒ : آپ سادات کولاب اور حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی اولاد سے تھے۔ ابتدا میں شیخ عبدالوہاب متقی لاہوریؒ کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ بڑے صاحب حال صوفی بزرگ تھے۔ عبادت و ریاضت شاقہ اور شب بیداری سے کمال تک پہنچے شیخ محمد امین ڈار سہروردیؒ سے بھی خرقہء خلافت حاصل کیا۔ (۱۷۲۴ عیسوی) ۱۱۳۶ ہجری میں وصال ہوا مزار محلّہ بوزہ گراں سرینگر میں ہے۔

بابا سعید الدین عرف شادی باباؒ : آپ سید بقا شاہ کشمیریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے' بڑے کامل بزرگ تھے۔ عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل تھا' کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں منظوم تاریخ کشمیر' مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' گل و بلبل تصوف میں مشہور ہیں تفسیر قرآن مجید بھی لکھی۔ شاعر بھی تھے فارسی میں غزلیں اور نعتیں بھی لکھی ہیں۔ وصال (۱۶۹۶ عیسوی) ۱۱۰۷ ہجری میں ہوا۔ مزار مبارک موضع ہندرہ پرگنہ شاہ آباد کشمیر میں ہے۔

شیخ حبیب اللہ کانی قادری سہروردیؒ : "اولیائے کشمیر" کے مطابق عالم شباب میں سلوک کی منزل میں قدم رکھا۔ خواجہ یعقوب ڈار سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ بڑے کامل بزرگ تھے' مفتی غلام سرور لاہوری صاحب "خزینۃ الاصفیا" کے مطابق لاہور بھی تشریف لائے تھے اور حضرت میاں میر قادریؒ کی خدمت میں رہ کر خرقہء خلافت حاصل کیا۔ بمطابق "خزینۃ الاصفیا" آپ کا وصال ۱۰۸۰ ہجری مطابق ۱۶۶۹ عیسوی بعہد اورنگ زیب عالمگیر ہوا۔ مزار شریف محلّہ قطب الدین پورہ کشمیر میں ہے۔

بابا میر ثنا اللہ زونمیریؒ : بحوالہ "اولیائے کشمیر" آپ بابا مسعود نروری کبرویؒ اور بابا فاضل محمد زونمیریؒ کی اولاد سے تھے۔ اپنے ہی بزرگوں کے جانشین ہوئے اور سلسلہء سہروردیہ کی تلقین و ترویج فرمائی۔ شیخ محمد اشرف فتح کدلیؒ کی تعلیم و تربیت نے مرد کامل بنا دیا۔ کشمیری زبان کے مشہور شاعر تھے ۱۸ ذوالحج ۱۲۳۵ ہجری (۲۶ ستمبر ۱۸۲۰ عیسوی منگل) کو وصال فرمایا اور اپنے آبائی محلّہ زونمیر (کشمیر) میں مدفون ہوئے۔

حضرت زین الدین ڈار سہروردیؒ : آپ کے والد خواجہ عبد اللہؒ حضرت خواجہ رفیق آشائی

marfat.com

سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور تجارت پیشہ تھے' شیخ زینؒ خواجہ حبیب اللہؒ کے مرید ہوئے۔ اپنے مرشد کی محبت میں فنا تھے' ایک روز اپنے مرشد کی خدمت میں جا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی مگر ان سے معذرت چاہی کہ میں ٹھہر نہیں سکتا کیونکہ پیر و مرشد کے پاس حاضری میں تاخیر ہو گی یہ کہہ کر اپنے مرشد کی خدمت میں چلے گئے۔ نہایت وجیہہ و حسین اور کامل و اکمل بزرگ تھے۔ (۱۶۳۴ عیسوی) ۱۰۴۴ ہجری میں وفات پائی اور کشمیر میں دفن ہوئے۔

ملا محمد امین کانیؒ : آپ ملا عبد القاسم کے شاگرد تھے' ملا جمال الدین کشمیریؒ کے مرید تھے۔ رسالہ "علم الفرائض" لکھا اور "شرح تہذیب" کا حاشیہ بھی لکھا۔ بڑے پایہ کے عالم بزرگ اور ولی اللہ تھے وصال ۱۱۰۹ ہجری (مطابق ۱۶۹۷ عیسوی) میں ہوا' مزار اقدس کشمیر میں ہے۔

marfat.com

باب ہشتم

اولیائے حاکمی سہروردیؒ

سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ کی اولاد کا سلسلہ بھی پنجاب یوپی (بھارت) کشمیر تک پھیلا۔ حضرت کے بڑے صاحبزادے شیخ نور الدینؒ تھے اور چھوٹے شیخ تاج الدینؒ، شیخ نور الدینؒ حضرت غوث العالمین بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے نواسے تھے۔ اپنے باپ کے مرید اور صاحب سجادہ تھے۔ آپ مئو مبارک (ضلع بہاولپور) میں شیخ رکن الدین حاتمؒ کے پہلو میں محو خواب ہیں۔ شیخ حاتم کے نانا قاضی رفیع الدین عباسی تھے جو سلطان التمش کے زمانہ میں صوبہ بکھر کے گورنر تھے۔ شیخ نور الدین کے چار صاحبزادے تھے۔ آپ کے پوتوں میں شیخ ابو الفتحؒ اور حامد سرمستؒ بڑے پایہ کے درویش گزرے ہیں۔ اس باب میں ہم آپ کی اولاد امجاد کے مشہور بزرگوں کا ذکر خیر کر رہے ہیں جو "تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانیؒ" "تاریخ جلیلہ" اور "اذکار قلندری" پر مبنی ہے۔

سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ سہروردی

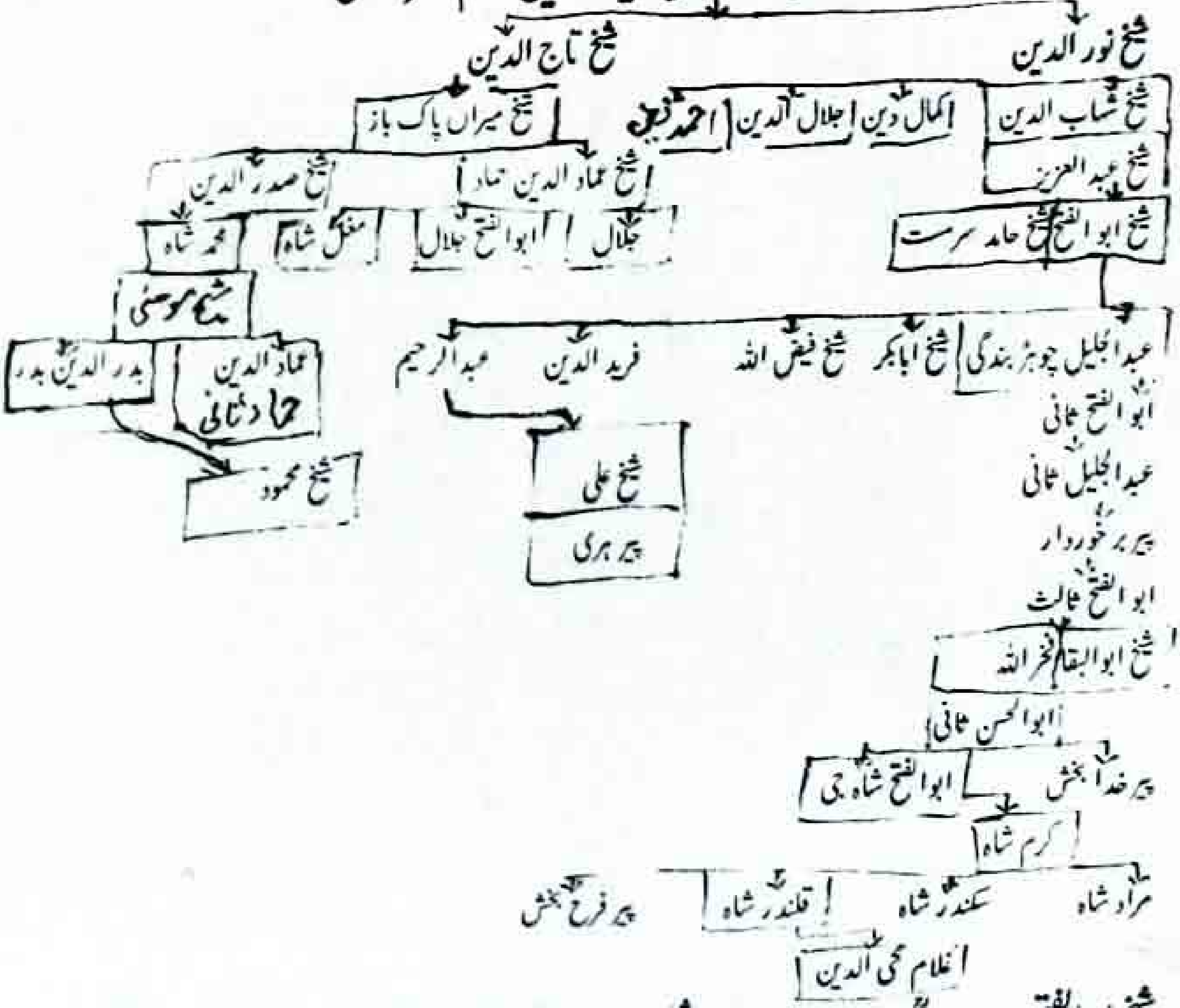

شیخ ابو الفتح سہروردیؒ : اپنے والد ماجد شیخ عبد العزیز کے انتقال پر آپ صاحب سجادہ ہوئے آپ سے مئو، سرواہی، اوچ اور بکھر تک کے ہزاروں طالبان حق فیض یاب ہوئے۔

شیخ حامد سرمستؒ : آپ بہت بلند پایہ درویش تھے۔ شیخ شمر اللہ لکھتے ہیں کہ جب ملک ماچھی کھوکھر

marfat.com

نے سلطان حسین لنگاہ کے خلاف بغاوت کی تو سلطان نے حضرت کی طرف رجوع کیا اور عرض کی کہ ملک ماچھی آپ کے مریدوں میں سے ہے اسے سمجھائیں۔ چنانچہ آپ نے ملک ماچھی کو پیغام بھجوایا کہ مناسب یہی ہے کہ وہ سلطان حسین لنگاہ کے پاس حاضر ہو اور اطاعت گزار بنے مگر ملک ماچھی نے حضرت کے فرمان پر عمل نہ کیا جس پر حضرت نے کہلا بھیجا "اگر تیرا نخوت بھرا سر قلعہ کے استحکام پر نازاں ہو کر ہمارے حکم کے سامنے نہیں جھکا تو خود قلعہ ہی جھک جائیگا" شاہی فوجیں قلعہ کا محاصرہ کئے پڑی تھیں ملک ماچھی قلعے کی فصیل پر اپنے سپاہیوں کو ہدایت دیتا پھرتا تھا کہ دفعۃً ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی قلعے کی فصیل کا ایک بڑا حصہ زمین پر آگرا۔ شاہی فوجیں قلعے کے اندر داخل ہوگئیں اور ملک ماچھی قتل ہوا۔ شیخ حامد سرمستؒ کا مزار سلطان حاکمؒ کے زیر سایہ قلعے کے باہر ہے۔ آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

قطب العالم شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ سہروردی

ہکاری خاندان میں سلطان التارکین حاکمؒ کے بعد شیخ عبدالجلیلؒ کا بڑا مرتبہ ہے۔ آپکے زمانے میں سلہری ریاست کا سرکش راجہ اور اس دور کا مشہور جوگی جے پال حضرت کی کرامت سے مسلمان ہوئے جس سے پوری ریاست میں اسلام پھیل گیا۔ حضرت عبدالجلیلؒ حضرت شیخ ابوالفتح کے فرزند اور مرید تھے اور انہیں سے ظاہرو باطنی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے بڑی سخت ریاضتیں کیں اور مشائخ عالم کی زیارت کیلئے خراسان اور عراق کا سفر کیا۔ واپس آئے تو حضرت شیخ ابوالفتح کا وقت آخر تھا انہوں نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا چنانچہ ان کے وصال کے بعد آپ مسند نشین ہوئے۔ آپکو "چوہڑ بندگی" اسلئے کہا جاتا ہے کہ ہندی زبان میں چوہڑ کے معنی ہیں: "شکار کو تدبیر سے قابو میں لانا" چونکہ آپنے اپنے نفس کو مجاہدہ و ریاضت سے خدا کی بندگی کیلئے رام کرلیا تھا اسلئے "چوہڑ بندگی" کہلائے۔

مئو سے ہجرت : باشارۂ باطنی آپ کو لاہور منتقل ہونے کا حکم ہوا۔ انہیں دنوں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ چند شرپسندوں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حضرت کے قوال سے انہوں نے پوچھا کہ سماع کے وقت شیخ کی کیا حالت ہوتی ہے؟ اس نے بتایا کہ آپ ذات حق میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ انہوں نے قوال کو حضرت کے قتل کی سازش میں شریک کرلیا اور قوال کو کہا کہ جب شیخ پر وہ حالت طاری ہو تو کسی اشارے سے ہمیں مطلع کر دینا قوال نے کہا کہ جب میں فلاں "خیال" شروع کروں تو سمجھ لینا کہ شیخ از خود رفتہ ہیں۔ قوال حسب رسم قدیم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو کشف باطن سے اس کے ارادے کا علم ہوچکا تھا۔ آپ نے اپنا کمبل اس کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا کہ آج مجھے سردی لگ رہی ہے میرا یہ کمبل اوڑھ لے۔ اس نے کمبل اوڑھ کر گانا شروع کیا جونہی اس نے معلومہ خیال شروع کیا قاتل تلواریں سونتے حملہ آور ہوئے اور کمبل کے دھوکے میں قوال کو شیخ خیال کرتے ہوئے قتل کرکے بھاگ گئے حضرت کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ "لی بلہ قریشیاں مارے ڈوم فقیر"

ورود لاہور : آپ عازم لاہور ہوئے تو راہ میں حضرت غوث العالمینؒ اور حضرت رکن عالمؒ کے مزارات پر حاضری دی اور چلہ بھی کیا دوران سفر پاک پتن شریف حاضری کیلئے بھی اشارہ باطن ہوا

marfat.com

جہاں سے حصہء باطنی کے حصول کے بعد لاہور پہنچے اور کوٹ کروڑ میں (موجودہ میکلوڈ روڈ نزد ریلوے پولیس لائینز) قیام فرمایا- لاہور اور مضافات میں سہروردی سلسلہ ترویج کا سہرا آپ کے سر ہے-
جناب پیر غلام دستگیر نامی کی تحقیق کے مطابق ۸۸۰ ہجری (۱۴۷۵ عیسوی) کے قریب لاہور وارد ہوئے- یہ سلطان بہلول لودھی کا زمانہ تھا- سلہریہ ریاست (جو پسرور' ظفروال' نارووال' پٹھان کوٹ' شکر گڑھ اور جموں وغیرہ پر مشتمل تھی) کے راجہ سین پال سلہریہ کی بغاوت نے سلطان بہلول کو فکر مند کر رکھا تھا- راجہ نے خراج دینا بند کردیا تھا- سلطان نے اسے پیغام بھیجا کہ اگر خراج ادا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تو اسلام قبول کرلے ورنہ ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی-
جوگی جے پال : ان دنوں جوگی جے پال (یا ہری ناتھ) کا استدارج میں بڑا شہرہ تھا راجہ کو اس نے تسلی دی کہ میں خود سلطان کی خدمت میں جاکر معاملہ طے کرلوں گا چنانچہ اس نے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر آپ ہمیں داخل اسلام کرنا چاہتے ہیں تو کسی عالم کو میرے روبرو لائیں جو صداقت مذاہب پر قائل کرے- سلطان بہلول لودھی نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور اپنے وزیر دولت خان کو کسی صاحب کشف و کرامت بزرگ کی تلاش کیلئے بھیجا- وہ حضرت شاہ کاکو چشتیؒ کی خدمت میں آیا جو شیخ نور الدین بن شیخ علاء الحق بنگالی المتوفی ۱۴۸۲ عیسوی کے خلفاء سے تھے (آپ کا مزار مسجد شہید گنج نولکھا بازار لاہور کے قریب سکھوں نے منہدم کردیا تھا) انہوں نے فرمایا کہ میں تو اب بوڑھا ہوچکا ہوں اور مجھ میں طاقت تکلم بھی نہیں رہی- شیخ عبدالجلیلؒ اس شہر میں تشریف لاچکے ہیں اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ولایت اب انہیں عطاء ہوئی ہے آپ ان سے رجوع کریں چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا- آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا: کل نہ صرف یہ جوگی بلکہ ساری ریاست مسلمان ہو جائے گی چنانچہ اگلے دن حضرت سے بحث اور کرامت سے جوگی نہ صرف خود بلکہ راجہ بھی معہ اپنے تین سو رؤسا مسلمان ہوگیا- بقول صاحب "اذکار قلندری" اجی پال چونکہ حضرت کے برہان کمال سے اسلام لایا تھا حضرت نے اس کا نام شیخ برہان رکھا جو تقریبا" بارہ سال حضرت کی خدمت میں رہا- منازل سلوک طے کرکے واصلان حق سے ہوا اس کا مزار موضع کاہنواں ضلع گورداسپور (بھارت) میں ہے-

سلطان بہلول نے اپنی صاحبزادی حضرت کے نکاح میں دی جس سے شیخ ابو الفتح پیدا ہوئے- شہزادی کی وفات کے بعد ملک بجلی خان نے اپنی بیٹی (جو عرصہ سے بیمار چلی آئی تھی) حضرت کے نکاح میں دے دی وہ بفضل تعالیٰ تندرست ہوگئیں اور ان کے بطن سے شیخ بہاء الدین پیدا ہوئے-
شیر شاہ سوری : ان کا نام فرید خان تھا- ان کے والد حسن خان افغان اسے حضرت کا مرید کرانے حاضر ہوا تو آپ نے اسے بادشاہی کی بشارت فرمائی چنانچہ بعد میں اس نے ہمایوں کو شکست دے کر دہلی کے تخت پر شیر شاہ کے نام سے حکمرانی کی-
تلقین : آپ بیعت کرنے کے بعد مرید کو اسکے حوصلے کے مطابق درود وظائف تلقین فرماتے تھے چنانچہ بعض کو ذکر نفی اثبات اور بعض کو بلسات' بعض کو دعوات' بعض کو شب بیداری کم خوری ہمیشہ باوضو رہنے رو بہ قبلہ بیٹھنے اکثر تلاوت قرآن شریف اور لا الہ [redacted] کے ذکر میں مشغول رہنے کی تلقین

marfat.com

فرماتے۔

تصنیفات : نامی صاحب مصنف "تذکرہ جلیلہ" نے آپ کی تالیفات میں "رسالہ در مسائل شریعت و طریقت" اور "رسالہ جلیلہ" کا ذکر کیا ہے۔

وصال : بموجب "تاریخ جلیلہ" آپ کا وصال بہ عہد سلطان سکندر لودھی رجب ۹۱۰ ہجری (جنوری ۱۵۰۵ عیسوی) میں جبکہ آپ کی خدمت میں شیخ یونس، شیخ جلال، شیخ مولا نجار، شیخ مٹھ سیاہ پوش، موسیٰ آہن گر، مداقرن اور شیخ زین الدین رحمہ اللہ علیہم اجمعین حاضر تھے یکا یک حضرت کی حالت متغیر ہوگئی۔ سر سجدے میں رکھا اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ بمطابق "حدیقۃ الاولیاء" غسل کے وقت سلطان سکندر لودھی حاضر ہوا۔ غسل کے بعد حضرت کی زبان سے تین مرتبہ اسم ذات نکلا جو سب حاضرین نے سنا۔

اکابر خلفاء : شیخ برہان کاہنووانی، شیخ ابابکر ہاشمی، شیخ فیض اللہ، شیخ فرید الدین، شیخ عبدالرحیم، شیخ جلال، شیخ ابو الخیر، شیخ موسیٰ آہن گر، ملک مردانہ کھوکھر، عبدالحکیم بخاری، شیخ یونس کیسرہ، شیخ مٹھا سیاہ پوش، خیر الدین کمچی، سید علم الدین، مظفر رتی راؤ، اوہیہ چوہان، مولانا یزید، علی غازی، رائے بھویہ بھٹی (مزار در تلونڈی) مولا نجار (مزار در تیرہ بزرگ) سعد عرف علیم (مزار در کھاری کھوئی) شیر شاہ (مزار در سہسرام) میاں پھیلو، میاں موجو، شیخ میاں، شیخ خان رائے رام دیو بانی شہر بٹالہ، ملک ہندو شاہ بھٹیاں، ملک بھیلو کھوکھراں، تور بندھ، شیخ کاکن، سید خان گورنر لاہور، مخدوم سادھا، شیخ احمد بخش، شیخ ظہور نکودر، شیخ بکر رحمہ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ جمال الدین ابوبکرؒ : حضرت "چوہڑ بندگیؒ" کے چار بھائی تھے۔ شیخ جمال الدین ابوبکر، شیخ فرید الدین، شیخ عبدالرحیم اور شیخ فیض اللہ، حضرت شیخؒ مئو مبارک سے تن تنہا ہی لاہور تشریف لائے تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ باقی چاروں بھائی بھی نقل مکانی کرکے لاہور آگئے۔ بحوالہ "تذکرہ طیبہ" حضرت چوہڑ بندگی نے اپنے بھائیوں کو جو ارشاد فرمایا اس کا ہم اردو زبان میں ترجمہ برائے افادۂ قارئین کرام یہاں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ "اے طالبان حق! مشائخ کبار و صوفیائے روزگار نے قلت اکل، قلت کلام اور منام کو مجاہدہ اولیٰ کہا ہے کہ موجب برکات ہے اور دل کی صفائی اس کے بغیر ناممکن ہے اور جو شخص ان کی کمی بیشی کے راز کو پالیتا ہے وہ منازل سلوک کو طے کرلیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ غذائیں خاکی وجود کی قوت اور تقویت کا باعث بنتی ہیں لیکن یہ امر انسان اور حیوان میں فربہی رنگ اور قوت مباشرت وغیرہ کے سلسلہ میں مساوی درجہ رکھتا ہے۔ علاوہ اس کے انسان کیلئے خاص نقصان یہ ہے کہ ان امور میں زیادتی خواب غفلت کا باعث بنتی ہے۔ عبادات میں سستی پیدا ہوتی ہے، حرص اور خواہش بڑھتی ہے، شہوت کا دروازہ کھل جاتا ہے نفس امارہ کو طاقت پہنچتی ہے۔ معاصی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے لیکن اغذیہ کی کمی سے روح کا نور بڑھتا ہے۔ نہاں خانۂ دل منور ہوتا ہے۔ شہوت ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ نفس سرکش مطیع ہو جاتا ہے۔ حرص و ہوا مٹتی ہے۔ عبادات و ریاضات میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ درندگی کی عادات صفات ملکی میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ طالب کو چاہئے کہ بتدریج اس پر عمل کرے اور پھر اس پر مداومت کرے۔ ان چہار امور میں کمی کئے بغیر

marfat.com

صفائی قلب مشکل بالکل ناممکن ہے۔ جناب سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

اندرون از طعام خالی دار تا درو معرفت حق بنی

حضرت عبدالجلیلؒ نے شیخ جمال ابوبکرؒ کو خرقہء خلافت عطا فرماکر حصار کی طرف جانے کا ارشاد فرمایا۔ ان کی شادی سلطان بابک کی صاحبزادی سے کردی۔ اسی مجلس میں شیخ برہان کو کاہنواں' شاہ ابوالخیر کو رسول کوٹ اور خیر الدین کمی کو پنڈی شہداد جانے کا حکم دیا۔ حسب ارشاد جمال ابوبکرؒ لاہور سے حصار (مشرقی پنجاب بھارت) تشریف لے آئے۔ اس زمانے میں سلطان سکندر لودھی نے آگرہ کو دارالحکومت بنالیا تھا چنانچہ آپ بھی حصار سے مستقل طور پر آگرہ منتقل ہوگئے۔

مولانا محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاری اپنی تصنیف "اذکار ابرار" (جو ۱۶۰۵ عیسوی میں جہانگیر بادشاہ کے عہد میں تالیف کی) میں تحریر کرتے ہیں کہ شیخ ابوبکر فرماتے ہیں: "ایک رات عالم مثال میں خاتم النبوۃ علیہ السلام کی ملازمت حاصل ہوئی۔ حضور علیہ السلام ہاتھ میں عصا لئے کھڑے تھے اسے زمین میں گاڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ زمین ہم تمہیں عنایت کرتے ہیں اس میں ایک کنواں احداث کراؤ۔" شیخ لکھتے ہیں کہ صبح کو میں نے معلومہ جگہ کو جاکر دیکھا تو وہاں عصا کے گاڑے جانے کا نشان پایا۔ وہ جگہ نمناک سی ہو رہی تھی۔ شیخ نے بڑی کوشش اور محنت سے اس جگہ کنواں کھدوایا جس میں نہایت شیریں اور خوشگوار پانی نکلا۔ آپ نے بقیہ زندگی اسی شہر (آگرہ) میں گزاری اور بہ زمانہ شیر شاہ سوری ۱۵۴۵ عیسوی میں انتقال فرمایا۔ مزار جوگی پورہ (آگرہ) میں ہے۔

تصنیفات : وصایاء امام محمد اور اصول بزودی کی بسیط شرحیں لکھیں۔ حضرت عبدالجلیلؒ کے حالات پر "تذکرہ جلیلیہ" ۹۴۷-۹۵۲ ہجری (مطابق ۱۵۴۵-۱۵۴۰ عیسوی) تالیف کیا۔

شیخ فرید الدینؒ ابوالفتح : بحوالہ "تاریخ جلیلیہ" آپ شیخ عبدالجلیلؒ کے دوسرے چھوٹے بھائی اور خلیفہ تھے۔ آپ کی والدہ بجلی خان افغان کی بیٹی تھیں۔ "اذکار قلندری" از شیخ فرح بخشؒ جب فرید الدین اور دوسرے بھائی شیخ فیض اللہ منازل سلوک طے کر چکے تو آپ کو چونیاں روانہ کیا گیا۔ آپ ہر جمعرات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نیاز پکا کر درویشوں کو کھلاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کا خادم کمہار کی اجازت کے بغیر کوئی برتن اٹھا لایا تو حضور علیہ السلام رات کو آپ کے حجرے سے باہر رک گئے حضرت نے بصد انکسار وجہ پوچھی تو ارشاد ہوا ترے گھر میں مشتبہ برتن پڑا ہے جو میرے اندر آنے میں مانع ہے چنانچہ شیخ نے فوراً" وہ برتن باہر نکلوا دیا اور دوسری شب جمعہ کو دو چند طعام پکوا کر حضور علیہ السلام کی روح پر فتوح پر ایثار کیا۔ آپ کی اولاد میں شیخ عبدالماجد شیخ عبدالواحد شیخ عبدالرشید' شیخ معالی اور شیخ محمد سی بڑے رتبے کے درویش گزرے ہیں۔

شیخ عبدالرحیم سہروردیؒ : آپ حضرت عبدالجلیلؒ کے تیسرے بھائی اور خلیفہ تھے۔ امی محض تھے مگر وجد کی حالت میں علم ظاہر کا جو بھی مشکل مسئلہ عرض ہوتا حل فرما دیتے اور جب تک عالم سکر میں رہتے درس دیا کرتے۔ آپ کا مزار حصار (بھارت) میں ہے۔

شیخ فیض اللہ سہروردیؒ : آپ حضرت چوہڑ بندگیؒ کے چوتھے بھائی' مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کو قصبہ چونیاں میں قیام کا حکم دیا گیا جہاں انہوں نے مستقل سکونت اختیار کرلی۔

marfat.com

شیخ علی المعروف پیر بری" سہروردی : بحوالہ "تاریخ جلیلہ" آپ شیخ عبدالرحیم سہروردی کے بیٹے تھے۔ جب سماع میں وجد طاری ہوتا تو اڑنے لگتے ایک دفعہ اپنے عم محترم حضرت چوہڑ بندگی" کے مزار پر سماع کے موقع پر درویش رقص کناں تھے کہ ایک ذاکر سے حاضرین نے کچھ سنانے کی استدعا کی تو اس نے کہا کہ جب تک شیخ بری موجود نہ ہوں میں سنانے کو تیار نہیں۔ درویشوں نے کہا کہ اگر تمہیں ان سے اخلاص ہے تو سنانا شروع کرو وہ خود یہاں تشریف لے آئیں گے۔ اس ذاکر نے سندھی دوہڑا مقام حسینی سے پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت شیخ بری نواب دولت خان لودھی کی باؤلی پر جو حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے مزار سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ خرقہ میں پیوند لگا رہے تھے۔ آواز سن کر ان پر حالت وجد طاری ہوگئی اور اڑ کر مقام سماع (روضہ حضرت چوہڑ بندگی) پر پہنچ گئے۔

حضرت شاہ موسیٰ سہروردی" : بحوالہ "تاریخ جلیلہ" (مؤلفہ پیر غلام دستگیر نامی) آپ سلطان حمید الدین حاکم سہروردی" کی اولاد میں سے تھے اور حضرت چوہڑ بندگی" لاہور کے ہم عصر تھے۔ شجرہ نسب یوں ہے: شیخ موسیٰ بن شاہ محمد بن صدر الدین بن شیخ میراں بن شیخ تاج الدین بن سلطان حمید الدین حاکم سہروردی"۔ ولادت مئو مبارک (ریاست بہاولپور) میں (۱۴۰۰ عیسوی) نویں صدی ہجری میں ہوئی۔ دس سال کی عمر میں والدین کے سایہ سے محروم ہوگئے۔ تیس سال پنجاب میں مختلف مقامات پر جنگلوں اور بیابانوں میں گزارے۔ اس دوران ہٹھنڈہ میں حاجی رتن صحابی" دربار شاہ ہمدان واقع منگری' ڈبکوٹ' موضع جگا تحصیل چونیاں اور جھامرہ وغیرہ بھی تشریف لے گئے۔ ان مقامات پر آپ کے تکیے پائے جاتے ہیں۔ ابتداء میں سید بدیع الزمان قطب مدار" مکھن پوری (متوفی ۸۳۸ ہجری) سے بیعت کی اور خرقہ ء خلافت پایا۔ انہوں نے اپنا مصلیٰ خاص عصا مبارک اور مسواک عنایت کرکے رخصت فرمایا اور ہدایت کی کہ جہاں جوار کی روٹی شہد کے ساتھ اور اونٹنی کے دودھ کی لسی بیک وقت تجھے میسر آئے اور یہ مسواک سرسبز ہو جائے وہی تیرا مقام و مسکن ہوگا۔ دوران سیاحت میر شہداد میں عبداللہ کھوکھر نامی ایک زمیندار اپنے کنویں پر کھڑا تھا اس کی بیوی کھانا لائی جو اس نے جوں کا توں حضرت کو قبول فرمانے کیلئے عرض کی۔ آپ نے رومال اٹھا کر دیکھا تو وہی کھانا جو حضرت مرشد نے فرمایا تھا کے مطابق پایا تو مسکرا کر فرمایا۔ مرحبا! لبیک' مسواک پر نظر کی تو اسے بھی ہرا بھرا پایا چنانچہ کھانا تناول فرما کر شہر میں داخل ہوئے اور اپنا عصا مبارک زمین میں گاڑ کر مصروف عبادت ہوگئے۔ پنڈی میر شہداد پر بلوچوں کا قبضہ تھا تمام سردار حضرت کے مرید ہوگئے۔ زاں بعد خان کمال بہوت' ست گھرہ' خان پور اور میر پور نام کی بلوچ آبادیاں جو دریائے راوی کے دونوں کناروں پر آباد تھیں حضرت کی حلقہ بگوش ہوگئیں۔ حضرت کی شادی ملک خیر الدین کھچی کی دختر (بی بی فاطمہ) سے ہوئی جن کے بطن سے مخدوم بدر الدین بدر' مخدوم مئو المعروف شیخ موگھر (مولف کتاب مظاہر موسوی) مخدوم نظام الدین اور مخدوم عماد الدین عماد ثانی پیدا ہوئے۔ آپ کی اولاد چار پتیوں میں منقسم ہے۔ (۱) بدر پتی (۲) موگھر پتی (۳) نظام پتی (۴) عماد پتی سب کا تعلق سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے ہے۔ آپ کا مزار شریف پنڈی موسیٰ (جو ضلع فیصل آباد میں تاندلیانوالہ ریلوے اسٹیشن سے پانچ میل پر ہے) میں واقع ہے۔ پنڈی موسیٰ کے اطراف میں آباد کھرل' نوانے' جوئیے' وہنی وال' سیال اور

marfat.com

کاٹھیے' بھٹی' کھکڑ اور گجر قبائل نے بہت فیض حاصل کیا۔

پیر مراد شاہ قریشی سہروردیؒ : بحوالہ "تاریخ جلیلہ" خرقہء خلافت سہروردیہ اپنے والد گرامی پیر کرم شاہؒ سے حاصل کیا۔ آپ کی ولادت ۱۱۸۴ ہجری مطابق ۱۷۷۰ عیسوی بمقام لاہور ہوئی۔ ۱۷۸۱ عیسوی میں اپنے والد کے ہمراہ لکھنؤ ہجرت کر گئے تھے جہاں نو سال تک مقیم رہے زاں بعد اپنی والدہ کے ہمراہ لاہور آ گئے۔ آپ صاحب تصنیف اور بلند پایہ شاعر تھے۔ فارسی میں مراۃ العاشقین' دیوان مراد' ترجیع بند مامریداں اور اردو میں مراد المحسنین مشہور ہیں۔

وفات: آپ کی وفات ۱۸۰۱ عیسوی (۱۲۱۵ ہجری) بمقام مردانہ تحصیل شاہدرہ تیس سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ قصبہ لاہور سے نارووال جاتے ہوئے مہتہ سوجا ریلوے سٹیشن سے تقریباً" ایک میل پر واقع ہے۔

پیر قلندر شاہ قریشیؒ : بحوالہ تاریخ جلیلہ آپ ۱۱۸۵ ہجری (۱۷۷۱ عیسوی) کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ظاہری اور باطنی تعلیم اپنے والد کے چچا پیر خدا بخش سہروردیؒ سے حاصل کی۔ ۱۷۸۱ء میں سکھوں کی سکھا شاہی اور غارت گری کی وجہ سے اپنے والد پیر کرم شاہؒ (المعروف پیر میستا شاہ) کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے۔ بریلی میں اپنے برادر مراد شاہؒ کے ساتھ بدر الدین رہتکی (المتوفیٰ ۱۲۰۵ ہجری مطابق ۱۷۹۱ عیسوی) سے بھی فیض یاب ہو کر خرقہ خلافت پایا۔ ۱۲۱۰ ہجری (۱۷۹۵ عیسوی میں) لکھنؤ سے واپس لاہور آ گئے اسی زمانے میں زمان شاہ بن تیمور شاہ ابدالی نے بھنگی سکھوں کے عہد میں لاہور پر حملہ کر کے لوٹا تھا۔

ایک دفعہ موضع سانده (لاہور) میں اپنے ایک مرید فضل شاہ کے ہاں اس کی دعوت پر گئے۔ مدعو شدہ آدمیوں سے بہت زیادہ مہمان آ گئے جس کی وجہ سے اہل خانہ پریشان ہو گئے۔ حضرت مرید کے تردد سے مطلع ہو گئے اور فرمایا جو کچھ پکا ہے سب یہاں لے آؤ انہوں نے حضرت کے آگے لا کر رکھ دیا۔ آپ نے طعام پر اپنی چادر ڈال دی اور کھانا خود تقسیم کرنا شروع کیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ جب سب کھا چکے تو حضرت نے اپنے مرید فضل شاہ (اہل خانہ) سے پوچھا: شاہ جی! دیکھو کیا بچا ہے؟ وہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ انکے گھر کے افراد کے علاوہ مزید پانچ چھ نفر کا کھانا بچا پڑا ہے حضرت مسکرائے اور فرمایا جس کی قسمت میں ہو گا آ کر کھا لے گا۔ حضرت ابھی دروازہ تک ہی گئے تھے کہ پانچ آدمی اور حضرت کی زیارت کیلئے آ گئے چنانچہ وہ کھانا انہیں کھلا دیا گیا۔

آپ نے اپنے چھوٹے بھائی پیر فرح بخشؒ کے ساتھ مل کر موضع رتہ (تحصیل شاہدرہ) خرید لیا تھا۔ ۲۷ رمضان ۱۲۴۸ ہجری (اتوار ۱۷ فروری ۱۸۳۲ عیسوی) کو انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا عہد حکومت تھا۔

تصانیف : دیوان قلندر شاہ' حلیہ شریف اردو' معراج المقبول' مبین (عقائد منظومہ) ترکیب تلاوت کلام اللہ' آداب خلوت' تعداد اربعین' شروط اربعین وغیرہ جو بزبان فارسی ہیں۔ شاعر بھی تھے چند نعتیہ شعر بطور نمونہ کلام درج ذیل ہیں:-

شد برق دلم عشق مہ روئے محمدؐ — جان است فدا روز و شبم روئے محمدؐ
بہر من دل خستہ ز بستان مدینہ — اے باد صبا آر گل بوئے محمدؐ
از ہند قلندر چو رسم آہ بہ طیبہ — ما ایم و گدائی ست دراں کوئے محمدؐ

marfat.com

ر فرح بخش فرحت : آپ بروز جمعہ ۲۶ دسمبر ۱۷۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ پیر کرم شاہ کے فرزند قلندر پیر قلندر شاہ کے چھوٹے بھائی مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے اپنے خاندان کی جامع تاریخ بزبان فارسی "اذکار قلندری" کے نام سے مرتب کی جو نامی صاحب نے شائع کرا دی ہے۔ آپ نہایت ہی بلند پایہ شاعر اور نثر نگار تھے۔ (۱۸۱۱ عیسوی) ۱۲۱۵ ہجری میں جب پیر مراد شاہ کا وصال ہوگیا تو آپ نے مسند ارشاد سلسلہ سہروردیہ سنبھالی اور خلق خدا کو فیض یاب کیا۔ آپ کا وصال اتوار ۲۷ رمضان ۱۲۴۸ ہجری (۱۷ فروری ۱۸۳۳ عیسوی) بمقام موضع رتہ پیران (تحصیل شاہدرہ) میں ہوا۔ وہیں مزار شریف مرجع خلائق ہے۔ فقیر عزیز الدین وزیر اعظم مہاراجہ رنجیت سنگھ سے راہ و رسم تھی ایک دفعہ لکھا "تر از بہر تو دوست داریم" بحوالہ تاریخ جلیلہ وفات ۱۲۵۶ ہجری (۱۸۴۰ عیسوی) میں بہ عمر چونسٹھ سال ہوئی۔

پیر سکندر شاہؒ : آپ پیر کرم شاہؒ کے فرزند و مرید تھے صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ رہائش کھاری کھوئی نزد بازار حکیماں لاہور میں رہی۔ اردو فارسی میں شعر گوئی "امداد" تخلص سے کی۔ وفات بیس برس کی عمر میں ۱۷۹۹ء عیسوی کو ہوئی اور حضرت چوہڑ بندگیؒ کے نواح میں مدفون ہوئے۔

پیر امیر شاہ سہروردیؒ : آپ پیر قلندر شاہ سہروردیؒ کے چچا زاد بھائی، مرید اور خلیفہ تھے۔ ابتدائے حال میں تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو پیر قلندر شاہؒ نے انہیں فرمایا: "اے محب بے ریا وائے عم زادا ایں بے سروپا۔ علم ایک جوہر لطیف ہے تمہیں اس کے حصول میں تساہل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ شاہباز فقر کو پر پرواز علم ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے۔ **اطلبوا العلم ولو کان بالصین**

کے کو زاہد بے علم گردد شود دیوانہ یا کافر بمیرد

چنانچہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **من تزاہد بغیر علم جن فی اخر عمرہ او مات کافرا**" علم ایک روشن شمع ہے جو نہاں خانہء باطن کو منور رکھتی ہے اور سیاہ و سفید میں امتیاز بخشتی ہے۔ علم کے بغیر درویش کی مثال اس اندھے کی ہے جس کے ہاتھ میں لعل آجائے۔ یا چیونٹی کو سلیمان پیغمبر کا خزانہ مل جائے۔ یہ خزانہ اٹھانے میں عاجز وہ لعل کی ماہیت معلوم کرنے میں قاصر۔ ہر دو اس دولت کبریٰ سے بے بہرہ۔ نہ اس کو اس سے کچھ سود نہ اس کو اس سے کچھ بہبود۔ اس لئے زیادہ نہ سہی درویش کیلئے اتنا علم تو ضروری ہے جس سے کفر و اسلام میں تمیز کر سکے اور شیخ کے اشارات کو سمجھ سکے"۔ ان ارشادات کا پیر امیر شاہؒ پر اتنا اثر ہوا کہ فوراً" تعلیم کی طرف متوجہ ہوگئے اور کافی عرصہ تعلیم ظاہری میں مصروف رہ کر علوم متداولہ پر عبور حاصل کرلیا۔ نیز شیخ کی توجہ سے مرتبہء کمال کو پہنچ گئے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قلندر شاہؒ نے فرمایا: امیر شاہ در وثوق ارادت و رسوخ عقیدت سدیست روئین بہ آئین و سلوک باطن و یقین۔ سید امیر شاہؒ نے کوٹلی پیراں سے سکونت ترک کر کے ملک پور میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ وہیں تا عمر آخر رہے۔

پیر نبی بخشؒ : آپ اپنے عم محترم پیر کرم شاہؒ کے مرید اور قلندر شاہ کے خلیفہ تھے۔ نہایت بلند پایہ بزرگ تھے صاحب تصنیف بزرگ گزرے ہیں جس میں منظوم نسب نامہ اور سسی پنوں کا منظوم قصہ مشہور ہیں۔ ۲۵ جمادی الاول ۱۲۹۸ ہجری بروز پیر مطابق ۲۵ اپریل ۱۸۸۱ء کو وصال فرمایا۔

پیر قطب شاہ بن محبوب شاہؒ : آپ بھی پیر قلندر شاہؒ کے خلیفہ تھے۔ اگر تکبیر میں اللہ اکبر بلند

marfat.com

کہتے تو بے ہوش ہو جاتے اور دیر تک وجد کرتے رہتے۔

بی بی مبارک سلطانؒ و بی بی امتہ الرسولؒ : یہ دونوں بیبیاں اس خاندان میں صاحب کمال گزری ہیں نہایت مستجاب الدعوات تھیں۔

پیر مکھن شاہؒ : آپ پیر قلندر شاہؒ کے نامور مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے پائے کے بزرگ ہوئے ہیں۔ پیر فرح بخش فرحتؒ لکھتے ہیں۔ "تا زندہ ماند از فرمانبرداری مرشد انحراف نو رزید' آں جناب حضرت جیو (پیر قلندر شاہ) مدام ثناء خوان رسوخ عقیدت او بودہ' مے فرمودند کہ از قریشان اولاد جد من بہاء الدین در صدق ارادت عدیم المثال است' زہے مرادت آں مرید کہ از و پیر راضی باشد"

سید حمزہ شاہ گیلانیؒ : بخارا کے رہنے والے تھے۔ زمان شاہ نے پہلی بار جب پنجاب پر لشکر کشی کی تو یہ بھی ایک مغل کے ہمراہ لاہور آئے کچھ عرصہ پیر مراد شاہؒ سے استفادہ حاصل کیا ان کے وصال کے بعد پیر قلندر شاہؒ کی صحبت میں رہے اور خرقہء خلافت حاصل کیا۔ بڑے رقیق القلب تھے۔ پیر و مرشد نے انہیں فرمایا: "جہاں یاد الٰہی میں مزہ آئے وہاں قیام کر مگر یاد الٰہی میں مشغول رہ" پیر فرحت بخش لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل میں اب تک مشغول بحق اور دنیا و مافیہا سے آزاد ہیں۔

شیخ بہاء الدین : آپ حضرت چوہڑ بندگیؒ کے فرزند مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کی شادی رائے بھویا بھٹی موضع بھرمیلے کی صاجزادی سے ہوئی۔ حضرت نے آپ کو پیردہاہوں نزد ننکانہ ضلع شیخوپورہ پنجاب میں خلق خدا کی ہدایت کیلئے مامور فرمایا۔ مزار ننکانہ ریلوے سٹیشن سے نظر آتا ہے۔ آپ کی والدہ بجلی خان کھوکھر کی صاجزادی تھیں۔ اولاد نبی پور پیراں تحصیل ننکانہ میں آباد ہے۔ آپ کے نامور مریدوں میں منڈیالی بھی تھا جس کی اولاد کنجروڑ اور منے والی میں آباد ہے۔

شیخ ابو الفتح ثانیؒ : حضرت شیخ ابو الفتحؒ کے صاجزادے اور سلطان بہلول لودھی کے نواسے تھے۔ اپنے والد کے مرید اور خلیفہ تھے۔

شیخ عبد الجلیل ثانیؒ : اپنے والد شیخ ابو الفتحؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ چالیس سال تک سجادہ نقر پر متمکن رہے۔

شیخ برخوردارؒ : اپنے والد شیخ عبد الجلیل ثانیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قصبہ شیخ پور جو اب کوٹلی پیر کہلاتا ہے آپ کا ہی بسایا ہوا ہے۔

شیخ ابو الفتح ثالثؒ : اپنے والد شیخ برخوردارؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ کوٹلی پیر میں مدفون ہوئے۔

شیخ ابو الحسنؒ : اپنے والد شیخ فخر اللہ (بن ابو البقا بن شیخ ابو الفتح) کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اکثر اوقات عالم استغراق میں رہتے۔

شیخ ابو الفتح المشہور حضرت شاہ جیؒ : اپنے والد کے خلیفہ اور مرید تھے۔ جمعرات ۲۷ شعبان ۱۱۹۳ ہجری (۹ ستمبر ۱۷۷۹ عیسوی) کو وفات پائی۔

پیر خدا بخش بن پیر ابو الحسن ثانیؒ : آپ شیخ ابو الفتحؒ کے چھوٹے بھائی اور پیر کرم شاہ اور ان کے صاجزادگان پیر مراد شاہ اور پیر قلندر شاہؒ کے پیر بیعت تھے۔ پیر مراد شاہ مثنوی "مراد العاشقین" میں

marfat.com

آپ کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

ہست ایں خوش وصف پیر دستگیر آں خدا بخش است شاہ بے نظیر
بیا ساقی مرا مگذار بے کیف خمار من شود کم کیف صد حیف
چہ پیر آمر . امر شریعت شہنشاہ طریقت فی الحقیقت
چراغ مجلس اہل معانی کلید گنج اسرار نہانی

آپ کا وصال ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۰۰ ہجری بروز بدھ (۳۱ جنوری ۱۷۸۷ عیسوی) کو ہوا۔ مرقد شریف حضرت غلام علیؒ کے پہلو میں ہے۔

شیخ نیاز بخش : آپ پیر خدا بخش کے بیٹے تھے فقر و غنا میں بے نظیر اور صاحب کرامت تھے۔ ایک دفعہ موضع بھٹالہ میں جہاں آپ مقیم تھے چوروں نے آپ کے طویلہ سے آپ کے گھوڑے چرا لئے مگر جب باہر نکلے تو اندھے ہوگئے۔ تائب ہوئے تو بصارت عود کر آئی۔ ۱۲۵۴ ہجری (۱۸۳۸ عیسوی) میں وصال ہوا۔ مزار نارووال سے جانب شمال مشرف نو (۹) کوس پر واقع ہے۔

پیر کرم شاہ المعروف میستا شاہؒ : آپ شیخ ابو الفتحؒ کے فرزند، مرید اور خلیفہ تھے۔ سکھوں کی غارت گری سے تنگ آکر لاہور سے لکھنؤ چلے گئے۔ آپ کئی سال اپنے نانا شیخ نور الحسن قریشیؒ کی خدمت میں بھی رہے۔ ۱۲۰۱ ہجری مطابق ۱۷۸۶ عیسوی میں واپسی پر کفار سے لڑتے ہوئے شاہجہان پور کے قریب شہید ہوگئے۔ آپکے چار صاحبزادے تھے۔ پیر سکندر شاہؒ، پیر مراد شاہؒ، پیر قلندر شاہؒ اور پیر فرح بخش فرحتؒ۔

اکابر خلفاء حضرت چوہڑ بندگی سہروردیؒ

شیخ علم الدین چونی والؒ : بموجب "خزینۃ الاصفیا" آپ حضرت عبدالجلیل چوہڑؒ کے عظیم خلیفہ تھے۔ عشق و محبت اور جذب و شوق میں یگانۂ آفاق تھے۔ جب مرید ہوئے تو آپ کی خدمت میں رہے۔ ایک دن شیخ جا رہے تھے کہ اچانک ناپاک کیچڑ آپ کے لباس پر پڑ گیا۔ سید علم الدین نے فوراً شیخ کی چادر لی اور اسے دھویا۔ شیخ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "سید علم الدین! تو نے میرے لباس سے ظاہری نجاست دور کی۔ میں نے تیرے دل سے باطنی نجاست صاف کردی" فی الفور ان کا دل معرفت سے روشن ہوگیا۔ آپ کو چونکہ یہ دولت لازوال اپنے پیر و مرشد کے لباس دھونے سے حاصل ہوئی تھی اس لئے آپ ہمیشہ اپنے مرشد کے کپڑے دھوتے حتی کہ گاذر (دھوبی) مشہور ہوگئے۔ خرقۂ خلافت پانے کے بعد باشندگان جنڈیالہ کی باطنی تربیت پر مامور ہوئے۔ آپ کا انتقال ۹۱۶ ہجری (۱۵۱۰ عیسوی) کو ہوا اور چونیاں سے ایک میل کے فاصلے پر بمقام چونی وال مدفون ہوئے۔ خلفاء میں شاہ نور قصوری شیخ آتو باغبان (جن کی اولاد فیض پور باغبان میں ہے) زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ موسیٰ آہن گرؒ سہروردی

آپ کی ولادت ۸۴۱ ہجری ۱۴۳۷ عیسوی میں ہوئی۔ والد کا نام سلطان عرب اور والدہ کا بی بی عائشہ تھا۔ شجرہ نسب امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتا ہے۔ اہلیہ محترمہ کا نام بی بی ملکی تھا جو خاندان غوثیہ سے تھیں۔ پہلے شیخ شہر اللہ ملتانیؒ بن مخدوم محمد یوسف ملتانیؒ سے بیعت تھے ان کی وفات پر انہیں کے حکم سے شیخ عبدالجلیلؒ کی خدمت میں تکمیل باطنی کیلئے حاضر

marfat.com

ہوئے انہوں نے دو بیگھ زمین عطا فرمائی اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ تقریباً" دس سال حرمین شریفین میں مقیم رہے اور وہاں تفسیر و حدیث کا درس بھی دیا۔ زاں بعد ٹھٹھہ' ملتان' گجرات (کاٹھیاواڑ) سے ہوتے ہوئے لاہور آئے۔ "مناقب موسوی" میں آپ کے حالات لاہور درج ہیں۔

تذکرہ قصیہ" میں ہے کہ جب آپ لاہور مقیم ہوئے تو آہن گری کا کام شروع کیا ایک ہندو حسینہ ہرد آپ کے پاس تکلہ سیدھا کرانے کیلئے آئی۔ آپ تکلے کو آگ میں رکھ کر اسے غور سے دیکھنے لگے اور اس طرح مجاز میں صانع حقیقی کے حسن ازل کا مشاہدہ کرنے لگے۔ ہرد ناراض ہو کر بولی: افسوس ہے تیری دکانداری پر کہ بے گانہ عورت کو دیکھ رہا ہے اور بھگوان سے نہیں ڈرتا۔ ایک گھنٹہ گزر چکا ہے کہ تو تکلے کو بھٹی میں ڈالے مجھے گھور رہا ہے۔ یہ سن کر شیخ نے تکلہ بھٹی سے نکالا اپنی آنکھوں میں پھیرتے ہوئے فرمایا: اے ماں! اگر تجھے دیکھا ہو تو میری آنکھیں جل جائیں اور اگر اسے دیکھا ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے تو لوہے کا یہ تکلہ سونے کا بن جائے۔ معاً" وہ تکلا سونے کا بن گیا۔ مائی ہرد نے جب شیخ کی یہ کرامت دیکھی تو اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا اور عشق الٰہی سے سرشار بازاروں اور کوچوں میں دیوانہ وار پھرنے لگی اور انجام کار شیخ کی توجہ سے عالم صحو میں آگئی۔ حضرت کی مرید ہوئی اور بقایا زندگی حضرت کے قدموں میں گزار دی۔ جب فوت ہوئی تو شیخ کے مقبرہ کے شمال مشرقی کونے میں ایک حجرے کے اندر مدفون ہوئی۔

صاحب "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ جب شیخ موسیٰؒ نے اپنے مقبرے کیلئے ایک اونچا گنبد اس زمین میں تعمیر کروانا چاہا جو آپ کو اپنے مرشد سے ملی تھی تو معماروں میں چند ہندو بھی تھے۔ انہی دنوں میں گنگا اشنان کے دن آگئے۔ ہندو معماروں نے چند دن کی رخصت چاہی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا جب غسل کا دن آئے تو ہمیں اطلاع دینا۔ چنانچہ گنگا اشنان کے مخصوص دن وہ حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا خانقاہ کے متصل کنویں کے پانی کے حوض میں جا کر غوطہ لگاؤ انشاء اللہ سر دریائے گنگا میں جا کر نکالو گے چنانچہ انہوں نے ڈبکی لگائی جب سر نکالا تو وہ دریائے گنگا میں تھے۔ اپنے مذہب کی رسوم ادا کرلینے کے بعد جب دریائے گنگا میں پھر غوطہ لگایا اور سر نکالا تو اپنے آپ کو شیخ کے حوض میں پایا۔

بقول مفتی غلام سرور لاہوری آپ کا وصال ۹۲۵ ہجری (۱۵۱۹ عیسوی) بہ عہد سلطان ابراہیم لودھی ہوا مگر پیر غلام دستگیر نامی کی تحقیق کے مطابق ۹۶۲ ہجری (مطابق ۱۵۵۵ عیسوی) ہمایوں کے عہد میں ہوا اور آپ کا مقبرہ ہمایوں بادشاہ کے وزیر میرہاشم بخاری نے بنوایا جو آپ کا مرید تھا۔ مزار شریف میکلوڈ روڈ پر ریلوے سٹیشن کے قریب واقع ہے۔ خلفاء میں میرہاشم بخاری' حاجی شیخ' مخدوم علم الدین' شیخ موہری' حاجی اسحاق سندھی اور حافظ رزق اللہ بن باقی مشہور ہیں۔ چار فرزندان تھے۔ اول شیخ یعقوب کابل میں وفات پا گئے اور ایک گاؤں دیسہ یعقوب میں دفن ہوئے۔ دوسرے شیخ اسحاق تھے۔ جنہیں خرقہ خلافت عطا ہوا اور مسند پر بیٹھے۔ تیسرے شیخ اسماعیل تھے جو نہایت نیک نام بزرگ گزرے ہیں اور چوتھے شیخ احمد تھے جنہیں آپ نے اپنے خادم خاص علم الدین کھوکھر کے ہمراہ میرہاشم بخاری کے پاس بھیجا کہ وہ ان کی وساطت سے ہمایوں کو مطلع کریں کہ ہندوستان کی بادشاہت اس کا

marfat.com

مقدر ہے۔ شیخ اسحاق بھی اپنے والد کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ اسحاقؒ کی وفات کے بعد خلافت شیخ عبدالعلی کو پھر شیخ جمال کو، پھر شاہ جیون کو اور پھر شاہ جمال اللہ مولف کتاب "مناقب موسوی" کو ملی۔

میر ہاشم بخاری سہروردیؒ : ابتداء میں آپ گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ جب ہمایوں ایران سے کابل پہنچا تو آپ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے شاہ نے انہیں کتب خانہ کی خدمت سپرد کی جس سے وہ ترقی کر کے ہمایوں کے وزیر ہوگئے۔ ہمایوں کی وفات کے بعد شہنشاہ اکبر نے بھی آپ کی وزارت بحال رکھی اور درباری و منصب دار تھے۔ حضرت شیخ موسیٰ آہن گرؒ کا مقبرہ شاہی خرچ پر آپ نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ فوت ہو کر اندرون چار دیواری حضرت شیخ مدفون ہوئے۔

حاجی اسحاق سندھی سہروردیؒ : "بحوالہ اولیائے سہرورد" از میاں کلیم آپ حضرت موسیٰ آہن گرؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ابتدائے حال میں آپکی پھوپھی نے آپکے قتل کا منصوبہ بنایا معلوم ہونے پر آپ مشہد چلے گئے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کی زیارت کے بعد حضرت غوث الاعظم پیران پیر کے مزار پر انوار پر بغداد حاضری دی۔ زاں بعد حرمین شریفین میں حج کیا اور روضہء منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ کی زیارت کی۔ وہیں آپ کو لاہور آنے کا باطنی اشارہ ہوا چنانچہ مدینہ منورہ سے آپ لاہور آئے اور حضرت موسیٰ آہنگرؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے کئی سال ان کی خدمت میں رہ کر باطنی کمال حاصل کیا اور خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر خلق خدا کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔ آپکی ایک صاحبزادی بی بی فاطمہ حضرت موسیٰ آہنگرؒ کے فرزند شیخ اسماعیل کے حبالہ نکاح میں آئیں۔

حاجی افغان سہروردیؒ : بحوالہ "لاہور کے اولیائے سہرورد" آپ تلاش حق میں گھر سے نکلے مختلف ممالک کی سیرو سیاحت کی۔ جیب میں سات دینار رکھے کہ جو بھی مرد حق ان کی نگاہ میں جچ گیا اس کی نذر کروں گا۔ اسی تلاش میں مکہ معظمہ پہنچے حج کیا پھر مدینہ منورہ آئے وہاں اشارہ باطنی ہوا کہ تمہارا نصیب لاہور میں ہے چنانچہ لاہور پھرتے رہے بالآخر قسمت نے یاوری کی اور حضرت موسیٰ آہنگرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مراد پائی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مرتبہ ولایت کو پہنچ گئے۔ پیرو مرشد نے خلافت عطا فرمائی اور اپنا جبہ اور ٹوپی بھی عنایت فرمائی اور میانی پرگنہ جالندھر (بھارت) کا حکم دیا جہاں تمام عمر خلق کی ہدایت فرمائی۔ وہیں وفات پائی اور دفن ہوئے۔

شاہ ابو الخیر نولکھ ہزاری سہروردیؒ

صاحب "لاہور کے اولیائے سہرورد" کے مطابق آپ کے والد کا نام سید عمر تھا۔ بخاری نسب کے سید تھے۔ اپنی عمر میں نو لاکھ اور ایک ہزار مرتبہ کلام اللہ شریف ختم کیا۔ اسی لئے نو لکھ ہزاری مشہور ہوئے۔ آپ حضرت چوہڑ بندگیؒ کے مرید تھے۔ انہیں سے خرقہء خلافت پایا۔ پہلے ارادت شاہ منھ مداریؒ سے تھی۔ خلافت حاصل کرنے کے بعد مرشد نے آپ کو علاقہ ساندر بار میں مقیم ہونے کا حکم دیا۔ آپ نے ایک بزغالہ (بکری کا بچہ) پال رکھا تھا جہاں جاتے اسے ہمراہ رکھتے۔ صائم الدہر تھے تکونڈی پہنچے تو وہاں کے ایک بھٹی نے جو اس علاقے کا سردار تھا آپ کا بزغالہ چھین کر ذبح کر ڈالا اور کھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی سرداری چھن جائے گی اور اس کی اولاد بالکل کم ہوگی جو غیر مالک اور مفلس رہے گی۔ اس گاؤں سے باہر روانہ ہوئے تو ایک لڑکا بلار نامی ملا جو سردار کے مویشی چراتا تھا۔

marfat.com

آپ نے اسے فرمایا کہ میں نے بارہ سال کا روزہ رکھا ہوا ہے آج تو افطار کرا اس نے بخوشی قبول کیا اور والدہ کو آکر بتایا۔ اس کی بوڑھی والدہ کے پاس صرف ایک سوت کی انی تھی وہ اس نے گاؤں کے کالو کھتری کے پاس فروخت کر کے حضرت کیلئے آٹا اور گڑ سے روٹی پکائی۔ آپ نے روزہ افطار کر کے دعا دی کہ اے بلار! اس علاقہ کی سرداری ہم نے تم کو دلا دی ہے۔ جس قدر اراضی کے گرد تم اپنا گھوڑا پھیر لو وہ سب تم کو مل جائے گی۔ چنانچہ اس نے بارہ کوس میں اپنا گھوڑا پھرایا۔ وقت موعود پر وہ زمین اس کو مل گئی اور رائے بلار بھٹی اپنے علاقے کا سردار ٹھہرا۔ اب تک کے تمام مواضعات کے بھٹی مثلاً "کوٹ حسین' بھٹہ عیسیٰ خیرپور' خونی' لکھی والا' میرپور وغیرہ سب اس کی اولاد کے مالک اور سردار ہیں۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد اور پیر بھائیوں کے ہمراہ پنجاب بھر کی سیر و سیاحت بھی کی اور بالخصوص سانگلا ہل اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے۔ آپ کا مزار شاہ کوٹ کے قریب ضلع فیصل آباد میں مرجع خلائق ہے۔

"تذکرہ قطبیہ" میں شیخ ابوبکر حاکیؒ نے شاہ ابو الخیرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اکثر عالم سکر میں رہتے تھے۔ ایک مرید نے شیخ مٹھہ مدارؒ سے عرض کی کہ حضرت! اگر ان جیسا مرد عالم ہوش میں ہوتا تو بہت سے لوگ فیض حاصل کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے حضرت عبدالجلیل چوہڑؒ کے پاس لاہور لے جاؤ ان کی صحبت میں یہ ہوش میں آجائے گا اور اپنا نصیبہ بھی ان سے وصول کر لے گا چنانچہ آپ کو حضرت کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت نے جونہی ان کا کان پکڑا یہ فوراً" ہوش میں آگئے اور جو فیض حاصل کرنا تھا پا لیا۔ مدت العمر آپ کی یہ حالت رہی کہ کبھی عالم صحو میں آجاتے اور کبھی عالم سکر میں چلے جاتے۔ سلطان بہلول لودھی نے رسول کوٹ نام ایک موضع اپنی صاحبزادی کو جہیز میں دیا تھا۔ حضرت عبدالجلیلؒ نے وہ زرخیز موضع شاہ ابو الخیرؒ کو بخش دیا۔ یہ مقام سانگلا سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ روضہ پختہ و مضبوط ہے اور چیت کے مہینہ میں آپ کے مزار پر عرس ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ابو الخیرؒ کے روضہ کے پاس ہی پہاڑ پر ایک جگہ پتھر کا پیالہ رکھا ہے اس کی ایک جانب شیر کا پنجہ اور دوسری طرف بکری اور اس کے بچے کے گھٹنے ٹیکنے کے نشانات ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شاہ ابو الخیرؒ کافی عرصہ وہاں معتکف رہے تھے پانی ان دنوں نایاب تھا۔ اتفاقاً" ایک پیاسا شیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسری طرف سے ایک بکری مع اپنے بچے کے آگئی۔ حضرت نے پانی سے بھرا پیالہ ان کے آگے رکھ دیا۔ شیر اور بکری نے بیک وقت بلا خوف و خطر پانی پیا اور پھر اپنا اپنا راستہ لے کر چلے گئے۔ اس کرامت کے پتھر پر نشانات تاحال موجود ہیں۔ اس مقام کے قریب ملک سرور کا مزار ہے جو سلطان حاکم کے چچا زاد بھائی اور کیچ مکران کے آخری حکمران امیر تمیغہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

سید عبدالحکیم بخاری المعروف پیر ڈھل سہروردیؒ: آپ بھی حضرت عبدالجلیلؒ کے مرید تھے۔ ہر وقت آپ پر سکر کا عالم رہتا۔ آپ خاندان لودھی کے عہد کے مجذوب بزرگ گزرے ہیں۔ بازاروں اور گلیوں میں گشت لگایا کرتے۔ آپ کی نشست بالعموم اس جگہ پر ہوتی تھی جہاں اب آپ کا مزار ہے یہ جگہ مسجد بکن خان کے قریب اندرون موچی دروازہ اور شاہ عالمی دروازہ کے درمیان واقع ہے۔ بلکہ محلہ بھی "ڈھل محلہ" کہلاتا ہے۔

شیخ علی غازیؒ: آپ بھی حضرت چوہڑؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت کے برادر جمال

marfat.com

الدین ابوبکرؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ مزار بھائی پھیرو ڈھیرہ میں ہے۔

شیخ عین الدین غازیؒ : آپ شیخ علی غازیؒ کے بھائی اور حضرت چوہڑ بندگیؒ کے مرید تھے۔ لاہور کے نہایت بزرگ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق اپنے بھائیوں علی غازیؒ اور زین العابدینؒ (جو حضرت چوہڑ بندگیؒ کے مرید تھے) لیل و نہار اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں بسر کرتے تھے۔ نہایت ہی خوش الحان تھے۔ آپ نے پیرو مرشد کی ایک نظر سے ہی قرآن حکیم حفظ کرلیا تھا۔ مزار قیاساً" قبرستانی میانی (لاہور) تحریر کیا گیا ہے۔

شہاب الدین منجؒ : "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق آپ شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک دفعہ آپ پیرو مرشد سے قول و قرار کے بعد منحرف ہوئے تو آپ کی اراضی جو زیر کاشت تھی بنجر ہوگئی تھی۔ آپ کا مزار حضرت کے پائین میں ہے۔

شیخ مولا نجارؒ : آپ بھی حضرت عبدالجلیلؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق کافی عرصہ پیرو مرشد کی خدمت میں رہے۔ مزار شریف تیرہ بزرگ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہے۔

ملک مردانہ کھوکھرؒ : جن دنوں حضرت عبدالجلیلؒ اپنی خانقاہ میں مسجد تعمیر کرا رہے تھے تو آپ بڑی محنت اور جانفشانی سے مفت کام کرتے رہے اور روزہ سے رہتے۔ حضرت کو ان کا خلوص اور عقیدت بہت پسند آیا۔ بلا کر نام پوچھا تو اس نے کہا "مردانہ" حضرت نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا میں مردانہ بنائے۔ مرید کیا خلافت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ فلاں جگہ جا کر بلندی پر اپنے نام سے گاؤں آباد کر اور وہیں رہائش اختیار کر تجھے لازوال نعمتیں میسر ہوں گی چنانچہ مرشد کے حکم کی تعمیل میں گاؤں آباد کیا جو موضع مردانہ کھوکھر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ گاؤں مہتہ سوجا سٹیشن جو بدو ملی سے لاہور کی جانب ہے کے نواح میں ایک اونچی گھاٹی پر واقع ہے۔ یہیں آپ کا مزار ہے آپ کے مزار کے قریب پیر مراد شاہ سہروردیؒ بھی آرام فرما ہیں نزدیک ہی ایک مسجد ہے۔

شیخ یونس سہروردیؒ : "تذکرۃ قطبیہ" کے مطابق آپ بھی حضرت شیخ عبدالجلیلؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور حضرت کے ساتھ تبلیغ و ارشاد کے لئے جایا کرتے۔ آپ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ یونس کیسرہؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا کہ اس وقت کس سے بیعت کی جائے تو حضور علیہ السلام نے خواب میں فرمایا کہ لاہور شہر میں شیخ عبدالجلیل سہروردیؒ سے بیعت کی جائے چنانچہ آپ ان کے پاس حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ مزار منج تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہے۔

شیخ مٹھہ سیاہ پوشؒ : "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق جب آپ طواف کعبہ کے بعد بغداد شریف آئے تو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مزار پر دوران حاضری حضور نے فرمایا کہ لاہور جاؤ اور اپنا نصیبہ شیخ چوہڑؒ سے حاصل کرو چنانچہ حاضر ہو کر مرید ہوئے بڑی ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ سانگلا پہاڑ پر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت نے بالاخر خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ مزار بلہڑوال تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہے۔

سید بایزید ہاشمی سہروردیؒ : آپ قاضی رفیع الدین کے (جو ما تحد میں رہائش پذیر تھے) فرزند تھے۔ حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ کافی عرصہ تک آپکی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق پیرو مرشد نے آپکو ایک بیگھہ زمین عنایت فرمائی تھی۔ آپکو شیخ

marfat.com

محمود مدنیؒ کی خانقاہ کے متصل رسول کوٹ پر چلہ کشی کا حکم ہوا۔ آپ کا مزار ریلوے پولیس لائن میکلوڈ روڈ کے پیچھے مشن احاطہ میں ملبہ کے نیچے دبا پڑا ہے اور محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ کا مستحق ہے۔

شیخ سادہا المعروف شاد سو ولی سہروردیؒ : آپ عرف عام میں ہیلم کہلاتے تھے۔ شیخ عبدالجلیلؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق ایک دفعہ حضرت چوہڑ کھاری کھوئی واقع بازار سمیاں تشریف لے گئے تو آپ کی دعا و برکت سے پانی میٹھا ہو گیا۔ مزار ایک چار دیواری میں بازار حکیماں (اندرون بھاٹی دروازہ لاہور) میں واقع ہے۔

شیخ جلال گوجر سہروردیؒ : "اذکار قلندری" کے مطابق آپ حضرت عبدالجلیلؒ کے خاص الخاص ارادتمندوں میں سے تھے۔ "تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان" میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت شیخ عبدالجلیلؒ دریائے راوی کے کنارے سیر کر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک عورت دہی کا مٹکا سر پر رکھے لاہور شہر میں بیچنے کیلئے آ رہی ہے۔ آپ نے قیمت دے کر دہی کا مٹکا خرید لیا اور فرمایا کہ اس برتن کو توڑ دو۔ جب اسے توڑا تو اس دہی میں مرا ہوا سانپ نکلا۔ عورت حیران و پریشان گھر گئی اور اپنے خاوند اور بیٹے سے اس بات کا ذکر کیا۔ اگلے دن علی الصبح دونوں باپ بیٹا جو گاؤں کا نمبردار بھی تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نمبردار کا نام راموں تھا۔ دونوں مسلمان ہو گئے۔ راموں کا اسلامی نام حضرت نے جلال رکھا۔ یہی شخص زاں بعد ریاضت و مجاہدہ اور حضرت کی توجہ سے جلال گوجر سہروردیؒ کے نام سے مشہور ہوا۔ موضع ہنڈو گوجر شالامار سے پانچ میل کے فاصلے پر بطرف امرتسر جرنیلی سڑک پر واقع ہے۔ اس گاؤں کے مالک شیخ جلال گوجر کی اولاد سے ہیں۔ ہنڈو گوجر تو غیر مسلم تھا مگر اس کا بیٹا حضرت کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا اور پھر اس کی ساری برادری نے زاں بعد اسلام قبول کیا۔ شیخ جلال کا مزار ہانڈو گوجر اور تیج گڑھ (ضلع لاہور) کے درمیان ہے۔

ملا قرن سہروردی لاہوریؒ : تذکرہ قطبیہ کے مطابق آپ بھی شیخ عبدالجلیلؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور حضرت کے ہمراہ تبلیغ و ارشاد کیلئے جایا کرتے تھے۔ شہنشاہ بابر کا تعمیر کردہ محل حضرت آں جناب کے ارشاد کے تحت گر پڑا تھا۔ یہ ارشاد حضرت نے اپنے وفات کے بعد ملا قرن نجار کو دیا تھا۔

شیخ الو راوَ سہروردیؒ : "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق آپ حضرت چوہڑ بندگیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ کافی عرصہ پیر و مرشد کی خدمت میں رہے اور فیوض باطنی حاصل کئے۔ مزار شریف کے متعلق لکھا ہے۔ "بر کنارۂ دریا ویاہ کہ در جوار شہر لاہور است بسیار مشہور است۔

شیخ چوہا جھنگ سہروردیؒ : "اذکار قلندری" کے مطابق آپ نے خرقۂ خلافت حضرت شیخ چوہڑؒ سے حاصل کیا۔ آپ عاشق سرمست و مست مئے الست واصلان حق سے تھے۔ آپ کا مزار برلب دریائے راوی واقع ہے۔ مگر اس کا نشان تادم تحریر نہیں ملا۔

خلفاء پیر قلندر شاہ سہروردیؒ

سید کرم شاہ سہروردیؒ : آپ سید فضل شاہ آف سانده (لاہور) کے حقیقی بھائی تھے۔ پیر قلندر شاہ سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے سرفراز ہوئے۔ چند سال کی ریاضت کے بعد حضرت نے کلاہ فقر عنایت کرتے ہوئے فرمایا: "فقر در یاد خدا است و آں دست ندہد مگر پاس انفاس نگہداشت وقت پس بہر حال حافظ وقت خویش باید بود و از غیر حق اجتناب ورزیدہ مشغولی بہ حق باید جست"

marfat.com

سید الحمد للہ شاہؒ : آپ شاہجہان آباد کے حسینی سید تھے۔ بچپن میں ہی والد کا انتقال ہوگیا۔ چودہ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ سے اجازت لیکر مرشد کی تلاش میں نکلے۔ قسمت پیر قلندر شاہ سہروردیؒ کی خدمت میں لے آئی۔ آپ نے ان کی عرض سن کر فرمایا: "اے سیادت مرتبت! حق الحقیقت حق عقیدت ہمیں است کہ از تو ظہورے آید" بیعت سے مشرف ہو کر ارض پاک کو روانہ ہوئے۔ چند سال قیام کے بعد واپس آئے اور حیدر آباد بلوچاں میں ایک رئیس نے بصد منت ساجت وہاں مقیم ہونے کی استدعا کی چنانچہ اسی موضع میں تازیست قیام فرما کر خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔

سید رحیم شاہ ساکن چترالؒ : یہ بزرگ ابتدائے حال میں تعلیم کی غرض سے لاہور آئے۔ سن شعور کو پہنچے تو پیر قلندر شاہ سہروردیؒ کے مرید ہوگئے۔ کثرت عبادت و ریاضت سے جذب و سکر کا عالم طاری ہوگیا۔ کبھی مست ہو جاتے اور کبھی ہوش میں آجاتے۔

سید ہاشم علی سکنہ اتر چھترؒ : آپ کو پیر قلندر شاہؒ نے کچھ عرصہ ویرانے میں ریاضت کا حکم دیا چنانچہ کوٹ خواجہ سعید (لاہور) اڑھائی سال مصروف عبادت رہے ابتدائے حال میں دو دو تین تین روز تک کھانے کو کچھ میسر نہ آتا آخر وہاں کے لوگ جب آپ کے مقام سے واقف ہوئے تو فیض حاصل کرنے کیلئے حاضر خدمت ہونے لگے۔ مریدوں میں سید محمد شاہؒ سکنہ ہسیانوالہ مشہور ہیں۔

سید عزیز شاہ کشمیریؒ : آپ کشمیری سید تھے۔ پیر قلندر شاہ کی شہرت سن کر لاہور آئے اور مرید ہو کر حضرت کی خدمت میں رہنے لگے۔ آپ نے تلقین فرمایا: "اے برگزیدۂ طلاب و اے زبدۂ احباب! یکدم از یاد خدائے مطلق غافل نہ باشی۔ اگر بدیں روش رفتی بمنزل پیوستی و تصور صورت فقیر کہ مقتدء خاطر طالب است از زیر نگاہ محو نہ کنی۔"

ہر کہ بر فرمان پیر خویش قطع راہ کند   از خلل مصون و پس مامون بر منزل رسد

میاں محمد فیض سکنہ موضع فتو تھنیکہؒ : ابتدائے حال میں آپ فقراور مشائخ میں سے بے اعتقاد تھے اور کہتے کہ حافظ شیرازیؒ نے انہیں لوگوں کیلئے فرمایا ہے:

بزیر دلق ملمع کمندہا دارند   دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بیں

جن دنوں پیر قلندر شاہؒ لکھنؤ وغیرہ سے واپس لاہور پہنچے تو خلق کثیر زیارت کے لئے جمع ہوگئی۔ میاں فیض بھی تفریحاً چلے گئے۔ حضرت نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور مسکرا کر فرمایا: خوش آمدی! ابھی لفظ "خوش" ہی زبان سے نکلا تھا کہ میاں صاحب کی کایا پلٹ گئی۔ قدموں میں گر گئے اور دستگیری کی استدعا کی۔ حضرت نے گلے لگا لیا اور فرمایا۔ کل تجھے برادران طریقت میں شامل کرلوں گا۔ "کل" کا لفظ سنتے ہی ان کی چیخ نکل گئی۔ رات بمشکل گزاری صبح حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ صاحب "اذکار قلندر" لکھتے ہیں: "آں مرد میدان طریقت بعد از دریافت صحبت حضرت جیو (قلندر شاہؒ) جز خلاف نفس کارے نکرد و در مجاہدات شاقہ کر سعی چست بستہ از ذکر زبان و فکر در لیل و نہار خالی نبود۔" آپ کا مزار موضع فتو تھنیکہ میں ہے۔

میاں امام بخش کھوکھر تلواڑیہؒ : آپ لڑکپن میں ہی پیر قلندر شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ سن رسید کو پہنچے تو استغراق کی حالت طاری ہونے لگی سالہا سال شیخ کی خدمت میں رہ کر ریاضت کی اور شیخ کی توجہ سے کامل ہوگئے۔ خرقہء خلافت عطا کرتے ہوئے پیرو مرشد نے فرمایا: فقیر کو صوری اور

marfat.com

معنوی چوروں سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ موقع پا کر "حال" کو جو کہ طالب کا سرمایہ ہے چرا لیں۔ ان چوروں سے بجز امداد الٰہی اور پاس انفاس کے امان نہیں مل سکتی اس لئے فقیر وہ ہے جو اپنا کوئی سانس یاد الٰہی کے بغیر صرف نہ کرے اور فضول ضائع نہ کرے۔ صوفیہ کے مذہب میں انفاس کا بے محل صرف کرنا عین اسراف ہے درویش کو چاہئے کہ وہ کوئی لحظہ ذکر الٰہی کے بغیر نہ گزارے۔

در حیات و ممات اہل خدا   پردہ می افگند ز دنیا نیز

شیخ فتح محمد لکھنوی : پیر قلندر شاہ کے لکھنؤ کے قیام کے دوران یہ باقاعدگی سے حاضر خدمت ہوتے رہے۔ فیض صحبت سے جذبہء شوق و ذوق اس قدر بڑھا کہ مرید ہو گئے۔ پیر سے اتنی محبت ہو گئی کہ جب حضرت نے لکھنؤ سے لاہور کا عزم کیا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پیر و مرشد کے ہمراہ لاہور آ گئے۔ بیس سال حضرت کی خدمت میں رہے آپ نے خرقہء خلافت عطا فرما کر پھر لکھنؤ واپس بھیج دیا تاکہ وہاں بندگان خدا فیض یاب ہو سکیں۔

شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی : یہ بھی حضرت جیو (قلندر شاہ) کے لکھنؤ کے قیام کے دوران مرید ہوئے۔ صاحب "اذکار قلندری" لکھتے ہیں کہ "در علم و ادب فرد و در فقر و غنا صاحب درد و طبع سلیم دارد" یاد حق سے غافل نہ رہتے۔ حضرت پیر قلندر شاہ جب لاہور واپس آنے لگے تو شیخ امام بخش کو خرقہء خلافت عطا فرمایا۔ چند سالوں بعد یعنی ۱۲۴۰ ہجری (۱۸۲۵ عیسوی میں) پیر و مرشد کی زیارت کیلئے لاہور تشریف لائے اور کچھ مدت خدمت اقدس میں رہے۔ مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ ناسخ آخر عمر میں واپس لکھنؤ چلے گئے تھے اور وہیں (۱۸۳۸ عیسوی) ۱۲۵۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ پیر قلندر شاہ کا وصال ۱۲۴۸ ہجری (۱۸۳۲ عیسوی) میں ہوا تھا۔ شیخ ناسخ بلند پایہ اردو کے شاعر بھی تھے۔

میاں صدر الدین المشہور قاضی تھو سکنہ مانگٹانوالہ : آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل شاہ مراد بخش سے کی۔ باطنی فیض کیلئے پیر قلندر شاہ کے مرید ہوئے۔ ہر وقت استغراق کا عالم طاری رہنے لگا اور ہمہ وقت دستہ بستہ شیخ کی خدمت میں کھڑے رہتے کچھ عرصہ بعد پیر و مرشد نے فرمایا: اپنے آپ کو ورطہء حیرت سے نکال اور سالکان طریقت کی طرح عبادت الٰہی میں مصروف ہو۔ چنانچہ اسی وقت انہیں غسل دلا کر اور کپڑے پہنا کر مسجد میں بٹھا دیا۔ قاضی صاحب اسی وقت ہوش میں آ گئے اور باقی زندگی شریعت کے مطابق بسر کر کے موضع "رتہ دائرہ" میں فوت ہوئے۔

میاں حسام الدین المشہور شام دین : آپ ابھی چودہ سال کے تھے کہ موضع ہیانوالہ میں حضرت قلندر شاہ کی زیارت نصیب ہوئی تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ حضرت خود آگے بڑھے۔ دست شفقت سر پر رکھتے ہوئے فرمایا: "اے عزیز! اگر کوئی بات دریافت طلب ہے تو سوال کر تاکہ امکان کے مطابق اس کا جواب دے سکوں۔" عرض کی حضور کے قدموں میں رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے توجہ فرمائی مرید کیا اور سبق تلقین فرما دیا۔ چنانچہ یہ نوجوان میاں حسام الدین ایک جنگل میں معتکف ہو کر بیٹھ گیا اور کئی سال اسی نہج پر گزار دیئے۔ ازاں بعد پیر و مرشد نے فرمایا: اے عزیز! پوری قوت سے اپنے دل کو دوسروں کی محبت سے پاک رکھ اور رب العباد کی یاد میں کوشش کر۔ ضمیر کو ذکر و شغل کے مصقلہ سے صاف کر تاکہ تجلیات کے لائق بنے۔ اہل سلوک کا کہنا ہے کہ تیرا دل جتنا زیادہ مصفی ہو گا اتنا انوار تجلیات کو زیادہ قبول کرے گا چنانچہ میاں صاحب نے ریاضت کو سخت تر کر دیا اور بالآخر

marfat.com

خرقہء خلافت حاصل کر کے بقیہ زندگی پیرو مرشد کی خدمت میں گزار دی۔

شیخ حماد سہروردیؒ : صاحب تذکرہ "رکن عالم" مولانا فریدی نے آپ کا نسب نامہ یوں درج فرمایا ہے۔ شیخ حماد بن رکن الدین بن بہاء الدین بن شیخ جلال الدین بن شیخ نور الدین حاکیؒ۔ قصور کے نزدیک موضع شیخ حمادؒ میں آپ کا مزار ہے۔

احمد الدین حاکیؒ : آپ شیخ نور الدین حاکی کے تیسرے فرزند تھے ان کی تمام زندگی مئو مبارک میں گزری ان کے صاحبزادے شیخ بہاء الدین المعروف میاں وڈہ مئو مبارک سے دہلی چلے گئے ان کی اہلیہ میاں گولا خان کھوکھر رئیس تکواڑہ کی صاحبزادی تھیں۔ میاں وڈہ سہروردی کا مزار دہلی میں ہے۔ آپ کے فرزندوں میں سلطان حبیب اللہ بڑے معروف بزرگ ہوئے ہیں جو میاں گولا کے نواسے تھے۔

سلطان حبیب اللہ سہروردیؒ : آپ مادر زاد ولی تھے اور اپنے ننھیال کے ہاں مقیم ہوئے ان سے علاقہ جھنگ و گرد و نواح کو بڑا فیض پہنچا۔ آپ شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے ہم عصر تھے آپ نے ان سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ ۹۹۸ ہجری (۱۵۹۰ عیسوی) کو آپ کا وصال ہوا اور موضع تکواڑہ ضلع جھنگ میں مدفون ہوئے۔ مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

اسی خاندان کے شیخ آدمؒ کا مقبرہ موضع کوٹ سدھانہ میں ہے اور پیر بہلولؒ کا مقبرہ موضع تکواڑہ میں ہے جبکہ شیخ طٰہٰ اور شیخ حبیب اللہ بوہڑی غلام جہانیاں میں محو خواب ہیں۔ شیخ چاکرؒ اور میاں وڈہ ثانی بھی معروف بزرگ گزرے ہیں۔

اولاد شیخ تاج الدین بن سلطان حاکمؒ : شیخ تاج الدین سلطان حاکم کے صاحبزادے راجہ جام کی صاحبزادی بی بی پترانی کے بطن عفت سے تھے۔ ان سے شیخ میرانؒ پیدا ہوئے جن کے دو فرزند شیخ عماد الدین حماد اور شیخ صدر الدینؒ تھے۔

شیخ عماد الدین حمادؒ : آپ غوث زمان تھے۔ سلطان حسین لنگاہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ "تذکرہ قطبیہ" کے مطابق آپ کی نگاہ ایک دفعہ ایک شہتیر پر پڑی جو ایک ہندو کے گھر اور مسجد پر رکھا تھا آپ نے حالت خاص میں فرمایا کہ جو شخص اس شہتیر سے گزر جائے گا گویا وہ پل صراط سے گزر گیا۔ معتقدین بلا توقف ایک ایک کر کے گزر گئے۔ ایک مولوی صاحب کو یہ بات ناگوار خاطر ہوئی اور مجلس سے اٹھ کر چلے گئے رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور جو لوگ شہتیر سے گزرے بخیریت تمام پل صراط سے گزر گئے مگر مولوی صاحب گزرنے لگے تو رک گئے صبح مولوی صاحب شیخ حماد کی خدمت میں پہنچے اور اس شہتیر سے گزرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: "آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند" شیخ کا مزار مئو میں قلعہ پر ایک چار دیواری میں ہے۔

شیخ روح اللہ سہروردیؒ : آپ شیخ عماد الدین حمادؒ کے بڑے صاحبزادے اور سجادہ نشین تھے۔ ہمہ صفت موصوف اور یگانہ روزگار تھے۔ حاجی شیخ جلال اور ان کی اولاد سے مخدوم سیف الدین اور مخدوم روشن چراغؒ صاحب دل بزرگ گزرے ہیں۔ مزید براں اس خاندان میں شیخ کبیر الدینؒ، شیخ صدر الدینؒ، شیخ ابو حنیفہؒ اور شیخ مغل شاہؒ بھی معروف بزرگ ہوئے ہیں۔

marfat.com

باب نہم

(چند دیگر اکابر اولیائے سہرورد)

حضرت بابا شاہ جمال قادری سہروردیؒ

ابتدائی حالات : سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر اپریل ۱۹۷۹ء کے مطابق حضرت کا سن ولادت اندازاً ۹۴۴ ہجری (۱۵۳۷ عیسوی) بتایا گیا ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کے والد گرامی کا نام عبداللہ تھا مگر کثیر معتبر روایات کے مطابق عبدالواحد تسلیم کیا گیا ہے۔ خاندانی شجرہ مختلف واسطوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ کشمیر کے مشہور بزرگ قاضی جمال الدین بڈھا شاہی کی اولاد سے تھے۔ سید عبدالواحد اپنے زہد اور ورع کی وجہ سے صاحب عظمت اور بلند پایہ بزرگ مشہور تھے۔ حاکم کشمیر غیر مسلم ہونے کی وجہ سے حسد و بغض رکھتا تھا اور ہمہ وقت ایذا رسانی پہنچاتا رہتا جس کی وجہ سے آپ نقل مکانی فرما کر سیالکوٹ آ کر آباد ہو گئے۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے سید شاہ جمالؒ اور سید شاہ کمالؒ۔ علوم متداولہ حدیث و فقہ وغیرہ میں کمال حاصل کرنے کے بعد حضرت کمرا بیگؒ کے مرید ہو گئے جن کا شجرۂ طریقت بموجب "حدیقتہ الاولیاء" یوں ہے۔ حضرت کمرا بیگ مرید و خلیفہ شاہ شرف عن شاہ معروف عن جعفر دین عنہ فیہ دین عن شیخ جمال خنداں رو اوچی عن صدر الدین عارف ملتانی عن غوث العالمین ذکریا ملتانی رحمہ اللہ علیہم اجمعین۔ بعد تکمیل باطنی مرشد نے حضرت کو لاہور سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ بحوالہ "خزینتہ الاصفیاء" آپ نے اچھرہ لاہور میں اپنی خانقاہ بطور دمدمہ سات منزلہ عمارت تعمیر کروائی۔ شہنشاہ اکبر کی بیٹی شہزادی سلطان بیگم کا باغ، مکان، سیرگاہ اور تالاب مع بارہ دری حضرت کی اس خانقاہ کے قریب تھا وہ غضب ناک ہوئی اور کہلا بھیجا کہ یہ خلاف ادب ہے کہ تم فقیر جو دولت شاہی کے دعاگو ہو ہمارے محل سے اونچا محل تعمیر کرو اور اس طرح ہماری بے پردگی ہو لہٰذا آپ یہ دمدمہ گرا دیں تو بہتر ورنہ ہمارا قہر سلطانی بھی ہو گا اور دمدمہ بھی مسمار کر دیا جائے گا۔ حضرت شاہ جمالؒ یہ پیغام سن کر مسکرائے اور فرمایا دمدمہ تو آج رات خود ہی پست کر دوں گا مگر فقیر کا یہ گھر قیامت تک باقی رہے گا اور شاہی باغ کچھ دنوں بعد ویران ہو جائے گا چنانچہ رات کو آپکے حکم سے سماع شروع ہوا تو حضرت نے عالم استغراق میں اٹھ کر وجد کیا تو پانچ منزلیں زمین دوز ہو گئیں اور صرف دو منزلیں زمین کے اوپر رہ گئیں جو آج تک بفضل تعالیٰ موجود ہیں۔

مشہور ہے کہ آپ جب یہ دمدمہ تعمیر کرانے لگے تو کثرت تعمیر عمارات سلطانی کے سبب معمار نہیں ملتے تھے چند معمار حاضر ہوئے تو شاہی کام کی وجہ سے معذرت کی۔ آپ نے رات کو کام کرنے کا فرمایا اور حسب دلخواہ اجرت بھی پیش کی چنانچہ وہ راضی ہو گئے اور رات کو کام کرنے لگے ایک رات چراغوں میں تیل ختم ہو گیا اور بازار بند ہونے کی وجہ سے دستیاب نہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ میرے کنویں کا پانی چراغوں میں ڈال دو انشاء اللہ العزیز یہ تیل کا کام دے گا چنانچہ پانی ڈالا گیا اور چراغ رات بھر روشن رہے۔ ایک دن ایک ہندو دودھ مل کھتری جو قوم بہل سے تھا حاضر خدمت ہوا اور حصول اولاد کیلئے عرض کی۔ چند خربوزے نذر کئے جو حضرت نے قبول فرمائے ان میں سے اسے دو

marfat.com

خربوزے واپس کردیئے اور خود نماز عصر ادا کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اس ہندو نے خیال کیا کہ شاید حضرت نے یہ دو خربوزے مجھے چھیلنے کیلئے دیئے ہیں اور نماز کے بعد تناول فرمائیں گے۔ وہ خربوزے چھیلنے لگا جب ایک خربوزہ کا چھلکا اتار چکا تو شیخ بھی نماز سے فارغ ہوگئے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا اوہ! یہ تم نے کیا کردیا ہم نے تو تمہیں یہ خربوزے اس لئے دیئے تھے کہ تم اپنی بیوی کے ہمراہ جاکر کھاؤ گے اور رب العزت تجھے دو بیٹے عطا فرمائیں گے۔ خیر! اب بھی بیٹے تو دو ہی ہونگے مگر ایک مسلمان اور ایک ہندو ہوگا۔ مسلمان ہمارا مرید ہوگا۔ دودمل دونوں خربوزے گھر لے گیا خود بھی کھائے اور بیوی کو بھی کھلائے۔ نو ماہ بعد جڑواں بچے پیدا ہوئے جن میں ایک مختون (جس کی سنت قدرتاً ہوئی ہوئی تھی) اور ایک غیر مختون۔ دودمل مختون بچے کو حضرت کی خدمت میں لے آیا آپ نے اس بچے کا نام فخرالدین رکھا اور اسے اپنی فرزندی میں لے لیا۔ حضرت خود تمام عمر مجرد رہے تھے۔ یہ بچہ جوان ہو کر دولت ظاہری و باطنی سے سرفراز ہوا۔ (اسی کی اولاد مجاور ہے) فخرالدین کی شادی بھی کرا دی اور اسے جوڑے موری اندرون شہر لاہور ایک مکان رہائش کیلئے خرید کردے دیا۔ ایک دن آپ فخرالدین کے اس مکان پر آئے اور فرمایا: "فخرالدین اپنے اہل و عیال مع اسباب اس گھر سے باہر نکال لو" انہوں نے فوراً" تعمیل ارشاد کی۔ جب گھر خالی ہوگیا تو گھر کی چھت دھڑام سے نیچے آگری۔ آپ نے فرمایا ہمیں کشف باطنی سے علم ہوا تھا کہ مکان گرنے کو ہے اس لئے ہم افتاں و خیزاں یہاں آئے ہیں الحمد للہ کہ تمہیں اس مصیبت سے رہائی ملی۔ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ نے اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں حضرت ابو علی جورجانیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: "استقامت کا طالب بن نہ کہ کرامت کا" اور اولیائے کرام کا عمل بھی اسی کا شاہد رہا ہے البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ چونکہ کرامت آیت ربانی ہے جو ولی کے ہاتھ پر تائید دین کے لئے ایک قوت الٰہی کی صورت میں نمودار ہوتی ہے نیز معجزے کا تتمہ ہے اس لئے بعض اولیائے کرام نے اظہار کرامت بعض مناسب موقعوں پر ضروری سمجھا ہے۔

بحوالہ خزینۃ الاصفیاء حضرت شاہ جمالؒ کے وصال کے تیس سال بعد کا واقعہ ہے کہ آپ کے عرس کے موقع پر ایک منہ پھٹ گداگر آیا۔ سجادہ نشین نے اسے دو روٹیاں دیں گداگر نے کہا شاہ جمال کے مزار کا عجیب حال ہے بے کفن روٹی ملتی ہے (یعنی بغیر سالن' دال وغیرہ) سجادہ نشین نے جواب دیا اگر تیری مرضی یہی ہے کہ تجھے یہاں سے کفن ملے تو اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ گداگر کے اعضاء پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی زمین پر گر پڑا اور مرگیا۔ اس کی قبر خانقاہ کے برآمدے میں عبرت گاہ بنی ہوئی ہے۔

وصال : آپ کے مزار کے نیچے ایک حجرہ اب بھی موجود ہے یہ آپ کے عہد میں بھی تھا آپ اکثر اس میں چلہ کاٹتے۔ جب آپ آخری چلہ کے لئے بیٹھے تو دروازہ آپ کے حکم سے بند کردیا گیا۔ تیس دن کے بعد دروازہ کی اگلی طرف والی دیوار بارش کی وجہ سے گر گئی۔ خدام نے چاہا کہ حجرہ کا دروازہ کھولیں تاکہ حضرت شاہ صاحب حجرہ سے باہر تشریف لے آئیں۔ اچانک حاضرین کے کانوں میں ایک آواز پڑی کہ اب جو ہونا تھا ہوچکا۔ ہماری قبر اس حجرہ کے اوپر تعمیر کرنا اور اس حجرہ کو ہمارا

marfat.com

مدفن تصور کریں چنانچہ اسی روز آپ کی قبر کا نشان اس حجرہ کے اوپر چھت پر قائم کردیا گیا اور پہلے حجرہ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ یہ واقعہ ۴ ربیع الثانی ۱۰۴۹ ہجری (جمعرات ۲۵ جولائی ۱۶۳۹ عیسوی) کو شاہجہان کے عہد میں پیش آیا۔ آپ نے طویل عمر پائی جو سو سال سے زیادہ تھی۔

حسن کنجد گر المشہور حسو تیلی سہروردیؒ

ابتداء میں آپ چوک جھنڈا اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں غلہ فروشی کی دکان کرتے تھے۔ حضرت بابا شاہ جمالؒ کے مرید ہوگئے اور اکثر و بیشتر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک نشست میں حضرت نے انہیں فرمایا: کاروبار میں دیانت داری پہلی شرط ہے اس لئے ناپ تول میں بالکل کمی نہ آنی چاہئے۔ آپ اس قدر محتاط ہوگئے کہ گاہک کو کہتے کہ تم اپنے ہاتھ سے غلہ تول لو۔ جو گاہک ایمانداری سے تولتا اس کا غلہ گھر جا کر زیادہ ہو جاتا اور جو طمع سے زیادہ تول کرلے جاتا گھر پہنچ کر اس کا غلہ کم ہو جاتا۔ شیخ حسنؒ کے کاروبار میں اللہ تعالٰی کے فضل سے اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے سونے کے باٹ بنوالئے۔ ایک دن آپ نے حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ کشاد کار دنیا ہوگئی ہے براہ کرم کشاد آخر کی بھی عنایت ہو جائے۔ حضرت نے حکم دیا کہ اپنے طلائی ترازو اور باٹ دریا میں پھینک دو چنانچہ شیخ حسنؒ پھینک کر واپس آگئے۔ اتفاقاً دو روز کے بعد کوئی کمہار دریائے راوی سے پار جا رہا تھا اس کے پاؤں سے وہ ترازو اور باٹ ٹکرائے تو وہ اٹھا کر اسے شیخ حسنؒ کے پاس لے آیا کیونکہ مشہور تھا کہ ان کے اوزان سونے کے ہیں۔ آپ ان اوزان کو لیکر پھر حضرت کی خدمت میں لے آئے اور حال آکر سنایا آپ نے فرمایا: اے حسن یہ سچائی کا امتحان تھا جب تم نے کم تولنا ترک کردیا اور راستی کو آراستہ کرلیا تو صاحب برکت ہوگئے اور جو کسب حلال سے پیدا کیا اسے دریا میں ڈال دیا تو وہ ضائع نہ ہوا اور دوبارہ تمہارے ہاتھوں میں آگیا۔ آپ حضرت کے ارشادات سے اتنا متاثر ہوئے کہ فوراً تارک دنیا ہوگئے۔ اپنی دکان راہ خدا میں لٹا دی اور خود خدمت دین اور مرشد میں مصروف ہوگئے۔ چند سالوں میں مقام قرب تک پہنچ گئے اور خرقہء خلافت حاصل کرلیا۔ "تحقیقات چشتی" میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن آپ گندم تول رہے تھے اور دھڑوائیوں کے حسب دستور دھاڑنیں گن رہے تھے جب بارہ دھاڑن تول چکے اور تیرھویں دھاڑن کی نوبت آئی تو کسی نے ان کو بلایا۔ دھڑوائیوں کا دستور ہوتا ہے کہ جب کسی سے بولتے ہوئے کلام بھی کرتے ہیں تو وہ بسبب اس کے کہ کہیں بھول نہ جائیں دھاڑنوں کا شمار بار بار بولتے جاتے ہیں انہوں نے اس شخص کے جواب میں چند دفعہ تیراں میں تیراں کہا۔ ان الفاظ کے ان پر یہ معنی منکشف ہوئے کہ یا الٰہی میں تیرا۔ میں تیرا ہوں۔ یہ بات کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور گندم فروشی چھوڑ دی۔ بعد میں تیل بیچنا شروع کردیا اور حسو تیلی مشہور ہوگئے۔ آپ کا وصال ۳ شوال ۱۰۰۲ ہجری بروز بدھ (۱۳ جون ۱۵۹۴ عیسوی) کو ہوا۔ مزار ایبٹ روڈ لاہور جانکی دیوی جمعیت سنگھ ہسپتال کے ساتھ واقع ہے۔

حضرت شاہ کمال سہروردیؒ

آپ حضرت شاہ جمالؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ مولانا نور احمد خان فریدی کے مضمون "شاہ کمال

marfat.com

کاشمیری" کے مطابق آپ حضرت شاہ جمال کے پیر بھائی بھی تھے۔ عالم ربانی کی حیثیت سے آپ لاہور کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ممتاز زمانہ تھے آپ کے پہلے شاگرد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ ہیں۔ دوسرے شاگرد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں جو شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں مغلیہ حکومتوں کے سب سے بڑے مدرسہ کے صدر الصدور تھے۔ عہد شاہجہانی میں سیالکوٹ میں آپ کے زیرِ اہتمام اسلامی یونیورسٹی قائم ہوئی۔ آپ نے منطق اور قدیم کتب پر ایسے حاشیئے تحریر فرمائے کہ تمام اسلامی ممالک کے مدارس میں ان کو مستند سمجھ کر داخل نصاب کیا گیا۔ آپ کے تیسرے نامور شاگرد علامہ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہجہان تھے۔ حضرت کا وصال ۱۶۶۱ عیسوی مطابق ۱۰۸۰ ہجری میں ہوا اور قصبہ راواں (رحمان پورہ) میں مزار اقدس ہے۔

شیخ محمد اسماعیل المعروف میاں وڈاؒ

ابتدائی حالات : بحوالہ "تحقیقات چشتی" شیخ محمد اسماعیل بن فتح اللہ بن عبداللہ خان بن سرفراز خان موضع ڑکاں علاقہ پوٹھوہار کے تھے اور آپ کی قوم کھوکھر تھی۔ سرفراز خان کا بھائی شہ نواز خان بڑا معزز منصب دار تھا۔ میاں وڈا کے آباؤ اجداد موضع ڑکاں میں زراعت پیشہ تھے مگر ان کے والد میاں فتح اللہ ظاہری و باطنی علوم کے متبحر تھے۔ میاں صاحب ۹۶۵ ہجری ۱۵۵۸ء میں پیدا ہوئے ان کے والد موضع لنگر مخدوم جو کہ دریائے چناب کے کنارے ہے آکر مقیم ہوگئے۔ میاں اسماعیل جب پانچ سال کے ہوئے تو انہیں تحصیل علمی کے لئے مخدوم عبدالکریم کے سپرد کیا گیا۔ مخدوم شیخ عبدالکریم سہروردی بڑے بلند پایہ بزرگ تھے جن کا سلسلہ طریقت یوں ہے: عبدالکریم سہروردی مرید و خلیفہ مخدوم طیب عن مخدوم برہان عن مخدوم چنن عن مخدوم میلون عن حسام الدین متقی ملتانی عن مخدوم شاہ عالم گجراتی سہروردی تا حضرت غوث العالمین ذکریا ملتانی پانچ سال کی عمر میں آپ کو دینی علوم کیلئے شیخ عبدالکریم سہروردیؒ کے سپرد کیا گیا۔ جب آپ بارہ سال کے ہوئے تو شیخ نے مدرسہ کے درویشوں کیلئے آٹا پیسنے کا فرض سونپا۔ آپ چکی پیسنے لگے۔ ایک دن حضرت شیخ عبدالکریمؒ اپنے حجرے میں مشغول ذکر تھے تو ایک مدرس نے آکر شکایت کی کہ آج ابھی تک آٹا نہیں پہنچا۔ شیخ نے ایک درویش کو محمد اسماعیل کے حجرے میں بھیجا کہ تاخیر کی وجہ معلوم کرے۔ درویش جب آپکے حجرہ میں آیا تو یہ دیکھ کر حیران ہوگیا کہ میاں محمد اسماعیل مشغول بحق ہیں اور چکی خود بخود چل رہی ہے۔ اس نے واپس آکر شیخ کی خدمت میں ماجرا بیان کیا۔ حضرت اٹھے اور خود حجرے میں پہنچے دیکھا کہ واقعی چکی حکم غیبی سے خود ہی چل رہی ہے اور میاں اسمٰعیل مراقبہ میں سر ڈالے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہے۔ حضرت شیخ بہت خوش ہوئے اور واپس آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میاں صاحب اصل حالت میں آگئے تو آٹا باورچی خانہ پہنچا کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: آج سے چکی پیسنے کا کام تم نہیں کروگے کیونکہ تمہیں یہ خدمت سونپنے سے عالم بالا کے فرشتوں کو زحمت دینی پڑتی ہے۔

بعد خلافت لاہور میں : میاں صاحب نے علوم باطنی کی تکمیل اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد لنگر مخدوم سے رخصت ہوکر دس میل کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے ایک شیشم کے درخت کے نیچے قیام کیا۔ ایک سو چالیس درویش آپ کے پاس اکٹھے ہوگئے اور درجہ کمال تک

marfat.com

پہنچے۔ حضرت میاں صاحب باطنی اشارہ کے تحت پینتالیس ۴۵ سال کی عمر میں لاہور آ گئے اور بیرون شہر محلہ تیلی پورہ میں ایک ویران جگہ پر مقیم ہو گئے۔ آپ حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ کے مزار پرانوار پر چالیس روز معتکف رہے۔ آپ کے مزار اقدس کی چار دیواری کے باہر کھیتوں میں ایک روضہ سید محمودؒ کا ہے وہ ان دنوں یہاں مقیم تھے اور انہوں نے ہی میاں صاحب کو حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلہ کا فرمایا تھا۔ آپ کی قیام گاہ کے قریب محلہ گنج پورہ میں ایک پرانی مسجد میں ایک باکمال جوگی مقیم تھا جو کسی طرح مسجد کو نہیں چھوڑتا تھا۔ لوگوں کے اصرار پر آپ جوگی کے پاس گئے اور فرمایا یہ مسجد عبادت گاہ اسلام ہے۔ تمہارا یہاں رہنا حرام ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ یہاں رہیں تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جوگی نے انکار کر دیا۔ آپ نے اسے دوبارہ اشارہ سے حکم دیا مگر وہ کہنے لگا "یہ مسجد مجھ سے مانوس ہے اگر میں جاؤں گا تو میرے ساتھ یہ مسجد بھی جائے گی۔" یہ کہا اور پاؤں مسجد سے باہر رکھا۔ ابھی جوگی نے ایک قدم بھی نہ اٹھایا تھا کہ مسجد اپنی جگہ سے ہلی اور قریب تھا کہ جوگی کے پیچھے چلے کہ حضرت میاں صاحبؒ نے اپنا عصا دیوار پر مارا اور فرمایا: "رک جاؤ" مسجد فوراً رک گئی جب جوگی نے حضرت کی یہ کرامت دیکھی تو سر حضرت کے قدموں پر رکھ دیا اور پھر اپنی راہ لی۔ حضرت میاں صاحب اس مسجد میں منتقل ہو گئے اور یہیں آپ کے شہرۂ آفاق درس کی بنیاد پڑی۔

بقول صاحب "خزینۃ الاصفیا" حضرت میاں صاحب تمام طلباء کو خود سبق دیتے تھے اور آپ کی زبان فیض رساں کی برکت سے طالب علم چند ماہ میں حافظ قرآن ہو جاتے۔ ایک دن ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی حافظ قرآن ہے کہتی ہے کہ میں تجھ جاہل کو پسند نہیں کرتی کیونکہ میرے سینے میں قرآن مستور ہے اور تیری قربت سے اس کی بے حرمتی ہوگی۔ اگر میری قربت چاہتے ہو تو حافظ قرآن بنو پھر میرے نزدیک آنا۔ حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا۔ اگر تم چھ ماہ میرے ہاں تعلیم پاؤ تو انشاء اللہ یقیناً" تجھے قرآن حفظ ہو جائے گا۔ وہ یہ حکم سن کر رونے لگا کہ:

نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال۔

میں تو دو دن بھی صبر نہیں کر سکتا حضرت چھ ماہ فرماتے ہیں۔ سائل کی حالت پر دریائے رحمت جوش میں آیا۔ فرمایا اچھا کل جب میں نماز فجر قعدۂ اخیر میں سلام پھیرنے لگوں تو چاہئے کہ تم ہمارے دائیں طرف ہو۔ انشاء اللہ اپنا مقصد حاصل کر لو گے۔ سائل علی الصبح نماز فجر میں شامل ہو کر پہلی صف میں حضرت کے پیچھے دائیں طرف بیٹھا۔ رحمت الٰہی سے نظر کیمیا اثر سے حضرت میاں صاحب کے سلام پھیرنے پر نہ صرف وہ شخص بلکہ دائیں صف میں جتنے بھی نمازی تھے سب کے سب قرآن کے حافظ ہو گئے اور جو بائیں طرف تھے وہ حضرت کے بائیں طرف سلام پھیرنے پر ناظرہ خواں ہو گئے۔

"تذکرہ و ملفوظات ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ" کے مطابق: بڑے میاں درس والے المعروف میاں وڈھا سہروردیؒ کی والدہ فریادبی بیؒ نے ایک مرتبہ لیلتہ القدر دیکھی۔ انہوں نے سنا ہوا تھا کہ لیلتہ القدر میں جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے چنانچہ انہوں نے دعا مانگی: "الٰہی! میرے چاروں بیٹے ولی اللہ ہو جائیں"۔ چاروں بیٹے ولی ہو گئے۔

آپ کے عظیم مدرسہ میں قرآن حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی۔ ۱۰۰۹ ہجری (مطابق ۱۵۹۹

marfat.com

عیسوی) یہاں پر مسجد تعمیر کرائی۔ شاہجہان نے مدرسہ کے اخراجات کیلئے زمین عطا کی اور وظیفہ مقرر کیا۔ زاں بعد اورنگ زیب عالمگیر نے سات کنویں مع مزروعہ زمین مدرسے کے اخراجات کے لئے وقف کئے۔ حضرت میاں وڈہ نے فرمایا کہ حفظ قرآن کا فیض میرے انتقال کے بعد میری قبر کی خاک سے بھی جاری رہے گا۔ آپ کی یہ پیشین گوئی بفضل تعالیٰ پوری ہو کر رہی چنانچہ آپ کے بعد سالہا سال تک حفظ قرآن کا یہ فیض جاری رہا۔ صاحب "تحقیقات چشتی" لکھتے ہیں کہ اب بھی جس کا حافظہ کمزور ہوتا ہے وہ آپ کی قبر کی گھاس کھاتا ہے اور اسے قرآن شریف جلدی حفظ ہو جاتا ہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت میاں صاحب کا وصال بموجب "اولیائے سہرورد" ۵ شوال ۱۰۸۵ ہجری (بدھوار ۲۳ دسمبر ۱۶۷۴ عیسوی) بہ زمانہ اورنگ زیب ہوا۔

اکابر خلفاء : شیخ محمد صالح، میاں جان محمد لاہوری، شیخ نور محمد سہروردی، شیخ محمد ہاشم، شیخ عبدالحمید، شیخ عبدالکریم قصوری، اخوند محمد عثمان، اخوند محمد عمر، امانت خان، حافظ عبداللہ، حافظ محمد فاضل، حافظ اللہ بخش، حافظ محمد حسین اعوان، حافظ شیخ محمد خوشابی، مولوی تیمور لاہوری۔ یہ حضرات آپ کے بعد مختلف مقامات پر مسند آرائے تدریس و تلقین رہے۔ سکھوں کے زمانے میں یعنی ۱۸۴۴ء میں دلیپ سنگھ کے عہد حکومت میں والیء جموں و کشمیر گلاب سنگھ کے بھائی سوچیت سنگھ اور ہیرا سنگھ کے درمیان جنگ میں اس عمارت عظیم کو سخت نقصان پہنچا جسے انگریزی عہد میں لاہور کے مشہور مخیر ٹھیکیدار میاں سلطان نے اپنا جلووالا رکھ اس مدرسے کے نام وقف کردیا جس سے مکانات کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور وقف کی آمدنی سے مدرسہ پھر جاری ہوگیا۔ بحوالہ "شریف التواریخ" حضرت میاں صاحب کی والدہ فریاد بی بی کی قبر قصبہ جوکالیاں ضلع گجرات میں اور ان کے والد مولانا فتح اللہ کی موضع چبہ چیماں متصل احمد نگر گجرات پنجاب میں ہے۔ حضرت میاں صاحب کے دو بھائیوں حافظ محمد حسین اور حافظ محمد خلیل کی قبور موضع جیا تحصیل و ضلع سیالکوٹ میں ہیں۔ حافظ محمد حسین عمر کے آخری حصے میں چنیوٹ سے لاہور آگئے تھے۔

میاں محمد صالح سہروردیؒ : آپ میاں شاہنواز برادر میاں سرفراز خان جد کلاں میاں وڈا صاحبؒ سے ہیں۔ آپ نے حضرت محمد فاضل سکنہ موضع لنگے تحصیل لالیاں چنیوٹ سے خلافت اور ارادت حاصل کی۔ حضرت میاں وڈا صاحبؒ کی خدمت میں برائے تعلیم ظاہری و باطنی لاہور تشریف لائے۔ جس روز لاہور پہنچے اس روز حضرت میاں وڈا سہروردیؒ بہت بے قرار اور بے چین نظر آتے تھے جیسے کسی کا شدید انتظار ہو۔ بار بار مسجد سے باہر تشریف لاتے اور پھر اندر چلے جاتے جب میاں صالحؒ حاضر خدمت ہوگئے تو نہایت اشتیاق سے ملے اور اپنے ساتھ رہائش کا انتظام کیا۔ حضرت میاں صاحبؒ سے فیوض باطنی اور ظاہری تعلیم میں کمال حاصل کیا۔ حافظ قرآن تھے اور میاں وڈاؒ کی وفات کے بعد پچپن سال تک سجادہ نشین رہے اور درس و تدریس اور طریقت کی تعلیم سے بے شمار مخلوق کو فیض یاب کیا۔ ۱۱۱۰ ہجری مطابق ۱۶۹۸ عیسوی بعد اورنگ زیب عالمگیر وصال ہوا اور یہیں دفن ہوئے۔

حافظ میاں محمود سہروردیؒ : آپ میاں محمد صالح کے صاحبزادے مرید اور خلیفہ تھے۔ بیالیس سال سجادہ نشین رہے۔ وفات ۱۱۸۳ ہجری ۱۷۶۸ عیسوی میں ہوئی۔

marfat.com

حافظ میاں معز الدین سہروردیؒ : آپ میاں محمودؒ کے صاحبزادے مرید اور خلیفہ تھے۔ پینتیس سال مسند سجادگی پر رہے۔ سال وفات ۱۲۱۷ ہجری ۱۸۰۲ عیسوی ہے۔

حافظ میاں شرف الدین سہروردیؒ : آپ میاں معز الدین کے صاحبزادے مرید اور خلیفہ تھے۔ ساٹھ سال مسند سجادگی پر رہے وفات جمعہ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۸ ہجری (۲۰ ستمبر ۱۸۶۱ عیسوی) کو ہوئی۔

حافظ میاں احمد دین سہروردیؒ : آپ میاں شرف الدین کے صاحبزادے مرید اور خلیفہ تھے۔ سوموار ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ ہجری (۱۲ نومبر ۱۸۸۸ عیسوی) کو وفات پائی۔

میاں محمد ابراہیم سہروردیؒ : آپ حضرت میاں وڈا صاحب کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے اور انہیں سے بیعت تھے۔ ساری عمر مجرد اور تارک الدنیا رہے۔

حافظ اللہ بخش سہروردیؒ : بموجب "خزینۃ الاصفیاء" آپ حضرت میاں وڈاؒ کے کامل خلفاء میں تھے۔ بڑے جسیم اور فربہ تن تھے۔ پہلی دفعہ جب بیعت کرنے اور مرید ہونے کیلئے آئے تو حضرت میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے ان کے موٹے موٹے پستان دیکھ کر فرمایا۔ "حافظ اللہ بخش لویرا ہے" یعنی شیر دار ہے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ حافظ کے دونوں پستانوں میں دودھ اتر آیا اور یوں وہ فی الحقیقت "لویرا" ہوگئے۔ پنجابی زبان میں "لویرا" اس گائے، بھینس یا بکری کو کہتے ہیں جو شیر دار اور بچہ دار ہو۔ حافظ اللہ بخش ساری زندگی "لویرا" کہلاتے رہے۔ لویرا کے نام سے ایک موضع اب تک آباد ہے۔

مولوی تیمور سہروردی لاہوریؒ : آپ لاہور کے ممتاز علماء میں سے تھے اور حضرت میاں وڈاؒ کے پیر بھائی تھے یعنی ان کی بیعت شیخ عبدالکریمؒ سے تھی۔ میاں جان محمد سہروردیؒ (پرویز آباد والے) لکھتے ہیں کہ جو مشکل مسائل میرے استاد مولوی تیمورؒ سے حل نہ ہوتے تھے وہ حضرت میاں وڈا سہروردیؒ "فوراً" حل کردیا کرتے تھے۔

شیخ حامد قاری سہروردی لاہوریؒ : آپ کے والد کا نام شیخ حسن عالم تھا۔ حامد بہترین قاری تھے۔ ۱۰۷۱ ہجری مطابق ۱۶۶۰ء بعہد محمد شاہ لاہور محلہ نو رمیں پیدا ہوئے اور وہیں مقیم تھے۔ آپ مولوی تیمور سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ بڑے عالم فاضل اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ ۱۷۲۸ عیسوی میں آپ نے مسجد بنوائی جو اب ریلوے ورکشاپ کے اندر آجانے کی وجہ سے غیر آباد ہے۔ "تحقیقات چشتی" کے مطابق تاریخ وفات ۱۱۶۶ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء ہے۔ مزار پر انوار ویٹ نام روڈ (نزد مقبرہ نواب علی مردان) پر ہے۔

مولانا محمد عاقل سہروردی لاہوریؒ : آپ حامد القاری سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بموجب پروفیسر محمد اقبال مجددی آپ نے "تحفۃ المسلمین" تصنیف فرمائی جس کا ایک قلمی نسخہ مجددی صاحب کی تحویل میں ہے۔ (حاشیہ بر حالات میاں وڈا درحدیقۃ الاولیاء از پروفیسر محمد اقبال مجددی)

میاں جان محمد سہروردیؒ

ابتداء میں آپ حضرت میاں وڈا سہروردیؒ کے خلیفہ شیخ عبدالحمید سہروردیؒ سے تعلیم حاصل کرتے تھے ایک دفعہ استاد کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: برخوردار جب تم پڑھ لکھ کر عالم فاضل بن جاؤ تو میرے ساتھ حدیث کا دورہ کیا کرنا۔ آپ اس وقت کم عمر تھے

marfat.com

شرم و ادب سے سر جھکا لیا۔ استاد نے انہیں فرمایا: بچے یوں عرض کر کہ اگر حضور کی توجہ سے علوم متداولہ پر عبور ہوگیا تو پھر حضور کے قدموں میں ہی آ پڑوں گا۔ شیخ جان محمدؒ نے اسی طرح عرض کیا تو حضرت میاں صاحبؒ نے دعا فرمائی کچھ عرصہ بعد علوم ظاہری سے فارغ ہوگئے تو استاد نے انہیں شیخ تیمور سہروردیؒ (جو حضرت میاں صاحبؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے) کے سپرد کردیا وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دستار بندی ہوئی تو حضرت میاں صاحبؒ کو مراقبہ کی حالت میں علم ہوا تو آپ نے اپنی توجہ شیخ جان محمد کی طرف منعطف فرمائی۔ وہ جہاں کہیں اور جس حال میں تھے فوراً" حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت نے انہیں چھاتی سے لگایا اور نعمت باطنی سے سرفراز کرکے فرمایا کہ ہر دو شنبہ اور جمعہ کے دن آکر میرے ساتھ حدیث پاک کا دورہ کیا کرو چنانچہ جب تک حضرت میاں صاحبؒ زندہ رہے شیخ جان محمدؒ مقررہ دنوں میں حضرت سے دورہ فرمایا کرتے۔ جہاں کہیں حضرت کو کسی حدیث میں شبہ گزرتا فوراً" مراقبہ میں چلے جاتے اور حضور علیہ السلام کی روح پاک سے تصحیح کرا لیتے۔

شیخ جان محمد نے ۱۱۲۰ ہجری مطابق ۱۷۰۸ عیسوی محلہ پرویز آباد (موجودہ کوٹ خواجہ سعید جہاں آپ کی سکونت تھی) بعہد بہادر شاہ اول وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ تین سال بعد اپنے خادم کو خواب میں فرمایا کہ مجھے حضرت میاں وڈاؒ کے متصل دفن کرو چنانچہ آپ کے جسم اطہر کو حضرت میاں صاحبؒ کے قدموں میں دفن کیا گیا مگر دوسرے دن جب لوگوں نے دیکھا تو شیخ جان محمد سہروردیؒ کی قبر حضرت میاں صاحب کے بالکل متوازی بنی ہوئی تھی۔ (لاہور کے اولیائے سہرورد و تذکرہ رکن عالمؒ)

شیخ جان محمد ثانیؒ سہروردی : "بحوالہ خزینۃ الاصفیاء" آپ عالم فاضل اور حضرت میاں وڈاؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مسجد قصاب خانہ نزد گاف گراؤنڈ لاہور میں درس دیتے تھے اگرچہ سینکڑوں طالب علم آپ سے درس لیتے تھے مگر آپ کسی سے کچھ قبول نہیں فرماتے تھے اور چکی پیس کر گزارا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت میاں وڈاؒ سہروردی نے آپ سے پوچھا کہ آپ گزر اوقات کا کیا ذریعہ رکھتے ہیں۔ عرض کی کہ خدا کا شکر ہے آرام سے وقت کٹ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا مجھے رب العزت جل علی شانہ نے اطلاع دی ہے کہ آپ چکی پیس کر گزارہ کرتے ہیں۔ آئندہ یہ مشقت نہ کریں۔ زاں بعد ایک تعویز عطا فرمایا کہ اسے گھر رکھئے انشاء اللہ اسباب زیست کیلئے پریشان نہیں ہونا پڑے گا اور جب آپ دنیاوی نعمتوں سے سیر ہو جائیں تو یہ تعویز مجھے واپس کردیں۔ شیخ جان محمد سہروردیؒ اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں تعویز اپنے گھر لے گئے۔ اس کی برکت سے اس قدر فتوحات ہوئیں کہ تین دنوں کے اندر ہی خاصہ خزانہ جمع ہوگیا۔ چنانچہ آپ یہ تعویز واپس پیر و مرشد کے پاس لائے اور عرض کی کہ "اب دنیا کی نعمتوں سے بے نیاز ہوچکا ہوں تاہم اگر اس تعویز کو لکھنے کی اجازت دے دیں تو عین عنایت ہوگی۔ حضرت میاں صاحبؒ نے یہ تعویز شیخ جان محمد کو لکھنے کی اجازت دے دی وہ تعویز "خزینۃ الاصفیاء" میں مفتی غلام سرور لاہوری نے باجازت سجادہ نشیں میاں احمد دین یوں درج فرمایا ہے:۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

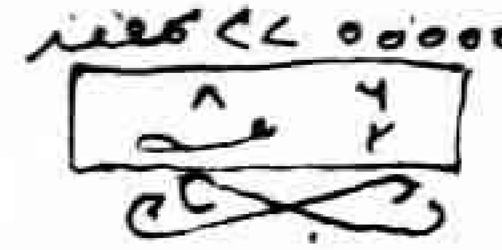

ایک شخص نے شیخ جان محمدؒ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ میں بہت تنگ دست ہوں دن رات رنج اور فاقہ میں گزرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہر روز نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھو اور ایک سو بار "سبحان اللہ" پڑھو اور ایک ہفتہ کے بعد آکر اپنے حالات بتاؤ۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ اس کی برکت سے اس پر اسباب فتوحات کھلے۔ ایک ہفتہ کے بعد واپس آیا اور کہا: آپ کی مہربانی سے مجھے دولت لازوال ملی۔ فرمایا ایک ہفتہ اور اس تسبیح کا ورد کرو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ سات دن بعد حاضر ہو کر بتایا "اب تو زمین کے تمام خزانے جہاں وہ دفن ہیں میرے لئے بے نقاب ہو چکے ہیں لیکن میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں ہوتی بلکہ چاہتا ہوں کہ آپ کے وسیلے سے اخروی دولت سے بہرہ مند ہوں چنانچہ حضرت کا مرید ہو کر تارک الدنیا ہو گیا اور ظاہری و باطنی کمالات سے فیض یاب ہوا۔"

آپ کی وفات ۱۰۸۲ ہجری مطابق ۱۶۷۲ء عیسوی بعہد اورنگ زیب عالمگیر ہوئی اور مسجد قصاباں کے عقب میں ایک چھوٹے سے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ساتھ ہی لاہور سے امرتسر جانے والی ریلوے لائن گزرتی ہے۔ آپ کے نو صاحبزادے تھے۔ سجادہ نشین حاجی صاحب ہوا۔ آپ کی کچھ اولاد موضع چک مجاہد (غرب رویہ دریائے چناب) میں رہائش پذیر ہوئی۔

شیخ محمد خلیل سہروردیؒ

بحوالہ "لاہور کے اولیائے سہرورد" از میاں محمد دین کلیم آپ حضرت میاں محمد اسماعیل المعروف میاں وڈا سہروردیؒ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ والد بزرگوار فتح اللہ سہروردیؒ مفسر قرآن اور نامور محدث تھے اور بیعت کا سلسلہ حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ موضع جبہ علاقہ تھانہ بھوانہ تحصیل چنیوٹ میں ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۵۹۱ء عیسوی شہنشاہ اکبر کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ نہایت متوکل اور تارک الدنیا بزرگ تھے۔ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کو سیر و سیاحت کا بڑا شوق تھا۔ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری معمول تھا۔ اس شوق میں حرمین شریفین کا ارادہ کیا اور ملتان تک چلے گئے وہاں ایک مسجد میں قیام پذیر تھے کہ آپ کے بھائی میاں وڈا سہروردیؒ لاہوری کو باطنی طور پر آپ کے اس ارادے کا علم ہوا۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی کہ میرے بھائی کو لاہور پہنچا دیا جائے دوسری طرف شیخ محمد خلیل سہروردیؒ ملتان میں اندرون مسجد استغراق کی حالت میں تھے انہیں جب اپنے بھائی کی خواہش کا علم ہوا تو آپ مستی کے عالم میں مسجد کو لاہور پہنچنے کا حکم دیا چنانچہ مسجد فضا میں پرواز کرنے لگی اور لاہور پہنچ گئی۔ جب میاںؒ وڈا کو معلوم ہوا تو انہوں نے مسجد کو واپس ملتان پہنچنے کا حکم دیا۔ اس طرح آپ اپنے بھائی میاں وڈاؒ کے پاس پہنچے۔ آپ کی وفات ۱۰۹۸ ہجری ۱۶۸۶ء بعہد اورنگ زیب عالمگیر چھنی دا چک ضلع سیالکوٹ میں ہوئی جہاں آپ لاہور سے چلے گئے تھے۔

حافظ محمود سہروردیؒ : آپ حضرت میاں محمد فاضلؒ کے خلیفہ اور حضرت محمد صالح سہروردیؒ کے بعد درس میاں وڈاؒ لاہور کے متولی اور سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ نہایت متوکل بزرگ تھے۔ آخری عمر

marfat.com

میں لاہور سے اپنے آبائی علاقہ میں چلے گئے۔ وفات ۱۱۱۸ ہجری مطابق ۱۷۰۶ء بعد اورنگ زیب عالمگیر ہوئی اور موضع لنگے علاقہ لالیاں میں مزار محمد فاضلؒ کے ملحقہ احاطہ میں دفن ہوئے۔

شاہ بری لطیف قادری سہروردیؒ المعروف "امام بری"

صاحب "حد۔یقۃ الاولیاء" کے مطابق شاہ لطیفؒ نے قادری سلسلہ کا فیض حضرت حیات المیر زندہ پیرؒ سے پایا اور سہروردی سلسلہ کا فیض حضرت مخدوم نصیر الدین قریشیؒ ملتانی سے (جو غوث العالمین بہاء الدین ذکریاؒ ملتانی کی اولاد میں سے تھے) حاصل کیا تھا۔

ابتدائی حالات : آپ ۱۰۲۶ ہجری ۱۶۱۷ء میں چکوال کے ایک گاؤں موضع جوایاں کرسال میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام سید محمود شاہ اور والدہ ماجدہ کا نام سیدہ غلام فاطمہ تھا۔ آپ کاظمی مشہدی حسینی سادات میں سے ہیں اور شجرہ نسب بتیس واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ قادری سلسلہ میں شجرۂ طریقت چودہ واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیرؒ سے لاحق ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی زاں بعد اس وقت کے دینی مرکز غور غشتی سے تحصیل علم کی اور فارغ ہو کر زیارت مقدسہ معلیٰ، نجف اشرف، مدینہ منورہ اور مکرمہ معظمہ حاضر ہو کر حج و زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ بیعت حضرت سید جمال اللہ حیات المیرؒ سے کی۔ آپ زیادہ تر ویرانوں، گھنے جنگلوں، پہاڑوں اور پانی میں عبادت و ریاضت کرتے تھے۔ جب موضع کنگر سے آپ کی طبیعت اکتا گئی تو نیلاں بھوتو کے باہر ندی میں بارہ سال چلہ آبی میں کھو گئے اسی عالم استغراق میں یاد الٰہی میں مشغول مچھلیاں وغیرہ آپ کا نچلا دھڑ کھا گئیں مگر آپ کو اس کا احساس نہ ہوا۔ مرشد کو کشف باطن سے جب اس حالت کا علم ہوا تو آپ فوراً" نیلاں بھوتو پہنچے اور آپ کو استغراقی عالم اور ندی کے اندر سے باہر آنے کا حکم دیا چنانچہ آپ عالم صحو میں آ گئے اور ایک نیک دل ارادت مند کے گھر منتقل ہو گئے۔ اس کے پاس ستر بھینسیں تھیں وہ روزانہ ایک بھینس کا دودھ آپ کو پلاتا۔ وہ جس بھینس کا دودھ پلاتا وہ مر جاتی جب سب بھینسیں مر گئیں اور وہ ارادتمند بغیر دودھ کے حضرت امام بریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دریافت پر اس نے ماجرا سنایا کہ اب صرف ایک بھینسے کے علاوہ کچھ نہیں بچا۔ آپ نے فرمایا اسی کا دودھ لے آؤ۔ مرید جب گھر پہنچا تو وہ بھینسا بھینس بن چکی تھی جب وہ اس کا دودھ لیکر حاضر خدمت ہوا تو وہ بھی مر گئی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ جہاں میں نے چلہ کاٹا ہے وہاں جا کر اپنی بھینسوں کے نام ایک ایک کر کے پکارنا مگر پیچھے کی طرف مڑ کر نہ دیکھنا۔ مرید ندی کے کنارے جائے چلہ کشی پر پہنچا اور بھینسوں کے نام پکارتا چلا گیا۔ سب بھینسیں جب نکل آئیں تو اس نے بھینسے کا نام لیکر پکارا اور دفعتاً" پیچھے کی طرف دیکھا تو وہ بھینسا جو نکل کر آ رہا تھا وہیں پتھر کا ہو گیا۔

خطاب امام بریؒ : اب آپ مرشد کے حکم سے نکل کر نور پور تشریف لے آئے جہاں غار میں کئی سال ریاضت کی۔ بالآخر پیر و مرشد نے تشریف لا کر غار سے باہر نکالا اور فرمایا۔ "اے لطیف! خدائے بزرگ و برتر نے تم کو پر اسرار و رموز منکشف فرما دیے ہیں اب تم اسی بر (خشکی زمین) کے امام مقرر کر دیئے گئے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ "امام بری" کے نام سے مشہور ہوئے۔

marfat.com

روایت ہے کہ جب آپ نور پور کی پہاڑی پر چلہ کشی کرنے کیلئے گئے تو ایک دیو آپ کی عبادت میں مخل ہوتا۔ امام بریؒ نے اس کو کئی مرتبہ منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ ایک دن جب اس نے پھر وہی حرکت کی تو آپ نے اٹھ کر اسے گردن سے دلوچا اور دیوار کے ساتھ دے مارا۔ وہ دیو پتھر کا ہوگیا۔ آج بھی لوگ نور پور کی پہاڑیوں میں حضرت کی یہ کرامت "لوئی دندی" کے نام سے مشہور جگہ کو دیکھنے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ ایک خشک درخت کے نیچے عبادت میں مصروف تھے کہ ایک ہندو قافلہ وہاں سے گزرا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ قافلہ والوں نے کہا کہ اپنے گناہ دھونے گنگا اشنان کیلئے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس طرح گناہ نہیں دھلتے بلکہ اللہ کی عبادت سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ قافلے میں سے ایک ہندو نے کہا کہ اس سوکھے درخت کے نیچے عبادت کرتے ہوئے آپ کو ایک عرصہ ہوگیا ہے یہ تو آپ کی برکت سے ہرا نہیں ہوسکا ہم آپ کے خدا کو کیسے مانیں۔ حضرت نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ابھی دعا پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ سوکھا درخت دیکھتے ہی دیکھتے ایک گھنا اور سرسبز و شاداب درخت بن گیا۔ قافلے والے اس کرامت کو دیکھ کر اسی وقت آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگئے۔ آپ کے مزار مبارک میں داخل ہوتے ہوئے بائیں جانب ایک چھوٹا سا گنبد نما کمرہ ہے جس میں ہروقت آگ جلتی رہتی ہے۔ جس کو "مچ" کہتے ہیں پنجابی زبان میں جلتی آگ کو "مچ" کہتے ہیں روایت ہے کہ اس مچ میں امام بریؒ نے آگ لگائی تھی۔ زائرین اس کی راکھ کو تبرک کے طور پر چاٹتے ہیں جو بفضل تعالیٰ باعث شفاء بھی ہے۔

آپ کے نامور خلفاء میں ایک شاہ بہلول قادری سہروردیؒ ہیں جن سے بہلول شاہی سلسلہ چلا۔ ان کے علاوہ شاہ حسینؒ ہیں جن کی بیٹھک شاہ بری لطیفؒ کے مزار کے بالمقابل ہے روایت ہے کہ آپ مغل شہزادے تھے اور سب کچھ چھوڑ کر حضرت کے مرید ہوگئے اور ساری عمران کی خدمت میں گزاری۔ حضرت امام بریؒ کا حکم ہے کہ جو شخص میری زیارت کیلئے آئے پہلے وہ شاہ حسینؒ کے دربار پر حاضری دے پھر میرے پاس آئے اور واپسی پر جاتے ہوئے پھر شاہ حسینؒ کو سلام کرکے جائے۔ حضرت امام بریؒ کا وصال ۹۱ برس کی عمر میں ۱۱۱۷ ہجری مطابق ۱۷۰۶ عیسوی میں ہوا۔ نور پور شاہاں میں مزار پر انوار ہے۔ روضہ مبارک کا گنبد اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے تعمیر ہوا۔ آپ نے یہ پیشن گوئی فرمائی تھی کہ ہمارے قریب ایک ایسا شہر آباد ہوگا جو دنیائے اسلام میں اسلام کا مرکز ہوگا۔ آپ کی یہ پیش گوئی ۱۹۶۰ میں اسلام آباد جیسے عظیم شہر کے قیام کی صورت میں پوری ہوئی۔

شاہ بہلول قادری سہروردیؒ

بحوالہ "حدیقۃ الاولیاء" آپ قادری سلسلہ میں شاہ بری لطیف قادریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شاہ لطیفؒ نے حیات المیر قادری زندہ پیر کے علاوہ مخدوم نصیر الدین قریشی ملتانیؒ (جو حضرت غوث العالمین بہاء الدین ذکریا ملتانی کی اولاد اور سلسلہء طریقت سہروردیہ میں بیعت تھے) سے بھی فیض حاصل کیا تھا اس لحاظ سے آپ قادری اور سہروردی بزرگ تھے۔ آپ نے بہت سفر و سیاحت کی۔ نجف اشرف و کربلا معلٰی میں اعتکاف کیا وہاں سے حرمین شریفین گئے حج کیا اور مدینہ منورہ میں کئی

marfat.com

مہینے معتکف رہے وہاں سے بغداد حضرت غوث الاعظمؒ کے مزار اقدس پر چلہ کیا۔ پھر مشہد مقدس جا کر فوائد حاصل کئے۔ وہاں سے پھر کوہ پنج شیر غازی پر جا کر ایک قطب زمانہ بزرگ سے بھی نعمت باطنی حاصل کی۔ بحوالہ "مشائخ قادریہ" آپ ۹۵۵ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں لاہور پہنچے اور ٹکسالی دروازے کے قریب ایک چھوٹی سے مسجد میں قیام فرمایا جہاں حافظ ابوبکر بچوں کو پڑھاتے تھے۔ یہیں آپ نے شاہ حسین لاہوریؒ کو دیکھا جو اس وقت سات پارے حفظ کر چکے تھے چنانچہ آپ نے ان کی تعلیم و تربیت مکمل کی اور واپس چلے گئے۔ سلطان حیدر علی فاتح میسور اور سلطان فتح علی ٹیپو آپ کی ہی اولاد سے تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۳۹ ہجری ۱۶۲۹ عیسوی کو ہوا۔ مدفن مبارک جھنگر شاہ بہلول ضلع جھنگ میں بنا جو پنڈی بھٹیاں کے نزدیک ہے۔

شاہ حسین لاہوریؒ قادری سہروردی

"حقیقت الفقراء" کے مطابق آپ کا اصل نام ڈھڈا حسین ہے۔ ڈھڈا پنجاب کے راجپوتوں کی ایک ذات ہے۔ آپ ننھیال کی طرف سے ڈوہا اور باپ کی جانب سے کلرائے تھے۔ "حدیقۃ الاولیاء" کے مطابق آپ کے دادا کا نام کلجس رائے تھا جو ہندو تھا۔ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اس نے اسلام قبول کیا اور نام شیخ عثمان رکھا گیا آپ نے باعث محتاجی بافندگی کا پیشہ اختیار کیا اور حضرت شاہ حسین نے بھی یہی پیشہ اختیار کیا۔ ولادت ۹۴۵ ہجری (۱۵۳۸ عیسوی) ہے۔ دس سال کے ہوئے تو حافظ ابوبکر سے ان کی مسجد میں حفظ قرآن اور دینی تعلیم شروع کی اور سات پارے حفظ کئے اسی اثناء حضرت بہلولؒ اس مکتب میں (واقع اندرون ٹکسالی دروازہ لاہور) آئے۔ ان دنوں دریائے راوی ٹیکسالی دروازے کے پاس سے ہو کر بہتا تھا۔ حضرت نے استاد کو کہا کہ اس لڑکے کو کہو کہ دریا سے ہمارے لئے برائے وضو پانی لائے چنانچہ شاہ حسین پانی لائے وضو فرما کر ان کے حق میں دعائے خیر کی کہ الٰہی اسے عارف باللہ کر۔ ان پر خصوصی توجہ فرماتے رہے۔ اسی اثناء میں ماہ رمضان آ گیا۔ حضرت بہلولؒ نے حافظ ابوبکر سے فرمایا کہ نماز تراویح میں امام نماز حسین ہو اور قرآن شریف سنائے۔ حفظ کردہ قرآن سنا چکنے کے بعد آپ نے حضرت بہلولؒ سے عرض حال کی تو انہوں نے دریا سے پانی لانے کا حکم دیا۔ وہاں پانی بھرا تو ایک سبز پوش نورانی بزرگ ظاہر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا اس کوزے سے میرے ہاتھ پر پانی ڈال۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی تو نورانی بزرگ نے جو حضرت خضر علیہ السلام تھے اس ہاتھ کے پانی میں سے تھوڑا سا حسین کے منہ میں ڈالا اور فرمایا اپنے شیخ کو میرا سلام کہنا اور اس راز کو مخفی رکھنا۔ شاہ حسینؒ نے بقایا قرآن شریف بقیہ ایام میں بطرز خواندہ پڑھ سنایا اور حضرت بہلولؒ کی توجہ خصوصی سے آپ خرد سالی میں ہی ولی کامل ہو گئے۔ اس کے بعد مدت مدید تک عبادات اور ریاضات شاقہ میں مصروف رہے اور کئی چلے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار اقدس پر کئے۔ آپ نے کچھ عرصہ طریقہء ملامتیہ بھی اختیار کئے رکھا۔ پروفیسر اقبال مجددی حاشیہ بر حالات شاہ حسینؒ مندرجہ "حدیقۃ الاولیاء" لکھتے ہیں کہ شاہ حسینؒ ابتداء میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے پھر اچانک اپنے استاد شیخ سعد اللہ لاہوری (المتوفی ۹۹۹ ہجری مطابق ۱۵۹۰ عیسوی) سے تفسیر مدارک پڑھ رہے تھے جب استاد نے **وما الحیوۃ الدنیا لھو و لعب** (سورۃ انعام' آیہ

marfat.com

۳۶) کے معنی بیان کئے تو شاہ حسین سمجھے کہ دنیا محض لہو و لعب کا نام ہے چنانچہ استاد سے کہا کہ مجھے حال درکار ہے قال نہیں چنانچہ تعلیم چھوڑ کر طریقہء ملامتیہ اختیار کرلیا۔ شیخ سعد اللہ اکثر ملامتی مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتے تھے جیسا کہ ان کے معاصر مورخ نظام الدین احمد نے ان کے متعلق واضح طور پر لکھا ہے کہ "بروش ملامتیہ سلوک می نمود" لیکن گمان اغلب ہے کہ استاد کے نظریہ سے متاثر ہوئے ہوں بایں ہمہ آپ نے آخیر عمر میں غیر مشروعہ افعال سے توبہ کرلی تھی۔ شیخ محمد طاہر لاہوری" المتوفی ۱۰۴۰ ہجری (۱۶۳۱ عیسوی) نے شاہ حسین" کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا: "اگر مجھے علمائے ظاہر کے طعنوں کا خدشہ نہ ہوتا تو میں اکثر شیخ حسین" کے مزار پر جاکر استمداد کرتا۔ لہٰذا شیخ محمد طاہر لاہوری" کی مزار شاہ حسین پر حاضری اور استمداد کی آرزو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شاہ حسین" ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور ان کی ولایت مسلمہ تھی۔

وصال : صاحب "حدیقتہ الاولیاء" نے آپ کی وفات کی تاریخ ۱۰۰۸ ہجری ۱۵۹۹ عیسوی لکھی ہے جبکہ پروفیسر اقبال مجددی نقش بندی کی تحقیق کے مطابق ۹۹۹ ہجری (۱۵۹۱ عیسوی) ہے۔ مزار مبارک باغبانپورہ نزد شالیمار باغ میں ہے۔ آپ کی صوفیانہ رنگ میں کافیاں بہت مشہور ہیں۔

ارشادات : اکثر فرمایا کرتے تھے لفظ فقر کے تین حرف ہیں۔ طالب کو چاہئے کہ ان حروف کے راز سے آگاہ ہو۔ اول فا۔ اس سے مراد فقر و فاقہ و فنا اور فرائض حق کا گزارنا اور راہ تجرید میں فیروزی حاصل کرنا اور فسق و فجور سے ترک۔ قاف سے قناعت اور قصد دل باخدا اور عہد خدا پر اقرار اور قیام کرنا اور قرب حق کو ڈھونڈنا۔ را سے ریاضت اور رضا اور روئے دل غیر خدا سے پھیرنا اور راہ راست پر چلنا اور نفس امارہ کی خیانت سے آگاہ رہنا اور راہ حق پانا ہے۔ اسی طرح درویش کے پانچ حروف ہیں سو درویش کو لازم ہے کہ ان پانچ حرفوں کے اشاروں سے آگاہ ہو۔ دال سے درد دل اور را سے ریاضت و ترک ریا اور غیر حق سے رخصت ہونا۔ واؤ سے وحدت اور وداع وجود اور واصل بحق ہونا اور یا سے یاری غیر حق سے نہ چاہنا اور یاد حق کے سوا دم نہ مارنا اور یک رنگ و یک دل رہنا اور شین سے شکر حق ادا کرنا اور شکایت سے لب بند کرنا اور خدا سے شرم رکھنا اور شریر نہ ہونا مراد ہے۔

آپ کی چند کافیاں :

(۱) دنیا والے نوں دنیا دا ماناں نگاں نو تنگ منی
تاں اسیں تنگ نہ دنیا والے سری جنی کھنی

دنیا چھوڑ فقیر تھیا سی جاگی پریم کنی
کے فقیر سائیں دا جانے آپ دھنی

(۲) من انکیا بے پروا نال — اوہ دین دے والی شاہ نال
قاضی ملاں متیں دیندے — کھرے سینارے راہ دسیندے
عشق کیہہ لگے راہ نال
ندیوں پار رانجھن دا ٹھاناں — کیتا قول ضرورت جاناں
منتاں کراں ملاح نال

marfat.com

(۳) تیس رل مل دیو مما رکھاں میرا سوہنا سجن گھر آیا ای
جس سجن نوں میں ڈھونڈی وتاں سو سجن میں پائیا ای

ویڑا تاں آنگن میرا تھیا سہاونا ماتھے نور سمائیا ای
کہے حسین فقیر نماناں مرشد دوست ملائیا ای

شاہ ارزانیؒ قادری سہروردی : آپ شاہ حسینؒ قادری سہروردی لاہوری کے پیر بھائی تھے۔ "خزینۃ الاصفیاء" کے مطابق پہلے آپ شیخ بہلول دریائی قادری سہروردیؒ کے مرید ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد (بحوالہ تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان از مرزا محمد اختر دہلوی) آپ نے خاندان عالیہ سہروردیہ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ زاں بعد اپنے پیر بھائی شاہ حسینؒ کے پاس آ گئے۔ لاہور چلہ کاٹا۔ مکان چلہ ابھی تک موجود ہے۔ شاہ حسینؒ نے فرمایا کہ تم پٹنہ صوبہ بہار (بھارت) چلے جاؤ اور خلق خدا کو ہدایت و تلقین کرو چنانچہ ان کے وصال کے بعد آپ پٹنہ چلے گئے۔ بے شمار مخلوق نے آپ سے فیض پایا۔ پٹنہ کے قیام کے ابتدائی ایام میں دریا کے کنارے جنگل میں اکثر پھرا کرتے اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے رات کو شہر آتے تو مسجدوں میں وضو اور غسل کے لئے پانی بھرا کرتے۔ شاہجہان کی آپ سے ملاقات شہزادگی کے ایام سے تھی۔ ایک دفعہ اس نے حاضر ہو کر اپنے والد جہانگیر کی نامہربانی کی شکایت کی اور اپنے لئے حصول سلطنت کی دعا کیلئے عرض کی۔ آپ نے تسلی دی کہ والد کی وفات کے بعد انشاء اللہ تم ہی بادشاہ بنو گے۔ بحوالہ "خزینۃ الاصفیاء" آپ نے ۱۳۶۰ عیسوی ۱۰۴۰ ہجری میں وفات پائی مگر "تحقیقات چشتی" میں آپ کا سال وصال ۱۰۱۵ ہجری (۱۶۵۰ عیسوی) بعہد جہانگیر ہے۔ مزار پر انوار پٹنہ شہر میں زیارت گاہ خلق ہے۔

پیر کالیہ سہروردیؒ : بحوالہ "تذکرہ اولیائے جھنگ" آپ کا اصل نام محی الدین بن سعد اللہ تھا۔ خاندانی شجرہ نسب حضرت برہان الدین ولیؒ آف لنگر مخدوم سے جا ملتا ہے۔ ولادت ۸۸۰ ہجری مطابق ۱۴۷۵ عیسوی بعہد سلطان بہلول لودھی ہوئی۔ اپنے والد شیخ سعد اللہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے کثرت سے سیر و سیاحت کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں ہندوستان کی سیاحت کیلئے نکلے اور لاہور بھی تشریف لائے۔ یہاں سے ہی آپ کو علاقہ لکی نو تحصیل شور کوٹ ہونے کی بشارت ملی چنانچہ آپ وہاں چلے گئے اور باقی زندگی وہاں ہی مقیم رہے۔ وصال ۹۶۲ ہجری ۱۵۵۳ بعہد ابراہیم سوری لکی نو میں ہوئی جو شور کوٹ سے ڈب کلاں جانے والی سڑک پر ایک قصبہ ہے۔ وہیں اپنے والد شیخ سعد اللہ سہروردی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

شاہ جیونہ کروڑی بخاری نقوی سہروردیؒ : بحوالہ مذکورہ بالا آپ کا نام سید محبوب عالم تھا۔ جد امجد سید احمد کبیر ثانیؒ تھے جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی اولاد سے تھے۔ ولادت قنوج (بھارت) میں ۸۹۵ ہجری مطابق ۱۴۸۹ بعہد سلطان لودھی ہوئی۔ آپ کے والد اوچ شریف سے قنوج چلے گئے تھے۔ اکیس سال کی عمر میں والد محترم سے ظاہری باطنی تعلیم حاصل کی اور خرقہ خلافت پایا۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ دہلی تشریف لائے اور حضرت چراغ دہلیؒ کے مزار پر حاضری دیکر براستہ سامانہ اور پٹیالہ لاہور آئے یہاں کئی سال قیام فرمایا۔ یہیں ایک دن خواب میں حضرت جلال الدین سرخ

marfat.com

بخاریؒ اوچی نے فرمایا کہ جھنگ جاؤ چنانچہ ۹۶۱ ہجری مطابق ۱۵۵۴ عیسوی جھنگ تشریف لے آئے اور تمام عمر تلقین و ارشاد اور تبلیغ اسلام میں گزار دی۔ ۷۶ برس کی عمر میں ۹۷۱ ہجری ۱۵۶۳ عیسوی بعہد شہنشاہ اکبر قصبہ شاہ جیونہ (جھنگ) میں وصال فرمایا اور اپنے حجرے میں مدفون ہوئے۔

سید اسحاق گازرونی سہروردیؒ

بحوالہ حدیقتہ الاولیاء آپ لاہور کے قدیم بزرگوں میں سے مشہور بزرگ ہیں۔ شہر گازرون کے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت امام حسینؓ سے جا ملتا ہے۔ شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ کے مرید تھے وہاں سے لاہور تشریف لائے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ مدت العمر تکمیل و تربیت طالبان میں مصروف رہے۔ ان کے مرشد کا سلسلہ اس طرح ہے شیخ رکن الدین مرید و خلیفہ شیخ قطب الدین سہروردی عن شیخ ابو نجیب سہروردی۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ آپ عبدالمغیث گازرونی جنیدیؒ کے حکم سے لاہور تشریف لائے تھے۔ آنجناب غیر معمولی حلم و حیا کے مالک اور تحمل و بردباری میں باکمال تھے۔ وصال ۷۸۶ ہجری (مطابق ۱۳۸۴ عیسوی) بعہد سلطان فیروز شاہ تغلق لاہور میں ہوا۔ آپ کا مزار موجودہ مسجد وزیر خان کے صحن کے نیچے ایک تہ خانہ میں ہے۔ صاحب "ثمرات القدس" نے لکھا ہے کہ جب پہلے پہل آپ کی وفات کے بعد کچی قبر بنی تو ایک نہایت سرسبز و شاداب بیل اگ آئی جس نے قبر کو ڈھانپ لیا۔ اس پر لوگ اس مزار کو پیر سبز کا مزار کہنے لگے۔ روایت ہے کہ یہ بیل دو سو سال سرسبز رہی اور بیمار لوگ آکر اس کے پتے لے جاتے اور انہیں کھاکر صحت یاب ہوتے۔ مسجد کی تعمیر کے موقع پر یہ بیل کاٹ دی گئی۔

سید صوف سہروردیؒ

رسالہ "تحفتہ الواصلین" کے مطابق آپ حضرت سید اسحاق گازرونیؒ (مدفون اندرون مسجد وزیر خان لاہور) کے ہم عہد اور ہم مجلس تھے اور حضرت میراں بادشاہ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ نہایت خدا رسیدہ عظیم بزرگ تھے سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں لاہور تشریف لائے اور یہیں مستقل رہائش پذیر ہو کر خلق خدا کی تلقین و تربیت میں مصروف ہوگئے۔ سلطان فیروز تغلق کے زمانہ میں جب دشمن نے لاہور پر حملہ کیا تو آپ بھی دشمن کے مقابلہ میں نکلے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہادت ۷۸۶ ہجری (مطابق ۱۳۸۴ عیسوی) میں ہوئی۔ مزار اقدس نہایت پر فیض و بارعب ہے۔ نسبت کی تیزی جذب کا غلبہ اور جلالیت مزار اقدس پر نمایاں طور سے واضح ہے۔ صاحب "حدیقتہ الاولیاءؒ" کے مطابق یہ بات مشہور ہے کہ کوئی شخص چالیس روز برابر اس مزار پر آنے نہیں پاتا سوائے اس شخص کے کہ اس کے دل کی مراد کا حاصل ہونا تقدیر ربانی میں ہو اور جو شخص محروم ازلی ہوتا ہے اسے چلے کے اندر ہی ایسی دہشت دکھلائی دیتی ہے کہ پھر اس مزار پر حاضر نہیں ہوتا۔ مزار اقدس مسجد وزیر خان کے دروازے کے باہر مشرقی جانب واقع ہے۔ آپ کے ابتدائی حالات کے متعلق تاریخ خاموش ہے لیکن گمان غالب یہی ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے اوائل میں فارس میں بدامنی سے بددل ہو کر نوجوانی کے عالم میں وہاں سے لاہور سلطان فیروز تغلق کے پر امن دور میں تشریف لائے ہوں گے۔

marfat.com

شاہ برہان قادری سہروردیؒ

آپ حضرت محب اللہ بخاری اوچیؒ کے فرزند تھے جو اوچ سے لاہور آکر آباد ہوگئے۔ آپ کی ولادت بہ عہد شہنشاہ اکبر ۹۸۱ ہجری (۱۵۷۳ عیسوی) میں ہوئی بموجب "لاہور کے اولیائے سہرورد" آپ کی رہائش بیرون دہلی دروازہ (نزدیکی گیٹ) لاہور میں تھی جہاں اب آپ کا مزار ہے۔ نواب سعد اللہ خان جو چنیوٹ کے ایک غریب گھرانے کے فرد تھے جب لاہور آئے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بقول دیگر نواب صاحب ان دنوں دہلی دروازے کے اندر ایک مسجد میں قیام رکھتے تھے تو حضرت شاہ صاحب کی صحبت میں رہنے لگے۔ آپ نے اس بچے کے بشرے سے قابلیت کے آثار دیکھ کر انہیں خواجہ بہاری قادریؒ کے حوالے کردیا جنھوں نے قیام لاہور میں ان کی تعلیم کا انتظام کردیا۔ بموجب "بستان الانبیا فی انوار الاصفیا" حضرت میاں میرؒ کی روحانی تربیت کے علاوہ آپ کو باطنی فیض ایک درویش سے بھی حاصل ہوا۔ زیادہ فیض ملا خوجہ بہاری قادریؒ سے ہی حاصل ہوا۔ گو آپ ان کے بیعت نہ تھے انہیں کے فرمان پر چنیوٹ چلے گئے اور پھر کچھ عرصہ بعد واپس لاہور آگئے۔ آپ کا وصال ۱۰۶۱ ہجری (۱۶۵۱ عیسوی) میں ہوا۔

مولوی غلام فرید سہروردی لاہوریؒ : بحوالہ "لاہور کے اولیائے سہرورد" آپ کا شمار لاہور کے چوٹی کے علما میں تھا۔ علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ مزاج پر تفرید و تجرید کا غلبہ تھا۔ گوشہ نشین قسم کے بزرگ تھے۔ تمام عمر طالبان علم و سلوک کی تدریس و تربیت میں گزار دی۔ ۱۲۱۸ ہجری مطابق ۱۸۰۳ عیسوی کو فوت ہوئے اور قبرستان میانی لاہور میں دفن ہوئے۔

شاہ حسن ولی کامل سہروردی لاہوریؒ : صاحب "حدیقۃ الاولیاء" نے صرف اتنا ہی تحریر فرمایا ہے کہ اس بزرگ کا مزار اندرون موچی دروازہ لاہور میں مسجد بوہڑ والی کے اندر واقع ہے اور طریق اس بزرگ کا سہروردیہ ہے۔ مکان نہایت متبرک اور پر فیض ہے۔

سید منور علی شاہ نقشبندی سہروردیؒ : بحوالہ "حدیقۃ الاولیاء" آپ جامع شریعت و طریقت اور زہد و ورع میں کامل تھے۔ اپنے والد میر عبدالرزاق سہروردیؒ سے بیعت تھے جن کا شجرۂ طریقت یوں ہے۔ میر عبدالرزاق مرید و خلیفہ میر عبدالرحیم بن میر صدر الدین عن میر حیدر عن بابا نصیب الدین غازی کشمیری عن بابا داؤد خاکی سہروردی کشمیری عن شیخ حمزہ کشمیری سہروردی عن شیخ جمال الدین بخاریؒ - سید منور علی شاہؒ نے سلسلہ نقشبندیہ سے بھی فیض حاصل کیا اور اس سلسلہ کی طرف ان کی زیادہ رغبت تھی۔ مریدوں کو تلقین بالعموم اسی سلسلہ میں فرماتے۔ وفات ۱۲۶۴ ہجری (۱۸۴۸ عیسوی) میں ہوئی اور احاطہ شیخ طاہر بندگیؒ لاہوری (قبرستان میانی لاہور) میں دفن ہوئے۔ مریدوں میں سید حسن شاہ بخاریؒ اور بیٹوں میں سید احمد شاہؒ مشہور بزرگ ہیں۔

شیخ سلیمان بن اسماعیل سہروردیؒ : "لاہور کے اولیائے سہرورد" میں بحوالہ "نزہۃ الخواطر" آپ کے بارے میں صرف اتنا ہی تحریر ہے "شیخ الفاضل سلیمان بن اسرائیل لاہوری یکے از علمائے کرام و صوفیائے عظام خطہ لاہور بود" آپ کے استاد شیخ عماد الدین ابن اسماعیل تھے (جن کی سند شیخ رکن الدین کلانوری سے لیکر فیض الدین محمد ملتانی تک ہے) آپ نے سات حج کئے پنجاب کے کھوکھر خاندان

marfat.com

سے تھے۔ آپ کے جانشین آپ کے صاحبزادے عبدالشکور ہوئے پھران کے فرزند عبدالحمید ہوئے۔

مفتی سید غلام محمد شاہ بخاری جالندھری سہروردیؒ

بحوالہ مجلّہ سہرورد شمارہ ۴ (ماہ اگست ۱۹۸۷ء) آپ نواں شہر جالندھر میں ۱۲۷۴ ہجری مطابق ۱۸۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ اوچی سہروردی سے جا ملتا ہے جو یوں ہے۔ مفتی غلام محمد شاہ بن محمد اعتبار حسین بن عبدالاحد بن محمد ثانی بن عبداللہ بن محمد عبداللہ بن سلیم اللہ بن محمد شاہ عالم بن برہان الدین قطب عالم بن سید ناصر الدین محمود بن حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری اوچی سہروردیؒ آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل دارالعلوم سہارنپور اور دیگر اساتذہ کرام سے کی۔ خدا داد حافظہ بلا کا تھا۔ استاد صاحبان کہا کرتے: "ملک است یا گمنام عالم کہ بالائے سرش زہوش مندی ے تافت ستارۂ بلندی" تحصیل علم کے بعد ہندوستان کی سیاحت کی۔ حج بیت اللہ و زیارت روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شرف یاب ہوئے۔ برصغیر کے اکثر مشائخ سے فیضان حاصل کیا جن میں مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ صوفی محمد حسین رام پوریؒ حضرت مولانا امیرباز خان قادری نقش بندیؒ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی شامل ہیں۔ حضرت مولانا عارف رحمنؒ نے فرمایا: "من دعا می کنم شما مدام شاداں باشد اما فیضان از شہبازے کہ در لاہور مقیم است خواہد رسید" چنانچہ حسب الحکم لاہور آکر اس شہباز طریقت حضرت شیخ محمد دین سہروردیؒ سے بیعت کی اور منازل سلوک کی تکمیل کے بعد رشد و ہدایت میں مصروف ہوئے۔ آپ حکیم حاذق بھی تھے اور اسی وسیلہ سے گذر اوقات کرتے رہے۔ آپ صاحب تصانیف اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ تصنیفات کی تفصیل یوں ہے۔ تحفہ مثنوی محمدیہ' شجرۂ کبیر' عرفان مفتی' نماز طریقت' نماز شریعت' حل شعر کشفی' خطبات حنفیہ' بارہ ماہ مسائل' تذکرۃ المتقین فی حالات محمد دین سہروردیؒ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں متعدد نادر کتابیں تھیں مگر افسوس کہ تقسیم برصغیر کے وقت ۱۹۴۷ء میں سکھوں نے یہ کتب خانہ نذر آتش کردیا۔ آپ کا وصال نواں شہر جالندھر میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ خلفاء کے تعداد خاصی ہے جن میں حضرت سید محمد اقبال شاہ ترمذی سہروردیؒ قابل ذکر ہیں جو ضلع فیصل آباد چک نمبر ۳۰۸ گ ب (پاکستان) میں مقیم ہوئے جن سے کثیر خلق خدا نے فیضان حاصل کیا۔ (تحقیق محمد نعیم طاہر سہروردی)

والحمدللہ علی الاختتام وعلی رسولہا لصلوٰۃ والسلام

الٰہی بحق محمدؐ رسول عقیدت کے یہ پھول کرلے قبول

تمت بالخیر

marfat.com

تکملہ

لاکھ آوارہ و رسوا سہی پھر بھی اک نسبت ہے تیرے نام سے

راقم الحروف مرتب و مولف

خاور سہروردی

خاندانی پس منظر : راقم الحروف مولف کے آباؤ اجداد دور اکبری میں مشرف بہ اسلام ہوئے جن کا تعلق راجہ ٹوڈر مل کھشتری سے تھا جو شہنشاہ اکبر کے وزیر مال اور نورتنوں میں سے تھے۔ یہ اصحاب دور مغلیہ میں قانونگو Law Makers تھے۔ اسی نسبت سے بعد از قبول اسلام قانونگو شیخ کہلائے۔ " وقائع زمستان حصار" الموسومہ "تواریخ سیالکوٹ" (مولفہ عبدالصمد غلام محمد جو مطبع صمدی سیالکوٹ سے ۱۳۰۴ ہجری مطابق ۱۸۸۷ء عیسوی میں شائع ہوئی) میں راقم الحروف کے آباؤ اجداد جو شیخ قانونگو وڈیہرہ تھے کا اکثر جگہ بحیثیت رئیس و جاگیردار ذکر آیا ہے چنانچہ شیخ عزت اللہ وڈیہرہ رئیس و جاگیردار سیالکوٹ شیخ اسلام یار وڈیہرہ اور مائی پھلاں کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے دور شاہجہانی میں اپنی گرہ سے مساجد' تالاب' باغات اور کئی کنویں تعمیر کرائے۔ کھیم چند وڈیہرہ المعروف " کھیماں وڈیہرہ" کا تذکرہ حضرت شاہ دولا دریائی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات کے ضمن میں آیا ہے کہ حضرت موصوف رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی اوائل عمر میں شیخ کھیماں کے ہاں ملازمت اختیار فرمائی اور اسی دوران شاہ سیدا سرمست رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ اسی طرح شیخ رنگا وڈیہرہ کا بھی ذکر آیا ہے جن کے نام پر محلہ رنگ پورہ سیالکوٹ میں آج بھی مشہور ہے۔ وڈیہرہ ذات کے کھشتری زیادہ تر پنجاب اور جموں و کشمیر میں آباد ہوئے۔ سیالکوٹ کے قانونگو شیخ وڈیہرہ کا شمار شہر کے رؤسا و مشاہیر اور جاگیرداروں میں ہوتا ہے۔ قانونگو شیخ برادری بڑی وسیع ہے اور برصغیر بالخصوص پنجاب اور کشمیر میں جا بجا پھیلی ہوئی ہے۔ سیالکوٹ کے شیخ محمد سوداگر ریاست جموں کشمیر کے وزیراعظم تھے۔ سیالکوٹ کا مشہور "تالاب سوداگر" انہوں نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ شام چوراسی والے الشیخ العارف الکبیر عبدالنبی رحمتہ اللہ علیہ کھشتریوں کی گوتھ "بہل" سے تعلق رکھتے تھے آپ کی اولاد شاہی کہلاتی ہے۔ بابائے اردو مولوی شیخ عبدالحق قصبہ ہاپڑ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد شاہجہان کے عہد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ دیوان سر شیخ عبدالحمید وزیراعظم کپور تھلہ' جالندھر کی قانونگو برادری سے اور سر شیخ عبدالقادر لدھیانہ کی قانون گو برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ قصور کے قانونگو شیخوں کا تعلق شیخ شہاب الدین جاگیردار اور کرنل الٰہی بخش کمانڈر بہاول پور سے ہے۔ جموں کشمیر کے قانونگو بالعموم "ددادن" ہیں۔ گوجرانوالہ اور ملتان کے اکثر قانونگو شیخوں کا تعلق دیوان ساون مل والی ملتان سے ہے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں گورنر ملتان تھے۔ ملتان کے اروڑہ کھتری حضرت شاہ شمس سبزواری" کے دست حق پرست پر ۶۷۰ ہجری (۱۲۷۱ عیسوی) کے لگ بھگ مسلمان ہوئے اور ان میں سے بعض خاندان دور مغلیہ میں ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب بھارت) میں مستقل طور پر نقل

marfat.com

مکانی کر آئے۔ علی ہذا القیاس قانونگو شیخ برادری بڑی اولی العزم ہستیوں پر مشتمل ہے جس میں بڑے بڑے مشاہیر پیدا ہوئے۔ اس خاندان کے لوگ دور مغلیہ سے عہد حاضر تک نہایت ذمہ دار کلیدی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں اور نئی زمانہ بھی نہایت ذمہ دار عہدوں پر خدمت ملک سرانجام دے رہے ہیں۔

تعارف : ادیب شہیر جناب ممتاز مفتی صاحب نے راقم الحروف کی تالیف تذکرہ و ملفوظات حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ کے پیش لفظ میں اپنے منفرد ادیبانہ رنگ میں اس فقیر حقیر کا تعارف یوں کرایا ہے:

"احسان الحق نام اور خاور تخلص' پنجاب کے مشہور "قانون گو شیخ" خاندان سے ہے۔ والد شیخ ناصر الدین محکمہ انہار میں ضلعدار تھے اور دادا' شیخ تاج الدین تحصیلدار۔ پیدائش ۱۲ نومبر ۱۹۲۳ء کو اپنے آبائی مکان محلہ دھارووال سیالکوٹ شہر میں ہوئی۔ والد کی ملازمت کی وجہ سے بچپن سیالکوٹ سے باہر ہی گزرا۔ ان کے ریٹائر ہونے پر ۱۹۳۵ء میں لاہور آگیا اور پھر لاہور کا ہی ہو کر رہ گیا۔ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ سے ۱۹۳۹ء میں میٹرک کیا اور اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۴۱ء میں انٹر میڈیٹ۔ والد کا سایہ ۱۹۳۸ء میں سر سے اٹھ گیا۔ ساری گھریلو ذمہ داری سر پر آن پڑی لہٰذا مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکا اور کمشنر لاہور ڈویژن کے دفتر میں ملازم ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۳ء سے ۱۹۵۵ء تک بحیثیت ڈسٹرکٹ گیم انسپکٹر محکمہ شکار پنجاب' مختلف جنگلوں کی خاک چھانتا رہا۔ گویا بارہ سال تک بن باس رہا۔ جون ۱۹۵۵ء میں دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب میں آگیا۔ مئی ۱۹۶۱ء میں ایس اے ایس کا محکمانہ امتحان پاس کیا اور تادم تحریر مرکزی حکومت کے ڈائریکٹریٹ جنرل واپڈا آڈٹ میں آڈٹ آفیسر ہے۔

خاور سے میری پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۵۰ء میں راولپنڈی میں میرے ایک دوست چوہدری مظفر الدین ظفر سہروردی کی وساطت سے ہوئی۔ ایک ایسے بے فکرے خوبصورت نوجوان سے جسے زندگی کی رنگینیوں سے ہی دلچسپی تھی۔ بن سنور کے رہنا' گپیں ہانکنا اور اساتذہ کی غزلیں سنانا' خود بھی شعر کہتا۔ شعر و شاعری کا سلسلہ دوران تعلیم ۱۹۳۹ء میں شروع کیا۔ پہلا مجموعہ کلام "شعاعیں" طالب علمی کے دور کی غزلیات اور دور مابعد میں لکھی گئی نعتوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا "فروغ و فراغ" ہے جس میں غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ دونوں مجموعے ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ اس کے دور شباب کے مشاغل اور پھر یکایک کیفیت حال بدلنے کا ذکر میں نے اپنی کتاب "لبیک" کے صفحہ نمبر ۲۷ پر یوں کیا ہے:

خاور : خاور فیشن زدہ' رومان پسند' آوارہ مزاج نوجوان تھا۔ اسے صرف دو باتوں سے دلچسپی تھی۔ خود بننا سنورنا اور خوبصورت عورتوں کو پھنسانا۔ ایک روز لاہور کی ایک ویران سڑک پر اس نے ایک خوش شکل رنگ رنگیلی عورت کو دیکھا جو بار بار مڑ کر خاور کی طرف دیکھتی اور مسکاتی تھی ایسی جاذب توجہ الہڑ کو مائل بہ کرم دیکھ کر خاور اپنی تمام مصروفیات بھول گیا اور اس نازنین کا پیچھا کرنے لگا۔ جب

marfat.com

سڑک سنسان ہوگئی تو اس نے چار ایک لمبے ڈگ بھرے اور نازنین کے مقابل جا کر اس کی بانہہ پکڑ لی نازنین نے مسکرا کر خاور کی طرف دیکھا۔ ارے نازنین کے چہرے پر تو اتنی لمبی داڑھی تھی۔ خاور گھبرا کر پیچھے ہٹا تو نازنین نما بزرگ بولے۔ نہیں! نہیں!! کوئی فرق نہیں۔ غور سے دیکھو تو کوئی فرق نہیں۔ بات ایک ہی ہے یہ کہہ کر انہوں نے خاور کی بانہہ پکڑ لی۔ خاور ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور آج وہ خود چھاج سی لمبی داڑھی لئے واپڈا کے ایک اکاؤنٹ آفس میں بیٹھا ہے۔

پیش نظر کتاب میٹھی میٹھی باتیں ہیں' دلربا ادائیں ہیں اس نازنین نما بزرگ کی جس نے خاور کی بانہہ پکڑی۔ اسی کی شوخی گفتار کو خاور نے جس انداز اور جس ماحول میں سنا بعینہ بے کم و کاست ہمیں سنا دیا ہے۔ پڑھنے والا یہی محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ خود ہی اس حریم ناز میں موجود ہے اور ان نغمات دلاویز کی ترنم ریزیوں سے براہ راست لطف اندوز ہو رہا ہے۔ اسی کا ایک شعر ہے:

جہان رنگ و بو میں حسن فطرت کارفرما ہے　　　کہ خاور ذرے ذرے کو حسیں کہنا ہی پڑتا ہے

کتاب کے مطالعہ کے بعد بے اختیار یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ میرے سوہنے اللہ کی سوہنی دھرتی کسی وقت بھی حسینوں کے وجود سے خالی نہیں رہتی۔ حسن فطرت کا تقاضا ہے اس لئے کہ **اللہ جمیل و یحب الجمال** یہ حسن کی کارفرمائیاں ہیں' کافرانہ ادائیں ہیں جو زندگی میں تنوع اور دلچسپی کا سامان پیدا کر رہی ہیں ورنہ زندگی بے کیف ہوتی' بے مزہ ہوتی' بے مقصد ہوتی۔ یہ کتاب بھی چونکہ حسن کے غمزہ ہائے خوں ریز کی عکاسی کرتی ہے اس لئے اس کا مطالعہ تازہ واردان بساط ہوائے دل کے ذوق و شوق میں یقیناً" اضافہ کا باعث بنے گا۔"

اسلام آباد: ۲۵ فروری ۱۹۷۹

ممتاز مفتی

❁

شجرہ نسب : احسان الحق خاور سہروردی بن شیخ ناصر الدین وڈیرہ بن تاج الدین بن نظام الدین بن مراد بخش بن شیخ سوندھی بن شیخ غلام قادر بن شیخ عزت اللہ وڈیرہ رئیس و جاگیردار سیالکوٹ (دور شاہجہانی) بن شیخ عنایت اللہ وڈیرہ رئیس و جاگیردار پرگنہ سیالکوٹ۔

دیگر ضمنی حالات : راقم الحروف کی ولادت اتوار ۲ فروری ۱۹۲۴ کو (محلہ دھاروال سیالکوٹ شہر) ہوئی۔ بچپن میں اس فقیر کی سالگرہ والدہ محترمہ ۲ فروری کو ہی کرتی رہیں لیکن سکول میں داخلے کے وقت تاریخ پیدائش ۱۲ نومبر ۱۹۲۳ لکھوائی گئی۔ شرف بیعت بوساطت برادر طریقت الحاج چودھری محمد شفیع سہروردی (خلیفہ مجاز) اتوار ۱۱ اپریل ۱۹۵۰ء کو حاصل ہوا۔ جون ۱۹۵۵ء میں بسلسلہ ملازمت لاہور مقیم ہونے پر حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے در اقدس پر روزانہ دو وقت حاضری کی سعادت نصیب ہوگئی۔ اسی دوران حضرت قبلہ" کی مجلس عالیہ میں ان کے ارشادات بالشافہ قلمبند کرنے کا شرف حاصل ہوگیا۔ حضرت قبلہ" نے جملہ خط و کتابت اس فقیر کے ذمے لگا دی تھی مزید برآں آپ کی تصانیف کی پروف ریڈنگ (بمعہ دیگر برادران طریقت) کرنے کا موقع بھی میسر آتا رہا اور اس طرح حضرت قبلہ" کی خصوصی توجہ کی برکت سے تحریر کا خاصہ ملکہ پیدا ہوگیا۔ بقول اکبر الہ آبادی

marfat.com

نہ کتابوں سے اور نہ کالج کے ہو در سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
الحمد للہ کہ بعض سفروں کے دوران بھی معیت ملازمت حاصل ہوتی رہی۔

شادی فروری ۱۹۵۳ء میں ہوئی اور بیگم کو شرف بیعت ستمبر ۱۹۵۶ء میں حاصل ہوا گویا راقم الحروف بھی ان معدودے چند خوش بختوں کے زمرے میں آتا ہے جن کی بیگمات بھی اس نعمت عظمٰی سے مشرف ہوئیں۔ یہ ذہنی ہم آہنگی رب العزت کا خاص انعام ہے جو خانگی زندگی میں برکات اور کامرانیوں میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ حضرت قبلہ علیہ رحمتہ کے وصال کے بعد انہیں کے حکم (بذریعہ خواب) سلسلہء عالیہ قادریہ کے کامل و اکمل بزرگ حضرت پیر سید احمد شاہ قادریؒ کی ظاہری صحبت کا شرف ہم دونوں کو نو سال تک یعنی اگست ۱۹۶۴ تا جون ۱۹۷۳ (ان کی ظاہری زندگی تک) حاصل رہا جو مزید سعادت و روحانی برکات کا موجب بنا۔ والحمد للہ علی ذالک۔ اگست ۱۹۸۴ء میں ہمیں حج کی سعادت اور زیارت حرمین شریفین نصیب ہوئی۔ اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد راقم الحروف جنوری ۱۹۸۶ء سے ستمبر ۱۹۹۵ء تک لاہور کے مشہور و معروف صنعتی ادارے چودھری گروپ آف انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ میں ملازم رہا اور وہاں سے فارغ ہو کر تصنیف و تالیف کا باقاعدہ سلسلہ شروع کردیا۔

تصنیفات : تادم تحریر جو تصنیفات منظر عام پر آئی ہیں یہ ہیں۔

۱۔ تذکرہ و ملفوظات حضرت ابو الفیض سید قلندر علی سہروردیؒ (۶۲۴ صفحات) ۲۔ تذکرہ و فرمودات حضرت پیر سید احمد شاہ قادریؒ (۷۰ صفحات) ۳۔ شعاعیں: نعتوں غزلوں منقبت وغیرہ کا مجموعہ کلام (۶۴ صفحات) ۴۔ فروغ و فراغ: حمد، نعت، غزلیات اور نظموں وغیرہ کا اور خاور پارے: رباعیوں اور قطعات پر مبنی کلام (۱۲۸ صفحات)۔۵۔ یادگار سہروردیہ (زیر نظر کتاب ہذا)

فرزندان : اس فقیر کے دونوں بیٹے حبیب خاور سہروردی B.Sc, B.E الیکٹریکل انجینئر اور رمیز خاور سہروردی آئی کام کو بفضل تعالیٰ پیر طریقت سہروردیہ الحاج چودھری محمد شفیع سہروردی (ایم ایس سی) کی بیعت کی سعادت علی الترتیب نومبر ۱۹۸۳ء اور مارچ ۱۹۸۸ء میں حاصل ہوئی۔ **فالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔**

حرف آخر : اس فقیر حقیر نے اپنی منظوم تصنیف "فروغ و فراغ" میں بعنوان "ویلے ویلے دی گل" اپنے چار قطعات شامل کتاب کئے ہیں ان کا اعادہ یہاں "اپنی کہانی اپنی زبانی" میں شاید نامناسب نہ ہو لہٰذا درج ذیل کئے جارہے ہیں۔

نقش اول

اسی کی ہستیء برحق کو مان کر آئے
اسی کی ملک ہیں یارو اسی کے زیر نگیں
اے اختیار ارادہ پہ بھولنے والو!
ہر ایک امر پہ غالب، اسی کی ذات میں

marfat.com

نقش ثانی

نور ایماں سے منور ہے مرا قلب سلیم
یہ سعادت تو ہے اللہ کے انعام کے ساتھ
کل جو پہناتے رہے "شرک" کے فتوں کا کفن
آج دفنائیں گے خاور کو وہ "احرام" کے ساتھ

نقش ثالث

زندگی ایک امانت تھی کہ دے آیا ہوں
چار و ناچار یہ پتوار بھی کھے آیا ہوں
دل پہ جو نقش ترے عشق میں کھو کر ابھرے
آج وہ نقش در یار پہ لے آیا ہوں

نقش لحد

گلوں کو غیر سے لینے کے ہم نہیں قائل
کہ قبر پوش فقیراں ہے سبزۂ خود رو
مری لحد پہ عزیزو! جو آ ہی پہنچے ہو
کلام پاک، درود اور فاتحہ کہ لو

❁

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو
عذر تقصیرات ما چنداں کہ تقصیرات ما

ربنا اتنا فی الدنیا حسنتہ و فی الاخرۃ حسنتہ وقنا عذاب النار۔ وادخلنا الجنتہ مع الابرار۔ یا عزیز یا عزیز یا غفار۔ و صلی اللہ تعالی علی حبیبہ محمد و الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

❁

خاکِ پاہائے صاحب نظراں

خاور سہروردی

لاہور: ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۸ عیسوی
مطابق
جمعرات: یکم رجب المرجب ۱۴۱۹ ہجری

تمت بالخیر

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یادگار سہروردیہ : سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں متقدمین بزرگان عظام کے بعد اہل قلم متاخرین کی صف میں ان کا شمار نہایت ہی قلیل حد تک رہا ہے کیونکہ ساتویں آٹھویں صدی ہجری یعنی تیرھویں چودھویں صدی عیسوی کے بابعد بزرگان سہروردیہ نے علم باطن کو صرف سینے کے ذریعے ہی منتقل کرنے کو فوقیت دی اور قلم کی جنبش کو غیر ضروری سمجھا۔ بس دل پہ ظاہری فتاوی کو ترک کیا اور شہری آبادیوں سے دور جنگلوں اور بیابانوں میں ہی یاد الٰہی میں عمریں گزار دیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ گزشتہ کئی سو سالوں سے عوام الناس کی نظروں سے اوجھل رہا۔ اس سلسلہ عالیہ کو بیسویں صدی عیسوی میں از سرِ نو صحیح معنوں میں متعارف کرانے کا سہرا غوث زمان قلندر رسول نما ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی (وصال ستمبر ۱۹۵۸ء) کے سر ہے جنہیں "مجدد سلسلہ عالیہ سہروردیہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ دور حاضر کے عظیم طریقت سہروردیہ عالم اجل فقیہ بے مثل بلند پایہ واعظ اور مستند اہل قلم تھے جن کی علم دین و تصوف پر متعدد تصانیف آپ کے تبحر علمی اور ذہنی و طریقت پہ دال ہیں۔

زیر نظر کتاب آپ کے ایک مرید با صفا خاور سہروردی کی مرتب کردہ ہے جس میں انہوں نے اپنے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے مشاہیر اولیائے کرام و بزرگان عظام کے حالات کو یکجا کر کے پیش کیا ہے جو مختلف تذکروں تصوف و تاریخی کتب میں منظوم و نثر ریزہ ریزہ اور گمنامی کے رنگ کی صورت میں بکھرے پڑے ہیں۔ آپ نے ان کا "سبد گل" اور ان جا بجا بکھرے موتیوں کو لڑی میں پرو کر گویا انہیں "ذکر خیر" کی ایک تسبیح یا "مجموعہ ورد" بنا ڈالا ہے تاکہ قاری کو مختلف کتابوں کی ورق گردانی نہ کرنی پڑے نیز اسی دوران مطالعہ صاحب تذکرہ سے جو فیضان باطنی حاصل ہو رہا ہوتا ہے اس کا تسلسل بھی ٹوٹنے نہ پائے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک نہایت اہم اور مشکل ترین کام تھا جسے فاضل مرتب و مولف نے نہایت خوبی اور جانفشانی سے بطریق احسن نبھایا ہے۔ حصہ اول آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں باب اول بطور مقدمہ ہے۔ اس میں تصوف کی اہمیت و ماہیت لفظ "صوفی" کی توضیح، بیعت کا شرعی جواز، خرقہ کی اصل، سلاسل فقراء، اصطلاحات صوفیہ، مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود، چہار اکابر سلاسل کا نمایاں فرق، اولیائے کرام و بزرگان عظام کی تبلیغی سرگرمیوں، ان کی بے لوث اور ان تھک کاوشوں کا مجمل بیان ہے جبکہ باب دوم تا باب ششم حضرت قبلہ ابو الفیض سید قلندر علی سہروردی کے شجرہ طریقت کے اکثر بزرگان عظام کا اجمالی تذکرہ ہے۔ باب ہفتم حضرت قلندر کے حالات اور باب ہشتم ان کی اولاد، خلفائے عظام اور چند معتقد مریدان باصفا کے مختصر حالات پر مبنی ہے۔ حصہ دوم مشتمل بر نو (۹) ابواب، حضرت قبلہ کے شجرہ طریقت کے بزرگان کے علاوہ دیگر مشاہیر اولیائے کرام سہروردیہ کا مجمل تذکرہ ہے جن کے حالات تک فاضل مرتب و مولف کی حتی الامکان رسائی ممکن ہو سکی۔ زیر نظر کتاب کو اگرچہ سلسلہ سہروردیہ کی تاریخ تو نہیں کہا جا سکتا تاہم اس اجمالی تذکرہ کی منفرد اہمیت اور جامعیت کو کسی صورت نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مشاہیر بزرگان سہروردیہ کے اجمالی حالات پر کافی حد تک مشتمل "فی زمانہ یہ مختصر ترین و جامع Reference Book ضرور شمار کی جا سکتی ہے جس کی اشاعت ہمارے نزدیک اہل تحقیق مسلک ہے۔ اسے ہر لائبریری کی ہی نہیں بلکہ وابستگان اہل فقراء کے گھروں میں بالخصوص اور عاملان اولیائے کرام کے گھروں میں بالعموم زیب و زینت بنا باعث سعادت دارین ہوگا کیونکہ موجودہ اور آئندہ آنے والی نسلیں بزرگان سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی خصوصی دینی اور روحانی سرگرمیوں سے کما حقہ آگاہی و عرفان حاصل کرتی رہیں۔

بالاخر فاضل مولف "قوموں کی تعمیر میں تعلیم و تربیت بنیادی کردار ادا کرتی ہے کیونکہ یہ انسان کو شعور آگہی عطا کرتی ہے جس سے انسان "خود آگاہ" و "خدا آگاہ" ہو کر کائنات کو مسخر کرنے کی سعی کرتا ہے تاکہ بنی نوع انسان کی صحیح معنوں میں خدمت کی جا سکے۔ تعلیم و تربیت کا عمل تو علم کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے لیکن ایک با مقصد کتاب بھی اسی طرح اس عمل کو پورا کرنے کی کما حقہ صلاحیت رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی پر نور اور قلب کو منور کرنے والی کتاب قرآن مجید، حدیث شریف اور اعمال صحابہ کرام کے بعد اولیائے کرام کے ارشادات، ان کی عملی زندگی اور سیرت و کردار پر مبنی حالات کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے جس میں تکمیل انسانیت اور احترام آدمیت کے سارے سوسم بزرگ کی ادائیں نکھر سامنے نہ صرف محسوس ہوتے ہیں بلکہ جو کم اہمیت کو دکھائی بھی دینے لگتے ہیں۔" والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مرزا عباس بیگ
ایم اے ایجوکیشن، سائنس، ہسٹری، اردو، ایل ایل بی
ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور و کار پوریٹ ایڈوائزر

داتا دربار روڈ لاہور۔ جمعۃ المبارک ۱۹ مارچ ۱۹۹۹ عیسوی
مطابق یکم ذوالحج ۱۴۱۹ ہجری